یکم سے ۱۵ر جولائی ۱۹۸۲ء
۱۰ر سے ۲۴ر اساڑھ ۱۹۰۴ شاکا

آواز

عت کا ۴۰واں سال
مت 50 پیسے

کاشوانی اور دوردرشن کے پروگرام - معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے اور غزلیات

پھر نگاہِ لطف سے میری طرف دیکھا نہ کر
میں نے پائی ہیں ستم ہی میں کرم کی لذتیں
تشنۂ دیدار ہے چشمِ تصور بھی میری
یہ تو رازِ سوزِ دل لب پر نہیں لایا کبھی
جلوہ گر ہونے کی پھر تجھ کو نہ زحمت دے سکوں
حسن کی بے داد ہے تقدیر والوں کے لیے
کاروبارِ عشق میں نقصان بھی ہے فائدہ
بات تو جب ہے کہ سر اٹھے نہ پھر سجدے کے بعد
ساقیٔ مے خانہ کو پروا نہیں تیری اگر

پھر میرے سینے میں حشر آرزو برپا نہ کر
اب تیری مرضی ہے تو مجھ پر کرم کر یا نہ کر
اے جمالِ یار مجھ سے اس قدر پردہ نہ کر
اے زبانِ خامشی! تو مجھے رسوا نہ کر
سامنے آ کر کبھی یوں بھی مجھے دیوانہ کر
حسن کی بے داد کا بھولے سے بھی شکوہ نہ کر
کاروبارِ عشق میں نقصان کی پروا نہ کر
یہ نہیں تو آستانِ ناز پر سجدہ نہ کر
جام بھر پینے کی خود ہی جرأت رندانہ کر

بس یہی روشن ضمیری کا ہے ایک روشن ثبوت
اے تہا! روشن ضمیری کا کبھی دعویٰ نہ کر

دیکھا جب ان کو ہم نے نہایت قریب سے
نفرت سی ہو گئی ہے ہمیں ہر حبیب سے
اے چارہ گر یہ دردِ محبت ہے، ان جا
اس کا علاج ہو نہ سکے گا طبیب سے
جس کا جواب مصلحتاً ہم نہ دے سکیں
کرتے ہیں وہ سوال کچھ ایسے عجیب سے
کچھ فائدہ نہیں ہے حسینوں کی چاہ میں
کل یہ سنی تھی بات اک اچھے خطیب سے
ہوتی ہے دل شکن ہی تمہاری ہر ایک بات
تعلیم تم نے پائی ہے یہ کس ادیب سے
ہوتی ہے حسن والوں میں خوئے وفا بھی کیا؟
یہ بات پوچھے گا کسی خوش نصیب سے
گلشن میں سیر کرتے ہوئے ہم نہ مطمئن
کچھ بات چیت ہو نہ سکی عندلیب سے
دیتی ہے موت عشق میں آ کے زندگی نئی
منصور نے یہ بات سنی تھی صلیب سے
ساحر گئے تمام ہوئے دور دفعتاً
گزرے کچھ آج یوں وہ ہمارے قریب سے

وہ طشتِ بام جب آیا تو رو برو نہ ہوئے
ہمارے جسم کی وہ آگ مر گئی شاید
وہ ابر تھا تو برستا بھی اس کو لازم تھا
مجھے خوشی کہ ہوا لے اُڑی مرے الفاظ

اس امتحاں میں بھی لوگ سرخرو نہ ہوئے
اٹھے جو بسترِ شب سے لہو لہو نہ ہوئے
شگافِ خیمۂ جاں تم سے کیوں رفو نہ ہوئے
انھیں ملال کہ وہ صرف گفتگو نہ ہوئے

اسی کے نام سوں یہ شہرتیں ملیں ہم کو
کہ جس کے سائے سے محروم ہم کبھو نہ ہوئے

جس جگہ ہے اب عدالت اور ہے تھانہ کھلا
خوشبوؤں کا یہ تھا جنگل اور ویرانہ کھلا
جب سے چکھا ہے مری جاں حسن کا آبِ نشاط
خود ہماری ذات میں رہتا ہے میخانہ کھلا
شعر لکھتا جا رہا ہوں میں بیاضِ عشق میں
ہائے کن یادوں کا دل میں آج بت خانہ کھلا
جس کو تا حدِ جنوں چاہا تھا ہم نے ایک دن
اب تعلق اس سے اپنا ہے حریفانہ کھلا
ہاں یقیناً ختم ہم پر ہو گئی رسمِ جنوں
پھر نہ آیا بستیوں میں ہم سا دیوانہ کھلا
دل کی دلی کیسے اجڑی؟ کیا کہیں تجھ سے ادیب
منہدم دیوار و در ہیں ایک افسانہ کھلا

تو سست گام ہے رستہ مگر زیادہ نہیں
وہ سامنے ہے مرا گھر سفر زیادہ نہیں
ہوا کے زور سے کیا جانے کب بکھر جاؤں
ہے میرا پیڑ سے رشتہ مگر زیادہ نہیں
اڑا کے لے گیا خوشیاں مری سبھی جو شخص
میں جانتا تو ہوں اس کو مگر زیادہ نہیں
اجڑتے شہر کو چھوڑوں تو پھر کہاں جاؤں
کسی بھی بستی میں سنتے ہیں گھر زیادہ نہیں
بڑے وقار سے اک پیڑ آج بھی ہے کھڑا
ہوا کے زور کا اس پر اثر زیادہ نہیں
مرے مزاج میں شامل ہے تتلیوں کی سرشت
کسی بھی پھول پہ میری نظر زیادہ نہیں
انہی کو کھانے لگی ہیں بلند دیواریں
اے مہتر جن کے مکانوں کے در زیادہ نہیں

تو کہاں بچ کے بھاگ سکتا ہے
ہر جگہ آدمی کا سایا ہے
کتنے جنگل سمائے ہیں اس میں
گھر میں رہ کر جو شخص تنہا ہے
اس نے اندر کا جسم کیا ڈھانپا
سارا دن ننگا پھرتا رہتا ہے
اب نہ آئے گی رت
شاخ پر کیوں
اس کا گھر بھی ہے بیٹھا ہے
جانے کیوں ہوٹلوں میں رہتا ہے نیک بیوی بھی
کب پہاڑ کی برف پگھلے گی
ایک دریا بہہ
میرے اندر کا آدمی پیاسا ہے
بڑے لوگوں کو اچھا شکست

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

ٹیلی فون	
چیف ایڈیٹر	۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل	۳۸۲۲۵۴
بزنس	۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ	LISTENER
چیف ایڈیٹر	جے پی گوئل
ایڈیٹر	سراج احمد

نئی دہلی -- یکم جولائی ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۱ اساڑھ ۱۹۰۴ شاکا -- جلد ۴۷، شمارہ ۱۳-۵

انٹارکٹیکا کے ساتھ ہمارا قدیمی تعلق اور

ہماری پہلی مہم

ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم

محکمہ ماحولیات کے سیکریٹری ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم انٹارکٹیکا جانے والی پہلی ہندوستانی سائنسی مہم کی اہمیت اور قدر و قیمت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مہم نے شرکت کرنے والے ایکاں کو ایک اہم قومی کاز کی خاطر یکجا کر دیا۔ ڈاکٹر قاسم اس نتیجہ پر بھی پہونچے ہیں کہ اگر ایک دفعہ ہندوستانی سائنسداں کسی مقصد کو لے کر اٹھ کھڑے ہوں تو وہ نہ صرف نہایت لگن کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت ہی رکھتے ہیں بلکہ وہ کچھ کر کے دکھا سکتے ہیں جس کی کہ ان سے توقع بھی نہیں کی جاتی۔

انٹارکٹیکا یعنی براعظم قطب جنوبی کو جانے والی پہلی ہندوستانی مہم میں سات سائنسی اداروں کے ۲۱ سائنس دانوں نے حصہ لیا ہے۔ مہم کے لئے ناروے سے دوہرے ڈھانچے کا سمندری جہاز کرائے پر لیا گیا جو برف توڑ کر آگے نکل جانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ پھر بھی اس جہاز میں ہمیں اپنی ضرورتوں کے مطابق کچھ تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ یہ بحری جہاز ۶ دسمبر ۱۹۸۱ء کو صبح کے پونے آٹھ بجے گوا سے روانہ ہوا۔ اور ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن ہم انٹارکٹیکا پر جا اترے۔ مہم کے دوران گوا سے لے کر قطب جنوبی تک —— جہاز رانی اور مصنوعی سیارے کی پوزیشن کے تعین کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی رہیں۔ اب تک زائد از ۲۰ ہزار لائن کیلومیٹر کا مقناطیسی مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔ انٹارکٹیکا کے قریب سمندر میں سے آنی والی صدائے بازگشت کے گراف سے پتہ چلا کہ روس نے جن دو سمندری پہاڑیوں۔ لینا اور اوب۔ کی خبر دی تھی ان کے علاوہ وہاں ایک اور پہاڑ بھی سمندر کے اندر موجود ہے جس کی نہ تو ابھی تک کسی نے خبر دی تھی اور نہ ہی پتہ لگایا تھا۔ یہ پہاڑ سمندر کی تہہ سے جو ۴۴۰۰ میٹر گہری ہے شروع ہو کر سطح سمندر سے صرف ۹۰۰ میٹر نیچے رہ جاتا ہے۔ ہم نے اس پہاڑ کا نام "اندرا ماؤنٹ" رکھ دیا ہے اور آئندہ جہاز رانی کے جتنے بین الاقوامی نقشے بنیں گے ان سب میں اس کا ذکر بھی کیا جائے گا۔

پھر ریکارڈ ایسے تیار کئے گئے جن سے درجۂ حرارت کا مسلسل نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ اسی طرح ہوا کے درجۂ حرارت، دباؤ، نمی، رفتار اور اس کے رخ سطح سمندر پر پائی جانے والی اوزون گیس، بادلوں کی نمود اور ریڈیائی شعاع زنی کے متعلق تین تین گھنٹے کے وقفے سے مسلسل مشاہدہ کیا جاتا رہا۔ سفر کے دوران جہاز سے کئی غبارے چھوڑے گئے جن کا مقصد سائنسی معلومات حاصل کرنا تھا۔ ان کے علاوہ بالائی فضا میں ریڈیائی لہروں کی رسائی اور شور و غل کی حدود کا بھی بغور مطالعہ کیا گیا۔

اس شمارے میں

انٹارکٹیکا کے ساتھ ہمارا قدیمی تعلق اور

ہماری پہلی مہم —— ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم —— ۳

دنیا کا سحر انگیز برف دان - انٹارکٹیکا —— اے۔ ڈینیل —— ۵

ہندوستانی سائنسدانوں کی انٹارکٹیکا مہم —— م۔ ع۔ باسط —— ۹

بحر ہند کے متعلق نئے حقائق —— اینا کشی چٹرجی —— ۱۰

انٹارکٹیکا کا پرخطر سفر —— ڈاکٹر آر ایس تیواری —— ۱۲

امام غزالی —— ایم رفیع اللہ —— ۱۳

بستی ہے خلق خدا تجھ کو غائبانہ کیا —— پروفیسر غوث ساجد —— ۱۴

ہمیں نیا پڑھنا چاہئے —— جی ایل لابرو —— ۱۶

شمع فروزاں —— نثار احمد فاروقی —— ۱۷

فانی کی شاعری کے محرکات —— پروفیسر وسیم بریلوی —— ۱۸

فنکار اور اس کی ذمہ داریاں —— ڈاکٹر افضل ظفر —— ۱۹

ہم نے کوشش کی پاس کو خوش کرنے کی —— سید اعجاز الدین پاپولر —— ۲۰

پہلی کتاب —— قاضی محمد انیس الحق —— ۲۳

تیسرا مرحلہ —— عشرت ظہیر —— ۲۴

دل یزداں —— قاسم خورشید —— ۲۶

ایک یادگار مشاعرہ —— ڈاکٹر عبد الخالق —— ۲۷

غزلیات —— رحمت الاختر —— ۱۴

اظہار یزدانی —— ۱۵

جاوید اکرم —— ۱۷

سلمان صہبا —— ۱۸

ڈاکٹر محمد یعقوب عامر —— ۲۱

منظور ندیم بالاپوری —— ۲۵

ممتاز مرزا —— ۳۲

سرورق کا عمل - پردیپ سومدار - دہلی

قیمت

فی پرچہ	۵۰ پیسے
سالانہ	۱۰ روپے
دو سال	۱۸ روپے
تین سال	۲۵ روپے

(ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

گیا ہے [illegible] ہیں، [illegible] ڈھونڈا اور ابتدائی سرگرمی کی نشاندہی بھی کی گئی۔ [illegible] کے جنوب جیسے اور انٹارکٹیکا میں [illegible] اور دیگر جانوروں کی موجودگی کا مشاہدہ کرکے اس کا ریکارڈ رکھا گیا۔

براعظم قطب جنوبی پر اترنے سے پہلے ٹیم نے راستہ میں حائل منجمد برف کے تودوں کو توڑ کر نکل جانے کی چار بار کوشش کی لیکن چونکہ تقدیر یاری تھی ہم اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔ بالآخر ہم نے ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کو ہندوستانی گھڑیوں کے مطابق رات کے ساڑھے بارہ بجے اس سرزمین پر قدم رکھا۔

اس براعظم پر ہم نے اپنا پہلا بنیادی کیمپ اپنے ہاتھوں قائم کیا۔ بعدازاں ہماری ٹیم نے ایک چوبی جھونپڑی بھی تعمیر کر دیا جس میں وہاں کے قاعدے کے بموجب ایندھن، اشیائے خورد و نوش، دوائیں اور دیگر سامان بھر دیا گیا۔ اس جھونپڑے کو ہم جوں کا توں چھوڑ آئے ہیں تاکہ مستقبل میں کسی بھولی بھٹکی پارٹی کے کام آ سکے۔ اس جھونپڑے میں پہلی ہندوستانی مہم پارٹی کے ممبروں کے ناموں کی ایک تختی بھی لگا دی گئی ہے۔ بعد میں ہم مناسب بین الاقوامی اداروں کو لکھ بھیجیں گے کہ اس جھونپڑے کا محل وقوع کیا ہے اور اس کے اندر کیا کچھ دستیاب ہے۔ یہ معلومات "انٹارکٹک پائلٹ" نامی رسالے میں چھپ جائے گی۔

اس مہم کے دوران ہمارے دو ہیلی کاپٹروں نے کوئی ۵۰۰ بحری میل کی اڑان انٹارکٹیکا کے اوپر کی اور برفانی علاقے میں کام دینے والے دو اسکوٹروں نے جنھیں ہم ساتھ لے کر گئے تھے ۵۰ کیلومیٹر سے زیادہ کا فاصلہ طے کیا۔ وہاں ہم نے مقناطیسی طوفان کا مشاہدہ بھی کیا — یہ دلچسپ عجوبہ صرف قطب جنوبی ہی پر دیکھنے کو آتا ہے اور کہیں نہیں۔ ہم نے برفانی چٹانوں، جانداروں اور فضا کے باہمی تعلق، برف کی تشریح اور انٹارکٹیکا کے پہاڑی سلسلہ کی چٹانوں کا مطالعہ بھی کیا۔ ہم چٹانوں کے بہت سے نمونے اکٹھا کرکے لائے بھی ہیں تاکہ وہاں کی معدنیات کے متعلق مزید جانچ کی جا سکے۔

اس کے علاوہ ہم نے وہاں ایک موسمیاتی اسٹیشن یعنی مرکز بھی قائم کیا جس کا نام "دکشن گنگوتری" رکھا گیا ہے۔ اس مرکز کی دیکھ بھال کے لیے وہاں کوئی نہیں ہوگا مگر اس کا موسمیاتی مستول جو چار میٹر اونچا ہے شمسی توانائی کی مدد سے خود بخود موسم کا حال کمپیوٹر کے ذریعے ریکارڈ کرتا رہے گا اور کم از کم ایک سال تک کام دے گا۔ اس مرکز کا ساز و سامان بمعہ کمپیوٹر کے ہندستان ہی کا تیار کردہ ہے۔ وہاں ہم روس کے قائم کردہ مرکز میں بھی گئے اور روسی سائنسدانوں سے ملے۔ وہ لوگ ہندوستانی مہم کے ممبروں سے مل کر بے حد خوش ہوئے۔ ہمارا ہیلی کاپٹر انٹارکٹیکا کے نزدیک برف توڑنے والے ایک جاپانی بحری جہاز پر بھی جا اترا۔ اس اچانک آمد سے جاپانیوں کو حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی۔

ہم نے وہاں کئی طرح کے اور سائنسی مشاہدے اور تجربے بھی کیے اور یہ دیکھنے کی کوشش بھی کی کہ وہاں کے سمندر میں کیا کچھ مل سکتا ہے۔ انٹارکٹیکا میں اپنے قیام کے دوران ہمیں روزمرہ کے موسم کی پیش گوئی کے بارے میں روسی مرکز سے مدد ملتی رہی۔ دوران کے مصنوعی سیارے کے تیار کردہ برفانی چارٹ بھی ہمیں دیئے گئے۔

ہندوستانی بحریہ کے ہیلی کاپٹروں نے اس مہم میں ہماری بے حد مدد کی۔ اس مدد کے بغیر ہمارا وہاں اترنا ممکن نہ ہوتا۔

ان تمام مہینوں میں ہماری ٹیم کے ارکان کی صحت بہت عمدہ رہی اور تندرست رہے۔ ہمارا سامان بھی بالکل محفوظ رہا اور سامان و آلات کام بھی ٹھیک دیتے رہے۔ ایسی مہم میں اولوالعزمی کا جذبہ اور کھوج کا شوق تو کارفرما ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس مہم کی اہمیت کیا تھی اور اس کا فائدہ کیا ہوا ہے۔

انٹارکٹیکا جانے والی اس پہلی ہندوستانی مہم نے ملک کے سات مختلف اداروں کے سائنسدانوں کو اس بات کا موقع بہم پہنچایا کہ وہ ایک مشترکہ مقصد کی خاطر مل کر کام کریں۔ دوسرے لفظوں میں اس مہم نے شرکت کرنے والوں کو ایک اہم قومی کاز کی خاطر یکجا کر دیا۔ ہندوستان کی سائنسی تاریخ میں امداد باہمی کا یہ ایک بے مثل کارنامہ ہے۔

اس مہم کے ذریعے ارکان کو وہاں کے سمندر میں اور خشکی پر ایسے شدید حالات میں کام کرنے کا تجربہ حاصل ہوا جو ہر اعتبار سے صبر آزما تسلیم کیے گئے ہیں — وہاں کا موسم انتہائی سرد اور خشک ہوتا ہے۔ تند و تیز ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ نہ صرف وہاں پہنچنا ہی دشوار ہے بلکہ اس علاقے کے متعلق نہایت قلیل معلومات حاصل ہیں۔ دنیا کے ساتوں براعظموں میں سے سب سے زیادہ ناخوشگوار براعظم یہی ہے۔

ہندوستانی ٹیم نے جس قدر کام کرکے دکھایا ہے اور جو معلومات حاصل کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی سائنسداں جب کسی مقصد کو لے کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو پھر وہ انتہائی لگن کے ساتھ کام کرکے دکھا سکتے ہیں بلکہ جتنا کام کرکے دکھا سکتے ہیں اتنے کام کی ان سے توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان بحر منجمد جنوبی اور انٹارکٹیکا میں مسلسل بحری مہمیں لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آگے چل کر ہندوستان وہاں ایسا مرکز بھی قائم کر سکتا ہے جہاں سائنسداں بھی رہا کریں گے۔

انٹارکٹیکا کی فضا اس لحاظ سے بے مثال ہے کہ وہ حضرت انسان کے ہاتھوں ابھی خراب نہیں ہوئی۔ اس لیے وہاں سے بحر ہند کے ممالک اور ہندوستان کے آس پاس کے سمندروں بلکہ خود ہندوستان کے متعلق یہ معلوم کرنے کا بہترین موقع ملے گا کہ ان علاقوں کی فضا کس قدر مسموم ہو رہی ہے۔ انٹارکٹیکا کے برعکس باقی علاقوں کی فضا خراب ہونے کی پرکھ کرنے کے لیے اگر کوئی پراجیکٹ شروع کیا جائے تو وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بحر ہند کے باقی تمام ممالک کے لیے بھی نہایت مفید اور کارآمد ثابت ہوگا۔

ہمارے کرۂ ارض اور خصوصاً سارے جنوبی نصف کرے کے موسم پر انٹارکٹیکا اثر انداز ہو رہا ہے۔ انٹارکٹیک کی برف اور آس پاس کے سمندر کا ایک دوسرے پر ہونے والا اثر، سمندر کے راستے توانائی کی گردش کے لیے نہایت اہم ہے۔ اس توانائی کا کچھ حصہ تو سمندری طوفانوں کی شکل میں ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔ یہی توانائی باقاعدگی کے ساتھ اور وقت پر مان سون لاتی ہے جس پر کروڑوں لوگوں کی زندگی کا انحصار ہے۔

اسی طرح زمین کی مقناطیسی کشش کا مشاہدہ کرنے کے لیے بھی انٹارکٹیکا ہی اہم ترین جگہ ہے۔ کیونکہ مقناطیسی کا سرچشمہ قطبین ہی میں ہے۔

بحر ہند کے تقریباً سبھی بحری خصائل بمعہ اس کی زرخیزی کے، بحر منجمد جنوبی کے تابع ہیں۔ حالانکہ براعظم قطب جنوبی پر زندگی کے آثار نہیں ملتے تاہم اس کے اردگرد کے سمندر طرح طرح کی مچھلیوں اور جانوروں سے بھرے پڑے ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے جانور یعنی وہیل مچھلی کی خوراک جھینگے کی قسم کی ایک مچھلی ہے جسے کرل کہتے ہیں۔ دنیا میں پروٹین کی بڑھتی ہوئی مانگ اور مچھلیاں پکڑنے والے روایتی علاقوں پر مسلسل لگائی جا رہی پابندیوں نے تمام ملکوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ بحر جنوب کا رخ کریں۔ جو کھوج اب تک ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بحر منجمد جنوبی کا پانی متعدد خصوصیات کا حامل ہے اور اس کے اندر خوراک کے وسیع وسائل برقرار رہ سکتے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ دلکش خوراک کرل مچھلی ہے جو یہاں بافراط موجود ہے۔ مچھلیوں کے بیشتر ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مچھلی قدرتی پروٹین کا سب سے بڑا منفرد سرچشمہ ہے۔ اندازہ ہے کہ اس علاقے میں دس کروڑ ٹن کرل مچھلی موجود ہے۔ اس میں سے اگر ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ ٹن مچھلی ہر سال پکڑ لی جائے تو بھی انٹارکٹیکا کے مچھلی کے ذخیرے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ مقدار سمندر سے حاصل کی جانے والی خوراک کے نصف کے برابر ہوگی۔

انٹارکٹیک کی تاریخ اور ہندوستان کے ساتھ اس کے قدیمی تعلق کے معمہ کا جائزہ لینا بھی ارضیات کے ماہرین اور دیگر سائنسدانوں کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ گونڈوانہ لینڈ کا نظریہ اور یہ تھیوری کہ براعظم ایک دوسرے سے الگ ہو کر دور ہٹ گئے ہیں، اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ انٹارکٹیکا اور ہندوستان کے درمیان ارضیاتی مشابہت کیوں ہے۔ اس مشابہت کی شاہد دونوں براعظموں کی چٹانوں کی ساخت اور وہ اشیاء ہیں جو زمین کے اندر دبے رہنے کے باعث پتھر بن گئی ہیں۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ قطب جنوبی کا براعظم جو آج کل برف سے ڈھکا رہتا ہے پہلے ایسا علاقہ ہوتا تھا جہاں معتدل آب و ہوا میں جنگل اُگتے تھے۔ اب ہندوستانی ٹیم نے وہاں پہنچ کر ہمارا قدیم تعلق غالباً بحال کر دیا ہے اور شاید اسی وجہ سے قدرت بھی ایسی مہربان رہی کہ ہمیں کام کرنے کے لیے بہترین موسم ملا۔ ہر شخص تندرست اور چاک و چوبند رہا اور کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

([illegible])

دنیا کا سحر انگیز یخ دان

انٹارکٹیکا

... بحری حیاتیاتی مرکز [illegible] اس کے ڈپٹی ڈائریکٹر شری اے۔ ڈینیل کا کہنا ہے، انٹارکٹیکا دنیا کا سحر انگیز آئس بکس ہے اور جنوبی آسمان کا مطالعہ کرنے اور راکٹ کے ذریعہ انسان کو بالائی فضا میں بھیجنے کے لیے بہترین مقام ہے۔

اے۔ ڈینیل

قطب جنوبی کے اردگرد کے سمندروں اور خشکی کے ان علاقوں کا نام انٹارکٹیکا ہے۔ جو دائرہ قطب جنوبی یعنی ۳۳ ۶۶ عرض البلد جنوب کے اندر واقع ہے۔ انٹارکٹیکا کا کل رقبہ ۵۴ لاکھ مربع میل کے لگ بھگ ہے دوسرے براعظموں سے اس براعظم کی علیحدگی بے مثل ہے کیونکہ اس پر ہر وقت ہزاروں فٹ موٹی برف کی تہہ جمی رہتی ہے۔ برف کے اندر چٹانیں ہیں ان میں سے بیشتر سطح سمندر سے نیچے واقع ہیں۔ اگر برف کی یہ تہہ کہیں پگھل جائے تو ساری دنیا میں سمندر کی سطح دو تین سو فٹ اونچی ہو جائے گی۔ دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گی۔ دنیا کے گنجان آباد علاقوں میں سے آدھے علاقے غرقاب ہو جائیں گے اور نیو یارک، لندن، پیرس اور ٹوکیو سمیت اس کے بیشتر بڑے بڑے شہر پانی میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں گے۔ اگر وہاں کی تھوڑی سی برف بھی پگھل جائے تو اس سے سطح سمندر میں تو چاہے زیادہ فرق نہ آئے۔ مگر آس پاس کی دنیا کے موسم میں بے حد فرق پڑ سکتا ہے دنیا کی نوے فیصدی برف انٹارکٹیکا میں جمع ہے۔ وہاں جو شدید ترین سردی ریکارڈ کی گئی ہے وہ صفر سے بھی ۱۲۶٫۹ ڈگری فارن ہیٹ کم کی ہے۔ مگر وہاں کا اوسط ٹمپریچر صفر سے ۵۶٫۰ ڈگری کم ہے۔ ایک سائنسدان کے الفاظ میں "انٹارکٹیکا دنیا کا نہایت سحر انگیز آئس بکس ہے"۔ انٹارکٹیکا خشکی کا وہ علاقہ ہے جو سمندر سے گھرا ہوا ہے جبکہ آرکٹک یعنی علاقہ قطب شمالی ایسا سمندر ہے جسے چاروں طرف سے خشکی نے گھیر رکھا ہے۔

خود قطب جنوبی ایک چپٹی سطح مرتفع ہے جو برف سے ڈھکی ہوئی ہے۔ مگر براعظم کی دوسری جگہوں پر کٹے پھٹے پہاڑ ملتے ہیں جن کی چوٹیوں کے سوا باقی تمام حصے برف پوش ہیں۔ یا پھر ایک جھیل ہے جس پر ۱۲ فٹ سے زیادہ برف جمی ہے۔ اس جھیل کی گہرائیوں میں پانی کا ٹمپریچر ۳۰ ڈگری فارن ہیٹ ہے۔ وہاں کی برف بھی بڑی خوفناک اور سبز رنگ کی نظر آتی ہے۔ ایک آتش فشاں پہاڑ بھی ہے جس میں سے دھواں اٹھتا رہتا ہے فرانسیسی سائنسدانوں نے خبر دی تھی کہ وہاں کی رفتار ۲۰۰ میل فی گھنٹہ تک جا پہنچی ہے۔ اس کے بعد توازن کا بادیما آلہ ہی ٹوٹ گیا تھا۔ وہاں اکثر بے حد خوفناک خاموشی چھائی رہتی ہے مگر اچانک برف کا طوفان اتنا شور و غل مچانے لگتا ہے کہ الامان والحفیظ اور یہ شور کئی دن تک جاری رہتا ہے۔

انٹارکٹیکا کے اہم ارضیاتی مظاہر میں سے دو لیمبرٹ گلیشیئر اور خلیج پرز (Bay) ہیں لیمبرٹ گلیشیئر دنیا کا سب سے بڑا برفانی چشمہ ہے جو مشرقی انٹارکٹیکا کے اندرونی علاقے سے ڈھلان کے ساتھ ساتھ کھسکتا ہوا آہستہ آہستہ خلیج پرز کے نیچے سمندر میں جا گرتا ہے۔

گاسبرگ کرگیلن نامی پشت کوہ انٹارکٹیکا کے ساحل سمندر سے کرگیلن جزیرے تک سمندر کے نیچے کوئی ۱۵۰۰ کیلومیٹر تک چلی گئی ہے۔ یہ دنیا کے عظیم بحری مظاہر میں سے ایک ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ انٹارکٹیکا کے بڑے بڑے پہاڑ چلی کے اینڈیز پہاڑی سلسلے ہی کا ایک حصہ ہیں۔ اس سے یہ امکان بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان میں بھی اتنا ہی سونا، قلعی اور تانبہ معدنیات کی شکل میں موجود ہوگا جتنا کہ جنوبی امریکہ کے پہاڑوں میں ہے۔

انٹارکٹیکا میں تیل کے ذخائر کے متعلق ابھی زیادہ پتہ نہیں چل سکا حالانکہ خیال ہے کہ وہاں ۲۲۰ بلین لیٹر بلکہ اس سے بھی زیادہ تیل موجود ہے۔ ایک اندازہ یہ بھی ہے کہ انٹارکٹیکا کی سرزمین کا جو حصہ گرد و نواح کے سمندروں میں دور تک زیر آب چلا گیا ہے۔ وہ دراصل تسمانیہ اور آسٹریلیا کے درمیان واقع تیل کے اس زمانے کے سرچشموں کا ہی ایک حصہ ہے۔ جبکہ نصف کرۂ جنوب کے براعظم ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر دور ہٹنا شروع نہیں ہوئے تھے۔

ماہرین ارضیات کو معلوم ہے کہ طبقات الارض کے اعتبار سے یہ براعظم امریکہ اور آسٹریلیا سے بہت مشابہ ہے اور کہ یہ سارے کے سارے اسی عظیم براعظم میں سے نکلے ہیں جس کا ایک حصہ امریکہ ہے۔ نیز ان سب میں قیمتی معدنیات کے ذخیرے موجود ہیں۔ انٹارکٹک کے بارے جو پہاڑ ہیں اب یہ خیال ہے کہ ان میں تانبہ، جست سونا، اور لوہے سمیت ایک درجن ایسی معدنیات کے ذخیرے موجود ہیں جنہیں کانوں سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے ڈیوفیک ماسف کا علاقہ خاص طور سے امید افزا ہے۔ کیونکہ اس کی چٹانوں کی ساخت اونٹاریو، کینیڈا اور جنوبی افریقہ کی ساخت سے ملتی ہے۔ جہاں نکل کرومیم، پلاٹینم اور تانبہ بافراط موجود ہے۔

پنگوئین

کسی براعظم کی کھوج لگانا انسان کا سب سے پرانا شوق چلا آرہا ہے۔ مگر انٹارکٹیکا میں انسان اب پہنچا ہے۔ وہیل مچھلی کے شکاری اور دوسرے ملاح نسل در نسل اس کی تلاش میں رہے ہیں مگر گوہر مقصود ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ سنہ ۱۵۲۰ء میں میگلن سمندر کے راستے امریکہ سے بحرالکاہل کی طرف جا رہا تھا کہ اسے انتہائی جنوب میں خشکی کا علاقہ نظر آیا اور اس نے سوچا کہ یہ انٹارکٹیکا ہے۔ حالانکہ اسے ٹیرا ڈل فیوگو کا جزیرہ دکھائی دیا تھا۔ برطانوی سمندری بیڑے کے کیپٹن کک نے (۱۷۶۸ء تا ۱۷۷۱ء) میں دائرہ قطب جنوبی کے گرد چکر لگایا اور تین دفعہ اپنے جہاز اس سے بھی آگے بھیجے مگر اسے یہ براعظم نظر نہیں آیا۔ آخر کار وہ اپنے ۴۶۲ ٹن کے جہاز "ریزولیوشن" کو سمندری طوفان اور یخ بستہ سمندر میں سے نکال کر ۷۰ درجہ جنوب کے عرض البلد تک لے گیا لیکن وہاں اس کے سامنے برف کی دیوار کھڑی تھی۔ وہاں سے انٹارکٹک کا ساحل کوئی ۱۵۰ میل دور رہ گیا تھا۔

روسی محقق کیپٹن فابین گوٹلب فان بیلنگ ہاسن نے سنہ ۱۸۱۹ء میں انٹارکٹیکا کا طواف کیا اور پیٹر اول نامی جزیرہ دریافت کیا۔ اسی سال نتھانیل پامر نے راس ہارن کے جنوب کی طرف خشکی دیکھی۔ یہ انٹارکٹیکا کا حصہ ہے پھر کئی امریکی اور یوروپین جانباز بھی مہمیں لے کر گئے فرانسیسی باشندے جیولز ڈیومونٹ ڈی اورائل نے ۱۸۴۰ء میں انٹارکٹیکا کے جنوب کی جانب چٹانی ساحل دیکھا اور اس کا نام اپنی بیوی کے نام پر ایڈیلی رکھ دیا امریکی ملاح چارلس ولکس جنوبی مقناطیسی قطب کے نہایت نزدیک پہنچ گیا تھا اور اسے "بہت لمبا ساحل سمندر" نظر آیا اور وہ کوئی ۱۵۰۰ میل تک اس کے ساتھ ساتھ چلتا گیا۔ اس طرح وہ پہلا شخص تھا جس کا دعویٰ تھا کہ اس نے واقعی براعظم انٹارکٹک دریافت کر لیا ہے جس کی عرصہ دراز سے تلاش تھی۔ ۱۸۴۱ میں برطانوی شخص جیمز کلارک راس نے جنوب کا رخ کیا اور اس نے براعظم انٹارکٹک کا وہ ساحل دریافت کیا۔ جہاں دوسرے علاقوں کے مقابلے میں زیادہ آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سائنسی کھوج لگانے والی کئی مہمیں بھی سمندر پار کر کے وہاں گئی ہیں۔

بیسویں صدی سے انٹارکٹک کے حصول کا دور شروع ہوا۔ اگست سنہ ۱۹۰۹ء میں کمانڈر رابرٹ اسکاٹ کے زیر رہنمائی ایک برطانوی مہم اس طرف روانہ ہوئی اور سنہ ۱۹۱۱ء میں براعظم انٹارکٹک کے ساحل پر جا اتری ارلنسٹ شیکلٹن اس براعظم کے اور بھی اندر چلا گیا تھا۔

مگر قطب جنوبی پر ناروے کا جھنڈا لہرانے کا شرف رانلڈ ایمنڈسن ہی کو حاصل ہوا۔ یہ ۱۴ ردسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کی بات ہے۔ اس نے اس جگہ کے آس پاس کی سرزمین کا نام شاہ ہاکن ہفتم سطح مرتفع رکھ دیا۔ اسکاٹ اور اس کے چار ساتھی اس واقعہ کے ایک مہینہ بعد وہاں پہنچ پائے۔

سنہ ۱۹۶۰ میں بارہ اقوام نے ایک عہد نامے کی تصدیق کرتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا کہ انٹارکٹیکا کو تیس سال کے عرصہ کے لیے یعنی سنہ ۱۹۹۱ء تک محض سائنسی تحقیق کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ یہ بارہ اقوام ہیں امریکہ، روس، برطانیہ، جاپان، آسٹریلیا، بیلجیم نیوزی لینڈ، ناروے، ارجنٹائن، چلی، فرانس اور جنوبی افریقہ، ان سب نے وہاں اپنے اپنے اڈے قایم کر رکھے ہیں۔ اس عہدنامے میں کہا گیا ہے کہ "بنی نوع انسان کا فائدہ اسی میں ہے کہ انٹارکٹک کو محض پرامن مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا رہے اور وہ بین الاقوامی جھگڑے کا میدان نہ بننے پائے" اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب سائنسداں وہاں کھوج اور تحقیق کے کام میں مصروف ہیں۔ یہ ایک عجیب و غریب پروجیکٹ ہے۔ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

سنہ ۱۹۸۰ء میں بونس ایرز کی میٹنگ میں چودہ[14] ملکوں نے طے کیا کہ اب اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ وہاں سے معدنیات نکالنے کا نظام قایم کیا جائے۔ یہ ممالک جان گئے ہیں کہ اب نڈر محققوں اور سائنسدانوں کا دور ختم ہوا۔ اس براعظم کا مکمل نقشہ تیار کر لیا گیا ہے اور اس کے سارے علاقوں کی کھوج لگا لی گئی ہے چنانچہ عہدنامے پر دستخط کرنے والے ممالک کا خیال ہے کہ جلد ہی اسے تجارتی لحاظ سے ترقی دینے کی ضرورت لاحق ہوگی تاکہ خوراک اور توانائی کے لیے وسائل کی عالمگیر مانگ کو پورا کیا جا سکے۔

انٹارکٹیکا کی کھوج میں ہوائی جہازوں سے کام سب سے پہلے ۱۹۲۹ء میں ایڈمرل رچرڈ ای برڈ نے لیا تب سے قطب جنوبی تک تقریباً ہر روز ہوائی جہاز جا رہے ہیں اور وہاں کے میکمرڈو اسٹیشن کو تازہ سبزیاں اور دیگر سامان پہنچا رہے ہیں۔ وہاں ورزش کرنے، گرم پانی سے غسل کرنے کے کمرے، ریڈیو اسٹیشن جو چوبیس گھنٹے چالو رہتا ہے۔ ایک ٹیلی ویژن اسٹیشن، آٹھ سو ٹیلیفون، دو ہوائی اڈے اور ۱۳۰ عمارتیں موجود ہیں میکمرڈو اسٹیشن چھوٹا سا شہر بن گیا ہے جس کی موسم گرما میں آبادی ایک ہزار رہتی ہے۔

۲۱ سائنسدانوں پر مشتمل ہندوستان کی جو مہم پارٹی انٹارکٹیکا گئی اس کے لیڈر ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم تھے جو محکمۂ ماحول کے سکریٹری ہیں۔ یہ لوگ ناروے سے لیے گئے جہاز "پولر سرکل" میں ۶ر دسمبر کو گوا سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ دو سائنسداں ناروے کے اور دو ہیلی کاپٹر بھی تھے۔ انٹارکٹیکا میں موسم خراب ہونے کی وجہ سے وہاں اترنے میں دیر لگی مگر آخرکار ہماری ٹیم نے اس سرزمین پر قدم رکھ کر وہاں ہندوستانی ترنگا لہرا ہی دیا۔ انھوں نے دس میٹر تک کی گہرائی سے برف کے ٹکڑے اکھٹے کیے اور کچھ کرل مچھلیاں بھی بطور نمونہ پکڑ لیں جس دن ہندوستانی ارکان وہاں اترے اسی دن سے ۵۰ پینگوئن جانوروں کا ایک جھنڈ ان سے مانوس ہو گیا۔ جتنے دن یہ لوگ وہاں رہے، پینگوئن انہیں کے ساتھ کھاتے پیتے اور گھومتے رہے۔

سوائے انسان کے جو وہاں کا باشندہ نہیں ہے۔ قدرت نے انٹارکٹیکا کی ہر جاندار شے کو کچھ ایسی عجیب و غریب حکمت سے فیضیاب کر رکھا ہے کہ وہ وہاں کے شدید موسم کو برداشت کرتے جاتی ہے۔ علم حیاتیات کے ماہرین کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ پودے اور جانور (لیکن اقسام کے اعتبار سے قلیل تعداد میں) بحر منجمد جنوبی میں ملتے ہیں اتنے کسی اور سمندر میں نہیں ملتے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ وہاں کی مچھلیوں کے

انٹارکٹیکا میں کاملو ڈیوز انیا اسٹیشن

خون میں ایسا مادہ شامل ہے جس سے کہ ان کا خون اور پانی جمنے نہیں پاتا۔ وہاں کوئی ۶۰ قسم کے کیڑے مکوڑوں کا بھی پتہ لگا ہے۔ مگر یہ کیڑے صرف اسی وقت حرکت میں آتے ہیں جب سورج کی تپش سے ان کے آس پاس کی فضا کا ٹمپریچر درجہ انجماد سے اوپر ہو جاتا ہے۔ قدرت نے انھیں کچھ ایسی خوبی بخش رکھی ہے کہ ادھر سردی بڑھی اور ادھر وہ بے حس و حرکت ہوئے۔ جب وہ سردی کی وجہ سے بے حس پڑے ہوتے ہیں تو انھیں حرکت میں لانے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ان پر گرم گرم سانس کی پھونک ماری جائے اگر سوتے میں ان پر برف جم جائے تو جب تک یہ برف پگھل نہ جائے وہ چپکے پڑے رہتے ہیں۔ خیال ہے کہ اس طرح کے کچھ کیڑے مکوڑے ستر سال تک زندہ رہے ہیں۔

وہاں کے پینگوئن بھی شدید سردی سے مانوس ہیں۔ ان کا زیادہ تر وقت سمندر میں تیرتے ہوئے برف کے تودوں پر گذرتا ہے اور وہ شرمپ مچھلی کھا کر گزارہ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اڑ نہیں سکتے مگر ۳۰ میل فی گھنٹہ تک کی رفتار سے تیر ضرور سکتے ہیں۔

انٹارکٹک کے گرد و نواح میں وہیل مچھلی جو دنیا کا سب سے بڑا جانور ہے اور دو طرح کے دریائی بچھڑے بھی ملتے ہیں۔ کرل مچھلی ان کی خوراک ہے۔ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خوراک مہیا کرنے کے فکر مند سائنسداں قدرت کے اس کھیل کا دلچسپی سے مطالعہ کر رہے ہیں۔

دنیا کی سب سے عمدہ چراگاہ ۲۰ لاکھ مربع میل کا وہ بحری ٹکڑا ہے جس نے دو میل کی گہرائی پر برّ اعظم قطب جنوبی کو گھیر رکھا ہے۔ اس برف کی مانند ٹھنڈے سمندر میں اس قدر افراط سے پودے اگتے ہیں کہ پلانکٹن کی قسم کے ننھے جانور اس پر خوب پلتے ہیں۔ یہ پلانکٹن شرمپ اور کرل مچھلیوں کی خوراک بن جاتے ہیں اور پھر ان مچھلیوں کو دریائی بچھڑے، وہیل مچھلیاں اور ڈالفن مچھلیاں کھا جاتی ہیں۔ کرل تو وہاں اس قدر بافراط ہوتی ہے کہ سمندر کا ہزاروں ایکڑ کا قطعہ ان کی وجہ سے گلابی رنگ کا نظر آتا ہے۔ روس، جاپان اور پولینڈ، انسانوں اور جانوروں کو کھلانے کے لیے کرل مچھلی کا شکار کر رہے ہیں۔ آجکل ۲ لاکھ ٹن کے قریب کرل پکڑی جا رہی ہے اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس مقدار کو بڑھا کر ۵ کروڑ ٹن کیا جا سکتا ہے۔

ڈایاٹوم نامی پودا عموماً نظر نہیں آتا۔ یہ بھی کئی ایکڑ سمندر میں پھیلا ہوا ملتا ہے۔ اس کی رنگت برف کے تودوں کی رنگت عموماً زردی مائل ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ سخت جان شے دنیا میں اور کوئی نہیں۔ سائنس دانوں کے نزدیک برّ اعظم قطب جنوبی واہمہ اور بھوت پریتوں کا علاقہ ہے۔ محققوں نے وہاں عجیب و غریب چیزیں دیکھی ہیں۔ وہاں کا اندھیرا بھی سفیدی مائل ہوتا ہے۔ ہوا سفید، زمین سفید، آسمان سفید حتیٰ کہ برف کے بادلوں کی وجہ سے جھکڑ تک سفید نظر آتے ہیں۔ یہ سفیدی بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ سورج کی روشنی اسے دوبالا کرتی ہے یہاں تک کہ افق نظر سے گم ہو جاتا ہے اور سوائے سفیدی کے اور کچھ نظر نہیں آتا پھر اسی سفید ماحول میں سراب نظر آنے لگتے ہیں پاس پاس چل رہے لوگ نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں، بادلوں میں دور کی چیزیں اور بلند و بالا عمارتوں والے شہر، کٹی ہوئی گھاس کے صاف ستھرے سبزہ زار اور الٹے چلے آتے جہاز دکھائی دینے لگتے ہیں۔

زمین اور آسمان کے درمیان مقید روشنی گرین ہاؤس کے اندر مقید گرمی کی طرح ہماری نظر پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ انٹارکٹیکا میں چیزوں کے الٹا اور عجیب و غریب نظر آنے کی توجیہہ یوں کی جا سکتی ہے کہ مان لیجئے آسمان کے گنبد میں آئینے جڑے ہوئے ہوں تو ان میں آپ کے عکس کیسے دکھائی دیں گے؟ اس تمام مغالطہ کا باعث وہ روشنی ہے جو ہوا کی گرم اور سرد تہوں میں سے گذرتے وقت اپنا رخ بدل لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں دو دو تین تین دفعہ سورج نکلتا دکھائی دیتا ہے اور غروب تو بعض اوقات یکے بعد دیگرے ہوتا رہتا ہے۔

انٹارکٹک کی ایک اور خاص بات ہے کہ وہاں بائیں جانب کا کھنچاؤ بڑا پراسرار ہے۔ آدمی خود بخود بائیں طرف گھوم جاتا ہے۔ گرمیوں میں سورج چوبیس گھنٹے افق کے گرد دائیں سے بائیں کو چلتا رہتا ہے۔ ایڈمرل برڈ کی مہموں کے ارکان بار بار کوشش کرتے کہ ہوا کے رخ گھوم جائیں جو دائیں سے بائیں طرف چلتی تھی۔ مگر تھوڑی دیر بعد انھیں پتہ چلتا کہ وہ بائیں جانب گھوم رہے ہیں اور ہوا کے زور کو اپنے منہ پر برداشت کر رہے ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ہو گیا۔

قطب شمالی کے علاقوں میں حالات ان سے بالکل الٹے ہیں۔ وہاں ہر چیز قدرتی طور پر دائیں جانب گھوم جاتی ہے۔ کچھ عجیب و غریب ڈھنگ سے انسان، پرندوں اور دریائی بچھڑوں کا شعور زمین کی گردش اور مقناطیسی کشش سے وابستہ ہے۔ جنوبی آسمان کا مطالعہ کرنے اور راکٹ کے ذریعے انسان کو بالائی فضا میں بھیجنے کے لیے قطب جنوبی بہترین جگہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وین ایلن نامی جس ضو فشاں پٹی نے کرۂ زمین کو گھیر رکھا ہے۔ اس کی موٹائی قطبین کے اوپر نہایت کم رہ جاتی ہے۔

دائرہ قطب جنوبی کو پار کرنے کے بعد ہر شخص کا وزن ایک پاؤنڈ بڑھ جاتا ہے حالانکہ جسم پر گوشت نہیں بڑھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قطب جنوبی کے علاقے میں کشش ثقل بڑھ جاتی ہے۔ انٹارکٹیکا میں نہ تو کوئی چیز گلتی سڑتی ہے۔ نہ کسی چیز کو زنگ لگتا ہے اور نہ ہی کسی چیز پر پھپھوندی آتی ہے۔ وہاں گوشت بھی خراب نہیں ہوتا۔

۱۹۴۷ء میں جب ایڈمرل برڈ دوبارہ اس کیمپ میں واپس پہنچے جسے کیپٹن اسکاٹ پینتیس سال قبل چھوڑ آئے تھے۔ تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں کی چیزیں ویسی کی ویسی پڑی ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں آئی ڈبوں میں بند کھانے پینے کی چیزیں قابل استعمال تھیں۔ چنانچہ اب سائنسداں تجویز کر رہے ہیں کہ بعض ملکوں کی فاضل خوراک محفوظ رکھنے کے لیے اس عظیم آئس بکس میں بھیج دی جائے۔

یہ علاقہ جہاں وقت کا پتہ چلنا مشکل ہو جاتا ہے صحت افزا مقام بھی بن سکتا ہے۔ وہاں کی ہوا دنیا بھر سے زیادہ خشک اور صاف ستھری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جو لوگ وہاں گئے تھے ان کا زکام اور انفلوئنزا ایسے ختم ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں پھر جب ہوائی جہاز کے پائلٹ وغیرہ وہاں تازہ جراثیم لے کر پہنچے تو معمولی سی وبا پھوٹ پڑی مگر کوئی ایک ہفتہ کے بعد ختم ہو گئی پھر تو جب تک سمندری جہاز واپس نیوزی لینڈ نہیں پہنچ گئے وہاں کسی شخص کو نزلے کی شکایت نہیں ہوئی۔

یہ انٹارکٹک کا برّ اعظم جو عجائب، اسرار، خوبصورتی اور خطرے کی دنیا ہے۔

(مدراس سے نشر)

ڈاکٹر سید ظہور قاسم (انٹارکٹیکا مہم کے لیڈر) (دائیں) کے ساتھ سنجے آکاشوانی الہ آباد کے یووا وانی پروگرام میں انٹرویو کرتے ہوئے۔

ہندوستانی سائنس دانوں کی

انٹارکٹیکا مہم

م-ع-باسط

ہماری دنیا میں کل سات براعظم ہیں۔ براعظم انٹارکٹیکا ان میں سے ایک ہے اور ہمارے ملک ہندوستان کے جنوب میں پائے جانے والے سمندر بحر ہند کے جنوب میں واقع ہے۔ قطب جنوب میں واقع اس براعظم کا رقبہ پچاس لاکھ مربع میل ہے۔ سو مربع میل رقبے کے سوا باقی تمام براعظم سال کے بارہ مہینے دو ہزار فٹ دبیز برف کی تہہ کے نیچے دبا رہتا ہے۔ یہ تمام براعظم ایک وسیع و عریض مرتفع ہے جس کی اوسط بلندی سطح سمندر سے ۶ ہزار فٹ ہے۔ اس براعظم پر پائی جانے والی سب سے زیادہ قابلِ ذکر شے وہ کئی کئی میل لمبے اور چوڑے اور پہاڑوں کی طرح بلند متحرک برفانی تودے ہیں جنھیں گلیشیر کہتے ہیں۔ یہ گلیشیر اس براعظم کے کناروں پر سینکڑوں میل تک کسی جھالر کی طرح ٹنگے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور آہستہ آہستہ سمندر کے پانی میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ ان گلیشیروں سے ٹوٹ ٹوٹ کر علحدہ ہونے والے وسیع و عریض برفانی تودے سمندر کی سطح پر تیرتے رہتے ہیں اور بحری جہازوں کے لیے مسلسل خطرہ بنتے رہتے ہیں۔ اس براعظم کے اطراف کا سمندر بے حد طوفانی ہے۔ اس میں دنیا کے خوفناک ترین طوفان ہمیشہ اٹھتے رہتے ہیں اور ہوائیں دیووں کی طرح چنگھاڑتی ہوئی دنیا کے باقی تمام خطوں میں چلنے والی ہواؤں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ اس لیے کہ ۳۵ درجہ اور ۶۵ درجہ عرض البلد کے درمیان خشکی کا کوئی ایسا خطہ نہیں ہے جس کی وجہ سے مغرب سے مشرق کی طرف مسلسل بہنے والے سمندری پانی اور ہواؤں کی رفتار میں رکاوٹ پیدا ہوسکے۔

انٹارکٹیکا کے کسی بھی علاقہ میں سال کے کسی بھی حصّہ میں ذرا سی بھی بارش نہیں ہوتی۔ ہاں سال بھر برف برابر گرتی رہتی ہے۔ مختصر ترین موسم گرما میں بھی درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے صرف کسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔ اس موسم میں کہیں کہیں کائی، پھپھوندی نباتات اور تازہ پانی میں اگنے والی غیر اہم نباتات جنھیں الجی کہتے ہیں اگ آتی ہیں۔

اس غیر آباد براعظم کے اطراف پایا جانے والا وسیع و عریض سمندر سینکڑوں قسم کے سمندری جانوروں سے معمور ہے۔ انٹارکٹیکا کے سلسلے میں تحقیقات کرنے والوں کو ان جانوروں کی کئی انواع دستیاب ہوئی ہیں۔ یہاں سمندر اور خشکی پر مختلف قسم کے لاتعداد پرندے پائے جاتے ہیں ان میں پنگوئن نام کا پرندہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جس کی غذا سمندری جانور ہیں۔

۱۷۷۰ء سے دسمبر ۱۹۸۱ء تک دنیا کے مختلف حصّوں سے خاص طور پر یورپ کے مختلف ممالک سے کئی تحقیقات کرنے والی ٹیمیں انٹارکٹیکا کے مختلف حصوں کی تسخیر کرنے اور اس کے اسرار و رموز پر سے پردے اٹھانے کے لیے روانہ کی جاچکی ہیں۔

۱۹۷۴ء میں بھارت کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے براعظم انٹارکٹیکا اور بحر ہند کے بارے میں نئی جغرافیائی اور سائنسی تحقیقات کے سلسلے میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ اختتام ماہِ جولائی ۱۹۸۱ء میں مرکزی کابینہ کی سکریٹریٹ نے ایک نیا محکمہ محکمۂ بحری ترقیات قایم کیا ہے۔ اس محکمہ کے قیام کا مقصد بحر ہند کے بارے میں تحقیقات، ترقی اور تحفظ کے امکانات کا پتہ چلانا ہے اس محکمہ کا سب سے پہلا اہم کام اور کارنامہ یہ رہا کہ اس نے بحر ہند کے جنوبی حصّہ اور انٹارکٹیکا کے بارے میں تحقیقات کے لیے ہندوستانی سائنسدانوں کی ایک ٹیم انٹارکٹیکا روانہ کی۔ اس کام کے لیے دو کروڑ روپے کا بجٹ منظور کیا گیا۔ گذشتہ برسوں میں صرف چند ہی ملکوں نے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ جاپان کے بعد بھارت ہی ایشیا کا وہ ملک ہے جس نے اس کام کو کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔

اس مہم کو سر کرنے کے لیے ناروے کی ایک کمپنی سے جس کا نام جی، ایس رائبر اینڈ کمپنی ہے ایک بحری جہاز ایم وی پولار سرکل کرایہ پر حاصل کیا گیا۔ یہ جہاز ۲۶ نومبر سنہ ۱۹۸۱ء کو گوا پہنچا۔ اس جہاز میں معمولی سی تبدیلیاں کرنے اور اسے ضروری سائنسی آلات سے لیس کرنے کے بعد ۲۰ اراکین پر مشتمل ایک ٹیم ۶ دسمبر ۱۹۸۱ء کو جزیرہ ماریشس کی سمت روانہ ہوئی۔ بھارت کے ایک ممتاز سائنسداں ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم کو اس ٹیم کا لیڈر منتخب کیا گیا۔ موصوف بھارت کے تحقیقاتی سائنس کے مرکزی شعبے کے سکریٹری ہیں۔ انھوں نے حال ہی میں بحر ہند میں پائی جانے والی نوڈیول (NODULE) نامی دھات کے سلسلے میں اہم تحقیقات کی ہیں۔ ڈاکٹر ایچ این صدیقی کو ان کا نائب مقرر کیا گیا۔ اس ٹیم میں سی پی بوہرا کو بھی شامل کیا ہے جو جیالوجیکل سروے آف انڈیا میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وہ اس سے قبل ایورسٹ کی تسخیر کرنے والی بھارتی ٹیم کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں انھیں ان کی خدمات کے سلسلہ میں پدم شری کے خطاب سے بھی نوازا جاچکا ہے۔ اس ٹیم میں بھارت کے بحری سائنسی تحقیقات کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے سائنسداں ڈاکٹر این سین گپتا، ڈی وی راما راجو، ایس جی پربھو، ڈاکٹر اے پرولکر، ڈاکٹر ای ڈیسا، اور ایم سی پاٹھک بھی شامل تھے۔ موسمیاتی تحقیقات کے ادارے میں کام کرنے والے دو ممتاز سائنسدانوں اے کے شرما اور کے این کٹیال کو بھی شامل کیا گیا۔ طبیعاتی تحقیقات کے ادارے سے ڈاکٹر امیتا بھ سین گپتا کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ہندوستانی ادارہ زمینی حقناطیسیت کے ۲۲ سالہ سائنسداں آر وی آئنگار کو بھی اس ٹیم میں لیا گیا بھارت کی بحری فوج سے بھی آٹھ آدمیوں کو منتخب کیا گیا۔

اس ٹیم کا بحری جہاز ایم وی پولار سرکل ۱۶ دسمبر ۱۹۸۱ء کو ماریشس پہنچا جہاں اس ٹیم کے لیڈر ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم ٹیم میں آ شامل ہوئے۔ یہاں اس ٹیم کے اراکین کو یہ اطلاع ملی کہ جرمنی کی جانب سے روانہ کی ہوئی ایک ایسی ہی مہم براعظم انٹارکٹیکا پر پہنچنے میں ناکام ہو چکی ہے اور جہاز غرقاب ہو چکا ہے۔ اس حادثہ کی خبر پانے کے باوجود تحقیق و تسخیر کے جذبے سے سرشار ان ہندوستانی سائنسدانوں کے حوصلے ذرا بھی پست نہیں ہوئے اور وہ ماریشس میں مزید ایندھن لینے اور ریڈیو آلات کو جن میں کچھ خرابی پیدا ہو چکی تھی درست کرنے کے بعد ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۱ء کو ماریشس انٹارکٹیکا کے لیے روانہ ہوئے۔

انٹارکٹیکا پہنچنے سے پہلے انھیں سمندر کے اس خطرناک حصّہ سے گذرنا پڑا جسے گرجنے والے چالیسیہ کا خطہ کہتے ہیں۔ اس خطہ میں دنیا کے سب سے زیادہ خطرناک سمندری طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔ ہوائیں گرجتے ہوئے چنگھاڑتی ہوئے دیووں کی سی آوازیں پیدا کرتی ہوئی برق کی سی رفتار کے ساتھ چلتی ہیں۔ یہ خوفناک ہوائیں بلند حوصلہ ملاحوں کے حوصلوں کو بھی پست کر دیتی ہیں۔ ایم وی پولار سرکل ان ہواؤں کے سینے کو چیرتا ہو

انٹارکٹیکا کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پہلی جنوری سنہ ۱۹۸۲ء کو انٹارکٹیکا کے قریب برف کے ایک وسیع و عریض تودے کے پاس پہنچا جو کسی بلند قامت دیو کی طرح ان کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ اس تودے کو توڑ کر آگے بڑھنے کی پہلی کوشش ناکام ہو گئی۔ اس کوشش کے دوران انھیں وہاں ایک جاپانی برف توڑ جہاز فیوجی کی موجودگی کا پتہ چلا۔ ہندوستانی ہیلی کاپٹروں میں سے ایک ہیلی کاپٹر فیوجی پر اترا جس کا استقبال اس جاپانی جہاز پر موجود عملے نے بڑی خوشدلی اور گرمجوشی سے کیا۔ جاپانی عملے نے انٹارکٹیکا تک پہنچنے کے سلسلے میں ہندوستانی ٹیم کو کئی تعمیری اور مفید مشورے بھی دیے۔

چوتھی کوشش میں ہندوستانی بحری جہاز برف کے تودوں کو کاٹ کر آگے بڑھنے اور انٹارکٹیکا کے ساحل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ ۹ جنوری ۱۹۸۲ کو ہندوستانی بحریہ کے ہیلی کاپٹروں نے انٹارکٹیکا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ہندوستانی بحریہ کے ہیلی کاپٹروں نے ٹیم کے سرزمین انٹارکٹیکا پر اترنے اور جہاز کے برفانی سمندروں سے گزرنے کے دوران میں کافی اہم رول انجام دیا۔

مارمیشس سے انٹارکٹیکا کے سفر کے دوران میں ایک ایسے زیرآب پہاڑی سلسلے کا پتہ بھی چلایا گیا جس کی موجودگی کا علم اس سے پہلے کسی کو بھی نہ تھا۔ ہندوستانی سائنسدانوں کی یہ ٹیم براعظم انٹارکٹیکا پر دس دن ٹھہری رہی۔ اس کے قیام کے دوران صرف ایک دلچسپ حادثہ پیش آیا۔ جہاز کے قریب ہی موجود برف کا ایک وسیع و عریض تودہ جس پر ایک ہیلی کاپٹر اور ایک برفانی اسکوٹر کو اتارا گیا تھا ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ لیکن اس برف کے تودے کے مکمل طور پر ٹوٹ کر تباہ ہونے سے پہلے ہی دوسرے ہیلی کاپٹر نے ان دونوں کو ٹھیک وقت پر بچا لیا۔

انٹارکٹیکا پر اترنے کے بعد ہندوستانی ٹیم نے سرزمین انٹارکٹیکا پر ۶۹ درجہ ۵۹ منٹ جنوب اور گیارہ درجہ سات منٹ مشرق میں بنیادی کیمپ لگایا۔ اس کیمپ تک تمام ساز و سامان ہیلی کاپٹروں اور برف میں چلنے والے مخصوص اسکوٹروں کے ذریعہ پہنچایا گیا۔

بین الاقوامی روایت کے مطابق بنیادی کیمپ میں ایک پناہ گاہ یعنی ریفیوجی ہٹ بھی بنائی گئی اور اس میں غذا، دوائیں، مشروبات، ایندھن، تمباکو وغیرہ کافی ذخیرہ محفوظ کر دیا گیا۔

سرزمین انٹارکٹیکا پر بنیادی کیمپ سے تقریباً ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر کوہستانی رقبہ میں ایک غیر آباد اسٹیشن کا پتہ بھی چلایا گیا اور اس کا نام دکشن گنگوتری رکھا گیا۔ یہاں اس مہم کی یادگار کے طور پر ایک پیتل کی تختی جس پر انگریزی اور ہندی میں اس مہم کے بارے میں ضروری باتیں کندہ ہیں نصب کی گئی۔ اس کیمپ میں شمسی بیٹریوں کے ساتھ ساتھ موسم کے بارے میں مسلسل معلومات جمع کرنے والے آلات بھی نصب کیے گئے اور اس بات کا انتظام کیا گیا کہ ان آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات ایک ٹیپ پر محفوظ ہوتی جائیں۔ اس ٹیپ کو جس پر معلومات حاصل ہوتی جائیں گی اگلے ہندوستانی مہم باز اپنے ساتھ لائیں گے۔

اس ٹیم نے بنیادی کیمپ کے قریب ہی تقریباً ۵۰ میل کے فاصلے پر ایک تازہ پانی کی جھیل کا پتہ چلایا۔ پرندوں کی تقریباً ۱۲ انواع کا جن میں اڈیلی ADELIE اور ایمپرر پینگوئن بھی شامل ہیں بغور اور تفصیلی مشاہدہ بھی کیا گیا۔ سیل مچھلیوں کی دو انواع، وہیل مچھلیوں کی تین انواع اور بوتل نما گردن والی ڈالفن مچھلیوں کی ایک نوع کا بھی مشاہدہ کیا گیا۔

اس دوران میں کئی اہم سائنسی تجربات بھی کیے گئے۔ ان تجربوں کے ذریعہ جو معلومات اکٹھا کی گئی ہیں۔ ان کی وجہ سے بحر انٹارکٹیکا اور بحر ہند کے جنوبی حصہ کی آب و ہوا اور فضائی آلودگی کے بارے میں تحقیقات کرنے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ براعظم انٹارکٹیکا کی ارضیاتی تاریخ کے بارے میں بھی معلومات حاصل ہوں گی۔ اس کے نتیجہ میں گونڈوانہ لینڈ مفروضہ کے مطالعہ میں بھی مدد ملے گی۔ موسمیاتی مشاہدات بھی کیے۔ فضا کے درجہ حرارت، ہوا کے دباؤ، ہواؤں کی رفتار، برف کی ساخت، تابکاری اور بالائی فضا اور ریڈیائی موجوں کے بارے میں اہم تحقیقات کی گئیں۔

واپسی کے سفر کے دوران بھی تحقیقات جاری رکھی گئیں اور یہ مشاہدہ کیا گیا کہ بحر انٹارکٹیکا سمندری دولت سے مالا مال خطہ ہے۔ اس خطہ میں ہر سال ۳۹ ملین ٹن یعنی تین کروڑ ۹ لاکھ ٹن مچھلی کا شکار کیا جا سکتا ہے یہ مقدار پوری دنیا میں ہر سال پکڑی جانے والی مچھلیوں کی کل مقدار کے نصف سے زیادہ ہے۔

ساری مہم کے دوران ٹیم کا حوصلہ کافی بلند رہا کوئی بھی شدید طور پر بیمار نہیں ہوا۔ ٹیم کے ایک ممبر ڈی ایس برار نے جو ہندوستانی بحریہ کے کمانڈر ہیں نے لاتعداد تصویریں کھینچیں اور ایک طویل فلم تیار کی انھیں انٹارکٹیکا میں تصویر کشی کے لیے چار سو فلمیں اور تین ہزار چار اسی میٹر لمبی فلم دی گئی تھی۔ انٹارکٹیکا پر جمع کیے ہوئے مواد کے تفصیلی تجزیہ کا کام تقریباً چھ ماہ کے عرصہ میں مکمل ہو جائے گا۔

حکومت ہند نے انٹارکٹیکا کے بارے میں سائنسی تحقیقات میں دلچسپی رکھنے والے دنیا کے بارہ ممالک کو اس مہم کے بارے میں تمام تفصیلات مہیا کیں اور ان سے اس سلسلے میں مدد اور تعاون کرنے کے لیے کہا۔ ان بارہ ممالک نے جن کے تحقیقاتی اسٹیشن انٹارکٹیکا میں مستقل طور پر قائم ہیں بھرپور تعاون کیا۔ ان میں سب سے زیادہ مفید اور قابل قدر تعاون ناروے کی حکومت کا رہا ہے۔

ممکن ہے کہ بہت سے سامعین کے ذہن میں یہ سوال بار بار ابھر رہا ہو کہ انٹارکٹیکا کے بارے میں پہلے ہی دنیا کے بارہ ممالک تحقیقات میں مصروف ہیں اور وہاں انھوں نے اپنے اسٹیشن بھی قائم کر دیے ہیں تو پھر بھارت کو ایسی ٹیم بھیجنے میں کیا فائدہ نظر آیا۔

اس سلسلے میں میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ براعظم انٹارکٹیکا اسی گونڈوانہ لینڈ کا ایک حصہ ہے جس میں جنوبی امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ کے علاوہ بھارت بھی ملا ہوا تھا۔ تقریباً ۱۵ کروڑ سال قبل یہ سب ایک

ہیلی کاپٹر اور برفانی اسکوٹر۔

تھے۔ کوئی ۷ کروڑ سال پہلے بھارت اس سے الگ ہوا اگر ہمیں انٹارکٹیکا کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوں تو ہمیں اپنے ملک کے موسم اور ہمالیہ کے پہاڑی سلسلہ وغیرہ کے بارے میں بہت سی مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ساری دنیا میں سمندری کناروں پر اٹھنے والے طوفانوں میں زیادہ سے زیادہ شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے اور ساحلی علاقے ان طوفانوں کی زد میں آکر بُری طرح تباہ ہو رہے ہیں۔ دو امریکی سائنسدانوں رابرٹ ایٹکنس اور ایڈورڈ ایپسٹن کا خیال ہے کہ گذشتہ چالیس برسوں میں سمندر کی سطح ۵ سے ۸ سینٹی میٹر تک بلند ہوئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں نہ صرف سمندری طوفانوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور شدت پیدا ہو رہی ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ فضا کے درجہ حرارت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ سمندر کی سطح کے بلند ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ براعظم انٹارکٹیکا کی تقریباً ۴۱ ہزار ۱۵۲ مکعب کلومیٹر برف پگھلی ہے۔ سائنسی تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ جب خشکی پر موجود برف کی سطح کی بلندی برف کے پگھلنے سے دو میٹر کم ہوتی ہے تو سمندر کی سطح کی بلندی میں ایک سینٹی میٹر کا اضافہ ہوتا ہے۔ برف کی سطح میں دو میٹر کی کمی اور سمندر کی سطح کی بلندی میں ایک سینٹی میٹر کا اضافہ دس سال کے عرصہ میں ہوا کرتا ہے جنوبی قطب کی برف کے پگھلنے کا اثر زمین کی محوری گردش پر بھی پڑا ہے۔ پچھلے چالیس سالوں میں زمین کی محوری گردش کی رفتار میں قابل لحاظ کمی ہوئی ہے۔ برف کے تیزی سے پگھلنے کی وجہ یہ ہے کہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائڈ کا تناسب پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے۔ کاربن ڈائی آکسائڈ میں اضافہ کی وجہ سے فضا کے درجۂ حرارت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ گذشتہ آٹھ دس برسوں میں فضا کے درجہ حرارت میں جتنا اضافہ ہوا ہے اتنا پہلے چھ ہزار سال میں بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انٹارکٹیکا کی برف پہلے کے مقابلہ میں زیادہ تیزی سے پگھلی اور پگھلتی جا رہی ہے۔ اس لیے ہمارے ملک کے ساحلی علاقوں کو سمندری طوفانوں کی تباہ کاری سے بچانے کے لیے انٹارکٹیکا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کا حاصل ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک کے بڑے حصہ میں بارش برسانے والی مانسون ہواؤں کے بارے میں بھی ہماری معلومات میں اضافہ انٹارکٹیکا کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تحقیقات کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔

انٹارکٹیکا کی یہ مہم ہندوستانی سائنسدانوں کی زبردست صلاحیتوں اور سائنس کے میدان میں بھارت کی مسلسل ترقی کا ایک بین ثبوت ہے۔

(اورنگ آباد/ پربھنی سے نشر)

بحرِ ہند کے متعلق نئے حقائق

اینا کشی چیٹرجی

اینا کشی چیٹرجی ہمیں ان جانبازوں سے متعارف کرا رہی ہیں جنھوں نے قطب جنوبی کو سر کرنے کی جدو جہد کی بلکہ اس جدو جہد میں اکثر اپنی جان سے ہاتھ تک دھو بیٹھے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اُن دنوں حب الوطنی، طالع آزمائی اور تفریح کا جذبہ بہت نمایاں ہوتا تھا۔

جزیرہ نما ہند کے جنوبی سرے سے آگے بحرِ ہند پھیلتا چلا گیا ہے حتیٰ کہ وہ بحرِ منجمد جنوبی سے جا ملتا ہے جس نے دنیا کے سرد ترین اور بلند ترین اور تند و تیز ہواؤں والے براعظم کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ اگر زمین گول نہ ہوتی اور ہماری نارنگاہ محدود نہ ہوتی تو ہم وویکا نند کی چٹان پر کھڑے ہو کر انٹارکٹیکا کا نظارہ کر سکتے تھے۔

سائنس داں اور محقق کے لئے انٹارکٹیکا ہمیشہ ایک چیلنج بنا رہا ہے۔ عام ہندوستانی کے نزدیک اس کی حیثیت نقشے پر ایک نام سے زیادہ نہ تھی حتیٰ کہ اس سال فروری کے شروع میں انٹارکٹیکا شہ سرخیوں کا موضوع بن گیا۔ اس وقت یہ جان کر اچنبھا بھی ہوا اور خوشی بھی کہ ڈاکٹر ایس زیڈ قاسم کی سرکردگی میں ہندوستانی ماہرین کی ایک ٹیم قطب جنوبی کے اس براعظم کا چکر لگا کر لوٹ آئی ہے اور ٹیم نے وہاں سائنسی کھوج کا کام بھی انجام دیا ہے۔ اب ہم اس انٹارکٹک کلب کے ممبر بن گئے ہیں جس میں صرف آسٹریلیا، نیوزی لینڈ جاپان، ناروے، برطانیہ، امریکہ، روس، فرانس، ارجنٹائن، چلی جنوبی افریقہ اور بلجیم شامل تھے۔ اور جس میں شمولیت بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔ آئیے اس موقع پر ہم ان لوگوں کا بھی کچھ تذکرہ کریں جنہوں نے قطب جنوبی کو سر کرنے کی جد و جہد میں حصہ لیا۔ اور اکثر و بیشتر اپنی جان تک سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

پچھلے سو سال میں انٹارکٹیکا میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے موسم ویسا ہی خراب رہتا ہے جیسا پہلے ہوتا تھا۔ تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ خشکی حد درجہ کی ہوتی ہے اور درجۂ حرارت صفر سے بھی کم۔ سب سے زیادہ دہشت ناک وہاں کی ہوائیں ہیں اور جب برفانی طوفان آتے ہیں تو وہاں برف ایسے اڑنے لگتی ہے جیسے صحراؤں میں ریت۔ اس خوفناک صورتِ حال کے باوجود انسان کے اندر نامعلوم علاقوں کی دریافت کا جو جذبہ موجزن ہے اس نے اسکاٹ، ایمنڈسن اور شیکلٹن جیسے لوگوں کو اس صدی کے آغاز میں اس علاقے میں پہنچا دیا۔

قطب جنوبی کی مہم بازی کا اُلوالعزم دَور وُہی تھا۔ وہ لوگ طالع آزمائی اور حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار تھے اور لیس۔ ان میں سب سے زیادہ زیادہ قابلِ تحسین ہستی کیپٹن اسکاٹ کی تھی جو اپنی مہم لے کر سب سے پہلے انٹارکٹک پہنچے۔ یہ ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۳ء کی بات ہے۔

انیسویں صدی کا اختتام ہوتے ہوتے شمالی اور جنوبی قطب ہی ایسی جگہیں رہ گئی تھیں جن کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ چنانچہ مختلف قومیں قطبین تک پہنچ جانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ۱۸۷۳ء میں ناروے کا نینسن پہلا شخص تھا جو قطب شمالی کے بہت قریب جا پہنچا۔ اس کے پندرہ سال بعد رابرٹ پیری بھی وہاں پہنچ گیا۔

جب قطب شمالی سر ہو گیا تو کھوج کی شوقین اقوام نے قطب جنوبی کا رُخ کیا۔ ۱۹۰۸ء میں ارنسٹ شیکلٹن قطب جنوبی سے کوئی ایک سو میل دور رہ گیا تھا کہ اسے واپس لوٹنا پڑا۔ اس کے بعد ناروے کے رونلڈ ایمنڈسن اور انگلینڈ کے رابرٹ اسکاٹ دونوں نے کر قطب جنوبی کی طرف گئے مگر ایمنڈسن وہاں پہلے پہنچے۔ اسکاٹ اور ان کے ساتھیوں نے وہاں تک پہنچنے کی کوشش میں جان گنوا دی۔ ابھی تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ یہ المیہ کن حالات میں پیش آیا۔ تاہم اسکاٹ کی المناک موت نے انھیں تاریخ کا عظیم ترین ہیرو بنا دیا ہے۔

اُن دنوں ہر محقق کا اولیں مقصد منزل مقصود تک پہنچنا ہوتا تھا مگر اسکاٹ سائنسی مساعی کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتے تھے چنانچہ وہ قطبین کی کھوج کے سلسلے کی اگلی منزل کے رہنما تھے یعنی اس دور کے جب سائنس ہی کو اصل مقصد جانا جاتا تھا۔

۱۹۱۳ء میں سر ارنسٹ شیکلٹن نے اعلان کیا

کہ وہ براعظم قطب جنوبی کو پار کرتے ہوئے ایک طرف سے دوسری طرف جا نکلنے والے پہلے شخص ہوں گے۔ قطب جنوبی تک تو لوگ پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ شیکلٹن کی مہم کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف کے ساحل سمندر کو جا چھوئیں۔

۱۹۳۵ء میں ایک امریکی شخص نے اپنے ایک انجن والے ہوائی جہاز سے "سینٹینل رینج" نامی برفانی کوہستانی سلسلہ دیکھا۔ بعد ازاں ۱۹۵۷ء میں امریکی بحریہ کے ایک ہوائی جہاز نے وہاں کی بلند ترین برفانی چوٹیاں دیکھیں — ان میں سے ایک یعنی "ونسن ماسف" ۱۶۸۶۰ فٹ اونچی ہے۔ سال ۱۹۶۲ء کو انتہائی طبعیات کا سال قرار دیا گیا تھا۔ اس سال سائنسی کھوج کا خوب زور رہا اور ایک پارٹی سینٹینل رینج تک جا پہونچی اور اس نے اس کی چوٹیوں کی پیمائش بھی کی اس سے سارے علاقے کا سروے کیا گیا اور نقشہ تیار کیا گیا۔ لیکن اس کی چوٹیوں پر چڑھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

جب ۶۷-۱۹۶۶ء میں بحر منجمد جنوبی میں موسم گرما آیا تو کوہ پیماؤں کی ایک ٹیم ان چوٹیوں کو سر کرنے پہونچ گئی۔ اس مہم کا انتظام امریکی ایلپائن کلب اور امریکہ نیشنل سائنس فاؤنڈیشن نے کیا تھا۔ مہم کے ارکان نے نہ صرف چوٹیوں کو سر کیا بلکہ وہاں سے چٹانوں کے ٹکڑے بھی اکٹھا کر لائے اور ان اشیا کی کھوج بھی کی جو زمین کے اندر سے پتھر بن گئی تھیں۔

جذبات حب الوطنی

شروع شروع میں جب قطبین کی کھوج کی طرف توجہ دی گئی تو جذبہ حب الوطنی زوروں پر تھا۔ نئے علاقوں کی تلاش کی خواہش انیسویں صدی کے اس رجحان کا حصہ تھی۔ ان کا مقصد اپنے علاقے کو وسعت دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ ملک کے مفاد سے بڑھ کر اور کوئی مفاد نہ ہو سکتا تھا۔ اس میں سائنس کو آگے بڑھانے کے جذبے کو ہرگز دخل حاصل نہ تھا۔ چنانچہ نئے جذبے کی سب سے بڑی مثال سر ارنسٹ شیکلٹن کی ہے جنہوں نے اپنے اس مقصد پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ براعظم قطب جنوبی کو پار کر جاؤں اور اس مہم کے ممبر برطانوی قوم کے نمائندے ہوں اس حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا میرے ایمان کے خلاف ہوگا۔ سلطنت برطانیہ میں جہاں جہاں یونین جیک لہرا رہا ہے وہاں کا ہر فرد دل سے چاہتا ہے کہ برطانیہ کا قومی جھنڈا ہی پہلا پرچم ہو جسے لہراتے ہوئے ہم اس لق و دق برفانی علاقے کو پار کریں۔"

صرف شیکلٹن کی بات ہی نہیں، آسٹریلیا کے لوگ بھی یہ چاہتے تھے کہ وہاں پہونچ جائیں۔ جب آسٹریلیا کے ڈگلسن ماسن نے اپنی مہم کے لئے روپیہ اکٹھا کرنے کی کوشش کی تو وہاں کے اخباروں نے اس کا ساتھ دیا۔ ایک کارٹون میں دکھایا گیا کہ ایک یونانی دیوی آسٹریلیا کے جفاکش مرد سے بات کر رہی ہے۔ یہ دیوی سائنس تھی جو برفانی علاقے کے کپڑوں میں ملبوس ایک دبلے پتلے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہی تھی "تم خوش حال ہو، موسم بھی خوشگوار ہے اس لئے معقولیت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اس نوجوان کی مدد کرو جو غیروں سے ٹکر لے رہا ہے۔" غیروں کا اشارہ جاپانیوں کی طرف تھا۔ کیونکہ انہوں نے بھی انٹارکٹک جانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔

ان دنوں لوگوں میں حب الوطنی، تفریح کا جذبہ اور طالع آزمائی بہت نمایاں ہوتی تھی۔ پھر وہ دور آیا جب مقصد بدل کر یہ ہو گیا کہ اس علاقے کے موسم اور وسائل کا پوری طرح جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ وہاں کے سائنسی مطالعے سے تجارتی امکانات واضح ہونے لگے۔

۱۹۲۶ء میں لندن میں جو امپیریل کانفرنس ہوئی اس میں منجمد جنوبی اور اس کے گرد و نواح میں ذی روح اشیا کی حفاظت کرنے کا سوال سامنے آیا۔ ناروے کے ماہی گیر انٹارکٹیکا کے ساحل اور خاص طور پر آسٹریلیائی خطے کے ساتھ ساتھ وہیل مچھلیوں کا اندھا دھند شکار کر رہے تھے جس سے کہ سمندری مخلوق کو شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ آسٹریلیا نے اس طرف توجہ دینا شروع کی اور ۳۱-۱۹۲۹ء کے دوران ڈگلسن ماسن کی رہنمائی میں سمندر کے راستے وہاں مہمیں بھیجی گئیں۔ انھوں نے اس خطے میں تحقیق کا کام کیا۔ درجۂ حرارت کو ناپا اور ہوا کی تندی و تیزی کی جانچ کی۔ ان کی معلومات، بعد کے محققوں کے بہت کام آئیں۔ وہ پہلا سمندری سفر تھا جس میں وائرلیس کے ذریعے برابر رابطہ قائم رکھا گیا۔ ان کی تگ و دو سے بحر ہند اور بحر منجمد جنوبی کے متعلق بہت سی مفید باتوں کا پتہ چلا جو مچھلی گاہوں کی ترقی کے لئے بے حد کارآمد ثابت ہوئیں۔ ماسن نے ۱۹۰۷ء میں شیکلٹن کے ساتھ رہ کر کام سیکھا تھا۔ وہ اپنے ہم وطن ایجورتھ ڈیوڈ کے ہمراہ جنوبی مقناطیسی قطب تک گئے۔ پھر ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۴ء کے عرصہ میں دو پہلی بار برطانوی مہم لے گئے جس کا بڑا مقصد سائنسی تحقیق تھا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا ولولہ یہ تھا کہ قطب جنوبی کے علاقے کی نواحی فضا کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکے کر لیں۔
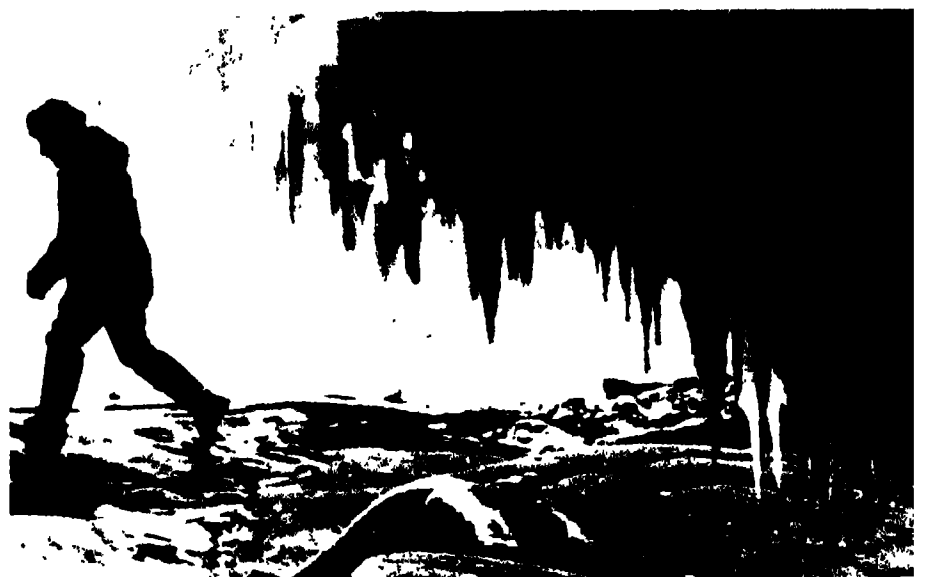
تب سے سمندر اور اس کے مظاہر کی سائنس بہت آگے بڑھ چکی ہے یہی حال جغرافیہ، علم طبقات الارض اور دیگر علوم کا رہا ہے۔ سمندر اور اس کے مظاہر کی سائنس سے ہمارا نیشنل انسٹی ٹیوٹ ۱۹۶۶ء میں عالم وجود میں آیا۔ اس کے تین علاقائی مرکز بمبئی، کوچین اور والٹیر میں قائم ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ سمندری وسائل، ساحل کے کٹاؤ اور سمندری پانی کے مسموم ہونے کے متعلق کھوج کا کام کر رہا ہے۔ اس کے ماہرین نے حال ہی میں سمندر کی تہہ سے قیمتی معدنی ٹکڑے نکالے ہیں اور وہ سمندر سے توانائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

انٹارکٹیکا جانے والی مہم نے بحر ہند کے بارے میں نئے حقائق دریافت کئے ہیں۔ اس سرد ترین خطۂ زمین کا ملحقہ سمندر اور موسم پر جو اثر پڑ سکتا ہے اس کے نتائج سے سمندری سائنس کے ہندستانی ماہرین بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ دوسرے ہمارے ماہرین کو وہاں کے شدید موسم کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے اور اپنے آپ کو اس کے موافق بنانے کا موقعہ ملا۔ ۲۱ افراد کی یہ ٹیم اس دور کی چٹانوں کے نمونے اپنے ساتھ واپس لائی ہے جبکہ ہندوستان، آسٹریلیا اور انٹارکٹیکا گوندوانہ لینڈ نامی عظیم تر براعظم کا حصہ تھے۔

ہندوستان کی یہ پہلی کوشش کامیاب رہی ہے اور ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہمارے ہم وطن آئندہ برسوں میں مفید سائنسی تحقیق کا کام کریں گے اور سائنسی معلومات کے لئے دوسروں کے دست نگر نہیں رہیں گے۔

(آکاش وانی کلکتہ سے نشر)

انٹارکٹیکا کے مختصر سے موسم گرما میں برف کے پگھلنے کا ایک منظر۔

انٹارکٹیکا کا پرخطر سفر

ڈاکٹر آر ایس تیواری

انٹارکٹیکا کا براعظم کرۂ ارض کے جنوبی قطب پر واقع ہے۔ اس کے اور ہمارے درمیان نصف کرے کا فاصلہ ہے لیکن تقریباً ۲۰ کروڑ سال قبل برصغیر ہند اور انٹارکٹیکا باس پاس ہوتے تھے۔ حال ہی میں جو مطالعے براعظموں کے ایک دوسرے سے دور ہٹ جانے اور سمندروں کے پھیلاؤ کے متعلق ہوئے ہیں ان سے ثابت ہوا ہے کہ آج سے بہت پہلے کرۂ ارض پر زمین کے مختلف ٹکڑے آج کل کی طرح بکھرے ہوئے نہیں تھے بلکہ ایک مجموعے کی شکل میں واقع تھے جسے عظیم تر براعظم کا نام دینا بجا ہوگا۔ ۵۶ کروڑ سال پہلے قطب جنوبی افریقہ کے شمال میں ہوتا تھا۔ بعد ازاں قطب جنوبی کھسکتا ہوا افریقہ اور جنوبی امریکہ کے علاقے کو پار کر کے انٹارکٹیکا یعنی براعظم منجمد جنوبی کے اندر جا پہنچا۔ دوسرے لفظوں میں آج سے کوئی ۲۰ کروڑ سال پیشتر ہندوستان، مڈغاسکر، افریقہ، جنوبی امریکہ، انٹارکٹیکا اور آسٹریلیا، سب مل کر ایک عظیم ترین براعظم کی شکل اختیار کیے ہوئے تھے جس کا نام گونڈوانا لینڈ رکھا گیا ہے پھر وقت گذرنے کے ساتھ یہ علاقہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ان ٹکڑوں نے الگ الگ سمت اختیار کی۔ ہندوستانی خطۂ زمین اپنے طویل سفر پر شمال کی جانب چل پڑا حتیٰ کہ مختلف براعظم اپنی موجودہ جگہوں پر پہنچ گئے۔ اس طرح تاریخ ارضیات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوستان اور انٹارکٹیکا شروع شروع میں جڑواں علاقے تھے مگر بعد میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور ایک دوسرے سے بہت دور جا پڑے۔

انٹارکٹیکا جانے والی سائنسدانوں کی حالیہ مہم اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ ہندوستان اور انٹارکٹیکا کی تاریخ ارضیات میں برابر کی ٹکر کی ہے۔ دونوں ایک ہی سرزمین کے ٹکڑے ہیں۔ انٹارکٹیکا کو ۱۷۷۲ء میں کیپٹن کک نے دریافت کیا تھا لیکن اس پر سب سے پہلے قدم ایک امریکی شکاری کیپٹن جان ڈیوس نے ۱۹۲۱ء میں رکھا۔ تاہم گذشتہ دو سال کے دوران سیل اور وہیل مچھلیاں پکڑنے والے بہت سے شکاریوں نے بحر منجمد جنوبی کے چکر کاٹے مگر انھیں اس براعظم کا کچھ زیادہ پتہ نہ چل سکا۔ رفتہ رفتہ بہت سی اقوام نے اس سے دلچسپی لینا شروع کی اور وہ اس سنسان مگر عظیم برفیلے براعظم پر اپنے اقتدار کا دعویٰ کرنے لگیں۔ ان دعویداروں میں ارجنٹائن، چلی اور برطانیہ شامل تھے۔ خوش قسمتی سے اس سوال پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا اور بعد ازاں ایک عہدنامے پر دستخط کر دیئے گئے۔

۵۸-۱۹۵۷ء میں ۱۲ اقوام نے انٹارکٹیکا کی کھوج اور تحقیق کا ایک مشترکہ پروگرام بنایا جس میں ۱۰ ہزار سے زیادہ افراد نے حصہ لیا۔ ان لوگوں نے مقناطیسی کشش، موسم، کشش ثقل، کائناتی شعاع زنی، گردش زمین، سمندر اور اس کے مظاہر کی سائنس، علم طبقات الارض وغیرہ پر تحقیق کی۔ چونکہ یہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اور یخ بستہ براعظم کسی کی جاگیر نہیں ہے۔ اس لیے ہر نئی قوم کی نظر اس کی دولت کی طرف اٹھنے لگی۔ ۱۹۵۹ء میں بارہ اقوام نے سلامتی کونسل کے زیر سرپرستی خطۂ قطب جنوبی کے عہدنامہ پر دستخط کر دیئے۔ اس عہدنامے کا مقصد انٹارکٹیکا کے متعلق سائنسی تحقیق کرنا تھا۔ ہندوستان اب چوتھا ملک ہے جس نے اس براعظم پر قدم رکھے ہیں اور وہ قدرتی طور پر ریسرچ کے کام میں شرکت کا دعویدار بن سکتا ہے۔

ہماری ہندوستانی ٹیم ۹ جنوری ۱۹۸۲ء کے دن انٹارکٹیکا جا پہنچا۔ اس مہم کے سربراہ ڈاکٹر ایس ظہور قاسم تھے۔ اس پرخطر سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ہندوستانی ٹیم کو اچھی طرح تربیت حاصل کرنا پڑی تاکہ قطب جنوبی کی کڑی سردی کی عادی ہو جائے۔ ان لوگوں نے بحری سفر جس جہاز کے ذریعے کیا وہ ناروے سے حاصل کیا گیا تھا اور اس کا نام پولر سرکل تھا۔ بڑے فخر اور اطمینان کا مقام ہے کہ سفر کے دوران جو ساز و سامان استعمال کیا گیا وہ زیادہ تر ہندوستان ہی میں یہاں کے کاریگروں نے تیار کیا تھا۔

ٹیم میں مندرجہ ذیل اداروں کے نمائندے شامل تھے:
ہندوستانی بحریہ، سمندر اور اس کے مظاہر کی سائنس کا نیشنل انسٹی ٹیوٹ، محکمۂ ماحول، محکمہ موسمیات، جیالاجیکل سروے آف انڈیا اور ارضی مقناطیسی کا ہندوستانی انسٹی ٹیوٹ۔

گو اسے اس براعظم تک پہنچنے میں ۲۹ دن لگ گئے۔ جب ہمارا جہاز ۵۵ درجہ عرض البلد جنوب پر پہنچا تو دن رات روشنی رہنے لگی کیونکہ ان دنوں قطب جنوبی کا جھکاؤ سورج کی طرف تھا اور قطب کے علاقہ کی سطح ہموار ہے۔ ماحول میں اس قسم کی تبدیلیاں واقع ہونے سے مثلاً اس بات سے کہ کبھی رات ہی نہ ہو، انسان کی طبیعت بے چین رہنے لگتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس مہم کے خطرات اتنے طبعی نہیں تھے جتنے کہ نفسیاتی۔ وہاں وقت کا پتہ نہ چلتا تھا، اس لیے نیند کم آتی اور مہم کے رکن بے چین رہتے۔

پولر سرکل جہاز کو سب سے پہلے ۶۰ درجہ عرض البلد جنوب کے نزدیک سمندر متلاطم ملا اور پھر جب وہ براعظم کے نزدیک پہنچا تو اسے سمندر کے اندر واقع برف کے ضخیم تودوں اور پہاڑیوں سے بچ کر نکلنا پڑا۔ جس وقت جہاز یخ بستہ سمندر میں پھنس جاتا تھا تو وہاں کی برف کو پگھلانا مشکل ترین کام تھا جو ان لوگوں کو پیش آیا۔ ایک ہفتہ تک تو موسم اس قدر غضبناک رہا کہ مہم کو آگے بڑھنا محال آ گیا حالانکہ جہاز انٹارکٹیکا کے ساحل سے صرف ۹۰ کیلومیٹر دور رکھڑا تھا۔ خوش قسمتی سے ۸ جنوری کو اچانک موسم میں تبدیلی آ گئی اور ہماری ٹیم کے افراد ۹ جنوری کو کامیابی کے ساتھ انٹارکٹیکا پر اتر پڑے۔

جیسا کہ پہلے طے تھا۔ پارٹی نے وہاں متعدد تجربے کیے اور موسم، فضائی آلودگی، تاریخ ارضیات، موسمیات، درجۂ حرارت، ہوا کے دباؤ، شعاع زنی، برف کی ساخت، بالائی فضا اور ریڈیائی لہروں کا مطالعہ کر کے معلومات حاصل کیں۔ پھر انٹارکٹیکا کی سرزمین پر دکشن گنگوتری کے نام سے ایک موسمیاتی اسٹیشن قائم کیا گیا جس کے آلات بغیر کسی شخص کی دیکھ بھال کے کام کرتے رہیں گے۔ اس پر قومی جھنڈا لہرا دیا گیا۔ اسی علاقے میں ہندوستانی ٹیم نے سمندر کے نیچے برف کا جو نیا پہاڑ دریافت کیا اس کا نام "اندیرا" رکھ دیا گیا۔

انٹارکٹیکا میں بے شمار دولت پوشیدہ ہے۔ وہاں پٹرولیم، گیس، تانبہ، نکل دھات، لوہا، جست، سونا، چاندی، کوئلہ اور دیگر معدنیات۔ انواع و اقسام کی مچھلیاں اور سمندری مخلوق موجود ہے۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ عنقریب ہی بحر منجمد شمالی سے یورینیم نکالا جانے لگے۔ اس وقت تو وہاں کوئی نباتات نظر نہیں آتی۔ تاہم چٹانوں میں دبے ہوئے جو قدیم پودے ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانے میں وہاں سبزی رہی ہوگی۔

انٹارکٹیکا کے ساحلی علاقے میں سمندر گھاس، لچن، کائی، پھپھوندی وغیرہ ملتی ہے۔ براعظم کے بعض حصوں میں کیڑے مکوڑے، جھینگا اور پینگوئن وغیرہ جانور بھی پائے جاتے ہیں۔ موسم مقابلتاً ناقابل اطمینان رہتا ہے۔ کم سے کم درجۂ حرارت صفر سے ۱۲۷ درجے کم ہوتا ہے۔ اور ہوا قریب قریب سارا سال ۹۰ کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی رہتی ہے۔ پھر بھی یہ علاقہ اس لائق ہے کہ وہاں جا کر مزید معلومات حاصل کی جائیں۔ وہاں برف کی جو تہہ جمی ہوئی ہے وہ کسی دن نہایت اہم قدرتی وسائل میں شمار ہونے لگے گی۔ کیونکہ دنیا میں تازہ پانی کا سب سے بڑا ذخیرہ برف ہی ہے۔ دنیا کا تقریباً ۸۰ فیصد تازہ پانی انٹارکٹیکا میں منجمد پڑا ہوا ہے۔ سائنسداں تو اب یہ سوچنے لگے ہیں کہ وہاں سے برف کے تودے کھینچ کر دنیا کے مقابلتاً خشک اور ضرورت مند علاقوں میں پہنچا دیئے جائیں۔ ہندوستان کی تجویز ہے کہ چند سال بعد وہاں کے موسمیاتی اسٹیشن پر سائنسداں بھی رہا کریں تاکہ اس علاقے سے جو کسی کی جاگیر نہیں ہے، ہماری سائنسی دلچسپی بنی رہے۔ (آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

امام غزالی

ایم رفیع اللہ

امام غزالی اسلام کے ان دانشوروں میں ہیں جنھوں نے اپنے زمانے کے علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی اور سیاسی نظریوں کا بڑا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اخلاقیات کا ایک ایسا مکمل اور روشن خاکہ مرتب کیا ہے جو رہتی دنیا تک ان کا شاہکار رہے گا۔

امام غزالی ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء میں خراسان کے شہر طابران میں پیدا ہوئے۔ غزالی آپ کے باپ کے پیشے کی طرف اشارہ ہے جس کے معنی عربی میں کاتنا ہے۔

ابھی آپ نوعمر ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپ کے والد کوئی صاحب حیثیت آدمی نہ تھے جو جائداد واملاک چھوڑ جاتے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو محمد اور ان کے چھوٹے بھائی احمد کو اپنے ایک دوست کے سپرد کیا اور بولے کہ مجھے بے حد افسوس ہے کہ علم سے محروم رہا لیکن میری خواہش ہے کہ میرے بچے اس نعمت سے محروم نہ رہیں اور علم حاصل کریں تاکہ میری جہالت کا کفارہ ہو سکے۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے دوست نے دونوں بچوں کو باقاعدہ تعلیم دینا شروع کی لیکن تعلیم کے اخراجات کے لئے جو سرمایہ تھا جلد ہی ختم ہو گیا۔ ان کے والد کے دوست کی حیثیت بھی ایسی نہ تھی کہ اپنے خرچ سے یہ سلسلہ قائم رکھ سکتا اس لئے انہوں نے کہا کہ جو رقم تمہارے والد نے چھوڑی تھی ختم ہو چکی ہے اور میری حالت سے تم لوگ بخوبی واقف ہو اس لئے میری رائے ہے کہ تم لوگ مدرسہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تعلیم کا سلسلہ نہ ٹوٹے اور تم اپنے باپ کی وصیت کے مطابق علم حاصل کرو۔

امام غزالی نے فقہ کی ابتدائی کتابیں احمد بن محمد رازکانی سے پڑھیں اس کے بعد ابو نصر اسمٰعیل کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا اور بڑی محنت سے یادداشتیں بنائیں۔ چند روز بعد جب آپ وطن واپس آ رہے تھے قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور سب سامان لوٹ لیا۔ امام غزالی ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا مجھے مال ومتاع لٹنے کا کوئی غم نہیں ہے میں صرف ان کاغذات کو مانگتا ہوں جن کو میں نے بڑی محنت سے لکھا ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار ان کی باتیں سن کر بے اختیار ہنس پڑا اور بولا کہ تم نے کیا خاک علم حاصل کیا جبکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ کاغذات چھن گئے تو کورے رہ گئے اور یہ کہہ کر اس نے کاغذات واپس کر دیئے امام غزالی پر اس واقعہ کا بے حد اثر ہوا اور تمام یادداشتیں زبانی یاد کیں تاکہ پھر کبھی لٹنے کا خطرہ نہ رہے۔

اس کے بعد حصول علم کی خاطر نیشاپور گئے اور امام الحرمین کی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت محنت سے علم کی تحصیل شروع کی اور اس درجہ کو پہونچے کہ امام الحرمین ان پر ناز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ غزالی دریائے زخار ہیں۔ جب تک امام الحرمین زندہ رہے وہ ان کی صحبت سے الگ نہ ہوئے۔

امام غزالی کی شہرت دور دور پہنچ چکی تھی اور جگہ جگہ ان کے علم کا چرچا تھا۔ وزیر نظام الملک نے ان کی علمی لیاقت سے متاثر ہو کر بغداد کی مشہور درس گاہ نظامیہ کے مسند درس کے لئے ان کا انتخاب کیا جو کہ اس وقت بہت بڑا مرتبہ تھا۔ اس وقت امام غزالی کی عمر مشکل سے ۳۴ برس کی تھی تھوڑے ہی دنوں میں ان کی شہرت اور عزت اس قدر بڑھی کہ وہ ارکان سلطنت کے ہمسر بن گئے لیکن آپ کو دنیاوی جاہ وعزت سے سکون نہ ملا اور دنیاوی مرتبہ اور مسند ان کو ذہنی سکون نہ دے سکا۔

غزالی کو حق وسچائی کی جستجو تھی اس لئے دنیا کی عظمت ووقار جاہ وجلال اور اہل وعیال کی محبت چھوڑ کر یقینی علم اور دولت باطن کی تلاش میں فقیر بن کر نکل پڑے۔

جب بغداد سے نکلے تو عجیب وارفتگی کا عالم تھا پرتکلف اور قیمتی لباس کے بجائے بدن پر کمبل تھا اور دنیا کے تمام لوازمات کو چھوڑ دیا تھا۔

بغداد سے نکل کر شام کا رخ کیا اور تقریباً دو سال وہاں رہے پھر دمشق گئے اور وہاں بھی دو سال ریاضت ومجاہدہ میں بسر کئے روزانہ یہ شغل تھا کہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتے اور تمام دن مراقبہ اور ذکر وشغل کرتے اور جو وقت بچتا اس میں جامع اموی جو کہ دمشق کی یونیورسٹی تھی اس میں درس دیتے۔

دو سال یہاں رہ کر آپ بیت المقدس گئے پھر مقام خلیل جہاں حضرت ابراہیمؑ کا مزار ہے حاضر ہو کر تین باتوں کا عہد کیا۔

۱ - کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا۔
۲ - کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا۔
۳ - کسی سے مناظرہ اور مباحثہ نہ کروں گا۔

پھر حج کی نیت سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے۔ اسی سفر میں مصر واسکندریہ بھی گئے اور مراقش بھی جانا چاہتے تھے۔ ۱۱ سال کی سیاحت کے بعد وطن واپس آئے۔ ۱۱۰۵ء میں کچھ دنوں کے لئے نیشاپور میں درس دیا جلد ہی دستبردار ہو گئے اور بقیہ زندگی چند شاگردوں کے ساتھ طابران میں رہ کر خاموشی کے ساتھ تحصیل علم میں بسر کی۔ آخر عمر تک اگرچہ شب وروز مجاہدات وریاضت میں بسر کرتے تھے لیکن تصنیف وتالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

امام غزالی نے ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ھ مطابق ۱۱۱۱ء میں بمقام طابران انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابن جوزی نے ان کے مرنے کا واقعہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے یوں لکھا ہے کہ دوشنبہ کے دن امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے وضو کر کے نماز پڑھی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا کہ آقا کا حکم سر آنکھوں پر، یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ لوگوں نے دیکھا تو دم نہ تھا۔

امام غزالی نے ۵۵ برس کی عمر پائی۔ تقریباً ۲۰ برس کی عمر سے تصنیف کا کام شروع کیا۔ دس گیارہ سال صحرانوردی وسیاحت میں گزارے لیکن درس وتدریس کا شغل ہمیشہ جاری رکھا۔

امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کے حساب سے روزانہ کا اوسط ۸۰ صفحے سے کم نہیں ہے جو مشاغل روزگار کے ساتھ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ آپ نے ۷۰ سے اوپر کتابیں لکھی ہیں جو خوش قسمتی سے آج بھی موجود ہیں لیکن ان میں سے بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی اور صرف قلمی نسخوں تک محدود ہیں۔

امام غزالی نے فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، تصوف، اخلاق۔ غرض سبھی علوم پر لکھا ہے۔ عقلیات میں ان کی تصنیف ایک خاص درجہ رکھتی ہیں جہاں ان کا اصل جوہر کھلتا ہے اور جو ایشیا سے زیادہ یورپ میں مقبول ہیں۔

M. Oberman جس نے جرمن زبان میں امام غزالی کی سوانح حیات لکھی ہے کہتا ہے کہ۔

"انسانی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی جامع شخصیت مل سکے جس نے بحیثیت مجموعی اس قدر علوم پر دسترس حاصل کی ہو۔ امام غزالی نے ہر اس چیز پر کمال کا رتبہ حاصل کیا جہاں

جہاں تک انسانی ذہن کی رسائی ممکن ہے۔"

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ غزالی وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علمی طور پر تصوف کو مرتب کیا۔

امام غزالی کو قدرت نے ایک خاص ذہن عطا کیا تھا اور تلاش و جستجو ان کی فطرت میں تھی۔ جس قسم کی تعلیم و تربیت انھیں ملی تھی اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ اپنے مذہب کے سوا دوسرے پر التفات نہ کرتے لیکن ان کے سامنے جس قدر مذہبی فرقے موجود تھے ان کے عقائد و خیالات پر نگاہ ڈالی اور حقیقت کو تلاش کیا۔ خود ان کے الفاظ میں۔

"چونکہ میری طبیعت ابتدا سے تحقیقات کی طرف مائل تھی اس لئے رفتہ رفتہ یہ اثر ہوا کہ تقلید کی بندشیں ٹوٹ گئیں اور جو عقائد بچپن سے سنتے سنتے ذہن پر جم گئے تھے ان کی قوت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ اس قسم کی تقلیدی عقائد تو یہودی، عیسائی سبھی رکھتے ہیں۔ حقیقی علم اس کا نام ہے کہ کسی شبہ کا احتمال نہ رہے۔"

امام غزالی کی بڑائی کا راز دراصل اس میں پنہاں ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جو تیسرے درجہ پر پہنچ کر کبھی موجود علم پر مطمئن نہیں ہوئے تحقیق میں اضافے کے لئے انھوں نے سوالات پیدا کئے اور تلاش حق میں سفر و بادیہ پیمائی کی۔ علوم و فنون کا جائزہ لیا۔ رسم و رواج کی باتوں کو جوں کا توں تسلیم نہیں کیا ان کو پھر سے پرکھا اور بالآخر اس سچائی کو پایا جس کے لئے مسند درس کو چھوڑا تھا، اہل و عیال سے منہ موڑا تھا اور دستار و عبا کی جگہ غربت کو اختیار کیا تھا۔

ابن تیمیہ نے بیان کیا ہے کہ جب غزالی کو معلوم ہوا کہ صوفیوں کے طریقے سے ان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تو انھوں نے احادیث نبوی صلعم سے ہدایت حاصل کرنا چاہی اور محدثین کی صحبت اختیار کی۔

امام غزالی کی حیات کے آخری سال مراقبے، مجاہدے، درس و تدریس اور حدیث کے مطالعہ میں گذرے چنانچہ انتقال کے وقت صحیح بخاری ان کے سینہ پر تھی۔

(بمبئی سے نشر)

غزل

مدحت الاختر

چھوٹی سی اک خطا کی مکافات کے لیے
ضد کر رہے ہیں آپ تو ہر بات کے لیے
ملنے میں ہے ذرا سا تکلف تجھے ابھی
رہنے دے اس کو اگلی ملاقات کے لیے
اے شامِ انتظار! اجازت کہ آج ہی
اس نے دیا ہے وقت ملاقات کے لیے
مانگی تھی دل کے واسطے دنیا کی زندگی
جینا پڑے گا اب اسی کم ذات کے لیے

(اردو سروس سے)

کہتی ہے خلق خدا تجھ کو غائبانہ کیا

پروفیسر غوث ساجد

اللہ کا شکر ہی کیجئے کہ حضرت آتش مرحوم نے برسوں پہلے یہ غزل لکھی جسکا مطلع تھا۔ "سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا! کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا؟" آج اگر حضرت آتش بقید حیات ہوتے اور نہایت اشتیاق و اصرار سے مجھے اپنی غزل کا مطلع سنانے کا اظہار کرتے تو میں یقیناً ان سے خوفزدہ ہوکر رفو چکر ہوجاتا اور وہ بھی ایسے کہ پیچھے پلٹ کر بھی دیکھنے کی جسارت نہ کرتا۔ کیوں کہ مرحوم شاعر ہوتے ہوئے بھی فسانہ سنانے پر تلے اُٹھے تھے۔ چاہے وہ اپنا ہی سہی لیکن جہاں کے فسانے کے تقابل اور موازنہ میں۔ جیسے سننا گھڑی دو گھڑی کی بات نہیں تھی بلکہ جس کے لیے ایک عرصۂ دراز کی ضرورت ہوتی اور آج آپ ہم سب ہی جانتے ہیں کہ وقت کتنی سرعت سے اور کتنی تیز رفتاری سے رواں دواں ہے۔ آج تو خواہش اور کوشش کے باوجود بھی دل کی دھڑکنیں سننے کے لیے ہمیں وقت میسر نہیں آتا تو بھلا جہاں کے فسانے سننے کے لیے اتنا طویل وقت ہم پس انداز ہی کیسے کرسکتے ہیں۔ اب چونکہ حضرت آتش اس جہانِ معروف سے منہ موڑ چکے ہیں اس لیے ان کے مطلع والے شعر کی خواہش عدولی کی جاسکتی ہے۔ لیکن ان کی روح سے نہایت مودبانہ معذرت کے ساتھ اور پھر خدا کے حضور ان کی مغفرت کی دعا کے ساتھ۔ وہ اس لیے کہ اپنی روایتوں میں ادیبوں کو تو استثنیٰ حاصل ہے لیکن شعرائے کرام پر بڑی وعیدیں آئی ہیں۔ شاید اس لیے کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہی حسن و جمال کی پرستاری فرماتے ہیں اور اکثر و بیشتر تخیلاتی جہاں کی آباد کاری میں منہمک ہوتے ہیں۔ اور دروغ گوئی سے استفادہ کرتے ہیں لیکن حضرت آتش کی اس غزل کی حمایت اور وکالت سے مجھے کوئی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں حسن پرستی ہے نہ نفس پرستی اور نہ ہی جمالیاتی جذبات کو ہوا دینے والا کوئی موقع و محل ہے۔ برعکس اس کے یہ مکمل غزل اولادِ آدم کے لیے ایک عمرانی سوالنامہ اور غور و فکر کا دعوت نامہ ہے۔

حضرت آتش نے مطلع کے مصرعہ ثانی میں خلق خدا کی جانب اشارہ کیا ہے۔ جس میں مکمل بنی نوع انسان کی شمولیت ہے، چاہے وہ سیارہ زمین کے کسی خطے کے باشندے ہوں کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی مذہب اور مکتب خیال کے حامی ہوں۔۔ جی ہاں۔ یہ خلق خدا بڑی عجیب و غریب ہے۔ جس کے تعلق سے آپ جس قدر سوچ کے سمندر میں غوطے لگائیں گے اور قلابازیاں کھائیں گے۔ یقین مانئے اتنے ہی الجھتے جائیں گے۔ کیونکہ یہ خلق خدا بہ نفس نفیس ایک عجوبہ ہے ایک ایسا عجوبہ جو نہ سمجھنے کا ہو نہ سمجھانے کا۔ بلکہ تمام عجائبات میں ایک شاہکار ہے۔ دنیاوی عجوبے تو آپ کی اور ہماری تخلیق کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لیکن آپ ہم بذات خود خالق دو جہاں کی تخلیق ہیں۔ نہ جانے کیوں پروردگار عالم کو اس تخلیق کا شوق ہوا ہوگا بظاہر تو یوں ہی احساس ہوتا ہے کہ تخلیق کے بعد نسل آدم کے کرتوت دیکھ کر اللہ میاں کو مایوسی ہی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ جن توقعات اور مقاصد سے اس نے انسان کو پیدا کیا۔ حضرت انسان ان کو بجالانے میں امتیازی طور پر ناکام رہے ہیں۔ آپ اندازہ لے کر بدحالی زمانہ کا جائزہ لے لیں۔ اور پھر اپنی ذہنی قیاس آرائیاں دوڑائیں اور بہت تک پہنچ جائیں۔ شاید غلطی سے چند ہی ایسی مثالیں مل جائیں کہ حضرت انسان نے اپنے خالق کے مقصد تخلیق سے انصاف کیا ہو۔ اور یہی ناانصافی ابد تک جاری رہنے کی قوی توقعات ہیں کیونکہ گمراہ افراد مشکل ہی سے راہ راست پر آتے ہیں۔ پھر بھی قنوطیت فضول اور مایوسی کفر ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے تخلیق انسان کا مقصد اشارۃً یوں فرمایا ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

حالی صاحب نے دردِ دل کا مقصد ذو متعلق فعل ہمدردی، احسان و عنایت، رحم و کرم اور مہر و محبت کے معنی میں استعمال کیا ہے جو انسان اور انسانوں کے ساتھ کرے۔ شاید تخلیق انسانی کے پس پردہ اللہ کا ایسا ہی کوئی منشور عمل رہا ہوگا جس کی تحقیق مولانا حالی نے فرمائی ہے جس میں قطعی ملوث نہیں ہو۔ لیکن آج ہمارے عمل بلکہ اعمال بالکل ہی منحرف ہیں اور معکوس بھی۔ آج دردِ دل کا لفظ لب شیریں کے۔ دہ کسی اور سے بھی

لبوں سے باہر آتا ہے تو ہمہ اقسام کی تشویش، ان گنت انگڑائیوں کے ساتھ ذہن میں کہرام مچا دینا شروع کر دیتی ہیں کیونکہ دردِ دل آج ایک عارضہ ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ ہم اکثر سنتے ہیں کہ دردِ دل کی وجہ سے دل پر دورہ پڑنے لگتا ہے۔ دل کی حرکت بند ہونے لگی ہے۔ خدا نہ کرے کہ ایسا کوئی معاملہ ہمارے درپیش آجائے۔ ورنہ ہمیں اپنے حالی سے فوری طلاق لے کر حضرت حالی سے رجوع ہونا پڑے گا۔

بہرکیف یہ خلقِ خدا بڑی پُراسرار ہے۔ کرشمہ ساز بھی ہے اور کرشمہ شکن بھی۔ قوسِ قزح کے رنگ تو انتہائی گنے چنے ہیں۔ وقتاً فوقتاً آسمان کے بدلتے ہوئے صدہا رنگ و روپ بھی انسانی عادات واطوار، فطرت اور ذہنیت کی رنگا رنگی کے سامنے ماند ہیں۔ جس طرح ہر انسان اپنی شکل و صورت اور نقوش سے جداگانہ ہے۔ وہ دور گیا جب انسان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور اس کے قول و فعل اور خیال و عمل میں یکسانیت تھی۔ ہم آہنگیت تھی۔ کیے گئے وعدے وعید اور عہد و پیمان پر لوگ یقین رکھتے تھے۔ چاہے مقصود چیز کے حاصل ہونے یا تکمیل پانے میں ایک عرصۂ دراز ہی کیوں نہ گذر جائے۔ لیکن انھیں اپنی توقعات میں مایوسی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ حق گوئی کو ہی اپنا حاصلِ حیات سمجھتے تھے۔ بقول حضرت اقبال:-

آئینِ جوانمردی، حق گوئی و بیباکی۔

آج ہم اپنے اپنے دل جان و جگر کو ٹٹولیں اپنے محلے، شہر، ملک اور بطورِ خاص مکمل معاشرۂ انسانی پر غور کریں کہ ایسے حق گو اور بیباک افراد اس خاندانِ انسانی میں کتنے ہوں گے۔ بس اتنے ہی جتنے آپ اپنی انگلیوں پر گن سکیں یا شاید جس کی مثال آٹے میں نمک سے زیادہ نہیں ہوگی۔ واقعی یہ صداقت اور جوانمردی کی ہی تو شہادت ہے کہ انسان جو بھی کچھ کہے راست بازی سے کہے۔ صاف صاف کہے۔ سب کے روبرو کہے اور ٹھونک کر بغیر پس و پیش کے کہے۔ چاہے اس میں ہمیں لوگوں کی پوشیدہ کمزوریاں، کوتاہیاں، غلط فہمیاں اور نقائص کو ہی اجاگر کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس میں ہمارا مقصد کسی کی ہتک یا توہین کرنا یا کسی کو ذلیل و رسوا کرنے سے نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ عمل اصلاح و تعمیر کے جذبے کے تحت ہونا چاہیے۔ اگر آپ نے معاشرہ انسانی کی صحت و تعمیر کے ایسے کسی لائحہ عمل کو اپنایا ہے تو میری ایک مخلصانہ رائے ضرور اپنے پیشِ نظر رکھیے۔ آپ اپنی نصیحتوں کا نشانہ مخاطب سے اچھا فاصلہ رکھ کر کیا کیجیے۔ کیونکہ عمل اور ردِ عمل میں خاص کر آج کل زیادہ وقت نہیں لگتا۔ آپ کرنے جائیں گے ہدایت و نصیحت اور جزاء کے طور پر آپ کو مل جائے گی سزا اور خواہ مخواہ کے آپ کے رخسار نیلے پیلے ہو جائیں گے۔ اگر سرخ ہو جائیں تو زیادہ مضائقہ نہیں کیونکہ رخسار پر سرخی جھلکنا اچھی صحت ہونے کی ضمانت ہے۔ لیکن جلد بازی کے عمل میں اتنی احتیاط کون برتتا ہے۔ اور برانگیختہ جذبات میں قابو کا دامن انسان کی دسترس سے بہت دور ہوتا ہے۔

شاید ایسے ہی کچھ واقعات رونما ہوں گے۔ جس سے محفوظ رہنے کے لیے انسان نے اپنے رائے مشورے حاضرانہ طور پر اور روبرو دینے سے احتیاط پسندی اختیار کی لیکن چپ رہنا بھی تو سرشتِ انسانی میں داخل نہیں۔ اس لیے غائبانہ رائے زنی کی عادت جڑ پکڑتی گئی اور رفتہ رفتہ یہ ایک مشغلہ سا ہو گیا۔ ایک روایت سی بن گئی۔ اس میں دونوں ہی امکانات روشن ہیں۔ ایک تو یہ کہ صاحبِ رائے میں عدمِ اعتمادی ہو یا جرأت کا فقدان ہو یا پھر اس قدر نرم دلی ہو کہ وہ دوسرے کے عیوب ان کی موجودگی میں آشکارہ کر کے انھیں کوفت میں مبتلا کرنا نہ چاہے دوسرا امکان شرارت اور فتنہ انگیزی کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ انسان کا چہرہ دو وقت بڑا معصوم دکھائی دیتا ہے۔ پہلے تو اس وقت جب وہ واقعی شریف النفس ہو جائے اور دوسرے اس وقت جب وہ انتہائی بدحواس ہو جائے۔ غائبانہ رائے زنی کرنا بھی اسی قسم کا ایک فعل ہے جس کے نہ کرنے کے سلسلے میں اخلاقی نقطۂ نظر کے لحاظ سے اکثر تاکیدیں آتی ہیں۔ لیکن انسانوں کی اکثریت اسے درگذر کرنے میں ہی اپنی برتری کا احساس کرتی ہے۔ ایسے انسان فطرتاً شریر و منفی ہوتے ہیں۔ جن کو راست بازی یا اصلاحِ نقص سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ غائبانہ رائے زنی کر کے لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں۔ اچھے خاصے اور مناسب ماحول میں تناؤ اور انتشار پیدا کر کے لوگوں کو ایک دوسرے کا حریف اور مزاحم بنا کر خود تماشہ دیکھنے میں دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ یہ ایک انسانیت سوز عمل ہے۔ لیکن ہے عام اور قدرے مقبول بھی۔ کل بھی تھا، آج بھی ہے اور شاید آنے والے وقتوں میں بھی زیرِ مشق رہے گا۔

سقراط کی عقلمندی اور علم کو نوکلیہ اہلِ یونان نے بھی تسلیم کیا تھا۔ وہ کلیسا جس کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ وہاں پادری، نائب خدا ہے۔ لیکن عوام کی اسی غائبانہ رائے زنی نے لوگوں میں ذہنی انتشار پھیلا دیا اور لوگ سقراط کو منکر، خودنما اور بدعتی سمجھنے لگے۔ اور اسی پاداش میں اسے زہر نوش کرنا پڑا۔ فرانس کی جون، جو ایک دہقانی دوشیزہ تھی۔ جسے خدا کی طرف سے اپنے ملک کو آزاد کروانے کے پیغام ملتے تھے۔ جس نے ملتِ فرانس میں ایک خودمختار قوم بن کر ابھرنے کی روح پھونکی تھی جس میں کرشماتی طاقت تھی۔ جس کی وجہ سے روایت پسند پادریوں کے خود ساختہ وقار اور تقدس میں خلل پڑنے لگا تھا۔ اس لیے انھوں نے اس پر غائبانہ الزامات تراشے اور اسے ایک گمراہ کن جنونی اور ساحرہ ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ اور اس وقت تک چین کی سانس نہ لی جب تک اسے زندہ جلا نہ دیا گیا۔ چار صدیاں گذرنے کے بعد وہی جنونی ساحرہ بیداری اور حریت کی دیوی شمار کی جانے لگی۔ خلقِ خدا کی اسی غائبانہ رائے زنی نے شیکسپیئر کو ایک پیوند کلم ڈرامہ نویس ٹھہرایا۔ اسی غائبانہ رائے زنی نے جوان کیٹس کی محبوبہ فینی براؤن کو ورغلایا۔ محبت کو نفرت میں ڈھالا۔ اس کے عہدِ شباب کو مرضِ دق میں تبدیل کیا اور ایک جواں سال شاعر کی جواں مرگ شاعر بنا کر ہی دم لیا۔ مشرقی دنیا میں بھی ایسی مثالیں کمیاب نہیں ہیں۔ جس کے اظہار کے لیے تقریباً اتنا ہی وقت درکار ہے جتنا فسانۂ جہاں کے سننے کے لیے چاہیے۔ آخر میں حضرت آتش کے سوال "کہتی ہے خلقِ خدا تجھ کو غائبانہ کیا"؟ کے جواب میں میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ — "ہوتی آئی ہے کہ اچھے کو برا کہتے ہیں۔" (آکاش وانی اورنگ آباد سے نشر)

پروفیسر غوث ساجد صدر شعبۂ انگریزی
پرتشٹھا کالج۔ پٹن (ضلع اورنگ آباد)

غزل — اظہار یزدانی

مصلحت کیشوں جہانداروں ذہینوں کا ہجوم
قحطِ سادہ لوحوں کا موقعہ شناسوں کا ہجوم

اب تو بس ہی رہ گیا بستی میں تنہا بد دماغ
بڑھ رہا ہے ہم ہیم اخلاق والوں کا ہجوم

نظم کہنا چاہتا ہوں بہرِ امن و آشتی
میز پر پھیلا ہوا ہے سرخ خبروں کا ہجوم

غیر کی تنقید میرے واسطے ہے رہنما
ہے تعاقب میں مرے اپنوں کے طعنوں کا ہجوم

ایک لختِ ابر ہوں میں، ہے مری کتنی بساط
کس طرح آسودہ ہو گا مجھ سے پیاسوں کا ہجوم

میری خوش فہمی کہ عزمِ زرفشاں رکھتا ہوں میں
اور مرے اطراف میں ہے رہ گزاروں کا ہجوم

صبح ہوتے ہی مکینوں کو تپانے کے لیے
ٹوٹ پڑتا ہے مکانوں پر شعاعوں کا ہجوم

سنگساری کے لیے کب سے ہے محوِ انتظار
ایک اہلِ سبز رم اور معصوم چہروں کا ہجوم

(جے پور سے نشر)

ہمیں کیا پڑھنا چاہیے

جی ایل لابرو

یہ سوال جتنا سیدھا اور معصوم لگتا ہے۔ درحقیقت اتنا ہی خمدار اور پیچیدہ ہے۔ کسی عالم سے یہ سوال کیجئے۔ تو وہ بجا طور پر یا تو منھ پھیر لیں گے یا غصے سے برس پڑیں گے۔ کسی ان پڑھ سے پوچھئے تو اسے سراسر پشیمانی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایسا سوال صرف ایسے فرد کے لئے موزوں ہے جو نیم علیم ہو اور غالباً یہی واحد موقعہ ہے جب نیم حکیم راحت جان کے کردار میں پیش ہو سکتا ہے۔ تو یہ رہا میرا تعارف۔ ہمیں کیا پڑھنا چاہئے۔؟ اس کا ایک جواب نہیں بلکہ بہت سارے جواب ہو سکتے ہیں۔ جس زاویے سے دیکھئے اسی نوعیت کا جواب ملتا ہے۔ مثلاً ہمیں سے کیا مراد ہے۔؟ کم تعلیم یافتہ لوگ۔؟ درمیانہ پڑھے لوگ۔؟ یا وہ لوگ جنھوں نے علم کے کسی خاص شعبے میں قابل قدر مہارت حاصل کی ہو۔ اسی طرح سے پڑھنے کے عمل کو زیر بحث لانا ہوگا۔ پڑھنا محض ایک شغل بھی ہے۔ یعنی عام طور پر اس کے مقصد کو خواندگی کے دور میں قید کیا جا سکتا ہے۔

پڑھنا تلاش علم بھی ہے جو کسی رسمی ادارے کے اندر یا اس سے باہر کسی خاص وجہ سے یا کسی خاص معلوماتی مقصد کے حصول کے لئے شروع اور ختم کیا جاتا ہے۔

پڑھنا وہ ہمہ گیر عمل بھی ہے جو نسلِ انسانی اور ماحول کے درمیان مستقل اور مسلسل کشمکش کے نتائج کو سمجھنا اور پرکھنا ہے۔ پڑھنا وہ بے قراری ہے، ایک ذہنی اور قلبی اضطراب ہے اور تپش ہے۔ جو ایک فرد کے وجود کو پوری طرح سے ان بلندیوں کی طرف دیوانہ وار کھینچتی ہے۔ جہاں اس کے اندرونی وسائل کو وسعت نظر میسر ہو۔ ظاہر ہے کہ پڑھنے کا جو عمل ہے وہ عام سطحی مطالعے سے لے کر سنجیدہ اور گہرے مطالعے تک کا ایک تسلسل ایک سلسلہ ہے اور ہمیں کیا پڑھنا چاہئے؟ اس تقاضہ سے قریبی وابستگی رکھتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور ہم نے زندگی میں اپنے لئے کونسی منزل کا انتخاب کیا ہے۔ یہ مسئلہ اور بھی الجھ جاتا ہے جب ہم بیسویں صدی کو زیر نظر لاتے ہیں جس میں بے تحاشہ MASS MEDIA یعنی پریس۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن اور فلم لوگوں کے ذہنوں پر حاوی ہو گئے ہیں اور ان کے زیر اثر عالم انسانیت پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے ہم سبھوں نے اپنے نجی خیالات اور جذبات کو گروی رکھا ہو یا بیچ دیا ہو۔ بالخصوص چھپا ہوا لفظ اس طرح سے میدان مار چکا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اور کروڑوں اخبارات اور رسالے چھپتے ہیں۔ گویا انسان نے اپنے اردگرد ایک ایسا جال بچھایا ہے جو اس سے اس کی آزادی اور انفرادیت چھین چکا ہے۔ ان حالات میں یہ ہر فرد کے لئے اور ہر گھرانے کے لئے بہت ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے وجود کو بغور ٹٹولیں۔ اور یہ فیصلہ کریں۔ کہ انھیں کیا پڑھنا چاہئے۔

اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اچھی طرح سے سمجھنا ہوگا کہ ہم کیسے معاشرے میں سانس لیتے ہیں۔ عام خواندگی کی شرح، انفرادی۔ اور اجتماعی تقاضے۔ پیشے اور کام۔ کام اور فرصت کے لمحات اور دستیاب متبادل مشاغل۔ یہ بہت سی باتیں ہمارے پڑھنے کے منصوبوں میں شامل حال ہیں۔ معاشرے کی بات چلی تو یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ آجکل صاحب ذوق ہونا ہی کافی نہیں۔ آپ کو صاحبِ جیب بھی ہونا ہوگا اگر آپ کتابیں خرید کے پڑھنا چاہیں کیونکہ کتابیں بہت بہت ہی مہنگی ہو چکی ہیں۔ ان مسائل اور الجھنوں کے باوجود ہمیں پڑھنا ہوگا۔ اور پڑھتے رہنا ہوگا۔ لوگ کیا پڑھتے ہیں اور کتنا پڑھتے ہیں ایک سماج کی پختگی یا عدم پختگی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی طے کرنا ہوگا کہ ہمیں کیا پڑھنا چاہئے۔ مضمون کو مختصر کرنے کی غرض سے ہمیں درسی اور نصابی کتابوں کو اس بحث سے خارج کرنا ہوگا۔ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ شرح خواندگی ہے اگر ہم اور ہمارے بچے خواندہ ہیں تو خواندگی کو برقرار رکھنے کے لئے کچھ پڑھتے رہنا ضروری ہے۔ خطرہ اس بات کا رہتا ہے کہ کسی شخص نے اگر کسی زبان کو پڑھنا سیکھا اور بہت مدت کے لئے اس زبان میں نہ کچھ پڑھا اور نہ لکھا اس کے پڑھنے کی تمازت کمزور ہوگی اور مرجھائے گی ایسے لوگوں کے لئے پڑھنا محض اس لئے ضروری ہے کہ وہ پڑھنے کے عادی نہیں۔ یہ بات زیادہ دیہاتی علاقوں پر لاگو ہے جہاں لوگ پرائمری سطح کی تعلیم پانے کے بعد بھی مشق کی کمی کی وجہ سے بعد میں پڑھنے کے نااہل ہو جاتے ہیں۔ مجھے اس بات کا کسی حد تک تلخ تجربہ ہے کہ وہ عمل جسے ہم سپرٹ ریڈنگ یعنی امدادی پڑھائی۔ الکیٹرا ریڈنگ یعنی علاوہ پڑھائی اور متفرق پڑھائی کا نام دیتے ہیں شہری اور نیم شہری متوسط طبقوں تک محدود ہے۔ اور یہی وہ طبقہ ہے جس پر غیر منتخب پڑھائی کے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً اس طبقے میں دانشمند بچے کامکس پڑھنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے شیخ چلی کی بستیوں میں گھومنے کی عادت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس طبقے کے مرد بڑے فخر سے شام کو بغل میں اخبار دبائے گھر تشریف لاتے ہیں۔ اور گھنٹوں اخبار بینی میں ضائع کرتے ہیں اس طبقے کی پڑھی لکھی خواتین بھی جذباتی کہانیاں پڑھنے میں وقت گذارتی ہیں۔ میری ناچیز نظر میں بچوں کو کامک کی عادت ڈالنے سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ بچوں کے لئے سینکڑوں معیاری کتابیں دستیاب ہیں۔ اور اگر والدین انہیں خریدنے کی قوت نہ رکھتے ہوں تو سال میں ایک بار بچے کے لئے معلوماتی کتاب خریدنا کوئی مشکل کام نہیں ہونا چاہئے۔ جہاں تک اخبار کا سوال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس آدمی کی ذہنی قابلیت مشکوک ہے۔ جو آدھے گھنٹے سے زیادہ اخبار پر صرف کرے۔ جو خواتین جذباتی کہانیوں میں ڈوب جاتی ہیں وہ کسی نہ کسی طرح سے اس بات کا ثبوت دیتی ہیں کہ وہ زندگی کی تلخ اور سخت مصیبتوں سے بھاگ کر اپنی آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہیں۔ اگر پڑھنا ہماری عادت ہے تو کیوں نہ اس میں ایک تنظیم پیدا کی جائے اگر ہم کوئی کام کرتے ہیں یعنی کسی پیشے سے وابستہ ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اس پیشے سے متعلق نئی معلومات سے واقف ہوں [illegible] پیشہ صرف پیٹ بھرنے کا ذریعہ ہونے تک [illegible] رہنا چاہئے۔ بلکہ اس سے ایک تخلیقی لگاؤ پیدا [illegible] جو پڑھائی کے بغیر اگر ناممکن نہیں کم سے کم دشوار [illegible] پیٹ کے تقاضے کو اہم نہیں تو مان لیجئے کہ دل [illegible] تقاضے بھی بہت ہی اہم ہیں۔ ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کے مفہوم کو سمجھ لے۔ اپنے وجود کی تہہ تک پہنچے۔ زندگی اور وجود پر ایک متوازن نظریہ [illegible] کرکے اپنے لئے ایک فلسفۂ حیات مقرر کرے [illegible] پڑھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ نفسیاتی [illegible] کے اخراج سے ایک ذہنی اور قلبی دولت ملے [illegible] سوز ملے جس سے زندگی کو معنویت ملے۔ فلسفہ [illegible] تاریخ۔ سماجیات۔ نفسیات۔ اور سب سے [illegible] ہی وہ مضامین ہیں جو ہمارے اندرونی [illegible] کو استوار کر سکتے ہیں ساتھ ہی ساتھ سائنس کو جو سینکڑوں [illegible] میں بٹ چکی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سمجھنا چاہئے۔ [illegible] طریقۂ کار عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن [illegible] اور سائنسی کھوج کے نتائج کسی بھی فرد کی فہم [illegible] ہیں۔ سائنس بذاتِ خود ایک فلسفہ ہے [illegible] دلی کمزوری نہیں بزدلی بھی ہے۔ [illegible]

باقی مضامین پر فوقیت دی کہ مغرب میں بیسویں صدی میں بقول ایک مفکر کے متبادل مذہب کا درجہ حاصل ہوا ہے۔
آپ کو ضرور یہ شکایت ہوگی کہ میں نے High brow کی طرفداری کی ہے۔ یہ کسی حد تک صحیح ہے کیونکہ اگر معیار کچھ اونچا قائم کیا جائے تو پڑھنے کے اور پڑھائی کے باقی پہلو کچھ آسان نظر آتے ہیں۔ بنیادی سوال عادت ڈالنے کا ہے۔ آسان پسند لوگ مشکل کام نہیں کر سکتے ہیں۔ مشکل پسند لوگ ہر کام کو آسان پائیں گے۔ مشکل کام کی تکمیل کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں آسان وقفے بھی ہوں۔ ظاہر ہے کہ سنجیدہ پڑھائی کرنے والے کو بھی کبھار منہ کا ذائقہ بدلنے کے لئے ہلکی پھلکی پڑھائی کرنی چاہیے۔ اگر کوئی دوست چوری چھپے ننھے بچے کا کامک پڑھ رہا ہو۔ یا جاسوسی ناول پڑھ رہا ہو۔ ہمیں اس سے خفا نہیں ہونا چاہیے بشرطیکہ وہ اس کو عادت نہ بنائے۔ معمول نہ بنائے۔ سفرنامے اور عالمی ہستیوں کے کارنامے اور حالات زندگی پڑھنا بھی اچھا تفریح بن سکتا ہے۔ لیکن یاد رہے۔ پڑھنے کو بہت کچھ ہے اور زندگی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔
زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ اور پڑھائی اس کو پرلطف بنانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ہمیں وہ پڑھنا چاہئے جس سے زندگی کے تمام تر رنگ نکھر آئیں اور جس سے ہم حیوانیت سے انسانیت کی طرف متواتر پیش قدمی کریں۔

(سرینگر سے نشر)

غزل

جاوید اکرم

نرگس کے پھول پچھلے پہر کی طرح ملے
سب سے خلوص سفر کی طرح ملے

سادے ورق پہ ترچھی لکیریں ہی کھینچ دو
شاید کوئی ہم سے صفر کی طرح ملے

کچھ تعلقات ہیں گنجِ نشیں بھی ہیں
سورج اگر ملے تو شجر کی طرح ملے

پھولوں پہ آفتاب کی کرنوں کا بانکپن
تنہائیوں میں چاند شرر کی طرح ملے

پتھروں کے دل سے اُگے پھول کی طرح
[illegible] میں جب ملے تو کلر کی طرح ملے

خوشبو چمن سے نکلے تو صحرا مہک اٹھے
[illegible] اگر ملے تو ظفر کی طرح ملے

([illegible] سے نشر)

شمع فروزاں

نثار احمد فاروقی

مہاتما گوتم بدھ کے اقوال میں ہے:
"عافیت کی تلاش کرو اور گناہوں سے اپنے دل کو ہٹالو۔ جو کارِ خیر میں سستی کرتا ہے اس کا ذہن گناہوں سے لذت حاصل کرنے لگتا ہے۔
اگر انسان سے کوئی خطا ہو جائے تو اسے دہرانے سے پرہیز کرے اور اس سے دل نہ لگائے۔ کیونکہ گناہوں کا جمع ہو جانا ہی درد و رنج کا باعث ہوتا ہے۔
اور جب کوئی نیکی عمل میں آئے تو اسے بار بار کرنا چاہیے اور اس سے دل لگانا چاہیے کیونکہ نیکیوں کا جمع ہونا ہی اصل خیر و شادمانی ہے۔
گناہوں کا خمیازہ جب تک نہ بھگتنا پڑے اس وقت تک وہ اچھے اور لبھانے والے نظر آتے ہیں۔ جب گناہوں کے برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں تب ہی ان کی پلیدی اور برائی نظر آتی ہے۔
اسی طرح کبھی نیکی تکلیف دہ نظر آتی ہے۔ مگر اسی وقت جب تک اس کا ثمرہ نہیں ملتا جب نیکی کا اجر اور ثمرہ ملتا ہے تو اس کی بھلائی نظر آتی ہے۔
لوگ گناہ کو آسان سمجھ لیتے ہیں اس لیے کہ اس کے اثرات انھیں فوراً نہیں ملتے مگر یہ نہیں جانتے کہ "چھینٹوں چھینٹوں تالاؤ بھرتا ہے" اور قطرہ قطرہ دریا ہو جاتا ہے۔
نیکی کو اس لیے معمولی مت سمجھو کہ اس کا حاصل فوراً نہیں مل رہا ہے، چھوٹی چھوٹی نیکیاں مل کر دانشمند آدمی کا عظیم سرمایہ بن جاتی ہیں۔
گناہ و خطا سے اسی طرح بچو جیسے زہر سے بچتے ہو یا جیسے ایک دولت مند تاجر راہ زنوں اور ڈاکوؤں سے بچتا ہے۔
جو ہاتھ زخمی نہ ہو وہ بے تکلف زہر میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اسے کوئی گزند نہیں پہنچتا۔ اسی طرح جو انسان اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرتا رہے اسے گناہوں کا خوف نہیں رہتا۔
جو کسی بے گناہ کو ستاتا ہے یا کسی پاک اور بے عیب انسان کو آزار پہنچاتا۔ اس گمراہ کو اپنے اعمال کا پھل بھوگنا پڑے گا۔ اسی طرح جیسے کوئی مخالف سمت میں اپنے دامن میں گرد و غبار اڑائے گا تو وہ خود اسی کے منہ پر آئے گا۔
گناہ گار دوزخ میں جائیں گے۔ نیکوں کے لیے جنت تیار کی گئی ہے اور پاک روحوں کو نروان (نجات) نصیب ہوگی ــــــ!
نہ آسمانوں میں، نہ فضاؤں میں، نہ پہاڑ کی کھوہ میں، کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جو خطا کار اور ظالم کو پناہ دے سکے اور اسے بداعمالی کی پاداش بھگتنے سے بچالے۔
نہ آسمانوں میں، نہ فضاؤں میں، نہ پہاڑوں کی کھوہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں خطا کار اور ظالم کو موت کے آہنی پنجے سے چھٹکارا مل جائے۔"
مہاتما بدھ کے یہ الہامی اقوال دراصل تمام بڑے اور الہامی مذاہب کے بنیادی اصول کو پیش کرتے ہیں۔ گناہ اور نیکی کا تصور ہر مذہب میں موجود ہے۔ خطاؤں کی سزا اور نیکیوں کی جزا بھی ملتی ہے۔
قرآن کہتا ہے: "کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟" دوسری جگہ قرآن ہی میں ہے کہ "جو شخص ایک رائی کے دانے کے برابر نیکی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔ اور جو کوئی رائی کے ایک دانے کی برابر بدی کرے گا اس کی سزا پائے گا" جزا، سزا، کفارہ اور آخرت کے مذہبی تصورات مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اعمال میں خیر اور شر دونوں کے پہلو ہیں۔ اس بات پر لامذہب بھی اتفاق رکھتے ہیں۔ ہم خود اپنے اعمال کے نیک اور بد ہونے کا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں۔

(اردو سروس سے نشر)

فانی کی شاعری کے محرکات

پروفیسر وسیم بریلوی

دل کے داغوں کو نمایاں کیے ہوئے حشر میں لانا اور اہل حشر میں نقاد سوز دل تلاش کرنا۔ گھر کے در و دیوار کے لیے ویرانی کی بھیک مانگنا۔ اپنے جی سے گذر کر سحر کرنا اور بڑھتی شب غم کو مختصر کرنے کا یہ خود اذیتی تیور ایک مخصوص زاویۂ فکر و نظر کی دین ہے۔

عام طور پر فانی کے محرکات شعری میں غم و اندوہ یاس و حرماں، ناکامی و شکست خوردگی کا ذکر کیا جاتا ہے مگر ذرا غور کیجئے تو بات سطحی اندازوں سے آگے نہیں جاتی۔ غزل قرآن کی ترتیب کا نام ہے۔ اور غزل کے شاعر کی پردہ پسند نفسیات تک رسائی حاصل کرتے وقت صرف حجابات میں کھو جانا مناسب نہیں۔ انھیں 'یبوۂ عالم' "ہر وقت منہ بسورنے رونے والا" کہنے سے پہلے دیکھنا یہ ہوگا کہ جس شاعر نے اسی کثرت تلازمات غم کو اپنی شاعری میں برتا ہے۔ اس کی ذہنی سطح کیا ہے۔ مسرت و شادمانی سے اتنی بے نیازی اور خود شکنی کا ایسا بے محابہ اظہار صاف بتاتا ہے کہ فانی کی ذہنی سطح شعور کی ان حدوں کو چھو گئی تھی جہاں ایک غیر متزلزل اعتماد یقین اور حوصلہ اس کا ایمان بن چکا تھا۔ اور یہ اعتماد و حوصلہ اس مادی کامرانی و فتح مندی کی دین ہرگز نہ تھا جس کی حیثیت انسانی زندگی میں شعلۂ مستعجل سے زیادہ نہیں۔ یہ ظاہری نہیں باطنی سرمایا تھا۔ جو شکستوں اور محرومیوں کے ظاہری دل بیدار کو منتقل ہوتا ہے۔ دراصل یہی سرمایہ فانی کے تخلیقی عمل کا محرک ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فانی کے فنکارانہ احساس نے نامرادیوں کے آغوش میں آنکھ کھولی۔ جاگیردارانہ ماحول کی سخت گیریوں کے سائے میں بچپن گذرا تخلیقی سفر ابھی ابتدائی مرحلہ میں ہی تھا کہ والد بزرگوار جلال نے شعلوں پر چلنا سکھا دیا۔ اور یہ آگ کا کھیل ان کی فنکارانہ صلاحیتوں کے لیے گلزار خلیل بن گیا۔ عنفوان شباب کے حشر انگیز جذباتی المیہ کے توسط سے شمع زندگانی بھڑک اٹھی اور وہ تمال سوز غمہائے نہانی دیکھنے کی دعوت دیتے رہے۔ تلاش معاش کہاں کہاں نہ لیے پھری۔ معلمی سے وکالت پر آئے۔ کئی سال لکھنؤ، بدایوں، اٹاوہ اور آگرہ میں قسمت آزماتے اور شہر شہر خاک چھانتے پھرے۔ آخر ش حیدرآباد منتقل ہو گئے۔ جہاں مہاراجہ کشن پرشاد اور پرنس معظم جاہ جیسے فانی پرستوں کا دست سرپرستی بھی فانی کے ہاتھ کی لکیریں نہ بدل سکا اور مرتے دم تک وہ بے روزگاری، تنگی اور فاقہ کشی کی زحمتیں اٹھاتے رہے۔ معاشی زندگی کی بے ترتیبی اور جذباتی خودداری کی ٹوٹ پھوٹ ان کے سارے منصوبوں پر پانی پھیرتی رہی اور وہ قسمت سے صرف اتنا کہہ سکے

تیری خدائی میں ہوتی ہے ہر سحر کی شام
الٰہی اپنی سحر کی بھی شام ہو جائے

ہر ستم کا یہ تقاضا ہے کہ ہو فریاد بھی
اب تو جینا ہی پڑیگا شاد بھی ناشاد بھی

انھیں جو کچھ بھی ملا وہ ان کی حیثیت کو بچائے رکھنے کے لیے بہت کم تھا۔ اسی ذہنی کرب کے ہاتھوں فانی اندر ہی اندر ٹوٹتے رہے۔ بکھرتے رہے۔ ان کا باوقار زندگی گذارنے کا خیال چکنا چور ہوتا گیا۔ مگر خوددار تھے ضمیر کا سودا کرنا نہیں جانتے تھے۔ اس لیے خود کو سمجھوتوں کی منزل تک نہ لا سکے۔ اسی لیے دنیاوی اعتبار سے خسارے میں رہے۔ یہ ضرور ہوا کہ ظاہر اور باطن کی رسہ کشی نے ان کے داخلی وجود کو وہ تہذیبی رچاؤ بخش دیا۔ جو ابدی عظمتوں کی سجدہ گاہ بن گیا ان کا معیار تصور اتنا بلند ہو گیا کہ مادی زندگی کے سارے مظاہر ان کے لیے بے بضاعت ہو کر رہ گئے۔ وہ پھول نہ پا سکے لیکن پھول کی خوشبو میں رچ بس جانے کا چلن سیکھ گئے۔ یہی چلن ان کے فن کی آبرو ہے۔ ان سے پہلے شاید ہی کسی شاعر نے غم کی ایسی غمخواری کی ہو۔ درد کی اس دردمندی کے ساتھ برتا ہو۔ یہ دکھا دکھا لہجہ اردو غزل کی مہذب ادا ہے۔

انھوں نے برگزیدگی غم کی سراپا کسگاری میں خود کو لہولہان کر لیا ہے۔ مگر حکایات خونچکاں کی ساکھ نہ گرنے دی۔ زندگی پر ان کی گرفت ڈھیلی رہی تو وہ موت کی معصومیت پر ایمان لے آئے۔ اور اردو میں پہلی بار موت کو ایک نشۂ زندگی بنا کر پیش کیا۔

آج روز وصالِ فانی ہے
موت سے ہو رہے ہیں راز و نیاز

ادا سے آڑ میں خنجر کی منہ چھپائے ہوئے
میری قضا کو وہ لائے دلہن بنائے ہوئے

زندگی فانی سے اپنے بارے میں اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔

اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

کراہتا ماضی، سسکتا حال اور دم توڑتا مستقبل یہ تھا فانی کا مقدر اور مقدر کی اسی بھیانک سازش کے نتیجہ میں کوئی کم بساط ہوتا تو نہ جانے گمرہی کے کیسے کیسے فاصلے طے کر لیتا مگر یہ فانی کا وہ مہذب و شائستہ باطنی شعور تھا۔ جو سلگتی راتوں کا کرب اور دھوپ زدہ دلوں کی آنچ سہہ گیا اور شکستوں سے تعمیری تیور تراش لیے۔ فانی کے خوں آشام تلازمات شعری ان کے محرکات شعری سے کچھ ایسا محتاط فاصلہ بنائے رکھتے ہیں کہ ان کے فکری رویہ کا حسن نکھر جاتا ہے اور یہی حسن ان کے لب و لہجہ کا وہ وقار ہے جو سطح پر سطحیت کی نفی کرتے ہوئے انھیں میر و غالب کے سلسلے کی ایک اہم کڑی بنا دیتا ہے۔

(رامپور سے نشر)

پروفیسر وسیم بریلوی
چھوٹا دروازہ، بریلی (یوپی)

غزل

سلمان صہبا

مرے خواب ماضی کی [illegible]
خدا کے لیے اک جھلک [illegible]
گزرنے کو ہیں آندھیاں [illegible]
گھروں کے دیئے احتیاطاً بجھ [illegible]
گلستاں میں جن کی ضرورت [illegible]
وہ کانٹے مرے راستے میں [illegible]
نہ ہونے دیا حسن پنہاں کو [illegible]
مری احتیاطِ نظر کو دعا [illegible]
جنھیں زندگی سے محبت [illegible]
انھیں زندگی کا سلیقہ [illegible]
گلستاں کی تقسیم ہو [illegible]
وہ دیوار بننے سے پہلے گرا [illegible]
جو کلیاں سر شام [illegible]
انھیں رات کے [illegible]

فنکار اور اس کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر افصح ظفر

فنکار اور اس کی ذمہ داریوں کے دو دائرے ہیں۔ ایک دائرہ وہ ہے جسے ہم فن کی ذمہ داری کہتے ہیں اور دوسرا دائرہ وہ ہے جسے ہم سماج کی ذمہ داری کہتے ہیں۔ فن کی ذمہ داری سے فنکار کی شخصی شناخت کے علاوہ یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ فنکار وہی بہتر ہوتا ہے جو صرف اپنے فن پر توجہ کرتا ہے اور اس کی پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ سماج کی ذمہ داری سے بری الذمہ رہے۔ اس تصور کے تحت آرٹ میں آرٹ کا پہلو تراشنے کی جہت پیدا ہوئی اور آرٹ کی تفہیم کے دو گروہ سامنے آئے۔ ہم ان دونوں گروہوں کو فن برائے فن اور فن برائے زندگی کے خانے میں برسوں سے تقسیم کرتے چلے آئے ہیں ہم سب جانتے ہیں کہ آرٹ کی تفہیم کے ان دو دبستانوں نے بحث کے بے شمار دروازے کھولے ہیں۔ میں اس بحث کی تفصیلات بیان کر کے سمع خراشی نہیں کرنا چاہتا بلکہ میری کوشش یہ ہوگی کہ فنکار کی ذمہ داری کے پس منظر میں آپ کے سامنے کچھ ایسی باتیں پیش کروں کہ جس سے سچ مچ اس پہلو پر کچھ مثبت اندازے لگائے جا سکیں تاکہ تفہیم کے دونوں دائروں میں ہم آہنگی اور رشتے کی استواری کا بھرم قائم ہو سکے۔

اس سلسلے میں میں سوچتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ فن کار کی زندگی کی پہچان اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم فن اور فنکار کے ساتھ ذمہ داری کی اصطلاح کو اچھی طرح ایک وسیع تناظر میں نہ سمجھ لیں۔

فن اس انسانی تلاش کا نام ہے جو اسے حیات و کائنات کی کمی، زیادتی، عدم موجودگی اور ناہمواری کے سبب اس کی اپنی ذات میں پیدا ہوتا ہے۔ پانی، دھوپ، ہوا اور مٹی کے بنیادی عناصر اربعہ کی زیادتی اور کمی اس کے اندر ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ وہ انھیں یا تو دور کرنا چاہتا ہے یا ضرورت کے تحت قریب کرنا چاہتا ہے۔ عناصر سے قربت اور دوری اسے خیال، تصور اور ادراک کی ذہنی یا فکری سطحوں پر لے جاتی ہے اور وہ کبھی اپنی آواز سے، کبھی جسم کی حرکت سے اور کبھی ہاتھوں کی مدد سے رنگ بکھیر کر فطرت کی کمی یا بیشی پر اپنے طریقے سے اظہار کر کے اپنی تشنگی کی ہیئت کو سکون عطا کرتا ہے۔ چونکہ آرٹ کے وسیلے کئی ہیں، اسی لیے آرٹ ذاتی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ کچھ فن ذاتی ہیں اور کچھ اجتماعی یہاں پر ایک بات اور واضح کردوں کہ فن کی تخلیق انسانی شعور کے اپنے اپنے دور کی ارتقائی صورت حال سے متاثر ہو کر ظہور میں آتی ہے۔ انسانی سماج کے تہذیبی ارتقا میں فن شانہ بہ شانہ پرورش پاتا ہے۔ فن کے اظہار کو وہیں سند ملتی ہے جہاں تہذیب کے کچھ ناک نقشے نکل آتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تہذیب، تمدن اور ثقافت جیسی اصطلاحیں اسی وقت امتیاز حاصل کرتی ہیں جب انسان اپنی عقل و فراست سے امتیاز کرنا جان لیتا ہے۔ تمیز کی جبلت عقلی ہے اور یہ جبلت اچھے برے، خیر و شر اور خوبصورتی کے احساس سے نمو پذیر ہوتی ہے۔

فنکار کے ہاتھوں فن کی نشوونما کے مسئلے کو ہمیں تمیز کی اس جبلت کے سہارے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فن کار بھی چونکہ انسان ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس بھی حالات و کوائف کے وہی عام ذرائع ہوتے ہیں جو دوسروں کے پاس ہیں۔ لیکن فنکار اور عام انسان میں مقدار کا بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے، قدر کے مقدار کا فرق اتنا عظیم فرق ہے کہ ہم فنکار کو ہر عہد میں تہذیبی لحاظ سے اعلیٰ مقام دینے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب تک انسانی سماج اکہرا تھا یعنی اس کے ظاہر و باطن میں کم سے کم فرق تھا تو اس وقت فن کار کی صلاحیتوں میں الوہی شان کی جھلکیاں ملتی تھیں اور فنکار کا مقام دیوتا کا مقام بن جاتا تھا۔ لیکن جب یونانی علم و حکمت نے فکر و فن کا تجزیہ پیش کیا تو افلاطون کی ادھوری روایت سکہ رائج الوقت بن کر فن کی تفہیم کا دیومالائی بھرم توڑنے لگتی ہے۔ شعور و آگہی فن اور فنکار کا حصہ بننے لگتے ہیں اور فن کا تجزیہ ہونے لگتا ہے اور پھر اس قسم کے سوالات اٹھنے لگتے ہیں۔ فن کیا ہے؟ فن کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور اظہار فن ضروری کیوں ہے یا فنکار کیوں اپنی تخلیق کی دنیا میں مگن ہو جاتا ہے؟۔

دراصل یہ سوالات اس لیے ابھر کر سامنے آئے ہیں کہ فن کو دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ شاید اس کی تخلیق سے انسان کو براہِ راست فائدہ نہیں پہنچتا جیسا کہ سائنسی ایجادات سے وہ براہ راست مستفیض ہوتا ہے۔ ہوتا بھی یہی ہے کہ مصور تنہائی میں بیٹھ کر رنگوں کے امتزاج سے جس شے کی تخلیق کرتا ہے وہ عام مفاد کے لحاظ سے بے حد محدود ہوتی ہے۔ بس نظر کی تسکین ہو جاتی ہے۔ موسیقار اسی طرح کانوں کو محظوظ کر کے رہ جاتا ہے۔ شاعر اپنے الفاظ کو زبان کے اظہار کے نئے وسیلے سے سننے والوں کو تھوڑے عرصے کے لیے دلچسپی کے سامان فراہم کر دیتا ہے۔ گویا مختلف فنکاروں کی تخلیقات زندگی کے لمحات کو متاثر کر کے رہ جاتے ہیں مگر علم و حکمت کی طرح زندگی کو زماں و مکاں کے بھرپور تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اپنی جگہ پر بادی النظر میں یہ ساری صورت حال سچ بھی ہے اور صحیح بھی۔ پھر بھی یہ سچ کی ادھوری حقیقت ہے۔

انسانی زندگی بنیادی طور پر دو دنیاؤں میں سفر کرتی ہے ایک دنیا وہ جو ہم دیکھتے ہیں وہ جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ دوسری دنیا وہ جو ہر انسان کے اندر ہے۔ خارج اور باطن کی یہ دونوں دنیائیں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔ لیکن یہاں پر یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ یہ دونوں دنیائیں جب کبھی بھی ایک دوسرے سے کٹ کر رہ جاتی ہیں تو پوری انسانیت تباہی کے راستے پر چل نکلتی ہے۔ تاریخی طور پر جب کبھی انسانیت پر خارجیت چھاتی ہے تو ظلم بڑھتے ہیں۔ شہر اور قریے تباہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب باطن کی دنیا کا وزن بڑھ جاتا ہے تو فکر و فلسفہ اور فن میں گھپ اندھیرے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ رنگ کجلا جاتے ہیں اور سر اور لے زیر و بم سے آزاد ہو جاتے ہیں اور الفاظ کا آہنگ ٹوٹنے لگتا ہے۔ اس طرح اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بہترین فن وہ ہے جس کا اظہار خارج اور باطن کے حسین امتزاج سے ہوتا ہے۔

خارج اور باطن کا یہی امتزاج فنکار سے ذمہ داری کا تقاضہ کرتا ہے۔ اگر ہم احساس ذمہ داری کا تجزیہ کریں تو محسوس ہوگا کہ ذمہ داری کی اصطلاح دیکھنے میں جتنی ہلکی پھلکی معلوم ہو ورنہ اس میں قدروں کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ ذمہ داری کا احساس صدیوں کے تہذیبی اور ثقافتی کڑے کوس طے کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ فن انسانی تاریخ کے اس بشریاتی اور عمرانی سفر کا نام ہے جو انسان نے محنت کے شعور سے پایا ہے۔ اور اسے پانے کے لیے اس نے کتنے ہی مراحل طے کیے ہیں۔ فن کی تفہیم کے اسی تصور کی روشنی میں یہ پہلو نکلتا ہے کہ فن بیک وقت اظہار ذات بھی ہے اور اظہار کائنات بھی۔ یہ

مظاہر کی اگر ایک طرف بت پرستی کرتا ہے تو دوسری طرف یہ مظاہر کی بت شکنی پر بھی مجبور ہو جاتا ہے ۔ یہی وہ بغاوت ہے جو فنکار کو روایت کا مقلد بھی بناتی ہے اور اسے بغاوت پر اکسایا کرتی ہے۔ روایت بنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ایک ذمہ دار فنکار اظہار ذات کے جوش میں اسی طرح بغاوت نہیں کرتا کہ روایت کی کوئی کڑی برقرار نہ رہے، وہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے فن کی بدعت میں چراغ سے چراغ جلانے کی خوبیاں موجود رہیں۔

یہاں پر ایک وضاحت بے حد ضروری ہے فنکار کی ذمہ داری کے احساس سے یہ غلط فہمی عام طور پر ہوتی ہے کہ فنکار کے ذمہ دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے سماج یا معاشرہ کو ایک مصلح بن کر دیکھے یعنی اس کے فن میں کوئی نہ کوئی مقصد پنہاں ہونا چاہیے۔ اور فنون کی تاریخ میں اکثر و بیشتر دیکھا بھی گیا ہے کہ فنکار اپنے فن کے ذریعہ اپنے سماج کی اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایسے مسائل ایسے موضوعات اور ایسے خیالات پیش کرتا ہے جو کسی نہ کسی طرح کسی مکتب خیال کی نمائندگی کرتے ہیں۔ فنون کی دنیا کی اس قسم کی مثالوں کو دیکھ کر ایک گروہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے اصل فن وہ ہے جو اپنا سارا معاملہ دل سے رکھتا ہے۔ اس قسم کے تصور نے یہ کلیہ تراشا کہ فن اور فنکار کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو بس اتنی کہ وہ اپنے فن کا ذمہ دار ہو۔ اسے یہ نہیں سوچنا ہے کہ اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے۔ وہ شعر کہتا ہے۔ اس کے من میں کھلبلی ہوتی ہے اور وہ برش اٹھا لیتا ہے۔ اس کی روح بیتاب ہوتی ہے اور وہ نغمہ چھیڑ دیتا ہے۔ اپنی جگہ پر سارے لمحے درست ہیں اور یہ بات یقین کے ساتھ کہی بھی جا سکتی ہے کہ بہترین فن کا اظہار وہیں ہوتا ہے جب یہ لمحے فنکار کی گرفت میں آ جاتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ جی چاہنے، من میں کھلبلی ہونے اور روح کے پیچ و تاب کھانے میں بھی خارجی مظاہر کے اثرات فنکار کی احساسی قوت کو متاثر کرتے ہیں۔ کیونکہ زیر و بم، نقوش رنگ اور آہنگ جہاں قدرت کے مظاہر ہیں۔ وہاں وہ فنکار کے شعور اور تمیز کی بھی غمازی کرتے ہیں۔ یہ شعور اور تمیز وقت کے دھارے میں بہہ کر تجربے اور مشاہدے کی رکاوٹوں سے سبق سیکھتے ہوئے حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی ریاضت ہے جو وقت کے ساتھ عادت بنتی جاتی ہے۔ اسی لیے سطحی لحاظ سے ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ فنکار کا فن ایک آزاد پرندہ ہے۔ جہاں چاہتا ہے اڑ جاتا ہے۔ جہاں چاہتا ہے۔ اپنا آشیانہ بنا لیتا ہے لیکن ہم تھوڑی سی سنجیدگی سے سوچیں کہ احساس ہوگا کہ فنکار ایک آزاد پرندہ ضرور ہے مگر اس میں کبوتر کا گھریلو پن ہوتا ہے۔ اس کی آزادی پوری ذمہ داری کے ساتھ پابند بھی ہوتی ہے۔ وہ اس پابندی کو قیدی کی طرح نہیں برتتا بلکہ اپنے پورے ماحول

(آگے ص ۲۱ پر)

ہم نے کوشش کی

باس کو خوش کرنے کی

سید اعجاز الدین پاپولر

ہمارے حکیم سفارش علی بھی ماشاء اللہ ہیں بڑی خوبیوں کے آدمی زندہ دل، ہر وقت ہنسنے ہنسانے والے، اڑاتے رہتے ہیں بے پر کی دنیا کا کوئی علم اور فن ایسا نہیں ہے جس میں ٹانگ اڑاتے ہوئے ان کی ذات شریف کو ذرا بھی تامل ہو، حالانکہ صرف ہماری نہیں بلکہ پورے محلے بھر کی یہی رائے ہے کہ یہ حضرت ہر شعبہ زندگی میں بالکل صفر واقع ہوتے ہیں۔ مگر اس غلط فہمی کا کیا علاج آپ اپنے کو اپنے وقت کا بقراط سمجھتے ہیں اور ذہن میں جم گیا ہے کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جس کو میں انجام نہ دے سکوں۔ نپولین کی طرح آپ کی لغت میں بھی ناممکن کا مفہوم پیدا کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے، شاعر آپ ہیں، ادیب آپ ہیں، پہلوان آپ ہیں۔ موسیقی میں آپ کو مہارت حاصل ہے۔ کھانا بنانے میں شاہی باورچی بھی آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ کپڑا سینے کا آپ کو ایسا دعویٰ ہے کہ کیا کسی سات پشت کے درزی کو ہوگا کپڑا دھونے میں دھوبیوں کے کان کاٹتے ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ انجینیر ہیں، آپ وکیل ہیں۔ آپ ماہر سیاست ہیں آپ ملاح ہیں، آپ مصور ہیں۔ آپ فلاسفر ہیں اور آپ سب کچھ ہیں بس دیر اس کی ہوتی ہے کہ میاں سفارش علی کے سامنے کسی قسم کی کوئی بحث چھڑ جائے پھر دیکھیے آپ کا تجربہ، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص معلومات کا ایک موجیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ اور ان سے زیادہ معلومات دنیا میں کسی کو نہیں ہو سکتی۔

حکیم سفارش علی مرزا بے ہوش اوسان پوری کے پرانے ساتھیوں میں سے ہیں رات کے وقت وسیلہ چندجی اور حکیم سفارش علی مرزا بے ہوش اوسان پوری کے گھر پابندی سے جاتے ہیں اور رات دیر گئے تک وہاں بیٹھے رہتے ہیں ان کی باتوں کا موضوع کبھی سیاسی ہوتا ہے تو کبھی غیر سیاسی۔ ہر دن کی طرح آج بھی حکیم سفارش علی اور وسیلہ چندجی مرزا بے ہوش اوسان پوری کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ مرزا بے ہوش حکیم سفارش علی اور وسیلہ چندجی کو اپنی داستان سنا رہے تھے۔ کہہ رہے تھے اماں سفارش علی میاں ایک مرتبہ بھول چوک سے ہماری نوکری لگ گئی ہم نے اپنے باس کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ہمارا باس کسی طرح ہمارے جال میں پھنسنے کو تیار نہ تھے۔ ادھر ہم بھی کچھ کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہیں تھے۔ ہم نے ہر وہ کام کرنا شروع کر دیا جو ہمیں نہیں کرنا چاہیے تھا یعنی فرصت کے لمحات میں (یہ فرصت بھی جان بوجھ کر نکالتا تھا) اپنے باس کے بچوں کو پڑھانا اور شام کے وقت پابندی سے انھیں گھمانے لے جانا اور کبھی کبھی اپنے باس کے گھر کی ترکاری لانا وغیرہ وغیرہ جیسی خدمات انجام دیتا رہتا تھا۔ ایک دن ہماری بیگم صاحبہ نے کہا اجی سنتے ہو تم جو اتنا کام اپنے باس کے گھر کا کرتے ہو اس سے تمہیں کون سا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر ان سے کچھ فائدہ ہی حاصل کرنا ہے تو ان کی دعوت کر دو۔ ہم نے بیگم سے کہا تم نے ترکیب تو اچھی نکالی ہے آخر ہم نے اس کو ایک دن کھانے پر بلا ہی لیا۔ بس ایسا لگا جیسے وہ بھی رام ہو ہی گئے ہوں۔ لیکن ہمارے کیے پر پانی ہمارے بیٹے رشوت خاں نے پھیر دیا۔ ہوا یوں اور ہم کھانا کھا رہے تھے۔ میرا بیٹا رشوت خاں آگیا ہم نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہا رشوت خاں یہ میرے باس ہیں اور تمہارے انکل ہوئے۔ اب بیٹا سلام کرو اپنے انکل کو رشوت خاں نے سلام کیا۔ باس میری خاطر تواضع سے بہت خوش ہوا اسی بیچ رشوت خاں بول پڑا ڈیڈی یہ انکل تو بہت دبلے پتلے ہیں پھر آپ ان کو ہمیشہ گینڈا گینڈا کیوں کہتے ہیں یہ بات سن کر باس کھڑا ہو گیا اور غصے سے ہمیں دیکھنے لگا ادھر ہم بھی گھبرا گئے دوسرے دن اس نے ہمیں نوکری سے نکال باہر کھڑا کیا۔ بس جب ہی سے ہم یہاں دوستوں کی محفل جمائے بیٹھے ہیں۔

مرزا بے ہوش کی بات سن کر حکیم سفارش علی بولے۔ لیکن ہم نے اپنے باس کو ہمیشہ ہی خوش رکھا وہ ہم۔۔۔

ناخوش نہیں ہوا، مرزا صاحب ابھی حال ہی کی بات ہے۔

ہماری بیوی نے صبح اٹھتے ہی فرمان جاری کیا۔
اجی دیکھئے نا وہ چائے کی پتی تو ختم ہو گئی۔ میں نے جھنجھلا کر کہا میں تو کل ہی لے کر آیا تھا اس چائے کی پتی کا کیا ہوا۔ کہنے لگی کل میری کچھ ملنے والیاں آگئی تھیں سب نے ان کو پان دیا تو تمباکو ندارد تھا میں نے اپنی خفگی مٹانے کے لیے چائے کی پتی پیش کر دی سب ہی عورتیں بڑی رغبت سے اس پتی کو دیکھ کر کہنے لگیں۔ بہن جی یہ تمباکو کہاں سے منگایا ہے۔ میری بیوی نے کہا زمانہ ترقی کر رہا ہے تمباکو والوں نے بھی ترقی کرتے ہوئے اس کی پوزیشن تبدیل کر دی۔ میں نے بیوی سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ تنخواہ میں ابھی دس روز باقی ہیں اور ادھر اپنا پاس بھی کچھ نالاں ہے پیسے کہاں سے آئیں۔ بیوی نے کہا ایسا کرو کہ دوکاندار سے قرض لے آؤ۔ میں نے بیوی سے کہا دوکاندار سے میں تو نہیں لا سکتا۔ کیونکہ دوکاندار بہت کڑوا ہے یہ کوشش آپ ہی فرمائیں کیونکہ آپ کی صورت دیکھ کر شاید دوکاندار کچھ نرم پڑ جائے ہماری بیوی بولی معاف کیجئے میں کبھی ایسا نہیں کر سکتی۔ [illegible] صاحب اس چکر میں ہمیں صبح کی چائے بھی نصیب نہ ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی تو ساڑھے نو بج چکے تھے۔
اوہ ... میرا تو کارخانے کا وقت ہو گیا۔ سائیکل لے کر سیدھا کارخانے پہنچا دل میں خیال کیا شاید باس کچھ ایڈوانس ہی دے۔ لیکن وہاں جا کر سر چکرا گیا گیٹ بند تھا اور تمام کارکن مل کے باہر کھڑے ہوئے شور مچا رہے تھے۔ ہماری تنخواہ بڑھاؤ کام کا وقت گھٹاؤ میں پریشان تھا کہ اگر ہڑتال میں حصہ نہیں لیتا ہوں تو اپنے ورکروں میں غدار کہلاؤں گا اگر شامل ہوتا ہوں تو باس کی تیز نگاہیں مجھے تلاش کر لیں گی۔ پیٹ میں چوہے قلابازیاں کھا رہے تھے۔ اور آنتیں قل ھو اللہ پڑھ رہی تھیں میں نے باس کو دیکھا اور قریب جا کر کہا جناب والا ان کارکنوں کی مانگیں پوری کیوں نہیں کرتے [illegible] نے کہا یہ بھی کوئی طریقہ ہے اگر کام کا وقت کم رہے گا اور مزدوری زیادہ دی جائے گی تو کارخانہ ٹھپ ہو کر رہ جائے گا میں نے اپنے باس سے کہا اس وقت کی ہڑتال کو روکنے کا ایک ہی طریقہ سمجھ میں آرہا ہے باس کی باچھیں کھل گئیں۔ اور بہت ممنون نظروں سے دیکھتا ہوا بولا اگر کوئی طریقہ آپ کے پاس ایسا ہے تو بیان کیجئے کارخانہ کا نقصان بھی نہ ہو اور یہ ہنگامہ بھی ختم ہو جائے۔ میں نے کہا آپ اعلان کر دیں کہ ہم تمہارے مطالبات پر غور کر رہے ہیں۔ اپنے کام پر واپس آؤ اپنا تحریری بیان داخل کرو ایک ہفتہ کے اندر اندر ہم تمہارے مطالبات منظور کر لیں گے۔ وقتی طور پر ایسے وعدہ کرنے سے بھلا کیا فرق پڑے گا۔؟

ہمارا باس بولا یار خادم علی تم نے تجویز تو اچھی رکھی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کا اعلان اگر تم بحیثیت ایک ورکر کے کر دو گے۔ تو تمہارا اثر زیادہ پڑے گا۔ میں نے باس سے کہا جناب عالی آج صبح گھر میں پتی نہ ہونے کی وجہ سے چائے بھی غائب تھی کیا خالی پیٹ بیان کروں گا باس نے کہا تم فکر نہ کرو تمہارا پیٹ چائے سے نہیں بلکہ اور کچھ لوازمات کے ساتھ بھر دوں گا۔

میں نے کہا جناب عالی کا پہلا وار مجھ پر ہی ہو گا۔ میں نے تو ورکروں کو دھوکا دینے کے واسطے یہ تجویز سوچی تھی کیا معلوم اس جال میں پھنس جاؤں گا اگر آپ کی نظر عنایت ہو جائے اور میری آنتیں سکون پائیں تو ان تمام ورکروں کو خاموش کر سکتا ہوں باس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور بڑی خوشی سے ایک سو کا نوٹ مٹھی میں دبا کر مجھ سے مصافحہ کے طور ہاتھ ملایا ہاتھ کا ملنا تھا کہ آنتیں بھی خوش ہو گئیں اور پیٹ میں بھی سکون پیدا ہو گیا۔ میں بھی اپنی مٹھی بھینچے ہی اپنے ہاتھوں کو کوٹ کی جیب میں لے گیا اور پھر ایک تقریر ورکروں کے سامنے جھاڑ دی ورکر میری تقریر سن کر مطمئن ہو گئے یکایک مل کا دروازہ کھل گیا ہمارا باس خوش ہو کر اپنے ورکروں کا استقبال کر رہا تھا اور ہم اپنی جیب کی گرفت مضبوط کر رہے تھے۔
آخر ہم نے کوشش کی باس کو خوش [illegible] اور وہ خوش ہو گیا۔

(اردو سروس سے نشر)

سید اعجاز الدین پاپولر
۲۳۲، نظام کا نج [illegible]م علی، میرٹھ (یو پی)

بقیہ :- فنکار کی ذمہ داریاں

[illegible] تا اور پرکھتا رہتا ہے۔ لفظ ماحول یا (environment) مقصدی تنقید کے تحت نہیں کہا جا رہا ہے۔ ماحول کے لفظ سے نہ ہنگامی صورت حال کی بات کی جا رہی ہے نہ کسی انقلابی نعرے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ دراصل اس لفظ کے استعمال سے مقصد صرف یہ کہنا ہے کہ ماحول معاشرے کا وہ خمیر ہے جو فنکار سے اس نگاہ کا تقاضہ کرتی ہے کہ جس شعور کے بعد فن کا مواد ماضی حال اور مستقبل کے اٹوٹ سلسلے کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور جب بھی فنکاروں نے اپنے اپنے میڈیم سے اس ذمہ داری کو نبھایا ہے تو اس وقت فن کی دنیا میں نئی نئی راہیں نکلی ہیں اور فن محترم بنتا چلا گیا ہے۔ فن کی عظمت اور فن کار کی محنت اس طرح ذمہ داری کے دونوں دائروں میں محصور ہو کر فکر و فن کے چھلے بناتی چلی جاتی ہے اور یہی خوبی فنکار کی ذمہ داری کی آخرش ضمانت بن جاتی ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

ڈاکٹر افصح ظفر
دارالسلام
وہائٹ ہاؤس کمپاؤنڈ، گیا (بہار) ۸۲۳۰۰۱

۱۹۹۱ء

گھنی چھاؤں کا اجالا

ڈاکٹر محمد یعقوب عامر

گھنی چھاؤں اب اُن پیڑوں کی مجھ کو یاد آتی ہے
کہ جن کے سائے میں میرے لیے ہر سو اجالا تھا
تمنا رنگ رکھتی تھی
قدم ہنگامہ آرا تھا

کشادہ قلب میداں میں وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی
نہ آویزاں تھی دروازوں پہ کوئی نام کی تختی
قد و قامت نظر آتا تھا سب کا ان کے چہروں سے
میں ان چہروں سے واقف ہوں
کہ ان کی جھیل سی آنکھیں
نظر میں تولتی رہتی تھیں میرے حال و ماضی کو

مرے ننھے خیالوں میں مرے گھر کی
پچاسوں سال کی عظمت کے گہرے نقش روشن تھے
تمنائیں سبھی کی ان دنوں تھیں
میرے روز و شب کا گہوارہ

یہ تاریکی ابھرتی ہے جواب ہر روز سورج سے
مجھے اس دُور افتادہ زمیں کی چوڑی سڑکوں پر
مجھے اس جگمگاتے شہر کے انجان موڑوں پر
مجھے پہلو بدلتے وقت کے پُرشور دھاروں پر
نظر آتی ہے ہر لمحہ کسی آسیب کی صورت

مرے اعصاب میں گہرا تشنج کیوں اُبھر آیا
زمین و آسماں میں
زرد آندھی کا تموج کیوں ابھر آیا

جھلستی جا رہی ہے کیوں فضا کی ریشمی چادر
جلے جاتے ہیں کیوں میرے حسیں افکار کے شہپر
سنہری آبگینہ جسم دہاں کا کیوں چٹختا ہے
میں جب اٹھتا ہوں گھبرا کر
تو کیوں طوفان اٹھتا ہے

یہ تاریکی ابھرتی ہے جواب ہر روز سورج سے
گھنی چھاؤں اب ان پیڑوں کی مجھ کو یاد آتی ہے
اجالا ذہن تک آتا ہے جاں تک کیوں نہیں آتا
وہ بستی آج بھی ہو گی اُدھر میں کیوں نہیں جاتا

(اردو مجلس، دہلی، سے نشر)

IX ایشیائی کھیل
دھلی ۱۹۸۲

۱۹ نومبر — ۴ دسمبر

★ دنیا میں ماسوائے ڈنمارک، انگلینڈ اور سویڈن کے ایشیائی اقوام کو بیڈمنٹن کا بہترین کھلاڑی سمجھا جاتا ہے۔ اس فہرست میں ابتدائی دس ممالک ایشیا سے تعلق رکھتے ہیں انڈونیشیا اور چین اس میں سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ بھارت، ملیشیا، جاپان اور تھائی لینڈ کا شمار بھی بیڈمنٹن کے اچھے کھلاڑیوں میں ہوتا ہے۔

★ ابتدائی دور میں ضاعانہ صلاحیت، چھوٹا بوجہ لگانا اور چالاکی و دستکاری کھیلوں کے اہم عناصر سمجھے جاتے تھے۔ اس کے بعد کھیلوں میں رفتار اور طاقت کا دخل ہوا۔ اس کے بعد طاقت، رفتار اور دستکاری کا امتزاج شامل ہوا۔ لیکن جب سے چین نے اسپن (Spin) سروس کا استعمال شروع کیا ہے، کھیل کا نظریہ بدل گیا ہے۔ دیگر ممالک میں اس سلسلے کے تجربات جاری ہیں، اور کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل میں کھیل کی شکل کیا ہوگی۔

★ بیس سال کے طویل تعطل کے بعد اس سال سے انٹر زونل ہاکی چیمپین شپ شروع کی جارہی ہے۔ پانچ زون، نارتھ، ایسٹ، ساؤتھ، ویسٹ اور سینٹرل زون کے درمیان مقابلے ستمبر میں دہلی میں منعقد ہوں گے۔ اس چیمپین شپ کے دہلی میں انعقاد کو ایشیائی کھیلوں کی ڈریس ریہرسل کہا جاسکتا ہے۔

★ ایشین گیمز ولیج کامپلکس میں ۵۳ میٹر کی بلندی پر ایک گول ریسٹورنٹ بنایا جائیگا پانی کی ٹینک کے اوپر واقع یہ ریسٹورنٹ جس میں ۲۰۰ افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہوگی۔ ملک میں اپنی نوع کا پہلا ریسٹورنٹ ہوگا۔

ریسٹورنٹ کی چوٹی پر ایک ڈسکو تھک، اور ایک ویونگ گیلری بھی ہوگی۔ بلندی سے شہر کا نظارہ کرنے والوں کے لیے ٹیلی اسکوپ نصب کیا جائے گا۔ اس ڈھانچے کی چھت فائبر گلاس کی بنی ہوگی جس میں روشنی کا انتظام ہوگا جس سے رات میں اس کی دلکشی میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس ریسٹورنٹ تک جانے کے لیے خودکار زینوں کے علاوہ لفٹیں بھی مہیا ہوں گی۔

★ دہلی کے ایشیائی کھیلوں کو ٹیلی فون کی سہولت مہیا کرنے کے لیے دہلی ٹیلی فونز مختلف سائٹ کے ۴۸۰ کلو میٹر تار بچھائے گا۔

★ ایشیائی کھیلوں کی فٹ بال چیمپین شپ میں چوبیس ممالک کی شرکت متوقع ہے۔ میچ امبیڈکر، ماڈل ٹاؤن اور نہرو اسٹیڈیم میں کھیلے جائیں گے۔

★ فٹ بال کے ۲۹ کھلاڑیوں کو قومی کھلاڑی قرار دیا جاچکا ہے ان کھلاڑیوں میں سے ہر ایک کو فروری ۸۲ سے ایشیائی کھیلوں کے اختتام تک دو ہزار روپے ماہانہ دیا جائے گا۔ کھیل منعقد ہونے تک یہ کھلاڑی صرف بھارت کے لیے کھیلیں گے۔ اور اس دوران ان کو اپنے کلب یا دفتر کی جانب سے کسی ٹورنامنٹ میں شرکت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

★ جونیر انڈین ہاکی ٹیم کے ۱۸ کھلاڑیوں کو ایک بھی ادارے (مودی) نے ڈیڑھ ہزار روپے ماہانہ کے وظیفے پر تین سال کے لیے بھرتی کرلیا ہے اس کے بعد ان کو مکمل طور پر ادارے میں ملازمت دیدی جائے گی۔ ۸۳-۱۹۸۲ کے بجٹ میں منصوبہ کے علاوہ ۲۲/۶۱ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

۸۳/۵۴۷ کروڑ روپے کے متوقع اخراجات میں سے ۲۲/۹۴ کروڑ روپے ۱۵ فروری تک خرچ کیا جاچکا تھا۔

(ایشین گیمز سیل — آل انڈیا ریڈیو)

نیشنل پروگرام

علاقائی اور سگم سنگیت

پی سوشیلا اور جیا چندرن کا گائن: یکم جولائی رات ساڑھے نو بجے

پلے بیک سنگر پی سوشیلا نے کلاسیکی موسیقی کی تربیت دوارام وینکٹ سوامی نائیڈو اور مسرّی سبرامنیا ایر کی رہنمائی میں حاصل کی۔

وہ گذشتہ ۳۲ سال سے جنوبی ہند تامل، تیلگو، کنڑ اور ملیالم زبانوں میں گاتی آرہی ہیں۔

پی جیندرن نے موسیقی کی تربیت اپنے والد روی ورماتمپورن سے حاصل کی۔ انہیں ۱۹۷۲ میں کیرالا اسٹیٹ ایوارڈ اور ۱۹۷۸ میں بہترین پلے بیک سنگر کا ایوارڈ مل چکا ہے۔ اب تک وہ ملیالم، تیلگو، تامل اور کنڑ زبان کی فلموں میں تقریباً دو ہزار گیت گا چکے ہیں۔

ڈی کے پٹامل کا گائن: ۳ جولائی رات ساڑھے نو بجے

ڈی کے پٹامل کا شمار کرناٹک موسیقی کے صف اول کے فنکاروں میں کیا جاتا ہے موسیقی کی تحصیل علم انھوں نے امبی دکشی تار، ٹی ایل وینکٹ راما ایر، ودیالیہ نرسمہالو نائیڈو پاپانسم شون، پی سامباموتی اور پاپا ودرا ایاجاری جیسے فنکاروں سے کیا۔

ان کا انداز فن دلکش بھی ہے اور ساتھ میں متاثر کن بھی۔ وہ دکشی تار اور سیا ما شاستری کی رچناؤں کو بہت خوبصورتی سے پیش کرتی ہیں۔ ان کی فنکاری کے اعتراف میں انھیں متعدد اعزازات سے نوازا جاچکا ہے۔

شنو کھورانہ کا گائن: ۱۰ جولائی رات ساڑھے نو بجے

ملک کی نامور گائیکہ شنو کھورانہ نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم گوالیار کے پروفیسر گھوناتھ راؤ ملکاؤنکر سے حاصل کی اور بعد میں استاد مشتاق حسین خاں سے، جن کو سہسوان/رامپور گھرانہ کی خیال گائیکی کا ایک ستون سمجھا جاتا ہے اسباق موسیقی حاصل کیے۔ اس کے علاوہ ماہر فن موسیقی ٹھاکر جے دیو سنگھ سے بھی رہنمائی حاصل کی۔

شنو کھورانہ کا بنیادی فن خیال گائیکی ہے جس کو وہ روایتی رچناؤں، راگوں کی منظم بندشوں اور عنایت کی باریکیوں کو برقرار رکھتے ہوئے پیش کرتی ہیں۔

شنو کھورانہ نے اوپیرا گانے میں بھی کلاسیکی موسیقی کا استعمال کر کے کافی نام کمایا ہے۔

افسانہ

پہلی کتاب

قاضی محمد انیس الحق

آج کے ہر نوجوان کی طرح جمیل کو بھی لکچرر بننے کے لئے بہت ہی مشقت اور محنت کرنی پڑی تھی۔ لکچرر رہنے کے بعد بھی وہ اپنی مشقت اور محنت جاری کئے ہوئے تھا۔ آخر پانچ سال کی انتھک محنت اور مسلسل قربانیوں کے بعد اس نے ایک بڑی کتاب لکھ ڈالی تھی۔ اس کو کامل یقین تھا کہ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد اس کی زندگی کی راہیں کھل جائیں گی اور وہ آگے بڑھتا ہی چلا جائے گا۔

اس کے سامنے تو سب سے بڑا مسئلہ تھا وہ اس کتاب کی اشاعت کا تھا۔ ایک ہزار صفحوں کی کتاب اور وہ بھی تنقیدی ساتھ ہی ساتھ نیا مصنف۔ کوئی ناشر اس کتاب کو شائع کرنے کو تیار نہیں تھا۔ سرکاری ادبی اداروں سے جو رقم ملنے کی امید تھی وہ بھی اتنی کم تھی کہ وہ اس کتاب کی جلد بندی کے لیے بھی ناکافی تھی چھوٹے بھائی بہنوں کے اخراجات کے بعد اتنی بڑی رقم جمع کرنے کی جمیل میں سکت نہیں تھی۔ وہ پریشان حال ہر روز اس کتاب کو شائع کرنے کی تدبیریں سوچتا رہا۔ شہر میں سردی کی لہر آئی ہوئی تھی وہ اپنے گھر کے سامنے والے کمرے میں بیٹھا ان ناشروں کے خطوط پڑھ رہا تھا جن کو وہ دسوں بار پڑھ چکا تھا۔ اتنے میں اسے شاہد صاحب اپنی توند سنبھالتے، ٹھنڈ کا مقابلہ کرتے سڑک سے گزرتے نظر آئے۔ شاہد صاحب بنگلور کے بہت سے ادبی اداروں کے سرپرست تھے۔ اور برسر اقتدار لوگوں سے بھی ان کی بہت بنتی تھی۔ ان کو ٹھنڈ میں دیکھ کر جمیل باہر کی طرف لپکا۔ اور بہت ہی انکساری سے آداب بجا لایا۔

اوہ تم۔ شاہد صاحب نے جمیل کے آداب کا جواب دئے بغیر کہا۔

قبلہ آپ آج یہاں کیسے؟ اس ٹھنڈ میں؟ جمیل نے ٹھنڈ کی شدت سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بہت ہی دھیمی آواز میں کہا۔ وہ میں! ہی ہی ہی، شاہد صاحب اپنی توند پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے۔ میری گاڑی..... ہی ہی ہی خراب ہو گئی ہے۔ ڈرائیور میکانک کو لانے گیا ہے۔ ہی ہی ہی.....

آپ جب تک ہمارے یہاں بیٹھئے۔ اس سردی میں آپ کہاں پیدل جائیں گے۔ جمیل نے کہا۔

ہاں ہاں۔ ہی ہی ہی... چلو

جمیل نے ان کو اپنی کتاب کے بارے میں ساری باتیں سنائیں اور ڈائری کے سارے صفحات الٹ ڈالے۔

ایک بڑے مدبر کی طرح وہ اس کی باتیں سنتے رہے۔ اور بیچ بیچ میں امداد کا وعدہ بھی کرتے رہے۔ اتنے میں سڑک پر ان کی گاڑی آتی ہوئی نظر آئی، انھوں نے کمرے ہی سے ڈرائیور کو آواز دے کر گاڑی کو رکوایا اور جمیل کو پھر یقین دلا کر کہ وہ اس کی مدد کریں گے۔ چلتے بنے۔

اس واقعہ کے دو ہی تین دن گزرے ہوں گے کہ شاہد صاحب پھر جمیل کی ڈیوڑھی پر حاضر تھے۔

جمیل نے ان کو دیکھتے ہی سناٹے میں آگیا۔ اس کو اپنی قسمت پر یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ شاہد صاحب اس کے یہاں آجائیں گے۔

ہی ہی ہی، انھوں نے باہر ہی سے جمیل کو دیکھ کر کہا۔ بات یہ ہے کہ میں نے فضل اللہ صاحب سے تمھاری کتاب کے بارے میں ہی ہی ہی کر لیا ہے۔ تم ابھی میرے ساتھ چلو وہ ہی ہی تم سے ملنا ہی ہی ہی۔

مجھ سے۔ جمیل بے یقینی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

فضل اللہ صاحب ہی ہی ہی نے تمھیں بلایا ہے۔

فضل اللہ صاحب بڑے تپاک سے ملے۔ انھوں نے جمیل کی محنت کی بڑی تعریف کی۔ اور وعدہ کیا کہ وہ اس کی کتاب شائع کرانے کے لئے ساری رقم دے دیں گے۔ جمیل کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے، شکریہ ادا کرے یا فضل اللہ صاحب کے پاؤں پر سر رکھ دے۔ وہ اسی کشمکش میں تھا کہ شاہد صاحب نے فضل اللہ صاحب سے معافی مانگتے ہوئے کہا۔

ہی ہی ہی۔ اگر آپ برا نہ مانتے تو ہی ہی ہی۔ جمیل جیسا لڑکا ہی ہی وہ خاموش ہو گئے۔

جمیل بڑی ممنون نگاہوں سے شاہد کو دیکھنے لگا۔

کہئے کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئے ہاں ہاں کہئے فضل اللہ نے شاہد سے کہا۔

بات یہ ہے ہی ہی ہی بڑی جرأت کر رہا ہوں۔ ہی ہی ہی اگر آپ جمیل کو داماد بنا لیں۔ ہی ہی ہی۔

شاہد کی اس بات پر جمیل چونک اٹھا۔ فضل اللہ جمیل پر اس جملے کا ردعمل دیکھنے لگے۔ محفل پر ایک سکوت تھا۔ جمیل کچھ کہنا چاہتا تھا مگر شاہد نے سکوت توڑتے ہوئے کہا۔ شکیلہ ماشاء اللہ خوبصورت لڑکی ہے۔ پڑھی لکھی ہے اور جمیل بھی ہی ہی ہی..... آپ اس بات پر غور کر لیجیے ہی ہی ہی۔ شاہد یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی جمیل اور فضل اللہ بھی۔

تین دن شاہد صاحب کی اس پیش کش پر کئی دنوں تک سوچتا رہا۔ اس کا کام۔ اس کی ادبی زندگی۔ اس کا گھر۔ فضل اللہ کے گھر کا ماحول۔ اخلاقی اقدار۔ مجبوری۔ غربت۔ دولت۔ کتاب۔ مستقبل۔ رقیب۔ آخر اس نے شاہد صاحب کی رائے سے اتفاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فضل اللہ تو پہلے ہی سے راضی ہو چکے تھے۔

جمیل کی منگنی شکیلہ سے ہوئے سات مہینے ہو گئے تھے۔ اب بنگلور میں اس کی عزت ادبی حلقوں کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ہونے لگی تھی۔ ایک طرف کتاب کی کتابت ہو رہی تھی پروف پڑھنے کے بعد طباعت بھی ساتھ ہی چل رہی تھی۔ اس نے کتاب کے اجراء کے بعد ہی شادی کی شرط رکھی تھی۔

جون کا مہینہ بنگلور میں بہت سہانا ہوتا ہے۔ خاص کر اس کی ٹھنڈی شامیں انسان کو جنت کی فضاؤں کی نظیر دیتی ہیں۔ جمیل ایک ہوٹل کے چمن میں بیٹھا کافی سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اور کتاب کے سرورق کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سامنے سے اس کو نصیر آتا دکھائی دیا۔ جو اس کو دیکھ کر اس کی طرف آرہا تھا۔

نصیر بیالوجسٹ تھا، دہرہ دون میں ایک سال کا کورس کرنے کے بعد وہ حال ہی میں بنگلور واپس ہوا تھا۔ وہ جمیل کا کالج فیلو تھا۔

علیک سلیک کے بعد وہ جمیل کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمیل کافی کا آرڈر دینے کے بعد نصیر کو دیکھے جا رہا تھا مگر بات حلق سے نکل نہیں پا رہی تھی۔

کیا بات ہے۔ جمیل نے کہا۔ کیا بات ہے تم کچھ نروس سے لگ رہے ہو۔

اوں۔ نصیر اس سے آنکھ ملا کر چرائے ہوئے پھر خاموش ہو گیا۔

کیا کوئی شوق کی بات ہے؟ جمیل نے مسکرا کر کہا۔

نہیں! نصیر نے کہا۔ اگر تم برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں۔

ارے بھائی پوچھو نا! شرما کیوں رہے ہو۔ کیا یہی نا کہ میں فضل اللہ صاحب کی لڑکی شکیلہ سے شادی کر رہا ہوں۔

ہاں ہاں وہی۔ نصیر نے کہا

یہ بات تو بہت پرانی ہے۔ کتاب آتے ہی شادی کر لوں گا۔

کون سی کتاب؟ نصیر نے چونک کر کہا۔

میری پہلی کتاب۔ جس کے بارے میں تم جانتے ہو۔

جمیل نے بڑے اعتماد و تمکنت سے کہا۔
مگر شکیلہ کو تم جانتے ہو۔ نصیر نے بڑی دھیمی آواز میں کہا۔ وہ ان کی دہری دولت ہے۔
ہاں ہاں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں جمیل نے کہا۔
مگر وہ ماں بننے والی ہے۔ تم نے تو اس کو حاملہ دیکھا ہے۔ اور......

نصیر نے ایسا محسوس کیا کہ ایسا لگا گویا اس کی روح اپنے جسم سے نکل کر کہیں انجانے مقام کی طرف پرواز کر رہی ہے۔ اور صرف ڈھانچہ رہ گیا ہے۔ اور نصیر کی روح اب اس کے جسم میں داخل ہو کر شاہد فضل اللہ کا خون پینے سے بے چین ہو رہی ہے۔ جمیل نے اپنے مسودے کو بکھیر دی۔ اس کو اس کی پہلی کتاب کے بکھرے ہوئے اوراق نظر آنے لگے۔ اس نے مسکراہٹ بکھیر دی۔ ان بکھرے اوراق کو جمع کرنے لگا۔ پھر اس نے نصیر کی روح کو اپنے اندر سے نکال کر اپنی روح کو گرفت کر لیا۔ دونوں طرف سکوت تھا۔ سارا ماحول سنسان تھا۔

جمیل نے اپنے حواس کو جمع کرنے میں پوری پھرتی دکھائی اپنے پیلے چہرے پر مسکراہٹ کو پھر سے بکھیر دیا۔ اس پر شاہد کی مہربانیاں عریاں ہوئی تھیں۔

اور نصیر کی جانب جھک کر کہنے لگا:

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے اس بات کا پتہ نہیں ہے۔ مجھے بات معلوم تھی فضل اللہ صاحب شکیلہ کو اس کے حمل پر اس کا خون کر دینا چاہتے تھے۔ مگر میں نے ایک اچھے ادیب کا ثبوت دے کر ان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور اپنے آپ کو ان کی خاطر پیش کیا۔ چوں کہ میری کتاب آنے والی تھی اس لئے شکیلہ کو لندن بھیج دیا گیا تاکہ ابارشن نہ کرائے اور شہر والوں کو پتہ نہ چلے۔

کیا میں نے ٹھیک نہیں کیا؟ جمیل نے پوچھا۔

نصیر جمیل کے ڈرامے سے اتنا متاثر ہو چکا تھا فوراً کہہ اٹھا۔ تم نے تو ایک عظیم کام کیا ہے۔

ہے نا عظیم۔ تم اس راز کو راز ہی رکھو کیوں کہ دنیا گندگی کو پسند کرتی ہے اور قربانیوں پر کیچڑ اچھالتی ہے۔

نصیر جمیل کی قربانی پر نثار ہو کر کافی پینے میں مصروف ہو گیا اور جمیل اپنی "پہلی کتاب" کے اجراء کی تیاری میں کھو گیا۔

(لکھنؤ سے نشر)

تیسرا مرحلہ

عشرت ظہیر

رات کا ابھی ایک پہر باقی ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے بہت چاہا کہ کروٹ بدل کر سو جاؤں، لیکن اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا نیند میری آنکھوں سے اُچٹ چکی تھی۔ آخر چت لیٹے لیٹے میں نے اپنی آنکھوں کو جنبش دے کر کمرے میں چاروں طرف جائزہ لیا۔

پورے کمرے میں ٹھنڈی، لطیف اور دلنشیں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے چاند کی شیتل، لطیف اور خوابناک روشنی کو دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا۔ بالکل انجانی اور اندیکھی خوشی، جو میری اپنی تھی۔ اور جس پر میرا اختیار تھا اور جہاں کسی دوسرے کا گذر نہ تھا۔

میرے بغل میں شہناز سو رہی ہے۔ میں ہاتھ بڑھا کر اسے چھو سکتا ہوں، محسوس کر سکتا ہوں۔ میں نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ پُر سکون ہے، اس کے چہرے پر حیرتناک طمانیت چمک رہی ہے۔ میں سوچتا ہوں، اتنا سکون، اتنی طمانیت کچھ لوگ کہاں سے پاتے ہیں؟ کیا سوتے ہوئے میرے چہرے پر بھی ایسی ہی طمانیت اور سکون کی چمک جاگتی ہے؟

میں کھلی ہوئی مغربی کھڑکی کے پار دیکھتا ہوں۔ بڑا سا روشن، نکھرا ہوا اور مسکراتا ہوا چاند سامنے ہے۔

اچانک مجھے ایسا لگا، جیسے مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ اور جیسے میں نے لاعلمی کے امنڈتے ہوئے سمندر میں عرفان کا جزیرہ پا لیا ہے۔ اور میں نے اپنے خوابوں کو تسخیر کر لیا ہے۔ میں بے حد خوش ہوں۔ میرے چاروں طرف خوشیاں ہیں، مسرتیں ہیں۔ لطیف اور نازک خوب صورت اور فرحت بخش نظارے ہیں۔

میں چاہتا ہوں، ان خوب صورت، لطیف اور سحر آگیں نظاروں سے حاصل ہونے والے انبساط میں شہناز کو بھی شریک کر لوں۔

میں دھیرے سے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں اسے چھوتا ہوں، محسوس کرتا ہوں، پھر دھیرے دھیرے اسے جگاتا ہوں۔

وہ آنکھیں کھول کر میری طرف حیرت سے دیکھتی ہے۔

مجھے لگتا ہے، وہ میری آنکھوں میں جھانک رہی ہے۔ جیسے برسوں پہلے وہ جھانکا کرتی تھی۔ پھر اس نے پوچھا۔ بالکل اسی انداز اور لہجے میں جیسے برسوں پہلے میں پوچھا کرتا تھا۔

"میری آنکھوں میں کیا ہے؟"

"آپ کی آنکھوں میں نیند ہے۔ چلیے سو جائیے۔"

اس کی آواز میں تحکم تھا، کرختگی تھی۔ سفاکی تھی اور خون اور دہشت کا ایک بھیانک سلسلہ تھا

"ہاں —— میری آنکھوں میں نیند ہے۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں سونے کے لیے یہاں آیا ہوں پچیس سال کے بعد مٹی کی کشش کے سوا کون تھا جو مجھے کھینچ کر لا سکتی تھی۔! میں سو جاؤں گا، جلد ہی سو جاؤں گا ——" بولتے بولتے مجھے لگا، جیسے حلق میں کوئی چیز اٹک گئی ہو۔

"آپ نے تو بات کا بتنگڑ بنا ڈالا۔ اکثر کہتی ہوں آپ کو سکون کی ضرورت ہے۔ خوش رہنے کی ضرورت ہے۔ فکر سے جتنا دور ہوں گے، زندگی اتنی قریب آئے گی۔ آپ ہیں کہ سوچنے سے باز نہیں آتے۔ ہر بات کو کھینچ کر زندگی سے دور، موت کی سرحد تک لے جاتے ہیں۔ کیا یہ آپ کے لیے اچھا ہے؟"

"اچھا —— سونے کی کوشش کرتا ہوں" میں نے دھیرے سے کہا تاکہ بات یہیں پر ختم ہو ورنہ جانے کب تک وہ بولتی رہتی۔ میں جانتا ہوں وہ مجھ سے بے حد محبت کرتی ہے۔ میں نے جو

کی دہلیز تک ساتھ دیا ہو اس پر بھروسہ کیسے نہیں ہوگا۔ اور وہ اپنا کیسے نہ ہوگا! عیب اس میں ہے تو محض اتنا کہ بولتی بہت ہے۔ اور گاؤں سے نفرت کرتی ہے اور شہر کے دھوئیں اور پٹرول کی بو سے آلودہ ہواؤں میں سانس لینا اسے پسند ہے۔ خطرناک حد تک بھاگتی دوڑتی، چمکتی دمکتی بھیڑ میں اسے گھٹن کا ذرا احساس نہیں ہوتا۔ اور مجھے گاؤں کی مٹی سے الفت ہے۔ ذرّے ذرّے سے پیار ہے ـــــ گاؤں جہاں لہلہاتی ہوئی فصلوں کی سنہری بالیاں چمکتی ہیں اور [illegible] کو خراج دیتی ہیں اور ان لہلہاتی فصلوں کے آس پاس بکھرے ہوئے چہروں کو میں نہیں بھول سکتا، جو میرے اپنے [illegible] جس [illegible] اپنے ہیں، شہناز اس [illegible] نہیں سمجھ سکی۔ اس نے مجھ سے میرا گاؤں چھین [illegible] ان لہلہاتی فصلوں کا نظارہ چھین لیا [illegible] اپنا پن چھین لیا۔ [illegible] آپ پورا کا پورا بچا کے رکھا، پھر کوئی خراش تک نہیں آنے دی۔ جوانی سے بڑھاپے کی دہلیز تک ساتھ ساتھ [illegible] عورت میری اپنی ہو کر بھی اپنی نہ ہو سکی۔ اس کی محبت پر پورا پورا بھروسہ کرنے کے باوجود ایک خلش بن کر اس کا اپنا ہونا بھی مجھے تڑپاتا رہا۔

میں اس کی طرف دیکھتا ہوں۔ اگر اس نے میرے [illegible] کو پڑھ لیا ہو جائے کیونکہ تک اس کی باتیں مجھے سننی پڑیں گی۔ لیکن شہناز ـــــ وہ پرسکون کے ساتھ اور [illegible] طمانیت کی آغوش میں سو رہی ہے۔

ڈاکٹر ـــ جس نے مجھے دیہات میں رہنے یا کسی پہاڑی [illegible] جانے کا مشورہ دیا تھا، میں نے سوچا جس بات کو [illegible] اس خواہش کو میں پچھلے پچیس سال سے دبائے ہوئے [illegible] ڈاکٹر نے کیسے کہہ ڈالا؟ کیا اس نے میرے من کے [illegible] جھانک کر سب کچھ دیکھ لیا؟۔

میں مسہری سے اتر کر کھڑکی کے پاس آتا ہوں۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے کھڑکی کی سلاخوں کو پکڑ کر چاند کو غور سے دیکھتا ہوں۔ دراصل یہ میری بہت پرانی عادت ہے۔ ایک بھولی بسری اور کھوئی ہوئی عادت۔ پچیس سال پہلے میں [illegible] طرح چاند کو دیکھا کرتا تھا۔ تب ـــ! ہاں تب چاندنی [illegible] اس کمرے میں وسیع ہوا کرتی تھی، اور دو کھڑکیاں [illegible] کمرے میں ہوا کرتی تھیں۔ کھڑکیاں تو اب بھی دو ہیں [illegible] چاندنی کا پھیلاؤ؟ شاید چاندنی کا پھیلاؤ بھی ویسا ہی [illegible] بات دراصل یہ ہے کہ چاندنی کے پھیلاؤ کو دو حصوں [illegible] تقسیم کر دینے والی، دونوں کھڑکیوں کو الگ الگ [illegible] کرنے والی، اس کمرے میں ایک بے رحم، ظالم اور سفاک [illegible] کھڑی ہے۔ اس دیوار نے میرے خوابوں کو روند [illegible] میرا پورا بچپن اور جوانی کے کچھ ایام یہاں دفن ہیں۔ [illegible] میں آج یہاں کھڑا اپنے دکھتے ہوئے خوابوں کو سجائے [illegible] بھٹی ہوئی یادوں کا جنازہ لیے سوچ رہا ہوں۔ یہ دیوار [illegible] ہوتی تو میں کبھی اس کھڑکی سے چاند کو دیکھتا، کبھی اس [illegible] سے، جیسے پہلے دیکھا کرتا تھا۔ چاند کو دیکھتا تھا اور [illegible] تک بیٹھے ہوئے اور لہلہاتے ہوئے اور ہنستے ہوئے اور گاتے ہوئے کھیتوں کو دیکھتا تھا ـــ کھیت ـــ؟ وہ کھیت کہاں گئے؟ اور وہ لہلہاتی فصلیں؟ لہراتا ہوا سبز سمندر کہاں کھو گیا؟

پھیلی ہوئی چاندنی میں میں نے دور دور تک دیکھا۔ دور دور تک ویرانی تھی، اور اداسی تھی۔ اجاڑ اور سنسان اور برباد کھیت تھے، جیسے یہ کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔!

مجھے لگا، جیسے سوکھا پڑ گیا ہو۔

یہ خشک سالی کا زمانہ ہے اور دادی اماں نے بھنڈارے کا ناد کھول دیا ہے۔ [illegible]، نور محمد، جمراتی، نیرو اور [illegible] کون کون لوگ [illegible] سے غلہ نکال نکال کر تول رہے ہیں اور اپنے پیچھے چادر اور جھولے بھر رہے ہیں [illegible] میں نے سوچا، کچھ سوکھا پڑا ہے۔ مجھے [illegible] کی مدد کرنی چاہئے۔ [illegible] عجیب سے جذباتی [illegible] اور ابھی [illegible] میں اوپری منزل سے نیچے اتر آیا۔ نیچے آنے کے بعد مجھے [illegible] آیا۔ بھنڈا، حویلی [illegible] تھا، وہ میرے ساتھ [illegible] تو کیا میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکوں گا؟ میں ان کی یہ مدد کر سکتا ہوں؟ میں نے سوچا مجھے ان سے ملنا چاہئے۔ پھر بھی حویلی کی منقسم [illegible] سیڑھیاں اتر کر سامنے پھیلی ہوئی شاہراہ پر آ گیا۔ شاہراہ پر آتے ہی مجھے یاد آیا [illegible] شاہراہ سے گذر کر میں شہر گیا تھا اور ریزہ ریزہ ہو کر وہاں کی بھیڑ میں ایسا کھو گیا کہ دیکھنے والا کوئی نہ رہا۔ جانے کتنے [illegible] شہر کی بھیڑ میں کھو گئے ہیں اس گاؤں سے، اس خوبصورت گاؤں سے۔ جس کے تین طرف پہاڑیاں ہیں اور جسے چاروں طرف سے چھوٹی چھوٹی ندیاں سیراب کرتی ہیں۔ کون کون شہر گیا اور لوٹ کر نہیں آیا؟ کل میں یہاں آیا ہوں، اور جس کے بارے میں پوچھتا ہوں لوگ کہتے ہیں، شہر گئے ہیں۔ اس گاؤں کے لوگ شہر کی بھیڑ میں گم ہیں، اور یہ گاؤں ویران ہو رہا ہے۔ یہاں کے اجاڑ ویران اور برباد کھیت۔ خشک سالی کا شکار نہیں ہیں۔ اسے تو شہر کے دیو نے کھا لیا۔

یہاں کون رہتا ہے؟ میں کس سے ملوں؟

میں جو یہاں ڈاکٹر کی صلاح سے جینے آیا ہوں، کیا جی سکوں گا؟

شاید یہ سچ ہو کہ یہاں کی مٹی کی کشش مجھے کھینچ لائی ہے۔ میری آنکھوں میں ابدی اور ازلی نیند مچل رہی ہے۔ شاید یہ سچ ہو . . . . .

اچانک مجھے یاد آیا، یہاں سے تھوڑی دوری پر ایک خوبصورت گھاٹی ہے، جہاں میں اکثر چاندنی راتوں کو نظارہ کیا کرتا تھا۔ تب میرے ساتھ بھیا ہوا کرتے تھے۔ اور آج؟ آج میں اکیلے ہی اس گھاٹی کا، اس چاندنی رات میں نظارہ کروں گا۔ جانے پھر یہ رات آئے نہ آئے ـــ!

گھاٹی تک پہنچتے پہنچتے مجھے تھکاوٹ کا احساس ہونے لگا۔ روڈ کی دونوں جانب تقریباً ایک ایک ہاتھ کی اونچی دیواروں کو میں نے دیکھا۔ پھر اس دیوار پر ہاتھ ٹیک کر نیچے گھاٹی کی اور دیکھا۔ نیچے ہریالی تھی۔ چھوٹے بڑے پودے تھے۔ چاندنی تھی، اجالا تھا، اور اندھیرا تھا اور پرچھائیاں تھیں۔ ایک عجیب و غریب خوابناک سماں تھا۔ میں اس دیوار پر بیٹھ گیا ـــــ

ایک لمحہ کے لیے میرے دل میں خیال آیا یہ نظارہ اور خوابناک ماحول دیرپا نہیں ہے۔ جیسے میرے کھیت ویران ہو چکے ہیں، میرا گاؤں ویران ہو گیا، یہ بھی فنا ہو جائیں گے۔ [illegible] یہ فنا ہو جانے کے لیے ہیں؟

تو کیا میں اپنی موت سے خائف ہوں؟ نہیں جس نے قسطوں میں اپنی زندگی کا قرض اتارا ہو، اسے موت کا خوف کیسا؟ اپنے گاؤں اور اپنی حویلی سے دور شہر کی بھیڑ میں گم ہو کر، موت اور زندگی کو بھول [illegible] دو لمحے بتائے ہیں، اس نے مجھے کیا دیا ہے؟ [illegible] زندگی بنا کر بھی [illegible] رہا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ جی سکا ہوں۔ اپنی بیوی اور بچوں کے لیے، ان کے خواب کی تعبیر [illegible] یہی میرا مقصد تھا۔ اب موت کا خوف کیسا؟

لیکن آج میں موت کی بات کیوں سوچ رہا ہوں۔ میرا دوست ڈاکٹر [illegible] ہے، تمہیں ہر لمحہ خوش رہنا ہے اور خوش رہنے کے لیے گاؤں چلے جاؤ۔ [illegible] فکر اور ہر بوجھ کو اتار کر جینے کا ڈھنگ سیکھو ـــ

میں چاہتا ہوں اپنے دوست کی باتوں پر عمل کروں۔ مگر جانے مجھے کیا ہو گیا ہے۔ شاید شہناز نے سچ ہی کہا ہو، میری آنکھوں میں نیند ہے۔ شاید میں وقت کے [illegible] سے بکھرے ہوئے زندگی کے شب و روز کو اکٹھے کر رہا ہوں۔ اس زندگی کو یکجا کر رہا ہوں جو میں نے [illegible] لمحہ جیا ہے ـــ اور موت جو زندگی سے پہلے، زندگی کی تاک میں رہتی ہے۔ یہ مجموعی طور پر بھی [illegible] ختم کر نہیں سکتی۔ وہ [illegible] ہے۔ پہلے بچپن کی معصومیت، پھر جوانی کے جذبات اور [illegible] طور پر [illegible] ہے۔ جس وقت حویلی کو تقسیم کرنے والی دیوار اٹھی، اور میرے کمرے میں ایک کھڑکی کم ہو گئی اور چاندنی مختصر ہو گئی، تو وہ میرے لیے موت کا پہلا مرحلہ تھا۔ جب اس شاہراہ سے شہر جاتے ہوئے میں نے جذباتی طور پر [illegible] دی تھی، وہ دوسرا مرحلہ تھا، اور اب شاید [illegible] مرحلے سے دوچار ہوں ـــ!

(پٹنہ سے نشر)

وشنو ظہیر
بنیا پوکھر، گیا ۸۲۳۰۰

قطعہ — منظور ندیم بالاپوری

حصار ضبط محبت ـــ نہ ٹوٹ جائے کبھی
وہ میرا نام نہ لکھ لکھ کے یوں مٹائے کبھی

کبھی تو خود ہی کرے کوئی منتشر مجھ کو
بکھر سا جاؤں تو بڑھ کر سمیٹ لائے کبھی

(ناگپور سے نشر)

دلِ یزداں

قاسم خورشید

میرا المیہ ہی یہی ہے کہ میں انسان ہوں!

بہت سے زندگی کی ساری علامتیں موجود ہیں مجھ میں۔ اس لیے بھی خود کو انسان کہہ رہا ہوں نہیں، میں انسان بھی نہیں صرف آدمی ہوں اور شاید کسی مقام پر آدمی بھی نہیں رہ جاتا صرف گوشت پوست کا چلتا پھرتا ہوا ایک... کیا نام دوں اُسے؟ کبھی بہت خوش ہو جاتا ہوں اور کبھی غمگین کہ جی چاہتا ہے سارے جسم کو آنسوؤں سے بھگو ڈالوں۔ آنسو... ہائے آنسو بھی اب اپنے نہیں رہے یہ کبھی ویران گلیوں، سنسان راتوں، اور خوفزدہ ماحول میں خود بخود میری پلکوں پہ بکھر جاتے تھے۔ مجھے ایسے وقت میں ایک سکون کا احساس ہوتا تھا۔ اب بھی راتیں یہ ماحول یہ گلیاں سب کچھ میرے پیشِ نظر ہیں لیکن زندگی کا وہ قیمتی سرمایہ مجھ سے چھن چکا ہے۔

میرے آنسو ہمیشہ کے لیے تھم چکے ہیں۔ انھیں کون پھر سے میری آنکھوں میں سموئے گا۔

شاید اب ایسا کبھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ مجھے صرف گوشت پوست کا پتلا قرار دیا گیا ہے دل چھین لیا گیا ہے مجھ سے۔

لیکن اب بھی کوئی خیال مجھے کس طرح پریشاں کرتا ہے۔

میں مشینی انسان بھی نہیں ہو سکتا۔ میں یقیناً آپ ہی کی طرح ایک... نہیں... نہیں...!

میں اس واقعے کو بھول گیا۔ پورے تین سال بعد آج ایک ایسے شخص سے ہماری ملاقات ہوئی جس کا دعویٰ ہے کہ اس نے مجھے ہر طرح سے سمجھ لیا ہے۔ میں اس سے بے حد متاثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا واقعی وہ مجھے سمجھنے کے ساتھ ساتھ پرکھنے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں ہر روز کچھ نہ کچھ تلاش کرنے لگا۔ کبھی آس کبھی یاس اور کبھی ان دونوں کی آمیزش سے پیدا ہونے والا جذبہ جس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ہاں اُسے اکثر محسوس ضرور کرتا ہوں۔ وہ شخص محفلوں میں ہنستا ہے۔ راہیں بے فکری سے طے کرتا ہے۔ ہونٹوں پر دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھ کر طنز بکھیرتا ہے۔ عام لوگوں کے چہرے سے خوشیاں چھین لینا۔ غم کی ایسی مورت ایسا شاہکار بننا جس سے ہر تھکا ہوا انسان متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ وہ تھکے ہوئے لوگوں کو اپنے دامن پہ سلا لیتا ہے اور پھر انھیں مناسب وقت پہ جگا کر اپنے گھروں کی جانب جانے کو کہتا ہے جو بے گھر ہوتے ہیں انھیں اپنا ساتھی بنا لیتا ہے اور پھر کچھ دنوں بعد... کتنی نعشیں بے گور وکفن ملتی ہیں جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔

نعشیں شاہراہوں سے ہٹا دی جاتی ہیں۔ اور پھر ماحول پہلے جیسا ہوتا ہے... وہی چہل پہل... انسانوں کا شور... موٹروں، ٹراموں اور ریلوں کا شور... ہنسنے، رونے اور سسکنے والوں کا شور... مندروں، مسجدوں، گرودواروں، اور کلیساؤں سے اٹھتا ہوا شور...

پھر چند لمحے خاموشی اور وہی منظر... وہ شخص آج بھی گھوم رہا ہے میری تلاش میں۔ میں جان گیا ہوں ایسے بیشمار حادثوں کا وہ اکیلا ذمہ دار ہے لیکن... وہ بھی ہمدرد ہے اس نے دعویٰ کیا ہے مجھے سمجھنے کا۔ مجھے سمجھنے والا انسان بُرا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ میں بُرا نہیں ہوں۔ میں کسی کا کچھ نہیں بگاڑتا جب کوئی سوال حل نہیں ہو پاتا تو میں ہنگامے نہیں کرتا اوروں کی طرح۔ بس بے بسی میں رونے لگتا ہوں۔ آنسو خشک ہو گئے تھے اس لیے اس کے پاس گیا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ دیکھا اور جو کچھ بھی کہا وہ درست تھا مجھے ایسا لگا جیسے کہ یہ شخص...! لیکن اس سے یہ نہیں پوچھ سکا تھا کہ میری تقدیر ایسی کیوں ہے۔ میرے ہاتھوں پر روز خون کے چھینٹے کیوں؟ میری راتوں میں خوفناک سے چہروں کا گذر کیوں؟ میری راہوں میں تپتے ہوئے صحرا کا جنون کیوں؟ چہرۂ بہار کی آمد پر بھی اداس، آخر ان مرحلوں سے مجھے کیوں گذرنا پڑتا ہے؟... آج جب وہ میرے سامنے آیا تو بہت خوش تھا اس کے پیچھے بیکراں تنہائی کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سو گیا تھا۔ میں نے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اس نے میری طرف خون آلودہ نگاہوں سے دیکھا۔ شاید اسی لیے کہ میں اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا اسے شکوک نگاہوں سے دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اس جیسا بننے کی کوشش بھی کرنے لگا تھا۔ اس جگہ وہ اپنی موجودگی کے سوا کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر دیکھتا بھی ہے تو اُسے فقط مٹی کا پُتلا سمجھ کر... مگر اس پتلے میں ذرہ برابر زندگی کی ایسی علامتیں نظر آنے لگتیں جو اُسے خوفزدہ کرنے میں معاون ہوں تو وہ کبھی ان علامتوں کو برداشت نہیں کر پایا۔

آج میں اس کا شکار ہوں۔ آج وہ مجھے اپنے دامن پہ سلائیگا۔ خواب دکھائے گا اور جب میں ان خوابوں میں الجھ جاؤں گا تو آہستہ سے مجھے قتل کر دے گا میں زندہ رہنا نہیں چاہتا لیکن ایسی موت بھی نہیں چاہتا جو میری شناخت کھو دے۔ میں زندگی بھر دنیا کے سامنے خود کو انفرادی طور پر پیش نہیں کر سکا۔ یہ سوچ کر بہت حد تک سکون میسر آتا ہے کہ بعد مرنے کے لوگ مجھے میرے نام سے جانیں گے۔ لیکن یہ اہتمام میرے ساتھ کیوں کر کیا جائے گا۔ روز ہزاروں افراد مرتے ہیں انھیں کوئی نہیں جانتا ان پر کوئی آنسو بھی نہیں بہا پاتا۔ تو... تو کیا میرا بھی وہی انجام ہونے والا ہے۔ نہیں... نہیں... تم میرے جسم کا ہر حصہ فنا کر ڈالو لیکن میری شناخت باقی رہنے دو۔

وہ شخص... اب مجھے گھور رہا ہے۔ وہ بالکل میرے قریب آچکا ہے... میں اس پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن... اس کی طاقت سے ڈرتا ہوں۔ وہ... وہ اپنا دامن پھیلاتا ہے پھر مجھے تھپکیاں دینے لگتا ہے... رفتہ... رفتہ... مجھے نیند آنے لگتی ہے۔ مجھ سے سب کچھ... سب کچھ... چھینا جانے لگتا ہے۔ موت...! ہاں موت سے پہلے میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تم کون ہو جواب ملا...

'... میں...!... میں ہی ابلیس کو دنیا پر کھینچنے والا ہوں۔ تم مجھے کچھ بھی کہہ لو...'

یہ سُن کر میرا وجود سمٹتا گیا اور پتہ نہیں پھر کیا ہوا...؟

(پٹنہ سے نشر)
درگاہ روڈ، پتھر کی مسجد، پٹنہ (بہار)

آکاشوانی گورکھپور کا

ایک یادگار مشاعرہ

ڈاکٹر عبدالخالق

آکاشوانی گورکھپور کی جانب سے ریلوے اسٹیڈیم میں مشاعرہ ہے۔ شائقین وسامعین ۳ر اپریل کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ قاضی انیس الحق کے فون کی گھنٹی ہر تھوڑی دیر بعد بج اٹھتی ہے مشاعرے کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے اور پھر سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مشاعرے کا ایسا جوش وخروش اور ذوق وشوق کم جگہوں پر ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔

اور ۳ر اپریل کی تاریخ آہی گئی شعرائے کرام کی آمد آمد ہے ہریجن تھتہ سب سے پہلے آئے، بڑے باغ وبہار اور زندہ دل آدمی، اپنی کتاب "کلیاں" بڑی محبت سے پیش کرتے ہیں۔ خبر ملی کشمیر سے منظر امام اور ظفر احمد صاحبان آ گئے ہیں اور صبح ہی صبح قاضی انیس الحق انھیں اسٹیشن لینے گئے ہوئے ہیں۔ آفیسرز ہاسٹل کے کمرہ نمبر ۲ میں اس وقت کچھ زیادہ ہی چہل پہل نظر آ رہی ہے یہاں پروفیسر جگن ناتھ آزاد، کوثر جہاں کوثر، کاوش بدری، منظر امام اور ظفر احمد بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ خوش گپیاں ہو رہی ہیں۔

دن ڈھلنے لگا ہے اور شام کی آمد آمد ہے۔ صبح بنارس اور شام اودھ کے حسن ودلکشی کا ذکر تو بار بار آتا ہے لیکن شام گورکھپور کا کیا کہنا۔ یہاں کی ٹھنڈی اور سہانی شام بڑی دلکش اور سرور آگیں ہوتی ہے۔ رام گڑھ تال کی طرف سے جب ہوا شہر کی طرف آتی ہے تو سارا ماحول کیف ومستی میں ڈوب جاتا ہے۔ گوتم بدھ، کبیر اور گورکھ ناتھ کی یہ دھرتی دنیا کو امن وآشتی اور اخوت ومحبت کی تعلیم دیتی ہے۔ ریاض خیرآبادی، منشی پریم چند، مجنوں اور فراق کی یہ سرزمین ادب اور ارباب ادب کو نئی روشنی عطا کرتی ہے غالباً اسی سبب سے ملک کے دور دراز علاقوں سے شعراء یہاں کھنچے چلے آتے ہیں۔ آکاشوانی کا یہ مشاعرہ گورکھپور کے مشاعروں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے اور اس کی حیثیت سنگ میل کی ہے۔ اس وقت فراق گورکھپوری کی یاد شدت سے آتی اور دل کو تڑپاتی ہے کہ کاش وہ زندہ ہوتے۔

سامعین وشائقین مشاعرہ کے قدم این ای ریلوے اسٹیڈیم کی جانب اٹھنے لگے لوگ ...ں کہ قطار در قطار مشاعرہ گاہ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ ڈائس کی رونق قابل دید ہے۔ برقی قمقموں سے معلوم ہوتا ہے پورا ڈائس چاندنی میں نہا گیا ہے، صاف شفاف اور جازم جاندنی، گاؤ تکیے اور قالین، شعراء ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔ قاضی انیس الحق صاحب کی نگاہیں بار بار ہال کے دروازے کی طرف جاتیں اور مایوس واپس آ جاتی ہیں۔ شاید ابھی کچھ اور شعراء آنے ہیں۔

اب مشاعرہ شروع ہی ہونے والا ہے پورا ہال سامعین سے بھرا ہوا ہے۔ ... بج گئے۔ مشاعرے کا وقت ہو گیا۔ سامعین گوش برآواز ہیں۔ شعراء ڈائس پر تشریف لا چکے ہیں۔ قاضی انیس الحق ڈائس پر تشریف لاتے ہیں اور شعراء اور سامعین کا خیر مقدم کرتے ہیں اور صدارت کے لیے پروفیسر محمود الٰہی کا نام پیش کرتے ہیں۔ ان کے بعد ...سنہ خان ڈائس پر آتی ہیں اور شعرائے کرام کا تعارف بڑے خوبصورت اور مربوط انداز میں پیش کرتی ہیں۔ ان کی آواز الفاظ کی شیرینی کے ساتھ جب ہال میں گونجتی اور جادو جگاتی ہے تو سننے والا مسحور ہو جاتا ہے۔

شعراء کا تعارف ختم ہوا منظر امام صاحب نے نظامت کی ذمہ داری قبول کی۔ سب سے پہلے گورکھپور کے پُرگو شاعر قربان انصاری کے نام کا اعلان ہوتا ہے۔ قربان انصاری بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی غزل پیش کرتے ہیں۔

ساتھ عمر بھر کوئی کب کسی کا دیتا ہے   آدمی ازل سے ہی دیکھتا ہوں تنہا ہے
حادثاً ہر اک لب پر تشنگی کی باتیں ہیں   جسکے گھر میں پانی ہے وہ بھی آج پیاسا ہے

واہ: واہ سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ شاعر کا حوصلہ بھی بلند ہوا اور پھر لہک لہک کر انھوں نے یہ اشعار پیش کیے

لطف زیست قایم ہے ان حسین لمحوں سے   اک طرف تغافل ہے اک طرف تقاضا ہے
جس کے دم سے قایم ہے قدر ومنزلت میری   آپ اسے برا کہیے، میں کہوں گا اچھا ہے
کوئی شمع محفل پر کون ہوگا قربان اب   مفت جان جاتی ہے میں نے اب یہ سمجھا ہے

غزل ختم ہوئی نعرہ ہائے تحسین وآفریں بلند ہوئے۔ ان کے بعد دعوت سخن دی جاتی ہے بزرگ شاعر جناب ہندی گورکھپوری کو۔ ایک زمانہ تھا کہ کسی بھی مشاعرے میں ہندی گورکھپوری کی شمولیت مشاعرے کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی۔ ہندی گورکھپوری نے ترنم خاص سے یہ اشعار پیش کیے۔

ہاتھ میں ہر اک کے پتھر دیکھ کر   پتھروں کو بھی پسینہ آ گیا
رات بھر زنجیر در ہلتی رہی   رات بھر جیسے کوئی آیا گیا
آدمی بھی کس قدر خوددار تھا   آپ نے جو کچھ دیا لوٹا گیا
تھی بھی کیا اشک ندامت کی بساط   آنکھ سے ٹپکا تو بہتا گیا

ہر ہر شعر پر داد دی گئی، ان کے بعد آواز دی گئی ڈاکٹر احسن رضوی کو، کہتے ہیں سائنس کی خشکی میں شعری حسن ورعنائی اور تخلیقی شان کا گذر نہیں لیکن سائنس کے بعض طلباء اور اساتذہ نے ادب میں بھی اپنے نقوش چھوڑے ہیں۔ ڈاکٹر احسن رضوی اپنی غزل مخصوص کیفیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

کوئی آہٹ، کوئی دستک، کوئی جھنکار تو ہو   اس کی جانب سے کسی بات کا اظہار تو ہو
ہم سہی لوٹنگا منڈیروں پہ لگے شیشوں کے   کوئی شے دید کے قابل پس دیوار تو ہو
چند لمحے میں کہیں بیٹھ کے دم لے تو سکوں   درپے یا نہ ملے سایۂ دیوار تو ہو

ڈاکٹر صاحب کے پڑھنے کا انداز بھی دلکش تھا۔ سامعین نے انھیں کافی پسند کیا۔ انکے بعد زحمت سخن دی جاتی ہے آکاشوانی پٹنہ سے آئے شاعر جناب شمیم فاروقی کو۔ سامعین نے شمیم فاروقی کا خیر مقدم کیا۔ ان کے یہ اشعار کافی پسند کیے گئے۔

کتنا عظیم شخص ہے ہر غم کے باوجود   یوں ہنس رہا ہے جیسے کبھی کچھ ہوا نہ تھا
ہم اپنے غم کدے سے نکلتے تو کس طرح   تالے پڑے ہوئے تھے کوئی در کھلا نہ تھا
اک دوسرے سے دور رہے ہم تمام عمر   ویسے ہمارے بیچ کوئی فاصلہ نہ تھا

سامعین نے شمیم فاروقی کے کلام پر جی کھول کر داد دی۔ ان کے بعد ایم کوٹھیاوی راہی مائیک پر آئے اور اپنی یہ غزل پڑھی

آنسوؤں کی جھیلوں میں آنکھیں ڈوب جاتی ہیں غم دیے جلاتا ہے
شام کے دھندلکوں میں کاروان ماضی جب، راہ بھول جاتا ہے
خواہشوں کی بھٹی میں آگ ہے جہنم کی، آرزوئیں جلتی ہیں
اور تواسے زاداں قطرہ قطرہ اشکوں سے روز ہی بجھاتا ہے
تم کسی سفینے کے ڈوبنے کے منظر پر گیت گا نہیں سکتے
اور میں وہ مانجھی ہوں، ڈوب جانے پر بھی جو لہر لہر گاتا ہے

اور پھر باری آئی جناب یاور ٹونکی کی، یاور صاحب اپنے مخصوص انداز میں غزل پیش کرتے ہیں۔

کسی کے ... تغافل پہ مر مٹا جائے   بلا سے خون تمنا کا خوں بہا جائے
وہاں سے بزم ... اقریب تر ہوگی   دیار دار سے ہو کر چلو چلا جائے

جناب مسلم انصاری کے نام کا اعلان ہوتا ہے، مسلم صاحب اپنی غزل ترنم سے پیش کرتے ہیں

تقدیر مسلسل ہے بے تابیٔ بسمل پر — الزام مگر کوئی آتا نہیں قاتل پر
پھر سرد ہوا اتنا ماحول جنوں پرور — اب کان نہیں بجتے آواز سلاسل پر
یوں کشتیٔ دل ڈوبی ٹکرا کے سر ساحل — موجیں بھی تڑپ اٹھیں بے رحمیٔ ساحل پر

سُنا ہے۔ ایک دور تھا مسلم صاحب کا بھی، جب مشاعروں میں ان کے پرکشش ترنم سے ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی لیکن اب وہ بات نہیں۔ پھر بھی ان کی غزل سامعین نے پسند کی۔ اب زحمت سخن دی جاتی ہے کیف عظیم آبادی کو۔ ان کے پڑھنے کا انداز اور ترنم بہت دلنشیں تھا۔ ان کے یہ اشعار کافی پسند کیے گئے۔

تم سمندر کی رفاقت پر بھروسہ نہ کرو — تشنگی لب پہ سجائے ہوئے گھر جاؤ گے
وقت اس طرح بدل دیگا تمہارے خد و خال — اپنی تصویر جو دیکھو گے تو ڈر جاؤ گے
راہ چلتے ہوئے شوکیس کو دیکھا نہ کرو — کرب ہی کرب لیے لوٹ کے گھر جاؤ گے

کیف صاحب نے غزل کیا پڑھی، گویا سامعین پر جادو کر دیا "ایک بار اور" کی صدا بلند ہوئی اور انھوں نے دوسری غزل پڑھی۔ کیف کے بعد آواز دی گئی جناب عمر قریشی کو —
عمر قریشی صاحب نے یہ غزل پڑھی

نام میرا اس ستم گر کے گنہ گاروں میں تھا — تھی خطا اتنی کہ میں اس کے پرستاروں میں تھا
تم کو تم ہو ہم نے تو سچ بولنے کے جرم میں — اسکو سولی پہ پڑھایا تھا جو اخباروں میں تھا
تبصروں کے زخم سے تھا جسم اسکا چور چور — تذکرہ یارو، عمر کا بس فنکاروں میں تھا

اختر بستوی کے نام کا اعلان ہوا۔ اور انھوں نے ایک مختصر سی نظم بعنوان "میرے انجام کا مصرف" اور یہ غزل پیش کی۔

لُوٹ کر جس حویلی کو پوری طرح ایک ظالم لٹیرا گیا ہے ابھی
اسکے ویران ٹوٹے ہوئے طاق کی گود میں اک دیا جل رہا ہے ابھی
نیند کا سحر ہر سو ہے چھایا ہوا، پھر بھی اک خوف ماحول میں ہے بسا
کیا بتائیں گے سوتے ہوئے دیوتا کون سا راکشس جاگتا ہے ابھی

سامعین کو بڑا اشتیاق تھا بھوپال کی شاعرہ محترمہ کوثر جہاں کوثر کو سننے کا۔ انھوں نے اپنی غزل پیش کی۔

پیپل کے پتوں کی آہٹ جانے کیوں چونکاتی ہے — مہندی کے پھولوں کی خوشبو سانسوں میں بس جاتی ہے
دل میں آکر اس کا چہرہ کھڑکی سے لگ جاتا ہے — پروائی گلیوں میں آکر جب جب شور مچاتی ہے
پتھر کا اک شہر ہے جس میں ہر سو شیشے بکھرے ہیں — بکھرے ٹوٹے شیشوں پہ وہ میٹھے خواب سجاتی ہے

اور اب باری آئی نفیس غازی پوری کی۔ انھوں نے یہ اشعار پیش کیے :

کس آگ میں نہ جانے سلگتا رہا بدن — اک موج اضطراب تھی بستر کی شکن
شرما رہی ہے تجھ سے ستاروں کی انجمن — صد رشک گلستاں ہے ابھی تیرا بانکپن
دشت و دمن میں اپنی جنوں خیز وحشتیں — گل کاریاں لہو کی ہمارے چمن چمن
باد صبا ہے آتی ہے اس زلف کی مہک — ہر اک قبائے گل میں وہی بوئے پیرہن

جناب احمر گورکھپوری، گورکھپور کے ایک بزرگ شاعر کو دعوت سخن دی گئی۔ انھوں نے بڑے جوش و خروش سے اپنی غزل پیش کی :

جہاں میں آئے تو اس جہاں سے نہ ختم کر پائے اپنا رشتہ
کبھی رہے بن کے اک حقیقت کبھی رہے بن کے ایک فسانہ
دعاؤں میں دیدۂ ندامت سے قطرہ قطرہ گرا کے آنسو
میں اپنی تسبیح معصیت کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ
ڈریں وہ مرنے سے جن کو دنیا میں، زندگی کی ادا ہے پیاری
یہاں تو بڑھ بڑھ کے موت کو ہم گلے لگاتے ہیں والہانہ

احمر صاحب کا کلام سامعین نے پسند کیا اور ان کے انداز سے متاثر بھی ہوئے۔ کاوش بدری مدراس سے پہلی بار گورکھپور تشریف لائے تھے۔ اردو کے قارئین نے انھیں رسالوں اور جریدوں میں پڑھا تھا، آج وہ سامعین کے سامنے اپنی غزل سنا رہے تھے۔

شعرائے کرام اور مدعو سامعین

احمر گورکھپوری

مسلم انصاری

اختر بستوی

ظاہر پہ خاک ڈالیو باطن سجا ئیو   اپنے سوا کسی کو نہ خاطر میں لائیو
آواز ہم حروف تہجی کی سن چکے   کچھ خاص بات ہے تو نظر سے سنائیو
رکھیو فقط تصورِ جاناں سنبھال کے   حتیٰ کہ عرش و فرش کو بھی بھول جائیو
کیا کچھ نہیں ہے گنج دل بخت بخت میں   ایسا نہ ہو کہ ضیر کا احساں اٹھائیو

شام کی سنہری ضیا کی جگہ اب رات کی سیاہی نے لے لی ہے لیکن مشاعرے کے سامعین اس نور و ظلمت سے بے نیاز شعرائے کرام کو سن رہے ہیں۔ آواز دی جاتی ہے ڈاکٹر سلام سندیلوی کو۔ ڈاکٹر سلام سندیلوی اپنی اس غزل کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں:

طرب افزوں ہے کتنا، سر شام یہ نظارا   ترے ہونٹ پر شفق ہے مری آنکھ میں ستارا
گل و غنچہ اصل میں ہیں تری گفتگو کی شکلیں   کبھی کھل کے بات کہہ دی کبھی کر دیا اشارا
عدم و وجود کیا ہے؟ ترا نام ہے مصور   کسی نقش کو مٹایا کسی نقش کو ابھارا
بھلا ہم سلام آخر نہ اسیر ہوں گے کب تک   کہ جہاں ہے دام ان کا، وہیں آشیاں ہمارا

اب باری ہے جناب سلطان اختر کی۔ سلطان اختر اپنی غزل کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں اور داد تحسین وصول کرتے ہیں۔

دشت میں دھوپ نہ دریا نہ کہیں پانی ہے   جس طرف دیکھیے حیرانی ہی حیرانی ہے
اب کوئی رنگ نہ منظر ہے نہ پیکر ہے نہ خواب   ڈوبتی آنکھوں میں سہمی ہوئی حیرانی ہے
مجھ کو خوشیوں نے سمیٹا تو مجھے ہوش آیا   جانے کس حال میں اب میری پریشانی ہے
سب کے چہروں پہ اداسی ہی اداسی ہے یہاں   ایسا لگتا ہے کہ ہر شخص ہراسانی ہے

ان کے بعد زحمت سخن دی جاتی ہے ہیری نہتہ کو۔ ہیری نہتہ نے اپنی غزل پیش کی:

نامکمل سی آرزو کہیے   زندگی ایک جستجو کہیے
سرحدوں پر گلاب کی سرخی   سرخ رو بھائی کا لہو کہیے
یار کی یاد ہے ہواؤں میں   ایک خوشبو ہی چار سو کہیے
آج بھی پوچھیے غزل کا مزاج   بس حسینوں سے گفتگو کہیے

ہیری نہتہ نے اپنی غزل پڑھی اور کامیاب ہوئے۔ امیر قزلباش کے نام کا اعلان ہوا۔ انھوں نے اپنی اس غزل سے سامعین کو نوازا۔

ظلمت کے تلاطم سے ابھر کیوں نہیں جاتے   اترا ہوا دریا ہے گذر کیوں نہیں جاتے
بادل ہو تو برسو کبھی بے آب زمیں پر   خوشبو ہو اگر تم تو بکھر کیوں نہیں جاتے
جب ڈوب ہی جانے کا یقیں ہے تو نہ جانے   یہ لوگ سفینوں سے اتر کیوں نہیں جاتے
تم راہ میں چپ چاپ کھڑے ہو تو گئے ہو   کس کس کو بتاؤ گے کہ گھر کیوں نہیں جاتے

دریں اثنا پچھلی صف سے کچھ شور و غل سا ہوا۔ بات سمجھ میں نہ آسکی کہ یہ ہوٹنگ کا کوئی طریقہ تھا یا کوئی بات ہو گئی۔ اس شور و شغب سے مشاعرے کا ماحول کثیف ہوتا دیکھ، قاضی انیس الحق ڈائس پر آئے۔ ان کی زبان سے نکلے چند فقروں نے وہ جادو جگایا کہ فضا سازگار ہو گئی اور کثافت لطافت میں بدل گئی۔ انھوں نے اپنی یہ غزل سنائی

آج مرا دل کرنے چلا ہے دعویٰ اپنی خدائی کا   دور ہے منزل راہیں مشکل عالم ہے تنہائی کا
غم دیدہ یا خوشیاں دیدہ ہے سب کچھ منظور مجھے   تم نے ابھی دیکھا ہی نہیں ہے ظرف کسی سودائی کا
توڑ کے ساری زنجیروں کو ہم نے یہ اعلان کیا   ظالم کی آواز ہے یہ تو شور نہیں شہنائی کا
اپنی کاوش و کوشش کے اب چرچے ہونے لگے ہیں ابھی   زنداں سے نکلو اور دیکھو منظر کچھ رسوائی کا

واہ واہ! سبحان اللہ کی صدا بلند ہوتی ہے۔ سامعین میں ایک نیا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس عالم کیف و مستی میں مظہر امام صاحب تشریف لاتے ہیں اور اپنی غزل پیش کرتے ہیں۔

تو ہے گر مجھ سے خفا خود سے خفا ہوں میں بھی   مجھ کو پہچان کہ تیری ہی ادا ہوں میں بھی
ایک تجھ سے ہی نہیں فصل تمنا شاداب   وہی موسم ہوں وہی آب و ہوا ہوں میں بھی
مجھ کو پانا ہے تو ہر لمحہ طلب کر نہ مجھے   رات کے پچھلے پہر مانگ دعا ہوں میں بھی
جانے کس راہ چلوں کون سے رخ مڑ جاؤں   مجھ سے مت مل کہ زمانے کی ہوا ہوں میں بھی

مظہر امام بڑے اعتماد کے ساتھ غزل پڑھ رہے ہیں، سامعین ہر ہر شعر پر داد دے رہے ہیں اور واہ واہ کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔ غزل ختم ہو جاتی ہے مگر تشنگی باقی ہے۔ "ایک اور، ایک اور" کی آوازیں آتی ہیں اور دوسری غزل کے چند اشعار پیش کرنے کے بعد پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے نام نامی اور اسم گرامی کا اعلان کرتے ہیں۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد مائیک سنبھالتے ہیں اور سامعین کو اپنی اس غزل سے محظوظ کرتے ہیں،

کسی کے حسن تغافل پہ مر مٹا جائے   بلا سے خون تمنا کا خوں بہا جائے
وہاں سے بزم تمنا قریب تر ہوگی   دیارِ دار سے ہو کر چلو چلا جائے
فریب مصلحت آرا جسے کہا جائے   خمار ذہنی غلامی کا ہو تو کیا کیا جائے
کشاکش غم ہستی بجا سہی یارو   کشاکش غم ہستی سے کیا بچا جائے

آزاد صاحب سوچ کر آئے تھے کہ ایک غزل کافی ہوگی لیکن جب سامعین سننے کے لیے بے تاب ہوں اور فرمائشوں اور گزارشوں کا ایک ہجوم سامنے آجائے تو پھر دامن بچا کر نکلنا کتنا دشوار گذار ہو جاتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت آزاد صاحب کی تھی۔ انھوں نے دوسری غزل بھی سنائی اور بہت کامیاب ہوئے۔ ان کے بعد کشمیر ٹیلی ویژن کے جناب ظفر احمد کو دعوت سخن دی جاتی ہے۔ ظفر صاحب نثری نظم اور نظم معریٰ میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ اس مشاعرے میں انھوں نے دو تین نثری نظمیں سنائیں، 'موسم برسات کا' 'تمہارے بغیر' اور 'حرف آخر' ان کے عنوانات ہیں۔ اور پھر آواز دی جاتی ہے علقمہ شبلی کو، علقمہ شبلی اپنے مخصوص انداز اور لب و لہجہ میں اپنی یہ غزل پیش کرتے ہیں۔

پھول رکھنا، مری راہ میں پتھر رکھنا   ہاں مگر گل کدۂ دل کا کھلا در رکھنا
بے شجر شہر ہے اور درد کا سورج سر پر   راہ میں سایہ فگن یاد کا منظر رکھنا
آب آنکھوں کی نہ ڈھل جائے کہیں پانی سے   بیش قیمت ہے بہت اس کو بچا کر رکھنا
وقت چپکے سے چرا لے گا یہ اس کو شبلی   بند آنکھوں میں حسیں خواب چھپا کر رکھنا

اب باری ہے جناب مخمور سعیدی کی۔ مخمور صاحب یہ غزل پڑھتے ہیں اور داد و تحسین و آفریں وصول کرتے ہیں۔

یہ بے سمت سفر اپنی بدلتا کیوں ہے   چلتے رہنا ہے تو رک رک کے سنبھلتا کیوں ہے
تتلیاں ہیں یہ ملاقات کی رنگیں گھڑیاں   رنگ اڑ جائے گا پر ان کے مسلتا کیوں ہے
جزو جاں ہونے دے شاید یہی امرت بن جائے   زہر غم پی ہی لیا ہے تو اگلتا کیوں ہے
بچ سکا کچھ بھی نہ جب قہر ہوا سے مخمور   اک دیا آس کی چوکھٹ پہ یہ جلتا کیوں ہے

اس کے بعد نذیر بنارسی صاحب تشریف لاتے ہیں اور اپنی غزل بڑے طمطراق اور جوش و خروش کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

تری موجودگی میں تیری دنیا کون دیکھے گا   تجھے میلے میں سب دیکھیں گے میلہ کون دیکھے گا
اگر بادِ مخالف چل گئی تو میں بھی چل دوں گا   چراغِ آرزو کو جھلملاتا کون دیکھے گا
ابھی جاتے ہیں کیوں بزم مسرت سے ذرا رکیے   حسیں رات آپ نے دیکھی سویرا کون دیکھے گا
نذیر آتی ہے آنے دو سفیدی اپنے بالوں پر   جوانی تم نے دیکھی ہے بڑھاپا کون دیکھے گا

مدعو شعراء کی فہرست ختم ہوئی۔ صدر مشاعرہ پروفیسر محمود الٰہی صاحب نے مشاعرہ ختم ہونے کا اعلان کیا۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو: ۳۲۷.۴۳ میٹر (۹۱۶ کلو ہرٹز) ۲۸۰.۳ میٹر (۱۰۷۰ کلو ہرٹز) شارٹ ویو: ۴۸.۸۰ میٹر (۶۱۴۰ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو: ۳۲۷.۴۳ میٹر (۹۱۶ کلو ہرٹز) ۲۸۰.۳ میٹر (۱۰۷۰ کلو ہرٹز) شارٹ ویو: ۳۱.۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو: ۳۲۷.۴۳ میٹر (۹۱۶ کلو ہرٹز) شارٹ ویو: ۳۱.۵۰ میٹر (۹۵۲۰ کلو ہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ جون دیکھیے

جمعرات یکم جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
عزیز احمد خاں وارثی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
استیلے والٹر: غزلیں
انیتا تلوار: شکیل اور
شمیم جے پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دتیہ مکرجی: ستار پر راگ للت کلیانی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
عابد حسین خاں: خیال اور بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ پنگھٹ
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
انیتا تلوار: جگر مرادآبادی کا کلام

۸-۴۵ ڈراما
۱۰ فیچر
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بدھ دتیہ مکرجی: ستار پر راگ درباری

جمعہ ۲ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح اور
نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا
افضال حسین نگینہ: اصغر گونڈوی کا کلام
اندرانلنی سکھ: محمد عثمان عارف
اور مخمور دہلوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اشوک رائے: بلاسکھانی توڑی

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افضال حسین نگینہ: غزلیں

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ تقریر "صرف ایک کتاب"
۹-۳۰ افسانہ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اشوک رائے: سرود پر راگ کروانی

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی اور شبد

۶-۲۵ شہر صبا
بلال احمد: غزلیں
ایرا نگم: ذوق اور سودا کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
انبالال ستاری: راگ اہیر بھیرو

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
نجب علی، چراغ علی: ٹھمری

دوپہر

۲-۰۷ گیتانجلی
۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ بھیم سینے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بلال احمد: غزلیں

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ جیون درپن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شمس الدین فریدی ڈیلسائی:
وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۴ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
مرلی قوال و ساتھی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
سیرابوس: میر اور فراق کا کلام
اقبال احمد صدیقی: عمر انصاری
اور اختر شیرانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش وڈھیرا: بانسری پر
راگ دلیشکار

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ آواز دے کہاں ہے
۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
۹-۳۰ کجرین کارے
سیرابوس: ٹھمری
۱۰-۰۰ رنگا رنگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
دیپالی ناگ: خیال چھایانٹ

پیر ۵ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
سری رام: غزلیں
منیر خاتون بیگم: میر اور
غالب کا کلام

۷-۳۰ حاجی غلام صابر: سارنگی پر
راگ بھیروی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام تقی خاں: خیال

دوپہر

۲-۰۷ دھنک
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
منیر خاتون بیگم: شکیل اور
قدیر لکھنوی کا کلام

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ کلام شاعر: علیم اللہ حالی
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام تقی خاں: خیال

منگل ۶ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
محمد احمد و ساتھی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
محمد ظفر: جاں نثار اختر اور
نذیر بنارسی کا کلام
پورنیما داس: محمد سعیدی اور
ممتاز مرزا کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
وی سی راناڈے: وائلن پر
راگ نٹ بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گریجا دیوی: خیال

دوپہر

۲-۰۷ جھلکتی گیت
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
"کرن" ادبی میگزین

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد ظفر: غزلیں
۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ تقریر
محمد ساز اور [illegible]

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گریجا دیوی، خیال ناٹیکی

بدھ ۷ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی و بھجن

۶-۴۵ شہر صبا
امینہ برنی، غزلیں
فیض مبین، داغ اور حالی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
جگن ناتھ و ساتھی، شہنائی پر دھن

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
حسین بخش، خیال [illegible]

دوپہر

۲-۰۷ ہلکی کلاسیکی موسیقی

۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ فلمی [illegible]

رات

۸-۳۰ حسن غزل
امینہ برنی، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ شہر نامہ

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
حسین بخش، خیال راگیشری

جمعرات ۸ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
شنکر شمبھو، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بنرجی، غزلیں
غلام مصطفےٰ خاں، مجاز اور مخدوم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
عبدالحلیم جعفر خاں، ستار پر
راگ سندھی بھیروی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
جیوتسنا بھولے، خیال اہیر بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ یادیں [illegible] گیت

۳-۰۰ [illegible]

رات

۸-۰۰ حسن غزل
[illegible] غزلیں

۹-۴۵ ڈرامہ

۱۰-۰۰ [illegible]
"اردو غزل میں سماجی احتجاج"

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
عبدالحلیم جعفر خاں، ستار پر
راگ چندر کونس

جمعہ ۹ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت کلام پاک مع تشریح
نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا
گھنشام داس، غزلیں
نسیم بانو، جاں نثار اختر اور شاد عارفی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
جیوتن بھٹاچاریہ، سرود پر جوگیا

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
نسیم بانو، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ تقریر، "آج کا انسان اور سماجی کشمکش - انسانی نقطۂ نظر"

۹-۳۰ کہانی سنگیت کی

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کمار گندھرو، خیال جے جے ونتی

ہفتہ ۱۰ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
چندن کمار داس، ساحر بھوپالی اور اسیر قزلباش کا کلام
نینا دیوی، سودا اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اسد علی خاں، وینا پر ملتانی توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پشپا دیوی، ٹھمری بھیروی، دادرا

دوپہر

۲-۰۷ گیت آپ کے شعر ہمارے

۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ پھر سنیئے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
چندن کمار داس، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ جیون درپن

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
مشاعرہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اسد علی خاں، وینا پر راگ دیس

اتوار ۱۱ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
حبیب پینٹر و ساتھی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
ملکہ پکھراج، اقبال، فیض اور غالب کا کلام
جمیل احمد، ریاض خیرآبادی اور ذوق کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ذنکر راؤ، بانسری پر راگ بلاول

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ محفل

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ گجرے بن کارے
ٹھمری مشر کھماج

۱۰-۰۰ جمال ہم نشیں
"ہندوستان میں پنجابی شاعری اور علامت نگاری"، لقب

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑوڈکر، خیال مالکونس

پیر ۱۲ر جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، [illegible]

۶-۲۵ شہر صبا
سندر پنڈیر [illegible]
اور [illegible] کا کلام
محمد یعقوب، [illegible]

۷-۳۰ [illegible]
[illegible]

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
[illegible]

دوپہر

۲-۰۷ [illegible]

۲-۳۰ رنگا رنگ

رات

۸-۳۰ [illegible]

غزل

محرومیِ دوام پہ نازاں کوئی تو ہو [illegible]
آخر کسی کو کہہ تو سکیں رفتۂ بہار [illegible]
برقِ چمن کو ہم سے عداوت نہیں مگر [illegible]
کوئی کلی تو کھل کے ہنسے [illegible]
رسوائیاں [illegible]
ممتاز اپنی زیست [illegible]

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ کلام شاعر، ساغر نظامی
۹-۲ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ داستان ایک شہر کی
۱۱-۰۳ بزم موسیقی
گنگنا بنرجی: خیال مالکونس

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
سلیم صابری و ساتھی، قوالیاں
۶-۲۶ شہر صبا
[illegible] رمیش کمار، [illegible] خانی
اور عزیز وارثی کا کلام
فروز بانو، ظفر اور غالب کا کلام
[illegible] ساز سنگیت
ایس این گلانی، وائلن پر
راگ سندھی بھیروں
[illegible] کلاسیکی موسیقی
کملا جھنگا، کویتا سہگل، خیال دیسی

[illegible]
۱ میری نظر میں
۲ نغمہ و تبسم
[illegible] نئی نسل نئی روشنی
تقریر، گیت، خلوص نامہ

[illegible] حسن غزل
فروز بانو، غزلیں
امر گیت
تقریر: عہد ساز ادارے،
نیشنل فزیکل لیباریٹری،
۹ علاقائی نغمے
۱ سائنس میگزین
بزم موسیقی
[illegible] سہگل کویتا سہگل، خیال جے جے ونتی

[illegible] ۱۴ جولائی

[illegible]
[illegible] والی اور بچن
[illegible]
[illegible] اسد رتن فاسر،
[illegible] نجمہ جے پوری کا کلام
[illegible]

سکندر حسین و ساتھی، شہنائی پر
راگ جوگیہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
کشمی شنکر، خیال اہیر بھیروی

دوپہر
۲-۰۷ ہلکی کلاسیکی موسیقی
۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ رنگا رنگ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
نیلم ساہنی، صادق دہلوی
اور شفق لکھنوی کا کلام
۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ [illegible]
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
۱۱-۱۰ بزم موسیقی
سکندر حسین و ساتھی، شہنائی پر
راگ گوری

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
ارشاد رحمت قوال و ساتھی، قوالیاں
۶-۱۵ شہر صبا
راجندر مہتہ و نینا مہتہ،
جاں نثار اختر اور کیفی اعظمی کا کلام
اوشا ٹنڈن اور راحت علی، غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت
رئیس خاں: ستار پر توڑی کے پرکار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مشتاق حسین خاں، خیال بیراگی

دوپہر
۲-۰۷ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ پنگھٹ
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
نیر بیگم، رضا امروہوی اور
امیر قزلباش کا کلام
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ فیچر
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مشتاق حسین خاں، خیال چندر کونس

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۱۳ء۶ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۹۴۴۹ء۲ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز
دہلی ج ۳۱۱ء۷ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳۹ء۹ میٹر ۵۰۰ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۰۰۰ تک ۸۹۱۵ء۰ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۹۴۴۹ء۲ میٹر ۷۱۱۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۲۲ء۱۱ میٹر ۶۳۳۰ کلو ہرٹز
شام ۴۲۰ء۵ سے ۹ء۴۲ میٹر ۷۱۱۰ کلو ہرٹز
شام [illegible] سے رات تک ۹۱۵ء۵ میٹر ۳۲۲۵ کلو ہرٹز

خبریں

دہلی الف: خبریں
ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰ شام ۵-۰۰ (صوبائی)
شام ۶-۰۵، ۷-۵۰ (علاقائی) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ (عالمی)
انگریزی: دوپہر ۱-۳۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰
اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۰۵ اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ)
پنجابی: دوپہر ۱-۴۰
دہلی ب: ہندی: دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰
دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ (دھیمی رفتار سے)، شام ۴-۰۰، ۶-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰ شام ۷-۳۰ ہندی نیوز لیٹر: صبح ۹-۰۰ بجے
دہلی د: ہندی: شام ۷-۳۰ انگریزی: رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

دھلی الف

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم: منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا ۶-۳۰ کھیتی کی باتیں
۶-۳۵ رام چرت مانس
۶-۵۰ آپ کی صحت
(اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
سائنس کے موضوع پر تقریر
([illegible] جمعہ)
[illegible] آج کے پروگرام اور موسم
[illegible] (اتوار کے سوائے)
[illegible] آج صبح [illegible]
[illegible]
[illegible] منگل [illegible]
[illegible]
[illegible] (اتوار)
[illegible] سوائے اتوار
۱۱-۱۵ نغمہ سوائے اتوار
۱۲-۳۰ جیبوں کا [illegible]
(اتوار، منگل، جمعہ [illegible])
گرامین بھینوں [illegible]
(بدھ، جمعہ)
۲-۰۰ ایک ہی کلاکار (روزانہ)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت (روزانہ)
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار ۲-۳۰)
شام
۶-۱۵ مقامی حالات اور گمشدہ

لوگوں کے لیے پروگرام
۶-۲۰ گرام سنسار (روزانہ)
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ، موسم
۷-۳۵ سامیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۱۱-۰۰ وادیہ ورند
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی ب

صبح
۷-۰۰ وندے ماترم، منگل دھونی
۷-۰۲ انگریزی میں پروگرام (دوبارہ)
۷-۲۰ گیتکا (سوائے پیر)
۷-۳۸ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ علاقائی موسیقی
۸-۳۰ اور ۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۳۰ سب رس (اتوار کو یادیں)
۱۰-۰۲ اختتام (اتوار ۱۱-۰۰)
دوپہر
[illegible] ۲ مغربی موسیقی
[illegible] موسم کا حال (انگریزی میں)
شام
۵-۰۵ اخبارات کی رائے
۵-۵۵ آج کا پروگرام اور موسم کا حال
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کیلئے پروگرام
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۰۳ [illegible] سنگیت
۷-۴۵ اردو مجلس
۹-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ) ۹-۰۰ ترجمہ ۱۱-۰۰ اختتام

ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ سور جھنکار
۹-۱۵ اسپاٹ لائٹ
(بعد میں ساز سنگیت)
۹-۲۵ مغربی موسیقی (اتوار کو ۱۰-۰۰)
۱۱-۰۲ موسم کا حال اور اختتام

دھلی د

وودھ بھارتی
صبح
۷-۰۰ آج کے پروگرام (ہندی)
۷-۰۵ اور ۷-۲۵ چترپٹ سنگیت
۷-۴۵ وگیان ودیا
۷-۵۰ سگم سنگیت (گائن)
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن)
۸-۳۰ مغربی موسیقی
۹-۰۰ اختتام (اتوار ۱۰-۰۰)
شام
۶-۵۵ آج کا پروگرام
۷-۰۵ محفل
۷-۵۰ پستک پاٹھ (ہندی)
(پیر سے جمعرات تک)
۸-۰۵ ان دی گروو / پوپ میوزک
۸-۵۰ پاٹھ (انگریزی)
(منگل سے جمعہ)

جمعرات یکم جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
ستیہ دیو پنوار ، وائلن
لوک مانیہ ، طبلہ
۱۰-۳۵ ستیش پرکاش قمر : شہنائی
۱۱-۰۲ اختر نواز ، گائن
بال کرشن مروال ، طبلہ
۱۱-۳۰ غلام دستگیر خاں : ستار
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۲۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی میں تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، علاقائی موسیقی
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
کے لے ونیکٹیشورن : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
غلام دستگیر خاں ، ستار
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
روی گتیکا : ورندگان
۳-۳۰ کے اے ونیکٹیشورن : گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اوپی کپور ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ ورس اینڈ وائسس

جمعہ ۲ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۰ ، ۹-۰۰
وجینتی بھٹاچاریہ : گائن
شمشاد علی میرٹھی : طبلہ
۱۰-۳۵ بلونت رائے ورما : ستار
۱۱-۰۲ چھجو رام : خیال
۱۱-۳۰ موتی داس ، سرود
کرامت حسین : طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت

شام

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
کرشناوینی سندر راجن ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم ، تیلگو گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
گوپال کمار خوشوانی ، سندھی گیت
۳-۳۰ کرشناوینی سندر راجن ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
مینا کپور ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۵ ، ۹-۰۰
چندن رائے : سرود
ونود کمار : طبلہ
۱۰-۳۵ این آر شاہانے : گائن
۱۱-۰۲ گھاسی رام نرمل ، جلترنگ
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ آج کے اتیتھی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
ڈی کے پٹامل ، کرناٹک سنگیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
گھاسی رام نرمل ، جلترنگ
۷-۵۰ سنگم ، ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ڈوگری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
انل بڑٹے چودھری ، گیت ، بھجن
۳-۳۰ این آر شاہانے ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اور گیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۴ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ امرناتھ : بانسری
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ سویتا دیوی ، گائن
بلو خاں وارثی : طبلہ
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ ، شام ۵-۲۵
ٹی ایس راگھون ، کرناٹک گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'نیا نگر' جھلکی
تحریر و پیشکش : چرنجیت
۲-۳۰ 'وویکانند وجیم' سنسکرت
تحریر : سری دھر بھاسکر ونیکر
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۰۰ بلو خاں وارثی : طبلہ
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
جین کمار جین : سنطور
۷-۵۰ سنگم ، آسامی گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
ویرا خاں ، گیت ، بھجن
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
جگدیش سہگل ، گیت ، بھجن ، غزل
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۵ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۰ ، ۹-۰۰
شجاعت حسین خاں : ستار
راشد مصطفےٰ : طبلہ
۱۰-۳۵ وجے کمار : بانسری
۱۱-۰۲ رمش چند جوشی ، گائن
۱۱-۳۰ شری کرشن شرما : گٹار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت
۱۲-۳۰ 'وہ ناک سے بولتے ہیں' ناٹک
تحریر : سریندر ورما
پیشکش : ستیندر شرت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سبدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
سلوچنا برہسپتی ، گائن
حفیظ اللہ خاں ، سارنگی

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
شری کرشن شرما : گٹار
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
گورکھ سنگھ وساتھی ، شبد
۳-۳۰ وجے کمار : بانسری

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
ہرش بھاردواج ، گیت ، بھجن ، غزلیں

منگل ۶ جولائی

دہلی 'الف'

صبح ۷-۱۰ ، رات ۹-۰۰

امرناتھ، خیال
مٹھن لال، طبلہ
اندرلال ڈھانڈرہ، سارنگی
۱۰-۲۵، شام ۴-۳۰ ۵
جوئے شرلیواستو، وائلن
۱۱-۰۲ پریم پرکاش جوہری، گائن
شرافت حسین خاں، سارنگی
۱۱-۳۰ کیلاش چند شرما، بانسری
شریف محمد قریشی، طبلہ

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کھاسی لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان
رات
۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ ہندی میں تقریر
۸-۳۰ سبد سنگیت
۹-۳۰ 'سقراط' ناٹک
تحریر: پی جے انتھونی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
اجے نارائن ملک، گائن
دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی، گائن
۷-۵۰ سنگم، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵، ۲-۰۲ ۴
روشن جمیل، بھجن
۲-۳۰ امرناتھ، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
امینہ برنی، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر

بدھ ۷ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۱۰-۸، شام ۴-۳۰ ۵، ۹-۰۰
سنیل مکرجی، سرود
مہدی حسین، طبلہ
۱۰-۳۵ پیارا سنگھ، تار شہنائی
۱۱-۰۲ بشیر احمد خاں، ٹھمری، دادرا
۱۱-۳۰ غلام احمد قادری، ستار
نارائن پرساد شرما، طبلہ

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کنڑ لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ سنیا نگر
تحریر وشیلش، چترنجیت
۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش پر شاستریہ سنگیت
دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پیارا سنگھ، تار شہنائی
۷-۵۰ سنگم، گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵، ۲-۰۲ ۴
شریف احمد، غزلیں
۲-۳۰ چندر نارائن، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
شانتا سکینہ، گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی میں تقریر

جمعرات ۸ جولائی

دہلی 'الف'

صبح رات ۹-۰۰
۸-۱۰ رومارانی بھٹاچاریہ، گائن

اشتیاق حسین خاں، سارنگی
۱۰-۳۵ فردوس احمد خاں، سرود
چترنجیت لال، طبلہ
۱۱-۰۲ سنیتا سکینہ، گائن
۱۱-۳۰ ایس این گلاٹی، وائلن

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۴۵ بال کاریہ کرم
رات
۸-۱۵ ہندی میں تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، علاقائی موسیقی
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
ایم جی سوامی ناتھن، گائن
دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
ایس این گلاٹی، وائلن
۷-۵۰ سنگم، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵، ۲-۰۱ ۴
انجنا چٹرجی، غزلیں
۲-۳۰ کرناٹک سنگیت
ایم جی سوامی ناتھن، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
امیتاب مشرا، گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ ٹاکنگ آباؤٹ بکس

جمعہ ۹ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱، شام ۴-۳۰ ۵، ۹-۰۰
راس بہاری دتہ، ستار
منموہن سنگھ، طبلہ
۱۰-۳۵ جے وتی شریواستو، گائن
۱۱-۰۲ دلدار حسین، سارنگی
۱۱-۳۰ وشنو پرشاد، ساتھی، شہنائی

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ 'شیفالی' ناٹک
از ڈاکٹر گوری شنکر راج ہنس
ترتیب ریڈیوکس، چترنجیت
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
کے آر جے راما ائیر، گائن
دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
دلدار حسین، سارنگی
۷-۵۰ سنگم، تامل گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵، ۲-۰۲ ۴
سندری شیشادری، گیت، بھجن
۲-۳۰ کرناٹک سنگیت
کے آر جے راما ائیر، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
اندرا ئلنی سکھ
۹-۳۰ ان پرسپیکٹو

ہفتہ ۱۰ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، شام ۴-۳۰ ۵، ۹-۰۰
مادھوری مٹو، گائن
دلشاد حسین خاں، طبلہ
۱۰-۳۵ رام اوتار، گائن
۱۱-۰۲ مرلی کرشن، ستار
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات
۸-۰۰ سوواستھ رکشا
۸-۱۵ آج کے اتتھی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی
شنو کھورانہ، گائن
دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
مرلی کرشن، ستار
۷-۵۰ سنگم، کنڑ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
گڑھوالی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵، ۲-۰۲ ۴
گلزار احمد، منڈولن پردھن
۲-۳۰ رام اوتار، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اور گیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۱۱ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
سرفراز حسین خاں ، گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ اشوک کمار رائے ، سرود
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ کرناٹک سنگیت
ٹی ایس وشوناتھن ، گائن
۱۲-۱۵ جھلکی
۲-۳۰ 'شیفالی' ناٹک
تحریر ، ڈاکٹر گوری شنکر راج ہنس
پیشکش ، چرنجیت
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ
۵-۲۵ کرناٹک سنگیت
ٹی ایس وشوناتھن ، گائن

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۲۰ سنگیت پتریکا
۱۰-۰۰ چین

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
عبدالغنی ، سارنگی
۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
چندر منی چوہدری ، ملتانی کافی اور غزلیں
۳-۳۰ عبدالغنی ، سارنگی

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرکاش سدھو اور ساتھی ، شبد
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۱۲ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۳۰ ، ۹-۰۰
ہری سنگھ و ساتھی ، شہنائی
۱۰-۳۵ نصرو خاں ، سارنگی
شجاعت احمد خاں ، طبلہ
۱۱-۰۲ سعید الدین خاں ڈاگر ، دھرپد
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت
۲-۳۰ سقراط ، ناٹک
تحریر ، پی جی انھونی

رات

۸-۰۰ سواستھ رکشا
۸-۱۵ سیدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
لکشمن داس سندھو ، ٹھمری ، دادرا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سعید الدین ڈاگر ، دھرپد
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
ہرش لتا مہتہ ، گجراتی گیت
۳-۳۰ نصرو خاں ، سارنگی

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اوشا سیٹھ ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۱۳ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۳۰ ، ۹-۰۰
ریتا گنگولی ، گائن
۱۰-۳۵ منیر خاں ، سارنگی
۱۱-۰۲ عثمان خاں ، گائن
۱۱-۳۰ وشوجیت رائے چوہدری ، سرود

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
آسامی لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان
'مون سون' ، ہندی فیچر

رات

۸-۰۰ ادلوگ منڈل
۸-۱۵ وگیان وارتا
۹-۳۰ ماہانہ انتخاب ناٹک
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
سندر لال گندھرو ، بانسری

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
شانتا چاری ، تیلگو گیت
۳-۳۰ منیر خاں ، سارنگی
رگھوناتھ گنیش گوکھلے ، طبلہ

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
سرلا کپور ، گیت ، غزلیں
۹-۳۰ 'دی انڈین اوشین' ، تقریر
انگریزی تقریر از سردار سورن سنگھ

بدھ ۱۴ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۳۰ ، ۹-۰۰
سوم تیواری ، گائن
۱۱-۰۲ گھنشیام داس پربھاکر ، جل ترنگ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ جھلکی
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
پرکاش این سکینہ ، بانسری

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بندیل کھنڈی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سروج کپور ، غزلیں
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
اے جگن ناتھن ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
آسا سنگھ مستانہ ، شبد ، پنجابی گیت
۹-۳۰ یووا وانی سے انتخاب

جمعرات ۱۵ جولائی

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
مصطفٰے رضا ، وچتر وینا
۱۱-۰۲ غلام صابر خاں ، سارنگی
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کونکنی لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۳۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی میں تقریر
'بھارتیہ اپنیاس کاروں کی جیون درشٹی'
تحریر ، کملا مارکنڈے
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
این سوامی ناتھن ، بانسری

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
ارون کمار چٹرجی ، رابندر سنگیت
۳-۳۰ سوامی ناتھن ، بانسری

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
امرجیت ، گیت ، بھجن ، غزل

لکھنؤ

میڈیم ویو لکھنؤ الف: ۲۹۳٫۱۰ میٹر ۱۰۲۰ کلوہرٹز لکھنؤ ج ۲۳۸٫۳۰ میٹر ۱۲۶۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو لکھنؤ ۴۰٫۹۰ میٹر ۷۳۳۰٫۵ کلوہرٹز (صبح ۵-۵۵ سے ۹-۵۰ بجے تک اور شام ۵-۰۰)
[illegible]

خبریں

ھندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ [illegible]
انگریزی: صبح ۱۰-۰۰ [illegible] ۱۱ بجے
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ بجے شام ۶-۱۰ بجے اردو: صبح ۸-۰۰ بجے شب ۹-۰۵ بجے جوبلیٹن (ہندی) صبح ۱۰ بجے
علاقائی خبریں: صبح ۵-۰۰ بجے ۹ بجے [illegible]

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

لکھنؤ 'الف'

صبح
- ۵-۵۵ وندے ماترم (منگل) دھوتی
- ۶-۰۵ رتی پرچا اور موسم کا حال
- ۶-۲۰ آرادھنا
- ۶-۴۵ گاندھی پرچا (جمعہ)
- ۶-۵۰ دہار وندو (جمعہ کے علاوہ)
- ۶-۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
- ۷-۰۵ دانس گان
- ۷-۰۵ آپ کے آس پاس (فیچر) (اتوار)
- ۷-۲۰ سنسکرت شکشا (پیر، جمعرات) تلگو شکشا (منگل، بدھ، ہفتہ)
- ۸-۲۰ لوک گیت
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۰۰ بس ماس کے گیت (اتوار)
- ۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد (اتوار)
- ۹-۳۰ سربھی، آپ شاستریہ سنگیت پر مبنی پروگرام (صرف اتوار)
- ۹-۴۵ بال سنگھ (اتوار)
- ۱۰-۳۰ رویوار یہ سنگیت سبھا (اتوار)
- ۱۱-۳۰ اختتام

دوپہر
- ۱۲-۰۰ بارہ وری (اتوار)
- ۱۲-۱۰ دیہاتیوں کے لیے (اتوار کے علاوہ)
- ۱۲-۲۰ کاریہ کرم طلباء کے لیے (اتوار) مل جلے گانے (پیر)
- سیٹ ٹریس (بدھ)
- چتر پٹ (جمعرات، جمعہ)
- ۱۰-۱ آج اتوار ہے (اتوار)
- گھر آنگن (پیر اور جمعرات)
- گروکل ہی (منگل اور جمعہ)
- راگ رنگ (ہفتہ)
- ۱-۳۵ لوک گیت (اتوار)
- ۱-۴۰ جوانوں کے لیے
- ۲-۲ وگیان اور کسان
- ۲-۳۵ موسم کا حال اور اختتام

شام
- ۴-۳۰ دیش گان (روزانہ)
- ۴-۳۵ لوک گیت (روزانہ)
- ۴-۴۵ مقامی اطلاعات اور موسم کا حال (روزانہ)
- ۴-۵۰ سگم سنگیت (پیر سے ہفتہ تک) رویندر سنگیت (صرف اتوار)
- ۵-۰۰ یووا وانی (روزانہ)
- ۵-۴۵ فلم سنگیت، بدھ کے علاوہ روزانہ، پتر کے لیے دھنیہ واد (بدھ)
- ۶-۱۵ شرنک ریڈیو گوشٹی (اتوار)
- ۶-۴۵ مزدور منڈل (اتوار کے علاوہ) کل کے کاریہ کرم
- ۶-۵۰ کسانوں کے لیے (منگل، جمعہ کے علاوہ)
- دیہاتی بیٹھک (منگل اور جمعہ)
- ۷-۲ وکاس
- (اتوار پیر منگل جمعرات اور ہفتہ)
- آؤ کچھ (بدھ)
- ہالا گوپال (جمعہ)

شب
- ۸-۰۰ ہندی تقریر (اتوار سے جمعہ تک)
- ۹-۳۰ انگریزی تقریر (اتوار، بدھ)
- ۹-۴۵ بھارت بھارتی (منگل)
- پرواء کلیان پر تنو تری (بدھ)
- ۱۰-۰۰ سا ہتیکا، چیلے اور چیتھے پیر کو رتنا کر، موسیقی کا تنقیدی جائزہ (ہر اتوار کو)
- ۱۱-۰۰ موسم کا حال اور اختتام

لکھنؤ 'ب'

صبح
- ۵-۵۵ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۸-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۱۱-۳۰ لکھنؤ الف کے مطابق (اتوار)

دوپہر
- ۱۲-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۲-۳۵ اختتام

شام
- ۵-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۵-۴۵ آزمائشی پروگرام (لکھنؤ اور فیض آباد)
- ۶-۴۵ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۱۱-۱۰ اختتام

جمعرات یکم جولائی

صبح
- ۷-۲۰، رات ۸-۱۵ چندر پرکاش مصرا، گیت، بھجن
- ۸-۲ اردو پروگرام

دوپہر
- ۱۲-۱ کمار گندھرو، گائن
- ۱-۱۰ گھر آنگن
- دیہی خواتین کے لیے

رات
- ۱۰-۳۰ روی شنکر، ستار

جمعہ ۲ جولائی

صبح
- ۷-۳۰ سورویلا، ہندی نظم خوانی
- ۷-۴۵، رات ۸-۱۵ لکشمی بائی راٹھور، گیت، بھجن
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱۰ محمد حسین سرہنگ: خیال

دوپہر
- ۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰ انیس خاتون، غزلیں
- ۱۲-۱۰ شوبھا کمار شرما، سنطور

رات
- ۱۰-۳۰ پنڈت جسراج، خیال

ہفتہ ۳ جولائی

صبح
- ۷-۴۵ انیما سریواستو، گیت، بھجن
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱ مانک ورما، خیال، ٹھمری

دوپہر
- ۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰ خطیب التسیم و ساتھی، نعت
- ۱۲-۱ رام نارائن، سارنگی
- ۱-۱۰ اگ رنگ
- مشتاق حسین خاں، خیال

رات
- ۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۴ جولائی

صبح
- ۷-۳۰ سورویلا
- ۷-۴۵ سگم سنگیت
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد

دوپہر
- ۱-۱۰ آج اتوار ہے

شام
- ۴-۵۰ رویندر سنگیت
- ۹-۵۰ گیت سنگیت

پیر ۵ جولائی

صبح
- ۷-۴۵ سگم سنگیت
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱، رات ۹-۴۵، ۱۰-۳۰ کاشی ناتھ بوڈس، خیال

دوپہر
- ۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰ سروری بیگم، غزلیں

رات
- ۸-۳۰ ایم ایس گوپال کرشنن، وائلن

منگل ۶ جولائی

صبح
- ۷-۴۵ عبدالباری نابینا اور ساتھی، نعت اور غزل
- ۸-۳۰ اردو پروگرام

شام
- ۴-۵۰، ۸-۲۰ آرتی گوسوامی، گیت، بھجن
- ۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۷ جولائی

صبح
- ۷-۴۵ ساز غزل فنکار، ممتا سین
- ۸-۲۰ اردو پروگرام
- ۹-۱۰ رام دھروے، طبلہ سولو

دوپہر
- ۱-۱۰ گنیش پرساد مصر، خیال

شام
- ۷-۲۰ دھرم پال بریگیا، بھجن
- ۸-۱۵ پنڈت چندر دھر شرما گولیری، جنم سنگھدی
- ۸-۲۰ گنیش پرساد مصرا، ٹھمری

جمعرات ۸ جولائی

صبح
- ۷-۴۵ سریو کماری دکشت، گیت، بھجن
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱۰، رات ۱۰-۳۰ گوپال چندر نندی، وائلن

شام
- ۴-۵۰ سرجیت درتھا، گیت اور غزل
- ۸-۱۵ نشا شریواستو، گیت، بھجن

جمعہ ۹ جولائی

صبح
- ۷-۴۵، رات ۸-۱۵ انعام اللہ و ساتھی: نعت
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۳۰، رات ۸-۳۰ کرشن کپور، خیال

دوپہر
- ۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰ سروج پانڈے، گیت، بھجن

رات
- ۹-۳۰ ڈرامہ

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح
۷-۴۵ سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام

دوپہر
۱۲-۰۰ کماری رینوکا ؛ گیت، غزل
۱-۱۰ راگ رنگ
بدھ دیو داس گپتا ؛ سرود

شام
۵-۴۰ پربت کمار کوچی ؛ بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ موسیقی

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۷-۳۰ آپ کے آس پاس ؛ فیچر
۷-۴۵ جمیل احمد ؛ غزل
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۳۰ بھیم سین جوشی ؛ ٹھمری، جوگیا

شام
۴-۵۰ روپندر سنگیت
۱۰-۰۰ رتناکر ؛ موسیقی کا تنقیدی جائزہ

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۷-۴۵ شاہین سلطانہ ؛ غزلیں
۸-۲۰ اردو پروگرام
۹-۱۰، رات ۱۰-۳۰
سریندر شنکر اوستھی ؛ خیال

دوپہر
۱۲-۰۰، شام ۵-۰۴
انکارانی ؛ گیت اور بھجن

رات
۱۰-۰۰ کلاسن ؛ سائنٹفک سیکشا

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۷-۴۵ رتنا گنگولی ؛ گیت اور بھجن
۸-۳۰ اردو پروگرام

شام
۵-۴۰، ۸-۲۰
لکشمی شنکر ؛ گیت اور بھجن
۸-۰۰ سنسکرت پروگرام
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

(آگے ص ۴۱ پر)

رامپور

۳۳۲۰۶۰ میٹر (۹۱۰ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی، انگریزی صبح ۰۰-۶، ۱۰ (علاقائی) ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۰۵-۱، ۲-۱۰ شام ۵-۰۶ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۵۰-۱، رات ۹-۱۵ سماچار بقدر ہندی: صبح ۹-۰۰
صلع کی چٹھی صبح ۵-۰۹ پراد پیشک سماچار: شام ۷-۲۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

پہلی مجلس

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم، آرمبھ اور کرشی منگل دھونی
۶-۲۵ ترجمہ کا چنتن (علاوہ جمعہ) جمعہ: گوردھی پرمیا
۶-۳۰ سنو اکساون
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ روزگار سماچار
۷-۳ بھاشا شکشا (سوا جمعہ و اتوار) جمعہ: کادیہ سوربھ اتوار: آج اور سینہ
۷-۴۵ سنسکرت پروگرام (جمعرات کو) دربن (ہر جمعہ کو) شکر سنگیت (سوا بدھ، منگل، بدھ اور جمعہ کو)
۸-۳۰ لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام (ہر جمعہ کو)
۱-۹ تا ۱۰
بال جگت (ہر اتوار کو)

دوسری مجلس

دوپہر
۱۲-۳ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)
علمی قوالی (ہر پیر کو)
نکی پسند (ہر منگل اور جمعرات کو)
بانسری (ہر بدھ کو)
دھنک (ہر جمعہ کو)
ترنگ (ہر سنیچر کو)
۱۲-۳۵ آپکی چٹھی ملی (ہر اتوار کو)
۱- پروگراموں کا خلاصہ
۱-۱ برادر جگت (ہر اتوار کو)
مہاجلت (ہر پیر کو)
دھرتی کی کہانی ہے
(پہلے، تیسرے اور پانچویں منگل کو)
پٹھان راگ
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
گرامین بہنوں کے لیے
(ہر بدھ کو)
گیتا (ہر جمعرات کو)
نعت اور قوالی (ہر جمعہ کو)
سواستھ سندیش (ہر سنیچر کو)
۱-۳۰ خواتین کے لیے (ہر سنیچر کو)
۲-۲۰ چتر پٹ سنگیت (ایک ہی کلاکار)
۲-۳۵ آس پاس (ہر اتوار کو)

تیسری مجلس

شام
۶- پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ علاقائی سوچنائیں
۶-۳ یوا وانی
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ پرزوا کلیان پرشن ونتری (ہر اتوار کو)
اردو پروگرام (ہر پیر کو)
انگریزی تقریر (پہلے اور تیسرے بدھ کو)
آپکے لکھے (دوسرے اور چوتھے بدھ کو)
شتاؤں کے نکا: (پانچویں بدھ کو)
بچی پہلی پہلی (ہر جمعرات کو)
نیچے پھرستے (ہر جمعہ کو)
ہری تقریر (ہر سنیچر کو)
۸-۰۰ سگم سنگیت (سوا اتوار اور منگل)
اتوار: جوئیبار
منگل: سنسکرت پروگرام
۸-۱۵ پرادیشک سماچار درشن (ہر اتوار کو)
شاستریہ سنگیت (ہر بدھ، جمعرات اور ہفتہ کو)
۸-۲ واد ویواد (ہر منگل کو)
۸-۳ مرزا اور آواز
۹-۳۰ چہار بیت (ہر اتوار کو)
اکٹ (ہر جمعہ کو)
۹-۴۵ ان کی پسند (ہر اتوار کو)
واد ویواد (پیر اور منگل کو)
۱- چہار دھارا (ہر دوسرے بدھ کو)
ملاقات (ہر جمعہ سے پیر کو)
محفل (پانچواں پیر)

جمعرات یکم جولائی

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
۸-۲۱ اوشا اگروال ؛ لوک گیت

دوپہر
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
استاد امیر خاں ؛ گائن

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جوئے بار
خورشید علی خاں ؛ غزلیں

'چھوا چھوت کی گرتی دیواریں' تقریر
۸-۲۱ کرشن کمار ؛ لوک گیت
۸-۳۰ 'آہنگ' اردو پروگرام
(۱) 'صف آرائی کا ایک ورق'
تقریر از قمر احمد نقوی
(۲) 'انکھیاں ترستی ہیں'
تقریر از حسن مہندی
(۳) 'کام ہمت سے جواں مرد اگر لیتا ہے'
تقریر از پی پی شریواستو رند ساگری

دوپہر
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
امجد علی خاں ؛ سرود

شام
۷-۰۰ کرشی جگت

جمعہ ۲ جولائی

صبح ۷-۳۰ وانائین

خطوں کے جواب
۸-۰۰ آشا بھونسلے ؛ گیت، بھجن

ہفتہ ۳ جولائی

صبح
۷-۴۵ کیلاش ؛ سگم سنگیت
۸-۲۱ رمیش چند پانڈے ؛ لوک گیت

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ 'بانکے کوتوال' مزاحیہ تقریر
۸-۰۰ رس دھارا
شیام موہن ؛ گیت
۸-۱۵ بڑے غلام علی خاں ؛ گائن

اتوار ۴ جولائی

صبح
۸-۲۱ روی دیو ؛ مانس پرسنگ

دوپہر
۱-۴۰ من بھاون
۲-۲۰ سنگیت پہیلی

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۸-۰۰ طلعت محمود ؛ گیت، غزلیں
۹-۰۰ منور حسین وساتھی ؛ چہاربیت

پیر ۵ جولائی

صبح
۷-۴۵ مبارک حسین ؛ سگم سنگیت
۸-۲۱ الوپم شریواستو ؛ لوک گیت

دوپہر
۱-۴۰ غلام مصطفےٰ خاں ؛ شاستریہ سنگیت

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ 'آہنگ' اردو پروگرام
شعری نشست کے شرکا:
وسیم بریلوی، خیال رامپوری،
واحد القادری، اظہر عنایتی،
عشرت بریلوی اور نظام حنیف مرادآبادی

منگل ۶ جولائی

صبح
۷-۴۵ منوموہن پہاڑی ؛ بھجن
۸-۲۱ سوروج ماتھر ؛ لوک گیت

دوپہر
۱-۴۰ بسم اللہ خاں : شہنائی وادن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۷-۴۵ قانونی مدد

بدھ ۷ جولائی

صبح
۷-۴۵، رات ۸-۰۰
ونود کمار شرما، سگم سنگیت
۸-۲۱ سشما جوشی، لوک گیت
دوپہر
۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
عطا حسین خاں : طبلہ وادن
شام
۶-۱۵ 'گلہری کی کہانی' تقریر
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ انگریزی میں تقریر

جمعرات ۸ جولائی

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
۸-۲۱ لوک گیت
دوپہر
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
محمد سعید خاں، محمد رشید خاں، گائن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جشن بہار
محمد اسلم : غزلیں

جمعہ ۹ جولائی

صبح
۷-۳۰ کاویہ سوربھ
۸-۳۰ 'آہنگ' اردو پروگرام
'اردو رسالوں کا سہ ماہی جائزہ'
شرکا: تاباں نقوی، نواب حسن خاں
اور مسلم آفاقی
دوپہر
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
ہری پرساد چورسیہ : بانسری
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۸-۰۰ ملک پکھراج : غزلیں

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح
۷-۴۵ سمن کلیانپوری : سگم سنگیت
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ نئے پرکاشن
۸-۰۰ رس دھارا
انجنا ماتھر : گیت
۸-۱۵ شیو نارائن : طبلہ

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۸-۲۱ لوک گیت
دوپہر
۱-۴۰ من بھاون
۲-۳۰ سنگیت پہیلی
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۸-۰۰ جگدیش سنگھ ٹھاکر، سگم سنگیت
۹-۳۰ عبدالقیوم و ساتھی : چہار بیت

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۷-۴۵، رات ۸-۰۰
جعفر حسین و ساتھی، سگم سنگیت
دوپہر
۱-۴۰ ایم آر گوتم : گائن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ 'آہنگ' اردو پروگرام
(۱) تقریر از سعادت نقوی
(۲) 'آج کے دور کے چند ممتاز افسانہ نگار'
تقریر از ایم ایم جلالی

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۷-۴۵ منی بیگم : سگم سنگیت
دوپہر
۱-۴۰ بھانشو بسواس : سنطور وادن

(آگے ص ۱م پر)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر "الف" ۳۴۳۱۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز جالندھر "ب" ۳۲۶٫۴۴ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۰ کلوہرٹز (شام ۶-۱۰ تا ۳۰-۶ تک)

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۳۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۵-۰۵، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ آرادھنا : بھگتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی پروگرام
۶-۴۰ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (صرف اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۱۵ قدم قدم بڑھا پڑا (پیر)
۷-۳۰ بھگتی سنگیت
۹-۰۵ سامایکی
دوپہر
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اُنّت کھیتی پروگرام
۲-۲۰ سگم سنگیت
ساڈے آس پاس (ہفتہ)

شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور
پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۴۰ روزگار سماچار
۹-۲۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

شام
۶-۰۰ یوا وانی
۶-۴۵ یونیورسٹی براڈ کاسٹ
۷-۰۰ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
(دیس پنجاب)
۸-۰۰ اختتام

جمعرات یکم جولائی

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۲۰، رات ۱۰-۳۰
اوم پرکاش، سیکسو فون پر
راگ دیسی اور راگ مالکونس
ہری اوم سرلو استو، طبلہ پر سنگت
۸-۲۰ گورو دیو سنگھ کوشل، لوک گیت
۸-۵۰، شام ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰
سلیم اقبال، کافی، نعتیں، غزلیں
دوپہر
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ بلدیو سنگھ رندھاوا، لوک گیت
شام
۵-۱۵ گوردیپ سنگھ، لوک گیت
۸-۰۰ سرجنا، پنجابی میں ادبی پروگرام

۹-۳۰ ایک فنکار، سگم سنگیت

جمعہ ۲ جولائی

صبح

۶-۴۵ نعتیں

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۳۰

ایل کے پنڈت، خیال وبہاس، گوڑسارنگ، بھجن، خیال چھایا نٹ، ٹپہ اور کافی

ضمیر احمد، طبلہ پر سنگت

۸-۲۰، شام ۵-۰۵

دلجیت سنگھ، بھجن، پنجابی گیت

۸-۵۰ پورن شاہکوٹی، صوفیانہ کلام

۹-۱۵ گورچرن کور وساتھی، شبد

دوپہر

۱۲-۳۰ انل کمار، گیت، غزل

۱۲-۴۵ جیون جارج، پریوار کلیان پروگرام

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ چمن لال گورداسپوری وساتھی، لوک گیت

شام

۵-۱۵ برکت سدھو، لوک گیت

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی میں ناٹک

۱۰-۱۵ سورن باوا، لوک گیت

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰

موہن لال کنور، بانسری پر راگ للت اور برندابنی سارنگ

۸-۲۰، شام ۵-۰۵

پنجابی گیت

۸-۵۰ کویتا دمن، پنجابی گیت

۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۴۵

ہربھجن لال، بھجن، گیت، غزل

دوپہر

۱۲-۳۰ لوک رنگ

۲-۲۰ ساڈے آس پاس

شام

۵-۱۵ جبیر سنگھ کملا، لوک گیت

۸-۰۰ پنجابی میں تقریر

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۴ جولائی

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰

برج نارائن، سرود پر راگ توڑی اور اور شدھ سارنگ

۸-۲۰ مسیحی بھجن

۹-۱۵ بال جگت

۱۰-۰۰ چانن رشماں

۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

دوپہر

۱۲-۱۵ سگم سنگیت

۱۲-۳۰ ناری سنسار

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ گورچرن سنگھ گوبلواڑ اور ساتھی واراں

شام

۵-۰۵ پنجابی گیت

۵-۱۵ گودھاری لال وساتھی، بھینٹاں

۷-۴۵ جاگرت

۸-۰۰ شبد گائن

۱۰-۳۰ استاد فیاض خاں، خیال دیسی اور ہوری دھمار

پیر ۵ جولائی

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا

۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰

ایرا رانے چودھری، خیال دیسی، بہاگ

۸-۲۰، رات ۱۰-۱۵

چندر کانتا کپور

۹-۱۵ گوردیپ سنگھ ساجن، پنجابی گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ آپ کی فرمائش

۲-۲۰ سگت سنگھ

۲-۳۰ بلبیر سنگھ، لوک گیت

شام

۵-۰۵ بال واڑی

۷-۴۵ پنجابی گیت

۸-۰۰ ہندی میں تقریر

۹-۳۰ پنجابی گیت

منگل ۶ جولائی

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰، شام ۵-۴۵

سویتا دیوی، ٹھمری جوگیا اور ٹپہ

۸-۲۰، شام ۵-۰۵

پنجابی گیت

۸-۵۰ مہر نیک سنگھ رانا، لوک گیت

۹-۱۵ جاگرت

دوپہر

۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت

۱۲-۳۰ ناری سنسار

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ بہان سنگھ ماہی، لوک گیت

شام

۵-۱۵ گورمیت کور باوا، لوک گیت

۸-۱۰ بی ایس نارنگ، غزل گیت

۱۰-۰۰ ابھے نارائن ملک، گائن

بدھ ۷ جولائی

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۳۰

شری کرشن، خیال بسنت مکھاری میاں کی سارنگ اور بھجن شتج

۸-۲۰، رات ۸-۱۰

پنجابی گیت

۸-۵۰ ہربھجن سنگھ نابل وساتھی، لوک گیت

۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، رات ۸-۳۰

دیویندر سنگھ، شبد

دوپہر

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ رچپال سنگھ پال، لوک گیت

شام

۵-۰۵ پھلجھڑی

۷-۴۵ قدم قدم پڑا پڑا

۹-۳۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۸ جولائی

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰

برہم سروپ سنگھ، وچتر وینا پر راگ گجری توڈی اور ابھوگی کانہڑہ

۸-۲۰ جگ موہن کور، لوک گیت

۸-۵۰، شام ۵-۰۵

پنجابی گیت

۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰

محمد شریف قوال وساتھی، کافیاں اور غزلیں

دوپہر

۱۲-۰۰ شوکمار شرما، سنطور پر شر کافی

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ چرن سنگھ گنگن پوری، لوک گیت

شام

۵-۱۵ سردیو سنگھ خوشدل، لوک گیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ناٹک

۱۰-۰۰ شعری نشست

جمعہ ۹ جولائی

صبح

۶-۴۵ نعتیں

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰

او۔پی۔ کپور، ٹھمری اور دادرا

۷-۵۰، دوپہر ۱۲-۲۰

نیلو رام، بانسری پر دھن

۸-۲۰، شام ۵-۰۵

گوربچن سنگھ بچن، پنجابی گیت

۸-۵۰ محمد تقی قوال وساتھی، صوفیانہ کلام

۹-۱۵ ثروت حسین، غزلیں

دوپہر

۱۲-۳۰ بھیم سین، گیت، غزل

۱۲-۴۵ جیون جارج

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ دلبارہ سنگھ مانگٹ وساتھی لوک گیت

شام

۵-۱۵ ریشماں، لوک گیت

۷-۴۵ اوما گرگ، غزلیں

۸-۰۰ ہندی میں تقریر

۹-۳۰ ہندی ناٹک

۱۰-۱۵ منموہن کور، لوک گیت

۱۰-۳۰ راجن مشرا، ساجن مشرا، خیال جوگ

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
سیارام تیواری، آلاپ، دھرپد، راگ
اہیہ بلاول، دھمار اور برندابنی سارنگ
۸-۲۰ بھجن
۹-۱۵ چرنجیت کور، گیت اور غزل
دوپہر
۱۲-۱۵، شام ۷-۴۵
محمد یعقوب، غزلیں
۱۲-۳۰ جگت سنگھ جگا، لوک گیت
۱۲-۴۵ سریندر کوہلی، پنجابی گیت
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
شام
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ مول چند بھٹی، لوک گیت
۸-۰۰ پنجابی میں تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۶-۴۵ آسا دی وار
بھائی ہرچند سنگھ راگی وساتھی
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
بھیم سین جوشی، خیال گوڑ سارنگ
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش
دوپہر
۱۲-۱۵ سریندر کور، گیت
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جوگا سنگھ جوگی وساتھی، کویشری
شام
۵-۰۵ پنجابی گیت
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۲۰ گنیش رامچندر بہرے بوا، خیال شدھ کلیان اور ترانہ

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
رتناکر ویاس، سرود پر راگ نٹ بھیرو
اور چندر نندن

۸-۲۰ کلدیپ سنگھ پردیسی، لوک گیت
۹-۱۵ جھلکی، طنز و مزاح کا پروگرام
دوپہر
۱۲-۰۰ آپ کی فرمائش
۱۲-۴۵ جیون جاچ
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جگجیت سنگھ زیروی، لوک گیت
شام
۵-۰۵ بال واڑی
۷-۴۵ کسم بروکر، گیت اور غزل
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ سریندر بیا، لوک گیت

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰، شام ۷-۴۵
غلام مصطفےٰ خاں، خیال رام کلی
اور ٹھمری پیلو
۸-۰۰، شام ۵-۰۵، ۸-۱۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ کلدیپ مانک، لوک گیت
۹-۱۵ جاگرت
دوپہر
۱۲-۰۰ کجھ گلاں کجھ گیت
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ دھنا سنگھ رنگیلا، لوک گیت
شام
۵-۱۵ کشمیر سنگھ شمبھو، لوک گیت
۹-۳۰ وگیان جگت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
سندر لال گندھرو : بانسری

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۳۰
رمیش کمار، ٹھمری، دادرا
۷-۵۰ چترلال، طبلہ پر روپک تال
۸-۵۰ امریک سنگھ ہرگوبندپوری، لوک گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵
کانشی رام بولینہ وساتھی، شبد
۱۲-۳۰ چنگی صحت

۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ کرشن لال پریمی جٹ وساتھی
شام
۵-۰۵ پھلجھڑی
۷-۴۵ قدم قدم پڑا پڑا
۸-۰۰ پنجابی میں تقریر
۹-۲۰ آپ کی فرمائش
۱۰-۴۵ شری کانت باکرے، گائن

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
مہاویر پرشاد، بانسری پر راگ
بیراگی اور پیلو

۷-۴۵، رات ۱۰-۳۰
امرناتھ، خیال چاروکیشی اور
خیال درباری
۸-۵۰ قوالی
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰
اجیت کور، شبد، گیت، غزل
دوپہر
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ سورن لتا، لوک گیت
شام
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ رمیش رنگیلا وساتھی، لوک گیت
۱۰-۰۰ فلم دی تصویر

بقیہ :- لکھنؤ

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۷-۴۵ ساز غزل
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱۰، رات ۱۰-۳۰
گوپال چندر چکرورتی، ستار وادن
دلیپ آچاریہ، طبلہ سنگت
دوپہر
۱-۱۰ اما پانڈے، خیال
شام
۵-۴۰، ۸-۱۵
شوبھا دکشت، گیت، بھجن

۱۰-۰۰ ڈرامہ

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۷-۴۵ پریم جیت سنگھ، گیت، بھجن
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱، رات ۱۰-۳۰
بہادر خاں : سارنگی وادن
شام
۴-۵۰ آلوک گنگولی، گیت، بھجن
۸-۰۰ کتابوں کا تعارف (ہندی)
۸-۱۵ دیویندر سنگھ وساتھی، شبد

بقیہ :- رامپور

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۷-۴۵ قانونی مدد
۸-۲۰ دیش میں گان

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۷-۴۵، رات ۸-۰۰
گیتا پنت، گیت، بھجن
دوپہر
۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰، رات ۸-۱۵

نزاکت علی، سلامت علی، گائن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
دوپہر
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
نکھل بنرجی : ستار
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ شجاعت حسین خاں، غزلیں

روہتک

میڈیم ویو ۴ر۲ر۴۶۲ میٹر ۷۴۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۴۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۳۰ اور ۷-۰۵ شام
بھگتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۸-۲۰ لوک سنگیت
(اتوار کو بچوں کیلئے)
۸-۴۰ سب رس
دوپہر
۱-۱۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ
(سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)
۲-۲۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت
(بدھ کو ننھے منے)
۶-۳۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

جمعرات یکم جولائی

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
شیام بھتیجہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
لوک سنگیت
۸-۴۰ سب رس
دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کے لئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ بنگالی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی
۷-۳۰ کھیل کھلاڑی
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سور منجری
۹-۱۵ آپکا خط ملا

جمعہ ۲ جولائی

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
سیما شرما، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا
۸-۴۰ سب رس
دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۰۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ سندھی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ سور منجری
ہمنت کمار، گیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'لوری'
۹-۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۳ جولائی

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
اقبال احمد صدیقی، غزلیں
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ بڑے غلام علی خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
لوک سنگیت
۸-۴۰ سب رس
دوپہر
۱۲-۳۰ پھر سنیئے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ طلعت محمود، غزلیں
۹-۱۵ ایک فلم سے 'نصیب'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی

اتوار ۴ جولائی

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
شیلی کپور، سگم سنگیت
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ وسنت راؤ دیش پانڈے
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ بال کنج
گیان وگیان پہیلی
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ دریاؤ سنگھ اور چندر لال
لوک گیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ راجستھانی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپکی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۳۰ عزیز نظام قوال و ساتھی، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'ففٹی ففٹی'
۹-۳۰ جھلکی
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۵ جولائی

صبح
۷-۱۰ منا ڈے، سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ شبیر حسین، سارنگی
۸-۲۰ لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کے لیئے
۲-۲۰ کشور کمار، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۲۵ سنگیت سریتا، ارملا ناگر
۸-۰۰ انگریزی میں تقریر
۸-۳۰ معین الدین خاں، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'سو دن ساس کے'
۱۰-۰۰ شبیر حسین،
کلاسیکی موسیقی

منگل ۶ جولائی

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

انوپ جلوٹا : غزلیں

۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ دیب برت چودھری : ستار

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

رام چند : لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ گجراتی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار 'پنگھٹ'

۸-۰۰ کلام شاعر

۸-۳۰ سموہ گان

۹-۱۵ ایک فلم سے 'جس دیش میں گنگا بہتی ہے'

بدھ ۷ جولائی

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

احمد حسین محمد حسین : سگم سنگیت

۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی

۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰

سنگھ بندھو : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

میر سنگھ وساتھی : لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کترنیں

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ ننھے منے ۔ گیت، کہانی

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

دیہی نوجوانوں کیلئے

۸-۰۰ ہندی میں تقریر

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۳۰ کنول سدھو : غزلیں

۹-۱۵ ایک فلم سے 'اڑن کھٹولہ'

۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے

جمعرات ۸ جولائی

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

سیتا واجپائی : سگم سنگیت

۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ چلتے چلتے

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

رادھے شیام سینی : لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ساز اور آواز

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار 'سرگم'

۶-۱۰ مارواڑی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

'بالک منڈلی' بچوں کیلئے

۸-۰۰ گھر آنگن

۸-۳۰ مکیش : سگم سنگیت

۹-۱۵ آپکا خط ملا

۹-۳۰ فیچر

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۹ جولائی

صبح

۷-۱۰ حمید حسین : سگم سنگیت

۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پرکاش وڈھیرہ : بانسری

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

دیا سنگھ سینی : لوک سنگیت

۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ کشمیری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۴۵ سپرا بوس : سگم سنگیت

۸-۰۰ سائنس کلب

۸-۳۰ طلعت عزیز : سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'مدر انڈیا'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ڈرامہ

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح

۷-۱۰ ہری ہرن : سگم سنگیت

۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ رام نارائن : سارنگی

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

وملیش کماری : لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھلواریہ

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

گیتوں بھری کہانی

۶-۱۰ مدھیہ پردیش کے گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۴۵ مہدی حسن : غزلیں

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ آشا بھونسلے : سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'رامو تو دیوانہ ہے'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۱۱ جولائی

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

سگم سنگیت

۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ بھیم سین جوشی : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ بال کنج

۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت

۱-۰۰ کھلا آکاش

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

نوجوانوں کی پسند - خطوں کے جواب

۶-۱۰ برج کے گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

آپکی پسند

۸-۰۰ آج اتوار ہے

۸-۳۰ رونا لیلیٰ : سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'سہاگ'

۹-۳۰ فیچر

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۱۲ جولائی

صبح

۷-۱۰ اقبال افضال وساتھی، قوالیاں

۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۱-۰۰ ورندگان

شام

۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)

۶-۱۰ بھوجپوری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۴۵ رما ڈونگری : سگم سنگیت

۸-۰۰ انگریزی میں تقریر

۸-۳۰ بیگم اختر : سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'لیلیٰ مجنوں'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر

۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۳ جولائی

صبح

۷-۱۰ سگم سنگیت

۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ اوم کارناتھ ٹھاکر : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ ورندگان

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

میری پسند

۶-۱۰ گڑھوالی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۰۰-. گرامین سنسار

پنگھٹ

۰۰-. کلام شاعر
۸-۳۰ محمد سعید صابری قوال و ساتھی قوالیاں
۹-۱۵ ایک فلم سے 'سلسلہ'
۹-۳۰ ساہتیہ کی
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۷-۱۰ کے ایل سہگل، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکل موسیقی
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کرتن

شام
۵-۳۰ یووا نسار
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۴۵ سنیتا باجپائی، سگم سنگیت
۸-۰۰ ہندی میں تقریر
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۳۰ غلام علی، غزلیں
۹-۱۵ ایک فلم سے 'سسٹر'
۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۷-۱۰ سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان

(آگے ص ۴۶ پر)

شعلہ

میڈیم ویو ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۵۲٫۰۹ میٹر ۵۷۶۰ کلوہرٹز صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد
۴۹٫۸۲ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ کے بعد اور شام ۶-۱۵ تک
صبح ۵-۲۵ سے ۲-۰۰ ۳۲۲۳ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ سے ۵-۳۰ اور ۹-۴۵ سے ۴-۴۵
۵-۴۵ اور شام ۵-۰۰ سے ۶-۱۵ تک ۶۰۲۰ کلوہرٹز ۶-۰۰ سے رات ۱۲-۰۰ ۳۲۲۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۶-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۹-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۰۱ [illegible]
۶-۰۰ بھیتی [illegible]
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲ سا[illegible]یلی
۷-۱۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی، مزم کا حال
۹-۲۰ اختتام

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱۰-۱۱ اختتام
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۲-۲۰ سنہری لڑیں
۲-۱۰ سب [illegible]
۳-۰۰ اختتام

شام
۵-۰۰ بالجن پروگرام: لاہول سپتی، (اتوار، منگل، جمعہ)
کنڑ پروگرام (پیر، جمعرات)
چمبا آنگی پروگرام (بدھ، ہفتہ)
۵-۳ ملوی پروگرام (اتوار، بدھ)
مہاسوی پروگرام (پیر، جمعہ)
سرموری پروگرام (منگل ہفتہ)
جنتو متو (جمعرات)
۶-۰۰ ضلع کی چٹھی، پہاڑی دھن
۱۵- کانگڑی پروگرام (اتوار، جمعرات)
منڈیالی پروگرام (پیر، جمعہ)
بلاسپوری پروگرام (منگل ہفتہ)
خواتین کے لیے (بدھ)
۶-۱۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۲۵ علاقائی خبریں
۷-۰۵ کرشی جگت/ دیہاتی ریڈیو گوشٹھی
۷-۲۵ گرامین یووان کے لیے
۸-۰۰ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (ہفتہ منگل کو ۱۱-۰۵ پر)

جمعرات یکم جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ دیش گیت
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۷ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ نیشنل پروگرام

جمعہ ۲ جولائی

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ ترنگ: کویتا پاٹھ
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۲۵ گرامین یوواؤں کے لئے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ وِرند
۹-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون

ہفتہ ۳ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ گیت
۸-۲۱ سیاحوں کے لئے سناتی گھاٹی
۹-۰۵ رس دھارا

شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۷ ہم درشن
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۴ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۰۵ پہاڑی دھن
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں
بھجنت وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانسون گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون

۱۰-۰۰ یووانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
خاندان کی بہبودی پر مبنی
دوپہر
۱۲-۰۰ گینتوں بھری کہانی
۱۲-۳۰ بال گوپال، بچوں کے لئے پروگرام
۳-۰۰ ونیتا منڈل
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ من منتھن
۹-۳۰ گیت بہاڑا رے

پیر ۵ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ نیوز ریل
۸-۲۵ دیش گان
۹-۱۶ گول میز: تبادلۂ خیالات
۹-۳ تقریروں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ ردیک

منگل ۶ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
۷-۵۵ سمے کی بات: گیان چند شرما
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چٹنکا
شام
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۷ سکشا سنسار
۹-۳۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۷ جولائی

صبح
۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری دادرا
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ گھر آنگن
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر

جمعرات ۸ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ دیش گیت
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر
۹-۰۵ محفل
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ ردیکوں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۹ جولائی

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۴۵ ترنگ: کویتا پاٹھ
۷-۵۵ سمے کی بات: ہری سندھو
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل
شام
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۹-۱۶ رچنا ہماچل، تہاس کی
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۰۰ من بھاون

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت
۸-۲۱ کھیل سمیکشا
۹-۰۵ رس دھارا
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۵ ہم درشن
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۰۵ دھن
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں: بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ دگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۱-۳۰ گلشن گلشن: غزلوں کا خاص پروگرام
دوپہر
۱۲-۰۰ پہاڑی: رنگارنگ پروگرام
پیش کش: کیشو سوامی
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ ونیتا منڈل
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ میرے پستک سنگرہ سے
۹-۳۰ گیت بہاڑا رے

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت
شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۲۵ دیش گان
۹-۱۶ ہم ترنگی: رام دیال نیرج
۹-۲۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
۷-۵۵ سمے کی بات: بابورام مہتہ
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چٹنکا
شام
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۶ وگیان جگت
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۴ جولائی

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۲۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری دادرا
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین بھائیوں کے لئے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ وریند
۹-۱۶ جھلکی
۹-۳۰ چرچا کا وشئے ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲۰ دیش گان
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین بھائیوں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۱۰-۰۰ انگریزی میں تقریر

بقیہ روہتک

شام

۵-۳۰ یووا سنسار 'سرگم'
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈل
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ نیلم ساہنی، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، کھیل پتریکا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

پٹنہ ۹۱ء۳۸۳ میٹر، ۷۲۰ کلوہرٹز   بھاگلپور: ۷۰ء۲۰۵ میٹر، ۱۴۵۸ کلوہرٹز
دربھنگہ: ۳۰ء۲۳۱ میٹر ۱۲۹۶ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸ء دوپہر ۲-۱۰،۲-۰۰ء شام ۵-۰۵-۶ رات ۸-۴۵ (۱۰-۰۵ء ۱۱ صرف ہفتہ کو)
اردو: صبح ۸-۵۰ء رات ۹-۱۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ء دوپہر ... رات ... ۹ ... ۱۱ صرف ہفتہ کو)

اردو پروگرام روزانہ صبح ۸-۴۰ سے ۹-۴۵ تک

جمعرات یکم جولائی

صبح

۷-۰۵ شیو کمار رنے، ستار
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
است کمار چکرورتی، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ شانتی بین، لوک گیت

رات

۸-۳۰ اکھوری ناگیندر نارائن سنہا
لوک گیت

جمعہ ۲ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
مالویکا کانن اور رجب علی خاں
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ دلراج کور: ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ عزیز اشرف، مینڈولن
۱-۳۰ جیتن رام، لوک گیت

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۷-۰۵ شیام لال مشر، ٹھمری، دادرا
۸-۲۱ رس رنگ، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ بجرنگ لال گپتا، ہلکی موسیقی
۱-۳۰ راجندر پرساد مہتو و ساتھی،
لوک گیت

اتوار ۴ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
سیتارام ہری ڈانڈیکر، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
شبھرا چیٹرجی: ہلکی موسیقی

شام

۵-۳۰ سدھا سنہا، لوک گیت

پیر ۵ جولائی

صبح

۷-۰۵، شام ۱۰-۰۰
گنیش پرساد مشر، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ شانتی ورما، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ بھگت لال، لوک گیت

شام

۷-۱۵ پشپا پاگدھر، ہلکی موسیقی
۸-۳۰ سنت کمار سنگھ، لوک گیت

منگل ۶ جولائی

صبح

۷-۰۵ پیسنر بخش، بالنسری پر بھیروی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
سواپن چکلانولیس، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ وشوناتھ پرساد، لوک گیت

بدھ ۷ جولائی

صبح ۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
راجن مشرا، ساجن مشرا، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
چیتالی دتہ: ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ لال بچی دیوی، لوک گیت

جمعرات ۸ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
کشوری امونکر اور لکشمی شنکر
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰، شام ۶-۱۵
الکا پرکاشں، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ کرونا مشر: لوک گیت

شام

۸-۳۰ اکھوری رجنی کانت، لوک گیت

جمعہ ۹ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
کرشنا رام و ساتھی، شہنائی پر
بھٹیار اور میاں ملہار
۸-۲۱ یونس ملک، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ بھانتو سریندر رائے مدھوکر و ساتھی
لوک گیت

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح

۷-۰۵ پریم کمار ملک، دھرپد ہنڈول
رام اوتار ٹھاکر، پکھاوج
۸-۲۱ رس رنگ، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ رخسانہ، ہلکی موسیقی
۱-۳۰ بھولا رام و ساتھی، لوک گیت

اتوار ۱۱ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
این راجن، وائلن

۸-۲۱، شام ۶-۱۵
رما سین، ہلکی موسیقی

شام
۵-۳۰ کرشنا نند مشر، لوک گیت

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
کرشنا داس گپتا، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
برہمیدیو نارائن سنگھ، ہلکی موسیقی

دوپہر
۱-۳۰ شیولوچن پرساد، لوک گیت
شام
۸-۲۰ رام شرن پرساد وساتھی، لوک گیت

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۷-۰۵ بڑے غلام علی خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
بابلی بھٹاچاریہ، ہلکی موسیقی

دوپہر
۱-۳۰ دنیش کمار وساتھی، لوک گیت

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
موجود حسین خاں، خیال رام کلی
اور گوڑ ملہار
۸-۲۰، شام ۶-۱۵
ریکھا مکھرجی، ہلکی موسیقی

دوپہر
۱-۳ بھارتی مکھرجی وسکھیاں
لوک گیت

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
ہیرابائی بڑوڈکر اور
مشتاق حسین خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲ سرلا کپور، ہلکی موسیقی

دوپہر
۱-۳۰ مایا رانی داس، لوک گیت
شام
۶-۱۵ لکشمی بائی راٹھور، ہلکی موسیقی
۸-۳۰ بھرت سنگھ بھارتی، لوک گیت

حیدرآباد

۴۰۶.۵ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز ۲۵۶.۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

جمعرات یکم جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی، یونیورسٹی طلبا کیلئے
'عہد مغلیہ کے چند مورخین' تقریر
از نظام الدین

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند، فلمی نغموں پر مبنی
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اپنی نگری اپنے لوگ
(۲) آپ کی پسند، فلمی گانے
(۳) سائنس کی دنیا
(۴) نئی کتابیں اور کتابوں پر تبصرہ
تحریر، ڈاکٹر اشرف رفیع

جمعہ ۲ جولائی

صبح
۶-۴۰ الشور اللہ
قرات کلام پاک، قاری محمد عبدالحفیظ
نعت شریف، احمد سیفی
۸-۴۰ یوواوانی
میرا پسندیدہ ادیب 'عبدالقادر سروری'
تقریر از میمونہ فلاح الدین

شام
۵-۳۰ ترنگ
'کنگ کوٹھی اسپتال' فیچر
پیشکش، غوثیہ شاہین
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اس ہفتے کی ڈائری، الیاس عشرت
(۲) ڈاکٹر سے ملاقات
'خوش رہنے کے راز'
ڈاکٹر ظفر علی بلگرامی سے انٹرویو

ہفتہ ۳ جولائی

صبح ۸-۲۵ یوواوانی
فلمی قوالیاں
شام ترنگ
۵-۳۰ ڈرامہ
پیشکش، ٹوینگ کلاکتین
۹-۳ نیرنگ
(۱) افکار عالیہ 'محمود گاواں'
تحریر، ڈاکٹر زینت ساجدہ
(۲) لطیفے ہی لطیفے
(۳) گیت اور غزلیں

اتوار ۴ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'گلدستہ'
پیشکش، عطیہ بدر

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کے لئے 'وراثتی پروگرام'
پیشکردہ، لیڈیز کلب حیدرآباد
خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ
'نئے لہجے'، رحمن جامی سے انٹرویو
۹-۳ نیرنگ
ڈرامہ - غزلیں

پیر ۵ جولائی

صبح
۸-۴۰ یوواوانی، نغموں کی دنیا
پیشکش، حسین مجاہد الدین

شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیل کی باتیں
جیلانی پیرا سے انٹرویو
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) ہم آپ اور وہ
(۲) کلام شاعر بزبان شاعر
روف خیرا اور رحمن جامی
(۳) غزلیں

منگل ۶ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی، 'سائنس سائنس'
ڈاکٹر خواجہ غوث محی الدین سے انٹرویو

شام
۵-۳۰ ترنگ 'ادبی میگزین'
پیشکش، پروگریسو یوتھ ایسوسی ایشن
باغ جہاں آرا
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۲) مزاحیہ کلام، ان پڑھ بھونگیری
(۳) ڈھولک کے گیت

بدھ ۷ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'فن اور شخصیت'
عاتق شاہ سے انٹرویو

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ ترنگ، وراثتی پروگرام
پیشکش، سنگیت ساگر کلچرل
اکیڈمی، حبیب نگر
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) خطوں کے جواب
(۲) آؤ مل بیٹھیں
(۳) نئی کہانی

جمعرات ۸ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی - یونیورسٹی طلبا کیلئے
'اکبر اور قلی قطب شاہ کے عہد
میں سماجی اتحاد'، تقریر از
ابو فہیم وحید

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند، فلمی گانے
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ڈرامہ
۱۰-۰۰ نیرنگ

(۱) اپنی نگری اپنے لوگ
(۲) سائنس کی دنیا
(۳) کلام شاعر
حمید مرزا اور باسط کریم نگری
(۴) 'سیدک' فیچر از انور ادیب

جمعہ ۹ جولائی

صبح
۶-۴۰ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک - نعت شریف
۸-۴۰ یوواوانی
میرا پسندیدہ ادیب رشید احمد صدیقی'
تقریر از انیس الرحمٰن

شام
۵-۳۰ ترنگ 'سائنس میگزین'
(۱) ڈاکٹر حبیبی سے انٹرویو
(۲) 'جگدیش چندر بوس' تقریر از فرحت
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اس ہفتہ کی ڈائری، شفیع الرحمٰن
(۲) ڈاکٹر سے ملاقات
(۳) قوالیاں

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'فلمی قوالیاں'
شام
۵-۳۰ ترنگ 'ڈرامہ'
پیشکردہ، ڈائمنڈ کلچرل اسوسی ایشن
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) ناولوں کی دنیا
(۲) افکار عالیہ' ڈاکٹر عبداللطیف بھٹائی'
تحریر، ڈاکٹر جیٹھانند
(۳) لطیفے ہی لطیفے
(۴) گیت اور غزلیں

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'گلدستہ'
پیشکش، عطیہ بدر

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے
(۱) چھوٹا کنبہ، اچھا کنبہ،
ڈاکٹر ثمینہ مرزا سے انٹرویو

(۲) ڈھولک کے گیت
(۳) خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ ، ادبی انٹرویو
۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ - غزلیں

پیر ۱۲ جولائی

صبح
۸-۰۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا ، سلطان مرزا

شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ ، عمر فاروق
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) ہم، آپ اور وہ
(۲) کلام شاعر بزبان شاعر
منوہر لال بہار
(۳) 'مشاہدے پر' نظم از عارف سیمابی
(۴) غزلیں

منگل ۱۳ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
'عمدہ خوراک' ڈاکٹر زہرہ رضوانہ سے انٹرویو

شام
۵-۳۰ ترنگ 'ادبی میگزین'
(۱) 'فورٹ ولیم کالج کے ادبی جذبات'
تقریر از صبیح الدین
(۲) شاعرہ کا کلام ، نایاب سلطانہ
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۲) 'پان' مزاحیہ خاکہ از حسن الدین احمد
(۳) ڈھولک کے گیت

بدھ ۱۴ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'فن اور شخصیت'
ڈاکٹر مجید خاں سے انٹرویو
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ ترنگ 'وراثتی پروگرام'

پیشکش ، یوتھ ویلفیئر اسوسی ایشن
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) خطوں کے جواب
(۲) آؤ مل بیٹھیں
(۳) 'ہماری بیگم' کہانی از برق آشیانوی
(۴) غزلیں

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'یونیورسٹی طلبا کیلئے'
'آمدنی کا ٹیکس'

تقریر از مسعود پرویز

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند ۔ فلمی نغمے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اپنی نگری اپنے لوگ
(۲) 'یادوں کی بارات میری نظر میں'
تقریر از ڈاکٹر راجو رکر

جودھپور

جودھپور ۔ ۵۶۳٫۹ میٹر ۵۳۱ کلو ہرٹز ۲۵٫۰۶ میٹر ۱۱۹۷۰ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۹-۱۰ 'استھانی بھگتی گیت'
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل ، جمعرات)
اتوار کو فلمی گیت
۱-۵۰ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۵-۰۵ یوواوانی

یووا ترنگ اور ودیارتھی پروگرام
(منگل ، جمعہ)
۵-۳۰ نوترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)
۶-۲۵ آس پاس (اتوار)
نیوجینی سوچنائیں (پیر ، جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
شاردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)

سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۶-۳۰ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے خاص پروگرام
۸-۲۵ ایک کلاکار
۹-۱۵ تقریر (ہندی / انگریزی)
(منگل ، جمعرات)
لے چلے گا نے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۱۰-۰۰ بھولے گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

اودے پور

اودے پور : ۲۶۶٫۶ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۲۵ بھگتی سنگیت
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کھیتی باڑی
۷-۲۰ مانس گان
۷-۳۰ سنگیت سریتا
۷-۴۰ فلمی سنگیت
۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)

۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)
۱-۵۰ لوک سنگیت
۵-۰۵ یوواوانی
۶-۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال
۷-۳۰ کرشکوں کے لیے
۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)
۸-۲۵ فلمی گیت

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) ۲۰۳۰۰ میٹر ۱۳۶۹ ۔ جے پور (ب) ۴۱۰۲۲۶ میٹر ۱۳۰۵ کلوہرٹز

اجمیر ۴۹۰، ۲ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰۔۸ دوپہر ۰۵۔۱، ۱۰۔۲، ۴۵۔۲ شام ۰۵۔۶ رات ۴۵۔۸
(پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۰۵۔۱۱ بجے) انگریزی: صبح ۱۰۔۸
دوپہر ۰۰۔۱، ۰۰۔۲ شام ۰۰۔۶ رات ۰۰۔۹ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۰۰۔۱۱ بجے)
صوبائی (ہندی): صبح ۰۵۔۹ شام ۰۵۔۷ (راجستھانی) شام ۱۵۔۷
سندھی: صبح ۴۰۔۸، شام ۱۵۔۶ سنسکرت: صبح ۰۰۔۷ شام ۱۰۔۶
سماچار پتر (ہندی): صبح ۰۰۔۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۳۰۔۶ منگل دھونی: وندے ماترم
۳۵۔۶ وندنا
۰۵۔۷ روپ ریکھا اور موسم
۱۰۔۷ کرساں ری بات، بازار بھاؤ (روزانہ)
۲۰۔۷ رامائن پاٹھ
۳۰۔۷ سامائیکی
۵۰۔۸ رس دھارا (سوائے اتوار)
سور گنگا (اتوار)
۱۵۔۱۰ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)
(ہفتہ کو ۰۵۔۹ اور اتوار ۳۰۔۱۰، ۰۰۔۱۱)

دوپہر

۵۰۔۱ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)
۱۰۔۳ اختتام

شام

۰۵۔۵ یوواوانی (نوجوانوں کیلیے پروگرام)
۰۰۔۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۲۵۔۷ ضلع کی چٹھی
۳۰۔۷ کرشکوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۳۰۔۱۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۱۰۔۱۱ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

جمعرات یکم جولائی

دوپہر

۳۰۔۱ ایس ایم پانڈے، بانسری

جمعہ ۲ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
سیتا دیوی، کجری اور چیتی
۰۰۔۷ سنسکرت کہانی، دنیش کمار دویدی

رات

۱۵۔۹ 'ہمارے لوک ناٹیہ، تماشہ'
تقریر از اوشا بندکے

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۳۰۔۷ سرکنا دھر چودھری، وائلن

رات

۱۰۔۹ میسٹر پریتا پرش
'ایڈلٹ ایجوکیشن اسٹوڈنٹ'

اتوار ۴ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
نیرا شرما، ستار
۲۰۔۸ سور گنگا، موسیقی کا خصوصی پروگرام
۰۰۔۱۰ سندھی فلمی وغیر فلمی گیت

دوپہر

۳۰۔۱۲ جھلکی
۴۵۔۱۲ سوالوں کے جواب

رات

۰۰۔۱۰ میگزین پروگرام

پیر ۵ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
سوریہ نرائن پروہت، بانسری

دوپہر

۳۰۔۱ دائم علی، طبلہ

منگل ۶ جولائی

صبح

۳۰۔۷ شیام گنگولی، سرود

رات

۳۰۔۹ سندھی میں تقریر از جے سو جوانی
۰۰۔۱۰ ایشے نارائن ملک، گائن

بدھ ۷ جولائی

صبح

۳۰۔۷ مشتری بیگم، ٹھمری، دادرا

شام

۳۰۔۶ سندھی کہانی، سندر اگنسانی
سنگیت، گوشالیہ کرپلانی
۳۰۔۹ ہندی میں پریچرچا

جمعرات ۸ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
پربھودیو سردار، خیال
۵۰۔۷ سنسکرت کویتا پاٹھ
رادھا کرشن شاستری

شام

۲۵۔۶ لوک دھارا، فیچر پروگرام
۰۰۔۸ راجستھانی میں تقریر

جمعہ ۹ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
لکشمی شنکر، گائن
۲۰۔۸ پرارتھنا سبھا

شام

۲۵۔۶ راجستھانی کویتا پاٹھ
۴۵۔۶ ارجن داس لنگر کر، دلربا
۰۰۔۸ کتھا لوک
۳۰۔۹ ناٹک
۰۰۔۱۰ راجستھانی فرمائشی پروگرام

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح

۳۰۔۷، دوپہر ۳۰۔۱
گائن
۳۰۔۸ ہندی میں تقریر

رات

۰۰۔۸ کہکشاں، اردو پروگرام

اتوار ۱۱ جولائی

صبح

۳۰۔۷، رات ۳۰۔۱۰
ششی موہن بھٹ، ستار
۱۵۔۹ 'مکل' بچوں کیلئے
۰۰۔۱۰ سندھی پروگرام
'موہی جو وطن جموں و کشمیر'
تقریر از شانتی بالا
گیت از ڈھولن راہی
۳۰۔۱۲ جھانجھرا
۴۵۔۱۲ خط ملا: خطوں کے جواب

رات

۰۰۔۸ انگریزی میں تقریر
۱۷۔۹ ان سے ملیئے

پیر ۱۲ جولائی

صبح

۳۰۔۷ کشوری امونکر، گائن
۱۰۔۹ لوک گیت

شام

۰۵۔۵ یوواوانی
۳۰۔۶ ادیوگ جگت
۰۰۔۸ ہندی کویتا پاٹھ

منگل ۱۳ جولائی

صبح

۳۰۔۷ مادھوری مالا، کجری

دوپہر

۱۰۔۱ سہیلیوں ری باڑی

(آگے ص ۵۱ پر)

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال 'الف' ۲-۲۰۲۰ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز بھوپال 'ب' ۳-۳۲۲ میٹر ۹۳۰ کلو ہرٹز

صبح ۵۳-۵ سے ۴۰-۷ ۱۴۹۹۰ کلو ہرٹز

صبح ۳۰-۸ سے ۲۰-۹، ۴۵-۵

صبح ۴۴-۹ سے ۱۵-۵/۴۵-۵ شام } ۱۸۔ کلو ہرٹز

شام ۳-۵ سے ۰۰-۲ رات ۳۳۰۵ کلو ہرٹز

رائے پور ۹/۵-۳۰ میٹر ۹۸۱ کلو ہرٹز گوالیار ۴/۲۰۶۰ میٹر ۱۴۹۶ کلو ہرٹز

جبلپور ۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک)، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶

رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

جمعرات یکم جولائی

صبح

۷-۴۵ ایم آر گوتم، اُپ شاستریہ سنگیت

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰

انیتا گپتا: سگم سنگیت

۸-۲۰ محمود مرزا: شاستریہ سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ وملا شریواستو، لوک گیت

شام

۷-۱۵ گرام لکشمی

۸-۰۰ 'مہوبا کا پراچین' ہندی تقریر از

نرمدا پرساد گپت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: لوک و سگم سنگیت

جمعہ ۲ جولائی

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰

وی ایم بھولے، سگم سنگیت

۸-۳۰ وی ڈی واڈیکر، خیال

۹-۱۰، دوپہر ۱-۴۰

راگداری، مینا لال گرگ

دوپہر

۲-۳۰ ہرگووند سونی اور ساتھی، لوک گیت

رات

۸-۰۰ 'کہکشاں' اردو پروگرام

(۱) 'کچھ کھیلوں کے بارے میں'

سلام الدین اور راجندر ملہوترا کے

درمیان گفتگو

(۲) کتابوں کی باتیں: آفاق احمد

۹-۳ 'آس پاس کی ہریالی' تقریر از

مہندر پرتاپ سوری

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۸-۲۰ بلونت پرانک، سگم سنگیت

۸-۵۰ احمد خاں، لکشمی تو ے، شاستریہ سنگیت

۹-۱۰ راگداری: اشیش بندو

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا

کاویہ پاٹھ: اونکار پرشاد ڈورا

۱-۴۰ راگداری

عقیل احمد خاں، خیال

۲-۳۰ لکشمی نارائن، لوک گیت

رات

۸-۰۰ سرجنا

(۱) کہانی: آشالتا سکینہ

(۲) کاویہ پاٹھ: نعیم

اتوار ۴ جولائی

صبح

۱۰-۲۰، دوپہر ۱-۲۰

رام چتر ملک، دھرپد، دھمار

دوپہر

۲-۳۰ نرملا تلوے و سکھیاں، لوک گیت

پیر ۵ جولائی

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰

بہاری لال راؤ، لوک گیت

۸-۲۰ قیصر جہاں، سگم سنگیت

۹-۰۵ ضلع کی چٹھی

رات

۱۰-۰۰ رحمان خاں و ساتھی، شہنائی

منگل ۶ جولائی

صبح

۹-۰۰ 'آئینہ' اردو پروگرام

'بزم زندہ دلاں'

(۱) 'داڑھ کا درد' جہاں قدر چغتائی

(۲) مزاحیہ کلام: احسان جبلپوری

دوپہر

۱-۴۰ علی اکبر خاں، سرود

رات

۸-۱۵ 'بی ایچ ای ایل کا نربات استادن'

ہندی تقریر از ایس پی سنگھ

بدھ ۷ جولائی

صبح

۹-۳۰ ستما سنگھ، خیال

۱۰-۴، رات ۱۰-۰۰

پدما بال سندوار، ستار

رات

۸-۰۰ ساہتیکی

کویتا پاٹھ: چندر سین ورا

جمعرات ۸ جولائی

دوپہر

۱-۴۰ راگداری، لکشمی شنکر

۲-۳۰ رتن لال کشواہا اور ساتھی، لوک گیت

رات

۸-۰۰ انٹرویو، پی وی کرتھ سے

اقبال مجید کی بات چیت

۱۰-۰۰ ایم ایس گوپال کرشن، وائلن

جمعہ ۹ جولائی

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰

محمد اقبال، سگم سنگیت

۸-۳۰ راجن مشرا، ساجن مشرا، خیال

دوپہر

۱-۴۰ اشیش خاں، سرود

رات

۸-۰۰ 'کہکشاں' اردو پروگرام

(۱) افسانہ: اطہر راہی

(۲) کلام شاعر: شمیم اشرف

(۳) تقریر: رشید الحسن

۹-۳۰ کوی گوشٹھی - پریوار کلیان

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰

موتا بھٹاچاریہ، سگم سنگیت

۸-۳۰، دوپہر ۱-۴۰

ڈی وی جانسیروکر، خیال

۹-۱۰ راگداری، شیشر کنا دھر چودھری

دوپہر

۱-۳۰ نئی رچنا

کہانی: کرشن کملیش

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۱۱ جولائی

صبح

۱۰-۲۰ پربھو دیو، خیال

موہن مونگرے، ہارمونیم سنگت

دوپہر

۲-۳۰ گوردھن لال پشوا اور ساتھی

لوک گیت

رات

۹-۳۰ 'پرتی شیو' ناٹک

تحریر: منیر شریواستو

پیشکش: مقبول حسن

پیر ۱۲ جولائی

صبح

۸-۲۰ شانتی ہیرانند، گم سنگیت

۸-۳۰، رات ۱۰-۳۰

جی این دنتالے، خیال

دوپہر

۲-۳۰ دامودر پرشاد سونی اور ساتھی

لوک گیت

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر

۱۰-۰۰ ایم وی شولاپورکر، کلارنٹ

منگل ۱۳ جولائی

صبح

۷-۳۰ شانتی بائی موار، لوک گیت

۷-۴۵ افضال حسین جے پور والے
آپ شاستریہ سنگیت

۸-۲ بینا گور بھٹنگر، سگم سنگیت

۹-۰، دوپہر ۴-۳۰

رام نارائن، سارنگی وادن

رات

۸-۱۵ 'دہیز ایک سماجک ابھی شاپ' تقریر از دھیان سنگھ تومر

۹-۳ نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر

بدھ ۱۴ جولائی

صبح

۸-۲۰ مالا وربا، سگم سنگیت

۹-۱۰، دوپہر ۱-۴۰

راگداری، بلرام ناگدیو

رات

۸-۰۰ ساہیتکی
کہانی، رمیش چندر شاہ

۹-۳۰ تئینگ
'آئیری کی بھاشا' از بی ڈی شرما

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح

۷-۴۰ کرتن دیوی …، آپ شاستریہ سنگیت

۱-۳۰ بجلا پچولی، سگم سنگیت

۲-۳۰ مالتی لتا مالوی و سکھیاں، لوک گیت

رات

۸-۳۰ 'سمسیا کا جائزہ' تقریر
ڈاکٹر سریش بھٹ

۱۰-۳۰ سدھو راج … سدھو …

بقیہ: جے پور

۸-۰۰ راجستھانی پروگرام

۹-۳۰ سندھی ناٹک
پیشکردہ، موہن مہر چندانی

۱۰-۰۰ سندرلال، بانسری

بدھ ۱۴ جولائی

صبح

۷-۳۰ مانک راؤ رانجوکر، گائن

۸-۲۰ راجستھانی میں تقریر

۹-۱۰ سگم سنگیت

شام

۶-۳۰ سندھی کویتا پاٹھ
نانک رام ـ کرشن راہی

۹-۳۰ ناٹک

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح

۷-۵۰ سنسکرت میں تقریر
از شری نارائن شاستری

۸-۲۰ سندھی میں تقریر

۹-۱۰ لوک سنگیت

۱-۱۰ خواتین کیلئے

شام

۶-۴۰ فیچر

۱۰-۳۰ ہدیت خاں، طبلہ

بیکانیر

۲۱۵/۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

بھکتی سنگیت

پروگرام کا خلاصہ

کھیتی باڑی (سوائے اتوار)

نس گان

کرشی لوک (سوائے اتوار)

۶-۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال

۷-۳۰ کرشکوں کے لیے

۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)

سرینگر

میڈیم ویو: سرینگر 'الف' ۸/۱ ۲۶۸ میٹر سرینگر 'ب': ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شارٹ ویو: ۱/۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۹۱/۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز

پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس، صبح ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۶-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵
ھندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۹-۰۵ دلچسپ خبریں ۹-۲۰ اردو ۹-۲۵ کشمیری دوپہر ۲-۱۰ لداخی
شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۴۵ اردو

جمعرات یکم جولائی

صبح

۶-۲۵ صبح گاہی (روزانہ)

۷-۰۵ نرملا دیوی: غزلیں

۸-۲۰ پنجابی پروگرام

۹-۱۰ پوسٹ کارڈ اسٹوڈیو

۱۱-۳۰ کمال بٹ اور ساتھی، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ

۲-۱۰ کارتک کمار، ستار وادن

۲-۳ کمال بٹ اور ساتھی، گائن

۴-۰۰ کانتا شرما اور کرانتی کانت جوشی،
ڈوگری سنگیت

۷-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
اداریہ از جی این رتن پوری

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، علاقائی موسیقی

۱۰-۳۰ غلام نبی ڈولوال و ساتھی،
کشمیری موسیقی

جمعہ ۲ جولائی

صبح ۷-۰۵، شام ۶-۱۰

ظہور احمد شاہ، غزلیں

۷-۱۵ گاندھی کتھا

۸-۲۰ گھر بارہ خاطر

۹-۰۵ غزلیں

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
آٹھویں جماعت کے طلبا کیلئے

۲-۱۰ شاستریہ سنگیت

۲-۳۰ آستہ نگاش

۴-۰۰ محمد سلطان میر اور ساتھی،
صوفیانہ موسیقی

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ بائے ترانے

۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۳ جولائی

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۰

آرتی تکو، غزلیں

۷-۳۰ صوفی شعرا کا کلام

۸-۲۰ نوئی تخلیق

۸-۳۵ حرف حرف (اسعد)

۹-۰۵ خوشحال گمرہ

۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۴-۳۰
غلام محمد ساز نواز و ساتھی،
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ ٹیچرز فورم (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت : سرود وادن

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت
۹-۳۰ میانی زندگی میون کار
۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۴ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
غلام نبی شیخ ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۳۰ گھرانوں کیلئے
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ ہونہار
۱۱-۰۰ کورل میوزک

دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گانے
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۲-۳۰ نو بہ نو
۴-۰۰ پنجابی پروگرام
۴-۳۰ ہی مال

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۳۰ پراگاش
۸-۴۵ تو ہنز چٹھی واژ
۹-۳۰ 'لالہ جواینڈ سنز'
سلسلہ وار کشمیری کھیل
تحریر ، علی محمد لون
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۵ جولائی

صبح
۷-۰۵ راج بیگم ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۲۰ رسالو منزہ
۸-۴۵ ہندی میں بات چیت
۹-۰۵ سنطور ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۴-۳۰ راج بیگم اور عبدالرحمن ریشی
غزلیں

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۳۰ کھیلن ہند دنیاہ
۸-۴۵ اردو میں بات چیت
۹-۳۰ 'آؤ سیدہ زہ لیسہ' کشمیری میں کھیل
تحریر ، ثناء اللہ میر
۱۰-۳۰ پھر سنیئے

منگل ۶ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
وجے کمار ملا ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ نیلم ہانی ، ڈوگری موسیقی
۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ ، ۴-۰۰
عبدالخالق و ساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ 'کشمیر میں آج کا ہندی لیکھن'
ہندی میں مباحثہ
۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

بدھ ۷ جولائی

صبح
۷-۰۵ نسیم اختر ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۲۰ شش رنگ
۹-۰۵ کاشر ناول

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۴-۳۰ نسیم اختر ، غزلیں

شام
۶-۱۰ عبدالصمد صوفی ، غزلیں
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ اسپورٹس میگزین
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۸ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
مہاراج کرشن پنڈت ، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۱۰ پوسٹ کارڈ اسٹوریز
۱۱-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
اردو میں جنرل سائنس پروگرام
۲-۱۰ ستار وادن
۴-۰۰ کسیاری
جموں و کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ نیلتہ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : فیچر
۱۰-۳۰ شمیم دلو ، آرتی تکو ، کیلاش مہرہ
اور ریتا کول ، کشمیری دوگانے

جمعہ ۹ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
کسم لتا ، غزلیں
۷-۱۵ گاندھی کتھا
۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ 'اے گیسٹ ان دی ہیپی ویلی'
انٹرویو

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
اردو میں جنرل سائنس پروگرام
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۲-۳۰ آشس تہ گاشس
۴-۰۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ 'گفتگو' (اردو)
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۱۰ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
اومکار ناتھ کول ، غزلیں
۸-۲۰ تخلیق نو (اردو)
۸-۴۵ مول شعار
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۴-۳۰
کمال بٹ و ساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ ٹیچرز فورم
اردو میں بات چیت
۲-۱۰ شیو کمار شرما ، سنطور وادن
۴-۰۰ علی محمد شیخ اور ساتھی :
چھکری اور روف

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت
۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)
۱۰-۰۰ 'باؤنتھ'
۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۱۱ جولائی

صبح
۷-۰۵ غلام حسن صوفی ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۲۰ گھرانوں کے لیئے
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ ہونہار : اردو میں بچوں کیلئے
۱۱-۰۰ فلم میگزین (اردو)
۱۱-۳۰ 'پھر اسی دشت میں' اردو کھیل
تحریر : اندو رینہ

دوپہر
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۲-۳۰ 'کہکشاں' یوواوانی سے اردو انتخاب
۴-۰۰ پنجابی پروگرام
۴-۳۰ ہی مال

شام
۶-۱۰ جی ایم صوفی ، غزل
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ تو ہنز چٹھی واژ

۹-۳۰ لالہ جواہنڈ سنز، کشمیری کھیل
تحریر: علی محمد بون
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۱۲ جولائی

صبح

۷-۰۵ ششی چوپڑہ: غزلیں
۷-۳۰ زون ڈیب
۶-۲۰ ذات شرات
۸-۴۵ ہندی تقریر از جمن سوپوری
۹-۰۵ سنطور، صوفیانہ موسیقی
۱۱-۲۰ زونہ بیگم اور ساتھی
ٹھیکری اور روف

دوپہر

۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
چوتھی اور پانچویں جماعت کیلئے
۱-۲ شاستریہ سنگیت
۲-۰۰ پنجابی پروگرام
۴-۳۰ ششی چوپڑہ اور عبدالاحد پرے
غزلیں

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۰۰ وادی کی آواز
۶-۳۰ کھیلوں کی دنیا (اردو)
۸-۴۵ بات چیت (اردو)
۹-۳۰ میرے حصے کا زہر، اردو کھیل
تحریر: بشیر شاہ
۱۰-۳۰ سام

منگل ۱۳ جولائی

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۰
رحمت اللہ خاں، غزلیں
۷-۳۰ زون ڈیب
۸-۱۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری ناول
۱۱-۳۰ اسپہر ۰۰-۴
غلام محمد ساز نواز و ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ بات چیت (کشمیری)
۹-۳۰ سنگرمال
۱۰-۰۰ توہنز فرمائش

بدھ ۱۴ جولائی

صبح

۷-۰۵، اسپہر ۴-۳۰
سونیتا کول، غزلیں
۷-۳۰ زون ڈیب
۸-۱۰ شش رنگ
۹-۰۵ کاشری ناول

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)

شام

۶-۱۰ جلال گیلانی، غزل
۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۵ جولائی

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۰
راجندر کمار کا چرو، غزلیں
۷-۳۰ زون ڈیب
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۱۱-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۴-۰۰ گیاری
جموں و کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
۸-۴۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ صدیوں پہلے
(راج ترنگنی پر مبنی پروگرام)
۱۰-۳۰ شش رنگ
(جی ایم صوفی، حبیب اللہ بٹ)

خط و کتابت کرتے وقت
اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں۔ اس سے آپ کے خطوں کے جواب دینے میں آسانی ہوگی۔

دور درشن لکھنؤ

چینل: ۴ — ۶۲/۲۵ میگا ہرٹز (تصویر)
بینڈ: ۱ ۶۷/۷۵ میگا ہرٹز (آواز)

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۶-۰۰، حفظ ماچار انوار ۶-۳۰ - ۹ بجے ۳-۷ چوپال، کسانوں کے لیے (سوائے اتوار اور منگل) ۸-۰۰ سماچار

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

شام ۳۲-۶ نغمے ۵۲-۶ سپنا کی ۰۰-۷ اور ۲۰-۸ فیچر فلم (ہندی) ۱۵-۸ ذرا دھیان دیں ۳۰-۹ کل کے پروگرام اور اختتام

پیر

شام ۳۰-۶ آپ کا سواستھ ۰۵-۷ درپن چترہ ۱۵-۸ آج کل ۳۰-۸ کل کے پروگرام ۳۲-۸ ابھار ۰۵-۹ سرسوتی ۲۵-۹ سرگم (کلاسیکل گانے) ۰۵-۱۰ اختتام

منگل

شام ۳-۰۰، گھر چوبارہ ۲۰-۷ کامگار سبھا ۱۵-۸ وگیان جگت ۳۰-۸ کل کے پروگرام ۳۲-۸ ناٹک ۴۵-۹ اختتام

بدھ

شام ۳-۰۰، یوگ ابھیاس پریکریا ۱۵-۸ پرگتی کی اور کلا اور کیرتی ۳۰-۸ کل کے پروگرام ۳۳-۸ سلسلہ وار

ہلکے پھلکے ۰۵-۹ کھیل جگت ۳۵-۹ گنجن (سگم سنگیت) ۰۵-۱۰ اختتام

جمعرات

شام ۳۰-۶ گھر کی دنیا ۳۳-۷ پھلواری (بچوں کے لیے) بال کلاکار ۱۵-۸ آج کل ۳۰-۸ کل کے پروگرام ۳۳-۸ فرائڈے کو نزرا اسپورٹس کو نرد ۰۰-۹ اودھ رنج (اردو پروگرام) ۳۴-۹ کلاسیکی گانے ۰۵-۱۰ اختتام

جمعہ

۱۵-۸ آپ کی ڈاک ۳۰-۸ کل کے پروگرام ۳۳-۸ چترہار ۱۵-۹ بات اپنی اپنی / آپ اور قانون ۴۵-۹ اختتام

ہفتہ

شام ۶-۰۰، یووا درشن (نوجوانوں کے لیے) ۱۵-۸ آج کے اتتھی / لوک سنگیت ۳۳-۸ سلسلہ وار فیچر فلم ۰۵-۹ منت دانی / دودھا ۲۰-۹ بزرگوں کیلئے ۳۵-۹ دوردرشن درپن چترہ ۰۵-۱۰ اختتام

دور درشن بمبئی

بمبئی چینل ۴، بینڈ ۱، تصویر ۶۰/۲۵ میگا ہرٹز آواز ۶۵/۷۰ میگا ہرٹز
پونہ چینل ۵، بینڈ ۳، تصویر ۱۷۵/۲۵ میگا ہرٹز آواز ۱۸۰/۷۵ میگا ہرٹز

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

صبح ۰۰-۹ انگریزی میں سلسلے وار فلم ۳۰-۹ پرتیبھا آئی پر ۳۰-۱۰ وندر بیلون ۱۰ ماس سے ریلے ۰۰-۱۱ سا پتا بمبئی، ہفتے بھر کے پروگرام کی ہندی میں جھلک ۳۰-۱۱ اختتام شام ۰۱-۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۰۲-۶ ہندی فیچر فلم ۳۰-۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰-۷ کل کے پروگرام ۴۲-۷ فیچر فلم کا بقیہ حصہ ۰۰-۹ ہندی میں خبریں ۱۰-۹ یوگا بھیاس ۳۰-۹ سائنس رپورٹ ۰۰-۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰-۱۰ اختتام

پیر

شام ۳۲-۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳-۶ سنا گڑی

بچوں کے لیے گجراتی میں پروگرام ۰۰-۷ گجراتی گیت ۱۰-۷ آپلی ماتی آپلی ماس ۳۰-۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰-۷ کل کے پروگرام ۴۲-۷ گیان دیپ ۰۰-۸ درشن (مراٹھی) ۳۰-۸ انگریزی میں سلسلے وار فلم ۰۰-۹ ہندی میں خبریں ۱۰-۹ ماش دی گڈ ورڈ / چترگیت ۴۰-۹ درپن چترہ / نوناپی پائیری ۰۰-۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰-۱۰ اختتام

منگل

شام ۳۲-۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳-۶ کلبل بچوں کے لیے مراٹھی میں پروگرام ۰۰-۷ مراٹھی گیت ۱۰-۷ کامگار و شو ۳۰-۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰-۷ کل کے

(آگے ص ۵۴ پر)

دوردرشن سرینگر

بینڈ : ۱ ۲۵ء۶۲ میگاہرٹز (تصویر) چینل ۳ ۷۵ء۶۷ میگاہرٹز (آواز)

خبریں اور روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونیوالے پروگرام

صبح ۰۰ــ۱۱ سے ۲۰ــ۱۱ تک بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام (صرف پیر اور جمعرات کو)
شام ۰ــ۷ دیہاتی بھائیوں کے لیے (پیر، منگل، بدھ، جمعرات) ۰۰ــ۸ کشمیری میں
خبریں ۱۵ــ۸ پروگراموں کا خلاصہ ۴۵ــ۹ اردو میں خبریں ۰۰ــ۱۰ اختتام

جمعرات یکم جولائی

شام ۳۰ــ۷ گھرانوں کے لئے ۱۷ــ۸ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نغمہ ۰۰ــ۹ حالات حاضرہ ۳۰ــ۹ پنجابی سنگیت

جمعہ ۲ جولائی

شام ۰۰ــ۷ کشمیری لوک داستان ۳۰ــ۷ ٹیلی کلبوں سے ۱۷ــ۸ کشمیری ڈرامہ ۰۰ــ۹ ہلکی پھلکی موسیقی ۱۵ــ۹ ہیلتھ میگزین

ہفتہ ۳ جولائی

شام ۰۰ــ۷ بچوں کے لئے اردو میں ۳۰ــ۷ ایک نظم کی عکس بندی ۵۰ــ۷ ہمارے فرائض ۱۷ــ۸ سلسلہ وار اردو ڈرامہ ۳۵ــ۸ نوجوانوں کے لئے (کشمیری میں) ۰۵ــ۹ سنگیت

اتوار ۴ جولائی

صبح ۰۰ــ۱۱ بچوں کے لئے (کشمیری میں) ۳۰ــ۱۱ سلسلہ وار کشمیری فیچر ۵۰ــ۱۱ کشمیری لوک سنگیت ۱۰ــ۱۲ اردو فیچر ۳۰ــ۱۲ یونیورسٹی کے لئے
شام ۳۰ــ۶ لوک سنگیت ۵۰ــ۶ روزگار خبرنامہ ۰۰ــ۷ اور ۱۷ــ۸ ہندستانی فیچر فلم ۰۰ــ۱۰ کلاسیکی سنگیت، ہلکی پھلکی موسیقی اور نغمے

پیر ۵ جولائی

شام ۳۰ــ۷ کشمیری لوک سنگیت ۴۵ــ۷ ٹی وی نیوز فیچر ۱۷ــ۸ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام ۵۰ــ۸ اسپورٹس میگزین (اردو) ۲۰ــ۹ انٹرویو

منگل ۶ جولائی

شام ۳۰ــ۷ کلاسیکی موسیقی ۵۰ــ۷ ہلکی پھلکی موسیقی ۱۷ــ۸ ناظرین کے خطوط ۴۵ــ۸ سلسلہ وار انگریزی فلم ۱۵ــ۹ کشمیری لوک تھیٹر

بدھ ۷ جولائی

شام ۳۰ــ۷ ڈوگری پروگرام ۴۵ــ۷ کشمیری لوک سنگیت ۱۷ــ۸ سلسلہ وار فیچر (کشمیری) ۳۵ــ۸ دوسرے کیندروں سے لئے گئے پروگرام ۱۵ــ۹ ادبی میگزین پروگرام (کشمیری)

جمعرات ۸ جولائی

شام ۳۰ــ۷ ہوم سائنس ۱۷ــ۸ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام ۰۰ــ۹ حالات حاضرہ ۳۰ــ۹ لداخ کے لئے

جمعہ ۹ جولائی

شام ۰۰ــ۷ گجر بھائیوں کے لئے ۳۰ــ۷ فلمی فیچر پر خصوصی پروگرام ۱۷ــ۸ ڈرامہ (دوسرے کیندر کی پیشکش) ۰۰ــ۹ ہلکی پھلکی موسیقی ۱۵ــ۹ ہیلتھ میگزین (کشمیری)

ہفتہ ۱۰ جولائی

شام ۰۰ــ۷ بچوں کے لئے اردو ۳۰ــ۷ سائنس پروگرام ۵۰ــ۷ دستاویزی ۱۷ــ۸ سلسلہ وار اردو ڈرامہ ۳۵ــ۸ نوجوانوں کے لئے (اردو) ۰۵ــ۹ مشاعرہ

اتوار ۱۱ جولائی

صبح ۰۰ــ۱۱ بچوں کے لیے کشمیری ۳۰ــ۱۱ سلسلہ وار کشمیری فیچر (دوبارہ) ۵۰ــ۱۱ کشمیری لوک سنگیت ۱۰ــ۱۲ سلسلہ وار اردو فیچر (دوبارہ) ۳۰ــ۱۲ ہلکی پھلکی موسیقی شام ۳۰ــ۶ لوک سنگیت ۵۰ــ۶ روزگار خبرنامہ ۰۰ــ۷ اور ۱۷ــ۸ ہندوستانی فیچر فلم ۰۰ــ۱۰ غزلیں : اختتام

پیر ۱۲ جولائی

شام ۳۰ــ۷ کشمیری لوک سنگیت ۴۵ــ۷ ٹی وی نیوز فیچر ۱۷ــ۸ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نغمہ ۵۰ــ۸ اسپورٹس میگزین (اردو) ۲۰ــ۹ انٹرویوز

منگل ۱۳ جون

شام ۳۰ــ۷ ڈوگری پروگرام ۴۵ــ۷ کشمیری لوک سنگیت ۱۷ــ۸ حاضرین کے خطوط ۴۵ــ۸ انگریزی سلسلہ وار فیچر ۱۵ــ۹ تعمیر و ترقی سے متعلق پروگرام

بدھ ۱۴ جون

شام ۳۰ــ۷ ڈوگری پروگرام ۴۵ــ۷ کشمیری لوک سنگیت ۱۷ــ۸ سلسلہ وار فیچر (کشمیری) ۳۵ــ۸ دوسرے کیندروں کی پیشکش ۱۵ــ۹ ادبی میگزین پروگرام (اردو)

جمعرات ۱۵ جون

شام ۳۰ــ۷ گھرانوں کے لیے (کشمیری) ۱۷ــ۸ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام (نقش و نغمہ) ۰۰ــ۹ حالات حاضرہ (اردو) ۳۰ــ۹ پنجابی موسیقی

بقیہ : دوردرشن بمبئی

پروگرام ۳۲ــ۷ دیناؤں و گیان ۰۰ــ۸ دوردرشن (ہندی / گجراتی) ۳۰ــ۸ اسپورٹس راؤنڈ اپ (مدراس سے ریلے) ۰۰ــ۹ ہندی میں خبریں ۱۰ــ۹ سپتاہکی (ہندی میں ادبی میگزین) / پریکرما ۴۰ــ۹ مغربی موسیقی ۰۰ــ۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰ــ۱۰ شام غزل / بزم قوالی / کرناٹک سنگیت ۳۰ــ۱۰ اختتام

بدھ

شام ۳۲ــ۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳ــ۶ سندر ماننہ گھر ۰۰ــ۷ فلم ۱۰ــ۷ آپلی مانی آپلی مانس ۳۰ــ۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰ــ۷ کل کے پروگرام ۴۲ــ۷ پرادیشک سنگیت ۰۰ــ۸ محفل یاراں (ادبی پروگرام) / امرت منتھن / نیلم چمن راؤ / مراٹھی میں سلسلے وار ڈرامہ ۳۰ــ۸ یہ تو چلتو رہا (مدراس سے ریلے) / رنگ ورلڈ ۰۰ــ۹ ہندی میں خبریں ۱۰ــ۹ چھایا گیت / پاریجات / ڈرامہ ۰۰ــ۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰ــ۱۰ حالات حاضرہ ۴۰ــ۱۰ اختتام

جمعرات

شام ۳۲ــ۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳ــ۶ گھر بیٹھاں ونڈن وار ۰۰ــ۷ لوک سنگیت ۱۰ــ۷ کامگار وشو ۳۰ــ۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰ــ۷ کل کے پروگرام ۴۲ــ۷ گجراتی گیت ۰۰ــ۸ ہندی ڈرامہ / مراٹھی ڈرامہ / شاستریہ رقص ۰۰ــ۹ ہندی میں خبریں ۱۰ــ۹ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن / چھایا گیت ۴۵ــ۹ ورت چتر ۰۰ــ۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰ــ۱۰ پاریجات ۰۰ــ۱۱ اختتام

جمعہ

شام ۳۲ــ۶ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳ــ۶ کھیل کھونے بچوں کے لیے ہندی میں پروگرام ۰۰ــ۷ ہندی گیت ۱۰ــ۷ آپلی مانی آپلی مانس ۳۰ــ۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰ــ۷ کل کے پروگرام ۴۲ــ۷ گیان دیپ ۱۰ــ۸ اسپورٹس راؤنڈ اپ ۰۰ــ۹ ہندی میں خبریں ۱۰ــ۹ چھایا گیت / پھول کھلے ہیں گلشن گلشن / آدھی ساٹھ ۵۵ــ۹ خصوصی اعلان ۰۰ــ۱۰ انگریزی میں خبریں ۱۰ــ۱۰ موسیقی اور رقص کا خصوصی پروگرام ۵۵ــ۱۰ اختتام

ہفتہ

شام ۳۲ــ۵ مراٹھی میں مختصر خبریں ۳۳ــ۵ مراٹھی میں فیچر فلم ۳۰ــ۷ مراٹھی میں خبریں ۴۰ــ۷ کل کے پروگرام ۳۰ــ۸ حالات حاضرہ ۰۰ــ۹ ہندی میں خبریں ۱۰ــ۹ آن دی فیلڈ / آف دی فیلڈ / رقص ۳۰ــ۹ دا تیر یشنز / سائنس فورم ۰۰ــ۱۰ انگریزی میں خبریں ۲۰ــ۱۰ اختتام

گنیت لال ڈانگی، بینا چودھری اور ساتھی —— آکاشوانی سورت گڈھ
کی جانب سے منعقد عکم ولوک سنگیت کی محفل میں راجستھانی گیت پیش کرتے ہوئے ۔

ٹی۔ اے چودھری
۳ جولائی کو دہلی ب سے گیت غزل بھجن پیش کریں گے
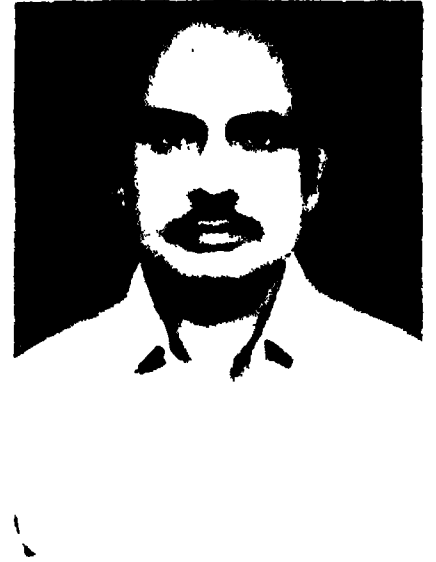
(اوپر) آنند سروپ ۔ وائس چانسلر
یونیورسٹی آف ایگریکلچر اینڈ ٹکنالوجی، گووند بلبھ پنت نگر.
انکی انگریزی تقریر آکاشوانی رامپور سے نشر کی گئی۔

(اوپر دائیں) 'دریچہ' ریڈیو کشمیر جموں کے سلسلہ وار گھریلو فیچر
کے شرکار فنکار

(دائیں) نئی فلم آرٹسٹ شہناز
کے ساتھ شمیم فاروقی آکاشوانی پٹنہ
کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے۔

Regd. No. D-(C) 39

1st. July 1982

Licensed ... to post without prepayment at ...50 New Delhi.
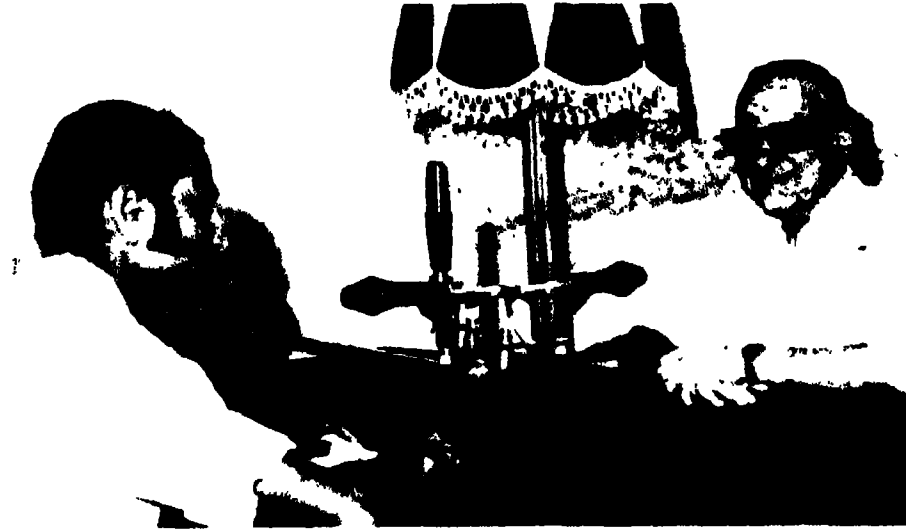
چیف الیکشن کمشنر ایس ایل شکدھر (دائیں)
کے ساتھ اردو سروس کے 'روبرو' پروگرام میں اشرف عابدی گفتگو کرتے ہوئے

منوہن بھٹناگر۔ اناؤنسر آکاشوانی ناگپور سے اردو پروگرام 'محفل' پیش کرتے ہوئے۔
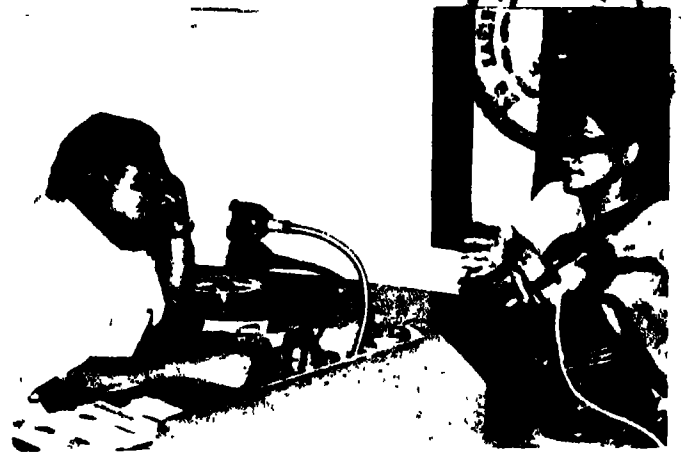
(اوپر) بیلا ساویر
کے ساتھ غزل گائیکی کے فن پر اطہر افسر کی گفتگو
آکاشوانی حیدرآباد کے اردو پروگرام میں
نشر کی گئی

(اوپر دائیں)

مہاویر رانا ۔ فلم اداکار (دائیں)
کے ساتھ محمد علی میاں موج
آکاشوانی رامپور کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے۔
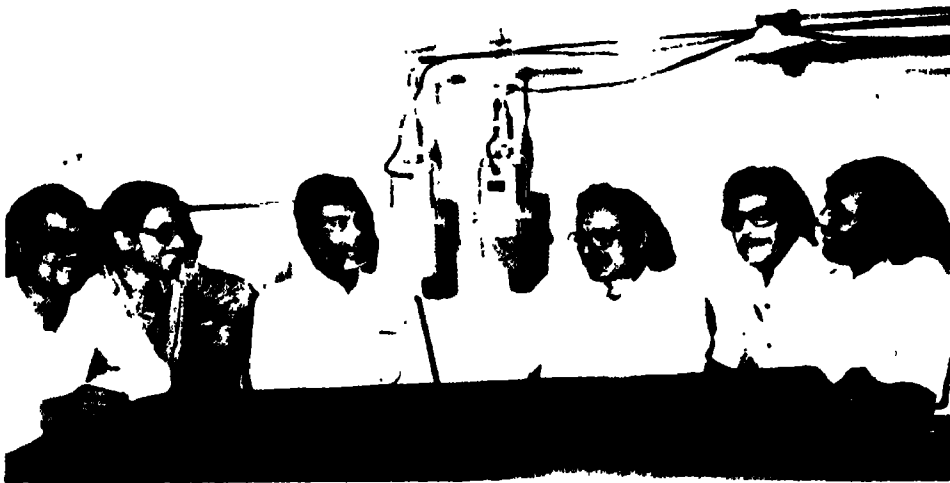
(دائیں) اردو افسانہ کے موضوع پر
آکاشوانی کلکتہ کے اردو پروگرام میں
نشر مذاکرے کے شرکار (دائیں سے)
انیس رفیع۔ مدن سدن۔ شمس الرحمٰن فاروقی
ظفر اوگانوی۔ کنہیا لال ورما اور فیروز عابد۔

Published by the Director General, All India Radio, at the office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals (Second Floor) P.T.I. Building, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Government of India Photolitho Press Faridabad.

۱۶ر سے ۳۱ر جولائی ۱۹۸۲ء
۲۵ر اساڑھ سے ۹ر شراون ۱۹۰۴ شاکا

اعت کا ۴۷واں سال
یمت 50 پیسے

آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات

عبداللطیف یاور

نجم عروج شوق حصار نظر میں تھا
دن ڈھل چکا تھا اور پرندہ سفر میں تھا
تلووں کے آبلوں نے اسے دیں لطافتیں
جو خشک خارزار مری رہگذر میں تھا
قدموں کو میرے چوم کے پایا ہے یہ عروج
سودا بلندیوں کا بگولے کے سر میں تھا
یارو! اسی پہ میری شبیہ خلوص تھی
جو ٹکڑا آئینے کا کف شیشہ گر میں تھا
تنکوں کی طرح بہہ گئے ماضی کے سارے غم
سیلاب آنسوؤں کا میری چشم تر میں تھا
آہیں، کراہ، کرب، غموں کی حکایتیں
سامان اور کیا کسی مفلس کے گھر میں تھا
یاور تمہاری گرد کو پاتے رقیب کیا
دم اتنا کب کسی کے یہاں بال و پر میں تھا

خرد مندوں میں دیوانہ اگر شامل نہیں ہوتا
تو اہل عشق کو عرفان آب و گل نہیں ہوتا

ہمیشہ ذہن میں احساس کا پیمانہ رکھتا ہے
کوئی باہوش اپنے ظرف سے غافل نہیں ہوتا

کنارے پر بھی موجیں سر اٹھا کر بات کرتی ہیں
یہ کس نے کہہ دیا طوفاں لب ساحل نہیں ہوتا

یہ صدقہ ہے ہماری شوخئ شوق شہادت کا
نہ ہوتے ہم تو زور بازوئے قاتل نہیں ہوتا

کسی کے پیار کو سمجھو نہ اپنی زیست کا حاصل
اندھیری راہ کا روشن دیا منزل نہیں ہوتا

مقام دل سمجھنے کے لیے فکر رسا لاؤ
فراز عرش سے نیچے مقام دل نہیں ہوتا

کسی معصوم پہ الزام خوں رکھیں اسد کیونکر
نظر سے مارنے والا کبھی قاتل نہیں ہوتا

زین العابدین عابد

انسانیت کی حد میں اب انساں نہیں رہا
محور پہ اپنے نیر تاباں نہیں رہا

عریانیت جنوں کی حد سے گذر چکی
دامن کا ذکر کیا ہے گریباں نہیں رہا

رک رک کے کس کو دیکھ رہی ہے یہ نبض عشق
وہ کون اب قریب رگ جاں نہیں رہا

جاں نذر کر چکا ہے جو اس مست ناز پر
اس پر ترے ستم کا بھی احساں نہیں رہا

اب غم نہیں جو آپ بھی دامن سمیٹ لیں
اب خون دل بھی زینت مژگاں نہیں رہا

اکثر اسی مقام پر ڈوبی ہیں کشتیاں
جب ناخدا کو خطرۂ طوفاں نہیں رہا

عابد وہ ہم ہیں ننگ سلف جسکو دیکھ کر
ہے کفر خندہ زن کہ مسلماں نہیں رہا

شارق جمال

ہاتھ میں کاغذ نظر میں چہرۂ محبوب تھا
سامنے تھا آئینہ جو صورت مکتوب تھا
اقتدا میں نے نہ کی راہ وفا میں قیس کی
منفرد دنیائے الفت میں مرا اسلوب تھا
کیوں نہ گم ہوتے خرد کے ہوش مجھکو دیکھ کر
میں بہ انداز جنوں اک بندۂ مجذوب تھا
کب تھا مرا مقصد دل زندگی کی سرخوشی
ترا طالب تھا ترا ہی غم مجھے مطلوب تھا
تھی مرے پیغام سے بھی ایک دنیا منحرف
میں بھی عیسیٰ کی طرح اس شہر میں مصلوب تھا
ہوش ہے مجھکو، خودی تھی مجھ پہ غالب ہر نفس
بیخودی کے جذبۂ ناقص سے کب مغلوب تھا
جانتے ہیں آج بھی اس شہر کے بردہ فروش
حسن یوسف ہی علاج دیدۂ یعقوب تھا
گو مرے قدموں سے تھیں لپٹی ہوئی رسوائیاں
آخری دم تک میں اس کی ذات سے منسوب تھا
آج تک دنیا پہ اے شارق نہ یہ عقدہ کھلا
میں اسے محبوب تھا یا وہ مرا محبوب تھا

عارض و گیسوئے گلفام سے باتیں کی ہیں
کبھی دانہ سے کبھی دام سے باتیں کی ہیں

آئے دن کثرت الزام سے باتیں کی ہیں
ہر قدم پر ترے انعام سے باتیں کی ہیں

ساتھ اسباب کے ہر کام سے باتیں کی ہیں
قبل آغاز ہی انجام سے باتیں کی ہیں

بے زبانئ بتاں جب سے یقیں تک پہنچی
میں نے جی کھول کے اصنام سے باتیں کی ہیں

ماہ و انجم کبھی کہتا تو کبھی لالہ و گل
تجھ سے شعروں میں ترے نام سے باتیں کی ہیں

ظلم سے طیش میں ساقی نے جو توڑا تھا کبھی
روز و شب پی کے اسی جام سے باتیں کی ہیں

یوں بھی رکھا ہے ترے عارض و گیسو کا بھرم
تیرے ہوتے ہوئے سحر و شام سے باتیں کی ہیں

میں نے ہر تلخ حقیقت سے ملا کر آنکھیں
عمر بھر گردش ایام سے باتیں کی ہیں

جاتے جاتے تمہیں راغب کا پتہ بتلا دوں
ابھی تم نے اسی بدنام سے باتیں کی ہیں

زخم کے فانوس یا شمع وفا روشن کرے
خانۂ دل کو بہر صورت خدا روشن کرے

لائق صد آفریں ہے اسکا عزم معتبر
آندھیوں کی زد پہ جو اپنا دیا روشن کرے

ایک مدت سے ہے ہمکو ایسے سورج کی تلاش
جو چمک کر ذرہ ذرہ کی قبا روشن کرے

غمزدوں کے آنگنوں میں نور کی برسات ہو
بجلیاں ایسی بھی کچھ غم کی گھٹا روشن کرے

آج منشا کو بھی اے کاش ہو جائے عطا
وہ کھنک جو قسمت حرف و نوا روشن کرے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر ۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۵۴
بزنس ۳۸۲۲۵۱
تار کا پتہ LISTENER
چیف ایڈیٹر جے پی گویل
ایڈیٹر سراج احمد

نئی دھلی — ۱۶ر جولائی ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۵ر اساڑھ ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷، شمارہ ۱۴

اخبارات اور عوام — ویریندر — ۳
ہرن کا خاندان — محمد خلیل — ۴
دنیا کی معیشت اور علاقائی تعاون — سنہر عالم — ۶
شمع فروزاں — پروفیسر خواجہ احمد فاروقی — ۸
عید کا پیغام — محمد مہدی رضا خاں — ۹
ترقی پسند تحریک کا پس منظر — عالم خوندمیری — ۱۰
باز آئے بمبئی گھومنے سے — شیخ رحمٰن اکولوی — ۱۱
قوت صدا — مجید جیال — ۱۲
ملک کی تعمیر میں محکمہ ریل کا حصہ — یم اے رشید — ۱۴
اردو شاعری میں برسات کا ذکر — فاروق محمد خاں — ۱۵
ضبط نفس — سید امجد علی — ۱۷
ہم پریشان ہیں — شاہدہ صدیقی — ۱۸
اشعار میں مزاح — سید ہاشم علی اختر — ۱۹
کشمیر کے چشمے، روایت اور پس منظر — پروفیسر پی این پشپ — ۲۰
تنہا پس زنداں — شفیع جاوید — ۲۱
ایک اور حادثہ — رضوان احمد — ۲۳
ہو بہو — شبیر احمد — ۲۴
وہ مکان — کلام حیدری — ۲۶
نیلی آنکھوں والی چھتری — سلطان انجم — ۲۸
غزلیات — ڈاکٹر سعادت شمیم — ۷
صابر شاہ آبادی — ۱۱
ہارون فراز — ۱۳
منظور ندیم بالاپوری — ۱۵
انعام داور — ۲۲
عطا کلیانوی — ۲۴
ظلو رضوی برق — ۲۷
رحمت امروہوی — ۴۰
کرشن ادیب — ۴۷

قیمت

فی کاپی — ۵۰ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۹ روپے
تین سال — ۲۵ روپے

(ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

اخبارات اور عوام

ویریندر
ایڈیٹر پرتاپ، جالندھر

جب ہم اخبارات اور عوام کے باہمی رشتہ پر غور کرنے لگیں تو سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ عوام سے ہماری مراد کیا ہے۔ عام طور پر عوام انھیں ہی کہتے ہیں جنہیں آجکل ہندی میں جنتا کہتے ہیں۔ لیکن جب عوام اور اخبارات کے رشتہ کا تذکرہ کرنے لگیں تو ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ کس قسم کے سیاسی نظام میں ہم اس رشتہ کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یہ تو واضح ہے کہ اخبارات چل سکتے ہیں تو ایک جمہوری نظام میں ہی۔ تاناشاہی یا ڈکٹیٹرشپ کے تحت تو اخبارات کے آزادانہ طور پر چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک ڈکٹیٹر کی حکومت کے تحت بھی اخبار چلتے ہیں لیکن وہ عوام کے اخبارات نہیں ہوتے۔ وہ اس ڈکٹیٹر کی بولی ہی بول سکتے ہیں جس کی حکومت کے تحت وہ چل رہے ہیں۔ وہ اس کی بولی نہ بول سکیں تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے کسی ڈکٹیٹر اور اخبارات کے رشتہ پر غور کرنا فضول ہے۔ کیونکہ دونوں میں کوئی جائز رشتہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو صرف ایک حاکم اور محکوم کا۔ لیکن ایک جمہوری نظام میں عوام اور اخبارات کا رشتہ بالکل مختلف ہوتا ہے۔ وہاں اخبارات حکومت اور عوام کے بیچ ایک کڑی ہوتے ہیں۔ جو دونوں کو آپس میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں اخبارات عوام کی آنکھ اور کان کا کام کرتے ہیں۔ وہ سنتے ہیں کہ عوام کیا کہہ رہے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد عوام کے احساسات وجذبات کو اُن کی اصلی شکل میں حکومت تک پہنچانا، اخبارات کا کام ہوتا ہے۔ ان کو دونوں طرف دیکھنا ہوتا ہے۔ کئی بار حکومت کی بات عوام تک پہنچانے کا کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شخص ایک صحیح اور ایماندار اخبار نویس ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اگر وہ صدق دلی سے عوام کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے اخبارات پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ اس ذمہ داری کا احساس ہی تھا جس سے متاثر ہو کر ایک بار ہمارے سابق پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا۔ "میرے خیال میں اخبارات کی آزادی محض ایک نعرہ نہیں ہے جو ہم کئی بار لگا دیتے ہیں۔ یہ ایک جمہوری نظام کی خصوصیت ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگرچہ حکومت اخبارات کی آزادی کو پسند نہیں کرتی اور اسے اپنے لیے اور اپنے ملک کے لیے خطرناک سمجھتی ہے پھر بھی اخبارات پر کسی قسم کی پابندی لگانا کسی بھی طرح مناسب نہ ہوگا۔ یہ پابندیاں لگا کر آپ کسی چیز کو بدل نہیں سکتے۔ ان کے ذریعہ عوام کے ایک ایسے مظاہرہ کو دبا دیا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندر ہی اندر پھیلتی جاتی ہے اس لیے میں تو قید کیے ہوئے پریس کی نسبت ایک

آزاد پریس کو ترجیح دوں گا اس میں چاہے کتنے خطرات پنہاں ہوں۔ ——— پنڈت جواہر لال کے ان جذبات کی ترجمانی ایک ورلڈ مشہور سیاسی رہنما نے بھی کی تھی، وہ تھے مسٹر جیفرسن جنھوں نے امریکہ کی آزادی کے اعلان پر دستخط کیے تھے۔ اخبارات کی آزادی کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا۔

"اخبارات ہماری آزادی کے پہریدار ہیں۔"

اور امریکہ کے ایک سابق صدر تھامس جیفرسن نے ایک جمہوری نظام میں اخبارات کا کیا مقام ہونا چاہیے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا۔

"اگر مجھے یہ فیصلہ کرنا ہو کہ ہم اخبارات کے بغیر حکومت چاہتے ہیں یا حکومت کے بغیر اخبارات کو چاہتے ہیں، یعنی حکومت کے بغیر اخبارات کو پسند کروں گا۔ لیکن اخبارات کے بغیر حکومت کو چلانا پسند نہیں کروں گا۔"

جو کچھ پنڈت جواہر لال نہرو اور کچھ امریکی پاسبانوں نے پریس کے تعلق کہا ہے اس سے اخبارات کی کیا اہمیت ہے اس کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اخبارات کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کسی بھی اخبار نویس کو اپنا قلم چلانے کا حق نہیں ہے اگر وہ اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا۔ ذمہ داری کے بغیر صحافت ایک ناقابلِ معافی گناہ بن سکتی ہے۔ کیونکہ ایک غیر ذمہ دار اخبار نویس اپنے دیش کو اور اپنے دیش کے عوام کو جتنا نقصان پہنچا سکتا ہے اتنا دیش کا بڑے سے بڑا دشمن نہیں پہنچا سکتا۔ اخبار نویس کے قلم سے نکلے ایک ایک لفظ کو سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں لوگ پڑھتے ہیں۔ ان کے دل و دماغ پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ ایک اخبار نویس کا قلم بعض اوقات تلوار سے بھی زیادہ مار کرتا ہے۔ اسی لیے پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک بار پھر کہا تھا۔

"آزادی کے ساتھ ساتھ ذمہ داری بھی چلتی ہے۔ آزادی خواہ وہ کسی دیش کی ہو۔ کچھ لوگوں کی ہو یا اخبارات کی ہو۔ اس کی وجہ سے ہر ایک کو اپنے اوپر کچھ نہ کچھ پابندی تو لگانی پڑتی ہے۔ اس لیے جب ہم آزادی کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اس ذمہ داری کو کبھی نہ بھولنا چاہیے جو اس آزادی کے ساتھ ہمارے اوپر آتی ہے جب اس کے ساتھ ذمہ داری نہ ہو تو آزادی کے لیے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ فتوے ہر قسم کی آزادی پر عائد ہوتا ہے۔ خواہ ایک قوم کی ہو، ایک دیش کی ہو یا اخبارات کی ہو۔ آزادی اور ذمہ داری۔ ان دونوں کا گہرا رشتہ ہے۔ انھیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔"

اس کے کچھ معنی تو یہ ہیں کہ ایک اخبار نویس کو اپنا قلم چلاتے وقت یہ کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ اپنے دیش کے تئیں اس کی یہ ذمہ داری ہے۔ اس لحاظ سے وہ عوام کا خادم ہوتا ہے۔ ان کے مفاد کا محافظ ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک اخبار نویس نے ایک بار کہا تھا کہ وہ اپنے قلم کو اتنا ہی پاک سمجھتا ہے جتنا کہ اپنی ماں کو۔ اور جس طرح وہ کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ اس کی ماں کی طرف انگلی اٹھائے۔ اسی طرح وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ اس کے قلم کو کسی ناجائز کام کے لیے استعمال کرائے۔ پنجاب کے ایک مشہور اخبار نویس نے ایک بار کہا تھا کہ ان کا قلم ٹوٹ تو سکتا ہے لیکن کسی ظلم اور بے انصافی کے آگے جھک نہیں سکتا۔

غرضیکہ اخبار نویسی ایک متبرک پیشہ ہے یہی وجہ ہے کہ دیش کے بڑے بڑے نیتاؤں نے وقتاً فوقتاً اسے عوام کی خدمت میں استعمال کیا ہے۔ لوک مانیہ بال گنگا دھر تلک، سریندر ناتھ بنرجی، لالہ لاجپت رائے، اور مہاتما گاندھی نے اپنے قلم سے عوام کی خدمت کی تھی جنھوں نے خود قلم چلایا تھا۔ انھوں نے بھی اخبار نکالے تھے۔ ان میں دیش بندھو چترنجن داس، پنڈت موتی لال نہرو، پنڈت مدن موہن مالویہ اور پنڈت جواہر لال نہرو کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ آزادی سے پہلے پنجاب نے کئی نامور اخبار نویس پیدا کیے تھے۔ جن میں شری ماشا کرشن، لالہ خوشحال چند خورسند، لالہ دینا ناتھ، مولانا ظفر علی خاں، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک اور سید حبیب نے اپنے وقت میں نام پیدا کیا تھا۔ اور ان سب نے اخبار نویسی روپیہ کمانے کے لیے نہیں کی تھی بلکہ عوام کی خدمت کے لیے کی تھی۔ آزادی کی جدوجہد میں بھی اخبارات نے ایک اہم پارٹ ادا کیا تھا۔ کئی اخبار نویس ان دنوں گرفتار ہوتے تھے۔ کئی اخبارات کے پریس ضبط ہو گئے تھے اور کئی کی ضمانتیں ضبط کر لی گئی تھیں۔ کئی اخبارات صرف اس لیے بند ہو گئے کیونکہ وہ اس وقت کی سرکار کی ہدایات پر عمل کرنے کو تیار نہ تھے۔ اور یہ اس لیے کہ وہ روپیہ کمانے کے لیے اخبار نویسی نہ کرتے تھے بلکہ ایک خاص مقصد کو لے کر ہی اپنا قلم چلاتے تھے۔ یہ مقصد تھا عوام کی خدمت۔ اخبارات ایک پہریدار کی طرح اس وقت بھی جاگتے رہتے تھے جب جنتا سویا کرتی تھی۔ اور وہ اسے اپنے قلم سے جگایا کرتے تھے۔ اس لیے ایک اخبار پہریدار کی کرتا ہے۔ خود بھی جاگتا رہتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی جگاتا رہتا ہے۔

(جالندھر سے نشر)

شری ویریندر
ایڈیٹر پرتاپ جالندھر۔

جنگلی جانور جانوروں میں بہت کم ایسے جانور ہیں جو ہرن جیسے خوب صورت ہوں۔ اس کے خاندان میں عام طور پر سبھی جانوروں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کے سینگ نہیں ہوتے۔ رین ڈیر کو چھوڑ کر سبھی جانوروں کے سینگ ہر سال گر جاتے ہیں۔ تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ایک مرتبہ سرخ ہرن کے گرائے سینگوں کا وزن ۴۲ پونڈ تھا۔

چیتل (دھبے دار ہرن) چیتل ہمارے ملک کے سب سے زیادہ خوبصورت ہرن ہیں۔ اسے "سنہرے ہرن" بھی کہتے ہیں۔ یہ ریگستانی علاقوں کو چھوڑ کر سبھی جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ کچھ حصوں میں یہ تقریباً تین ہزار فٹ کی اونچائی پر بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے بدن کا اوپری حصہ بادامی ہوتا ہے جس پر سفید دھبے بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے سر اور گردن پر دھبے نہیں ہوتے اس کے سینگ لمبے ہوتے ہیں اور اوپر کی طرف بڑھ کر دو ہو جاتے ہیں۔ اس کے سر سے دُم تک ایک گہری بھوری دھاری ہوتی ہے جس کے دونوں طرف سفید دھبوں کی ایک قطار ہوتی ہے۔ اس کی دم پتلی اور نوکیلی ہوتی ہے۔ انھیں جنگل میں صبح کے وقت چرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ دن کے کافی حصے میں یہ آرام کرتا ہے۔ چیتل کو پانی اور بانس کے درخت کے علاقے بہت پسند ہیں۔ کہتے ہیں ان کے پانی پینے کا وقت صبح آٹھ اور دس بجے کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ بہت اچھے تیراک بھی ہوتے ہیں۔ اور پانی میں رہنا پسند بھی کرتے ہیں۔ چیتل اپنے دشمن سے بچنا خوب جانتا ہے اور وہ بھی خاموشی سے۔ یہ ٹولیوں کے ساتھ رہتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ ان کی ٹولی تقریباً اسی چیتلوں تک ہوتی ہے۔ عام طور پر مادہ ہرن جھنڈ کی سربراہ ہوتی ہے۔ عام طور پر چیتل ایک وقت میں ایک ہی بچہ دیتی ہے لیکن کبھی کبھی دو یا تین تک بھی دیتی ہے۔ ان بچوں کو مادہ ہرن گھاس میں چھپا دیتی ہے اور خود تھوڑی دور پر رہتی ہے۔ جس سے ان کے دشمن بچوں کو نہ دیکھ سکیں۔

۲۔ ھنگل: یہ ہرن ہمارے ملک میں کشمیر اور ہمالیہ کے علاقوں میں تین ہزار سے چار ہزار میٹر کی اونچائی پر جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔ نر ہنگل کی گردن پر گھنے بال

ہرن کا خاندان

محمد خلیل

...تے ہیں اس کے سینگ لمبے اور گول ہوتے ہیں لیکن مادہ کے سینگ نہیں ہوتے۔ آج سے تقریباً تیس سال پہلے کشمیر میں بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۴۷ میں ان کی تعداد تقریباً ۲۰۰۰ تھی لیکن ۱۹۵۵ میں یہ تعداد گھٹ کر ۴۰۰ تک ہوگئی۔ سردیوں کے موسم میں برف پڑنے پر یہ نیچے گھاٹیوں میں اتر آتے ہیں اور اس وقت لوگ اسے آسانی سے مار لیتے ہیں۔ جنگل ایک جنگل سے دوسرے جنگل تک گھاس کے علاقوں سے آنا جانا پسند کرتا ہے۔ ایک جگہ اسے رہنا بالکل پسند نہیں ہے۔ اس کی خوراک گھاس اور پتیاں ہیں۔

۳۔ کستورا (مسک ڈیر): اس ہرن کا قد تقریباً بکرے جیسا ہوتا ہے۔ دوسرے ہرنوں کی طرح اس کے سینگ نہیں ہوتے اور دم بھی بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ نر کی دم میں بالوں کے گچھے سے ہوتے ہیں۔ لیکن مادہ میں بالوں والی دم ہوتی ہے۔ کستورا نر کے منہ کے اوپری حصے میں دو بڑے نکیلے کینائین (دانت ہوتے ہیں جو منہ کے باہر نکلے رہتے ہیں)۔ اس کی آنکھوں کے نیچے نہ تو کوئی غدود ہوتا ہے اور نہ کوئی گڈھا جو دوسرے قسم کے ہرنوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بدن پر پائے جانے والے روئیں لمبے، لہردار اور سخت ہوتے ہیں اور اس طرح اسے ٹھنڈ سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا رنگ کالا اور بھورا ہوتا ہے۔ اس کے پیروں کی بناوٹ قدرتی طور پر اس طرح ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ پر بہت آسانی سے دوڑ سکتا ہے۔ یہ ہمالیہ کے علاقوں میں بہت اونچائی پر پایا جاتا ہے۔ یہ نیپال، سکم اور تبت میں پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ تین ہزار سے چار ہزار فٹ کی اونچائی پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہرن خاندان میں کسی بھی جانور میں گال بلیڈر نہیں ہوتا لیکن کستورا میں گال بلیڈر ہوتا ہے اس کی پچھلی ٹانگیں اگلی ٹانگوں سے لمبی ہوتی ہیں۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اسے کبھی سردی معلوم نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اسے سخت سردی میں بھی آرام سے گھومتے دیکھا گیا ہے۔ اس کی خاص وجہ اس کے نافہ میں "کستوری" کا موجود ہونا ہے جو نہایت خوشبودار قیمتی اشیاء میں شمار کی جاتی ہے۔ کستورے کو مار کر اس کے نافہ سے وہ تھیلی جس میں کستوری ہوتی ہے نکال لی جاتی ہے۔ اس وقت اس میں بے حد بدبو ہوتی ہے لیکن جس قدر اسے دھوپ میں خشک کرتے ہیں۔ یہ کالی اور سخت ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کا شکار بھی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کیوں کہ یہ جلدی ہاتھ نہیں آتا اور ہلکی سی آہٹ سے بھی تیز ہوا کے مانند نظروں سے چوکڑی مارتے ہوئے غائب ہو جاتا ہے۔ کستورا بہت کم بولتا ہے لیکن اگر پکڑ لیا جائے تو پھنس جانے تو برابر چیخیں مارتا رہتا ہے۔ کہتے ہیں یہ آدمی کی آمد کا اندازہ اسے خوشبو سے ہو جاتا ہے اور یہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن کستوری حاصل کرنے کے لیے نر ہرن ہزاروں کی تعداد ہر سال مارے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب ان کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔ کستوری کا استعمال دواؤں اگربتیاں اور عطر وغیرہ میں کیا جاتا ہے۔

۴۔ **سانبھر**: ہندوستان کا سب سے بڑا ہرن ہے۔ نر ہرن میں سینگ پائے جاتے ہیں لیکن مادہ میں سینگ نہیں ہوتے۔ نر کے سینگ بہت لمبے ہوتے ہیں ایک اندازے کے مطابق اس کے سینگ کی لمبائی تقریباً سو سینٹی میٹر تک ہوتی۔ اور اس کا وزن ۷۰۰ پونڈ تک بھی ہوتا ہے۔ اس کی آنکھ کے نیچے دوسرے ہرنوں کی طرح گڑھا ہوتا ہے جس میں ایک قسم کا غدود ہوتا ہے دوسرے ہرنوں کے مقابلے میں اس کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ نر ہرن کی گردن پر بال بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے بدن کا رنگ ہلکے بھورے رنگ کا ہوتا ہے یہ بہت اچھا تیراک ہے۔ اس کا بدن کافی وزنی ہوتا ہے اس کے باوجود یہ جنگل میں بغیر آواز کے میلوں تک بھاگ جاتا ہے عام طور پر یہ ہمالیہ کے پہاڑوں میں آٹھ سے دس فٹ کی اونچائی پر پایا جاتا ہے۔ یہ زیادہ تر رات میں ہی چرتا ہے۔ تم خود ہی سوچو اگر یہ اتنا چوکنا نہ ہوتا تو یہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ اس کا وزن کتنا زیادہ ہے اور پھر اس کے سینگ کس قدر بڑے ہوتے ہیں اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں یہ بڑی ٹولیوں میں نہیں رہتے ان کی ٹولی چار یا چھ سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ یہ دھوپ بالکل پسند نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ یہ دن میں گھنے جنگلوں میں چھپا رہتا ہے۔ یہ اپنے بڑے اور خوبصورت سینگوں کی وجہ سے بہت مارا جاتا ہے۔ جنگلی کتے سے بھی یہ بہت چوکنا رہتا ہے ان سے اپنے کو بچانا اسے مشکل ہو جاتا ہے۔

۵۔ **بارہ سنگھا**: یہ درمیانی قد کا ہرن ہے۔ ہمالیہ کی ترائی کے علاقوں سے لے کر اتر پردیش اور آسام کے علاقوں تک پائے جاتے ہیں۔ یہ عام طور پر گھنے جنگلوں کے کنارے دلدل والے علاقوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ مدھیہ پردیش میں پائے جانے والے بارہ سنگھے گھاس کے بڑے بڑے میدانوں میں رہتے ہیں یہ عام طور پر جھنڈ میں رہنا پسند کرتے ہیں اس کا منہ لمبا اور پتلا ہوتا ہے۔ نر ہرن کی گردن پر بال ہوتے ہیں اور اس کے سینگ بھی لمبے ہوتے ہیں۔ اس کی تعداد میں پچھلے کچھ سالوں سے بہت تیزی سے کمی ہو رہی ہے جو شکار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے

۶۔ **پاڑا یا ہاگ ہرن**: یہ چیتل سے

تھوڑا چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا جسم لمبا اور پیر چھوٹے ہوتے ہیں اور دم بڑی ہوتی ہے اس کا اوپری حصہ ہلکا کتھئی یا بادامی ہوتا ہے یہ عام طور پر ہمالیہ، پنجاب اور آسام کے علاقوں میں پایا جاتا ہے لیکن ہمارے ملک کے دکھنی علاقوں میں یہ بالکل نہیں پایا جاتا ہے یہ سر نیچا کرکے دوڑتا ہے اور دوسرے ہرنوں کی طرح لمبی چھلانگیں نہیں لگاتا ہے۔ اس کے سینگ لمبے ہوتے ہیں۔ پاڑا ہرن عام طور پر ندی کے کنارے گھاس کے جنگلوں میں اور میدانوں میں رہنا پسند نہیں کرتے ہیں اور گھنے جنگلوں میں رہنا پسند نہیں کرتے اس کی سننے اور دیکھنے کی طاقت عام طور پر بہت تیز ہے

تھامن: یہ ایک اوسط درجہ کا ہرن ہے۔ اس میں بھی سینگ پائے جاتے ہیں اس کا اوپری رنگ گہرا کتھئی یا بادامی ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر اس کی آنکھ کے اوپر سفید نشان پائے جاتے ہیں۔ سفید رنگ کے دھبے ان کے جسم پر موجود ہوتے ہیں۔ تھامن ہرن ہندوستان میں صرف منی پور کے کائبے کیمبل لامجو نامی جگہ پر پائے جاتے ہیں۔ علاقہ تین طرف پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس جزیرے کا زیادہ حصہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور کچھ حصہ پانی کے اوپر ہے۔ یہ صبح اور شام کھانے کی تلاش میں باہر نکلتا ہے یہاں پر ایک خاص قسم کی گھاس جس کا نام "سینگ کوم بونگ" ہے کھانا زیادہ پسند کرتے ہیں ان کی ٹولی چار سے سات تک ہوتی ہے۔ کہتے ہیں پہلے یہ ہرن منی پور کے ہر علاقے میں تھا لیکن گرمی میں وہاں پائی جانے والی جھیلوں کا پانی خشک ہوجاتا ہے۔ اس طرح یہ ایک جگہ پہنچ گئے ہیں۔ ۱۹۶۴ میں ان کی تعداد تقریباً سو تک تھی جو اب ایک اندازے کے مطابق پچاس رہ گئی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہرن اور اس کے خاندان کے دوسرے جانوروں کی زندگی کس قدر دلچسپ ہے

اگر اسی طرح ان جانوروں کی تعداد میں کمی ہوتی رہی تو ایک وقت وہ بھی آئے گا جب یہ ختم ہو سکتے ہیں۔ اس طرح ہمیں ان کو باقی رکھنے کے لیے بھی سوچنا ہوگا تاکہ ہم آئندہ بھی ان سے لطف اندوز ہوتے رہیں اور ان سے فائدہ بھی اٹھاتے رہیں۔

محمد خلیل "سائنس کی دنیا" نئی دہلی (اردو سروس سے)

ہمارے عہد کے سوالات
سلسلہ تقاریر

دنیا کی معیشت اور علاقائی تعاون

منیر عالم

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ صدی دنیا کی معاشی اقتصادی اور سائنسی ترقی کے لیے زبردست اہمیت کی حامل ثابت ہوئی ہے۔ در حقیقت بلا اس صدی میں خصوصاً معاشی ترقی و استحکام کے لیے کئی نئے نظریے وضع کیے گئے اور بیشتر پرانے نظریات میں ضرورت کے مطابق رد و بدل۔ ان تمام نئے اور پرانے نظریات میں رد و بدل کا ایک اہم مقصد یہ تھا کہ گذشتہ برسوں میں دنیا نے صنعتی ٹکنالوجی میں جو زبردست ترقی کی اس کے سبب نہ صرف Volume of Production میں اضافہ ہوا بلکہ Price Effectiveness کے حصول میں بھی زبردست کامیابی ملی۔ اس کا فائدہ بڑی حد تک صارفین کو پہنچ سکے چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ایسی تمام اشیاء جو پچھلی صدی کے اختتام اور اس صدی کے شروع تک صرف تھوڑے سے لوگوں کو حاصل تھیں وہ اب صارفین کے بہت بڑے طبقے کو حاصل ہیں۔ معاشی اصطلاح میں اشیاء کے فی کس حصول میں گذشتہ کی دہائیوں میں بڑی حد تک اضافہ ہوا ہے۔

نظریاتی طور پر اس صدی کے شروع سے ہی یہ بات سمجھی جانے لگی کہ دنیا کی معاشی ترقی کے لیے ملکوں کے درمیان آپسی تعاون نہ صرف اہم بلکہ ضروری ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی تجارت کو جس کا مقصد اٹھارہویں و انیسویں صدی میں محض یہ تھا کہ اپنے ملک کو دوسرے ملکوں کے مقابلہ زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکے، اس تعاون کے سلسلے میں بطور [illegible] Trade Instrument استعمال کیا جانے لگا کے ساتھ ہی Aid کو بھی اس زمرے میں استعمال کیا گیا۔ یہ بھی اس صدی میں معین کی جانے والی اہم Eco. [illegible] میں سے ایک ہے۔ ان تمام تر کوششوں اور نظریاتی رد و بدل سے اس بات کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف موجودہ بلکہ آنے والے دور میں بھی دنیا کی معاشی ترقی و استحکام کا انحصار تمام ملکوں کے درمیان کم سے کم [illegible]

[illegible] میں مضمر ہے۔ مواصلاتی اور تجارتی ذرائع میں ہوئی زبردست ترقی کی وجہ سے [illegible] یا منڈی کا دائرہ کار بڑھ کر جو کہ پہلے ایک شہر یا ملک تک محدود تھا اب کئی ملکوں بلکہ پوری دنیا تک پھیل چکا ہے نتیجہ کے طور پر [illegible] دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوا اس کا اثر محدود نہیں ہو سکتا ہے۔

ان تمام تر حقائق اور نظریاتی تبدیلیوں کے باوجود نہ صرف اس صدی بلکہ موجودہ دہائی میں بھی دنیا کے ممالک معاشی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ ایک حصہ ان ملکوں پر مشتمل ہے جو سائنسی و صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ہیں اور دوسرے میں وہ ممالک شامل ہیں جن کا شمار ترقی پذیر ملکوں میں کیا جاتا ہے ان ترقی پذیر ملکوں میں بھی ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے کچھ ممالک ہیں جنکی معیشت ابھی ابھی ابتدائی دور سے گذر رہی ہے۔ ملکوں کے ا[illegible] یا تین گروپوں کے درمیان جس قسم کی [illegible] یا نابرابری حائل ہیں ان کے اثرات پچھلے [illegible] سالوں میں نہایت واضح طور سے دیکھنے میں آئے اور اسی کے پیش نظر اس دوران [illegible] Confrontation کی تحریک نے خاصا زور پکڑا [illegible] ابھی اس تحریک کے اثرات پوری طرح سے [illegible] ہیں لیکن نابرابری میں کمی اور [illegible] میں [illegible] اختیار کرنے [illegible] دنیا کے امیر اور ترقی یافتہ ملکوں پر دباؤ بڑھ رہا ہے اس کے علاوہ گذشتہ چند سالوں میں [illegible] یا [illegible] ساتھ ساتھ [illegible] حال ہی میں جنوب جنوب تعاون کا نام دیا گیا ہے کی سمت میں بھی پیش رفت ہوئی ہے اس [illegible] آثار نظر آنے لگے ہیں کہ اس طرح کی [illegible]

کی مدد سے South کے غریب ملکوں کو معاشی ترقی
کے بہتر مواقع حاصل ہو سکیں گے لیکن قبل اس کے کہ
ہم اس طرح کے Regional یا علاقائی تعاون اور
اس کے امکانات پر تفصیل سے روشنی ڈالیں۔ شاید
اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دنیا کے امیر اور
غریب ملکوں کے درمیان Disparities کیا اور کس
قسم کی ہیں۔ ؟

یورپ، امریکہ اور ایشیا کی Developed
Economies میں کئی باتیں قدر مشترک کی حیثیت
رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان تمام ملکوں میں اس
صدی کے دوران آبادی میں اضافہ کی رفتار سے ہوکم
رہی اور اس طرح ان کے سامنے دھماکہ خیز آبادی
جیسے مسائل بالکل نہیں آئے مناسب آبادی کے
ساتھ ان میں تیز رفتار Scientific and Industrial
Development کی وجہ سے ان ملکوں کی پیداوار
صلاحیت میں بھی زبردست اضافہ ہوا۔ ان دو خوبیوں
کے علاوہ Some Historical وجوہات اور ان کے علاوہ
Trade Advantage و Industr اور ان
جیسی کئی دوسری سہولیات کے باعث ان ممالک
کی معاشی ترقی دوسرے ملکوں کے مقابلے کہیں زیادہ
تیز رفتار رہی۔ اسی دوران بدقسمتی سے ایشیا افریقہ
اور لاطینی امریکہ کے غریب ملکوں میں حالات ان کے
بالکل برعکس رہے۔ نہ صرف ان ملکوں کی آبادی میں تیز
رفتار اضافہ ہوا بلکہ پیداواری صلاحیت Technol
Logical Backwardness کے سبب مقابلتاً
کم رہی اور نتیجہ کے طور پر یہ سارے ملک اپنے آپ کو
Poverty سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکے
اس طرح موجودہ صورت حال یہ ہے کہ دنیا غریب
اور دولتمند کے درمیان بٹی ہوئی ہے۔ جہاں غریب
ممالک کے عوام بنیادی ضرورتوں کی بیشتر اشیاء کی نافراہمی
سے دو چار ہیں وہیں امیر ممالک میں اس طرح کی تمام
چیزوں کا Consumption Level ضرورت سے
کہیں زیادہ ہے۔

گذشتہ ۲۰ سالوں میں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر
ممالک کے درمیان کی خلیج کو کم کرنے کے لیے جدوجہد مستقل
جاری رہی ہے اور اس کے باوجود بھی اس قسم کی بات
باقی رہی ہے کہ دولتمند ممالک غریب ملکوں کو Aid
و Trade کے سلسلہ میں مختلف مراعات دیں جہاں
امیر ملکوں پر اس طرح کے الزامات لگائے جاتے رہے
کہ وہ غریب ممالک کی ترقی کے لیے اپنے وسائل
کے ایک چھوٹے سے حصہ کو تبدیل کرنے میں ناکام رہے
وہیں غریب ملکوں پر بھی یہ الزام رہا ہے کہ وہ
اپنی فوری آبادی میں اضافہ کی رفتار کو کم نہیں
کر سکے ہیں اور ساتھ ہی ان ملکوں میں پیداواری
صلاحیت میں اضافہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان الزامات

اور جوابی الزامات سے قطع نظر اب National
کے ساتھ ساتھ Intra- Eco. Development
اور Regional International Coop کے
نظریہ نے زور پکڑنا شروع کیا ہے۔ اور یہ بات اب یقین
کی حد کو پہنچ گئی ہے کہ بغیر اس طرح کے تعاون کے معاشی
نابرابری میں کمی غیر ممکن ہے۔

۱۹۷۰ کی دہائی میں ہونے والی ... کی وجہ سے دنیا کی معیشت میں کئی نئی تبدیلیاں رونما
ہوئیں۔ دنیا کے وہ ممالک جن کو اپنے معدنیاتی ذخائر
اور اس کی Economic Strength کا اندازہ
نہیں تھا ان کو اپنے وسائل اور ان کی اہمیت کا اندازہ
اب بخوبی ہو گیا ہے۔ دوسرے وہ ممالک جو اپنی معاشی
ترقی کے سبب دنیا کی تین چوتھائی دولت کے مالک
تھے ان کی بالادستی میں کمی آئی۔ اگرچہ اس میں کوئی
شک نہیں ہے کہ Oil Price Rise کے نقصان
دہ اثرات Non Oil Exporting Countries
پر دولتمند ملکوں کے مقابلہ میں زیادہ پڑے
کی ۱۹۸۱ کی سالانہ رپورٹ کے مطابق ترقی پذیر
Oil Importing Countries کا مجموعی
Current Account Deficit جس میں
ہندوستان بھی شامل ہے۔ ۱۹۷۴ اور ۱۹۸۰ کے ۶ سالوں
میں ۳۲۴ بلین امریکن ڈالر تھا۔ اس کے برعکس صنعتی
طور پر ترقی یافتہ ممالک کا Trade Deficit اسی
عرصہ میں صرف ۲۰ بلین امریکن ڈالر کا ہوا۔ بطور مجموعی
Oil Crisis کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کے بہت سے
ملک Balance of Payment کی مشکلات کے سبب
Recession کا شکار ہوئے اور اس میں غریب اور امیر
دونوں طرح کے ممالک شامل ہیں۔
Oil Crisis اور اس کے اثرات جس نے

بھی ہوں اس سے یہ بات ضرور ابھر کر سامنے آئی ہے کہ
دنیا کی معاشی ترقی کے لیے Regional اور Global
دونوں سطح پر تعاون ضروری ہے Brandt کمیشن
رپورٹ سے لے کر Cancun Summit تک
اس بات کی اہمیت بتدریج بڑھی ہے۔ گو کہ پیش
رفت کی رفتار سست ہے لیکن دھیرے دھیرے ترقی
پذیر ممالک کی ترقی یافتہ ملکوں کو ...
میں کمی Transfer of Technology
اور مالیاتی امور میں مختلف سہولیات ...
کی مانگ زور پکڑ رہی ہے۔

اس بات کے پیش نظر کہ دولت مند ممالک
اپنے وسائل کو بجائے غریب ممالک کی ترقی کے ان لوگوں
کی بہتری کے لیے صرف کر رہے جو فی الوقت دوسروں
سے بدرجہا بہتر ہیں، غریب ملکوں کا آپسی تعاون اشد
ضروری ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی خوب سے خوب ترکی
یہ Rat Race اس حقیقت کے باوجود بھی جاری
ہے کہ ان کی ... کے
... موجودہ پالیسی کے تحت
بہت کم ہیں۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں اب یہ
بات اچھی طرح سمجھی جانے لگی ہے کہ ایسے تمام ترقی پذیر
ممالک جہاں ... اور ...
وافر مقدار میں موجود ہے آپس تعاون کی مدد سے ایک
دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ ایسے ملکوں میں ہندوستان
سرفہرست ہے ہندوستان کے علاوہ جنوبی کوریا۔
تائیوان، میکسیکو، ارجنٹائن اور اس طرح کے دوسرے
کئی ممالک ایسے ہیں جو ... ترقی
یافتہ ممالک کے ہم پلہ نہیں تو ان کے قریب ضرور ہیں۔
اور یہ تمام ممالک ... میں
کلیدی رول ادا کر سکتے ہیں۔

غزل

ڈاکٹر سخاوت شمیم

ہمارے دیدۂ دل پر عیاں بہت کچھ ہے
وہ ایک بات کہ جس کا گماں بہت کچھ ہے

خوشی کا ذکر بھی ہوتا نہیں زمانے میں
غموں کی بات یہاں اور وہاں بہت کچھ ہے

تڑپ کے خاک ہوئے ہیں ہزار پروانے
سسکتی شمع کا اٹھتا دھواں بہت کچھ ہے

ترا فراق گوارا کیا تو یہ سمجھے
خموش رات بھی ہم پر گراں بہت کچھ ہے

شریک درد ہمیں کر لیا ہے زخموں نے
خودی کو رشتۂ جاں سے زیاں بہت کچھ ہے

یہ انبساط تعلق ترے حضور نہ تھا
ہمارا پیار بھی اب کامراں بہت کچھ ہے

خموش جھیل میں پتھر نہ پھینکئے صاحب
کہ سطح آب کے نیچے رواں بہت کچھ ہے

زمین پانی ہی پانی، فلک ہوا ہی ہوا
یہ کائنات رواں اور دواں بہت کچھ ہے

فصیل شہر سلامت رہے شمیم کہ اب
ہمارے شہر میں امن و اماں بہت کچھ ہے

(جے پور سے نشر)

[illegible] Rich Developing [illegible]
اپنے مالی وسائل کی مدد سے اس تعاون کو فروغ دینے میں اہم کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ بات اطمینان بخش ہے کہ حالیہ دنوں میں علاقائی تعاون کے لیے بھرپور کوششیں کی گئی ہیں [illegible] اس سلسلہ کی اہم مثال ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی رفت فروری میں ہونے والی ۴۴ ملکوں کی [illegible] بھی اس کانفرنس کا انعقاد نئی دہلی میں وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی ایما پر ہوا تھا جس کا مقصد نہ صرف آپسی تعاون کو بڑھاوا دینا تھا بلکہ ان [illegible] کو بھی طے کرنا تھا جن سے اس طرح کے تعاون کی فوری ضرورت تھی۔ مسز اندرا گاندھی نے اس میٹنگ کی افتتاحی تقریر میں جن باتوں پر خصوصی توجہ دی ان میں [illegible] کے ساتھ [illegible] کی مدد سے غذائی پیداوار میں اضافہ اور انرجی کے دوسرے وسائل کی تلاش شامل ہے۔ اس کے علاوہ [illegible] میں ہوئے اضافہ کی وجہ سے ترقی پذیر ملکوں کو جس قسم کے مالی بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کی طرف بھی اشارہ تھا۔ وزیر اعظم نے اس بات پر بھی زور دیا کہ اگر کوشش کی جائے تو جنوب جنوب مذاکرات کے ذریعہ معاشی ترقی کے اہم مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ۴ اہم باتیں ابھر کر سامنے آئیں جن پر جنوب کے ملکوں میں اتفاق تھا۔ ان باتوں میں ایک تو Finance سے متعلق تھی۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ finance کے Public [illegible] کو مضبوط کرنا ضروری ہے۔ دوسرے غذا اور زرعی ضروریات میں خود کفالت پر زور دیا گیا۔ اس کانفرنس میں بین الاقوامی غذائی تحفظ کے لائحہ عمل کو تیار کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ انرجی کے مسئلہ پر خصوصی توجہ دی گئی چونکہ انرجی اقتصادی امور کے ہر شعبہ کے لیے اہم ہے اس کی اس کی برآمدات کے مالی وسائل مہیا کرنا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ اس کے لیے [illegible] کا ایک [illegible] ادارہ بنانے کی تجویز پیش کی گئی جو انرجی سے متعلق تمام تر مسائل کا جائزہ لیتا رہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ترقی پذیر ملکوں میں Trade [illegible] کو کم کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ اس طرح حالیہ نئی دہلی کانفرنس بین الاقوامی اور بین العلاقائی تعاون میں زبردست اہمیت کی حامل ہے اب اس بات کی پوری امید ہے کہ مستقبل قریب میں اس طرح کے تعاون کی مدد سے غریب ملک معاشی ترقی کی طرف تیز رفتاری سے گامزن ہو سکیں گے۔

(اردو سروس سے نشر)

شمع فروزاں

پروفیسر خواجہ احمد فاروقی

کیرکٹر یا کردار اس انسانی خصلت اور عادت کا نام ہے جو اپنی بہترین شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ جو اچھے کردار کے مالک ہیں وہ سماج کا ضمیر ہیں اور دراصل ان ہی کی ایمانداری اصول پسندی اور احساس فرض پر سماج کی عزت و آبرو قائم ہے۔ جس سماج میں اعلیٰ کردار کے حامل بڑی تعداد میں ہوں گے وہی سماج ترقی یافتہ ہوگا اور تاجوری اور نام آوری اس کے قدم چومیں گے ایک اچھے کردار کا مالک غریب بھی ہو سکتا ہے۔ اہلیت اور قابلیت میں کم ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اچھے اور بڑے اصولوں کو مضبوط پکڑے ہوئے ہے تو اس کا زور اور اثر سب سے زیادہ ہوگا۔ نپولین نے کہا تھا کہ "مادی اور جسمانی وسائل سے دس گنا زیادہ اہم اخلاقی اور روحانی وسائل ہیں۔" گاندھی جی نے فرمایا تھا کہ "ایک شخص جو روحانی اور اخلاقی اصولوں پر کاربند ہے وہ ہزاروں آدمیوں پر بھاری ہے۔"

حکومتوں کو اصلی قوت نہ دولت سے حاصل ہوتی ہے نہ فوج سے۔ اس کا اصلی سرمایہ اس کی حقیقی دولت وہ افراد ہیں جو صاحب کردار ہوں اور اپنے سچے اصولوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں۔ حکومت کا ایوان سنگ و خشت سے تیار نہیں ہوتا۔ حکومت کا ایوان افکار تازہ سے اور اخلاقی دولت سے تیار ہوتا ہے۔ روس کا ایک بادشاہ تھا سکندر اوّل، اس کا کیرکٹر اور کردار ایسا بے داغ تھا کہ لوگ کہتے تھے کہ وہ بذات خود ملک کا آئین و دستور ہے۔ اچھے کردار کے معنی یہ ہیں کہ صاحب کردار مصیبت میں ثابت قدم اور راست باز ہو اور کیسا ہی وقت پڑے وہ اپنے فرض سے منہ نہ موڑے اور کسی لالچ اور حرص میں گرفتار نہ ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم نیکی سے وفاداری برتیں اور سیدھے راستہ سے نہ ہٹیں۔ اور ہمارا دل پاک و صاف ہو اور ہم ہر حال میں جرأت اور ہمت سے کام لیں۔ جنگ سی سالہ کے بعد سوئیڈن کا بادشاہ Gustavus [illegible] میدان جنگ میں ہار گیا اور بری طرح زخمی ہو گیا۔ جب وہ سسک رہا تھا دشمن نے اس کے ٹھوکر ماری اور پوچھا "تم کون ہو؟" اس نے کہا "سوئیڈن" پوچھا "وہ تمہارا ناقابل تسخیر قلعہ کیا ہوا" اس نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ تو یہ ہے جس کو کوئی فتح نہیں کر سکتا" اور یہ کہہ کر اس نے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔

کردار اور سیرت سب سے بڑی قوت ہیں۔ دماغ بغیر دل کے۔ ذہن بغیر عمل کے، ہوشیاری بغیر نیکی کے اپنی اپنی جگہ چنگیزی طاقتیں ہیں۔ وہ ایسی ہی لیاقت اور قابلیت ہے جیسے ایک جیب کترے میں ہوتی ہے یا وہ شہسواری جس کا مظاہرہ ایک ڈاکو کرتا ہے۔ دراصل انسان اپنی اندرونی زندگی میں اخلاق کے ذریعہ تہذیب نفس کرتا ہے۔ اور اندرونی عمل سے ہی انسانی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے۔ اسپارٹا Sparta کی فوجی تکنیک نہایت اعلیٰ قسم کی تھی لیکن اہل اسپارٹا کے تہذیبی اور اخلاقی سانچے ادنیٰ درجے کے تھے اس لیے باوجود تکنیک کے ان کی نشوونما رک گئی اور زوال پذیر ہو گئی۔ بغیر اخلاقی محرکات کے کسی فرد کی یا کسی گروہ کی اجتماعی زندگی بامراد نہیں ہو سکتی۔

صاحب کردار، سعی و عمل اور ضبط نفس سے عناصر پر حکمرانی کا سکہ جماتا ہے۔ اس کے ذریعہ انسانی صفات عالیہ کا اظہار تاریخ میں اعلیٰ سیرت کی شکل میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے اعجاز عمل سے اور اخلاقی اقدار کے پیمانوں سے تاریخ کی رو بدل سکتا ہے اور سماج کو ترقی کے اونچے زینوں پر پہنچا سکتا ہے۔ دراصل انسان کائنات ہستی کا بلند ترین مظہر ہے ؏

"غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز"

سچے اصولوں پر کاربند رہنے والے، صاحب سیرت و کردار، اخلاقی قدروں کا سرچشمہ ہیں اور وہ اپنے نفس گرم سے سماج میں نئی روح پھونک دیتے ہیں۔ اور ان کا تخلیقی عمل پورے معاشرہ کے لیے ہدایت کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔

(اردو سروس سے نشر)

عید کا پیغام

محمد مہدی رضا خاں

ہر قوم کے یہاں مختلف تہوار ہوتے ہیں جنمیں وہ اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ اہلِ عرب میں اسی طرح دو دن (نیروز) نوروز اور مہرجان تہوار منایا کرتے تھے جن میں وہ لوگ کھیل کود لہو لعب میں مصروف ہو کر اپنے دل کے بہلاوے کا سامان کرتے تھے جب ہمارے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو دنوں کے بدلے عید الفطر اور عید الاضحی کے ایام مقرر کیے ہیں اس لیے کہ ہماری زندگی کا مقصد لہو لعب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تکبیر تہلیل اور تحمید ہے سنہ ۲ ہجری میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے اور روزوں کے اختتام پر مسلمانوں کو صدقہ فطر کی ادائیگی اور عید الفطر منانے کا حکم ہوا رمضان المبارک کے ختم ہو جانے کے بعد یکم شوال کو مسلمانوں کے لیے یوم عید خوشی کا دن قرار دیا گیا اور حکم ہوا کہ اس دن تمام مسلمان غسل کریں اپنی استطاعت کے مطابق کپڑے زیب تن کریں خوشبو لگائیں صدقہ فطر ادا کریں اور عیدگاہ جا کر اللہ کی تکبیر تہلیل اور حمد وثنا اس قدر ہم آہنگی سے کریں کہ ان کی صداؤں سے فضا آسمان گونج اٹھے۔ مہینہ بھر جو انھوں نے اللہ کی عبادت کی ہے اس کے عوض ان کو جن نعمتوں سے نوازا گیا ہے اس کا شکریہ ادا کریں اپنی پیشانیوں کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے زمین پر رکھ دیں اور ان عبادات و اطاعات کی تکمیل پر سرور و انبساط کا عملاً اظہار کریں جو رمضان المبارک میں فرض کی گئی تھیں اس لیے عید کا دوگانہ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہے جسے ہم تشکراً ادا کرتے ہیں۔

عید کا دن پوری اسلامی دنیا کے لیے انتہائی مسرت خوشی کا دن ہے خدا پرستی وفا شعاری کے مظاہرہ کا دن ہے اسلامی اخوت و محبت کی تجدید کا دن ہے اللہ پاک کی بزرگی بڑائی بیان کرنے کا دن ہے نیز اپنے اعمال اور کارگذاریوں کے محاسبہ کا دن ہے عید کے دن بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ پاک کی بڑائی و بزرگی بآواز بلند بکثرت بیان کی جائے اللہ پاک ہی کے لیے ہر قسم کی کبریائی ہے، وہ اللہ بہت ہی بڑا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریفیں خاص کر اسی کے لیے ہیں یہ دنیا کے متکبرین مغرور انسانوں کے گھمنڈ و غرور کو توڑنے کے لیے ایک انقلابی نعرہ ہے جس نے کتنے ہی فرعون ہامان اور شداد جیسے لوگوں کے گھمنڈ و غرور کے محلوں کو پاش پاش کر دیا اور ان کے نخوت و غرور کو خاک میں ملا دیا کتنے خوش قسمت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے رمضان المبارک کے احترام و تقدس کو ملحوظ رکھا۔ اس ماہ میں جس نے دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کیا اور اپنے وقت کا زیادہ حصہ قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ کی عبادت و بندگی میں گذارا اور اپنے گناہوں کی بخشش و مغفرت کا سامان فراہم کیا اپنی تمام برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ رمضان کا مبارک مہینہ ہر سال آتا اور گذر جاتا ہے اور اس کے اختتام پر عید سعید کا مبارک و پُرمسرت دن سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ عید کا یہ اجتماع عظیم آپکو بہت سے پیغامات دے رہے ہیں آپ کی گذشتہ شان و شوکت کو یاد دلا کر مستقبل کے لیے عزت و آبرو کا راستہ دکھا رہا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی عزت و آبرو جاہ و اقبال خدا پرستی و اسلام دوستی آپس کے اتفاق و اتحاد کے اندر ہے اسلام دوستی کا مطلب ان کی عملی زندگی ہے جو توحید و سنت پر مشتمل ہے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں یہی درس پوشیدہ ہے۔

مسلمانوں پر کس قدر غلط رسوم و اوہام نے ڈیرہ جما لیا اور وہ توحید و سنت سے کھسک کر بدعات و خرافات میں مبتلا ہو گئے اور اسی کو عید اور عید کی خوشی سمجھنے لگے۔ آپ کو عید کے دن عیدگاہ کے میدان میں بلا کر یہ پیغام سنایا جا رہا ہے کہ آپ سارے مرد عورت چھوٹے اور بڑے اس دن کو یاد کریں جس دن ایک میدان میں اللہ پاک کے سامنے حاضر ہونا ہوگا اور اپنی زندگی کے تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا اس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اس عظیم ہولناکیوں والے دن کی حاضری اور عظیم اجتماع کو یاد کریں اور آخرت کے لیے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کرنے کا عزم و ارادہ لے کر گھروں کو لوٹیں۔ ہم میں سے ہر شخص کو عید کی خوشیوں کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ بھی کرنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے رمضان کی کیا عزت کی اس کے احترام و توقیر کو کہاں تک ملحوظ رکھا اس میں عبادت کی تلاوت قرآن کی کیا رفتار رہی تراویح و نوافل کا کس حد تک اہتمام کیا اس مہینے میں کیا کچھ خرچ کیا۔ عید کے لیے اپنے بال بچوں کے ساتھ ساتھ کتنے یتیموں بیکسوں غریبوں اور مفلسوں کی مدد کی ان کے کھانے اور کپڑوں کے لیے کیا کیا انتظامات کیے۔ اس مبارک ماہ میں کتنے بھوکوں کو کھانا کھلایا کتنے ناداروں کی امداد کی۔ اپنی زبان اپنی آنکھوں اپنے ہاتھ پیروں اور اپنے خیالات کو کس حد تک ارتکاب برائی سے روکا لغو اور فحش گوئی سے کہاں تک اپنے آپ کو محفوظ رکھا رمضان المبارک نے ہم پر کیا نیک اثر چھوڑے اور کن کن برائیوں سے متنفر کیا ان چیزوں کا ہمیں جائزہ لینا چاہیے اور گریبان جھکا کر تنہائی میں اپنے دل و دماغ سے ان سوالات کا جواب پوچھنا چاہیے اگر جواب ٹھیک ہو تو یہ ہماری خوش قسمتی اور خوش نصیبی ہوگی اور ہماری عید ایسی صورت میں مسرت و شادمانی کا باعث ہوگی اور ہم اللہ کے دربار سے اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے اگر خدانخواستہ جواب ٹھیک نہیں ہوا اور جائزہ و احتساب کے بعد برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے بھاری رہا رمضان اور عید کے بعد بھی ہم پر بدستور برائیوں کا غلبہ اور تسلط رہا نیکی و ہمدردی و ایثار و سلوک کا خانہ خالی رہا تو ہماری حرماں نصیبی اور بدبختیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں یہ عید ہمارے لیے باعث مسرت نہیں بلکہ باعث شرم ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اپنی مرضیات کے مطابق عمل خیر کی توفیق بخشے رمضان المبارک اور یوم عید کی فضیلتوں برکتوں اس کی عظمتوں اور سعادتوں سے نوازے اور عید کی سچی مسرت و شادمانی نصیب کرے۔

(پٹنہ سے نشر)

محمد مہدی رضا خاں
معتمد امارت اہلحدیث
صادق پور، پٹنہ (بہار)

ترقی پسند تحریک کا پس منظر

عالم خوندمیری

ترقی پسند تحریک اردو ادب کی عصری تاریخ کا ایک اہم باب ہے یہ بات بات جو کہ علی گڑھ سے ابھرنے والی عقلیت کی تحریک کے بعد اس تحریک نے اردو ادب کے رول تو، ساپخوں اور مروجہ مسلمات کے بارے میں ایک طاقتور شک پیدا کیا وہ بیسویں صدی کے تیسرے دہے میں ابھرنے والے ترقی پسند تحریک ہی تھی جس طرح سرسید کی علی گڑھ تحریک کے محرکات اور موضوعات ادب سے جہاں تک ادب کا ایک ... تصور سے غیر متعلق تھے ۔ اسی طرح ترقی پسند ادب کے محرکات اور موضوعات وسیع تر مفہوم میں سماجی اور سیاسی تھے جن کا تعلق انسانی شعور اور اس کے مظاہر سے تھا اگر ہم اس مفروضے کو مان کر چلتے ہیں کہ ادب وسیع تر مفہوم میں انسانی شعور کو متاثر کرتا اور بعض صورتوں میں ... بھی ہے ۔ تو ہر وہ تحریک جس کا ربط انسانی شعور سے ہو اپنے وسیع مفہوم میں ادبی نوعیت اختیار کر لیتی ہے یہاں انسانی شعور سے مراد صرف اجتماعی یا انفرادی شعور نہیں ہے بلکہ وہ کلی شعور ہے جو ان دونوں پر محیط ہوتا ہے انسانی روابط منقطع ایک مجرد وجود نہیں رکھتی بلکہ ہر لمحہ ذات سے غیر ذات تک اور انفرادی شخصیت سے اجتماعی موجود تک سفر کرتی رہتی ہے ۔ اس سفر میں وہ تناؤ یا (tension) پیدا ہوتا ہے ۔ جو ادب اور فن کا تخلیقی محرک ہوتا ہے ۔ ذات کو ہم مجرد کر لیں تو ذات یا (Psyche) اس تناؤ سے محروم ہو جاتا ہے ۔ اس سے وابستگی یا تجرد کے دو طریقے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ ذات کے وجود اور شعور کے اجتماعی یا باہم موضوعی سرچشموں کو نظر انداز کر جائیں یا پھر ان اجتماعی رشتوں پر اتنا زور دیں اور انھیں مرکزی نوعیت عطا کر دیں کہ ذات کا خالص وجودی پہلو نظروں سے اوجھل ہو جائے ۔ اردو کا ادب عالیہ مجموعی طور پر ذات کی اول الذکر تجرید کی طرف مائل تھا اور اس لیے علی گڑھ تحریک سے پہلے کے ادب میں وجودی ذات گہرے مناظر کی تصویر پیش کرتی ہے ۔ علی گڑھ تحریک نے اس امر پر اصرار کیا کہ ذات نہ صرف اپنے گہرے فردی اندرونی سرچشموں سے سروکار رکھے بلکہ اپنے اجتماعی ماضی کا شعور بھی حاصل کرے اور مستقبل کے بارے میں ... تعلق تفاخر کا انداز بھی پیدا کرے ۔ ... ایک طرف اردو نظم نے اردو ادب میں اپنا ایک مستقل مقام پیدا کر لیا بلکہ شعر اور ناول ... نہ صرف روشناس ہوئی بلکہ بیسویں صدی میں ان اصناف نے اردو ادب میں اہم جگہ حاصل کر لی ۔ یہاں اس امر کی جانب اشارہ ضروری ہے کہ کسی بھی زبان کی وسعت کا اندازہ اس کی شعر و نثر کے اصناف سے ہوتا ہے علی گڑھ تحریک کا یہ سب سے اہم کارنامہ تھا ۔

سنہ ۱۹۳۰ء کے اطراف جہاں اردو شاعری پر اقبال کی حکمرانی تھی وہیں اردو افسانے اور ناول پر پریم چند چھائے ہوئے تھے ۔ اقبال کی شاعری اور پریم چند کے افسانے اور ناول ترقی پسند تحریک کا ادبی منظر ہیں ۔ یہ ادعا بظاہر عجیب سا لگتا ہے لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ کسی بھی ادبی تحریک یا وسیع تر مفہوم میں کسی بھی ادبی دور کا اولین اور معنی خیز پس منظر اس عصر کا اہم ادبی واقعہ ہوتا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں ادب اور فن کا اولین ماحول خود ادب اور فن کے انقلابی کارنامے ہوتے ہیں ۔

اقبال نے اپنی شاعری میں اور پریم چند نے اپنے فکشن میں انسانی ذات کو دو اہم امور سے آگاہ کیا ایک تو ذات کی تاریخیت یا (Historicity) اور دوسرے انسانی ذات کا دوسرے انسان سے ربط اور ٹکراؤ ۔ یہ دو امور انسانی ذات کے وجود کے اہم عناصر ہیں انھیں عناصر سے جو فرد کے رول کو متعین کرتے ہیں اور بالآخر ایک خاص عصر یا دور میں اس کی تقدیر یا (...) کا تعین کرتے ہیں ۔

اردو میں ترقی پسند تحریک نے اقبال اور پریم چند کی اس روایت کو آگے بڑھایا اور انھیں ادب کے مفہوم میں مرکزی اہمیت عطا کیا ۔ اقبال نے اپنی شاعری میں جہاں خودی کا تصور پیش کیا وہیں خودی اور غیر خودی کے ٹکراؤ پر زور دیا ۔ اسی ٹکراؤ میں انسان خود آگاہی حاصل کرتا ہے ۔ یہ ٹکراؤ جہاں محض وجودی طبقاتی بھی ہے ۔ پریم چند کے آخری دور کی کہانیوں اور ان کے آخری دور کے دو ناول 'میدان عمل' اور 'گئودان' میں یہ دونوں ٹکراؤ کرداروں کو گہرائی اور ایک شن قسم کی واقفیت عطا کرتے ہیں ۔ اسی ٹکراؤ سے ان کی قسمت یا تقدیر کا رخ متعین ہوتا ہے اور اس سے ان کے عمل میں انفرادیت پیدا ہوتی ہے ۔ وہ نہ صرف اپنی کھلی تاریخ کو اپنی ذات میں موجود پاتے ہیں بلکہ اس تاریخیت کو اپنے عصر سے مربوط بھی کرتے ہیں ۔ شاعر اقبال اور فکشن نگار پریم چند دونوں اپنے آخری دور میں طبقاتی ٹکراؤ سے شدید آگاہی حاصل کرتے ہیں اور اسی لیے ان میں انقلابیت یا (Revolutionism) کا رجحان پیدا ہوتا ہے ۔ یہ ہی انقلابیت ترقی پسند تحریک کا سرچشمہ ہے اور اس لیے یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اس تحریک نے ہندوستان کی عصری تاریخ سے نہ صرف فیض حاصل کیا بلکہ اسی تاریخ کے بطن سے پیدا ہوئی ۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں سیاسی اور سماجی سطح پر عالم آگاہی (World Awareness) کا رجحان بکھر رہا تھا اسی عالم آگاہی کا بنیادی اصول دنیا کے مظلوم اور کچلے ہوئے انسانوں سے یگانگت اور رفاقت کا جذبہ تھا ۔ یہ ایک مجرد آگاہی نہیں تھی بلکہ اس کی ٹھوس بنیاد تھی ۔ جہاں ایشیا اور افریقہ میں آزادی کی تحریک شباب پر تھی وہیں مغرب کا استحصالی معاشی سیاسی نظام بدترین جبر کا روپ اختیار کر رہا تھا جس کو ہم فاشزم کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ اسپین کی خانہ جنگی ، حبشہ پر اٹلی کا حملہ اور چین پر جاپان کی دست درازی میں ایک باہمی ربط تھا اقبال اور ٹیگور اس ربط سے آگاہ تھے ۔ اسی لیے جہاں اقبال نے کہا تھا ۔ ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش ، وہیں ٹیگور نے دردناک لہجے میں کہا کہ "مجھے تہذیب کے اس ... انسانی ... کے ٹوٹنے کی آواز آرہی ہے ۔ ترقی پسند تحریک نے اس عالمی شعور سے اپنا رابطہ استوار کیا ۔ اسی دور میں سیاسی سطح پر جواہر لال نہرو نے قومی تحریک کو ایک بین الاقوامی رنگ دیا تھا اور ان کے چین اور اسپین کے سفر نے ہندوستان کو مخالف سامراج تحریک کا ایک اہم مرکز بنا دیا تھا ۔ ان تاریخ ساز حالات سے دنیا بھر کے ادیب متاثر ہو رہے تھے اور یہ بات اچنبھے کی نہیں کہ یہاں کے درد مند اور باشعور ادیب بھی اس عالم آگاہی کے علمبردار بن گئے ۔ اس تحریک کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس کے ادب کا حصہ انسانوں کی تلاش تھا ۔ انیسویں صدی ہی میں یورپ کے حساس ادیب ان محرکات کے علمبردار بن چکے تھے ۔ ... کے خواب دیکھتے تھے ۔ اور ان کی تخلیقات اس آرزو کا مظہر تھیں ۔ ہر انقلابی دور بہتر اور برتر انسان کی تلاش کا دور ہوتا ہے ۔ رومی نے بھی بارہویں صدی میں پر جوش انداز سے کہا تھا ۔

زاں ہمہ ہاں سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزوست

اسی طرح ہر انقلابی دور میں انسان اپنی ذات سے باہر دیکھتا ہے اور اپنی ذات کو نوعِ انسانی سے مربوط اور منسلک کرنے کی پیہم کوشش کرتا ہے۔ اس امر میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ بیسویں صدی کا تیسرا دہا عصری تاریخ کا تخلیقی انقلابی دور تھا اس دہے میں انسانی آزادی کا جذبہ اپنی عروج پر پہنچا اور اسی دور میں عروجِ آدم خاکی کا اقبال کا استعارہ ایک حقیقت بن رہا تھا۔ انسانی وجود کے نئے اسرار منکشف ہو رہے تھے اور اب انسانی ضمیر کسی قسم کے استحصال کو قبول کرنے پر تیار نہ تھا۔ آزادی نسواں کی تحریک انسانی ضمیر کے اس ردِ عمل کا ایک اظہار تھی۔ اور اس دور کے انقلابی مزاج نے اس تحریک کو ایک فوری انقلابی انداز عطا کر دیا تھا۔ اسی طرح جہاں افلاس اور سرمایہ داری کے خلاف پریم چند کے احتجاج میں اصلاحی انداز تھا ترقی پسند تحریک نے اس احتجاج کو ایک فوری انقلابی سمت عطا کی۔ اسی لیے اشتراکیت ترقی پسند تحریک میں جذبہ یا (Passion) کی نوعیت رکھتی تھی۔ ایک سوچے سمجھے نظریہ کی نہیں۔ اس کا انداز ایک آرزو کا سا تھا۔ عملی اقدام کا نہیں۔ مارکس کا اثر اس حد تک تھا جہاں تک اشتراکی جذبے کے تاریخ ساز عنصر کا ہو سکتا ہے۔ مارکس عصری تاریخ کا ایک اہم جذبہ بھی ہے۔ صرف ایک انقلابی مفکر نہیں۔ ترقی پسند تحریک خصوصاً اپنے پہلے دور میں ایک متحرک اور فعال جذبہ تھی۔ جس کی جڑیں ایک طرف ہماری عصری تاریخ میں تھیں تو دوسری طرف سارے جہاں محکوم کی آرزوئیں اس کا سرچشمہ تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس تحریک نے اردو فکشن کو خصوصاً ایک علمی سمت عطا کی اور وہ عالمی ادب کا ایک نوجوان سہی لیکن ایک جزو بن گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ تحریک آگے چل کر خود اپنے جذبے اور ابتدائی محرکات سے بیگانہ بن گئی اور ایک تخلیقی جذبہ بنے جانے کے بجائے بالآخر ایک جذبہ رائیگاں میں بدل گئی لیکن اس تحریک نے اردو ادب کو جو توانائی طاقت خود شعوری اور عام آزادی بخشی وہ عصری اردو ادب کی زندہ روایتیں بن گئیں۔

(حیدرآباد سے نشر)

قطعہ

صابر شاہ آبادی

انسانوں کا وسیلہ معیار، علم ہے
ہر بزم کائنات کا معیار، علم ہے

وہ رہنماؤں کا ہو کہ پیغمبروں کا ہو
ہر قافلے کا قافلہ سالار، علم ہے

(گلبرگہ سے نشر)

بمبئی گھومنے سے باز آئے

شیخ رحمٰن آکولوی

بدو باقی سنہ پائی تحقیقت را نخواہی یافت
کنار آب رکناباد و گلگشت مصلی را

کبھی کبھی خواجہ حافظ شیرازی کے اس شعر نے مجھے بمبئی کی سیر پر اکسایا اور میں نے بمبئی جانے کا تہیہ کر لیا۔ دوستوں سے اس کا ذکر کیا تو وہ اس طرح مجھ سے ملنے لگے جیسے کوئی کے مستقل کی جگہ میں جا رہا ہوں۔ میں نے ان سے اس رویے کی وجہ پوچھی تو بولے

"بھیا تم سوچ رہے تھے کہ اتنا لمبا سفر تم اکیلے کیسے طے کرو گے جبکہ تم کو سفر کا زیادہ تجربہ نہیں ہے اور وہاں جا کر تم ٹھہرو گے کہاں؟ بمبئی والے یوں تو بڑے مہمان نواز ہیں لیکن وہاں کے قیام کا بندوبست ان کے لیے بڑا کٹھن ہے۔ بہت سے لوگ صرف اس لیے برسوں شادی نہیں کر پاتے کہ ان کے مکان میں بیوی کے لیے جگہ نہیں ہوتی اور ہوٹل میں قیام کریں تو اس کا انجام تمہیں بھی معلوم ہے۔"

ان کی پریشانی دور کرنے کے لیے میں نے انھیں بتایا کہ باندرہ میں میرے ایک دوست رہتے ہیں لہٰذا قیام کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ رہی سفر کے تجربے کی بات تو وہ سفر کرتے کرتے آ جائے گا۔

دوست احباب مجھے رخصت کرنے اسٹیشن آئے تو نصیحتیں کرنے لگے کہ بمبئی بڑی خطرناک جگہ ہے مجھے بڑی ہوشیاری سے رہنا چاہیے۔ ایک صاحب نے تو بڑے پیر کا تعویز میرے بازو پر باندھ دیا کہ اس کی بدولت میں بلائے ناگہانی سے محفوظ رہوں۔ ٹرین پلیٹ فارم سے دور ہونے لگی تو وہ اس طرح ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے خدا حافظ کہنے لگے جیسے میں محاذ پر جا رہا ہوں اور میرے مرحوم ہونے کے امکانات انتہائی روشن ہیں۔

دوسرے دن صبح چھ بجے باندرہ پہنچا۔ وہاں پر کچھ لوگوں سے اپنے دوست کے مکان کا پتہ پوچھنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا میں جسے بھی مخاطب کرتا وہ دیکھتے ہی دیکھتے بھیڑ میں غائب ہو کر بھیڑ کا حصہ بن جاتا اور میں اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا آخر کار ایک اللہ کا بندہ مل ہی گیا۔ میں نے اس پر اپنا مدعا ظاہر کیا تو اس نے مجھ پر سوالات کی بوچھار کر دی۔

"تمہیں پتہ ہے کہ اس کا مکان ایسٹ میں ہے یا ویسٹ میں؟"

"جی نہیں!" میں نے جواب دیا۔

"اسٹریٹ نمبر معلوم ہے؟"

"جی نہیں"

"کالونی کا نام جانتے ہو؟"

"جی نہیں"

"روڈ کے بارے میں معلومات ہے؟"

"جی نہیں! میں اس شہر میں اجنبی ہوں کیا آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہیں؟"

"جی نہیں" اس نے کہا اور چلتا بنا۔ میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

یکلخت مجھے یاد آیا کہ اپنے دوست کا ٹیلیفون نمبر میرے پاس ہے میں نے فون پر اپنے دوست سے رابطہ قائم کیا تو اس نے کہا کہ میں بذریعہ ٹیکسی بتائے ہوئے پتہ پر آ جاؤں کچھ دیر بعد دفتر میں چھٹی کی درخواست دے کر وہ خود بھی گھر پہنچ جائے گا۔

میں نے ایک ٹیکسی روکی اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ ڈرائیور سے میں نے کہہ دیا کہ وہ ٹیکسی زیادہ تیز نہ چلائے تاکہ میں راستے میں آنے والی عالیشان عمارتوں اور خوبصورت باغیچوں اور سمندر کی کھاڑیوں وغیرہ کے نظاروں سے لطف اندوز ہو سکوں۔ میں خوش تھا کہ ٹیکسی کے اس سفر سے بمبئی کی سیر کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد دوست کے گھر پہنچا تو اس نے چھوٹتے ہی کہا "کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اتنی دیر کیوں ہوئی؟"

"اتنی دور گھر رکھا ہے اور پوچھتے ہو اتنی دیر کیوں ہوئی"

میرا جواب سن کر اس نے پوچھا "کتنے پیسے لیے ٹیکسی والے نے تم سے؟"

پورے ۵۰ روپے۔

تب زبیر نے مجھے بتایا کہ ٹیکسی والا مجھے خواہ مخواہ ادھر ادھر گھماتا رہا اور ۲۵ روپے وصول کر لیے۔ جبکہ اسٹیشن سے اس کے گھر کا کرایہ صرف ۶ روپے ہوتا ہے۔ زبیر کی بات سن کر مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ ایک کشادہ سڑک سے گزرتے ہوئے میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تھا کہ شاید یہاں ادھر سے پہلے بھی گزرا ہوں تو اس نے یہ کہہ کر میری بات رد کر دی تھی کہ بڑے شہروں میں سبھی سڑکیں ایک جیسی دکھائی دیتی ہیں۔

کھانے کی میز پر میں نے دیکھا کہ کسی قسم کی روٹی نہیں ہے۔ اس کی جگہ پاؤ رکھے ہوئے ہیں تو اس ضمن میں زبیر سے پوچھا

"یہ کیا تک ہے؟"

زبیر نے کہا "پاؤ بمبئی کے لوگ بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ روٹی کا بدل سمجھا جاتا ہے۔ فرق ہے تو اتنا کہ روٹی مؤنث ہے اور یہ مذکر۔ اسے چائے، دودھ اور سالن کے ساتھ بطور روٹی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں کھانے میں روٹی طلب کرنا اپنی اجنبیت کا اعلان کرنے کے برابر ہے۔ یا یہ سمجھو کہ پاؤ نہ کھانا یہاں بدعت کے مترادف ہے۔" بمبئی کے پاؤ کے میرے نظام ہاضمہ پر کیا اثرات ہوئے یہ تو بس میں ہی جانتا ہوں۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو زبیر مجھے چوپاٹی کی سیر کرانے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ وہاں ہم نے ایک عجیب و غریب چوپاٹی متضاد نظارہ پیش کرتی ہے۔ ایک طرف سمندر کا سکوت ہے دوسری طرف بھیل پوری، ناریل، چھولے بیچنے والوں کا بے ہنگم شور۔ یہاں مجھے اندازہ ہوا کہ بمبئی کے لوگ فیشن کے دلدادہ ہیں۔ نوجوانوں کے کپڑوں سے نسوانیت ٹپکتی ہے تو بوڑھوں کے کپڑوں سے جوانی۔ فیشن حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو عورت اور مرد میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ فیشن کے نام پر عریانیت یہاں عام ہے قربان جائیے اس فیشن کے۔

چوپاٹی سے لوٹنے کے بعد ہم نے ایک متوسط درجے کے ہوٹل میں ناشتہ کیا۔ ویٹر بل لایا تو میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ ایک اچھی خاصی رقم زبیر کو ادا کرنی پڑی اور ویٹر کی ٹپ الگ میں نے زبیر سے کہا "یہاں یہ تو سیدھی سادی لوٹ ہے لوٹ"

زبیر نے کہا "بیرونی سیاحوں خصوصاً عرب سیاحوں نے یہاں کے ہوٹلوں اور ویٹروں کے دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیے ہیں۔ بمبئی کی مہنگائی میں ان لوگوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ٹپ دینے کے رواج نے جیبوں کی حالت خراب کر رکھی ہے۔"

ہوٹل سے باہر نکلے تو زبیر نے مجھ سے پوچھا "اب کیا ارادے ہیں؟"

میں نے کہا "اب مجھے بازار کی طرف لے چلو جہاں سیر کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ کپڑا وغیرہ بھی خرید لیں۔" وہ مجھے سانتا کروز لے گیا۔ یہاں کپڑے کا کافی بڑا بازار ہے کپڑا پسند کرنے کی غرض سے ہم کئی دوکانوں میں گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ نوے فیصدی گاہک امپورٹڈ کپڑوں کی مانگ کر رہے ہیں۔ زبیر نے بتایا کہ بمبئی والوں کو امپورٹڈ چیزیں خریدنے کا خبط ہے۔ کچھ لوگوں نے تو بیویاں تک امپورٹ کی ہیں۔ کچھ اس لیے افسردہ ہیں کہ ان کے والدین امپورٹڈ کیوں نہیں۔

"اس ہنگامی صورت حال میں دیسی چیزوں کی کیا گت بنتی ہوگی؟" بے اختیار یہ سوال میری زبان پر آ گیا۔

"ایسی بات نہیں ہے" زبیر نے کہا۔ "دیسی لباس کی وجہ سے گاہک خوشی خوشی دوگنی قیمت میں دیسی مال خریدتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیسی چیزیں یہاں بکتی نہیں ہیں۔ ضرور بکتی ہیں لیکن ان کی پرکھ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔"

مجھے ایک کپڑا پسند آیا جسے دوکاندار امپورٹڈ بتا رہا تھا۔ میں اسے خریدنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ زبیر نے مجھے روک دیا۔ دوکان سے باہر آئے تو میں نے اس سے پوچھا "وہ کپڑا تمہیں کیوں پسند نہیں آیا؟"

"چائے چھاننے کے لیے ہم اتنا قیمتی کپڑا تو استعمال نہیں کر سکتے ہیں نا"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ دو چار مرتبہ دھوبی کے ہاں سے جا کر آنے کے بعد وہ کپڑا اسی مصرف کا رہ جاتا ہے۔"

شام کے ساڑھے چار بجتے ہم لوگ ایک عدد سوٹ کیس اور بچوں کے لیے کپڑے خرید کر باندرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوکل ٹرین کے جس کمپارٹمنٹ میں میں سفر کر رہا تھا۔ اس میں اس قدر مسافر ٹھنسے ہوئے تھے کہ پیر رکھنے کے لیے جگہ نہیں تھی۔ میں خود ایک پیر پر کھڑا ہوا تھا جس طرح سارس مچھلی پکڑنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ ٹرین باندرہ کی طرف دوڑتی رہی اور میں پیر بدل بدل سفر کرتا رہا۔

باندرہ اسٹیشن قریب آیا تو میں نے کھڑکی سے باہر پلیٹ فارم پر نظر ڈالی اور انسانوں کا لہریں لیتا ہوا سمندر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ زبیر نے بتایا کہ دفتروں کی چھٹی کا وقت ہونے کی وجہ سے یہ میلہ لگا ہوا ہے۔ ٹرین رکی تو ٹرین سے اترنے والوں اور ٹرین میں چڑھنے والوں میں زور آزمائی شروع ہو گئی۔ بمشکل تمام میں نیچے اترا۔ اس دھکم پیل اور دھینگا مشتی میں میری ایک آستین جاتی رہی اور سوٹ کیس کی وہ گت بنی کہ اٹیچی کیس دکھائی دینے لگا۔ پلیٹ فارم پر موجود لوگ مجھے دیکھ کر ہنسی کے مارے دوہرے ہوتے جا رہے تھے۔ زبیر سے میں نے کہا۔ دیکھا یار تمہاری بمبئی نے میرا تماشہ بنا دیا اب مجھے اکولہ جانے کی اجازت دے دو۔ میں باز آیا بمبئی گھومنے سے۔

رات کے نو ۹ بجے تھے۔ ٹرین اکولہ کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی اور مجھے اپنے دوستوں کا بمبئی کے متعلق یہ متفقہ بیان یاد آ رہا تھا "جس نے بمبئی نہیں دیکھی، سمجھو دنیا نہیں دیکھی۔" (ناگپور سے نشر)

شیخ رحمٰن آکولوی ایم۔اے۔ بی۔ایڈ
دیپک چوک، نزد ہارون چال آکولہ۔ ۴۴۴۰۰۱

توانائی

ایک ایسی شے ہے جسے نہ تباہ کیا جا سکتا ہے اور نہ پیدا کیا جا سکتا ہے البتہ اس کی قلب ماہیت کی جا سکتی ہے۔ مثلاً حرارت ایک توانائی ہے۔ جس کو میکانکی توانائی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ جیسے کوئلے سے چلنے والے ریل کے انجن ٹھیک اسی طرح آواز یا صدا بھی ایک توانائی ہے جسے مختلف قسم کی توانائیوں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ایک تبدیلی تو طویل مدت سے ہو رہی ہے۔ مثلاً آواز کو برقی لہروں میں تبدیل کر کے دوبارہ ریڈیو کے ذریعے آواز میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔

قوت صدا کو میکانکی یا روشنی کی توانائی میں اگر تبدیل کر لیا جائے تو ہمارے ملک کی توانائی کے مسئلے کو بڑی حد تک حل کیا جا سکتا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ سبزی مارکیٹ میں ہونے والے تمام تر شور شرابے کو صدا بندی کے آلے میں محفوظ کر لیا جائے اور سبزی خرید کر جب آپ باہر نکلیں تو سبزی کے ساتھ ساتھ صدا بندی کے آلے کو اپنی سائیکل یا اسکوٹر میں فٹ کرا دیں اور آپ کی سائیکل صدا کی میکانکی تبدیلی پر خود بخود چلنے لگے تو آپ کو کتنی بچت اور مسرت ہوگی۔

اس بات کا خیال مجھے کیوں آیا۔ اس کی وجہ تسمیہ بھی سن لیجئے۔ اسے آپ میری خوش قسمتی کہیے یا بدقسمتی کہ میری قوت سماعت کچھ ضرورت سے زیادہ حساس ہوتی ہے۔ ہمارے چاروں طرف ملک میں جو لوگ بولتے ہیں تو اس طرح جیسے ہر شخص بہرا ہو۔ پھر ہماری کوئی ایسی رسم نہیں جو بغیر چیخے چلائے مکمل ہو جائے۔ زندگی کے آغاز کو لیجئے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا اور چیختا چلاتا ہوا پیدا ہوتا ہے۔ اور اپنے عزیز و اقارب کو خوشی سے تالیاں بجاتے ہوئے پاتا ہے۔ پھر اس پیدائش پر ڈھول، ڈھمکے، تاشے پٹاخے اور شور و غل کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے زندگی بھر کی بانگ درا کا ذکر بعد میں کروں گا۔ کسی موت

قوت صدا

مجید جمال

اس طرح کا واویلا مچایا جاتا ہے۔ وہ بھی کسی دلچسپی سے خالی نہیں۔ دھاڑیں مار کر رونا اور کراہنے کے ماتم کرنے والوں کو ماتم کی مجلسوں میں مدعو کرنے کا رواج شاید دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ہوگا۔

ہماری صبح منہ میں انگلیاں ڈال کر زبان کی قینچی کی دھار لگانے سے شروع ہوتی ہے اسے عام فہم زبان میں ...کرنا کہتے ہیں۔ اور رات کی خاموشی کے سناٹے میں ہماری کالونی کے چوکیدار کے ڈنڈے کی کھٹ کھٹ اور بلند آہنگ آواز "جاگتے رہو" پھر رات ختم ہو جاتی ہے پھر صبح سے شام یوں ہوتی ہے کہ بریڈ۔ دودھ۔ اخبار خاموشی سے ہم تک نہیں پہنچتے سب سے زیادہ ہنگامہ۔ گلی میں سبزی فروش مچاتا ہے اور پھر ردی خریدنے والے گشت پر نکل جاتے ہیں۔ ردی فروش کی حاضر جوابی کا لطیفہ بھی سنتے چلئے۔ صاحب دوپہر میں گشت پر نکلتے ہیں جب دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ کرنے کا وقت ہوتا ہے یہ مسلسل ایک ہی تان تیز آواز لگاتے ہیں "ردی والا۔ ردی والا"۔ مجھے ان کی بے تحاشا تان سے بہت کوفت ہوتی ہے اور میں ایک دن ہمت کرکے ان کو سمجھاتا ہوں کہ بھائی تم بلاوجہ چیخ چیخ کر اپنا گلا خراب کرتے ہو۔ اب تک تو تم کو اندازہ ہو ہی گیا ہوگا کہ کن گھروں میں اخبار پڑھا جاتا ہے اور کون ردی بیچتے ہیں تم بجائے چلانے کے ان گھروں پر جاکر ردی خرید لیا کرو۔ اس طرح تمہارے پھیپھڑوں کو آرام ملے گا۔ اور میرے آرام میں بھی خلل نہیں ہوگا۔ میرے گھر نہیں آنا کیونکہ میں اپنے اخبار اور رسالے نہیں بیچتا۔ بات سن لی گئی۔ کئی دنوں تک ردی والے کی آواز نہیں آئی اچانک ایک دن میرے دروازے پر دستک ہوتی ہے دروازہ کھول کر میں حیرت زدہ ہو جاتا ہوں کہ ردی والا آہستہ سے پوچھتا ہے "صاحب ردی ہے کیا؟" میں صبر و تحمل کے ساتھ جواب دیتا ہوں "مگر میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ میں ردی نہیں فروخت کرتا۔" ردی والا بڑے اعتماد کے ساتھ کہتا ہے "میں نے سوچا آپ نے ارادہ بدل دیا ہو شاید"

سائنس کی ایجادات سے حاصل شدہ آواز کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے والے آلات مثلاً ریڈیو اور لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ شادی بیاہ۔ پوجا پاٹھ۔ اذان اور میلاد کا تو ذکر ہی کیا۔ ان پر بجنے والے فلمی گانوں نے تو غضب ہی ڈھا دیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

آواز دے کہ ہمیں تم بلاؤ
آواز دے کہاں ہے
صرف آواز سے پہچان لیں ہم تو ان کو

گویا آواز کے علاوہ پہچان اور ابلاغ کے دوسرے ذرائع کی اطلاع ہم تک پہنچی ہی نہیں۔ چچا ظ انصاری ایک دن بہت دکھی تھے۔ کہنے لگے۔ جنگلات کے محکمے کے ایک گیسٹ ہاؤس میں اس غرض سے کہ سکون سے کچھ لکھ پڑھ سکوں گا، قیام پذیر تھا۔ اور کھڑکی دروازے بند کرکے کام شروع ہی کیا تھا کہ روشن دان سے اتنا منگیشکر در آئیں۔ معلوم ہوا چوکیدار صاحب گانے سن رہے ہیں۔

موٹر سائیکل، کار، اسکوٹروں کی آواز بہ ذات خود تکلیف دہ ہوتی ہیں۔ ان کے سائلنسر نکال کر چلانے کا فیشن اور مختلف اقسام کے ہارن کی ایجاد بھی ہندوستان ہی میں ہوئی ہے۔ میرے پڑوسی کسی صورت ایک پرانی موٹر سائیکل خریدنے میں کامیاب ہوگئے۔ روز صبح سویرے۔ کوئی دو تین سو کک مار کر موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے تھے بڑی تکلیف ان کو بھی ہوتی تھی اور انھیں بھی میں نے ایک دن مشورہ داغ ہی دیا کہ بھائی صاحب بجائے موٹر سائیکل کو کک مارنے کے اگر آپ کسی سے دھکا لگوا لیا کریں تو آپ کا وقت بھی بچے گا اور ہماری کوفت بھی۔ دوسرے دن صبح دروازے پہ دستک ہوئی پڑوسی نے پوچھا۔ آپ آتے ہیں دھکا مارنے کے لیے یا میں کک ماروں؟ میرا جی چاہا کہ پڑوسی کو کک اور موٹر سائیکل کو دھکا لگا دوں مگر پھر حفظ ما تقدم۔ جی پر جبر کرکے موٹر سائیکل کو دھکا لگا دیا۔

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک

میں چاہتا ہوں کہ ہندوستانی سائنس داں ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی۔ صدا کی توانائی کو جمع کرنا شروع کریں اور اسے کسی کارآمد مقصد کے لیے تبدیل کرکے ملک کی خدمت کریں۔ میرا پختہ یقین ہے کہ اس طرح ہمارا توانائی کا بحران کچھ حد تک حل ہو سکتا ہے۔ پاور ہاؤس اور پٹرول پمپ آج کل توانائی کے مرکز ہیں۔ اگر صدا تبدیلی کے آلات ایجاد ہوگئے تو الیکشن کی تقریروں سے لے کر پارلیمنٹ میں ہونے والی بحث بہت مفید اور کارگر ثابت ہوگی اور یہ توانائی کے مراکز بن جائیں گے۔ مچھلی بازار، مینا بازار، سبزی منڈی توانائی کے بھنڈار بن جائیں گے۔ اور وہ تمام لوگ جو اپنی قوت گویائی عام حالات میں ضائع کرتے ہیں بڑی اہمیت کے حامل بن جائیں گے ملازم اور بیوی کا انتخاب اس خوبی پر ہوگا کہ وہ کتنی دیر تک زور زور سے بلا تکان بول سکتے ہیں کہ ادھر انھوں نے بولنا شروع کیا ادھر آپ کا پنکھا چلنے لگا یا آپ کی انگیٹھی سلگ گئی۔ یا آپ کے گھر کا بلب روشن ہو گیا۔

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

مقرر، خطیب، مولوی، طالب علم اور عورت گفتگو اور شور شرابے کا جنھیں بہت شوق ہوتا ہے انھیں ان کی محنت اور شوق کا مناسب معاوضہ ملا کرے گا۔ اور وہ جو اردو شاعری میں کسی محترم نے فرمایا ہے کہ

ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
سود مند اور بیچ ثابت ہو جائے گا

(اورنگ آباد سے نشر)

غزل

ھارون فراز

اک دن تو آئیں گے وہ زمیں کی پناہ میں
رکھتے ہیں آسماں کو جو اپنی نگاہ میں
روشن کوئی دریچہ نہ قدموں کی آہٹیں
سونا مکاں ہوں میں کسی سنسان راہ میں
باہر نکال دے جو انا کے حصار سے
ایسا ہو کوئی سجدہ تری بارگاہ میں
ظاہر میں کوئی جنگ کے آثار ہی نہیں
دل پھر بھی لخت لخت ہے اس رزم گاہ میں
وہ کیسے دے سکے گا زمانے کو روشنی
جو غرق ہو چکا ہو اندھیروں کے چاہ میں
حالات نے بدل دیے چہرے تو کیا ہوا
عظمت کے کچھ نشان ہیں اب بھی کلاہ میں
باتیں فراز حسن کے تری دل دھڑک اٹھے
اتنا اثر تو پیدا ہوا تیری آہ میں

(جلگاؤں سے نشر)

ملک کی تعمیر میں محکمہ ریل کا حصہ

ایم اے رشید

چند دن قبل کی بات ہے۔ میں ریل کے ذریعہ بمبئی جا رہا تھا۔ وہ ایک سہانی شام تھی۔ موسم بھی بڑا خوشگوار تھا۔ ریل گاڑی کی رفتار پورے شباب پر تھی اور میں حسب معمول اپنے اطراف سے بے خبر تیزی کے ساتھ گذرنے والے قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اچانک ایک سریلی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟"

بے ساختہ میری نگاہیں سامنے کی برتھ پر مرکوز ہوئیں جہاں ایک سانولی سی قبول صورت، نوجوان خاتون کو اپنی طرف متوجہ پایا۔ اس کی شخصیت میں ایک عجیب سی انجانی کشش تھی۔ اجنبیت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میں نے فوراً جواب دیا۔——

"میں بمبئی جا رہا ہوں! اور آپ؟"

"میری منزل بھی وہی ہے جو آپ کی ہے! "میرے وہ" جو ہیں نا کپڑے کے ایک بڑے مل میں منیجر ہیں۔"

"میرے وہ" جیسے الفاظ ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی زبان سے سُن کر مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

میں نے بھی اپنا تعارف کرا دینا ضروری سمجھا

"میں محکمہ ریل میں ایک ادنیٰ سا آفیسر ہوں۔"

کہنے لگیں "اچھا تو آپ ریلوں کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اور اس ریل گاڑی کے مالک ہیں؟"

"مالک تو آپ ہیں محترمہ! ایک میں ہی کیا پورا محکمۂ ریل آپ کا خادم ہے۔"

"خدمت کی بات بھی خوب کہی آپ نے میں ابھی ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ ان چلتی پھرتی ریلوں نے سفر کی صعوبتوں کو کتنا آسان کر دیا ہے۔ پرانے دور کی محبت کی داستانوں میں محبوب سے ملنے کے لیے جو سفر کیے جاتے تھے وہ کتنے صبر آزما ہوتے تھے۔ بے چارہ فرہاد اگر کئی سو میل دور سے شیریں سے ملاقات کرنے کی ٹھانتا تو اسے گھوڑے یا اونٹنی کی پیٹھ پر سفر کرنا پڑتا اور شاید اس کی جوانی جانوروں کی پیٹھ پر سفر کرتے ہوئے گذر جاتی۔"

مجھے اس کا پُر لطف اندازِ گفتگو بہت پسند آیا

"آپ کا خیال صحیح ہے محترمہ! مسافروں کو منزلِ مقصود تک کم سے کم وقت میں پہنچانے کی خدمت کو ریلوے، ایک اہم ذمہ داری سمجھتی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ آپ اسی بات سے لگا سکتی ہیں کہ ہمارے ملک میں مسافروں کی ساری سہولتوں سے آراستہ تقریباً چھ ہزار مسافر گاڑیاں چلائی جاتی ہیں۔ اس سال تقریباً ساڑھے تین ہزار ملین مسافروں نے ریل سے سفر کیا۔ ملک کے مسافروں کی کُل تعداد کا پچاس فیصدی حصہ ریل سے سفر کرتا ہے پورے ملک میں تقریباً سات ہزار ستر ریلوے اسٹیشن ہیں جن کے درمیان تقریباً تیس ہزار مختلف قسم کے مسافر بردار ڈبے دوڑتے رہتے ہیں۔ ان مسافروں میں صرف اپنے عزیز و اقارب سے ملنے والے ہی نہیں ہوتے بلکہ ایسے اہم ذمہ دار اصحاب بھی ہوتے ہیں جنکو مختلف صنعتوں یا محکموں یا تجارتی اداروں میں اہم رول ادا کرنا ہوتا ہے۔ انسانی حرکت کے بغیر ملک اقتصادیات کے کسی شعبہ میں ترقی نہیں کر سکتا۔ حرکت میں برکت ہے محترمہ!"

میں اپنی بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ وہ خاتون بے تکلفانہ انداز میں چہک کر بولیں:

"واہ واہ! سبحان اللہ! بڑی خوبصورتی سے آپ نے ایک پروفیشنل کی طرح تذکرۂ شیریں و فرہاد کو اقتصادیات اور ملک کی تعمیر کی طرف موڑ دیا۔"

"لیکن محترمہ میری نظر میں داستانِ عشق بغیر اقتصادیات کو چھوئے مکمل نہیں ہوتی۔ عشق و عاشقی کی بیشتر پیچیدگیاں دراصل اقتصادی ہوتی ہیں۔ اقتصادی حالت درست ہو جائے تو مرحلۂ محبت ہو یا مرحلۂ حیات دونوں میں آسانیاں ہی آسانیاں ہو جاتی ہیں۔ آپ اپنے معاملہ ہی کو لیجئے آپ کے شریک حیات جن سے ملنے کے لیے آپ اتنا لمبا سفر کر رہی ہیں، بے چارے محض اقتصادی مجبوری کے تحت آپ سے بچھڑے ہوئے ہیں۔"

وہ اب واقعی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"ہمارا محکمہ نہ صرف رشتوں کو جوڑنے کا فرض انجام دیتا ہے۔ بلکہ ملک کے باشندوں کی زندگی کو خوشحالی اور مسرت سے آشنا کرنے میں پوری طرح کوشاں رہتا ہے۔ آپ ہی کے گھر کی مثال سامنے ہے۔ آپ کے شوہر جس مل کے منیجر ہیں اسے تعمیر کرنے کے لیے سیمنٹ، اسٹیل اور نہ جانے کن کن چیزوں کی ضرورت پڑی ہوگی۔ جنھیں دور دراز مقامات سے فراہم کرنا پڑا ہوگا۔ تب جا کر عمارت تعمیر ہوئی۔ اس کے بعد مشینوں کی ضرورت ہوئی تو ملک میں تیار کردہ ہوں گی یا بیرونی ملکوں سے درآمد کی گئی ہوں گی۔ انھیں مل کی عمارت تک پہنچانا پڑا ہوگا۔ اب ان مشینوں کو حرکت میں لانے کے لیے انرجی کی ضرورت اور انرجی کے لیے کوئلے کی ضرورت اسے بھی دور دراز علاقوں سے پہنچتے رہنے کا انتظام کپڑا تیار کرنے کے لیے کپاس یا روئی کا دوسرے علاقوں سے لانا۔ اور جب کپڑا بن جاتے تو اسے ملک کے مختلف بازاروں تک پہنچانا۔ ان سارے مرحلوں کو طے کرنے کے لیے قابل اعتبار ذرائع رسل و رسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی فرض ریلوے نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ چلتا ہوا مل ہزاروں مزدوروں کے روزگار کا ذریعہ ہوتا ہے۔ آپ کے گھر کی ساری خوشیوں کا دار و مدار اس مل کی کارکردگی پر ہے اور مل کی کارکردگی کا سارا دار و مدار رسل و رسائل کے ذرائع پر۔ تقریباً چھ ہزار ۲۸ کروڑ روپے کے انوسٹمنٹ سے قائم کیا ہوا ریلوے سسٹم سب سے بڑا رسل و رسائل کا ذریعہ ہے:

میں نے غور سے دیکھا کہ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک نظر آ رہی ہے۔ بات آگے بڑھاتے ہوئے میں نے کہا "محترمہ! اس طرح کی سینکڑوں چھوٹی بڑی فیکٹریاں ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہیں اور مختلف پلانوں کے تحت نئی نئی صنعتیں تعمیر بھی ہو رہی ہیں۔ صنعتی ضرورتوں کے پیش نظر ریلوے نے جو انتظام کیا ہے اس کا اندازہ آپ اسی سے لگا سکتی ہیں کہ سال گذشتہ ریلوے نے تقریباً ۔۔۔ کروڑ ٹن مال منزلوں تک پہنچا کر تقریباً چودہ سو کروڑ کمایا ہے۔ اس فرض کی انجام دہی کے لیے روزانہ تقریباً ۔۔۔ مال بردار گاڑیاں چلائی جاتی ہیں۔ جن کے ذریعہ چار پہیوں کے مال ڈبوں کے حساب سے تقریباً چار لاکھ چھ ہزار ویگن متحرک رہتی ہیں۔ ملک کے سارے رسل و رسائل کے ذرائع سے جو مال ڈھویا جاتا ہے اس میں ریلوے کا حصہ ۶۲ فیصد کا ہے۔ ایک اندازہ مطابق روزانہ تقریباً ۵۳ ہزار میٹرک ٹن مال ریلوں کے ذریعہ ڈھویا جاتا ہے۔ ان اعداد و شمار سے آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ملک کی صنعتی ترقی میں ریلوے نظام اہم رول ادا کر رہا ہے۔"

میری گفتگو کو وہ ہمہ تن گوش سُن رہی تھی اس دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اپنے بات کا سلسلہ

ٹائم ٹیبل اسے دیتے ہوئے کہا:

"ذرا اسے کھولیے محترمہ! اس میں آپ ہندوستانی ریلوے کا ایک نقشہ پائیں گی غور سے دیکھنے پر آپ کو ایسا لگے گا جیسے ہندوستان ایک جسم ہے جس میں بے شمار رگیں پھیلی ہوئی ہیں اور ہماری ریلوں کی چوبیس گھنٹوں کی روانی اسی طرح کی ہے جس طرح رگوں کے ذریعہ خون دوڑتا ہے، جو نہ صرف جسم کے متعدد اعضا کو تقویت پہنچاتا ہے بلکہ پورے جسم کی نشوونما کی ضامن ہے۔ اسی طرح ریلوے ملک کی بقا اور ترقی کے لیے ضروری اور اہم ہے۔"

وہ دلربا انگڑائی لے کر برتھ پر لیٹ گئی

"آپ کو شاید معلوم نہ ہو ان ریل راستوں کی لمبائی باسٹھ ہزار نو سو ترانوے کلو میٹر ہے۔ ان راستوں پر مسلسل چوبیس گھنٹے مسافروں کے علاوہ زرعی پیداوار یا تیار سامان ہو یا مشینری، کوئلہ ہو یا سیمنٹ، تیل ہو یا پٹرول! پچھلے دنوں میں بیٹھے ہزاروں ریل گاڑیاں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتی رہتی ہیں"

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری بات سنی بھی یا نہیں چونکہ اس کی آنکھیں رفتہ رفتہ بند ہو رہی تھیں۔

میں نے کھڑکی سے باہر ایک نظر کی۔ باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔ ادھر میرے ملک کی زینت اطمینان کی نیند سو رہی تھی۔ ریل گاڑی اسی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ میں نے کھڑکی کا شیشہ گرا دیا اور دھیرے دھیرے یہ شعر گنگنانے لگا

یہ ہر سمت رواں جاری و ساری ریلیں
کیا نہیں کرتی ہیں دیا کارگزاری ریلیں
حقیقت ہے کہ تعمیر وطن کی خاطر
کر دکھاتی ہیں عجب کارگزاری ریلیں
ملک کے جسم میں پھیلی ہیں رگوں کی مانند
ملک کی ترقی کا سبب بن گئیں پیاری ریلیں

(ناگپور سے نشر)

ایم اے رشید
پرسنل آفیسر ڈی آر ایم آفس
سنٹرل ریلوے ناگپور (مہاراشٹر)

غزل

ندیم بالاپوری

درد کے کھیت میں مسکان اگانے والا
قابل رشک ہے زخموں کو چھپانے والا
آگ کچھ اور گھروں کو بھی جلا ڈالے گی
سوچتا کاش مرے گھر کو جلانے والا
دل میں اخلاص و وفاؤں کی ہے گٹھری سر پہ
آدمی یہ ہے کسی اور زمانے والا
یاد آتا رہا تا دیر سفر میں مجھ کو
ہاتھ رہ رہ کے دریچے سے ہلانے والا
لوگ چہروں کو چھپائے ہوئے پھرتے ہیں ندیم
شہر میں آیا ہے آئینہ دکھانے والا

(ناگپور سے نشر)

اردو شاعری میں برسات کا ذکر

فاروق محمد خان

کسی بھی زبان کی شاعری کے مطالعے کے سلسلے میں اس زبان کے تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اردو زبان و شاعری کے تعلق سے دو نظریات ہیں کیا اس زبان کی شاعری کی بنیاد فارسی روایات پر ہے یا ہندوستانی۔ اگر ہم اپنی زبان اور ادب کے ماخذوں کا پتہ چلائیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اردو زبان و شاعری کا خمیر اسی مٹی سے گوندھا گیا ہے اور اسے شکل و صورت عطا کی آریائی، اسلامی اور مغربی تہذیب نے۔ اردو کے اصناف سخن میں ہم سب سے پہلے گیت کا جائزہ لیں گے۔ ہمارے شاعروں نے مختلف موسموں کی تعریف میں گیت لکھے ہیں مثلاً موسم بہار، بسنت، گرمی، جاڑا، برکھا رت، ساون یا موسم برسات۔ یہ گیت چاہے کسی بھی موقع کے لیے لکھے گئے ہوں، عید، شب برات، ہولی، دیوالی، بہار بسنت یا برسات۔ ان سب میں ہماری اس ارض وطن کی عکاسی ملتی ہے۔

اردو یا ہندوی کے پہلے شاعر حضرت امیر خسرو نے خیال کی گائیکی کے بول لکھے جو آج بھی گائے جاتے ہیں۔

آج گھر آئی رُت موری گھٹا کاری،
بن بولن لاگے مور
کوئل بولے ڈار ڈار، پپیہا مچائے شور
ایسے سمے ساجن گئے برہن کو چھوڑ

اور امیر خسرو کے بعد سے تو خیال گائیکی کی جان ہی "موسم برسات" ہو گیا۔ اردو شاعری کے ارتقا کا ہم جائزہ لیں تو امیر خسرو کے بعد ہمیں دکن کا رُخ کرنا پڑتا ہے۔ دکن ہی میں اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر ملتا ہے یعنی قلی قطب شاہ جس نے ایک ملی جلی تہذیب کی بنیاد رکھی اور جسے ہم دکنی کلچر بھی کہتے ہیں۔ اس کی کلیات میں بیسوں نظمیں، بسنت، ہولی، موسم برسات، بالخصوص مرگ کے موضوع پر ملتی ہیں۔

مرگ سال آیا پھرتے مرگ نمنی سنگاراں کر
جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک دھاراں کر

پیا
چونده کر گرجت ہور مینھوں برست
عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج

قطب شاہی سلطنت کے خاتمے کے بعد اردو شاعری کا مرکز اورنگ آباد منتقل ہو گیا۔ ولی اورنگ آبادی نے غزل کے ساتھ ساتھ قصیدے میں طبع آزمائی کی ہے۔ انھوں نے ایک قصیدہ وجیہہ الدین علوی گجراتی کی مدح میں کہا ہے۔ اس قصیدے میں برسات کا ذکر کرتے ہیں ؎

ہوا ہے خلق اوپر رحمت کے فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سے گوہر افشانی

سراج اورنگ آبادی نے اپنی مثنوی بوستان خیال میں جگہ جگہ برسات کا ذکر کیا ہے ؎

جدھر کا ہے دیکھو ابر کس رنگ سے
رہو کب تلک اس دل تنگ سے
نیٹ جھوم آیا تھا ابر بہار
برستی تھی باریک چھم چھم پھوار

ولی کے زیر اثر جب شمالی ہند میں اردو شعر گوئی کا رواج ہوا تو وہاں کے سب ہی قابل ذکر شعرا نے عشق و محبت کی رنگینی و رعنائی کے ساتھ ساتھ باغوں کی سرسبزی اور مناظر قدرت اور موسم برسات کی کیفیت کا ذکر بڑی خوبی سے کیا ہے۔

میر کہتے ہیں ؎

ابر اٹھا تھا کعبے سے اور جھوم پڑا میخانہ پر
بادہ کشوں کا جھرمٹ ہے گا شیشہ اور پیمانہ پر

میر اور سودا نے اپنی مثنویوں اور شہر آشوبوں میں مختلف موسموں کا نقشہ کھینچتے ہوئے اپنی فنی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔ اسی دور میں خالص نظم کے ضمن میں سب سے اہم نام نظیر اکبر آبادی کا ہے۔ غزل کے اس دور میں جب اردو کے بیشتر شعرا اپنی دھرتی کے بجائے عرب و عجم کی فضا میں سانس لے رہے تھے، نظیر نے اپنے وطن سے گہری

وابستگی کا ثبوت دیا ہے اور مادرِ وطن کی مٹی کی بو باس کو سونگھا ہے۔ نظیر کی کتنی نظمیں برسات کے موضوع پر ملتی ہیں ...؎

ساون کی کالی راتیں اور برق کے اشارے
جگنو چمکتے پھرتے جوں آسماں پر تارے
پیٹے گلے سے سوتے معشوق ماہ پارے
گرتی ہے چھت کسی کی کوئی کھڑا پکارے
آیار چل کے دیکھیں برسات کا تماشا!

ان کی ایک اور نظم ہے "برسات کی بہاریں"

یہ رُت وہ ہے کہ جس میں خورد و کبیر خوش ہیں
ادنیٰ غریب مفلس شاہ و وزیر خوش ہیں
معشوق شاد و خرم عاشق اسیر خوش ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

نظیر کے بعد آزاد، حالی اور اسمٰعیل میرٹھی کے یہاں فطرت کے مناظر سے دلچسپی کا رجحان ملتا ہے۔ حالی نے برکھا رُت اور پردیس لکھی۔

قسمت میں یہی تھا اپنی لکھا
فرقت میں تمہارے آئے برکھا
ہے سرد ہوا بدن کو لگتی
پر دل میں ہے آگ سی سلگتی

اس دور میں تقریباً تمام شعراء نے برسات کے موضوع پر کسی نہ کسی رنگ میں ضرور طبع آزمائی کی ہے۔ محسن کاکوروی نے اپنے قصیدہ مدح خیر المرسلین کی ایسی تشبیب لکھی ہے جس کا جواب اردو شاعری میں نہیں ؎

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل

اور پھر فرماتے ہیں۔ ؎

پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل

کہیں اختر شیرانی اپنے سانیٹ، برکھا رُت میں یوں گویا ہیں ؎

وادی گنگا ہے، برکھا رت ہے، کالی رات ہے
رات ہے، برسات ہے
اور فضا میں تیرنے والے نظاروں کا ہجوم
نشہ زاروں کا ہجوم

جوش نے بھی برسات اور اس کے متعلقہ موضوعات پر کئی نظمیں لکھیں، بدلی کا چاند، برسات کی چاندنی، اور رم جھم وغیرہ۔

اٹھو کہ رم جھم برس برس کر بجا رہا ہے ستار پانی

جاں نثار اختر اپنی نظم "آخری ملاقات" میں کہتے ہیں ؎

السائی ہوئی رات ساون کی
کچھ سوندھی خوشبو آنگن کی
بیا

برکھا کی تو بات ہی چھوڑو چنچل ہے پروائی بھی
جانے کس کا سبز دوپٹہ پھینک گئی ہے دھانوں پر

بات تشنہ رہ جائے گی اگر برسات کے موضوع پر ان اشعار کا حوالہ نہ دیا جائے جو کسی حد تک مبتذل ضرور ہیں۔ لیکن مقبول عام ہیں ؎

اے ابر بہار آج ذرا تھم کے برسنا
آجائے میرا یار تو پھر جم کے برسنا

لپٹ جاتے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے
الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

کوئی پردہ نشیں مصروف غسل ناز ہے شاید
کہ چلمن چھوڑ دی ہے آسماں نے ابرباراں کی

مزہ برسات کا چاہو تو بیٹھو میری آنکھوں میں
سیاہی ہے، سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

صفی اورنگ آبادی فرماتے ہیں ؎

خیر تو ہے، رات ہے، برسات ہے
کیوں قدم رنجہ کیا، کیا بات ہے

داغ دہلوی فرماتے ہیں ؎

ڈرنا کسی کا اور وہ بجلی کا کوندنا ہے
موسم بہت پسند ہے برسات کا

اردو شعراء نے اگر برسات کی رنگینیوں، دلکش اور خوبصورت مناظر، آبشار و کوہسار، جوئبار، سبزہ زار، مرغزار، پرندوں کی چہکار کا ذکر کیا ہے تو وہیں اس موسم کی طغیانی اور تباہ کاریوں کا ذکر بھی بڑے موثر انداز میں کیا ہے۔

میر نے اپنی مثنوی "بارش اور مکان" میں موسلا دھار بارش کے نتیجے میں اپنے بوسیدہ مکان کی تباہی کا ذکر اس خوبی سے کیا ہے کہ پورا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ؎

اب جو آیا ہے موسم برسات
دن کو ہے اپنے ہاں اندھیری رات
کیا کہوں آہ گھر کہ کہنے کو
باندھتا ہوں مچان رہنے کو
تا لگو سب کھڑے ہیں پانی میں
خاک ایسی زندگانی میں

اور پھر میر اور ان کا خاندان مکان کی تباہی کے بعد سر چھپانے کے لیے نکلتا ہے۔ کسی کے سر پہ چارپائی، کسی کے سر پہ کپڑوں کی گٹھری۔ کسی کے پاس تھیلا تو کسی کے پاس بستر، کچھ اس ہیئت کذائی سے نکلتے ہیں کہ جو بھی انھیں دیکھتا ہے ہنستا ہے اور کہہ اٹھتا ہے۔

میر جی اس طرح سے آتے ہیں
جیسے کنجر کہیں کو جاتے ہیں

ہمارا ملک ہندوستان ایک زرعی ملک ہے۔ یہاں کی پوری معیشت کا انحصار بارش پر ہے۔ کسان برسات کا انتظار اتنی بے چینی سے کرتے ہیں کہ کیا کوئی ہجر زدہ عاشق اپنی محبوبہ کا کرے گا۔ بیکل اتساہی بلرام پوری نے اس انتظار کی عکاسی بڑے موثر ڈھنگ سے کی ہے۔

رام جانے کب برسے گا پانی
ساون بھادوں سادھو ہوگئے بادل سب سنیاسی
کھیت کا مکھڑا بدرا ملکے، روپ دلہن کا اچرا ٹکے
شام کی چھیاں کونکے سویرا، گاؤں تکے ویرانی
رام جانے کب برسے گا پانی

جب پانی برس کر کھل جاتا ہے تو مکانوں کے صحنوں گلیوں، میدانوں، باغوں اور جنگلوں کے مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ باغوں اور جنگلوں میں کڑاھیاں چڑھتی ہیں۔ برساتی پکوان پکائے جاتے ہیں۔ درختوں پر جھولے پڑتے ہیں۔ لڑکیاں جھولوں پر چڑھ جاتی ہیں اور پینگیں لیتی جاتی ہیں اور گاتی جاتی ہیں ؎

ساون کے جھولے پڑے
سیاں جی، ہمیں بھولے پڑے
میرے سیاں کو بھیجو جی کہ ساون آیا

کہیں کوئی پیت کی ماری اپنے ساجن سے کہہ رہی ہے۔

گھر گھر کے آئی بدریا کاری ۔۔۔ ساجنوا نہ جا

کوئی ساون کے بادلوں کو اپنا قاصد بناتی ہے:

ساون کے بادلو، ان سے یہ جا کہو
جس دن سے جدا ہم ہیں، آنکھیں میری پُرنم ہیں

سہاگنیں اپنے شوہروں کو یاد کرتی ہیں۔؎

روم جھوم بدروا برسے، پی درشن کو جی ترسے

کہا جاتا ہے کہ جب جان عالم حضرت واجد علی شاہ کو نظر بند کر کے کلکتہ بھجوا دیا گیا تو موسم برسات میں اودھ کی گلی گلی میں ایک گیت گایا جاتا اور آج بھی گایا جاتا ہے۔ جسے بڑی بوڑھیاں بھی گاتی ہیں۔

ہائے ترے بنا برکھا نہ سہائے، ارے مورے کلکتہ کے جوگیا

اللہ تمہیں لائے، ہائے اللہ تمہیں لائے

بہرحال برسات کے موسم کے کن کن پہلوؤں کا ذکر کیا جائے۔ کن کن رنگینیوں کا ذکر کیا جائے۔ اردو شاعری برسات کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔

(اورنگ آباد ریڈیو سے نشر)

فاروقی محمد خاں
۴۸/۱۰/۳ بکل گوڑہ
اورنگ آباد (مہاراشٹر)

سید امجد علی

انسان دو چیزوں سے ترتیب دیا گیا۔ ایک جسم اور دوسرے روح۔ حضرت امام غزالیؒ نے جو فلسفہ کے بہت بڑے عالم تھے کہا ہے کہ جسم ایک مکان کی حیثیت رکھتا ہے اور روح اس کی مکین ہے۔ مکان مٹی اور گارے کے مرکب کا نام ہے اور جسم بھی گوشت پوست اور ہڈیوں کے مرکب کا نام ہے۔ جس طرح مکان کی تمام تر رونق و خوبصورتی مکیں سے ہے۔ اسی طرح جسم کی خوبصورتی کا دار و مدار روح پر ہے۔ بار دیں کہ جسم کی کوئی قدر و قیمت نہیں روح کے بغیر جسم مردہ ہے اور قابل دفن ہے۔ بقول مولانا رومیؒ:

جس طرح سے تن کی قیمت جان سے ہے
جان کی قیمت پرتو جاناں سے ہے
جاں سے تن اور تن سے جاں کب ہے نہاں
پر نہیں کرتا کوئی دیدارِ جاں

انسانی چہرہ دل و دماغ کا آئینہ دار ہوتا ہے جو دل و دماغ تجلیوں کی پرورش کرتے ہیں ان کے چہروں پر انوار کی بارش ہوتی ہے۔ نیک باتوں اور نیک کاموں سے عزت حاصل ہوتی ہے اور بُرے کاموں بری باتوں اور بُرے خیالات سے ذلت حاصل ہوتی ہے۔

انسان اگر عزت کا متلاشی ہے تو اسے چاہیے کہ ظاہر سے زیادہ اپنے باطن کو پاک و صاف رکھے۔ ع

کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

ضبطِ نفس کا مفہوم:

نہنگ و اژدہا گر شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

ضبطِ نفس پر عمل کرنے کے لیے دو چیزوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تخیل یعنی خیالات کی بلندی اور پاکی اور دوسرے قوتِ ارادی کی مضبوطی۔ ضبطِ نفس یعنی نفسِ امارہ کو بری خواہشات سے دور رکھنے اور پرہیز کرنے کے لیے یہ دو قوتیں ضروری ہیں ان کے بغیر ضبط ممکن نہیں۔

ضبطِ نفس اور تزکیہ نفس کے لیے انسان کو دو چیزیں بہت ضروری ہیں ایک علم کی فراوانی دوسرے نیک صحبت اچھی تربیت کے لیے علم اور صحبت بہت ضروری ہیں۔ نیکی سے زیادہ نیک صحبت فائدہ دیتی ہے اور برائی سے زیادہ بُری صحبت نقصان دہ ہوتی ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

اچھی صحبت اور علم سے نفس پاک ہو جاتا ہے اور نفس کی پاکی انسانیت کا جوہر ہے اور دینی زندگی میں نجات کا دار و مدار پاکیٔ نفس پر ہے۔ صحبت کی مدد سے نفس پاک ہوتا ہے اور پاک خیالات کی مدد سے نیک و بد میں تمیز پیدا ہوتی ہے۔ نفس کو پاک کرنے کی تعلیمات کم و بیش ہر مذہب میں موجود ہیں۔ اسلام، ہندو مت، اور عیسائیت اور جین مذاہب میں تعلیمات موجود ہیں۔ تصوف فلسفہ اور ویدانت اس میں مدد کرتے ہیں۔ اسی لیے تو کبیر داس کہتے ہیں

کاگا کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
پر دو نینن مت کھائیو پیا ملن کی آس

جن لوگوں کی قوتِ ارادی مضبوط ہوتی ہے وہ اپنے فیصلہ میں اٹل ہوتے ہیں ان کے دل و دماغ اسی طرح تربیت پاتے ہیں کہ ان میں ضبطِ نفس کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی زندگی کے ہر پہلو میں نظر آتی ہے۔ یہ صفت انسان کو سکھ چین کی زندگی کے ہر پہلو میں نظر آتی ہے۔ ظاہری ضبط کو باطنی ضبط کے تابع رکھنے سے انسان میں تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو انسانی زندگی کا اولین اور ضروری مقصد ہے۔ ضبطِ انسان کا فطری خاصہ ہے۔ انسان کو نشہ آور چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے ان چیزوں کا استعمال انسان کی صحت اور اخلاق دونوں کو خراب کر دیتا ہے۔ ان کے اخراجات سے خاندانی مصارف پر بھی اثر پڑتا ہے۔ جنسی خواہشات بھی انسان اور انسانیت دونوں کے لیے مہلک ہے۔ اس سلسلے میں خیالات اور ضمیر کی پاکی بہت ضروری ہے جب تک ان کی حفاظت نہ کی جائے ہمارے اعمال و افعال صحیح راستے پر جاری نہیں رہ سکتے جب سرچشمہ ہی گندہ ہو جائے تو نہر کہاں پاک رہ سکتی ہے۔ تعلیم و تربیت میں اس کا خاص خیال رکھا جائے۔ ابتدا ہی سے اخلاقی کتب پڑھائی جائیں تاکہ اخلاقی اقدار مضبوط ہوں اور طوفانوں میں بھی قائم رہ سکیں۔ سینما بینی بھی ہمارے ملک کے باشندوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ فلمیں انسانی اخلاق کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں اور بُرے جذبات کو فروغ دیتی ہیں۔ بچے اور جہلا سینما بینی سے بُرے اثرات بہت جلد قبول کرتے ہیں چونکہ ان میں تاثر اور پیروی کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بُری باتیں بُرے خیالات اور بُرے افعال ان کے اخلاق و کردار میں داخل ہو جاتے ہیں۔ شرم و حیا کی جو روایات معاشرے میں صدیوں سے قائم و دائم ہیں سینما بینی سے ختم ہو رہی ہیں۔

غرض کہ ضمیر اور خیالات کو پاک و صاف رکھنے کے لیے نیک لوگوں کی صحبت اور اخلاقی کتب کا مطالعہ اور صحیح علم پر صحیح عمل ضبطِ نفس میں بے حد مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ضبطِ نفس سے کام لے کر ہم برائیوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو شرم و حیا۔ پاکبازی اور نیک خیالات کی بلندی پر قائم رکھیں۔ تب جا کر آدمی انسان بنتا ہے ورنہ بقول حضرت غالب ع

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

چونکہ انسان کو زندگی کے ہر پہلو میں نظم و ضبط کو قبول کرنا پڑتا ہے اس لیے اس صفت کو اپنی عادت میں شامل کر لینا چاہیے۔ یہ صفت صرف دفتری کاموں تک محدود نہ رہے بلکہ تقریر و تحریر، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، ملنے جلنے میں بھی اسے استعمال کریں۔

گفتگو میں اس کی خاص ضرورت ہوتی ہے زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔ ایک بڑے عالم کا قول ہے کہ "بے وقوف کا دل زبان پر رہتا ہے اور عقلمند کی زبان دل پر ہوتی ہے"۔ اکثر لوگ بغیر سوچے سمجھے باتیں کرتے ہیں جو کارآمد نہیں ہوتیں۔ زبان پر کنٹرول رکھنا بہت ضروری ہے۔ زبان کے ذریعہ آدمی دوسروں کے دلوں کو موہ لیتا ہے۔ دشمن کو دوست بنا سکتا ہے ہر ایک آدمی کو اس سے محبت اور ہمدردی ہوتی ہے۔ دولت مند دولت کے زور سے اپنے اطراف لوگوں کو جمع تو کر سکتا ہے لیکن نرم اور میٹھی گفتگو کرنے والا اپنی شیرینی اور جادو بیانی سے لوگوں کو گرویدہ بنا لیتا ہے۔

تحریر تقریر سے زیادہ دیرپا اثر رکھتی ہے بعض تحریری شاہکار صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اپنی مقبولیت نہیں کھوتے جیسے حافظ۔ مولانا روم، شیکسپیئر، والمیکی غالب، ٹیگور اور اقبال کے کلام رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ بڑے لوگ مرتے نہیں امر رہتے ہیں۔ ان کے کلام کے مطالعے سے آج بھی ہم اپنے دلوں کو روشن کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنے قلم سے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے۔ یہ سب ضبطِ نفس ہی کے نتائج ہیں۔ (اورنگ آباد / پربھنی سے نشر)

ہم پریشان ہیں

شاہدہ صدیقی

کسی نے کہا ہے ؎

"آدمی کو اگر ذرا سا بھی ہوں زندگی دشوار ہو جائے"

مجھے اس سے سو فیصد اتفاق ہے کیونکہ زندگی عبارت ہے الجھنوں اور پریشانیوں سے۔ شاید قدرت نے یہ ساری فکریں اسی لیے رکھی ہیں کہ اس سے گزرنے کے بعد انسان زندگی کی اصل دلکشی اور حسن سے آشنا ہو جائے۔

ذرا تصور کیجیے اس زندگی کا جس میں کوئی غم ہی نہ ہو فکر ہی نہ ہو۔ بھلا کیسی بے کیف ویران اور اکتا دینے والی ہوگی وہ زندگی بھی۔ دراصل یہی چھوٹی چھوٹی پریشانیاں جو اگرچہ وقتی طور پر ہمیں بیزار کر دیتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ہمیں کتنی پیاری ہیں کتنی عزیز ہیں کہ اگر جن سے ہم چھٹکارہ حاصل کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اس سے گزرتے ہیں ہمیں ایک عجیب سی لذت اور خوشی کا احساس ہوتا ہے۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ 'ہم پریشان ہیں' تو بھلا سننے والا ہماری پریشانی کا سبب ضرور پوچھے گا تو آئیے ہم بتلاتے ہیں اپنی پریشانی' بہت ممکن ہے کہ ہم جس پریشانی کا ذکر کر رہے ہیں اس پریشانی میں ہماری طرح اور بھی ساتھی مبتلا ہوں۔

دراصل ہم ایک قسم کے وبائی بخار کا تذکرہ کریں گے۔ یہ ایک خاص قسم کا وبائی مرض ہوتا ہے اور اس کے جراثیم دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں جب اس بخار کا موسم آتا ہے تو شاید ہی کوئی ایسا ہو جو اس کی لپیٹ میں نہ آتا ہو۔ یہ بخار ہے "کمنٹری کا بخار" کمنٹری کے بخار کو میعادی بخار کہنا زیادہ صحیح ہوگا کیونکہ یہ ایک مدت تک چڑھا رہتا ہے اور اپنی میعاد پوری کر لینے کے بعد خود بخود اتر جاتا ہے۔ مگر جب یہ بخار چڑھتا ہے تو کوئی دوا علاج اس پر کارگر نہیں ہوتا۔ کسی عالم یا مُلاّ سیانے سے بھی رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ جوں جوں آپ اس کی دوا کریں گی یہ مرض بڑھتا جائے گا ہاں البتہ اس دوران انتہائی صبر و ضبط سے کام لیجیے اور یہی اس کا بہترین علاج ہے

جی ہاں ہم اپنے شوہر نامدار کے اسی بخار یعنی کمنٹری کے بخار سے پریشان ہیں۔ اکثر بیویوں کو اپنے میاں سے مختلف شکایتیں رہتی ہیں۔ مثلاً کسی کے میاں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دفتر سے لوٹ کر گھر نہیں آتے ہیں بلکہ ادھر ادھر گپ بازی میں لگ جاتے ہیں۔ یا کسی کے میاں دوستوں کی محفل آراستہ کیے بیٹھے رہتے ہیں اوپر سے گاہے بگاہے چائے اور پان کی فرمائش بھی کرتے جاتے ہیں۔ کسی بہن کے شوہر اپنا بیشتر وقت جاگنے سے زیادہ سو کر گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ انسانی صحت و تندرستی کے لیے نیند سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ یہ تو رہی دوسری بہنوں کی باتیں۔ ہمیں اپنے شوہر نامدار سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی اور نہ ہے واقعی وہ ایک مثالی شوہر ہیں۔ ان میں ہرگز کوئی ایسی بات ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گی جس کا شمار کسی برائی میں ہوتا ہے لیکن بس ایک کمی ہے اور یہی چھوٹی سی کمی جو ہمیں ہر کرکٹ کے موسم میں پریشان کیے رہتی ہے وہ ان کا "شوقِ کمنٹری" اب ذرا غور کیجیے جاڑے کا موسم ٹھیک سے شروع بھی ہونے نہیں پاتا ہے ٹسٹ میچوں کا انتظار ہونے لگتا ہے یہ جستجو ستانے لگتی ہے کہ اس سال کس ملک کی ٹیم ہندوستان آئے گی اور ٹسٹ میچ کب سے شروع ہوں گے؟ لیجیے صاحب مہمان ٹیم بھی آگئی اور کھیل بھی شروع ہو گئے۔ اب کیا ہے گویا ہفتِ اقلیم کی دولت آگئی ہے جناب کے ہاتھ میں۔ سارے کاموں سے بے نیاز دنیا و مافیہا سے بے خبر کرکٹ کی دنیا میں مست ہیں صبح سے شام تک وہ ہیں اور حرزِ جاں کی طرح ریڈیو ان کے پہلو سے لگا ہے اور وہ کرکٹ کے بال کی طرح زمین و آسمان کی سیر کر رہے ہیں۔ ادھر ریڈیو پر کمنٹیٹر کی آواز کی طرح ان کی سانس کی رفتار بھی کم و بیش ہونے لگتی ہے۔ کسی کھلاڑی نے چوّا مارا اور آپ اچھل کر بیٹھ گئے کوئی کھلاڑی آؤٹ ہوتے ہوتے رہ گیا آپ کا دم حلق میں آگیا اور کسی نے سینچری پوری کر لی تو پھر وہ ہنگامہ برپا ہوگا کہ لگتا ہے گویا تماشائیوں سے بھرا ہوا کرکٹ کا میدان ہمارے آنگن میں ہی منتقل ہو گیا ہے۔ تالیاں قہقہے، تبصرے کیا کچھ ہے جو اس شور و غل میں سنائی نہیں دیتا ہے۔ اب بتلائیے ان کا یہ شوق متواتر کئی کئی ماہ تک دن دونی رات چوگنی دلچسپی کے ساتھ آگے بڑھتا رہے تو کوئی کیا کرے؟

اب بھلا ان سے کون کہے کہ دنیا میں کرکٹ کی کمنٹری سننے کے علاوہ بھی کچھ کام ہوتے ہیں جن کا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر جناب ؎

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

یوں تو ہمارے میاں بہت مصروف رہتے ہیں کیا مجال ہے جو کبھی ادھر اُدھر کے کاموں کے لیے ان کے پاس وقت ہو نہیں ان کو تو کام سے کام مگر کھیل شروع ہوتے ہی ان کی یہ ساری مشغولیات نہ جانے کہاں غائب ہو جاتی ہیں اور وہ اپنا سارا وقت اس کمنٹری کے لیے لے آتے ہیں۔ گھر میں کتنے ہی ضروری کام ہیں جو کار فرما کے ہاتھ کے انتظار میں پڑے ہیں اور ہم ہمہ تن گوش بیٹھے ہیں کہ کب ذرا کمنٹری سے فرصت ملے اور ہم ان کے حضور میں عرض کریں کہ صاحب ؎

اور بھی غم ہیں زمانے میں کمنٹری کے سوا

مگر توبہ کیجیے ہم بھلا کیوں ان کے خوشی کے لمحات کو غم سے تعبیر کریں وہ تو کمنٹری سنتے وقت ایسے خوش بشاش اور مجسم خوش اخلاق نظر آتے ہیں کہ گویا دنیا جہان کی دولت ہی تو ان کے ہاتھ آگئی ہے۔ اب اگر ان کے اس قدر اچھے موڈ کو کرکٹ کے کھیل کے سوا کسی دوسرے موضوع کو چھیڑ کر برباد کیا تو ان کی نگاہ میں مجھ سے زیادہ بد ذوق کوئی نہ ہوگا۔ آئیے آپ کو بھی دکھاتے ہیں اس پریشانی کا ایک منظر:

آج اتوار ہے چھٹی کا دن ہے کھانے پر کچھ مہمان آنے والے ہیں ہم تو اس فکر میں بیٹھے ہیں کہ اس دعوت کے سلسلے میں ان سے کچھ رائے مشورہ کرنے کے بعد اس کا اہتمام و انتظام شروع کیا جائے مگر ان کو کچھ بھی یاد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آرام سے بستر پر دراز دو تین تکیوں کا سہارا لیے ریڈیو کو پہلو سے لگائے "گوش بر آواز ہیں" مہمان ہیں کہ بس آیا ہی چاہتے ہیں اور ہم پریشانی کے عالم میں مجسم ان کے سامنے ہیں مگر کان کے ساتھ ان کی آنکھیں بھی ریڈیو پر لگی ہوئی ہیں اور اس وقت میری کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے گویا ہم کسی ایسی زبان میں بات کر رہے ہیں جو ان کی سمجھ سے قطعی بالاتر ہے۔

خدا خدا کر کے کھیل کے دوران "لنچ ٹائم" ہوا اور اناؤنسر بھی کھلاڑیوں کے ساتھ کھانا تناول فرمانے چلے گئے تھوڑی دیر کے لیے ریڈیو بند ہو گیا۔ سچ مچ ایسا لگا گویا ابھی تک ہم کسی آفتِ ارضی و سماوی میں پھنس گئے تھے اب ذرا مطلع صاف ہوا تو دل و دماغ کو کچھ سکون میسر آیا۔ مگر یہ سکون و راحت کتنی دیر کی شاید نصف گھنٹہ کی

کشمیر کے چشمے
روایت اور پس منظر

پروفیسر پی این پشپ

کشمیری زبان میں چشمے کو ناگ کہتے ہیں، یا بولی یا چھوٹے چشمے کو ناگن یعنی ناگن سچ تو یہ ہے کہ کشمیر میں چشمے کا یہ تسمیہ انداز معنی خیز ہے۔ ناگ لفظ سنتے ہی ذہن میں روایات کا ایک کہکشاں جھلملا اٹھتا ہے۔

روایات، دیومالائی بھی، نیم تاریخی بھی، تاریخی بھی، مذہبی، سماجی اور تمدنی بھی۔ قدیم سے قدیم روایت جو ناگ لفظ سے وابستہ ہے، نیل ناگ کی ہے۔ نیل ناگ وہی چشمہ ہے جو اب ویرناگ سے مشہور ہے ویرناگ دراصل ورناگ کا بدلا ہوا روپ ہے۔ ویرناگ یعنی ویر پرگنہ کا چشمہ۔ چنانچہ جہانگیر کے کتبے میں چشمہ ورناگ ہی درج ہے خیر، وہ تو سترہویں صدی کی تاریخی بات۔ قدیم سے قدیم روایت تاریخی دور سے صدیوں پہلے کی ہے جب کشمیر کی سرزمین ستی سر کے عالم آب سے ابھر کر پہلی بار بسائی جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ جھیل کے پانی کو موجودہ بارہمولہ کے شمال مغربی سرے پر نکاس مل گیا۔ تو نئی بستی ڈھلوانوں ہی پر بسی ہوگی۔ برزہ ہوم کی کھدائی اسی ابتدائی دور کی نشاندہی کرتی ہے، لیکن جوں جوں قبائلی زندگی کے گھیرے وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے، سماجی میل بڑھتا گیا اور کھیتی باڑی کی طرف پہل ہونے لگی۔ تو باد یوں، چشموں اور جھیلوں کے کناروں پر بسیرے پڑے۔ بسیرا ڈالنے والے لوگ ناگ قبیلوں کے تھے۔ چنانچہ انہی کے نام پر باد یوں، چشموں اور جھیلوں کو ناگ کہا گیا بلکہ کسی نہ کسی سرکردہ ناگ کے نام سے وابستہ بھی سمجھا گیا۔ مثلاً نیل ناگ، اننت ناگ، واسک ناگ، تکشک ناگ، مسشروس ناگ، پنج ہست ناگ، نیل ناگ، اننتہ ناگ، واسک ناگ، تھکیک ناگ، کوٹھیر ناگ، شترم ناگ، پاشیش ناگ، مانزہ ناگ اور اپتھر ناگ کہلائے۔

ناگوں کے سنسکرت ناموں سے جان پڑتا ہے کہ ناگ غالباً ہند آریائی قوم کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو کشمیر میں بہت پہلے آپہنچی۔ پشاچ قبیلوں سے ان کی ان بن تھی۔ چنانچہ انھیں کشمیر سے بھگا کر ہی دم لیا۔ پشاچوں کو کشمیر سے بھگانے میں جن لوگوں نے ناگ قبیلوں کا ہاتھ بٹایا وہ بھی ہند آریائی قوم سے ہی تھے۔ وہ اس قوم کی اس شاخ سے وابستہ تھے جو کشمیر آنے سے پہلے مدھیہ پردیش یعنی گنگ و جمن کے دوابہ میں بس چکے تھے۔ نیل مت پران کے مطابق چندر دیو انہی مدھیہ پردیش آریوں کا مکھیا تھا۔ جیسے ناگوں کے سردار نیل ناگ نے کشمیر میں رچ بس جانے کا گر بتایا۔

مدھیہ پردیش آریوں کا یہاں آکر اپنے پیش رو آریوں کے علاوہ مقامی آدباسیوں سے بھی آمنا سامنا ہوا ہی ہوگا۔ لہٰذا ان تمام کی روایات ردوقبول کے عمل سے گذر کر ہی نیل مت کے سانچے میں ڈھل پائیں۔ ناگوں کے کئی نام وقت وقت پر آنے والی تبدیلیوں کی غمازی بھی کرتے ہیں۔ یہ نام دیومالائی بھی ہیں، سماجی بھی، ایسے مقامی نام وقت وقت پر وجود میں آئے، جن میں کسی وصف، خصوصیت نسبت یا لوک روایت کی طرف کوئی نہ کوئی بامعنی اشارہ ملتا ہے۔

چشموں کے دیومالائی ناموں میں اکثر ایسے ہیں جو خدائی طاقتوں، اوتاروں، دیوی دیوتاؤں یا رشیوں منیوں سے متعلق ہیں، جیسے برہم سر، وشنو سر، نارائن ناگ، ہر ناگ، شیوہ ناگ، پارآمہ راؤن، رامہ سر، رام ناگ، رام کنڈ، لکھمن کنڈ، ہنومان کنڈ، سینا کنڈ، اماکنڈ، کھیر بھوانی، زیٹھہ ناگ، سوندبرار، بڈر ناگ، اور گوتم ناگ۔

کئی نام مذہبی عقیدت سے وابستہ کسی عوامی روایت کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔ مثلاً مارتنڈ پرگنہ کا پاپ ہرن ناگ جس میں ڈبکی لگانے کی دیر ہے کہ سب پاپ ڈھل گئے۔ شوپیاں علاقے کا کپال موچن یعنی کپال موہن ہے، جس میں مرے ہوئے بچوں کے پھول بہائے جاتے ہیں۔ ورمل کا کوئی تیرتھ جو کروڑوں تیرتھوں جتنا متبرک سمجھا جاتا ہے۔ نوشہر کے قریب دیتار ناگ ہے جہاں کشمیری تقویم کے مطابق سال کی آخری اماوس کو آنے والے سال جنتری پر وچار کیا جاتا تھا۔ کچھ ایک ناموں میں لوک کہانیوں کے کردار بھی جھلکتے ہیں۔ مثلاً بارپور کے متصل ہیہ مال اور ناگی ارزن نام کے چشموں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہی مال ناگی رائے عنوان سے مشہور لوک قصہ کے مرکزی کردار ہیں ان دو چشموں کی صورت میں تبدیل ہو کر امر ہوگئے ہیں۔ امرناتھ یاترا کی راہ پر شیش ناگ کے قریب ہی زامتر ناگ ہے، سشروتس ناگ کا داماد مانا جاتا ہے۔ کولہ سر کے پاس ہی اشہر پچھور نام کے دو چھوٹے چشمے ہیں۔ ایک سرد، دوسرا گرم۔ انھیں پاربتی جی کی آنکھ سے ٹپکے دو آنسوؤں کی کرامات سمجھا جاتا ہے۔ چند نام ارضی خصوصیات کے حامل ہیں اور جغرافیائی، اقتصادی اور تمدنی خدوخال کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً اننت ناگ کا ملکہ ناگ جس کے گرم پانی سے گندھک کی بو آتی ہے۔ دودھ پانی والا دودھ سرد چشمہ جس سے دودھ گنگا نکلتی ہے اور شہر کے ایک بڑے حصے کو پینے کا پانی مہیا کرتی ہے۔ زیون ناگ وین کے متصل وہ چشمہ ہے تھیک ناگ یعنی تکشک ناگ بھی کہا جاتا ہے اور جس کے بارے میں مشہور ہے کہ زعفران کی کاشت کشمیر میں اسی چشمے کی برکت سے شروع ہوئی ہے۔ ویتھ وتر یعنی وِتستا تر کا چشمہ جسے وِتستا کا چشمہ مانا جاتا ہے۔

نیم تواریخی اعتبار سے جن چشموں کے قصے لوک کہانی بن چکے ہیں، ان میں ششرم یا سشروتس ناگ اور مہاپدم ناگ بالترتیب راجہ نر اور راجہ سندھی متی سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی گنجائش نہیں، ورنہ قصے بہت دلچسپ ہیں۔ خیر، تواریخی اعتبار سے جن چشموں پر مغل دور میں خاص توجہ دی گئی، وہ ہیں ویرناگ اچھول اور چشمہ شاہی۔ ویرناگ کو نکھارا جہانگیر نے اور بعد میں شاہ جہاں نے بھی۔ اچھول کو رونق بخشی ملکہ نورجہاں نے اور چشمہ شاہی کا حسن سنوارا شاہجہاں نے۔ کئی چشموں پر بسائے گئے گاؤں یا قصبے بھی اسی نام سے مشہور ہوئے، لیکن کئی بار انھیں مقامات پر نئی تعمیرات کے باعث ایک نیا نام بھی جاری کیا گیا۔ جیسے چشمہ اننت ناگ کے قریب ہی ایک شاہی باغ لگوانے پر اورنگ زیب کے صوبہ دار اسلام خاں نے قصبے کا نام اسلام آباد رکھا۔ اورنگ زیب ہی کے ایک صوبہ دار سیف خاں نے نکہ بون کے چشمے کی مرمت کر کے اورنگ آباد بسانے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن صوبہ دار کی تبدیلی پر منصوبہ ادھورا رہ گیا۔

بعض چشموں کے نام بالکل نرالے ہیں۔ مثلاً تائی ناگ اور کھوکر ناگ۔ بعض چشمے ہم نام بھی ہیں۔ مثال کے طور پر لیجئے نارائن ناگ، نیل ناگ اور اننت ناگ کے چشمے نارائن ناگ نام کے تین چشمے ہیں۔ ایک دردہ پھورہ پرگنہ ورتس، دوسرا بیروہ پرگنہ کھاگ میں اور تیسرا وانگت پرگنہ لار میں۔ نیل ناگ دو ہیں۔ ایک ویرناگ والا، دوسرا یوس مرگ میں۔ اسی طرح اسلام آباد اننت ناگ کے علاوہ ایک اور اننت ناگ ہے جو زینہ گیر کے کوہ شیوہ سے ابلتا ہے۔

چند ایک چشموں کے نام وقت وقت پر بدلے بھی ہیں ورناگ کا ذکر کر ہی چکے، کرمہ سر کہلانے والا وشنو سر کونسر یا کوتر ناگ بن گیا۔ اور مہاپدم ناگ کہلانے والی جھیل وولر بن گئی۔ وولر کا مطلب ہے اللول یعنی وہ جس کا پانی اونچی لہریں لیتا ہو۔

بعض چشموں کے بارے میں مورخوں نے عجیب و غریب قصے بیان کئے ہیں۔ غالباً آئین اکبری کی بنا پر ہی حیدر ملک چاڈورہ، خواجہ اعظم ادو مری اور حسن کھوئیہامی نے ان قصوں کو نقل کیا ہے۔ جیسے یہ کہ ژمر ناگ کی سطح پر تیرتے ہوئے لبالب بھرے مٹی کے برتنوں کو ہاتھ لگایئے تو پاش پاش ہو جائیں گے۔ یا یہ کہ دوہ سر کے پہلو ناگ میں چاول کی پوٹلی ڈال دیجئے تو چاول پک جائیں گے۔ سویم کے بارے میں بھی ایسی روایت ملتی ہے۔

آخر میں ویرناگ کے اُس جہانگیری کتبے سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں جس میں چشمہ ورناگ کی تاریخ بھی درج ہے۔ کتبہ حیدر ملک چاڈورہ نے جہانگیر کی فرمائش پر چشمے کو ہشت پہلو بنوا کر نصب کیا تھا۔ کتبے کی عبارت یوں ہے۔
پادشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابو مظفر نورالدین جہانگیر ابن اکبر پادشاہ غازی بتاریخ ۱۵ سنہ جلوس درین چشمہ فیض آئین نزول اجلال فرمودند، وغیرہ وغیرہ۔
تاریخ یوں کہی گئی ہے۔

باغئے عقل یافت تاریخش
قصر آباد و چشمہ ورناگ

قصر آباد چشمہ ورناگ۔ ابجد کے حساب سے ۱۰۲۸ھ نکلتا ہے جو عیسوی سن کے مطابق ۲۰-۱۶۱۹ بنتا ہے۔

حیدر ملک چاڈورہ ہی نے شاہ جہاں کے دور میں منال میر ۱۰۵۵ھ میں یعنی ۱۶۴۶ء میں اسی چشمہ کے کنارے پر شاہ آباد بسایا یا بقول حسن کھوئیہامی، آب جوی و آب شار دوبا مرتب و مزین نمود۔ تاریخ آب جوی یوں کہی گئی ہے۔

تاریخ آب جوی بگفتا سروش غیب
از چشمہ بہشت سروں آمدست جوئے

از چشمہ بہشت بروں آمدست جوئے سے تاریخ نکلتی ہے۔ ۱۰۵۵ھ یعنی ۴۶-۱۶۴۴ء سے اب تک ویرناگ کہاں سے کہاں آ پہنچا ہے نیل ناگ سے ویرناگ تک کا اور آج کے ویرناگ تک کا یہ تمدنی سفر دلچسپ بھی ہے معنی خیز بھی۔ (سری نگر سے لنز)

تنہا پس زنداں

شفیع جاوید

وسیع و عریض دربار ہال میں تنہا فلائٹ لفٹیننٹ ٹھاکر گلاب سنگھ کی بے ثبات آنکھوں نے منقش دیواروں پر بڑے بڑے قد آدم جڑاؤ فریموں میں تاریخ کی پتھرائی اور منجمد آنکھوں کو دیکھا۔۔۔ اس کے بابوجی ٹھاکر دلیپ سنگھ، اس کی ماں راج ماتا، اس کے دادا چھتر دھاری۔۔۔ اس کے چچا، اس کے۔۔۔ اور اس کے۔۔۔ کیسی کیسی کلغی دار پگڑیاں، کیسے کیسے شولاہیٹ اور کیسے کیسے صافے؟ قد آدم بتوں کی آراستہ صف۔ قدم قدم وہ آگے بڑھتا گیا جیسے اسے گارڈ آف آنر پیش کیا جا رہا ہو۔ ان میں کئی ایک کو نائٹ، کرنل اور کیپٹن کے خطاب بھی ملے تھے، سینوں پر طلائی تمغے اب بھی چمک رہے تھے۔ اعزازی تمغے، بے نام لڑائیوں کے گمنام سپاہی۔۔۔ کیا یہ "آج" وقت کے آغاز سے ہی میرا انتظار کر رہا ہے؟ چلتے چلتے ان بتوں اور پتھرائی ہوئی منجمد آنکھوں کے درمیان اسے اپنے محبوس ہو جانے کا احساس ہوا۔ ردّ عمل کے طور پر تیز قدموں سے چلتا ہوا وہ آخری سرے کی برجی پر چلا گیا۔ بے ثبات آنکھوں نے دوبارہ دیکھا اس کے بابوجی اس برجی سے ان لوگوں کو درشن دے رہے ہیں جو سورج اُدے کو پرنام کرنے کے بعد ہجوم کی صورت انھیں نمسکار کرنے آتے تھے۔ آج وہاں کوئی نہ تھا۔ سامنے سنسان ویران لان اور پیچھے قد آدم بتوں کی آراستہ صف۔

اس کے لبوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ طلوع ہوئی۔

پھر اس نے زور سے قہقہہ لگایا۔ وقت جو رک سا گیا تھا پھر بہنے لگا۔ تاریخ اپنے کاندھوں پر لیے وہ دیر تک قہقہہ لگاتا رہا کہ تاریخی انجماد کے خلاف یہ اس کی بر وقت مدافعت تھی۔ اس نے گھوم کر پھر وہاں سے اس وسیع ہال کو دیکھا تو وہ اسے تنگ و تاریک سرنگ معلوم ہوا۔ کئی نسلوں کا کھلا ہوا بے صفحہ البم ویسے ہی بے ثبات نگاہوں کا منتظر رہا۔

"بابا، چائے نیچے ہی رکھ دوں یا اوپر لیتا آؤں؟" بوڑھا مہاراج جوگی داس گنئے۔ بیتے برسوں کے کسی ایک موڑ پر رُک گیا تھا جب دو گارڈوں کے درمیان وہ پرام میں گلاب کو لے جاتا تھا اور برٹش اسٹائل میں اسے بابا پکارتا تھا۔

"میں نیچے ہی آ جاتا ہوں۔ آسمانوں میں تیرتے تیرتے جی گھبرا گیا ہے جوگی چاچا" بچپن سے پارک تک وہ اسے چاچا ہی کہا کرتا تھا، خالص پراچین اسٹائل میں۔

"اکیلے چائے پینے جی نہیں گھبراتا بابا؟؟"

"ہاں اپنا آفیسرز میس بہت یاد آیا ہے، جلد ہی چلا جاؤں گا۔ میں وہ نہیں کہتا، میں؟ یہ کہ اب بھو۔۔۔"

وہ پھر زور سے قہقہہ لگا پڑا۔ جب بھی وقت کسی موڑ پر رکنے لگتا تو اس کی سانسیں بھی رُکنے لگیں اور وہ زور سے قہقہہ لگا کر اپنی سانسوں اور وقت دونوں کو تازہ دم کر لینا، یہ اس کی کمزوری بھی تھی اور طاقت بھی۔۔۔ "کیسی باتیں کرتے ہو چاچا، میں ٹھہرا سپاہی آدمی، اگر کسی مورچہ پر دم توڑ گیا تو یہاں اس کا سیندور پونچھنے والا بھی کوئی نہ ہوگا"

"کیسی باتیں کرتے ہو بابا؟ بھگوان نہ کرے۔ تمھاری عمر لمبی ہو۔ لیکن بابا تمھیں نوکری کیا ضرورت تم اب چلے کیوں نہیں آتے؟ یہاں سب کچھ برباد ہو رہا ہے"

"باہر ہی اچھا لگتا ہے۔ سب کچھ کھلا کھلا بے داغ جیسا۔ یہاں پتہ نہیں کیوں جب بھی آتا ہوں دم گھٹنے لگتا ہے۔ لاشوں اور خون کی بوچھاروں اور ملتی ہے۔ اُدھر پیچھے جو باغ ہے نا کبھی کبھی اس سے بہت سی سسکیوں کی آواز آتی ہے جیسے کئی ایک عورتیں بے بسی میں رو رہی ہوں۔ اور۔۔۔۔۔"

"یہ سب تمھارا وہم ہے بابا، راج کمار ہونا، عجیب عجیب باتیں سوچتے ہو۔ تمھارے بابوجی بھی ایسے ہی عجیب تھے۔ رات رات بھر بندوق لیے بیٹھے رہتے اور ہر وقت ایسے چونکتے رہتے

اگلے چمن میں وہ پھر ... کر دیا گیا ... اس نے پھر
زور دار قہقہہ لگایا۔ مدافعت کی ایک اور کوشش۔ اپنی
[illegible] کے لیے یا بدلے کے لیے یا دھڑکتے
[illegible] ہونے کے لیے [illegible] اس کی
[illegible] ہو جائے گا یا چاہنے کے [illegible]
[illegible] حال [illegible] اس کی آنکھیں
[illegible] نفرت بھی اور [illegible] بھی۔ "چاچا ... تم
[illegible] ٹھیک تھے [illegible] کبھی [illegible]

[illegible] محل میں کبھی نہیں"

محل میں [illegible] لاشوں اور خون کو چاروں طرف یہاں پھیلا ہوا دیکھتا ہوں۔"

[illegible] ہوتا ہے [illegible] ایسا لگتا ہے"

"نہیں بیٹا ایسا نہیں ہے [illegible] داخل میں فرق ہے۔ دونوں کی لاشوں اور خون کی بو میں بھی فرق ہوتا ہے۔ بڑا فرق ہوتا ہے۔ تمہیں پھر کبھی بتاؤں گا ... پھر بھی کہ محل [illegible] پیسہ بنتا ہے اور بیٹے قائم رکھی جاتی ہے۔

پھر بھی" — کا اشارہ [illegible] سب سے [illegible] تک [illegible] جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ وہاں [illegible] گلاب [illegible] باقی چاہیے تھی تنہائی کی بازیافت نے اس کے چہرے کو پھر سے معصوم بنا دیا اور اس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک دوسرے سے اس طرح رگڑنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ اپنے ہاتھوں کے [illegible] دھبے کو دھونے لگا ہو [illegible] صاف کرنے لگا — نیچے کل کل کرتی ندی کے کنارے کالے پتھروں پر کوئی اپنی دھوتی صاف کر رہا تھا [illegible] پانی پر کلاب تھا وہاں سے اس کا چہرہ صاف نہیں دکھائی دے رہا تھا لیکن [illegible] کرتے ہوئے دھوتی کو دیکھ کر اس کا [illegible] پایا۔ وہ سب خون اور داغ اور دھبوں کو اسی طرح دھو دے، صاف کر دے لیکن وہ دیر تک صرف اپنی ہتھیلیوں کو رگڑتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ آگ کی طرح [illegible] اور [illegible] خون ہتھیلیوں پر چمکانے لگا۔ اس نے اس رنگ کو غور سے دیکھا اور گھبرا کر باغیچے کی طرف چل پڑا۔ ندی تک پہنچتے پہنچتے اس نے دیکھا کہ دھوتی صاف کرنے والے شخص نے پوری دھوتی کو ندی میں ڈال کر پانی سے باہر نکالا تو دھوتی برف کے ٹکڑے کی طرح شفاف نکل آئی۔ آلودگیوں کو لہریں بہا لے گئیں۔ ایک لمحہ کے لیے وہ رکا۔ ابھی کی یہ صفائی اسے بالکل transparent نظر آئی جیسے صبح کا کافوری افق تا افق پھیل جاتا ہے۔ وقت اسی ندی کی طرح یادوں کو کیوں نہیں بہا لے جاتا؟ پھر آگے بڑھ کر اس نے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھا، ٹھنڈی ہوا اور وقفہ نے دہکتی ہوئی سرخی ختم کر دی تھی لیکن آلودگی کا احساس باقی رہا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنی باہوں کو آخری حد تک اونچا کیا جیسے وہ ہوا کو گود میں لینا چاہتا ہو۔ زوردار سانس اس طرح کھینچی کہ اس کی رگوں میں سرخ خون کے بدلے مانسرور کی ہوائیں بھر جائیں اور اپنی دونوں مٹھیوں کو اس طرح بھینچا کہ دربار ہال کے سارے صف آراستہ بت چور چور ہو جائیں لیکن سب کچھ ویسا ہی رہ گیا۔ وادیوں میں رات تیزی سے اترنے لگی تو واپس چلنے سے قبل اس نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ خاموش وادیوں نے اس کی صدائے بازگشت اسے فوراً واپس کر دیا۔ میں ٹھاکر گلاب سنگھ چھتری راجاؤں کے سورج ونشی خاندان کا واحد چشم و چراغ۔ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ کیا میری شخصیت میں کوئی نفسیاتی گرہ لگ گئی ہے؟ کیا یہ پاپ اور پرائشچت کی کشمکش ہے؟ کس کا پاپ؟ نسلوں کا؟ لیکن پرائشچت صرف میرے حصہ میں کیوں پڑ گیا؟ کیونکہ میں فلائٹ لفٹیننٹ ٹھاکر گلاب سنگھ ہوں کہ میں نے خاک اور خون میں لتھڑی ہوئی لاشوں کے درمیان صحیح اور غلط کا اصلی روپ دیکھا ہے کیونکہ میں داخل اور خارج دونوں میں زندہ رہنا چاہتا ہوں ایک مچھر تیزی سے اس کے داہنے کان کے اوپر سے گزر گیا۔ اس وقت اسے مانیریج اور [illegible] بے حد یاد آئے۔ وہ زمین سے آسمان کی بلندیوں میں اٹھتا چلا گیا۔ کیسی رنگ برنگی کرنیں جھلملاتی ہیں اس نیلے پس منظر میں۔ پھر وہ بستر پہ بیٹھ گیا۔

ٹیونک کے پاکٹ سے اس نے اپنا پرس نکالا۔ اس میں بہت چھوٹی سی ایک تصویر۔ وہ اس پر جھک گیا۔ گلابی چہرہ پر سیال نیلی آنکھیں۔ ادھ بھرے ہونٹوں پر درندگی کا بے حد ہلکا سا نشان۔ کاندھوں پر ستارے۔ "تم کون ہو؟ اس نیلی وردی اور ٹیڑھی ٹوپی میں تمہیں کبھی پہچان نہیں پا رہا ہوں"...... "جانتی ہو شیطان اور فرشتہ میں کیا فرق ہے؟" — "جو تم میں اور دربار ہال کے منقش چوکھٹوں میں ہے" — پھر وہ لیٹ گیا۔ گرد و پیش میں خاموشی کا مقناطیسی دباؤ دوبارہ پھیل گیا۔ ڈوبتے چاند کی زرد روشنی میں اس نے تنہا سناٹے کو اور اس کے آگے کی [illegible] اڑاتی [illegible] کو دیکھ کر سوچا کوئی بم یہاں اب تک کیوں نہیں گرا۔ کاش اگر ایسا ہو جاتا تو میں پرائشچت کی کشمکش سے نجات پا جاتا۔ آگے کے خیالات کو اس نے الفاظ نہیں دیئے۔ لیکن سانسوں کے زینوں سے وہ اس کے دل کی دھڑکنوں میں اتر گئے۔ اس کی سانسوں میں جوار آ گیا اور ماتھے پر پسینوں کی بوندیں جگمگانے لگیں۔ اس کی نفرت رقیق ہونے لگی۔ اس نے قندیل نما ٹیبل لیمپ کو بجھا دیا۔ [illegible] خیالوں کا سلسلہ بادلوں کی صورت اڑنے لگا۔ اس کا جسم سکون کی لہروں پر نرم ہونے لگا۔ اسے ایسا لگا کہ وہ خلاء میں تیرنے لگا ہے۔ اسے نیند آ رہی تھی پوری نیند کی زد میں آنے سے قبل اسے اپنی تنہائی، سوگواری اور بے چارگی کا شدید احساس ہوا اور اس نے آخری فیصلہ کیا — "کل صبح میں ٹھاکر گلاب سنگھ سورج ونشی راجاؤں کا واحد چشم و چراغ اس اہرام سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاؤں گا"

(پٹنہ سے نشر)

جاگتی آنکھوں کا خواب

انعام داور

یہ کس نے دفعتاً احساس کا پردہ ہلایا ہے
نظر چونکی ہوئی ہے دھڑکنوں پہ رعب چھایا ہے
کھنڈر کی ظلمتوں میں ایک پُراسرار سایا ہے
اندھیرے میں چراغ حسن لے کر کون آیا ہے
گماں ہے، واہمہ ہے خواب ہے یا کیا پتہ کیا ہے
کھنڈر غائب نظر کے سامنے میرا ہی سایا ہے

سمندر کے کنارے شام لیٹی ہے دھندلکوں میں
مری بے تابیوں کا کرب ہے ساحل کی موجوں میں
اٹھا ایک دیو پیکر ہاتھ دھندلائی فضاؤں میں
نظر کو گدگدا کر چھپ گیا پر پیچ لہروں میں
افق کے بند ہونٹوں پہ دھواں چھڑکے لگاتا ہے
فضا میں دور تک خوف و تحیر پھیل جاتا ہے

میں شب کی آخری گاڑی سے اسٹیشن پر اترا ہوں
سفر میں بیٹھے رہنے کی تھکن چل کر مٹاتا ہوں
اچانک راستے پہ کوئی اٹھ کر ڈگمگاتا ہے
اچھل کر کود کر گر گر کر زمیں پہ غل مچاتا ہے
میں رک کر دیکھنے لگتا ہوں آخر ماجرا کیا ہے
وہاں کچھ بھی نہیں شاہراہ پہ دہشت کا پہرا ہے

کبھی تاریکیوں میں اک ہیولا لڑکھڑاتا ہے
کبھی تنہائیوں میں اک چھلاوا کسمساتا ہے
خرابے میں کوئی دلہن کو تنہا چھوڑ جاتا ہے
کوئی میری جبیں ویرانی شب میں چوم جاتا ہے
یہ سب پرچھائیاں جو موت سے انکار کرتی ہیں
بہت ممکن ہے اب بھی زندگی سے پیار کرتی ہیں

(ناگپور سے نشر)

ایک اور حادثہ

رضوان احمد

پھر بستی میں ایک اور حادثہ رونما ہوا ــــــــ کہ اس روز سونے کی چڑیا فضا میں پرواز کرتی ہوئی نظر نہیں آئی۔

اور ساری بستی میں سراسیمگی پھیل گئی۔ سب کے چہرے پیلے پڑ گئے کہ اب جانے کیا مصیبت آنے والی ہے۔ پتہ نہیں سونے کی چڑیا کس نے قید کر لی۔ ہر ایک کی پیشانی پر یہی سوال کندہ تھا "سونے کی چڑیا کیا ہوئی؟"

لیکن کوئی اس کا جواب نہیں دے سکا۔

وہ سونے کی چڑیا ایک مقررہ وقت پر روزانہ بستی کے اوپر پرواز کرتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اور لوگ سارے کام چھوڑ کر غول در غول اسے دیکھنے کے لیے نکل آتے تھے۔ اس کی پرواز دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ مگر آج لوگ انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ انتظار کرتے کرتے تھک گئے۔ فضا میں تکتے تکتے سب کی آنکھیں پتھرا گئیں لیکن سونے کی چڑیا نہیں نظر آئی۔

سب کے چہروں پر خوف کا سایہ لہرا رہا تھا۔

شام کے وقت سب بوجھل قدموں سے گھر واپس آئے۔ سب کے چہرے اترے ہوئے تھے کہ سونے کی چڑیا کس نے قید کر لی۔ جانے اب بستی پر کون سی مصیبت نازل ہوگی۔ کیونکہ ایک بزرگ نے یہی بات بتائی تھی کہ جب وہ چڑیا نظر نہ آئے تو سمجھو کہ بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ اور آج یہی ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو پہلے گھر کی چڑیوں پر نازل ہوتی ہے اور ان کا صفایا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی مصیبت پرندوں تک ہی محدود رہتی ہے لیکن مصیبت سخت ہوتی ہے تو پھر انسانوں کی جان پر بن جاتی ہے۔

سنہرے پروں والی یہ خوبصورت چڑیا برسہا برس سے فضا میں پرواز کر رہی تھی اور بستی کے لوگ اس کی پرواز دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آج تک اسے قید کرنے کی بات کسی نے سوچی بھی نہیں تھی کیونکہ بزرگ کی نصیحت سب کے ذہن نشین تھی۔ کسی نے اسے قید کرنے کا تصور نہیں کیا تھا کیونکہ وہ کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں تھی بلکہ پوری بستی کا اس پر حق تھا۔ وہ کہاں سے آتی تھی اور کہاں چلی جاتی تھی اور پھر مقررہ وقت پر نمودار ہو جاتی تھی اس کے بارے میں آج تک کسی نے بھی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسرے دن لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ پہلے تو لوگوں نے سرگوشیوں میں بات کی۔ بات ایک کان سے دوسرے کان تک چلتی رہی۔ پھر جب لوگوں میں جرأت اظہار پیدا ہوئی تو انھوں نے لب کھولے اور باتیں باآواز بلند اپنی شروع کر دیں۔

ان حالات سے پریشان ہو کر لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے اس حادثے پر غور کیا۔ سبھوں کا یہی خیال تھا کہ کسی نے سونے کی چڑیا کو اسیر کر لیا ہے اسے رہائی دلانے کی کوئی تدبیر کرنی ہوگی ورنہ پوری بستی کسی مصیبت کی لپیٹ میں آ جائے گی۔

سبھوں نے ذہن پر بہت زور ڈالا مگر کسی کی سمجھ میں کوئی تدبیر نہیں آسکی کیونکہ کسی کو اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا کہ اس چڑیا کے ساتھ کون سا حادثہ پیش آیا ہے، اگر وہ قید ہے تو کہاں ہے؟

تب لوگ بستی کے عاقلوں کے پاس گئے اور ان سے گذارش کی کہ وہ بدتر ہوتے ہوئے حالات پر فکر کریں۔ اور انھیں سنبھالنے کی کوشش کریں۔ چڑیا کی آزادی کی کوئی سبیل نکالیں۔

لوگ پریشان تھے اور عاقل ایک پلیٹ فارم پر آنے کو تیار نہیں تھے۔ ہر ایک کا نظریہ الگ تھا، سب کی الگ الگ سوچ تھی، سب کا انداز فکر اور طریقہ فکر جدا تھا۔ مگر وہ سب کے سب عاقل تھے، جن کے دوش پر سماج کی بنیاد رکھی ہوئی تھی۔ لوگ ان کے مشوروں کے محتاج تھے مگر وہ آپسی خلیج کو کم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور عام انسان اس معاملے میں بالکل بے بس تھا۔

حالات کے ہاتھوں ایک عام آدمی اتنا بے بس ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور عاقل میدان میں آنے کو تیار نہیں۔ انھوں نے گوشۂ عافیت اختیار کر رکھا ہے ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو عاقل نہیں ہیں اور ان کی دکان مفروضوں پر چلتی ہے مگر عام انسان انھیں عاقل ماننے پر مجبور ہے اور ان کے مشوروں کا محتاج ہے۔

لوگ اس صورت حال سے بہت پریشان تھے مگر عاقلوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور بستی کا انتشار بڑھتا رہا۔ ایک دن ایک خوف ان کی نظروں کے سامنے رقص کرتا رہا۔ وہ کالی راتوں کے دھندلکوں میں آنے والے حادثے کے قدموں کی چاپ سنتے رہے اور اندر ہی اندر گھٹتے رہے۔ بستی کے عاقلوں کی کم عقلی پر کف افسوس ملتے رہے کہ ایسے نازک حالات میں بھی یہ فرضی نظریاتی اختلافات کی خلیج کم نہیں کر سکتے۔

مگر ان عاقلوں نے اپنی ہٹ دھرمی نہیں چھوڑی۔

اور لوگ اندر ہی اندر گھٹتے رہے۔

ــــــ تو بستی کے چند نوجوانوں سے بزرگوں کی یہ حالت نہیں دیکھی گئی وہ بغاوت کرتے ہوئے تلواریں سونت کر باہر نکل آئے اور عاقلوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر یہ عاقل مصیبت کے وقت کام نہیں آئے تو ہمارے کس کام کے، ان کا وجود بے معنی ہے، انھیں تہہ تیغ کر کے ختم کر دینا چاہیے۔

یہ وارننگ خود اثر ثابت ہوئی اور سارے عاقل نا خواستہ جمع ہوئے۔ گوشۂ تنہائی سے نکل کر ایک پلیٹ فارم پر آئے اور طویل بحث و مباحثہ کے بعد بتایا کہ سونے کی چڑیا کو وہ دماوند میں قید ہے جس کی چابی ایک دیو قامت انسان کے قبضے میں ہے۔ جب اس دیو قامت کو مار ڈالا جائے گا تو چڑیا کو رہائی مل جائے گی اور پھر آزاد فضا میں پرواز کرنے لگے گی۔

بلند حوصلے والے نوجوان شہسوار گھوڑے لے کر نکلے اور کوہ و دشت و دریا سب کو کھنگال ڈالا مگر انھیں نہ کہیں وہ دیو قامت ملا، نہ وہ دماوند اور نہ قید سونے کی چڑیا کا پتہ چلا۔

تب ان لوگوں کو محسوس ہوا کہ ان عاقلوں نے اپنی جان بچانے کے لیے یہ کہانی تیار کی تھی، دراصل انھیں خود کچھ پتہ نہیں اور یہ حقیقت کی دنیا سے کوسوں دور ہیں بس مفروضوں پر جی رہے ہیں دراصل ان کی حالت قابل رحم ہے۔

تنگ ہو کر ان برگشتہ نوجوانوں نے سوچا کیوں نہ سنیاسیوں کی خدمات حاصل کی جائیں جو اپنی غیبی قوت کے سہارے اور منتروں کے جاپ سے آکاش پاتال کی ہر چیز کا پتہ لگا لیتے ہیں اور اسے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

سارے سنیاسیوں کو ایک بڑے ہال میں جمع کیا گیا اور منتروں کا جاپ شروع ہوا۔

تیسرے دن گذر گئے۔ یہ تیش زندہ رہیں۔ جاپ چلتا رہا مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ سارے منتر بے اثر ہیں۔ مگر ایک تاریک رات میں اچانک ہی نہ جانے کدھر سے ایک طویل القامت سانپ نکلا جس کی پھنکار بڑی خوفناک تھی۔ جاپ کرنے والے ڈر سے تھر تھر کانپنے لگے۔ وہ سب کے سب جاپ بھول گئے۔

اس سانپ نے ایک خاص جاپ کرنے والے کو نگل لیا۔

کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی بھی ہتھیار نہیں تھا۔ وہ اس سانپ کو قتل کر سکتے۔

سانپ نے ایک ایک کر کے تمام سیانوں کو نگلنا شروع کر دیا۔ برگشتہ نوجوان ہال کے تمام دروازے باہر سے بند کر کے چلے گئے تھے۔ اس لیے وہ فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ سیانوں نے ہر دروازے پر دستک دی مگر کوئی دروازہ نہیں کھلا۔

ایک جاپ کرنے والا جو ان میں سب سے سیانا تھا کسی تدبیر سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ باہر پہرہ دینے والے سارے بلند حوصلہ نوجوان غائب تھے۔ وہ بھاگ کر باغ میں آیا تو دیکھا کہ سارے پھول مرجھائے ہوئے تھے۔ کلیاں مسلی ہوئی تھیں، تتلیوں کے پر نچے پڑے تھے اور جگنو دہشت سے گھبرا کر بے دم پڑے تھے۔

صدر دروازے پر ایک طویل القامت شخص کھڑا تھا۔ سیانے نے خوفزدہ آواز میں اس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں کوئی بھی ہوں اس سے تمہیں مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے حیرت ہے کہ تم اندر سے کس طرح زندہ سلامت باہر نکل آئے شاید تم بہت بڑے سیانے ہو۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ باہر سانپوں کی حکومت قائم ہو چکی ہے اور تم بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ خواہ اندر رہو یا باہر۔"

اس نے سہم کر بے بسی سے آسمان پر نظر ڈالی اور پھر زمین کی جانب دیکھا جو سخت ہو چکی تھی۔ اچانک ہی اس نے دیکھا کہ سر بریدہ سونے کی چڑیا اس طویل القامت شخص کے قدموں میں پڑی ہوئی ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

رضوان احمد
مدیر اعلیٰ روزنامہ عظیم آباد اکسپریس۔ پٹنہ۔ ۴

قطعہ

کلام: عطا کلیانوی

کوئی احساس ہی نہیں گویا
اس طرح دل دکھا رہے ہو تم

یہ بھی ہے ایک مردم آزادی
اپنا جلوہ چھپا رہے ہو تم

(گلبرگہ سے نشر)

افسانہ

ہوبہو

۱

شبیر احمد

زرد دھوئیں سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ بھاگتا رہا — ایک شہر سے دوسرے شہر — دوسرے سے تیسرے شہر — مستقل سکونت کہیں نہیں اختیار کی کہ ایک بھی شہر اسے پسند نہیں آیا۔ ان شہروں کے لوگ بھی اس کے معیار پر پورے نہیں اترے۔ سب کے سب زرد دھوئیں کے مارے ہوئے لوگ تھے۔ زرد دھوئیں سے اسے نفرت تھی — شدید نفرت کہ اسی دھوئیں سے پرکھوں کی روایات زوال پذیر ہو گئی تھیں اور قدریں پامال۔ وہ تمام قدریں جن میں گاؤں کی مٹی کی سوندھی سوندھی بو باس تھی۔ رہائش اور زیبائش اور طور طریقہ سب بدل گیا تھا۔ اب گاؤں میں بھی پختہ سڑکیں تھیں اور چائے خانے آباد تھے۔ زرد دھوئیں نے سب کچھ چھین لیا تھا — صرف ایک چیز اس کے پاس رہ گئی تھی اور وہ تھی ایک تصویر جسے وہ اب تک بچائے ہوئے تھا اور ہر حالت میں بچائے رکھنا چاہتا تھا۔ جب بھی وہ بہت اداس ہوتا تو گھبرا نے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے لگتا تو آہستہ سے اس تصویر کو نکال کر دیکھنے لگتا اور اس طرح وہ خود کو ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے سے بچا لیتا۔ اس کے دوستوں نے اس تصویر کو دیکھنے کے بعد کہا تھا۔

"بہت خوبصورت تصویر ہے، کب کھنچوائی تھی تم نے —؟"

اور وہ صرف مسکرا کر رہ گیا۔ بھلا اس سوال کا وہ کیا جواب دیتا۔ یہی کہ یہ تصویر اس کی نہیں ہے — اگر وہ یہ کہہ بھی دیتا تو اس کے احباب اس پر یقین نہیں کرتے۔

زرد دھوئیں کا غبار کہیں اس تصویر کو بھی ضائع نہ کر دے۔ پھر اس کے پاس کیا رہ جائے گا کچھ بھی تو نہیں۔ یہ سوچ کر وہ تصویر کو بکس کے اندر حفاظت سے رکھ دیتا اور اس شہر کو بھی چھوڑ دیتا جس شہر میں اسے اس طرح کا خطرہ محسوس ہوتا۔

اپنے ایک عزیز دوست کی دعوت پر جب پہلی بار وہ ایک بڑے سے شہر میں پہنچا تو اس شہر کو دیکھ کر اس کو بہت خوشی ہوئی۔ اس کے دوست نے اپنی مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے تھا۔

"اچھا ہوا کہ تم آ گئے — اب پھر ہم دونوں ایک ساتھ رہیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

مگر دوسرے ہی دن اس نے دیکھا کہ یہ شہر زرد دھوئیں سے محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ اس شہر کی تاریخ ہی زرد دھوئیں سے شروع ہوتی ہے۔ جن شہروں کی تعمیر زرد دھوئیں سے ہوئی تھی ان میں یہ سب سے پہلا اہم شہر تھا۔ کتنے گاؤں اجڑے تو یہ شہر آباد ہوا۔

"شہر پسند آیا —؟"

"نہیں بالکل نہیں"

"تو پھر —؟"

"میں یہاں نہیں رہ سکوں گا!"

"کیوں —؟"

اس شہر کے چاروں طرف تیرتے ہوئے زرد دھوئیں مجھے راس نہیں آئیں گے۔"

"یہ تو ہماری زندگی کی حرارت کی دلیل ہے۔ یہ دھواں اس بات کا ثبوت ہیں کہ کس طرح ہم اپنے ہاتھوں کا کمال دکھاتے ہیں — پتھر پگھل کر لوہا بن جاتا ہے اور لوہا پگھل کر اسپات"

"اور دل —؟"

"کیا مطلب —؟"

"یہی کہ ہاتھوں کا کمال دکھاتے وقت تم نے کبھی یہ محسوس کیا کہ تمہارا دل پہلے جیسا نرم و گداز ہے یا نہیں۔"

اس سے قبل کہ وہ اس سوال کا جواب دیتا ایک سائرن جیسی ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

"اچھا یار! اب میں ڈیوٹی جا رہا ہوں۔ باتیں ہوں گی۔"

اس نے کہا اور ایک پل توقف کیے بغیر چلا گیا۔ ڈیوٹی سے لوٹنے سے قبل وہ اس شہر کو چھوڑ چکا تھا۔

پھر وہ مسلسل بھاگتا رہا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر مگر ایک بھی ایسا شہر نہیں ملا جو زرد دھوئیں کے اثرات سے محفوظ رہا ہو۔ ایک ایسا شہر ملا بھی تو وہاں کی فضا میں بارود کی بو تھی اور بارود کی بو زرد دھوئیں سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔ لہٰذا وہاں بھی وہ رُک نہیں سکا۔ وہ اکثر سوچا کرتا:

"کیا ایک بھی شہر ایسا نہیں جو دھوئیں اور بارود کے اثرات سے محفوظ ہو۔؟ اگر ایسا ہے تو پھر وہ لوٹ کر اپنے گاؤں چلا جائے گا۔ مگر گاؤں جا کر کیا کرے گا۔۔ ندی کے کنارے پیپل کی ٹھنڈی چھاؤں میں اب کون اس کا انتظار کرتا ہوگا ۔۔۔ کہ اب وہ پیپل کا پیڑ بھی نہیں تھا ۔۔۔ اور ندی بھی خشک ہو چکی تھی ۔۔۔ اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا ۔۔۔"

وہ تب انھیں ٹکڑوں ٹکڑوں میں، وہ ریزہ ریزہ ہو کر بکھرنے کا خوف محسوس کرتے ہوئے بکس میں بڑی حفاظت سے رکھی ہوئی تصویر کو نکال کر دیر تک دیکھتا پھر حفاظت سے بکس میں رکھ دیتا اور ایک نئے عزم کے ساتھ چل پڑتا ۔۔۔ کسی ایسے شہر کی تلاش میں جو زرد دھوئیں کے اثرات سے محفوظ ہو ۔۔۔ سفر جاری رہا اور بالآخر ایک ایسا شہر اسے مل بھی گیا جو پرانی تہذیب و ثقافت کا اب بھی امین تھا۔ کئی دنوں تک وہ اس شہر میں سرگرداں رہا پھر جب اطمینان ہو گیا کہ اس شہر کی فضا آلودگی سے محفوظ ہے تو وہ یہیں رہ گیا اور ایسا رہا کہ یہیں کا ہو گیا۔ شاید یہی وہ شہر آرزو تھا جس کی جستجو میں وہ شہر شہر بھٹکتا رہا۔

ایک اخبار کے دفتر میں اسے نوکری مل گئی تھی۔ ڈیوٹی کے بعد اس کا زیادہ تر وقت دوستوں کے ساتھ گذرتا۔ آدھی آدھی رات تک فلاحی ترقی، علم و ادب، سیاست اور اخلاقی زوال کی باتیں ہوتی رہتیں۔

"ماڈرن ترقی نے ہمیں روحانیت سے بہت دور کر دیا ہے۔"

"یہ تو ہے ۔۔۔ مگر اس کا کوئی علاج بھی تو نہیں ہے۔"

"ترقی یافتہ ہوئی آبادی کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے ایک آدمی کے حصے میں کئی روٹی آتی تھی۔ اب ایک روٹی کئی حصوں میں بٹ جاتی ہے۔"

"انسان نے سب کچھ پا لیا ۔۔۔ مگر نہ پا سکا تو خود کو۔"

"اپنی تلاش اس نے کبھی کی ہی نہیں۔"

گفتگو کبھی کبھی بہت طویل ہو جاتی اور ختم ہوئے بغیر برخواست ہو جاتی کہ ہوٹل کے بند ہونے کا وقت ہو جاتا۔

ایک روز وہ دوستوں کی محفل میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ اچانک اس نے محسوس کیا کہ جیسے موسم بدل گیا گیا ہو اور ایک عجیب سی اداسی فضا پر چھا گئی ہو۔ اس نے سوچا:

"شاید طوفان آنے والا ہے۔؟"

"طوفان آنے سے قبل مجھے گھر پہنچ جانا چاہیے"

چائے کی آخری چسکی لیتے ہوئے اس نے سوچا پھر دوستوں سے مخاطب ہوا:

"اچھا دوستو میں چلتا۔ پھر کل ملاقات ہو گی۔"

"ایسی بھی کیا جلدی ہے بھائی ۔۔۔ آجکل تو تمہاری بیگم بھی میکے گئی ہوئی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ۔۔۔ مگر آج میں سویرے گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیوں ۔۔۔؟"

"شاید طوفان آنے والا ہے ۔۔۔ اور طوفان سے قبل میرا گھر پہنچنا ضروری ہے۔"

"طوفان ۔۔۔ دماغ تو صحیح ہے تمہارا؟"

"ہاں میرا دماغ صحیح ٹھیک ہے۔"

"مگر طوفان کی کوئی علامت تو نہیں ہے۔"

"علامت تو ہے ۔۔۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ تم لوگ محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"وہ کیوں ۔۔۔؟"

"تم [illegible] جو نہیں ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی ۔۔۔؟"

"مجھے افسوس ہے کہ یہ بات میں تم لوگوں کو سمجھا نہیں سکتا۔ مگر ایک بات ۔۔۔ تم سچ بتاؤ ۔۔۔" اس نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کہو ۔۔۔؟"

"تم میں سے کسی نے بادل سونگھ کر بتا سکتے ہیں کہ آنے والا موسم کیسا ہوگا ۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔۔"

"تو پھر تم لوگ طوفانی علامتوں کو قبل از وقت محسوس نہیں کر سکتے۔ طوفانی نقوش جب گہرے اور واضح ہو جائیں گے تب تم لوگ بتا سکو گے کہ طوفان ہونے والا ہے۔"

اس نے کہا اور دوستوں کے جواب کا انتظار کیے بغیر چل پڑا۔ اس کے قدم تیز تیز اٹھ رہے تھے کہ اس کا گھر وہاں سے کافی دور تھا ۔۔۔ شہر کے بالکل آخری حصے میں جہاں شہر اور دیہات دونوں ایک دوسرے سے گلے ملتے تھے۔ یہ جگہ اس نے خود ہی پسند کی تھی۔ حالانکہ اس کی بیگم اور گھر کے دوسرے لوگوں کو یہ جگہ بالکل پسند نہیں تھی۔

"اگر طوفان نہیں آیا تو ۔۔۔؟"

"اس کے احباب اس کا مذاق اڑائیں گے۔"

اور اچانک اس کے قدم رُک گئے۔ اس نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ قریب میں کوئی تالاب یا ندی ہوتی تو وہ یہ دیکھنے کی کوشش کرتا کہ مچھلیاں تیزی کے ساتھ گہرائی میں اُتر رہی ہیں یا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ مچھلیاں گہرائی میں کب اُترتی ہیں اور کناروں پر کب رہتی ہیں۔ مگر یہ باتیں اس کے دوستوں کو نہیں معلوم تھیں۔ وہ خیالات کی دنیا میں محو تھا کہ اسی وقت اس نے محسوس کیا جیسے اس کے سر کے اوپر سے کوئی چیز گذر رہی ہے۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پرندے غول در غول تیزی کے ساتھ اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ آسمان کا رنگ بھی تیزی کے ساتھ گہرا مٹیالہ ہوتا جا رہا تھا مگر ابھی سیاہی نہیں آئی تھی۔

"سیاہی آنے میں زیادہ دیر بھی نہیں ہے۔"

اس نے سوچا اور پھر تیزی کے ساتھ چل پڑا کہ طوفان سے قبل وہ گھر پہنچ جانا چاہتا تھا کہ صبح گھر سے نکلتے وقت وہ اپنے رہائشی کمروں کے دریچوں اور آنگن کی طرف کھلنے والے دروازے کو بھول گیا تھا۔

اب وہ اپنے دوستوں کے متعلق سوچ رہا تھا ۔۔۔ بچپن سے لے کر اب تک کے دوستوں کے متعلق جو ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ ایک ایک کر کے کئی احباب چپ چاپ چلے گئے ایک ان دیکھے دور انجانے سے شہر کے سفر پر ۔۔۔

"میاں! ہمیشہ رہنے کے لیے کون آیا ہے یہاں۔ جانے والوں کا ماتم کب تک کرتے رہو گے۔ یہ جو تمہاری آنکھوں پر عینک ہے تم نے اس پر بھی غور کیا ہے ۔۔۔؟ ۔۔۔ ایک وہ وقت تھا جب تم کم روشنی میں بھی عینک کے بغیر لکھ پڑھ لیتے تھے اور آج حال یہ ہے کہ تم تیز روشنی میں بھی عینک کے بغیر لکھ پڑھ نہیں سکتے"

"اسی تیز روشنی نے تو آنکھوں کی بینائی چھین لی ہے۔ اگر اس تیز روشنی نے دھوکا نہیں دیا ہوتا تو پھر میں اندھیرے میں بھٹکتا رہتا کیوں؟"

اس نے سوچا۔ اور چلتے چلتے اچانک سڑک پر وہ پھسل گیا اور ایک گڈھے میں گر گیا۔ وہ تب اس نے محسوس کیا کہ طوفان آ گیا ہے۔ وہ طوفان سے قبل گھر نہیں پہنچ سکا۔ ایک انجانے سے خوف کے تحت وہ لرز گیا۔

"اب کیا ہوگا ۔۔۔؟"

اس نے سوچا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے سڑک تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر اس کوشش میں اسے کامیابی نہیں ملی۔ اور تب اس نے اس گڈھے میں پڑے رہنے میں ہی عافیت محسوس کی۔ بارش اور ہوا کے تیز جھونکوں نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ طوفان جب تھم گیا تو نڈھال ہونے کے باوجود وہ اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑا۔ کمرہ کھول کر جب اندر داخل ہوا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ فریم دیوار سے گر کر ٹوٹ گیا تھا اور پورے کمرے میں شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے اور فریم میں لگی ہوئی تصویر پانی سے بھیگ کر گل گئی تھی۔ وہ تصویر برباد ہو چکی تھی جسے محفوظ رکھنے کے لیے وہ بھاگتا رہا ۔۔۔ ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر۔

بربادی کا یہ منظر وہ دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ اس کا سر چکرا رہا ہے اور وہ زمین پر گر جائے گا تو وہ بستر سے پلنگ پر بیٹھ گیا۔

"ختم ہو گئی نا! تمہارے پرکھوں کی روایت ۔۔۔ اور وہ تہذیب جسے تم بچا کے رکھنا چاہتے تھے ۔۔۔؟"

"ہمارے پرکھوں کی تہذیب اور روایت قائم رہے گی۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی کوئی اچھی سی تصویر البم سے نکال کر فریم کرا دے گا ۔۔۔ اور اس سے قبل تصویر کے نیچے اپنے بابا کا نام لکھ دے گا ۔۔۔!!

(پٹنہ سے نشر)

شبیر احمد
معرفت روزنامہ "صدائے عام"
دادپور، پٹنہ ۴ (بہار)

نیلی آنکھوں والی چھتری

سلطان انجم

آج جب میں دفتر سے ذہن پر دن بھر کی تھکن اور بے رازی کا بوجھ اٹھائے اپنے کمرے پر آیا تو وہ لڑکی اپنے چہرے کو ہاتھوں کے پیالوں میں رکھے، اسی انداز سے کھڑکی میں موجود تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ میں روز شام کو جب دفتر سے لوٹتا ہوں تو کی ہول، میں چابی گھمانے سے پہلے ہی مجھے اس کھڑکی کا دھیان آجاتا ہے۔ جس میں ایک بہت خوبصورت، مگر سانولی سی لڑکی سراپا انتظار بنی، اپنے بیتے موسموں کے ساتھی سے ملن کی دعائیں مانگ رہی ہوگی۔ ہر شام میں جب کمرے میں داخل ہوکر بائیں ہاتھ پہ کھلنے والی کھڑکی کے پٹ وا کرتا ہوں تو سڑک پار کرکے میری آنکھیں ہر بار وہی منظر دیکھتی ہیں۔

یہ پُراسرار لڑکی کون ہے ؟ کیا ہے ؟ کہاں سروس کرتی ہے ؟ کچھ نہیں پتہ۔ دودھ والا جب آکر وسل دیتا ہے تو وہ جھٹ پٹ نیچے آتی ہے۔ اکثر آمنا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر چپ کا ہی تالہ رہتا ہے۔ میں نے اسے کبھی بولتے ہوئے سُننا تو ایک طرف رہا، دور سے دیکھا تک نہیں۔ معلوم نہیں وہ کون سا غم ہے جسے یہ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔ دودھ والے کو خالی بوتل دیتی ہے۔ ایک روپیہ چالیس پیسے اُس کے ہاتھ میں تھما کر بھری بوتل اٹھا کر جب آہستہ روی سے آتی ہے، اُسی طرح نہایت خاموشی سے چل دیتی ہے۔ پتہ نہیں اُس کے منہ میں زبان ہے بھی کہ نہیں۔

یہ لڑکی عموماً ہلکے رنگوں کے لباس پہنتی ہے۔ رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے شادی شدہ لگتی ہے۔ چہرے کے نقوش اُس کے کنوارپن کا اعلان کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں کی جاذبیت اور بے زبانی سے کم سن جان پڑتی ہے۔ کس کس کا اعتبار کیا جائے ؟ اُس کے رکھ رکھاؤ کا، چہرے کے نقوش کا یا پھر اس کی نیلی آنکھوں کا۔ کہیں یہ سب مل کر دھوکہ تو نہیں دے رہے۔ فریب نظر کا علاج کون کرے !

آپ سوچ رہے ہوں گے میں ایک لڑکی، پُراسرار لیکن بظاہر عام سی لڑکی کے ہی بیان میں اُلجھ گیا ہوں۔ بات یہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جب سے وہ نئی کرایہ دار آئی ہے۔ آس پاس والوں کے اور خود میرے اپنے معلومات میں فرق آگیا ہے۔

ہمارے نیچے رہنے والے شرما جی، جو پہلے دفتر سے ہمیشہ لیٹ آتے تھے۔ اب ٹھیک پانچ بج کر دس منٹ پر گھر پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے پہلے اُن میں اور اُن کی بیوی میں اس بات پر ہمیشہ تکرار رہتی تھی کہ وہ دفتر سے سیدھے گھر کیوں نہیں آتے۔ کئی بار نوبت تو تُو میں میں تک پہنچ جاتی تھی۔ لیکن اب تو شرما جی کی دنیا ہی بدل گئی ہے۔ وہ خود دو دو خالی بوتلیں لے کر دفتر سے آتے ہی گیٹ پر آکر رُک جاتے ہیں۔ جبکہ بوتل والا روزانہ چھ بجے آتا ہے۔ لیکن کیا مجال شرما جی کو بیس منٹ کے انتظار میں بوریت کا احساس چھو بھی جائے۔ بہانہ دُودھ والے کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ صرف میں جانتا ہوں کہ وہ چور آنکھوں سے بار بار اُسی سمت دیکھتے ہیں جدھر اُن کے علاوہ بھی بہت سی نگاہیں کسی کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لئے چکر لگاتی رہتی ہیں۔

پہلے پہل جب میں اس کمرہ میں نیا نیا آیا تھا تو ڈرم والا دوسری منزل پر خود دُودھ پہنچا جاتا تھا۔ کئی مہینے اسی طرح چلتا رہا مگر جب سے میں نے سامنے والی اس لڑکی کا معمول نوٹ کیا ہے۔ صرف اسی بنا پر اپنے دُودھ والے کو جواب دے دیا ہے۔ اب خود نیچے جاکر بوتل والے سے دُودھ لیتا ہوں سوچتا ہوں، کبھی تو اس پُراسرار ہستی کے مُنھ سے پھول جھڑیں گے، پُشپ ورشا ہوگی، ویسے میری یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔

اس کوٹھی کی پُشت پر ہائی اسکول ہے۔ جس کا ایک چور دروازہ ہماری سٹریٹ کی طرف پڑتا ہے۔ سکول میں پڑھنے والے اِدھر سے کم ہی گذرتے تھے۔ لیکن اب چند دنوں سے کچھ منچلے خاص طور پر اس کوچے کا طواف کرتے ہیں۔ جانے کیوں، ہمارے ملک میں کم سنی میں ہی بلوغت کے سبھی اسباق عملی طور پر ازبر کر لینے کے لئے سر توڑ کوشش شروع ہوجاتی ہے۔ ان کوچہ گردوں میں سے کئی ایک تو ابھی عمر کے اُس دور میں بھی داخل نہیں ہوئے، جن دنوں آنکھیں نئے نئے خواب دیکھنے لگتی ہیں اور سوتے میں بھی خوابوں کی رنگینی چھپاتے چھپاتے چمک اٹھتی ہیں اُن سب کی نگاہوں کا مرکز بھی، ٹوپ فلور، کی وہی کھڑکی ہے جس میں اکثر سورج غروب ہونے سے پہلے ہی چاند ابھر آتا ہے۔

یہ منظر مجھے اُن دنوں کی یاد دلاتا ہے جب ہنستی گاتی بوچھاریں جھولوں کو مالا پہناتی تھیں اور رنگ رنگیلی بدلی کورے جسموں کو گرما جاتی تھی۔ اب نہ ہنستی گاتی بوچھاریں ہیں۔ وہ مالائیں بھی کسی کے گلے پڑیں، نہیں کہا جاسکتا۔ کورے جسم صرف جسم، رہ گئے ہیں۔ جن پر رنگ رنگیلی بدلیاں دیکھ کر ہی کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔ اب ایسے میں پلکوں پر اشکوں کی جلتی سلگتی برسات دم جھم کرنے لگ جاتی ہے۔ دُکھ کا احساس جب بہت ہی پاس سے گذرے تو کھارے پانی کی جھیلوں سے نمکین بخارات کو اٹھنے سے کون روک سکتا ہے۔

شفق ! تم بھی کہیں جدائی کے اس عذاب کو ضرور جھیل رہی ہوگی۔ مجھے یقین ہے۔ تم بھی کہیں نہ کہیں کسی ملک کی پوش کالونی میں، ایسے آباد محلوں میں جہاں گھروں میں وال ٹو وال، نیچے بچھے رہتے ہوں یا پھر برفپوش وادیوں میں گھرے چند مکانوں میں سے کسی ایک تنہا مکان کی کھڑکی میں بالکل اسی طرح، اسی پوز میں اپنے چہرے کو ورقِ مقدس کی مانند، ہاتھوں کی رحل پر رکھ کر اجنبی علاقوں میں مانوس قدموں کی چاپ شناسا چہرے کی جھلک کے لئے ضرور ترستی ہوگی۔ مجھے علم ہے تم نے اپنے گھر والوں کے فیصلے پر رضا مندی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بلکہ اپنے دل کی بات، اپنے دل کے بندھن کا بطورِ خاص ذکر کیا تھا۔ لیکن تم میں بغاوت کی ہمت نہ تھی شاید تمہیں یاد ہو کہ تم اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں نے جس کے دل میں گھر کیا ہے، اُسی کے گھر آنگن میں ایک دن میرے جوبن کا چاند اترے گا۔ میرے سونے آنگن میں تمہارے جوبن کا چاند تو کیا اُترتا، اسی کی ایک مدھم سی کرن نے بھی کبھی بھولے سے میرے در پر دستک نہ دی۔ میں اب بھی اُس ایک لمحے کا منتظر ہوں۔ یہ سامنے والی لڑکی بھی کسی ایسے ہی معجزے کے رونما ہونے کی آس میں ہے۔ اس کی اُداسی دیکھ کر میں اپنی شکستہ محبتوں کا دامن سمیٹتے سمیٹتے از خود ریزہ ریزہ بکھرنے لگتا ہوں۔

بالکل تمہاری طرح بادلوں کے موسم میں جب یہ لڑکی ہلکے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنے نکلتی ہے تو نیلی سمندر سی آنکھوں میں نہ جانے کتنے دلوں کے سفینے غرقاب ہوجاتے ہیں۔

بادل برس کر جب کھلتے ہیں اور یہ اپنی قوس قزح سے رنگوں کی چھتری لے کر نکلتی ہے تو خود بھی نیلی آنکھوں والی چھتری لگنے لگتی ہے۔ جس کے سامنے قوس قزح کے سبھی رنگ پھیکے اور بے جان پڑ جاتے ہیں۔ پس منظر میں دور آسمان پر بکھری اندر دھنش میں دو نیلی آنکھیں کسی ویران جزیرے میں دو نیلے نقطے بن جاتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر لگتا ہے کہ سمندر نے، آسمان نے، نیلی آنکھوں والی اسی چھتری سے ہی اپنا رنگ اُدھار لیا ہے۔

روز کی طرح پھر شام ڈھل گئی ہے۔ دور درختوں کی اوٹ سے جھانکتے ہوئے چاند کی زرد اور اداس سی چاندنی سے گھبرا کر یا اپنے اندر کے موسموں کی کربناکی سے اکتا کر یا شاید مسلسل انتظار کے لمحوں کی صلیب سے کل شام تک کے لئے وقت اُدھار لے کر وہ کھڑکی کے پٹ بند کرکے چلی گئی ہے۔ جب انتظار کے لمحے ہی زندگی کا حاصل بن جائیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے۔ جیسے زندگی کی ریل سگنل پر آکر رُک گئی ہو۔ سگنل ! جو جمود ہے، جمود! جو موت ہے اور موت ! پھر حشر کے دن تک کے لئے ایک طویل انتظار۔ ایک ریڈ سگنل.....

(جالندھر سے نشر)

IX ایشیائی کھیل
دہلی ۱۹۸۲
۱۹ر نومبر — ۴ر دسمبر

ایشین گیمز ویلیج

دہلی کی تاریخی قطب مینار کے شمال مشرق میں تقریباً ۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر سری کے کھنڈرات ہیں جہاں آج کل ایشین گیمز ویلیج کی تعمیر ہو رہی ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ۱۳۰۳ء میں ہندوستان کے عظیم حکمراں علاء الدین خلجی نے اپنا دوسرا دارالسلطنت بنایا تھا۔ ۱۳۲۱ء میں حکمراں خاندان کی تبدیلی کے بعد دارالسلطنت تغلق آباد منتقل ہوگیا تھا۔ اور اس طرح 'سری' کا زوال شروع ہوگیا۔ ۱۳۹۸ء میں تیمور نے یہاں تباہی پھیلائی اور ۱۵۴۷ء میں افغان حکمراں شیر شاہ سوری نے اس کو مکمل طور پر تاراج کر دیا۔ صدیوں کی نیند کے بعد 'سری' ایشین گیمز ویلیج کی شکل میں ۱۹ر نومبر ۱۹۸۲ء سے نویں ایشیائی کھیلوں کے آغاز سے قبل، کھلاڑیوں اور افسران کی آمد سے ایک بار پھر بیدار ہو جائے گا۔

ایشین گیمز ویلیج ہندوستان کے پُر سکون اور حسن ترتیب سے آراستہ روایتی گاؤں کا مظہر ہے۔ جہاں ایک حقیقی گاؤں کی روح انگڑائیاں لیتی محسوس ہوتی ہے۔ مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ گاؤں نہیں بلکہ خلائی دور کا ایک جدید شہر ہے جہاں تمام تر سہولیات مہیا ہیں — عوامی چوراہوں کے گرد مکانات تعمیر ہیں جو نفریحی سڑکوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کی پرسکون گلیاں فضا آلودہ کرنے والے موٹر ٹریفک سے پاک ہیں — حتیٰ کہ یہاں ایک چھوٹا سا اسپتال بھی موجود ہے۔

عام گھروں میں پہلی بار شمسی ہیٹر یہاں مہیا ہوں گے۔ پرفارمنگ آرٹس کے لیے یہاں ایک تھیٹر بھی ہوگا جس میں ڈھائی ہزار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہوگی۔ یہاں کے ڈائننگ کمپلیکس میں دو ہزار افراد بیک وقت کھانا کھا سکتے ہیں۔ ملک کا بلند ترین کثیر المقاصد ٹاور ریسٹورنٹ — ویوئنگ گیلری جو یہاں تعمیر کی جا رہی ہے ملک کے تعمیری حسن اور دہلی کے اربک نیب آسمان میں ایک درخشاں سنگ میل ثابت ہوگی۔ اس ٹاور کی ویوئنگ گیلری سے دہلی کے اہم مقامات کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ ویلیج کے اندر اور باہر پانی کے موتی بکھیرتے فوارے اس کی دلکشی میں مزید اضافہ کر دیں گے۔

اس پروجیکٹ کی تعمیر میں جس قدر اینٹیں استعمال ہوتی ہیں اگر ان کو ایک قطار میں رکھا جائے تو یہ قطار نئی دہلی سے کناڈا تک پہنچ جائے گی۔

ایشین گیمز کی ایک اور خصوصی ۳۰ ایکڑ سے زائد رقبے میں پھیلے ہوئے دلکش نظری مناظر کی ہیں اس کے لیے پچاس ہزار سے زائد تعداد میں درخت، بیلیں اور جھاڑیاں اس لینڈ اسکیپ اسکیم میں استعمال کی جا رہی ہیں۔ اس گاؤں ملک کا سب سے بڑا لینڈ اسکیپ ایریا ہوگا۔ ایشین گیمز ویلیج میں پانچ ہزار سے زیادہ کھلاڑی اور افسران کی رہائش ہوگی۔ ایشین گیمز ویلیج کو موٹے طور پر تین زمروں میں رکھا جا سکتا ہے۔ پہلا رہائشی مکانات، دوسرا مرکزی سہولیات کی عمارتیں اور ڈیولپمنٹ ورکس

ساڑھے تین میٹر پر محیط اس ویلیج میں کشادہ جگہیں جو پتلی اور سایہ دار گلیوں سے ملی ہوئی ہیں

پیدل چلنے کے راستے قدیم گلیوں کی شکل میں ہیں۔ گلیاں کچھ اس طرح بنائی گئی ہیں کہ کھلاڑیوں کا ایک دوسرے سے دوستانہ ٹکراؤ ہو سکے۔ کشادہ اور کھلے چوراہے، مرکزی ڈائننگ ہال، دوکانوں اور ریاکس سے گھرے ہوں گے۔

ڈائننگ ہال تک جانے کے لیے پیدل اور سواری دونوں کے راستے ہوں گے۔ اس کے باوجود سواری گاڑیاں رہائشی علاقوں کے پرسکون پر اثر انداز نہیں ہوں گی۔ مکانات کی منصوبہ بندی میں مکانوں کی بلندی کم رکھتے ہوئے بھی زیادہ افراد کی رہائش کی گنجائش پیدا کی گئی ہے۔

(اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی - ایشیاڈ)

ایشیائی کھیلوں کا بشمول دہلی، بمبئی، کلکتہ اور مدراس، آٹھ دور درشن کیندروں سے رنگین ٹیلی کاسٹ کیا جائے گا۔

ان تمام مراکز پر رنگین ٹیلی کاسٹ کے لیے ٹرانسمیٹرز میں ضروری تبدیلیاں کی جا رہی ہیں — ملک کے باقی دور درشن کیندر ان کھیلوں کو سیاہ سفید میں ٹیلی کاسٹ کریں گے۔

ایشیائی کھیلوں کو عوام تک پہنچانے کے لیے پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف مائیکرو ویولنک اور INSAT سیارے دونوں کا استعمال کیا جائے گا۔

دہلی/مسوری، بمبئی/پونے، مدراس، کلکتہ، بنگلور، سرینگر، لکھنؤ/کانپور اور جالندھر/امرتسر مائیکرو ویو سرکٹ کے توسط سے پروگرام ٹیلی کاسٹ کریں گے اور دوسری طرف دیگر آٹھ مراکز حیدرآباد، سمبلپور، گلبرگہ، احمد آباد، مظفرپور، رائے پور، جے پور اور ناگپور سے کھیلوں کے ٹیلی کاسٹ کے لیے INSAT کا استعمال کیا جائے گا۔

مدراس/بمبئی، بمبئی/دہلی اور دہلی/جالندھر کو جوڑنے والا مائیکرو ویو سرکٹ بنایا جا چکا ہے۔

نیشنل پروگرام — آکاشوانی

منگل شب کی محفل موسیقی

نرنجن پرساد کا بانسری وادن : ۱۷ر جولائی رات ساڑھے نو بجے

نرنجن پرساد نے موسیقی کا علم اار برس کی عمر میں بنارس گھرانے کے نامور شہنائی نواز پنڈت گوری شنکر کے صاحبزادے بھولا ناتھ اور رگھو ناتھ پرسنا سے حاصل کرنا شروع کر دیا تھا جو بانسری اور شہنائی کے اعلیٰ فنکار سمجھے جاتے تھے۔

نرنجن پرساد کے بانسری وادن میں راگوں کی بتدریج اٹھان نرم لطیف کیفیتوں کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ ان کو اپنے ساز پر مکمل عبور حاصل ہے جس کی وجہ سے ان کو اپنے فن میں جذباتی کشش پیدا کرنا آسان ہوتا ہے۔

نرنجن پرساد نے اپنے فن کا مظاہرہ ملک اور بیرون ملک منعقد موسیقی کی محفلوں میں کیا اور داد تحسین حاصل کی ہے۔

ڈی پشوپتی دیبا گائن ۲۴ جولائی رات ساڑھے نو بجے

ڈی پشوپتی گذشتہ بیس برس سے زائد عرصے آل انڈیا ریڈیو کی محافل موسیقی میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے آ رہے ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم انھوں نے ٹائیگر وردھاچاریار بدلور کرشنا مورتی شاستری گل، امیدر ودیا چاریہ بڑی کوڈن وینکٹا رما ایئر جیسے عظیم فنکاروں سے حاصل کی۔

انڈین کلچرل ڈیلیگشن کے ممبر کی حیثیت سے انھوں نے متعدد ممالک میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ آج کل آپ ترو پتی کے سری وینکٹیسورا کالج آف میوزک اینڈ ڈانس کے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہیں۔

ضمیر احمد کا گائن اور بلو خاں وارثی کا طبلہ وادن

۳۰ر جولائی رات دس بجے

ضمیر احمد کا تعلق آگرہ کے موسیقاروں کے ایک روایتی گھرانے سے ہے۔ گائن اور طبلہ وادن کی تعلیم انھوں نے نہایت کم عمری میں حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ گائن کی تعلیم انھوں نے کانپور کے نامور موسیقاروں استاد حاجی رشید احمد خاں اور استاد حاجی غلام صابر سے حاصل کی۔ بعد میں ہلکی کلاسیکی موسیقی کے گائن کی تربیت انھوں نے حفیظ احمد خاں سے پائی جو کلاسیکی موسیقی کے رامپور سہسوان گھرانے کے نمایاں فنکار سمجھے جاتے ہیں۔

شیریں آواز کے مالک ضمیر احمد کی ٹھمری اور دادرا گائیکی میں جمالیاتی کشش ملتی ہے۔ انکا پورب اور پنجاب انگ کا امتزاج نہایت فنکارانہ ہے۔ درست لب و لہجہ اور موزوں حسن ان کی غزل گائیکی کی انفرادیت ہے۔

بلو خاں وارثی نے طبلہ وادن سیکھنے کا آغاز اپنے بڑے بھائی چمن خاں باتھرسی سے کیا۔ بعد میں طبلہ وادن کی اعلیٰ تکنیک انھوں نے مشہور فنکار میرٹھ کے استاد بندو خاں سے سیکھیں جو اجرارا انداز کے خصوصی ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ بلو خاں وارثی درون ملک منعقد محفلوں کے علاوہ بیرون ملک بھی اپنے فن کا کمال دکھا چکے ہیں۔ آج کل آپ بحیثیت اسٹاف آرٹسٹ آکاشوانی دہلی سے منسلک ہیں۔

سنیل کمار مکرجی کا ستار وادن

۲۷ر جولائی رات دس بجے

سنیل کمار مکرجی نے ستار وادن کی ابتدائی تعلیم لکشمن بھٹاچاریہ جیسے فنکار کے نامور شاگرد امیہ بھوشن چٹرجی سے حاصل کی اور بعد میں مزید تربیت مشہور سرود نواز انجہانی پنڈت رادھیکا موہن موئترا سے حاصل کی۔

الاپ کے توسط سے راگوں کا منظم و دلکش استعمال اور جوڑ اجالا کا حسین امتزاج ان کے فن کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا

ارملا وڈھیرا، تیرا ث علی حلیم
اور مومن کا کلام
نجمہ علی، غالب کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
شکور خاں سارنگی پر راگ رام کلی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
موسیٰ قاسمی کاملی، خیال بھوپالی تو ڑی

دوپہر

۲-۰۰ نگاہ انتخاب

۳-۰۰ سازوں پہ موسیقی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ملا تا کر، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ کلام شاعر: جگن ناتھ آزاد

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد شکور خاں، سارنگی پر راگ [illegible]

منگل ۲۰ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
ترلوک کپور، بشیر بدر اور
جاں نثار اختر کا کلام
پورنیما داس، مخمور سعیدی اور
ممتاز مرزا کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پی ڈی سپت رشی، وائلن پر جونپوری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
نصیر احمد خاں، خیال میاں کی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ بھگتی گیت

۲-۳۰ نغمہ و تبسم

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پورنیما داس، فیض اور فراق کا کلام

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ 'عہد ساز ادارے' سلسلہ تقاریر
'نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اینڈ
ٹکنالوجی'

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نصیر احمد خاں، خیال یمن

بدھ ۲۱ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
غلام عباس، حسرت موہانی اور
داغ کا کلام
سدر شن پندیر: جگدیش متوالا کا کلام

۷-۰۰ ساز سنگیت
شنکر اور ساتھی، شہنائی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سلوچنا برہسپتی، خیال

دوپہر

۲-۰۰ ہلکی کلاسیکی موسیقی

۲-۳۰ بزم خواتین
'اپنی لو علاوت سے زیادہ لوٹنے کی'
تقریر از صادقہ ذکی
[illegible] کام کی باتیں

۳-۰۰ علمی دنیا

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سدرشن پندیر، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ شہرنامہ 'کلکتہ'

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلوچنا برہسپتی، خیال

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
کمل ہنس پال، ساغر نظامی،
سدرشن فاخر اور شاد فدائی کا کلام
برلیش بھاردواج، ساحر بھوپالی
اور فنا نظامی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اوما شنکر، ستار پر راگ رام کلی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پروین سلطانہ، خیال للت

دوپہر

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت

۳-۰۰ دریچہ

رات

۸-۳۰ 'عید کا چاند' نظم

۸-۴۵ ڈرامہ

۱۰-۰۰ آئینہ، ادبی میگزین
'داستانوں میں مشترکہ تہذیب
کے مرقعے' تقریر از: اجمل اجملی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اوما شنکر مشرا: ستار پر میاں کی ملہار

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن مجید معہ تشریح
نعت و نظم (عید الفطر)

۶-۲۵ شہر صبا
عید الفطر پر خصوصی کورس

۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دیو داس گپتا، سرود پر
راگ بھیرو بہار

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال

۲-۳۰ عید پر خصوصی نغمے

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ سرلا کپور، نغمات عید

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ 'آج کا انسان اور سماجی کشمکش۔
سماجی اور سیاسی نقطہ نظر'
تقریر از ڈاکٹر ڈی آر کونیل

۹-۳۰ کہانی سنگیت کی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بدھ دیو داس گپتا، سرود پر کیدارہ

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت اور قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
سدھا ملہوترہ، غزلیں
تیش بہتر، غلام ربانی تاباں
اور کمال حسن کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
احمد رضا، وچترا وینا پر بھیرویں

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
الابھومک، ٹھمری، دادرا

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
ڈاکٹر سے ملاقات، 'دانتوں کی دیکھ
بھال' از ڈاکٹر ایس ایم تنیجہ
غزل - خطوں کے جواب

۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
تیش بہتر، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ جیون درپن

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
احمد رضا، راگ میاں کی ملہار

اتوار ۲۵ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
بشیر احمد، غزلیں
ایرنگم: نشور واحدی اور
جگر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس، سنطور پر راگ سکھائی

دوپہر

۲-۰۰ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ گجرے بن کارے
شانتا دیوی، کجری

۱۰-۰۰ دھرتی کے رنگ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت نارائن راؤ ویاس،
خیال میاں کی ملہار

پیر ۲۶ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
مدن بالا، اسد بھوپالی، رضا امروہوی، عرش ملسیانی اور کمال احمد صدیقی کا کلام
اندر نارائن، ساحر اور عزیز وارثی کا کلام

۷-۰۰ ساز سنگیت
رام سروپ، سارنگی پر للت

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالویکا کانن: خیال، دیسی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ فلمی قوالیاں
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اندر نارائن، جگر اور اختر شیرانی کا کلام

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ شکریے کے ساتھ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالویکا کانن: خیال گوڑ ملہار

منگل ۲۷ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
راحت علی، قمر قریشی اور مشیر النصاری کا کلام
سیما شرما، راجیش کمار اوج اور بشیر بدر کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت
سرکنا دھر چودھری؛ وائلن پر راگ بسنت مکھاری

۹-۲۰ کلاسیکی موسیقی
استاد نثار حسین خاں، خیال للت

دوپہر

۲-۰۰ میری نظر میں
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
راحت علی، حسرت موہانی اور بیخود کا کلام

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ عہد ساز ادب، سلسلہ تقاریر
'ساحر لدھیانوی: انفرادیت اور کنٹریبیوشن'
تحریر: ڈاکٹر الیاس این اے رضوی

۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد نثار حسین خاں: خیال میاں کی ملہار

بدھ ۲۸ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
شبیر حسین، رضا امروہوی اور بشیر بدر کا کلام
رانی گرول، وامق جونپوری اور ساحر ہوشیارپوری کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت
بسم اللہ خاں و ساتھی، شہنائی پر راگ دیسکار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شرافت حسین خاں، خیال

دوپہر

۲-۰۰ ہلکی کلاسیکی موسیقی
۲-۳۰ بزم خواتین
ہمارے رسالے، تقریر
گیت - دسترخوان
۳-۰۰ بات ایک فلم کی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
رانی گرول، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بسم اللہ خاں و ساتھی، شہنائی پر راگ سور ملہار
شرافت حسین خاں، خیال

جمعرات ۲۹ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
افضال اقبال و ساتھی، قوالیاں

۶-۲۵ شہرِ صبا
منا کپور، رقیہ نوشی، فیض اور ساحر لدھیانوی کا کلام
جمیل احمد، غزلیں

۷-۲۰ ساز سنگیت
[illegible] کمار، راگ [illegible]

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد امیر خاں، خیال ملتانی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت
۳-۰۰ دریچہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
جمیل احمد، غزلیں

۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ ماضی کے دیار: تقریر
علی گڑھ ماضی کے آئینے میں
۱۱-۳۰ استاد امیر خاں، خیال اور ترانہ میگھ ملہار

جمعہ ۳۰ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن مجید مع تشریح
نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہرِ صبا
کاجل بنرجی، غزلیں
مہندر سنگھ، راج بلدیو راجن اور اختر رضوانی کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت
سنیل مکرجی، سرود

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
کاجل بنرجی، غزلیں

۸-۴۵ امر گیت

۹-۰۰ آج کا انسان اور سماجی کشمکش، سلسلہ تقاریر
'نفسیاتی نقطۂ نظر'
تحریر: پروفیسر باقر مہدی

۹-۳۰ 'احساس تنہائی میں تغیر'
[illegible] رضوی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
واجد حسین خاں، خیال سرتھ ملہار
بڑے غلام علی خاں؛
خیال میگھ ملہار

ہفتہ ۳۱ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
موسمِ برسات کے نغمے

۷-۲۰ ساز سنگیت
رتش پریم، وچترا وینا پر راگ گن کلی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بیگم اختر، ساون

دوپہر

۲-۰۰ گیتانجلی
۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد اسمٰعیل، داغ کا کلام

۸-۴۵ امر گیت
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۲۰ جیون درپن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
رتش پریم، وچترا وینا پر راگ میاں کی ملہار

خبریں

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم جولائی دیکھیے

جمعہ ۱۶ جولائی

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۴۰-۵، رات ۰۰-۹
الابھوک : گائن
۳۵-۱۰ ظفر احمد : ستار
نانک چند : طبلہ
۲-۱۱ شاستریہ سنگیت
۳۰-۱۱ آر۔ایس۔تیواری : وائلن

دوپہر

۲-۱۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت

شام

۵۵-۵ گڑھوالی سنگیت
۰۰-۸ گاندھی چرچا
۱۵-۸ اولوکن
۳۰-۹ 'اپنا اپنا درد' ناٹک
تحریر : ولود رستوگی
۳۰-۱۰ کرناٹک سنگیت
این۔رامامورتی : گائن

دہلی ب

صبح

۳۰-۷ سنگیت سوربھی
۵۰-۷ سنگم : تیلگو گیت
۱۰-۹ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۲، ۱۵-۳
مادھوری چترویدی :
اودھی لوک گیت
۳۰-۳ این۔رامامورتی : کرناٹک گائن

شام

۴۵-۶، ۴۵-۸
وی ایچ ساگر : غزلیں
۳۰-۹ انگریزی پروگرام

ہفتہ ۱۷ جولائی

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۴۰-۵، رات ۰۰-۹
گوپال سنگھ : گٹار
مرلی دھر گورو : طبلہ پرسنگت
۲-۱۱ منوخاں : کلارنٹ
۳۰-۱۱ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۲-۱۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات

۰۰-۸ سواستھ رکھشا
۱۵-۸ آج کے اتتھی
۳۰-۹ نیشنل پروگرام
نرنجن پرساد : بانسری

دہلی ب

صبح

۳۰-۷ سنگیت سوربھی
۵۰-۷ سنگم : ملیالم گیت
۱۰-۹ لوک مادھوری
کشمیری لوک گیت

دوپہر

۱۵-۳ نرمل جی۔چہنانی : سندھی گیت
۳۰-۳ شاستریہ سنگیت

شام

۴۵-۶، ۴۵-۸
سنگم سنگیت
۳۰-۹ اور گیت ٹوناشٹ

اتوار ۱۸ جولائی

دہلی الف

صبح

۱۰-۸ چترا رانے : گائن
۰۰-۹ بال کاریہ کرم
۰۰-۱۰ آپ کی فرمائش پر شاستریہ سنگیت
۲-۱۱ یووا وانی سے
۳۰-۱۱ ٹی ایس راگھون : کرناٹک گائن

دوپہر

۵-۱۲ نیا نگر : سلسلہ وار ناٹک
تحریر و ہدایت : چترنجیت
۳۰-۲ 'اپنا اپنا درد' ناٹک
تحریر : ولود رستوگی
۲-۵ سنسکرت پاٹھ

رات

۰۰-۹ ابندر سنگیت
۱۵-۹ ساہتیکی
۰۰-۹ سبدھ سنگیت

دہلی ب

صبح

۳۰-۷ سنگیت سوربھی
شوناتھ پرساد : شہنائی
۵۰-۷ سنگم : آسامی گیت
۱۵-۹ اپنی نگری

دوپہر

۱۵-۲ انوپ چکرورتی : ہوائین گٹار
۳۰-۲ چترا رانے : گائن

شام

۴۵-۶، ۴۵-۸
اسلم صابری قوال و ساتھی
قوالیاں
۳۰-۹ کرنٹ افیرز

پیر ۱۹ جولائی

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، ۳۰-۱۱، شام ۴۰-۵
منور علی خاں : گائن
۳۵-۱۰ چت دیوبرمن : اسراج
۲-۱۱ سبدھ سنگیت
۲۰-۱۱ ٹھمری، دادرا

دوپہر

۲-۱۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت

رات

۰۰-۸ سواستھ رکھشا
۱۵-۸ نرملا دیوی : ٹھمری
۰۰-۹ پریم ولبھ : طبلہ
۳۰-۹ نیشنل پروگرام
سمندر میں تیل کی کھوج، تقریر
۰۰-۱۰ سنگیت سبھا
احمد رضا : وچترو ینا

دہلی ب

صبح

۳۰-۷ سنگیت سوربھی
نرملا دیوی : گائن
۵۰-۷ سنگم : سندھی گیت
۱۰-۹ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر

۱۵-۲، ۲-۳
انیو داس گپتا : بنگلہ گیت
۳۰-۳ چت دیوبرمن : اسراج

شام

۴۵-۶، ۴۵-۸
ترلوک کپور : گیت اور غزلیں
۳۰-۹ انگریزی پروگرام

منگل ۲۰ جولائی

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۴۰-۵، رات ۰۰-۹
پرکاش وڈھیرا : نسری
۳۵-۱۰ لچھمن راؤ جوشی : گائن

١٠.٠٢ **نکھل بنرجی : ستار**
١١.٠٢ **غلام مصطفےٰ خاں : خیال بیراگی بھیرو**

دوپہر
١٢.٠٢ لوک بھارتی
جینتیا لوک گیت

رات
٨.٠٠ ادیوگ منڈل
٨.١٥ ہندی تقریر
٩.٠٢ "یہ حویلیاں" منتخب ناٹک
تحریر : جناردھن بکھی دوت
١٠.٠٠ منگل منتخب کی محفل موسیقی
ضمیر احمد : ٹھمری ، دادرا
بلو ناں ہیرانی ، طبلہ

دہلی ب

صبح
٧.٠٢ سنگیت سوربھی
وی ۔ آر اتھاولے ، گائن
٧.٥٠ سنگم : بنگلہ گیت
٩.٠١ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر
٣.١٥ - ٤.٠٢
وملا رائے ، گیت ، بھجن
٣.٠٢ نکھل بنرجی : ستار

شام
٦.٤٥ - ٨.٤٥
ٹکو ماتھر ، گیت ، بھجن اور غزلیں
٩.٠٢ انگریزی تقریر

بدھ ٢١ جولائی

دہلی الف

صبح
٦.٠١ - ١٠.٠٢ ، ١١ ، رات ٩.٠٠
نینا دیوی : ٹھمری ، دادرا
امجد علی خاں : سرود ، راگ ہیر بھیرو
١١ ، شام ٥.٣٠
دیا شنکر اور ساتھی : شہنائی

دوپہر
١٢.٠٢ لوک بھارتی
کنڑ لوک گیت
٥.٠٥ گڑھوالی سنگیت

٨.٠٠ "نیا انگر" سلسلہ وار ناٹک
تحریر و ہدایت : چیرنجیت
٨.١٥ وگیان اور لوک
٩.٠٢ چرچا کا وشے ہے
١٠.٠٠ سنگیت سبھا
اسد علی خاں : بین

دہلی ب

صبح
٧.٠٢ سنگیت سوربھی
ٹھمری ، دادرا
٧.٥٠ سنگم : گجراتی گیت
٩.٠١ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر
٣.١٥ - ٤.٠٢
پارسی برہمچاری ، کرناٹک سنگیت گائن
٣.٠٢ رام ناتھن : کرناٹک سنگیت

شام
٦.٤٥ - ٨.٤٥
روبندر گرودر ، گیت ، بھجن ، غزلیں
٩.٠٢ انگریزی تقریر

جمعرات ٢٢ جولائی

دہلی الف

صبح
٦.٠١ - ١٠.٣٠ ، ١١ ، رات ٩.٠٠
سمتی متانکر ، گائن
١٠.٢٥ پنڈت حسن لال : خیال بیراگی
١١.٠٢ مشتاق علی خاں : سرود

دوپہر
١٢.٠٢ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
٥.٠٥ سنسکرت پاٹھ
٥.٣٠ بال کاریہ کرم

رات
٨.١٥ چکستا کے وبھن روپ
ہومیوپیتھی : ہندی تقریر
٩.٠٢ نیشنل پروگرام : ناٹک
اس پار ، جی شنکر پلے کے ملیالم ناٹک کا ہندی عکس
١٠.٠٢ اے ۔ ایس ۔ راگھون ، کرناٹک گائن

دہلی ب

صبح
٧.٠٢ سنگیت سوربھی

پنڈت جسراج : گائن
٧.٥٠ سنگم : مراٹھی گیت
٩.٠١ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر
٣.١٥ - ٤.٠٢
چندر ریکھا بنرجی ، رابندر سنگیت
٣.٠٢ اے ۔ ایس راگھون ، کرناٹک گائن

شام
٦.٤٥ - ٨.٤٥
پت بنسرا ، گیت ، بھجن ، غزلیں
٩.٠٢ ٹائمنگ اینڈ میکس

جمعہ ٢٣ جولائی

دہلی الف

صبح
٦.٠١ - ١٠.٣٠ ، ١١
نصیر احمد خاں : خیال
١٠.٢٥ ٹھمری ، دادرا
١١.٠٢ ، شام ٥.٣٠
راجندر پرسنا : بانسری

دوپہر
١٢.٠٢ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
٥.٥٥ گڑھوالی سنگیت

رات
٨.٠٠ گاندھی چرچا
گاندھی جی اور گیتا : تقریر
٨.١٥ اور لوک
٩.٠٠ شاستریہ سنگیت
٩.٠٢ بچھو ، مولیئر کے ناٹک کا ہندی عکس از وصی خاں
پیشکردہ : رنجیت کپور
١٠.٣٠ کرناٹک سنگیت
رادھا کرشنا : گائن

دہلی ب

صبح
٧.٠٢ سنگیت سوربھی
راجندر پرسنا : بانسری
٧.٥٠ سنگم : تامل گیت
٩.٠١ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر
٣.١٥ - ٤.٠٢

ضمیر احمد ، غزلیں
٣.٠٢ کرناٹک سنگیت
رادھا کرشنا ، گائن

شام
٦.٤٥ - ٨.٤٥
محمد حیات خاں و ساتھی ، قوالیاں
٩.٠٢ انگریزی پروگرام

ہفتہ ٢٤ جولائی

دہلی الف

صبح
٦.٠١ - ١٠.٢٥ ، ١١ ، رات ٩.٠٠
گوپال کرشنا ، وچتر وینا
١١.٠٢ ، شام ٥.٣٠
بے نظیر بیگم ، ٹھمری ، دادرا
١١.٠٢ پی ڈی سیت رشی ، وائلن

دوپہر
١٢.٠٢ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات
٨.٠٠ سوا ستھ رکشا
٨.١٥ آج کے اتتھی
٩.٠٢ نیشنل پروگرام ، موسیقی

دہلی ب

صبح
٧.٠٢ سنگیت سوربھی
ایم ۔ آر ۔ گوتم : گائن
٧.٥٠ سنگم
کنڑ گیت
٩.٠١ لوک مادھوری
گڑھوالی لوک گیت

دوپہر
٣.١٥ - ٤.٠٢
بی ۔ این رکانت گپتا : بھجن
٣.٠٢ پی ڈی سیت رشی : وائلن

شام
٦.٤٥ - ٨.٤٥
پرسار گیت

رات
٩.٠٢ اور گیت ٹو نائٹ

اتوار ٢٥ جولائی

دہلی الف

صبح
٦.١٠ کشوری امونکر : خیال اہیر بھیرو

۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ اوما شنکر مشرا، ستار
۱۱-۰۲ یوواوانی سے
۱۱-۳۰، سے بجے ۵-۳۵
اینسو شنکر شاستری ؛ وینا

دوپہر
۱۲-۱۵ 'سنترے کا جوس' جھلکی
تحریر ؛ دلیپ سنگھ
۲-۳۰ 'بچھو، مولرے کے ناٹک کا ہندی عکس
ار وصی خاں
پیشکردہ ؛ رنجیت کپور
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۰۰ سبدھ سنگیت
۹-۲۰ محمود مرزا ؛ ستار وادن

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
ڈی آر پاروتیکر ؛ سورمنڈل
۷-۵۰ سنگم ؛ اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
بھائی اوتار سنگھ، گورچرن سنگھ اور ساتھی ؛ شبد
۳-۳۰ کشوری امونکر ؛ ٹھمری، بھجن

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
وندنا واجلیکر ؛ غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیرز

پیر ۲۶ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، شام ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
ایرن رائے چودھری ؛ گائن
۱۰-۳۵ جیا بسواس ؛ ستار پر
راگ یمنی بلاول
۱۱-۰۲ کرشن راؤ شنکر پنڈت ؛ خیال رام کلی
۱۱-۳۰ اوم پرکاش چانسنہ ، ستار

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت .

۱۲-۳۰ 'غیرت' ، ناٹک
تحریر ؛ ہری بھٹ

رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ کرشن راؤ شنکر پنڈت ، گائن
۹-۳۰ اپنی دھرتی اپنا دیش
سنگم ، فیچر
۱۰-۰۰ ظہور احمد ؛ وائلن

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
کرشن راؤ شنکر پنڈت . گائن
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
ستیہ برت سرکار : رابندر سنگیت
۳-۳۰ ٹھمری، دادرا

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
نریندر کور ؛ پنجابی گیت
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۲۷ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، شام ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
شرافت حسین خاں ؛ گائن
۱۰-۳۵ جیوتن بھٹا چاریہ ، سرود
۱۱-۰۲ ٹھمری ، دادرا
۱۱-۳۰ آر۔ پی۔ شاستری ؛ وائلن پر
راگ اہیر بھیرو ، بھیروی
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان

رات
۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۹-۳۰ 'عالیجاہ کی واپسی' ناٹک
تحریر ؛ کے ایل دوا
ہدایت ؛ ایس ایس ایس ٹھاکر
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی گائن
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
بی کے رام پربھا ؛ کنڑ گیت
۳-۳۰ جیوتن بھٹا چاریہ ؛ سرود

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
منموہن پہاڑی ؛ پنجابی گیت
اور بھجن

بدھ ۲۸ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، ۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰
یعقوب علی خاں ؛ سرود
۱۰-۳۵ لکشمی شنکر . خیال للت
۱۱-۳۰ لکشمن پرشاد جے پور والے
خیال کومل رشب اساوری

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۴۰ سبدھ سنگیت

رات
۸-۰۰ 'سنترے کا جوس' جھلکی
تحریر ؛ دلیپ سنگھ
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
سندیا لکمار بوس ؛ ٹھمری ، دادرا

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
لکشمی شنکر ؛ گائن
۷-۵۰ سنگم ؛ گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
ایس ایس چترویدی
اودھی لوک گیت
۳-۳۰ پریمار گمو چاری ؛ گائن

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
راجدھانی کورل گروپ
۹-۳۰ دیگر اسٹیشنوں سے انتخاب

جمعرات ۲۹ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، ۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰
سویتا دیوی ، گائن
۱۰-۳۵ مالویکا کانن ، خیال جونپوری
۱۱-۰۲ وی جی جوگ ، وائلن پر
راگ یمنی بلاول

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی

رات
۸-۱۵ 'شوق انکا پریشانی اپنی اکتایا اپنا'
ہندی تقریر
۹-۳۰ بھیم سین جوشی ، گائن
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
وجے لکشمی مرلی دھر ، گائن

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
آسکرن شرما ؛ گائن
۷-۵۰ سنگم ؛ مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
ودیا بھٹا چاریہ ؛ گیت بھجن
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
وجے لکشمی مرلی دھر ؛ گائن

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
کاجل بنرجی ؛ گیت بھجن ، غزلیں

جمعہ ۳۰ جولائی

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، ۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰
ایل کے پنڈت ، گائن
۱۰-۳۵ وجے کمار اگروال ، ستار
۱۱-۳۰ سیتا رام ؛ سارنگی

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک مادھوری
مراٹھی لوک گیت

۵-۳۰ سبدھ سنگیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
'گاندھی جی اور مالوودہار'
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ 'غبن' منشی پریم چند کے ناول کا

ریڈیو عکس
پیشکردہ : بی ایس بھٹناگر
۱۰-۳۰ رادھا وینکٹا چلم ، گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
للتا اوبھے کر

۷-۵۰ سنگم ، تیلگو گیت
۹-۱۰ لوک ماڑھوری
راجستھانی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
سرِونند ٹھاکر و ساتھی
بھوجپوری لوک گیت

۳-۳۰ رادھا وینکٹا چلم ، گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
ارملا ناگر : گیت ، بھجن
۹-۳۰ انگریزی پروگرام

(آگے ص ۳۹ پر)

لکھنؤ

[illegible]

خبریں

[illegible]

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

لکھنؤ الف

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم منگل دھون
۶-۰۵ کرشی جگت اور موسم کا حال
۶-۲۰ [illegible]
۶-۳۵ گاندھی جی چرچا (جمعہ)
۶-۵۰ [illegible] (جمعہ کے علاوہ)
۶-۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
۷-۰۵ ماسٹر گان
۷-۱۵ آپ کے آس پاس
تبصرہ (اتوار)
۷-۳۰ سنسکرت شکشا [illegible] تلگو شکشا [illegible]
۸-۲۰ لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱ اس ماس کے گیت (اتوار)
۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد (اتوار)
۹-۳۰ [illegible] شاستریہ سنگیت
پرسی پروگرام (صرف اتوار)
۹-۴۵ بال سنگھ (اتوار)
۱۰-۳۰ [illegible] سنگیت سبھا (اتوار)
۱۱-۳ اختتام

دوپہر

۱۲-۰۰ [illegible] (اتوار)
۱۲-۱۰ [illegible] کے لیے (اتوار کے علاوہ)
۱۲-۳۰ کاریہ [illegible] کے لیے (اتوار)

[illegible]

[illegible]
جنتر [illegible] (جمعرات [illegible])
۱-۱۰ آج اتوار ہے (اتوار)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
۱-۲۵ لوک گیت (اتوار)
۱-۴۰ [illegible]
۲-۰۰ [illegible] اور کسان
۲-۲۵ موسم کا حال اور اختتام

شام

۴-۳۰ [illegible] روزانہ
۴-۳۵ لوک گیت [illegible]
۴-۴۵ مقامی اطلاعات اور موسم کا حال [illegible]
۴-۵۰ [illegible] (صرف اتوار)
۵-۰ [illegible]
۵-۲۵ [illegible] (اتوار کے علاوہ روزانہ)
[illegible]
۶-۱۵ [illegible] ریڈیو [illegible] (اتوار)
۶-۴۵ [illegible] (اتوار کے علاوہ)
کل کے کاریہ کرم
۶-۵۰ کسانوں کے لیے [illegible]
دیہاتی ریڈیو گوشٹی [illegible]

۳-۰ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

شب

۶-۰ [illegible]
۹-۳۰ [illegible]
۹-۳۵ [illegible]
[illegible]
۱۰-۰۰ [illegible]
[illegible]
[illegible]
۱۰-۱۰ موسم کا حال اور اختتام

لکھنؤ ب

صبح

۵-۵۵ لکھنؤ الف کے مطابق
۷-۴۵ اختتام
۸-۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۹-۰ اختتام
۱۱-۳۰ لکھنؤ الف کے مطابق (اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۲-۳۵ اختتام

شام

۵-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۵-۴۵ آتراتی پروگرام (لکھنؤ اور نجیب آباد)
۶-۳۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۱۱-۱۰ اختتام

جمعہ ۱۶ جولائی

صبح
۷-۴۵ رام شنکر دویدی، گیت، بھجن
۸-۲۰ اردو پروگرام (روزانہ)
۹-۱۰، رات ۸-۳۰
آرپی سکینہ، کلارنٹ

دوپہر
۱۲-۰۰، سہ پہر ۴-۵۰
پدما لاہڑی، گیت، بھجن

رات
۸-۱۵ تارا جوشی، گیت، بھجن
۹-۳۰ 'چھٹیاں'، ناٹک

تحریر : اوشا چودھری

ہفتہ ۱۷ جولائی

صبح
۷-۴۵ کلا کیلر چودھری، گیت، بھجن
۹-۱۰ اکبر حسین خاں، طبلہ

دوپہر
۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰
کفیل خاں، غزلیں

دوپہر
۱-۱۰ راگ رنگ
استاد عبدالوحید خاں : گائن

رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، کلاسیکی موسیقی

اتوار ۱۸ جولائی

صبح
۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد
۹-۳۰ بسم اللہ خاں و ساتھی، شہنائی

دوپہر
۱-۱۰ آج اتوار ہے : جھلکی
۴-۵۰ رویندر سنگیت

رات
۱۰-۰۰ رتناکر، موسیقی کا تنقیدی جائزہ

پیر ۱۹ جولائی

صبح
۷-۴۵ شمبھو ناتھ ورما، گیت، بھجن
۹-۱۰ الیاس خاں، ستار

دوپہر
۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰
سوالی بنرجی، گیت، بھجن

رات
۱۰-۰۰ چرچا پر چرچا

منگل ۲۰ جولائی

صبح
۷-۴۵ نیتا بوس، گیت، بھجن

شام
۴-۵۰ نوشے علی وارثی، نعت، غزل
۸-۰۰ سنسکرت پروگرام

بدھ ۲۱ جولائی

صبح
۷-۴۰ ساز غزل، انیتا تلوار
۹-۱۰ پریم سنگھ کنوت، گائن

دوپہر
۱-۱۰ سکندر حسین و ساتھی، شہنائی

رات
۸-۱۵ انیتا تلوار، گیت اور بھجن
۱۰-۰۰ 'ایک اور گندھ'، ناٹک
تحریر : پریم سروپ سپرلواستو

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح
۷-۴۵، رات ۸-۱۵
دلو چیٹرجی، غزلیں

۹-۱۰، رات ۱۰-۳۰
شاہد خاں، سرود

شام
۴-۵۰ سگم سنگیت

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح
۷-۴۵ نرملا کماری، غزل
۹-۱۰، دوپہر ۱۲-۳۰
وملا کول، خیال

رات
۸-۰۰ 'مینتھلی شرن گپت جینتی'
خصوصی پروگرام
۹-۳۰ 'صرف تمہارے لیئے'، ناٹک
تحریر : گوپال اپادھیائے

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح
۷-۴۵، دوپہر ۱۲-۰۰
افضل حسین خاں نظامی، بھجن
۹-۱۰ پنا لال چورسیہ، طبلہ

دوپہر
۱-۱۰ اللہ رکھا، طبلہ

رات
۸-۰۰ وکاس یاترا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۲۵ جولائی

صبح
۷-۴۵ رینو سنہا، گیت، بھجن
۹-۳۰ گرجا دیوی، ٹھمری

دوپہر
۱-۱۰ آج اتوار ہے
'پروش کا چکر'، جھلکی
تحریر : ونود رستوگی

شام
۴-۵۰ رویندر سنگیت
۹-۳۰ تلسی جینتی

پیر ۲۶ جولائی

صبح
۷-۴۵، دوپہر ۱۲-۰۰، شام ۴-۵۰
سجاتا چکرورتی، غزلیں
۹-۱۰، رات ۸-۴۵
سدھ ناتھ مصر، سنطور

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، [illegible]

اتوار ۱۸ جولائی

صبح

۷-۴۰ اُس ماسٹر کا گیت
۹-۲۰ ماس گان
۹-۳۰ بھجن
۹-۴۵ گیان نیون
۱۰-۰۰ یووانی
۱۱-۰۰ ناٹک
۱۲-۰۰ ششیا سنسار
۱۲-۳۰ بال گوپال
۲-۰۰ ونیتا منڈل

شام

۶-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ قانون اور دھنیاتی
۹-۳۰ گیت پہاڑاں رے

پیر ۱۹ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا ، ادبی پروگرام

شام

۶-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر

منگل ۲۰ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ ، رات ۸-۱۵
سگم سنگیت
۸-۳۱ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چٹکیا

شام

۶-۳۰ یووانی
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۰ گرامین یوواؤں کیلئے
۰-۲۵ پنڈت کا بیان
۸-۰۰ سماچار
۹-۱۶ پردیش میں سبزیوں کی پیداوار
۱۰-۰۰ منگل شام کی محفل موسیقی

بدھ ۲۱ جولائی

صبح

۰-۰۰ کرناٹک سنگیت
۰-۴۰ جیون جیوتی
۸-۳۰ کھیتی اور باڑی
۸-۳۵ ام بھارتی
۰-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۰-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ وِرند
۹-۱۶ گھر آنگن
۹-۳۰ ہریانا بنیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے الور ویہ پر

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ دیش گان
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر ، بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۵ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے
۷-۴۰ ترنگ ، کلام شاعر

۸-۲۱ ، رات ۸-۲۵
سگم سنگیت
۰-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ ریتا ہماچل اتہاس کی
۹-۳۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون ، پرانے فلمی گیت

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۲۵ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دلوں ، انٹرویو پر مبنی
۹-۳۰ مانس گان
۹-۳۵ بھجن
۹-۳۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۱-۳۰ گلشن گلشن ، غزلوں کا خصوصی پروگرام

دوپہر

۱۲-۰۰ کھیت وارتا
۱۲-۳۰ بال گوپال
۲-۰۰ ونیتا منڈل

شام

۴-۳۰ یووانی

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ شرم سنسار
۹-۳۰ گیت پہاڑاں رے

پیر ۲۶ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا ، ادبی پروگرام
۹-۰۰ بھولے بسرے گیت

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۲۵ دیش گان
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ انگریزی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۲۷ جولائی

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت گیت
۷-۵۵ رام کمار
۸-۱۱ سگم سنگیت
۸-۲۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چٹکیا

شام

۴-۳۰ یووانی
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یوواؤں کیلئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۲۸ جولائی

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی

دوپہر

۱-۳۰ سہیلیاں سہیلیاں کی باتیں
دیہی خواتین کیلئے

رات

۸-۰۰ راجستھانی میں تقریر
۹-۰۰ سندھی حسرالیتی گیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
ضمیر احمد ، گائن
بتو خاں وارثی ، طبلہ

بدھ ۲۱ جولائی

صبح

۷-۳۰ مدھوسودن بھاوے ، گائن
۸-۲۱ راجستھانی پروگرام

شام

۵-۰۵ 'مارک پدارتھوں سے ہونیوالی ہانیاں'
انٹرویو
۶-۳۰ یوواؤں کیلئے سندھی پروگرام
'مہان سنت کوی تلسی داس'
۸-۰۰ سواستھ چرچا
'پیلیا - کارن اور اپچار' بات چیت

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح

۷-۲۰ مانس گان
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۷-۵۰ سنسکرت کے پرسدھ آلوچک وشوناتھ
تقریر از ڈاکٹر ارملا دیوی
۸-۲۱ ہندی میں تقریر

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت

شام

۶-۲۵ لوک دھارا
۶-۳۵ نرمان کے سور
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح

۷-۲۰ مانس گان
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
گوپال کرشن ، وچتر وینا
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا

دوپہر

۱-۳۰ نشا بھٹ ، گائن

رات

۸-۰۰ کہانی
۹-۳۰ راجستھانی کویتا پاٹھ

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح

۷-۱۰ کسانوں کے لیے سماچار
۷-۲۰ مانک بائی ، خیال
۸-۲۱ ہندی میں تقریر

شام

۵-۰۵ یوواؤں کے لیئے
۶-۳۰ گرامین بچوں کیلئے
۸-۰۰ کہکشاں ، اردو پروگرام

اتوار ۲۵ جولائی

صبح

۷-۳۰ تا ۱۰-۳۰
میرا کھیرواڑکر ، گائن
۸-۲۱ سورگنگا
۹-۱۵ 'منگل' بچوں کیلئے
۱۰-۰۰ سندھی پروگرام
میوزیکل فیچر از گوردھن بھارتی
پیشکش ، موہن مہرچندانی

دوپہر

۲-۲۰ مکان کا مسئلہ ، انگریزی میں گفتگو

رات

۹-۱۵ 'ان سے بھی ملیئے' انٹرویو

پیر ۲۶ جولائی

صبح

۷-۳۰ جوتسنا چھول کرنی کر ، گائن
۸-۲۱ لوک گیت
۹-۲۰ سگم سنگیت

شام

۶-۳۰ ادیوگ جگت
۸-۰۰ ہندی میں تقریر
۱۰-۰۰ ہیرا دیوی مشرا ، گائن
پرکاش وڈھیرا ، بانسری

منگل ۲۷ جولائی

صبح

۷-۳۰ رمیش ٹکے ، وائلن
۸-۲۱ سگم سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ گرامین مہیلاؤں کیلئے

جودھپور

جودھپور ۵۶۴.۹ میٹر ۵۳۱ کلوہرٹز ۲۵.۲۶ میٹر ۱۱۹۰۰ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۹-۱۰ راجستھانی بھگتی گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل ، جمعرات)
اتوار کو فلمی گیت
۱-۵ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۵-۰۵ یووا وانی
یووا ترنگ اور ورائٹی پروگرام
(منگل اور جمعہ)
۵-۳۰ نو ترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)
۶-۲۵ آس پاس (اتوار)
نیوجنی سوچنائیں (پیر و جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
شاردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)
سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۶-۳۰ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے ملا جلا پروگرام
۸-۲۵ ایک کلاکار
۹-۱۵ تقریر (ہندی / انگریزی)
(منگل ، جمعرات)
ملے جلے گانے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۱۰-۰۰ بہار گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

۹-۱۶ کھلا آکاش
۹-۳۰ سندھی پروگرام
خطوں کے جواب - سنگیت
۱۰-۰۰ سنیل مکرجی ، ستار

بدھ ۲۸ جولائی

صبح

۷-۳۰ شکور خاں ، خیال
۸-۲۱ راجستھانی تقریر

شام

۵-۰۵ 'جن سکھیا شکشا کی انیوارتا'
مباحثہ
۶-۳۰ سندھی فلمی سنگیت
۸-۰۰ ساکیت ، انٹرویو پر مبنی

جمعرات ۲۹ جولائی

صبح

۷-۳۰ رمیش ناڈکرنی ، گائن
۷-۵۰ 'مہابھارت کا ساماجک پکش' تقریر
۸-۲۱ 'جن سکھیا اور وکاس' تقریر
۱-۱۰ مہیلا جگت

شام

۶-۲۵ راجستھانی کویتا پاٹھ
۶-۳۵ فیچر
۹-۳۰ کویتا پاٹھ
۱۰-۳۰ این - راجن ، وائلن

جمعہ ۳۰ جولائی

صبح

۷-۳۰ شوبھا گورتو ، گائن
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا
۱-۳۰ نیاز احمد خاں

شام

۵-۰۵ یوواؤں کیلئے
۹-۳۰ ناٹک

ہفتہ ۳۱ جولائی

صبح

۷-۳۰ سلطان خاں ، سارنگی
۸-۲۱ جن سکھیا اور وکاس -
'کرشی اتپادن' تقریر

شام

۶-۳۰ گرامین بچوں کیلئے
۸-۰۰ 'کہکشاں' اردو پروگرام
۹-۳۰ بڑے غلام علی خاں : گائن

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

خبریں

اردو پروگرام روزانہ صبح ۸-۳۰ سے ۹-۴۵ تک

جمعہ ۱۶ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ محمود مرزا، ستار

۸-۲۱ بھوپیندر، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ رنجن کمار چکرورتی، گٹار

۱-۳۰ ہنس کمار تیواری، لوک گیت

رات

۹-۲۰ 'کچی سڑک' ڈرامہ
(امرتا پریتم کے ناول پر مبنی)

ہفتہ ۱۷ جولائی

صبح

۷-۰۵ اوما ڈے، ٹھمری

۸-۲۱ رس رنگ، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ منجو لیکا مکرجی، ہلکی موسیقی

۱-۳۰ محمد صدیق اور ساتھی، لوک گیت

اتوار ۱۸ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ غلام مصطفےٰ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ کلیانی رائے، ہلکی موسیقی

شام

۵-۲۰ گنیش جھا، لوک گیت

پیر ۱۹ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ مینا کشی داس، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ پشپا رانی چودھری، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ رگھو دیو پرساد، لوک گیت

رات

۸-۳۰ کرانتی جی تیاگی، لوک گیت

منگل ۲۰ جولائی

صبح

۷-۰۵ رام داس مشر، خیال للت

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ مہندر سنگھ پربھاکر، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ لیلا سنہا، لوک گیت

بدھ ۲۱ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ ایس پی جیسوال، وائلن
بجے نرائن سنگھ، طبلہ

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ جے شری گپتا، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ پرومیلا ورما، لوک گیت

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۵ راگنی چٹرجی، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ مادھوری بھٹاچاریہ، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ شمبھو پرساد سہا و ساتھی
لوک گیت

رات

۸-۳۰ وندھیا واسنی دیوی، لوک گیت

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ سیارام تیواری، دھرپد دھمار
پنالال اپادھیائے، پکھاوج

۸-۲۱ بیگم اختر، نعت، غزلیں

دوپہر

۱-۳۰ جگدیش پرساد ساتھی، لوک گیت

رات

۹-۳۰ 'ترشنا' ناٹک
تحریر: رادھا کرشن پرساد

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح

۷-۰۵ ذاکر حسین، خیال اور ٹھمری

۸-۲۱ رس رنگ، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ کوکیلا سہائے، ہلکی موسیقی

۱-۳۰ شیام نندن پرساد شری واستو
لوک گیت

اتوار ۲۵ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ پروین سلطانہ اور امیر خاں
کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ ایکا جھا، ہلکی موسیقی

شام

۵-۳۰ کملا دیوی و سکھیاں، لوک گیت

پیر ۲۶ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ بدھ دتیہ مکرجی، ستار

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ ہما شنکر کالے، ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ پارس ناتھ سور، لوک گیت

رات

۸-۳۰ برج نندن پرساد، لوک گیت

منگل ۲۷ جولائی

صبح

۷-۰۵ وجن خاں، خیال دیسی

۸-۲۱ بمنا رائے، ہلکی موسیقی

۱-۳۰ کلیش او جھا کمل، لوک گیت

شام

۶-۱۵ مبارک بیگم، کلاسیکی موسیقی

بدھ ۲۸ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ پربھا اترے اور پنڈت جسراج
کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، شام ۶-۱۵ کنک مکھرجی، ہلکی موسیقی

۱-۳۰ کسم دیوی، لوک گیت

جمعرات ۲۹ جولائی

صبح

۷-۰۵ علی اکبر خاں، سرود وادن

۸-۲۱، شام ۶-۱۵ انجن چٹرجی، ہلکی موسیقی

۱-۱۰ رویندر کمار ورما روی، لوک گیت

رات

۸-۳۰ کمل اکھوری، لوک گیت

۹-۳۰ 'سرشٹی کا آخری آدمی' ناٹک
تحریر: دھرم ویر بھارتی

جمعہ ۳۰ جولائی

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ شری کانت باکرے، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ رونا لیلیٰ، ہلکی موسیقی

۱-۱۰ منوج گوبا، گٹار

۱-۳۰ موہنی دیوی، لوک گیت

ہفتہ ۳۱ جولائی

صبح

۷-۰۵ گرجا دیوی اور جگدیش پرساد
کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ رس رنگ، ہلکی موسیقی

۱-۱۰ منجو چکرورتی، ہلکی موسیقی

۱-۳۰ آمود کرمکتا و ساتھی
لوک گیت

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۵۰۶.۶ میٹر ۵۹۲ کلوہرٹز، حیدرآباد ب ۲۱.۰۸ میٹر (۱۴۳۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۱۲۵۰ کلوہرٹز

جمعہ ۱۶ جولائی

صبح
۶-۴۰ ایشور اللہ
قرات کلام پاک، نعت شریف
۸-۴ یوواوانی
میرا پسندیدہ ادیب "احمد ندیم قاسمی"
تقریر از محمد عثمان عسکری

شام
۵-۳۰ ترنگ "سائنس میگزین"
پیشکردہ: طلبا عثمانیہ میڈیکل کالج
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اس ہفتے کی ڈائری از محمد افضل خان
(۲) ڈاکٹر سے ملاقات
(۳) "وقت کی پکار، خاندانی بھلائی"
تقریر از مسعود مرزا
(۴) قوالیاں

ہفتہ ۱۷ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
فلمی قوالیاں

شام
۵-۳۰ ترنگ "ڈرامہ"
پیشکردہ: نیو ڈرامیٹک گروپ
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) افکار عالیہ "سعدی"
(۲) لطیفے ہی لطیفے
(۳) گیت اور غزلیں

اتوار ۱۸ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی "گلدستہ"

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے
(۱) "سہاگ کی چوڑیاں" افسانہ از خورشید انور
(۲) کلام شاعر: پروین شاکر
(۳) ڈھولک کے گیت
(۴) خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ
ننھے منے: جسن فرحت سے انٹرویو
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) ڈرامہ
(۲) غزلیں
(۳) شب قدر کا خصوصی پروگرام
قرات کلام پاک۔ نعت شریف
تقریر۔ قصیدہ بردہ شریف
اور قوالیاں

پیر ۱۹ جولائی

صبح
۸-۴۰ یوواوانی: نغموں کی دنیا
پیشکش: شاہینہ ولی

شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ: فاضل حسین پرویز
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) ہم آپ اور وہ
(۲) کلام شاعر بزبان شاعر
ڈاکٹر راہی اور ناصر کرنولی
(۳) غزلیں

منگل ۲۰ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
"میرے تجربات بحیثیت ملاح"
مرزا اعظم بیگ سے انٹرویو

شام
۵-۳۰ ترنگ "ادبی میگزین"
(۱) کلام شاعر: محمد علی خان ولی
(۲) افسانہ: محمد علی اکبر
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) صنعتی مزدوروں کیلئے
صنعتی تنازعے: انٹرویو از نیازی
(۲) مزاحیہ کلام
(۳) ڈھولک کے گیت

بدھ ۲۱ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی: فن اور شخصیت

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ: ورائٹی پروگرام
پیشکردہ: انڈین کلچرل سوسائٹی
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) خطوں کے جواب
(۲) آؤ مل کے ہنسیں
(۳) "بے چہرہ" کہانی از نسیم زبیری
(۴) غزلیں

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی: یونیورسٹی طلبا کیلئے
"جدید انگریزی شاعر" تقریر از نعیم الدین صدیقی
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند: فلمی نغمے
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اپنی نگری اپنے لوگ
(۲) غزلیں
(۳) سائنس کی دنیا

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح
۶-۴۰ ایشور اللہ
قرات کلام پاک اور نعت شریف
۸-۴۰ یوواوانی:
میرا پسندیدہ ادیب "ن۔م۔ راشد"
تقریر از نصرت مہدی

شام
۵-۳۰ ترنگ: سائنس میگزین
پیشکردہ: انوار العلوم کالج کے طلبا
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) اس ہفتے کی ڈائری: ملک محمد علی خاں
(۲) قوالیاں
(۳) عید الفطر پر خصوصی فیچر
قرات کلام پاک۔ نعت شریف
تقریر اور قصیدہ بردہ شریف

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
فلمی قوالیاں

شام
۵-۳۰ ترنگ: ڈرامہ
پیشکردہ: اسٹار آرٹس اکیڈیمی
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) افکار عالیہ
(۲) لطیفے ہی لطیفے
(۳) "چھوٹا کنبہ اچھا کنبہ"
تقریر از محمود شکیل

اتوار ۲۵ جولائی

صبح
۸-۲۵ یوواوانی "گلدستہ"
۹-۳۰ بچوں کیلئے

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے
(۱) "بچوں کی ذہنی تربیت" تقریر از اقبال سلطانہ
(۲) ڈھولک کے نئے گیت: رفعیہ فاطمہ
(۳) خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ
"ننھے منے" رؤف خیر سے انٹرویو
۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ۔ غزلیں

پیر ۲۶ جولائی

صبح
۸-۴۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا: اے اے جعفر

شام
۵-۳۰ ترنگ

دو جہاں ہندی کا ادبی پروگرام (I منگل)
سنگم
کشمیری [illegible] پروگرام (II و IV منگل)
ہم قلم: اردو کا ادبی پروگرام (III منگل)
پنچھیا کوی گوشٹی (ہندی) (V منگل)
کھیلوں کا میگزین ([illegible] بدھ)
سائنس میگزین (اردو) (I بدھ)
بزم شعر کشمیری میں محفل مشاعرہ (III بدھ)
سائنس میگزین (کشمیری) (IV بدھ)
تصویر (ترقیاتی پروگراموں پر مبنی پروگرام) (V بدھ)
علاقائی [illegible] پروگرام (I جمعرات)

(I و III جمعہ)
نغمہ (اردو) (II جمعہ)
'اپنی دھرتی اپنا گیت' فیچر (IV جمعہ)
مشاعرہ (اردو) (V جمعہ)
'یادیں' [illegible] گفتگو (I ہفتہ)
بزم سامعین، کشمیری زبان میں سامعین کے سوالوں کے جواب
محفل موسیقی (II ہفتہ)
بچوں کا خصوصی پروگرام (I جمعرات)
[illegible] پروگرام (III جمعرات)
کھیلوں کا خصوصی پروگرام (IV جمعرات)
مشہور شخصیتوں سے گفتگو (V جمعرات)
[illegible] کشمیری میں مباحثہ

بزم سامعین (اردو میں سامعین کے سوالوں کے جواب) (III ہفتہ)
۹-۳۰ [illegible] پروگرام (I بدھ)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش [illegible]
مشہور شاعروں [illegible]
۳-۱۰ [illegible]
پھر سنیے
منتخب پروگرام [illegible]
[illegible] پروگرام
داستان (جمعہ)
[illegible]

جمعہ ۱۶ جولائی

صبح
۷-۰۵ آرتی ٹکو: غزلیں
۷-۳۵ گاندھی کتھا
تحریر: موہن نرش
۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ 'گیسٹ اِن دی سیٹی ویلی' ایک سیاح سے ملاقات

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ آٹھویں جماعت کیلئے
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۴-۰۰ عبدالخالق اور ساتھی صوفیانہ موسیقی
۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ نئے ترانے
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۱۷ جولائی

صبح
۷-۰۵ ظہور احمد شاہ: غزلیں
۷-۲۰ صوفی شعراء کا کلام
۸-۲۰ نوئی تخلیق
۸-۳۵ 'پراگ' تقریر از موہن نراش
۹-۰۵ خوشحال گھر
۱۱-۳۰، سہ پہر ۴-۳۰ کمال بٹ اور ساتھی: صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ ٹیچرز فورم
۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

رات
۸-۴۵ انگریزی تقریر: سجاتا مرزا
۹-۳۰ محفل موسیقی
۱۰-۰۰ [illegible]

اتوار ۱۸ جولائی

صبح
۷-۰۵، شام ۶-۱۰
وجے کمار ملا: غزلیں
۷-۳۰ زُون ڈب
۸-۲۰ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۱۵ 'ہونہار' بچوں کیلئے اردو پروگرام
۱۱-۰۰ سنگیت میگزین
۱۱-۳۰ 'بت راز ہنز کوری' کشمیری کھیل
تحریر: ابدال مہجور

دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گانے
۲-۳۰ نو بہ نو
۴-۰۰ پنجابی پروگرام: تہاڈی پسند
۴-۳۰ ہی مال

رات
۸-۴۵ تو ہنز چھٹی واتر
۹-۳۰ 'لالہ جوا ہندستر' کشمیری کھیل
تحریر: اے-ایم-لون
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۱۹ جولائی

صبح
۷-۰۵، سہ پہر ۴-۳۰
نسیم اختر: غزلیں
۸-۲۰ ثقافت، کشمیری ادبی پروگرام

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

شام
۷-۱۰ صلح نامہ
۸-۳۰ کھیلان ہند دنیاہ
۸-۴۵ بات چیت (اردو)
تحریر: ڈاکٹر محمد زماں آزردہ
۹-۳۰ 'پھول آنگن کے' اردو کھیل
تحریر: ڈاکٹر شکیل الرحمٰن
۱۰-۳۰ پھر سنیے

منگل ۲۰ جولائی

صبح
۷-۰۵، شام ۶-۱۰
غلام نبی شیخ: غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری سنگیت
۱۱-۳۰، سہ پہر ۴-۰۰
غلام محمد قالین باف اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
چوتھی و پانچویں جماعت کیلئے
۱۲-۴۰ بھجن

رات
۸-۴۵ 'سائنٹیفک دنیا'
تقریر: ڈاکٹر بی-ایل کول
۹-۳۰ 'ہم کلام' اردو پروگرام
۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

بدھ ۲۱ جولائی

صبح
۷-۰۵، شام ۶-۱۰
راج بیگم: غزلیں
۸-۲۰ شش رنگ (کشمیری)
۹-۰۵ کاشُری ناول (کشمیری)

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۳-۰۰ راج بیگم اور شانتی کول
کشمیری غزلیں

رات
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ 'بزم شعر' کشمیری میں مشاعرہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۲ جولائی

صبح
۷-۰۵، شام ۶-۱۰
رحمت اللہ خاں: غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۱۰ پوسٹ کارڈ شوریز
۱۱-۳۰ غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۳-۰۰ فوجی بھائیوں کیلئے: فلمی گانے
۴-۰۰ 'کیاری'
جموں و کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام
۵-۳۵ گوجری پروگرام

رات
۸-۰۰ سائنس فورم
تقریر از: ڈاکٹر ایس ایس دھر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ڈرامہ

جمعہ ۲۳ جولائی

صبح
۷-۰۵ عبدالغنی و ساتھی: عید روف
۷-۱۵ گاندھی کتھا
۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ غزلیں
۱۱-۳۰ عبدالرحیم بٹ اور ساتھی
عید روف اور چھکری
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ آشِ پتہ گاش
۴-۳۰ علی محمد شیخ اور ساتھی: عید چھکری

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ عیدالفطر کے سلسلے میں غنائیہ

ہفتہ ۲۴ جولائی

صبح
۷-۰۵، شام ۶-۱۰

نسیم اختر ، غزلیں
۷-۳۰ صوفی شعرا کا کلام
۸-۲۰ نولیکھن (ہندی)
۸-۳۵ مولل شعار (کشمیری)
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
۱۱-۳۰ سہ پہر ۳۰-۴
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
چکری اور روف ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ ٹیچرز فورم

رات
۸-۴۵ انگریزی تفسیر بی ایل کاک
۹-۰۰ بزم سامعین (اردو)
۱۰-۰۰ گاشت تارکھ
۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۲۵ جولائی

۷-۰۵ فقیر احمد راہ کا کلام ، راج بیگم
۸-۲۰ گھروالوں کیلئے
۹-۰۰ اسے ہفتے
۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۰۰ نونہال ، اردو میں بچوں کیلئے پروگرام
۱۱-۰۰ محفل موسیقی سے اقتباسات

دوپہر
۱۲-۰۲ فلمی گانے
۲-۳۰ سوہ منزل
۳-۰۰ پہاڑی پسند
۴-۳۰ تی مال

شام
۶-۰۱ فقیر احمد راہ کا کلام
۶-۱۰ توہر زچیٹھی واڈ
۶-۲۰ لال جوابیٹ ڈسنز ، کشمیری کھیل
تحریر ، اے ۔ ایم ۔ ان
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۶ جولائی

صبح
۷-۰۵ کنورکشور جالا ، غزلیں
۸-۰۰ ہندی گفتگو
۹-۰۰ سنطور ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۴-۳۰ کنورکشور جالا اور نرملا دیوی

غزلیں

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلوں کی دنیا (اردو)
۸-۴۵ اردو میں گفتگو
۹-۳۰ 'پارہ ماچہ شہران' کشمیری کھیل
تحریر ، ایپ کے بھان
۱۰-۳۰ بیس نکاتی پروگرام پر عملدرآمد

منگل ۲۷ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۱۰-۶
اوسکار ناتھ کول ، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری سنگیت
۱۱-۳۰ دوپہر ۳۰-۰۰-۴
محمد عبداللہ تاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)

رات
۹-۳۰ 'نوٹی افسانہ'
تحریر ، بھوشن لال بھوشن
۱۰-۰۰ تو بسز فرمائش

بدھ ۲۸ جولائی

۷-۰۵ ، شام ۱۰-۶
آشا کول ، غزلیں
۸-۲۰ ششر رنگ (کشمیری)

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۴-۳۰ عبدالرحمن ریشی ، غزل

رات
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین (کشمیری)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۹ جولائی

صبح
۷-۰۵ مہاراج کرشن پنڈتا ، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۱۱-۳۰ محمد عبداللہ تبت بقال و ساتھی

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

لیہ

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۷-۱۰ بھگتی سنگیت
۷-۲۵ پروگراموں کا خلاصہ
دوپہر
۱-۱۰ اور رات ۱۰-۰
فوجی بھائیوں کیلئے
۱-۱۵ مذاقی موسیقی
شام
۶-۱۵ لاجلا پروگرام (لداخی میں)
۱۰-۰۰ وِوِدھ بھارتی پروگرام
(علاوہ ہفتہ)

رات
۸-۴۵ صحت کے متعلق سوالوں کے جواب
۹-۳۰ 'محفل'
برگزیدہ شخصیات کے ساتھ گفتگو
۱۰-۳۰ کشمیری موسیقی

جمعہ ۳۰ جولائی

صبح
۷-۰۵ نسیم اختر ، غزلیں
۷-۳۰ زونہ ڈب
۸-۲۰ گھربار ، ناظرہ
۹-۰۵ غزلیں

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (اردو)
۲-۳۰ آتش تہ گاش
۴-۳۰ شیخ عبدالعزیز و ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ مشاعرہ (اردو)

۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۳۱ جولائی

صبح
۷-۰۵ ، شام ۱۰-۶
ریتا کول ، غزلیں
۸-۱۰ نوی تخلیق (کشمیری)
۸-۳۵ مولل شعار (کشمیری)
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
۱۱-۳۰ جی ایم ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ ٹیچرز فورم (اردو)
۴-۳۰ غلام محمد بیگ اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات
۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۳۰ پتریکا ، ہندی میگزین
۱۰-۰۰ بزم قوالی
۱۰-۳۰ شہر صدا

Regd.No. D-(C) 39

AWAZ
16th. July 1982

Licenced(U-23) to post without prepayment at CPSO, New Delhi.

اندر سبھا کے زیر عنوان دوردرشن لکھنؤ سے ٹیلی کاسٹ غنائیہ کا ایک منظر۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی برسی کے موقع پر دوردرشن سری نگر سے ٹیلی کاسٹ ایک خصوصی پروگرام کے شرکاء
(دائیں سے) شری بی کے نہرو گورنر جموں و کشمیر
پروفیسر آل احمد سرور اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں

حوصلہ مند کوہ پیمائی ٹیم کے ارکان —
حوالدار میجر این ڈی شیرپا اور نائب صوبیدار این بی گرنگ اردو سروس کے آؤ بچو پروگرام میں بچوں کو اپنے تجربات سناتے ہوئے۔

Published by The Director General, All India Radio, At the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, II floor, PTI Building, Sansad Marg, New Delhi 110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

یکم سے ۱۵ر اگست ۱۹۸۲ء
۱۰ سے ۲۴ر شراون ۱۹۰۴ شاکا

آواز

اعت کا ۴۷واں سال
یمت 50 پیسے

آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن کے پروگرام ۔ معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے، غزلیں اور نظمیں

ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر ۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۵۴
بزنس ۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ LISTENER
چیف ایڈیٹر جے پی گویل
ایڈیٹر سراج احمد

نئی دھلی — یکم اگست ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۰ شراون ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ ، شمارہ ۱۵-۵

اس شمارے میں

محمد علی جوہر کی شاعری — فہمیدہ کبیر — ۳
[illegible] میں آدمی — خواجہ حسن ثانی نظامی — [illegible]
بچوں کی تعلیم و تربیت اور
اساتذہ کی ذمہ داریاں — اختر عالم — [illegible]
[illegible] کی حقیقت — یوسف خورشیدی — ۹
[illegible] — سیدہ جعفر — ۱۰
شمع فروزاں — ابوالکلام قاسمی — ۱۱
[illegible] ایک نظم — بشیر شاہ — ۱۲
[illegible] — ذکیہ مشہدی — ۱۳
[illegible] شیکسپیئر — شائستہ اختر — ۱۴
[illegible] کی کہانی — وید پرکاش گرگ — ۱۷
حفظان صحت کیلئے [illegible] طبی مشورے — حکیم اسرار الحق — ۱۹
[illegible] — سلام بن رزاق — ۲۰
بھاگتے قدموں کی چاپ — اختر واصف — ۲۲
جنگل کی رات — شفق — ۲۳
[illegible] — شمیم سیفی — ۲۴
[illegible] تصویر — م ق خان — ۲۶
غزلیات — نعیم پرواز — ۹
— ڈاکٹر ثاقب الور — ۸
— سبحان انجم — ۵
— زین العابدین عابد — ۱۵
— فاروق شفق — ۱۸
— مظفر ایرج — ۱۷
— صابر گورکھپوری — ۳۱

سرورق کا عمل بھنور سنگھ - دہلی

قیمت
فی کاپی — ۵۰ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۸ روپے
تین سال — ۲۵ روپے
(ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

محمد علی جوہر کی شاعری

فہمیدہ کبیر

محمد علی جوہر کو عام طور سے ایک مصلح قوم، ایک پرجوش مقرر، ایک رہبر ملت، اور ایک صحافی کی حیثیت سے پہچانا گیا ہے لیکن ایک شاعر کی حیثیت سے بھی ان کی اہمیت کچھ کم نہیں۔ اگرچہ ان کا مجموعۂ کلام مختصر ہے۔ اس کی وجہ نمایاں یہ تھی کہ سیاسی مصروفیات اور دوسرے قومی کاموں نے انھیں گیسوئے سخن کی تزئین و آرائش کا زیادہ موقع نہیں دیا۔ تاہم ان کا جسقدر کلام موجود ہے وہ اس امر کا شاہد ہے کہ جوہر ایک فطری شاعر تھے۔

۱۰ اگست ۱۹۱۶ء کو جب وہ چھندواڑہ میں نظر بند تھے، مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام ایک خط میں اپنی شاعری کے متعلق بڑے دلچسپ انداز میں اظہار خیال کیا ہے۔ کہتے ہیں

"آپ میری شاعری کو کیا پوچھتے ہیں۔ بچپن میں تو ایسے بہت سے سامان بہم ہو گئے تھے کہ میں آج زلف و ابرو کی تعریف میں خاصے شعر نکال لیا کرتا۔ رامپور میں اس زمانے میں پیدا ہوا تھا جب داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج دہلی اور لکھنؤ کے آسمان کے ٹوٹتے ہوئے ستارے سب رامپور کے آسماں سے نور افشانی کر رہے تھے خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا۔ تین چار عزیز استاد داغ کے شاگرد ہوتے۔ جن میں ایک میرے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خاں گوہر ...... شامل تھے ...... ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے، جو ہمارے مکان سے دور نہ تھا۔ مجھے بھی لے جاتے تھے۔ داغ نے پہلے دن پوچھا، کہو کچھ شعر بھی یاد ہیں، میری عمر بہت کم تھی مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کروا دیئے تھے جنھیں میں نہایت زور اور شان کے ساتھ کڑک کڑک کر پڑھا کرتا تھا۔ میں نے داغ ہی کے چند اشعار انھیں سنا دیئے، سن کر پھڑک گئے اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔ جناب والا! اس کے بعد اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ شعر و سخن کی گود میں پلا ہوں تو بیجا نہ ہوگا ...... میں نے دس برس ہی کی عمر میں بہت سے لغو و فضول شعر مگر بامعنی اور موزوں کہے تھے۔"

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری کا ملکہ جوہر میں فطری طور پر موجود تھا۔ اس میدان میں ان کی کاوش اکتسابی

نہیں تھی۔ ۱۸۹۶ء میں بغرضِ تعلیم علی گڑھ چلے گئے۔ دورانِ تعلیم دوسرے مشاغل کے ساتھ مشقِ سخن بھی جاری رہی لیکن اس دوران ان کی شاعری کا انداز زیادہ تر روایتی ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۷ء کی شاعری کا نمونہ جب وہ علی گڑھ میں زیرِ تعلیم تھے یہ ہے ؎

ارادہ تھا یہ نالوں کا ہلا دیں ربع مسکوں کو
مگر اے ہم نفس دل کی تسلی کچھ او کہتی ہے
یقین آنے کو تو آجائے ترے عہد و پیماں کا
تیری آنکھ اے بت وعدہ شکن کچھ او کہتی ہے

۱۸۹۸ء میں رامپور میں چند غزلیں کہیں جن میں رسمی انداز صاف جھلک رہا ہے۔

غیر کا خط ہے کہ دل ہے کسی دلداد کا
کچھ تو ہے تم نے جو مٹھی میں چھپا رکھا ہے

۱۸۹۸ء کے بعد آکسفورڈ کے قیام اور دوسرے حالات نے جوہر کو کچھ اس طرح الجھائے رکھا کہ وہ شاعری کی طرف پوری توجہ نہ دے سکے۔ ۱۹۱۴ء سے ان کے نظربندی کے آغاز کے ساتھ ہی ساتھ ان کی شاعری کے دوسرے دور کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں جنگ آزادی کی تحریک پورے طور پر صورت پذیر ہو چکی تھی۔ ہندوستانیوں کے دل غلامی کے احساس سے مجروح تھے۔ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۴ء تک محمد علی اپنے اخبارات "کامریڈ" اور "ہمدرد" کے ذریعہ بڑی بیباکی سے ہندوستانیوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے رہے۔ اسی دوران ترکوں اور انگریزوں کی آویزش نے تحریک خلافت کی شکل اختیار کر لی۔ جسے محمد علی جوہر کی مکمل تائید حاصل تھی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہوا۔ جس میں ترکی انگریزوں کے خلاف جرمنی کا مددگار بن کر میدانِ جنگ میں اترا۔ ترکی کے اس اقدام پر جوہر نے کھل کر اس کی حمایت کی۔ اور نتیجہ کے طور پر ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء تک کا عرصہ انھیں فرنگیوں کی قید میں بسر کرنا پڑا۔ ترکوں کے خلاف مغربی اقوام کا رویہ محمد علی کیلئے سوہانِ روح تھا۔ ان کے احساسات کی جھلک زمانۂ اسیری کے کلام میں صاف نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موضوعات اور اندازِ بیاں دونوں کے اعتبار سے ان کے ابتدائی دور کی شاعری اور اس دور کے کلام میں نمایاں فرق ہے۔ زمانۂ طالب علمی میں ان کا کوئی خاص موضوع نہ تھا۔ رسمی موضوعات پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ لیکن عہدِ اسیری کا کلام ان کے شدید احساسات اور واردات و کیفیاتِ قلبی کا آئینہ دار ہے۔ حب الوطنی، ملت پرستی، خلافت، انگریزوں کی سیاست کو بے نقاب کرنے کی کوشش، عشقِ حقیقی، مذہبیت اور مومن کا کردار اس عہد میں ان کے خاص موضوعات ہیں۔

جوہر نے حب الوطنی کے موضوع پر اگرچہ کھل کر کچھ نہیں کہا ہے لیکن رمز و ایما کے پیرائے میں جو کچھ کہا ہے اس میں اس عہد کی انقلاب پرور فضا کروٹیں لیتی نظر آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں کی جابرانہ پالیسی کا پردہ بھی فاش ہوتا ہے۔ اس قسم کے کلام میں جو بیشتر دورِ اسیری کی تخلیق ہے۔ رمزیت ایک خاص لطف پیدا کر دیتی ہے مثلاً یہ اشعار ؎

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں
آتا ہے لطفِ جرمِ تمنا سزا کے بعد

جوہر کو وطن پرستی کے جرم میں مغربی حکمرانوں کے عتاب کا شکار ہونا پڑا۔ رامپور جو ان کا وطن تھا وہاں ان کے داخلے کو ممنوع قرار دیا گیا۔ جیل کی صعوبتیں ان کا مقدر بن گئیں۔ ان حالات کا ذکر کتنے پرسوز انداز میں ان اشعار میں کیا ہے۔

گو حیا ہوں کہ چھوٹ نے والے
ہم رہ تھے ان کے آستانے کے
ایک ایک کر کے سب کے سب تنکے
ہو گئے برباد آشیانے کے
پوچھتے کیا ہو بود و باش کا حال
ہم ہیں باشندے جیل خانے کے

نظربندی اور فرنگیوں کا عتاب جوہر کو حق گوئی و حق پرستی سے باز نہ رکھ سکا۔ ۱۹۱۵ء کی ایک غزل کے یہ اشعار ان کی بیباکی کا بین ثبوت ہیں۔

یہ نظر بندی تو نکلی رد سحر
دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے
فیض سے تیرے ہی اے قید فرنگ
بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

۱۹۱۱ء–۱۹ء تک کے یہ چند اشعار جب وہ چھندواڑہ میں نظربند تھے، جوہر کی انقلابی ذہنیت اور جرأت و بلند ہمتی کے عکاس ہیں۔

جاں فروشی کے لیے ہم تو ہیں تیار مگر
کوئی اس جنس گرامی کا خریدار بھی ہو

ایک دوسری غزل میں کہتے ہیں۔

بے خوف غیر دل کی اگر ترجماں نہ ہو
بہتر ہے اس سے یہ کہ سرے سے زباں نہ ہو

اس سے زیادہ جرأت و بے خوفی اور کیا ہوگی۔ انھوں نے ہر قدم پر انگریزوں کی ناانصافی اور تشدد کو بے نقاب کیا ہے، کہتے ہیں۔

ہوں لائقِ تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا
مجرم تو ہوں بے شک پہ خطا اور ہی کچھ ہے
سرکش ہیں، باغی نہیں غدار نہیں ہم
پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے

کس خوبصورتی سے منظرِ عام پر لاتے ہیں۔

تاخیر میں کچھ حرج نہیں پر یہ بتا دو
ہے مدِ نظر وصل ہی یا اور ہی کچھ ہے

ان کا کلام ان کی حب الوطنی کا پورے طور پر آئینہ دار ہے۔ تحریکِ آزادی میں جوہر نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ ان کی وطن دوستی کا روشن ثبوت ہے۔

جوہر کے جذبات ان کے اس بیان سے اور بھی واضح ہو جاتے ہیں جو انھوں نے موتی لال نہرو کے اخبار INDEPENDENT کے نمائندے کو اس کے اس سوال پر دیا تھا کہ "اگر امیر کابل ہندوستان پر حملہ کریں تو آپ کی روش کیا ہوگی؟" جوہر کا جواب تھا "اگر امیر کابل ہندوستان پر اس غرض سے حملہ کریں کہ ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائیں گے تو میں ان کا ساتھ دوں گا۔ لیکن اگر وہ خود ہندوستان کو غلام بنانے کیلئے حملہ آور ہوں تو میں نہ صرف ان کی مدد نہیں کروں گا بلکہ ان کے خلاف صف آرا ہو کر ان کا مقابلہ کروں گا۔ اور اپنے وطن کو کسی غیر کا غلام نہ ہونے دوں گا۔"

جوہر کی وطن پروری مسلّم ہے۔ لیکن وہ ایک سچے ہندوستانی ہونے کے ساتھ ہی ایک پکے مسلمان بھی تھے۔ ملتِ اسلامی کا درد ان کے ساتھ مرتے دم تک رہا۔ ان کی نظر میں ملت اور انسانیت دو ہم معنی و مترادف الفاظ ہیں۔ وہ ہمیشہ احیائے ملت کے حامی اور اس کے لیے کوشاں رہے۔ چنانچہ نظربندی کے دوران ترکوں کی فتح سمرنا پر کہا ہے۔

عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی
سن لی خدا نے قیدیٔ گوشہ نشین کی

انھوں نے خود کو ہمیشہ ملتِ مسلمہ کا خادم تصور کیا۔ اور چونکہ ملت کی بنیاد مذہب اور عشقِ الٰہی پر ہے اس لیے ان کے آخری دور کی شاعری میں مذہبیت اور عشقِ حقیقی کا رنگ بہت گہرا ہے۔ بیجاپور جیل کی قیدِ تنہائی کے دوران جو غزل کہی ہے وہ تمامتر معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

جوہر کے کلام کی ایک اہم ترین صفت یہ ہے کہ اس میں تکلف و تصنع نظر نہیں آتا۔ بے ساختگی اور فطری پن کا انداز ہے جو ابتدا ہی سے ان کے کلام میں نمایاں ہے۔ مثلاً ابتدائی دور کے یہ چند اشعار۔

قضا کس کو نہیں آتی ہے یوں تو سب ہی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے
حرم میں کر تو لے دعوائے ترکِ مے کشی جوہر
مگر کمبخت کی بوئے دہن کچھ اور کہتی ہے

بعد کے کلام میں بے تکلفی اور بے ساختگی کے ساتھ جذبات کی شدت اور خلوص کی آمیزش ان کے کلام کو دو آتشہ بنا دیتی ہے اور وہ حسنِ بیان کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

عشقِ مجنوں کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا
شرط یہ بھی ہے کہ اک وادیٔ پرخار بھی ہو
تشنہ کاموں سے ہے خود آج یہ ساقی کو گلہ
ہم تو دیں پر کوئی اس مے کا طلبگار بھی ہو

جوہر کے کلام میں ان کے خلوص و دردمندی، و جذبات کی پاکیزگی کسی بھی صاحبِ ذوق کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اس پر سلاست و روانی کی صفت مستزاد۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا بیشتر کلام اثر آفرینی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔

جوہر کا کلام پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ زبان و بیان پر انھیں پوری قدرت حاصل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کی تلاش و انتخاب میں انھیں کاوش نہیں کرنی پڑتی۔ بحروں کے انتخاب میں بھی انھوں نے فنکارانہ شعور کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی غزلیں زیادہ تر درمیانی یا مختصر بحروں میں ہیں جو بڑی مترنم ہوتی ہیں۔

جوہر کے کلام کے مطالعہ سے جو بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ اساتذہ میں شاید وہ غالب سے غیر معمولی طور پر متاثر تھے۔ انھوں نے غالب کے اکثر مصرعوں کو اپنے اشعار میں تضمین کیا ہے۔ مثلاً یہ اشعار۔

رتبۂ عزت کے لیے بھی کوئی رہنے دو خطاب
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

غالب کا شعر ہے۔

تم بتو پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

جوہر کہتے ہیں۔

ہے رشک کیوں یہ ہم کو سرِ دار دیکھ کر
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

غالب کا وہ شعر یاد کیجئے۔

گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اور جوہر کی اس غزل کا تو اثر آفرینی اور بے ساختگی کے اعتبار سے جواب نہیں جو انھوں نے تھوڑے تصرف کے ساتھ اسی زمین میں کہی ہے۔ جس میں غالب کا یہ قصیدہ ہے۔

صبح دم دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا

جوہر کہتے ہیں۔

تشنہ اب ہوں مدتوں سے دیکھئے
کب درِ میخانۂ کوثر کھلے
رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی تب کہیں
رازہائے بادہ و ساغر کھلے
رونمائی کے لیے لایا ہوں جاں
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

محمد علی جوہر کے کلام کی یہ گوناگوں خصوصیات بہ حیثیت شاعر ان کے کلام کی بلندی کا تعین خود ہی کر دیتی ہیں۔ آج جب ہم ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو بے ساختہ انھیں کا شعر زبان پر آجاتا ہے۔

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

(رامپور سے نشر)

جانوروں میں آدمی

خواجہ حسن ثانی نظامی

آپ نے آدمیوں میں جانور دیکھے ہیں؟ یقیناً دیکھے ہوں گے! اور آجکل تو "اُدھر" کا اثر کچھ زیادہ ہی ہے! اب میری بات بھی مان لیجئے۔ میں نے جانوروں میں آدمیت پائی ہے! وہی سمجھداری، وہی سُکھ دُکھ، وہی ایک دوسرے کا ساتھ دینا۔ ایک دوسرے کے کام آنا۔ ایک سے ایک بھلا مانس ان میں بھی پڑا ہوا ہے — کہتے ہیں صحبت میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ انسان برس ہا برس جنگلوں میں رہا ہے۔ جانوروں کے ساتھ رہا ہے۔ اب اللہ جانے جانوروں نے انسانوں کی باتیں سیکھ لیں یا ہمارے بھائی بند ان کی عادات و اطوار کے گرفتار ہو گئے۔ یہ دنگے فساد خدا معلوم اُدھر سے اِدھر آئے ہیں یا اِدھر سے اُدھر گئے ہیں آگ دونوں طرف لگی ہوئی ہے۔

شیر کی خونخواری سب کو یاد رہی۔ اختیار کرنے والوں نے اسے اختیار بھی کیا۔ لیکن اس کی یہ عادت بہت کم نے دیکھی کہ شیر بے ضرورت اور بے مطلب کبھی کسی کو نہیں مارتا۔ پیدا کرنے والے نے اس کی غذا گوشت رکھ دی تو بیچارہ کیا کرے۔ گھاس پھوس تو کھانے سے رہا۔ شکار بھی کرے گا کھائے گا بھی! لیکن پیٹ بھرا ہو تو ہزار نعمت پاس سے گذر جائے یہ قناعت شعار آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ حد ہے کہ اس کا سب سے بڑا دشمن انسان بھی پاس پڑوس سے ہو کر جائے۔ اس کے آرام میں خلل ڈالے۔ تب بھی جنگل کے بادشاہ کی طرح رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر خود سامنے سے ہٹ جاتا ہے۔ راستہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اور انسانی خاندان کے اُن بزرگوں سے بہتر ثابت ہوتا ہے جو خود اپنے ہی بچوں، اپنے ہی جگر کے ٹکڑوں کے کھیل کود کو اپنے آرام کی خاطر گوارا نہیں کرتے۔ اگر آپ شیر کی اس عادت پر یقین نہ کریں تو یہ آپ کی مرضی، قلم آپ کے ہاتھ میں، کاغذ آپ کے ہاتھ میں۔ میڈیا کے آپ مالک، یہ ذرا سی فتنہ زبان جس کی نوک پر ہزاروں افواہیں اور بے شمار غلط بیانیاں ہیں کب سے بے چارے جانوروں کے خلاف سرگرم ہے! حالانکہ شیر تیندوے اور کسی بھی جنگلی جانور نے کبھی آپ کی غیبت نہیں کی۔ کبھی اپنی برادری کی پنچایت بلا کر آپ کے خلاف طومار نہیں باندھے۔ کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا۔ بجز آہ اور اُف کے۔ وہ بھی اس وقت جب تکلیف حد سے گذر گئی۔

ہم نے جانوروں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کر رکھا ہے سب کو غلط فہمی میں ڈال رکھا ہے۔ اس حقیقت کو جاننے والے انسان کہتے ہیں کہ شیر کبھی مویشی خور اور آدم خور نہیں بنتا تا آنکہ حضرتِ انسان اس کی قلمرو میں مداخلتِ بے جا نہ کریں۔ اسکی غذا جنگلی جانور خود مار کر کھا جائیں۔ جنگل کاٹ ڈالیں۔ شیر کو زخمی کر دیں۔ اس کی تنہائی۔ اس کی یکسوئی میں بار بار رکاوٹ ڈالیں۔ سر پر جا کودیں وغیرہ۔ سو آپ جانتے ہیں دبے پر تو چیونٹی بھی کاٹتی ہے وہ تو پھر شیر ہے۔

شہر میں رہنے والوں کو کیا خبر کہ دلی، بمبئی لندن اور نیویارک میں ایک دن گذارنے والے کے لیے کہیں زیادہ خطرات ہیں بہ نسبت اس کے کہ ہمالیہ کی ترائی میں اور مدھیہ پردیش کے گھنے جنگلوں میں شیروں کی کچھار کے اندر پورا ایک ہفتہ گذار دیا جائے۔ آپ نہیں مانتے تو نہ مانئے لیکن جنگل میں کچھ وقت بتانے والے میری بات مان لیں گے۔ اگر یہ بات سچی نہ ہوتی تو جنگلوں میں رہنے والے سادھو اور تپسوی کس طرح سینکڑوں برس امن سے زندہ رہتے؟

جنگل کے باسی بندر اور لنگور سدا مل جل کر رہتے ہیں۔ ہمیشہ رنج و راحت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ کانکڑا اور مدر سارے بن باسیوں کو مشترکہ خطرے سے آگاہ کرتے ہیں۔ چیتلوں اور سانبھروں کے کھانے کے لیے بندر اور لنگور پھل پھلاری اونچی اونچی ٹہنیوں سے نیچے پھینکتے ہیں یہ سب دیکھنے کے منظر ہوتے ہیں۔

شیخ سعدی کہہ گئے ہیں کہ دنیا کے سارے جھگڑے تین چیزوں کی وجہ سے ہیں۔ ایک زر۔ دوسرے زن، تیسرے زمین۔ اگر جانوروں کی برادری میں کوئی ماہرِ نفسیات ہو اور یہ فارمولا اس کے سامنے رکھا جائے تو وہ اسے اپنے ہاں کا

بچوں کی تعلیم و تربیت اور اساتذہ کی ذمہ داریاں

اختر عالم

انسانی دماغ کے لیے [illegible]

تعلیم ہر دور میں کسی معاشرے کے لیے ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ فطرت نے انسانی دماغ کی نشوونما کچھ اس طرح کی ہے کہ ابتدا سے ہی بچہ اپنے آس پاس اور اپنے بڑوں سے سیکھتا ہے۔ ماہرین تعلیم میں ایک پرانی بحث ہے جس کا فیصلہ آج تک نہیں ہو سکا کہ آیا بچہ اپنی زندگی کی راہ اپنی وراثت میں لے کر دنیا میں آتا ہے یا ماحول کے اثرات سے [illegible] متعین ہوتی ہے۔ [illegible] خیال ہے کہ ہر بچہ فطری نظام کی مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اور قدرت خود جانتا ہے کہ کون سا پرزہ کس جگہ فٹ ہوگا۔ بچپن کے نامساعد حالات اور غلط ماحول کے اثرات کے باوجود بچہ کو جو کچھ ہونا ہوتا ہے، بن جاتا ہے۔ تاہم ماحول کے اثرات اور تعلیمی تاثرات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کسی قوم کے [illegible] لائحہ عمل ایک مخصوص قسم کی تعلیم سے ہی بن سکتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علمی سرگرمیاں ہر دور میں ان کی توجہ کا مرکز بنی رہی ہیں۔ لیکن یہ سرمایہ کسی ایک ملک یا کسی ایک قوم کے پاس قید نہیں رہا۔ بلکہ بڑھتا رہا پھیلتا رہا۔ کبھی ایک قوم نے سرپرستی کی کبھی دوسری قوم نے۔

تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ جس قوم نے علوم و فنون کی قدر دانی کی اور ان سے صحیح معنوں میں استفادہ کیا وہ امامت کے منصب پر فائز رہیں اور جن قوموں نے انھیں نظر انداز کیا یا ان سے غلط استفادہ کیا وہ اپنے بلند مقام کو بہت جلد کھو بیٹھیں اور انھیں دوسروں کا مطیع بن کر رہنا پڑا۔ مصر کی تہذیب، چین کا تمدن، یونان کی شائستگی، روما کی عظمت ان سب نے اپنے دور میں علم کی سرپرستی کی اور بام عروج پر پہونچیں۔ اور جب وہ قومیں عیش و عشرت اور رقص و سرود کی محفلوں میں کھو کر علمی کاوشوں سے دور ہو گئیں تو ان کی امامت اور ان کی بلندی افسانۂ پارینہ بن کر رہ گئی۔ امامت کا دامن ہمیشہ علم سے وابستہ رہے گا۔ جو طبقہ یا گروہ علم کی صفت میں دوسرے طبقے یا گروہوں سے آگے بڑھ جائے گا۔

وہ اسی طرح [illegible] ہے کہ جس طرح انسان من حیث المجموع [illegible] کی سب سے بڑی چیز کی [illegible] اہل ہوا ہے۔

قوموں کے عروج و زوال کو دیکھ کر ذہن میں [illegible] فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ علم سے کیا مراد ہے اور وہ کونسا سا علم ہے جو قوموں کو بام عروج تک پہنچاتا ہے اور وہ کونسی [illegible] سے قوموں کو تاریکیوں میں دھکیل دیتا ہے۔ علم کے بارے میں مختلف مفکرین نے مختلف انداز میں باتیں کی ہیں۔ [illegible] صدی میں انگلستان کا ماہر نفسیات [illegible] کہتا ہے کہ "ہمارے مشاہدات جو بیرونی اشیاء کے احساسات پر مبنی ہوں یا اپنے دماغ کے اندرونی کاوشوں سے متعلق ہوں یہی مشاہدات غور و فکر کے لیے مواد فراہم کرتے ہیں۔ یہی صلاحیتیں علم کا سرچشمہ ہیں جہاں سے تمام خیالات ابھرتے ہیں جو ہمارے اندر پہلے سے موجود ہوتی ہے یا فطری طور پر [illegible] بیرونی اشیاء کا مشاہدہ ہمارے علم کا ماخذ ہے۔ انقلاب فرانس کا بانی روسو [illegible]

نے نظام تعلیم میں نیچر پن کی داغ بیل ڈالی۔ اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے کہ "قدرت کا مشاہدہ کرو اور اس کے بنائے ہوئے راستے پر چلو" اپنی کتاب "انسان ایک مشین" میں لکھتا ہے۔ "اے خدائے قادر مطلق انسانوں کے دماغ تیرے قبضے میں ہیں۔ ہمیں اپنے آبا و اجداد کے علوم و فنون سے نجات دے ہمیں جہالت، معصومیت اور غربت پھر سے واپس دے دے یہی وہ تین چیزیں ہیں جو ہمیں مسرت دے سکتی ہیں اور جو تجھے بھی عزیز ہے"۔ یعنی فلسفوں سے پیچھا چھڑا کر اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا ہے کہ قدرت کے بنائے ہوئے راستے پر چلے، نیز کسی تعلیم کا آغاز پیشے سے نہ ہو اور نہ پیشے کا رجحان پیدا کیا جائے بلکہ سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے۔ وہ زور دیتا ہے کہ تربیت کے لیے بچے کو نیچر کے حوالے کر دو۔ اگر وہ ٹھوکر کھاتا ہے یا انگلی جلاتا ہے تو اسے ہرگز نہ روکو۔ اسے خود تجربہ ہوگا اور وہ راہ راست پر آجائے گا۔

لیکن تجربہ یہ بتاتا ہے کہ انسان کو پوری طرح نیچر کے حوالے کر دیا جائے تو تہذیب یافتہ حیوان میں تبدیل ہو جائے گا۔ ایک اور ماہر تعلیم پستالوزی جو سوئیزرلینڈ کا رہنے والا تھا اپنی کتاب "[illegible]" میں لکھتا ہے "انسان صرف اسی وقت انسان بن سکتا ہے جب کہ اس کا اندرون بیدار ہو اور اس میں روحانی زندگی پیدا ہو"۔ اس نے روسو کے نظریات سے اتفاق نہ کیا کہ بچے کو تربیت کے خاطر بالکل نیچر کے حوالے کر دیا جائے۔ تجربہ کرنا اور خمیازہ بھگتنا والا نظریہ اس نے مسترد کر دیا۔ بچے کی فطرت کو [illegible] تعلیم کا مرکز قرار دیا اس نے ہدایت کی کہ عمل کرنے اور سیکھنے کی قوتوں کو نفسیاتی طریقہ پر ترقی دی جائے مگر اس کے نظریے پر [illegible] کا ساتھ نہ دے سکے۔ اخلاقی تربیت کے روحانی طریقے سب دھرے رہ گئے۔ جرمنی کا مشہور و معروف شخصیت فروبل جسے [illegible] کنڈرگارٹن کہا جاتا ہے۔ اس کا نظریہ تھا کہ بچہ جو آگے چل کر [illegible] کا انسان بننے والا ہے وہ ساری صلاحیتیں اس کے اندر [illegible] رکھتی ہیں۔ اساتذہ کا فریضہ ہے کہ ان صلاحیتوں کو پہچانیں اور ان کے مطابق تعلیم دیں۔ [illegible] کے طریقے سے تعلیم [illegible] کے چند اہم اصول مرتب کیے۔ فروبل نے معلم کو [illegible] باغبان سے تشبیہ دی ہے [illegible] کو پیڑوں [illegible] ہوتی ہے وہ اپنے باغ کو سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ وقت پر آب یاری کرتا ہے [illegible] اس کو اکھاڑتا [illegible] کو برقرار رکھنا پھولوں اور پھلوں کی نگہداشت کرنا اس کی زندگی کا بہترین مشغلہ ہے اسی طرح بچوں کے باغ میں معلم باغبان کی حیثیت سے ہر وقت [illegible] اس کے نصاب میں مذہبی تعلیم کو اولیت حاصل تھی

فروبل کے تعلیمی اصول آج بھی زندہ ہیں اور دنیا کے گوشے گوشے میں کنڈر گارٹن قائم ہیں۔ لیکن پستالوزی کی طرح اس کے تصورات مذہب کو دنیا نے کم اختیار کیا۔ امریکہ کے ماہر تعلیم ڈیوی جو جمہوریت اور تجربیت کا علمبردار تھا Pragmatism [illegible] اس نے اس بات پر شدت سے زور دیا کہ بچوں کو اس انداز سے تعلیم دی جائے کہ وہ جمہوری

معاشرہ میں عمدگی کے ساتھ فٹ ہو سکے۔ اس نے تجربات کو تعلیم کا مرکز بنایا۔ ڈیوی کے نظریات کے بنیاد پر کلپیٹرک نے پروجیکٹ میتھڈ کا آغاز کیا۔ جس میں کسی ایک مسئلہ کو بنیاد بنا کر تمام طلبہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرتے ہیں اور اجتماعی طور پر مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش میں تمام علوم کے سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے بھی ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کی رہنمائی میں پروجیکٹ میتھڈ استعمال کیا تھا

دنیا اس توقع میں تھی کہ ان اصولوں کی بنیاد پر نیا معاشرہ دنیا کے لیے مسرت لے کر آئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ نئے تعلیمی نظام نے ایسے سائنس دان اور ماہر معاشیات پیدا کیے جنھوں نے دنیا کو فرحت گاہ بنا دیا۔ بڑے بڑے کارخانے

دن رات کام کرکے تھکے نہیں آلات اور نئی نئی مشینیں بنا رہی ہیں جنھوں نے انسانوں کے کھانے پینے اور پہننے، درمرکرنے کی تمام ضروریات کو بڑی خوبی سے حل کر دیا۔ زراعت کے بڑے بڑے فارم، دریاؤں کے بڑے بڑے پروجیکٹ بنا رہیں سونا اگل رہے ہیں۔ سائنس کی تعلیم نے انھیں کرۂ ارض سے اٹھا کر چاند کی سطح پر پہنچا دیا۔ لیکن حالات بتا رہے ہیں اسباب عشرت، دولت کی فراوانی کے باوجود جو چیز ڈھونڈنے میں نہیں ملتی وہ ہے ذہنی سکون۔

مغربی تعلیم نے خلوط تعلیم کا تجربہ کیا۔ جدید نصاب نے عشقیہ افسانے اور ناولیں پڑھائیں۔ جنسی معلومات بہم پہنچانے کے لیے جنسی مضامین، تصاویر اور فلم دکھائیں۔ جدیدیت کے احترام میں انفرادی آزادی کو کھلی چھٹی دے دی۔ آرٹ کے نام پر عورت کو عریاں کرکے پیش کیا۔ پھر راستے، اسٹیج پر گھسیٹ لائے۔ ان سب تجربات کا انجام ایسا ہوا کہ جنسی انارکی، اخلاقی بے راہ روی، ذہنی انتشار۔ ہمارے ملک میں مغربی تعلیم کی اندھی تقلید نے ایسے نوجوانوں کی ایک فوج تیار کرلی ہے جو ذہنی انتشار اور اخلاقی بے راہ روی کے مریض ہیں۔ افسوس گیگور، گاندھی جی اور رادھا کرشنن جیسے خاص مفکرین کی مذہب پسندی بھی آنے والے سوشل نظام کو نہیں روک سکی۔

علم تو وہ چیز ہے جو صداقت سکھائے، اخلاق درست کرے، زندگی کی راہ بتائے، ابنائے جنس کے ساتھ بسر کرنے، اپنے اور دوسرے کے حق پہچاننے میں کارآمد ہے۔ یہ باتیں انسانیت کی ہیں جو بغیر علم کے نہیں آتیں۔ ہمیشہ تعلیم سے یہ مقصود رہا ہے کہ انسان میں ایک ملکہ اور اس کے عقل اور ذہن میں جودت پیدا ہو تاکہ جو امور پیش آئیں ان کے سمجھنے کی، حق اور باطل پہچاننے کی اور عجائب قدرت پر فکر کرنے کی طاقت ہو۔ اس کے اخلاق درست ہوں معاملات معاش کو نہایت صلاحیت سے انجام دے اور امور معاد پر غور کرے۔ بچوں کے اندر یہ صلاحیتیں عمدہ تعلیم کے ساتھ عمدہ تربیت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بچوں کی زندگی کا ایسے طور پر اور ایسی حالت میں بسر ہونا ضروری ہے۔ جس سے روز بروز اس کی صلاحیت کو وسعت ہونی چاہیے۔ اس کی امنگ بڑھتی جائے، اس کے قوی شگفتہ اور شاداب رہیں۔ غیرت، جو ایک بڑا جوہر انسان کا ہے، اور برا خواں سے بچانے کے لیے نہایت عمدہ و رسجیا محافظ ہے، ہمیشہ ترقی پر رہے۔ ظاہری اخلاق اور موذبانہ حرکات اوپر اوپر سے روغن تازہ نہ لگائے جائیں بلکہ مثل چشمہ حیات کے خود اندر سے نکلیں۔ اساتذہ جو ان کے مربی اور والی ہیں پس جو جوہر ان کے اندر پوشیدہ ہے اگر ان کو تعلیم و تربیت سے جلا دیکر روشن نہ کیا تو معصوم بچوں کے آئندہ زندگی کو خراب و برباد کرنے والے ہوں گے۔

(پٹنہ سے نشر)

"آبِ حیات" مولانا محمد حسین آزاد

مصنف

ہمیں خبر دیتے ہیں کہ ذوق کے شاگرد حکیم آغا جان عیش نے دہلی کے ایک مشاعرے میں غالب کی طرف اشارہ کرکے یہ قطعہ پڑھا تھا۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے
مزہ کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے یا زبان میرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اس قطعہ میں بلاشبہ غالب کے اسلوب بیان اور ان کے رنگ سخن کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ لیکن اسی قطعہ میں ابلاغ و ترسیل کی حقیقت بھی پنہاں ہے۔ یعنی مزہ کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے ——— یہی ہے ابلاغ و ترسیل کی اصل حقیقت جس کو ہمارے جدید ناقدوں نے خواہ مخواہ ایک پیچیدہ مسئلہ بنا دیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ایک ذہن کو بات کو دوسرے ذہن تک پہنچانے کا جو طبعی طریقہ ہے وہ ہے انسان کا نطق۔ یہی وہ خصوصیت ہے جو انسان کو تمام دوسری مخلوقات سے افضل تر ثابت کرتی ہے اور یہی وہ قوت ہے جس کی وساطت سے ہم اپنے دل کی بات دوسروں کی سامعہ تک پہنچاتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے اس قوت ناطقہ کے استعمال کا، تو استعمال کا طریقہ حسین بھی ہو سکتا ہے اور قبیح بھی، لطیف بھی ہو سکتا ہے اور ثقیل بھی۔ یہ بولنے والے اور بیان کرنے والے کے ذوق سلیم پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح اپنے ذہنی کوائف کو دوسروں کے ذہن تک منتقل کرتا ہے۔ اس کے لیے شیریں پیرایہ بیان بھی اختیار کیا جا سکتا ہے اور تلخ بھی۔ اس میں رنگینی بھی پیدا کی جا سکتی ہے اور سنگینی بھی۔ بات صرف اتنی سی ہے جسے جدید تنقیدی مصطلحات نے پیچیدہ تر کر دیا ہے۔

کلام میں کیسے لطافت پیدا کی جائے اور ثقیل باتوں کو کیسے لطیف بنایا جائے یہ مسئلہ ہے ثقافتی، تہذیبی اور اخلاقی شعور کا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیسے جیسے ہم میں یہ شعور بالیدہ ہوتا گیا ابلاغ و ترسیل کا سلیقہ بھی اسی کے ساتھ بتدریج بڑھتا گیا۔ ترسیل و ابلاغ میں بیان کی کتنی ہی صناعی اور رنگینی کیوں نہ ہو لیکن اتنی سادگی بھی اس کے ساتھ ضروری ہونی چاہیئے کہ قاری اسے سمجھ لے اور اس سے متاثر ہو سکے۔ میر کے یہاں یہ سلیقہ ترسیل بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ فلسفہ کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو بھی اتنا سہل اور لطیف بنا کر پیش کرتے ہیں کہ ایک پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ لیتا ہے اور نسبتاً ایک جاہل بھی۔ دقیق سے دقیق مسائل بھی سہل سے سہل پیرایہ میں بیان کیے جا سکتے ہیں۔ یہی ترسیل کی وہ حقیقت ہے جس کی طرف انیس نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

ہے سہل ممتنع یہ کلام ادق مرا
برسوں پڑھو تو یاد نہ ہوئے سبق مرا

انیس کے اس شعر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ اس میں معنوی تضاد ہے یعنی جو سہل ممتنع ہو سکتا ہے وہ ادق نہیں ہو سکتا۔ معترض نے یہ اعتراض اپنے ذوق سخن کے مطابق کیا تھا کیونکہ وہ ع نکتہ چند ز پیچیدہ بیانے بمن آر ——— کا قائل تھا۔

ننھا بچہ

ڈاکٹر ثاقب انور

اے گلِ نورستہ اے پروردۂ باغ جناں
چھوڑ کر کیوں آگیا تو محفلِ قدوسیاں
تیرے خط و خال سے فطرت کی معصومی عیاں
تیری ہر ہر سانس پر انفاس قدسی کا گماں

تیرے عارض کے تصدق سوسن و سنبل گلاب
تیری پیشانی پہ کندہ آیۂ ام الکتاب
دم بہ دم لحظہ بہ لحظہ تیرا پیہم پیچ و تاب
حسن لوزائیدہ تیرا رشکِ حسنِ ماہتاب

تجھ میں بجلی کی تڑپ ہے تجھ میں شبنم کا گداز
مطرب تخلیق کے بربط کا تجھ میں سوز و ساز
اے کہ تو فنکار کی تخئیل کا سربستہ راز
تو مصور کے عمل کا پیکرِ حسنِ مجاز

اس جہاں سے مختلف ہے یہ جہانِ رنگ و بو
وہ جہان بندگی تھا یہ جہانِ ما و تو!
اہل دل کے سینہ سوزاں میں جلتا ہے لہو
تجھ کو لازم ہے یہاں پابندیٔ ذوقِ نمو

تیری ہستی اک سہانے خواب کی تعبیر ہے
آئینہ خانے میں جیتی جاگتی تصویر ہے
تو کبھی بانگِ درا ہے نالۂ شبگیر ہے
ہاں کتاب زندگی کی تو حسیں تفسیر ہے

(اورنگ آباد / پربھنی سے نشر)

ابلاغ و ترسیل کی حقیقت

یوسف خورشیدی

اس کی نگاہ شاید میر کے ان اشعار تک نہیں پہنچی تھی ؎

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر !!

؎ کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

بہرحال یہی ہے سخنوری کا وہ سلیقہ جو میر کے بعد ہمیں آتش و مصحفی کے یہاں ملتا ہے یا پھر داغ کے یہاں جو یہ کہتا ہے کہ

ہم یہاں میں تجھے دیکھیں گے وہیں
ہم سے گھر گھر نہیں دیکھا جاتا !!

میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ شاعری ہو یا ادب کی دوسری صنف۔ ہر جگہ نغمگی کی یہی مدھم سُر برقرار رکھی جائے۔ بلاشبہ بلند آہنگی بھی ایک حسن کلام ہے اور رنگینی بھی ایک حسن کلام۔ لیکن ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد ۔۔۔ قصیدہ میں بلند آہنگی اس لیے ضروری تھی کہ اس کے سننے والے طبقۂ خواص سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں غزل گو چونکہ دل کی زبان سمجھتے تھے اس لیے وہ غزل کے لہجہ کو دل کی دھڑکنوں کی طرح سبک اور مدھم بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ جن شعراء نے غزل میں قصیدہ کی بلند آہنگی پیدا کی ان پر قدیم تنقید نے ناک بھنوں چڑھائی چنانچہ ایسے طریقۂ سخن پر مصحفی نے لفظوں میں تنقید کی کہ "غزل ہا قصیدہ طور می گویند" ۔۔۔ بہرکیف، یہ سلیقہ نظم کے ساتھ ساتھ نثر پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ یعنی شاعر ہو یا نثر نگار اپنے بیان میں حسن پیدا کرنے کے سلسلہ میں جب وہ حد اعتدال سے گذر جاتا ہے تو لفظ و معنی کا توازن برقرار نہیں رہتا اور ابلاغ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ رجب علی بیگ سرور کی نثر مثال کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔ زیور سے حسن میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور زیور کی کثرت حسین چہرے اور حسین اعضا کو بدنما بھی بنا دیتی ہے۔ یہی حال نظم و نثر میں ابلاغ کی سلیقگی اور بدسلیقگی کا ہے۔ بیان میں رنگینی اتنی نہ ہو کہ رنگ کی تہیں مفہوم کے چہرے کی نقاب بن جائیں اور نہ اتنی سادگی ہو کہ کتاب کے صفحہ کا صفحہ پڑھ جائیے اور کچھ حاصل نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ کہاں سادگی کی ضرورت ہے اور کہاں رنگینی کی۔ موضوع کے لحاظ سے بیان اور زبان دونوں کو بدلنا چاہیے۔ یہ سلیقہ ہمارے اساتذہ میں انیس کے یہاں سب سے زیادہ موجود ہے۔ رزم ہو یا بزم ہر جگہ ان کے کلام کا آہنگ اور ان کی زبان کا رنگ بدلتا رہتا ہے گویا موضوع کے لحاظ سے ہی ابلاغ کے طریقوں کو بدلنا چاہیے۔ تاریخ اور افسانہ بنیادا ایک سہی لیکن اگر تاریخ میں افسانے کی زبان استعمال کی جائے اور افسانے میں تاریخ کی تو یہ مصنف کی بے شعوری سمجھی جائیں گی۔ واقعہ نگاری دراصل ایک قسم کی مصوری ہے اور اس مصوری میں انیس کا یہ مصرع کہ ؏ ہر ورق میں کہیں سایہ نظر آتے کہیں نور ۔۔۔ ہر مصور کے پیش نظر رہنا چاہیے۔ یعنی جہاں تیرگی کی ضرورت ہو وہاں تیرگی اور جہاں روشنی کی ضرورت ہو وہاں روشنی۔ یہی ہے شعور ابلاغ کا انتہائی سلیقہ۔ آزاد کی نثر دربار اکبری میں حسن بیان کا بہترین نمونہ ہے لیکن ہم اس زبان کو تاریخ کی زبان نہیں کہہ سکتے۔ اس کے مقابلہ میں حالی کی نثر یادگار غالب اور حیات سعدی میں ایک ایسا ریگستان ہے جس میں دور دور تک چشمہ و چاہ نیز برگ و گیاہ تک کا پتہ نہیں۔ شبلی نے آزاد کی رنگینی اور حالی کی سادگی کو بڑے سلیقے کے ساتھ اپنی تحریر میں سمو کر ایک ایسی علمی اور ادبی زبان دی جو ان کے بعد قلم کے ہر مسافر کے لیے دلیل راہ ثابت ہوئی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک مصنف نظم کا ہو یا نثر کا خلاق فن ہے۔ اور فن نام ہے حسن آفرینی کا۔ حسن آفرینی اپنے فن کار سے ایک سلیقہ اعتدال چاہتی ہے۔ یہی سلیقہ اعتدال ایک شاعر اور ایک ادیب کو فنی معراج عطا کرتا ہے اور ہمارے شعور فن کی آنکھوں میں سرمہ کھینچتا ہے۔ ہمارے ہر شاعر ہر ادیب اور ہر علمی مقالہ نگار کو یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ علمی مقالوں کا لب و لہجہ ادبی مقالوں کے لب و لہجہ سے، قومی شاعری کا آہنگ قلبی شاعری کے تیور سے جداگانہ ہوتا ہے۔ حسن یعنی حسن بیان کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ لیکن حسن کی بھی قسمیں ہیں۔ حسن خیال میں بھی ہوتا ہے اور آواز میں بھی۔ حسن رنگ میں بھی ہوتا ہے اور آہنگ میں بھی۔ حسن گلستان کی رنگارنگی میں بھی ہوتا ہے اور صحرا کی سادگی میں بھی۔ لیکن بصیرت کی آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں کہ ان دونوں کی منظر کشی میں کس طرح حسن پیدا کیا جاتا ہے۔ خیاباں کی تصویر اس طرح پیش کی جائے کہ وہ بیاباں نظر آئے اور بیاباں کا منظر اس طرح کھینچا جائے کہ وہ خیاباں نظر آئے تو یہ فنکار کی انتہائی بدسلیقگی ہوگی۔ اسی خوش سلیقگی اور بدسلیقگی میں ابلاغ و ترسیل کی حقیقت پنہاں ہے جس کی شرح سید انشا نے اپنے ایک شعر میں اس طرح پیش کی۔

یہ موج ہوا خود روتے کہہ رہی تھی نسیم
کہ کوہ و دشت کو سبزہ ابیوں نے لوٹ لیا

حقیقت یہ ہے کہ سید انشا نے اس شعر میں بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ کوہ و دشت کا حسن اس کی ویرانی میں ہے۔ سبزہ ابیوں اور شادابیوں نے اگر بیاباں میں پھول ہی پھول کھلا دیئے تو بیاباں بیاباں نہ رہا خیاباں بن گیا۔

آخر میں انیس کے اس بند پر جو ہمارے قدیم تنقیدی سرمایہ میں سب سے بڑا سرمایہ فکر و نظر ہے اور جس میں ابلاغ کی روح پنہاں ہے، اپنے بیان کو ختم کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے:

تب بھی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لیے
سرمہ زیبا ہے فقط نرگس جادو کے لیے
تیرگی بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لیے
زیب ہے خال سیہ چہرۂ گلرو کے لیے
داند آں کس کہ فصاحت بہ کلامے دارد
ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد

(پٹنہ سے نشر)

یوسف خورشیدی
شعبۂ اردو
پٹنہ یونیورسٹی۔

غزل

سبحان انجم

جنھیں سراب سمندر دکھائی دیتا ہے
انھیں تو کانچ بھی گوہر دکھائی دیتا ہے
کبھی بھی سی ہر اک انجمن ہے شہروں کی
لٹا لٹا سا ہر اک گھر دکھائی دیتا ہے
تمہارے حسن مجسم کی بات کیا کہیے
ہمیں تو چاند بھی پتھر دکھائی دیتا ہے
محبتوں کی نمائش ہے جیسے تاج محل
غریب دل کو یہ نشتر دکھائی دیتا ہے
گلی میں گھومتا پھرتا ہے آج بھی انجم
کسی تلاش میں اکثر دکھائی دیتا ہے

(جلگاؤں سے نشر)

درجے کے ایثار کے قابل ہیں "

اپنے ایک مختصر افسانہ Rain میں ماگم نے اسی خیال کو اپنا مرکزی تصور بنایا ہے۔ اس میں کہانی تین کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ ریو ڈیوڈسن، ڈاکٹر اور سا ڈی، ساڈی اخلاقی قدروں پر ایمان نہیں رکھتی اس عورت کے رونے کو دیکھ کر ڈیوڈسن کو بڑا افسوس ہوتا ہے وہ اس کو نیکی کے راستے پر کھینچ لانا چاہتا ہے لیکن اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ریو ڈیوڈسن اس عورت کو راہ راست پر لانے کے بجائے خود گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس پچھتاوے میں خودکشی کر کے اپنے گناہ سے نجات پانے کی کوشش کرتا ہے۔

Painted Veil میں ماگم نے راہبوں کی زندگی پیش کی ہے وہ ان کی انتہا پسندی سے بیزار نظر آتا ہے۔ اس ناول میں راہبہ عورتوں کی زندگی کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرانس میں ماگم کی یہ تخلیق اس کی شاہکار کتاب سمجھی جاتی ہے آخر میں ماگم نے فیصلہ صادر کیا ہے کہ یہ عورتیں جو کچھ حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ محض ایک تصور ہے۔ Painted Veil میں ماگم کے فلسفے ... بڑی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں وہ برطانوی نوآبادیات کے ... کو اپنا ہدف بناتا ہے۔

Cake and Ale سنہ ۱۹۳۰ء میں شائع ... کا خیال ہے کہ ماگم نے اس میں مشہور ناولسٹ ... کی زندگی کی مرقع کشی کی ہے۔ روزی بظاہر ... نیک چلن عورت نہیں وہ زندگی پر کبھی سنجیدگی سے ... کرنا نہیں چاہتی وہ انسانی حیات کے سود و زیاں سے ... ایسا کھیل سمجھتی ہے جس میں کھلاڑی کو ... چال ... چاہیے خود اپنی تکمیل کے لیے بھی اور دوسروں کی مسرت کی خاطر بھی۔ یہاں ماگم کی مشہور کتاب Summing Up کا یہ جملہ یاد آتا ہے۔ "زندگی کا حسن اس میں ہے کہ ... اپنی فطری صلاحیت اور ضرورت کے مطابق کام کرے۔"

Razor's Edge بھی ماگم کے ناولوں میں ... مقام رکھتا ہے۔ اس میں ماگم نے مشرق اور ... متضاد تمدنی رجحانات کی آویزش کا ذکر بڑی خوبی ... لیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ایک سنجیدہ اور انسانیت ... خصوصیات پر غور کرنے والا ذہن حالات سے کس ... متاثر ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسے انسان کی کہانی ہے ... حالات میں گھر جاتا ہے۔ ... اپنی بلندیوں کو چھوتا نظر آتا ہے۔

... ناولوں اس کے افسانوں ڈراموں اور ... وصف یہ ہے کہ ان میں انسانی ... اور اپنی ساری نیرنگی کے ... سامنے آتی ہے۔ ماگم کو نوبل انعام کا مستحق نہیں ... نقادوں کو نقص نظر ... سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ماگم ... سے تھا جسے دنیا کی آبادی کے ایک ... حصہ نے بہت پڑھا اور سراہا۔ (حیدرآباد سے نشر)

شمع فروزاں

ابوالکلام قاسمی

غالب نے کہا ہے

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

بات کچھ عجیب سی ہے مگر آپ اس پر غور کیجئے تو بہت سی حقیقتیں آپ پر منکشف ہونا شروع ہو جائیں گی۔ ہم ہر فرد کو اسی طرح انسان سمجھتے ہیں جس طرح ایک آدمی مگر غالب جیسے شاعر اور فلسفی کی نظر میں آدمی ہونا تو ہر شخص اور ہر فرد کو میسر ہے مگر آدمی ہونے کے بعد تہذیب نفس، تربیت اور زندگی کی اعلیٰ اقدار سے مزین ہونا آسان نہیں جو شخص ان صفات سے مزین ہو کا وہی انسان کہلانے کا حق رکھے گا۔ انسان کے لفظ میں انسانیت کی صفت خود بخود مضمر ہو تی ہے جب تک آدمی میں انسانیت کی اعلیٰ اقدار جاگزیں نہ ہوں اس وقت تک اس کو انسان کہنا غلط ہوگا۔ مشہور مغربی مفکر ... C. Rosaden نے کردار سازی کو انسان کا اپنا عمل بتلایا ہے اس کی نظر میں آدمی کا بد قسمت ہونا قدرت کے ہاتھ میں ہے مگر کردار کا خراب ہونا اس آدمی کا اپنا نقص تصور کیا جائے گا وہ کہتا ہے:

"میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسان اپنی تقدیر کا مختار ہوتا ہے مگر یہ ضرور کہوں گا کہ انسان اپنے کردار کا معمار ہوتا ہے اور کرداری اچھائی اور برائی کا سارا انحصار صاحب کردار کے اوپر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی شخصیت کی تہذیب اور کردار کی تشکیل پر توجہ دیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایک کردار ہو کر معاشرہ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو"

کچھ اسی سے ملتی جلتی بات اور فلسفی Goethe بھی کہتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ:

"صلاحیتوں کی تشکیل یقیناً قدرت کی طرف سے ہوتی ہے مگر کردار کی تعمیر و تشکیل تو دنیاوی مصائب و آلام اور صبر آزما حالات کے درمیان رہ کر ہی ممکن ہے"

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں یہ دنیا عیش و آرام اور راحت و اطمینان کی جگہ ہے وہیں صبر و امتحان اور مصائب و آزمائش کا امتحان بھی ہے۔ یہ مصائب و آزمائش اور مشکلات جہاں آدمی کی زندگی کو مشکل اور راہ حیات کو دشوار گذار بناتی ہیں وہیں ہر صبر آزما صورت حال کے اندر عبرت و نصیحت کے سبق بھی ملتے ہیں۔ اگر آدمی ہر پریشانی اور مصائب و آلام سے سبق سیکھے اور ناکامی سے کامیابی اور پریشانی سے آسانی اور مسرت کا کام لے تو زندگی اس کے لیے ایک بہت دلچسپ مشغلہ بن جائے گی۔ اردو کے مشہور کلاسیکی شاعر میر تقی میر نے اس ضمن میں بڑی دلچسپ اور عجیب بات کہی ہے۔ میر کہتے ہیں

مرے سلیقے سے میری نبھی محبت میں
تمام عمر میں ناکامیوں سے کام لیا

یہ ناکامیوں سے کام لینے اور بد نصیبیوں سے نصیب اور خوش قسمتی کا سبق لینے کا نام ہی سلیقہ ہے۔ یہ سلیقہ بھی اپنے اندر جہان معنی رکھتا ہے۔ سلیقہ مندی صرف آدمی کو خوش رکھنا سکھاتی ہے بلکہ تمام شعبہ ہائے حیات میں اس کے وجود کو معنویت عطا کرتی ہے ۔ یہی سلیقہ ایک سیاست داں کو کسی ملک کا رہنما، کسی ادیب کو اپنے ادب کیلئے مایۂ ناز ہستی، کسی سوچنے سمجھنے والے کو ایک قابل قدر مفکر اور فلسفی اور ایک عام آدمی کو مہذب اور تربیت یافتہ انسان بناتا ہے اور اگر یہ سلیقہ نہ ہو تو انسان انسانیت کے اعلیٰ مقام پر ہی فائز نہ رہ سکے۔

(اردو سروس سے نشر)

حرف حرف
فہیمِ شعر کا سلسلہ وار پروگرام

فیض کی ایک نظم

تشریح: بشیر شاہ

تنہائی میں کیا کیا نہ تجھے یاد کیا ہے
کیا کیا نہ دلِ زار نے ڈھونڈی ہیں پناہیں
آنکھوں سے لگایا ہے کبھی دستِ صبا کو !
ڈالی ہیں کبھی گردنِ مہتاب میں باہیں ؟

فیض کی شاعری میں تنہائی کے پھول جا بجا کھلتے ہیں، رُت کوئی بھی ہو اور موسم کوئی بھی ! یہ پھول خوش رنگ بھی ہیں اور خوشبودار بھی جبھی ان کی مہک مَن کے اندر اندر بسی رہتی ہے۔ ایک مشہور انگریزی شاعر نے کہا تھا۔ "میری خوشی اس میں ہے کہ میں تنہا رہوں، تنہا پھروں اور تنہا جیوں تاکہ آزادی سے جو چاہوں سوچوں، جو چاہوں کروں" اس خیال سے ممکن ہے کچھ دوست یہ اخذ کریں کہ شاعر گریز کا یا فرار کا قائل ہے یا پھر یہ کہ وہ زندگی کی اصل حقیقتوں سے آنکھیں چار نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اس طرح کا فیصلہ صادر کرنا بہر صورت صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ہر اچھا فنکار دو سطحوں پر جیتا ہے وہ خارجی دنیا کے دوش بدوش بھی نظر آتا ہے اور داخلی دنیا کا ہم سفر بھی بنا رہتا ہے۔ اپنے اندر اندر سفر کرنے میں سفر کتنا ہی دشوار گذار کیوں نہ ہو اُسے ایک خاص تسکین میسر ہوتی ہے اپنی داخلی کائنات میں چلتے چلتے وہ کچھ نئی نت کچھ نئی کیفیات سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کی فکر کچھ نئے پڑاؤ طے کرتی ہے اس کی سوچ کچھ نئے سنگ میل تلاشتی ہے۔ غالباً تنہائی کے یہی لمحات ایک نئی تخلیق کو جنم دیتے ہیں۔ فیض احمد فیض جب تنہائی کی بات کرتے ہیں اور تنہائی کے طویل سائے جب انھیں گھیر لیتے ہیں تو وہ اپنی داخلی دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ کئی دوسرے شاعروں کی طرح ان کی یہ تنہائی مریضانہ نہیں ! اور نا ہی اس تنہائی پر تاریکی محیط رہتی ہے۔ تنہائی ان کی مٹھی میں چمکتی ہوئی وہ تلوار ہے جس سے وہ زندگی کی ساری، بہت ساری جنگیں لڑتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تنہائی میں ایک تصویر، ایک روشن تصویر ابھرتی ہے:

آج تنہائی کسی ہمدمِ دیریں کی طرح
کرنے آئی ہے میری ساقی گری شام ڈھلے
منتظر بیٹھے ہیں ہم دونوں کہ مہتاب اُبھرے
اور ترا عکس جھلکنے لگے ہر سائے تلے

یا پھر یہ شعر:

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگا لیا رات مچل مچل گئی !

فیض کی شاعری کا پس منظر اور پیش منظر اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے اچھی روایتوں کا اعتراف بھی کیا ہے اور احترام بھی لیکن پرانی سماجی اقدار اور مسلمات پر انھوں نے ہمیشہ ہی سوالیہ نشان لگا دیئے انھیں اپنے سماجی اور سیاسی مسائل کا پختہ شعور ہے اور اس شعور کو انھوں نے اپنی ذات اور شاعری سے ہم آہنگ کر لیا۔ بہتر زندگی کی باتیں اور آئیڈیل مستقبل کی آرزو۔ ظاہر ہے کہ ایک صحت مند سماج ہی کی سوچ ہو سکتی ہے، اور فیض کی تمام شاعری اسی سوچ سے عبارت ہے۔ حرف حرف کے لئے جو نظم زیر نظر ہے وہ یوں ہے:

دشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تری آواز کے سائے ترے ہونٹوں کے سراب
دشتِ تنہائی میں دوری کے خس و خاک تلے
کھل رہے ہیں ترے پہلو کے سمن اور گلاب

اٹھ رہی ہے کہیں قربت سے تری سانس کی آنچ
اپنی خوشبو میں سلگتی ہوئی مدھم مدھم
دور افق پار چمکتی ہوئی قطرہ قطرہ
گر رہی ہے تری دلدار نظر کی شبنم
دشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تری آواز کے سائے ترے ہونٹوں کے سراب

اس قدر پیار سے اے جانِ جہاں رکھا ہے!
دل کے رخسار پر اس وقت تری یاد نے ہاتھ
یوں گماں ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبحِ فراق
ڈھل گیا ہجر کا دن آ بھی گئی وصل کی رات !
دشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تری آواز کے سائے ترے ہونٹوں کے سراب

فیض کی شاعری کا ابتدائی زمانہ نظم کی ارتقا کا زمانہ بھی ہے دوسرے بہت سے ترقی پسند شعرا کے برعکس فیض نے اپنے لئے ایک انفرادی اسلوب کی ابتدا کی۔ رومانی انقلابیت کے مزاج سے انھوں نے جو شعری تکنیک برتی وہ انھی کا حصہ ہے۔ فیض اس بات سے آشنا تھے اور آشنا ہیں کہ جس بات کی جڑیں اپنے تجربے اور اپنی شخصیت میں پیوست ہوں، جو بات اپنے پُرخلوص جذبوں کی آپ بیتی ہو وہی فن کا روپ دھار لیتی ہے۔ زیرِ نظر نظم پر غور کیجئے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فیض کے یہاں غمِ جاناں اور غمِ دوراں دو الگ الگ چیزیں نہیں، دونوں ایک دوسرے کے دست نگر ہیں۔ ایک دوسرے کے بغیر آدھے ادھورے ! فیض کی یہ نظم موسیقی اور مصوری کا ایک حسین امتزاج ہے ان کا اسلوب جذباتی اور رومانوی سہی لیکن اس میں ایک انفرادیت ہے، ایک انوکھا پن ! فیض نے اس نظم کو بالخصوص ایک تنہائی کردار ہی سے متعارف نہیں کرایا ایک داخلی کردار سے بھی روشناس کیا۔ زیرِ نظر نظم میں شیرینی بھی ہے اور شوخی بھی، دردمندی بھی ہے۔ اور ہارمنی (HARMONY) بھی۔ تنہائی میں کسی کی یاد نے سحر انگیز سماں باندھا ہے۔ نظم حالانکہ ایک طلسمی، ایک خواب آور ماحول کو ابھارتی ہے لیکن فیض کی فنکاری اور چابکدستی کا یہ عالم ہے کہ ہم داخلی حقیقتوں کو، اور سچائیوں کو پہچانتے بھی ہیں اور پا بھی لیتے ہیں۔ اس نظم میں حسی، ذہنی اور لمساتی تصویروں نے ایک جیتے جاگتے پیکر کو جنم دیا ہے۔ آواز کے سائے، ہونٹوں کے سراب، پہلو کے سمن اور گلاب، نظر کی شبنم ایسی تمثالی امیج کو ابھارتی ہیں جو محض تخیلی نہیں، تخلیقی بھی ہیں۔ فیض کے یہاں ٹوٹتی سسکتی زندگی کا نوحہ بھی ملتا ہے لیکن ان کے یہاں جو دردمندی، جو آرزومندی ملتی ہے وہ مستقبل کا ایک خوبصورت ایلوژن بھی تو پیدا کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فیض کبھی کبھی اپنے بے خواب کواڑوں کو مقفل کر لیتے ہیں۔ اور بزبانِ حال کہتے ہیں کہ:

"اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا"

لیکن ظاہر ہے کہ یہ ایک وقتی کیفیت ہے۔ وہ خواب کو خود سے الگ کرنے اور الگ دیکھنے کے قائل نہیں، وہ خواب کی وادیوں میں داخل ہو کر ہی دم لیتے ہیں اور اس خواب کے ہمدوش ہی آگے بڑھتے ہیں وہ کسی بھی مرحلے پر نہ تو خود سے آنکھ چراتے ہیں اور نہ اپنے آس پاس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ تنہائی کے ویران جنگل جلد ہی ہرے بھرے پیڑوں سے لہلہائیں گے، تبھی تو کہتے ہیں کہ

چند روز میری جان فقط چند روز، فریاد کے دن تھوڑے ہیں

زیرِ نظر نظم بھی تو ایک مثبت رویے کی نشاندہی کرتی ہے۔ آخری بند ملاحظہ ہو:

اس قدر پیار سے رکھا ہے اے جانِ جہاں
دل کے رخسار پر اس وقت تیری یاد نے ہاتھ
یوں گماں ہوتا ہے گرچہ ہے ابھی صبحِ فراق
ڈھل گیا ہجر کا دن، آ بھی گئی وصل کی رات
دشتِ تنہائی میں اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تری آواز کے سائے ترے ہونٹوں کے سراب

(سونگرے)

خدا بچائے بن بلائے مہمانوں سے

ذکیہ مشہدی

سویرے آنکھ کھلی تو منڈیر پر بیٹھے کوے کی کائیں کائیں سنائی دی۔ جامی میاں کوے کی آواز سنتے ہی کھل اٹھے اور چہیا آئی، چہیا آئی کا نعرہ لگانے لگے مگر میرا آدھا خون خشک ہو گیا۔ گوپال نے رہی سہی کمی پوری کر دی

"میم صاحب کوا بول رہا ہے، کوئی مہمان آئیں گے۔"

جی میں آیا کہ کہدوں کہ تیرے منہ میں خاک۔ ابھی کل ہی تو اصغر حسن مہمان کی ٹولی رخصت ہوئی ہے اور پھر یہ مجھے دہلائے دے رہا ہے۔ چلتے پھرتے ذہن میں یہی اندیشہ طاری تھا۔ جیسے میں نے یہ سوچ کر جھٹک دینے کی کوشش کی کہ انسان کو ابھی ضعیف الاعتقاد نہیں ہونا چاہئے۔ بھلا کوے اور مہمان میں کیا رشتہ مگر دوسرے ہی لمحے دوسرا خیال ذہن میں آیا کہ ان دونوں میں کم از کم ایک مناسبت تو ضرور ہے کہ دونوں بن بلائے آتے ہیں اور جو بن بلائے آتے ہیں ان کی آواز بھی اسی قدر ناگوار گذرتی ہے جتنی کوے کی کائیں کائیں۔

بچپن میں مولوی صاحب پڑھاتے تھے کہ مہمان اللہ کی رحمت ہوتا ہے۔ اپنا رزق اپنے ساتھ لاتا ہے اور رحمت کے فرشتے بھی ساتھ لاتا ہے۔ ممکن ہے پہلے ایسا ہی ہوتا ہو مگر آج کل جب دو کمروں کے فلیٹ میں رہنا ہو، گھر کا سارا کام کاج کرنا ہو، شوہر کو دفتر روانہ کرنا ہو، بچوں کو اسکول بھیجنا ہو اور تاریخ ۲۰ ہونے تک جب بجٹ فیل ہونے لگتا ہو تو مہمان اور خصوصاً ناخواندہ مہمان کو اللہ کی رحمت کہنا یا فرشتہ رحمت کہنا ویسے ہی ہے جیسے ہتھیار ڈالنے پر سفید جھنڈا لہرا دینا۔

"میم صاحب کہاں کھو گئیں، چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

میں نے جھنجھلا کر کہا "چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے تو کیا کروں۔ کوے کی کائیں کائیں نہیں سنی۔ میرا تو کلیجہ دہل رہا ہے۔ ابھی کل ہی تو آپ کے سنجو ماموں کی پوری بٹالین سے نجات حاصل ہوئی ہے اور آج پھر یہ کمبخت میرے منڈیر پر بیٹھ گیا۔ دو فٹ کی دوری پر دوبے جی کی منڈیر ہے اس پر کیوں نہیں بیٹھتا۔ اس کو مجھ ہی سے بیر کیوں ہے۔" میری پریشانی پر ایک قہقہہ لگا "عورت کتنا بھی لکھ پڑھ جائے اس کی ضعیف الاعتقادی نہیں جاتی۔"

لیجئے بات مہمانوں کی تھی اور پوری عورت ذات پر حرف آ گیا۔ مردوں کی انہیں بات پر تو جی جل جاتا ہے۔ خود تو اتفاق کا مظاہرہ کر کے آفس چلے جائیں گے۔ کھانا مجھے پکانا پڑے گا، مہمانوں کی خاطر مدارات مجھے کرنی پڑے گی اور ان کی غیر دلچسپ باتوں کو برداشت کرنا پڑے گا تو اندازہ ہے میرے چہرے کے تاثرات کو شاید انھوں نے پڑھ لیا اور گویا ہوئے "بھئی بات یہ ہے کہ اب پہلے والی بات نہیں رہی۔ مہمان داری دو طرفی ہی ہوتی۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کو شہر میں کسی نہ کسی آفس یا ہسپتال میں کام رہتا ہی ہے لہٰذا اس کو شہر آنا ضروری ہے اور جب کوئی رشتے دار موجود ہو تو اخلاقاً وہ انہی کے یہاں قیام بھی کرتا ہے۔"

اخلاقاً کا لفظ سن کر آگ ہی تو لگ گئی۔ کیا ہے یہ اخلاق کے۔ زندگی بھر کبھی صورت دکھائی نہ دی۔ نہ جان نہ پہچان بس مہمان بن بیٹھے۔ اپنے عزیز آئیں تو کسے خوشی نہیں ہوتی لوگ جو خواہ مخواہ کی رشتہ داری جتا کر مہمان ہوتے ہیں اور پھر جس محنت سے گھر کا ستیاناس کرتے ہیں ان سے اللہ بچائے۔ ابھی یہ سوچ رہی تھی کہ دروازے پر کھٹ کھٹ کی آواز آئی اور بے ساختہ میرے منہ سے نکل گیا "آ گئی شامت"۔ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا تو سامنے مسز راجن کھڑی ہوئی تھیں اور ان کے ساتھ ان کا بچہ امیت بھی تھا۔ میرے چہرے کی پریشانی کو دیکھ کر بولیں "سب ٹھیک ٹھاک تو ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آئیے بیٹھئے۔ میں ڈر گئی تھی کہ پھر کوئی مہمان آیا۔" وہ ہنس کر کہنے لگیں۔ "مہمان۔ بھگوان سب کی رکھشا کرے مہمانوں سے۔ امیت بسکٹ کے لیے ضد کر رہا ہے اور شیونا نہ جانے کہاں پلانٹ ہو گیا۔ اب اس بھیشم سمسیا کا سمادھان آپ ہی کیجئے۔"

اندرا جی چلی گئیں تو مجھے ایسا لگا کہ اب مہمان کا خطرہ ٹل گیا گویا کوے کی کائیں کائیں کا جو تقاضا تھا وہ پورا ہو گیا اور میں باورچی خانے میں خوشی خوشی کام کرنے لگی۔ صاحب آفس چلے گئے اور شینو اسکول۔ جامی میاں کو مار پیٹ کر سلا دیا اور [illegible] لیکر لکھنے بیٹھ گئی۔ بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا اور صبح کو جو خوف طاری ہوا تھا وہ دور ہو چکا تھا۔ مگر کسے پتہ کہ تقدیر گھات لگائے بیٹھی ہے۔ ابھی ایک صفحہ بھی لکھ بھی نہیں پائی تھی کہ قیامت ٹوٹ پڑی اور دروازہ اتنے زوروں سے پیٹا جانے لگا جیسے خدانخواستہ کاریڈور میں آگ لگ گئی ہو ——— میں گھبرائی کہ اس دھماکے سے اگر جامی کی نیند ٹوٹ گئی تو وہ دھرپت میں بھیم راگ شروع کر دیں گے اور پھر میں تانڈو رقص کا نمونہ بن جاؤں گی۔ اس لیے بھاگی ——— "کون ہے۔ ابھی آتی ہوں" باہر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھولیے شافن بالو ہیں" بڑی رعب دار آواز تھی میں گھبرا گئی۔ "کون صاحب ہیں؟" میں نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"دروازہ تو کھولیے دلہن۔ میں ہوں ذوالفقار حیدر، گیا سے آ رہا ہوں، شافن کا چچا ہوں۔ آپ کی چچی اماں اور منی بھی ساتھ آئی ہیں۔"

تب میں آپا ہم پیٹ لوں۔ باہر ہی سے تعارف مکمل ہو چکا تھا۔ حالانکہ میرے فرشتوں نے بھی ذوالفقار حیدر صاحب کا نام نہیں سنا تھا مگر سسرال کا معاملہ تھا میں نے فوراً دروازہ کھول دیا اور پوری فوج فلیٹ میں ایسی بے تکلفی سے داخل ہو گئی، جیسے فاتح فوج، مورچہ جیت لینے پر داخل ہوتی ہے۔ اس بوکھلاہٹ میں میں سلام بھی کرنا بھول گئی مگر ادھر سے دعاؤں کی بوچھار ہو رہی تھی، جیتی رہو، خوش رہو، جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا، کتنی اچھی دلہن ہے، بچے کہاں ہیں۔ منی دیکھو تمہاری بھابی کتنی اچھی ہے۔" میں اس پیہم چاند ماری سے حواس باختہ تھی۔ ہوش آیا تو دیکھا کہ ڈرائنگ روم کے صوفوں پر چار عدد بچے معہ اپنے غلیظ جوتوں کے براجمان ہیں۔ بی اماں دیوان پر پیر چڑھا کر بیٹھی اپنا پاندان کھول رہی ہیں، میری نند منی بڑی بے تکلفی سے ٹی وی کے کان اینٹھ رہی ہے اور ذوالفقار حیدر صاحب برہنہ شمشیر بنے ڈرائنگ روم کے قالین پر اپنے گندے جوتوں سے گلکاری کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ میں کیا کروں۔ قالین اور صوفوں کا ستیاناس ہو چکا تھا، سائیڈ ٹیبل پر بچوں نے ڈبہ ایسی طرح رکھا تھا کہ سائیڈ ٹیبل کے نازک پائے بس ٹوٹنے ہی والے تھے۔ مگر سب سے زیادہ فکر مجھے ٹی وی کی تھی جو اسی ماہ آیا تھا اور جس کا پیسہ قسطوں میں ادا کرنا تھا۔ میں نے منی کو سمجھانے کی کوشش کی "ابھی ٹی وی پر پروگرام نہیں ہوتا۔ شام کو ہوگا۔" منی بھی زیادہ عقلمند تھیں، بول اٹھیں "لیکن بھابھی جان، دن میں بھی تو ریڈیو بجتا ہے۔" میں نے سمجھایا کہ یہ ریڈیو نہیں بلکہ ٹی وی ہے۔ ذوالفقار حیدر صاحب نے بھی میری مدد کی۔ "بیٹا اسے چھوڑ دو، جلدی کیا ہے، آرام سے ٹی وی پر سینما دیکھنا۔ پرسوں اتوار ہے نا، اتوار کو اس پر فلم آتی ہے۔" یا الٰہی۔ یعنی پرسوں تک قیام کا اعلان ہو چکا ہے۔ میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اتنے میں ذوالفقار حیدر صاحب، گوپال کی طرف مخاطب ہوئے جو حیرت سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ جلدی سے چائے بنا کر لاؤ۔ ہاں دلہن، ذرا پانی گرم کروا دو۔ ہم لوگ ناشتے کے بعد نہائیں گے۔ بہت تھک گئے ہیں، مگر ناشتے میں تکلف نہ کرنا۔ پراٹھے اور انڈے سے کام چل جائے گا پھر کھانا کھایا جائے گا۔" اتنے میں منی بول اٹھیں۔

"میں انڈا نہیں کھاؤں گی۔ مجھے گوشت چاہئے۔" دوسرے لڑکے بھلا کب چپ رہنے والے تھے۔

"میں حلوہ کھاؤں گا ...... میں کھیر کھاؤں گا .... میں فرنی ———"

ذوالفقار صاحب نے سب کو مطمئن کر دیا "ہاں

ہاں بیٹا۔ سب کو ان کی پسند کی چیزیں ملیں گی۔ گھبراتے کیوں ہو۔ تمہاری بھابھی جان بے حد اچھے کھانے پکاتی ہیں۔ رقن خالہ نے مجھ سے ان کی بہت تعریف کی تھی۔ تبھی تو بس آیا کہ چلو دو چار دن وہیں آرام کیا جائے۔" میں حیرت سے تماشہ دیکھ رہی تھی۔ ذوالفقار حیدر صاحب کا بھاشن جاری تھا۔

شافن تو دفتر گئے ہوں گے۔ میں نے انھیں پانچ سال کا دیکھا تھا۔ اس کے بعد تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ پھر کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ شافن کے والد میرے پھوپھا کے پھوپھی زاد بھائی کے خالہ زاد ہم زلف تھے۔ کیا خوب آدمی تھے۔ ایک ہی بار تو ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے پٹنہ آنا ہی تھا، میں نے سوچا کیوں نہ سب لوگوں کو لیتے چلوں ملاقات ہو جائے گی۔ آخر ملنے جلنے سے ہی تو رشتہ قائم رہتا ہے۔

قصہ طویل ہو جائے گا اگر میں پوری روداد بیان کروں کلائمکس یہ ہوا کہ صاحب جب دفتر سے آئے تو انھوں نے ذوالفقار حیدر صاحب سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا مگر تھوڑی ہی دیر بعد ذوالفقار حیدر صاحب نے ان گنت لوگوں کے نام لے لے کر انھیں حامی بھرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ ان کے رشتہ دار تھے۔ پانچ دنوں تک ذوالفقار حیدر صاحب ہمارے یہاں مہمان رہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ پانچ دنوں تک ہم خود اپنے گھر میں مہمان بن کر رہے۔ چونکہ بقول ذوالفقار صاحب راستے میں ان کا بٹوہ گم ہو گیا تھا اس لیے سارے اخراجات ہم لوگوں کے ذمہ رہے اور واپسی کے لیے ٹکٹ، راستے کے اخراجات کے لیے پچاس روپے، اور ایک کمبل بھی ان کی نذر ہوئے۔ مگر پانچ دنوں میں یہ عالم ہو گیا تھا کہ اگر وہ رخصت ہوتے کے لیے ہزار دو ہزار کا بھی مطالبہ کرتے تو ہم پورا کرنے کو تیار تھے۔

ان کے جانے کے بعد جب میں نے گھر کا جائزہ لیا تو ایسا لگتا تھا کہ دشمنوں کی فوج نے پورا گھر تہہ و بالا کر دیا ہو۔ صوفوں پر مختلف قسم کے نقش و نگار بنے تھے جس میں روشنائی گوشت کے شوربے اور تیل نے مل جل کر ایک عجیب ماڈرن آرٹ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ٹی وی، تو خیر دوسرے ہی دن جواب دے گیا تھا۔ ایکویریم کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل کی ٹانگیں ٹوٹ کر نہ جانے کہاں چلی گئی تھیں۔ دیوان کے قالین پر چچی اماں نے کتھے چونے سے جو نقش ہائے رنگا رنگ بنائے تھے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ ڈرائنگ روم کا قالین تو اسی وقت اسے قالین سمجھا جاتا، اگر ہم قسم کھا کر لوگوں کو یقین دلاتے کہ یہ قالین ہے۔ سردی شروع ہو چکی تھی اس لیے چچی اماں نے کمبل ساتھ میں رکھ لیا۔ چچا نے صاحب کا کشمیری گاؤن پہن لیا۔ بچوں نے شینو اور جامی کے کھلونے اور میری نند مُنّی کو صرف دو ساڑیاں پسند آئیں۔

الغرض یہ کہ میں نے اپنے صاحب کو مجبور کر کے محکمے کو درخواست دلوا دی ہے ان کا تبادلہ انتہائی دور دراز علاقے میں کر دیا جائے۔ درخواست میں تبادلے کی وجہ "بن بلائے مہمان" لکھا گیا ہے۔ اور ہم اس کی منظوری کے لیے دعا گو ہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

آغا حشر کاشمیری

اردو کا شیکسپیر

شائستہ اختر

ادبیاتِ عالم میں ڈرامہ ایک منفرد صنف ہے۔ دیگر ادبی اصناف کی طرح اس کی تکمیل محض الفاظ سے نہیں ہوتی بلکہ حقیقت میں ڈرامہ مجسم عمل ہے۔ تہذیب و تمدن کے نشانات جس سرزمین پر ظاہر ہوئے علم و فن کے ساتھ فنِ ڈرامہ بھی جلوہ گر ہوتا گیا۔

ڈرامے کی تاریخ دنیا میں دو ہزار سال قدیم ہے اس طویل مدت میں ڈرامے نے بہت ترقی کی لیکن اس طولانی تاریخ میں اردو ڈرامہ کی صرف ایک صدی کا ذکر ملتا ہے وہ بھی بہت مختصر۔ اردو ڈرامے کی اس مختصر تاریخ میں آغا حشر ایک عظیم المرتبت شخصیت کے حامل ہیں۔ وہ ڈرامہ نگاری کی خداداد صلاحیت لے کر عالمِ وجود میں آئے تھے۔ انھوں نے بیسویں صدی کے آغاز سے چند سال پہلے اس فن کو اپنایا اور بہت ہی قلیل عرصے میں اپنے ہم عصروں سے بھی آگے نکل گئے۔ اس صنف میں اپنی صلاحیت کی بنا پر وہ مقام پیدا کیا کہ ان کے کارناموں کی بدولت دنیا انھیں اردو کا شیکسپیر کے نام سے جانتی ہے۔ شیکسپیر جو انگلستان کا سب سے بڑا شاعر اور ڈرامہ نگار ہے جسے عالمگیر شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی اور گذشتہ چار سو برس میں اس کی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوتا رہا۔

حشر کو شیکسپیر کا لقب دینے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے شیکسپیر کے ڈراموں کے پلاٹ کی بنیاد پر اپنے ابتدائی ڈراموں کی بنیاد رکھی یہ اور بات ہے کہ اسٹیج کی ضروریات اور لوگوں کے مذاق کے مطابق ان میں تبدیلیاں کرنی پڑیں یوں تو انھوں نے ابتدا ہی سے مغربی ڈرامے کو مشعل راہ بنایا لیکن انگریزی کے مشہور و معروف ڈرامہ نگار شیکسپیر سے بہت زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ الفریڈ ناٹک کمپنی بمبئی میں انھوں نے اپنا پہلا ڈرامہ "مریدِ شک" لکھا۔ اس کا پلاٹ شیکسپیر کے مشہور انگریزی ڈرامے Winter Tale سے ماخوذ تھا۔ یہ حشر کی پہلی کوشش تھی۔ جس کی کامیابی نے انھیں نہ صرف اس دور کی تھیٹریکل دنیا سے متعارف کروایا۔ بلکہ غیر معمولی شہرت بھی عطا کی۔ کمپنی کی طرف سے اس ڈرامے کا خلاصہ اور گیتوں کی جو کتاب شائع ہوئی اس کا دیباچہ حشر صاحب نے لکھا ہے اس میں شیکسپیر کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آج میں آپ کی نکتہ بیں نگاہوں کے سامنے وہ اپنی ناچیز تصنیف پیش کرتا ہوں جس کا نام مُریدِ شک ہے۔ یہ ڈرامہ بھی اس غیر معمولی ساخت کے دل و دماغ کی کوششوں کا مجموعہ ہے جس کے ایک ایک لفظ کو اہلِ یورپ الہامی فرشتہ کا لیکچر یا کتاب زندگی کی تشریح سمجھتے ہیں نیچرل سائنس کے دقیق مسائل اور فطرتِ انسانی کے لاینحل عقدے اپنی موشگاف ذہانت کے ناخن سے جس خوبصورتی کے ساتھ شیکسپیر نے کھولے ہیں وہ ابدالآباد تک کمال اور اعجاز کے القاب سے یاد کیے جائیں گے۔ کاغذ کے سادہ صفحوں میں انسان اور انسانی جذبات کی جیتی جاگتی تصویریں کس ادا سے دوڑتی پھرتی ہیں۔ اس کا پورا فوٹو کھینچ کر دکھانا اور اس میں وفا، جفا، الفت، نفرت حیاداری، ریاکاری، اخلاق، نفاق مختلف اقسام کے رنگ بھر کر جان ڈالنا شیکسپیر کے ہی دل و دماغ کا کام تھا۔"

اس طرح ڈرامہ "اسیرِ حرص" اور "خوبصورت بلا" بھی حشر کی ابتدائی کوششوں کا نتیجہ ہیں جو شیکسپیر کے ڈراموں سے اخذ کیے گئے ہیں اور ان میں اردو کے دورِ اولین کے ڈراموں کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں انھوں نے شیکسپیر کے ڈرامے "ہیملٹ" کا ترجمہ بھی شروع کیا

تھا لیکن نورو زجی کے اصرار پر ادھورا چھوڑ کر انکی کمپنی میں ملازمت اختیار کرلی۔ اس کے علاوہ ڈرامہ "دامِ حسن" کو "شہیناز" عرف "اچھوتا دامن" کے نام سے از سرِ نو ترتیب دیا جو شیکسپیر کے ڈرامے میسر فار میسر Measure for Measure سے ماخوذ ہے اسی طرح ان کا ڈرامہ "سفید خون" شیکسپیر کے ڈرامے King Lear اور صید ہوس King John سے ماخوذ ہے۔ "داؤ پیچ" کے نام سے ایک ڈرامہ لکھا تھا جو شیکسپیر کے Macbeth سے اخذ کیا گیا ہے بعد میں "خواب ہستی" کے نام سے پیش کیا گیا۔ ان کی ذاتی کمپنی کا نام "انڈین شیکسپیر تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ" تھا۔

اگر چہ آغا صاحب کے قلم پر ہر طرف سے پابندیاں تھیں۔ تھیٹر کمپنیوں کا تقاضہ تھا کہ عوام کی پسند کو ملحوظ رکھا جائے کہ ڈرامہ کم از کم چھ سات گھنٹے تک رہے علاوہ ازیں ہر طبقہ اور ہر مذاق کے لوگوں کے لیے باعث دل چسپی و تفریح ہو ان تمام عنصری ضروریات کو مدنظر رکھ کر بھی ڈراموں میں حسن بیان طرز ادا و سلاست زبان کے ترقی یافتہ نمونے پیش کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی انھوں نے اپنی تخلیقات میں مغربی پلانٹ کے ساتھ مقامی رنگ کو بھی مدنظر رکھا اور عام انسانی زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ کیا اس اعتبار سے حشر کی فنکاری قدیم وجدید اردو ڈرامے کے بیچ ایک کڑی بن گئی۔ جس نے ارتقائی منزل کی نشاندہی کی اور انھیں اردو کا شیکسپیر بنادیا ان کے ڈرامے ان کے عہد کی اسٹیج کی زینت ہیں۔ انھوں نے پارسی اسٹیج کے اغراض ومقاصد کو مدنظر رکھ کر ڈرامے لکھے اور یہ ضروری سمجھا کہ ان کے پیش کردہ ڈرامے عوام کی تفریح طبع کا باعث بنیں کیونکہ تھیٹر کمپنیوں کی کامیابی اس زمانہ میں عامیانہ اور سستے مذاق پر منحصر تھی۔ اگر حشر ابتدا سے ہی اس عام روش کو نہ اپناتے اور ڈرامہ نگاری کا نیا اسلوب اختیار کرتے تو کبھی مقبولیت نہ حاصل کر سکتے تھے اگر چہ ان کا یہ انداز فطری نہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے فن میں عہد بہ عہد تبدیلیاں کرتے رہے اور تدریجی ارتقار کے امکانات تلاش کرنے میں مشغول رہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آغا حشر اپنے دور کے پہلے اور آخری عظیم ڈرامہ نگار ایک ترقی پسند فنکار تھے انھوں نے اپنی زندگی ڈرامہ کی خدمت میں صرف کردی نہ صرف دولت وشہرت کی خاطر بلکہ فن کو کمال عروج پر پہنچانا بھی ان کا ایک خاص مقصد تھا۔ آل احمد سرور نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ:

"انھوں نے خود بھی فن کی منزلیں طے کیں اور فن کو بھی ترقی دی اس میں اپنی بلند آہنگ شخصیت اور بے پناہ قدرت سے وسعتیں پیدا کیں، جذبات کے ہیجان میں طوفان کا زور اور موجوں کا زور دکھایا۔ تیز شہنائی اور تند نقاروں سے کان بھرے بھی کیے اور ہلکی ولطیف کیفیتوں سے روح میں اہتزاز بھی پیدا کیا۔ انھوں نے اپنا واسطہ براہ راست عوام سے رکھا اور عوام کے راستے سے خواص کے دلوں تک پہنچے"

حشر کے ڈراموں میں انداز خطابت انفرادیت کا حامل ہے۔ زبان کی فصاحت وبلاغت قابل تعریف ہے سلاست و روانی جدت تراکیب، الفاظ کا در وبست، چستی و برجستگی کے ساتھ جوش بیان بھی ملتا ہے۔ ابتدائی ڈرامے مقفیٰ و مسجع عبارت آرائی و فقرہ بازی سے پُر ہیں۔ جا بجا اشعار ملتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ جدت وندرت بڑھتی گئی یہاں تک کہ آخری دور کے ڈراموں "آنکھ کا نشہ" عورت کا پیار" بن دیوی" رستم وسہراب" سیتا بن باس، ادھینشیم، پرتگیا وغیرہ میں موزوں ومناسب انداز بیان ملتا ہے کیونکہ حشر ایک شاعر تھے اور موسیقی میں بھی مہارت رکھتے تھے اس لیے ان کے گیتوں میں دلکش نغمگی ملتی ہے اور خوبصورت ترنم بھی ملتا ہے۔ دوسری خصوصیات کے ساتھ ساتھ شاعرانہ صلاحیت اور زور بیان سے بھی اس صنف میں انھوں نے بے پناہ شہرت حاصل کی اور ڈرامہ نگاری میں ایسا منفرد وممتاز مقام پیدا کیا کہ انھیں انڈین شیکسپیر کہا جانے لگا۔ ان کے معاصرین میں طالب بنارسی، احسن لکھنوی، بیتاب بنارسی عباس، عبد اللطیف شاد کے نام ان سے پہلے نظر آتے ہیں۔ مگر حشر نے ایسا حشر برپا کیا کہ سب سے آگے نکل گئے اور آگے بڑھنے والوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

کے مصداق معاصرین نے اردو ڈرامہ نگاری میں بہت کچھ کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی تجدید اور قابلِ ذکر خصوصیت کا مالک ثابت نہ ہوسکا۔ اس لحاظ سے انھیں اردو شیکسپیر تسلیم کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

بعض ناقدین نے آغا حشر کو اردو کا شیکسپیر تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک کی تہذیب وادب علیحدہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے خیالات وانداز بھی کسی حد تک متفرق ہو جاتے ہیں۔ کارناموں اور صلاحیتوں میں سو فیصدی یکسانیت نہیں ہو سکتی مکمل تناسب وتوازن قائم رہنا ممکن نہیں مگر آغا حشر کی ذہانت طبعی، شاعرانہ طبیعت اور اداکارانہ صلاحیت نے انھیں ایک عظیم ڈرامہ نگار بنا کر شیکسپیر کے مرتبہ تک پہنچا دیا۔ انھوں نے ادبی وتفریحی دونوں حیثیتوں سے ڈرامے کو بہت کچھ دیا۔ سماجی مسائل کو بھی اپنے ڈراموں میں جگہ دی ہے یہ اور بات ہے کہ وہ روایتی انداز کو ترک نہ کرسکے کیونکہ ان کا مقصد تفریح طبع کا سامان مہیا کرنا تھا اگر وہ روایتی انداز کو ترک کر دیتے اور صرف زندگی کی انفرادی وسماجی کشمکش کو اپنی ڈرامہ نگاری کی بنیاد بنا لیتے تو ان میں اتنی صلاحیت تھی کہ وہ فن ڈرامہ نگاری کو بہت بلند مرتبہ دے سکتے تھے کیونکہ وہ شہرۂ آفاق نثر نگار بھی تھے اور ان کی نثر اردو نثر نگاری کی تاریخ میں ادب العالیہ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ حشر کا فن ڈرامہ نگاری قدیم وجدید اردو اسٹیج کے درمیان ارتقائی منزل کا نشان تھا جس نے اپنے دور کے ابتذال اور بدذوقی کی پامال روش کو بھی بڑے خوش گوار انداز میں بدل کر رکھ دیا اور اردو ڈرامے کو ترقی کی راہ دکھائی ان کے ڈراموں میں جو انفرادیت ہے وہ انھیں اپنے پیش روؤں اور معاصرین دونوں سے بہت زیادہ بلند بنادیتی ہے انھیں اگر غیر معمولی صلاحیت کا اردو ڈرامہ نگار کہا جائے تو مناسب نہیں۔ اس لحاظ سے انھیں اردو کا شیکسپیر کہنا بھی بے جا نہ ہوگا۔

(ناگپور سے نشر)

غزل

زین العابدین عابد

بدلتی جارہی ہے آج قدرِ زندگی کیسی
بنا تا جارہا ہے اپنی صورت آدمی کیسی

خرد کا دور ہے فکر ونظر کی کجروی کیسی
ہزاروں مشعلیں روشن ہیں پھر بھی تیرگی کیسی

لب جرم وخطا پر رقص فرما ہے ہنسی کیسی
در زنداں پہ دستک دے رہی ہے روشنی کیسی

فلک کے چاند اور تارے مجھے کرنے لگے سجدہ
تخیل کر رہا ہے آج یہ صورت گری کیسی

مرے ہاتھوں سے لیکر توڑ ڈالا جام صہبا کو
سمجھتا ہوں مزاج یار میں ہے برہمی کیسی

چبھا تے ہیں پرانے زخم پر تنقید کے نشتر
مسیحاؤں نے سیکھی ہے یہ طرز دلدہی کیسی

نہ ہو جس کا اثر عابد شعور مرد مومن پر
وہ حسن شعر کیسا اور طرز شاعری کیسی

(ناگپور سے نشر)

دھرتی راجستھان کی

جودھپور کی کہانی

وید پرکاش گرگ

پُرانے زمانہ میں جودھپور، مارواڑ کی راجدھانی تھی۔ اب تم پوچھو گے کہ مارواڑ کا کیا مطلب ہے۔ مار کا لفظ مرُ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ریگستان اور واڑ کا مطلب ہے حفاظت کرنے والا۔ تو مارواڑ کا مطلب ہوا ریگستان کی حفاظت کرنے والا۔ جودھپور کا شہر راؤ جودھا نے بسایا تھا۔ راؤ جودھا ایک بہت ہی بہادر، لائق، ہوشیار اور ہمتی حکمراں تھا۔ وہ کسی بھی حالت میں گھبراتا نہیں تھا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد وہ میواڑ کی فوجوں سے لڑا اور اپنی طاقت کو جوڑ کر اس نے اپنے علاقہ کو مضبوط کیا اور جودھپور شہر بسایا۔ راؤ جودھا کے بعد مارواڑ کے جو اور مشہور حکمراں ہوئے اُن کے نام ہیں راؤ مال دیو، راؤ چندر سین، راؤ اُمید سنگھ، راؤ سردار سنگھ اور راؤ مان سنگھ۔

بچو! پُرانے زمانہ میں مارواڑ کا علاقہ کافی سمردھ تھا۔ یہاں پر گنّے کی کھیتی بہت ہوتی تھی کیونکہ اس کے لیے پانی بہت چاہیے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا مارواڑ ایک ریگستان میں بدل گیا۔ اس وقت مارواڑ ریاست میں جیسلمیر، باڑمیر، بیکانیر، جے ترن، سوجت، میڑتا اور پوکرن وغیرہ قصبے تھے۔ ان میں سے سوجت، جے ترن، میڑتا اور پوکرن آج بھی ضلع جودھپور کے حصّے ہیں۔ مارواڑ میں جودھپور، پوکرن، میڑتا، منڈور، سوجت، ناگور اور بیکانیر میں قلعے بنوائے گئے تھے۔ ان میں جودھپور کا قلعہ سب سے مشہور ہے۔ جس کی کہانی میں تمھیں ابھی سناؤں گا۔

لوگوں کا بڑا پیشہ کھیتی تھا۔ اس کے علاوہ کچھ صنعتیں بھی تھیں۔ جیسے کہ کٹوریاں، لوہے کے تالے، اونٹ کی کاٹھیاں، آسوپ قصبہ میں دیسی کمبل اور بیاخا قصبے میں کمبل، چھتری، دھوتیاں اور پگڑیاں بنائی جاتی تھیں۔ یہاں کے مشہور تہوار ہیں گنگور اور تیج۔ یہ تہوار آج کل بھی منائے جاتے ہیں۔ گنگور کے تہوار پر لڑکیاں اپنے سروں پر لوٹوں میں پانی لے کر پوجا کرنے جاتی ہیں اور گوری ماں کی پرارتھنا کرتی ہیں تاکہ ان کو اچھے اچھے خاوند ملیں۔ گنگور کے تہوار میں لڑکیاں گھڑوں میں دیوے جلاکر اور انھیں اپنے سر پر رکھ کر گیت گاتی ہیں۔ جودھپور میں مشہور مندر ہیں انک پور، کرارو اور ریونا کے۔ یہ مندر آج بھی موجود ہیں۔ ان میں انکا پور کا مندر کاریگری کا ایک بہت ہی خوبصورت نمونہ ہے۔ بعد میں بیکانیر ریاست الگ سے بن گئی۔

یہ تو بچو ہوا پہلے کا جودھپور اور مارواڑ۔ اب میں تمھیں آج کے جودھپور کی کہانی سناتا ہوں۔ جودھپور میں ایک بہت ہی بڑا قلعہ ہے خوبصورت مندر اور منڈور کے باغ ہیں۔

راؤ جودھا نے ۱۴۵۹ء میں قلعہ کی نیو ڈالی اور شہر بسانا شروع کیا۔ راجپوت لوگوں میں ایسا یقین ہے کہ اگر قلعہ کی نیو میں کوئی زندہ آدمی گاڑا جائے تو وہ قلعہ اس کے بنوانے والے کے ہاتھ سے کبھی نہیں نکلتا۔ اس لیے جودھپور کے قلعہ کی نیو میں راجیا نام کا ایک زندہ آدمی گاڑا گیا۔ جس جگہ اس کو گاڑا گیا تھا اس جگہ قلعہ میں خزانہ اور نقار خانے کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ قلعہ کے چاروں طرف پکّی دیواریں ہیں جو ۲۰ فٹ سے ۱۲۰ فٹ تک اونچی اور ۷۰ فٹ تک چوڑی ہیں۔ قلعہ کی لمبائی ۵۰۰ گز اور چوڑائی ۲۵۰ گز ہے۔ بچو! اس قلعہ میں جانے کے لیے دو دروازے ہیں جن کے نام ہیں لوہا پول اور جے پول۔ قلعہ میں موتی محل، فتح محل، پھول محل اور سنگار محل بنے ہوئے ہیں۔ چامونڈا دیوی اور آنند گھن کے دو مندر ہیں۔ تین بڑی توپیں ہیں جن کے نام ہیں۔ کلکیلا (किलकिला) شمبھو بان اور غزنی خان۔ قلعہ کے نیچے جودھپور کا شہر بسا ہوا ہے۔ اس میں ایک بہت اچھا عجائب گھر بھی ہے جس میں بچو! مہاراجہ اکبر کی ایک بہت بڑی تلوار بھی رکھی ہوئی ہے۔

جودھپور شہر کے چاروں طرف راؤ مال دیو نے دیوار بنوائی تھی۔ اس میں چھ دروازے ہیں۔ ان کے نام ہیں، چاند پول، ناگور، میڑتا، سوجت، جالوری اور سوجی دروازے۔ چار تالاب ہیں جو پدم ساگر، رانی جی کا تالاب، گلاب ساگر اور فتح ساگر کے نام سے مشہور ہیں۔ شہر کے شمال میں راجہ سور سنگھ کا بنوایا ہوا سور ساگر نام کا تالاب ہے۔ کنج بہاری، بال کرشن اور گھنشیام کے مشہور مندر ہیں۔ ان میں کنج بہاری کا مندر سب سے بڑا ہے اور یہ شہر کے بیچ میں بنا ہوا ہے۔ اس کے پاس ایک گھنٹہ گھر ہے۔ اس کی اونچائی ۱۰۰ فٹ ہے۔ اس کی نیو مہاراجہ سردار سنگھ نے رکھی تھی۔ گھنٹہ گھر کے اردگرد بہت سی دکانیں ہیں جہاں پر سبزی اور پھل بکتے ہیں۔ شہر کے شمال مشرق میں مہا مندر ہے۔ جسے مہاراجہ مان سنگھ نے بنوایا تھا۔ اس مندر میں جالندھر ناتھ کی مورتی ہے۔ شہر کے ایک طرف بالکا کا باغ ہے جسے مہاراجہ جسونت نے بنوایا تھا۔ شہر کے باہر رائی کے باغ کا محل اور ریزڈینسی بنے ہوتے ہیں۔ قلعہ کی پہاڑی پر سنگ مرمر کا بنا ہوا مہاراجہ جسونت سنگھ کا یادگار بھون ہے۔ جسے تھڑا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی خوبصورت بنا ہوا ہے۔ ریزیڈینسی کے پاس ہی امید بھون ہے جو کہ ایک بہت بڑا محل ہے۔ اسے راجہ اُمید سنگھ نے بنوایا تھا۔ ایک بار جودھپور ریاست میں قحط پڑ گیا تھا۔ لوگوں کو روزگار دینے کے لیے راجہ امید سنگھ نے یہ محل بنوایا اور یہ تیرہ سال میں ختم ہوا۔

راجستھان کی ہائی کورٹ یہاں پر ہے۔ ہوائی اڈہ بھی ہے۔ چونکہ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ اس لیے سوکھی کھیتی پر تفتیش کرنے کے لیے اور بڑھتے ہوئے ریگستان کو روکنے کے لیے جودھپور میں ایک ادارہ سرکار نے قائم کیا ہے۔ یہ ادارہ اپنی تفتیش کسانوں تک پہنچاتا ہے۔ اور بڑھتے ہوئے ریگستان کو کس طرح سے روکنا چاہیے سرکار کو بتلاتا ہے۔ یہاں ایک اور ادارہ بھی ہے جسے ایشیائی تفتیش ادارہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہزاروں پرانی دستاویزیں ہیں جن پر تفتیش کی جاتی ہے۔

شہر سے ۵ میل شمال میں ایک ندی کے کنارے بسا ہوا منڈور کا قصبہ ہے۔ یہاں پہاڑی پر بنا ایک قلعہ ہے۔ یہاں پر بہت ہی خوبصورت بنے ہوئے باغ ہیں۔ ان کو منڈور گارڈنس (Mandaur gardens) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں ایک خوبصورت چشمہ ہے۔ ایک عجائب گھر بھی ہے۔ شہر کے لوگ یہاں پکنک کرنے آتے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں کے سیاح یہاں

بہت آتے ہیں اور ان باغوں کے فوٹو کھینچتے ہیں۔ ان باغوں کا نظارہ سیاحوں کو اپنی طرف بہت ہی کشش کرتا ہے۔ پرانے زمانے میں منڈور میں، ماڈویہ ([illegible]) [illegible] کی کا آشرم ہوتا تھا۔ یہاں پر پانچ گنبد بنے ہوتے ہیں۔ ان کو متبرک سمجھ کر لوگ ان میں نہاتے ہیں۔ یہاں پر [illegible] راجاؤں کے چھترے اور چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔ ایک چٹان کو کاٹ کر ۱۰ بڑی بڑی مورتیاں بنائی گئی ہیں ان میں سات مورتیاں تو دیوتاؤں کی ہیں اور نو مورتیاں جالندھر ناتھ، گوسائیں، [illegible]، [illegible]، پابو، رام دیو، ہڑبو، جانبھا، میہا ([illegible]) اور گوگا کی ہیں۔ [illegible] لوگ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ ایک اور جگہ ہے جسے "راون کی چوری" کہتے ہیں۔ ایسا یقین مانا جاتا ہے کہ اس جگہ پر راون کی مندودری سے شادی ہوئی تھی۔

جودھ پور کے جنگلوں میں سالر، کولر، [illegible]، ڈھاک، بیر، کھیر، دھامن اور دھو کے درخت پائے جاتے ہیں۔ یہاں گرمیوں میں بہت گرمی اور سردیوں میں بہت سردی ہوتی ہے۔ بارش کم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کسان لوگ زیادہ کھیتی باڑی کا کام نہیں کر سکتے۔ اب وہ زیادہ تر مویشی پالتے ہیں۔ یہاں اونٹ کو ریگستان کا جہاز کہا جاتا ہے۔ مارواڑی زبان بولی جاتی ہے۔ اسے آج کل راجستھان کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

جودھ پور کے پاس مکرانہ میں سنگ مرمر کے پتھر کی کانیں ہیں۔ دلی کے لال قلعہ میں لگا سنگ مرمر کا پتھر بھی یہاں سے لایا گیا تھا۔ اور نزدیک ہی سانبھر لیک ہے جہاں پر نمک بنایا جاتا ہے۔

تو بچو! یہ ہے جودھ پور کی کہانی.....

(اردو سروس سے)

حفظانِ صحت کے لیے چند اہم طبی مشورے

حکیم محمد اسرار الحق

انسان کی قدیم ترین تاریخ میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں علم حفظان صحت کا وجود ضرور پایا جاتا ہے۔ علم طب جب تعویذ، گنڈوں، اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی بندشوں سے آزاد ہونے کے لیے انگڑائیاں لے رہی تھی یہ یونانی دیوتا اسقلیبوس اور دیوی ہائجیا کا زمانہ تھا جو صحت کی ذمہ دار سمجھی جاتی تھی۔ اسی دیوی ہائجیا کے نام پر علم حفظ صحت کا نام ہائجن رکھا گیا۔

صحت انسان کی طبعی میراث ہے۔ اور انسان کی طبیعت کا ذاتی تقاضا ہے کہ وہ انسان کو تندرست اور گرد و پیش کے دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے قدرت نے انسان کی طبیعت کو بہت سے اسلحہ و آلات دیے ہیں غذا کے کارآمد اجزا کا جذب کرنا۔ ناکارہ مضر فضلات کا دفع کرنا طبیعت کا خاصہ ہے۔ جراثیم کو ہلاک کرنے کے لیے طبیعت کے پاس بہت سی اینٹی جراثیم چیزیں موجود ہیں۔ جب جسم کی قوت مدافعت امیونیٹی قوی رہتی ہے تو بڑے سے بڑے جراثیم کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ وبائی قسم کے سخت جراثیم بھی جسم کی قوت مدافعت سے شکست کھا جاتے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ عناصر کی ترکیب و ترتیب جب تک اپنے تناسب پر رہتی ہے قوت مدافعت اپنے تمام دشمنوں کو شکست دیتی رہتی ہے۔ اور جب اس کی ترکیب و ترتیب میں فرق آجاتا ہے تو انسان مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہزاروں سال کے تجربے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں قدرتی قوانین کی پابندی بیماریوں سے کوسوں دور رکھتی ہے۔

حفظان صحت پر دو طریقے سے غور کیا جاتا ہے:

۱۔ گرد و پیش کے تمام دشمنوں اور جراثیم کو ہلاک کر دینا۔

۲۔ انسان کی قوت مدافعت کو اتنا قوی رکھنا کہ وہ تمام دشمنوں کو ہلاک کر دے۔ تمام جراثیم کا دنیا سے ختم کر دینا تو شاعرانہ خیال ہے۔ رہا انسان کا جراثیم کش ادویات کے ذریعے تحفظ تو جراثیم کش ادویات انسان کی قوت مدافعت کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اس کے ری ایکشن سے انسان کی قوت انرجی بہت زیادہ ضائع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی دوا ایسی نہیں جو صرف مفید ہو مضر نہ ہو۔ علاج و معالجہ میں اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جس بیماری کا علاج کیا گیا اس میں تو افاقہ ہو گیا لیکن دوسری بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ یہ عام طور پر دواؤں کے بے تحاشہ استعمال کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

جس زمانہ میں دیوی ہائجیا انسانی درد و دکھ کا مداوا کرنے میں مشغول تھی یونان کی دھرتی پر بقراط کا جنم ہوا۔ اس کی پیدائش نے یونان میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس مفکر اعظم نے موجودہ سائنسدانوں کی طرح بیماریوں کے اسباب و علامات اور علاج کی تحقیق کا کام شروع کیا اور مرض کی وجہ فطرت کے اصول کو نہ ماننا بتایا۔

"حفظ ماتقدم علاج سے بہتر ہے" (بقراط)

زائل شدہ صحت کا حاصل کرنا جتنا آسان ہے اس سے زیادہ آسان موجودہ صحت کی حفاظت کرنا ہے۔ انسان کے سارے اعمال و افعال کا دار و مدار تندرستی و صحت پر ہے۔ تندرستی کے بغیر نہ جسم میں توانائی قائم رہتی ہے نہ دماغ میں غور و فکر کرنے اور صحیح طریقہ کار اختیار کرنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ لیکن انسان کی فطرت بھی عجیب ہے۔ جب تک وہ تندرست رہتا ہے قدرت کی اس نعمت کی قدر نہیں کرتا صحت کی حالت میں خورد و نوش اور دوسری چیزوں میں بے اعتدالی عام طور پر پائی جاتی ہے۔ یہی تندرست انسان جب کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کے دفعیہ کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ بدمزہ تلخ دوا کی تکلیف برداشت کرتا ہے اور اس یوسف گم گشتہ یعنی کھوئی ہوئی صحت کو حاصل کرنے کے لیے بڑی سے بڑی رقم خرچ کرنے میں دریغ نہیں کرتا۔ لیکن جب تندرست ہو جاتا ہے اور رگوں میں تازہ خون دوڑنے لگتا ہے اور تندرستی کے ساز پر کائنات کا ہر ذرہ گنگناتا اور رقص کرتا نظر آتا ہے تو وہ ان تمام مصائب و آلام کو بھول جاتا ہے اور پھر بے اعتدالی شروع کر دیتا ہے۔

طبی دنیا کی عظیم شخصیت جس نے مشرق و مغرب سے اپنا لوہا منوا لیا جس کی کتاب "قانون" عرصہ تک یورپ کے میڈیکل کالجوں کے نصاب میں داخل رہی۔ آپ نے اس کا نام سنا ہوگا۔ شیخ الرئیس بوعلی سینا، جسے یورپ والے "ابی سینا" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ حفظان صحت کا

غزل

فاروق شفق

جسم کے کس بل گئے پوشاک ڈھیلی ہو گئی
لوگ سائے ہو گئے اور دھوپ پیلی ہو گئی

آنکھوں نے لکھی تھی جس پر شہر شب کی داستاں
برف اس پر جم گئی تحریر گیلی ہو گئی

کوہساروں سبز میدانوں میں کانٹے اگ گئے
شوخیاں کرتی ہوا کتنی نکیلی ہو گئی

نیلگوں اونچائیاں تکتے یہ حالت ہو گئی
کپڑے مٹی، شکل پیلی، آنکھ نیلی ہو گئی

ریت کے لب پر کہاں لہروں کے بوسوں کے نشاں
بھاپ سی اٹھنے لگی رت بھی دھوئیلی ہو گئی

لوگ تکیے کو لگائے چین سے سوتے رہے
رات بھر میں اس طرف دیوار گیلی ہو گئی

خرچ ہوتی جا رہی ہے کالی آندھی میں یونہی
زندگی اپنی شفق ماچس کی تیلی ہو گئی

بو علی سینا اپنی کتاب قانون میں لکھتا ہے "تندرست و توانا جسم کے حفاظت کی تدبیر کا نام علم حفظ صحت ہے" پھر حفظان صحت کی مختلف قسموں کو بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے "انسانی صحت کی حفاظت کے لیے چھ ضروری چیزوں کی پابندی ضروری ہے۔ ۱. ہوا، ۲. کھانا پینا، ۳. سونا جاگنا، ۴. فکر و تردد، غم و غصہ، رنج و خوشی ۵. چلنا پھرنا ورزش کرنا ۶. بدن کے فضلات کا نکلنا جسم کے لیے ضروری اور کار آمد چیزوں کا جسم میں رہنا۔

ان اشیاء میں جب بے اعتدالی آتی ہے تو انضمام جسمانی میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہوا اور پانی میں جب فساد ہو جاتا ہے تو وبائی امراض پھیلتے ہیں۔ ناقص، سڑی گلی چیزوں کے کھانے سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ فکر و تردد سے جسم میں گھن لگ جاتا ہے بے وقت سونے اور جاگنے سے بدن ٹوٹنے لگتا ہے۔

برسات کے موسم میں بیماریوں کی یورش ہوتی ہے اس مہینہ میں آپ ایسا کریں کہ صبح سویرے بستر چھوڑ دیں ضروریات سے فارغ ہو کر ورزش کریں۔ پھر غسل کر کے پیدل قدمی کے لیے نکل جائیں۔ غذا میں سرکہ، پیاز، پودینہ، لیموں، ادرک، سبز ترکاریاں ضرور استعمال کریں۔ دھوپ سے بچیں ٹھنڈا پانی خوب پئیں، گھی، مکھن کا استعمال رکھیں۔ باسی چیزوں انڈا، گوشت، کا کھانا اور بھوکا رہنا صحت کے لیے مضر ہے۔ اس ترکیب سے آپ بہت سی موسمی بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔

یرقان پیلیا روگ سے بچنے کی ترکیب

جب آپ کے گاؤں یا شہر میں پیلیا روگ پھیلا ہوا ہو تو اس زمانہ میں سرکہ، لیموں اور مولی کا کھانا پیلیا روگ کے خطرہ کو کم کر دیتا ہے۔ وبا کے دنوں میں پانی اُبال کر پئیں مچھر سے بچنے کے لیے مچھر دانیاں لگائیں گھر میں روزانہ گندھک لوبان جلائیں۔ ڈی، ڈی، ٹی چھڑکوائیں۔ گندی نالیوں کی صفائی کی جائے۔ چونکہ مرض سیسہ اور لوہے کے زہر سے بھی پھیلتا ہے اس لیے پانی کے پائپ اگر بہت پرانے ہو گئے ہوں تو ان کو بدلوا دیں۔ شہروں میں میونسپلٹی اور کارپوریشن کو اس پر توجہ دینی چاہئے۔ وبا کے زمانے میں پانی کی ٹنکی، کنوئیں، نل کوپ میں بلیچنگ پاؤڈر یا پوٹاشیم پرمینگنیٹ ڈلوا دیں اور ڈی، ڈی، ٹی کا چھڑکاؤ کر کے مکان کی ہوا کو صاف کیا جائے۔

یرقان بذات خود کوئی مرض نہیں ہے بلکہ بعض امراض جگر یا دوسری بیماریوں کی بڑی علامت ہے۔ یرقان کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک وہ جو صفراوی نالیوں کے بند ہو جانے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم کا یرقان خاص قسم کے بخار سیسہ یا پارہ کا زہر، زہریلے جانور سانپ بچھو، تیلنی مکھی۔ مخصوص قسم کے زہریلے مچھر بعض امراض جگر وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وبائی قسم کے یرقان کا سبب اب تک متعین نہیں ہو سکا ہے کچھ لوگ مخصوص وائرس، بعض پانی کی خرابی اور مچھر کو مورد الزام قرار دیتے ہیں۔

علامات مرض

سب سے پہلے پیشاب زرد یا بھورا سیاہی مائل آنے لگتا ہے۔ آنکھیں پیلی ہو جاتی ہیں۔ لب مسوڑھے، زبان اور جلد کا رنگ زردی مائل ہو جاتا ہے۔ ہاضمہ خراب، پاخانہ مٹیالا بدبودار خارج ہوتا ہے۔ کبھی مریض کو ہر چیز زرد نظر آنے لگتی ہے۔ مریض چڑچڑا بدمزاج ہو جاتا ہے۔ روغنی اور چکنی چیزوں سے نفرت ہو جاتی ہے منہ کا مزہ کڑوا ہو جاتا ہے بھوک کم لگتی ہے۔ اگر مرض پرانا ہو تو سخت کمزوری، بذیانی، تشنج وغیرہ روی علامات پیدا ہو کر مریض کی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

یرقان کی علامات ظاہر ہوتے ہی تو کسی ہوشیار معالج سے رجوع کرنا چاہیے علاج میں تاخیر مضر ہوگی۔

یرقان پیلیا روگ کی کچھ دوائیں یاد رکھیں جو بہ آسانی مل سکتی ہیں:

(۱) مہندی کا پتہ ۲۰ گرام کچل کر ۱۸۰ لیٹر پانی میں جوش دے کر چھان کر رس کو پی لیں۔

(۲) مولی کا پانی ۲۵ ملی لیٹر میں نوشادر ۲۵۰ ملی لیٹر ملا کر دن میں دو بار لیں۔

(۳) کاسنی کے بیج ۱۰ گرام ۱۲۰ ملی لیٹر پانی میں رات کو بھگو دیں صبح کو مل چھان کر پینا یرقان کے لیے مفید ہے۔

(۴) شربت بزوری معتدل، شربت کاسنی، شربت دینار، ہر ایک ۲۵ ملی لیٹر پانی کے ساتھ دن میں دو بار استعمال کریں۔

پرہیز: تیل، گھی، گوشت، انڈا، مچھلی نہ کھائیں، کھانے میں نمک کم ڈالیں تمام چکنی چیزوں سے پرہیز کریں۔

آشوب چشم

آجکل یہ مرض وبائی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس مرض میں آنکھ متورم ہو جاتی ہے۔ آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں روشنی سے تکلیف ہوتی ہے۔ آنکھ سے گندے مواد بہتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں پپوٹے چپک جاتے ہیں۔ موسم گرما کے آخر میں اس کا زور ہوتا ہے۔ اس مرض سے محفوظ رہنا دشوار ہے۔ مریض کی آنکھ کو دیکھنے اور مریض کے استعمال شدہ کپڑوں کو استعمال کرنے سے بچنا چاہیے۔ آنکھ کے مریضوں کو رنگین عینک لگانی چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اس سے متاثر نہ ہوں۔ آنکھ کو صاف ستھرا رکھیں۔

آشوب چشم کیلئے مفید دوائیں

(۱) رسوت زرد ۳ ماشہ پھٹکری ۶ ماشہ، افیون ۱ رتی، عرق گلاب ۲ تولہ میں حل کر کے باریک کپڑے سے چھان لیں اور دن میں دو تین بار آنکھ میں ڈالیں

(۲) رسوت زرد، پھٹکری، چاکسو، انبہ ہلدی، برابر برابر پانی میں پیس کر سوتے وقت پپوٹوں پر لگائیں۔

ہیضہ

برسات کے موسم میں ہیضہ کی وبا پھیلتی ہے یہ متعدی مرض ہے اس میں شدید دست و قے ہوتی ہے۔ دستوں کا رنگ چاول کے پیچ جیسا ہوتا ہے۔ مریض کے ہاتھ پاؤں میں شدید اینٹھن ہوتی ہے پیشاب کم یا بند ہو جاتا ہے۔ بدن ٹھنڈا و غشی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اکثر لوگ فوت ہو جاتے ہیں۔

عمومی تحفظ: ہیضہ کی وبا پھیلتے ہی اس کی خبر ہیلتھ آفیسر کو دی جائے اور وبا کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔ ہیضہ کے مریض کو گھر کے دوسرے لوگوں سے دور رکھا جائے۔

ہیضہ کے زمانے میں پانی اُبال کر استعمال کریں۔ کنویں تالاب میں بلیچنگ پاؤڈر اور پوٹاشیم پرمنگنیٹ ڈلوائیں، مریض کے بول و براز پر بلیچنگ پاؤڈر یا چونا ڈال کر ہیضہ کے جراثیم کو بے اثر کیا جا سکتا ہے۔

شخصی تحفظ: ۱. ہاضمہ درست رکھا جائے ۲. خالی پیٹ نہ رہیں، ۳. بازار کی سڑی گلی چیزیں نہ کھائیں، ۴. سفر کے دوران کھانے پینے سے پرہیز کریں، ۵. آئس کریم آئس پڈنگ اور دوسری ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کریں ۶. کھانا گرم کھائیں۔ سرکہ، لیموں، پیاز، پودینہ، مرچ سیاہ اور سونٹھ کا استعمال رکھیں۔ سرکہ پیاز لہسن کا سونگھنا بھی ہیضہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ کافور سونگھنا اور گندھک کی دھونی ہیضہ کے جراثیم کو ہلاک کرتی ہے۔ مکھیاں ہیضہ پھیلانے میں خاص رول ادا کرتی ہیں اس لیے مکھیوں سے حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ ہیضہ کا ٹیکہ لگوائیں۔

پوست بیخ مدار، مرچ سیاہ، ادرک باریک کوٹ کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں ایک گولی عرق گلاب یا پانی کے ساتھ استعمال کریں ہیضہ کی شدت کو دور کرتی ہے

ملیریا

یہ مرض مچھروں کے ذریعہ پھیلتا ہے اس کے طفیلیات خون کے ذرات میں رہتے ہیں اور بخار پیدا کرتے ہیں۔ خون کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور طحال بھی بڑھ جاتی ہے۔

ملیریا سے تحفظ کی ترکیب۔

گندی نالیوں کی صفائی کی جائے۔ جہاں پانی جمع ہو جاتا ہو اس کے نکالنے کا انتظام کیا جائے۔ جہاں سے پانی نکلنا دشوار ہو اس پر مٹی کا تیل چھڑکا جائے۔ وہاں اور گندھک کی دھونی دے کر مچھر کو تباہ کیا جائے۔ اس زمانہ میں ڈی ڈی، ٹی کا چھڑکاؤ مچھروں کے مارنے کے لیے بہت کار آمد ہے۔

ملیریا کی مخصوص دوا کونین ہے جس کے بہت سے الکلائیڈ بازار میں ملتے ہیں۔ یونانی دواؤں میں افسنتین رومی اس کے لیے مفید ہے۔ (۱) افسنتین رومی ۵ گرام ۱۲۰ ملی لیٹر پانی میں جوش دے کر چھان کر دن میں دو بار لیں۔ (۲) تلسی کے تازے پتے ۶ گرام کالی مرچ ۱ گرام پانی میں پیس کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں۔ ایک گولی پانی کے ساتھ دن میں دو بار لیں۔

(۳) کرنجوہ کی گری ۶ گرام کائفل ۳ گرام کا باریک سفوف بنا لیں ۵۰۰ ملی گرام سفوف پانی کے ساتھ دن میں تین بار لیں۔

(پٹنہ سے نشر)

سراب زدہ

سلام بن رزاق

اُس کی آنکھ اچانک ہی کھلی تھی۔ چند لمحوں تک اس کا ذہن بالکل ماؤف رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ہے کہاں؟ کہاں سے آرہا ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟ کانوں میں ایک عجیب سی گڑگڑاہٹ گونج رہی تھی۔ جیسے زلزلہ آرہا ہو، یا کوئی ہوائی جہاز اُڑا جا رہا ہو۔ تاہم ذہن کی یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ دوسرے ہی لمحے اس کی سمجھ میں آگیا کہ وہ بس میں سوار ہے۔ پھر اسے یہ بھی یاد آگیا کہ وہ شہر سے اپنے گاؤں جانے کے لیے بس میں سوار ہوا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کھڑکی سے باہر دیکھا اور دروازے کے پاس بیٹھے کنڈکٹر کی طرف مڑ کر پھٹی پھٹی آواز میں چیخ پڑا۔

"کنڈکٹر! کیا املی پاڑا چلا گیا؟"

کنڈکٹر اپنے اکاونٹ شیٹ پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کی آواز پر چونک کر گردن اٹھائی۔ بس میں بیٹھے دوسرے مسافر بھی چونک چونک کر اُسے دیکھنے لگے۔

کنڈکٹر بولا "املی پاڑا تو کب کا پیچھے چھوٹ گیا مسٹر! آپ سو رہے تھے کیا؟"

"ہاں، میری آنکھ لگ گئی تھی۔ تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟"

"واہ، میں کیوں جگاتا۔ جب املی پاڑا آیا تھا، میں نے آواز لگائی تھی۔ جنہیں املی پاڑا اترنا تھا اتر گئے۔ یہ تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے تھا کہ آپ کو کہاں اترنا ہے۔"

"ٹھیک ہے، گھنٹی بجاؤ۔ میں یہیں اتر جاؤں گا۔"

اس کے لہجے کی خفگی برقرار تھی۔ کنڈکٹر نے بھی لاپرواہی سے گردن جھٹکا دیا۔ اور گھنٹی بجادی۔ بس دھیمی ہوگئی۔ بالآخر چر۔۔چر۔۔کرتی ہوئی ایک جگہ رُک گئی۔

"یہاں سے واپسی کے لیے بس ملے گی یا نہیں؟" اس نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"اپنے کو نہیں مالوم۔۔۔۔" کنڈکٹر نے روکھا سا جواب دیا۔

وہ اپنی اٹیچی سنبھال کر نیچے اُتر گیا۔ ٹن، کنڈکٹر نے گھنٹی دی اور بس آگے بڑھ گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک نظروں سے دور ہوتی بس کو گھورتا رہا۔ پھر اپنے اطراف نگاہ ڈالی۔ سڑک کے دونوں طرف ناریل، سُپاری کے اونچے اونچے درخت چھتریاں کھولے کھڑے تھے۔ کہیں کہیں پھنس کا جو کے پیڑ ودام کی قطاریں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی۔ چھ بج چکے تھے۔ ابھی دن پوری طرح ڈوبا نہیں تھا مگر درختوں سے گھری اس سڑک پر شام کچھ زیادہ ہی ہو گئی تھی۔ فضا میں پکی کیریوں اور کٹھل کی ملی جلی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ پرندوں کے شور سے جنگل گونج رہا تھا۔ وہ سڑک پار کرکے دوسرے کنارے پر جا کھڑا ہو گیا۔ اور بے چینی سے املی پاڑہ کی طرف جانے والی کسی بس، ٹرک یا کار کا انتظار کرنے لگا۔ لمحہ بہ لمحہ منظر میں سیاہی گھلتی جا رہی تھی۔ اور دل کی پراسراریت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سڑک تا حدِ نظر سنسان تھی۔ اور شام کے دھندلکے میں کسی بیوہ کی مانگ کی طرح اُجاڑ اور ویران نظر آرہی تھی۔ اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا

اگر رات کے گھر آنے سے پہلے کوئی سواری نہ ملی تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اس جنگل میں وہ کہاں رات بتائے گا اسے اس طرح بے سوچے سمجھے یہاں نہیں اترنا چاہیے تھا۔ اترنا ہی تھا تو کم از کم کسی ایسی جگہ اترتا جہاں کچھ آبادی ہوتی۔ کوئی اسٹاف ہوتا۔ تاکہ واپسی پر کوئی سواری نہ ملنے کی صورت میں کسی ہوٹل یا سرائے میں شب گزار سکتا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

پھر اسے بے وقت آجانے والی اپنی نیند پر حیرت ہوئی۔ اسے یاد ہے وہ شہر سے بارہ بجے چلا تھا۔ یہ بس اسے ٹھیک تین بجے املی پاڑا اتار دیتی۔ مگر وہ تو شاید بس میں سوار ہوتے ہی سو گیا تھا۔ اور جب اس کی آنکھ کھلی تو چھ بج رہے تھے۔۔۔۔ چھ گھنٹے۔ اسے تعجب ہو رہا تھا کہ وہ اتنے لمبے وقفے تک کیسے سوتا رہا۔ گھر میں نرم و گداز بستر پر وہ کبھی تین چار گھنٹوں سے زیادہ سو نہیں سکا۔ اور اب چھ گھنٹے کی طویل نیند۔۔۔۔ مگر نہیں اسے دھندلا سا خیال آتا ہے۔ درمیان میں کہیں اس کی غنودگی ٹوٹی تھی۔ اسے شاید یہ احساس بھی ہوا تھا کہ اس کا گاؤں آگیا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنے سارے حواس مجتمع کرکے بیدار ہوتا کہیں سے ایک زبردست موج اٹھی اور اس احساس کو حقیر سے تنکے کی طرح بہا لے گئی۔ وہ کیسی کیفیت تھی۔۔۔؟ جس نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا تھا اور وہ جاگتے ہوئے بھی جاگ نہیں سکا تھا، جو بھی ہو، اب اسے بڑی کوفت ہو رہی تھی کہ اک ذرا سی غفلت نے اسے اپنے گاؤں سے تقریباً سو کیلومیٹر دور پھینک دیا تھا۔

شام اپنے سُرمئی پر پھیلائے اس کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔

آخر نصف گھنٹے کی بھاگم بھاگ کے بعد وہ گاؤں میں داخل ہو گیا۔ پہلی نظر میں اُسے گاؤں میں کافی تبدیلی نظر آئی۔ گاؤں میں پھونس اور بانس کے کچے جھونپڑے تو اب بھی تھے۔ مگر جگہ جگہ پختہ یا نیم پختہ مکانات بھی بن چکے تھے۔ گاؤں کی مرکزی سڑک پر اور گلیوں کے نکڑ پر بجلی کے کھمبے لگ گئے تھے۔ مکانوں اور دوکانوں میں بھی بجلی کے بلب جگمگا رہے تھے خاصی چہل پہل تھی۔ وہ حیرت سے گاؤں کا جائزہ لینے لگا۔ اسے شبہ ہوا کہ وہ کسی دوسرے گاؤں میں تو نہیں آگیا۔ پانچان گاؤں اتنا ماڈرن تو ہرگز نہیں تھا۔ مگر جلد ہی اس کی تصدیق ہو گئی کہ وہ پانچان گاؤں ہی تھا۔ سامنے گرام پنچایت کا دفتر نظر آرہا تھا جس کے بند دروازے پر ایک بڑا سا بورڈ لٹک رہا تھا۔ بڑے بڑے حروف دور سے بھی پڑھے جا سکتے تھے۔ "پانچان گرام پنچایت"

وہ اندازے کے مطابق ایک گلی میں داخل ہوا۔ اس گلی کو پار کرنے کے بعد اسے وہ جامن کا پیڑ دکھائی دیا جس کے بائیں طرف اس کی سسرال کا مکان تھا۔

مگر جب وہ جامن کے پیڑ کے پاس پہنچا تو حیرت اور صدمے سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ جامن کے پیڑ کے پاس اب اس کی سسرال والوں کا کوئی مکان نہیں تھا۔ وہاں تو ایک بڑی سی عمارت کھڑی تھی جس پر جلی حرفوں میں 'پانچان سُستی کا گرہ' لکھا ہوا تھا۔

اس کا دل ایک نامعلوم اندیشے کے تحت ڈوبنے لگا وہ چند لمحے جامن کے پیڑ کے نیچے بت بنا اس عمارت کو گھورتا رہا۔ پھر بوجھل بوجھل قدم اٹھاتا ہوا عمارت کے صدر دروازے پر پہنچا۔ دروازے کے باہر ایک بلب جل رہا تھا اور وہیں اسٹول پر خاکی وردی پہنے ایک چوکیدار بیٹھا بیڑی پھونک رہا تھا۔۔۔۔ وہ جھجکتا ہوا چوکیدار کے پاس گیا۔ چوکیدار نے چونک کر گردن اٹھائی۔ اپنے سامنے ایک خوش پوش آدمی کو کھڑے دیکھ کر وہ تھوڑا سا ہڑبڑا گیا۔ اس نے رُک رُک کر پوچھا "یہاں۔۔۔ یہاں۔۔۔ حکیم بندے علی کا مکان کہاں ہے؟"

چوکیدار بھی اب تک سنبھل چکا تھا۔ اس نے اسے غور سے دیکھا اور بولا۔۔۔ "ہم کو نہیں مالومساب! یہ تو گاؤں کا زچہ کھانہ ہے۔"

وہ حیران حیران سا کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا، کس سے پوچھے؟ کیا پوچھے؟ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ اس کی سسرال والوں کا مکان 'سُتی گرہ' میں کیسے تبدیل ہو گیا؟ مکان کہاں چلا گیا؟ سسرال والے کہاں چلے گئے؟ یہ سب کیا ہے؟ اس کے سسر حکیم بندے علی اس گاؤں کے بہت مشہور حکیم تھے۔ اس کا سالا انور۔۔۔ انور میاں، ہاں یہ چوکیدار انور میاں کو ضرور جانتا ہوگا۔

"بھائی چوکیدار، تم انور میاں کو تو جانتے ہوگے۔ حکیم بندے علی کے بیٹے۔۔۔ وہ شہر میں انجینئرنگ کالج میں پڑھتے تھے۔"

چوکیدار نے اس کی طرف بیزاری سے دیکھا اور بولا۔
"ساب! ہم دوسرے گاؤں کا رہنے والا ہے۔ ہم کو اور ان کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم ــ"
اس نے چوکیدار سے مزید مغز پچی کرنا فضول سمجھا۔ اور وہاں سے تھکے تھکے قدم اٹھاتا لوٹ آیا۔
گلی کے نکڑ پر ایک مکان کے ورانڈے میں ایک بڑے میاں بیٹھے حقہ کھینچ رہے تھے۔ وہ کچھ سوچ کر اس ورانڈے کے سامنے رک گیا۔ بجلی کی مدھم روشنی میں بڑے میاں آرام کرسی پر آدھے لیٹے، آدھے بیٹھے نیم غنودہ آنکھوں کے ساتھ حقہ کے کش لے رہے تھے۔ اس نے قریب پہنچ کر انھیں سلام کیا۔ بڑے میاں چلم کو ... ہٹا کر اس کی طرف مڑے۔ پھر اپنی سفید سفید بھنویں اوپر اٹھائیں چندھیائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔
"کون ہے؟"
ایک لمحے کو وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اپنے بارے میں کیا بتائے۔
"میں ایک مسافر ہوں جناب۔ میں الٰہی باڑے سے ... آیا ہوں ــ"
بڑے میاں اب بھی چپ تھے شاید وہ منتظر تھے کہ وہ اپنے بارے میں مزید کچھ بتائے۔ اس نے براہ راست پوچھ لیا۔
"جناب میں حکیم بندے علی کا داماد ہوں۔ میں راستہ بھول گیا ہوں۔ ان کا مکان یہیں کہیں تھا۔"
"حکیم بندے علی کے داماد ... ؟"
بڑے میاں کی جھریوں بھری پیشانی پر سوچ کی لکیریں ابھر آئیں۔
"ہاں۔ ہاں ــ حکیم بندے علی ــ"
"مگر ــ حکیم بندے علی کا انتقال ہوئے تو پندرہ برس ہو گئے ــ"
"کیا ــ حکیم بندے علی کا انتقال ہو گیا؟"
اس پر حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔
"میاں! کیا تم پاکستان سے آرہے ہو؟"
"پاکستان سے؟" اب حیرت اور صدمے کے ساتھ اس پر جھلاہٹ کا بھی حملہ ہوا۔
"پاکستان سے کیوں؟ میں ان کا داماد ہوں اور الٰہی باڑا سے آرہا ہوں۔"
بڑے میاں اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔
"الٰہی باڑا سے ــ مگر ان کی لڑکی تو پاکستان میں بیاہی گئی تھی۔؟"
"پاکستان میں ــ؟ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اختری تو میری بیوی ہے۔ اور حکیم بندے علی میرے خسر ہیں۔"
"میاں شاید تم کسی دوسرے بندے علی کی بات کر رہے ہو۔ حکیم صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔
"یہ پاپچان گاؤں ہے نا ــ"
"ہاں ہے ــ"
"اور اس جامن کے پیڑ کے پاس اس وقت جو زچہ خانہ بنا ہے۔ پہلے وہاں حکیم بندے علی کا مکان تھا۔ تھا۔ نا؟"
"یہ بھی سچ ہے۔ مگر یہ سب باتیں پندرہ برس پرانی ہیں۔

حکیم بندے علی کا انتقال ہوتے ہی پاکستان سے ان کے بچوں کے ماموں آئے اور انہوں کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ کیوں کہ یہاں بچوں کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا۔ وہ مکان انھوں نے گرام پنچایت کو عطیہ میں دے دیا تھا۔ مکان ایک عرصے تک خالی پڑا رہا۔ ابھی چار پانچ سال ہوتے وہاں یہ زچہ خانہ تعمیر کر لیا ہے"
اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ اس کے سر میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے لڑکھڑا کر ورانڈے کی دیوار کا سہارا لیا۔ اور وہیں مکان کی سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ بڑے میاں کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے قریب آ کر اپنا رعشہ زدہ ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔ اور پھر گھبرائی گھبرائی آواز میں بولے۔
"کیا بات ہے نوجوان۔ تم کچھ بیمار سے لگ رہے ہو۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ اپنے بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ ــ"
وہ تھوڑی دیر تک ہاتھوں کے انگوٹھوں سے اپنی کنپٹیاں دباتا رہا۔ پھر اپنی بوجھل آنکھیں اوپر کو اٹھائیں ــ اور بولا۔
"میں الٰہی باڑے کا رہنے والا ہوں۔ آج سے پندرہ برس پہلے حکیم بندے علی کی بیٹی اختری سے میرا بیاہ ہوا تھا۔ ہمارے تین بچے ہیں۔ مگر یہاں کا تو نقشہ ہی بدل گیا ہے ــ"
"اوہو ــ تم الٰہی باڑے کے رہنے والے ہو ــ ؟"
"جی ہاں ــ"
بڑے میاں کچھ سوچتے ہوئے سے بولے۔
"پندرہ برس پہلے حکیم بندے علی کی زبانی الٰہی باڑے کا نام سننے میں آیا تھا۔ شاید ــ الٰہی باڑا سے ان کی بیٹی کے لیے کوئی رشتہ آیا تھا ــ"
"جی ہاں۔ جی ہاں۔ وہ میرا ہی رشتہ تھا۔ میں نے ہی حکیم صاحب سے اپنے لیے ہاتھ مانگا تھا۔"
اس کے لہجے میں ایک عجیب سا اضطراب تھا۔
"اوہو۔ مگر حکیم صاحب نے وہ رشتہ منظور نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ــ حکیم صاحب سید زادے تھے اور اپنی بیٹی کو غیر سید گھرانے میں بیاہنا نہیں چاہتے تھے ــ"
اس کے سر کا درد اب اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا بھیجا آنکھوں اور کانوں کے راستے باہر نکل پڑے گا۔ اس نے کراہتے ہوئے دونوں مٹھیوں میں اپنے بال جکڑ لیے۔ اور پوری طاقت سے اپنا سر دیوار پر دے مارا۔ بڑے میاں گھبرا کر آوازیں دینے لگے۔
"ارے بابا ــ بیٹا جمیل! ارے ادھر آؤ ــ بھئی جلدی ــ دوڑو ــ"
بڑے میاں کی آواز کے ساتھ ہی اندر سے بہت سے لوگوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی جو تیزی سے ورانڈے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وہ جوں ہی گھر میں داخل ہوا۔ گھر کے سبھی افراد اس کے گرد جمع ہو گئے۔
"شوکت! شوکت!! کہاں چلے گئے تھے بیٹا؟"
باپ تشویش سے بوجھل آواز میں پوچھتا ہوا اس کی طرف لپکا۔
"بیٹا کہاں چلے گئے تھے تم؟"
ماں روتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ بھائی اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھے فکرمند نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف بچے بھی سہمے سہمے کھڑے تھے۔ اس کی آنکھوں میں لہو اتر آیا تھا اور ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ وہ وحشت زدہ سا ادھر ادھر دیکھتا ہوا بولا۔
"اختری کہاں ہے؟"
اس سوال پر کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ سبھی ایک دوسرے کو پریشان نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ آخر باپ نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کھنکارتے ہوئے پوچھا۔
"کیا بات ہے بیٹا؟ اختری گھر ہی میں ہے۔ تم پہلے منہ ہاتھ تو دھو لو۔"
"پہلے مجھے یہ بتائیے کہ اختری کہاں ہے؟"
اس کے لہجے میں بچوں جیسی ضد تھی۔
"بھائی جان۔ آپ پہلے آرام سے بیٹھ تو جائیے۔ آپ تھکے ہوئے ہیں" اس کے چھوٹے بھائی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھانا چاہا۔ اس نے جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑا لیا۔ اور دوبارہ ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔
"میں پوچھتا ہوں اختری کہاں ہے؟"
چھوٹے بھائی نے مایوس نگاہوں سے باپ کی طرف دیکھا۔ ماں اپنا آنچل منہ میں ٹھونسے اپنی سسکیوں کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ باپ نے کچن کی طرف مڑ کر تھرتھراتی ہوئی آواز میں پکارا۔
"بس ذرا باہر آؤ ــ دیکھو شوکت آیا ہے۔"
اس کی بیوی آٹے سے سنے ہوئے ہاتھ لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس پر نظر پڑتے ہی پہلے تو وہ ٹھٹکی۔ پھر اس کے چہرے کی بدلی ہوئی کیفیت کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور وہ دروازے ہی میں ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی۔
"لو بیٹا ــ اختری آگئی ہے ــ چلو، اب منہ ہاتھ دھو لو ــ"
"نہیں ــ یہ ــ یہ ــ"
اس کے حلق سے زخمی جانور کی سی کراہ نکلی۔
"یہ اختری نہیں ہے۔ یہ ہرگز اختری نہیں ہو سکتی۔ اختری تو ــ اختری تو ــ"
اس نے ایک بار پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا اس کے چہرے سے شدید کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ اور منہ سے بے ہنگم آوازیں نکل رہی تھیں۔ جیسے اندر ہی اندر کوئی اسے نچوڑے ڈال رہا ہو۔
بھائی نے اسے پکڑ کر صوفے پر لٹا دیا۔ وہ اپنے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں پکڑے کسی ذبح ہوتے جانور کی طرح تڑپ رہا تھا۔ باپ غم سے کانپتی آواز میں اپنے چھوٹے بیٹے

(آگے صہ ۲۲ پر)

جاتے قدموں کی چاپ

اختر واصف

آج رات بھی جب میں تھکا ہارا لوٹا تو نڈھال بدن بستر پر پڑا تھا اور ذہن پر نیم خوابیدگی جیسی کیفیت چھائی تھی مجھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ لگا کوئی جا رہا ہے ..... آہستہ آہستہ ..... بوجھل قدموں سے۔

دفعتاً میرا شعور پوری طرح بیدار ہو گیا
یہ کس کے قدموں کی چاپ تھی ؟
ابھی ابھی کون گزرا ہے یہاں سے ..... ؟!

یہ قدموں کی چاپ ..... ؟ اسے میں نے اکثر سنا ہے۔ لیکن ہمیشہ اس وقت جب بند پلکوں ... کوئی بیٹھی ہو معلوم نہیں کون ہے یہ ؟ پتہ نہیں کوئی ہے بھی کہ نہیں ... ؟!

جی میں آیا کہ بستر سے اٹھوں اور سنسان گلی میں دور تک جا کر دیکھوں کہ کون جا رہا ہے ؟ اگر وہ مل جائے تو اس کو روک کر پوچھوں کہ تم کون ہو بھائی ؟ روز اسی وقت کہاں جاتے ہو — ؟! لیکن میں چپ چاپ بستر پر پڑا سوچتا رہا کہ اٹھوں یا نہ اٹھوں ..... ؟ پتہ نہیں کوئی ہے بھی کہ نہیں ؟؟

نیند جو آہستہ آہستہ مجھ پہ چھا رہی تھی، سنسان گلی میں جاتے قدموں کی چاپ کے ساتھ جانے کہاں گم ہو چکی تھی۔ میں نے سرہانے سے سگریٹ کی ڈبیا اٹھائی اور ایک سگریٹ سلگا کر لمبا کش کھینچا۔ لگا سینے کے اندر کچھ جما ہوا ہے۔ جو کسی طرح پگھلتا ہی نہیں ..... باہر بھی نہیں آتا۔

میری نگاہیں یوں ہی اطراف کا جائزہ لینے لگیں۔ وہی بوسیدہ کمرہ۔ وہی ایک کونے میں دیوار کے سہارے کھڑی سائیکل۔ میری یہ سائیکل ..... جانے کیوں اسے دیکھ کر ہنسی سی آتی ہے۔ عجیب ہے یہ بھی۔ رات بھر دیوار کے سہارے چپ چاپ کھڑی رہتی ہے ..... صبح مجھے آفس پہنچا کر دن بھر اسٹینڈ میں بس خاموش کھڑی رہتی ہے اور پھر شام سے رات بھر کمرے کا وہی کنارہ۔ عجیب سی یکسانیت ہے اس کی زندگی میں۔ نہ کبھی کوئی شور ..... نہ کبھی کوئی تلاطم۔ شاید تقدیر لکھنے والے نے ایک ہی جیسی یکساں ہم دونوں کی تقدیر لکھی تھی کہ سبھی یکساں ..... ہر شام ایک جیسی۔

روز سوچتا ہوں کہ شاید کل صبح کوئی قیامت اپنے ساتھ لے آئے گی۔ شاید کوئی تلاطم برپا ہوگا ..... کوئی شور اٹھے گا ..... لیکن

کل بھی کچھ نہ ہوا تھا .....
اور کل بھی کیا ہوگا ..... ؟

کل کی صبح بھی جب میں جاگوں گا تو وہی سورج طلوع ہو چکا ہوگا۔ وہی زرد دھوپ کھلے دریچے سے ہو کر کمرے میں آ چکی ہوگی۔

تقریباً دس بجے میری یہ سائیکل مجھے کسی بوجھ کی طرح اپنی پشت پہ لادے دفتر کی جانب چل دے گی۔ وہی سڑک ہوگی ..... وہی دکانیں ..... وہی سواریاں ..... اور وہی زرد، سیاہ ہانپتے کانپتے اور جھلستے ہوئے چہرے۔

میں تقریباً تین میل کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شاندار سہ منزلہ عمارت تک جا پہنچوں گا جو میرا دفتر ہے۔ میرا قیدخانہ ہے۔ وہاں میز پر نیم مردہ، زرد چہروں والی فائلیں سو رہی ہوں گی۔ وہ میرے ہاتھوں کے لمس سے جاگیں گی اور دن بھر اپنی پیلی پیلی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہیں گی۔ مجھے وحشت سی ہونے لگتی ہے ..... بڑی وحشت ہوتی ہے ان کے نیم مردہ چہروں اور زرد زرد آنکھوں سے۔

میں دن بھر اپنی کرسی پر بیٹھا ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کی مسلسل ٹپ ٹپ اور کھڑکھڑاہٹ میں قید کسی بے بس پرندے کی مانند پھڑپھڑاتا رہوں گا کہ یہاں سے نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اگر بھاگ بھی نکلوں تو بہت دور تک ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کی مسلسل ٹپ ٹپ اور کھڑکھڑاہٹ فائلوں کی زرد نگاہوں کے ساتھ بھاگی آئے گی۔ پھر [illegible] مہیب ڈراونی شکلیں بناتے زور زور سے چیخ چیخ کر بھیانک رقص کریں گی اور مجھے گھبرا کر پھر اسی قیدگاہ میں پناہ لینی ہوگی — یعنی میں بھاگ نہیں سکتا۔ فرار کے تمام راستے بند ہیں۔ بس صبح سے شام تک پھڑپھڑاتے رہنا ہے۔

—— اور شام کے وقت پھر وہی سائیکل مجھے اپنے اوپر لادے گھر کی جانب چل پڑے گی۔ وہی بلند عمارتوں سے جوق در جوق سزا کاٹ کر نکلتے ہوئے چہرے ہونگے ..... وہی سڑک ..... وہی موڑ ..... وہی دکانیں ..... اور وہی زردائی زردائی سی شام۔

—— اور جب زردائی ہوئی شام سیاہ قبائیں پہن لے گی۔ میں ایک بار پھر گھر سے نکلوں گا۔ وہی سڑک ہوگی ..... وہی لوگ باگ ..... وہی دکانیں .. وہی سواریاں .... اور وہی کفن کے رنگ جیسی سفید سفید روشنی یہاں سے وہاں تک بچھی ہوگی۔

میں دوستوں کے ہمراہ اسی سڑک سے گزروں گا بھونڈے بھدے ..... ولگر لطائف ..... آس پاس سے گزرتے رنگین شعلے ..... بدن میں رینگتی چیونٹیاں ..... سب کچھ میں جانتے ہیں تحلیل کرتا جاؤں گا اور روشنیوں کے بجھتے بجھتے تنہا گھر کی جانب چل پڑوں گا۔

..... اور پھر ..... آج ہی کی مانند کل رات بھی دیر تک بستر پر کروٹیں بدلنے کے بعد جب ذہن تقریباً نیم خوابیدہ ہوگا میں کسی کے جاتے قدموں کی آواز سن کر چونک پڑوں گا .....

جی میں آئے گا بستر سے اٹھوں اور دروازہ کھول کر سنسان گلی میں دور تک دیکھوں کہ کون جا رہا ہے۔ لیکن میں چپ چاپ بستر پہ پڑا سوچتا رہوں گا ...

کون جا رہا ہے ..... ؟
ابھی ابھی کون یہاں سے گزرا ہے ..... ؟!
یہ کس کے قدموں کی چاپ تھی —— اتنی بوجھل بوجھل —— اتنی اداس اداس .....
پتہ نہیں ..... کوئی ہے بھی کہ نہیں ..... ؟

(پٹنہ سے نشر)

بقیہ: سراب زدہ

سے مخاطب ہوا۔

بیٹا کلیم! جاؤ —— ڈاکٹر فرزانہ کو فون کر دو، کہنا شوکت پر پھر وہی منحوس دورہ پڑ گیا ہے۔"

کلیم لپک کر باہر نکل گیا ... اب وہ صوفے پر لیٹا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ باپ دونوں ہاتھوں سے اس کا سر تھامے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ ماں اس کے تلوے سہلا رہی تھی بچے دیوار سے لگے ہرنوں کی طرح متوحش نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ چاروں طرف ایک غم ناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ البتہ رہ رہ کر اس کی بیوی کی سسکیوں کی آواز خاموشی کے سینے سے تازہ زخم کی طرح رس رہی تھی۔ رستی جا رہی تھی۔

(بمبئی سے نشر)

سلام بن رزاق
بی قریش نگر
کرلا - بمبئی - ۷۰۰۰۷۰

جنگل کی رات

شفق

خوف کا پرندہ شہر پر پرواز کر رہا تھا لوگوں کی آنکھوں میں وہم کے سائے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے، باہر جاتے تو سہمے سہمے سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے۔ قدموں کی چاپ پر وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے گلی کو دیکھتے سڑک کو دیکھتے پھر بند دروازوں کو .... پھر اپنی طرف آتے سائے کو دیکھ کر ان کی رفتار دوڑنے کی حد تک تیز ہو جاتی، گھر پہنچتے تو ایسے سانس لیتے جیسے میلوں کی مسافت طے کی ہو موت تعاقب میں ہو اور وہ اُس سے بچ نکلے ہوں۔

وہ سانڈ کسی کے نہیں تھے مگر اچانک کسی بھرے پُرے محلے میں ظاہر ہوتے۔ قوی ہیکل سیاہ فام، جن کی آنکھوں سے شعلے نکلتے اور راہ میں آئی ہوئی ہر چیز کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر خاکستر کر دیتے۔ ان کی سینگیں نوکیلی اور مضبوط تھیں جن سے لہو کی بوندیں ٹپکتی تھیں۔ اُن کے نتھنوں سے دھواں نکلتا تھا اور وہ جس محلے میں ظاہر ہوتے دیکھتے ہی دیکھتے اسے کھنڈر بنا ڈالتے، اُن کے جانے کے بعد ہفتوں اعداد و شمار جمع کیے جاتے، کتنے مرے اور کتنے گھائل ہوئے اور کیا کچھ برباد ہوا۔ ہفتوں دھواں پھیلا رہتا۔ آگ دھیرے دھیرے سلگتی رہتی زخمیوں کی کراہیں گونجتی رہتیں، ماتم ہوتا رہتا۔ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو بھی علم نہیں تھا، کبھی تو وہ بہت زیادہ ہوتے اور کبھی کم، مگر اُن کی آمد تباہی و بربادی کی ضامن تھی۔ اُن کے جانے کے بعد وہ ایک دوسرے کو الزام دیتے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، تباہی پھیلا کر وہ فلاں محلے میں غائب ہوئے ہیں۔

اس کی زبردست تردید ہوتی، یہ جھوٹا الزام ہے جسے کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ ہم امن پسند شہری ہیں۔ ہم ایسے خونخوار جانور کیوں پالنے لگے۔

تلاشیاں ہوتیں تو کچھ نہیں ملتا۔ تباہی پھیلا کر وہ چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے، پھر حفاظتی تدبیریں کی جائیں، کمیٹیاں بنائی جائیں، ہتھیار درست کیے جانے خندقیں کھودی جائیں، نگاہ بانی کی جائیں، تمام رات جاگ کر پہرہ دیتے، مگر جب انھیں اس بات کا یقین ہو جاتا کہ وہ کہیں اور نکل گئے ہیں تو اچانک وہ نمودار ہوتے اور ساری احتیاطی تدبیریں دھری رہ جاتیں۔

ایسی ہی ایک رات کو اس نے انگلی سے آسمان پر اللہ لکھا، دروازہ کھول کر گلی میں جھانکا اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دروازے کی کنڈی بند کر کے اندر آئی تو تمام نظروں سے کمروں کو دیکھا آنگن کو دیکھا پھر دالان میں بچھے ہوئے پلنگ پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں، وہ دوڑ کر اس کے پاس گئی چادر اُلٹ کر آوازیں دیں ... بیٹا ... بیٹا پھر بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

کیا کروں کس کو مدد کے لیے بلاؤں۔ کون ایسے وقت میں مدد کو آئے گا، دروازے بند ہیں اور لوگ اپنے کمروں میں چھپے ہوئے آہٹ پر کان لگائے ہوئے ہیں، خوف کا طائر بہت نیچی اڑانیں بھرتا ہوا کبھی ان کی چھتوں سے ٹکراتا ہے، کبھی آنگن کے درختوں سے، بیٹھتا ہے اڑ کر ایک چکر لگاتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے۔

رات ہو گئی ہے۔ اندھیرا پنجے گاڑ چکا ہے، گلیاں اور سڑکیں سو گئی ہیں دوکانیں بند ہو گئی ہیں اور جنگلی جانور آزاد ہیں۔ اُن کے ٹاپوں کی آوازیں کبھی دور ہو جاتی ہیں، کبھی اتنے نزدیک جیسے گلی میں داخل ہو گئے ہیں، دروازے تک پہنچ رہے ہوں۔ نتھنوں سے نکلنے والا دھواں بلند ہو رہا ہے۔ سانس رکنے لگتیں۔ دل کنپٹیوں میں دھڑکتا .... بس اب کسی بھی وقت .....

پھر ہوا چلتی، پتے کھڑکھڑاتے، کہیں کوئی بچہ روتا۔ اور پھر سناٹا اداس سناٹے میں گہری گہری سانس لیتی ہوئی ہوا، پرندوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ۔

اس نے طاق سے شیشیاں نکالیں۔ کارک کھولے سب کی سب خالی تھیں اس نے پریشانی میں ہاتھ ملے۔ پلنگ کے سرہانے بیٹھ کر پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ وہ آگ کی طرح دہک رہی تھی۔ نبض ٹٹولی، خون ٹھوکروں سے کھال پھاڑ کر باہر آنا چاہتا تھا۔ اس نے ٹیبل پر رکھا ہوا پیالہ اٹھایا اور چمچے سے منہ میں پانی ڈالنے کی کوشش کی مگر دانت ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے پانی داہنے گال سے بہہ کر تکیے میں جذب ہو گیا۔

وہ کچھ دیر تک دکھ بھری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ آنسو اس کے گالوں سے بہہ کر گردن پر ٹپک رہے تھے۔ اس نے پیالہ واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔ دھیرے دھیرے چل کر دروازے تک گئی۔ کواڑ کھول کر باہر جھانکا۔ کہیں دور بھاری قدموں کی چاپ ابھر رہی تھی۔ مگر گلی سنسان پڑی تھی گھر سے باہر نکل کر کسی کے دروازے پر دستک دینے کی اس کی ہمت نہ تھی۔ اگر وہ ایسا کرے بھی تب بھی اسے یقین تھا کہ کوئی دروازہ نہیں کھولے گا۔ وہ دروازہ بند کر کے پھر دالان میں آئی۔ اس کا چہرہ چھوا، پیشانی پر ہتھیلی رکھی، پھر اُسے اچھی طرح چادر سے ڈھک کر بے چینی سے ٹہلنے لگی۔ تب ہی اس کی نظر لکڑی کی سیڑھی پر پڑی تو آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں شعلے بننے لگیں۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے سیڑھی اٹھائی، دیوار سے لگایا۔ کچھ دیر تک سانس درست کرتی رہی۔ پھر سنبھل کر ڈنڈوں پر پیر رکھا اور پڑوس کے آنگن میں جھانکنے لگی صرف ایک کمرے کے کواڑوں سے روشنی کی کرنیں جھانک رہی تھیں اور اندر بھنبھناہٹ بھی رک گئی اور جب اس نے دو آوازیں دیں تو اندر قدموں کی چاپ ابھری دھیرے سے دروازہ کھلا اور روشنی کی میلی سی چادر صحن میں سسکنے لگی، قدم باہر نکلے متلاشی نگاہیں ادھر اُدھر بھٹک کر دیوار پر ابھرے ہوئے سر پر جم گئیں۔

"کیا بات ہے؟" آواز سرگوشی سے آگے نہ بڑھی۔

وہ جلدی جلدی بتانے لگی۔

"مگر اس وقت کیا ہو سکتا ہے ...." جواب حوصلہ شکن تھا ..... شکاری سانڈوں کے شکار کے لیے شہر میں جال پھیلائے ہوئے ہیں اور سختی سے ہدایت کی گئی ہے کہ خبردار کوئی گھر سے باہر نہ نکلے۔ اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا دعا کرو کہ صبح ہو جائے پھر کچھ کیا جائے گا .... قدم واپس چلے گئے۔ دالان میں سسکنے والی روشنی پلٹ گئی اور دروازہ بند ہو گیا۔

وہ دیر تک سایہ بنی دیوار سے چپکی رہی۔ نیلے آسمان میں ٹمٹماتے ستاروں کو دیکھتی رہی اور زیر لب بڑبڑائی، بوڑھے آسمان تمہارے دانت اس دن بھی اسی طرح نکلے ہوئے تھے اور میں چپ تھی۔ ایسی ہی پُرہول رات میں ٹرک ایکسیڈنٹ کی کہانی اس آنگن میں گونجی تھی اور میری چوڑیاں اس طرح ٹوٹی تھیں کہ کلائیاں لہولہان ہو گئیں تھیں میں اس دن

بھی چپ تھی جب ماں باپ کی موت ہوئی اور ماں نے میری گود میں دم توڑا تھا۔ تب اس نے اپنی اندھیری زندگی میں ایک چراغ کو غنیمت جانا۔ اس کی حفاظت کرنے میں زندگی گنوا بیٹھی۔ زندگی کی حرارت سمجھا تھا۔ اُسے تیز آندھیوں سے بچاتی رہی تھی اور جب چراغ اپنی جوانی پر پہنچا، اُمید کے پودے پر کلیاں کھلیں، ٹہنیاں اور پھول ہنسے۔ تب یہیں دوسرے باغ میں کھلا ہوا پھول میرے آنگن میں مہکنے والا تھا اور ایک طویل سکوت نقرئی قہقہوں سے ٹوٹنے والا تھا ڈاکٹر نے دمہ کا کہا۔ پھیپھڑے داغدار ہو چکے ہیں۔ حفاظت کرو ورنہ یہ چراغ بجھ بھی سکتا ہے اور آج...

تم آج بھی ہنس رہے ہو۔ تمہارے خونی دانت چمک رہے ہیں۔ تم سے ایک کمزور سی عورت کی خوشی نہیں دیکھی جاتی، تمہیں بتاؤ اب کس امید پر زندہ رہوں۔ بوڑھے آسمان جواب دو۔

پھر دور اندھیرے میں کہیں سے شعلہ اُٹھا اور آسمان لال ہو گیا۔ رونے چیخنے کا شور سناٹے کا سینہ چیر گیا۔ دھواں اٹھا اور فضا دھندلا گئی۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے نیچے اتری۔ گھبرائی ہوئی نظروں سے دالان کو دیکھا، دوڑ کر دروازے میں لگی کنڈی مضبوطی سے بند کی، واپس آکر لالٹین کی لو تیز کی۔ پیشانی چھو کر دیکھی، پپوٹے اُلٹ کر دیکھے، موت کی سفیدی چھانے لگی تھی۔ اسے جھنجھوڑا، رو رو کر آوازیں دیں، اور پھر اپنا چکراتا ہوا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ دل پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آنا چاہتا تھا۔

میری جان، میری زندگی ان کمزور ہاتھوں سے تمہاری حفاظت کیسے کروں۔ آندھی اتنی تیز ہے کہ میرا وجود بکھرا جا رہا ہے۔ خونی بگولے چاروں طرف سے یلغار کر رہے ہیں اور میں ایک کمزور سی بڑھیا، کانپتا ہوا ہاتھ، لرزتا ہوا دل اور قریب آتی ہوئی درندوں کے قدموں کی چاپ.....

شور و غل کی آوازیں دروازے تک پہنچ چکی تھیں لوگ اپنے آنگنوں میں کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے قہقہہ لگاتے ہوئے شعلوں اور چیخنے کراہنے کی آوازیں سن رہے تھے۔ بچے چیخ چیخ کر رو رہے تھے مگر کوئی انھیں چپ نہیں کرا رہا تھا ماں نے گھبراہٹ میں بچے کی جگہ تکیہ اپنے سینے سے بھینچ لیا تھا۔

اس نے چادر پھینک کر اُسے باہوں میں اٹھانے کی کوشش کی، مگر بازو تھرتھرا رہے تھے اور وہ آدھے دھڑ سے پلنگ سے لٹک گیا.... نہیں.... کسی طرح ممکن نہیں....

اُس نے بے بسی سے چاروں طرف دیکھا، کھینچ کھانچ کر اسے پھر سے پلنگ پر کیا۔ سرہانے تکیہ لگایا اور دوڑ کر دروازے کی طرف گئی۔ کنڈی مضبوطی سے بند تھی۔

بوڑھے آسمان.... اُس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے.... میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، میرے بچے کو بچا لے مجھ کمزور بے سہارا کا آخری سہارا مت چھینیں۔ پھر میں کس

(آگے صفحہ ۲۵ پر)

مٹھی بھر وقت

شمیم سیفی

دریچے کے باہر دنیا ہمیشہ کی طرح نئی نئی تھی سامنے وہ دریا اُسی طرح لیٹا ہوا تھا جیسا اس نے اسے کل دیکھا تھا۔ کل سے پہلے کل بھی اور اس کل کے پہلے بھی۔

ماں بھی کہتی تھی کہ دریچے سے باہر وہ دریا نہ جانے کب سے اُسی طرح موجود تھا۔ اور ماں کہتی تھی کہ اُس کی ماں کہتی تھی کہ دریچے کے باہر وہ دریا... "

"ہاں تو یہ دریا تب سے ہے۔ تب سے اُسے لوگ دیکھتے آ رہے تھے۔"

اُس نے سوچا

"لیکن دریا کے سینہ پر سے گذرتے ہوئے یہ خشک پتے، یہ ٹوٹے ہوئے پھول، یہ مڑی تڑی شاخیں...." اُس نے پھر سوچا "آخر ان کے گذرتے رہنے کا سلسلہ ختم کیوں نہیں ہوتا۔ کیا یہ وہی خشک پتے ہیں جو کل نظر آئے تھے، کیا یہ وہی پھول ہیں جو کل ٹوٹ کر دریا کے سینہ پر گرے تھے۔ نہیں وہ تو نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر آج.... آج کے بعد یہ بھی نظروں سے دور چلے جائیں گے اور ان کی جگہ کوئی اور پھول کوئی اور پتہ ـــ تو یہ سلسلہ اسی طرح چلتا ہے۔ آنا۔ چلے جانا۔ پھر آنا۔ پھر چلے جانا۔ لیکن یہ دریا نہ معلوم کب جائے گا۔"

"سنو چمپا رانی! کار جہاں سمیٹ کر جب لاد چلے گا بنجارا تب یہ دریا بھی چلا جائے گا۔"

"کون ـــ؟" اُس نے دریچے سے باہر ہی نظریں گاڑے ہوئے پوچھا۔

"دریچے سے باہر ہی دیکھتی رہو گی چمپا؟"

"اوہ تو یہ تم ہو۔"

"ہاں میں۔"

اُس نے تب پلٹ کر دیکھا۔

"تم کتنی میلی ہو گئی ہو چاندنی" پھر وہ ہنسی "تمہارا نام جس نے بھی رکھا ہو، لیکن تم واقعی تب چاند کی طرح رہی ہو گی۔"

"یہی تو میں کہتی ہوں چمپا کہ سب کچھ میلا ہو جاتا ہے مرجھا جاتا ہے۔"

"لیکن یہ آسمان پر مسکراتا ہوا چاند! یہ تو میلا نہیں ہوتا"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ یہ چاند کل بھی اسی طرح روشن تھا۔ آج بھی روشن ہے۔ اور کل بھی روشن رہے گا۔"

"لیکن میں تو اسے کل نہیں دیکھوں گی۔"

"چاندنی! کل بھی کسی نے اسے دیکھا ہو گا جس کا نام چمپا رہا ہو گا۔ آج بھی اسے ایک چمپا دیکھ رہی ہے اور کل بھی اسے کوئی چمپا دیکھے گی۔"

"لیکن کل کی چمپا آج کی چمپا نہیں تھی اور آنے والے کل کی چمپا آج کی چمپا نہ ہو گی۔"

چاندنی: چاندنی کو مٹھیوں میں بند کر کے دیکھنے کی کوشش مت کرو۔ روشنی کے دریا میں خود کو چھوڑ دو۔ دیکھو تم کتنی ہی بار ڈوبو گی اور اُبھرو گی۔ اور ہر بار جب تم سطح پر آؤ گی تو نئی آنکھوں سے سب کچھ دیکھو گی۔ تم تم ہی رہو گی صرف تمہاری آنکھیں بدلتی جائیں گی۔"

"اُف! چمپا! اسی طرح تم مجھے بھی ان باتوں سے پاگل کر دو گی.... چلو نیچے چلو۔"

"نہیں چاندنی! مکان کا یہ بالائی کمرہ مکان کے ساتھ بنا تھا نہ جانے اب تک لوگ کیوں اس کمرے کو استعمال کرنے سے گھبراتے تھے۔ میں نیچے نہیں جاؤں گی۔ نیچے بڑی گھٹن ہے۔ بڑی تاریکی۔"

"تمہاری ماں ٹھیک کہتی تھی چمپا کہ تمہارے باپ نے تمہیں اس بند کمرے کی چابی دے کر بڑی بھول کی۔"

وہ اطمینان سے آئینہ کے سامنے کھڑی ہو کر خود کو دیکھنے لگی۔

چاندنی پھر بولی

فریم سے نکلی ہوئی تصویر

م ق خان

وہ گھر سے نکلا تھا اس کے ساتھ ...

جب وہ نکلا تھا تب وہ شہر سے باہر آیا تو اکیلا تھا وہ تنہا اس جنگل میں بھٹک رہا تھا جو اس شہر کے گرد و نواح میں پھیلا تھا۔ قدم قدم پر دلدل تھے کٹیلی جھاڑیاں تھیں دیوزاد درخت تھے اور رات کی بیکراں تاریکی اسے ڈرا رہی تھی۔ وہ مسلسل بھاگ رہا تھا جیسے ہی صبح کی سفیدی پھیلانے لگتی وہ کسی گھنی جھاڑی، غار یا درخت کی شاخوں میں چھپ جاتا رات آتی اور پھر اس کا سفر شروع ہو جاتا یہ ناہموار، نامانوس علاقہ تھا۔ تاحد نظر تاریکی کا غلاف اوڑھے جنگل کھڑا تھا۔ ہر سمت جانب راستہ نظر آتا نہ پگڈنڈی آنکھیں جل رہی تھیں۔ پاؤں آبلوں سے بھرے تھے جسم لہولہان تھا نہ کھانے کا سامان تھا نہ پینے کا پانی ——— اور سفر باقی تھا۔ منزل کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ بس اُمید کی ایک لو جھلملا رہی تھی کہ وہ جیسے ہی یہ سرحد پار کر لے گا اس کی ساری مصیبتیں ختم ہو جائیں گی

آخر اس نے سرحد پار کر لی۔ اس کے ذہن میں اب بھی ایک عجیب کشمکش تھی ——— کیا وہ اس تاریکی میں وہ جگہ ڈھونڈ سکے گا؟ لیکن جیسے کسی غیبی طاقت نے اس کی مدد کی ——— وہ مکان اس کی نظروں کے سامنے تھا۔ اس نے مکان کے دروازے پر دھیرے سے دستک دی۔ اس نے سرگوشی سی کی لیکن دوسرے لمحے ہی روشندان سے جھانکتی روشنی کی لکیر بھی مصلوب ہو گئی۔ اب وہاں اسی تاریکی اور خاموشی تھی جیسے یہ مکان نہیں قبرستان ہو۔ اس نے اس بار زور سے کنڈی ہلائی۔ دروازے کے پٹ نیند سے بوجھل پلکوں کی طرح کھلے۔ اس سے باہر جھانکنے والے کی سانس ناہموار تھی۔ اس نے مریل لرزتی آواز میں دریافت کیا

"کون؟"

اس نے قریب جا کر جواب دیا "میں ہوں بھائی"

دروازے پر کھڑے شخص نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا

"میں ہوں، میں کون؟"

"میں ہوں، میں۔ مجھے پہچانا نہیں؟"

اس کے پاس کہنے کو بچا بھی کیا تھا؟ شاید وہ اپنا نام بھول چکا تھا۔ وہ سارے رشتے بھی بھول چکا تھا۔ جس نے ہفتوں سے انسان کی آواز بھی نہ سنی ہو کسی انسان سے بات نہیں کی ہو۔ وہ اپنا نام، اپنی شناخت کے سارے ذرائع بھول جائے تو کیا تعجب ہے؟

"اچھا، اچھا تم ہو؟ یہاں تو آئے دن دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ سرحد پار سے بھاگے لوگ آئے دن پناہ کی تلاش میں آتے ہیں۔ ان کا تعاقب کرتی پولیس بھی دستک دیتی ہے"

وہ اندر داخل ہوا اور دروازہ بند ہو گیا۔ چراغ کی لو تیز کی گئی۔

"ارے تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟" مرد اس کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ عورت نے اُسے دیکھا تو وہ یوں سکتے کے عالم میں آگئی جیسے آسیب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دونوں نے سرگوشی میں کچھ باتیں کیں اور اُس آنے والے کو ایک ایسا کمرہ دیا جو غیر ضروری سامان، ٹوٹی کرسیاں، تین ٹانگ کی میزیں، ٹوٹی پیالیاں اور طشتریاں سائیکل کے گھسے ٹائر ٹیوب سے بھرا تھا۔ ایک طرف وہ جھولا تھا جس کی پینگوں میں وہ بڑا ہوا تھا تین پہیوں کی وہ سائیکل تھی جو صحن میں اس کا بوجھ اٹھائے دوڑتی تھی اس کمرے میں اس نے سکون محسوس کیا۔ اُسے نئے کپڑے مہیا کئے گئے اچھی غذا میسر آتی اور سونے کی محفوظ جگہ۔ وہ کئی دنوں تک جی بھر کے سویا۔ دھیرے دھیرے سفر کی ساری تکان دور ہو گئی جسم کی خراشیں بھر گئیں۔ آبلوں اور زخموں کی جگہ گلابی چمڑے نکل آئے۔ چہرے پر تازگی اور جسم میں توانائی دوڑنے لگی۔ شفیق و مہربان آنکھیں بچی تھیں۔

وہ پشیمان تھا۔ اُسے اپنے اوپر غصہ آرہا تھا۔ اس نے خود ان لوگوں کو ٹھکرایا تھا اور آج یہی لوگ اس کے لئے سب کچھ تھے۔ لیکن وہ کیا جانتا تھا وقت یوں کروٹ لے گا؟ کون جانتا ہے کل کیا ہوگا؟ کاش وہ جانتا! شاید یہ پردہ حائل نہ ہوتا ——— لیکن زندگی کا سارا ہنگامہ ساری تگ و دو ——— اسی ایک بات پر منحصر ہے کہ مستقبل پردۂ راز میں ہے۔ آنے والا کل بھی روشن ہو جائے تو پھر زندگی کا ڈرامہ ہی ختم ہو جائے ——— منزل سامنے ہو تو سفر کی دشواریاں برداشت کرے؟

اس طرح کئی ہفتے گذر گئے۔ وہ ابھی تک اسی کمرے میں بند رہتا اب پھر اُسے محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ جنگل میں ہے، کالی ساعتوں کے نرغے میں ہے۔ اب تو اس گھر کے لوگ اس کی قربت سے یوں کترانے لگتے تھے جیسے وہ سڑی مچھلی ہو۔ اس کے دل میں سوال اٹھتا کیا میرے جسم میں بدبو پھوٹتی ہے؟

اس نے سب سے پہلے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ کمرہ تو اب بالکل صاف ستھرا تھا۔ کہیں گندگی کا نام تک نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول ڈالیں۔ ساری جیبیں خالی تھیں تب اس نے اپنے جسم کے ہر اس حصے کو دیکھا جہاں زخم تھے یا خراشیں تھیں۔ سارے زخم مندمل ہو چکے تھے۔ جہاں تہاں زخم کے کچھ نشان رہ گئے تھے تب اُسے پاؤں کے آبلوں کی یاد آئی۔ شاید ان سے بدبو آرہی ہو۔ لیکن اس کے تلوؤں میں نہایت خوبصورت، نازک چمڑے ٹہنیوں پر نئی کونپلوں کی طرح نکل آئے تھے۔ ان کا گلابی رنگ پنکھڑیوں کی طرح تھا۔

اسی درمیان منا دھڑ سے آیا۔ اس نے جلدی سے جرابیں اپنے پاؤں میں ڈال کر جوتے پہن لئے۔ اس نے جان بوجھ کر منا کی جانب نہیں دیکھا۔ وہ قریب آئے گا۔ بدبو محسوس کرے گا اور پھر طرح طرح کے سوالات شروع کر دے گا لیکن منا اس کی جانب آیا اور اس کی گود میں بیٹھ گیا۔

"انکل۔ آپ ہر وقت اکیلے اس کمرے میں بیٹھے کیا کرتے ہیں؟" وہ اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا اس نے مختصر سا جواب دے کر ٹالنا چاہا "یونہی۔ کوئی، ایسی بات نہیں"۔

منا کو وہاں دیکھ کر نونی بھی آدھمکی۔ منا کو گود پر قابض دیکھ کر اس نے منہ بنا لیا۔ اُسے بھی گود میں جگہ مل گئی تو وہ مطمئن ہو گئی۔ اس نے بھی سوال کر دیا "انکل آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے آپ کو پہلے ڈرائنگ روم میں تلاش کیا۔ ممی سے پوچھا تو وہ چڑ گئیں "جاؤ جہنم میں دیکھو ......!" کیا یہی جہنم ہے؟ جب بھی وہ چڑ جاتی ہیں تو یہی کہتی ہیں۔ تمہارے انکل جہنم میں ہوں گے!" انکل جہنم میں آپ اکیلے کیوں رہتے ہیں؟ اور کوئی کیوں نہیں رہتا؟"

"جہنم میں سڑی مچھلیاں رہتی ہیں ......" اس کے منہ سے بے ساختہ یہ جملہ نکل گیا۔

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں انکل؟" دونوں نے تعجب کا اظہار کیا۔

"ہاں، ہاں تمہیں یقین نہیں آتا تو سونگھ کر دیکھ لو"

بچوں نے اسے سونگھا اور بول اٹھے "بالکل نہیں۔ آپ کے جسم سے تو انکل کی خوشبو آرہی ہے۔ بہت اچھے انکل کی"

"منا، نونی!" ان کی آواز دندناتی ہوئی آئی بچے سہم گئے۔

خدا جانے۔ ان بچوں کو کیا ہو گیا ہے، کیا ہونے والا ہے؟"

اس نے بچوں کو بار بار کہا "جاؤ، اپنی ماں کے پاس جاؤ"

اسی وقت ان کا باپ آگیا۔ بچوں کو کھینچتے ہوئے انھوں نے فہمائش کی

"تمھیں اب کوئی کام نہیں ؟ اسکول سے ہوم ورک نہیں ملا ؟ گلی میں اب کوئی کھیل نہیں ہوتا ؟"

"لیکن پاپا، ایک بات ...." بچوں نے سوال کرنا چاہا۔

"ارے لیکن ویکن کچھ نہیں، سیدھے ممی کے پاس جاؤ"

"پہلے سن تو لیجئے پاپا، اپنے بنگلے پر، نا، وہ ہمیں سوتیلے کو کہتے ہیں"

"سوتیلے کو کہتے ہیں ۔۔۔! وہ کیوں ؟"

"وہ کہتے ہیں کہ میں سڑی مچھلی ہوں میں جہنم میں رہتا ہوں، کیوں پاپا ؟"

"یہ باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ شاید ان کا دماغی توازن ....

.... جاؤ اپنا کام کرو۔ ان کو پریشان نہیں کیا کرو"

دماغی توازن ......؟

اسے یاد آیا دماغی توازن بگڑنے کی بات اسے پہلے بھی کہی جا چکی تھی لیکن تب حالات اور تھے ۔۔۔ اس نے ان کی کم عقلی کا مذاق اڑایا تھا۔ اس وقت اس کے سامنے ایک سبز باغ تھا۔ اس باغ کی ہوا نہایت پرکشش تھی۔ وہ کسی کی پرواہ کئے بغیر اس کی جانب کھنچتا چلا گیا تھا۔ اور دوسری بار اس کی ماں اور دوسرے خیرخواہوں نے بھی یہی بات کہی تھی۔ اسے ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ اثر و رسوخ تھے وہ مٹی کو چھوتا تو مٹی سونا ہو جاتی تھی اور آج پھر دماغی توازن کی بات ہوئی تھی۔ لیکن آج اس کے سامنے نہ کوئی سبز باغ تھا، نہ دولت، صرف یادیں تھیں، اس کی تنہائی میں ڈستی یادیں !

اور رات آتی تو وہ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ ندی کے کنارے یہ برکت علی کا باغ ہے۔ آم کے بور لگے ہوئے ہیں۔ شہد کی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔ شاہد، رشید، شیکھر رنجن اور وہ اسکول سے واپس آرہے ہیں، مالی کا کہیں پتہ نہیں۔ ان لوگوں نے ڈھیلے مارنے شروع کئے اور آم کے ٹکورے نیچے گرنے لگے۔ برسات آتی ہے۔ کھیت، تالاب پانی سے جل تھل ہیں۔ ندی میں گدلے پانی کی دھارا دوڑ رہی ہے۔ وہ ریلوے پل پر چڑھ کر پانی میں چھلانگ لگا رہے ہیں۔ گاؤں سے باہر الاؤ کے گرد وہ بیٹھے کبھی سلطی کبھی رادھا کی باتیں اشاروں کنایوں میں کر رہے ہیں۔ گیہوں کی سنہری بالیاں ہوا کی سرسراہٹ سے کھل کھلا رہی ہیں، جھوم رہی ہیں۔ لیکن آج وہ مسافر ہے، تنہا مسافر، نہ منزل کا پتہ ہے نہ کوئی ہم سفر !

اس نے دیکھتے ہی اس کی بلائیں اتاریں۔ انگلیاں چٹخ اٹھیں۔ اسے کھینچتی ہوئی اندر لے گئی۔ اس نے مرد کو جھنجھوڑ کر اٹھایا "دیکھئے بھی کون آیا ہے ؟"

مرد آنکھیں ملتا اٹھتا ہے اور نہایت گرم جوشی سے اسے سینے سے لگا لیتا ہے۔ بچے متحیر اس کی جانب دیکھ رہے ہیں "ممی یہ کون ہیں ؟"

"تم نہیں جانتے ہو ؟" دیوار پر ٹنگی ایک تصویر کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ بچے کچھ سمجھ جاتے ہیں۔

ایک اجنبی خوشی کا سیلاب سا امڈ آتا ہے۔ بچے دن رات ساتھ ہیں۔ مرد نے دفتر سے فرصت لے رکھی ہے۔ لذیذ کھانوں سے میز سجائی جاتی ہے۔

دو ہفتے پلک مارتے گذر گئے۔ سب کو اپنا اپنا کام یاد آ گیا۔ بچے اسکول، اسکوٹر اور اس کے بعد کھیل میں الجھ گئے۔ مرد دیر تک آفس میں رہنے لگا، عورت کو گھر کے کام کے بعد پڑوسیوں کی خیر عافیت، دعوت اور محفلوں میں جانے کے بعد اتنی فرصت کہاں کہ وہ اس کی دلجوئی کے لئے اس کے پاس آئے۔

آج پھر وہی تنہائی اس کا مقدر ہے۔ لوگوں کے چہروں پر ایک ہی سوال ابھر رہا ہے "تم کب واپس جاؤ گے ؟"

دھیرے دھیرے رسمی رکھ رکھاؤ اور مروت کا خول بھی اتر گیا۔ اور ان کی آنکھوں میں بیزاری کے کانٹے اگ آئے ہیں۔

ایسی ہی ایک شام وہ مکان کے پھاٹک پر کھڑا تھا کہ اس نے تھانیدار کو اسی جانب آتے دیکھا۔ مجرمانہ نظروں کی بو سونگھی اور مکان کے اندر آ گیا۔ سب سے پہلے اس کی نظر دیوار پر گئی جہاں اس کی تصویر ٹنگی تھی۔ وہاں خالی فریم تھا تصویر غائب تھی۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تھانیدار کے ساتھ کچھ مسلح سپاہی بھی تھے اور ان کے ساتھ وہ مرد بھی جس نے نہایت گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا تھا وہ ہر لمحہ قریب ہوتے جا رہے تھے۔ وہ عقبی دروازے کے پاس گیا۔ اب بوٹوں کی ٹاپیں اس کے کانوں کو دستک دے رہی تھیں۔ اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا اور نکل پڑا۔ تاریکی نے اسے اپنے بازو میں سمیٹ لیا۔ شاید سفر ہی اس کا مقدر تھا !

(پٹنہ سے نشر)

ٹوٹے ہاتھوں کی دستکیں — مظفر ایرج

خودشکنی خود بخیہ گری بے کار عمل لاحاصل کوشش
کچی بستی کا دروازہ روشن بھی تاریک بھی ہے
روشندانوں کی وا آنکھیں
ٹھٹھری دھوپ کے سناٹوں میں چیخ پڑیں
بستی کا ایک ایک پرندہ سات سمندر پار اڑا
اب کوئی آواز نہیں ہے
اب کوئی آہٹ بھی نہیں
دروازے کے پٹ اب بھی کہیں کان لگائے
دستک کی آواز ہواؤں میں ابھرے گی
ٹھنڈے پانی میں اترے گی
بستی کو جانے والے واحد زینے پر
بے سر بے سایہ تاریکی سوئی ہوئی ہے
جیسے ہر زینے سمٹی اور سمٹ کر پھیلی
ٹوٹ کے بکھری
تم بھی مدیوں پر پھیلے ہو ۔۔۔ تم بھی
ایک ہی نقطے میں ایک روز سمٹ جاؤ گے مظفر ایرج
ٹوٹ کے بکھرو گے ذروں میں
الٹے کالے مثبت خط میں کھو جاؤ گے
منفی رستوں پر قدموں کی اڑتی دھول لپٹنا ہوگی
پھر تم بھی زیادہ سے زیادہ دو کالم لکھے جائیں گے
مردہ لفظوں سے اچھے کچھ پیکر منسوب کئے جائیں گے
کچی بستی کے چوراہے پر ایک کتبہ نصب رہے گا
الٹا کتبہ ۔۔۔ پیڑوں کی آنکھیں
سمتوں کی سنداشی ٹانگیں اگلے موڑ پہ ٹوٹ گئیں
خودشکنی بے کار عمل
خود بخیہ گری لاحاصل کوشش
خود فہمی لا ینحل باتیں لمحے !
بے سمتی کے لاغر بازو سمتوں کے ننھے سورج کو
اپنے دام میں لے آئیں گے
محرومی ایک کرب مسلسل
تاریکی ان تھک تاریکی
پیڑوں کی بے بس خاموشی
تیغ بستہ سورج کی کرنیں
سایہ سایہ ۔۔۔ ایسے بھی مفلوج نہ تھا
الٹا کالا مثبت خط
کچی بستی کو لوٹ آیا ہے
دروازے کے پٹ اب بھی ہیں کان لگائے
دستک کی آواز فضاؤں میں ابھرے گی
ٹھنڈے پانی میں اترے گی
لیکن
دستک دینے سے پہلے اتنا سمجھا ؤ مظفر ایرج
کیا
ٹوٹے ہاتھوں کی دستک بھی کوئی سنتا ہے

(اردو سروس سے)

یادیں بن گئیں گیت (II, IV)
ہفتہ : بزم خواتین
۱۵- اتوار : قوالیاں (فلمی) (I, III)
غیر فلمی قوالیاں (II, IV)
رنگ نغمہ (V) جاری
پیر : سازینہ
منگل : نئی نسل نئی روشنی
بدھ : فلمی دنیا (II, IV)
رنگا رنگ (دوبارہ) (I, V)
بات ایک فلم کی (III)

جمعرات : غیر فلمی قوالیاں (I, III, V)
ایک فنکار (II, IV)
جمعہ : آواز دے کہاں ہے
ہفتہ : پھر سنئے
۱۵-۳۰ آپ کی پسند
۱۹-۰۰ جہاں نما (بجز اتوار)
اتوار : آپ کی پسند (جاری)
۱۹-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۱۹-۳۰ تبصرہ / ہفتہ بھر کی پارلیمانی کارروائی
۱۹-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۱۲-۵۰ خبریں ۰۰-۱ اختتام

جمال ہم نشیں (III)
ماضی کے دیار (V)
جمعہ : روبرو
ہفتہ : نئی نسل نئی روشنی
۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ
(بدھ - ہفتہ وار)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ

۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (تسلسل)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (مکرر نشریات)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (تسلسل)
۱۲-۳۰ نور و نغمہ (قوالیاں)
۱۲-۵۸ اگلے دن کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

اردو مجلس میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳۴ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۵٫۹۱ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

ٹیلیفون... (illegible) ٹیکنیکل اور اناؤنسمنٹ
۵۸ ...
خبریں
پروگراموں کا خلاصہ
سازینہ
(منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ)
آہنگ نظم (پیر، ہفتہ)
آواز دے کہاں ہے (اتوار)
(گزشتہ ہفتے کی مکرر نشریات)
جہاں نما (بجز اتوار)
اتوار : آواز دے کہاں ہے (جاری)
حسن غزل
ساز اور آواز (بجز جمعرات)
جمعرات : ڈرامہ / خواب زار
۹ اتوار : سیل کھلاڑی
(بجز پانچواں اتوار)
پانچواں اتوار : اردو دنیا
پیر : کلام شاعر
منگل : تقریر
بدھ : شہرنامہ (I & III)
دلی ڈائری (II & IV)
شہ پارے (V)
جمعرات : ڈرامہ / خواب زار
تسلسل)
جمعہ : تقریر
ہفتہ : ریڈیو نیوز ریل
آبشار (بجز جمعرات)
جمعرات : ڈرامہ / خواب زار
(تسلسل)
اتوار : بچوں کا پروگرام

پیر / بدھ : غیر فلمی قوالیاں
منگل : علاقائی نغمے
جمعرات : ڈرامہ (تسلسل)
جمعہ : حیوان ورین (I, III)
افسانہ (II, IV)
صدائے رفتہ (V)
ہفتہ : منظر پس منظر
(اردو اخبارات پر مبنی)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تاریخ ساز (مکرر نشریات)
۱۰-۰۰ اتوار : زنگا رنگ (I, V)
دریچہ (II, IV)
ایک راگ کئی روپ (III)
پیر
داستان ایک شہر کی (I)
اظہار خیال (II)
فیچر (III)
ایک ہی فلم کے گیت (IV)
شکریے کے ساتھ (V)
منگل : کھیل کے میدان سے (I, III)
سائنس میگزین (II, V)
مشاعرہ (IV)
بدھ
ریڈیو دوستی (I, III)
کہانی سنگیت کی (II, IV)
اس سہ ماہی میں تھیٹر (V)
جمعرات : ادبی نشست (I)
آئینہ (II, IV)

اتوار یکم اگست

صبح
۵-۴۰ صبح گاہی ۔ قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
عارف جیلانی، فیض اور ... کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش وین سکینہ ، بانسری
پر راگ نٹ بھیرو
۹-۳۰ چلتے چلتے
دوپہر
۲-۰۰ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ کہکشاں
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
رات
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کھیل اور کھلاڑی
۹-۳۰ تجربہ کار سے
حفیظ احمد خاں : ٹھمری تلک کاموڈ
۱۰-۰۰ رنگا رنگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد نثار حسین خاں :
خیال میاں کی ملہار

غلام صادق خاں : خیال
دوپہر
۲-۰۰ دھنک
۳-۰۰ سازینہ پر موسیقی
رات
۸-۳۰ حسن غزل
فضل حسین جے پوری ،
اصغر گونڈوی اور فانی کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کلام شاعر : اقبال مجید (سرینگر)
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ داستان ایک شہر کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام صادق خاں : خیال

منگل ۲ اگست

صبح
۵-۴۰ صبح گاہی ۔ قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
امیر کمار دیو ، مومن ، غالب اور
بہادر شاہ ظفر کا کلام
ایرا نگم ، سکندر علی وجد ،
اختر انصاری اور ساحر لدھیانوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
پنالال گھوش : وائلن پر راگ ۔
بیراگی بھیرو
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
امرناتھ : خیال اہیر للت
دوپہر
۲-۰۰ بھگتی گیت
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
رات
۸-۳۰ حسن غزل
ایرا نگم ، اختر شیرانی اور
عرش ملسیانی کا کلام

پیر ۲ اگست

صبح
۵-۲۵ نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
افضل حسین جے پوری ، مجروح اور
ساحر لدھیانوی کا کلام
بیلا ساویر ، جگر ، مجاز اور
قیصر قلندر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
شیو کمار شرما ، سنتور پر راگ بھٹیار
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۰ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
رونا سلی، ظفر، فیض اور داغ کا کلام
ترلوک کپور، بشیر بدر اور دل لکھنوی کا کلام

۷-۲ ساز سنگیت
وی جی جوگ: وائلن پر راگ اہیر بھیرو

۹-۲۰ کلاسیکی موسیقی
مادھوری مٹو: خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۰ فلمی قوالیاں
۲-۳ گیت سے گیت
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ترلوک کپور: صبا افغانی اور رضا بہرام پوری کا کلام

۹-۰۰ عہد ساز اذہان، سلسلہ تقاریر
'نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی'
تحریر: ڈاکٹر زیڈ اے قاسم

۹-۲۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
وی جی جوگ: وائلن پر جھنجھوٹی

بدھ ۱۱ اگست

صبح

۵-۰۰ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۰۰ شہر صبا
رشمی لتا ورک، مجاز لکھنوی اور مخدوم محی الدین کا کلام
ہریش بھاردواج، جاں نثار اختر، فنا نظامی اور ساحر بھوپالی کا کلام

۷-۰۰ ساز سنگیت
ہیرا لال: طبلے پر روپک تال

۹-۰۰ کلاسیکی موسیقی
ایرن رائے چودھری
خیال گجری توڑی

دوپہر

۲-۰۰ سب رس
۱-۳۰ بزم خواتین
بکھری کڑیاں، سماج کی مباحثہ
گیت - وست رجوان
۲-۰۰ فلمی دنیا

رات

۸-۳۰ حسن غزل
رشمی لتا ورک: ذوق، مصحفی اور آتش کا کلام

۸-۴۵ ساز و آواز
۹-۰۰ دلی ڈائری - نظم برنی
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کسانی سنگت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ایرن رائے چودھری، خیال [illegible]

جمعرات ۱۲ اگست

صبح

۵-۴۵ قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
جنم اشٹمی کے نغمے

۷-۲۰ ساز سنگیت
بلرام پاٹھک: ستار وادن

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
موجود حسین خاں: خیال دیسی

دوپہر

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۱۰ حسن شعر
صغیر احمد، فراق گورکھپوری اور حسرت موہانی کا کلام

۹-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ 'آئینہ' ادبی میگزین
'شہر جدید اور شاعر جدید'
تحریر: ڈاکٹر شمیم حنفی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بلرام پاٹھک: ستار

جمعہ ۱۳ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن مجید مع تشریح
نعت و منقبت کلام

۶-۲۶ شہر صبا
محمد یعقوب: غزلیں
ارملا دھیر، رام کشن مضطر کا کلام

۷-۰۰ ساز سنگیت
۷-۰۵ کتابوں کی باتیں
تحریر: محمد یوسف ٹینگ

۹-۳۰ [illegible]

دوپہر

۲-۰۰ سوغات سوال
۲-۱۵ [illegible]
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد یعقوب: غزلیں

۹-۰۰ صرف ایک کتاب، تقریر: ڈاکٹر انور معظم
۹-۳۰ افسانہ: غیاث احمد گدی
۱۰-۰۰ روبرو
۱۰-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت حسن لال: میاں کی ملہار

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
سریندر کور: غزلیں
یونس ملک: زبیر رضوی اور قیصر قلندر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
برجو مہاراج: ٹھمری، دادرا

دوپہر

۲-۰۰ گیت آپ کے شعر ہمارے
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ادب اور خواتین (اردو شاعری میں)
تقریر
(۲) غزل - (۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ ہنسیے ہنسائیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
یونس ملک: داغ کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر پس منظر
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۰-۳۰ بزم موسیقی
مشکور علی خاں: خیال اور ترانہ بھوپالی

اتوار ۱۵ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
آزادی کے نغمے

۷-۰۵ لال قلعے پر رسم پرچم کشائی کا آنکھوں دیکھا حال
۸-۰۰ 'آزادی کا مفہوم' تقریر: جناب ضیاء الرحمٰن انصاری

دوپہر

۲-۳۰ خصوصی میوزیکل فیچر

رات

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
۹-۳۰ ریڈیو رپورٹ
۱۰-۰۰ یوم آزادی پر خصوصی فیچر
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پران ناتھ: میاں کی ملہار

قطعات

صابر گورکھپوری

نت نئے حادثات کی یورش
کرتی رہتی ہے پاش پاش مجھے
پتھروں میں لہو جو دوڑا دے
ایسے آذر کی ہے تلاش مجھے

ہر طرف پھول کھل گئے ہوتے
دامن تار سل گئے ہوتے
زندگی رشک گلستاں ہوتی
دل اگر دل سے مل گئے ہوتے

(گورکھپور سے نشر)

استاد عبدالکریم خاں ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، کنڑ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

کشمیری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ سندرپنڈیر ، غزلیں

۳-۳۰ پیوشن پنوار ، سنطور

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پرساگیت

۹-۳۰ اورگیسٹ لوٹانٹ

اتوار ۸ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰

علاؤالدین خاں ، اسراج

۹-۰۰ بال کاریہ کرم

۱۰-۰۰ مادھوری منو ، گائن

۱۱-۰۲ یوواوانی سے

۱۱-۳۰ کرناٹک سنگیت

گومتی وشوناتھن ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'سمے کا پھیر' ، جھلکی

تحریر ، آ.کے شرما

۲-۳۰ 'چرن داس چور' ، ناٹک

تحریر و ہدایت ، حبیب تنویر

۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۵ کرناٹک سنگیت

گومتی وشوناتھن ، گائن

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت

۸-۱۵ ساہتکی

۹-۳۰ سنگیت پتریکا

۱۰-۰۰ چلن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

ٹھمری ، دادرا

۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

سگم سنگیت

۳-۳۰ علاؤالدین خاں ، اسراج

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

کمل ہنس پال ، گیت بھجن اور

پنجابی گیت

۹-۳۰ کرنٹ افیرز

پیر ۹ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰

آنند کمار مونترا ، سرود

۱۰-۳۵ او.پی.کپور ، ٹھمری ، دادرا

۱۱-۰۲ چھوٹے خاں ، سارنگی

۱۱-۳۰ جگدیش پرشاد ، گائن

دوپہر

۱۱-۰۲ لوک بھارتی

تامل لوک گیت

۱۲-۳۰ 'ماں' ، سینٹ جان اروِن کے

اسٹیج ناٹک کا ریڈیو عکس

از ڈاکٹر جگدیش نارائن شرما

رات

۸-۰۰ سوتر کتھا

۸-۱۵ بھجن لال ، سرود

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر

'پانی - امرت یا وش'

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

سوائے گندھرو ، ٹھمری ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

ہلال احمد ، غزلیں

۳-۳۰ او.پی.کپور ، ٹھمری ، دادرا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

نیلم ساہنی ، گیت ، بھجن ، غزلیں

منگل ۱۰ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ شفیع احمد خاں ، گائن

سردار خاں ، طبلہ

۱۰-۳۵ اشوک کمار وسانتی ، شہنائی

۱۱-۰۲ انیتا رائے ، گائن

۱۱-۳۰ کلیانی رائے ، ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

اڑیہ لوک گیت

۵-۳۰ شفیع احمد خاں ، گائن

سردار خاں ، طبلہ

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل

۸-۱۵ وگیان وارتا

۹-۳۰ 'ابھیشاپ' ، ناٹک

تحریر ، گوپی ناتھ وتیھت

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

اشوک کمار وساتھی ، شہنائی

۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

پی.ایس.پربھاکر راؤ ، تیلگو گیت

۳-۳۰ انیتا رائے ، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

ایرانگم ، گیت ، بھجن ، غزل

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، (انگریزی)

بدھ ۱۱ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰

شانتی ہیرانند ، ٹھمری ، دادرا

۱۰-۳۵ جیوتن بھٹاچاریہ ، سرود

۱۱-۰۲ اے.کانن ، گائن

۱۱-۳۰ ڈی.آر.پاروتیکر ، دتاتریہ وینا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

ملیالم لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'سمے کا پھیر' جھلکی

ارملا ناگر - آکاشوانی روہتک کی جانب سے منعقد سگم سنگیت کی محفل میں بھجن پیش کرتے ہوئے۔

تحریر : آر۔ کے۔ بشرما
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
ونیش کمار پربھاکر ، وائلن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
رام چتر ملک ، دھرپد
۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
سندیل کھنڈی گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
اوماکانت ، گٹار
۳-۳۰ کماری کے۔ سدھا ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
سیما شرما ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ یووانی سے انتخاب (انگریزی)

جمعرات ۱۲ اگست

دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
شرمشٹھا سین ، ستار
۱۰-۳۵ جمونے بسری ، گائن
۱۱-۳۰ غلام مصطفےٰ خاں ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۳۰ بال کاریہ کرم
رات
۸-۱۵ 'شوق الکا پریشانی اپنی کبوتر پالنا'
ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : فیچر
۱۰-۰۰ غلام مصطفےٰ خاں ، گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
غلام مصطفےٰ خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
اے۔ اے۔ کھبولکر ، گیت ، بھجن
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
وینوگوپال ، بانسری
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
انجلی بنرجی ، غزلیں
۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۱۳ اگست

دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
ستیہ دیو پنوار ، وائلن
۱۰-۳۵ اقبال احمد خاں ، گائن
۱۱-۰۲ پریم سروپ سنگھ ، وچتر وینا
۱۱-۳۰ گرگیا یوی ، گائن
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ 'سنہری راجکماری' ناٹک
تحریر و ہدایت : دیویندر سنگھ
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
مادھوی راج گوپال ، گائن
دہلی 'ب'
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
اقبال احمد خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، تیلگو گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
پورنیما داس ، گیت ، بھجن
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
مادھوی راجگوپال ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
دینا ناتھ ، گیت ، بھجن ، غزل
۹-۳۰ ان پرسپیکٹو

ہفتہ ۱۴ اگست

دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
سلوچنا برہسپتی ، گائن
۱۰-۳۵ شیام گوپی رانے چودھری ، سرود
۱۱-۰۲ کرشنا بشٹ بھارتی چکرورتی
۱۱-۳۰ شرافت خاں ، ستار
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت
رات
۸-۰۰ سوادھینتا رکشا
۸-۱۵ یوم آزادی کی قبل شب پر
راشٹرپتی کا قوم کے نام پیغام
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
شیام گوپی رانے چودھری
۷-۵۰ سنگم : ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
گڑھوالی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
نریندر پال ، کلارنٹ
۳-۳۰ کرشنا بشٹ بھارتی چکرورتی ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اونیسٹ ٹوہانٹ

اتوار ۱۵ اگست

دہلی 'الف'
صبح
۶-۱۰ ، رات ۹-۰۰
بسم اللہ خاں و ساتھی ، شہنائی
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۱-۰۲ یووانی سے
۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۳۵
کرناٹک سنگیت
ایس آر چندرو ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۵ 'نیانگر' سلسلہ وار ناٹک
تحریر و ہدایت : چرنجیت
۲-۳ 'سنہری راجکماری' ناٹک
تحریر و ہدایت : دیویندر سنگھ
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ
رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین
ٹی این راجہ رتنم پلے ، ناگا سورم
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نکھل بنرجی ، ستار
۷-۵۰ سنگم : آسامی گیت
۹-۱۵ اپنی نگری
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
پی۔ ڈولی مسانی ، غزلیں
۳-۳۰ استاد علی اکبر خاں ، سرود
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
صلاح الدین احمد ، گیت ، غزل
۹-۳۰ کرنٹ افیرز

شری پرناب مکرجی ـــ مرکزی وزیر خزانہ ـــ
آکاشوانی دھلی کے پروگرام میں سوالوں کے جواب دیتے ہوئے۔

منگل ۳ اگست

صبح
۷-۴۵ راجندر مہتا، نینا مہتا: غزلیں
۹-۲۱ آرتی نرپالکھی: لوک گیت
۱-۴۰ استاد مشتاق حسین خاں: خیال
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۹-۳۰ ڈرامہ "کی صلیب" جھلکی
تحریر: سعیدہ فرحت

بدھ ۴ اگست

صبح
۷-۴۵ غلام مصطفیٰ خاں: غزلیں
۸-۲۱ کرشن آریہ اور سکھیاں
لوک گیت
۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰ اور رات ۸-۱۵
شوبھا رانی گدسیا طبلہ وادن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ رونا لیلیٰ: غزلیں

جمعرات ۵ اگست

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا، سنسکرت پروگرام
۸-۲۱ رینو نیگی: کمایونی لوک گیت
۱-۴۰ اور رات ۸-۱۵
عبدالحلیم جعفر خاں: ستار
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جوئے بار، موتی بیگم: غزلیں

جمعہ ۶ اگست

صبح
۷-۳۰ وانا بین
۸-۲۱ گیان وتی سکسینہ اور سکھیاں
لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام: آہنگ
صف آرائی کا ایک ورق (شاہی)
مقرر: حامد رضا خاں
انکھیاں ترستی ہیں (اردو بہر)
از سرفراز عثمانی
دوپہر
۱-۴۰ گنیش پرساد مشرا: خیال

شام
۷-۰۰ کرشی جگت، خطوں کے جواب
۹-۳۰ "پیا باز پیالہ" ناٹک
تحریر زبیر رضوی
پیشکش: جوالا پرشاد

ہفتہ ۷ اگست

صبح
۷-۴۵ دینا ناتھ: بھجن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ رس دھارا: سنیل کمار، گیت
۸-۱۵ شجاعت حسین خاں: خیال
محفوظ علی خاں: طبلہ وادن

اتوار ۸ اگست

صبح
۸-۲۱ لوک گیت
۱۲-۳ آپ کے لیے "جن کی واپسی" جھلکی
۱-۱۰ پریوار جگت
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ محمد رفیع: غزلیں
۹-۳۰ لیاقت حسین اور ساتھی: چہار بیت

پیر ۹ اگست

صبح
۷-۴۵ یونس ملک اور کماری رینو کا
غزلیں
شجاعت حسین خاں: غزلیں
۱-۴۰ اسد علی خاں: رودر وینا وادن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ اردو پروگرام: آہنگ
"خیاباں" قصیدہ نگاری
۸-۰۰ یونس ملک: غزلیں
۱۰-۰۰ وچار دھارا

منگل ۱۰ اگست

صبح
۷-۴۵ وریندر کمار: بھجن
۸-۲۱ لوک گیت
۱-۴۰ غلام تقی خاں: خیال
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۹-۳۰ کہانی ایک فلم کی

بدھ ۱۱ اگست

صبح
۷-۴۵ پرمود کمار مکھرجی: گیت
۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰ اور رات ۸-۱۵
محفوظ علی خاں: طبلہ وادن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ آرتی مکھرجی: گیت
اشا بھونسلے: گیت

جمعرات ۱۲ اگست

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا: سنسکرت پروگرام
۱-۴۰ اور رات ۸-۱۵
غلام مصطفیٰ خاں: خیال
شام
۶-۱۵ یوگیشور: شری کرشن
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جوئے بار
مدن موہن گوسوامی: غزلیں

جمعہ ۱۳ اگست

صبح
۷-۳۰ کادیہ سوربھ
۸-۳۰ اردو پروگرام: آہنگ
کھیل کی دنیا، میگزین پروگرام
ایشیائی کھیلوں کی تیاریاں
ہندوستانی ہاکی کھیلوں کا مستقبل
۱-۴۰ اور رات ۸-۱۵
بسم اللہ خاں: شہنائی وادن
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ غلام صادق خاں: بھجن
انجنا چٹرجی: بھجن

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح
۷-۴۵ پنڈت جسراج: سور پداولی
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ ناول "کالی داس کا" ناٹک
"کالی داس"
تقریر: ڈاکٹر دیوکی نندن شرما
۸-۱۵ نثار حسین خاں: ٹھمری

اتوار ۱۵ اگست

صبح
۸-۲۱ لوک گیت
۱۲-۳۰ آپ کے لیے
"اگلی پائے دان پر"
روپک: تحریر اور پیشکش
جوالا پرشاد
شام
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ دیش گان
۹-۳۰ امیر احمد اور ساتھی
چہار بیت

بقیہ: لکھنؤ

ہندی میں نظم خوانی
۲-۹ اور رات ۸-۳۰
ممتا سین: خیال
رات "ناگانند" سنسکرت ناٹک
تحریر: شری ہرش
ترجمہ: ونود رستوگی

ہفتہ ۱۴ اگست

دوپہر
۱-۱۰ راگ رنگ
پنڈت ایودھیا پرساد
پکھاوج وادن
رات
۸-۰۰ دیگھا نیکی
۹-۲۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۱۵ اگست

صبح
۷-۳۰ آپ کے آس پاس
۸-۳۰ یوم آزادی کے موقع پر
اترپردیش کے وزیر اعلیٰ
کا پیغام
(۲) یہ دیش میرا
دیش بھگتی گیتوں کا پروگرام
۱۰-۱۰ آج اتوار ہے "آزادی"
جھلکی: تحریر کے۔ایل۔یادو
شام
۴-۵۰ رویندر سنگیت
رات
۸-۰۰ ہندی میں بات چیت

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر الف ۴۴۴ء۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز جالندھر ب ۴۴ء۳۲۲ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ ۶ء۲۰۹ میٹر ۱۴۳۰ کلو ہرٹز (شام ۶-۱۰ تا ۳۰-۶ تک)

خبریں

ھندی ، صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ، ۲-۱۰ ، ۲-۳۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ ، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵ ، ۱۱-۰۵
پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۰
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ ، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ آرادھنا : بھگتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی پروگرام
۶-۴۰ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (صرف اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا (پیر)
۷-۳۰ بھگتی سنگیت
۹-۰۵ ساماییکی

دوپہر
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اُنت کھیتی پروگرام
۲-۲۰ سگم سنگیت
ساڈے آس پاس (ہفتہ)

شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۴۰ روزگار سماچار
۹-۲۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

شام
۶-۰۰ یوواوانی
۶-۴۵ یونیورسٹی براڈکاسٹ
۷-۰۰ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام (دیس پنجاب)
۸-۰۰ اختتام

اتوار یکم اگست

صبح
۶-۴۵ آسا دی وار
بھائی ہرچند سنگھ راگی وساتھی
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
پروین سلطانہ ، خیال منگل بھیرو
۷-۴۵ پرتی بمب
۸-۵۰ دیش پیار کے گیت
۹-۱۵ بچوں کے لیئے
۱۰-۳۰ فلمی گانے

دوپہر
۱۲-۰۰ پریم جگیاسو ، پنجابی گیت
۱۲-۳۰ مہلاؤں کیلئے
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ چمن لال گورداسپوری اور ساتھی
لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ اجیت کور ، لوک گیت

شام
۷-۴۵ پنجابی میں جھلکی
۱۰-۰۰ شبد گائن
۱۰-۳۰ استاد فیاض خاں ، خیال دیس

پیر ۲ اگست

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا
۷-۳۰ تیج پال سنگھ ، سریندر سنگھ
خیال گس کلی
۸-۳۰ جگموہن کور ، لوک گیت
۸-۵۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
پنجابی گیت
۹-۱۵ گیت اور غزل

دوپہر
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ بلکار سنگھ ماہی ، لوک گیت
۵-۰۵ دیہی بچوں کیلئے

رات
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ جگموہن کور ، پنجابی گیت

منگل ۳ اگست

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ وی این پٹوردھن ، خیال دیو گندھار ، ترانہ اساوری ، بھجن بھیروی
۸-۲۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ ہربھجن سنگھ ناہل وساتھی
لوک گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر
۱۲-۰۰ کجھ گلاں کجھ گیت
۱۲-۳۰ دیہاتی مہلاؤں کیلئے
۲-۳۰ امرجیت سنگھ گورداسپوری
لوک گیت
۵-۱۵ پرمیندر کور وساتھی ، لوک گیت

شام
۷-۴۵ شوبھا گورتو ، ٹھمری ، دادرا
۸-۰۰ غزلیں
۹-۳۰ کمیڈی سنسار
۱۰-۰۰ الہاس کشلکر ، گائن

بدھ ۴ اگست

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
ایسی دتہ : ستار وادن
۸-۲۰ ، دوپہر ۱۲-۱۵
گوری گنگولی ، بھجن ، گیت ، غزل
۸-۵۰ کلدیپ مانک ، لوک گیت
۵-۱۵ جگ راج سنگھ ، شبد

دوپہر
۱۲-۰۰ شامتا پرشاد ، طبلہ
۱۲-۳۰ جنگی صوت
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ حاکم سنگھ ڈھاڈی وساتھی
واراں
۵-۰۵ ننھے منوں کیلئے

شام
۷-۴۵ قدم قدم پڑا پڑا
۸-۲۵ سگم سنگیت
۹-۳۰ فلمی نغمے

جمعرات ۵ اگست

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
مہندر سنگھ ، ٹھمری ، دادرا
۷-۴۵ ، رات ۱۰-۵۰
برہم سروپ سنگھ ، وچترو ینا
پرسید ھو سنگیت
۸-۲۰ ، شام ۷-۵۰
بھائی امریک سنگھ راگی وساتھی
شبد
۸-۵۰ ہردیو سنگھ خوشدل ، لوک گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵
پریم جگیاسو ، بھجن ، گیت ، غزل

دوپہر
۱۲-۳۰ عورتوں کیلئے
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ باگ سنگھ ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ نریندر بیبا ، لوک گیت
ہزاری لال ، ڈھولک پرسنگت

رات

۹-۳۰ موسم برسات کے گیت

جمعہ ۶ راگست

صبح

۶-۴۵ نعتیں

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
کمار گندھرو ، خیال ، توڑی ، ترانہ ، اور دیس

۸-۲۵ ، دوپہر ۱۲-۳۰
بھائی بہادر سنگھ راگی و ساتھی
شبد

۸-۵۰ استاد رحمت قوال اور ساتھی

۹-۱۵ ، شام ۷-۴۵
سدھیر کوشل ، غزلیں

دوپہر

۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ چرن سنگھ گنگن پوری ، لوک گیت

۵-۰۵ پنجابی گیت

۵-۱۵ بلدیو سنگھ رندھاوا ، لوک گیت

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی ناٹک

۱۰-۱۵ گوردیو سنگھ کومل ، لوک گیت

۱۰-۳۰ راجن مشرا ، ساجن مشرا
خیال جوگ

ہفتہ ۷ راگست

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
کیشو چندر ، خیال بھیرو اور
شدھ سارنگ

۷-۴۵ وی جی جوگ ، وائلن

۸-۲۵ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت

۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵ ، رات ۸-۱۰
روی شرما ، بھجن اور غزلیں

دوپہر

۱۲-۳۰ لوک گیت

۲-۲۰ ساڈے آس پاس

۵-۱۵ پریملا جی ، لوک گیت

شام

۷-۴۵ غزلیں

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۸ راگست

صبح

۶-۴۵ بھائی ہرچند سنگھ راگی و ساتھی
آسا دی وار

۷-۱۵ بھجن

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
بھیم سین جوشی ، گائن

۷-۴۵ پرتی بمب

۹-۱۵ بچوں کیلئے

۱۰-۰۰ کرشی پروگرام

۱۰-۳۰ فلمی گانے

دوپہر

۱۲-۱۵ گوردیپ سنگھ ، پنجابی گیت

۱۲-۳۰ عورتوں کیلئے

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ منموہن کور ، لوک گیت

۵-۰۵ پنجابی گیت

۵-۱۵ کرتار سنگھ چاتن ڈھاڈی ساتھی
واراں

شام

۶-۴۵ جاگرت

۱۰-۰۰ شبد

۱۰-۳۰ استاد امیر خاں ، خیال درباری

پیر ۹ راگست

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
گورمیت کور باوا ، لوک گیت

۹-۱۵ جھلکی

دوپہر

۱۲-۰۰ پنجابی گیت

۱۲-۴۵ پریوار کلیان

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ جگت سنگھ جگا ، لوک گیت

۵-۰۵ بال واڑی

شام

۷-۴۵ سیتا کوہلی ، گیت ، غزل

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ پنجابی ناٹک

منگل ۱۰ راگست

صبح ۶-۴۵ شبد

۷-۳۰ ، شام ۷-۴۵
مالویکا کانن ، خیال ، توڑی ، ٹھمری

۸-۲۰ ، شام ۵-۰۵
پنجابی گیت

۸-۵۰ کلدیپ سنگھ پردیسی ، لوک گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت

۱۲-۳۰ دیہاتی عورتوں کیلئے

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ دھنا سنگھ رنگیلا ، لوک گیت

۵-۰۵ سروجیت ، لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو تقریر

۸-۱۵ غزلیں

۹-۳۰ پنجابی میں مباحثہ

۱۰-۰۰ پریم جین ، گٹار

بدھ ۱۱ راگست

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰ ، رات ۸-۳۰
کشوری لال ، وائلن

۷-۵۰ ، رات ۸-۵۰
گوپال کرشن ، بھیروی تلنگ

۹-۲۰ پرجیت سیکھوں ، بھجن

۸-۵۰ جسبیر سنگھ خوشدل ، لوک گیت

۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵
بھائی ہربنس سنگھ راگی و ساتھی
شبد

دوپہر

۱۲-۰۰ افضل حسین ، ٹھمری ، دادرا

۱۲-۳۰ چنگی صحت

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ جاگیر سنگھ طالب ، لوک گیت

۵-۰۵ ننھے منوں کے لیئے

شام

۷-۴۵ قدم قدم پڑاپڑا

۹-۳۰ فلمی گانے

جمعرات ۱۲ راگست

صبح

۶-۴۵ بھجن کرشن جیت مانس

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰ ، رات ۱۰-۳۰
سیارام تیواری ، الاپ دھرپد ،
راگ الہیہ بلاول اور بھجن

۸-۲۰ ہنس راج و ساتھی ، بھینٹاں

۸-۵۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
شبد

۹-۱۵ گیتا پاٹھ

دوپہر

۱۲-۱۵ بھجن

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ دلاور سنگھ مانگٹ و ساتھی
لوک گیت

۵-۱۵ گردھاری لال و ساتھی ، بھینٹاں

شام

۷-۵۰ بھجن

۱۰-۰۰ ہندی میں گوشٹی

جمعہ ۱۳ راگست

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
ستار وادن

۷-۴۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵ ، رات ۱۰-۳۰
امرناتھ ، خیال

۸-۲۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت

۸-۵ گھدر سنگھ امس و ساتھی
صوفیانہ کلام

۹-۱۵ ، شام ۷-۴۵
سلیم اقبال ، نعتیں اور کافی

دوپہر

۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام

۲-۲۰ غزلیں

۲-۳۰ کشمیر سنگھ شمبو ، لوک گیت

۵-۱۵ جوگا سنگھ جوگی و ساتھی ، کویشری

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی ناٹک

۱۰-۱۵ جگجیت سنگھ زیروی ، لوک گیت

ہفتہ ۱۴ راگست

صبح

۶-۴۵ شبد

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
سیتا دیوی ، خیال بھٹیار ، ٹھمری

۸-۵۰ ، سہ پہر ۵-۰۵ ، رات ۸-۱۰
پنجابی گیت

۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۴۵

شنکر شمبھو اور ساتھی، بھجن

دوپہر
۱۲-۳۰ لوک رنگ
لوراں، لوک گیت
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ کرتار سنگھ رملا، لوک گیت

شام
۷-۴۵ غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۱۵ اگست

صبح
۶-۴۵ آسا دی وار
۰-۱۵ بھجن
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۷-۴۵ پرتی بمب
۹-۱۵ بچوں کیلئے
۱۰-۰۰ ہفتہ وار کرشی پروگرام
۱۰-۳۰ فلمی گانے

دوپہر
۱۲-۳۰ خواتین کیلئے
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ لوک گیت

شام
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۰۰ شبدگائن

روھتک

خبریں

ھندی: صبح ... دوپہر ۵-... شام ۵-... رات ۵-۹

انگریزی: صبح ۸-... دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۲۰ اور ۵-... شام
جھلکتی سر سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۸-۲۰ لوک سنگیت
(اتوار کو بچوں کیلئے)
۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ
(سوائے ہفتہ، اتوار و تعطیلات)
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت
(بدھ کو ننھے منے)
۶-۳۰ گرامین سنسار
۷-۰۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

... گرامین سنسار
آپ کی پسند

اتوار یکم اگست

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵
آستا گپتا: سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ گربا دیوی: کجری
۸-۳۰ بال کنج
گیان وگیان پہیلی
۹-۰۰ اس ماس کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت
کام کی باتیں - گیت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند - خطوں کے جواب
۶-۱۰ پرادیشک سنگیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۲۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'الجھن'
۹-۳۰ جھلکی
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲ اگست

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ وجے کمار: ستار پر ٹھمری توڑی
۸-۲۰ چھوٹے رام مہر سنگھ
لوک سنگیت
۸-۴۰ سرسوتی وندنا

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ پرادیشک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'آنند'
۱۰-۰۰ ونے کمار: کلاسیکی موسیقی

منگل ۳ اگست

صبح

۷-۱۰ سوریہ پرکاش گرور: سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ حفیظ احمد خاں: کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ منگل ناتھ وساتھی اور
سنتوش کماری: لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کے لئے
'اشوک مہان' فیچر

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ پرادیشک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ - لوک گیت
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'امر پریم'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۴ اگست

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ استاد امیر خاں: کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ رگھبیر سنگھ وساتھی اور
پریت سنگھ وساتھی، لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کیلئے

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کترنیں
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے، گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب - لوک گیت
۸-۰۰ ہندی میں تقریر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'ایمان'
۹-۳۰ چڑیا گھر کا شیر ہے
۱۰-۰۰ گنگا پرشاد پاٹھک، کلاسیکی موسیقی

جمعرات ۵ اگست

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵
بابو رام، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ پریم سنگھ اور ستنارائن وششٹھ
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ پرادیشک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
'بالک منڈلی' دیہی بچوں کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا

جمعہ ۶ اگست

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

سگم سنگیت

۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ سرتیش جی شر کھانڈے
کلاسیکی موسیقی

۸-۲ لوک سنگیت

۹-۳۰ گاندھی چرچا

۱۲-۲ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ کھیل جگت

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'آئینہ'

۱۰-۰۰ سرتیش جی شری کھانڈے
کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۷ اگست

صبح

۱-۷ ، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ علی اکبر خاں ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ رام کمار تھروال ، پریم لتا
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھر سنیئے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

سوال جواب

۶-۱ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'آج کا مہاتما'

اتوار ۸ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷

این کے شرما ، سگم سنگیت

۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ مشتاق حسین خاں ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ بال کنج

۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت

۱-۰۰ کھلا آکاش

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند خطوط کے جواب

۶-۱۰ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار
آپکی پسند

۸-۰۰ آج اتوار ہے

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'انالشر'

۹-۳۰ ناٹک

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۹ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷ ، ۳۰-۸

سگم سنگیت

۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ غلام علی پرویز ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ شیر سنگھ اور امرجیت کور
لوک سنگیت

۸-۴۰ چھٹی جماعت کے طلبا کیلئے

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۱-۰۰ ورندگان

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)

۶-۱۰ پرادیشک سنگیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۹-۱۵ ایک فلم سے 'آن'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر

۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۰ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷

منجو ستیرہ ، سگم سنگیت

۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ شمیم احمد ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ پھول سنگھ اور آشا لتا
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ ورندگان

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار ، میری پسند

۶-۱۰ پرادیشک سنگیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار 'بیٹھک'

۸-۰۰ کلام شاعر

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'اندھیر'

۹-۳۰ سراہتکی

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۱۱ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پی ایل گوتیندکر ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ جسونت سنگھ و ساتھی اور
پرہلاد سنگھ ، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کترنیں

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت
لوک گیت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ ہندی تقریر

۸-۳۰ لوک سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'آرتی'

۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے

۱۰-۰۰ پی ایل گوتیندکر ، کلاسیکی موسیقی

جمعرات ۱۲ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷

دیو راج جین ، سگم سنگیت

۷-۱۰ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی

۸-۳۰ چلتے چلتے

۸-۴۰ ایوب خاں اور راجکمار شرما
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ساز اور آواز

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم

۶-۱ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت
لوک گیت

۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی

۸-۰۰ گھر آنگن

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، کھیل پتریکا

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۳ اگست

صبح

۱۰-۷ ، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ نواب خاں ، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ وشاکرن و ساتھی اور
رام سنگھ و ساتھی ، لوک سنگیت

۸-۴۰ پرائمری جماعتوں کے طلبا کیلئے

۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ پرادیشک گیت

۶-۳۰ کرشی جگت، لوک گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۴۵ سگم سنگیت
۸-۰۰ سائنس قلب
۸-۳۰ سور منجری
۹-۱۵ ایک فلم سے 'الزیبا'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۲۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ دھرم پال سیدی اور دھرم سنگھ، لوک سنگیت
۸-۴۰ سب رس

دوپہر
۱۲-۳۰ پھر نیٹے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سوال جواب
۶-۱۰ پرادیشک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'آکرمن'

اتوار ۱۵ اگست

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
نندکشور، سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندرگڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ بسم اللہ خاں، شہنائی
۸-۲۰ ٹیک چند چوہان اور رام نواس شرما، لوک سنگیت
۹-۰۵ بال کنج

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ لوک سنگیت

(آگے صفحہ ۴۶ پر)

شملہ

میڈیم ویو ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۹۳٫۱ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز صبح ۱۰-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد
۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ کے بعد اور شام ۶-۱۵ تک
صبح ۵-۴۵ سے ۱۰-۳۰ ؛ ۳۲۲۳ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ سے ۹-۳۰ اور ۹-۴۵ سے ۴-۴۵ اور شام ۵-۰۰ سے ۶-۱۵ تک ۶۰۲۰ کلوہرٹز ۶-۰۰ سے رات ۱۲-۰۰ ۳۲۲۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۲-۰۵ ، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ ، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۵ [illegible]
۶-۵۰ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲۰ ساانیکی
۷-۴۰ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی، موسم کا حال
۹-۳ اختتام

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۲ اختتام
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۲-۲۰ سنہری لڑیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام
۵-۰۰ ہماچل پروگرام: لاہول سپتی (اتوار، منگل، جمعہ)
کنٹری پروگرام (پیر، جمعرات)
چمبا انگی پوڑی (بدھ، ہفتہ)
۵-۳۰ ملوی پروگرام (اتوار، بدھ)
ہاٹی ری پروگرام (پیر، جمعہ)
سرموری پروگرام (منگل، ہفتہ)
چنو منو (جمعرات)
۶-۰۰ ضلع کی چٹھی، پہاڑی دھن
۶-۱۵ کانگڑی پروگرام (اتوار، جمعرات)
منڈیالی پروگرام (پیر، جمعہ)
بلاسپوری پروگرام (منگل، ہفتہ)
خواتین کے لیے (بدھ)
۶-۱۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ علاقائی خبریں
۷-۰۵ کرشی جگت/دیہاتی ریڈیو گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یووان کے لیے
۸-۰۰ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (ہفتہ، منگل کو ۱۱-۰۵ پر)

اتوار یکم اگست

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووانی: بات چیت
ہماری پیش کش
فلمی سنگیت، خبریں
خطوط کے جواب اور
دلش گان
۱۱-۰۰ 'اس پار': ڈرامہ
۱۲-۰۰ گیتوں بھری کہانی
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ ونیتا منڈل

شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان

رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ کہانی
۹-۳۰ گیت پہاڑاں رے

پیر ۲ اگست

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت

شام
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ نیوز ریل (اسپورٹس)
۹-۱۶ گول میز، تبادلہ خیالات
۹-۳۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ رودپک

منگل ۳ اگست

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
۷-۵۵ سمجھنے کی بات: ازمنظور تیاگی
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چٹکا

شام
۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۵ جھلکی
۹-۳۰ جرچا کا وشے ہے
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

بدھ ۴ اگست

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری، دادرا
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۶-۱۵ مہیلا سمیلن
دیہاتی خواتین کے لئے
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۲۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۲۵ سنگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۷ گھر آنگن
۹-۳۲ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۵ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۵ دلیش گان
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۰ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۰ نغمہ سنسار

جمعہ ۶ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ ترنگ: کویتا پاٹھ
۷-۵۵ سمے کی بات
از ڈی۔ ایس۔ بمل
۸-۲۱ سنگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

شام

۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۰ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۲۵ سنگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۵ رچنا ہماچل اتہاس کی
۹-۳۰ 'بھارت درشن'
تحریر: بھارتیندو ہریشچندر
ریڈیو عکس: ڈاکٹر رمیش گپتا
۱۰-۰۰ من بھاون

ہفتہ ۷ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت
۸-۲۱ سیاحوں کے لئے پروگرام
منی مہیش کی جانب۔ تقریر
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۷-۳۵ گیت
۷-۴۰ اساتذہ کے لئے پروگرام
۸-۱۵ سنگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۵ ہم درشن
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۸ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یوا وانی
۱۱-۰۰ جاگ اٹھا رائے گڑھ
ناٹک: تحریر بسنت کانیکر
۱۲-۰۰ پٹاری: رنگارنگ پروگرام
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ ونیتا منڈل: خواتین کے لئے

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۷ 'میرے پستک سنگرہ سے'
۹-۳۰ گیت بہارا رے

پیر ۹ اگست

صبح ۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ہندی کویتا پاٹھ
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۲۵ دلیش گان
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۷ ہم ترنگ
۹-۳۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سنگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۰ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۵۵ سمے کی بات
از لیکھی رام سلیم
۸-۲۱ سنگم سنگیت
۹-۰۵ چٹکلا

شام

۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ سنگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۵ وگیان جگت
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سنگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۱ اگست

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری، دادرا
۸-۳۵ امر بھارتی
سنسکرت ادب پر تقریر
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۶-۱۵ مہیلا سمیلن
۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۲۵ سنگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۷ جھلکی
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر

جمعرات ۱۲ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ دلیش گان
۸-۲۱ پنجابی گیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۷ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: فیچر
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۱۳ اگست

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ شردھا کلیوں سے
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ سنگم سنگیت
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

شام

۷-۰۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۸-۲۵ سنگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۵ رچنا ہماچل اتہاس کی
۹-۳۰ ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت

۸-۲۱ ایشیائی کھیلیں
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ گرامین یواؤں کے لئے
۷-۴۰ ساتذہ کے لئے پروگرام
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۶ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۵ اگست

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۱۰-۰۰ یوا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۲-۰۰ ریڈیو ویت نکا پروگرام
۱۲-۳۰ بال گوپال
شام ۳ ونیتا منڈل

۷-۰۵ کرشی جگت
۷-۳۵ پریوار کلیان
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ قانون اور دیکھی
۹-۳۰ گیت بہاڑ ارے

بقیہ:- روھتک

شام

۵-۳۰ یووا انسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ پراونیک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپکی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے "انوکھا"
۹-۳۰ یوم آزادی پر فیچر

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

پٹنہ: ۳۸۳ء۹۱ میٹر [illegible] کلو ہرٹز — بھاگلپور: ۲۰۵ء۷۰ میٹر ۱۴۵۸ کلو ہرٹز
دربھنگہ: ۲۳۱ء۰۳ میٹر ۱۲۹۶ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح [illegible]، دوپہر [illegible]، شام ۵-۰۶، رات ۸-۳۵ (۵-۰۰ صرف ہفتے کو)
اردو: صبح ۵۰-۸، رات ۱۵-۹ انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۱-۰۰، [illegible] ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف منگل کو)

اردو پروگرام روزانہ صبح ۴۰-۸ سے ۴۵-۹ تک

اتوار یکم اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
شری کانت باکرے
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
سیتا رام سنگھ
ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ آپ کی پسند

شام

۷-۴۵ ہندی میں مزاحیہ خاکہ

پیر ۲ اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
بمل مکھرجی: ستار وادن
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
اجیت کور: ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰، رات ۸-۳۰
لوک گیت

منگل ۳ اگست

صبح

۷-۰۵ درگیش مشر
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
گیانیشور دوبے
ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ لوک گیت

بدھ ۴ اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
چندر شیکھر خاں
کلاسیکی موسیقی
دیو چندر پاٹھک: طبلہ
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
ریخت منڈل وار
ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰ لوک گیت

جمعرات ۵ اگست

صبح

۷-۰۵ میناکشی داس
ہلکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
مایا شری واستو: ہلکی موسیقی

دوپہر

۳۰-۱، رات ۸-۳۰
لوک گیت

جمعہ ۶ اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
نرہری پاٹھک
دھرپد اور دھمار
رام جی اپادھیائے: پکھاوج
۸-۲۱ مانس مکھرجی
ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ ولز ونارائن سنگھ
گٹار وادن
۱-۳۰ لوک گیت

ہفتہ ۷ اگست

صبح

۷-۰۵ علی اکبر خاں: سرود
۸-۲۱ رس رنگ

دوپہر

۱-۱۰ انجنا ورما: ہلکی موسیقی
۱-۳۰ لوک گیت

اتوار ۸ اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
کرشنا داس گپتا
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
رما سین: ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۱۰ آپ کی پسند

شام

۷-۴۵ ہندی میں مزاحیہ خاکہ

پیر ۹ اگست

صبح

۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
کامیشور پاٹھک
کلاسیکی موسیقی
شمشیر بہادر: طبلہ
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
اکھوری رجنی کانت
ہلکی موسیقی

دوپہر

۱-۳۰، رات ۸-۳۰
لوک گیت

منگل ۱۰ اگست

صبح

۷-۰۵ پروین سلطانہ، لکشمی شنکر

حیدر آباد

۴۹۷/۵ میٹر ۶۰۳ کلو ہرٹز ۔ ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۰ کلو ہرٹز

اتوار یکم اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی ، گلدستہ
۹-۳۰ بچوں کیلئے 'بیت بازی'
پیشکش : طلبا اردو شریف اسکول
'دانتوں کی صفائی' از ظہیر اقبال

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے ، خطوں کے جواب ،
کام کی باتیں ، ڈھولک کے گیت
فہمیدہ بانو غزلیں

شام
۵-۳۰ ترنگ (روزانہ)
۹-۳۰ نیرنگ (روزانہ)
ڈرامہ غزلیں

پیر ۲ اگست

صبح
۸-۴۰ یوواوانی 'نغموں کی دنیا'

شام
۵-۳۰ کھیلوں پر تبصرہ ، خطوں کے جواب
۹-۳ پنچ تنترا سے کہانی (روزانہ)
سازوں پر موسیقی (روزانہ)
سب رس ، ادبی میگزین
افسانہ - کلام شاعر
مزاحیہ تقریر

منگل ۳ اگست

صبح
۸ یوواوانی ، فیچر

شام
۵-۳ آہنگ ، ادبی میگزین
۹ صنعتی مزدوروں کیلئے ، ڈھولک کے گیت

بدھ ۴ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی ، شہرنامہ

شام
۵-۳ میری پسند
۹-۳ شگوفے ، مزاحیہ پروگرام
پیکفردہ ، اصیر اصغر

جمعرات ۵ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی ، کلام شاعر

رات
۹-۳۰ ان سے ملیے ،
حیدرآباد کے شاعروں

جمعہ ۶ اگست

صبح
۸-۲۵ الشوراللہ
۸-۴۰ یوواوانی : تقریر

شام
۵-۳۰ آپکی فرمائش
۹-۳۰ 'حیدرآباد کے اضلاع' فیچر
قوالیاں

ہفتہ ۷ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی ، تقریر

شام
۵-۳۰ ڈرامہ
۹-۳۰ بھارت بھارتی
حیدرآباد کی ایک شادی
لطیفے - گیت اور غزلیں

اتوار ۸ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'گلدستہ'
۹-۳۰ بچوں کے لیے

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کے لیے

شام
۵-۳۰ رنگارنگ پروگرام
۹-۳۰ ڈرامہ - غزلیں

پیر ۹ اگست

صبح
۸-۴۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا

شام
۵-۳۰ کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
فوجی گائے
۹-۳۰ سب رس
محفل شعر
غزلیں

منگل ۱۰ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی 'فیچر'

شام
۵-۳ ادبی میگزین
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنترسے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۴) ڈھولک

بدھ ۱۱ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
شہرنامہ

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ آہنگ
میری پسند
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنترسے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) خطوں کے جواب
(۴) شگوفے ، ہفت وار مزاحیہ پروگرام
(۵) غزلیں

جمعرات ۱۲ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی ، کلام شاعر

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ ، وانٹی پروگرام
۹-۱۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنترسے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) ان سے ملیئے
(۴) غزلیں

جمعہ ۱۳ اگست

صبح
۸-۱۰ الشوراللہ
۸-۴۰ یوواوانی

شام
۵-۳۰ ترنگ
آپ کی فرمائش
۹-۳ نیرنگ
(۱) پنچ تنترسے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) حیدرآباد کے اضلاع ، فیچر
(۴) غزلیں

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
فلمی قوالیاں

شام
۵-۳۰ ترنگ ، ڈرامہ
۹-۳۰ نیرنگ ،
(۱) پنچ تنترسے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) لطیفے
(۴) بھارت بھارتی
(۵) گیت اور غزلیں

اتوار ۱۵ اگست

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
گلدستہ
۹-۳۰ بچوں کیلئے

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ ، رنگارنگ پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
'جشن آزادی' غنائیہ

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) ... میٹر ... (ب) ... میٹر
اجمیر ... میٹر

خبریں

ھندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰، ۲-۳۵، ۳-۰ شام ۵-۰۰، ۶ رات ۸-۴۵ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۵-۰۰، ۱۱ پہر) انگریزی: صبح ۹-۱۰
دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۰-۰۰)
صوبائی (ہندی): صبح ۹-۰۰ شام ۷-۰۰ (راجستھانی) شام ۷-۰۵
سندھی: صبح ۸-۴۰ شام ۶-۱۵ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰
سماچار پتر (ہندی) صبح ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۰۰ منگل دھونی: وندے ماترم
۶-۰۲ وندنا
۷-۰۶ ... اور موسم
۷-۱۰ کرساں ری بات، بازار بھاؤ (روزانہ)
۷-۲۰ رامائن پاٹھ
۷-۳۰ سامائکی
۸-۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)
سور گنگا (اتوار)
۱۰-۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)
(ہفتہ کو ۱۰-۰۵ اور اتوار ۱۱-۰۲)

دوپہر

۱-۵۰ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)
۳-۱۰ اختتام

شام

۵-۰۲ یوا وانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا اعلان
۷-۲۵ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کرسانوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۱۰-۳۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۱۱-۱۰ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

اتوار یکم اگست

صبح

۷-۳۰ جی۔ آر۔ راجورکر: گاین
۱۰-۰۰ سندھی فلمی اور غیر فلمی گانے
۱۰-۳۰ ناٹک

دوپہر

۱۲-۰۰ کاریہ شیل مہیلاؤں کیلئے

رات

۸-۰۰ انگریزی تقریر
"تعلیم ایک سماجی سرگرمی"
۱۰-۰۰ مرودھر۔ ہندی میگزین
"ہندی میں ہاسیہ کا استر"
تقریر: ایس ڈی کپور
کویتا: بھاگیرتھ بھارگو
"راجستھانی لوک گیتوں میں ورشا": تقریر
ایڈیٹر: وجے دیکشت

پیر ۲ اگست

صبح

۷-۳۰ سریش گوسوامی: وائلن

دوپہر

۱-۳۰ لطافت حسین خاں: گاین

شام

۶-۳۰ ادھو گ جگت

رات

۸-۰۰ کویتا پاٹھ: مہیش دیاس

منگل ۳ اگست

صبح

۷-۳۰ ایف۔ سی۔ پنوار
ٹھمری اور دادرا

دوپہر

۱-۱۰ گرامین مہیلاؤں کے لئے

رات

۸-۰۰ راجستھانی کویتا پاٹھ
۹-۳۰ آپ گھات چھو
سندھی مذاکرہ
شرکاء: ڈاکٹر رام آہوجا
ایچ۔ سی۔ بھگت، پدم شرما
اور نارائن بھکیانی
۱۰-۰۰ الہاس کوشٹکر: گاین

بدھ ۴ اگست

صبح

۷-۳۰ مہندر شرما: گاین
۸-۲۱ "جیا بھاری عمر ۲۵ برس چھوٹی ہو جاوے"
راجستھانی تقریر

۱-۳۰ نکھل بنرجی: ستار

شام

۵-۰۵ "جہیز ایک بھیشاپ"
تقریر
۶-۳۰ سندھی کہانی
از: ہری ہمتانی
گیت از: مہیش چندر

رات

۸-۰۰ "آنچ ڈرشٹی میں" سمپوزیم
۹-۳۰ ناٹک

جمعرات ۵ اگست

صبح

۷-۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں
گاین
۷-۵۰ سنسکرت کہانی
از: نارائن شاستری کنکر
۸-۳۰ "شرم اور جیئے۔ ونیہ ابرج اور آدی واسیوں کو روزگار"
تقریر از جے۔ کے جین

شام

۶-۲۵ "مار بھی کھائی۔ پوتیو"

بھی گنوایوں"۔ تقریر

جمعہ ۶ اگست

صبح

۷-۳۰ نندلال گھوش: سرود
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا

دوپہر

۱-۳۰ رتن لال: پکھاوج

شام

۶-۲۵ راجستھانی کویتا پاٹھ
از: کلیان سنگھ راجاوت

رات

۸-۰۰ کلا اور ساہتیہ کے سامنے سمسامیک پرشن
تقریر: ڈاکٹر ڈی۔ وی سنگھ

ہفتہ ۷ اگست

صبح

۷-۳۰ رسک لال اندھریا: گاین
۸-۲۱ گرودیو کے انترنگ سسمرن

دوپہر

۱-۳۰ پنڈت جسراج: گاین

شام

۵-۰۵ یوواؤں کے لئے
۶-۳۰ بال گوپال
دیہی بچوں کے لئے

رات

۸-۰۰ "کہکشاں" اردو پروگرام

اتوار ۸ اگست

صبح

۷-۱۰ دنیش بھگتی کے گیت
۷-۳۰ نرملا دیوی: ٹھمری اور دادرا
۹-۱۵ مکل: بچوں کے لئے
۱۰-۰۰ سندھی میں بچوں کے لئے

دوپہر

۲-۳۰ "ترکون" میگزین پروگرام

رات

۸-۰۰ انگریزی تقریر
۱۰-۰۰ قوالیاں

پیر ۹ اگست

صبح

۷-۲۰ مانس گان
۷-۳۰ رگھو بیر پرشاد: ستار

١-٣٠ ہیرا بائی بڑودیکر: گائن

شام

٦-٣٠ 'گرامین دستکاری' فیچر

رات

٨-٠٠ ساوتری ڈگرڈ: کویتا پاٹھ

منگل ١٠ اگست

صبح

٧-٢٠ مانس گان

٧-٣٠ ضیا معین الدین ڈاگر وینا

شام

٥-٠٥ یوداوانی

٦-٢٥ کرشی وارتا

رات

٨-٠٠ باتاں ری پھلواڑی

٩-٣٠ سندھی پروگرام: ناٹک
از: بھگوان اٹلانی
پیش کش: موہن مہر چنڈانی

بدھ ١١ اگست

صبح

٧-٢٠ بیگم اختر: گائن

٨-٢١ جیا ہماری عمر ٢٥ برس چھوٹی ہو جاوے
راجستھانی تقریر
از: ایم۔ ایم۔ منجل

١-١٠ امرجیت سنگھ بالی: وائلن

شام

٦-٣٠ سندھی کویتا
رادھا کرن لال وانی

رات

٩-٣٠ 'ورتمان بھارتیہ سنسکرتی کی پہچان': مباحثہ

جمعرات ١٢ اگست

صبح

٧-٣٠ رمضان خاں: سارنگی

٧-٥٠ دیواوانی، کویتا پاٹھ
از: برہمانند تر پاٹھی

شام

٦-٢٥ 'لوک گیتوں میں کرشن'، راجستھانی تقریر

رات

٨-٠٠ سونل: بھوج کھکرجی

مہاراج: سلطان سنگھ

جمعہ ١٣ اگست

صبح

٧-٣٠ منی رام: گاین

٨-٢٠ پرارتھنا سبھا

دوپہر

١-٣٠ امیر محمد: گاین

شام

٦-٢٥ راجستھانی کویتا پاٹھ

رات

٨-٠٠ ہندی کہانی: راجندر سکسینہ

ہفتہ ١٤ اگست

صبح

٧-٣٠ ڈی۔ وی۔ پلسکر: گاین

٨-٢١ 'اتہاس کے جھروکے سے'
'آمیر' تقریر
از: اوتار کرشن ات اروڑا

دوپہر

١-٣٠ جیالسواس اور بہادر خاں
ستار اور سرود

شام

٦-٣٠ گرامین مہلاؤں کے لئے

رات

٨-٠٠ سوادھینتا دیوس پر راشٹرپتی کا جنتا کے نام سندیش

اتوار ١٥ اگست

صبح

٧-١٠ دلی میں ہونے سوادھینتا دیوس سماروہ کا آنکھوں دیکھا حال

١٠-٠٠ سندھی پروگرام
سوتنترتا دیوس کے موقعہ پر فیچر

دوپہر

١٢-٤٥ جھلکی

٢-٢٠ پریرڑاں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام

رات

٨-٠٠ سوادھینتا دیوس کے موقعہ پر مکھیہ منتری راجستھان کا پیغام

١٠-٠٠ 'ترنگا'، راجستھانی سنگیت روپک

سرینگر

میڈیم ویو: سرینگر الف: ٨١٨/٢٦٨ میٹر سرینگر ب: ٢٤٥ میٹر ١٢٢٣ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ٤٩٠٤٠ میٹر ٦١١٠ کلو ہرٹز ٩١٥٩ میٹر ٣٢٧٧ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ٣٠-٦ سے صبح ٠٠-١٠ تک دوسری مجلس: صبح ٣٠-١١ سے ٠٥-١١ تک (اتوار کو صبح ٣٠-٦ سے رات ٠٥-١١ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ٠٥-٧، شام ٢٥-٧ اردو: صبح ٠٥-٨ دوپہر ٥٠-١ رات ١٥-٩
ھندی: صبح ٠٠-٩ سنسکرت: صبح ٠٠-٧ انگریزی: صبح ١٠-٨ دوپہر ٠٠-٢
شام ٠٠-٦ رات ٠٠-٩ اور ٠٠-١١

علاقائی خبریں

صبح ٠٥-٩ دلچسپ خبریں ١٥-٢٠ اردو ٢٥-٩ کشمیری دوپہر ١٠-٢ نداخی
شام ٣٠-٧ کشمیری ٣٥-٧ اردو

اتوار یکم اگست

صبح

٥-٠٥ سونیا کول: غزلیں

٨-٠٠ دلراج کور: غزلیں

٨-١٠ گھرانوں کیلئے (اردو)

٩-٠٥ اس ہفتے

١٠- علاقائی ریڈیو نیوز ریل

١٠-١٥ 'ہونہار': اردو میں بچوں کیلئے

دوپہر

١٢-٤٠ فلمی گانے

٢-٠٠ امجد علی خاں: سرود

٤-٠٠ پنجابی پروگرام

٤-٣٠ 'ہی مال'
خواتین کیلئے کشمیری میں پروگرام

رات

٨-٠٠ تو ہنز چٹھی واژ

٩-٣٠ 'لالہ جوابینڈ سنز'
سلسلہ وار کشمیری کھیل

١٠-٠٠ آپ کی فرمائش

پیر ٢ اگست

صبح

٧-٠٥ غلام محمد میر: غزلیں

٨-٠٠ ایم۔ ایل۔ ٹکرو: غزلیں

٨-٢٠ رسالو منترہ

٨-٢٥ ہندی میں بات چیت

دوپہر

١-٢٠ ابرک ووو: گائن

٤-٣٠ زرخلیل وساتھی: قوالی
کسم ٹنا: غزلیں

٦-١٠ ضلع نامہ

رات

٨-٢٠ کھیلن ہند دنیا

٩-٣٠ 'پوز اپوز' کشمیری میں کھیل
تحریر: اوتار کرشن رازداں

١٠-٣٠ بچہ منیڈے

منگل ٣ اگست

صبح

٧-٠٥ راج بیگم: غزلیں

٨-٠٠ شانتی ہبرانند: غزلیں

٨-٢٠ پنجابی پروگرام

٩-٠٥ ڈوگری سنگیت

١١-٣٠، دوپہر ٢-٣٠، ٤-٠٠
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

٢-١٠ آنند لال وساتھی: شہنائی

رات

۸-۴۵ رانگل کے ذخیرہ آب پر ایک دستاویزی فیچر
پیشکش: نئے قسمے سمیر

۹-۳۰ 'دودھ ...' ...ی پروگرام

۱۰-۰۰ توہنز حرف رمائش

بدھ ۴ اگست

صبح

۷-۰۵ غلام نبی شیخ: غزلیں

۸-۰۰ مشتاق حسین خاں: غزلیں

۸-۲۱ شش رنگ

۹-۰۵ کاشری ناول (کشمیری)

دوپہر

۲-۱۰ استاد امیر خاں: گائن

۴-۳۰ غلام نبی شیخ: غزلیں
اندرا کا چیرو: غزلیں

رات

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ اسپورٹس میگزین

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۵ اگست

صبح

۷-۰۵ جلال گیلانی: غزلیں

۸-۰۰ شوبھا گورتو: غزلیں

۸-۲۱ پنجابی پروگرام

۹-۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز

۱۱-۳۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ علاؤالدین خاں: اسراج

۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: علاقائی موسیقی

جمعہ ۶ اگست

صبح

۷-۰۵ نسیم اختر: غزلیں

۸-۰۰ شنکر داس گپتا: غزلیں

۸-۲۱ گھریارہ خاطرہ

۹-۰۵ 'اے گیسٹ ان دی ہیپی ویلی'

دوپہر

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت

۲-۱۰ جھوپیندر شیتل: گائن

۲-۳۰ آشش تہ گاشش

۴-۰۰ عبدالخالق و ساتھی: صوفیانہ موسیقی

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۲۰ باتے ترانے

۱۰-۰۰ کشمیری موسیقی

۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۷ اگست

صبح

۷-۰۵ شام ۱۰-۰۰
اوم کارناتھ کول: غزلیں

۸-۰۰ زونا ٹیگ: غزلیں

۸-۲۱ نوئی تخلیق

۸-۳۵ حرف حرف (اردو)

۹-۰۵ خوشحال گھرہ

۱۱-۳۰ سہ پہر ۳۰-۴
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ سرود واون

رات

۸-۴۵ انگریزی تقریر

۹-۳۰ میاں کی زندگی میں ون کار

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۸ اگست

صبح

۷-۰۵ راجندر کمار کا چیرو: غزلیں

۸-۰۰ شجاعت حسن خاں: غزلیں

۸-۲۱ گھرانوں کیلئے

۹-۰۵ اس ہفتے

۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل

۱۱-۰۰ فلم میگزین (اردو)

۱۱-۳۰ 'نئی منزل نیا سفر' اردو کھیل

دوپہر

۲-۱۰ دیپالی ناگ: گائن

۲-۳۰ کہکشاں: یوواوانی سے انتخاب

۴-۰۰ پنجابی پروگرام

۴-۳۰ ہی مآل

رات

۸-۴۵ توہنز چیھی واتز

۹-۳۰ 'لالہ جوائنڈ سنز' سلسلہ وار ڈرامہ

تحریر: علی محمد لون

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۹ اگست

صبح

۷-۰۵ آرتی ٹکو: غزلیں

۸-۰۰ ارملا ناگر: غزلیں

۸-۲۱ ذات بیترات: سینہ ننگی

۸-۳۵ ہندی بات چیت

۹-۰۵ سنطور، صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ بدھ دیو داس گپتا: سرود

۲-۳۰ عبدالرحیم خاں: غزلیں
ظہور احمد شاہ: غزلیں

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ

۸-۳۰ کھیلوں کی دنیا (اردو)

۹-۳۰ 'کل اور کل' اردو کھیل
تحریر: رفیعہ منظور الامین

۱۰-۳۰ 'سام'
بیس نکاتی پروگرام پر عمل آوری

منگل ۱۰ اگست

صبح

۷-۰۵ ایم کے پنڈتا: غزلیں

۸-۰۰ اوک گنجو: غزلیں

۸-۲۱ پنجابی پروگرام

۹-۰۵ ڈوگری موسیقی

۱۱-۳۰ دوپہر ۳۰-۲، ۰۰-۴
غلام محمد قالین بافت اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات

۸-۴۵ ملاقات (کشمیری)
جی آر صوفی فارسٹ کنزرویٹر سے
انٹرویو

۹-۳۰ سنگرمال،
کشیری ادبی میگزین

۱۰-۰۰ توہنز فرمائش

بدھ ۱۱ اگست

صبح

۷-۰۵ آشا کول: غزلیں

۸-۰۰ شبیر حسین خاں: غزلیں

۸-۲۱ شش رنگ

۹-۰۵ کاشری ناول

۲-۱۰ دیب برت چودھری: ستار

۴-۳۰ آشا کول اور اسداللہ: غزلیں

رات

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ سائنس میگزین (اردو)

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۲ اگست

صبح

۷-۰۵ وجے کمار ملا: غزلیں

۸-۰۰ اوشا سیٹھ: غزلیں

۸-۲۱ پنجابی پروگرام

۹-۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز

۱۱-۳۰، دوپہر ۳۰-۲
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ پنڈت جسراج: گائن

۴-۰۰ 'کیاری'
جموں و کشمیر اور لداخ کی موسیقی

۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ناٹک

۱۰-۰۰ شری کرشن جنم: غنائیہ
تحریر: پیتامبر ناتھ دھر فانی

جمعہ ۱۳ اگست

صبح

۷-۰۵ راج بیگم: غزلیں

۸-۰۰ صلاح الدین احمد: غزلیں

۸-۲۱ گھریارہ خاطرہ

۹-۰۵ غزلیں

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت

۲-۱۰ این راجن: وائلن

۲-۳۰ آشش تہ گاشش

۴-۰۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات

۹-۳۰ 'گفتگو' اردو میں مباحثہ

۱۰-۳۰ 'داستان'

ہفتہ ۱۴ اگست

صبح

۷-۰۵ رحمت اللہ خاں: غزلیں

۸-۰۰ اوشا شیون: غزلیں

۸-۲۱ تخلیق نو (اردو)

۸-۳۵ مول شعار (کشمیری)

۹-۰۵ خوشحال گھرہ

۱۱-۳۰ سہ پہر ۳۰-۴
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ شیوکمار شرما، سنطور

ات

۸-۱۵ یوم آزادی کی قبل شب پر صدر جمہوریہ ہند کا قوم کے نام پیغام اور اس کا کشمیری روپ

۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت

۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)

۱۰-۰۰ باؤنتھ، تخلیقی پروگرام

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۱۵ اگست

صبح

۷-۰۵ دہلی کے لال قلعے پر رسم پرچم کشائی کا آنکھوں دیکھا حال

۸-۳۰ گھرانوں کیلئے

۱۰- علاقائی ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار

۱۱-۰۰ غنائیہ

تحریر: جی این فراق

دوپہر

۲-۱۰ یوم آزادی پر ریاستی ریڈیو رپورٹ

۳-۰۰ فوجی بھائیوں کیلئے

۴-۳۰ بی مال

شام

۶-۱۰ غزل

۸-۴۵ تو بنز جیٹھی وآژ

۹-۳۰ سلسلہ وار کھیل

۱۰-۰۰ فلمی نغموں پر مبنی پروگرام

کوثر ندوی

افضل

عزیز بانو، ارب وفا

راشد

کمال احمد صدیقی

نے مشاعرے کی نظامت کی ۔

اختر سعید خاں

زاندوی

Regd. No D-(C)39

1st. August 1982

Licensed (U-21) to post without prepayment at CPSO New Delhi.

آکاشوانی، رامپور سے سائنس نامہ میں نشر گفتگو کے شرکاء
(دائیں سے) ڈاکٹر ضمیر احمد، ڈاکٹر عقیل رضا خاں، اخلاق احمد خاں اور سنت افضل خاں
بادل سرکار کے لکھے اور سری راجن سمپوال کے ڈائریکٹ کیے ہوئے ناٹک
کا ایک منظر ــــ یہ ناٹک دوردرشن لکھنؤ سے ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔
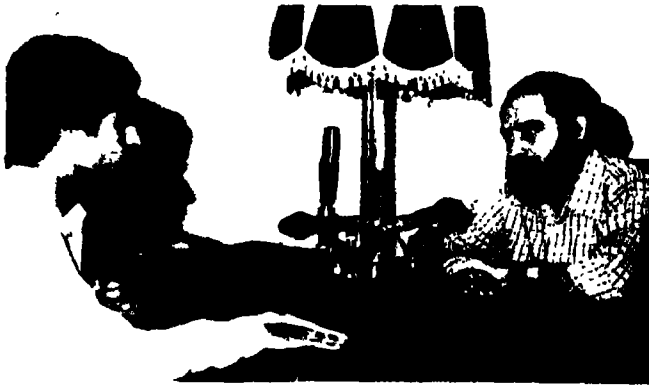
۱۹۸۱ء میں بہترین ہدایت کار کا اعزاز پانے والے نوجوان اشوک آہوجہ
(فلم - آدھا شیلا) کے ساتھ اردو سروس کے فلمی دنیا میں گفتگو برکت الزماں خاں (بائیں)

جسٹس سید سرور علی (بائیں) کے ساتھ آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں
شمیم فاروقی کی گفتگو گذشتہ دنوں نشر کی گئی۔

نفیر شاہ جہاں کے
زیرِ عنوان آکاشوانی کلکتہ
سے نشر اردو ناٹک کے شرکاء فنکار
(دائیں سے) پریتم کھنہ
انیس رفیع (پروڈیوسر)
مدن سدن
کرشن کمار
کشیشور مہتہ

Published by the Director General All India Radio, at the office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals (Second Floor) P.T.I. Building, Sansad Marg, New Delhi 110001
Printed by the Manager, Government of India Photolitho Press, Faridabad.

۱۹ تا ۳۱ اگست ۸۴
۲۵ر شراون سے ۹ر بھادرہ ۱۹۰۶ شکا

AIR
आकाशवाणी

آواز

اشاعت کا ۴۷ واں سال
قیمت 50 پیسے

عبداللہ کمال

اندھیری رات میں اک بے چراغ میں ہی ہوں — کھلا کہ شہر میں روشن دماغ میں ہی ہوں

اک قطرہ ہے مرا ایک ذرہ بسر — نواحِ جاں میں شکستہ ایاغ میں ہی ہوں

مری تلاش میں بھٹکی ہیں آج بھی پریاں — مگر وہ سبز قدم سبز باغ میں ہی ہوں

کہو سنے شب کا المیہ ہوں، جاگتے لمحو! — صدائے دردِ دل داغ داغ میں ہی ہوں

ہیں زیرِ خاک ابھی میرا خون زندہ ہے — اور اپنے خون کا واحد سراغ میں ہی ہوں

ضمیرِ عہد کا دعوا مجھی کو ہے، جی ہاں!
کمال میں ہی ہوں وہ بد دماغ میں ہی ہوں

غیاث متین

آسیلا گھر ہے کیوں رہتے ہو اپنے [illegible] دیواریں
یہاں تو بسنے والوں کو [illegible] ہیں دیواریں
انھیں بھی اپنی تنہائی کا احساس ہوتا ہے
تو گہری نیند سے [illegible] دیواریں
مجھے ماضی کا کھنڈر [illegible] سے رشتہ عجب [illegible]
کھنڈر بنا دوست [illegible] لیکن صدا دیتی ہیں دیواریں
جو چاہا ہی [illegible] روکے [illegible] رہتے ہیں [illegible]
سمندر کو سفر میں راستہ دیتی ہیں دیواریں
ہوا کے زخم سہہ کر بارشوں کی چوٹ کھا کھا کر
چھتوں کو روزنوں کو آسرا دیتی ہیں دیواریں
وہ ساری گفتگو جو بند کمروں میں ہوتی ہے
میں جب باہر سے آتا ہوں سنا دیتی ہیں دیواریں
اترتی اور چڑھتی دھوپ کی پہچان ہے ان کو
ابھی دن کتنا باقی ہے دکھا دیتی ہیں دیواریں

خان ارمان

اب کس سے رشتہ ناطہ ہے
کاگا کیوں شور مچاتا ہے
نیند نہ آئیں، آنکھیں موندیں
کیا پاؤں پسارے سوتا ہے
پر ان اپنے، کرم پرائے ہیں
کون اپنا جیون جیتا ہے
اے سرسوتی، شیرا جوگی
چرنوں کا دھوون پیتا ہے
پاتال میں اگنی کا ڈیرہ
پربت پر جھرنا بہتا ہے

انجم رومانی

سب رواں ہے موافق نہ ہوائیں ہوں گی
بس مرے ساتھ بزرگوں کی دعائیں ہوں گی
میں تو صدیوں سے ہوں تپتے ہوئے صحراؤں میں
کون سے دیس میں ساون کی گھٹائیں ہوں گی
کوئی تدبیر کرو پھوس کے چھپر والو
اب کے ساون میں بہت تیز ہوائیں ہوں گی
کس کو معلوم تھا اس عہد میں جینا ہوگا
ٹوپیاں ہوں گی سروں پر نہ ردائیں ہوں گی
میں نے سوچا بھی نہ تھا شہرِ ہوس میں انجم
میری دشمن مری بے لوث وفائیں ہوں گی

شاہد ندیم

سماعتوں کے سمندر کی بے کرانی ہے — کسی کی بات، کسی کے لیے کہانی ہے

غمِ حیات کوئی اور شے طلب کر لے — یہ زندگی تو کسی اور کی نشانی ہے

حقیقتوں کا تعلق ہے آج کے دن سے — تصورات کی بستی بڑی پرانی ہے

ترے خیال کی پریاں اداس بیٹھی ہیں — ضروریات کے چہروں پہ نوجوانی ہے

یہ زندگی کی تمنا عجیب شے ہے ندیم
مروں تو سوچوں کہ پھر جان مجھ میں آنی ہے

اس بار بمبئی سے غزلیں

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

ٹیلی فون	
چیف ایڈیٹر	۳۸۱۲۳۹
ایڈیٹوریل	۳۸۲۲۵۴
بزنس	۳۸۳۳۵۱
تار کا پتہ	LISTENER
چیف ایڈیٹر	جے پی گوئل
ایڈیٹر	سراج احمد

نئی دھلی — ۱۶ اگست ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۵ بھادر ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷، شمارہ ۱۶

اس شمارے میں

آئین اور بنیادی حقوق	محمد نذیر الدین مینائی	۳
[illegible]	[illegible]	۵
[illegible]	ڈاکٹر [illegible]	
مذہب اور سیاست کا رشتہ	جاوید حبیب	۷
[illegible]	محمد معصوم مرادآبادی	۸
[illegible]	حسن عباس فطرت	۱۰
[illegible]	نسیم صدیقی	۱۱
[illegible]	ایس حیدر علی [illegible]	۱۲
[illegible]	[illegible]	۱۴
[illegible]	محمد خلیل	۱۵
[illegible]	سید سراج الدین	۱۶
[illegible]	کبیر احمد جائسی	۱۷
[illegible]	اعجاز شاہین	۱۸
حادثہ	صدیق عالم	۱۹
[illegible]	انیس رفیع	۲۰
[illegible] آسیب	قیصر زاہدی	۲۲
[illegible]	شگفتہ امجد	۲۳
[illegible]	قیصر رعنا	۲۴
[illegible]	نعیم کوثر	۲۵

غزلیات

[illegible]	۹
[illegible] امروہوی	۱۲
بہزاد فاطمی	۱۳
[illegible]	۲۰
خورشید سحر	۲۵
[illegible] سیالکوٹی	۲۶
نعت — واجد سحری	۴۵

قیمت

[illegible]

ہمارا آئین اور بنیادی حقوق

محمد نذیر الدین مینائی

ہمارے آئین کی تمہید میں [illegible] مقاصد کی اور [illegible] اعلیٰ اقدار کو فروغ دینے کی بات کی گئی ہے ان میں سے بیشتر کی تفصیل ہمیں دستور اساسی کے تیسرے باب میں ملتی ہے جس میں شہریوں کے بنیادی حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ہندوستان کے عوام کو ان کی مختلف نوعی آزادیوں کی ضمانت دی گئی ہے۔ آئین میں بنیادی حقوق کو شامل کر کے اُس کے بانیوں نے انھیں ایک خاص قسم کا تقدس بخشا ہے جس کی رعایت سے حکومت شہریوں کے ان بنیادی حقوق میں بے جا مداخلت نہیں کر سکتی۔ ہر چند کہ قومی مفادات کے پیش نظر حکومت ان حقوق پر مناسب پابندیاں عائد کرنے کی مجاز ہے لیکن اس ضمن میں حکومت کو کھلی چھوٹ نہیں حاصل بلکہ اس امر کا فیصلہ عدلیہ کرے گی کہ آیا عائد کردہ پابندی معقول و مناسب ہے کہ نہیں۔ ان حقوق کو بنیادی حقوق اس لیے کہا جاتا ہے کہ عام حقوق میں پارلیمنٹ قانون سازی کے عام طریقے سے ترمیم و تنسیخ کر سکتی ہے جبکہ بنیادی حقوق کی ضمانت آئین دیتا ہے اس لیے ان حقوق میں ترمیم و تنسیخ یا ردوبدل کے لیے حکومت کو وہ خاص طریقہ اپنانا پڑے گا جو آئین میں ترمیم کے لیے مقرر ہے اور جو خود آئین میں درج ہے۔ یہ طریقہ اتنا سادہ اور آسان نہیں ہے کہ ہر آئے دن بنیادی حقوق میں تبدیلی کی جا سکے۔ حکومت ان حقوق کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتی۔ اور اگر حکومت کا کوئی قانون یا حکم ان بنیادی حقوق کے منافی ہوگا یا ان سے متصادم ہوگا تو متعلقہ ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ اُسے غیر آئینی اور کالعدم قرار دے گی۔

دستور اساسی کے تیسرے باب میں ہندوستان کے شہریوں کو چھ قسم کے بنیادی حقوق عطا کیے گئے ہیں۔ حق مساوات، حق آزادی، استحصال کے خلاف حق، حق مذہب، ثقافتی اور تعلیمی حقوق اور دستوری داد رسی کا حق۔ ۴۲ ویں ترمیمی ایکٹ کے پاس ہونے سے پہلے یعنی دستور کے نفاذ کے وقت سے بنیادی حقوق سات قسم کے تھے لیکن مذکورہ ترمیم کے نتیجے میں حق جائداد و ملکیت کو بنیادی حقوق کی فہرست سے خارج کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ حق سوشلزم کے قیام میں رکاوٹ ثابت ہو رہا تھا۔ اب حق جائداد بنیادی نہیں بلکہ محض قانونی حق رہ گیا ہے۔

مذکورہ چھ بنیادی حقوق سے تمام شہری یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں لیکن دستور کی رو سے پارلیمنٹ کو

اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ان بنیادی حقوق کے استعمال پر ضرورت کے وقت مناسب پابندیاں عائد کر سکتی ہے۔

پہلا حق مساوات کا ہے۔ مساوات جمہوریت کا بنیادی اصول ہے۔ جمہوریت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو انسان ہونے کے ناطے برابر سمجھا جائے، ان کی عزت و وقار کا احترام اور اعتراف کیا جائے اور کوئی بھید بھاؤ نہ برتا جائے۔ چنانچہ دستور کی دفعہ ۱۴ کے تحت یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر بسنے والا ہر فرد قانون کی نظر میں برابر کی حیثیت کا حامل ہوگا خواہ وہ امیر ہو یا غریب، اونچا ہو یا نیچا، چھوٹا ہو یا بڑا۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب پر قانون کا یکساں تحفظ حاصل ہوگا۔ اسی طرح دفعہ ۱۵ کے تحت کسی کے ساتھ محض مذہب، نسل، ذات پات، جنس یا جائے پیدائش کی بنا پر امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ اور اسے دکانوں، عام ریستورانوں، ہوٹلوں اور تفریح گاہوں میں داخل ہونے سے نہیں روکا جا سکتا اور نہ ان کنوؤں، تالابوں، نہانے کے گھاٹوں، سڑکوں یا سرکاری آرام گاہوں کے استعمال سے محروم کیا جا سکتا ہے جو کلی طور پر یا جزوی طور پر سرکاری فنڈ سے قائم کیے گئے ہیں یا چلائے جا رہے ہوں۔

اسی طرح سرکاری ملازمت کے سلسلے میں مذہب، نسل، ذات پات، جنس، خاندان یا سکونت کی بنیاد پر لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی تفریق نہیں برتی جائے گی اور سب کو یکساں طور پر سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کے مساوی مواقع فراہم ہوں گے۔ اس ضمن میں چھوت چھات کو کسی بھی صورت میں برتنے کی ممانعت کی گئی ہے اور اس دیرینہ مگر غیر منصفانہ اور قبیح روایت کو جرم قرار دیا گیا ہے۔ اب چھوت چھات کو ختم کر دیا گیا ہے اور اسے کسی قبیلے یا ذات روایت یا مذہبی بنیاد پر برتنا بھی جرم ہے۔ یعنی کوئی شخص اس بہانے چھوت چھات نہیں برت سکتا کہ یہ اس کے لیے مذہبًا جائز یا ضروری ہے۔ دفعہ ۱۸ کے تحت خطابات عطا کرنے کی روایات کو بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ انگریزوں کے دور حکومت میں سرکار کے وفاداروں کو مختلف خطابات سے نوازا جاتا تھا جیسے خان صاحب، خان بہادر، رائے صاحب یا رائے بہادر وغیرہ اور ان خطابات کے سبب خطاب یافتہ کو معاشرہ میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں الگ حیثیت حاصل ہوتی تھی۔ سماجی حیثیتوں کا الگ الگ ہونا جمہوری سماج کے تصور کے منافی ہے۔ اس لیے اب حکومت ایسے کوئی خطابات عطا نہیں کرتی جو کسی شخص کے نام کا جزو بن کر اس کی سماجی حیثیت کو باقی لوگوں کے مقابلے میں بلند کر دیں اور اس بنا پر اسے کوئی مخصوص مراعات بھی حاصل ہو جائیں۔

حق آزادی

آئین نے بنیادی حقوق میں دوسرا مقام حق آزادی کو دیا ہے جس کا ذکر دفعہ ۱۹ میں کیا گیا ہے۔ حق مساوات کی طرح حق آزادی بھی جمہوریت کی بنیاد ہے اور اس کا لازمہ ہے۔ ہمارا آئین چھ قسم کی آزادیوں کی ضمانت دیتا ہے۔ اظہار خیال کی آزادی، بغیر ہتھیار کے پرامن اجتماع کی آزادی، یونین اور انجمنیں بنانے کی آزادی، ہندوستان میں ہر جگہ آزادانہ نقل و حرکت کی آزادی، ہندوستان کے علاقے میں کسی بھی جگہ قیام و سکونت اختیار کرنے کی آزادی، اور کوئی بھی پیشہ، شغل، تجارت یا کاروبار اختیار کرنے کی آزادی۔ ۴۴ ویں ترمیم سے پہلے ان آزادیوں میں جائداد حاصل کرنے، رکھنے اور علیحدہ کرنے کی آزادی بھی شامل تھی لیکن اب اس آزادی کو اس زمرے سے حذف کر دیا گیا ہے۔

جمہوری نظام میں حق آزادی کی اہمیت میں کوئی کلام نہیں اسے ایک مسلمہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ جمہوریت میں حکمرانی عوام کی رائے سے ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اظہار خیال کی آزادی جمہوری حکومت کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اظہار خیال انفرادی طور پر بھی ہوتا ہے اور اجتماعی طور پر بھی۔ اس لیے انجمن بنانے اور پرامن طور پر جمع ہو کر سیاسی خیالات کے اظہار کی آزادی بھی ضروری ہے۔ ملک کو درپیش مسائل پر بحث و گفتگو کرنے، سرکار کی کارکردگی پر رائے قائم کرنے اور اس کی نکتہ چینی کرنے کا ہم کو پورا حق دیا گیا ہے۔

اسی حق آزادی کے سلسلے میں آئین کی دفعہ ۲۰ شہریوں کی نجی یعنی شخصی آزادی سے متعلق ہے جس کی رو سے کسی نئے قانون کو ماضی سے منعکس نافذ کر کے کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی اور نہ کسی کو کسی مخصوص جرم کی مقررہ سزا سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی ایک ہی جرم کے سرزد ہونے پر اسے ایک سے زیادہ سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ اور نہ کسی فرد کو خود اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ مقررہ قانونی ضابطوں کے علاوہ کسی اور طریقے سے کسی فرد کو اس کی نجی آزادی یا زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ کسی فرد کو من مانے طور پر بغیر سبب بتائے گرفتار یا نظر بند نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا کیا بھی گیا ہے تو جلد از جلد گرفتار شدہ کو اس سبب سے آگاہ کرنا ہوگا جس کی وجہ سے گرفتاری عمل میں آئی ہے۔

جیسا کہ ذکر آچکا ہے یہ آزادیاں مطلق نہیں ہیں بلکہ مشروط ہیں۔ قومی مفادات کے پیش نظر ان آزادیوں پر مناسب پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں۔ آئین میں پابندیاں عائد کرنے کی بنیادوں اور اسباب کا ذکر واضح طور پر کیا گیا ہے اور یہ اس وقت عائد کی جا سکتی ہیں جب ان آزادیوں کے غیر محتاط استعمال سے ملک کے اقتدار اعلیٰ یا علاقائی سالمیت کو یا ملک کی سلامتی کو کوئی خطرہ ہو یا بیرونی ممالک سے دوستانہ تعلقات میں فرق آنے کا اندیشہ ہو یا امن عامہ میں خلل پڑنے کا خدشہ ہو یا اگر کوئی فعل، شغل یا پیشہ اور کاروبار ضابطہ اخلاق کے منافی ہو یا غیر شائستہ ہو یا آزادی تقریر کے استعمال سے توہین عدالت یا کسی فرد کی ہتک یا رسوائی ہوتی ہو یا عوام کو جرم پر اکسانے کی کوشش ہو۔ اگر آزادی کے استعمال سے متذکرہ بالا صورتیں پیدا ہو جانے کا امکان قوی ہو تو ان کے سدباب کی خاطر ان آزادیوں پر مناسب پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی پابندیاں عائد کی جاتی رہی ہیں۔ احتیاطی نظر بندی اور سیاسی گرفتاریاں اس کی مثالیں ہیں۔

تیسرا بنیادی حق استحصال کے خلاف دیا گیا ہے۔ اس کے تحت انسانوں کے استحصال کی ممانعت کی گئی ہے۔ استحصال سے مراد غیر اخلاقی مقاصد کے لیے انسانوں کی خرید و فروخت ہے یا ان کی مرضی کے خلاف انھیں غلام بنا کر رکھنا ہے۔ لوگوں سے بیگار نہیں لی جا سکتی اور ۱۴ سال سے کم عمر کے بچوں کو کانوں یا کارخانوں میں خطرناک کام کرنے پر ملازم نہیں رکھا جا سکتا۔ اس سلسلے میں کئی قانون وضع ہو چکے ہیں۔

دفعہ ۲۵ کی رو سے چوتھا بنیادی حق، حق مذہب یا آزادی ضمیر کا حق ہے۔ جو ہمارے ملک کے سیکولر کردار کی مثال اور ضمانت ہے۔ اس بنیادی حق کے تحت ہر شہری کو اپنے پسند کے مذہب کی پیروی اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہے اور ہر فرقے اور مذہب کے ماننے والوں کو مذہبی اور خیراتی مقاصد کے لیے ادارے قائم کرنے اور انھیں چلانے کی آزادی ہے۔ اور ان اداروں کو مذہبی مقاصد کے لیے ادارے وغیر منقولہ جائداد رکھنے اور اس کا انتظام کرنے کا حق ہے۔ کسی بھی مذہب کے پیرو پر کوئی ٹیکس اس خاص غرض سے نہیں عائد کیا جائے گا کہ اس آمدنی کو کسی دوسرے مذہب یا فرقے کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اسی طرح دفعہ ۲۸ کے تحت ایسے اداروں میں لازمی مذہبی تعلیم کی ممانعت ہے جنھیں سرکار سے کلی یا جزوی مالی امداد ملتی ہو۔ اس قانون کے اطلاق سے ایسے ادارے مستثنیٰ ہوں گے جنھیں صرف اسی مقصد کے لیے وقف کیا گیا ہے اور جو حکومت کے زیر انتظام ہوں۔ لیکن حق آزادی کی طرح اس حق پر بھی کچھ پابندیاں عائد کرنے کا اختیار حکومت کو دیا گیا ہے۔ اگر ان اداروں کی سرگرمیاں عوامی اخلاق کے منافی ہوں یا ان سے امن عامہ میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو یا وہ انسانی صحت کے لیے مضر ہوں تو ان اداروں پر مناسب پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں۔

مذہب کی آزادی ایک ایسا حق ہے جو ملک کی اقلیتوں کے لیے انتہائی مفید اور اہم ہے جس کی موجودگی میں یہاں کی اقلیتوں کو یہ احساس نہیں ہو سکتا کہ ان کا مذہب یا ان کے مذہبی ادارے خطرے میں ہیں۔ اسی طرح اقلیتوں کی ثقافت یا تہذیب کے تحفظ کے لیے ایک اور بنیادی حق دستور میں تسلیم کیا گیا ہے جسے تہذیبی اور تعلیمی حقوق کہا جاتا ہے۔

دفعہ ۲۹ میں یہ درج ہے کہ شہریوں کا کوئی طبقہ جو سرزمین ہند پر سکونت پذیر ہو اور اس کی واضح زبان، رسم خط اور تہذیب ہو تو اسے ان کی حفاظت کا پورا حق ہوگا۔ کسی شہری کو سرکاری یا سرکار سے امداد یافتہ تعلیمی اداروں

رپوتاژ کیا ہے

ڈاکٹر محبوب وانی

رپوتاژ نثر کی ایک صنف ہے جس میں ادبی اجتماعات کانفرنسوں اور سیمیناروں کے بارے میں چشم دید واقعات تخیل آرائی کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔ ابتدا میں یا تو صحافتی انداز میں واقعات پیش ہوتے تھے یا جذباتی طور پر تاثرات کا اظہار ہوتا تھا، جیسے جیسے سماجی اور سیاسی تغیرات بڑھتے گئے لوگوں کی خواہشات اور صلاحیتوں نے نئے راستے تلاش کیے۔ حالات بیان کرنے میں مورخ کا قلم جذبات نگاری سے بے نیاز ہوتا تھا۔ اخبار والے جو کچھ لکھتے تھے اس میں عبارت آرائی نہ ہوتی تھی غرض اس افراط و تفریط سے ناآسودہ ہو کر اہل نظر نے ایک نیا راستہ نکالا جس کو رپوتاژ کے نام سے یاد کیا گیا۔ اسی رپوتاژ میں ادبیت کے ساتھ ساتھ واقعات پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔ یعنی تحریر میں ادبیت صحافت اور رومانیت کا امتزاج ہوتا ہے۔ کسی واقعے یا حادثے کے بیان کرنے میں ان پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے، جنھیں مورخ نظرانداز کر جاتا ہے اس لحاظ سے رپوتاژ تصنیف کرنا ایک ایسا مشکل کام ہے جس کے لیے فنکاری چاہیے۔ مورخ کا فہم ادیب کا دماغ اور مصور کی نظر چاہیے۔

رپوتاژ عموماً ایسے واقعات پر مبنی ہوتا ہے جس سے ایک خاص طبقے کو تعلق ہو، یا اس کا اثر عام زندگی یا معاشرت سے ہو۔ چاہے وہ منظم تحریک کی صورت کے بجائے انفرادی شعور کا ایسا کارنامہ ہو جو پھیلی ہوئی شکل میں عمومیت کا درجہ رکھتا ہو اور دیکھنے والے نے فضا کی کشمکش کا مطالعہ ایک خاص نظر سے کیا ہو تب ہی رپوتاژ کامیابی سے لکھا جاتا ہے۔ واقعات و حالات کو جب تک خود نہ دیکھا گیا ہو۔ رپوتاژ نہیں لکھا جا سکتا۔ دوسرے الفاظ میں یہ سمجھئے کہ رپوتاژ لکھنے والے کا موقعہ پر موجود ہونا اور ذاتی مشاہدہ بنیادی باتیں ہیں۔

رپوتاژ بھی مختصر چیز ہے اس کے اختصار کا تعین تو نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ ضروری نہیں، جامعیت کی ضرورت ہر جگہ ہے۔ جو بات کہی جائے وہ مبہم نہ ہو، اشارے اتنے بامعنی ہوں کہ ذہن مفہوم تک پہنچ جائے، سننے والے کو دماغ پر زور نہ دینا پڑے اور بات سمجھ میں آجائے اس لحاظ سے رپورٹ اور رپوتاژ میں وہی فرق ہے جو ناول اور مختصر افسانے میں ہے یہ ضرور ہے کہ جو نمونے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان میں بعض طویل بھی ہیں لیکن مختصر ہی لکھنے کو لوگ بہتر سمجھتے ہیں۔

رپوتاژ لکھنے والے کے پاس واضح سماجی و سیاسی نقطۂ نظر ہونا چاہیے جس قدر اس کا شعور بلند و ہمہ گیر ہوتا ہے اتنا ہی اس کی تحریر جاذب دل و دماغ ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ ہر بات کو صاف سننا اور دیکھنا چاہتے ہیں اس لحاظ سے رپوتاژ میں کسی فلسفیانہ تخیل کی گنجائش نہیں اس میں جدت اور واقعات کی جیتی جاگتی تصویر ہونا چاہیے لکھنے والا جو کچھ دیکھ اور سوچ رہا ہو اس کو جلد از جلد قلمبند کرنا چاہیے۔ شاعر کی طرح اس کو اتنی مہلت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے جذبات میں اعتدال پیدا کرے، تب سکون کے ساتھ قلم اٹھائے، اس کی تحریر کو آگ اور بجلی کی تیزی کی ضرورت ہے، اسے ماحول کو اپنانا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ جلد از جلد اپنی تحریر اور اپنے شعور کا سہارا لے کر عوام سے قریب تر ہو سکے۔ رپوتاژ کے وجود و نشو و نما کے اسباب بھی سماج کی بدلتی ہوئی شکلوں میں تلاش کرنے سے ملتے ہیں۔ سیاسی شعور کی ہمہ گیری اور نئے نظام کی سماج سے قربت کے علاوہ اور لوگوں نے ادیبوں کو بھی عملی زندگی سے دلچسپی لینے پر مائل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ادیب و صحافی قریب تر ہو گئے اس کے رجحانات و طرز تخیل کو ایک سنگم کی ضرورت محسوس ہوئی، صحافی کو ادب کی چاشنی اور ادیب کو صحافت کی چاشنی میں ایک ایسی لذت ملی جو اس سے پہلے نہ ملی تھی، علاوہ اس کے عوام کا مذاق سیاست کی طرف مائل دیکھ کر ادیبوں کو اور زیادہ خیال ہوا کہ سماج کی تشنگی خالص ادب سے نہیں جاتی، ان کو روزمرہ کے حالات اور زندگی کے نشیب و فراز سے واقفیت کی بھی ضرورت ہے تو رفتہ رفتہ ایک ایسے ادب کا خاکہ تیار ہوا جس کو ادب سے بھی لگاؤ تھا اور صحافت سے بھی، زندگی کی ترجمانی اس انداز سے کی گئی جس میں ادب اور سیاست دونوں ملے جلے نظر آتے اسی کا نام رپوتاژ رکھا۔

اردو میں رپوتاژ نگاری زیادہ قدیم نہیں۔ نثر کی دیگر اصناف ناول، کہانی، ڈرامہ وغیرہ کے وجود میں آجانے کے بعد کافی عرصہ تک رپوتاژ نگاری کی طرف توجہ نہ کی جا سکی آج بھی عام طور پر رپوتاژ نگاری کو روزنامچہ یا رپورٹ یا گزشتہ واقعات کی تفصیل وغیرہ سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ رپوتاژ نگاری ادبی چاشنی سے معرا ہوتی ہے۔ جس میں واقعات بغیر کسی رنگ آمیزی کے درج کیے جاتے ہیں۔ فنکار کا تخلیقی عمل، شعور، احساس، جذبہ اور رد عمل رپوتاژ میں شامل نہیں کیا جا سکتا، اس طرح کے خیالات ہماری سہل پسندی کی علامت ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ رپوتاژ نگاری میں دیگر فن پاروں کی طرح تخلیقی جوہر اور فکری تصورات کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ جس واقعہ کا رپوتاژ پیش کیا جائے اس کی پیش کش تخیلی اور تصوراتی بنا دی جائے، رپوتاژ نگار کی تحریر کا مقصد اور مدعا ہوتا ہے، وہ اپنی فنی صلاحیت کو بروئے کار لا کر واقعات کو حقیقت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ نہ جانے کتنے واقعات اور ان کے پر پیچ پہلو رپوتاژ نگاری کا دامن پکڑتے ہیں لیکن اسے ان میں چند باتوں کا ہی انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ بکھرے ہوئے لاتعداد واقعات میں سے چند واقعات کے درمیان تسلسل پیدا کرنا ہی رپوتاژ نگاری کی کامیابی کا راز بنتا ہے۔ اس لیے رپوتاژ نگاری کا براہ راست رشتہ مقصدی ادب سے وابستہ ہو جاتا ہے جس کے پس پشت کسی نہ کسی شکل میں کوئی سماجی بصیرت یا فلسفیانہ مسئلہ ہوتا ہے۔

اردو میں رپوتاژ نگاری کے نقوش کی تلاش کی جائے تو اس کے ابتدائی نقوش ملک کی تحریک آزادی کے سلسلے میں جلسوں کی روداد کی شکل میں ملتی ہے جو مختصراً اس دور کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتی تھیں۔ رپوتاژ نگاری کا رواج بھی ترقی پسند تحریک کے ساتھ وابستہ ہے۔ ترقی پسندوں نے دیگر اصناف ادب کی طرح رپوتاژ نگاری کو زندگی کی حقیقتوں فنی اور شعوری رویوں اور اجتماعی تحریکات سے وابستہ کیا۔ انھوں نے رپوتاژ نگاری کو مستقل صنف ادب کی حیثیت عطا کی۔ ترقی پسند تحریک کے بانی سجاد ظہیر نے یادیں لکھ کر اپنی سرگرمیوں کو رپوتاژ کی شکل میں پیش کیا۔ اس طرح خواجہ احمد عباس کا "سرخ زمیں" عصمت چغتائی کا "بمبئی سے بھوپال تک"، قرۃ العین حیدر کا "ستمبر کا چاند"، تاجور سامری کا "جب بندھن ٹوٹے"، قرۃ الشہاب کا "یا خدا" وغیرہ وغیرہ ان میں میں کئی رپوتاژ ناول یا ناولٹ کے طور پر بھی مقبول ہیں۔ اور ان میں چند کہانی کی حیثیت سے پڑھے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں رپوتاژ نگاری ایک دوسرے زاویئے سے عروج پا رہی ہے۔ اب انشائیہ نما رپوتاژ کا رواج پروان چڑھتا جا رہا ہے۔

(سری نگر سے نشر)

ڈاکٹر محبوب وانی
شعبہ اردو
کشمیر یونیورسٹی
سری نگر (جموں کشمیر)

ہمارے عہد کے سوالات

مذہب اور سیاست کا رشتہ

جاوید حبیب

جتنی قدیم انسانی تاریخ ہے شاید اتنا ہی قدیم مذہب اور سیاست کا رشتہ ہے۔ کبھی یہ رشتہ محمود بنا ہے اور کبھی مذموم، اور کبھی محض موہوم — کبھی مذہب اور سیاست میں مثبت رشتہ قائم رہا ہے اور کبھی منفی — یہاں تک کہ سیکولر ریاست اشتراکی معاشرے اور جمہوری نظام کے تصورات اور ان کی بنیاد پر قائم شدہ سیاسی نظام اور ریاست میں کسی نہ کسی طرح مذہب اور سیاست میں رشتہ برقرار رہا ہے۔

دنیا کے وہ ممالک بھی کہ جہاں دستوراً سیکولرازم ہے یعنی جہاں ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہے سیاست اور مذہب کے درمیان رشتے کو عملاً ختم نہ کر سکے۔ اور ایسے ممالک میں بھی براہ راست یا بلاواسطہ طور پر سیاست اور مذہب میں کسی نہ کسی سطح پر واضح یا غیر واضح رشتہ قائم رہا ہے۔

ہندوستانی تناظر میں اگر اس مسئلے پر غور کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے آج بھی یہ مسئلہ کہ ہمارے ملک میں سیاست اور مذہب میں کیا رشتہ ہو، ایک اہم ترین قومی مسئلہ ہے۔

ہندوستان ایک طرف ہزاروں سال سے عالمی مذاہب کا مرکز رہا ہے بلکہ بعض مذاہب نے ہندوستان کی دھرتی پر جنم لیا ہے اور جہاں آج بھی دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والے موجود ہیں اور بعض مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ دوسری طرف دستوری طور پر ہندوستان ایک سیکولر، جمہوری اور سوشلسٹ ملک ہے کہ جہاں دستوری طور پر ریاست کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہے اور مذہب کی بنیاد پر کسی فرد کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جا سکتا اور تمام مذاہب کو یکساں آزادی حاصل ہے۔ تیسری طرف دستور ہند نے مذاہب کی بنیاد پر اقلیتی فرقوں کی انفرادیت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے تحفظ اور حقوق کی واضح ضمانت دی ہے۔ چوتھی طرف ہندوستان میں ان مذاہب کے ماننے والوں کی تعداد بھی کروڑوں میں ہے کہ جو عالمی مذاہب ہیں اور جو دنیا کے بعض ممالک کے سرکاری مذاہب ہیں۔ پانچویں طرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے کہ جب اسے نوآبادیاتی نظام سے آزادی ملی تو اس کا ایک حصہ اس سے الگ ہوا اور اس نے مذہب کی بنیاد پر قومی تشکیل کی لیکن اسی مذہب کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں ہندوستان میں رہے اور اس طرح انھوں نے ایک سیکولر ملک میں اپنے آپ کو کلی طور پر محفوظ سمجھا۔

اسی تناظر میں آج مذہب اور سیاست کا رشتہ بہت ہی نازک، پیچیدہ، اہم اور کلیدی نوعیت کا مسئلہ ہے۔

دنیا کے تمام انسان خواہ کسی مذہب میں یقین رکھتے ہوں یا وہ افراد کہ جو کسی بھی مذہب میں یقین نہیں رکھتے اپنے اپنے سماج میں بہرحال کسی نہ کسی اخلاقی ضابطے پر عمل کرتے ہیں کچھ ضابطے عالمی اقدار کی شکل میں اختیار کیے ہوئے ہیں اور کچھ ضابطے اپنے اپنے مخصوص تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی حالات کے تحت تشکیل پائے ہیں اور اجتماعی طور پر ان ضابطوں کی پابندی کیے جانے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ مثلاً عام انسانی اخلاق کہ سچ بولا جائے۔ دوسرے انسانوں کی جان، مال عزت پر حملہ نہ کیا جائے، خودغرضی، جھوٹ، مکروفریب، ظلم زیادتی سے بچا جائے، اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق کا احترام کیا جائے، حقوق کے ساتھ فرائض کا خیال بھی رکھا جائے، عام انسانوں سے محبت کا رویہ اختیار کیا جائے، ایمانداری، محنت، انصاف، ایفائے عہد، نظم و ضبط اور ایک دوسرے کی عزت کے ساتھ بقائے باہم کے اصول پر عمل کیا جائے۔ یہ فہرست بہت طویل کی جا سکتی ہے لیکن اسی فہرست پر اکتفا کرتے ہوئے بھی تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔

جن اصولوں اور اخلاقی اقدار کا ابھی ذکر کیا گیا یہ اصول دنیا کے ہر سیاسی نظام اور مذہب میں عام طور پر شامل ہیں اس کے باوجود بھی ان صفات کے عمل میں نہ ہونے پر معاشرے میں اخلاقی بحران پیدا ہوتا ہے اور جب جب ایسا بحران پیدا ہوتا ہے تو پھر مذہبی حوالوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے اور ایسے بحران میں تمام سیاست دانوں کا زور یہ ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے عام، مشترک، انسانی اخلاق کی تعلیمات پر زور دیتے ہیں اور مذہبی عالم، روحانی پیشوا ایسے بحران میں سیاست کو ساری خرابیوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور ان کا اصرار ہوتا ہے کہ سیاست کو جب تک مذہبی اخلاق اور ضابطوں کا پابند نہیں کیا جاتا اس وقت تک یہ بحران ختم نہیں ہو سکتا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ سیاست کا بنیادی مقصد بھی انسانی معاشرے کی منظم اور ہمہ جہتی خدمت بتایا جاتا ہے اور مذہب کا مقصد بھی انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود بتایا جاتا ہے — تو پھر یہ دونوں کیوں متصادم ہو جاتے ہیں —؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ جب جب ذاتی مفادات کا حصول اور ہوس اقتدار ہی مقصد اولین ٹھہرینگے تو پھر مذہب اور سیاست دونوں کے ذریعہ عام انسانوں کا استحصال کیا جائے گا اور دونوں میں مذموم رشتہ قائم ہوگا اور معاشرے میں اخلاقی بحران کے ساتھ ساتھ ظلم زیادتی، عدم توازن اور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ ہوگا اور ایسی صورت حال میں دستوری تحفظات اور قانونی دفعات اور مذہبی کتابوں اور صحیفوں کے اقوال زریں اور روشن اصول سب کے سب پامال ہو جاتے ہیں اور معاشرے میں سیاست اور مذہب کے نام پر بدترین انسانیت کش اقدامات کیے جاتے ہیں۔ غالباً بابائے قوم مہاتما گاندھی نے اسی لیے سیاست میں اقتدار کے بجائے اقدار اور عملی اخلاق اور کردار پر اتنا زور دیا تھا اور اسی لیے ان کا خیال تھا کہ سیاست بغیر مذہب کے بے روح ہے یقیناً گاندھی جی کے اس قول کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ ہندوستانی سیاست میں اور سرکاری طور پر کسی خاص مذہب کو تسلیم کرانا چاہتے تھے بلکہ ان کا منشا یہ تھا کہ سیاست دانوں اور سیاست کو اخلاقی ضابطوں اور تمام مذاہب کے ان انسانی اور عالمی آدرشوں سے کہ جو انسانیت کے لیے رہنمائی اور روشنی کا باعث ہیں بالاتر نہ سمجھا جائے بلکہ سیاست کو ایسے ضابطے اور اخلاق کا پابند کیا جائے جو مذاہب کی سچی اور مشترک تعلیمات کی اصل روح ہے۔

سیاسی اقتدار کی کشمکش اور مفادات کے حصول کے لیے آج دنیا میں ایک ہی مذہب کے ماننے والے ممالک آپس میں متصادم ہیں، اور خود ایک مذہب کے ماننے والوں کے فرقے آپس میں لڑ جاتے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ساری لڑائی، تشدد، تخریب اور جنگ و جدال جو مذہب کے نام پر ہوتا ہے اس کا درحقیقت مذہبی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ مذہب کے حوالے سے اور اس کے منفی استعمال سے انسانوں کا استحصال کیا جاتا ہے، خونریزی کی جاتی ہے، اور قومی تعمیر کے کام کو سخت نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ ایسی فضا میں سیاست اور مذہب کے درمیان جب تک رشتہ محمود قائم نہ کیا جائے نہ سماج کو کوئی فائدہ ہو سکتا ہے اور نہ امن کی بحالی کا کام ممکن ہو سکتا ہے۔

ایک سیکولر اور جمہوری ملک میں ایک اہم سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے یا کر دیا جاتا ہے کہ وہ مذہبی تعلیمات کہ جو مشترکہ

قومی تعمیر اور ضابطۂ اخلاق کا کام انجام دینے والوں کی
ہی کون کرے اگر حکومت یہ کام کرنا چاہے تو مذاہب
ننے والوں میں سے بعض افراد اس کو تسلیم نہیں کرتے
ہی مداخلت تسلیم کرتے ہیں اور اگر یہ کام مذاہب کے
والوں پر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود اپنے اختلافات کی
سے کوئی متحدہ ضابطہ نہیں بنا سکتے۔ نتیجتاً ساری بحث
شات، بیانات اور تجزیوں کے علاوہ کچھ ظہور پذیر نہ پائی۔
سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں اخلاقی تعلیم دی
نے اور اس تعلیم کو تمام مذاہب کی مشترکہ تعلیم بنایا جائے
بات پر بھی گذشتہ چند برسوں میں کافی بحث چلی ہے
ابھی اس سلسلے میں کوئی قومی رائے عامہ نہیں بن پائی
ہے۔

آج کے زمانے میں اخلاقی بحران کا جب ذکر کیا جاتا
تو اس کی ذمہ داری ان سیاستدانوں یا مذہبی لیڈروں پر ڈالی
جاتی ہے اور پوری قوم کسی ہمہ جہتی مشترک اخلاقی ضابطے کے
بغیر تمام مذاہب کی اجتماعی سند حاصل نہیں کر پائی اور
اس طرح یہ بحران کچھ اور بڑھ جاتا ہے۔

دنیا کے تمام بڑے مذاہب کا سرسری جائزہ بھی لیا
جائے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ ان میں اتحاد کی
بہت سی بنیادیں موجود ہیں اور بنیادی طور پر تمام مذ
ہب ایک ایسے اخلاقی ضابطے کی نشاندہی کرتے ہیں جو
دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لیے آسانی سے قابل
قبول ہو سکتا ہے۔

اگر عام انسانوں سے محبت، مساوات، انصاف
پسندی، خدمتِ خلق، عزتِ نفس کا احترام، خود احتسابی
ایمانداری، اعتدال پسندی، ایثار، قربانی، صداقت، تواضع
انکسار اور حق پسندی مذاہب کی تعلیمات ہیں تو یقیناً یہ تمام
اوصاف سیاست کا لازمی حصہ بننا چاہیئے لیکن اگر مذہب
کی بنیاد پر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی توہین کی جائے
منافرت پیدا کی جائے۔ مفادات اور ہوس پرستی کے لیے
مذہب کا نام استعمال کیا جائے۔ اختلافات کو بڑھایا اور
اشتعال پیدا کیا جائے، مذہبی بالاتری کی تشدد کے ساتھ
کوشش کی جائے اور مکر و فریب اور ڈھونگ کے لبادے
میں عام انسانوں کو مذہب کے نام پر استعمال کیا جائے
اور تخریب کی جائے اور جارحیت کا ثبوت دیا جائے تو یقیناً
یہ تمام چیزیں مذہب کے نام نہاد لیبل پر قبول نہیں کی
جا سکتیں ہیں اور ان سے ہر قیمت پر سیاست کو محفوظ
رکھنے کی کوشش کی جانی چاہیئے تاکہ مذہب اور سیاست
کے منفی رشتے سے انسانیت کو بچایا جا سکے۔ اور اگر مذہب
اور سیاست میں رشتہ مثبت قائم کیا جائے لازمی طور پر
اس سے قومی تعمیر اور انسانی معاشرے کی فلاح و ترقی میں
نتیجہ خیز مدد لی جا سکتی ہے۔

(اردو سروس سے نشر)

جاوید حبیب
۱۳۳/اے ذاکر نگر نئی دہلی ۲۵

علم کی قوت

محمد معصوم مراد آبادی

علم کی اہمیت و افادیت سے کون انحراف کر سکتا ہے۔ علم انسان کو عزت عطا کرتا ہے۔ وقار کی بلندی اور عزائم کو استحکام بخشتا ہے۔ علم اپنے دیدہ زیب نور سے دل و دماغ کو منور کرکے ہمارے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دیتا ہے۔ تفکرات و خیالات کو وسعت اور احساسات کو پاکیزگی عطا کرتا ہے۔ علم ظلمتوں میں ضیاء ہے گمراہوں کے لیے صراطِ مستقیم ہے۔

علم حاصل کرنے والے طالب علم کسی بھی ملک و قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ ایک طرف جہاں ان کے سرپرست ان کے مستقبل کو سنوارتے ہیں تو دوسری طرف تعلیمی ادارے ان کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں مصروفِ کار رہتے ہیں اور ان کے سرپرستوں کے مقابلے میں یہ تعلیمی ادارے ان کے خوش آئند مستقبل کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور اسی تربیت پر ان کی آنے والی تمام تر زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ ایک لحاظ سے نوعمر طالب علموں کی تربیت کا یہ وقت نہایت نازک بھی ہوتا ہے کیونکہ عمر کے اسی حصہ میں انسان کے دل میں تمام نفسانی خواہشات جنم لیتی ہیں اور بظاہر یہی وقت زندگی کی حقیقی رعنائیوں اور قدرت کی بیش بہا نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا بھی ہوتا ہے اور عمر کی اسی منزل پر زندگی کی تعمیر کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اس عمر میں اگر انسان اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا کر اور دل میں پیدا ہونے والی ہر آرزو اور تمنا کو زندگی کی اس تعمیر پر قربان کرتا ہے تو گویا اسے اپنے تابناک مستقبل کی شناخت ہو جاتی ہے اور کامرانیاں اس کے قدم چومنے کے لیے اس کا بے چینی سے انتظار کرتی ہیں۔

ایک زمانہ تھا جب علم حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو بے قیاس مشقتیں اُٹھانی پڑتیں اور بے شمار قربانیاں دینی پڑتی تھیں۔ مستقل محنت و مشقت اور اساتذہ کی شب و روز خدمت کی جاتی۔ اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ پتھر کی لکیر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور دلوں میں اساتذہ کے لیے غایت درجہ ادب و احترام ہوتا۔ مسلسل جفاکشی اور شدید مشکلات سے گذر کر علم کا حصول ممکن ہوتا تھا۔ اور اس طرح علم کو قدرت کا ایک عظیم الشان عطیہ تصور کیا جاتا تھا۔

علم ——!!! آخر علم ہے کیا؟

علم ——؟ کیا صرف چند کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو تعلیم یافتہ کہلوانے کا نام ہے؟ علم کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں... علم نام ہے اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق کا، ہم آہنگی حسن سلوک اور رواداری کی اعلیٰ اقدار کو فروغ دینے کا۔ علم نام ہے اپنے ذہن کو بہترین خیالات اور پاکیزہ احساسات سے منور کرنے کا۔

علم ہمیں ہرگز کسی غلط راہ کے تعین کی اجازت نہیں دیتا۔ علم ہمارے ذہنوں میں تہذیب و تمدن کی اعلیٰ روایات کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ علم بے ادبی اور تضحیک و تمسخر سے گریز کرنا سکھاتا ہے۔ علم بنی نوع انسان کی بھلائی کے لیے ہماری کاوشوں کو تقویت اور حوصلوں کو استحکام عطا کرتا ہے۔ علم ہمیں وسیع النظر بناتا ہے۔ علم ہمارے اندر قوتِ فکر و نظر کو جلا بخشتا ہے۔ علم ہمیں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے شفقت کا سبق دے کر ہمیں معاشرے میں ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔

علم ہی کی بدولت انسان نے کائنات میں بے قیاس کامیابیاں حاصل کیں۔ یہ علم ہی کی تو قوت تھی کہ آج انسان نے چاند پر اپنے قدم جما دیے۔ اپنے مصنوعی سیارے نصب کرکے خلا کے دھندلکوں میں جھانک رہا ہے۔ یہ علم ہی کی تو قوت تھی جو انسان نے پہاڑوں کی ناقابلِ عبور چوٹیوں کو سر کرکے وہاں اپنی کامیابی کے پرچم لہرائے۔ سمندر کی عمیق ترین گہرائیوں میں اپنی کامرانی کے نقوش مرتب کیے۔ اور آج وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرکے اپنی ضروریات کے بہترین مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ علم کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے

ہیں جو اس کو بہتر سے بہتر اور اعلیٰ مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنے اندر اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کر کے ہر میدان عمل میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ وہ لوگ قابل نفرت ہیں جو علم کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کر کے اس کے تقدس کو پامال کرتے ہیں۔

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ علم سائنس نے اس دنیا میں عجیب و غریب تغیرات اور انقلابات پیدا کیے اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آج سے سو سال پہلے جس کے تصور سے بھی انسانی وجود لرز جاتا تھا۔ سائنس نے شعبۂ حیات پر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ روشنی ڈالی۔ آپ ذرا اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیے۔ یہ علم ہی تو ہے جو آج انسان ہوائی جہاز کے ذریعہ خلاء میں پرواز کر رہا ہے۔ کیا انسان نے پرندوں کی پرواز کو دیکھ کر کبھی یہ سوچا تھا کہ وہ بھی ایک دن عقل و فہم اور علم کی لازوال دولت کو استعمال کر کے اس طرح خلاء میں پرواز کر سکتا ہے۔؟ یہ علم ہی تو ہے آپ ٹیلی ویژن پر جو کچھ دیکھ رہے ہیں کیا انسان نے کبھی محسوس کیا تھا کہ انسانی حرکات کو محض ایک شیشے کی ریل میں قید کر کے اس طرح ذکر کیا جائے گا کہ اس کی عقل حیران و ششدر رہ جائے گی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۸۲ء کے اواخر میں دہلی میں ہونے والے نویں ایشیائی کھیل نہ صرف دنیا کے بیشتر ممالک میں براہِ راست دکھائے جائیں گے بلکہ ہم بھی اپنے ملک کے شہروں اور بیشتر دیہی علاقوں میں براہِ راست رنگین ٹیلی ویژن پر بھی دیکھ سکیں گے — یہ علم ہی تو ہے آج انسان طاقت ور خوردبینوں کے ذریعہ ان باریک ترین ذرات اور اشیاء کو دیکھنے پر قادر ہے جنھیں وہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ علم ہی تو ہے کہ آج انسان نے خلاء میں مصنوعی سیاروں کو نصب کر کے نشر و اشاعت اور موسمی کیفیات کی قبل از وقت اطلاعات کے میدان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی ہے۔ ٹیلیفون ہی کو لیجیے کیا انسان کے ذہن میں اس کا کوئی خاکہ تھا کہ وہ ہزارہا میل کے فاصلے پر موجود ایک شخص سے چند لمحوں میں براہِ راست رابطہ قایم کر سکتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اب تو ٹیلیفون کے ساتھ دونوں اشخاص ایک دوسرے کی متحرک تصاویر دیکھنے پر بھی قادر ہیں۔ یہ علم ہی تو ہے کہ آج انسان نے ایسی بے شمار جان لیوا بیماریوں کا نہ صرف علاج دریافت کر لیا ہے بلکہ ان میں سے بیشتر کی بنیادوں کو متزلزل کیا جا چکا ہے اور باقی کی بیخ کنی میں انسان شب و روز مصروف ہے۔ کہاں ہیں وہ بیماریاں جنھیں آپ ہیضہ، چیچک اور تپ دق وغیرہ کے نام سے جانتے تھے۔ اس وقت تک علم سائنس کی سب سے حیرت انگیز ایجاد وہ آلہ ہے جسے کمپیوٹر کہتے ہیں اس میں انسانی دماغ سے کئی سو گنا زیادہ قوت موجود ہوتی ہے اس کے ذریعہ ان مشکل ترین حسابات کو جنھیں اعلیٰ سے اعلیٰ انسانی دماغ انجام دینے سے قاصر ہے انھیں یہ کمپیوٹر چند لمحوں میں انجام دے سکتا ہے۔

باوجود ان تمام روشن حقائق اور علم سائنس کی تیز رفتار ترقی کے یہاں ایک جانب انسان کو بے شمار فائدے حاصل ہوئے۔ وہیں اس کے ساتھ ساتھ انسان کے جذبۂ خود غرضی نے اسے اپنے غلط مقاصد کے لیے استعمال کر کے اس کے وجود کو داغدار بنا دیا۔ آج بھی جاپان کے دو بدنصیب شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی کی سرزمین انسان کے اس جذبۂ خود غرضی پر خون کے آنسو بہاتی ہے اور وہ سرزمین گواہ ہے اس لاثانی ظلم کی کہ انسان نے اپنی جھوٹی برتری اور ناپاک عزائم کی تکمیل کی خاطر نہ صرف انسان پر ظلم کے پہاڑ توڑے بلکہ اس سرزمین کو بھی زخمی کیا ہے۔

آج انسان نے اپنی جسمانی راحت و آسائش کے لیے ہر قسم کی سہولیات فراہم کر لی ہیں۔ ان مادی وسائل کی فراہمی کے باوجود وہ اضطراب کے عالم میں تڑپ رہا ہے۔ اسے ان مادی وسائل میں ذہنی سکون میسر نہیں۔ اور یہ سکون اسے مل سکتا ہے تو امن و آشتی کے ماحول میں جہاں خلوص اور باہمی میل و محبت کے کوچے ہیں، حسن اخلاق کی چلمنیں ہیں — اور انسان میں ان اعلیٰ اقدار کو فروغ دینے والی صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے علم کی لازوال اور بے مثال قوت۔ علم ایک ایسا ہتھیار ہے جسے ہر میدان عمل میں بے دریغ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ انسانی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علم کی قوت نے بڑے بڑے سورماؤں کو اپنے آگے سرنگوں کیا ہے۔ بڑے بڑے ظالموں کو ان کے ظلم پر شرمندہ کیا ہے۔ بڑے بڑے متکبروں کے تکبر کو توڑا ہے۔

تاریخ شاہد ہے اس امر کی بھی کہ جب جب اور جہاں جہاں انقلابات رونما ہوئے اور ناحق پر حق کو غلبہ حاصل ہوا تو اس میدان میں سب سے اہم کردار نئی نسل نے ادا کیا۔ چونکہ نئی نسل کے اندر وہ قوتِ ارادی اور قوت عزم موجود ہے اور ان سب پر حاوی وہ سب سے بڑی قوت علم ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ہواؤں کو رخ دے سکتے ہیں۔ پہاڑوں کو متزلزل کر سکتے ہیں۔ دریا اور سمندر کی گہرائیوں تک پہنچ سکتے ہیں — اور دنیا کو علم کی قوت سے روشناس کرا کے بنی نوع انسان کو امن و آشتی کا پیغام دے سکتے ہیں۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب نئی نسل اپنے اندر اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرے تاکہ معاشرے اور ملک و قوم کے لیے قابل فخر ہوں اور اس کا ہر قدم حق کی پیروی اور باطل کی مخالفت میں ہو، عزائم اتنے مستحکم ہوں کہ حوادثات اور ناکامیوں کا تسلسل بھی اس کے استحکام کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ کردار اتنے اعلیٰ ہوں کہ قوت رشک کرے۔ افعال و اقوال اتنے صادق ہوں کہ ہر باطل قوت ان کے آگے سرنگوں ہو جائے — قدیم اخلاقی روایات ہمیں امن و آشتی، صلح و درگذر کی ترغیب دیتی ہیں اور نئی نسل اپنے ماضی کی ان اعلیٰ اخلاقی روایات کو برقرار رکھ کر اپنے مستقبل کو خوشگوار بنا سکتی ہے اور اس طرح وہ ثابت کر سکتی ہے کہ اگر کوئی دنیا میں آج کوئی سب سے بڑی قوت ہے تو وہ ہے علم اور صرف علم ——!

(اردو سروس سے نشر)

محمد معصوم مراد آبادی
۳۶۱ اے مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

غزل — فریاد آزر

دینے کو فریب اور بھی تیار بہت تھے
کیوں آپ نے زحمت کی مرے یار بہت تھے

یوسف کی فقط ایک خریدار زلیخا
میں بک نہ سکا، میرے خریدار بہت تھے

اپنے ہیں ہر اک شخص وہاں گم نظر آیا
اس شہر میں خوش فہمی کے بیمار بہت تھے

ایسا بھی نہیں کہ تھے نا قابل شہرت
مجبور تھے، ناچار تھے، نادار بہت تھے

یک طرفہ سزا اپنی سمجھ میں ہی نہ آئی
اک ہم ہی نہیں اور بھی غدار بہت تھے

اُس وقت بھی وہ میری گرفتار رہی تھی
جب اس کی محبت کے گرفتار بہت تھے

اک سنگ کو آزر نے بنا ڈالا ہے دیوی
حالانکہ مرے ملک میں اوتار بہت تھے

(اردو سروس سے)

دستگیری

حسن عباس فطرت

ایک مشہور شعر ہے

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

ایک آدمی موجیں مارتا لہراتے دریا میں کسی کو ڈھکیل دیتا ہے اور پھر اس کے ڈوبنے اُبھرنے، بلبلانے، ہاتھ پیر پٹکنے اور انگارے کی طرح لال نکلی پڑی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر شیطانی قہقہہ لگاتا ہے۔ دوسرا شخص اسے لہروں کی گود میں پتے کی طرح ڈولتا ہوا بے بسی سے دیکھتا ہے اور اس کی پھولی ہوئی لاش کو دیکھ کر نمناک آنکھوں کے ساتھ اپنی نارسائی و کوتاہی پر کف افسوس ملتا ہے لیکن ایسے موقعوں پر اچانک ایک آدمی آنکھ بند کر کے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دریا میں چھلانگ لگا دیتا ہے اور موت و حیات کے بھنور سے دھینگا مشتی کر کے ڈوبنے والے کو ساحل پر لا پٹکتا ہے۔

یہ تینوں ایک ہی جیسے تو ہیں ایک ہی طرح ایک ہی گوشت و پوست و خون کے بنے ہوئے۔ ڈھانچہ بھی ایک جیسا ہے سبھی کے پاس ایک ہی جیسے اعضا ہیں حواس خمسہ ہیں۔ دل و دماغ ہیں۔ پھر ان کے اعمال میں اسقدر تضاد کیوں ہے؟ اس کا جواب فلسفۂ وجودیت کے پاس ہے انسان کی شناخت اس کی اپنی روحانی و اخلاقی قدروں سے ہوتی ہے۔ جس کے پرکھنے کے لیے مادیت کی جگہ معنویت کی کسوٹی کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلا آدمی درد و رحم کی جگہ شقاوت اور اذیت پسندی کا بیمار ہے دوسرا بزدل اور خود پرست ہے لیکن تیسرا انسان وہ ہے جو اپنے وجودیت کی تکمیل کی راہ پر گامزن ہے۔ وہ درد و شجاعت، ایثار و جرأت کا پیکر ہے اور دراصل یہی شخص انسانیت کا امین اور اس کی آبرو ہے۔ اسی کو دنیا کی امامت کا حق ہے۔

دستگیری عام بھی ہے اور خاص بھی ایک کی اساس میں انسان کی جبلی غرضمندی شامل رہتی ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کی کفالت کرتا ہے اس اُمید پر کہ وہ اس کے بڑھاپے کا سہارا بنے گا۔ ایک غلام اپنے آقا کی جان بچاتا ہے کہ عزت و خلعت پائے گا۔ اس قسم کی دستگیری عام اور کاروباری ہے کہ زندگی کی ہست و بود اسی پر قائم و دائم ہے۔ لیکن جو دستگیری بے نیاز سود و زیاں ہو کے کی جائے۔ ان لوگوں کا ہاتھ تھاما جائے جن سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں ہے تو یہ خاص قسم کی دستگیری ہے اور اگر دشمن کو تباہی و بربادی کے غار میں گرتے دیکھ کر دل تڑپ اٹھے اور اس کو بچا لیا جائے تو یہ دستگیری کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جو اولیاء و اصفیا کے لیے مخصوص ہے۔

ہر اچھی خصلت کی طرح دستگیری میں بھی عجیب و غریب لذت و کیفیت پنہاں ہے اور مدد کرنے والے کو وہ لطف و سرور حاصل ہوتا ہے جس تک مدد پانے والے کی بھی رسائی نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اس کا یہ جذبہ شرافت دن بہ دن پروان چڑھتا جاتا ہے اور اس پر ضعف طاری نہیں ہوتا۔ دنیا کے تمام مذاہب میں دستگیری کو بڑی سے بڑی عبادت سے سوا بتایا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ اس میں اخلاق انسانی کے تینوں عناصر عفت، شجاعت و عدالت برابر کے شریک رہتے ہیں۔ مولانا روم نے فرمایا ہے

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کسی کا دل رکھنا حج اکبر ہے کیونکہ ایک دل ہزاروں کعبہ سے بہتر ہے۔ پیغمبر اسلام نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قوم کا خدمت گذار ہی قوم کا سردار ہے اور بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہو۔

فلسفۂ قرآنی کے مطابق ہر بھلائی کا نفع پہلے انسان کی اپنی ذات کو پہنچتا ہے اور برائی کی زد میں پہلے اس کا نفس آتا ہے اس لیے دستگیری خواہ کیسے ہی بیگانہ وسیلے تعلق فرد کی کی جائے وہ ضائع نہیں ہوتی بلکہ پہلے خود عامل کو سرسبز و شاداب کرتی ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ خلاف توقع اور انجانے طور پر جس آدمی کی مدد ہم کرتے ہیں کبھی کبھی وہ ہمارے پورے خاندان کی نجات کا سبب بن جاتا ہے۔ اس نکتہ کو قصہ کہانی کی قدیم کتابوں جیسے پنج تنتر و کلیلہ و دمنہ میں جانوروں کو علامت بنا کر دلوں میں اتارنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ابتدائے شعور سے انسان دستگیری کو اپنا شعار بنا لے اور زندگی بھر اس گلزار شاہراہ پر اپنا سفر جاری رکھے۔

باہمی تعاون، ہم آہنگی، اتحاد ایک عمدہ صفت ہے اور مادی و روحانی ترقی کی راہیں اس سے آسان ہوتی ہیں لیکن دستگیری کا درجہ اس سے بلند ہے۔ جس وقت انسان کے حالات بہتر ہوں، جسم میں طاقت، جیب میں سکے ہوں تو امداد باہمی کا حصول مشکل نہیں ہوتا اور لوگ اس کی شخصیت اور مادی نام جھام کی طرف فطری طور پر کشش محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے برخلاف جب وسائل اور عوارض ختم ہو جاتے ہیں، قوت و ثروت منہ موڑ لیتی ہے تو ارد گرد کا مجمع سمٹنے لگتا ہے، دوست بدخواہ بن جاتے ہیں اور اپنے پرائے ہو جاتے ہیں۔ دستگیری کی صفت کا صحیح محل استعمال یہی ہے شیخ سعدی نے دوست کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جو خراب حالت میں دوست کا ہاتھ تھام لے وہی سچا دوست ہے فرماتے ہیں ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

دوست وہی ہے جو پریشانی و بدحالی میں اپنے دوست کا ہاتھ پکڑے اور اس کے حالات کو بہتر بنانے میں لگ جائے۔

دستگیری کے کئی پہلو ہیں، صاحب احتیاج و ضرورت کی اس کے حسب حال مدد کرنا۔ گرتے ہوئے کو سنبھال لینا اور گرے ہوئے انسان کو اُٹھا کر بلندی پر کھڑا کر دینا ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ ایک دوسرے سے بلند ہے لیکن میرے خیال میں دستگیری کا سب سے بلند و رفیع پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ غلط کام کر رہا ہے یا مہلک قدم اُٹھا رہا ہو تو اس کو اس سے باز رکھنے میں دستگیری کرنا۔ غلط کام سے روکنے کی کوشش اور کسی کو برائی سے دور کر دینا درحقیقت گرتے کو سنبھالنے یا ڈوبتے کو بچانے سے کہیں زیادہ اہم و وقیع ہے۔ کیونکہ اس میں فرد ہی کو نہیں اس کے ساتھ پورے سماج کی دستگیری ہوتی ہے اور ایک کے ساتھ کئی اور زندگیاں تباہی سے محفوظ رہ جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ایک آیت اس بلیغ مفہوم کو اس طرح واضح کرتی ہے:

ترجمہ "جس نے ایک آدمی کو زندہ کیا اُس نے تمام خلق کو زندگی بخشی۔" (بمبئی سے نشر)

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

غیور حسن نقوی

ایک دن بنے بھائی نے بڑی پُرسوز آواز میں غالب کا یہ شعر پڑھا۔

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

شعر سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔ ایک ترقی پسند کی زبان سے یہ شعر؟ اور پھر اتنی ٹھنڈی آہوں کے ساتھ جیسے برف باری شروع ہونے والی ہو۔ میں نے چونک کر پوچھا
"بنے بھائی کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

وہ مسکرائے اور خالص متصوفانہ انداز میں بولے۔
"اس وقت میں سوچ رہا تھا کہ خوشی سے زندگی بسر کرنے کا راز ناامیدی میں ہے۔ اور ناامیدی کا بلند درجہ کامل بے حسی کی کیفیت ہے۔ یہ وہ درجہ ہے کہ انسان خوشی و غم، آرام و تکلیف دکھ سکھ سب کچھ بھول جاتا ہے کسی بات کا احساس ہی نہیں رہتا۔ ہم ہندوستانی شاید اسی کو نروان کہتے ہیں۔"

میں نے کہا۔
شک تو کچھ مجھے بھی تھا۔ اور جب میں نے غالب کا یہ شعر پڑھا تھا کہ

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

تو سوچا بھی تھا کہ عام آدمی۔ میرا مطلب ہے آپ اور ہم جیسا آدمی — موت سے پہلے غموں سے نجات نہیں پا سکتا۔ لیکن غالب کو جیتے جی چھٹکارا مل گیا۔ ضرور کوئی خاص بات ہوئی۔ کاش عبدالرحمٰن بجنوری زندہ ہوتے تو ان سے پوچھتا کہ وہ خاص بات کیا تھی۔ لیکن اتنا تو اب میں بھی سوچتا ہوں کہ انھوں نے یہ شعر یوں کیوں نہیں کہا۔؟

قیدِ حیات و بند و غم اصل میں دونوں ایک ہیں
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں

لیکن شاید وہ بحر کا خیال کر گئے۔ نہ معلوم قدیم شاعر بحر اور وزن کا اتنا التزام کیوں رکھتے تھے۔ شاعر تو آج بھی ہیں لیکن بیشتر ایسے ہیں کہ جو کہہ دیا، سو کہہ دیا۔ شعر، شعر ہوتا ہے کیفیت تو ہے نہیں کہ اسے ناپنے کے لیے جریب ڈالنی پڑے۔

لیکن بنے بھائی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ غالب کے پاس رہنے کو اچھا مکان تھا، سواری کو پالکی تھی، خدمت کو نوکر چاکر تھے۔ تذکروں کی پوری عبارت تھی۔ ڈٹ کر شراب پیتے تھے اور دن بھر دیوان خانہ میں بیٹھ کر حقہ گڑگڑاتے تھے۔ پھر وہ کون سی مشکلیں تھیں جن کی وجہ سے انھوں نے ان کو یہ شعر کہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

بنے بھائی کسی قدر کسمسائے اور پھر بڑی متانت سے بولے "تم نہیں سمجھ سکتے۔ اس کا تعلق دلیل سے نہیں۔ روحانیت سے ہے۔ ہمارے شاعروں پر یہ کیفیت اکثر طاری ہوتی رہتی ہے۔"

میں نے کہا۔ میں آپ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ روحانیت کا شراب سے کیا رشتہ ہے۔ لیکن خدارا یہ بتا دیجئے کہ جب وہ اس بلند مقام پر فائز تھے تو انھوں نے یہ کیوں فرمایا۔

"بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا"

اور مایوسی کے عالم میں بار بار موت کو کیوں آوازیں دیتے رہے۔
بنے بھائی کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔ کسی قدر تیزی سے بولے "تم بالکل ہی گھامڑ ہو" ارے بھائی غالب کے ذہن میں بھی جوار بھاٹا آتا رہتا تھا۔ ہر شاعر کے ذہن میں آتا ہے تم نے نہیں سنا ایک شاعر نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ

"وہ بھی مشکل کوئی مشکل ہے کہ آساں ہو جائے"

تم اسے تضاد کیوں سمجھتے ہو، ذہنی رو کیوں نہیں کہتے؟"
میں نے سوچا ہاں ذہنی رد ٹھیک ہے۔ رو بھٹک بھی سکتی ہے۔ پھر میں نے کہا "اچھا چھوٹے شاعروں کی بات چھوڑیئے بنے بھائی! غالب تو ایک عظیم شاعر ہے۔"

بنے بھائی نے میری بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔ بڑی بے تابی سے بولے "نہ — نہ چھوٹا شاعر مت کہو۔ کوئی شاعر چھوٹا نہیں ہوتا۔ مشہور طنز نگار مجتبیٰ حسین کو ایک بار چھوٹے شاعر کی ضرورت ہوئی۔ سنا ہے وہ کر دینے آئل کر لائین لیے رات بھر ڈھونڈتے پھرے لیکن چھوٹا شاعر نہیں ملا، آخر چھ مہینے کی تگ و دو کے بعد معلوم ہوا کہ اردو میں چھوٹا شاعر ہوتا ہی نہیں۔"

میں نے سوچا، اس بحث میں الجھنا بیکار ہے۔ یوں بھی اپنی عاقبت عزیز ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ شاعر ناراض بھی ہونا جانتے ہیں۔ اس لیے میں نے بات کا رخ بدلا۔
بنے بھائی، اس مضمون کو دوسرے شاعروں نے بھی نظم کیا ہے۔ مثلاً خواجہ وزیر کا شعر ہے

کھاتے کھاتے غم بھی ہو جائیگا راحت اے وزیر
سم اگر کھانے کی عادت ہو گئی تو سم نہیں

لیکن غالب نے اس مضمون کو بھی اپنا لیا۔ کیا یہ ادب میں استحصال نہیں ہے؟
بنے بھائی بولے کیوں نہیں ہے، استحصال کہاں نہیں ہوتا۔ ادب میں بھی اسی طرح ہوتا ہے، جس طرح ہمارے سیاسی لوگ عوام کا کرتے ہیں، تم دیکھ رہے ہو غالب کا یہ شعر ضرب المثل بن گیا اور خواجہ وزیر پھسڈی رہ گئے۔

میں نے کہا خواجہ وزیر ہی کیا۔ نہ جانے کتنے پھسڈی رہ گئے۔ فانی کو دیکھئے انھوں نے غالب سے بھی آگے بڑھ کر کہنے کی کوشش کی تھی۔

ہاں ناخنِ غم کمی نہ کرنا
ڈرتا ہوں زخمِ دل بھر نہ جائے

وہ بھی فانی ہی رہے، غالب نہ بن سکے۔ لیکن ایک بات مان لیجئے بنے بھائی، کہ یہ مسئلہ روحانیت یا فلسفہ کا نہیں، نفسیات کا ہے۔ نفسیات کی کوئی کتاب اٹھا کر دیریشن کا چیپٹر پڑھ لیجئے۔ سارے عقدے حل ہو جائیں گے۔

بنے بھائی نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن میں نے انھیں روک دیا ٹھہریئے! بنے بھائی۔ ایک واقعہ سن لیجئے۔ آپ خود کہیں گے کہ یہ مسئلہ نفسیات کا ہے — میرا ایک دوست تھا نعیم غریب گھر کا لڑکا تھا۔ بڑی مصیبتوں سے اس نے تعلیم حاصل کی۔ اور جوں توں کر کے بی۔ اے کیا۔ تعلیم کے زمانے میں وہ بڑے حسین خواب دیکھا کرتا تھا۔ جیسے ہر لڑکا دیکھتا ہے لیکن تعلیم سے فارغ ہوا تو سارے خواب بکھر گئے کیونکہ اس کے کئی مخنتی ساتھیوں کو تو ملازمت مل گئی لیکن وہ نوکری کے لیے پھرتا رہا۔
ایک دن سرِ راہ مجھے ملا تو اس کی حالت دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوا اس کا سارا کھلنڈرا پن غائب ہو چکا تھا۔ ایک مایوس سی سنجیدگی تھی۔ جس نے اس کے چہرہ کی ساری خوبصورتی کو نگل لیا تھا۔ میں نے سوچا اسے بے سفارشی کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ اس لیے اس سے کہا نعیم آج کل بے سفارش کے نوکری ملنا مشکل ہے۔ کسی با اثر سیاسی آدمی کی ہمدردیاں حاصل کرو۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی اس نے میرا مشورہ مان لیا۔ اس طرح دو ماہ اور بیت گئے۔ پھر اسے ایک سیاسی آدمی مل ہی گیا۔ نعیم چھ ماہ اس کے ساتھ رہا اور پھر ایک دن میں نے سنا کہ نعیم کسی کی جیب کاٹتا ہوا پکڑا گیا اور اب جیل میں ہے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔ دوسرے دن اس سے ملنے جیل گیا۔ تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کے چہرہ پر حرماں نصیبی کے سائے نہیں تھے۔ بلکہ کسی حد تک ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا، میں کیا سن رہا ہوں نعیم! وہ ہنسا، اس کی ہنسی بڑی بھیانک تھی۔ کہنے لگا:

غیور صاحب آپ کے کہنے پر عمل کیا، چھ ماہ اس گھٹیا آدمی کا بیگ اٹھائے اٹھائے پھرا۔ لیکن وہ روز مجھے جھانسے دیتا رہا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ لیکن کیا کروں۔ اس عرصہ میں جھوٹ کا اس قدر عادی ہو گیا تھا کہ اگر جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو تو سچ بھی سچ معلوم نہیں ہوتا، لیکن آخر کب تک، ہر بات کی

ایک حد ہوتی ہے، کب تک برداشت کرتا۔ مسلسل فاقوں نے میری ساری توانائی نچوڑ لی تھی۔ ایک دن جب میں بھوک سے بالکل نڈھال ہوگیا تو میں نے سوچا کہ اب میرے سامنے صرف چار راستے ہیں۔ بھیک مانگوں ـــ چوری کروں ـــ کسی کی جیب کاٹوں۔ یا بے کسی کی موت مرجاؤں۔ میں مرسکتا نہیں تھا۔ بات گناہ یا ثواب کی نہیں۔ بلکہ میں بزدل تھا۔ چوری کی طاقت نہیں تھی بھیک کا فن نہیں جانتا تھا۔ اس لیے میں نے ایک آدمی کی جیب کاٹ دی لیکن اناڑی تھا، پکڑا گیا۔ اب میں جیل میں ہوں لیکن دونوں وقت روٹی مل جاتی ہے۔ اب مجھے نان بائیوں کی دوکان کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا نہیں پڑتا۔ جیل سے باہر آیا تو پھر کسی کی جیب کاٹوں گا۔ کامیاب۔ یا تو عیش ہی عیش ہے، پکڑا گیا تو پھر جیل آجاؤں گا۔ دو روٹیوں کا سہارا بہر حال ہوگیا ہے۔"

میں نے کہا "کیا تم اپنی اس حالت سے مطمئن ہو۔ تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ سماج میں تمہاری کوئی عزت نہیں ہوگی۔"

وہ زہر خند ہنسی ہنسا "آزادی سے پہلے نہیں ہوتی تھی اب ہونے لگی ہے ہمارا ملک جمہوری ہے۔ لیکن یہاں انسان سے زیادہ ووٹوں کی قیمت ہے۔ اور تم جانتے ہو ورشامراجی ایک ووٹ۔ اور وزیر اعلا کا بھی ایک۔ اس لیے تمام حالات میں چاہے عزت نہ ہو لیکن الیکشن کے زمانے میں ضرور ہوگی۔"

میں نے کہا "گویا مجھے تمہارے مستقبل سے مایوس ہوجانا چاہیئے۔ اب لگتا ہے تم اپنے حالات سے مطمئن ہوگئے ہو۔"
وہ قہقہہ لگا کر بولا "ساری زندگی سکون کے لیے ترستا رہا۔
اب ملا ہے تو کیا تم بھی اس کو چھین لینا چاہتے ہو۔"

میں نے کہا "یہ سکون نہیں، بے حسی ہے میرے دوست"
کہنے لگا بے حسی کیوں کہتے ہو، یہ کیوں نہیں کہتے کہ
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

میں نے نگاہ اٹھاکر بنے بھائی کو دیکھا۔ ان کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ جذبات سے بالکل عاری۔ پھر یکایک ان کے ہونٹ ہلے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ مسئلہ فلسفہ کا نہیں ہے، روحانیت کا بھی نہیں، نفسیات کا ہے۔ نعیم نفسیاتی مریض تھا۔ اس نے حرماں نصیبی، مایوسی اور کسمپرسی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسے لڑنا چاہیئے تھا اور کہنا چاہیئے تھا کہ

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

میں نے کہا اب بحث کو ختم کردیجئے بنے بھائی۔ میں خود ڈپریشن کا شکار ہوں۔ کہیں میرے منہ سے نہ نکل جائے
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

(رامپور سے نشر)

سمندری لہروں سے توانائی کی فراہمی

محمد خلیل

موجودہ توانائی کے بحران کو دیکھتے ہوئے یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ اس کے مختلف متبادل ذرائعوں کی دریافت کی جائے کیوں کہ موجودہ ذرائع بھی دقت کے ساتھ ختم ہوجائیں گے۔ اسی مسائل کے مدنظر ملک توانائی کی پیداوار کے معاملے میں اب ایک نئے دور میں داخل ہوگیا ہے۔ اب توانائی کو ایک متبادل ذرائع کی شکل میں سمندری لہروں سے منظم طور پر فائدہ حاصل کیا جاسکے گا۔ جس سے توانائی کے بحران کو بڑی حد تک کم کرنے میں مدد ملے گی۔ سمندری لہروں سے بجلی پیدا کرنے کا ملکی پلانٹ گجرات کے خلیج کچھ میں اس سلسلے کی ایک اہم شروعات ہے جس کا افتتاح کرتے ہوئے گذشتہ دنوں توانائی کے مرکزی وزیر شری وکرم مہاجن نے کہا ہمیں اپنی بہترین کوششوں سے اس توانائی کی فراہمی میں زیادہ سے زیادہ کامیابی کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ مستقبل میں ہم اپنی اس کامیاب تکنیکس کو بیرونی ممالک کو بھی فراہم کرسکیں۔ انھوں نے کہا کہ خاص طور پر صوبہ گجرات سمندری توانائی کے میدان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ یہ سمندری ساحلی علاقوں سے ملا ہوا ہے اس طرح یہاں اس پر آسانی تجربات کیے جاسکتے ہیں۔ مرکزی حکومت نے گجرات حکومت اور گجرات بجلی بورڈ کی کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۲ کروڑ ۱۸ لاکھ روپئے کی لاگت سے کچھ کھاڑی میں سمندری لہروں کا استعمال کرکے توانائی پیدا کرنے ایک منصوبہ کی منظوری دی ہے۔ سمندری لہروں سے بجلی پیدا کرنے کا کام ابھی صرف فرانس میں کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں سمندری لہروں کے استعمال کے لیے تین علاقوں کو چنا گیا ہے جن میں سے دو صوبہ گجرات میں اور ایک مغربی بنگال میں ہے۔

لہروں سے بجلی کی پیداوار پر ابتدائی تحقیقات کا آغاز ۱۹۶۷ میں ہوا تھا اور اس کے بعد اقوام متحدہ کے ماہرین کے تعاون سے ۱۹۷۵ میں اس کی ایک رپورٹ تیار کی گئی تھی موجودہ کامیابی انھیں کوششوں کا حاصل ہے۔

ایک اندازے کے مطابق زمین کا تین چوتھائی حصہ پانی سے ڈوبا ہوا ہے اور زمین پر تقریباً ۵ء۷۰ فیصد حصہ کو ڈھکے ہوئے ہے۔ ہمارے لیے توانائی پیدا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے کیوں کہ خود ہمارے ملک بحری ساحل ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس طرح سمندری لہروں سے توانائی فراہم کرنے کا ہمارے سامنے ایک بڑا ذریعہ ہے۔

خلیج کچھ کی یہ سمندری لہریں چھ سے آٹھ میٹر تک اونچی ہوتی ہیں اور انھیں مشینی تکنیکس سے بجلی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ صوبۂ گجرات کے لیئے یہ پروجیکٹ خاص طور پر نہایت کارآمد ہے کیوں کہ یہ صوبہ کوئلے کے علاقوں سے کافی دوری پر ہے یوں سمجھئے کہ کوئلے کا سب سے نزدیکی علاقہ صوبہ سے تقریباً ۱۰۰۰ میل کی دوری پر واقع ہے۔ اس طرح بجلی پیدا کرنے کا یہ ذریعہ ان وجوہات کی بنا پر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار نے گذشتہ جنوری میں توانائی کے بحران کو حل کرنے کے لیے توانائی کے متبادل ذرائع کا ایک کمیشن "کاسا" قائم کیا تھا۔ جس کے قائم کیئے جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس میدان میں رونما ہونے والی سرگرمیوں کا جائزہ لے گا اور ساتھ ہی اس کو بہتر بنانے کے لیے مزید تحقیق کی سرگرمیوں کو تیز کرنے میں مدد دے گا۔

ہمارے سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اس پروجکٹ سے بجلی پیدا کرنے میں اقتصادی طور پر بڑی مدد ملے گی لیکن مستقبل میں ہمیں اس پروجکٹ پر ایک اندازے کے مطابق ۴۲۶ کروڑ روپیئے اتنے بڑے پیمانے پر چلانے کے لیئے خرچ ہونگے۔ اور اس سے فراہم کی ہوئی بجلی پر ۵ء۱ پیسے فی کلوواٹ گھنٹہ خرچ ہوگا جبکہ اسکے مقابلے میں حرارتی بجلی پر ۱۹ پیسے فی کلوواٹ گھنٹہ خرچ آتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے پوری طور فائدہ اٹھانے میں ابھی وقت لگے گا کیوں کہ ابھی یہ تکنیک تجربات سے گذر رہی ہے اور اس کے بعد ہمیں اس سے نتیجہ نکالنا ہوگا اور موسمیاتی اور دوسرے اثرات کا جن کا اس کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور سمندری لہروں پر اثر انداز ہوسکتی ہیں ان کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ خاص طور پر کچھ تجرباتی پروجکٹ سے یہ بات بھی سامنے آجائے گی کہ اس قسم کے بجلی گھر صوبۂ گجرات کے مختلف حصوں میں لگائے جاسکتے ہیں یا نہیں۔ اور ان سے مقابلتاً کہاں تک زیادہ فائدہ ہوسکے گا۔

ہمارے سائنسداں اور تکنیکی ماہرین بھی اس نئے تکنیک سے پر امید ہیں اور ان کا خیال ہے انھیں اسی پروجکٹس میں کامیابی حاصل ہوگی اور خلیج کچھ پروجکٹ سے توانائی کے متبادل ذرائعوں کو حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور اس وقت ہمارے پاس ایک نئی سائنسی تکنیک ہوگی اس سے جو امیدیں وابستہ ہیں انھیں دیکھتے ہوئے اگر ہم یہ کہیں تو شاید غلط نہ ہوگا کہ اس پروجکٹ کی کامیابی سے ملک میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔

انگریزی ادب کا اردو ادب پر اثر

سید سراج الدین

اقبال نے بالِ جبریل میں ایک جگہ کہا ہے کہ ”سوال مے نہ کروں ساقیِ فرنگ سے میں“ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساقیِ فرنگ سے بہت کچھ اردو کے پیمانے میں آتی رہی ہے بلکہ فرنگی اثر نے ایک لحاظ سے اردو کے پیمانے ہی بدل دیے ہیں۔ یہ اثر اصنافِ سخن، اسلوب، لب و لہجے اور تمام مذہب پر پڑا ہے۔ لیکن یہ بات شروع ہی صاف ہو جانی چاہیے کہ اس اثر کا مطلب یہ نہیں کہ اردو ادب میں انگریزی آگئی ہے اور اس کا اردو پن جاتا رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج کل کی بعض تحریریں خصوصاً تنقیدی تحریریں ایسی ضرور ہیں جو تمدرے انگریزی آمیز لگتی ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اردو نے انگریزی کا اثر اپنے ڈھب سے قبول کیا ہے اور اپنی ادبی اور لسانی روایت کو قائم رکھتے ہوئے اسے اپنایا ہے۔ خود انگریزی ادب نے کتنے ہی اصناف و افکار یونانی اور لاطینی اور پھر بعد کی زبانوں میں اطالوی، جرمن، فرانسیسی اور دوسری کئی زبانوں سے لیے ہیں۔ مختلف زبانوں اور ادبوں کی یہ داد و ستد ایک وسیع تہذیبی عمل ہے۔

قدما میں غالب ایسے ہی آدمی تھے جنھیں یہ احساس ہو چلا تھا کہ مغل تہذیب جس کے وہ خود نمائندے تھے اب ختم ہو چکی ہے —— وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں۔ اور مغرب میں ایک نئے تمدن کی تشکیل ہو رہی ہے۔ سید احمد خاں کی آئینِ اکبری پر جو منظوم تقریظ انھوں نے لکھی تھی اس میں ”صاحبانِ انگلستان“ کی برتری کو مانا ہے۔ اپنی ایک مثنوی میں انھوں نے جہاں دلی کو جان اور عالم کو تن کہا ہے وہیں کلکتے کو ”اقلیم ہشتم“ لکھا ہے۔

۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزی حکومت مستحکم ہو گئی اور لارڈ میکالے نے ہندوستان کے لیے مغربی طرز تعلیم کا خاکہ تیار کیا اور نئی درس گاہوں نے پرانے مکتبوں اور مدرسوں کی جگہ لینی شروع کی تو ہندوستانی تہذیب و فکر نے تیزی سے مغربی اثرات قبول کرنے شروع کیے۔ دوسرے لسانی گروہوں کے مقابلے میں اردو والوں نے ان اثرات کو بہت دیر سے قبول کیا یا کافی عرصے تک وہ ان سے بچے رہے۔ لیکن جب سید احمد خاں نے اپنی تعلیمی تحریک شروع کی اور ایم اے او کالج کی بنیاد ڈالی تو اردو ادب اور طرزِ تحریر پر انگریزی کا اثر صاف نظر آنے لگا۔

جدید اردو نثر انگریزی اثر کے تحت اسی زمانے میں پیدا ہوئی۔ اردو نثر تفنن طبع اور داستان گوئی کے لیے استعمال ہوتی تھی اور عموماً مقفیٰ لکھی جاتی تھی۔ انگریزی کے اثر نے اسے فکر و خیال اور مافی الضمیر کے اظہار اور ادائے مطلب کا ایک سلیس ذریعہ بنا دیا۔ اگر آپ کو اس عظیم تبدیلی کا اندازہ کرنا ہو تو طلسم ہوش ربا یا فسانۂ آزاد کی نثر کو سید احمد خاں، حالی، شبلی یا نذیر احمد کی نثر کے آگے رکھ کر دیکھیے۔ میر امن اور حالی کی نثر میں محض لسانی ہی نہیں ایک پورے ماحول اور فضا کا فرق ہے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ میر امن یا رجب علی سرور سے حالی اور شبلی تک پہنچتے پہنچتے ایک صدی آگے نکل آئے ہیں جہاں کے وجود بازار، در و بام ایک الگ دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالی اور ان معاصرین نے کچھ ایسے انگریزی الفاظ استعمال کیے ہیں جو بظاہر بہت سادہ لگتے ہیں لیکن جن میں بعض ادبی عہد چھپے ہوئے ہیں مثلاً حالی لائف اور بیاگرفی کے لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لائف کو انھوں نے سوانح عمری کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ سوانح عمری کا لفظ اب چلن پا گیا ہے لیکن حالی کے زمانے میں اور اس سے پہلے اس مطلب کے لیے تذکرہ یا ذکر کا لفظ مستعمل تھا۔ چنانچہ میر نے اپنی خود نوشت سوانح عمری یعنی آٹو بیاگرافی کو ذکر میر کا عنوان دیا ہے۔ حالی نے یادگار غالب لکھی تو اس کو مرزا کی لائف کہا۔ حالی نے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا کہ تذکرہ یا سوانح جس طرز پر لکھے جاتے تھے وہ ایک الگ چیز تھی۔ انگریزی میں لائف اور بیاگرافی بحیثیت صنف کے ایک الگ تکنیک کے حامل تھے۔ اس لحاظ سے حالی نے بیاگرافی اور لائف کے الفاظ کو فنی معنوں میں استعمال کیا جو ایک صنفیاتی درآمد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسی طرح حالی کے معاصرین نے نیچر کا لفظ استعمال کیا ہے جو ایک نئے تصور کا آئینہ دار ہے جو انیسویں صدی کے رومانوی انگریزی ادب سے آیا ہے۔ اردو میں صحرا، بیابان، دشت، گلستاں وغیرہ کے لفظ عام تھے لیکن کوئی ایسا لفظ جو سارے مظاہر و مناظرِ قدرت کا احاطہ کرتا ہو دستیاب نہیں تھا۔ آج کل نیچر کے لیے فطرت کا لفظ ہم لوگ استعمال کرتے ہیں۔ لغات کشوری دیکھیے تو فطرت کے معنی پیدائش اور دانائی لکھے ہیں۔ اس لفظ میں وسعت آئی ہے وہ انگریزی اثر ہی کے تحت آئی ہے۔ اس مختصر سی بحث سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ ادب اور زبان کس طرح بدیسی اثرات قبول کرتے ہیں بلکہ یہ نکتہ دلچسپ ہے کہ ممکن ہے کہ جہاں بدیسی اثر دکھائی نہیں دیتا وہاں بہت گہرا ہو اور جہاں نمایاں ہے وہاں بہت سطحی ہو۔ مثلاً عظمت اللہ خاں کی شاعری میں یہ اثر بالکل نمایاں لیکن سطحی ہے اور اقبال کی بعد کی شاعری میں اوجھل لیکن بہت گہرا ہے۔

سید احمد خاں کے معاصرین میں اسمٰعیل میرٹھی نے غالباً پہلی دفعہ نظم معرا یعنی بلینک ورس لکھی اور اس خوبی سے کہ قافیے کی غیر موجودگی کی طرف خیال ہی نہیں جاتا۔ ان کی تاروں والی نظم ”ارے چھوٹے چھوٹے تارو / کہ چمک دمک رہے ہو“ اگر آپ کو نہیں تو بچوں کو شاید یاد ہو لیکن بچے بھی اب وہ کہاں پڑھتے ہیں۔ جس طرح کی نظم اس دور میں لکھی جا رہی تھی وہ اردو کے مروجہ اصنافِ سخن سے مختلف تھی۔ آزاد، اسمٰعیل اور حالی کی نظمیں قصیدہ، مثنوی، ترجیع بند وغیرہ کلاسکی اصنافِ سخن میں سے کسی کے تحت آئے۔ گو ان کی نظموں میں ان اصناف کا رنگ کافی حد تک موجود ہے۔ لیکن مغربی نظم کا زیادہ گہرا تاثر ہم کو اقبال کے ہاں ملتا ہے۔ آزاد اور حالی کے برخلاف اقبال انگلستان میں رہ چکے تھے اور مغربی تہذیب و فکر کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ بانگِ درا کی بہت سی نظمیں ایمرسن، کوپر، لانگ فیلو اور ٹینیسن سے ماخوذ ہیں لیکن اس سے ہٹ کر بانگِ درا کے پہلے دو حصوں کا ماخذ اور ان کا لہجہ انگریزی کے انیسویں صدی کے شعرا کا رہینِ منت ہے۔ ان مصرعوں کو دیکھیے: ”ہائے کیا فرطِ طرب میں جھومتا جاتا ہے ابر“۔ ”کانپتا پھرتا ہے کیا رنگِ شفق کہسار پر“۔ ”وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا“ یا ابرِ کہسار والی نظم کا یہ شعر دیکھیے: ”کسی وادی میں جو منظور ہو سونا مجھ کو / سبزۂ کوہ ہے مخمل کا بچھونا مجھ کو“ آپ کو ورڈس ورتھ اور شیلی یاد آئیں گے۔

سید احمد خاں کے اسی اصلاحی دور میں ایک نئی صنف یعنی ناول کی ابتدا ہوئی۔ اردو میں اس سے پہلے داستان کی روایت تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ حیرت و استعجاب، خوف و رنج اور مسرت کی کیفیتوں کی ایک زنجیر سی بن جائے جس کی جھنکار سے دل بہلے اور کچھ رات کٹے۔ سرشار کے فسانۂ آزاد میں ناول کے کچھ خد و خال ضرور ملتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اس پر داستان کا رنگ غالب ہے۔ نذیر احمد نے اخلاقی اور اصلاحی مقاصد کے تحت ہی نئی ناول لکھی۔ ان کے ناولوں میں مسلمان گھرانوں اور اوسط طبقہ کی زندگی کی جو عکاسی ہے وہ انگریزی اثر کا نتیجہ ہے۔ نذیر احمد اور ان سے پہلے کے [illegible]

والوں سے گذر کر جب ہم پریم چند تک پہنچتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزی ناول کی واقعیت پسندی کردار نگاری اور نفسیاتی نقوش گری کس طرح اردو میں در آئی ہے۔

علی گڑھ تحریک کے بعد انگریزی اثرات کی دوسری موج بیسویں صدی کے تیسرے دہے میں ابھرتی نظر آتی ہے۔ وہ زمانہ ہے جب انگریزی تہذیب و ادب کا زیادہ گہرا اثر ان نوجوانوں کو حاصل ہوا تھا جنہیں انگلستان میں رہنے اور وہاں کے ادب کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ انھیں میں سے چند افراد نے وہ تحریک شروع کی جسے عام طور پر ترقی پسند تحریک کہا جاتا ہے۔ ترقی پسند تحریک نے جو علی گڑھ تحریک کے مقابلے میں اصلاحی سے زیادہ انقلابی تھی اردو نظم و نثر کے سامنے نئے منظر بدل دئے۔ خصوصاً اردو افسانہ اس دور میں بہت تہہ دار اور وقیع ہو گیا۔ واقعیت نگاری سے لے کر نفسیاتی گرہ کشائی، تحت الشعور کی عکاسی اور تحریری اسلوب تک افسانے کی ساری تحریکیں انگریزی ادب کی چھاؤں میں طے ہوئی ہیں۔ لیکن ان افسانوں کا ماحول مقامی ہے۔ کرشن چندر، عصمت چغتائی، بیدی سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن سب اپنے اپنے تجربے سے قریب ہیں۔ اسی لیے ان کا ادب اس قدر جاندار ہے۔ قرۃ العین حیدر کے ابتدائی افسانوں میں انگریزیت غالب ہے لیکن ان کی بعد کی ناولوں اور افسانوں میں مغربی دانشورانہ رنگ اور شعور کی رو جیسی تکنیک کا ایسا برمحل استعمال اردو ادب میں ایک منفرد چیز ہے۔ بلکہ انھوں نے بعض انگریزی الفاظ بھی بے تکلفی سے استعمال کیے ہیں [illegible] ناسٹلجیا کا لفظ جو انھوں نے بار بار استعمال کیا ہے اور جو ان کی تحریروں کے مزاج میں پیوست ہے۔

ترقی پسند شاعروں کے ہاں نظم کا ایک نیا تصور ملتا ہے اور انھیں لوگوں نے اردو میں آزاد نظم یعنی فری ورس کی بنیاد ڈالی...... دونوں چیزیں قدیم و جدید کے درمیان ایک حد فاصل کی طرح نظر آتی ہیں۔ ماضی سے سلسلہ منقطع نہیں ہوتا لیکن یہ احساس ہوتا ہے کہ اردو شاعری میں ایک موسم تبدیلی آئی ہے۔ ترقی پسندوں نے مارکس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو حلقۂ ارباب ذوق نے فرائڈ سے توسل قائم کیا۔ ن م راشد اور میرا جی جو جدید اردو شاعری کے بانی مانے جاتے ہیں انگریزی اور فرانسیسی رمزیاتی یا علاماتی شاعری سے استفادہ کیا ہے۔ آج کل اردو شاعری میں علائم و اشارات (اکثر لوگ اوصاف صاف امیجری کا لفظ استعمال کرتے ہیں) کا جو استعمال ہے وہ فرانسیسی سے چل کر انگریزی سے ہوتا ہوا اردو تک پہنچا ہے۔

جدید نظم پر ٹی ایس ایلیٹ کی شاعری اور شاعری سے بھی زیادہ اس کی تنقید کا گہرا اثر ہے۔ ایلیٹ نے جو طریقہ بھی اسالیب و علامات کے دفع کرنے اور ان کے خفیہ رشتوں سے نظم کو منظم رکھنے کا دریافت کیا وہ اردو کی جدید نظم میں جابجا سایہ گستر ہے۔ لیکن اردو کے شاعر کو ایلیٹ کی یہ بات بھی یاد ہے کہ ہر ادب اپنی روایت سے انحراف کے باوجود اس سے منسلک بھی ہے اور اس کی بہت ساری علامات اس کے ماضی اور اس کی اپنی سرزمین سے اگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی جدید شاعری پر جہاں ایلیٹ اور اس کے دور کی پرچھائیاں ہیں وہیں اس شاعری کے رشتے غالب و میر اور ان سے پرے بیدل و حافظ تک پہنچتے ہیں۔

انگریزی ادب کا بنیادی اثر اردو ادب پر یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اردو کے شاعر اور نثر نگار نئی اصناف و علامات اور نئی فضاؤں سے آشنا ہوئے اور ان کے ذہن نے آزادی کا مزہ چکھا اور روایت کے بوجھ سے چھٹکارا پاکر بھی اس سے آشنائی رکھنے کا طریقہ سیکھا۔

(حیدرآباد سے نشر)

شمعِ فروزاں

کبیر احمد جائسی

ایک بار کا ذکر ہے ایک شخص نے جلی ہوئی روٹی کھائی جس کی وجہ سے اس کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔ وہ شخص علاج کے لیے طبیب کے پاس گیا۔ حکیم صاحب نے سارا حال سننے کے بعد آنکھوں میں ڈالنے والی دوا نکالی اور مریض کی آنکھ میں ڈالنے لگے۔ مریض یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور اس نے کہا "پیٹ کے درد کا آنکھوں سے کیا تعلق؟" حکیم صاحب نے جواب دیا "اگر تمہاری آنکھیں ٹھیک ہوتیں تو تم جلی ہوئی روٹی کیوں کھاتے۔ اس لیے تم کو پیٹ کے درد کی نہیں آنکھوں کی دوا کی ضرورت ہے۔"

کہنے کو تو یہ حکایت ایک لطیفہ ہے مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس لطیفے میں ایک بڑی حکمت پوشیدہ ہے جو زندگی کے ہر قدم پر ہمارے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے۔ حکیم صاحب کے کہنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ انسان کو صرف ظاہری تکلیف کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے سبب کو تلاش کرکے اسے ختم کرنا چاہیے۔ اگر سبب اپنی جگہ پر باقی رہتا ہے تو خواہ کتنا ہی علاج کیوں نہ کیا جائے ظاہری تکلیف کسی طرح کم ہونے کا نام نہ لے گی۔ اور اگر اصل سبب ختم کردیا جاتا ہے تو پھر اس سبب کی وجہ سے جو بھی تکلیف ہوگی وہ خود بخود ختم ہوجائے گی۔ اس اصول کو اگر ہم اپنی زندگی کا رہنما اصول بنالیں تو ہماری بہت ساری تکلیفوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور ہماری بہت ساری وہ قوتیں جو بے کار صرف ہوجایا کرتی ہیں بچ سکتی ہیں اور ان کو دوسرے مفید کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے انسان کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی تکلیفوں اور مصیبتوں کے اصل سبب کو ختم کرنے کی کوشش کرے اور اس سے پیدا ہونے والی ظاہری تکلیفوں کو نظر انداز کردے۔

ایک مجذوب نے جذب کے عالم میں ایک ایسی بات کہہ دی جو بظاہر شریعت کے خلاف معلوم ہوتی تھی۔ ان کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ قاضی نے ان کی باتیں سن کر فیصلہ کیا کہ ان کو سنگسار کردیا جائے۔ روایت یہ ہے کہ جب ان کو سنگسار کیا جارہا تھا اور لوگ آآ کر پتھر مار رہے تھے تو وہ مجذوب قہقہے لگاتے تھے۔ اتفاق سے اس زمانے کے ایک صاحب حال صوفی ادھر سے گذرے۔ یہ بزرگ مجذوب کے تمام درجے اور مرتبے سے واقف تھے لیکن شریعت کا تقاضا تھا کہ وہ بھی سنگسار میں شریک ہوں۔ انھوں نے اس مسئلے کا یہ حل نکالا کہ ایک پھول اٹھا کر مجذوب کو مار دیا تاکہ شریعت کا تقاضا بھی پورا ہوجائے اور مجذوب کی بے حرمتی بھی نہ ہو۔ اس پھول کا مجذوب کے جسم سے لگنا تھا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ تب مجمع زبان پر جمع تھا کہنے لگا کہ یہ بھی عجیب شخص ہے پتھر کی چوٹ کھا کر ہنستا ہے اور پھول پڑنے پر روتا ہے۔

مجمع کی یہ بات سن کر مجذوب نے جواب دیا "تم سب محرم راز نہیں ہو اس لیے تمہارا پتھر مارنا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں کرتا اور میں تمہاری نادانی پر ہنستا ہوں لیکن جن بزرگ نے مجھ کو پھول مارا ہے وہ میرے حال سے بخوبی واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ درست اور برحق ہے اس لیے ان کا پھول سے بھی مارنا میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے میں اس تکلیف کو برداشت نہ کرسکا اس لیے بے اختیار رونے لگا۔ اگر کوئی ناواقف حال ایسا کرتا تو مجھے مطلق تکلیف نہ ہوتی۔"

اس حکایت کی روشنی میں حسرت موہانی کا یہ شعر پڑھیے۔ شعر کا لطف دوبالا ہوجائے گا۔

خندۂ اہل جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی

(اردو سروس سے نشر)

پہنچ گیا۔ اس نے ایک دن خود کو ایک ٹوٹے ہوئے [illegible] کے ساتھ اکیلے [illegible]۔

لیکن اس دن وہ ریل کے سہارے [illegible] دوسرے دن کھڑی دکھائی [illegible] اور وہ اپنی بیوی کے [illegible] رہا۔ پھر جب وہ لڑکی دکھائی دی تو اس جگہ [illegible] وہ پہلی بار ابھری تھی [illegible] ایک چھوٹی سی [illegible] وہ پُرہجوم شاہراہ کے پیچھے واقع تھی۔ [illegible] اس کی طرف بڑھنا چاہا مگر کوئی قوت [illegible] دھکیلنے لگی۔ وہ لڑکی اس کی کوشش کے سبب [illegible] دیکھنے پر مجبور ہوئی [illegible] اسے اپنے پیچھے تیز [illegible]۔ وہ بھاگتا ہوا گلی سے نکل آیا۔ اور ٹرام کی پٹریوں کے [illegible] تقریباً [illegible] کچھ دیر بعد وہاں سے [illegible] کرتے ہوئے اس نے تیز رفتار کاروں، [illegible] گاڑیوں اور [illegible] کے درمیان اس لڑکی کو [illegible] کوشش کی [illegible] ہوئے کچھ [illegible] اور تب وہ [illegible] گئی۔

اس کا جسم ٹرام کی پٹری پر ایک [illegible] تھا اور تماش بینوں کا [illegible]۔

"کیا میں اس حادثے کے لیے ذمہ دار ہوں؟" اس نے سوچا۔ "یا اس نے خودکشی کی ہے؟ اس کا میرے تعاقب میں بھاگنے کا کوئی سبب نہ تھا — نہیں، میں اس کا پس منظر نہیں، اس کے پس منظر کی تشکیل کسی دوسری جگہ کی گئی ہے [illegible]"

شام کے نیم روشن آسماں کے نیچے وہ ایک فلائی اوور پر کھڑا سوچ رہا تھا —

"یہ کلکتہ [illegible] یہ کلکتہ [illegible]"

(آکاشوانی کلکتہ سے نشر)

بوجھ

انیس رفیع

ڈبے کے سارے مسافر سو رہے تھے کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مگر آنکھیں! سفر میں آئی ہوئی نیند بڑی انمول ہوتی ہے۔ کھلی کھڑکیاں شاید نیند کو اور بھی گہری اور مزے دار بنا رہی تھیں۔ مگر میری آنکھوں نے نہ جانے کیوں نیند کی مخالفت میں ایک لمبی رات کے تین پہر کاٹ دیے تھے۔۔۔

اور یہ رات کا آخری پہر تھا —

جب کھلی کھڑکیوں سے ہوائیں شائیں شائیں کرتی آنکھوں سے ٹکرا رہی تھیں اور منزل کے آنے کی بچی کھچی امید کی کالی بھی [illegible] کھل کر بکھر رہی تھی میں نے سوچا کئی اسٹیشن گذر گئے مگر اتنی تیز ہوا کھڑکیوں سے نہیں آئی۔ لگتا ہے پچھلا اسٹیشن کوئی جنکشن تھا اور کوئلے والا انجن وہیں بدل گیا۔ کیونکہ اب نہ وہ بھک بھک کرتی لے اور نہ رفتار میں دھیما پن۔ غیر معمولی رفتار سے بھگائے جانے والا انجن بالکل بے آواز لگ رہا تھا۔ البتہ تیزی سے کٹتی ہوئی پٹریوں کی آواز کانوں پر حملہ آور تھی۔ میں نے اُٹھ کر دو تین کھڑکیوں کے شیشے گرا دیے باقی سب ویسے ہی چھوڑ دیے ممکن ہے دوسرے مسافروں کی نیند شیشوں کی وجہ سے متاثر ہوتی کہ ٹوٹی ہوئی نیند اور چھوٹے ہوئے دوست کا کوئی ٹھکانہ نہیں پھر لوٹے یا نہ لوٹے۔!

کتابوں کے اوراق کے درمیان کسی الٹ پلٹ کے کارن زندگی کے اوراق آجائیں تو جیسے آنکھیں کینچ سے آلودہ ہو جاتی ہیں۔ اور جاگی ہوئی آنکھوں پر سونے کی مہر لگ جاتی ہے۔ پھر سامنے کا سب کچھ بیکار ہو جاتا ہے اور ٹٹول ٹٹول کر سب کچھ جاننے کا آرٹ لاچاری اور بے بسی کی دلیل ہے۔ میری بے بسی اور لاچاری تو بس اپنی نشست سے اُٹھ کر ٹائیلیٹ تک جانے کے بیچ تک تھی اور اگر ٹائیلیٹ تک پہنچ جاؤں تو کینچ چپکے سے انگلیوں کے پور پر اُتر آئے۔

مگر ایک خدشہ — انگلیوں کی پور پر پسری ہوئی کینچ کہیں اُتر کر سارے ڈبے میں نہ پھیل جائے۔ کہیں ایسا ہو گیا تو ہم سب کتنے لت پت، لت پت سے لگیں گے۔

ہوں، تو جو کچھ میری سوچ میں داخل ہو جائے وہی ہوتا ہے کیا؟ کبھی کبھی لگتا ہے کہ ہاں وہی ہوتا ہے۔ — اور کبھی جیسے وہ سب کچھ ہوتا ہی نہیں جو میری سوچ میں داخل ہے۔ اب یہ ڈبہ، یہ مسافر، کھڑکیاں ڈبوں کے بھاگنے کی رفتار سب ہی میری سوچ کی گرفت میں آئے ہوتے ہیں۔ پر کیا یہ واقعی؟ اس سوال کے ساتھ ہی کچے کچے دھاگے ٹوٹنے لگے ہیں۔

ان کھڑکیوں سے باہر جھانکا نہیں جا سکتا۔ ہواؤں کی سنسناہٹ، پہیوں کی خطرناک پھسلن، برتھ پر سو جاؤ تو پورے سفر کا دباؤ تلوؤں، گھٹنوں، کمر پیٹھ سب سے گذرتا ہوا دماغ کے اندر جیسے گولے کی طرح گھس جاتا۔ اور پھر برتھ پر عجیب سی جھنجھناہٹ اُدھیڑ دیتی۔ پر شاید یہ گولہ پھٹنے کے پہلے ہی پھٹ جاتا ہے اس کو کوئی analysis نہیں دوسری طرف سے آنے والی ریل اس دباؤ کو تناؤ میں بدل دیتی ہے۔ Single Track کا زمانہ کتنا اچھا رہا ہوگا۔ مگر اب تو سب کچھ ڈبل ٹریک پر دوڑ رہا ہے۔ ریل، آدمی اور اس کا چہرہ۔

شاید دوسری طرف سے ریل آنے والی ہے۔۔۔

اب فیصلہ یہی ہے جو اگلا اسٹیشن ہو وہیں اُتر جایا جائے۔ دوسری طرف سے آنے والی ریل گذر رہی تھی — گھڑی کو کان کی طرف لے گیا ٹِک ٹِک کی آواز بھی گم تھی مگر قیاس یہ وقت ریل سے اُترنے کا نہیں لوگ ریل ایسی پکڑتے ہیں کہ انھیں رات بھر اُترنا نہ پڑے اور صبح کے ساتھ منزل بھی سامنے آجائے۔

بریک کا دباؤ پہیوں پر ایسا پڑا کہ ہر شے رک گئی۔ جیسے ایک کال ٹھہر گیا ہو — اور میں اپنے کیے ہوئے فیصلے کے مطابق وہیں پلیٹ فارم اُتر گیا۔ گرچہ صبح تھی مگر تاریکی کا پڑاؤ اب بھی باقی تھا۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے سے قبل ہی مجھے لانے والی تیز رفتار گاڑی پلیٹ فارم سے سرک گئی جب پیچھے مڑا تو اس کی چھوڑی ہوئی سنسناہٹ سے کنپٹیاں گرم ہو چکی تھیں۔ دیکھنے کی جو بھی حد ہو سکتی تھی اس کے پاس یا دور پلیٹ فارم ہی پلیٹ فارم دکھائی پڑ رہا تھا — کئی بار آنکھیں ملیں کہ شاید پلیٹ فارم کے علاوہ بھی

غزل

مسلم نواز

شیرازۂ حیات میرا جب بکھر گیا
میرا وجود اپنے ہی سائے سے ڈر گیا

لمحے اُجڑ اُجڑ کے بنائے تھے ماہ و سال
جھونکا ذرا کا آیا تو سب کچھ بکھر گیا

جو شخص مجھ سے میرا لہو مانگتا تھا کل
ہاتھوں میں اپنا سر لیے میں اس کے گھر گیا

جس نے عطا کیا تھا مجھے عزمِ زندگی
کیا جانے کس طرف وہ میرا راہبر گیا

زنجیر پاؤں میں تھی مگر حوصلہ تھا ساتھ
میں اس کی جستجو میں نگر سے نگر گیا

بکھرا کے اپنی زلف یہ کہتے ہیں مجھ سے وہ
لے اے نوازؔ تیرا مقدر سنور گیا

(کلکتہ سے نشر)

کچھ نظر آجائے۔ میں نے سوچا تاریکی کے چھٹنے تک اسی شیڈ کے نیچے بنچ پر اپنا بوجھ اتارا جائے اور خود کو کھول کر پھیلایا جائے۔

ایک بوڑھا قلی جیسے نیند نہ آنے کا مرض تھا میرے بوجھ کے پیچھے لگ گیا۔۔۔ قلی پر پیسے خرچ کرنے کا ارادہ بالکل ہی نہ تھا کہ یہاں تو بس یوں ہی اتر گیا تھا۔ تنہا وقت بچنے کے لیے۔ لیکن پھر میں نے سوچا یہ قلی اپنے پلیٹ فارم کی ہر اینٹ پہچانتا ہوگا۔ اس سے بڑی مدد ملے گی اگر معمولی اُجرت پر تیار ہو جائے ۔۔۔ بہر حال اس کی ضرورتوں نے میرے اندر کا بیوپاری پہچان لیا۔ بات طے ہوگئی کہ وہ میرا آدھا بوجھ ڈھوئے گا اور دو روپے کی جگہ صرف ایک روپیہ لے گا۔ وہ ایسا اس لیے کہہ رہا ہے کہ اس کے دوسرے ساتھی ابھی سوئے ہوئے ہیں۔ اور جب سوئے ہوئے ہوں تو بند مٹھی کھلوانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہم دونوں سامان کے ساتھ قریب رکھتے والے شیڈ کی طرف روانہ ہوئے جب ایک بنچ کے قریب پہنچے تو کسی کے پھنکارنے کی آواز آئی۔ میں سہم گیا بوڑھا قلی مسکرایا "یہ اژدھے کی پھنکار نہیں ہے۔ سوری بابو کا خراٹا ہے۔"

"کون ہیں یہ سوری بابو ؟"

"یہ یہاں کے بہت بڑے زمیندار ہیں۔ کسی گاڑی کا انتظار کر رہے ہیں۔ بہت دنوں سے وہ گاڑی نہیں آئی ہے۔ اس انتظار میں وہ اپنا گھر بار، کھیت کھلیان سب کچھ چھوڑ چکے ہیں اب مستقل پلیٹ فارم پر رہتے ہیں کبھی ان کا پالتو ہاتھی انھیں آکر دیکھ جاتا ہے۔ پر یہ اسے دیکھنا نہیں چاہتے۔"

"کیوں ؟"

"یہ راز ان کے اور ہاتھی کے درمیان ہے۔ وجہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ ہاتھی کا مہاوت بھی۔"

"تو کیا اس بنچ پر بیٹھنے کی اجازت دیں گے زمیندار صاحب ؟"

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ! یہ بہت بڑے آدمی ہیں۔ آئیے دوسرے شیڈ میں چلتے ہیں۔

یہ بنچ بھی فل ہے ۔۔۔ اس پر بانسری بابا براجمان ہیں۔ یہ تھوڑی ہی دیر میں اُٹھ کر بانسری بجائیں گے۔ سورج اپنے پاؤں چادر سے باہر کرے گا اور صبح ہو جائے گی جب تک بابا کی بانسری نہیں بجتی کوئل نہیں کوکتی ۔۔ ابابیل اپنے پر نہیں جھاڑتے، سانپ اپنے کانٹے نہیں کھولتے سورج پاؤں نہیں پساتا، سحر نہیں ہوتی ۔۔۔ بابا کی آنکھیں بند ہیں بہت بڑے کلاکار ہیں مگر اس پلیٹ فارم کو نہیں چھوڑتے شاید بابا سے کسی نے اسٹامپ پر لکھوا لیا ہے کہ وہ دو چیزیں نہیں چھوڑیں گے ۔۔۔ یہ پلیٹ فارم اور بانسری۔ اور اگر بابا نے پلیٹ فارم چھوڑ دیا تو دن و رات کا کیا ہوگا سنا ہے ان کے پہلے بھی ایک بابا تھے 'اکتارا والے بابا' وہ بھی اس پلیٹ فارم پر رہا کرتے تھے مگر شاید ایک دن ان کی گاڑی آگئی۔ وہ چلے گئے۔ پر بھگوان کی لیلا اپرم پار شام کی گاڑی سے بانسری والے بابا آن پڑے۔ بہت بڑے بانسری واد ہیں بابا۔ ان کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ حالانکہ تو اس بنچ پر چار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ مگر آئیے آگے والے شیڈ کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں کوئی بنچ خالی ہو۔"

آگے والے شیڈ میں بھی بنچ خالی نہ تھا۔ چار پانچ بکسوں سمیت ایک موٹا سا آدمی اس پر پڑا ہوا تھا قلی اسے دیکھ کر جیسے کانپ گیا۔ بولا "صاحب یہاں بات نہ کرو۔ نہیں نیند ٹوٹ گئی تو آفت ہو جائے گی دو بار اس کی نیند ٹوٹی ہے ۔۔۔ دونوں بار دو اسٹیشن ماسٹروں کی بدلی ہوگئی۔ پتہ نہیں اس کے بکسوں میں کیا ہے۔ جب کبھی اس کی نیند ٹوٹتی ہے کچھ نہ کچھ بدل دیتا ہے یہ ہمیشہ گاڑی کا انتظار کرتا ہے۔ مگر اسے گاڑی کبھی نہیں ملتی۔ چھوٹ جاتی ہے اور پھر رات کو یہیں پلیٹ فارم پر سو جاتا ہے اسے کوئی جگاتا نہیں بس بانسری بابا کی تان ہی اسے اٹھاتی ہے یہ بہت بڑا ہے صاحب۔ یہاں سے نکل چلیے۔ دو ایک شیڈ اور بھی دیکھ لیں۔

اس شیڈ میں کچھ امید تھی وہ بھی جاتی رہی لنگڑا لولوں کے دخل میں ہے یہ بنچ۔ یہ سب بے تاج بادشاہ ہیں۔ یہ کسی کی نہیں سنتے، اپنی کرتے ہیں۔ سنتے پر ان کا تو اس نہیں۔ جو چاہا کرتے ہیں۔ کرتے ہی جاتے ہیں۔ دھر پکڑ ہوتی ہے تو ایک دو روز ادھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ بنچ مسافروں کے قبضے میں شاید ہی آتا ہے کہ ان کی برسوں کی بیٹھک سے میل کی اتنی تہیں جم چکی ہیں کہ اب بنچ کی جگہ میل ہی میل ہے۔ دوسرے مسافر اس پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ میں نے سوچا اگر خالی ہو تو شاید آپ اس پر بیٹھنا پسند کریں۔

"کیوں ۔۔۔؟"

وہ اس لیے کہ آپ کو بیٹھ جانے کی شدید خواہش ہے

"سوال یہ ہے کہ یہ لوگ آخر پلیٹ فارم پر ہی کیوں؟"

سوال بہت گمبھیر ہے۔ میں بھی کبھی کبھی یہی سوچتا ہوں۔ اب تو مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ میں خود کب سے پلیٹ فارم پر ہوں۔ کب آیا تھا، کیسے آیا تھا یہاں۔ ایک ہی چیز رہ جاتی ہے بوجھ اور اس کے عوض چند سکے۔ پیٹ اور پھر وہی بوجھ۔ سبھی چھوڑ چلنے والے یہ لوگ بھی نہ جانے کب سے اس لمبے پلیٹ فارم کی کہانی میں شامل ہیں۔ آج تیس بتیس سال سے ہر رات حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ کہانی کہیں ٹھہرتی ہی نہیں ہر رات کچھ اور ہی لمبی ہو جاتی ہے اسے کوئی پکڑ ہی نہیں پاتا ۔۔۔ بانسری بابا کو ہی لیجیے۔ ان کے آنے سے لگا کہ شاید کہانی ٹھہر جائے گی مگر رات کے آنے تک کہانی نے پھر بڑھنا شروع کیا اور پھر پھیلتی ہی چلی گئی

"تو تمہاری اس کہانی میں ریل کی پٹریاں اور انجن شامل نہیں ہیں ؟"

نہیں کہانی میں یہ شامل نہیں ہے بلکہ کہانی ان کا انتظار کرتی ہے کہ وہ خود اس میں شامل ہو جائیں۔

"بات بہت دلچسپ کرتے ہو۔"

بات نہیں، کہانی بہت دلچسپ ہے۔

"میرا سوال تو وہیں رہ گیا۔ یہ لوگ پلیٹ فارم پر ہی کیوں؟"

وہ اس لیے کہ یہ سب بے ٹکٹ ہیں۔ یہ پلیٹ فارم پر ہی رک جاتے ہیں انھیں کبھی کوئی ٹرین نہیں لینے والی بس چمکتی پٹریوں پر اپنی آنکھیں چلا کر تشفی کر لیتے ہیں خیر چھوڑیے ان باتوں کو اب آخری شیڈ بھی دیکھ لیا جائے، چلیے۔

قلی بوجھ سے تمہاری کمر اتنی جھک جائے گی معاف کرنا تمہیں خواہ مخواہ تکلیف دی۔

نہیں کوئی بات نہیں۔ کام تو کرنا ہے۔ دن میں بوجھ تو جوان قلیوں میں بٹ جاتا ہے اس لیے رات کے مسافروں پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

"یہ چلتے چلتے رک کیوں گئے۔ ؟"

اب مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ روشنی بھی کچھ کم ہے۔

"تو پھر اتارو سامان۔"

نہیں نہیں اپنا باقی بوجھ بھی مجھے دے دیجیے۔

"لیکن ۔۔۔"

لیکن ویکن کچھ نہیں۔ پیسہ کی فکر مت کیجیے۔ ایک ہی روپیہ لوں گا

"پر ایک روپیہ میں پورا بوجھ ڈھونا۔۔۔ وہ بھی جب کہ تمہاری کمر.... آخر کیوں ؟"

جواب نہ دے کر اس نے بڑی تیزی سے میرا بوجھ جھپٹ لیا اور پھر سر پر رکھ کر چلنے لگا۔ اور جب آخری شیڈ کی روشنی بہت قریب آگئی تو میں نے دیکھا جھکی کمر والے بوڑھے قلی کی کمر سیدھی ہو چکی تھی۔ میں نے متعجب نظروں سے اُسے گھورا۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی سوال کرتا وہ خود ہی بول پڑا ۔۔۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں نصف بوجھ ڈھونے کا عادی نہیں !!

(لکھنؤ سے نشر)

کھنڈر کا آسیب

قیصر زاہدی

دوپہر ہوتے ہی محلے کی کئی لڑکیاں اور لڑکے سید صاحب کے پچھواڑے میں جمع ہوجاتے اور خوب اودھم مچاتے۔ لڑکیاں کبھی گڑیوں سے کھیلتیں، کبھی زمین پر لکیریں کھینچ کر کھیلتیں اور کبھی مٹیوں سے گھروندے بنا کر کھیلا کرتیں۔ اکثر جب کچھ دنوں تک ایک ہی قسم کے کھیل کھیلتے ہوتے ان کا دل بھر جاتا تو پھر کسی دوسرے طرح کا کھیل کھیلنے شروع کردیتیں۔ اسی طرح لڑکے کبھی کبڈی، کبھی گلی ڈنڈا اور کبھی چور سپاہی وغیرہ کھیلتے یا پھر بیر کے درخت پر چڑھ کر کچے پکے بیروں کو توڑا کرتے، وہاں انھیں روکنے والا کوئی نہ ہوتا ————

کسی زمانے میں سید صاحب کے یہاں بہت گہما گہمی رہتی تھی۔ مگر اب تو سارے گھر میں ہو کا عالم رہتا تھا کیونکہ تینوں لڑکیاں شادی کے بعد اپنے اپنے سسرال میں تھیں۔ اور دونوں لڑکے جب نوکری کی غرض سے بیرون ملک گئے تو وہیں کے ہوکر رہ گئے تھے۔ اور اب تو دونوں نے وہیں شادی بھی کرلی تھی۔ اور والدین نے صرف بہو کی تصویر ہی دیکھ کر صبر کرلیا تھا حالانکہ دونوں لڑکے یہ چاہتے تھے کہ والدین سب کچھ بیچ کر ان کے پاس ہی چلے آئیں اور ساتھ رہیں۔ مگر اکثر دونوں سرد آہیں بھر کر کہتے "ہم نے تو ساری عمر یہیں گذاری ہے، اب تو بس ہمیں یہیں کی مٹی چاہیے"۔ اب تو پہلے کی طرح اس گھر میں نوکروں کی فوج بھی نہیں رہی تھی۔ آہستہ آہستہ سارے نوکر چاکر بھی رخصت ہوتے چلے گئے تھے۔ بس ایک پرانی خادمہ رہ گئی تھی جو گھر کے کام کاج دیکھتی۔ ضعیف العمری کے باعث اکثر اوقات سید صاحب نماز پڑھنے مسجد بھی نہ جاتے بلکہ گھر پر ہی نماز ادا کرلیتے تھے۔ اس طرح باہر کی دنیا سے بے خبر دونوں میاں بیوی مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتے رہتے یا پھر لیٹے بیٹھے کھانستے رہتے ———— اور محلے کے بچے باہر خوب دھما چوکڑی مچاتے ————

کچھ ہی روز قبل چنی کی بڑی بہن کی شادی ہوئی تھی۔ شادی کا سارا منظر اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ باجی کے بدن پر ابٹن ملا گیا تھا، پھر باجی کے ہاتھوں میں مہندی رچائی گئی تھی، سرخ جوڑے پہنائے گئے تھے۔ ڈھول باجوں کے ساتھ برات آئی تھی۔ ہر طرف آتش بازیاں چھوڑی جارہی تھیں۔ گھوڑے پر سوار ہوکر نوشہ آیا تھا، اور پھر باجی کو بیاہ کر اپنے ساتھ لے گیا تھا ————

خود اس نے بھی اس روز نئے نئے کپڑے پہنے تھے۔ نیل پالش لگائی تھی، چوڑیاں پہنی تھی ———— شادی کا وہ دل کش منظر اسے بے حد پسند آیا تھا۔ گیتوں کی مدھر آواز اب بھی اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی ————

آج جب وہ سید صاحب کے مکان کے پچھواڑے میں کھیلنے پہنچی تو دیکھا کہ نسیمہ، فہیدہ، سلطانہ، بانو اور گڈی وغیرہ پہلے سے ہی موجود ہیں۔ "آج ہم لوگ شادی کا کھیل کھیلیں گے"۔ اس نے آتے ہی کہا تھا۔ سبھی لڑکیوں نے اس کی تجویز کو پسند کیا۔ پھر سوال ہوا کہ دلہن کون بنے گی اور دلہا کسے بنایا جائے ————

"کیوں نہ ہم لوگ اس کھیل میں جنو، فرید، اسلم اور پرویز کو بھی شامل کرلیں"۔ نسیمہ نے کہا۔ ہاں ہاں اچھا رہے گا۔ سبھوں نے ایک زبان ہوکر کہا ———— پھر لڑکوں کو بھی اس کھیل میں شریک ہونے کے لیے پکار لیا گیا جو کچھ ہی دور پر چور سپاہی کھیل رہے تھے۔ چونکہ نسیمہ اور فہیدہ دوسری لڑکیوں کی بہ نسبت عمر میں کچھ زیادہ تھیں۔ اس لیے ان دونوں نے ماں بننا پسند کیا۔ سلطانہ کو دلہن بننے کے لیے راضی کیا گیا اور پرویز کو دلہا۔ پھر لڑکیاں دو ٹولیوں میں بٹ گئی تھیں۔ گویا ایک نوشہ کا گھرانہ تھا اور دوسرا دلہن کا۔ پھر گیت گاتے جانے لگے، دلہن کے جسم پر ابٹن لگنے لگا۔ چنی نے اپنا سرخ دوپٹہ اتار کر سلطانہ کے سر پر ڈال کر گھونگھٹ تان دیا تھا ————

اسلم کہیں سے ایک ٹن کا ڈبہ اٹھا لایا تھا۔ پھر بینڈ باجے کے ساتھ برات روانہ ہوئی اور پورے میدان کا دو تین چکر لگانے کے بعد برات دلہن کے دروازے پر پہنچی۔ تب لڑکیوں نے گیت کی آواز تیز کردی۔ لڑکوں نے بھی زور زور سے ٹن بجانا شروع کردیا ———— فرید جھٹ پٹ مولوی صاحب بن گیا تھا اس نے نکاح پڑھایا۔ پھر اسی طرح میدان کا دو تین چکر لگاتے ہوتے برات والے دلہن کو لے کر رخصت ہوتے۔ پھر دلہن اور دلہا کو اس ٹوٹے ہوتے کمرے میں لے جایا گیا، جس میں کسی زمانے میں سید صاحب کے نوکر رہا کرتے تھے۔ مگر اب تو یہ کمرہ کھنڈر میں تبدیل ہوچکا تھا۔ اس کے دو جانب کی دیواریں مسمار ہوچکی تھی۔ چھپر کی جگہ پر بس اب دو چار بلیاں ہی بچی ہوئی رہ گئی تھیں۔ دلہا اور دلہن کو حجلۂ عروسی میں پہنچا کر باقی لڑکے اور لڑکیاں باہر نکل گئیں مگر جیسے ہی دلہا نے دلہن کا گھونگھٹ اٹھا ٹھیک اسی وقت سلطانہ کو ماں کے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سلطانہ کو تلاش کرنے آئی تھی۔ ماں کی آواز سنتے ہی سلطانہ کمرے سے باہر نکل پڑی اور اس کے پیچھے پرویز بھی۔ پہلے تو ماں اسے عجیب انداز سے گھورتی رہی تھی پھر سوال کیا "کیوں ری تو اس کوٹھری میں کیا کر رہی تھی؟" ———— "اماں ہم لوگ دلہا بٹیا کا کھیل کھیل رہے تھے"۔ اس نے بڑے ہی معصومانہ انداز میں جواب دیا۔ ہاں ہاں میں دن بھر کھٹ کر، دائی گیری کرکے لاکر تجھے کھلاؤں اور تو یہاں .... کم بختی کی ماری، چڑیل، خدا غارت کرے ان چھوکریوں کو اور ان حرامزادے لونڈوں کو بھی ذرا شرم نہیں۔ خبردار جو پھر آئندہ یہاں کھیلنے کو تو آئی ———— پھر وہ سلطانہ کو اپنے ساتھ لے کر چلی گئی تھی۔

جب دوسرے دن لڑکیاں کھیلنے کو جمع ہوتیں تو پھر انھوں نے دلہا بٹیا ہی کھیلنے کا پلان بنایا اور سلطانہ کو دلہن بننا پڑا۔ اور آج پھر عین وقت پر جیسے ہی دلہے نے دلہن کا گھونگھٹ اٹھایا ہی تھا کہ سلطانہ کی ماں کے پکارنے کی آواز آئی۔ آج تو اسے کمرے سے نکلتے دیکھ کر اس کی ماں کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئی تھیں۔ اس نے دانت پیستے ہوتے پہلے تو سلطانہ کو کئی طمانچے رسید کردیے۔ اور پھر برس پڑی۔ اس نے لڑکیوں کو بھی خوب کوسا اور لڑکوں کو ان کے والدین سے شکایت کردینے کی دھمکی دی۔ سلطانہ حیران تھی۔ آخر پہلے تو کبھی یہاں ان لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے پر ماں کو اتنا غصہ نہیں آتا تھا۔ آخر دو روز سے ماں کو کیا ہوگیا ہے۔ میں نے کونسا برا کام کیا ہے۔ اس دن یہ سوال بار بار اس کے ذہن پر تازیانے لگاتا رہا تھا۔ جب تیسرے دن بھی دلہا بٹیا ہی کھیلنے کا منصوبہ بنا تو سلطانہ نے دلہن بننے سے انکار کردیا مگر بار بار سہیلیوں کے اصرار پر اسے راضی ہونا ہی پڑا۔

اور آج پھر وہی ہوا، جیسے ہی دلہا نے دلہن کو گھونگھٹ سے بے نقاب کیا سامنے سلطانہ کی ماں کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں غصہ سے چمک رہی تھیں۔ سلطانہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ "سؤر کی اولاد، آخر ذات کا بھی تو کچھ اثر ضرور ہی آئے گا"۔ یہ کہتے ہوتے پہلے اس نے پرویز کی پیٹھ پر ایک لات جمادی۔ اچانک اس حملے سے وہ گھبرا گیا اور بے تحاشہ کمرے سے نکل بھاگا۔ پھر وہ سلطانہ کی طرف بڑھی، کیوں ری حرام خور میں نے تجھے منع کیا تھا نا۔ مگر تو ہے کہ مانتی ہی نہیں، کم بختی کی ماری تو نے تو میرا جینا حرام کر رکھا ہے، کیوں اپنے ساتھ ساتھ میری بھی ناک کٹوانا چاہتی ہے۔ پھر اس نے سلطانہ کی پیٹھ پر دو تین لات جمائی۔ بیچاری درد سے کراہ اٹھی۔ "نہیں ماں اب پھر کبھی نہیں..... کبھی نہیں ماں ..... پھر کبھی نہیں ...."۔ وہ روتی ہوئی کسی طرح کہہ پارہی تھی۔ پھر اس کی ماں اس کی چوٹی پکڑ کر کھینچتی ہوئی گھر میں لائی اور زور سے ڈھکیل دیا۔ اس کا سر دیوار سے زور سے ٹکرایا اور کٹی ہوئی شاخ کی طرح وہ زمین پر گر پڑی۔ اس کے سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ اس کے کپڑے جو مار کھاتے وقت کئی جگہ سے پھٹ بھی گئے تھے، خون سے رنگ گئے۔ اس کی ماں کے بڑے بڑے بے ترتیب ناخون نے اس کے چہرے پر بھی کئی زخم لگائے تھے۔ جس سے چہرہ بھی لہولہان ہورہا تھا

ایک ہی درد

شگفتہ امجد

آج مہینے کی پہلی تاریخ تھی۔ آفس کے بھی اسٹاف کو تنخواہیں مل چکی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے اس کی جیب میں بھی رکھی گئی تنخواہ کسی پرندے کی طرح پھڑپھڑا کر راہ فرار کے موقعے ڈھونڈ رہی تھی۔

دن بھر فائیلوں سے بری طرح گم رہنے کے بعد اسے کافی دیر سے نجات ملی تھی۔ اس نے کئی گھنٹوں سے چائے بھی نہیں پی تھی شاید اسی لیے وہ تھکن محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ بغیر کسی سے کچھ کہے ہوئے آفس سے باہر آگیا اور نزدیک کے ٹی اسٹال پر آکر چائے کا آرڈر دے دیا۔ اسی بیچ اس کے ہاتھ غیر ارادی طور پر جیب کے اندر چلے گئے اور پھر وہ بڑی توجہ سے گننے لگا۔ دس، ۔۔۔ بیس ۔۔۔ پچاس ۔۔۔ کل ملا کر ساڑھے تین سو تھے۔ پھر جب چائے کا گلاس اس کے سامنے آیا تو اسے لگا جیسے گلاس سے اٹھتی ہوئی بھاپ دراصل اس کی الجھنیں اور پریشانیاں ہیں جو اس کے دماغ سے نکل نکل کر باہر آرہی ہیں۔ جانے کیوں وہ تنخواہ پاکر ایک دم بجھ سا گیا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی سوئی ہوئی ساری ضرورتیں کسی بچے کی طرح جاگ کر چیخ اٹھی ہوں۔

حالانکہ آفس کے دوسرے لوگ آج خوش نظر آرہے تھے کم سخن شرما جی آج لوگوں سے ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ اصول و ڈسپلن کے سخت پابند دینش سنگھ بھی آج سبھوں کے ساتھ قہقہے لگا رہے تھے اور ہمیشہ اپنی مصیبتوں کا رونا رونے والے مجید صاحب بھی آج بات بات پر شعر سنا رہے تھے۔ مگر اسے کیا ہو گیا۔ تنخواہ تو ان لوگوں کی طرح اسے بھی ملی تھی مگر پھر بھی ایسا کیوں ہے۔ تنخواہ مل جانے کے بعد تو اسے لگ رہا تھا جیسے الجھنوں کے سانپ اس کی طرف سرکتے آرہے ہیں۔ اس کی نگاہوں کے سامنے بیتیوں اور پریشانیاں طرح طرح کے روپ میں کھڑی ہو گئیں۔ اسے لگا کہ اب وہ خود بھی اگلے پل ایک الجھن بن جائے گا۔

چائے پینے کے بعد وہ باہر نکل آیا اپنی سائیکل اٹھالی اور دھیرے دھیرے سڑک پر بڑھنے لگا۔ اس کی سائیکل کسی پرانے ٹی۔ بی کے مریض کی طرح لب جان تھی اور اچانک ہی کسی وقت بھی دم توڑ دینے کو تیار تھی۔ اس نے پچھلے دنوں سوچ رکھا تھا کہ تنخواہ ملتے ہی سائیکل کی مرمت کرے گا اور کچھ پارٹس بدل دے گا یہی سوچ کر وہ سائیکل کی دوکان پر آیا۔ دوکان کا مستری سائیکل دیکھ کر بولا۔

"اجی مرمت میں جتنے پیسے لگیں گے اس سے بہتر تو تم کوئی نئی سائیکل ہی لے لو"

وہ بڑی کشمکش میں چند لمحے اس بیمار سائیکل کو دیکھ رہا تھا کہ کہیں کسی وقت وہ ساتھ چلنے سے بھی انکار نہ کر دے۔ پھر وہ بنا کچھ کہے ہی دوکان سے باہر نکل آیا اور سڑک پر بھیڑ میں کھو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا ضرورتوں کے انبار میں کس طرح چند اہم ضرورتوں کو الگ کرے۔ اس کے سامنے تو جتنی ضرورتیں تھیں سب اہم ہی تھیں۔ اسے یاد آیا کچھ دن پہلے اس کی ماں کا خط آیا تھا کہ اسے گٹھیا کا درد پھر پریشان کر رہا ہے دوا کے لیے اس بار کچھ زیادہ ہی پیسے بھیج دے۔

اس کی بیوی نے لکھا تھا چنو کو میعادی بخار ہو گیا ہے علاج کے لیے پیسے نہیں۔ اس کی چھوٹی بیٹی لیلا نے شکایت کی تھی کہ اس کی ساری فراکیں پھٹ چکی ہیں اور اسکول کے لیے اسے نئی فراک چاہیئے۔ ایک ہفتے قبل اس کے چھوٹے بھائی نے لکھا تھا اسکول کی فیس کی وقت پر ادائیگی نہ ہونے سے اس کا نام کٹ چکا ہے دوبارہ داخلے کے لیے پچاس روپے کی ضرورت ہے۔ اور وہ ساری فرمائشوں اور ضرورتوں کو تہہ لگا لگا کر رکھتا رہا۔ اس نے سوچا اس کا وجود تو ٹکڑے ٹکڑے میں بٹ چکا ہے اور اپنے لیے تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ وہ تو جیسے منتظر ہوتا تھا اپنے خطوط کا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ہر بار کوئی نہ کوئی نئے مسائل ضرور سامنے آجائیں گے اور اس کے وجود کو گھن کی طرح کمزور کرتے رہیں گے۔

اس کی ماں جو کسی پرانے مرض کی طرح اس کے وجود سے چمٹی ہوئی تھی اسے ہر ماہ پچاس روپے بھیجنے تھے۔ اس کی بیوی جونک کی طرح مسلسل اسے چاٹ رہی تھی اور اس سے چھٹکارا پانے کے لیے اسے ہر ماہ موٹی رقم بھیجنی پڑتی۔ بچوں کی پڑھائی اور کپڑوں کی ضرورتیں اسے زکام کی طرح بار بار پریشان کرتیں۔

ان سب کے بیچ وہ خود کو فراموش کر جاتا۔ اسے تو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس کے پاؤں کی سلیپر میں تین ماہ سے لگی سیفٹی پن کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی ختم کر سکتی ہے۔ وہ تو دروازے پر بیٹھا وہ السا نوکر تھا جو مسلسل اپنی وفاداری کا ثبوت دینے جا رہا تھا۔

اچانک سڑک پر ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ شاید کوئی بچہ کسی کار کی زد میں آکر ہلاک ہو گیا تھا۔ بھیڑ کافی بڑھ گئی تھی۔ وہ اپنی الجھنوں کے گھیرے سے نکل کر اس بھیڑ میں کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے تک وہ دم توڑتے اس بچے کو دیکھتا رہا۔ اسے احساس ہوا۔ وہ الجھنوں اور مصیبتوں کے شکنجے میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ اسے موت بھی آزاد نہیں کر سکتی۔ تھوڑی دیر تک وہ یونہی کھڑا رہا۔ پھر پیٹ کی اٹھتی ہوئی اینٹھن نے احساس دلایا کہ وہ بہت بھوکا ہے۔

پھر وہ ایک دوکان کی جانب بڑھ گیا جہاں اس جیسے کئی لوگ ٹھنڈی پھیکی پکوڑیوں سے پیٹ کی آگ بجھا رہے تھے۔ وہ بھی کھانے لگا اور جب کھا کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا، تو جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ اس کی جیب خالی تھی۔ چند لمحے وہ یوں ہی بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر اسے احساس ہوا کہ کوئی اس سے بھی زیادہ ضرورت مند تھا۔

یہ سوچ کر وہ خالی خالی سا دوبارہ اپنی تاریکیوں میں گم ہو گیا۔

(پٹنہ سے نشر)

شام ہوتے ہوتے وہ بخار میں جلنے لگی تھی۔ درد سے اس کا جوڑ جوڑ ٹوٹ رہا تھا —— جب بھی اس کی آنکھ لگتی وہ اک انجانے خوف سے چونک اٹھتی اور بڑبڑانے لگتی ——

"نہیں ماں اب پھر کبھی نہیں ..... کبھی نہیں ماں ... پھر کبھی نہیں ......"

لیکن اس واقعہ کو آج پانچ سال بیت چلے تھے۔ بچپن کے تمام واقعات پانچ سال کے شب و روز کی گرد کی تہہ کے نیچے چھپ چکے تھے۔ اس مدت میں اس کی بیشتر سہیلیاں بیاہی جا چکی تھیں۔ اور آج سلطانہ کی بھی برات آرہی تھی۔ اس کے جسم پر ابٹن ملا گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں مہندیاں رچائی گئی تھیں سرخ جوڑے پہنا کر گھونگھٹ تان دیا گیا تھا۔ ڈھول باجوں کے ساتھ برات آئی۔ مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا۔ رات بھر رسم ادا ہوتی رہی اور صبح ہوتے ہی اسے دولہا کے ساتھ رخصت کر دیا گیا ——

حجلۂ عروسی پھول پتیوں سے خوب سجایا گیا تھا، دیواروں پر رنگ برنگے نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ وہ گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی تھی تبھی دروازہ کھلنے کی آواز ہوئی اور کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے شرم سے نظریں جھکا لیں۔ پھر کسی کے مسہری پر بیٹھنے کی آہٹ ہوئی۔ پھر اس نے دیکھا کہ دو ہاتھ اس کے گھونگھٹ کی جانب اٹھ رہے ہیں۔ اور پھر اس کے دولہا نے اس کا گھونگھٹ الٹ دیا۔ مگر جیسے ہی وہ گھونگھٹ سے بے نقاب ہوئی، ایک خوفناک چیخ مار کر اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا، بالوں کو بکھیر دیا۔ اور اپنے ہی ناخون سے اپنے چہرے کو نوچ کر لہولہان کر دیا اور چلانے لگی۔ "نہیں ماں پھر کبھی نہیں ..... کبھی نہیں ماں ..... پھر کبھی نہیں ......" سارے گھر میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ اس کا شوہر حیران، پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے سید صاحب کے کھنڈر کے آسیب کا حال کیا معلوم تھا ——

قیصر زاہدی۔ معرفت قمر زاہدی (پٹنہ سے نشر)
پی ڈبلیو ڈی، پٹنہ ڈویژن۔ نارتھ گاندھی میدان۔ پٹنہ ۸۰۰۰۰۱

یہ پانی کب سوکھے گا

قیصر رضا

دوپہر کے دو بج چکے ہیں۔ میں اپنی ٹوٹی ہوئی چارپائی پر لیٹا ہوں۔ میرا روم پارٹنر اپنی ٹرپیا پر سامنے پورب سر کیے سو رہا ہے۔ اس کا جیبی ٹرانسسٹر بج رہا ہے، جس پر کوئی فلمی گیت بج رہا ہے۔ کمرہ میں گانے کی مدھم دھن گونج رہی ہے۔ لیکن میری نگاہیں اس وقت بھی اپنے کمرے کے پورب دروازہ پر لگی ہوئی ہیں۔ مجھے اس کا انتظار ہے۔ وہ نہیں آیا۔ شام میں اس نے کہا تھا کہ صبح آؤں گا۔ آپ اپنے کمرے میں رہیں گے نا؟ ——— میں نے کہا تھا ہاں کل اتوار ہے۔ لیکن صبح وہ نہیں آیا۔ جب چائے پینے میں ہوٹل گیا تو اس سے وہاں ملاقات ہوگئی۔ وہ بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ اسے چائے پلانے کی خواہش نہیں ہوتے ہوئے بھی میں نے اسے پلا دی۔ ——— تب اس نے مجھ سے پھر پوچھا آپ اپنے روم ہی میں رہیں گے نا؟ میں نے کہا ہاں۔ اور اس وقت سے صرف میں اپنے کمرے کے نیچے ہوٹل کھانے کے لیے گیا۔ اگر میرا روم پارٹنر نہیں آگیا ہوتا تو شاید میں کمرہ میں بیٹھا اس کا انتظار ہی کرتا ہوتا۔ لاج کے لڑکوں کے قدموں کی ہر چاپ مجھے اس کے قدموں کی چاپ لگتی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ آگیا۔ لیکن اس وقت تک وہ نہیں آیا۔ میں اپنے کمرہ کا پوربی دروازہ اسی لیے تھوڑا کھول رکھا ہے کہ نیچے گلی سے دیکھنے پر میری موجودگی کا پتہ دے۔ دن کو عموماً میں کھانے کے بعد سو رہتا ہوں، لیکن اس کے انتظار میں میں اپنی بوجھل آنکھوں کو ایک پتنگے کے گرد پریشان کر رہا ہوں۔

میرے کمرہ کا ایک دروازہ دکھن کی طرف بھی ہے لیکن میں نے اسے بند کر رکھا ہے کہ کہیں لاج کے لڑکے آکر مجھے ڈسٹرب نہیں کریں ——— میرا روم پارٹنر سو چکا ہے۔ جیبی ٹرانسسٹر اسی طرح مدھر گیتیں انڈیل رہا ہے اور میری آنکھیں اپنے پوربی دروازہ کے سامنے بنے دو فٹ کے برآمدہ پر گڑی ہیں، جہاں بارش ہونے اور لڑکوں کے منہ دھونے سے پانی جم جاتا ہے، اس پانی میں گرد و غبار اٹ چکے ہیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی مٹی کی پیالیاں بھی ہیں اور میرے پان کے پیک کی لالی بھی۔ ان سبھوں کے درمیان کچھ چھوٹے چھوٹے کیڑے بھی تیر رہے ہیں ——— میں روز سوچتا ہوں کہ آج سورج کی تپش سے یہ پانی سوکھ جائے گا، کل زمین خشک ہو جائے گی۔ شام کے وقت پانی کافی سوکھ جاتا ہے، لیکن صبح میرے جگنے سے قبل اتنا ہی پانی پھر موجود ہوتا ہے۔ جتنا کل صبح میں تھا۔ تب میں خود کو یاجوج ماجوج کی نسل سے سمجھنے لگتا ہوں۔ نہیں معلوم وہ صبح کب آئے گی جب میرے یاجوج و ماجوج کے خواب پورے ہوں گے؟

میری نگاہیں خلا میں نیلگوں آسمان کو تک رہی ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں اذاں ہو چکی ہے، وہ نماز پڑھ کر میرے کمرہ میں ضرور آئے گا۔ لیکن یہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب وہ میرے کمرہ میں کبھی قدم نہیں رکھے گا۔ کبھی نہیں۔ تب میں اپنے کمرہ کے سامنے جمع پانی کو تکتا ہوں، سوچتا ہوں وہ کب سوکھے گا؟ نیچے ایک اندھا فقیر گلی میں دوکانوں کے سامنے "اللہ دے گا، مولا دے گا" کی صدائیں لگاتا پھر رہا ہے۔ میں سوچتا ہوں وہ آئے گا۔ لیکن اب تک وہ نہیں آیا۔ دو بج رہے ہیں۔

کل میرا ٹور کلکتہ جا رہا ہے۔ میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں۔ ایک ہفتہ بعد لوٹوں گا تب ڈپارٹمنٹ ایک ہفتہ ہولی کے لیے بند ہو جائے گا۔ اور ——— اور میں گھر چلا جاؤں گا۔ اپنی ماں، چھوٹی بہن اور بھائی سے ملنے۔

نازؔ نے اپنی جو تصویر راجگیر کے پہاڑوں میں کھنچوائی تھی، میرے سامنے پڑی ہے، اس کے ساتھ شہنازؔ بھی ہیں۔ جو اپنے شوہر کے ساتھ غیر ممالک جا چکی ہیں۔ لیکن نازؔ کہاں جائے اسے تو یہیں رہنا ہے۔ سوچتا ہوں ہولی کی چھٹی میں مل آؤں، اسے دیکھے بہت دن ہو چکے ہیں۔ صابر بھائی نے کہا کہ ہولی کی چھٹی میں وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائیں گے، اس کے بعد ہی میں اماں کے یہاں جا سکتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ پہلے نازؔ کے یہاں جاؤں، اس کی سکھیاں اسے پریشان کریں گی ——— دل تو یہ بھی چاہ رہا ہے عاشی کو دیکھ آؤں۔ لیکن کیا کروں، کہاں جاؤں؟ اپنی صحت کے خوف سے سوچتا ہوں، پہلے گھر ہی جاؤں۔ اماں کے ہاتھوں کا بنا کھانا جسم کو لگتا جو ہے۔

اچانک میرے کمرہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ میں چونک اٹھا سمجھا شاید وہ آگیا، جس کا مجھے شدت سے انتظار ہے۔ دل کہتا ہے کوئی نہیں آئے گا، کوئی نہیں ——— اس فقیر کی آواز دوبارہ گونج رہی ہے۔ "اللہ دے گا، مولا دے گا"۔ شاید لوٹ رہا ہے۔ معلوم نہیں اسے کچھ ملا بھی یا نہیں؟

کمرہ کے سامنے جمع گندہ پانی اسی طرح میرا منہ چڑھا رہا ہے۔ میں جو اس کے سوکھنے کا شدت سے انتظار کرتا ہوں، شاید اسی لیے ——— جب کبھی بھی میں منہ دھونے کے لیے اپنے کمرہ کے دروازہ پر بیٹھتا ہوں تو اس گندہ پانی میں میری تصویر ہوا کے دوش پر ہلتی نظر آتی ہے۔ جس کے گرد گرد و غبار اڑتے ہوتے ہیں۔ تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ کہیں میں بھی نارسی سزم کا شکار نہ ہو جاؤں۔

میرے کمرہ کے سامنے پورا مسلم محلہ ہے، جس کے سامنے ایک طرف مٹھائی کی دوکانیں ہیں تو دوسری طرف ہری ہری سبزی کی ٹوکریاں بھی رکھی پڑی ہیں اور پھر کباب و نہاری کی خوشبو۔ تھوڑی دور پر گوشت کی دوکانیں ہیں، جہاں چیلیں منڈلاتی ہیں اور کوّے خاموشی سے بیٹھے گوشت کے لوتھڑوں کو تکتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی تیز رفتار ٹرین گذرتی ہے تو سارے کوّے کائیں کائیں کرتے اڑ جاتے ہیں اور ٹرین گذر جانے کے بعد پھر درختوں پر بیٹھ کر گوشت کے لوتھڑوں کو دور سے ہی تکنے لگتے ہیں۔

اسی درمیان میرے ساتھی ارشد صاحب نے دروازہ سے جھانکا۔ میں نے سمجھا وہ آگیا ——— ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ کل مجھے کلکتہ جانا ہے ——— ارشد بھائی نے کہا میں نہیں جا رہا ہوں، میں Exertion سے گھبراتا ہوں ابھی چند ہی دن ہوتے بیماری سے اٹھا ہوں۔ تمہیں کیوں تکلیف دوں، کہیں اگر وہاں بیمار پڑ گیا تو دوسرے ساتھیوں کو تکلیف ہوگی ——— لیکن اسے میرا کچھ بھی خیال نہیں، جس کے انتظار میں میں سوکھ رہا ہوں۔ ارشد صاحب کی طرح کتنے سوچتے ہیں؟

جاپانی جیبی ٹرانسسٹر اپنی میٹھی آوازیں کوئی درد بھرا گیت انڈیل رہا ہے۔ میں سوچتا ہوں آج ہر سو درد اور درد بھرا ہے، جہاں کرب انگڑائیاں لیتی رہتی ہے ——— چونکہ میرا روم پارٹنر میڈیکل کا طالب علم ہے اور کم عمر ہونے کی وجہ سے فلموں میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے، اسی لیے کمرہ میں فلمی اداکاراؤں کی تصویریں، انسانی جسم کے پنجر وا بے نقشہ کے ساتھ منسلک ہوئی ہیں۔

وہ اب تک نہیں آیا۔ اسی طرح جیسے ریاض ———

میرے والد نے یہاں آنے سے قبل مجھے چند نصیحتیں کی تھیں۔

(۱) لوگوں سے زیادہ میل جول قائم نہیں کروگے۔

(۲) لڑکیوں کو ٹیوشن نہیں پڑھاؤ گے اور

(۳) کسی کو قرض نہیں دوگے اور نہ ہی کسی سے قرض لوگے (خواہ دو وقت بھوکا ہی نہ رہنا پڑے)

——— لیکن میں نے اپنے باپ کی ان نصیحتوں کو ٹرین سے اترتے وقت باسی اخبار کی طرح اپنی سیٹ ہی پر چھوڑ دیا ———

اسی لیے تو آج میں لوگوں میں ہر دلعزیز ہوں۔ چند ماہ میں کون ایسا

ہے جو ان بنانے کے باوجود بہت زیادہ مقبول ہو رہا ہے ——

یاقوبا نے مجھ سے پچاس روپے قرض لیے اور چلتا بنا۔ کیونکہ میں اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا اور وہ ابھی تک بھی قرض لے کر نہیں لوٹاتے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی قرض لیے اور غائب ہو گئے۔ اب بھی کبھی ملتے ہیں معصوم صورت بنا کر جیسے مجھے دیکھ کر ان کے پیٹ میں زوروں کا مروڑ شروع ہو گیا ہو۔ آج تک کبھی بھی میں نے اپنی زبان نہیں کھولا۔ وہ پیسہ واپس کر دیں۔ میں تو در معذرت میں انہیں چائے پلاتا ہوں کہ شاید اسی بہانے میرا روپیہ لوٹ جائے۔ ان کے قدموں کی آہٹ سنتے سنتے اب میں ناامید ہو چکا ہوں۔ ایک بار قرض دینے کے بعد میں نے یہ قسم کھائی کہ اب کسی کو قرض نہیں دوں گا۔ لیکن دوبارہ جب کسی نے مانگا میں نے فوراً روپیہ اسے دے دیا اور اس کے بعد قدموں کی آہٹ پر کان لگائے اپنے کمرہ میں قید ہو جاتا ہوں کہ شاید کوئی آ جائے۔

اب تک وہ نہیں آیا۔ میں انتظار کرتے کرتے تھک چکا ہوں۔ اب وہ نہیں آئے گا۔ شاید میرے یہاں دو مہینہ ماہ اور رہنے تک وہ کہیں نہ کہیں باہر چلا جائے گا۔ کیونکہ چند دنوں ہوتے اس نے بھی بہت ضروری کام کے تحت مجھ سے کچھ روپے لیے تھے۔ ان کے قدموں کی آہٹ کے لیے میں ہر آنے جانے والے قدموں کی آہٹ پر چونک سا اٹھتا ہوں۔

اس وقت بھی میری نگاہیں اپنے کمرہ کے سامنے جمع ہوتے گڈھے پانی پر جمی ہیں۔ میں سوچتا ہوں، نہ معلوم یہ کب سوکھے گا۔ اب تھوڑی ہی دیر میں میں اٹھوں گا تو وہیں بیٹھ کر منہ دھوؤں گا تو اس میں اور پانی جمع ہو جائے گا۔ تب بھی میں دیکھ کر یہ سوچوں گا کہ اب یہ کل سوکھ جائے گا۔ شاید اس کے سوکھنے کا انتظار میرا دل بھی کر رہا ہو۔ جہاں ہر روز پانی سوکھتے سوکھتے رہ جاتا ہے۔ میں پھر پانی ڈال دیتا ہوں اور دوبارہ پانی جمع ہو جاتا ہے۔ تب میں یہ قسم کھاتا ہوں کہ اب دوبارہ کسی کو قرض نہیں دوں گا —— لیکن نہیں معلوم یہ پانی کب سوکھے گا۔

(پٹنہ سے نشر)

قیصر رضا اخلاقی ماچ باقر گنج۔ پٹنہ ۔۔۔۔ ۸۰۰۰۰۴

غزل

خورشید سحر

خود فریبی میں اُلجھ کے جو اکڑ جائیں گے
پھر یہی ہوگا کہ ہم دونوں بچھڑ جائیں گے

گاؤں میں شہر کا منظر ہے ابھرنے والا
پیڑ پودے جو زمیں پہ ہیں اکھڑ جائیں گے

لوگ مخلص ہیں مگر یہ بھی کریں گے اِک دن
اپنی رسوائی ترے ماتھے پہ جڑ جائیں گے

تم سنبھل کے ہی ذرا ہاتھ بڑھاؤ ورنہ
پھول کے ساتھ جو کانٹے ہیں وہ گڑ جائیں گے

پھر وہی پگلی ہوا لوٹ کے آئی ہے اِدھر
گھونسلے پھر سے پرندوں کے اجڑ جائیں گے

(پٹنہ سے)

بے چہرگی

نعیم کوثر

اندھیرے گہرے ہو گئے ہیں۔ چمپئی اُجالوں نے بھی اپنے چہرے سیاہ نقاب میں چھپا لیے ہیں۔ راتوں کا اندھیرا میرے دل میں اُترتا جا رہا ہے تنہائی کے مہیب سایوں نے مجھے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا ہے۔ ٹھہری ٹھہری گہری خاموشی سے میرا دم گھٹنے لگا ہے چاروں دشاؤں سے آتی ہوئی آوازیں میرا دم نچوڑ رہی ہیں میرے لب خواہ نچوڑتے ہوئے گوشت کی پپڑیوں کی طرح سوکھ گئے ہیں۔ مدت سے تھمے ہوئے میری آنکھوں کے ابر یکایک برس پڑے ہیں۔ ذہن کی خوابیدہ راہ داری میں یادوں کا کارواں بھٹک رہا ہے۔ شوخیوں کی بہاریں نہ جانے کہاں گم ہو گئیں مسکراہٹوں کے گلاب دشمن بھی مرجھا گئے۔ دل کی نازک رگیں بھی ٹوٹنے لگیں۔

اچانک دروازے پر لٹکے ہوئے سرخ رنگ کے پردے میں جنبش ہوئی لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ شاید یہ ہوا کی شرارت تھی بیتی عمر کا کوئی ایک لمحہ جاگ اٹھا اور پھر نہ جانے کیسے تھک کر سو گیا۔ میں نے اپنی سوچوں سے فرار حاصل کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ تلخی اور بڑھ گئی۔ چاروں طرف مرگ آلود سناٹا چھا گیا۔

میں اپنے کمرے کی تمام روشنیاں بجھا کر لیٹ گیا ہوں۔ کھڑکیوں سے سیاہ آسمان جھانک رہا ہے۔ ستارے اونگھ رہے ہیں۔ چاند بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں الجھا ہانپ رہا ہے۔ ابھی ابھی کچھ دیر پہلے تو اسے نیم کی گھنی شاخوں سے نجات ملی تھی۔ نہ جانے اب اسے کب نجات ملے گی۔ تلخیوں کے دائرے کب ٹوٹیں گے۔ مجھ میں اب اتنی شکتی نہیں۔ میں راکھشسوں اور دیوتاؤں میں نہیں جو زندگی کی تلخیوں کا سمندر منتھن کر سکوں۔ میں شنکر نہیں ہوں جو زندگی کا اتنا سارا زہر تنہا پی جاؤں۔ میں دھرتی نہیں ہوں جو اتنا بوجھ اٹھائے زندہ رہوں صلیبوں پر لٹکی ہوئی میری زندگی کراہ رہی ہے۔ میں کب سے تنہا خوابوں کا کفن پہنے خواہشوں کی قبر میں لیٹا ہوا ہوں۔ آئے دن نئے نئے کتبے میرے سرہانے نصب ہوتے رہتے ہیں کب تک آئینہ بنا میں اپنے کمرے میں قید رہوں گا۔ سب چہرے مجھ سے اپنے اپنے آئینے مانگ رہے ہیں۔ کتنے خوبصورت چہرے اپنا جائزہ لے کر چلے گئے۔ پل بھر کے لیے میرے دل میں جھانک کر دیکھا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا چلے گئے۔ ایک داغ چھوڑ گئے۔ میں اب آئینہ ان کے چہرے کہاں سے دوں۔ سارے نقش دھندلے پڑ گئے۔ کوئی چیز اپنی اصلی شکل میں دکھائی نہیں دیتی۔ خود اپنا چہرہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ نہ جانے سارے چہرے کہاں گم ہو گئے۔ کہاں کھو گئے اور مجھے تنہائی کا درد ملا۔ مسافت کا درد میرا نصیب بن چکا ہے۔ دریا دریا، صحرا صحرا، دشت و جبل میں آئینہ لے کر بھٹکتا رہا ہوں تنہا تنہا اور میری تنہائی ہر سو گونج رہی تھی۔ چاروں دشائیں میرے سفر کے بوجھ سے تھک کر ہانپ رہی تھیں۔ سڑکیں میرے قدموں کی آہٹ سے کانپ جاتی ہیں۔

یکایک ہوا کو چیرتا ہوا کوئی طیارہ نیلی پیلی سبز روشنیاں بکھیرتا ہوا گذر گیا۔ پل بھر کے لیے میرے ذہن میں یادوں کے جگنو چمکے پھر نہ جانے کہاں گم ہو گئے۔ اندھیرے ہی اندھیرے رہ گئے۔ میں نے گھبرا کر آسمان کی طرف دیکھا آخر میں ہوائی جہاز کو دیکھ کر اتنا اُداس کیوں ہو جاتا ہوں۔ اتنا بے چین سے کیوں ہو اٹھتا ہوں۔ میرا ذہن جہاز کی اُڑان سے بھی تیز پرواز کرتا ہوا آسمان کی وسعتوں میں ڈوب جاتا ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے بہاروں کے پھول اسے چنتے دیکھا۔ خوابوں کے ہلکے ہلکے نیلے نیلے پھول، رنگ برنگے پھول۔ اور میں نے اپنے خوابوں کا ایک خوبصورت سا پھول اس کی گھنی زلفوں میں ٹانک دیا۔ میرے دل کا آئینہ اکیلا ہے۔ تم اس میں سما جاؤ۔ اُس نے میرے دل کے آئینے میں جھانک کر دیکھا اور اس میں داخل ہو گئی۔

تمہارے بغیر میری زندگی اس درخت کی طرح ہے جس کو خزاں نے پتوں سے خالی کر دیا تھا۔ تم آگئی ہو تو ان ننگی ڈالیوں پر محبت کے پھول کھل اٹھے ہیں۔ اب میرے دل کا آنگن اکیلا نہیں ہے۔ اس میں تمہاری تصویر مسکرا رہی ہے۔ اس میں چاہتوں کی چاندنی بکھری ہے۔ آنکھوں کے پھولوں میں خوابوں کی منزل ہے۔ تم نے میرے بے پناہ احساسات کو لپیٹ پیار کے ملبوسات پہنائے ہیں۔ تم کو پاکر میں نے جانا کہ انسان کتنا بلند اور اعلیٰ ہے۔ فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا لیکن اس میں محنت زیادہ لگتی ہے۔ آؤ میرے خوابوں کی روشنی، میری چاہتوں کی شمع، اپنی ہستی کے نہاں گوشوں میں چھپا لو۔ بے غرض بے لوث پیار کرنے والا میرا سنجر، تم جو مل گئے تو لگتا ہے مجھے میری منزل مل گئی۔ میری زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا۔ سنجر مجھے اس طرح اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑے رہو۔ کہیں میں خوشیوں کے سیلاب میں بہہ نہ جاؤں۔ یہ ہوائیں مجھے اڑا نہ لے جائیں۔ میری آنکھوں میں جو زندگی رقصاں ہے میرا دل جو چاہتوں اور امنگوں سے لبریز ہے۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔ تم نہ ملتے تو میں آج اس بلندی پر نہ ہوتی۔ تم کتنی عظیم شخصیت کے مالک ہو۔ تمہاری شخصیت کتنی ہمہ گیر ہے۔ تمہارے تعلقات کتنے وسیع ہیں۔ میں تو پاگل ہوں میرا سنجر جدھر بڑھے، زمانہ اس کے ساتھ چلے۔

میرے پاس تعریفی خطوط سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ آتے ہیں جنہیں میں پڑھ پڑھ کر جھوم جاتی ہوں، خوشیوں سے پھولی نہیں سماتی۔ رنگ برنگ کے خوشبوؤں میں بسے ہوئے خطوط کا سیلاب۔ کہیں میں ان میں بہہ نہ جاؤں، سما نہ جاؤں، غرق نہ ہو جاؤں۔ ان لڑکوں کی پتہ نہیں عقل ماری گئی ہے جو مجھے لمبے لمبے محبت میں لبریز اور خوشبوؤں میں بسے ہوئے خطوط لکھتے ہیں۔ میرا سنجر تو انھیں پڑھتا بھی نہیں اٹھا کر میری گود میں پھینک دیتا ہے اور میں اس کے سینے پر سر رکھ کر اس کو سارے خطوط پڑھ کر سناتی ہوں اور وہ میرے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے ڈر سا لگتا ہے۔ یہ رنگ برنگ نیلے پیلے لفافے میری خوشیاں نہ چھین لیں۔

اور ایک دن وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ سنجر نے میرا پرسنل فائل جیسے ہی کھولا ایک نیلے رنگ کا لفافہ اس کے قدموں میں آکر گر پڑا جسے پڑھ کر اس کے ذہن میں یقیناً جوالا مکھی دہک اٹھی ہوگی۔

"ایران ہمیشہ میرے خوابوں کی سرزمین رہا ہے۔ نوشیرواں عادل کا ملک، رومی، فردوسی، نظامی، حافظ، سعدی کا وطن، حسن و عشق کی سرزمین، ایران جس کی ہر صبح عید ہوتی ہے اور ہر شب، شب برات، وہ ایران جس کی نقاشی اور مصوری لوگوں کو انگشت بدنداں ہونے پر مجبور کر دیتی ہے۔ میں تمہارے خوابوں کے ایران میں ضرور آؤں گی۔ تم مجھے جب بلاؤ گے۔"

اُف صبا! تم کتنی بے وفا ہو، روشنیوں کا سیلاب تمہاری آنکھوں کو چکا چوند کر گیا۔ تم کتنی کم ظرف ہو، کتنی کمزور ہو، میری آنکھوں سے آنسو برسنے لگے ہیں۔ میری رگوں میں تمہاری وفا پرستی کا تحفہ پژمردہ رہا ہے۔ جو تم نے پہلے کا سنہ پر ایران کے کسی خورشید خاور کو لکھا تھا۔ کتنی نرالی ہو تم، کتنے خوبصورت انداز سے میرا دل توڑا ہے۔ کاش! تم میری حالت اس وقت دیکھتیں۔

میں نے دوسرا خط بھی کھول لیا ہے۔ خورشید خاور نے اپنی چند خوبصورت تصویریں تم کو بڑے پیار سے بھیجی ہیں اور بڑے خوبصورت انداز میں لکھا ہے۔

"کوہ البرز کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں تم کو بلاتی ہیں۔ مجھے تہران کے ہوٹل بہت پسند ہیں۔ تم آؤ گی تو تم کو سب دکھلاؤں گا۔ رات ہوتے ہی شراب جاموں میں انگڑائیاں لینے لگتی ہیں۔ جوان جسم، دہکتی ہوئی سانسوں سلگتے ہوئے، جسم کے ساتھ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو کر چوبی رقص گاہوں پر تھرکنے لگتے ہیں۔ جب رات کے سائے گہرے ہو جاتے ہیں مستی و سرور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اب تم یہاں آجاؤ صبا! تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ تمہارے ڈیڈی ممی کو منالوں گا۔ وہ تمہارے خوابوں کو کبھی نہیں توڑیں گے۔"

اس نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپا لیا۔ اس کا بدن ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔ یہ کیسی سزا ہے میرے مالک، میرے خوابوں آرزوؤں اور تمناؤں کا شیش محل جل اٹھا۔ اپنائیت کا وہ غرور ٹوٹ گیا۔ درد کی آگ اس کے ضبط کو جلانے لگی۔ وفا کی یہی قیمت تھی، سزا۔ وہ جتنا سوچ رہا تھا اندر سے اتنا ہی کھول رہا تھا۔ خاموش آتش فشاں پہاڑ کی طرح جس کے اوپر سکون ہی سکون تھا۔ ٹھہراؤ ہی ٹھہراؤ لیکن اندر لاوے دہک رہے تھے۔

صبا اتنی جلد بدل جائے گی وہ اتنا بڑا فاصلہ بن جائے گی جسے وہ زندگی بھر عبور نہ کر سکے گا۔ اس کے خوابوں کا حسین تاج محل چور چور ہو گیا اور اس کی کرچیاں اس کے وجود کو لہولہان کرتی رہیں۔

"سنجر تم مجھ سے خفا ہو، میرا قصور کیا ہے؟" اس نے اپنائیت اور نرمی سے پکارا۔

"سارا قصور میرا ہے صبا! جو میں نے تم کو چاہا، تمہاری پرستش کی۔"

"تم اتنی سی بات کے لیے؟"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے صبا۔ یہ سب میرے نصیب کا لکھا ہے۔ جاؤ کوئی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ میں تمہارے قابل نہیں۔"

کاش! یہ آنکھیں بند ہو جاتیں۔ یہ کان بہرے ہو جاتے۔ لمحے گونگے ہو رہے تھے۔ ماحول پر قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دور دور تک کوئی صدا نہیں کوئی آہٹ نہیں۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی کی لہر دوڑ کر رہ گئی۔

ایران جانے والا طیارہ مسافروں کا منتظر ہے۔ اب سے چند لمحوں کے بعد پرواز کر جائے گا۔ سنجر کا دل بوجھل سا ہو گیا۔ جدائی کے احساس سے ہی اس کے دل میں سناٹا سا چھا گیا۔ طیارہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے طیارہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ صبا چلی گئی اور اپنے پیچھے صدموں کا ایک شہر چھوڑ گئی اور اس شہر نے سنجر کی زندگی کو ویران بنا دیا۔ اس کے خواب سنگریزوں کی طرح بکھر گئے۔ تمنائیں زخمی پرندوں کی طرح پھڑپھڑا کر دم توڑ گئیں۔ اس نے ایک بار پھر ایرپورٹ کے سنسان ماحول کو دیکھا اور بوجھل بوجھل قدموں سے واپس لوٹ گیا۔ ایک بار پھر اس کے دل کا آئینہ اکیلا ہو چکا تھا۔

(پٹنہ سے نشر)

نعیم کوثر
"گلستان" چندوارہ
مظفر پور-۱ (بہار)

ساحر سیالکوٹی

وفا اپنا بھی کھو بیٹھے، کر دیا اس کو خفا ہم نے
گلہ کر کے کسی نامہرباں کا کیا کیا ہم نے

یہ کیونکر مان لیں الفت ہمیں کرنی نہیں آتی
کیا ہے کام ہی کیا اور الفت کے سوا ہم نے

گدائی میں بھی اپنی امتیازی شان قائم ہے
ہزاروں در تھے لیکن تیرے در پر دی صدا ہم نے

ہماری سرد آہوں نے تپش باقی نہیں چھوڑی
بدل دی ہے دیارِ عشق کی آب و ہوا ہم نے

اگر تم نے جہانِ عشق میں طرحِ جفا رکھی
تو رکھا اس جہاں میں سنگِ بنیادِ وفا ہم نے

کسر کھائی نہیں دل دے کے جلوہ دیکھ لیتے ہیں
امانت حسن کی دل تھا گرہ اپنی سے کیا دیا ہم نے

کوئی سنتا نہ تھا دنیائے دوں میں بات بھی اس کی
بڑی مشکل سے باندھی ہے محبت کی ہوا ہم نے

صلہ بھی کچھ نہ کچھ الفت کا ہوگا تو سہی لیکن
ابھی تک تو فقط پائی ہے الفت کی سزا ہم نے

جمالِ یار کی ساحر نظر کو تاب ہی کب تھی
جھجک کر آنکھ پر پردہ شوقِ دل کا رکھ لیا ہم نے

(جالندھر سے نشر)

نیشنل پروگرام

بھیم سین راؤ کا گائن: ۲۱ اگست رات ساڑھے نو بجے

بھیم شنکر راؤ کا شمار ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کے ماہر فنکاروں میں ہوتا ہے۔ پاٹ دار اور خوشگوار آواز کے مالک قابل ستائش اعتماد کے ساتھ گاتے ہیں۔

آپ کا جنم موسیقاروں کے خاندان میں ہوا اور موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے چچا ستیشا گری راؤ سے حاصل کی جو بشیر خاں صاحب کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد حفیظ خاں صاحب کڈیانی کے صاحبزادے شریف علی خاں سے بھی اسباق موسیقی لیے۔ اور ناگپور یونیورسٹی سے موسیقی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

بھیم شنکر راؤ کو آندھرا پردیش سنگیت ناٹک اکیڈمی کی جانب سے بھی ایوارڈ مل چکا ہے۔

گذشتہ تیس برسوں سے آپ آل انڈیا ریڈیو پر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ آپ خیال، دھرپد، دھمار اور ٹھمری بھی اسی قدر خوبی سے گاتے ہیں۔

کارتک کمار کا ستار وادن: ۲۸ اگست رات ساڑھے نو بجے

کارتک کمار کا جنم ڈھاکہ میں ہوا ان کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جہاں موسیقی کی

عظیم الشان روایت رہی ہے۔ ستار وادن کی ابتدائی تعلیم اپنے والد منگل چندر داس سے اور بعد میں منورنجن مکرجی سے حاصل کی۔ اور آخر میں پنڈت روی شنکر جیسے فنکار سے بھی اسباق موسیقی حاصل کرنے کا انھیں شرف حاصل رہا ہے۔

کارتک کمار کے فن میں تخیل کی بلند پروازی پائی جاتی ہے۔ ان کے فن کو نہ صرف ملک میں بلکہ غیر ممالک میں بھی سراہا گیا ہے۔

گائکی انگ میں راگوں کی منظم پیش کش ان کے فن کی انفرادی خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ دھرپد، دھمار اور خیال گت بھی وہ یکساں مہارت اور جذباتی کشش کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

IX ASIAN GAMES DELHI 1982

IX ایشیائی کھیل
دہلی ۱۹۸۲
۱۹ نومبر ۔۔۔ ۴ دسمبر

ستار کے عظیم فنکار پنڈت روی شنکر نے ایشیائی کھیلوں کے گیت کی موسیقی ترتیب دی ہے۔ اس گیت کے بول نامور ہندی کوی نریندر شرما نے لکھے ہیں۔ یہ گیت جو ملک بھر کی سات زبانوں میں ہے، اس میں ہندوستانی تہذیب کو اجاگر کیا گیا ہے اور ایشیائی کھیلوں کے شرکاء اور دیگر افراد کا دوستانہ ماحول میں خیر مقدم کیا گیا ہے۔ ۱۹ نومبر ۱۹۸۲ کو نئی دہلی کے جواہر لال نہرو اسٹیڈیم میں منعقد ایشیائی کھیلوں کی افتتاحیہ تقریب میں استاد روی شنکر اور ان کے ساتھی ایک ملا جلا کلچرل پروگرام پیش کریں گے۔

یہ قابل نظارہ پروگرام ملکی روایات کی بہترین نمائندگی کریگا۔ پنڈت روی شنکر کے تعاون کے لیے میوزک ڈائریکٹرس وجے راگھو راؤ اور شبیت ڈیسائی کے علاوہ نریندر شرما اور ایوننی کا بھی تعاون موجود ہوں گے۔ میوزر آنند شنکر اور ان کی ڈانسر پتنی تنوشری شنکر رقص اور کوآرڈینیشن میں تعاون دیں گے۔ تقریباً چار ہزار افراد اس پروگرام کے مختلف پہلوؤں پر مصروف کار ہیں جو تقریباً پچھتر ہزار ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے گا۔ ٹی وی کے واسطے سے یہ پروگرام دیکھنے والوں کی تعداد لاکھوں میں ہوگی۔ جس اسٹیج پر یہ پروگرام پیش ہوگا اس کی وسعت فٹ بال کے میدان کے برابر ہوگی۔ نزدیک ترین ناظرین سو میٹر کے فاصلے پر اور بعید ترین ۱۳۴ میٹر کے فاصلے پر اور ۲۱ میٹر کی بلندی پر ہوگا۔ کئی ریاستوں نے اس کلچرل پروگرام کی پیشکش میں تعاون دیا ہے۔ این این سی کیڈٹوں کو بھی بڑی تعداد میں شامل کیا جارہا ہے۔

پنڈت روی شنکر ایشیاڈ کے منتظمین سے اعزازی طور پر وابستہ ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ گیت کی دھن بنانا اور رقص و موسیقی کی اتنی زبردست پیش کش ان کے لیے ایک چیلنج ہے۔ اس پروگرام کے سلسلے میں وہ اکثر و بیشتر دہلی آتے رہیں گے۔

اختتامی تقریب بھی جواہر لال نہرو اسٹیڈیم میں منعقد کی جائے گی۔ لفٹننٹ جنرل اے ایم سیتھنا وائس چیرمین آف آرمی اسٹاف ایشیائی کھیلوں کی افتتاحی اور اختتامی تقریبات میں تعاون دیں گے۔ ان تقریبات میں شاندار اور رنگارنگ پروگرام اور کچھ مذہبی قسم کے آئٹم ہوں گے۔ یہ آئٹم ایشین گیمز فیڈریشن کے قواعد و ضوابط کی حدود میں ترتیب دیے گئے ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
[illegible]

دوسری مجلس
[illegible]

تیسری مجلس
[illegible]

مفصّل پروگراموں کے لیے "آواز" سہ ماہی بلیٹن دیکھیے

پیر ۱۶ راگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
مدن بالا سندھو ، غزلیں
تاج احمد ، بیخود اور شہاب کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس ، سنطور پر
راگ بسنت مکھاری

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
روماراٹی بھٹاچاریہ ، خیال

دوپہر

۲-۰۷ نگاہِ انتخاب
۳-۰۰ سازوں پہ موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگِ نظم
۸-۳۰ حسنِ غزل
تاج احمد ، غالب کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر
محمد علوی (احمد آباد)
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ فیچر
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
روماراٹی بھٹاچاریہ ، خیال

منگل ۱۷ راگست

صبح

۵-۰۵ صبح گاہی : قوالیاں

۶-۲۵ شہرِ صبا
سندر پنڈیر ، مشیر جھنجھانوی اور
رضا امروہوی کا کلام
امیتابھ مشرا ، ان شا ... اور
بشیر بدر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ایم راجن ، وائلن پر دھن بھیرویں

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
شیلادھر ، خیال مالسنہانی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ جاگتی گیت ...
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
سندر پنڈیر ، شمیم جے پوری اور
جاوید وششٹ کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ عہد ساز ادارے ، سلسلہ تقاریر
نیشنل بوٹانیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شیلادھر ، خیال میگھ

بدھ ۱۸ راگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
راجندر کمار کاچرو ، چنن گوبند پوری
اختر شیرانی کا کلام
امرجیت ، نکہار ، اور شاد تمکنت
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
لطیف احمد ، طبلے پر تین تال

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
اشتیاق حسین خاں ، خیال جونپوری

دوپہر

۲-۰۰ ... [illegible]
۲-۱۰ بزمِ خواتین
افسانے ، گیت ، کام کی باتیں
... ات ایک ... [illegible]

رات

۸-۰۵ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
امرجیت ، فانی اور مومن کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ شہر نامہ ، بھوپال
تحریر ، اجلال ... بھوپالی
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد اشتیاق حسین خاں ،
خیال میاں کی ملہار

جمعرات ۱۹ راگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں

۶-۲۵ شہرِ صبا
گھنشام داس ، شاد فدائی اور
... کا کلام
ششی ستاورک ، مخمور دہلوی ،
فراق اور خمار کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
دیب برت چودھری ، ستار پر شکی للت

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پی این بروے ، خیال دیوگری بلاول

دوپہر

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
گھنشام داس ، عاقل اور
امیر قزلباش کا کلام
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ جمالِ ہم نشیں
کنٹر شاعری اور ہندوستانی تہذیب ،
ترتیب ، حمید الماس (بنگلور)
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پی این بروے ، خیال نیلامبری

جمعہ ۲۰ راگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک معہ تشریح
نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہرِ صبا
سیتارام سنگھ ، شمیم فاروقی اور
فیض کا کلام
سیرابوسی ، میر اور فراق کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
۹-۲۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ کہانی ایک گیت کی
۲-۳۰ پنگھٹ
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
سیتارام سنگھ ، داغ اور
غالب کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ آج کا انسان ، سماجی کشاکش :
سائنسی نقطۂ نظر
تقریر از پروفیسر گربخش سنگھ
۹-۳۰ جیون دھن
۱۰-۰۰ ریڈیو ...
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
نرائن راؤ ویاس ، خیال میاں کی ملہار

ہفتہ ۲۱ راگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہرِ صبا
نیلم ساہنی ، غزلیں
جمیل احمد ، اقبال ، ریاض خیرآبادی
اور ذوق کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سوبیتا رانی ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۱-۰۰ گیت بجلی

۲-۳۰ بزم خواتین
'اپنی تو عادت ہے نکتہ چینی کی'
تقریر از صغری مہدی
غزلیں - خطوط کے جواب

۳-۰۰ چھم چھمیے

رات

۶-۴۰ آہنگ نظم

۶-۳۰ حسن غزل
نیلم ساہنی، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ 'منظر پس منظر'
تحریر: ڈاکٹر شریف عابدی

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ملکارجن منصور، خیال نند

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
محمد حیات قوال و ساتھی، قوالیاں

۶-۲۰ شہر صبا
بی ناز مسانی، رفعت سروش
اور فیاض جے پوری کا کلام
غلام علی، میر حسن کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
چت دیو برمن، اسراج پر رگ بھٹیار

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۱-۰۰ آپکا خط ملا

۲-۳۰ غیر فلمی غزلیں

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ گجرے بن کارسے
لچھمن داس سندھو:
'باغوں میں جھولے پڑے'
پہاڑی مہوجہ از چراغ حسن حسرت

۱۰-۰۰ دریچہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سوہن سنگھ، خیال درباری

پیر ۲۳ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی: نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
نجمہ علی: غالب کا کلام
ملکہ پکھراج: غالب کا کلام
پورنیما: غزلیں
پریم ناتھ: غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت
سدھیر گوتم: سنطور پر بھیرویں

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالتی پانڈے: خیال بہاگ

دوپہر

۲-۰۰ سپنے ہاتھ جیں

۲-۳۰ راگ رنگ

۳-۰۰ سازوں پہ موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل
غلام علی: داغ اور مومن کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالتی پانڈے، خیال کیدار

منگل ۲۴ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
اسٹینلے والٹر، رضا امروہوی اور
حفیظ جالندھری کا کلام
سرلا کپور: سیماب، امیر مینائی
اور ساغر نظامی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
وی سی راناڈے، وائلن پر
راگ بسنت مکھاری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سریندر سنگھ، تیج پال سنگھ
خیال گن کلی

دوپہر

۲-۰۰ فلمی قوالیاں

۲-۳۰ گیت سے گیت

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ ساز نغمہ

۸-۳۰ حسن غزل
اسٹینلے والٹر، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ عہد ساز ہستیاں، سلسلہ تقاریر
'اسپیس ریسرچ سینٹر احمد آباد'
از نرنجن لال

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ مشاعرہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
وی سی راناڈے، وائلن پر
راگ نے جے ونتی

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
شوبھا راؤ، جاں نثار اختر،
شکیل اور آنند نرائن ملا کا کلام
بینی دیوانہ، جگر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد اللہ رکھا خاں، طبلہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شرونتی ڈبلو شنڈولکر، خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۰ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ڈاکٹر سے ملاقات،
'موٹاپا اور اسکا علاج' کے موضوع
پر ڈاکٹر کے - مدان سے گفتگو
(۲) گیت
(۳) دسترخوان

۳-۰۰ فلمی دنیا
(۱) فنکا ایک روپ انیک سنیل دت،
تحریر: ادریس دہلوی
(۲) کسوٹی از الکا سکینہ

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
بینی دیوانہ: داغ کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ دلی ڈائری

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شرونتی ڈبلو شنڈولکر، خیال کیدارہ

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
اوما کپور، غزلیں
ریتا گنگولی، ساحر لدھیانوی،
غلام ربانی تاباں اور مظہر امام کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
الیاس خاں، ستار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سری کانت بھاکرے، خیال للت

دوپہر

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
ریتا گنگولی، حسرت موہانی کا کلام

۸-۴۵ ڈرامہ

۱۰-۰۰ آہنگ، ادبی میگزین
'منٹو اور نیا اردو افسانہ' تقریر
از ایس ایچ عثمانی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
الیاس خاں، ستار پر چھایانٹ

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت کلام پاک معہ تشریح

۶-۲۵ شہر صبا
شانتی ہیرانند، مجاز اور جگر کا کلام
مجدد نیازی، ساحر بھوپالی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

۹-۳۰ آپ کے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال

۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

سٹیشن / ٹرانسمیٹر

خبریں

دہلی الف خبریں

ہندی، انگریزی، اردو، پنجابی

پیر ۱۶ اگست

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۵-۳۰، رات ۹-۰۰ کیلاش پنوار، ستار

۱۱-۰۲ حسن لال، گائن

۱۱-۳۰ پرشوتم داس، پکھاوج

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

۱۲-۳۰ 'ابھیشاپ'، تحریر، گوپی ناتھ وتتھت

رات

۸-۰۰ سوا ستھ رکھشا

۸-۱۵ غلام حسین خاں، گائن

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ہندی تقریر، گرامین وکاس کے ایام 'شکشا اور روزگار'

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا، بھوپندر سیتل، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی، سوہن سنگھ

۷-۵۰ سنگم

۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲ مہندر سنگھ ڈڈیال، منڈولن

۳-۳۰ غلام حسین خاں، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵ سریندر کور، پنجابی گیت، شبد

۹-۳۰ 'پروموٹنگ ڈومیسٹک ٹورازم'، انگریزی تقریر

منگل ۱۷ اگست

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۵-۳۰ تیج پال سنگھ، گائن

۱۰-۳۵ اوم پرکاش، دلربا

۱۱-۰۲ مشتری بیگم، ٹھمری، دادرا، جمن خاں، طبلہ

۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰ جگدیش موہن، جل ترنگ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

۵-۰۵ گیان وگیان

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل

۸-۱۵ 'سمے اور وچار'

سامعین کے خطوط پر مبنی پروگرام

۹-۳۰ 'خوشبوئیں قید ہیں'، ناٹک، تحریر، کے پی سکسینہ

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی، سنجیونی ساہتورے، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی، اوم پرکاش، دلربا

۷-۵ سنگم

۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲ تھونجھا او گیت، بھجن، غزلیں

۳-۳۰ مشتری بیگم، گائن، جمن خاں، طبلہ

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵ تسنیم آزاد، غزلیں

۹-۳۰ نیشنل پروگرام (انگریزی)

بدھ ۱۸ اگست

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۵-۳۰ اجیت سنگھ پنتل، گائن

۱۰-۳۵ آر-ایس-کمبوج، وچترا وینا

۱۱-۳۰ پنڈت ڈی نودگمبر، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'نیا نگر'، سلسلہ وار ناٹک، تحریر و ہدایت، چرنجیت

۸-۱۵ وگیان آلوک

۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا، دیوبرت چودھری، ستار

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی، آر ایس کمبوج، وچترا وینا

۷-۵۰ سنگم

۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲ الیگزینڈر چارلس، گیت اور غزلیں

۳-۳۰ پدما نابھن، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵ چندر کانت گندھرو، غزلیں

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعرات ۱۹ اگست

دہلی الف

صبح

۸-۱، رات ۹-۰۰، ۱۰-۰۰ سوویتا دیوی، گائن

۱۰-۳۵ این این گھوش، ستار

۱۱-۰۲ کشوری امونکر، گائن

۱۱-۳۰ وسنت راؤ راجے، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ چکتا کرو بھجن روپ، سلسلہ تقاریر 'پرلھشنک چکتا'

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت، سعدر ناگ راج، وینا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی، این-این-تابانے، ستار

۷-۵۰ سنگم

۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲ انجلی گوڑھ، بنگلہ لوک گیت

۳-۳۰ سعدر ناگ راج، وینا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵ گھنشام داس، گیت، پنجابی گیت

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعہ ۲۰ اگست

دہلی الف

صبح

۱۰-۸، شام ۵-۳۰، رات ۹-۰۰

گرودیو سنگھ ، سرود
۱-۳۵ رانجھے ناچ ، گائن
۱۱-۰۲ ایکا دی شولاپورکر ، وچتروینا
۱۱-۳۰ مجنے کپلو ، روی کپلو ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی پرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ 'اب ادونہیں' ناٹک
تحریر : وشنو پربھاکر
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
کے. روبندر ناتھ : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
رانجھے ناچ : گائن
۷-۵۰ سنگم
۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
اوشا اودت ، گیت، بھجن، غزل
۳-۳۰ کے روبندر ناتھ ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اندرنارائن ، گیت، غزل
۹-۳۰ انگریزی پروگرام

ہفتہ ۲۱ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۳۰ ، رات ۹-۰۰
اسد علی خاں ، بین
راجی لال شرما ، پکھاوج
۱۰-۳۵ نصیرالدین خاں گورے ، گائن
۱۱-۰۲ سدھیر گوتم ، سنطور
۱۱-۳۰ لکشمی شنکر ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

رات

۸-۰۰ سوواستھ رکھشا
۸-۱۵ آج کے اتتھی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
بھیم شنکر راؤ ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سدھیر گوتم : سنطور
۷-۵۰ سنگم
۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
چھنداتہ ، گیت، بھجن
۳-۳۰ نصیرالدین خاں گورے ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرم ارگیت
۹-۳۰ اور گیت ناٹ

اتوار ۲۲ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
امرناتھ ، گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ وجے شنکر چٹرجی ، اسراج
۱۰-۰۲ بوداوانی سے
۱۱-۳۰ ، شام ۵-۳۵
کرناٹک سنگیت
کے. کرشن سوری ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'دورہ' جھلکی
تحریر ، کنادرشی بھٹناگر
۲-۳۰ 'اب ونہیں' ناٹک
تحریر : وشنو پربھاکر
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ اشتیاق حسین خاں ، سارنگی
۱۰-۰۰ چاین

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
اجنتا گنگولی ، بھجن

۳-۳۰ امرناتھ ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
افضال اقبال و ساتھی ، قوالی
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۲۳ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
اوما شنکر مشرا ، ستار
۱۰-۳۵ ، رات ۱۰-۱۵
کمل سہگل و کویتا سہگل ، گائن
۱۱-۰۲ اجیت سنگھ ، وچتروینا
۱۱-۳۰ سدھیشوری دیوی ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت
۱۲-۳۰ 'خوشبوئیں قید ہیں' ناٹک
تحریر ، کے پی سکینہ

رات

۸-۰۰ سوواستھ رکھشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
گرامین وکاس کے ایام
(۱) سوواستھ اور پریوار کلیان
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
وسنت ٹھکار ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سدھیشوری دیوی ، ٹھمری
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
دنیش کمار ، گٹار پردھن
۳-۳۰ اجیت سنگھ ، وچتروینا

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
مدن بالا سندھو ، گیت، بھجن اور
غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۲۴ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
روما رانی بھٹاچاریہ ، گائن
۱۰-۳۵ وی جی جوگ ، وائلن
۱۱-۰۲ واسودیو دیشپانڈے ، گائن
۱۱-۳۰ بھیم سنگھ ، کلارنٹ
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت

رات

۸-۰۰ اڈیوگ منڈل
۸-۱۵ 'چین میں بھارت مہتو' ، رپورٹ
۹-۳۰ 'صبح کی اور' ناٹک
تحریر : کانتی دیو
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
معین الدین خاں ، سارنگی

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بھیم سنگھ ، کلارنٹ
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
وجے لکشمی سبرامنیم : تامل گیت
۳-۳۰ واسودیو دیشپانڈے ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
ہری کانت ، سندھی گیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۲۵ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، شام ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
احمد رضا ، وچتروینا
۱۱-۰۲ مختار احمد ، سرود
۱۱-۳۰ مالویکا کانن ، گائن
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت

رات

۸-۰۰ 'دورہ' جھلکی

تحریر : کنادرشی بھٹناگر

۸-۱۵ وگیان آلوک

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

سمتی منا لکر : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

نارائن راؤ ویاس : گائن

۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

کرشنا چوہدری : بھجن

۳-۳۰ وی ایس سندری : گائن

شام

۶-۴۵، ۹-۴۵

جمیل احمد : غزلیں

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعرات ۲۶ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰

شنو کھورانہ : گائن

۱۰-۲۶ شجاعت حسین خاں : ستار

۱۱-۳۰ پنا لال چورسیہ : وائلن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

بنگلہ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۰ بال کاریہ کرم

رات

۹-۱۵ شوق ایکا پریشانی اپنی : سلسلہ تقادیر

(۳) شطرنج کا کھیل

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

سیتا نارائنن : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

پنا لال چورسیہ : وائلن

۷-۵۰ سنگم : مراٹھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

برج کے لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

ارون کمار چٹرجی : راسندر سنگیت

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

سیتا نارائنن : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پریت اہلیہ سنگھ : گیت، غزل

۹-۰۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۲۰ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۰۰، ۱۱-۰۲، شام ۵-۴۵

اشوک کمار : ... سرود

۱۰-۳۵ راجیش کماری بجو : گائن

۱۱-۳۰ ملکہ ایمن منصور : گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

مراٹھی لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا

۸-۱۵ اولوکن

۹-۰۰ فیاض خاں : طبلہ

۹-۳۰ رستم سہراب، ناٹک

تحریر : آغا حشر کاشمیری

ترتیب : انا چوہدری

۱-۳۰ کرناٹک سنگیت

وی جی سرانیم : وینا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

راجیش کماری بجو : گائن

۷-۵۰ سنگم : تیلگو گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

ریسا چٹرجی : بھجن

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

وی جی سرانیم : وینا

شام

۶-۴۵، ۹-۴۵

حبیب پینٹر و ساتھی : قوالی

۹-۳ نیشنل پروگرام

ہفتہ ۲۸ اگست

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، شام ۵-۴۰، رات ۹-۰۰

ریتا گنگولی : گائن

۱۰-۳۵ مطلوب حسین خاں : ستار

۱۱-۰۲ زندہ حسن : ٹھمری، دادرہ

۱۱-۳۰ دھروجیوتی گھوش : سارنگی

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سوا ستھ رکھشا

۸-۱۵ آج کے اتتھی

۹-۱۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

کارتک کمار : ستار

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

مطلوب حسین خاں : ستار

۷-۵۰ سنگم : ملیالم گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

کشمیری لوک گیت

۳-۱۵ ۴-۰۲

رجنی دوبے : گیت، بھجن

۳-۳۰ زندہ حسن : ٹھمری، دادرہ

شام

۶-۴۵، ۹-۴۵

پرسار گیت

۹-۳۰ اوور گیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۲۹ اگست

دہلی 'الف'

صبح ۸-۱۰ منور علی خاں : گائن

'گٹ نرپیکش راشٹر اور وشو شانتی' کے زیر عنوان آکاشوانی دہلی سے 'چرچا کا وشیہ ہے' پروگرام میں نشر مباحثے کے شرکار ــــ (دائیں سے) ڈاکٹر کے پی مشرا، شری وائی بی چوان چیرمین فائنس کمیشن اور شری اندرجیت۔

۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ گوپال کرشن : وچیترو وینا
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ کرناٹک سنگیت
اکھلا کرشنن : گائن

دوپہر
۱۲-۱۵ جھلکی
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ
۵-۴۵ اکھلا کرشنن : گائن

رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ سعید ظفر خاں : ستار
۱۰-۰۰ چین

دہلی ب

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سعید ظفر خاں : ستار

۷-۵۰ سنگم : آسامی گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
انعام احمد قوال و ساتھی : قوالی
۳-۳۰ منور علی خاں : گائن

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
پشپا رانی : گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۴ اگست

دہلی الف

صبح
۸-۱۰ اور شام ۵-۴۵، ۹-۰۰
شرافت حسین خاں : گائن
۱۰-۳۵ بھگوان داس شرما : سنطور
۱۱-۰۲ پرمیلا پوری : گائن
۱۱-۳۰ شرن رانی : سرود

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک مادھوری
تیلگو لوک گیت

رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سبدھ سنگیت

۹-۳۰ تقاریر کا نیشنل پروگرام (ہندی)
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
راس بہاری دتہ : ستار

دہلی ب

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بھگوان داس شرما : سنطور
۷-۵۰ سنگم : سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ اور ۴-۰۲
راگنی شرما : گیت، بھجن
۳-۳۰ پرمیلا پوری : گائن

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۵
شری رام : غزلیں
۹-۳۰ پن پرائسز
انگریزی میں تقریر

منگل ۳۱ اگست

دہلی الف

صبح
۸-۱۰ اور شام ۵-۰۵ رات ۹-۰۰
نصیر ظہیر الدین ڈاگر اور
نصیر فیاض الدین ڈاگر : گائن
۱۰-۳۵ مسرت علی خاں : سرود
۱۱-۰۲ سوم تیواری : گائن
۱۱-۳۰ محمد احمد بنے : سارنگی

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
آسامی لوک گیت

رات
۸-۰۰ اولوک منڈل
۸-۱۵ ہندی میں تقریر
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۰۰ شری چندر کانت آپٹے : گائن

دہلی ب

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
مسرت علی خاں : ستار
۷-۵۰ بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۰۲.۰۰ کلو ہرٹز ۹۰۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۰۵ وندنا
۶-۲۵ کھیتی کی باتیں
۶-۳۵ سنگیت پربھا
۷-۰۵ مانس گان
۷-۱۵ مقامی اعلانات اور
شڈولڈ کاسٹ، شڈولڈ ٹرائب
امیدواروں کے لیے
روزگار سماچار
۷-۲۰ پرادیشک سماچار
۷-۴۵ دھرتی گائے (بھوجپوری گیت)
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱۰ فلم سنگیت

دوپہر
۱۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۱-۱۰ اوکاش کے کشن (اتوار)
آپ کی پسند (ہفتہ)
سواستھ چنتن (جمعرات)
مہلا سبھا (منگل، جمعہ)
۱-۴۰ فلم سنگیت
۲-۲۰ لوک رنگ
(لوک گیتوں کا پروگرام)

شام
۵-۱۵ چترپٹ سے
۵-۳۰ گرام جگت (اتوار، منگل)
آنگن (پیر، جمعرات)
گاؤں کی اور (بدھ، جمعہ)
بالواڑی (ہفتہ)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور
پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ روزگار سماچار
۶-۱۵ پرادیشک سنگیت
۶-۲۰ گمشدہ لوگوں کے بارے میں
سماچار
۶-۳۰ کھیتی باڑی (کسانوں کے لیے)
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۳۰ یووا وانی
۸-۰۰ ہندی پروگرام (پیر، جمعرات، اتوار)
سنسکرت پروگرام (منگل)
انگریزی میں تقریر (بدھ)
کوی کے گھر سے (جمعہ)
ہیم لتا (ہفتہ)
۹-۱۶ نئی کرن (اتوار)
کھیل کھلاڑی (منگل)
ہفتے کی جھانکی (جمعرات)
۹-۳۰ پتریلا (اتوار)
چرچا کا وشیہ ہے (بدھ)
پرادیشک اور لوک سنگیت کا
نیشنل پروگرام (جمعرات)
نیشنل پروگرام : ناٹک /
روپک (دوسرے اور چوتھے جمعرات) /
من بھاون
رنگ ترنگ (جمعہ)
۹-۴۵ اور ۱۰-۰۰
اندر دھنش (فلم سنگیت) اتوار
جن پد کی جھانکی (جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
ہندی پری چرچا (بدھ)
اردو پروگرام (پیر)
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۰ انگریزی میں خبریں
۱۱-۰۵ ہندی میں خبریں
۱۱-۱۰ اختتام

دوپہر
۳-۱۵ اور اور ۴-۰۲
ریل داس : گیت اور بھجن
۳-۳۰ سوم تیواری : گائن

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۵
اوما گرگ : گیت اور بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی

لکھنؤ

میڈیم ویو لکھنؤ الف: ۲۰۱۲۶۰۲ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ ج ۳۳۰۰۳ میٹر ۱۲۶۸ کلوہرٹز
شارٹ ویو لکھنؤ ب ۳۳۰۰۰ میٹر ۵-۳۰ کلوہرٹز (صبح ۵۵-۵ سے ۸-۵۵ تک اور شام ۱۵-۵)
کے بعد ۸۲ میٹر، ۳۰۱۰ کلوہرٹز، ۱۰-۳۸۱ میٹر ۲۵-۷ کلوہرٹز

خبریں

ھندی بلیٹن: صبح ۰۰-۷ (علاقائی)
ھندی: صبح ۰۰-۸ بجے، دوپہر ۵۰-۱۲، ۱۰-۲ بجے، شام ۰۰-۶، شب ۴۵-۸، ۰۰-۱۰ بجے — انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱ بجے
شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے — سنسکرت: صبح ۰۰-۷ بجے، شام ۱۰-۶ بجے — اردو: صبح ۰۰-۸ بجے، شب ۱۵-۹ بجے
علاقائی (ہندی): صبح ۰۰-۹ بجے — ضلع کی چٹھی: صبح ۰۵-۹ بجے
خاص: دوپہر ۳۰-۲ بجے (اردو) صبح ۰۰-۷ بجے، شام ۳۰-۷ بجے (ہندی)

پیر ۱۶ اگست

صبح

۴۵ - ۷ بیتیا پاکھرے: غزلیں
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: ملاقات
چودھری پربھان شنکر سردش
اناوی سے بات چیت
۱۰ - ۹، رات ۴۵-۹ اور ۳۰-۱۰
گنیش پرساد مصرا: خیال
پرکاش چندر گوسوای
طبلہ سنگت

دوپہر

۰۰ - ۱۲، شام ۵۰-۴
شاہد خاں: گیت اور غزلیں
۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے

رات

۱۵ - ۸ اسپورٹس نیوز ریل
۳۰ - ۹ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر

منگل ۱۷ اگست

صبح

۳۰ - ۸ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
'لکھنؤ کے تحقیقی ادارے'
آر۔ ڈی۔ ایس۔ او
شاہ نواز قریشی کی بات چیت
افسانہ: ڈاکٹر عطیہ نشاط
۱۰ - ۹ وگیان چرچا

دوپہر

۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے
۱۰ - ۱ گرہیہ لکشی

شام

۵۰ - ۴، رات ۲۰ - ۸
رتنا گپتا: گیت اور بھجن

رات

۰۰ - ۸ سنسکرت پروگرام
۴۵ - ۹ بھارت بھارتی
۰۰ - ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۸ اگست

صبح

۴۵ - ۷ ساز غزل
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: مزاحیہ خاکہ
کلدیپ اختر: مزاحیہ کلام
۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۸
شہنائی وادن

دوپہر

۰۰ - ۱۲ سنسکرت گیت
۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے
۱۰ - ۱، رات ۳۰ - ۱۰
سیتا سرن سنگھ: خیال

شام

۵۰ - ۴، ۱۵ - ۸
دیپتری موہن: بھجن اور غزلیں
۴۵ - ۵ خطوط کے لئے شکریہ

رات

۳۰ - ۹ چینجنگ اسٹینڈرس آف انڈین ڈیفنس
انگریزی میں پری چرچا
۵۰ - ۹ کنبہ بہبود سے متعلق سوال و جواب
۰۰ - ۱۰ ماسک شر تکھلا: ناٹک

جمعرات ۱۹ اگست

صبح

۴۵ - ۷، شام ۵۰ - ۴
مکتا چٹرجی: گیت اور بھجن

۳۰ - ۸ اردو پروگرام
اساتذہ کا کلام: مصحفی،
ناسخ اور آتش کا کلام
۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۱۰
سو پربھات پال
سرود وادن

دوپہر

۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے

رات

۰۰ - ۸ ہندی تقریر
۳۰ - ۹ نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
۰۰ - ۱۰ جنپد کی جھانکی

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۴۵ - ۶ گاندھی چرچا
۳ - ۷ سورویلا (ہندی کاویہ پاٹھ)
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
خطوط کے آئینے میں
فراق گورکھپوری: ڈاکٹر محمد عقیل رضوی کی بات چیت
کلام شاعر
نارش پرتاپ گڑھی

دوپہر

۱۰ - ۱ گرہیہ لکشی

رات

۰۰ - ۸ ہندی تقریر
۳۰ - ۹ وکاس کے نئے تیرتھ
'اوبرا' بجلی پروجکٹ: فیچر
۰۰ - ۱۰ 'آمنے سامنے' بھینٹ وارتا

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۳۰ - ۸ اردو پروگرام: خواتین کیلئے
'آسائشوں کا تصور اور خواتین'
انٹرویو پر مبنی پروگرام
۱۰ - ۹ ٹی۔ کے۔ ٹکنگ: ستار وادن

دوپہر

۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے
۱۰ - ۱ راگ رنگ
پنا لال گھوش: بانسری وادن

رات

۰۰ - ۸ پری چرچا (ہندی)
۳۰ - ۹ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۳۰ - ۷ آپکے آس پاس
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: بچوں کیلئے
لوک کہانی
پر مبنی فیچر: بیکلش اماچکبت
۱۰ - ۹ لوک روچی سماچار
۱۵ - ۹ خطوط کے لئے شکریہ
۳۰ - ۹ سربھی: اپ شاستریہ سنگیت
۳۰ - ۱۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی

دوپہر

۳۰ - ۱۲ کام کاج خواتین کیلئے
۱۰ - ۱ آج اتوار ہے
چکر تیری شادی کا: مزاحیہ
مصنف: سورج کپور

شام

۵ - ۴ رویندر سنگیت

رات

۳۰ - ۸ پرادیشک سماچار درشن
۰۰ - ۱۰ رتناکر سنگیت سمیکشا
کا بریہ کرم

پیر ۲۳ اگست

صبح

۴۵ - ۷، دوپہر ۱۰-۱۲، شام ۵۰-۴
اقبال احمد صدیقی: نعت
غزل، بھجن اور گیت
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
جدید اردو شاعری کی دین
اور اس کے مسائل: مباحثہ
شرکار: ڈاکٹر نیر مسعود، ڈاکٹر
انیس اشفاق اور ڈاکٹر
ملک زادہ منظور احمد
۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۸
اما کانت پاٹھک
بانسری وادن
تیج بہادر نگم: طبلہ سنگت

دوپہر

۱۰ - ۱۲ طلبار کے لئے

رات

۱۵ - ۸ اسپورٹس نیوز ریل
۴۵ - ۹ تیج بہادر نگم: طبلہ سولو

۱۰-۰۰ بچہ: تندرستی پر خاص پروگرام

منگل ۲۴ اگست

صبح

۷-۴۵ ، شام ۵-۱۰ ، رات ۸-۲
دیپالی مکھرجی: گیت اور بھجن

۸-۳۰ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
اکثر یاد آتے ہیں
سراج لکھنوی: ڈاکٹر محمد
ولی الحق انصاری کی بات چیت
افسانہ: مسرور جہاں

دوپہر

۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۱-۱۰ گریہ لکشمی

رات

۹-۰۰ سنسکرت پروگرام
۹-۴۵ بھارت بھارتی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۷-۴۵ ساز غزل: آرٹسٹ محمد ظفر
۸-۳۰ اردو پروگرام
کھیل کی دنیا: تبصرہ
رنگ تغزل

۹-۱۰ ، رات ۱۰-۳۰
دلاور خاں: سارنگی وادن
احمد میاں: طبلہ پر سنگت

دوپہر

۱۲-۰۰ سنسکرت گیت
۱۲-۱۰ طلبا کے لئے

شام

۵-۴۰ ، رات ۸-۱۵
محمد ظفر: گیت بھجن و غزلیں
۵-۴۵ خطوط کے لئے شکریہ

رات

۹-۰۵ کنبہ بہبود پر سوالات و جوابات
۱۰-۰۰ ان چاہے رشتے: ہندی ناٹک
مصنف: ڈاکٹر جتندر بھارتیہ

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۷-۴۰ ، رات ۸-۱۵
شکیل نگم: گیت بھجن اور غزلیں

۸-۳۰ اردو پروگرام، شعری نشست
شرکاء: اقبال قریشی، اطہر نبی، تشنہ عالمی، اور سلطان احمد نادم

۹-۱۰ ، رات ۱۰-۳۰
شمشیر سنگھ: سرود وادن

دوپہر

۱۲-۱۰ طلبا کے لئے

رات

۹-۰۰ ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ناٹک

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۶-۴۵ کانتی چیریا
۷-۳۰ سورو یلا: ہندی کاویہ پاٹھ

۷-۴۵ ، رات ۸-۱۵
پیارے میسی: غزلیں

۸-۳۰ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
خطوط کے آئینے میں
جان نثار اختر: بات چیت
علاوہ، شاعر: کیف بھوپالی

دوپہر

۱۲-۰۰ ، شام ۵-۴۰
سریش شریواستو: گیت و بھجن
۱۲-۱۰ طلبا کیلئے
۱-۱۰ گریہ لکشمی

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر
۹-۳۰ سنسکرت پترکا: ناٹک
۱۰-۳۰ ایم راجم: وائلن وادن

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
نقش ہائے رنگ رنگ
تامل افسانے: فیچر
تحریر: ڈاکٹر احمد نسیم
۹-۱۰ سبھاش رائے: بانسری وادن

دوپہر

۱۲-۰۰ ، شام ۵-۴۰
سوپریا شکلا: غزلیں
۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۱-۱۰ راگ رنگ: کچلو بندھو گائن

رات

۸-۰۰ وکاس یاترا
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۹ اگست

صبح

۷-۳۰ آپ کے آس پاس
۸-۳۰ اردو پروگرام
'یہ بستیاں ہماری ہیں'
'قصبہ محمدی': محمدی قصبہ کے رہنے والوں سے کی گئی ملاقاتوں پر مبنی فیچر
ترتیب و پیشکش: شفاعت علی
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ خطوط کے لئے شکریہ
۹-۳۰ سربھی: اُپ شاستریہ سنگیت کاریکرم
۹-۴۵ بال سنگھ: تندرست کیسے رہیں: تقریر: ڈاکٹر لکشمی چندر
۱۰-۳۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی

دوپہر

۱۲-۳۰ کام کاجی خواتین کے لئے
دفتر کام کاج میں مددگار
گھڑیالی آنسو ولو دوارنا
سروج جین
۱-۱۰ آج اتوار ہے: لو بھی
مزاحیہ۔ مصنف نثار احمد

شام

۵-۴۰ رویندر سنگیت

رات

۸-۳۰ پرادیشک سماچار درشن
۹-۰۵ گیت سنگیت
۱۰-۰۰ رتناکر: سنگیت پروگرام

پیر ۳۰ اگست

صبح

۷-۴۵ پریم سنگھ کنوت: گیت اور بھجن
۸-۳۰ اردو پروگرام: پرچھائیاں
لکھنؤ کے ادبی و تہذیبی جلسوں کی ایک جھلک

۹-۱۰ ، رات ۸-۳۰
دھوناتھ مشر: ٹھمری دادرا
رام چندر بھٹ: طبلہ پر سنگت

دوپہر

۱۲-۰۰ ، شام ۵-۴۰
غلام دستگیر خاں: غزلیں
۱۲-۱۰ طلبا کے لئے

رات

۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۱۰-۰۰ ساہتکی: ہندی پتریکا پروگرام

منگل ۳۱ اگست

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
اکثر یاد آتے ہیں
ڈاکٹر وحید مرزا
پروفیسر نورالحسن ہاشمی کی تقریر
افسانہ: رام لعل
۹-۱۰ وگیان چرچا

دوپہر

۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۱-۱۰ گریہ لکشمی
دینک جیون میں یہ طور طریقہ بھی اپنائیں: پیر کھتوں سے اچھا ویوہار
وارتا کار: مدھو ماتھر
سماجک مانیتائیں اور ہمارا پریوار
وارتا کار: پربھا پریہ درشی

رات

۸-۰۰ سنسکرت پروگرام
۸-۱۵ بھارت سماروہ
لندن میں آیو جیت بھارت سماروہ پر آدھارت کاریکرم
۹-۴۵ بھارت بھارتی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

تحریر: محمد عالم شمسی

وہ اعمال جن سے باغ زندگی میں حسین پھول کھلتے ہیں بے شمار ہیں۔ مثلاً احسان، صداقت، دیانتداری، ایمانداری، خلوص، یکسوئی، لگن، خدمت خلق، ہمدردی، رحم و محبت، حسن خلق و صلہ رحمی، احترام و تکریم نفس، تنزیہہ و تزکیہ، حلم و بردباری، عمل بالمعروف و نہی عن المنکر، شرافت، حکمت، حسن تدبیر، تفکر و تدبر، فراست و کیاست، عقل و دراست، خشوع و خضوع، تذلل و انکسار اور ان قبیل و دیگر فضائل محمودہ و اطوار ستودہ جو خلق خدا کے نزدیک مقبول اور منظور نظر ہیں۔ دیکھنے سے

رامپور

۳۲۶ میٹر ۹۱۸ کلوہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی: صبح ... ہندی: صبح ۰۰ - ۸، دوپہر ۰۰ - ۲ اور
شام ۰۵ - ۶، رات ۴۵ - ۸ انگریزی: صبح ... دوپہر ۰۰ - ۲، رات ۰۰ - ۹
اردو: صبح ۰۵ - ۸ اور رات ۱۵ - ۹ سماچار پر آدھارت: صبح ۰۰ - ۹
ضلع کی چٹھی: صبح ۰۵ - ۹ پرادیشک سماچار: شام ۰۰ - ۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

پہلی مجلس
صبح
۵۵ - ۰۰ [illegible] سنگل دھوانی
۳۰ - ۶ آج کا چنتن (علاوہ جمعہ)
جمعہ کو آدمی کی پرچا
۰۰ - ۷ سنو کہانی
۵۵ - ۶ پروگراموں کا خلاصہ
۱۵ - ۸ روزگار سماچار
۰۰ - ۷ بھاشا سنگم (علاوہ جمعہ و اتوار)
جمعہ: کاویہ سوربھ
اتوار: آج اتوار ہے
۳۰ - ۷ سنسکرت پروگرام (ہر جمعرات کو)
(ہر جمعہ کو)
[illegible] گیت (صرف پیر، منگل، بدھ اور ہفتہ کو)
۰۰ - ۸ لوک گیت
۳۰ - ۸ اردو پروگرام (ہر جمعہ کو)
۰۰ - ۹ تا ۰۰ - ۱۰
ال جگت (ہر اتوار کو)
دوسری مجلس
دوپہر
۰۰ - ۱۲ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)
فلمی قوالی (ہر پیر کو)
آپ کی پسند (ہر منگل اور جمعرات کو)

[illegible] (ہر بدھ کو)
[illegible] (ہر پیر کو)
[illegible] (ہر ... کو)
۱۵ - ۱۲ آکاش گنگا (ہر اتوار کو)
۰۰ - ۱ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰ - ۱ پریوار جگت (ہر ... کو)
مہلا جگت (ہر ... کو)
[illegible]
(پہلے، تیسرے اور پانچویں ...)
بچوں کی [illegible]
دوسرے اور چوتھے منگل کو
گرامین مہیلاؤں کے لیے
(ہر بدھ کو)
گیتکا (ہر جمعرات کو)
نعت اور قوالی (ہر جمعہ کو)
سواستھ سندیش (ہر سنیچر کو)
۰۰ - ۲ جوانوں کے لیے (ہر سنیچر کو)
۰۰ - ۲ چتر پٹ سنگیت (آپ کی فرمائش)
۲۵ - ۲ آس پاس (ہر اتوار کو)
تیسری مجلس
شام
۰۰ - ۶ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰ - ۶ علاقائی سوچنائیں
۳۰ - ۶ یووانی
۰۰ - ۷ کرشی جگت

۰۰ - ۷ کرشی جگت، دیہاتی [illegible]
۴۵ - ۷ پریوار کلیان [illegible]
اردو پروگرام (ہر ... کو)
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (ہر جمعرات کو)
[illegible] (ہر جمعہ کو)
سندی تقریر (ہر سنیچر کو)
۰۰ - ۸ [illegible] (علاوہ اتوار ...)
[illegible]
[illegible] سنسکرت [illegible]
۱۵ - ۸ پرادیشک سماچار [illegible]
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل،
جمعرات اور ہفتہ کو)
۲۰ - ۸ [illegible] (ہر منگل کو)
۳۰ - ۸ ساز اور آواز
۳۰ - ۹ چھایا گیت (ہر اتوار کو)
ناٹک (ہر جمعہ کو)
۴۵ - ۹ آپ کی پسند (ہر اتوار کو)
[illegible] (ہر پیر اور منگل کو)
۰۰ - ۱۰ دیہی دھارا (ہر ... کو)
ملاقات (ہر ... کو)
محفل (قوالی ...)

پیر ۱۶ اگست

صبح
۴۵ - ۷، رات ۰۰ - ۸
جمیل احمد: غزلیں
دوپہر
۱۰ - ۱ بندیا: پسند اپنی اپنی
سیما سمادھان
۴۰ - ۱، رات ۱۵ - ۸
استاد رجب علی خاں
خیال
شام
۰۰ - ۷ کرشی جگت (روزانہ)
۴۵ - ۷ اردو پروگرام: آہنگ
"عام آدمی کتنا خوش کتنا پریشان" مباحثہ
حصہ لیں گے: شوکت علی،
ناصر علی خاں اور معین الدین
خاں

منگل ۱۷ اگست

صبح
۴۵ - ۷ دلیپ کمار رائے اور ساتھی
بھجن
دوپہر
۴۰ - ۱ برج بھوشن کابرا
گٹار وادن
شام
۰۰ - ۷ کرشی جگت
خطوں کے جواب
تقریر: جیت سنگھ ڈبی

بدھ ۱۸ اگست

صبح
۴۵ - ۷ اوشا ٹنڈن: گیت
دوپہر
۱۵ - ۱ آنچل
۴۰ - ۱ پنڈت جسراج: خیال
شام
۳۰ - ۶ یووانی
چھوٹی بچت سنتوش صوری
تقریر: رینو اروڑا
۴۵ - ۷ نئی انٹرنیشنل اکنامک آرڈر
"انگریزی تقریر
"مذاکرہ"
۰۰ - ۸ ریشمی دھاگا: سجاتا چکرورتی
گیت
۱۵ - ۸ امانت علی خاں، فتح علی خاں
خیال

جمعرات ۱۹ اگست

صبح
۴۵ - ۷ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام
دوپہر
۴۰ - ۱، رات ۱۵ - ۸
ہری پرساد چورسیا
بانسری وادن
شام
۳۰ - ۶ یووانی
میری کاپیناں میں جیون ساتھی
زمین بانو
۰۰ - ۸ جوئے بار: سخاوت حسین خاں
غزلیں

جمعہ ۲۰ اگست

صبح
۳۰ - ۷ واتاین
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: آہنگ
"کمزور طبقہ کے لوگ اور
بینکوں کی امداد" فیچر
شام
۳۰ - ۹ "گول چکور کی کہانی" ناٹک
تحریر: عمیق حنفی
پیشکش: جوالا پرشاد

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح
۴۵ - ۷ سگم سنگیت
شام
۴۵ - ۰۰ سوانوں کے بیچ ضلع کلکٹر
مراد آباد
۰۰ - ۱۰ رس دھارا
کیلاش شرلیاستو

اتوار ۲۲ اگست

دوپہر
۳۰ - ۱۲ آپ کے لیے: جھلکی
۱۰ - ۱ پریوار جگت
شام
۰۰ - ۷ کرشی جگت،
خطوں کے جواب
۰۰ - ۸ دلراج کور: بھجن
۳۰ - ۹ شاکر حسین اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۲۳ اگست

صبح
۴۵ - ۷ منوہر سروپ: غزلیں
۱۰ - ۱ بندیا
۴۰ - ۱، رات ۱۵ - ۸
پروین سلطانہ، محمد دلشاد
خاں: خیال
شام
۳۰ - ۶ یووانی
"کچھ جھٹکے کچھ گیت"
۴۵ - ۷ اردو پروگرام: آہنگ
"غریب اور قانونی امداد"
فیچر
تحریر و پیشکش: شرافت یار
خاں
معاون: سریش چندر آجن
۰۰ - ۸ صلاح الدین احمد: غزلیں

منگل ۲۴ اگست

صبح
۴۵ - ۷ روپالی مکھرجی: بھجن
دوپہر
۴۰ - ۱ سیما لسٹو وشواس، ٹولال
رائے: بانسری جل ترنگ وادن

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۷-۴۵، رات ۸-۰۰
سی۔ ایچ آتما : گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
مانِک راؤ ورکر : خیال

شام

۶-۳۰ یووادانی
شرم دان اور نوا ورگ [illegible]
تقریر

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام
۱-۴۰ استاد حافظ علی خاں
سرود وادن

شام

۶-۳۰ یووادانی : سرگم
لوک گیت
دینیش بالا اور ساتھیاں
۸-۰۰ جوئے بار : غزلیں
۸-۱۵ امرت حسین خاں
سربہار

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۷-۳۰ کاویہ سوربھ
۸-۳۰ اردو پروگرام : آہنگ
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
بھیم سین جوشی : خیال

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۸-۰۰ سعادت حسین اور ساتھی
نعت، قوالیاں

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح

۷-۴۵ سنگم سنگیت

شام

۷-۴۵ کوی گوشٹھی
شرکاء : مدن وکھو، ڈاکٹر
آر۔ ایس۔ لال، ڈاکٹر چھوٹے
لال شرما، نگینہ ر، گوپال وزوی
اور راج [illegible]
۸-۱۵ این راجن [illegible]

اتوار ۲۹ اگست

صبح

۸-۲۱ لوک گیت

دوپہر

۱۲-۲۰ آپ کے لئے
[illegible] لکھ [illegible]
مول تمل، ایس [illegible] ناکھن
پیشکش : جوالا پرشاد
۱-۱۰ پریوار جگت

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب
۹-۳۰ صاحبزادے اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۳۰ اگست

صبح

۷-۴۵ کملا سنہا : غزلیں

دوپہر

۱-۱۰ بندریا
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
نکھل بنرجی : ستار وادن

شام

۷-۴۵ اردو پروگرام : آہنگ
ادبی کتابوں پر تبصرہ
تبصرہ نگار : سلمان صہبا
۸-۰۰ مہدی حسن : غزلیں

منگل ۳۱ اگست

صبح

۷-۴۵ کماری ہیم لتا، کرشن من اور
ومل پنت : بھجن

دوپہر

۱-۴۰ استاد امیر خاں : خیال

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر الف ۳۰۰ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز جالندھر ب ۳۳۰ میٹر ۲ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ ۲۰۹.۲ میٹر ۱۴۴۰ کلوہرٹز (شام ۱۰۔۶ تا ۳۰۔۶ [illegible])

خبریں

ھندی : صبح [illegible] دوپہر [illegible] (دھیمی رفتار سے) شام ۵-۷ [illegible] (علاقائی سماچار) رات [illegible]
پنجابی : صبح [illegible] دوپہر [illegible] شام [illegible] (علاقائی سماچار) شام [illegible] انگریزی صبح ۱۰ [illegible] دوپہر [illegible] رات [illegible]
اردو : صبح [illegible] (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ [illegible] سماچار، شام [illegible]

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر (صبح)

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ آرادھنا : بھکتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی پروگرام
۶-۴۰ پہلے پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ اساوی وار (صرف اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۱۵ قدم قدم بڑھا بڑھا (پیپر)
۷-۳۰ بھکتی سنگیت
۹-۰۰ سماچار [illegible]

دوپہر

۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اتنت کھیتی پروگرام
۲-۲۰ سنگم سنگیت
ساڈے آس پاس (ہفتہ)

شام

۵-۳۰ گورانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور
پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ پنجابی پروگرام

۷-۰۰ روزگار سماچار
۹-۲۵ [illegible]

جالندھر (شام)

شام

۶-۰۰ یووادانی
۶-۴۴ یونیورسٹی براڈکاسٹ
۷-۰۰ پنجابی میں علاقائی پروگرام
(ویکلی [illegible])
۹-۰۰ اختتام

پیر ۱۶ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر
راگ دیوگری بلاول اور ابھوگی کانہڑا
۸-۲۰ پریم پاٹھک : لوک گیت
۹-۱۵ سرندر کور : گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ آپکی پسند
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ چندر کانتا کپور : لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی

شام

۷-۴۵ پنجابی گیت
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ نریندر بیبا : لوک گیت

منگل ۱۷ اگست

صبح

۶-۴۵ شبد
۷-۳۰، شام ۷-۴۵
غلام صدیق خاں : خیال بیراگی

اور کٹھری مشر کیسروانی
۸-۲۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ پریتی بالا : لوک گیت
۹-۱۵ جاگرتی

دوپہر

۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت
۱۲-۳۰ دیہاتی عورتوں کیلئے
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ گلزار بھٹی : لوک گیت
۵-۱۵ جیدیو کمار میلا جٹ : لوک گیت

رات

۹-۳۰ وگیان جگت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
سنجیونی سہوترے : گائن

بدھ ۱۸ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
وزیر چند چترا : ستار پر راگ ہر بھیرو
اور باگیشری
۸-۵۰ رمیش رنگیلا و ساتھی : لوک گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۲، رات ۸-۳۰
بھائی دویندر سنگھ : شبد

دوپہر

۱۲-۰۰ نرملا دیوی ، ٹھمری
۱۲-۳۰ جنگی صحت
۲-۰۰ غزلیں
۲-۳۰ جگجیت کور ، لوک گیت
۵-۰۵ چابھڑی

شام

۷-۴۵ قدم قدم پڑا پڑا
۹-۰۱ پنجابی گیت
۹-۰۲ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۹ اگست

صبح

۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ تا دوپہر ۱۲-۰۰
سیر سیٹھ ، خیال و بھاس اور مدھوسودن سارنگ
۷-۱۰ تا رات ۸-۳۰
برج نارائن ، سرود پر راگ گوجری توڑی اور راگ کوشی کا نہڑہ
۸-۰۰ تیشی چندر ، لوک گیت
۹-۰۵ تا دوپہر ۱۲-۱۵ / شام ۵-۰۰
بڑیا ساگر رامپال ، بھجن ، غزل اور گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ غزلیں
۲-۳۰ زنبیر سنگھ رانا ، لوک گیت
۵-۰۵ لوک گیت
۵-۰۰ بنارسی بھل ، لوک گیت

رات

۸-۰۰ پری حل : ہندی ادبی پروگرام

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن
۷-۰۰ تا رات ۱۰-۳۰
شام لال ، شہنائی پر راگ بلاسخانی توڑی اور میاں کی ملہار
۸-۰۰ تا دوپہر ۲-۲۰
شنتی گھوش ، بھجن اور غزلیں
۸-۰۰ محمد شریف قوال اور ساتھی صوفیانہ کلام
۹-۱۵ تا دوپہر ۱۲-۳۰
محمد انور خاں ، غزلیں

۱۲-۰۰ ایلی کے پنڈت ، خیال گوڑ سارنگ اور بھجن
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ تا رات ۱۰-۱۵
پورن شاہ کوٹی ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ ہجیندر مہاجن ، لوک گیت

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ تا دوپہر ۱۲-۰۰
دلیپ سنگھ گلبار ... خیال جونپوری اور تند سارنگ
۷-۵۰ چترلال ، طبلہ پر روپک تال
۸-۵۰ تا سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ تا دوپہر ۱۲-۱۵
رتن لال دیپک ، غزلیں

دوپہر

۱۲-۳۰ لوک رنگ
۲-۳۰ ساتوے آس پاس
۵-۱۵ سوداگر مل کرمل و ساتھی : بھیٹاں

رات

۸-۰۰ پنجابی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۶-۴۵ آسا دی وار
۷-۳۰ پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر ، گائن
۷-۴۵ پرتی بمب
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

دوپہر

۱۲-۰۰ نکھل بنرجی ، ستار
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ سورن لتا ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ بجنا ، لوک گیت

شام

۷-۴۵ جاگرت

۱۰-۰۰ شبد گائن
۱۰-۳۰ استاد علاؤ الدین خاں ، سرود پر راگ پوربی بہت

پیر ۲۳ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن
۷-۰۵ قدم قدم پڑا پڑا
۷-۳۰ تا ۱۰-۳۰
پیارا سنگھ ، ٹھمری ، خیال دیسی ، بہاگ
۷-۳۰ تا رات ۱۰-۰۰
لال چند مہاجن اور ساتھی لوک گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ آپ کی پسند
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ سگم سنگیت
۲-۳۰ مہندر پال بہٹانہ ، لوک گیت
۵-۰۵ بانی وانی

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر
۹-۲۰ پنجابی ناٹک

منگل ۲۴ اگست

صبح

۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ تا شام ۴۵-...
... سرود ... لینت کماری امرتسر ساج
۸-۵۰ گردیپ سنگھ ، لوک گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر

۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت
۱۲-۳۰ ترنجن
۲-۳۰ رنگا سنگھ مان ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ مہندر جیت سیکھوں ، لوک گیت

شام

۸-۰۰ اردو تقریر
۱۰-۰۰ معین الدین خاں ، سارنگی

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن

۷-۳۰ تا دوپہر ۱۲-۰۰ / رات ۱۰-۳۰
غلام مصطفی خاں ، خیال رام کلی ٹھمری پیلو اور راگیشری کونس
۸-۵۰ سنت سنگھ سیندرا ، لوک گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ جنگی صحت
۲-۳۰ گوبند داس پردیسی ، لوک گیت
۵-۰۵ چابھڑی

شام

۷-۴۵ قدم قدم پڑا پڑا
۸-۰۰ پنجابی تقریر
۹-۳۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ تا رات ۱۰-۳۰
سوجیت ، ستار پر راگ توڑی اور بھوگی کا نہڑہ
پون کمار ورما ، طبلے پر سنگت
۸-۳۰ سعیدہ بانو ، لوک گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ پون کمار ورما ، طبلہ پر تین تال
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ سوندر سنگھ پردیسی ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت

شام

۵-۱۵ شوکت علی ماتوئی ، لوک گیت

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰ تا رات ۱۰-۳۰
سوہن سنگھ ، خیال للت اور درباری کا نہڑہ
۸-۳۰ سگم سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ علی اکبر خاں ، سرود
۱۲-۴۵ جیون جاچ
۲-۳۰ سگم سنگیت
۲-۳۰ شنکر داس و ساتھی ، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ مکھبیر سنگھ لکھا ، لوک گیت

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ سندر جیندا، کافی اور دوہڑے بلھے شاہ

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
منصور حسین خاں، سارنگی پر
راگ گوڑ پکا بسنت اور گوڑ سارنگ
۷-۴۵ ریتا گنگولی، ٹھمری اور دادرا
۸-۰۵، سہ پہر ۵-۰۵، رات ۸-۳۰
پنجابی گیت

دوپہر
۱۲-۱۵، ۱۲-۴۵
سگم سنگیت
۱۲-۴۵ برکت سدھو، لوک گیت
۲-۳۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ جگبیر جاہل سٹے والیہ ساتھی
لوک گیت

رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۲۹ اگست

صبح
۶-۴۵ آسا دی وار
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۳۰
استاد بڑے غلام علی خاں،
ٹھمری بھیرویں اور خیال کیدار
۷-۴۵ پرتی بمب
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ سگم سنگیت
۲-۳۰ سورن باوا، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ امریک سنگھ غازی ننگل، لوک گیت

شام
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۰۰ شبد گائن

پیر ۳۰ اگست

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
این۔ ایم۔ واملنی پر راگ
دیسی توڑی اور باگیشری کا نہڑہ
۸-۳۰ رجی دیوی، لوک گیت
۹-۱۵ جھلکی

دوپہر
۱۲-۰۰ آپ کی پسند
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ نرمل سنگھ کومل، لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی

رات
۸-۰۰ ہندی تقریر
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک گیت

منگل ۳۱ اگست

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ہری پرساد چورسیہ، بانسری پر
راگ اہیر للت
۸-۵۰ اکبر علی جودھاں، لوک گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر
۱۲-۰۰ کجھ گلاں کجھ گیت
۱۲-۳۰ ترنجن
۲-۳۰ راجند سنگھ رائے و ساتھی
لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ اوشا جیوال، لوک گیت

شام
۷-۴۵ لکشمی شنکر، ٹھمری پیلو اور
بھجن
۹-۳۰ انگریزی میں مباحثہ
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
چندر کانت۔ ایم آپٹے
گاشن

قلم کار حضرات

روہتک

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۵۰، شام ۶-۰۵، رات ۹-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۰ اور ۵-۰۵ شام
بھگتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۷-۰۰ لوک سنگیت
(اتوار کو چھوڑ کر)
۸-۴۰ سب رس

دوپہر
۱۲-۰۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ
(سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلا)
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت
(بدھ کو چھوڑ کے)
۷-۳۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

پیر ۱۶ اگست

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
بیگم اختر: غزلیں
۷-۱۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ شری کانت باکرے، راگ اہیر بھیرو
۸-۲۰ ابھے رام: لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کے لئے

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ ہیمنت کمار، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'امر پریم'

منگل ۱۷ اگست

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
ملک راج چاندلہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ فیاض احمد نیاز احمد، راگ توڑی
۸-۲۰ ایوب خاں، لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کیلئے

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ، لوک گیت
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ کے ایل سہگل، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'آپ کی قسم'

بدھ ۱۸ اگست

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
رونا لیلیٰ، سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ رویندر دیو، ستار وادن
۸-۲۰ امید سنگھ و ساتھی، لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کیلئے

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کتھرنیں
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
۶-۱۰ ' ننھے منے ' گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب، لوک گیت
۹-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ جگموہن ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'انارکلی'
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ رویندر دیو ، ستار

جمعرات ۱۹ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
جیوتی چودھری ، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۳۰ تاراوتی دہیا و ساتھی ، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار ' سرگم '
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سی ایچ آتما ، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
مکیش ، سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۰۰
راجندر کمار ، بانسری
۸-۲۰ ششی شرما و سکھیاں ، لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ منا ڈے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' انجانا '
۹-۳۰ تیسرے پہر کی دھوپ

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
مہندر کپور ، سگم سنگیت
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ بسنت راؤ دیشپانڈے ،
راگ نٹ کش بھیرو
۸-۲۰ کشور کمار ، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ سپھر نیبے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
سوال جواب
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ کرشنا کلے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'امیر غریب'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
مدن لال شرما ، سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت

۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپکی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ شاردا ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' اناڑی '
۹-۳۰ ' اداس پنچھوترہ ' ناٹک
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۳ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
آشا بھونسلے ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۰۰
پنا لال سولنکی ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ چھوٹے ، لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کیلئے

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار (انگریزی)
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ رادھا سلوجہ ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' ادھیکار '

منگل ۲۴ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
سریتا واجپائی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ درگا پرساد ، طبلہ
۸-۲۰ شری لیکا ، لوک سنگیت

۸-۲۰ ساتویں جماعت کے طلبا کیلئے

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
میری پسند
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ منہر ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'انامیکا'
۹-۳۰ سائنس کلب
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
فریدہ خانم ، سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ دیال سنگھ رانا ، بانسری
۸-۲۰ شری کرشن شرما ، لوک گیت
۸-۴۰ آٹھویں جماعت کے طلبا کیلئے

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کستر نیں
۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت ، لوک گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۳۰ پریتی ساگر ، لوک سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' آر پار '
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ دیال سنگھ رانا ، بانسری

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵

کرشن اروڑہ ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ ام کمار سجوزاں ، لوک سنگیت
۸-۴۰ نویں جماعت کے طلبا کیلئے

دوپہر
۱۲-۳۰ ساز اور آواز
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت ، لوک گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ جیوتکا رائے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' البیلا '
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، کھیل اتہ ریکا

جمعہ ۲۷ اگست

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
تیتش بسر ، سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندر گڈھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کندن لال شرما ، راگ رام کلی
۸-۲۰ ٹیک چند چوہان
لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا
۸-۴۰ پرائمری جماعتوں کے طلبا کیلئے

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت ، لوک گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ وکاس کلب
۸-۳۰ سمن کلیانپور ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' امانت '
۱۰-۰۰ ڈی وی پلسکر
کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
راجکمار زیروی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ست مارائن وشٹ
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ سپھر سنیے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
گیتوں بھری کہانی
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ کامودی منشی ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' ارادھنا '

اتوار ۲۹ اگست

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
مدھوبالا سکینہ ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کارتک کمار ، ستار پر
راگ بسنت مکھاری
۸-۲۰ بال کنج
سائنس پر سوال جواب
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ مہی پال یوگیشور ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند ، خطوں کے جواب
۶-۱۰ علاقائی گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ' اپریل فول '
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جودھپور

جودھپور ۵۶۴/۹ میٹر ۵۳۱ کلوہرٹز ۲۵۰/۶ میٹر ۱۱۹۰ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۹-۱۰ راجستھانی بھگتی گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل ، جمعرات ،
اتوار کو فلمی گیت
۱-۵۰ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۵-۰۵ یووا وانی
یووا ترنگ اور ورائٹی پروگرام
(منگل اور جمعہ)
۵-۳۰ نو ترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)

۶-۲۵ آس پاس (اتوار)
نیوتنی سوچنائیں (پیر و جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
شاردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)
سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۶-۳۰ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے ملا جلا پروگرام
۸-۲۵ ایک کلاکار
۹-۱۵ تقریر (ہندی / انگریزی)
(منگل ، جمعرات)
ملے جلے گانے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۱۰-۰۰ بہار گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

پیر ۳۰ اگست

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
لے ہری ہرن ، سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۰۰
ہیش باجپائی ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ منپھول منیر ، لوک سنگیت
۸-۴۰ طلبا کیلئے

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ علاقائی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ کے سی ڈے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے
' اب کیا ہوگا '

منگل ۳۱ اگست

صبح
۷-۳۰ ، شام ۷-۴۵
منجوشری بنرجی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ ممتا شرما و سکھیاں
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ پراڈیشک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ
۸-۰۰ کلام شاعر
۹-۱۵ ایک فلم سے ' عدالت '
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جے پور، اجمیر

جے پور الف ۱۰۰ میٹر ۔۔۔ جے پور (ب) ۳۲۳۶۴ میٹر ۱۲۶۹ کلو ہرٹز ۔۔۔ اجمیر ۵ء ۴۹۰ میٹر ۲ ۔۔ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۸ ۔ دوپہر [illegible] شام [illegible] رات [illegible] (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار [illegible])

انگریزی: صبح ۱۰ - ۹ دوپہر [illegible] شام [illegible] رات [illegible] (پیر، منگل، جمعہ، اتوار [illegible])

علاقائی (ہفتہ وار) صبح ۵۰ ۔ ۰ شام [illegible] (راجستھانی) شام [illegible]

سندھی صبح ۹-۳۰ شام ۹-۱۵ سنسکرت: صبح ۰۰ ۔ ۷ شام ۱-۹ سماچار ۔ [illegible] صبح ۹ -

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۰ - ۶ منگل دھونی [illegible]

۳۵ - ۶ وندنا

۰۰ - ۷ [illegible] بھاؤ دھرم

۰۰ - ۷ [illegible] ۔ [illegible] رادھا او روناؤ

۰۰ - ۸ [illegible] ماٹھ

۰۰ - ۸ سارنگی

۵۰ - ۹ [illegible] دھارا (سوائے اتوار)

سوگندھا (اتوار)

۱۵ احتساب (سوائے ہفتہ اتوار)

(سنسکرت ۵ء ۱۹ اور اتوار [illegible])

۵۰ - ۱ کرشی جگت اور موسم (سوائے اتوار)

۱۰ - ۲ اختتام

شام

۰۰ - ۵ یووانی (نوجوانوں کے پروگرام)

۰۰ - ۶ علاقائی [illegible] دیہاتیوں کا پروگرام

۲۵ - ۶ [illegible]

۳۰ - ۶ کرشکوں کیلئے کسانوں کے لئے [illegible]

رات

۰۰ - ۱۱ [illegible] بدھ، جمعرات، جمعہ

۰۰ - ۱۱ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

پیر ۱۶ اگست

صبح

۳۰ - ۷ وشوموہن بھٹ، گٹار

دوپہر

۳۰ - ۱ اشیش خاں، سرود

شام

۳۰ - ۶ ادیوگ جگت

خبریں اور سنگیت

۰۰ - ۸ ڈاکٹر راما سنگھ، کویتا پاٹھ

منگل ۱۷ اگست

صبح

۳۰ - ۷ افضل حسین، ٹھمری، دادرا

دوپہر

۳۰ - ۱ گرامین مہیلاؤں کیلئے

رات

۰۰ - ۸ راجستھانی کویتا پاٹھ

۳۰ - ۹ سندھی فرمائشی پروگرام

۰۰ - ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

سنجیونی سا ہوترے، گائن

بدھ ۱۸ اگست

صبح

۳۰ - ۷ سنگھ بندھو، گائن

۲۰ - ۸ راجستھانی میں تقریر

دوپہر

۳۰ - ۱ وجے راگھوراؤ، بانسری

۵ - ۵ مہابھارت کے پدارتھوں میں ملاوٹ کے

دشٹ پرینام، تقریر

شام

۳۰ - ۶ سندھی پروگرام

۳۰ - ۹ ناٹک

جمعرات ۱۹ اگست

صبح

۳۰ - ۷ عبدالرحمٰن

۵۰ - ۷ 'سنسکرت ساہتیہ کے مشہور آلوچک

اور انکے گرنتھ' آچاریہ دھرمیندر

۲۰ - ۸ 'ہماری بھاشائیں اور انکی ساہتیک

پرمپرا' سنسکرت تقریر

ڈاکٹر ترپاٹھی

شام

۲۵ - ۶ لوک گیتوں میں برکھا بہار

۰۰ - ۸ راجستھانی تقریر: وی آر ماتھر

۳۰ - ۱۰ پرکاش سکسینہ، بانسری

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۳۰ - ۷، ۳۰ - ۱۰ گائن

۲۰ - ۸ پرارتھنا سبھا

دوپہر

۳۰ - ۱ وی کے شرما، گائن

شام

۲۵ - ۶ راجستھانی کویتا پاٹھ

۰۰ - ۹ کلا اور ساہتیہ کے ساتھ

انیل جین

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۳۰ - ۷ رام گوپال ڈانگی، گائن

۳۰ - ۹ 'اتہاس کے جھروکے سے آزادی'

تقریر راز: ڈاکٹر وی سنگھ

شام

۳۰ - ۶ گرامین بچوں کیلئے

۰۰ - ۹ ہم کلاکار، اردو پروگرام

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۱۰ - ۷ بدھ دتیہ مکرجی، ستار

۰۰ - ۱۰ ایک مسافر، سندھی ناٹک

تحریر: سندر اگنانی

پیشکردہ: موہن مہر چندانی

دوپہر

۳۰ - ۱۲ جھلکی

۴۵ - ۱۲ شوتاؤں کے پسندوں کے انتر

رات

۰۰ - ۸ انگریزی تقریر

۳۰ - ۱۰ اے آر جگدیر گڈکر، بانسری

پیر ۲۳ اگست

صبح

۳۰ - ۷ شری کانت باکرے، گائن

۳۰ - ۹ ریڈیو پراؤنگ پریری یوجنا پروگرام

دوپہر

۳۰ - ۱ ایل ایم کلیٹھ والے، گائن

شام

۳۰ - ۶ ادھیوگ جگت

'ہمارا ادیوگ، کاشیاں اور سرکار'

تقریر راز: ایچ ڈی اپادھیائے

رات

۰۰ - ۸ وشمبھر شرما، کویتا پاٹھ

۰۰ - ۱۰ شری کانت باکرے، گائن

وی جی جوگ، وائلن

منگل ۲۴ اگست

صبح

۳۰ - ۷ احمد رضا، وینا

۳۰ - ۹ ریڈیو پراؤنگ پریری یوجنا پروگرام

دوپہر

۱۰ - ۱ گرامین مہیلاؤں کیلئے

رات

۰۰ - ۸ باتاں ری پھلواڑی

۳۰ - ۹ سندھی بیتروا تراور لوک سنگم سنگیت

۰۰ - ۱۰ معین الدین خاں، سارنگی

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۳۰ - ۷ بھیم سنگھ راؤ، گائن

۲۰ - ۸ رام جانے کیونکہ بھول و بیگی،

کوئی بنیالو، راجستھانی میں تقریر راز

ترلوک گوئیل

دوپہر

۳۰ - ۱ شیشی موہن بھٹ، ستار

شام

۳۰ - ۶ سندھی پروگرام

فلمی وغیرہ فلمی ریکارڈ

۳۰ - ۹ ناٹک

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۵۰ - ۷ دیوا وانی

'مہابھارت کا کتھا پکش'

تقریر راز: آر ایس اگنی ہوتری

۲۰ - ۸ جن سنکھیا اور وکاس، پہچل،

تقریر راز: سیتا رام

دوپہر

۱۰ - ۱ 'شوبت پرداسکارن اور بچاؤ'

شام

۲۵ - ۶ تیجاجی، تمثیلی تقریر

۰۰ - ۹ راجستھانی کرکٹ روپک

۳۰ - ۱۰ پی آر آنیوالیہ، گائن

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۳۰ - ۷ پرکاش وڈھیرہ، بانسری

۲۰ - ۸ پرارتھنا سبھا

دوپہر

۳۰ - ۱ فیاض حسین، ٹھمری، دادرہ

شام

۲۵ - ۶ راجستھانی پریم پارک کاویہ پاٹھ

۰۰ - ۸ منوہر سنگھ راٹھور

کاویہ پاٹھ

هفته ۲۸ اگست

صبح

۷-۳۰ ارملا داس گپتا ، گائن

۸-۲۰ جن سنکھیا اور وکاس

ساہ وجنک وتربن پرنالی، تقریر

دوپہر

۱-۳۰ بسم اللہ خاں وساتھی ، شہنائی

شام

۶-۳۰ گرامین بچوں کیلئے

۸-۰۰ کہکشاں، اردو پروگرام

اتوار ۲۹ اگست

صبح

۷-۳۰ شیہ ماہن شرما ، وائلن

۹-۱۵ منگل، بچوں کیلئے

۱۰-۰۰ چندر دھر شرما گلیری ، سنگیت

ڈاکٹر موتی لال موتوانی ، تقریر

دوپہر

۱۲-۰۰ میلا جگت

۱۲-۳۰ جھلکی

۱۲-۴۵ خطوں کے جواب

شام

۵-۰۵ یوواؤں کیلئے

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۹-۳۰ اردو مشاعرہ

پیر ۳۰ اگست

صبح

۷-۳۰ بسنتی ادھارے ، گائن

۸-۲۵ ریڈیو پر یوگ پری یوجنا

شام

۵-۰۵ یوواؤں کیلئے

۶-۳۰ ادیوگ جگت

کام کی باتیں

تقریر: ڈاکٹر پرکاش جیلانی

سنگیت

۸-۰۰ کویتا پاٹھ

۱۰-۰۰ مدھ دلو داس گپتا ، سرود

وسنت ادھارے ، گائن

منگل ۳۱ اگست

صبح

۷-۰۲ نصیر فہیم الدین خاں ڈاگر اور

نصیر ضیاالدین خاں ڈاگر ، گائن

۹-۲۵ ریڈیو پر یوگ پری یوجنا

دوپہر

۱-۵۰ کسانوں کیلئے سجھاؤ

رات

۸-۰۰ کاویہ مالا ، اجتماعی کویتا پاٹھ

۹-۳۰ سندھی پروگرام

فلمی اور غیر فلمی گیت

۱۰-۰۰ چندر کانت ایم آپٹے ، گائن

اودے پور

اودے پور: ۶۰/ ۲۶۶ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۵ بھگتی سنگیت

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۱۰ کھیتی باڑی

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ سنگیت سریتا

۷-۴۰ فلمی سنگیت

۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)

۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)

۱-۵۰ لوک سنگیت

۵-۰۵ یووادانی

۶-۰۰ مقامی اعلانات

پروگراموں کا خلاصہ

موسم کا حال

۷-۳۰ کرشکوں کے لیے

۸-۰۰ کھلا آکاش

(سوائے ہفتہ اور اتوار)

۸-۲۵ فلمی گیت

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال اے: ۲۰۲ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز   بھوپال ب: ۲۲۳ میٹر ۱۳۳۴ کلو ہرٹز

صبح ۳۰ء۵ سے ۰۰ء۸ ۳۹۱ کلو ہرٹز

صبح ۳۰ء۸ سے ۴۵ء۹ {۹۱۸۰ کلو ہرٹز

صبح ۴۵ء۱۰ سے ۳۰ء۳ شام

شام ۵ء۰۰ سے ۱۱ء۰۰ رات ۴۲۱۵ کلو ہرٹز

رائپور: ۵۰۹ میٹر ۵۹۰ کلو ہرٹز   گوالیار: ۳۰۱۴۴ میٹر ۱۳۲۹ کلو ہرٹز   جبلپور: ۲۵۴ میٹر ۱۱۸۲ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱۰-۱۰-۵ ۲-۴۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۰۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)

انگریزی: صبح ۹-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

پیر ۱۶ اگست

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰

رادھے شیام مالوی اور ساتھی

لوک گیت

شام

۷-۱۵ پرادیشک سماچار درشن

منگل ۱۷ اگست

صبح

۷-۳۰ منور ماشری واستو

لوک گیت

۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ

دیس پردیس

بات چیت: اشتیاق عارف

عبدالخلیل

شہرنامہ: اندور

خلیل احمد صدیقی

۱۰-۹ طلبا کے لئے

سامانیہ گیان: بھارتی وگیانک

جماعت ۶-۷-۸

دوپہر

۱-۳۰ کاویہ دھارا: گیا پرشاد ساہو

۲-۳۰ منور ماشری واستو

لوک گیت

شام

۸-۱۵ کویتا میں آدھکتا: ہندی تقریر

ڈاکٹر پربھاکر شوتریہ

بدھ ۱۸ اگست

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰

اُشا وری گارگو اور سہیلیاں

لوک گیت

شام

۸-۰۰ سا ہتکی

کاویہ پاٹھ: ویریندر مشر

جمعرات ۱۹ اگست

صبح

۱۰-۹ طلبا کے لئے

سامانیہ گیان (انگھوا دیوگ)

جماعت ۹-۱۰-۱۱

دوپہر

۳۰-۲ چندر کلا ساہو: لوک گیت

شام

۸-۰۰ ساکشاتکار

مشہور کوی سوم ٹھاکر سے

بات چیت

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۱۰-۹ طلبا کے لئے

سنگٹھک بالک سمبندھ

بنیادی پرشکرہ سنستھاؤں

کے لئے

دوپہر

۳۰-۲ اشوک دوبے: لوک گیت

شام

۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں

تقریر: طب قدیم اور

بھوپال: بی اے یزدانی

گھر کے چراغ

۹-۳۰ سحر کب ہوگی: ناٹک

تحریر: ودیا ساگر دکشت
پیشکش: مقبول حسن

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۹-۱۰ طلبا کے لئے (ہندی)
نیتی کے دوہے
جماعت ۹ کے لئے

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا۔ کاویہ پاٹھ
سبیتا بنرجی

۲-۲۰ گندھرو سنگھ پرمار اور ساتھی
لوک گیت

اتوار ۲۲ اگست

دوپہر

۲-۲۰ بھیالال پرجاپتی اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶-۴۰ شرمک جگت
کچھ آپ کے بچے کے بارے میں
تقریر
بچے کے لئے اوپر کا دودھ اور
ٹھوس آہار: پتر و تر

۹-۲۰ نمک کا داروغہ: ناٹک
منشی پریم چند کی کہانی پر مبنی
ریڈیو پروانتر: عبدالعزیز
پیشکش: میناکشی مشر

پیر ۲۳ اگست

صبح

۷-۲۰، دوپہر ۲-۳۰
برج کشور نائیک
لوک گیت

شام

۸-۰۰ پرادیشک سماچار درشن

منگل ۲۴ اگست

صبح

۷-۲۰ راجندر کمار پورانیک اور ساتھی
لوک گیت

۸-۲۰ اردو پروگرام
تقریر: بات چیت
گھر سے بیزار گھر والے
وثیق وسیم کھوکھر، ڈاکٹر کشور سلطان

بچوں کی نظم: ریڈیو کیا ہے
کمال احمد صدیقی

دوپہر

۱-۲۰ کاوے دھارا: نتھومل
۲-۲۰ راجندر کمار پورانک اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶-۴۰ شرمک جگت
ان کے بارے میں بھی جانئے
پرسو پورو
ڈاکٹری جانچ: تقریر

۸-۱۵ دیہی اور شہری کے درمیانی کول میں انتر
ہندی تقریر
از: اینونت ارترے

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۷-۲۰، دوپہر ۲-۳۰
درگا پرشاد کٹوتے اور ساتھی
لوک گیت

شام

۸-۰۰ سائنس کی کہانی
ڈاکٹر تارا چند جین

۹-۲۰ ترنگ
'اشریا پہچوا'
تحریر: آشا مشرا
پیشکش: کملا سکسینہ

۹-۴۵ وشو ودیالین کاریہ کرم
ایسے پودے کیسے اگائیں
ڈاکٹر اے کے شریواستو اور
ڈاکٹر اندر سروپ تیواری
کے بیچ بات چیت

۱۰-۰۰ مدھیہ پردیش
سنسکرتی درشن
تحریر اور
پیشکش: ڈاکٹر شوکمار مدھر
لوک اور آدیباسی سنسکرتی

جمعرات ۲۶ اگست

دوپہر

۲-۲۰ نکھن پال اور ساتھی
لوک گیت

جمعہ ۲۷ اگست

دوپہر

۲-۲۰ رام کرشن چند لیتری
لوک گیت

شام

۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں
زندگی نامہ آئین اسٹون
ڈاکٹر متین احمد

ہفتہ ۲۸ اگست

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا: کاویہ پاٹھ
اندرا مشر

۲-۲۰ ثروت حسین: لوک گیت

شام

۷-۴۵ سنت کبیر
تقریر از: نررام سنگھ بھینہ

۸-۰۰ امرتا
سنسکرت پروگرام

اتوار ۲۹ اگست

دوپہر

۲-۲۰ اودھیش پرشاد پاٹھی
لوک گیت

شام

۶-۴۰ شرمک جگت
وارتا بوڑھی شرمکوں کیلئے کلیان
کی ودھیاں اور دشائیں
پتر و تر

۹-۳۰ ترماسکی ناٹک: پرتیکشا
تحریر: لیلا شری واستو
پیشکش: میناکشی مشر

پیر ۳۰ اگست

صبح

۷-۲۰ جبنی پروہت
لوک گیت

شام

۸-۰۰ پرادیشک سماچار درشن

منگل ۳۱ اگست

صبح

۷-۲۰، دوپہر ۲-۳۰
آشا دیوی جھاڑی
لوک گیت

۸-۲۰ اردو پروگرام: آئینہ
انتخاب کیوں سیاحت

نعت شریف

واجد سحری

ہم نے کسے پکارا سرکار کے علاوہ
کوئی نہیں ہمارا سرکار کے علاوہ
کون آئے گا مدد کو آخر کسے پکارے
یہ درد و غم کا مارا سرکار کے علاوہ
وحدانیت کی بکھری زلفوں کو کب کسی نے
اس شان سے سنوارا سرکار کے علاوہ
ٹوٹی ہوئی ہے کشتی اور دور ہے کنارا
اب کون دے سہارا سرکار کے علاوہ
خورشید ہیں قمر ہیں پھولوں کی انجمن ہیں
ہے کون جلوہ آرا سرکار کے علاوہ
واجد ہے خالی دامن پھر بھی اسے کسی کا
احسان نہیں گوارا سرکار کے علاوہ

(اردو سروس سے نشر)

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

اردو پروگرام روزانہ صبح ۸-۳۰ سے ۹-۴۵ تک

پیر ۱۶ اگست
صبح
۷-۰۵ غلام مصطفیٰ : کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
محمد طارق : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ اور رات ۸-۳۰
لوک گیت

منگل ۱۷ اگست
صبح
۷-۰۵ گنگا پرساد مشر
خیال ابھیا بلاول
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
شانتی ہیرانند
ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت
رات
۹-۳۰ ایک اندھی گلی : ڈرامہ
رادھا کرشن پرساد

بدھ ۱۸ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
رام نریش مشر
خیال گوجری توڑی اور
ابھوگی کانہڑا
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
پرنالنی سنگھ : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت

جمعرات ۱۹ اگست
صبح
۷-۰۵ مالویکا کانن اور پنڈت
اونکار ناتھ ٹھاکر
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
کمار آنند : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰، رات ۸-۳۰
لوک گیت

جمعہ ۲۰ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
بہادر خاں : سرود
۸-۲۱ انور : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ دیو چکرورتی : گٹار
۱-۳۰ لوک گیت
رات
۹-۳۰ دہ دیوپانی : ڈرامہ
سوشیل کمار

ہفتہ ۲۱ اگست
صبح
۷-۰۵ رسولن بائی، برکت علی
بھیم سین جوشی اور
سدھیشوری دیوی : ٹھمری
۸-۲۱ رس رنگ
دوپہر
۱-۱۰ پریش دت دواری
ہلکی موسیقی
۱-۳۰ لوک گیت

اتوار ۲۲ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
ترپتی گھوش
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
برلو کمار بھٹاچاریہ
ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ آپ کی پسند

پیر ۲۳ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰ سیا رام تیواری
دھرپد اور دھمار
بینالال اپادھیائے
بھجن اور
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
شیپرا گپتا : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰، رات ۸-۳۰
لوک گیت

منگل ۲۴ اگست
صبح
۷-۰۵ منجو چکرورتی
خیال رام کلی
۸-۲۱ شام ۶-۱۵
جواہر لال مشر : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت
رات
۹-۳۰ پانی میں مین پیاسی : ڈرامہ
از رادھا کرشن

بدھ ۲۵ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
بلرام پاٹھک : ستار
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
شوبھا ماتھر : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت

جمعرات ۲۶ اگست
صبح
۷-۰۵ مانک ورما اور امیر خاں
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
رینو کا سہائے : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰، رات ۸-۳۰
لوک گیت

جمعہ ۲۷ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
ٹی۔ ایم پٹنائک : وائلن
گوکل پرساد : طبلہ
۸-۲۱ سریندر کوہلی : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ ٹی۔ کے مواترا : گٹار
۱-۳۰ لوک گیت
رات
۹-۳۰ اندھیرے کی ڈال : ڈرامہ
شیام موہن استھانا

ہفتہ ۲۸ اگست
صبح
۷-۰۵ ذاکر حسین : خیال
۸-۲۱ رس رنگ
دوپہر
۱-۱۰ وناماری : ہلکی موسیقی
۱-۳۰ لوک گیت

اتوار ۲۹ اگست
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
پی۔ کے۔ بنرجی
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
کملا کھوری : ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ آپ کی پسند
شام
۷-۴۵ ہندی میں مزاحیہ خاکہ

- پانچ سال ہوئے رتن سنگھ نے اپنے کھیت کے کنویں پر آم کے پانچ پودے لگائے تھے۔ آج مسافر ٹھنڈا پانی پی کر اوران کے سائے میں بیٹھ کر اسے دُعائیں دیتے ہیں اور سال بھر کے لئے اچار اس کے گھر میں مُفت پڑ جاتا ہے۔
- اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ ثواب کمائیں اور پھل بھی کھائیں۔
- ہمارے ملک میں تقریباً 23 فیصد زمین پر درخت ہیں اسے بڑھا کر 33 فیصد کیا جانا ہے۔

درخت ـــــ ایندھن، کھاد اور پھل پھول کی کان ہیں

davp 81/367

تفصیلی معلومات کے لئے اس کوپن کا استعمال کریں:

ڈپٹی ڈائریکٹر،
ماس میلنگ یونٹ،
ڈائریکٹوریٹ آف ایڈورٹائزنگ اینڈ وژول پبلسٹی،
بی-بلاک، کستوربا گاندھی مارگ، نئی دہلی-110001
نئے 20 نکاتی پروگرام سے متعلق معلوماتی کتابچہ اُردو/ہندی/انگریزی میں بھیجیں۔

نام ــــــــــــــــــــ
پتہ ــــــــــــــــــــ
ــــــــــ پن نمبر ــــــــــ

نیا 20 نکاتی پروگرام

مہا دھارا جی مڑتی ہے
ڈرامہ از ہمانشو شری واستو

پیر ۳۰ اگست

صبح
۷-۰۵ اُما کانت پاٹھک : بانسری
۲۱-۸، شام ۱۵-۶
سریندر کمار مشرا
ہلکی موسیقی

دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت
رات
۱۰-۰۰ ہری پرساد چورسیا : بانسری

منگل ۳۱ اگست

صبح
۷-۰۵ رام پرساد پانڈے
دھرپد الہیا بلاول
رام اوتار ٹھاکر: پکھاوج
۲۱-۸، شام ۱۵-۶
کرینا سرکار: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ۱۹۰-۲ ۱۵۲۰ کلوہرٹز
پربھنی ۲۲۹-۸ ۱۳۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی ۰۰ - ۸ صبح ۵ - ۶ شام ۹ رات
مراٹھی علاقائی خبریں: ۵۰ - ۷ صبح اورنگ آباد ۱۰ - ۷ بجے شام (بمبئی)
مراٹھی (مرکزی خبریں) ۳۰ - ۸ صبح ۳۰ - ۱ دوپہر ۸ - ۳۰
انگریزی ۱۰ - ۸ صبح ۹ رات ۹ بجے رات اردو ۵۰ - ۱ دوپہر ۱۵ - ۹ رات

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶ - ۳۰ وندے ماترم
۶ - ۳۵ امرت دھارا
۶ - ۴۰ پروگرام کا خلاصہ (بزبان مراٹھی)
۶ - ۴۵ کسانوں کے لئے پروگرام
۶ - ۵۰ سورانجلی
۸ - ۲۵ ضلع کی بیٹھی
۹ - ۰۵ اختتام

۵ - ۳۰ پرواوانی (نوجوانوں کے لئے پروگرام)
۵ - ۵۰ پریس کی رائے
۵ - ۵۵ روزگار سماچار
۶ - ۰۰ مقامی اعلانات
۶ - ۱۰ پروگرام کی تفصیل (بزبان مراٹھی)
۶ - ۳۰ کسانوں کے لئے پروگرام (بزبان مراٹھی)
۷ - ۳۰ آپنے گھر آپے تہوار
۸ - ۳۰ سوگندھ ۱۰ - ۳۰ اختتام

پیر ۱۶ اگست

صبح

۷ - ۱۵ بسم اللہ خان: شہنائی
۸ - ۴۰ اسٹیج گیت

دوپہر

۱ - ۰۰ اور رات ۱۰ - ۰۰
آشالتا کراسکیر: خیال

شام

۶ - ۱۵ اساواس تو ارے
لوک سنگیت
۸ - ۱۵ 'انپادکتا ورش': تقریر
از ڈاکٹر وی وی بواکر
۹ - ۳۰ تقریر کا نیشنل پروگرام (ہندی)

منگل ۱۷ اگست

صبح

۷ - ۱۵ اجے پوہنکر: ٹھمری
۸ - ۴۰ ہرین ممباز نروں زار
سگم سنگیت

شام

۸ - ۱۵ 'آ چلے آر دگیہ' 'دھنوروار'
تقریر از ڈاکٹر ایل جنیرکر
۱۰ - ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۸ اگست

صبح

۷ - ۱۵، دوپہر ۱ - ۰۰
برج بھوشن کابرا
گٹار
۸ - ۴۰ برکت علی خاں: ٹھمری

شام

۶ - ۱۵ پنڈت راؤ سنگلے
لوک سنگیت
۸ - ۱۵ اردو پروگرام
۹ - ۳۰ مراٹھی میں مباحثہ
۱۰ - ۰۰ آپلی آوڑ

جمعرات ۱۹ اگست

صبح ۷ - ۱۵ سبیتا راے
سبدھ سنگیت
۸ - ۴۰ ناٹیہ سنگیت

دوپہر

۱ - ۰۰ پنالال گھوش: بانسری

شام

۶ - ۱۵ رتن برا ہمنے۔ لوک سنگیت
۸ - ۱۵ نیوز ریل
۹ - ۳۰ اسپورٹس میگزین کا نیشنل
پروگرام
۱۰ - ۰۰ مادھو اُمڈیکر: خیال

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۷ - ۱۵ گاندھی وندنا
۹ - ۴۰، رات ۱۰ - ۰۰
کشوری امونکر: خیال

دوپہر

۱ - ۰۰ سرڈل سنگھ: طبلہ سولو

شام

۸ - ۱۵ حیدرآباد مکتی سنگرا ماتیل آٹھونی
تقریر از اننت بھالے راؤ
۹ - ۳۰ ڈرامہ (مراٹھی)

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۷ - ۱۵ پنڈھرنی ناتھ شندے
لوک سنگیت
۸ - ۴۰ سورشلپ
سگم سنگیت کا خصوصی پروگرام

دوپہر

۱۲ - ۳۰ رنگ محفل
یونس ملک اور ربنوکا: غزل
۱ - ۰۰ بی شامنا: وایلن

شام

۶ - ۱۵ ڈھل جا دھو
لوک سنگیت
۸ - ۱۵ اون پاؤس
(سلسلہ وار پروگرام)
۹ - ۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۷ - ۱۵ رام مراٹھے: خیال
۷ - ۳۰ سب رنگ
اردو پروگرام: بچوں کیلئے
پیشکش: عارف علی خاں
۹ - ۰۵ بچوں کے لئے پروگرام (مراٹھی)
گمپو گنپتی لبسو بیتو: ڈرامہ
تحریر: سوشیلا وندنائیک
۹ - ۴۰ ہندی پروگرام
آدرش وادی اپنیاس
تقریر از سی۔ این۔ نیا یادھیش

دوپہر

۱ - ۰۰ بزم خواتین (مراٹھی)
اوتپادک تیت مہیلانچہ واٹا
مباحثہ

شام

۵ - ۳۰ نوجوانوں کے لئے (مراٹھی)
اوتی بھوتی: سلسلہ وار پروگرام
تحریر: دلیپ کلکرنی
۶ - ۱۵ اچلت گنیش مرطے: کرتن
۱۰ - ۰۰ شری گنیش استہا: فیچر
پیشکش: اودھوت بر ڈیکر

پیر ۲۳ اگست

صبح

۷ - ۱۵ دی جی جوگ، بسم اللہ خاں
وائلن: شہنائی
۷ - ۳۰ سب رنگ
اردو پروگرام 'ان سے ملئے'
سلک مل مزدور سے بات چیت
۸ - ۴۰ شبد گندھا

دوپہر

۱ - ۰۰ اروند پاریکھ: ستار

شام

۶ - ۱۵ اتم واگھے: لوک سنگیت
۸ - ۱۵ 'ورکش ولی آمہا سوے سے'
تقریر از آر۔ پی۔ جوشی
۱۰ - ۰۰ وگھن ہرتا و نائیک
میوزیکل فیچر
تحریر: راودھا نبودری

منگل ۲۴ اگست

صبح

۷ - ۱۵ گجندر بخشی: خیال
۷ - ۳۰ سب رنگ
اردو پروگرام 'تمہیں معلوم ہے'
تقریر از مجید جبال
۸ - ۴۰ وسنت شیر بجاتے
سگم سنگیت

دوپہر
۰۰ - ۱ پربھاکر کاریکر : خیال
شام
۱۵ - ۶ دادر راؤ پورڈے
لوک سنگیت
۱۵ - ۸ نویں ایشیاڈ
تقریر از آر۔ بی۔ بھاگوت
۳۰ - ۹ پدمالیہ : فیچر
پیشکش : بھگوان بھنکر
۰۰ - ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۵ اگست

صبح
۱۵ - ۷ دوپہر ۰۰ - ۱
ہری پرساد چورسیا
بانسری
۳۰ - ۷ سب رنگ
اردو پروگرام، وائرس انفکشن
از ڈاکٹر عظمت اللہ بیگ
۳۰ - ۸ للشمی شنکر، ٹھمری دادرا
شام
۱۵ - ۶ اتم راؤ منے : لوک سنگیت
۳۰ - ۹ مراٹھی مباحثہ
۰۰ - ۱۰ آپلی آورڈ

جمعرات ۲۶ اگست

صبح
۱۵ - ۷ پربھودیو سردار
سبدھ سنگیت
۳۰ - ۷ سب رنگ
اردو پروگرام : گھر گہوارہ
ہے فرقہ وارانہ یکجہتی کا
تقریر از پروفیسر ایم۔ کے۔ شاذلی
۳۰ - ۸ مالتی نام جوشی، اسٹیج گیت
شام
۱۵ - ۶ ڈی۔ ایس کلکرنی
لوک سنگیت
۱۵ - ۸ ویکلی نیوز ریل
۳۰ - ۹ نیشنل پروگرام : ڈرامہ

جمعہ ۲۷ اگست

صبح
۱۵ - ۷ گاندھی ویندنا
۳۰ - ۷ سب رنگ
اردو پروگرام : انشائیہ
از ڈاکٹر سلطان شمیم
۳۰ - ۸ جیتندرا بھیشیکی : خیال
دوپہر
۰۰ - ۱، رات ۰۰ - ۱۰
مادھوری اوک : خیال
شام
۳۰ - ۶ کامگاران ساتھی (مراٹھی)
۱۵ - ۸ حیدرآباد کی سگر ماتیل آٹھونی
تقریر از رنگ۔ نیدر دلیوان

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح
۱۵ - ۷ مرلی دھر گولیٹ گاونکر
لوک سنگیت
۳۰ - ۷ سب رنگ
اردو پروگرام
دوپہر
۳۰ - ۱۲ رنگ محفل
رو۔ کو۔ مراٹھا : غزلیں
شام
۳۰ - ۵ نوجوانوں کے لئے پروگرام (مراٹھی)
او۔ بی پروگرام
۱۵ - ۸ 'اون ہاؤس'
سلسلہ وار پروگرام
۳۰ - ۹ موسیقی کا نیشنل پروگرام

تحریر :- ڈاکٹر طیب ابدالی ـــــ

انسان کی عظمت کا راز اور اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی ضمانت اس کا قول وفعل ہے اور یہی ہدایت کا سرچشمہ ہے تمام انسانی کتابیں پیغمبروں پر نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کے اقوال یعنی وحی کے مخاطب وہ پیغمبران ہیں جن کے ذریعے انسانوں کی رہبری ور ہنمائی ہوتی ہے۔
''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی میں تجھے کہاں تلاش کروں۔ فرمان الٰہی ہوا کہ انسان کے ٹوٹے دلوں میں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی مجھے میرے دل سے زیادہ کوئی ناامید تر اور شکستہ نظر نہیں آتا۔ ارشاد باری ہوا کہ موسیٰ پھر میں وہیں ہوں جہاں تو ہے'' (پٹنہ سے نشر)

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۳۰۶/۵ میٹر، ۹۸۰ کلوہرٹز، حیدرآباد ب ۴۱۷/۰ میٹر (۷۲۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۶/۴ (۱۱۷۰ کلوہرٹز)

پیر ۱۶ اگست

صبح
۳۰ - ۸ یووانی : نغموں کی دنیا
شام
۳۰ - ۵ ترنگ، کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
فلمی گانے
رات
۳۰ - ۹ نیرنگ : پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
سب رس
ادبی میگزین پروگرام
کلام شاعر
افسانہ
مزاحیہ تقریر

منگل ۱۷ اگست

صبح
۲۵ - ۸ یووانی : فیچر
شام
۳۰ - ۵ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
رات
۳۰ - ۹ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
صنعتی مزدوروں کیلئے پروگرام
ڈھونک کے گیت

بدھ ۱۸ اگست

صبح
۲۵ - ۸ یووانی : شہرنامہ
دوپہر
۳۰ - ۲ اسکول طلبا کے لئے
شام
۳۰ - ۵ ترنگ
میری پسند
رات
۳۰ - ۹ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
خطوں کے جواب
شگوفے : مزاحیہ پروگرام
از اظہر افسر
غزلیں

جمعرات ۱۹ اگست

صبح
۲۵ - ۸ یووانی : کلام شاعر
دوپہر
۳۰ - ۲ اسکول طلبا کے لئے
شام
۳۰ - ۵ ترنگ
ورائٹی پروگرام
رات
۳۰ - ۹ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
ان سے ملئے
حیدرآباد کے شب و روز

جمعہ ۲۰ اگست

صبح
۳۰ - ۶ الشور اللہ
قرأت کلام پاک
نعت شریف
۳۰ - ۸ یووانی : تقریر
شام
۳۰ - ۵ ترنگ
آپکی فرمائش
رات
۳۰ - ۹ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی

حیدرآباد کے قلاع
ڈاکومنٹری فیچر
قوالیاں

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی : تقریر
شام
۵-۳ ترنگ
ڈرامہ
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
بھارت بھارتی
لطیفے
گیت اور غزلیں

اتوار ۲۲ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی : گلدستہ
۹-۳ بچوں کے لئے پروگرام
دوپہر
۲-۳ بہنوں کے لئے پروگرام
شام
۵-۳ ترنگ
ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳ نیرنگ
ڈرامہ
غزلیں

پیر ۲۳ اگست

صبح
۸-۴ یوا وانی
نغموں کی دنیا
شام
۵-۳ ترنگ
کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
فلمی گانے
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
سب رس
محفل شعر
غزلیں

منگل ۲۴ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی
فیچر
شام
۵-۳ ترنگ
ادبی میگزین پروگرام
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
صنعتی مزدوروں کیلئے پروگرام
ڈھولک

بدھ ۲۵ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی
شہرنامہ
دوپہر
۲-۳ اسکول طلبا کے لئے
شام
۵-۳ آہنگ
میری پسند
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
خطوں کے جواب
شگوفے
ہفتہ وار مزاحیہ پروگرام
از اظہر افسر
غزلیں

جمعرات ۲۶ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی
کلام شاعر
دوپہر
۲-۳ اسکول طلبا کے لئے
شام
۵-۳ ترنگ
ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
ان سے ملئے
غزلیں

جمعہ ۲۷ اگست

صبح
۶-۴ الیشوراللہ
قرأت کلام پاک
نعت شریف
۸-۴ یوا وانی
تقریر
شام
۵-۳ ترنگ
آپ کی فرمائش
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
غزلیں

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی
فلمی قوالیاں
شام
۵-۳ ترنگ
ڈرامہ
رات
۹-۳ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
لطیفے
بھارت بھارتی
گیت اور غزلیں

اتوار ۲۹ اگست

صبح
۸-۲۵ گلدستہ
۹-۱۱ بچوں کے لئے پروگرام
دوپہر
۲-۳ خطوں کے جواب
کام کی باتیں
ڈھولک کے گیت
غزلیں
شام
۵-۳ ترنگ : ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳ نیرنگ : ڈرامہ
غزلیں

پیر ۳۰ اگست

صبح
۸-۳۰ یوا وانی : نغموں کی دنیا
شام
۵-۳۰ ترنگ : کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
فلمی گانے
رات
۹-۳۰ نیرنگ : پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
سب رس
ادبی میگزین پروگرام
کلام شاعر
افسانہ
مزاحیہ تقریر

منگل ۳۱ اگست

صبح
۸-۲۵ یوا وانی : فیچر
شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
صنعتی مزدوروں کے لیے
پروگرام
ڈھولک کے گیت

سرینگر

میڈیم ویو ۱: فریکوئنسی ۱۰۰۸، ۲۹۸ میٹر سرینگر ب: ۲۲۵ میٹر ۳۲۳ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹-۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۴۱-۵۶ میٹر ۷۲۷۶ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: صبح ۱۱-۳۰ سے
رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۷-۲۵ اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۰۵، رات ۱۰-۱۵، ۹-۱۵
ہندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰ شام ۹-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۵-۰۵ دلچسپ خبریں ۹-۲۰ اردو ۷-۲۵ کشمیری دوپہر ۱-۰۲ ڈوگری شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۲۵ اردو

دوپہر ہندی کا ادبی پروگرام (I منگل)
سنگرال
کشمیری میں ادبی پروگرام (II اور IV منگل)
ہم قلم: اردو میں ادبی پروگرام (III منگل)
سنچیکا: کوی گوشٹھی (ہندی) (V منگل)
کھیلوں کا میگزین (I بدھ)
سائنس میگزین (اردو) (II بدھ)
بزم شعر: کشمیری میں محفل مشاعرہ (III بدھ)
سائنس میگزین (کشمیری) (IV بدھ)
تصویر (ترقیاتی پروگراموں پر مبنی پروگرام) (I جمعہ)
علاقائی سنگیت کا قومی پروگرام (جمعرات)

(I اور III جمعہ)
گفتگو (اردو) (II جمعہ)
اپنی دھرتی اپنا دیش: فیچر (IV جمعہ)
مشاعرہ (اردو) (V جمعہ)
میدان: زندگی میدان کار، گفتگو (I ہفتہ)
بزم سامعین (کشمیری میں) سامعین کے سوالوں کے جواب
محفل موسیقی (II ہفتہ)
نوجوانوں کا قومی پروگرام (I جمعرات)
ہندولا، پہیلے
کل کی آج: پروگرام (II جمعرات)
کھیلوں کا قومی پروگرام (III جمعرات)
محفل: مشہور شخصیتوں سے گفتگو (IV جمعرات)
رائے ترائے: کشمیری میں مباحثہ

بزم سامعین (اردو میں سامعین کے سوالوں کے جواب) (III ہفتہ)
۹-۳۰ پتریکا (ہندی میں پروگرام) (IV ہفتہ)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش: سامعین کی پسند کے فلمی گانے (اتوار، بدھ)
یادیں: تخلیقی پروگرام (II ہفتہ)
گاشہ تارکہ
مشہور شاعروں پر ایک فیچر (IV ہفتہ)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری (روزانہ)
پھر سنیئے
منتخب پروگراموں کا دوبارہ پروگرام (I، III اور V پیر کو)
سام: بیس نکاتی پروگرام پر تبصرہ (II اور IV پیر)
داستان (جمعہ)
تحریر ادا
فلمی گیتوں کا ملا جلا پروگرام

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۵ صبح گاہی: بھکتی سنگیت کا پروگرام (روزانہ)
۶-۳۰ روشنی (اردو)
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال (اتوار، منگل، جمعرات)
گاشراپہر (کشمیری)
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال (پیر، بدھ، جمعہ اور ہفتہ)
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ (روزانہ)
۷-۰۰ کشمیری موسیقی (روزانہ)
۷-۱۵ کاشتکاران ہند جالو (کاشتکار بھائیوں کیلئے پروگرام) (روزانہ سوائے جمعہ)
گاندھی اتھا (ہر جمعہ کو)
۷-۳۰ زونہ ڈب: سلسلہ وار فیچر (روزانہ سوائے ہفتہ)
۷-۵۵ آج کی بات (روزانہ)
۸-۲۰ گھرانوں کے لیے پروگرام (ہر اتوار کو)
رسالو منزو میگزین سے انتخاب (I پیر)
ذات جات (مہینے کی II اور IV اتوار)
ثقافت: ادبی پروگرام (مہینہ کے II پیر)
پنجابی پروگرام (منگل اور جمعرات)
(اتوار ۰۰-۲ بجے شام)
شش رنگ: کشمیری میں ریڈیو ڈائجسٹ پروگرام (بدھ)
گھر وبار خالہ: گھرانوں کیلئے کشمیری میں پروگرام (ہر جمعہ)
تخلیق (کشمیری) (مہینے کے I، III اور V ہفتہ)
تخلیق نو (اردو) (II ہفتہ)
نونکیھی (ہندی) (IV ہفتہ)
۸-۲۵ ہندی میں بات چیت (I، II اور IV پیر)
حرف حرف (I ہفتہ)
مول شعر (II، III اور V ہفتہ)
پھاگ (IV ہفتہ)

۹-۰۵ اس ہفتے: ہفتے کے پروگراموں کی جھلک (اتوار کو)
ڈوگری سنگیت (ہر منگل کو)
سنطور (سنگیت کا پروگرام) (ہر پیر کو)
ڈوگری سنگیت (ہر منگل کو)
کشمیری ناول (کشمیری میں پروگرام ہر بدھ کو)
غزلیں (ہر جمعہ کو)
خوشحال گھر: ہوم سائنس کا پروگرام ہر ہفتہ کو
۹-۲۰ پوسٹ کارڈ کی کہانیاں (ہر جمعرات کو)
۹-۳۰ تو ہنز فرمائش: سامعین کی پسند کے گانے (روزانہ اور جمعرات کو ۔ بجے رات)
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل (ہر اتوار کو)
۱۰-۱۵ ہونہار: بچوں کیلئے اردو میں پروگرام (ہر اتوار کو)
۱۰-۰۰ کورل سنگیت (I اور III اتوار)
فلمی میگزین (II اتوار)
سنگیت میگزین (کشمیری) (IV اتوار)
محفل سنگیت سے چند اقتباسات (V اتوار)
۱۱-۳۰ کشمیری سنگیت (اتوار، بدھ، جمعہ)
صوفیانہ موسیقی (منگل، جمعرات اور ہفتہ کو)

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ (روزانہ سوائے اتوار اور چھٹیوں)
۱-۰۰ مغربی موسیقی (روزانہ)
۱-۳۰ اور ۲-۰۰ بجے فوجی بھائیوں کیلئے (روزانہ)
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت (کلاسیکل سنگیت اور گائکی) (روزانہ)
۲-۳۰ نو بہ نو: ودھ بھارتی سے منتخب پروگرام (I اور III اتوار)
کہکشاں (ودھ بھارتی سے منتخب پروگرام)

(IV اتوار)
سوزال: دیہات سے متعلق
ریکارڈنگ: (V اتوار)
چکری اور روف (منگل، جمعرات اور ہفتہ کو)
آش گاش: دیہاتی سامعین کیلئے (ہر جمعہ کو)

شام
۴-۰۰ چکری اور روف (پیر، بدھ اور ہفتہ کو)
صوفیانہ موسیقی (منگل اور جمعہ)
کیاری: جموں کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ ہی مال: خواتین کے لیے پروگرام (اتوار)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
۵-۰۰ گوجری پروگرام (جموں سے روزانہ)
۵-۳۵ گوجری پروگرام (سرینگر سے روزانہ)
۶-۰۵ مقامی اشتہارات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ ضلع نامہ
۶-۱۵ گامی بھاین ہند نظرہ (دیہاتی بھائیوں کے لیے روزانہ)
۷-۴۰ روزگار سماچار (روزانہ)
۸-۰۰ وادی کی آواز: پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں رہنے والے بھائیوں کیلئے پروگرام (روزانہ)
۸-۳۰ پراکاش: غیر نصابی تعلیمی پروگرام (روزانہ سوائے پیر اور جمعہ)
کھیلوں کی دنیا (پیر)
۸-۴۵ تو ہنز چٹھی وات: کشمیری میں سامعین کے خطوں کے جواب (ہر اتوار کو)
اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ: سامعین کے خطوں کے جواب (بدھ)
یلیتہ فورم (جمعرات)
انگریزی میں بات چیت (ہفتہ)
۹-۳۰ اردو/کشمیری میں کھیل (پیر)

پیر ۱۶ اگست

صبح
۷-۰۵ کرن کول، کشمیری موسیقی
۸-۰۰ سیما شرما، غزلیں
۸-۲۰ "ثقافت" کشمیری پروگرام
۹-۰۵ 'سنطور'، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۳۰ غلام مصطفےٰ خاں، غزلیں
۲-۳۰ سدھارتھ کول، نسیم اختر غزلیں
۶-۲۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلیں ہند دنیا
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ 'شین تہ شنگرف' کشمیری کھیل تحریر: ایم ایل آتش
۱۰-۳۰ پھر سنیئے
۵-۲۵ 'وقت کی آواز' بات چیت

شام
۶-۱۰ جلال گیلانی، غزلیں
۸-۳۵ 'سائنس دنیا'
۹-۲۰ 'ہم کلام' اردو پروگرام
۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

منگل ۱۷ اگست

صبح
۷-۰۵ جلال گیلانی، کشمیری موسیقی
۸-۰۰ محمد رفیق، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۰۰، ۴-۰۰
محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

سہ پہر
۳-۳۰ عبدالخالق کاوا اور ساتھی
چکری اور روف

بدھ ۱۸ اگست

صبح
۷-۰۵ غلام قادر وانی اور ریتا کول کشمیری موسیقی
۸-۰۰ نن بکش، غزلیں
۸-۲۰ شش رنگ

دوپہر
۱۲-۳۰ نینا دیوی، غزلیں
۲-۳۰ غلام قادر وانی اور ریتا کول غزلیں

رات
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ 'بزم شعر' کشمیری مشاعرہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۹ اگست

صبح
۷-۰۵ راج بیگم، کشمیری موسیقی
۸-۰۰ مہندر کپور، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی

صوفیانہ موسیقی

سہ پہر

۴-۳۰ اردو میں بات چیت

۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

شام

۶-۱۰ راج بیگم ، غزلیں

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ 'صدیوں پہلے'
راج ترنگنی پر مبنی پروگرام

۱۰-۰۰ غلام محمد ڈار اور ساتھی
چھکری اور روف

جمعہ ۲۰ اگست

صبح

۷-۰۵ غلام محمد راہ ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ سمن کلبا بنور ، غزلیں

۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ

۹-۰۵ اے گیسٹ اِن دی ہیپی ویلی

دوپہر

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت

۲-۳۰ آتش تہ گاش

۴-۰۰ کمال بٹ اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

شام

۶-۱۰ غلام محمد راہ ، غزلیں

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ بڑائے ترائے
کشمیری میں مباحثہ

۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۲۱ اگست

صبح

۷-۰۵ ششی چوپڑہ ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ کیش ، جگجیت کور ، سی ایچ آتما
غزلیں

۸-۲۰ شفیع شوق ، تازہ کشمیری گانے

۹-۰۵ خوشحال گھرہ

۱۱-۳۰ غلام محمد قالین بفت و ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۱۲-۴۰ راجکمار رضوی ، غزلیں

۲-۳۰ ، ۴-۰۰ ، ۴-۳۰
غلام محمد و ساتھی ، قوالی

۵-۳۵ کلام شاعر ، غلام قادر راز

شام

۶-۱۰ اجیت کور ، غزل

۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت

۹-۳۰ محفل موسیقی

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۲۲ اگست

صبح

۷-۰۵ کیلاش مہرہ ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ کے ایل سہگل ، غزلیں

۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار

دوپہر

۱۲-۴۰ فلمی گانے

۲-۳۰ سوہنہ زال

۴-۰۰ پنجابی پروگرام

۴-۳۰ ہی مال

شام

۶-۱۰ کیلاش مہرہ ، غزل

۸-۴۵ تو ہنز چھٹی واتز

۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۳ اگست

صبح

۷-۰۵ غلام محمد میر ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ جمیل اکبر ، غزلیں

۸-۳۵ ہندی بات چیت

دوپہر

۱۲-۴۰ راج بیگم ، غزلیں

۴-۳۰ غلام محمد میر ، غزلیں

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ

۸-۳۰ کھیلوں کی دنیا (اردو)

۸-۴۵ اردو بات چیت

۹-۳۰ 'اجنتا کیسے چھوڑی' ، اردو کھیل

۱۰-۳۰ 'سام'
بیس نکاتی پروگرام پر عمل آوری

منگل ۲۴ اگست

صبح

۷-۰۵ غلام نبی شیخ ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ سدھا ملہوترہ ، غزلیں

۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ ، ۴-۰۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

سہ پہر

۴-۳۰ زونہ بیگم اور ساتھی ،
چھکری اور روف

۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

رات

۸-۴۵ "یمی چھُ سانہ ننگ نغمہ"
کشمیری میں انٹرویو

۹-۳۰ 'سنگریال'
کشمیری میں ادبی پروگرام

۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

بدھ ۲۵ اگست

صبح

۷-۰۵ راج بیگم ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ اقبال بانو ، غزلیں

۸-۲۰ شتش رنگ (کشمیری)

دوپہر

۱۲-۴۰ جگجیت سنگھ ، چترا سنگھ
غزلیں

۴-۳۰ راج بیگم ، غزلیں

۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے)

شام

۶-۱۰ محمد صدیق پانپوری ، غزلیں

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ سائنس میگزین (کشمیری)

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۶ اگست

صبح

۷-۰۵ کنول کشور جالا ، غزلیں

۸-۰۰ راجندر مہتہ و نینا مہتہ
غزلیں

۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰
عبدالخالق و ساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ اقبال احمد صدیقی ، غزلیں

۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

۵-۳۵ گوجری پروگرام (جموں سے ریلے)

رات

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک

۱۰-۳۰ بزم قوالی (کشمیری)
محمد خلیل اور ساتھی

جمعہ ۲۷ اگست

صبح

۷-۰۵ کسم لتا ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ منیر ، غزلیں

۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ

دوپہر

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت

۴-۰۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۵-۳۵ محمد حسین میراثی ، لوک سنگیت

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ اپنی دھرتی اپنا دیش

۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۲۸ اگست

صبح

۷-۰۵ مہاراج کشن پنڈتا ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ طلعت عزیز ، غزلیں

۹-۰۵ خوشحال گھرہ

۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۴-۳۰
کمال بٹ و ساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ نسیم اختر ، غزلیں

۵-۳۵ اردو بات چیت از
ڈاکٹر عبدالمجید کول

شام

۶-۱۰ مہاراج کشن پنڈتا ، غزل

۸-۴۵ انگریزی تقریر

۹-۳۰ بزم سامعین (اردو)

۱۰-۰۰ 'گاشہ تارکھ'
مشہور شعرا پر فیچر

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۲۹ اگست

صبح

۷-۰۵ غلام حسن صوفی ، کشمیری موسیقی

۸-۰۰ پنکج داس ، غزلیں

۹-۰۵ اس ہفتے

۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار

۱۱-۰۵ کورل میوزک

۱۱-۳۰ انتخاب

آکاشوانی
گروپ آف جرنلز
آل انڈیا ریڈیو
نرخ نامہ استہارات

آکاشوانی (انگریزی ہفت روزہ) ہر اتوار کو شائع ہونے والا
آکاشوانی (ہندی - پندرہ روزہ) ہر ماہ کی پہلی اور ۱۶ تاریخ کو شائع ہونے والا
آواز (اردو - پندرہ روزہ) ہر ماہ کی پہلی اور ۱۶ تاریخ کو شائع ہونے والا۔

میکانیکی تفصیلات :	آکاشوانی (انگریزی)	آکاشوانی (ہندی)	آواز (اردو)
اوسط صفحات	۶۰	۵۲	۵۲
سائز	۲۷×۲۱٫۵ سینٹی میٹر		۲۷×۲۱٫۵ سینٹی میٹر
پرنٹ ایریا	۲۵×۱۹ سینٹی میٹر		۲۵×۱۹ سینٹی میٹر
ایک صفحہ میں کالم	۴	۴	۴
کالم کی چوڑائی	۴٫۷۵ سینٹی میٹر		۴٫۷۵ سینٹی میٹر

بلاک، اسٹیریو اور پیسٹ (آکاشوانی انگریزی اور آکاشوانی ہندی کے لیے)
ہاف ٹون اسکرین : ۶۵ (اندرونی صفحات کے لیے) ۱۰۰ اسکرین (کور صفحات کے لیے)
آرٹ پل (آواز کے لیے)

رابطہ قائم کریں : چیف ایڈیٹر، آکاشوانی گروپ آف جرنلز، نئی دہلی
ٹیلی فون ۔ ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۴۹، ۳۸۷۴۳۱، ۳۸۲۲۵۴۰
بزنس ۳۸۲۲۵۱
تار کا پتہ : LISTENER NEW DELHI

نرخ نامہ

ابتدائی نرخ	آکاشوانی (انگریزی)	آکاشوانی (ہندی)	آواز (اردو)
پروگرام صفحات (ایک کالم کے لیے)	روپے	روپے	روپے
۱ سے ۱۲۴ سینٹی میٹر تک (عمومی)	۹-۰۰	۵-۵۰	۴-۶۰
۱۲۵ سینٹی میٹر اور زائد (کانٹریکٹ)	۸-۰۰	۵-۳۰	۴-۳۰
پروگرام صفحات۔			
پورا صفحہ (عمومی)	۹۲۰-۰۰	۵۵۰-۰۰	۴۶۰-۰۰
” (کانٹریکٹ)	۸۰۰-۰۰	۵۳۰-۰۰	۴۳۰-۰۰
آدھا صفحہ (عمومی)	۴۶۰-۰۰	۲۰۵-۰۰	۲۳۰-۰۰
” (کانٹریکٹ	۴۰۰-۰۰	۲۶۵-۰۰	۲۱۵-۰۰
دوسرا اور تیسرا کور			
پورا صفحہ (عمومی)	۱۰۰۰-۰۰	۸۸۰-۰۰	۷۵۰-۰۰
” (کانٹریکٹ)	۸۲۵-۰۰	۷۶۰-۰۰	۶۲۰-۰۰
آدھا صفحہ (عمومی)	۵۰۰-۰۰	۴۴۰-۰۰	۳۸۰-۰۰
” (کانٹریکٹ	۴۱۵-۰۰	۳۸۰-۰۰	۳۱۰-۰۰
چوتھا کور			
پورا صفحہ (عمومی)	۱۰۲۵-۰۰	۷۹۰-۰۰	۶۹۰-۰۰
” (کانٹریکٹ)	۸۵۰-۰۰	۶۶۰-۰۰	۵۰۰-۰۰
آدھا صفحہ (عمومی)	۵۱۵-۰۰	۴۰۰-۰۰	۳۵۰-۰۰
” (کانٹریکٹ)	۴۳۰-۰۰	۳۳۰-۰۰	۲۹۰-۰۰

پیشگی ادائیگی بذریعہ : بینک ڈرافٹ / چیک / پوسٹل آرڈر / منی آرڈر
تمام ادائیگی چیف ایڈیٹر ۔ آکاشوانی گروپ آف جرنلز، نئی دہلی کے پتے پر کی جانی چاہیے۔

اہم نکات :

۱ ۔ مذکورہ بالا نرخ ۱۵ فروری ۸۲ سے لاگو سمجھے جائیں گے اور اس کے ساتھ گذشتہ تمام نرخ رد کر دیے گئے ہیں۔
۲ ۔ کانٹریکٹ نرخ چھ ماہ کے اندر کم از کم چھ اشاعت یا سال کی ۱۲ اور اس سے زائد اشاعت کے لیے ہیں۔
۳ ۔ مضامین صفحات پر اشتہار کے لیے ابتدائی نرخ پر ۲۵ فیصد زائد رقم ادا کرنی ہوگی۔
۴ ۔ مضامین کے پہلے صفحہ پر اشتہار کی اشاعت کے لیے ابتدائی نرخ پر سو فیصد زائد رقم ادا کرنا ہوگی۔
۵ ۔ ۳ سینٹی میٹر x ایک کالم سے کم سائز کا اشتہار قبول نہیں کیا جائے گا۔
۶ مزید تفصیلات کے لیے چیف ایڈیٹر سے رابطہ قائم کریں۔

MGIPLP (F.D)-68/A.I.R/ND/82-2700

مایاجادھو
آکاشوانی بمبئی کی جانب سے منعقدہ سنگیت و رقص کی
محفل میں لوانی رقص پیش کرتے ہوئے۔

ڈوگری ادیب رام ناتھ شاستری (دائیں)
کے ساتھ رمیش مہتہ۔ دوردرشن سرینگر کے پروگرام "روبرو" کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے

محفل سخن کے تحت آکاشوانی پٹنہ سے نشر مشاعرے کی شاعرات
(دائیں سے) مسعودہ حیات، عزیزہ بانو داراب وفا،
ثریا مہر، جمیلہ بانو، عفت زریں
شمیم فاروقی (میزبان)
اور زاہدہ زیدی

مشہور شاعرہ نو طاہرہ سعید
کے ساتھ بشیر قربان علی کا انٹرویو
گذشتہ دنوں حیدرآباد کے اردو پروگرام میں نشر کیا گیا۔

سابق وزیر اطلاعات ونشریات شری آئی کے گجرال
ریڈیو کشمیر سرینگر کے محفل پروگرام میں
بشیر شاہ کے ساتھ اسٹوڈیو میں۔
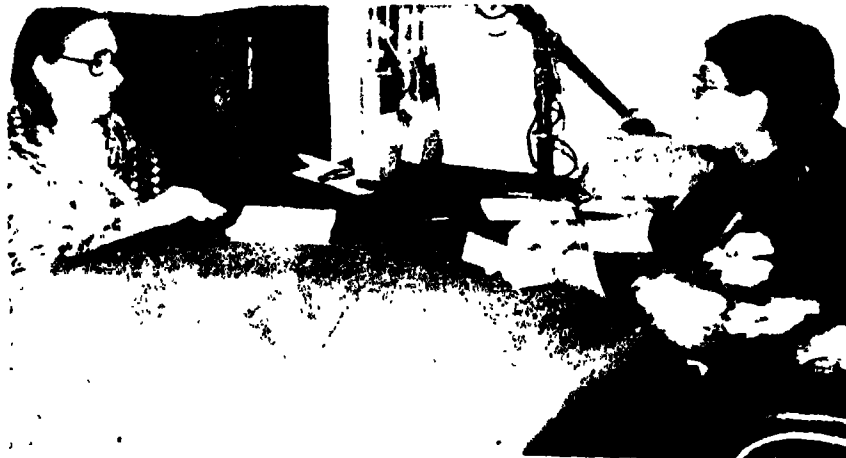
مورڈرامہ نویس اور فلم ڈائریکٹر ساگر سرحدی (تازہ فلم۔'بازار') کے ساتھ بشر نواز (دائیں) کی بات چیت آکاشوانی اورنگ آباد سے نشر کی گئی۔

فلم موسیقار خیام —
دودھ بھارتی سے خصوصی جے مالا
پیش کیا۔

مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلمائے ہند
کے ساتھ شمیم فاروقی (بائیں) کی گفتگو
آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں
نشر کی گئی۔

رجنی سانگے اور موہن سکسینہ —
آکاشوانی رام پور سے فرمائشی فلمی نغمے پیش کرتے ہوئے۔

اردو سروس کی 'محفل' کے مہمان
ایاز احمد انصاری (بائیں) کے
ساتھ اراکین اردو سروس —
نجمہ رضوی، ممتاز شکیب
سلامت اللہ اور محمود ہاشمی۔

Published by The Director General, All India Radio, at the Office of
the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, II floor, P.T.I Building, Sansad Marg, New Delhi 110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

یکم سے ۱۵ر ستمبر ۱۹۸۲ء
۱۰ر سے ۲۴ر بھادر ۱۹۰۴ شاکا

اشاعت کا ۴۷واں سال
قیمت 50 پیسے

آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات

ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر ۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۵۴
بزنس ۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ LISTENER
چیف ایڈیٹر جے پی گوئل
ایڈیٹر سراج احمد

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی — یکم ستمبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۰ر بھادر ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ ، شمارہ ۱۷

نشریات کا رول

دلیپ کمار سین

ہندستان کا ریڈیو اپنے تمام تر نقائص کے باوجود ایک بہت بڑی قوت کا حامل ہے لیکن سب کچھ اسی پر منحصر ہے کہ آپ کہاں ہیں اور آپ کا ریڈیو کس قدر آزاد ہے۔ اگر آپ ایک ایسے بند سماج سے تعلق رکھتے ہیں تو وہاں عوام کو اپنی نجی رائے دینے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہاں تو سرکار ہی اپنے تمام تر ترسیلی ذرائع پر حاوی ہوتی ہے۔ اور اگر آپ ایک آزاد اور کھلے سماج میں ہیں جہاں آپ کا اپنا ہی ریڈیو یا ٹی وی اسٹیشن ہے جیسے کہ اپنا ہی اخبار اور آپ جو چاہیں نشر کریں، تو مجموعی طور پر رائے عامہ کے تمام شعبے، اکثریت یا اقلیت، طاقتور یا کمزور طبقے سب کو ان ذرائع سے اظہار کا موقع ملتا ہے۔

ان دو صورتوں کے درمیان، ہندستان جیسے ملک بھی ہو سکتے ہیں۔ جہاں ریڈیو یا ٹی وی سرکاری ادارے کی حیثیت سے کام کرتے ہوں۔ لیکن جہاں بیرونی طور پر اظہار کی کُھلی آزادی ہو اور اس آزادی کے مکمل تحفظ کے لیے کڑی نگرانی بھی موجود ہو ایسے ملک میں جہاں سنگیت کو فکری تمکنت کے نام پر بڑھاوا دیا جائے وہاں ریڈیو کا سرکاری ادارہ لازمی طور پر غیر معتبر ہونے کے الزام سے نہیں بچ سکتا۔ ایک مقامی یونٹ ایک بار، بے شک ایک مختلف ہوتے ہیں، کہا تھا کہ ہر معاملے کے تین طرح کے پہلو ہو سکتے ہیں۔ یعنی آپ کا خیال، دوسروں کا خیال، اور اصل خیال۔ بڑی دلچسپ بات ہے کہ خبریں یا اور جو کچھ بھی ریڈیو سے نشر ہوتا ہے اسے محض سرکاری ہونے کا نام دے دیا جاتا ہے چاہے کوئی بھی دو اخبار ایک ہی واقعے کو رپورٹ کرنے میں کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں ان کی اداریتی تنقید کی تو بات ہی الگ ہے۔

آل انڈیا ریڈیو اپنے اداریہ التزام پر نہیں اترتا جیسا کہ امریکا کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن اسٹیشنوں پر ہوتا ہے۔
آل انڈیا ریڈیو ایسی صحافت سے گریز کرتا ہے جو گپ شپ، یا تفتیش پر مبنی ہو یا ایسی نشریات سے جو قیاس آرائی پر مبنی ہوں یہ ایسی اندرونی بندشیں ہیں جو ریڈیو کے کاروبار میں کارفرما ہیں۔ تعجب کی بات نہیں کہ بہت سے لوگ آل انڈیا ریڈیو کے پروگراموں میں شدت انگیزی کی کمی محسوس کرتے ہیں۔

آل انڈیا ریڈیو کا کسی سیاسی، سماجی، اقتصادی یا دیگر واقعے پر اپنا کوئی نقطۂ نگاہ نہیں ہوتا۔ البتہ عصری نوعیت کے مختلف معاملات پر برسر اقتدار مرکزی یا ریاستی سرکاروں کے نظریات کو مشتہر کرنے کے لیے یہ نشریات کا اہتمام کرتا ہے۔ لیکن متنازعہ فیہ

اس شمارے میں

نشریات کا رول — دلیپ کمار سین — ۳
عربیں اضافہ کیا جائے — ۵
اردو شاعری کی نا مانوس جدید علامتیں — ظہیر صدیقی — ۶
سبرامنیم بھارتی — ڈاکٹر پی جے رام — ۷
وقت اور اس کا صحیح استعمال — محمد عالم شمسی — ۹
سامعین کے مسائل — انیس نصرت — ۱۰
الہ آباد — سید شمیم گوہر — ۱۱
شمع فروزاں — ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین علوی — ۱۲
غالب اور تصوف — مہر گیر — ۱۳
اکبر اور گرو ارجن — امتیاز احمد — ۱۴
مخدوم محی الدین کا ایک گیت — بشیر شاہ — ۱۵
جلد کے امراض — ڈاکٹر محمد مجتبیٰ احمد — ۱۶
انسانی زندگی پر پیڑ پودوں کے اثرات — سید پرویز عالم — ۱۷
بیوی کو خوش کرنا — ڈاکٹر محمد زماں آزردہ — ۱۸
شراب ایک سماجی بدعت — ڈاکٹر پی ایس چاندنہ — ۱۹
ایک نئی صبح — غیاث احمد گدی — ۲۱
اتنی چڑھتی رو لقبیں — احمد یوسف — ۲۲
کھنڈر — شرون کمار شرما — ۲۴
غرور — ظہیر غنی امروہوی — ۲۶

غزلیات
جاوید اکرم — ۴
مسعود ساحو — ۱۱
منصور کار بخوی — ۱۹
عین تابش — ۲۲

سرورق کا عمل — بھنور سنگھ ۔ دہلی

قیمت
فی کاپی — ۵ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۸ روپے
تین سال — ۲۶ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

اردو شاعری کی نامانوس جدید علامتیں

ظہیر صدیقی

آپ جدید شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے یا سنتے ہوئے گئے تو آپ کے ذہن میں کیا ہوگا کہ جدید شعرا اپنی شاعری میں نئی ترکیبیں اور نئی علامتیں استعمال کرتے ہیں جو ترکیبیں بظاہر مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے "لہو میں تنہائی"، "ہوا شہر کا آسیب"، "زرد چیخوں کا سناٹا" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر آج جدید عہد کے تناظر میں ان ترکیبوں اور علامتوں پر غور کریں تو آپ خود محسوس کریں گے کہ یہ ترکیبیں مضحکہ خیز نہیں بلکہ معنی خیز ہیں اور آج کے احساس کو شدت کے ساتھ پیش کرنے میں بھرپور تعاون کرتی ہیں۔

جدید دور چند مادی اور روحانی تبدیلیوں سے عبارت ہوتا ہے۔ ہر نئے دور میں کچھ عقائد ٹوٹتے ہیں اور بکھرتے ہیں اور ان ہی بکھرے ہوئے ریشوں سے کچھ نئے عقائد جنم لیتے ہیں۔ پرانے عقائد اور نئے عقائد میں ایک اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے چونکہ انسان اور انسانیت کی بنیادی قدریں ایک ہیں اور زمان و مکاں کی قیود سے ماورا ہیں اس لیے پرانی قدروں سے مکمل انحراف ممکن نہیں لیکن جدید تقاضوں کے تحت ضروری اور جزوی انحراف یقینی بھی ہے۔

کسی بھی نئے دور کی مادی تبدیلیاں جب اس دور کے افراد کی جذباتی اور روحانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں تو اس دور کا شاعر ان تبدیلیوں کو شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ ایک شاعر یا ادیب کو ان تبدیلیوں کی محض خبر نہیں ہوتی بلکہ آگہی ہوتی ہے۔ محض واقفیت نہیں ہوتی بلکہ اس کو ان ناگزیر تبدیلیوں کا عرفان ہوتا ہے۔

جدید دور کی ناگزیر تبدیلیوں کے عرفان کا دوسرا نام جدید حسیت ہے۔ جدید حسیت اظہار کے لیے نئے سانچے یا نئی ہیئت کا تقاضہ کرتی ہے۔ جدید حسیت سرمایہ ادب کو نئے استعاروں، علامتوں اور نئی ترکیبوں سے مالا مال کرتی ہے جو بظاہر نامانوس لگتے ہیں لیکن اگر ان استعاروں، علامتوں اور ترکیبوں کو جدید عہد کے تناظر میں دیکھا جائے تو کثیر الابعاد معنی و مفہوم کی معنویت پیدا ہوتی ہے۔

جدید شاعری خواہ کسی دور کی ہو اگر واقعی جدید ہے تو اس میں کچھ نہ کچھ ایسی علامت ضرور ہے جو اس سے پہلے کی شاعری میں موجود نہیں لہٰذا جدید شاعری کے فہم و تفہیم کے لیے ان خانوں کو پر کرنے، خود سمجھنے اور قارئین یا سامعین کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زمانے کے عہد میں کچھ نام نہاد جدید شعرا ایسے بھی ہیں جن کو جدید حسیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ عرفان کی بات تو الگ رہی وہ جدید حسیت سے واقف بھی نہیں۔ آگہی تو بڑی چیز ہے وہ باخبر بھی نہیں اس کے باوجود وہ اپنی شاعری میں جدید الفاظ اور ترکیبیں اس طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح اسکول کے بچے لفظوں سے جملے بناتے ہیں۔ معقول جدید شاعروں کے گروہ میں شامل ہو کر جہاں ایک طرف وہ جدید شاعری کو رسوا کرتے ہیں وہاں دوسری طرف اپنی لفظی شعبدہ بازی سے قارئین یا سامعین کو فریب دیتے ہیں۔ یہ بھی آج ہی کی ضرورت ہے کہ معقول جدید شاعری کو چھان پھٹک کر الگ کیا جائے۔

جدید شاعری میں جدید تقاضوں کے تحت کچھ جدید الفاظ یا پرانے الفاظ جدید مفاہیم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دیانتداری کے ساتھ ان کے مفاہیم جدید حسیت کے تناظر میں پیش کیے جائیں تاکہ جدید ادب سے قارئین یا سامعین کی بیگانگی دور ہو۔

جدید شاعری، جدید حسیت کا سنجیدہ ترین اور دیانتدارانہ اظہار ہے۔ جدید شاعری اس وسیع و عریض کائنات کی موجودات کا شخصی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ مختلف رنگ، مختلف آوازیں اور مختلف اشیاء ایک خاص نظام کے پابند ہیں ان کے مابین قرب و بعد کا رشتہ مستند حقائق اور خارجی منطق کے تحت ہے۔ پرانے شعرا کائنات کی موجودات کو خارجی منطق کے تحت، خارجی حقائق کو پیش کرتے رہے لیکن نئی شاعری میں ان رنگوں آوازوں اور اشیاء کے درمیان غیر رسمی، غیر سائنسی اور غیر منطقی ربط نظر آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نئی شاعری کو منطق سے کوئی ربط نہیں۔ منطق کے بغیر تو معمولی بات بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ ہاں! نئی شاعری جس منطق کا سہارا لیتی ہے اسے آپ شاعری کی داخلی منطق یا شعری منطق سے موسوم کرتے ہیں۔ داخلی منطق کے سہارے نیا شاعر جب کائنات کی موجودات کو غیر رسمی یا بظاہر غیر منطقی انداز میں مربوط کرتا ہے تو خارجی فضا سے مختلف ایک نئی فضا کی تشکیل ہوتی ہے۔ نئی علامتیں اور نئی ترکیبیں اہل ذوق کو اپنی طرف کھینچتی ہیں جن کی تفہیم کے لیے ادب کی پرانی ڈکشنریاں بے کار ہیں۔

میں جانتا ہوں آپ یہ سوال کریں گے کہ آخر کیا ضرورت ہے کہ جدید شاعر داخلی منطق کی بھول بھلیوں میں خود بھی غلطاں ہو اور اپنے سامعین و قارئین کو بھی رومان کی حسین وادیوں کی سیر کرانے کے بجائے نامانوس فضا کی سنگلاخ پیچیدگیوں میں سر کھپانے پر مجبور کرے۔

آپ کے اس سوال کا جواب آج کا دور ہے۔ آج کے پیچیدہ اور لاینحل مسائل ہیں جس سے واقفیت ضروری ہے۔

بڑھتی ہوئی آبادی کے تناسب میں مادی وسائل کی کمی، ضروریات زندگی کی اشیاء کی نامناسب تقسیم کی وجہ سے تنگی پیدا ہونے کی طرف سے کسانوں کی بے توجہی، دیہات کی سادگی اور پُرخلوص زندگی پر شہر کی مصنوعی روش کا حملہ، دیہات کا اجاڑپن، شہر کی ظاہری چمک دمک، لوگوں کا انبوہ لیکن ہر شخص ایک دوسرے کے لیے اجنبی، مشینوں، بسوں، ٹراموں اور جیٹ طیاروں کا شور، بڑی بڑی طاقتوں کا ایک طرف امن قائم کرنے کا ڈھکوسلہ تو دوسری طرف ایٹمی اسلحوں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش۔ میں پوچھتا ہوں اس افراتفری میں ذہین و حساس افراد کیا رومان پرور گیت گا سکتے ہیں۔ کون جانے پناہ بھی تو ہو۔ انبوہ سے بھاگ کر ذات کے خول میں بند ہو جانا بھی تو علاج نہیں بقول شاعر ؎

دشت تنہائی میں یادوں کے بگولوں سے ڈر دل
بچ بچا کے بھیڑ میں آؤں تو بھی تنہا ہوں

یا پھر ؎

بن پتوں کے پیڑ کے نیچے راہی بیٹھا آنکھیں میچے
یہ کیسا آرام ہے بھائی سورج سر پر جون کا تو ہے

ایک فنکار کے فن میں دور حاضر کا عکس ہے۔ یہ عکس واضح اور روشن نہیں۔ صاف و شفاف نہیں اس لیے اس کا اظہار بھی واضح اور روشن نہیں۔ آج کا فنکار تشکیک و تذبذب اور شکست و یاسیت کا شکار ہے اور اس کے فن میں نامانوس علامتیں، ترسیل و ابلاغ میں دشواریاں پیدا کر رہی ہیں تو یہ آج کے دور کا فیضان ہے۔ تشکیک

ویاسیت کا شکار ہونا آج کے فن کار کا شوق نہیں مجبوری ہے۔

آپ کہیں گے دنیا کی تاریخ میں پُر آشوب دور آتا رہا لیکن ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ اس دور کے شعرا تشکیک ویاسیت کا شکار ہو گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ پُر آشوب دور آتا رہا ہے لیکن کوئی دور کبھی بھی آج کی طرح روحانیت کے زوال کا شکار نہیں ہوا۔ دور کی افراتفری سے گھبرا کر شعرا تصوف کی گود میں پناہ لیتے رہے ہیں لیکن آج کے شعرا کے لیے روحانیت کے زوال کی وجہ سے کوئی منزل نہیں جہاں وہ قرار حاصل کرکے پناہ لے سکے۔

ناامیدی گناہ ہے۔ خدا کرے آج کے اس پُر آشوب دور کو بھی کوئی منزل مل جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو جدید شاعری سے وہ سارے نامانوس اور مخرب اخلاق علامتیں ختم ہو جائیں گی اور جدید شعرا بھی رومان پرور گیت گا کر اپنے سامعین کو خوش کریں گے۔

(پٹنہ سے نشر)

تحریر:۔ ڈاکٹر طیب ابدالی

حضرت ابراہیم بن ادہم بلخیؒ جو سلسلۂ چشتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ گذرے ہیں۔ ان کا مشہور واقعہ کشف المحجوب میں ہے کہ آپ ابتدائی دور میں امیر بلخ تھے۔ ایک دن حسب معمول آپ شکار کے لیے نکلے اور ایک ہرن کا پیچھا کرتے ہوئے اپنے لشکر سے بچھڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہرن کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کہا کہ "کیا تم اسی لیے پیدا کیے گئے ہو یا اسی کام کا تمہیں حکم ملا ہے کہ تم مجھے شکار کرنے آمادہ ہو" یہ سنتے ہی آپ کا دل پھر گیا۔ آپ نے توبہ کی اور ایسے سب کاموں کو چھوڑ دیا اور اللہ کی یاد اور خدمت خلق میں مشغول ہو گئے۔ اسی سلسلے کے ایک مشہور بزرگ حضرت ابراہیم ادہم کے پیر و مرشد حضرت فضیل بن عیاضؒ ہیں۔ یہ پہلے ڈاکو تھے۔ ان کی توبہ کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک سوداگر مرو سے تجارت کا سامان لے کر روانہ ہوا اسے لوگوں نے ڈرایا کہ راستے میں فضیل ڈاکو موجود ہے۔ اس سوداگر نے ایک قاری کو اپنے ساتھ لے لیا کہ وہ شب و روز قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہے۔ سوداگر کا قافلہ دیکھتے ہی فضیل گھات میں لگ گئے اور قافلہ کے قریب پہنچے حسن اتفاق کہ اسی وقت قاری کی زبان پر قرآن کی یہ آیت کریمہ آ گئی جس کے معنی یہ ہیں کہ:

"کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور یاد سے خشوع و خضوع حاصل کریں"

اس آیت کے سنتے ہی فضیل کے دل میں رقت پیدا ہوئی اور آفتاب ہدایت و رحمت کی پیشانی پر تاباں ہوا۔ انھوں نے رہزنی کے ایام میں جن جن کو لوٹا تھا سب کی فہرست بنا رکھی تھی اسی وقت توبہ کی اور جن جن کا مال لوٹا تھا انھیں راضی کرکے معافی مانگ لی اور مرو سے روانہ ہو کر بیت اللہ شریف کے مجاور بن گئے۔

(پٹنہ سے نشر)

تامل زبان کا عظیم شاعر

سبرامنیم بھارتی

ڈاکٹر پی۔ جے رام

سُبرامنیم بھارتی کو تامل زبان کی جدید شاعری کا رہنما کہا جاتا ہے۔ انھوں نے بانگِ دہل کہا تھا کہ نئی شاعری عظمت اور جادو دانی کی حامل ہے اور اس کی جمالیات الفاظ و معانی اور اظہارِ بیان —— ہر چیز نئی اور انوکھی ہے۔ بھارتی نے شاعری کو نئی زبان اور تکنیک عطا کی —— ایسی زبان اور تکنیک جو اس کے خوابوں کے ہندوستان کے متعلق اس کے ذاتی باطنی محسوسات کو صحیح معنوں میں دوسروں پر آشکار کر دے۔ سنسکرت کی طرح تامل زبان اور اس کا ادب بھی ایک طویل اور وسیع روایت رکھتا ہے۔ مگر بھارتی کو احساس ہوا کہ تامل ادب کی صدیوں پرانی روایت اس بدلے ہوئے زمانے کی ضرورتوں کو پورا نہ کر سکے گی جس نے انسان کو نئے ماحول اور نئی قدروں سے روشناس کرایا ہے۔ بھارتی سمجھ گئے تھے کہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی ایک نئی تحریک اور ایک نیا دور آ رہا ہے اور روایتی اصنافِ سخن اس نئے دور کی ضروریات کو پورا نہ کر سکیں گی اور نہ ہی جذباتی اور عقلی خیال بندی کا احاطہ کر سکیں گی۔ انھوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ تامل کی روایتی اصنافِ سخن کا ہندوستان کی زندگی اور عوام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ ان اصناف سے تو صرف دانشور اور تعلیم یافتہ طبقہ ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ دریں حالات بھارتی نے شاعری کو ایسی زبان اور تکنیک عطا کی اسے عام آدمی بھی سمجھنے لگ گیا۔ انھوں نے بول چال کی زبان سے کام لے کر اور عوامی محاورہ استعمال کرکے شعر و شاعری میں جان ڈال دی۔ چنانچہ عوام انھیں اپنا شاعر سمجھنے لگے جو نئی شاعرانہ تخلیق کا علمبردار تھا۔ بھارتی کی یہ سب سے بڑی دین ہے حالانکہ ان کے ہمعصر مگر لکیر کے فقیر شعرا کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائی لیکن عوام کو ان کی شاعری میں شدتِ جذبات اور سماج نیز دنیا کے تئیں نیا رویہ نظر آیا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام نے بھارتی کو اپنا شاعر تسلیم کر لیا۔

بھارتی تامل ناڈو کے گاؤں اِتیاپورم میں ۱۱ر دسمبر ۱۸۸۲ء کو پیدا ہوئے اور ۱۲ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو انھوں نے مدراس میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ وہ دلیری، قربانی، ریاضت اور بے لاگ خدمات کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان دنوں ہندوستان غیروں کے زیر حکومت تھا اور عوام نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بھی عزت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بھارتی لوگوں کے ولولۂ آزادی کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے نعرہ لگایا کہ

"اٹھو، جاگو، کچھ کرکے دکھاؤ"

لیکن ابھی قوم میں بیداری نہیں آئی تھی اور نہ ہی اسے مناسب تعلیم ہی مل پاتی تھی۔ اس لیے ملک فرقہ پرستی، مذہبی انتشار اور مادہ پرستی کا شکار تھا۔ ایسے نازک وقت پر بھارتی نے اپنی نظموں کے ذریعے لوگوں کو ہندوستان کے جاودان کلچر کی خوبیوں سے روشناس کرایا۔

سبرامنیم بھارتی ہندوستان کے قدیم کلچر کے شیدائی تھے اور اسی کلچر کی نغمہ سرائی کرتے رہے۔ انھوں نے جذبۂ انسانیت کی تبلیغ کی اور عوام کو تلقین کی کہ وہ عالمگیر محبت اور اخوت کے رشتوں کو استوار کریں جو دنیا کے کسی بھی خطے سے امتیاز نہیں برتتے بلکہ دوسروں کی بہبودی کو خود اپنی بہبودی تصور کرتے ہیں۔

بھارتی کو اندھی تقلید، برے خیالات اور نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ انھیں اگر بھروسہ تھا تو عوام کی روحانی عظمت اور انسان دوستی پر تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ حب الوطنی قصرِ تمدن تک پہنچنے کا پہلا زینہ ہے۔ انھوں نے ہندوستان کے بیتے دنوں کی عظمت و شان کے گیت جوش و خروش کے ساتھ گائے اور عوام کی موجودہ ناگفتہ بہ حالت پر خون کے آنسو بہائے مگر وہ ہمیشہ پرامید رہے —— انھیں یقین تھا کہ ان کے وطن کا مستقبل روشن اور شاندار ہے۔ بھارتی کے نغموں میں اتنی جان تھی کہ انھوں نے عوام کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا ہندوستان کے شاندار ماضی کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا

"ہمارا وطن بہادروں کا وطن ہے
یہاں نادر نے نغمے سنائے تھے
یہ علم الٰہی کا گہوارہ ہے
آؤ ہم مل کر اپنے وطن کے گن گائیں اور کہہ دیں کہ

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا وطن ہے"
مادر وطن کو پا بہ زنجیر دیکھ کر بھارتی غلامی کا احساس بے قرار کرنے لگا۔ وہ پکار اٹھے۔

"ہمارے آزادی کی پیاس لب بجھنے لگی،
مادر وطن کی غلامی کی بیڑیاں اب پاش پاش ہو جائیں گی"

شاعر کو ملک آزادی کی خوشیاں مناتے نظر آنے لگا۔ اس کے تخیل کی آنکھ نے یوم آزادی کی سہانی گھڑی کو دیکھ لیا:

"آہا ! ہم آزاد ہو گئے
آؤ سب مل کر گائیں، ناچیں
آزادی کی اس فضا میں شفقت کی قدر ہو کرے گی
کاشتکار کو عزت کی نظروں سے دیکھا جائے گا
واہ واہ ! آج تو یوم آزادی ہے
آؤ مل کر ناچیں اور گائیں"

بھارتی نے یہ گیت اس صدی کی پہلی دہائی میں گایا جب کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ ہندوستان غلامی کا جوا اتار پھینکے گا اور ہندوستانیوں کا احترام آزاد لوگوں کی مانند کیا جانے لگے گا۔

بھارتی شروع شروع میں اسکول ماسٹر بنے مگر جلد ہی اس پیشے کو چھوڑ کر انھوں نے تامل کے میدان صحافت میں قدم رکھا۔ جذبۂ حب الوطنی نے انھیں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ انڈین نیشنل کانگریس کے جلسوں میں شریک ہونے لگے۔ انھیں عالمی حالات سے آگاہی تھی۔ وہ خود انقلابی طبیعت کے شیدائی وطن تھے۔ جب روس زاروں کے پھندے سے نکل کر آزاد ہوا تو انھوں نے نئے روس کا خیر مقدم کیا، اطالوی محب وطن میزینی کی بے حد تعریف کی اور بلجیم کے عوام کے بہادرانہ عزم پر انھیں مبارک باد پیش کی۔ وہ اپنے ہم عصر ہندوستانی رہنماؤں کے جن میں بال گنگا دھر تلک سے لے کر لالہ لاجپت رائے تک شامل تھے، بہت نزدیک تھے۔ انھوں نے ان رہنماؤں کی تعریف میں نظمیں لکھیں۔ ۱۹۱۹ء ہی میں وہ مدراس میں مہاتما گاندھی سے پہلی دفعہ ملے اور اس سال انھوں نے گاندھی جی پر جو پانچ نظمیں لکھیں وہ تامل زبان کی بہترین نظموں میں سے ہیں۔ ان کی نظم "گاندھی پنچکم" گاندھی جی کی قوم پرست تحریک اور ستیاگرہ سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔ مہاتما گاندھی سے ان کی ملاقات کا قصہ بھی عجیب ہے۔

بھارتی ملاقات کا وقت مقرر کئے بغیر سیدھے مہاتما جی کے پاس جا پہنچے اور کہنے لگے "مسٹر گاندھی، میں نے آج شام ایک جلسے کا بندوبست کیا ہے۔ کیا آپ اس کی صدارت قبول کریں گے؟" شاعر کی اس دیدہ دلیری پر گاندھی جی کو حیرت ہوئی مگر انھیں علم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے۔ گاندھی جی کو کہیں اور جانا تھا اس لیے وہ بھارتی کا دعوت نامہ قبول نہ کر پائے مگر اتنا ضرور کہا کہ "اگر جلسہ آج کی بجائے کل ہو تو میں آسکتا ہوں۔" بھارتی نے جواب دیا "نہیں جناب ! بھارتی کا جلسہ ہرگز ملتوی نہیں ہو سکتا۔ شکریہ۔" اور اتنا کہہ کر وہ چل دیئے۔ آنے جانے کے اس ڈھنگ پر گاندھی جی حیران رہ گئے۔ راجاجی نے جو اس وقت وہاں موجود تھے، مہاتما جی کو بتایا: "یہ بھارتی تھا، تامل ناڈو کا شاعر"

گاندھی جی بھارتی کو سچا قوم پرست شاعر اور بنی نوع انسان کا خادم سمجھتے تھے۔ انھوں نے راجاجی سے کہا "وہ عظیم شاعر ہے قوم اور ملک کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔"

بھارتی نے چند برس بنارس میں بھی گزارے۔ یہاں ان کے دل سے ذات، عقیدے اور رنگ و نسل کا امتیاز مٹ گیا اور وہ اپنے آپ کو اوّل و آخر ہندوستانی سمجھنے لگے۔

سوامی وویکانند کی مشہور چیلی سسٹر نویدیتا سے ملاقات نے ان کے اس نظریے کو اور بھی تقویت حاصل ہوئی کہ ایسے ہر ہندوستانی کے دل میں قربانی کا جذبہ ابھرا اور قوم پرستی کی لگن بڑھی۔ بھارتی سسٹر نویدیتا کو اپنا گرو ماننے لگے۔ اور انھوں نے اپنی قومی نظموں کا مجموعہ سسٹر نویدیتا کے نام منسوب کیا۔ ان کی پہلی نظم بنکم چندر چٹرجی کی وندے ماترم کا تامل ترجمہ تھی۔ سیاست میں بھارتی انتہا پرستی کی طرف مائل تھے۔

انھوں نے برٹش راج کے خلاف نظمیں اور مضمون لکھے اور انقلاب کی تلقین کی۔ چنانچہ حکومت نے ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ اپنے دوستوں کے مجبور کرنے پر بھارتی نے پانڈیچری میں جلا وطنی اختیار کرلی۔ پانڈیچری میں بھارتی کی سیاسی سرگرمیاں تو ختم ہو گئیں لیکن دس سال کی اس جلا وطنی نے ان کی موزونی طبع کو ابھارا اور دھڑا دھڑ نظمیں لکھنے لگے۔ انہی دنوں بھارتی نے شری کرشن پر بیسیوں دیگر کئی نظمیں لکھ کر بھگتی کے جذبے کو فروغ دیا۔

ان کی دو شہرۂ آفاق نظمیں پانڈیچری ہی میں لکھی گئیں ان میں سے ایک "پنچالی سپتم" مہابھارت کی کہانی پر مبنی ہے۔ جس میں دروپدی بدی کے مجسموں دریودھن اور دشاسن کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا حلف اٹھاتی ہے۔ بھارتی نے اس کہانی کے ذریعے لوگوں کو نئے ہندوستان کی شکل دکھائی جو آزاد ہو چکا ہے اور کہا کہ عورتوں کو ہر طرح کے بندھنوں سے نجات دلانے کی ضرورت ہے۔ بھارتی نے آزاد ہندوستان میں عورتوں کو مکمل آزادی دلوانے اور سماج میں مرد اور عورت کو برابر کا درجہ دلوانے کی بھرپور کوشش کی۔ پانڈیچری ہی میں انھوں نے معرفت پر اپنی بہترین نظم "بلبل" لکھی۔ بھارتی کے بعد کے زمانے کی نظموں میں فلسفے کی چاشنی ملتی ہے جو اس صدی کے عظیم فلسفی مہرشی اربند گھوش کے پاس بیٹھنے اٹھنے کا نتیجہ ہے۔

بھارتی نے ہندوستانی ادب کو کئی چیزیں عطا کیں —
ان میں ایک اہم چیز نظریۂ قومی یکجہتی ہے۔ گو کہ وہ تامل شاعری کے باوا آدم کہلاتے ہیں لیکن تامل ناڈو اور تامل زبان کے ساتھ ان کا عشق دوسرے درجے پر آتا ہے۔ ان کی زندگی میں پہلا مقام بنی نوع انسان سے محبت کو حاصل ہے۔ ان کی نظموں میں سماجی انصاف اور خواتین کی بہبودی کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے۔ بھارتی بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کے لیے انھوں نے بہت سی نظمیں بھی لکھیں۔ بلند حوصلگی، دلیری، اتحاد، اعلیٰ کردار، اور اخلاقی و تمدنی قدریں انھوں نے بچوں کے لیے اپنی نظموں میں پیش کیں ایسی مثال جدید تامل شاعری میں اور کہیں نہیں ملتی۔ سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ وہ ہندوستان کو متحد دیکھنا چاہتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے یک قومی نظریئے کو شاعرانہ رنگت دی۔ وہ پکار اٹھے۔

"میری ماں اٹھارہ زبانیں بولتی ہے مگر سب
میں ایک ہی خیال پیش کیا جا رہا ہے"

قومی یکجہتی کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟
بھارتی نے شیواجی اور گرو گوبند سنگھ کو قوم کے ہیرو تسلیم کیا جنھوں نے زندگی بھر ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے جدوجہد کی۔ شیواجی اور گرو گوبند سنگھ پر ان کی نظمیں قومی یکجہتی کے نظریئے کی عمدہ مثالیں ہیں اپنے کلام میں ایک جگہ وہ کہتے ہیں۔

"گنگا کے میدان کی چپاتیاں لے کر ہم انھیں
کاویری کے پان کیوں نہ پیش کریں !
مرہٹہ شاعروں کو ہم چیرا کی ہاتھی دانت
کی مصنوعات نذر کریں ! ہم ایسا آلہ کیوں نہ ایجاد
کرلیں جس کی مدد سے کانچی میں بیٹھ کر کاشی کے
پنڈتوں کی کتھا سن لیا کریں
راجپوتانہ کے سورماؤں کی خدمت میں ہمیں
کنٹر خطے کا سونا پیش کرنا چاہیے"

بھارتی جدید ہندوستان کے شاعر تھے اور چاہتے تھے کہ روحانیت اور سائنس کو ایک دوسرے میں سمو دیں۔ ان کی حب الوطنی اور عوامی جدوجہد سے وابستگی امریکی شاعر والٹ وٹمین سے بہت ملتی جلتی ہے۔ بھارتی وٹمین کی "بلینک ورس" سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ بھارتی نے انگریز روحانیت پسند شاعروں شیلے اور کیٹس سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ انھوں نے اپنے آپ کو شیلے کا شاگرد بھی کہا۔

بھارتی سچے قوم پرست، شاعر، فلسفی، انسان دوست بین الاقوامیت کے حامی، جدید ہندوستان کے پیغمبر سبھی کچھ تھے ان کا مقابلہ رابندر ناتھ ٹیگور، کیشو سوت، وللاتھول، میتھلی شرن گپت اور سوریہ کانت ترپاٹھی نرالا سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام ہمعصر شعرا خواب و خیال کی بستی کے رہنے والے نہیں بلکہ خواب غفلت سے بیدار ہوتے زمانے کے شاعر ہیں جو عالمگیر اخوت اور روحانی آگہی کے علمبردار ہیں۔ حالانکہ مختلف علاقوں کے شعرا نے اپنی اپنی علاقائی زبان میں کلام پیش کیا ہے تاہم ان کے خیالات آدرش اور طرز ادا ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اسی پہلو کو مدنظر رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ بھارتی محض تامل ناڈو کے شاعر نہ تھے بلکہ ساری دنیا اور کل انسانیت کے شاعر تھے۔

(آل انڈیا ریڈیو، بمبئی)

وقت اور اس کا صحیح استعمال

محمد عالم شمسی

وقت عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی ہے وقفہ، لمحہ، ضرورت، موسم، زمانہ، زندگی، دور ایام، حرکت لیل و نہار اور رواں دواں ساعت و میعاد وغیرہ۔ لفظ وقت سے اردو زبان و ادب میں مختلف محاورات و ضرب الامثال عام بول چال کی زبان میں درج ہے مثلاً وقتاً فوقتاً وقت بوقت، وقت بے وقت، وقت پر، وقت آپہنچا، وقت پڑنا وقت کاٹنا، وقت کھونا، وقت ناوقت، وقت کے وقت۔ وقت کا بادشاہ، وقت واپسیں۔ وقت پر گدھے کو باپ کہنا، وقت کا راگ الاپنا، وقت وقت کا راگ ہے، وقت ہاتھ سے نہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

انسان کی زندگی میں اگر بیش بہا کوئی شے ہے تو وہ وقت ہے۔ وقت اپنی رفتار تقدیر میں اسی طرح رواں دواں ہے جس طرح گھڑی کی بڑی سوئی مسلسل اور پیہم اپنے مقررہ وقت و رفتار میں رواں دواں نظر آتی ہے، وقت کے شب و روز میں حیات و ممات کا سلسلہ جاری ہے اگر ایک تصویر بنتی ہے تو دوسری مٹتی ہے، ایک کے لیے پیغام نشوونما اور دعوت نشاط و شادمانی ہے تو دوسرے کے لیے پیغام اجل ہے، حسرت و یاس، غم و الم اور ناکامی و حرمان نصیبی ہے، اگر کوئی روتا ہے تو ٹھیک اسی وقت دوسرا ہنستا ہے، کہیں عیش و نشاط کے شادیانے اور سرور و انبساط کی شہنائی بجتی ہے تو کہیں غم و اندوہ سے پُر ماتم جنازہ نکلتا ہے غرض کہ وقت کا ایک ایک لمحہ دعوت فکر دیتا ہے اور زبان حال سے عبرت پیش کرتا ہے۔

جو لوگ حساس اور ذی شعور ہوتے ہیں وہ اپنے قیمتی اوقات اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں وہ غفلت شعار لوگوں کی طرح اپنا مستقبل المناک نہیں بناتے۔ دنیا میں فلاکت، ادبار افلاس اور زبوں حالی وہی لوگ لاتے ہیں جو وقت کی قدر و قیمت سے صرف نظر کرتے ہیں اور چشم پوشی کو راہ دے کر وقت کی ناقدری کرتے ہیں۔

جو لوگ وقت کی قدر و قیمت سے بیگانہ اور بے خبر ہو کر خواب خرگوش کا لطف لیتے ہیں وہ نہ صرف کھوئی سے زک اٹھاتے ہیں بلکہ تمام حیات پچھتاتے اور کف افسوس ملتے ہیں ان کی زندگی ہمیشہ کوہ گراں معلوم ہوتی ہے۔

دنیا میں جتنے نامور اور مشہور لوگ گزرے ہیں ان کی زندگیاں اس لیے مفید ثابت ہوئیں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت ایک لمحہ کے لیے ضائع نہیں ہونے دیا جس کے نتیجہ میں انھیں حیات سرمدی ملی۔ انھیں خوش نصیب لوگوں میں سقراط، بقراط ارسطو، بوعلی سینا، ابوبکر رازی، فخرالدین رازی، جملہ انبیاء کرام قائدین عظام اور مشاہیر عالم گزرے ہیں جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ برعکس ان کے کروڑوں بدنصیب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے نام و نشان تک صفحۂ ہستی پر باقی نہیں ہیں۔

وقت کا صحیح استعمال کیونکر ہو اس امر میں زمانہ قدیم سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے "دز باللیالی کما ندور" کہ تم زمانہ اور وقت کی رفتار کی موافقت کر دیعنی چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی کوئی یہ کہہ کر زمانہ پسندی اور اس کی رفاقت و ہم آہنگی کی تشکیک کرتا ہے کہ هٰذا الزمان نذورلاالغرتک عزورکہ یہ زمانہ سراب کی طرح جھوٹا ہے ایسا نہ ہو کہ تم اس کے دامن تزویر کا شکار بن جاؤ۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے پُر زور الفاظ میں اس نظریہ کی تردید کی ہے وہ کہتے ہیں"

حدیث بے خبراں است کہ نو بازمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

یعنی زمانہ تجھ سے ہے تو زمانہ سے نہیں، زمانہ تیرے تابع ہے۔ اور تو ہی اس کا متبوع ہے اور یہ بات بالکل ٹھیک معلوم ہوتی ہے کیونکہ رفتار زمانہ کی ہم آہنگی میں زندگی سے جو مسلسل جد وجہد کا نام ہے فرار نظر آتی ہے۔ وقت کی موافقت کا مطلب سکون جمود ہے اور جمود و سکون کا دوسرا نام موت ہے، ظاہر ہے جس چیز میں حس و حرکت باقی نہیں ہوتی وہ نقش محض یا خس و خاشاک کی طرح بے جان ہے جو دریا کی روانی اور موجوں کی طغیانی کا شکار ہو جاتی ہے اس میں ذرہ برابر سکت نہیں ہوتی کہ وہ ان کی مخالفت کرے یا سمت مخالف کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ مگر جس چیز میں جان ہوتی ہے وہ سمت مخالف کی طرف پیش قدمی کرنے کی جرأت کرتی ہے وہ دریا کا سینہ چاک کر کے اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ باد مخالف کا مقابلہ زندگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور اس کی اہمیت اور تقاضوں کو سمجھنے کا شعور عطا کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وقت کی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے ان کے ارشاد گرامی ہیں

بقدر الکد تکتسب المعالی
ومن طلب العلی سهر اللیالی
ومن طلب العلی من غیر کد
اضاع العمر فی قیل و قال

یعنی محنت و مشقت، جانفشانی و جانکاہی کے مطابق بلند مقام اور اعلیٰ مدارج حاصل کئے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے مراتب علیا پر فائز ہونے کا ارادہ کیا ہے انھوں نے شب بیداری کو شعار اور اپنا محبوب مشغلہ بنایا ہے راتوں کے آرام کو حرام سمجھا ہے۔ اپنی عمر کے قیمتی لمحات کی قدر کی ہے اور جن لوگوں نے محنت و ریاضت شاقہ کے بغیر آرام طلبی اور وقت کی ناقدری کے ساتھ ترقی درجات، کامرانی حیات کی خواہش کی ہے انھوں نے اپنی عمر کو لغویات اور غپ شپ میں ضائع کیا ہے۔ اور ساری زندگی پانی پر لکیر کھینچنے میں گزاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے سارے کارنامے نقش برآب بن کر رہ گئے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ خالق کائنات نے ہر شے کی تقدیر مقرر کر دی ہے، شمس و قمر کا اپنے محور پر گردش کرنا تقدیر الٰہی ہے کلی کا پھول بننا اور پھول سے پھل میں تبدیل ہونا تقدیر الٰہی ہے۔ نطفہ کو مدت معینہ میں بچہ بننا تقدیر الٰہیہ کا اصول مسلمہ ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ صرف اوقات کے بغیر بلا توقف و تامل اپنے منشا میں کامیابی حاصل کر لے تو یہ ناممکن ہے۔ پودا کسی کی مرضی کے تابع نہیں ہوتا اور نہ نطفہ آناً فاناً بچہ بن جاتا ہے بلکہ ہر چیز وقت کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے اور تقدیر کی پابندی کرتی ہے اگر کوئی بدنصیب قانون قدرت کے ساتھ برسر پیکار ہوتا ہے تو اس میں اسکی ناکامی یقینی ہے ایسی حالت میں وہ اپنی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی پر پردہ ڈالنے کے لیے زمانہ اور وقت کو ہدف ملامت بناتا ہے تو یہ اسکی حد درجہ کی حماقت ہے یہی وجہ ہے کہ خدا نے وقت اور زمانہ کو گالی دینے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ گالی بالواسطہ خدا کو ہوتی ہے ساتھ ہی اس سے انسان کی بزدلی ثابت ہوتی ہے

اشیاء کے وجود و ظہور اور اس کی بقا میں وقت کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے، اس کی فنا، موت، ہلاکت، تباہی و بربادی میں بھی وقت اہم کردار پیش کرتا ہے۔ دنیا کے اسٹیج پر پس پردہ وقت کا ڈائرکشن ہوتا ہے، وقت ہر چیز پر اثر انداز ہوتا ہے اس کی رہنمائی اور کارکردگی میں نظام عالم کا اہتمام ہوتا ہے وقت خالق کائنات نہیں ہوتا مگر تخلیق کائنات میں اس کا اثر و نفوذ ضرور ہوتا ہے۔ یہ وقت ہی ہے جو ایک گدائے مبرم کو خلعت و تاج شاہی سے سرفراز کرتا ہے اور یہ وقت کا ہی تاثر ہے کہ اس نے بڑے بڑے کج کلاہوں کو خاک نشینی اور گداگری پر مجبور کیا ہے۔ وقت کا مزاج خیر و شر کے امتزاج سے بنا ہے جس میں تبدیلی کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔

ہر صاحب ہوش و گوش کو وقت کا سامنا کرنے کو تیار رہنا چاہیے کہ

آدمی کو چاہیے کہ وقت سے ڈر کر رہے
کون جانے کس گھڑی وقت کا بدلے مزاج

وقت کا صحیح استعمال آدمی کو اشرف المخلوقات بناتا ہے اس کے غلط استعمال سے انسان ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اس کے کردار غیر مقبول اور اعمال مردود بن کر رہ جاتے ہیں انسانیت رو بہ انحطاط اور زوال پذیر ہو جاتی ہے

(پٹنہ سے نشر)

سامعین کے مسائل

انیس نصرت

ان دنوں مسائل کی گرم بازاری ہے اور ہر بات ایک مسئلہ بن گئی ہے۔ راشن سے لے کر سینما کے ٹکٹ حاصل کرنے تک کون سا کام ہے جو مسئلہ نہ بن گیا ہو۔ مسائل کی فہرست بنائی جائے تو کسی طرح ان کی تعداد وسائل کی تعداد سے کم نہ ہوگی۔ لیکن لطف کی بات ہے کہ جیسے جیسے وسائل بڑھتے جاتے ہیں مسائل کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے بڑی بڑی کانفرنسیں ہوتی ہیں، سیمنار کیے جاتے ہیں، مباحثے ہوتے ہیں اور ان سے جتنے مسائل حل نہیں ہوتے ان سے زیادہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن سچ پوچھیے تو ان ہی سے زندگی کی رونقیں بھی ہیں۔ اگر یہ مسائل نہ ہوتے تو زندگی ایسی سیدھی سادی، پھیکی پھیکی اور بے رونق ہوتی کہ انسان ان میں دو دن زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔

روزمرہ کے ان مسائل سے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے، درگذر کیجیے تو ذرا اونچے قسم کے مسائل آجاتے ہیں۔ جیسے ادب کے مسائل، افسانہ کے مسائل، شاعری کے مسائل۔ ان مسئلوں کو حل کرنے کے لیے ہر دوسرے دن سیمنار ہوتے ہیں۔ لیکن اہم مسئلہ جس کی طرف اب تک کسی نے توجہ نہیں کی وہ ہے سامعین کے مسائل۔

سننے والوں کے مسئلہ کا تعلق کانفرنس اور جلسۂ عام کرنے والوں سے بھی ہے اور سننے والوں سے بھی ہے کہا جاتا ہے کہ ایک ادبی نشست کے لیے جو ایک بزعم خویش بڑے ادیب کے اعزاز میں بپا کی گئی تھی خاصی دوڑ بھاگ کے باوجود صرف دو آدمی ہی پہنچے۔ ایک تو شاعر خود بڑا شاعر اور دوسرا وہ بے چارہ جس نے اس جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ جلسہ بہر حال ہونا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اس جلسہ میں پرانے دستور کے مطابق شاعر کے سامنے ایک شمع رکھی جائے گی تاکہ سامعین اگر شعر سے لطف نہ لے سکیں تو کم از کم شاعر کی صورت ہی دیکھ کر دل بہلالیں۔ لیکن سامعین کی کمی بلکہ عدم موجودگی کے سبب یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ سننے والے اور پڑھنے والے کی تعداد برابر یعنی ایک ایک ہے شمع محفل سننے والے کے سامنے کیوں نہ رکھی جائے۔ چنانچہ شمع محفل کے سامنے بیٹھ کر منتظم جلسہ نے مہمان شاعر کی غزلیں خوب سنیں۔ لیکن اس بڑے شاعر کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس غریب سامع نے اپنے سامنے سے شمع کھسکاتے ہوئے کہا کہ جناب اب میں سناؤں گا اور آپ سنیں گے۔

"اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی"

یہ بات تو ہوئی ایسے جلسوں کی جس سے سامعین خیال دامن یار کی طرح کتراتے ہیں۔ لیکن ایسے جلسے بھی ہوتے ہیں جن میں شرکت کرنے والوں کا توڑا نہیں۔ طنز و مزاح کے ایک ایسے جلسے میں جہاں احمد جمال پاشا اپنا مشہور و معروف مزاحیہ "ادب میں بانس کی اہمیت" پڑھنے والے تھے۔ سامعین کی تعداد دیکھ کر منتظمین جلسہ کے دونوں کی باچھیں کھلی جارہی تھیں اور انھیں یہ ڈر کھائے جارہا تھا کہ کہیں قنات اور شامیانہ چھوٹا نہ پڑ جائے لیکن جب جلسہ ہونے کے بعد جب سامعین کی تعداد کم ہونے لگی اور شامیانہ ایک دم نیچے آرہا تو معلوم ہوا کہ سامعین کی زبردست اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جو ادیب سے زیادہ بانس اور بلیوں کی تلاش میں وہاں آتے تھے:

اس جلسہ میں سامعین کو کم سے کم بانس اور بلیاں تو ہاتھ لگ گئیں لیکن ان سامعین کی حالت پر غور کیجیے جو ایسی چیزوں پر بھی جو ان کے سروں پر سے گزر جاتی ہیں، صرف دوسروں کا ساتھ دینے کے لیے تالیاں بجانے اور واہ واہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

آج کل اس طرح کے جلسوں میں ایک بیماری وبا کی طرح پھیل رہی ہے اور وہ جلسوں کا وقت مقررہ پر شروع ہو جانا۔ انگریز ملک تو چھوڑ کر چلے گئے لیکن اپنی برائیاں یہیں چھوڑ گئے۔ ان میں ایک برائی ہے وقت کی پابندی۔ ٹھیک ٹھیک وقت پر جلسہ شروع کر دینا، ان جلسوں میں شرکت کرنے والوں خاص طور سے عورتوں کے خلاف برابر زیادتی ہے۔ ایک ایسے زمانے میں جب عورتیں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے سخت جدوجہد کر رہی ہیں اس طرح کی حرکت تقریباً ظالمانہ ہے۔ عورتوں کو اس زیادتی کے خلاف سخت احتجاج کرنا چاہیے۔

ایک صاحب اپنی بیگم کو ساتھ لے کر جلسہ گاہ پہنچے تو جلسہ بس ختم ہی ہونے والا تھا۔ جلسہ ختم ہوتے ہی جس کا سامعین بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اپنی دلچسپی کے موضوعات پر بات چیت کرنے لگے۔ جلسہ کے اس قدر جلد ختم ہو جانے پر یہ نو وارد جوڑا ابھی پوری طرح خوش بھی نہ ہو پایا تھا کہ شوہر کے ایک دوست نے ان کے کان میں کہا۔

"یہ پری چہرہ کہاں سے لے آئے۔ بھابھی صاحبہ کو خبر ہو گئی تو!"

ان صاحب نے جواب دیا۔ "ارے بھئی کیا تم نے اپنی بھابھی کو پہچانا نہیں؟ سیدھی بیوٹی کلینک سے چلی آرہی ہیں۔ جیب خالی ہوئی سو ہوئی مگر ان چار گھنٹوں کو کس کھاتے میں ڈالوں جو مجھے ان کے انتظار میں بیوٹی کلینک کے باہر گزارنے پڑے۔

دوست نے ہڑبڑا کر جواب دیا "وہ۔ او .... دراصل جس شام میں نے گھر پر بھابھی صاحبہ کو دیکھا تھا اس دن وہ لپ اسٹک بہت کم تھا۔

جس طرح جلسے مختلف قسم کے ہوتے ہیں اسی طرح ہر جلسہ کے سامعین کے مسائل بھی مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی سنجیدہ ادبی نشست ہو اور مقالے یا تقریر کا ایک لفظ بھی آپ کی سمجھ نہ آرہا ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ سنجیدہ صورت بنائے رہیے گویا مقالے یا تقریر کے ایک ایک لفظ کو دماغ پوری طرح اپنی گرفت میں لینے کو مشغول ہے۔ جلسہ ختم ہو تو اطمینان کا سانس لیجیے۔ کچھ غیبت کیجیے، کچھ مہنگائی ساری کے تازہ ترین ڈیزائنوں، اچار بنانے کے طریقوں پر بات چیت کیجیے، کچھ حالات حاضرہ پر تبصرہ کیجیے اور خوش خوش گھر لوٹ آئیے۔

لیکن طنز و مزاح کی محفل میں یہ طریقہ مشکل ہی سے کارگر ہوگا۔ ایسے جلسہ میں آپ سنجیدہ بنے بیٹھے ہیں تو صاحب مضمون پڑھنے والے کی دل شکنی ہوگی۔ بلکہ شاید لوگ آپ کو حسِ لطیف سے محروم بھی سمجھیں گے۔ اس لیے دل تو چاہے مضمون نگار کی حماقت پر زار و قطار رو رہا ہو مگر آپ کا مسکراتے رہنا ضروری ہے کبھی دل چاہے تو زور زور سے قہقہے بھی لگا لیجیے۔ یہاں کوئی یہ نہیں کہے گا کہ کل تک تو بے چارہ اچھا بھلا تھا......

انگریزی فلموں کے بارے میں میری سوچی سمجھی رائے یہ ہے کہ ان کے ٹکٹ کی شرح ہندوستانی فلموں سے آدھی ہونی چاہیے کیونکہ بمشکل آدھی فلم ہی سمجھ میں آتی ہے۔ باقی میں دوسروں کے ساتھ ہنسنا پڑتا ہے اور دوسروں ہی کے ساتھ سنجیدگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔

میں ایک انگریزی فلم دیکھنے گئی اور یہ طے کر کے کہ ٹکٹ کے پیسے زیادہ سے زیادہ وصول کر کے ہی دم لوں گی چنانچہ پوری توجہ سے فلم دیکھ رہی تھی کہ ہال میں ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا۔ میں مذاق سمجھ نہیں پائی تھی اس لیے میں نے بازو میں بیٹھی ہوئی خاتون سے جنھوں نے خود بھی زوردار قہقہہ لگایا تھا پوچھا۔

"الفرڈ نے کیا کہا تھا؟"

"اچھا تو ہیرو کا نام الفرڈ ہے! میں تو میں سوچ رہی تھی کہ کسی انگریز کا نام فراڈ کیسے ہو سکتا ہے۔"

چلیے چھٹی ہوئی۔ میں نے انتقام لینے کی ٹھان لی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کا موقع بھی ہاتھ آگیا۔ الفرڈ کسی

دور دراز ملک کے سفر کے لیے ہوائی جہاز پر سوار ہونے جا رہا تھا اور اس کی محبوبہ پاس ہی اداس اداس سی کھڑی تھی اس نے اپنی محبوبہ کی دلجوئی کے لیے اس کے گال کو دھیرے دھیرے تھپتھپایا۔ اسی لمحہ میری رگِ شرارت پھڑکی اور میں نے ایک زوردار قہقہہ بلند کیا ——— یقین جانئے تقریباً آدھے ہال نے میری جانب اپنے قہقہوں سے دستِ تعاون بڑھا دیا۔

کچھ یہی حال طنز و مزاح کی نشستوں کا بھی ہوتا ہے۔ ایک کونے سے قہقہہ بلند ہوتا ہے اور پوری ہال کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور مضمون پڑھنے والا بے حال ہو جاتا ہے کہ اس سے کون سی ایسی بے وقوفی سرزد ہو گئی۔ اصل مزاحیہ جملہ تو اگلے پیراگراف میں تھا۔ شاید ایسی ہی صورتِ حال سے بار بار دوچار ہونے کے سبب ایک مشہور و معروف مزاح نگار نے شاید برائے انتقام مختصر مزاحیہ نظمیں شروع کر دی ہیں۔ سامعین ابھی طے بھی نہیں کر پاتے کہ ہوٹ کرنے کے لیے کب قہقہہ لگایا جائے کہ نظم ختم ہو جاتی ہے۔

طنز و مزاح کی نشستوں میں سامعین کو بے حد پیچیدہ مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ آج تک ان پر سنجیدگی سے کیا ازراہِ مذاق بھی غور نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ اگر مضمون نگار اس بات کی بھی نشان دہی کر دیا کریں کہ کون سا مقام ہنسنے کا ہے اور کون سا صرف مسکرانے کا۔ اور کہاں قہقہہ لگانا چاہئے۔ تو سامعین کو بے حد سہولت ہوگی۔ رہی مقاماتِ آہ و فغاں کی بات تو اس کا اندازہ قارئین خود ہی لگائیں گے۔

(بھوپال سے نشر)

نظم

مسعود ساحر

خلا تا خلا ———
صرف آوارہ اجرام ہیں
سال ہا سال سے
روشنی کا سفر
اپنی تکمیل کو رو رہا ہے !!

اور اب
آگہی !
روشنی چاٹتے چاٹتے
بے زبان ہو گئی ہے
اے خداوند قدوس
لمبے اندھیروں کی برسات میں
تم کہاں تک بھٹکتے پھرو گے
آؤ
ان برکتوں کو سمیٹو !
کہ اب
کوئی بچہ گواہی نہ دے گا !
کہ اب
کوئی طوفان نہ آئے گا !
اب ———

(سرینگر سے نشر)

الہ آباد

سید شمیم گوہر

تقریباً ہر قدیم شہر کسی نہ کسی رخ سے اپنی بعض تاریخی حیثیتوں سے ضرور وابستہ ہوا کرتا ہے کوئی بھی شہر تاریخیت سے محروم نہیں رہتا۔ اتر پردیش کے ایسے متعدد شہروں کے نام لیے جا سکتے ہیں جنھیں اپنی تاریخی نوعیت کی روشنی میں بے پناہ سرفرازی حاصل رہی ہے۔ مثلاً لکھنؤ، کانپور، آگرہ، بدایوں، مرادآباد، نینی تال، اور بریلی وغیرہ اپنی اپنی دیرینہ قومی و تہذیبی خدمات اور نادرات کے پیشِ نظر بلاشبہ ایک اچھوتا مقام رکھتے ہیں۔ اتر پردیش کے انھیں شہروں میں شہر الہ آباد بھی اپنے منفرد مقام کا حامل رہا ہے اور کئی اعتبار سے اس شہر کو فوقیت حاصل رہی ہے خصوصاً جنگِ آزادی کی ابتدا سے لے کر آج تک سیاسی بصیرت رکھنے والوں سے یہ جگہ ہمیشہ آباد رہی الہ آباد کے سیاست دانوں نے بڑے بڑے دانشوروں کو حیرت میں ڈال دیا اور غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے لمحہ لمحہ دار و رسن سے قریب رہے ہیں موتی لال نہرو، جواہر لال نہرو، چندر شیکھر آزاد، پرشوتم داس ٹنڈن، لال بہادر شاستری، اور شریمتی اندرا گاندھی وغیرہ کا سیاسی کردار یہیں سے شروع ہوا اور سارے ہندوستان میں چمکا۔ اہلِ نظر پر یہ بھی منکشف ہے کہ صوبائی سطح کے ساتھ ساتھ الہ آباد کے سیاست دانوں اور دیش بھگتوں کو مرکزی کابینہ میں بھی سرخروئی حاصل رہی ہے جواہر لال نہرو، لال بہادر شاستری اور محترمہ اندرا گاندھی کی وزارتِ عظمیٰ کو ہندوستان فراموش نہیں کر سکتا۔ بے شمار سیاسی مجلسوں اور سیاسی کانفرنسوں کے نقوش آج بھی زندہ و تابندہ ہیں جنھیں ملک و ملت کی امانت تصور کیا جاتا ہے اور جن کی صدائے بازگشت دلوں میں آج بھی حرارت پیدا کرتی ہے۔

موتی لال نہرو کے گھر جو سوراج بھون اور آنند بھون کے نام سے سارے ہندوستان میں مشہور ہے اپنے دامن میں امن و سلامتی کا بے پناہ خزانہ سمیٹے ہوئے ہیں۔ جنگِ آزادی سے متعلق سیاسی میٹنگس اکثر و بیشتر اسی سوراج بھون میں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ سوراج بھون کے قریب آنند بھون کی تعمیر بعد میں عمل میں آئی جو ہمیشہ مرجعِ سیاست بنی رہی۔ سوراج بھون کے بعد محترمہ اندرا گاندھی نے آنند بھون کو بھی حکومتِ ہند کے نام وقف کر دیا۔ الہ آباد کی سیر کرنے والے افراد سوراج بھون اور آنند بھون کو بڑے شوق سے دیکھنے جاتے ہیں۔

تاریخی عمارتوں میں اکبری قلعہ، خسرو باغ اور کمپنی باغ وغیرہ خصوصی حیثیت کے حامل ہیں اور کئی اعتبار سے امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اسی کمپنی باغ میں چندر شیکھر آزاد کا مجسمہ بھی منصوب ہے۔ مشرقی جانب انگریزوں کا نصب کردہ ایک مرمری مجسمہ ملکہ وکٹوریہ کا بھی تھا مگر کافی مخدوش ہو جانے کی وجہ سے اب ہٹا دیا گیا باقی علامتیں آج بھی بدستور موجود ہیں۔ الہ آباد کی مشہور و معروف پبلک لائبریری بھی اسی کمپنی باغ سے متصل ہے۔ پبلک لائبریری کے بائیں جانب الہ آباد میوزیم کی عمارتیں ہیں بعض تاریخی پتھروں اور بتوں کے علاوہ مغلیہ دور کی متعدد یادگاریں خصوصی طور سے اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں نہرو خاندان اور کارناموں سے متعلق ایک مخصوص شعبہ اس میوزیم کا نمایاں حصہ تصور کیا جاتا ہے پبلک لائبریری کے علاوہ دوسری اہم لائبریری "بھارتی بھون لائبریری" اور "ہندی ساہتیہ سمیلن" ہے۔ ہندی ساہتیہ سمیلن کا معیار سارے ہندوستان میں شہرت یافتہ ہے یہاں ہندی اور سنسکرت لٹریچر کا قیمتی اور نادر ذخیرہ موجود ہے۔ استفادہ کرنے کے لیے دور دور سے دانشور اور اصحابِ قلم حاضر ہوتے ہیں موجودہ دور میں الہ آباد ہائی کورٹ کو سب سے زیادہ برتری حاصل ہے۔ اور کم و بیش ساٹھ ضلعوں کا احاطہ کرتا ہے۔ صوبائی اعتبار سے الہ آباد ہائی کورٹ کے معیار کا دوسرا کوئی ہائی کورٹ نہیں۔ ریلوے سروس کمیشن کا ہیڈ آفس بھی الہ آباد ہی میں ہے۔ اپنی خوبصورتی، کشادگی اور معیار کے اعتبار سے الہ آباد جنکشن بھی اپنا انفرادی مقام رکھتا ہے جو سات پلیٹ فارمس سے وابستہ ہے۔ یہ خوبی بھی شاید الہ آباد ہی کو حاصل ہے کہ اس میں داخل ہونے کے لیے تین پلوں کا راستہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایسی آسانی شاید بھارت کے کسی بھی دوسرے شہر کو حاصل نہیں۔ ان پلوں کے نام جمنا برج، کرزن برج اور شاستری برج ہے۔ شاستری برج کی تعمیر ابھی نئی نئی عمل میں آئی ہے۔ الہ آباد کی سول لائنس مارکیٹ کو بلاشبہ خوبصورت مارکیٹ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے شام کا منظر بہت حسین معلوم ہوتا ہے سول

لاثانیس سے پوتر گزرے والی دانش گاہ کو ..... اس سے بڑی مائیں کہا جا سکتا ہے۔ شہر الہ آباد کے اکثر و بیشتر ..... لوگوں کے بیچ میں کسی نہ کسی سیاستداں یا شاعر کا نام ضرور نظر آتا ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے پورا ہو کر پر چھ۔ کچھ ہر وقت رونق دکھائی دیتی رہتی ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی کا نام بھی مخصوص یونیورسٹیوں میں ..... میں آتا ہے اس کی انفرادی وقار سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ بے شمار فارغین کئی شعبوں میں اپنی برتری قائم کرائے ہوئے ہیں اور ملک و ملت کا دل دماغ بن کر ابھرے ہیں۔ الہ آباد یونیورسٹی کی طویل اور کھوس تدریسی خدمات کی تاریخ بہت .... لوگوں سے نکھی باقی رہے گی سرزمین الہ آباد موسیقی کے میدان میں بھی کسی شہر سے پیچھے نہیں رہی یہاں موسیقی کو ہمیشہ فروغ ملتا رہا ہے۔ پراگ سنگیت سمیتی میں فن موسیقی کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے متعدد فنکاروں کو خوب خوب شہرت حاصل ..... کے لیے سارے ..... روشنا میں دور دور ..... ہندوستانی اکیڈمی اور بسمل اکیڈمی کا قیام بھی الہ آباد کے وقار میں اضافہ کرتا ہے اسی طرح انجمن اردو نواز انجمنیں بھی شہر کی آبرو بھی باقی ہیں جو اپنے اپنے طور سے اردو شعر وادب کی مسلسل خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں

الہ آباد کا یونانی میڈیکل کالج بھی ہمیشہ نوید کا باعث رہا ہے طبی خدمات کی روشنی میں اس کالج نے نہ جانے کتنے حکماء و اطباء پیدا کیے جو ملک کے طول و عرض میں پھیل کر پوری لگن کے ساتھ مریضوں کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لٹریچر کے میدان میں اکبر الہ آبادی، وحید الہ آبادی، فراق گورکھپوری، نرالا جی وغیرہ نے سرزمین الہ آباد کو جو عزت بخشی ہے شعر و ادب کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اکبر الہ آبادی کے شعری ناسن کو اردو زبان کا ایک منفرد حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ الہ آباد کے امرود کو پورے ہندوستان میں فوقیت حاصل ہے اکبر الہ آبادی نے اپنے اشعار میں امرود کا خصوصی طور سے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ادبی، سیاسی اور تعمیری تاریخیت کے ساتھ ساتھ الہ آباد کی مذہبی فضا بھی انسانیت کو ہمیشہ فروغ دیتی رہی۔ اولیاء و اصفیا اور رشیوں منیوں سے یہ دھرتی شروع ہی سے آباد رہی۔ گنگا جمنا کا ملن جو ساری دنیا میں سنگم کے نام سے مشہور ہے قدرت کا یہ حیرت انگیز کرشمہ اسی الہ آباد میں دیکھنے میں ملتا ہے۔ ہندو مذہب میں سنگم کو بے پناہ حیثیت حاصل ہے دھارمک استھان مانا جاتا ہے جہاں ماگھ میلے کے موقع پر ہر سال لاکھوں لاکھ کی تعداد میں عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں سنگم میں اشنان کرتے ہیں۔ کلپ واس میں بیٹھ کر بھگوان کا دھیان کرتے ہیں اور تبرک کے طور پر گنگا کا پانی اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔

الہ آباد کے متعدد دائرے اور خانقاہیں برسہا برس سے روحانیت کا مرکز رہی ہیں۔ جہاں کے بزرگوں نے تبلیغ و ارشاد اور حق و صداقت کے لازوال نقوش چھوڑے ہیں۔ اس کے علاوہ سماج و معاشرہ کی اصلاح پر ان بزرگوں نے ہمیشہ گہری نظریں رکھی ہیں۔ رات کی خاموش تاریکیوں میں اگر یادِ الٰہی میں غرق رہا کرتے تھے تو دن کے اجالے میں مجاہدانہ کردار کا مظاہرہ بھی کیا کرتے تھے۔ حب الوطنی کے جذبات سے ان بزرگوں کا سینہ ہمیشہ معمور رہا جس کی فلاح و بقا کی خاطر ہر خار زار راہوں سے آسانی کے ساتھ گزر جاتے تھے۔ ہمت و استقلال کی تاریخی فضا آج بھی ان بزرگوں کی یاد دلاتی رہتی ہے اس سلسلے میں دائرہ شاہ اجمل اور خانقاہ حلیمہ ابو العلائیہ کے بزرگوں کی مذہبی روحانی اور سیاسی خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا جنھوں نے اتحاد و یکجہتی اور امن و سلامتی کے بے شمار چراغ روشن کیے۔ جنگ آزادی کے اور اس میں گرفتار ہونے والے پہلے مسلم لیڈر مولانا فاخر صاحب الہ آبادی ہی ہیں جو دائرہ شاہ اجمل کے سابق سجادہ نشین تھے۔

اپریل مئی جون کے ایام میں الہ آباد کی گرمی سارے ہندوستان میں مشہور ہے۔ اکبر الہ آبادی خود فرماتے ہیں ؎

پڑ جائیں ابھی آبلے اکبر کے بدن پر
پڑھ کر جو کوئی پھونک دے اپریل مئی جون

سینکڑوں جاسوسی ناولوں کے مصنف ابن صفی الہ آباد ہی کے رہنے والے تھے ان ناولوں کے شیدائی سارے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ چند برس ہوئے کہ کراچی پاکستان میں ان کا انتقال ہو گیا۔

الغرض شہر الہ آباد کا جس بھی حیثیت سے تجزیہ کیا جائے اس کی انفرادیت اور تاریخیت ہر پہلو سے اجاگر ہوتی ہے۔ اور اپنی امتیازی حیثیت واضح کرتی جاتی ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

سید شمیم گوہر

۱۲۷ چک - نیا محلہ - الہ آباد -

شمع فروزاں

ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین علوی

سماج

انسان کے اوپر بہت سے فرائض اور ذمہ داریاں عائد کرتا ہے جن کا پورا کرنا معاشرہ کی بقا۔ اور صحت کے لیے اشد ضروری ہے۔ ان فرائض میں سب سے اہم فرائض وہ ہیں جو انسان کے آپسی تعلقات کے بارے میں ہوتے ہیں مثلاً پڑوسیوں کا حق ادا کرنا۔ والدین اور اولاد کا حق ادا کرنا اپنی روزانہ زندگی میں ایمان داری اور دیانت داری کرنا وغیرہ۔ ان کو حقوق العباد کہتے ہیں۔ ان حقوق کا ادا کرنا ایک اچھے انسان کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ معاشرہ اسی وقت اچھا ہو سکتا ہے جب معاشرے کے افراد دوسروں سے متعلق اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ ان ذمہ داریوں کا پورا کرنا ہر قسم کے معاشرہ میں ضروری سمجھا جاتا ہے یعنی خواہ وہ معاشرہ دنیاوی اصولوں کو مانتا ہو خواہ مذہبی اصولوں کو۔ ان میں سے بعض ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے والوں کے لیے سزائیں بھی مقرر ہیں۔ مگر عام طور سے لوگ ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ نہیں دیتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر مذہب ارکان پورے کر لیے تو وہ اچھے انسان بن گئے اب اگر ان کے فعل سے کسی دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے یا نقصان پہنچتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر مذہب انھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا اس لیے انسان کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ اس کے کسی فعل سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ اگر کسی کو نقصان پہنچے گا تو اس کا مواخذہ ہوگا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ایک واقعہ ہے کہ آپ ایک مرتبہ ریل سے سفر کر رہے تھے۔ آپ کے پاس کچھ سامان زائد تھا۔ آپ نے بغرض ادائیگی محصول اس سامان کو تلوانا چاہا مگر متعلقہ افسر نے نہیں تولا اور کہا آپ یونہی لے جائیے تلوانے کی ضرورت نہیں ہم گارڈ سے کہہ دیں گے۔ حضرت نے پوچھا یہ گارڈ کہاں تک جائے گا تو اس نے جواب دیا غازی آباد تک جائے گا۔ آپ نے پھر پوچھا غازی آباد سے آگے کیا ہوگا تو اس نے جواب دیا کہ وہ گارڈ دوسرے گارڈ سے کہہ دے گا جو کانپور تک جائے گا وہاں آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ آپ نے اس پر فرمایا "وہاں سفر ختم نہیں ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر آخرت کا بھی ہے وہاں کیا انتظام ہوگا"۔ یہ سن کر وہ شخص دنگ رہ گیا اور لاجواب ہوا اور آپ نے اپنا سامان تلوا کر اس کا محصول ادا کیا۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ قابل نقل ہے: ایک مرتبہ ایک طالب علم آپ سے ملنے آیا مگر حضرت سفر میں تشریف لے جا رہے تھے لہٰذا اسٹیشن پر ملاقات ہوئی کیونکہ وقت تنگ تھا۔ اس لیے وہ گارڈ سے کہہ کر بلا ٹکٹ سوار ہو گیا۔ دوسرے اسٹیشن پر جب وہ ٹکٹ لینے گیا تو گارڈ نے کہا جاؤ تھوڑی دور کے لیے کیا ٹکٹ لو گے۔ جب طالب علم نے حضرت سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا "گارڈ ریلوے کا ملازم ہے مالک نہیں اس لیے یہاں تک کا کرایہ تمہارے ذمہ میں بہرحال واجب الادا ہے اب یہ کرنا کہ اتنے داموں کا کوئی ٹکٹ خرید کر پھاڑ دینا۔ اس طرح ریلوے کو دام پہنچ جائیں گے اور تم حق العباد سے بری الذمہ ہو جاؤ گے"۔

ان واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ ٹکٹ نہ لینا سماجی جرم ہے اور اس کے لیے سخت سزائیں دی جاتی ہیں تاہم بعض حالات میں آدمی اس جرم کی سزا سے بچ جاتا ہے مگر حضرت نے دنیاوی نقطۂ نظر سے اس برائی کی طرف توجہ دلائی ہے جس کی گرفت سے انسان کسی حالت میں نہیں بچ سکتا۔ (اردو سروس سے نشر)

غالب اور تصوّف

مہر گیرا

غالب کی شاعرانہ عظمت سے کون انحراف کر سکتا ہے ؎

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالبؔ
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

زندگی کو جس رنگ میں غالبؔ نے دیکھا ہے محسوس کیا اور اسے شعری لباس میں پیش کیا۔ جیسے زندگی میں بوقلمونیت ہے ویسے ہی غالبؔ کے اشعار میں۔ احساس کی شدت ہی شعر میں نمایاں ہے۔ تجربہ اور جذبہ کا امتزاج جہاں متاثر کرتا ہے۔ وہاں ان کا اندازِ بیان شعر کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اور یہی اندازِ بیان ان کا خاصہ ہے اور انھیں دوسرے شعراء سے الگ اور برتر مقام عطا کرتا ہے ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

اس حقیقت سے کوئی بھی قاری انحراف نہیں کر سکتا کہ غالبؔ کے کلام کا بیشتر حصہ عشقِ مجازی کی کیفیت پر مشتمل ہے۔ لیکن ان کے کلام میں عارفانہ مضامین بھی ہیں۔ تصوف کے مسائل اور نکات بھی ہیں ولی دکنی سے لے کر جدید شعراء تک تصوف کے مسائل کو اردو غزل میں ایک خاص مقام ملا ہے۔ غزل کی زبان اور ہیئت تصوف کے اسرار و رموز کے لیے خاص طور پر موزوں ہے۔ غزل کے اشعار میں ہی قطرہ میں دجلہ اور جزو میں کُل نظر آتا ہے۔ تصوف کے دقیق مسائل غزل کے ایک شعر میں ہی انتہائی موثر انداز سے پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں کے خیال میں تصوف تغزل سے ایسا ہم آہنگ ہے کہ ہر اعلیٰ درجے کے غزل گو کے کلام میں اس کی تھوڑی بہت چاشنی موجود ہے۔ یہ خیال بجائے خود اپنے اندر شعریت رکھتا ہے کہ وجودِ حقیقی جب اپنے تعین کی طرف مائل ہوا تو عالمِ رنگ و بو اور مظاہرِ کَنیہ کا ظہور ہوا۔ کلامِ غالبؔ میں بھی تصوف کی چاشنی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ مظاہرِ کنیہ اور ان کے احکام و آثار کی اصلیت سے متعلق ایک شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ایک اور شعر اسی غزل کا ہے ؎

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

اور پھر ایک شعر میں مشاہدہ پر تحیّر کا اظہار کیا ہے

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

اب سوال اٹھتا ہے کہ تصوف کی تعریف کیا ہے۔ تصوف ہے کیا۔ سب سے پہلے میں تصوف کے لغوی معنی بیان کرنا مناسب سمجھوں گا۔ اس کے معنی ہیں پشمینہ پہننا'

اور صوفیوں کی اصطلاح میں دل سے نفسانی اور جسمانی آلائشوں کو دور کر کے اشیاءِ عالم کو خدا کا مظہر سمجھنا۔ چونکہ گذشتہ زمانے میں صوفی لوگ اکثر اون کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ اس سے ان کے افعال و کمالات کو بھی مجازاً تصوف کہنے لگے۔ بعض کے نزدیک تصوف صوف سے متعلق ہے جس کے معنی ہیں کنارہ کرنا، منہ پھیرنا۔ چونکہ واصلانِ الٰہی ماسوائے اللہ کے سب سے کنارہ کر کے من فی اللہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کے فعل کا نام تصوف ٹھہرا۔ دل کی صفائی کا علم۔ فقیری کا علم، تصوف میں تحیّر بھی ہے۔ کثرت میں وحدت کا احساس بھی ہے۔ استغنا بھی ہے۔ غالبؔ ایک عظیم غزل گو ہیں۔ ان کے وسعتِ بیان میں حسن و عشق کی رنگینیوں کے ساتھ تصوف کے مسائل کا ذکر بھی ہے۔ اور تصوف کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے وہ محسوس کرتے ہیں ؎

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

کبھی کبھی تو واقعی یہ گمان گذرتا ہے کہ غالبؔ کے اشعار میں نوائے سروش شامل ہے۔ فضائے سروش شامل ہے غمِ دنیا سے بے نیازی کا عالم استغنا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ شعر سنیئے ؎

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمعِ ماتم خانہ ہم

اگر دیدہ بینا ہو تو قطرہ میں دجلہ دکھائی دیتا ہے اور ہر چیز جلوۂ حق کی مظہر ہے۔ پھول کا کھلنا اگر اعجازِ خدا ہے تو خوشبو اسی وجودِ الٰہی کی آئینہ دار ہے۔ طلوع و غروبِ آفتاب، موسیقی بکھیرتے ہوئے جھرنے، آبشار، پھوہار، پرندوں کی پرواز، برگ و شجر، پری چہرہ لوگ، یہ سب کچھ جو اس عالمِ رنگ و بو میں ہے اعجازِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں ہے ؎

ہے تجلی تیری سامانِ وجود
ذرّہ بے پرتوِ خورشید نہیں

ایک اور شعر ملاحظہ فرمایئے ؎

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے۔ ہوا کیا ہے

تصوف کا رنگ ان اشعار میں بھی نمایاں ہے۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگِ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے
جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستیِ اشیا مرے آگے
ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

واجب الوجود کے مسئلے کو نئے انداز میں پیش کرتے ہیں ؎

ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
پر تجھ سے تو کوئی شے نہیں ہے
ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

کائنات کے جلوؤں کی بوقلمونی اور انسان کی طاقتِ دید کے محدود ہونے کو یوں ظاہر کیا ہے ؎

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھایئے
طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھایئے

بقول ڈاکٹر یوسف حسین غیب الغیب سے تصوف کی اصطلاح میں احدیتِ ذات مراد ہے۔ جو عقل و ادراک کی حدوں سے پرے ہے۔

ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

(باقی ص ۱۴ پر)

اکبر اور گرو ارجن

امتیاز احمد

"کثرت میں وحدت" یا "وحدت میں کثرت" ہندوستانی تہذیب کی نمایاں خصوصیت رہی ہے۔ مختلف علاقائی، لسانی، مذہبی اور ثقافتی اکائیوں کے باوجود ہندستان ایک ہے۔ قومی یکجہتی کے اس نظریے کو مختلف ادوار میں مختلف حکمراں نے استحکام عطا کیا ہے۔ ایسی مثالیں ہندوستان کی تاریخ میں جابجا ملتی ہیں اور ایسی ہی ایک مثال شہنشاہ اکبر کی شخصیت میں ملتی ہے۔ جس نے نہ صرف سیاسی اور انتظامی طور پر بلکہ نظریاتی اور ثقافتی سطح پر بھی ایک متحدہ ہندوستان کی تعمیر کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں اکبر نے مذہبی رواداری اور تحمل کی جو اعلیٰ مثال قائم کی اس سے ہم سب واقف ہیں۔

۱۶ ویں صدی کی ابتدائی دہائیاں ہندوستانی تاریخ میں خصوصی اہمیت کی حامل رہی ہیں۔ سیاسی طور پر دہلی سلطنت کی جگہ مغلیہ سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ اور بابر نے نہ صرف ایک نئے شاہی خاندان کی بنیاد رکھی بلکہ ہندوستان کی ثقافتی تاریخ میں ایک نئے عہد کا آغاز کیا۔ دوسری جانب اس کے ہم عصر گرو نانک دیو نے اپنے افکار کے ذریعے ایک نئے مذہب کے آغاز کی راہ ہموار کی۔

یہ مماثلت یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ۱۶ ویں صدی کے نصف آخر میں بھی ایک دوسری شکل میں جاری رہتی ہے۔ چنانچہ جس وقت اکبر سلطنت مغلیہ کے استحکام اور اس کی توسیع میں مصروف تھا اسی زمانے میں گرو ارجن نے سکھوں کی از سر نو تنظیم کا کام پورا کیا۔

گرو نانک کی وفات ۱۵۳۹ء میں واقع ہوئی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ایک قریبی شاگرد انگد کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق شہنشاہ ہمایوں نے گرو انگد سے ملاقات کی تھی لیکن اس کی تصدیق میں کوئی تاریخی شہادت نہیں ملتی ہے۔

اس کے بعد ۱۵۵۲ء میں امر داس سکھوں کے تیسرے گرو ہوئے۔ ان کے جانشین گرو رام داس ہوئے۔ یہ بھی اکبر کے ہم عصر تھے اور اکبر کے ساتھ ان کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ گرو امر داس کا زمانہ دیگر اعتبار سے بھی اہم ہے۔ انھوں نے ہی سکھ فرقے کو "اداسی" فرقے سے الگ کیا۔ مونسرال ایک قسم کے سنیاسی تھے ان کی جگہ پر اب سکھ لوگ عام معمولات زندگی میں حصہ لینے کے لیے آزاد ہو گئے۔ گرو امر داس نے ہی ایک نیا رسم الخط یا گرومکھی کو مقبول بنایا اس کے علاوہ انھوں نے لنگر یا اجتماعی طعام گاہ کی رسم پر بھی زور دیا چونکہ اس طرح ذات پات بندی کے جذبے کو کم کیا جا سکتا تھا لیکن جو سب سے اہم کام انھوں نے کیا وہ یہ تھا کہ گرو نانک کی تعلیمات کو انھوں نے جمع کیا۔ جس کی بنا پر آدھی گرنتھ صاحب کی تالیف ممکن ہوئی۔ انھوں نے سکھوں کو مختلف حلقوں یا منجیوں میں منظم کیا تاکہ اجتماعی عبادت اور تبلیغ کے کام میں تیزی لائی جا سکے۔ انھوں نے گوئنڈوال میں سکھوں کی اولین زیارت گاہ تعمیر کرائی۔ سکھوں کی شیرازہ بندی کے اس کام کو ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے اور جانشین گرو ارجن نے جاری رکھا۔ اکبر نے انھیں بطور عطیہ کچھ زمین دی تھی اور پنجاب کے علاقے کا لگان ایک سال کے لیے معاف کر دیا تھا اس زمین پر گرو رام داس نے ایک تالاب اور ایک مندر کی تعمیر کی جن کے اردگرد ایک نیا شہر آباد ہوا جو آج امرتسر کے نام سے مشہور ہے۔ اس دلچسپ حقیقت کا علم غالباً کم ہی لوگوں کو ہوگا کہ امرتسر کا Golden Temple جس زمین پر قائم ہے اسے اکبر نے گرو رام داس کو بطور عطیہ دیا تھا

۱۵۸۱ء میں گرو ارجن سکھوں کے گرو ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی سکھوں کی تاریخ میں ایک نیا موڑ دیا۔ انھوں نے سکھوں کی از سر نو تنظیم کی اور گرو کے اثر و رسوخ میں اضافہ کیا۔ انھوں نے گرنتھ صاحب کی تالیف کا کام مکمل کیا۔ انھوں نے امرتسر کے گرودوارے کی توسیع کی اور سکھوں کے لیے یہ لازمی کر دیا کہ وہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ مذہبی کاموں میں دیں۔

گرو ارجن نے منجیوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ کیا۔ اور ان کے زمانے میں سکھ مذہب کی تبلیغ کافی وسیع پیمانے پر ہوئی۔ کابل سے لے کر ڈھاکہ تک تقریباً تمام اہم شہروں میں ان کے معتقدوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ گرو کے سیاسی اثر و رسوخ میں بھی اضافہ ہوا لیکن اکبر نے اس عمل کو روکنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔ اور دونوں کے درمیان تعلقات پہلے ہی کی طرح خوشگوار رہے۔

۱۶۰۵ء میں اکبر کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ پر جہانگیر مغلیہ سلطنت کا حکمراں ہوا۔ ابتدا ہی میں اسے اپنے لڑکے خسرو کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بغاوت میں گرو ارجن کی ہمدردی شہزادہ خسرو کے ساتھ تھی کیونکہ جہانگیر کے مقابلے میں وہ زیادہ وسیع النظری اور مذہبی رواداری کا حامی تھا۔ لیکن اس کی بغاوت ناکام رہی اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔ جہانگیر نے اس کے حامیوں کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کیا اور گرو ارجن بھی اس کے عتاب کا شکار ہوئے۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ جہانگیر اور گرو ارجن کے درمیان تنازعہ محض سیاسی تھا لیکن بعد کے مورخین نے مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ واقعاتی اعتبار سے غلط ہے۔ تاریخی واقعات اور حقائق کو ان کے صحیح پس منظر میں پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ماضی کے دریچوں میں ایک بار پھر جھانکیں اور ان تاریخی حقائق پر نظر ڈالیں جو ہماری قومی یکجہتی اور نظریاتی ہم آہنگی کی اعلا مثال پیش کرتے ہیں۔ گرو امر داس اور گرو ارجن کے ساتھ اکبر کے تعلقات ایسی ہی ایک مثال ہے۔

(ایشیا سے نقل)

بقیہ: غالب اور تصوف

شاعر کہتا ہے کہ جس کو تم عالم ظاہر سمجھ رہے ہو، جو کثرت و تعدد کی صورت میں نظر آتا ہے وہ ذات احدیت ہی ہے۔ اس کی جلوہ فرمائیوں سے دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مظاہر گویا اس سے علیحدہ ہستی رکھتے ہیں، حالانکہ یہ اس سے جدا نہیں ہے۔ غالب نے بڑی دقیقہ سنجی سے مندرجہ بالا شعر میں خواب کی تمثیل سے اپنا مطلب واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان اشعار میں بھی سلوک اور تصوف نمایاں ہیں۔

ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا
ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے
یعنی بحسب گردش پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مست مئے ذات چاہیے
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

یہ درست ہے کہ عشق حقیقی کے مقامات تک رسائی وجدان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ کیونکہ حواس ظاہری کی رسائی محدود ہے۔ اس لیے وجد کے عالم میں صوفی اس مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں من تو شدم، تو من شدی کا احساس دل میں ابھرتا ہے۔ عارف مست مے ذات ہو جاتا ہے۔ یہ مسائل تصوف ہی ہیں جن کے اظہار کے لیے مرزا غالب اور وسعت چاہتے ہیں ؎

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

(جالندھر سے نقل)

حرف حرف
تفہیم شعر کا سلسلہ وار پروگرام

مخدوم محی الدین کا ایک گیت

تشریح: بشیر شاہ

گیت ایک موڈ، ایک خیال، ایک احساس کا بے ساختہ اور بھرپور اظہار ہے۔ یہ لطیف جذبات کی وہ نرم دھوپ ہے جو دل کے آنگن میں چمکتی ہے تو کئی گوشوں کو روشن کرتی ہے۔ احساس کی وہ نرم چاندنی ہے جو اپنی نرم کرنوں کی سیڑھی سے اُترتی ہوئی کئی سینے جگا جاتی ہے۔ ملن کی کسک ہو یا برہا کی تڑپ، گیت دونوں ہی جذبوں کو اپنے دل کی دھڑکن بنا لیتا ہے ——— یہی نہیں گیت نے اپنا دامن مناظر فطرت کے لئے بھی وا کر رکھا ہے اور مختلف تیوہاروں کے لئے بھی شادی بیاہ کا موضوع ہو، یا حب الوطن کا گیت بڑی آسانی سے ان سب موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ چنانچہ گیت میں نہ تو غزل کی ریزہ خیالی ہوتی ہے اور نہ نظم کا بیانیہ انداز۔ گیت کی کوئی واضح ہیئت بھی نہیں، گیت پہچانا جاتا ہے اختصار سے اپنے والہانہ پن سے، زبان کی سادگی سے اور اپنی مدھر لئے سے۔ مشہور ناقد ڈاکٹر وزیر آغا جنھوں نے شاعری کی اس صنف پر خاصی تحقیق کی ہے۔ کہتے ہیں ——— "گیت کا اور انسان کا رشتہ ازل از ل سے ہے۔ شعور کی بالیدگی کے ساتھ ہی انسان نے اسے اظہار کا وسیلہ بنا دیا۔ چنانچہ لوک گیت سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل منتقل ہوئے۔ ان لوک گیتوں میں زبان کی پستی یا چابکدستی نہیں ملتی اس لئے کہ زبان یا زبانیں ارتقائی منزلوں سے گزر رہی تھیں۔ ڈاکٹر آغا لکھتے ہیں۔ "باقاعدہ گیت کب لکھے جانے لگے اس بارے میں اعتماد کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا؟ ویدوں میں کچھ ایسی دعائیں تی ہیں جن پر گیت کا گماں ہوتا ہے۔ سام وید میں گیت کا عنصر اسقدر نمایاں ہے کہ اس کو گان وید بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ گیت کا عنصر روپ نہیں کہلایا جا سکتا۔ بھرت منی کے ناٹیہ شاستر کے مرتب ہونے کے بعد ڈراموں میں بھی گیتوں کا چلن شروع ہوا۔ ان گیتوں میں موسیقی کی قواعد کو مدِ نظر رکھا جاتا تھا۔ لیکن ڈراموں کے درمیان آنے والے گیتوں میں موسیقی ہی کو اہمیت حاصل تھی۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گیت خالص ہندی زبان صنف ہے، شاید اس لئے کہ ایک لمبے عرصے تک گیت کے لئے ہندی زبان اور ہندی دیومالا کو ضروری قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر قیصر جہاں، جنھوں نے گیت پر کام کیا ہے۔ لکھتی ہیں:

"ہمارے قدیم سرمایے پر نقادوں کی نظر اس طور نہیں گئی جس طور جانی چاہئے تھی، وہ اس اردو کو ہی سب کچھ سمجھتے ہے جس پر فارسی کا گہرا اثر رہا ہے۔ چنانچہ اردو میں گیتوں کا آغاز یوں تو امیر خسرو سے ہوتا ہے، لیکن ہری چند اختر، حفیظ جالندھری ہی کو اردو گیت کی ابتدا سمجھتے ہیں، آج اردو گیت کی صورت بالکل مختلف ہے اب اسے نئے افق بھی مل گئے ہیں اور نئی فضائیں بھی۔

اردو گیت کی قبا میں جن لوگوں نے جذبات اور احساسات کے گل بوٹے کاڑھے ہیں، ان کی فہرست لمبی ہے کچھ نمایاں نام ہیں۔ اختر شیرانی، بہزاد لکھنوی، عرش ملسیانی، ساغر نظامی، عشرت رحمانی، میراجی، الطاف مشہدی وغیرہ، اس قافلے سے جو لوگ آکر مل گئے ان میں قتیل شفائی، سلام مچھلی شہری، ناصر شہزاد، مخدوم محی الدین، نگار صہبائی، زبیر رضوی اور ندا فاضلی قابل ذکر ہیں۔

"حرف حرف" کے لئے جو گیت ہمارے سامنے ہے۔ وہ ہے مخدوم محی الدین کا ایک مشہور گیت ——— گیت یوں ہے۔

اک چنبیلی کے منڈوے تلے
مے کدے سے ذرا دور، اس موڑ پر
دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے
پیار حرف وفا، پیار اُن کا خدا
پیار ان کی چتا، دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے
اک چنبیلی کے منڈوے تلے ....
اوس میں بھیگتے، چاندنی میں نہاتے ہوئے
جیسے دو تازہ روح، تازہ دم پھول پچھلے پہر
ٹھنڈی ٹھنڈی، سبک رو، چمن کی ہوا
حرفِ ماتم ہوئی کالی کالی لٹوں سے لپٹ
گرم رخسار پر،
ایک پل کے لئے رک گئی!
دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے .....
ہم نے دیکھا انھیں، دن میں اور رات میں
نور و ظلمات میں، ہم نے دیکھا انھیں۔
"مسجدوں کے میناروں نے دیکھا انھیں
مندروں کے کواڑوں نے دیکھا انھیں۔
مے کدے کے دراڑوں نے دیکھا انھیں
دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے۔
یہ بتا چارہ گر تری زنبیل میں، نسخۂ کیمیائے محبت بھی ہے؟
کچھ علاج مداوائے اُلفت بھی ہے۔
دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے ———

اس سے پہلے کہ گیت کے متن اور مزاج کی بات ہو، دو باتیں اس کی فنی خوبیوں کے بارے میں، گیت جذبے کا اور احساس کا ایک والہانہ اظہار ہے۔ موسیقی اور نغمگی ہے۔ الفاظ یوں تو گیت میں ثانوی اور مضمون ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن مخدوم کا یہ گیت خوبصورت زبان کے علاوہ ایک سنجیدہ مضمون کا حامل بھی ہے۔ الفاظ اور علامتیں ایک نئی فضا قائم کرتے ہیں ——— کچھ لوگ متذکرہ گیت کو محض مخدوم کی رومانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بات کچھ یک طرفہ سی لگتی ہے۔ مخدوم ترقی پسند تحریک اور ادب کے وہ اہم رکن تھے جن کی روح اس تحریک سے وابستہ تھی۔ چنانچہ وہ عملی طور پر بھی اس میدان میں سرگرم عمل رہے۔ تحریک کے بانی کاروں نے اپنی پلکوں پر کل کے جو خواب سجائے تھے اور آرزو کی جس دولہن کو اپنے من میں بسا رکھا تھا، اس تک پہنچنا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ چنانچہ کچھ لوگ اس کارواں سے بچھڑ گئے اور کچھ تھک ہار کر الگ ہو گئے۔ یہ دھماکہ صحیح سمت میں سوچنے والوں کے لئے کسی صدمے سے کم نہ تھا۔ جن لوگوں نے اس تحریک سے اور اس کے اصولوں سے پیار کیا انھیں ایک روز اپنے اسی پیار کی خاطر، پیار کی آگ میں جلنا پڑا ——— مے کدے سے ذرا دور اس موڑ پر۔ دو بدن پیار کی آگ میں جل گئے" ——— یہ وہ پیار تھا جس کے شاہد مسجدوں کے مینار بھی تھے اور مندروں کے کواڑ بھی۔ اور پھر ہوا یوں کہ پیار کے متوالوں نے خود کو ہی راستے سے الگ کر لیا۔ اس لئے کہ چارہ گر کی زنبیل میں نہ تو نسخۂ کیمیائے محبت تھی اور نہ علاج مداوائے اُلفت؟

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

جلد کے امراض

ڈاکٹر محمد مجتبیٰ احمد

تمام جلدی امراض مفصل بیان کرنے کے لیے ایک علیحدہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے یہاں صرف چند امراض جلد جو عام طور سے ہوا کرتے ہیں بیان کر رہا ہوں۔

جلد کی بیماریوں سے پہلے یہ بتا دوں کہ جلد کی کیا اہمیت ہے۔ جلد جسم کا ایک ضروری اور آزاد حصہ ہے اگر یہ نہ ہو تو جسم کے اندر کی ساری چیزیں بے پردہ ہو جائیں اور پھر جسم کی ساری خوبصورتی خاک میں مل جائے۔ جلد جسم کا لازمی اور انتہائی اہم جزو ہے اور جسم کے تمام نظام عمل کی پردہ پوشی جلد ہی کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ اگر جسم میں کسی قسم کی خرابی آجائے تو اس کی اطلاع فوراً جلد کو ہو جایا کرتی ہے امراض سے تحفظ کے لیے جلد کو قدرت نے اہم رول کرنے کا حکم دیا ہے جس کی چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر ہم بہت زیادہ پریشان ہوں تو ہماری جلد پسینے سے تر ہو جاتی ہے۔ سردیوں اور گرمیوں کو بھی تو ہم جلد ہی سے محسوس کرتے ہیں۔

جلد کو عام طور سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:-

اپیڈرمس

کوریم

سب کیوٹینس ٹیشو

جسم کے مختلف حصوں میں جلد کی سختی اور نرمی الگ الگ قسم کی ہوتی ہے۔ جلد ہمارے جسم میں اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کو نظر انداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔ آج کل چہرے اور جسم کی جلد کو نرم اور ملائم، چمکدار اور جاذب نظر بنانے کے لیے طرح طرح کے لوشنوں اور کریموں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں بھی میک اپ کا سلسلہ تھا اور اب بھی ہے۔ ہم میک اپ کے لیے کیمیکل کا استعمال بڑی مسرت سے کرتے ہیں مگر بہت ہی کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ یہ چیزیں اگر کثرت سے استعمال کی جائیں تو جلدی امراض کا باعث ہوتی ہیں اور اکثر خطرناک بھی ثابت ہوا کرتی ہے۔

عام طور پر گرمی یا تیز دھوپ یا گرم ہوا کے برے اثرات جلد پر پڑتے ہیں جسے جلد کا خشک ہوکر سرخ ہو جانا یا اس پر اونچے اونچے سرخ دھبوں کا پیدا ہونا جن میں جلن اور درد بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ دھبے چھوٹی چھوٹی پھنسیوں کی شکل میں اختیار کر لیتے ہیں جن کی وجہ سے شروع میں اعضا شکنی اور بے چینی ہوتی ہے یا کبھی خفیف بخار بھی ہو جاتا ہے۔ اگر تیز دھوپ یا لو لگنے سے یہ مرض ہو تو ویسلین یا ہیزلین کریم لگائیں اور آئندہ دھوپ اور لو سے جسم کو محفوظ رکھیں۔

اکثر گرم یا تیز غذا مثلاً گوشت، مچھلی، انڈا وغیرہ استعمال کرنے سے بد ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے جو پتی (Urticaria) اچھلنے کا خاص سبب ہے۔ اس مرض میں تمام جسم پر گول گول سرخی مائل دھبے ظاہر ہو جایا کرتے ہیں جن میں جلن اور شدت کی خارش ہوتی ہے۔ یہ مرض چند ہفتے بعد ختم ہو جاتا ہے لیکن جب پرانا ہو جائے تو بہت تکلیف دیتا ہے۔ پیٹ میں کیڑوں کے فساد کی وجہ سے بھی یہ مرض ہوتا ہے۔ اور کسی قدر عام بھی ہے Urticaria یعنی پتی زیادہ تر الرجی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لیے الرجی کی وجہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ فوراً آرام کے لیے Anil Tablet فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ جلن کی کمی کے لیے Calamine کا لوشن ضروری ہے۔

گرمی کے موسم میں پسینہ کثرت سے نکلتا ہے تب چھوٹے چھوٹے گرمی دانے نکل آتے ہیں۔ یہ کمزور اشخاص یا بچوں کو زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ اکثر حالتوں میں تو علاج کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ دانے خود بخود خشک ہو جاتے ہیں اور اگر ضرورت محسوس ہو تو ان پر Cooling Lotion لگانا چاہیے۔

جب پسینے کے غدودوں میں یا جلد کے بالائی طبق کے نیچے پسینہ رک جاتا ہے تو اس سے وہاں پر نہایت چھوٹے چھوٹے دانے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں میں سوزش و سرخی ہوتی ہے اور ایسی چبھن جیسے سوئیاں اور کانٹے چبھا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسے Prickley Heat کہتے ہیں۔ شدت گرمی اور کثرت پسینہ سے مریض کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ Prickley Heat پاؤڈر جس میں Zinc oxide اور Boric Acid وغیرہ ہوتا ہے اس کے استعمال سے آرام ہوتا ہے۔

داد جلد کی ایک عام بیماری ہے یہ دو قسم کی ہوتی ہے۔

اس مرض میں چھوٹی چھوٹی گول پھنسیاں ہوتی ہیں جو اکثر خوشوں میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ جلد قدرے سرخ اور گرم ہو جاتی ہے، گرمی اور ٹیس محسوس ہوتی ہے لیکن دوسرے تیسرے روز یہ پھنسیاں قدرے چپٹی ہو کر آپس میں مل جاتی ہیں ——— اس کی ایک قسم ہونٹ، آنکھ یا سینے پر نکلا کرتی ہے۔ یہ مرض Virus کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دوسری قسم کا داد نصف دائرے کی شکل میں ہوا کرتا ہے اور عموماً گلے، سینے، پیٹ کے ایک ہی جانب ہوا کرتا ہے۔ یہ مرض Virus کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس مرض کے علاج کے لیے ڈاکٹری مشورہ ضروری ہے۔

جلد میں چکنائی پیدا کرنے والے غدودوں کی رطوبت بند ہو جانے کی وجہ سے Acne کیل یا مہاسے پیدا ہو جایا کرتے ہیں، جوانی میں یہ مرض عموماً ہوا کرتا ہے لیکن اکثر ہاضمہ اور خون کی خرابی کی وجہ سے بھی یہ بیماری ہوا کرتی ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس مرض کا سبب ایک خاص جراثیم ہے جسے Acne Bacteria کہتے ہیں۔ خاص طور سے چہرے، گردن یا سینے پر بہت سے چھوٹے چھوٹے نوکیلے دانوں کی شکل میں یہ مہاسے ظاہر ہوتے ہیں۔

کھجلی یا Scabies جلد کی ایک عام بیماری ہے۔ یہ مرض عموماً پنڈلیوں سے شروع ہوتا ہے۔ جلد خشک اور کھردری ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں سارے بدن پر ظاہر ہوتی ہیں جن میں شدت کی خارش ہوا کرتی ہے۔ بدن کا میلا، کچیلا رکھنا، اچھی غذا نہ کھانا، ہاضمے کا خراب رکھنا خصوصاً جگر کے فعل کی خرابی سے شکایت ہو جایا کرتی ہے۔

دوا کے ساتھ ساتھ اچھی غذا کا ہونا اور ہاضمے کی درستی بھی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اچھی آب و ہوا، روزانہ غسل، وسیر و تفریح بھی نہایت مفید اور ضروری ہیں۔

ایگزیما ——— اس مرض میں چھوٹی چھوٹی پھنسیاں بہت گنجان پیدا ہوتی ہیں۔ جلد سرخ ہو جاتی ہے اور ان میں شدت کی خارش ہوا کرتی ہے۔

لیکوڈرما:——— یہ ایک ایسا مرض ہے یوں تو جسم کے ہر حصے میں ہوتا ہے لیکن عموماً ہاتھوں اور چہروں پر زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں جلد پر سفید سفید داغ ہو جاتے ہیں، شروع میں تو بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ اس مرض کے علاج کے لیے ڈاکٹروں کا مشورہ ضروری ہے۔

Seborrhoea: چونکہ اس مرض میں چکنائی

انسانی زندگی پر پیڑ پودوں کے اثرات

سید پرویز عالم

پیڑ پودوں سے نفع اور نقصان کے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں اس علم کو Economic Botany کہتے ہیں۔

تمام نباتاتی اور دوسرے علوم مثلاً جغرافیہ، سائیکولوجی، قانون، علم کیمیا، علم سیاست اور علم تواریخ کو اس علم سے گہرا تعلق ہے۔ مختلف علوم و فنون کی طرح علم الانسان بھی پیڑ پودوں کے نفع و نقصان سے متاثر ہوتا ہے اور اسی ناطے انسانی زندگی میں پیڑ پودوں کی اہمیت مسلم ہو جاتی ہے۔

سارے نباتات کسی نہ کسی صورت میں ایک خاص معاشی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

انسانوں کا پیڑ پودوں سے اپنی زندگی سنوارنے کی داستان تاریخ کی زبانی سنی جا سکتی ہے۔

ابتدائے آفرینش سے انسان پیڑ پودوں سے کھانے پینے کے علاوہ دوسرے فوائد حاصل کرتا رہا ہے۔ بارش اور گرمی سے بچنے کے لیے پتوں کا استعمال، بدن کو حرارت پہنچانے کے لیے ایندھن، اپنی مدافعت کے لیے لکڑی کے اوزار وغیرہ کی سہولتیں پیڑ پودوں سے حاصل کرتا رہا ہے۔

پیڑ پودے انسانی سہولتوں کے لیے متعدد سامان مہیا کرتے رہے ہیں جیسے صابن، ربر، دوائیں، موم، مسالا اور دوا وغیرہ۔ ان کے علاوہ پیڑ پودوں سے مزید آسانیاں فراہم کرنے کی تحقیق ہنوز جاری ہے۔

قدرتی اشیاء کو انسانی فطرت سے مطابقت پیدا کرنا اور ان پر قابو پانا سائنس کا اہم ترین کام ہے۔

صابن، ربر کے ٹائر، چاکلیٹ، کاغذ، تمباکو، کافی، خوشبو، وارنش، پائنٹ جیسی اشیاء پیش کر کے پیڑ پودوں نے انسانی زندگی کو خوشگوار بنانے کے فرائض ادا کیے ہیں۔

پیڑ پودوں کے ذریعے انسانوں نے بے حد فائدے حاصل کیے ہیں، اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ ابتدائے شعور تاریخ سے ہی انسانوں نے انھیں عبادت کا ذریعہ بھی بنا رکھا ہے!

عام پیڑ پودوں کے مقابلے میں پھول پھل دینے والے پودوں نے انسانی زندگی کی زیادہ خدمتیں انجام دی ہیں۔ بعض پودوں کے بغیر تو انسانی زندگی کا گزارا دشوار ترین امر ہے جیسے چاول، دال، باجرا، بارلی، مکی وغیرہ۔ یہ سب عام انسانوں کے لیے تو ضروری اشیائے خوردنی ہیں۔ اس کے علاوہ میوہ پھل اور مختلف اقسام کے سبزیاں یہ سب پھول دار پودوں سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ بہت سے کھانے کی چیزیں بغیر پھول والے پودوں سے بھی حاصل ہوتی ہیں مثلاً مشروم۔ غیر ممالک میں اسے پیدا کیا جاتا ہے اور شوق کے ساتھ کھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

ریشہ دار چیزیں بھی پودوں سے حاصل کی جاتی ہیں اور زیادہ تر ان کو کپڑے بننے، رسی، دھاگا، جال، تھیلا وغیرہ بنانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

مصنوعی ریشم یا ریان ریشوں سے کیمیائی عمل کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ ریشہ دار نباتاتی اشیائیں روئی، کاغذ اور پٹوا خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔

پیڑ پودوں میں تناور درخت بھی آتے ہیں جن کے تنوں سے انسان بے شمار فوائد حاصل کرتا ہے۔

دنیا میں لکڑی کا استعمال ۵۶ ارب کیوبک فیٹ ہے، لکڑی کا عمل استعمال ایندھن، عمارتی لکڑی، فرنیچر اور پیار کول کی حیثیت سے ہے۔ لکڑی کا بالواسطہ استعمال الکوحل، لکڑی کا گیس، تیل وغیرہ ہیں۔

دوا سازی بھی بعض پودوں کے استعمال کے بغیر ممکن نہیں۔ بہت سارے ادویات ان سے بنتے ہیں جیسے کونین، ڈجیٹیلس، ایفاڈرائن، سینا، مارفین، کوکین، پنسلین، اسٹرپٹو مائی سین وغیرہ۔

انسانی مشروبات جیسے چائے، کوکو، کافی وغیرہ بھی پودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ کوکو تو دنیا کا سب سے زیادہ مستعمل مشروب ہے۔

پودوں سے بہت ساری قسموں کے تیل بھی انسان حاصل کرتا ہے۔ کچھ روغن دار تیل جیسے زیتون کا تیل، سویابین کا تیل وغیرہ پودوں کے مختلف حصوں سے حاصل کیے جاتے ہیں، ان میں بعض کھانے کے کام میں لائے جاتے ہیں۔

پودوں کے خلیوں سے رنگ حاصل کیا جاتا ہے۔ جو کپڑے اور دوسرے وغیرہ کی رنگائی میں کام آتے ہیں۔

بہت سے پودوں سے دودھ بھی نکلتا ہے جس سے ربر حاصل کیا جاتا ہے۔

بعض نشہ آور اشیا جیسے تمباکو، بھانگ، ماری جوانا وغیرہ بھی پیڑ پودوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

بہت سے پودے ایسے بھی ہیں جو انسان کے لیے سراسر نقصان دہ ہیں جیسے Bacteria اور Fungi (ایک قسم کے بغیر پھول والے پودے!)

بہت سے پودے جیسے Poison ivy، Locoweed، Water hamlock وغیرہ ایسے عناصر اپنے اندر رکھتے ہیں، جو انسان اور حیوان دونوں کے لیے مضر ہیں، ایسے پودوں کو اگر کھا لیا جائے تو مختلف بیماریوں مثلاً اسقاط حمل یا کبھی کبھی موت تک بھی ہو جاتی ہے۔

المختصر پیڑ پودوں کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے اور نباتات کی دنیا کو انسان نے حاصل کر کے ایک حد تک اپنی دنیا کو سجانے سنوارنے کا اب ہنر سیکھ لیا ہے ...!

(پٹنہ سے نشر)

پیدا کرنے والے غدودوں کی رطوبت اعتدال سے زیادہ ہوا کرتی ہے اس لیے وہ رطوبت جلد پر باریک جھلی کی طرح جم جاتی ہے۔ یہ مرض اگرچہ سارے جسم پر ہو سکتا ہے مگر اکثر سر کی جلد پر ہوا کرتا ہے۔ کبھی چکنی رطوبت چہرے اور ناک پر زیادہ ہوتی ہے اس وجہ سے ان مقام پر بھی خاص طور سے ہوا کرتا ہے۔ اس مرض کا آسان علاج یہ ہے کہ دو چمچہ Santon کے لوشن کو ایک پیالی پانی میں ملا کر سر کو ہفتے میں دو بار صاف کریں۔

Ring Worm: یہ بھی ایک قسم کی چھوت کی بیماری ہے۔ زیادہ تر گول دھبے کی شکل میں ہوتا ہے اور ان میں خارش کی زیادتی ہوتی ہے۔

جذام یا Leprosy: یہ جلد کی بیماریوں میں بہت ہی خطرناک مرض ہے۔ جسم کے کسی حصے میں اس کے اثرات ہو سکتے ہیں۔ جس جگہ اس کا اثر ہوتا ہے وہاں پر بے حسی ہو جاتی ہے۔ اس مرض کو سمجھنے کے لیے بے حسی ہی کافی ہے۔ اس قسم کی شکایت کے لیے فوراً ڈاکٹر سے مشورہ ضروری ہے۔ علاج اگر مشورہ کے مطابق کیا جائے تو مرض ختم ہو سکتا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

یہ بھی فن ہے

بیوی کو خوش کرنا

ڈاکٹر محمد زماں آزردہ

زندہ رہنا ایک فن ہے اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ زندہ آج کل کی دنیا میں آدمی ہر قدم پر کالونلہ ودقتوں کا سامنا کرتا ہے۔ زندہ رہنا اور بہتر خوش زندگی گزارنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ یہ زندگی آدمی دو جگہوں پر گزار رہا ہے کچھ گھر کے اندر اور کچھ گھر کے باہر گھر کے باہر یہ تھوڑی دیر کے لیے کام کرتا ہے۔ اچھے برے جو لوگ ملتے ہیں ان کو کسی طرح نپٹاتا ہے اور پھر گھر چلا آتا ہے۔ ایک اوسط درجے کا آدمی ساٹھ فیصد وقت گھر میں گزارتا ہے یعنی اگر کسی آدمی کی عمر ساٹھ برس ہے تو یہ چھتیس سال گھر میں گزارتا ہے بچپن کے وقت کو بھی شمار کیا جائے تو یہ چالیس برس ہوئے اور اگر بے کاری کا زمانہ بھی اس میں شامل کیا جائے تو یہ پینتالیس سال ہوئے یعنی ساٹھ برس کی زندگی میں پینتالیس برس گھر میں گزرے۔ اس اعتبار سے انسان کی زندگی کا اہم ساتھی وہ ہے جو گھر میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور دوسرے درجے پر جس کو یہ اہمیت حاصل ہے وہ اس کا افسر یا مالک ہے۔ آدمی لاکھ آزاد طبیعت ہو، وہ کتنا ہی خوش طبع اور خوش خلق اور صاحب ادراک کیوں نہ ہو مگر اس کے سکون اور آرام کا دارومدار ان ہی دو پر ہے۔ یہاں جس آدمی نے دفتر میں افسر کو اور گھر میں بیوی کو خوش رکھا اس کی چین سے بسر ہوئی۔ افسر اور مالک کے سلسلے میں تو یہ بھی ہے کہ ایک کا کام چھوڑ کر دوسرے کا کام کرے مگر بیوی کو روز روز بدلا نہیں جا سکتا۔

اس لحاظ سے زیادہ اور بیوی کو خوش رکھنے پر صرف کرنا پڑتا ہے۔ آدمی جتنا اس کو خوش رکھے اتنا خود خوش رہے گا۔ یوں تو یہاں سبھی سکون اور اطمینان کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں، مگر یہ ہر ایک کو نصیب نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بیوی کو خوش رکھنے کے فن سے ہر ایک آدمی واقف نہیں۔ ادھر مرد کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہاں سلائی اور کڑھائی سکھانے کے لیے سکول ہیں۔ انجینئرنگ کارپینٹری کیٹرنگ وغیرہ کے لیے تربیتی ادارے ہیں مگر جس فن پر آدمی کی پوری زندگی بلکہ آنے والی نسلوں کی خوشی کا دارومدار ہے اس فن کے سکھانے کے لیے کوئی تربیتی ادارہ نہیں، وہ فن ہے بیوی کو خوش رکھنا۔ اپنے خوش رہنے پر آپ کو کئی کتابیں ملیں گی، تقریریں سننے میں آئیں گی مگر آپ کی خوشی کی جو کنجی ہے یعنی بیوی کی خوشی اس کی خوشی کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تعجب ہے کہ یونانیوں نے علم پر بہت زور دیا — فلسفے کی بنیاد پر مواد اکٹھا کیا مگر یہ فن چھوڑ گیا۔ علم کی لحاظ سے ہمیں اک پی جانے والے سقراط کا ایک زبردست ایسے ہیں کی بیوی تھیں مگر تب بھی اس فن کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔

بہرحال جو لوگ اس فن کی علمی حیثیت کا شعور رکھے بغیر بھی اس کو برتتے رہتے ہیں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے بعض باتیں جمع کی ہیں جن پر اگر سبھی شوہر عمل کریں تو گھریلو محاذ peace zone میں بدل جائے گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شوہر کو تھوڑا بہت سیاستدان ہونا چاہیے۔ بھلے آپ اسے گھریلو سیاست ہی کا نام کیوں نہ دیں مگر اس عنصر کا دخل ضروری ہے۔ مثال کے طور پر جیسے سیاست دان ہنستے ہوئے مخالف پارٹیوں کے لیڈروں سے الیکشن سے پہلے اور الیکشن کے بعد ملتے ہیں۔ دل میں کچھ ہو لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ اور زبان پر عافیت کے کلمات اور ایک دوسرے کے سامنے تواضع اور خوش خلقی کے ہتھیار ہمہ وقت ساتھ رہتے ہیں۔ بالکل یہی برتاؤ میاں کو اپنے سسرالی عزیزوں سے کرنا چاہیے۔ خاص طور سے دنیا بھر کے قوانین بلکہ پوری خدائی اگر ایک طرف ہوں لیکن میاں کو جورو کے بھائی کی طرف ہونا چاہیے جس کو یہ سلیقہ آیا اس نے پچاس فی صد معرکۂ حیات سر کر لیا۔

یوں تو ہر شخص اپنی تعریف سننا چاہتا ہے مگر بیوی اس معاملہ میں کچھ زیادہ حساس ہوتی ہے۔ میاں کو چاہیے کہ اس کے کام کی تعریف کرے چاہے اس کے لیے اس کو اپنی عادتوں اور نزاکتوں کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ کسی بھی کامیاب شوہر کو آپ گھر کی پکی ہوئی چیز اپنی زبان سے چکھتے ہوئے نہیں پائیں گے وہ ہمیشہ بیوی کی زبان سے اس کی پکائی ہوئی چیزوں کو چکھتا ہے، گھر کی ہر چیز کو اسی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایسے شوہر کو آپ بے زبان کہیے، اندھا کہیے آپ کا جو جی چاہے کہیے مگر وہ خوش رہتا ہے وہ اس لیے کہ اس کی بیوی اس سے خوش رہتی ہے۔

ایک خاص عمر کے بعد آدمی اپنے آپ کو کم عمر جتانا چاہتا ہے۔ بیوی کی یہ کمزوری کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ میاں کو چاہیے کہ وہ برسوں اور مہینوں کا حساب کرنے میں اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرے یعنی بیوی کو ہمیشہ اسی عمر کی سمجھے جس عمر میں اس کی شادی ہوئی تھی اس کے لیے اسے کرنا بھی کچھ نہیں۔ بس پیار کے دو بول اور اس کی اداؤں کی تعریف، اسی سے کام چل جائے گا۔ لوگ اس کی ان حرکتوں پر کچھ بھی کہیں ان سے کیا لینا دینا ہے۔ اس کی بیوی خوش رہے تو زندگی آرام سے کٹے گی مگر اس میں میاں کو تھوڑا سا جھوٹ بولنا ہے۔ جھوٹ بولنا بجائے خود ایک فن ہے اور سچ بولنے والا شوہر ایک تو گھر کے ماحول کو خراب کر دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ اپنا چین کھو بیٹھتا ہے۔

شوہر کو تھوڑا بہت شاعر اور افسانہ نگار ہونا چاہیے شاعری نہ سہی زور تصور پر ہو۔ ادھر بیوی سامنے آئی اور اس کے ذہن میں کہیں سرو کہیں موم کہیں آبشار کہیں جھیل اور کہیں بہتے ہوئے پانی کی کھنک بار بار یاد آنے لگے، پڑھے لکھے شوہروں کو تو اور بھی محتاط رہنا ہے اس لیے کہ بیوی اور قلم یا بیوی اور کتاب یہ دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے آپ یا تو گھر میں کتاب رکھ سکتے ہیں یا بیوی۔ بیوی کتاب کو بھی اپنی سوت سمجھتی ہے۔ کتاب تو بے زبان ہے اسے تو کھولنے اور پڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور بیوی بولتی ہوئی کتاب ہے۔ یہاں آپ کو اس بغیر چھپی ہوئی زندہ کتاب کو چھپی ہوئی کتاب پر ترجیح دینا ہے جو آپ اس میں کامیاب ہوئے تو سمجھ لیجیے آپ کامیاب شوہر ہیں۔

اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ میاں کو تھوڑا بہت افسانہ گو ہونا چاہیے اس صلاحیت کا برمحل استعمال بہت فائدہ مند ہے یعنی موقع پیدا کر کے جھوٹ موٹ دوسری عورتوں کی برائی کرنا اپنی بیوی کے حسن کا ان کے حسن سے موازنہ کر کے بیوی کے حسن کو فوقیت دینا۔ بیوی کے خاندان اور خاندان والوں کی کسی بہانے تعریف کرنا، اپنی قسمت پر ناز کرنا، بیوی کے انکسار اور ایثار کی داد دیتے رہنا۔

بیوی کو خوش کرنے کا ایک اہم ہتھیار ——— اس پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ میاں کی تمام کامیابیاں اس کے دم سے ہیں۔ نہ اسے ایسی بیوی ملی ہوتی، نہ وہ اس قدر کامیاب ہوتا چنانچہ اپنا دماغ تعلیم و تربیت وغیرہ سب اسی کی دین سمجھے۔

ایک اہم معاملہ finance کا ہے بیوی کو ہر وقت یہ احساس ہونا چاہیے کہ مرد کی کمائی پر اس کا پورا پورا حق ہے۔ بعض تجربہ کار اور ماہر شوہر بیوی سے کبھی یہ نہیں کہتے کہ ان کی تنخواہ کتنی ہے اور جتنا وہ کہتے ہیں اس سے زیادہ پیسہ اس کو دیتے ہیں، پیسہ دینے میں شوہر کو فیاض ہونا چاہیے لیکن اس کا خیال رہے کہ مانگتے وقت وہ بیوی کے مزاج کو برہم نہ کرے۔ بعض عقلمند شوہر جب انھیں بیس روپے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بیوی سے سو مانگتے ہیں پھر جب وہ دینے میں پس و پیش کرنے لگتی ہے تو یہ اپنی مانگ کم کرتے کرتے بیس تک آ جاتے ہیں اور جب بیوی انھیں خوشی خوشی بیس روپے دیتی ہے تو اس کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ ہم نے اسی بچائے، جب وہ خود سے خرچ کرے تو بیوی کو ہمیشہ یہ احساس ہو کہ وہ سسرالی رشتہ داروں پر زیادہ اور اپنے خاندان والوں پر کم خرچ کر رہا ہے۔

کامیاب شوہر بیوی کو ہمیشہ یہ احساس دلاتے ہیں کہ ان کو بیوی کی صحت کی بڑی فکر ہے وہ بہانہ کر کے کہتے ہیں کہ بھئی تم تھک

ایک نئی صبح

غیاث احمد گدی

ذرا دیر بعد اس نے محسوس کیا جیسے وہ نوجوان ایک نیا آدمی ہے۔ ایک ایسا نیا آدمی جس نے زندگی کی یہ کھلی پہیلی، وسیع دنیا میں طلوع ہوتی ہوئی صبح کو پہلی بار دیکھا ہو۔ اس نے بھاگتے ہوئے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے جیسے ساری صبح کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لینا چاہتا ہو۔

ایک لمحے میں اس کا وجود ہلکا پھلکا ہوکر اتنا پیارا اتنا اجنبی ہوگیا۔ اس نے اپنے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ اور ایک دم سے بچوں کی طرح لڑکی کے تعاقب میں بھاگتا ہانپتا وہاں پہنچ گیا جہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سونا کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ گلابی ریشمی اسکارف ہوا کی زد میں بادبان کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔ اس نے لپک کر سونا کو کندھے سے پکڑ لیا۔ لڑکی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور اس کی طرف توجہ کئے بغیر دور افق کے گلنار دامن کو دیکھتے ہوئے کھوئی کھوئی سی سرشاری کے سروں میں بولی۔

"تم آگئے نا — ؟ میں جانتی تھی .... !"

ذرا دیر بعد اس نے پلٹ کر نوجوان کو دیکھا جس کے چہرے اور بالوں پر صبح کی زردی بکھری پڑی تھی

"ارے دیکھو تو تمہارے چہرے پر کتنا سونا ...؟"

"سب تمہارا ہے .....!" بے خودی کے عالم میں نوجوان نے کہا۔

لڑکی نے اس کے چہرے پر نظر جمائے رکھی اور کھو سی گئی — یہ ..... یہ آدمی کل میری زندگی کا مالک ہوگا۔ میرا دوست ...... نگہبان ..... اور میں اس کی سب کچھ۔ اس کا جو کچھ ہے سب میرا ہوگا۔ یہ آنکھیں، گہری سیاہ آنکھیں، جو اس وقت سنہری ہو رہی ہیں، یہ سانولا سلونا چہرہ، جس پر سونا سا بکھرا پڑا ہے۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں بند کرلیں۔ جانے کیا ہوتے ہیں یہ رشتے بھی، کیسے بندھن، کیسی پھانسی۔ زندگی میں ایک اجنبی آدمی اتنا اپنا لگتا ہے کہ اپنا آپ بھی اس میں گم ہوجاتا ہے۔ پھر وہ آپ ہی آپ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ سارا سونا میرا ہے! — ؟"

"ہاں! یہ تمہارا سب ہے۔ تمہارا ہی دیا ہوا ہے — !"

یہ سن کر وہ ہنس پڑی۔

تبھی آسمان کی بلندیوں پر پرندوں کی ایک ننھی ڈار چہچہاتی ہوئی اڑی، اور اگلی پہاڑیوں کے اس پار اتر گئی۔

"تمہیں پتہ ہے جب ہماری شادی ہوجائے گی"

سونا نے مسکراتے ہوئے دھیرے سے کہا "تب میں کیا کروں گی"

"کیا کروگی — ؟"

"میں تمہیں خوب مالا مال کر دوں گی —" سونا پھر ہنس پڑی

ارے سچی! تم بہت ننھے ہو جیسے عورتیں چھوٹے بچوں کو دلارتی ہیں نا ... ارے پیارے ویسے ہی — پھر تمہیں پیار بھی بہت سا کروں گی۔ اپنے ہاتھوں سے نہلاؤں گی، کپڑے بدل دیا کروں گی اور ... اور تمہاری زلفیں سنواروں گی"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ناک پکڑ لی۔

"ارے ..... ارے ..." نوجوان ہنسنے لگا "میں کوئی بچہ ہوں"

"اور نہیں تو کیا —!" لڑکی نے پلٹ کر جواب دیا اور پھر آگے کی طرف دوڑ گئی۔

آگے کیا تھا۔ ہریالی تھی۔ سبزے کا فرش تا حد نگاہ پھیلا ہوا تھا۔ رات بھر کی شبنم میں زندگی کی طرح تازگی تھی۔ چھوٹے چھوٹے گڑھے تھے جس میں بھرے پانی کی سطح پر بھی ہری گھاس کی مخمل بچھی تھی کہیں اکا دکا گلابی، زرد، کاسنی پھولوں کا سہاگ بکھرا ہوا ہوا کے نرم جھونکوں سے سرسراتے ہوئے رنگین سایوں کی خوش نظری رنگ و روپ میں شبنم کے سے سوندھے قطرے ٹپکاتی ہوئی .....

سونا نے ایک کنکری اٹھائی، اسے چوما پھر پلٹ کر پیچھے کھڑے نوجوان کے لبوں سے لگا دی۔

"اسے چومو — ؟"

نوجوان نے مڑ کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں کوئی پیاری سی صبح جلوہ فگن تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے پیار سے کنکری کو چوما۔ .... "بس .... !"

سونا نے اس کنکری کو پھولوں سے بھری سبزے کی دھانی دھانی چادر پر پھینک دیا۔ جو جوہڑ پر تنی ہوئی تھی — کانوں نے ٹپ کی آواز سنی۔ آنکھوں نے سبزے کی خوشنما سطح کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا۔ ذرا دیر کو درمیان میں خلا سا پیدا ہوا پھر سطح ہموار ہوگئی۔

"اب تم اس پانی کو چکھ کر دیکھیے، میٹھا لگے گا اسے"

"سچ — ؟" نوجوان نے پیار سے لڑکی کی طرف دیکھا

"ارے ہاں بھئی۔ دیکھا نہیں تم نے پانی نے کنکری کو کیسے نگل لیا!" لڑکی خوابوں کی طرف رواں تھی۔

"کیسے — ؟" نوجوان کے پاؤں آپ سے آپ ادھر ٹھٹھک گئے

"جیسے ....!" اس کے ذہن نے جب ایک لمحہ میں سارا جہان چھان مارا تو پلٹ کر اس کی نظریں نوجوان کے چہرے پر ٹک گئیں۔ "جیسے ...."

"جیسے — ؟" نوجوان نے سرگوشی میں کھو کر پوچھا

"جیسے نگل لیا پانی نے ننھی سی کنکری کو —" لڑکی نے پلٹ کر پانی کی سطح کی طرف دیکھا۔ پھر نوجوان کے سانولے چہرے کی طرف دیکھا اور ہنس پڑی

"پتہ نہیں کیسے ...."

پھر نوجوان بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا اور لڑکی ایک انمول رسیلی لذت کی خوشی سے بکھر گئی ...

قہقہے کی ایک ہلکی سی آواز اس کے لبوں سے نکلی اور وہ پھر دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ بھاگتی ہوئی سونا سامنے والی پہاڑی کے فراز پر، اس وقت نوجوان نے محسوس کیا جیسے ساری فضا میں وہ سونے کے ذروں کی طرح بکھر گئی ہو۔ کچھ یوں کہ اگر کوئی سونا سمیٹنا بھی چاہے تو نہیں سمیٹ سکتا۔

"سونا —" اس کے لبوں سے بہکتے ہوئے سونا کی طرح لفظ بہہ نکلا۔ "چلو! دیر ہورہی ہے"

"نہیں —!" سونا جیسی آواز میں لڑکی نے آواز دی۔

تحریر: شاہد رام نگری

آپ طاقت اور ہتھیار سے کسی کو مغلوب اور مطیع کر سکتے ہیں لیکن یہ ایک عارضی کامیابی ہوگی۔ جب آپ طاقت سے محروم ہوجائیں گے یا ہتھیار بیکار ہوجائے گا تب وہ شخص آپ کی اطاعت سے انکار کر دے گا اور ممکن ہوگا تو خود آپ کو مطیع اور مغلوب کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اخلاق وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعہ جس شخص کو آپ زیر کرلیں گے وہ ہمیشہ آپ کا ممنون رہے گا اور گن گائے گا۔ طاقت اور ہتھیار کی لڑائی میں کامیابی اور ناکامی دونوں کا امکان رہتا ہے۔ اگر مقابل زیادہ طاقتور ہوا یا اس کا ہتھیار آپ کے ہتھیار سے بہتر ہوا تو لڑائی میں آپ کی ہار بھی ہوسکتی ہے لیکن اخلاق ایسی تلوار ہے جس کی دھار کبھی کند نہیں ہوتی۔ اس تلوار کو لے کر لڑنے والے کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ جسمانی طور پر ایک نحیف و کمزور آدمی بھی اس کے ذریعہ بڑے سے بڑے مخالف کو زیر کر سکتا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

نہیں آؤں گی ۔۔۔۔۔!

"اسے نہیں کیا — کہاں چلیں سونا ۔۔۔۔۔؟"

"وہاں —" سونا نے پلٹ کر آسمان کے سنہرے دامن کی طرف اشارہ کیا ۔

اب وہ پہاڑی کے سر پر کھڑی تھی ۔

پیچھے بہت دور کہیں سورج طلوع ہو رہا تھا جس کی سنہری کرنوں کی یلغار میں سونا دل نواز خواب کی طرح دکھلائی دے رہی تھی —

اور نوجوان خود ایک کونا خواب کی سی کیفیت میں ڈوبا نیند کے سے عالم میں ادھر تک رہا تھا ۔ جہاں سونا تھی جہاں صبح طلوع ہو رہی تھی ۔ جہاں اونچائی کسی تخیل کی مانند زندگی کو سنہری گنبد کی طرح اچھالے ہوئے تھی ۔

تبھی نیچے درختوں کے جھنڈ سے سرے پہاڑیوں کے کنارے سے ریچھ کا ایک چھوٹا سا بچہ بھاگتا ہوا دکھائی دیا ۔ اور جیسے ہی اسی کی نظر پڑی وہ زمین پر قلابازی کھاتا ہوا انھیں پہاڑیوں کی اوٹ میں چھپ گیا ۔ نوجوان کی خوبصورت پیشانی پر ایک ہلکی سی تیوری ابھری اور دھیرے سے ساری پیشانی پر پھیل گئی ۔ دفعتاً اسے ہلکی سی چبھن محسوس ہوئی ۔ اس کی گردن کی رگوں میں لہو منجمد ہونے لگا ۔ نامعلوم کیفیت کے زیر اثر نوجوان نے زبان کو ہونٹوں پہ پھیرا ۔ کہیں دور آسمان کی بلندی پر کسی بگلے کی پرواز میں الجھن پیدا ہوئی اور وہ اپنے ساتھ والے پرندے کی رفاقت سے دور ہونے لگا

لیکن سونا بدستور اونچائیوں کی طرف رواں تھی یوں گویا وہ ترتی دور تک آسمان کے سنہرے دامن کو پکڑ لے گی ۔ اور پھر کر یوں جھول جائے گی کہ سارا ارض و سما دم بخود رہ جائے گا ۔

(پٹنہ سے نشر)

غزل

عین تابش

کوئی آواز نہیں شہر خموشاں مدد دے
رنگ طوفاں مدد دے دیدۂ حیراں مدد دے
ختم ہو سلسلۂ مدح و قصیدہ خوانی
زندگی قہر صفت ہے غم جاناں مدد دے
کوئی تصویر نہ تحریر نہ خوشبو نہ خیال
سانس اب ٹوٹ رہی ہے شب ہجراں مدد دے
راستہ روک رہی ہے یہ شکستہ پائی
تھک چکے ہیں جوش حوصلۂ جاں مدد دے
یہ ہوائیں کہ کھنچا جاتا ہے رگ رگ سے لہو
آنے والا ہے کس سمت سے طوفاں مدد دے
جان لیوا ہوئی وہ وعدہ و پیمان کی رات
وحشت سانحۂ وعدہ و پیماں مدد دے

(پٹنہ سے نشر)

اترتی چڑھتی رونقیں

احمد یوسف

وہ جو زینے سے اتر رہا ہے اور وہ جو زینے پر چڑھ رہا ہے ۔ دونوں کی کسی نہ کسی نام پر مڈبھیڑ ہو ہی جاتی ہے ۔ اور تب یہ ہوتا ہے کہ علیک سلیک کے بعد ایک اوپر چلا جاتا ہے اور دوسرا نیچے ۔

نام جلال احمد خاں تھا لیکن ہمارے یہاں وہ کہلاتا جلو تھا ۔ گھر کے دوسرے نوکروں کی طرح وہ بھی ایک نوکر تھا پر سمجھا یہ جاتا تھا کہ وہ دادا میاں کے خاص نوکروں میں ہے یوں کہ دادا میاں کا کوئی کام اس کے بغیر نہیں چلتا تھا ۔

دوسرے بھی ان کے کام کر سکتے تھے لیکن ان کا یہ قاعدہ تھا کہ کوئی سامنے آجائے تو کہتے بھئی جلو کو بلاؤ وہ سب کچھ جانتا ہے ۔

ان کی اس بات کا کوئی برا بھی نہیں مانتا تھا ۔ کیوں کہ سبھوں کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ جلو وہ سب کچھ جانتا ہے جو دوسرے نہیں جانتے ۔

ان کی چیزوں کو رکھنے کا طریقہ ۔ ان کی پسند ناپسند ان کے معمولات — یہ ساری باتیں ایسی تھیں جن پر جلو کی پوری پوری گرفت تھی ۔

اتنی بات تو میں بھی جانتا تھا کہ ان کے کلاک میں سوموار کو ٹھیک اسی وقت چابی دی جاتی ہے جب ریڈیو ۸ بجے صبح کی خبریں شروع کرتا ہے ۔

لیکن پھر یہ کہ صبح وہ کس وقت منہ دھوتے ہیں ۔ ان کے لیے گرم پانی کا انتظام کس ماہ سے کس ماہ تک کیا جاتا ہے ۔ ان کے ناشتے کی الماری میں کس موسم میں کون سا حلوہ رہتا ہے ۔ وہ صبح کے وقت کتنی پیالی چائے پیتے ہیں ۔ چائے میں شکر کتنی دی جاتی ہے ۔ کچہری جاتے وقت وہ کون سی چھڑی استعمال کرتے ہیں ۔ ان کے جوتوں میں پالش کتنے کتنے دنوں بعد کی جاتی ہے ۔ وہ حجامت کتنے دنوں بعد بنواتے ہیں ۔ وہ اپنے دانت کس وقت سے کس وقت تک لگاتے ہیں ۔ اور ان کی صفائی کس کس وقت کی جاتی ہے ۔ اور یہ کہ جس پیالے میں دانتوں کا سیٹ رہتا ہے ۔ اس میں پانی کتنی مقدار میں رکھا جاتا ہے ۔ سویرے مچھر دانی اتار کر کہاں رکھی جاتی ہے ۔ انھیں دن میں کتنے پیکٹ سگریٹ کی ضرورت ہوتی ہے ۔ دیاسلائی وہ کون سی استعمال کرتے ہیں ۔ یہ وہ علوم تھے جن کی جستہ جستہ واقفیت تو گھر کے ہر فرد کو تھی لیکن ان پر اتھارٹی جلال احمد عرف جلو ہی کو تھی ۔

پانچ سال کی میری عمر تھی کہ میرا مدرسہ میں داخلہ کرا دیا گیا ۔ جلو اس وقت لگ بھگ پچیس۲۵ سال کا ہوگا اس کا بڑا لڑکا بلال احمد عرف بلو میری ہی عمر کا تھا ۔ وہ بھی کسی مکتب میں پڑھتا تھا ۔ بلو اکثر ہمارے یہاں آجاتا ، میرے گھر کے ان بچوں کی اتارن قمیص ، پائجامے یا نیکریں ملبوس جو اس کے ہم عمر تھے — پاؤں میں کھڑاؤں ناک بہتی ہوئی ۔ بال گرد سے اٹے ہوئے اور ہاتھ پاؤں میں گلیوں کا میل ۔

لیکن ان دنوں بجز اس فرق کے کہ ہم صاف ستھرے رہتے اور وہ گندہ رہتا ، ہمیں اس کے اور اپنے مابین کوئی اور فرق نظر نہیں آتا تھا ۔

بلو ہمارے درمیان گلیوں کے کھیل ، گلی ڈنڈا ، کانچ کی گولیاں اور لٹو لے آتا اور ہم اس کے ساتھ گھر میں چھپ چھپ کر یہ سارے کھیل کھیلتے ، دراصل ہمارے گھر میں کھیل کے اوقات مقرر تھے اور بچوں کو شام کے وقت پارک میں یا کھیل کے میدان میں لے جایا کرتے تھے ۔ لیکن گلیوں کے ان کھیلوں میں ہمیں بڑی دلچسپی کا احساس ہوتا اور بلو ان کھیلوں میں بڑا ہوشیار تھا ۔ پر جب ہم پکڑے جاتے گھر کی چھت پر یا کسی کونے کھدرے میں تو ہماری پٹائی ہو جاتی اور ہم سے کہیں زیادہ بلو پٹتا کیوں کہ گھر والوں کا خیال تھا کہ بلو ہی ہمیں ان کھیلوں کا شوق دلاتا ہے ۔

پھر بلو کی پٹائی کے بعد جلال کی بھی اچھی خاصی خبر لی جاتی ۔ "بیٹے سے کہہ دو کہ گھر میں آتا ہے تو شریفوں کے اطوار سیکھے اور گلی کوچے کے آوارہ چھوکروں کے کھیل بچوں کو نہ سکھایا کرے" ۔ اس تنبیہ کے بعد بیچارہ بلو ایک بار اور اپنے باپ کے ہاتھوں پٹتا اور گالیاں سنتا ۔

اس نوع کے حادثوں کے بعد جلو کچھ دنوں تک ہمارے یہاں آنا جانا چھوڑ دیتا۔ لیکن پھر اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ بڑی سی چھت اور بڑے سے گھر میں بھاگ دوڑ اور کھیل کا چسکہ اسے ہمارے یہاں کھینچ لاتا۔

دادا میاں کی تحویل سے اکثر کچھ نہ کچھ رقم غائب ہوجایا کرتی۔ لیکن وہ جس تہذیب کے آدمی تھے وہاں طرح دینا اور چشم پوشی کرنا مزاج کا خاصہ بن چکا تھا۔ ہم سب جانتے تھے کہ ان چوریوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ ابا جان، میرے دونوں چچا اور گھر کے دوسرے افراد اکثر دبی زبان میں دادا میاں سے کہا کرتے۔ جلو کو آپ نے بہت سر چڑھا رکھا ہے یہ سب اسی کی حرکت ہے۔ لیکن دادا میاں ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ ہو سکتا ہے وہ کسی کو دے کر بھول گیے ہوں۔ یا حساب میں غلطی ہو گئی ہو۔ اور پھر جب تک کسی کو چوری کرتے نہ دیکھا جائے اس پر الزام رکھنا بھی تو مناسب نہیں ہے۔

مگر اس کو کیا کہیں گے کہ جب جلو ہمیں اسکول پہنچانے جاتا تو اس کی بیڑی کی ڈبیہ میں دو ایک سگریٹ بھی نظر آجاتے اور جب وہ ایک خاص شان سے سگریٹ نکال کر پیتا تو اس کے دھوئیں کی بو ویسی ہی ہوا کرتی جیسی دادا میاں کے سگریٹ کے دھوئیں کی ہوا کرتی تھی۔

تب کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ایک رات دادا میاں اپنے بٹوے میں سو سو کے دو نوٹ رکھ کر سو گئے ان کا بٹوا ہمیشہ ان کے سرہانے گدے کے نیچے رہا کرتا تھا۔

دوسرے دن کچہری جانے کے وقت جب دادا میاں نے اپنا بٹوا کھولا تو اس میں وہ نوٹ نہیں ملے۔ انھوں نے ادھر اُدھر دیکھا، کیش بکس کھول کر دیکھا پھر گھر والوں کو خبر ہوئی اور سب لوگ اپنے اپنے طور پر نوٹوں کی تلاش میں لگ گئے۔ تب ہی میرے چھوٹے چچا نے کہا۔ "ارے نوٹ یہاں کہاں ملیں گے وہ تو جلو کے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔

ان کے لہجے میں ترشی اور شکایت تھی۔

دادا میاں اس وقت بھی اپنی وضع پر قائم رہے۔ نہیں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ سنگین تھا کہ ان دنوں دو سو روپئے بڑی اہمیت رکھتے تھے۔ اتنے میں شفیق خاں مختار بھی آ گئے۔ انھوں نے حساب جانچ پڑتال کی ادھر اُدھر نوٹ تلاش کیے اور آخر میں انھوں نے بھی وہی کہا جو سب کہہ رہے تھے۔ میں تو سرکار سے برابر کہتا رہا کہ یہ جلو بھروسہ کا آدمی نہیں ہے۔

تب کسی نے پوچھا جلو ہے کہاں؟۔ اس کے بعد جلو کی کھوج شروع ہوئی۔ وہ پاس کے ایک چائے خانے میں مل گیا۔ وہ آیا تو دادا میاں نے اسے نوٹوں کے غائب ہونے کی خبر دی۔ جلو قسم کھانے لگا کہ اس نے وہ نوٹ نہیں نکالے ہیں۔

دادا میاں نے کہا "تم سے یہ کب کہا جا رہا ہے کہ تم نے نوٹ نکالے ہیں، میں تو تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم نے نوٹ دیکھے ہیں۔"

لیکن جلو تھا کہ قسم کھائے جا رہا تھا۔ اس کی اس حرکت سے شفیق خاں مختار کو جلال آگیا اور انھوں نے کہا "سرکار یہ نیچ ذات ایسے نہیں سنے گا"۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے اور انھوں نے جلو کو دو چار چانٹے کس کس کر لگائے۔"

پھر ادھر اُدھر سے بھی کچھ لات جوتے پڑے، لیکن جلو تھا کہ "اللہ کی قسم، اللہ کی قسم کی رٹ لگائے جا رہا تھا

ان ہم سبھوں کے سامنے پہلی بار دادا میاں نے گویا ایک راز کا انکشاف کیا۔

"جلو میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے بٹوے سے ریزگاریاں کس طرح کم ہو جاتی ہیں، سگریٹ کے پیکٹ سے ہمیشہ دو چار سگریٹ کون غائب کرتا ہے۔ اور حلوے کی قاب سے حلوہ کون نکالتا ہے"۔

یکایک ان کا پارہ چڑھ گیا۔ "کمبخت تو نے میرے احسانوں کا یہ بدلہ چکایا۔ دور ہو جا میری نظر سے۔

جلال جانتا تھا کہ دادا میاں کا کہا پتھر کی لکیر ہوتا ہے ایک بار جو فیصلہ صادر کر دیتے تھے۔ اس پر نظر ثانی کرنے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔

وہ کچھ دیر کھڑا شفیق خاں کو گھورتا رہا۔ تب ہی شفیق خاں نے جوتا نکال کر کہا۔ "حرامزادے مارے جوتوں کے فرش کر دونگا۔ بھاگ جا یہاں سے ورنہ پولیس میں دے دوں گا"۔

اس طرح وہ روپے جان مال کا صدقہ سمجھ کر بھلا دئے گیے۔ اور جلال سیڑھیوں سے اتر کر چل دیا۔

دس سال گذر گئے۔ دادا میاں نے خلد کا آشیاں آباد کیا، اور ادھر ہماری اپنی دنیا میں وقت چنگیز بن کر اٹھا اور اس نے یہاں سے وہاں تک قتل و غارت گری کا کاروبار شروع کر دیا۔

اس چنگیزی طوفان کے نتیجے میں ایک قالب دو ہو گئے اور جا بجا دیواریں کھڑی ہو گئیں۔

جب طوفان ذرا سرد ہوا تو ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ وہ اپنے ساتھ بہت سی رونقیں بھی لے گیا۔ تصویریں ماند پڑ گئیں۔ در و دیوار کی قلعی اڑ گئی اور ہم صورتوں کو دیکھ کر کچھ ایسا گمان کرتے کہ وہ کریم نکالے ہوئے دودھ جیسے ہو گئے ہیں۔

ہر سو خاک اڑتی ہوئی، ڈھن ڈھناتی ہوئی حویلیاں مکینوں کے ستے ہوئے چہرے، جیسے ساری رات کوئی بھیانک خواب دیکھ کر اٹھے ہوں۔

وہ شاخ جس پر آشیانہ تھا طوفان کی نذر ہو چکی تھی اور اب پاؤں تلے تپتی ہوئی زمین تھی اور سر پر غیض و غضب میں ڈوبا ہوا سورج۔

نوجوان ایمپلائمنٹ ایکسچینج میں اپنے نام درج کرا رہے تھے، اور ادھیڑ اور بوڑھے اپنی اپنی حویلیوں کو تک رہے تھے کہ انھیں کس طرح آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے۔

جلال کے حالات اکثر اس کے سسر سے معلوم ہوتے رہتے۔ ہمارے یہاں سے نکل کر وہ سیدھا کلکتے کو بھاگ کھڑا ہوا۔ پاس میں روپیہ تو تھے ہی۔ کچھ بیوی بچوں کو دیا اور کچھ اپنے ساتھ لے گیا وہاں ایک موٹر ورکشاپ میں ہیلپر کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔

پھر معلوم ہوا کہ میکینک ہو گیا۔

اس نے اپنے سالے کے ذریعہ اپنے لڑکے بلال کو بھی کلکتے بلا لیا ہے اور اسے وہیں پڑھا رہا ہے۔

وہ اپنے مالک کے بہت قریب ہو گیا ہے۔ وہ ہیڈ میکینک ہو گیا ہے۔ اور ایک دن اس کے سسر نے بتایا "آپ نے کچھ سنا جلال کا مالک مر گیا۔ چار پانچ مہینے ہو گئے۔ لاولد تھا بیچارہ"۔

کچھ دن اور بیتے تو ایک دن سر راہ جلال کے سسر سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے چھوٹتے ہی کہا "آپ کو کچھ خبر ہے۔ جلال نے اپنے مالک کی بیوہ سے نکاح کر لیا ہے۔

اور تب ہی اس نے اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "پیدائشی حرامی ہے۔ جس تھالی میں کھاتا ہے اسی میں چھید کرتا ہے آپ کے دادا نے کیا کیا نہیں کیا تھا اس کے ساتھ لیکن"۔

تب ایک دن سفید قمیص، لٹھے کے کھڑکھڑاتے پائجامے اور پیٹنٹ کے چرمراتے جوتے میں جلال ہمارے یہاں وارد ہوا۔

وہ دیوان پر بیٹھا رہا۔ میں نے اس سے کہا بھی کہ صوفے پر آجاؤ لیکن اس نے بتایا کہ آرام سے بیٹھا ہے۔ اس نے اپنی جیب سے سگریٹ نکالا۔ اسے جلایا اور پھر انگلیوں میں پھنسا کر خوب لمبے لمبے کش لینے لگا۔ اچانک جانے کہاں سے دادا میاں کے سگریٹوں کی بو میرے شامہ میں آبسی، لیکن فوراً ہی جلال کی سگریٹ کی بو نے اس بو کو پرے ڈھکیل دیا۔

میں اس کے لیے چائے اور ناشتہ لے کر آیا۔

وہ کچھ دیر تک حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اور پھر کچھ جان لینے کے بعد اس نے پوچھا۔ "بھیا کیا حال ہے"۔

میں نے کہا۔ "بس اللہ کا شکر ہے"۔

اتنے میں ابا جان آگئے اور اس نے بڑی پھرتی سے سگریٹ پھینک کر اپنے جوتے سے مسل دیا اور سلام کر کے مودبانہ کھڑا ہو گیا۔

ابا جان نے کہا۔ "بیٹھو بھئی جلال"۔

اس پر جلال نے کہا۔ "بڑے صاحب آپ کا نمک کھایا ہے"۔ چنانچہ جب تک ابا جان صوفے پر نہ بیٹھے وہ دیوان پر نہ بیٹھا۔

میں ہائی اسکول کر کے کالج میں داخل ہو چکا تھا اور مجھ سے بڑے اونچی تعلیم پانے کے بعد نوکری کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

جلال نے بتایا کہ اس کا ورکشاپ خوب چل رہا ہے اس نے ایک پریس بھی خرید لیا ہے۔ ایک مکان تو اسے اپنی بیوی کا مل گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے ایک اور پلاٹ خرید لیا ہے۔ اور جلد ہی اس میں ہاتھ لگوانے والا ہے۔

جانے لگا تو اس نے ہاتھ جوڑ کر ابا جان سے کہا۔ "کوئی ضرورت ہو تو خادم کو ضرور یاد کیجئے گا"۔

اباجان نے اب سگریٹ [illegible] محسوس کیا کہ جس طرح جلال کے بولنے میں [illegible] تھیں اسی طرح [illegible] اباجان کی مسکراہٹ میں بھی [illegible] تھیں۔ [illegible] جلال کی انکساری اور [illegible] میں بھی آگئی تھی۔ [illegible] یہ حالات کا ہی تقاضہ تھا [illegible] انھوں نے [illegible] کے بعد کہا ضرور ضرور۔

اس کے بعد جب میں یونیورسٹی کے آخری [illegible] میں تھا تو جلال ایک بار پھر آیا۔ اس دن دیکھ کر میں سوچ رہا کہ جب وہ پچھلی بار آیا تھا تو بھی [illegible] تھا جواب اس کے گرم کوٹ اور [illegible] صاف ستھرے اور اچھی طرح پریس کیے ہوئے کپڑوں اور اس کی شکل بشاہت سے پھوٹی پڑتی تھی۔

اس بار وہ تھوڑے سے اصرار پر ہمارے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

اباجان وغیرہ تو آج بھی اسے تم ہی سے مخاطب کر رہے تھے۔ لیکن ہم لوگ اسے آپ کہہ رہے تھے۔ یوں کہ اب ہم ماضی کے قصے تیزی سے تہہ کرتے جا رہے تھے۔ اب ان ابواب کو کھولنے کا ہمیں بہت [illegible] موقع ملتا تھا۔

جلال نے بتایا کہ بلال نے بی اے کر لیا ہے اور اب وہ اسے کسی کام میں لگانا چاہتا ہے۔

وہ گھنٹے دو گھنٹے بیٹھ کر جانے لگا تو اس نے اباجان سے کہا۔ "بڑے صاحب اگر بھیا کا یہاں کوئی سلسلہ نہ ہو سکے تو آپ انھیں کلکتہ بھیج دیجئے۔"

اباجان نے آج بھی اسے وہی مختصر سا جواب دیا جو آج سے کئی سال پہلے دے چکے تھے "ضرور ضرور"

لیکن جب وہ چلا گیا تو انھوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"چھوٹے آدمیوں کے یہی طور طریقے ہوتے ہیں۔ تمہیں بھی اپنے کارخانے میں منشی بنانا چاہتا ہے۔"

تب ایک دن راہ میں جلال کے سسر سے ملاقات ہوئی تو اس نے جلال کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ اس عورت سے اسے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بلال کی ماں کو ماہ بہ ماہ اتنی رقم بھیج دیتا ہے کہ اس کی مزے میں گذر بسر ہو جاتی ہے۔ بلال کو بھی کسی بزنس میں لگانا چاہتا ہے۔

پھر کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ کلکتہ کے مضافات میں بلال اور اس کے چھوٹے بھائی نے موٹر پارٹس کی دوکان کھولی ہے۔

کئی سال اور بیت گئے۔ میں اپنے دفتری روز و شب میں الجھا ہوا تھا۔ اباجان مستقل گھر ہی پر رہنے لگے تھے کہ اچانک ایک دن جلال پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہ اتوار کا دن تھا اور ہم سب ہی لوگ گھر پر موجود تھے۔

اب وہ مزے میں ہمارے ساتھ صوفے پر بیٹھتا اور یوں لگتا کہ وہ ہمارے حالات کا صحیح ادراک حاصل کرنے کے بعد اب ہمارے سامنے کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کرتا البتہ آج بھی جب اباجان اس کے سامنے آجاتے اور وہ سگریٹ پیتا ہوتا تو چپکے سے سگریٹ کو ایش ٹرے میں ڈال کر مسل دیتا۔

اس نے بتایا کہ بڑے لڑکے کے لیے اس نے یہاں موٹر پارٹس مارکیٹ میں ایک دوکان لی ہے کل اس کا افتتاح ہے۔ اسی خوشی میں آج شام اس نے اپنے گھر پر [illegible] بلاوا [illegible] جب میں نے اس سے پوچھا [illegible] دوکان [illegible] کتنی [illegible]

[illegible] سے عادت کی انگلی اٹھا دی۔

میں نے کہا "ایک لاکھ"

[illegible] انگلیوں کے اشارے سے ہاں کہا۔

وہ جانے لگا تو اس نے اباجان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"بڑے صاحب چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔ مگر آپ ہمارے [illegible] ہماری عزت بڑھے گی۔"

انھوں نے پھر اسی انداز میں کہا۔ "ضرور ضرور۔"

لیکن شام ہوئی تو اباجان نے کہا۔ "بیٹے آج کی سب سے بڑی قدر [illegible] تم لوگ چلے جاؤ میں کہاں جاؤں گا۔"

جلال کا سسرالی مکان بڑا اداس دکھائی دیا۔ معلوم ہوا کہ آس پاس کے کئی چھوٹے مکانات خرید کر اس نے اس مکان کی تو سیع کرائی ہے۔

مکان مرکری ٹیوب اور ننھے بلبوں کی روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

اس نے بلال سے ملایا۔ ہماری اترن پہننے والا اور پاؤں میں کھڑاؤں کھٹکھٹانے والا میلا کچیلا بلال آج خوبصورت سا سفاری سوٹ زیب تن کیے تھا۔

تب ایک دن میں بس اسٹینڈ پر کھڑا بس کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک نئی جیپ وہاں پر آ لگی۔ جیپ سے بلال نے سر نکال کر کہا۔ "دفتر جا رہے ہیں تو آجایئے میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا نہیں آپ جائیے میں چلا جاؤں گا۔

لیکن اس کے بے حد اصرار پر بالآخر مجھے جیپ پر بیٹھنا ہی پڑا۔

وہ اپنے کسی کاروباری دوست سے باتیں کر رہا تھا اور میں اس کے پورٹ فولیو میں گم تھا جس پر سید بلال احمد کا لیبل چسپاں تھا۔

اچانک اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا "کپتا جی ان سے ملیے یہ میرے دوست یوسف صاحب ہیں۔ ان سے ہمارے خاندانی مراسم ہیں۔ ان کے والد بھی میرے والد کے دوست ہیں۔"

میں نے فی الفور ماضی کے سارے اوراق کو جلا کر خاک کر دیا اور گپتا جی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں ان کے والد میرے والد کے گہرے دوستوں میں ہیں۔"

(پٹنہ سے نشر)

کھڑکی

وہ کھڑکی طویل عرصہ کے بعد کھلی تھی۔

نہ جانے آشا کیوں چاہتی تھی کہ وہ کھڑکی کھل جائے کمرے میں آتے ہی اس کی نگاہیں کھڑکی کی طرف اٹھ جاتیں، کبھی وہ بند کھڑکی ہنسنے لگتی اور کبھی رو دیتی، کبھی اس کے کواڑ آہستہ آہستہ بجنے لگتے، وہ یہ سب کس سے کہتی۔

اور ایک طویل مدت کے بعد وہ کھڑکی کھل گئی تھی پرانی طرز کے چھوٹے سے کمرے میں دن کا اجالا بھر گیا تھا۔ سامنے دیوار پر گلاب کے پھول والا کیلنڈر لٹک رہا تھا۔ کونے والی میز پر ٹرانسسٹر رکھا تھا۔ گلدستہ میں سورج مکھی کے پھول سجے تھے۔

ماں چائے لے آئی۔ آشا کی چوٹی کس کر گوندھتے ہوئے اس نے بتایا کہ چاچی جیتاں کے مکان میں اس کا بھانجہ آکر ٹھہرا تھا۔ ماں کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔ جیسے کوئی اس کے مکان میں زبردستی گھس آیا ہو۔ جب وہ جانے لگی تو ماں نے میز سے عینک اٹھا کر دی۔ آشا نے عینک ناک کے بانسے پر ٹکاتے ہوئے سوچا۔ ماں کبھی کچھ نہیں کہتی۔ کتنا خیال رکھتی ہے اس کا۔

"آج تنخواہ ملے گی نا" ماں کو یاد تھا "آتے ہوئے گڈو کی نیکر کا کپڑا لیتی آنا۔ میں گھر پر سی دوں گی"

جب چاچی جیتاں اسے گلی کے موڑ پر ملی تو وہ سورج مکھی کے پھولوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ چاچی کے بھانجے کو پھول پسند ہیں۔ چاچی نے اسے روک کر باتوں باتوں میں بتا ہی دیا تھا کہ اس کا بھانجہ بینک کی نوکری کے سلسلے میں امتحان دینے آیا تھا اور یہ کہ وہ بہت شرمیلا، نیک اور محنتی نوجوان تھا اس نے ایک فلمی پوسٹر دیکھتے ہوئے سوچا تھا کہ اسے ان باتوں سے کیا مطلب اور تب اسے احساس ہوا تھا کہ اس پوسٹر میں ننگا پن تھا اور کہ چاچی کی تیز اور تجربہ کار نگاہیں اسے پڑھ رہی تھیں۔

اسکول سے لوٹ کر وہ ہمیشہ کی طرح اپنے کمرے میں جا بیٹھی۔ پڑھانا کون سا آسان کام تھا۔ ایک دم اسے خیال آیا کہ اس نے ابھی کھڑکی بند نہیں کی۔ لیکن وہ پڑی رہی، جیسے اٹھنے کی سکت نہ رہ گئی ہو۔ ماں آگئی۔ سامنے کھڑکی دیکھ کر ماں نے کہا "یہ کھڑکی بند کر دوں" "ہوا آنے دو"۔ ماں نے دیکھا۔

شروون کمار شرما

ڈھلتے سورج کی دھوپ کمرے میں آرہی تھی۔ اُس نے آشا کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں موندے بستر پر پڑی تھی۔

"ٹیوشن پر نہیں جانا آج؟"

"ماں، سانس تو لینے دیا کرو۔ ابھی وقت ہے۔"

"ہاتھ منہ دھولے۔ میں چائے لے آؤں۔"

وہی اکستاروں سے ٹوٹی پیالی، وہی بدرنگ پلیٹ اور ایک بسکٹ، چائے پیتے ہوئے اس نے سامنے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ وہی گلاب کا کاغذی پھول۔ وہی سورج مکھی کے پیلے پھول، جو اب مرجھانے لگے تھے، اسے سامنے والا وہ کمرہ رنگوں اور خوشبوؤں سے مہکتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر کسی کے ہولے ہولے گانے کی آواز آنے لگی۔ لیکن نظر کوئی نہیں آرہا تھا۔ چائے پی کر وہ پھر لیٹ گئی۔ نہ جانے کیوں آج اُس کا کمرے سے نکلنے کو من نہیں چاہ رہا تھا۔

ماں نے دوبارہ آکر اسے ٹیوشن کا یاد دلایا اور مشکوک نگاہوں سے سامنے والی کھڑکی کو دیکھا۔ آشا کو یہ اچھا نہیں لگا۔

جب وہ ٹیوشن سے لوٹی تو کھڑکی پر پُرانا سا پردہ جھول رہا تھا۔ اُسے لگا ماں نے اُسے گندی گالی دی ہو۔ اُس کے جی میں آیا پردہ پھاڑ کر ماں کے منہ پر دے مارے اور کہے کہ اُسے اپنی بیٹی کو اس طرح گالی دیتے شرم آنی چاہیے۔ لیکن وہ ماں کی چڑچڑی طبیعت سے واقف تھی، بابوجی کے بعد ماں بات بات پر رونے بیٹھ جاتی تھی۔

اگلے دن چاچی جیتاں نے ہولے سے اُسے جتا دیا کہ کھڑکی پر پردہ ڈالنے میں کوئی تُک نہیں تھی۔ اُس نے بہانا بنا دیا کہ شام کو دھوپ آتی ہے۔

جب چاچی نے مسکرا کر کہا "پہلے نہیں آتی تھی" تو وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ صرف ماں پر غصہ آکر رہ گیا۔ ماں نے نریش کو بھی گالی دے ڈالی تھی۔

باریک پردے سے بہت کچھ نظر آجاتا تھا۔ کمرے میں بیٹھا نریش، کام میں مصروف نریش، گلدان میں پھول سجاتا نریش، اسے پھول پسند تھے۔ موسیقی سے لگاؤ تھا۔ وہ پردے کی آڑ سے اُس کی چوڑی پیٹھ دیکھتی تو اُسے عجیب سا احساس ہوتا۔ مضبوط کندھوں پر بوجھ ڈالا جا سکتا ہے۔ اونچا قد کتنی آندھیوں کو روک سکتا ہے۔ اور وہ اپنے بھٹکتے خیالات سے ڈر جاتی اور ماں کے پاس جا بیٹھتی۔ ماں کو نہ جانے کیا ہوگیا تھا کہ اس کے چہرے، اُس کی آنکھوں میں کچھ ڈھونڈتی رہتی۔

اگر کبھی وہ باریک سا پردہ ہوا کے زور سے ادھر اُدھر ہوجاتا تو ماں اُسے دوبارہ پھیلا دیتی۔ ماں دن میں کئی بار اس کے کمرے میں آنے لگی تھی۔ جیسے آشا کے اچانک غائب ہوجانے کا ڈر پیدا ہوگیا تھا۔ اُس کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھتی پھر تھکی سی بیٹھ جاتی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ماں؟"

"بے چینی سی رہنے لگی ہے۔"

"ڈاکٹر کو دکھا دو۔"

"دو چار روپے کی دوائی دیدے گا بس۔ تیرے بابوجی کے بعد کبھی کبھی ایسا ہوجاتا ہے۔"

ماں بابوجی کی موت کا ذکر بیچ میں لے آتی اور آشا خاموش ہوجاتی، پردہ پھر ہوا سے اُلٹ کر کواڑ پر جا اٹکا تھا۔ نریش کرسی پر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ آشا اسکول کے لیے تیار ہورہی تھی۔ اس نے پردہ گرانا ضروری نہیں سمجھا۔ بال ڈھیلے باندھے۔ عینک اٹھائی اور رکھ دی۔ بنا نمبر کی عینک اس نے اُستانی نظر آنے کے لیے لگا رکھی تھی۔ طالب علموں پر رعب رہتا ہے۔ آئینہ میں اپنی صورت دیکھی تو لگا، وہ تو اپنے اندر کہیں چھپی ہوئی تھی۔

ماں نے دیکھا تو جیسے آنکھوں پر اعتبار نہ آیا۔ چہرے پر تشویش کا رنگ گہرا ہوگیا۔ کھانے کا ڈبہ دیتے ہوئے بس اتنا کہا۔

"اسکول سے سیدھی گھر آنا بیٹی۔"

آشا چلی گئی۔ چاہتی تو ماں کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کردیتی۔ لیکن وہ اندر ہی اندر روتی اسکول چلی گئی۔ اسکول سے وہ یونہی شیلا کے ساتھ اُس کے گھر چلی گئی۔ جب وہ گلی میں داخل ہوئی تو ماں کھڑکی میں کھڑی تھی۔ اُسے دیکھ کر جیسے جان میں جان آئی۔

"کہاں رہ گئی تھی؟" ماں نے پوچھا

"اسکول میں میٹنگ تھی۔" اُس نے جھوٹ بول دیا

"میں چائے لاتی ہوں تو ٹیوشن کے لیے تیار ہوجا۔"

ماں آشا میں ہونے والی تبدیلی دیکھ رہی تھی ایک شام اسکول سے لوٹ کر جب آشا نے منّی کی فراک اور گڈو کی نیکر کا کپڑا ماں کو دیا تو اُس کے ہاتھ میں ایک اور پیکٹ دیکھ کر ماں نے پوچھا:

"یہ کیا ہے؟"

آشا کو ماں کا سوال ناگوار گزرا تھا۔ وہ جان توڑ کر محنت کررہی تھی۔ اپنے لیے خرچ کرنا کیا جرم ہوگیا ہے۔

"ساڑی ہے"

اگلے دن جب وہ ڈھیلا سا جوڑا باندھے آنکھوں میں کاجل ڈالے، ساڑی پہنے اسکول کے لیے تیار ہوئی تو ماں کے ہاتھ میں پکڑی چائے کی پیالی کپکپا گئی۔ اپنی بیٹی کا روپ دیکھ کر وہ گھبرا سی گئی۔ اُسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی بیٹی اتنی خوبصورت اور جوان ہوگئی ہے۔

"تو اسکول جارہی ہے" ماں نے فکرمندی سے پوچھا

"ہاں۔ سالانہ پارٹی ہے۔"

ماں نے سوچا کئی سال سے آشا اسکول میں پڑھا رہی تھی۔ پارٹی اب ہوئی تھی۔ وہ گلی کے موڑ تک اُسے دیکھتی رہی۔

سڑک پر چاچی جیتاں نے اسے روک کر بیچ بازار اس کی پیشانی چوم لی۔ اُسے اس طرح دیکھا جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

"اری آشا تو اب تک کہاں تھی" اُس نے آشا کا ہاتھ تھام لیا۔

"موئے ان کھدر کے موٹے کپڑوں نے تیری صورت ہی بگاڑ دی تھی۔ تجھے میری قسم ہے جو پھر کبھی وہ کمبوقنات پہنے۔ تو تو اپنے آپ کو مارے دے رہی تھی۔ اور لڑکیاں کیا پڑھاتی نہیں۔ اسکول میں شیلا، ساوتری وغیرہ نے اُس کے حساب میں برفی منگوائی۔ وہ مسکراتی رہی۔ واپسی پر نریش بازار میں دکھائی دے گیا۔ نہ جانے کیوں آشا نے سوچ لیا کہ وہ اسے روک کر بات کرے گا۔ وہ نہیں چاہتی کہ بازار میں کوئی اسے دیکھے۔ وہ جھٹ سے ایک قریبی جنرل اسٹور میں داخل ہوگئی۔ نریش دوکان کے سامنے سے گذر گیا۔ اندر نہیں آیا۔ ہلکے گلابی رنگ کی وہ لپ اسٹک جو آشا نے پسند کی تھی چھوڑ کر دوکان سے نکل آئی۔ راستہ بھر وہ پریشان سی رہی مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ اور بھی پریشان ہوگئی بار بار اس کے جی میں آرہا تھا کہ ہر چیز اُٹھا کر پھینک دے۔ اپنی کھڑکی بند کردے اور پھر کبھی نہ کھولے۔ ماں دبے پاؤں اُس کے کمرے میں آگئی۔ آشا کو بلاؤز اور پیٹی کوٹ میں دیکھ کر جیسے بے بس ہوگئی۔

"کپڑے بدل لو بیٹی"

آشا نے بنا کچھ کہے کپڑے بدل لیے۔

"جیتاں کا بھانجہ امتحان دینے آیا ہے یا گانا سُننے"

ماں نے ناراضگی سے کہا۔

"سارا دن ریڈیو بجاتا رہتا ہے۔ میں جیتاں سے بات کروں گی۔"

"کوئی اپنے گھر میں کچھ کرے ہم کون کہتے ہیں کسی کو روکنے والے، چاچی سے کہہ کر بُری بنوگی اُلٹی۔" آشا نے کہا

ماں کھڑکی تک گئی۔ پردہ ذرا سا ہٹا کر سامنے دیکھا کھڑکی کھلی تھی۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ مطمئن سی چلی گئی۔ آشا تکیے میں منہ دے کر رو دی۔

دوسرے دن کھڑکی بند رہی۔ آشا کو ڈر تھا ماں نے چاچی سے ضرور کوئی اُلٹی سیدھی بات کہی تھی۔ محلے والے کیا سوچیں گے اُن کے بارے میں: محلے کا ہر شخص نریش کی شرافت اور نیکی کی تعریف کرنے لگا تھا۔ وہ نہ تو کسی سے فالتو بات کرتا تھا اور نہ نظر اُٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھتا تھا۔ صبح و شام میز دن

کو پڑھائی، وہ بھی جان سے اپنا مستقبل بنانے میں جُٹ گیا تھا۔

چاچی آئی کی ججکی پر ملی تو اس نے بتایا کہ نریش کی ماں کا خط آیا تھا وہ دو چار دن کے لیے گھر گیا ہے۔ آشا اب اسکول سے آتی تو ماں کے پاس بیٹھ رہتی۔ بہن بھائی سے باتیں کرتی اُن کے اسکولوں اور پڑھائی کے بارے میں تب پوچھتی ماں خوش تھی۔ بیٹے جیسی بڑی بیٹی کو گھر بھولا نہیں تھا۔

دوبارہ جب وہ کھڑکی کھلی تو گلدان میں پھر پھول مہکنے لگے۔ فلمی گیت گونجنے لگے۔ آشا نے امارت کے کپڑے، موٹا دوپٹہ، عینک سب کچھ سنبھال کر رکھ دیا تھا۔ ماں پھر وسوسوں میں ڈوب گئی تھی۔

آئینے کے سامنے کھڑے جب اُسے اپنے کمرے میں ہلکے اندھیرے اور گرمی کا احساس ہوا تھا تو آشا نے پردہ ہٹا دیا نریش کھڑکی میں کھڑا تھا اُس نے آشا کی طرف دیکھا آشا گلی میں دیکھنے کے بہانے کھڑکی میں چند پل رُکی رہی۔ نریش بھی کھڑا رہا۔ پھر وہ ہٹ آئی۔ اُس نے وہی گلاب کے پھولوں والی ساڑی پہنی، جوڑا کیا، سینڈل پہنے اور نگاہوں سے سامنے کھڑکی کی طرف دیکھا۔ نریش بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ ٹرانسسٹر پر گیت گونج رہے تھے۔ گلدان میں تازہ پھول جھول رہے تھے۔

ماں دبے پاؤں آگئی۔ پردہ ہٹا دیکھا تو سیدھی کھڑکی تک گئی۔ پردہ گرایا اور آشا کے پاس آکھڑی ہوئی

"یہ اونچی ایڑھی کے سینڈل پہن کر تو چل لے گی؟"

"کیوں، سب پہنتی ہیں"

"انھیں پہن کر چلتی ہوئی لڑکی لگتا ہے رستے پر چل رہی ہو"

"مجھے نہیں لگتا ہے" اُس نے اپنے لہجے کی تلخی اور کرختگی محسوس کی اور ماں کی طرف دیکھا۔ ماں کے چہرے پر خوف اور حیرت کا رنگ تھا۔ سڑک پر چلتے ہوئے اسے واقعی رستے پر چلنے کا احساس ہوا۔ کچھ لوگوں نے اسے پلٹ کر دیکھا۔ یہ نگاہیں اُسے اس کے ہونے کا احساس دلاتی رہیں۔ وہ ٹیوشن پڑھا کر لوٹ آئی۔ نریش کمرے میں نہیں تھا۔

اگلی صبح جب وہ اسکول کے لیے تیار ہوئی تو وہ کھڑکی بند تھی۔ چاچی اُس کی ماں کو بتا رہی تھی کہ نریش امتحان سے فارغ ہو کر گھر چلا گیا ہے۔ ماں اُس کے کمرے میں آئی تو خوش تھی۔ اس کے چہرہ پر اب وہ تشویش اور فکرمندی نہیں تھی۔

آشا نے کھدر کی قمیص، شلوار اور موٹا دوپٹہ پہن لیا تھا۔

"ماں ذرا بال تو گوندھنا"

ماں نے کس کر بال گوندھے۔ اُس کے ہاتھ میں گھر کے سودے سُلف کی فہرست دی اور اطمینان کی سانس لے کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ جب وہ کتابیں اُٹھا کر جانے لگی تو ماں کو دیکھ کر جیسے کچھ یاد آگیا۔ اُس نے الماری سے عینک نکالی شیشے صاف کیے۔ ناک کے بانسے پر ٹکائی اور سیڑھیاں اُتر گئی۔

(جالندھر سے نشر)

غرور

ظہیر کیفی امروہوی

انسان کے ذہن وضمیر میں غرور کا پیدا ہونا ایک فطری امر ضرور ہے لیکن یہ ایسا قابلِ مذمت جذبہ ہے جس کی تنقید خود فرد کو اپنے آپ کرتے رہنا چاہیے تاکہ اس کی روح کی تطہیر ہوتی رہے اور وہ اس قابلِ مذمت جذبہ کی قید میں خود کو اسیر نہ رکھ سکے۔ غرور اسی وقت انسانی ذہن میں پیدا ہوتا ہے جب وہ احساس کمتری کے جنگل سے نکل کر ایسی خوش فہمی میں خود کو پھنسا لیتا ہے۔ کم ظرف مزاج افراد غرور کا اکثر شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ غرور ایک ایسا دشمن ہے بظاہر اسے سربلندی اور سرفرازی کا جھانسا دیتا ہے لیکن بہ باطن آدمی کو قعر مذلت میں ہمیشہ کے لیے دھکیل دیتا ہے۔ جس کی گرفت سے نکلنا شعلہ پر درجنہ رکھنے والے انسان کے مقدور سے باہر کی بات ہے۔ غرور آدمی میں کیونکر پیدا ہوتا ہے اس پر اگر ذرا بھی غور کر لیا جائے تو اس کے پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا لیکن انسان دولت اور طاقت کے نشے میں اس قدر سرشار ہوتا ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کو سن ہی نہیں پاتا جبکہ انسانی ضمیر ہر لمحہ اسے اس بد فعل جذبہ سے باز رکھنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔

دولت ہو یا طاقت، یہ پائیدار خصوصیت اور حالت ہرگز نہیں ہے۔ دولت آنی جانی شے ہے اس کی خاطر بڑے بڑے جائز و ناجائز حربے اختیار کر کے آدمی خود کو بڑا متصور کرتا ہے تو دوسری جانب حصولِ دولت کے غلط طریقوں کی بدولت ذلیل و خوار اور متکبر بھی بن جاتا ہے اسی لیے دانش وروں نے اسی قدر دولت کو بہتر اور بقدر ضرورت جانا ہے جو انسان کی بنیادی ضرورتوں کے لیے کافی ہو۔ یہ ظرف جب بھی لبالب بھر جاتا ہے تو اس کے اندر سے ہی غرور و تکبر کے خبیث عناصر انسانی اوصاف کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں اور وہ محض خود غرضی، کمینگی، سفلہ پروری، بے رحمی اور غیر انسانی فطرت کا مجسمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ ایک شاعر نے غرور و تکبر کے تعلق سے کیا خوب تنبیہ اور عبرت پیش کی ہے۔

کل پاؤں تلے ایک کاسۂ سر جو آگیا   یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر   میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

انسان کے اندر جب یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ ہے ہمیشہ رہے گا، تب ہی غرور و تکبر کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے بعض مفکرین نے غرور و تکبر کو ایک ایسا قاتل زہر بتایا ہے جو بے جا دولت اور ناجائز دولت کے نتیجے میں انسان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے اور دوسروں سے کہیں زیادہ خود اسی شخص کے وجود کو اندر ہی اندر گلا ڈالتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب غرور کی مذمت کرتے ہیں لیکن مذہب اسلام نے غرور و تکبر کی لعنت کو انسان کے لیے ایک ایسا گناہ کبیرہ قرار دیا ہے جو اس کی تمام نیکیوں کے باوصف اسے دنیاوی اور دینوی عقوبت سے نہیں بچا سکتا، تاوقتیکہ متکبر شخص غرور کو بیخ ذہن سے نہ اکھاڑ پھینکے۔ بلاشبہ غرور ایک ایسا جذبہ ہے جو دوسروں کی بجائے خود انسان کی اپنی ذات کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور یہ ایک ایسا بدنما داغ بن کر دہکتا رہتا ہے جس کی آگ میں خود متکبر شخص ہمیشہ کے لیے جلتا رہتا ہے اور مصیبت کی کوٹھری میں تنہا ہی قید رہتا ہے۔

غرضیکہ غرور کسی بھی حالت میں نہ تو انسان کے لیے مناسب فعل ہے اور نہ مقبول جذبہ ہے، اس سے ناطہ جوڑنے والے انسان نہیں شیطان بن جاتے ہیں، کیونکہ وہ مکمل طور پر کمینگی اور ظلم و تعدی کا نمونہ بن جاتے ہیں اور دین و دنیاوی عزت و وقار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ جس طرح مفلسی ایمان کو نگل جاتی ہے —— تو اسی طرح غرور بھی انسان کی پوری شخصیت کو بھسم کر کے راکھ کر دیتا ہے۔ مفلسی کے جنگل سے نکلنا آسان امر ہے لیکن تکبر و غرور کی گرفت سے نکلنا اسی قدر دشوار بھی ہے کیونکہ انسان کو اپنی اس برائی کے نتیجے میں کئی محاذوں پر خود کو شجاع اور مصلح ثابت کرنا پڑتا ہے اپنی ذات کے باطن سے ان تمام جرائم و جذبوں کو قطعی طور پہ مارنا پڑتا ہے جو غرور کو فروغ دیتے ہیں لیکن برائیوں کو جنم بھی دیتے ہیں۔ سماجی طور پر اپنا وقار بحال کرنے کے لیے اسے نئے سرے سے جد و جہد کرنا ہوتی ہے، اپنے ذہن وضمیر کی تمام آلائشوں کی تطہیر کیے بغیر غرور کا خاتمہ کرنا ممکن نہیں ہو سکتا ہے اس لیے مغرور انسان کو بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اپنے طرز عمل سے ہر ہر قدم سے یہ سچے قلب سے ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ کچھ نہیں ہے۔ وہ بھی عام انسان ہے اور جو کچھ بھی اسے دولت، طاقت، ثروت و سطوت، جاہ و حشم اسے میسر ہے وہ اکتسابی نہیں ہے بلکہ خدا نے بلند و برتر کا عطیہ ہے جو اس نے اسے اس لیے ودیعت کیا ہے کہ وہ انسانوں کے قلوب کی تالیف کرے، ان کی دلجوئی اور دل دہی کرے، جب ہی تو دل بدست آور کہ حج اکبر است، کا نمونہ بن سکتا ہے۔

بے شک وہ تمام مرد و زن تب ہی اعلیٰ انسان کہلانے جانے کے مستحق ہوتے ہیں جو غرور و تکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ جن کا ہر قول و فعل اور عمل انسانی بھلائی اور دل داری کا آئینہ ہو جاتا ہے۔ یہی انسان کی عظمت و رفعت کا ذریعہ بھی ہے اور نجات کا شفاف اور سیدھا راستہ بھی ہے، اسی کے تمام عظیم اور قدیم بزرگوں نے قربانیاں دی ہیں اور وہ تاریخ کے صفحات پر ہی نہیں نسلوں سے انسانی ذہنوں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ مغرور و متکبر نہیں تھے بلکہ دوسروں کے لیے باعث رحمت تھے —— !!

نویں ایشیائی کھیلوں کا علامتی نشان آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔ مصور نے یہ نشان "جنتر منتر" کی ایک دھوپ گھڑی کے ڈیزائن سے متاثر ہوکر بنایا ہے "جنتر منتر" ایک رصدگاہ ہے جو نئی دہلی کے پارلیمنٹ اسٹریٹ کے اس سرے پر واقع ہے جو کناٹ پیلس کے قریب ہے۔ اسے جے پور کے مہاراجہ سوائی جے سنگھ دوم نے بنوایا تھا جنھیں علم فلکیات سے گہری دلچسپی تھی اور انھوں نے دہلی، اجین، وارانسی، جے پور اور متھرا میں فلکیاتی رصدگاہیں تعمیر کرائیں۔ دہلی کی رصدگاہ "جنتر منتر" ان میں سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ یہ کب تعمیر ہوئی اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بقول پنڈت گوکل چند، یہ سنہ ۱۷۱۰ء میں تعمیر ہوئی، جب کہ سر سید احمد خاں کے مطابق اس کی تعمیر سنہ ۱۷۲۵ء میں ہوئی۔ دیگر شواہد کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تعمیر سنہ ۱۷۲۴ء میں ہوئی۔

اس "جنتر منتر" میں پتھر کی بنی ہوئی چھ دھوپ گھڑیاں ہیں اور ان کا سائز چند میٹر سے لے کر تقریباً ۲۱ میٹر کی بلندی تک کا ہے۔ نویں ایشیائی کھیلوں کا علامتی نشان جس دھوپ گھڑی کو ذہن میں رکھ کر بنایا گیا ہے اس کا نام "مشرا ینتر" ہے "مشرا ینتر" چار آلات یا دھوپ گھڑیوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ایک کا نام نیت چکر ینتر ([illegible]) اس گولے یا دائرے کے دونوں اطراف میں دو نصف دائرے ہیں جن سے ستاروں کے عروج کا پتہ چلتا ہے۔ "مشرا ینتر" کے جنوب مغرب میں جو دو ستون واقع ہیں ان سے سال کے سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے دن کا پتہ چلتا ہے۔ جنتر منتر کی سب سے بڑی دھوپ گھڑی کا نام "سمراٹ ینتر" ہے۔ باقی دھوپ گھڑیوں کے نام "جے پرکاش" اور "رام ینتر" ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "جنتر منتر" ہی کو نویں ایشیائی کھیلوں کے علامتی نشان کے پس منظر کے طور پر کیوں منتخب کیا گیا۔

اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اولمپکس دولت مشترکہ اور ایشیائی کھیلوں کے نشان جب بھی بنے ہیں ان میں اس شہر کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے جہاں ان کھیلوں کا انعقاد ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ "جنتر منتر" کا فن تعمیر خالص بھارتیہ ہے۔ ویسے تو دہلی نام ہی تاریخی عمارتوں کا ہے اور یہاں کے چپے چپے پر قدیم تاریخی عمارتوں کے آثار بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ عمارتیں بھارتی اور دیگر فن تعمیر کا امتزاج ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ عمارت دہلی شہر کے بیچوں بیچ واقع ہے اور یہ علم کی چاہ اور تکمیل کی علامت بھی ہے۔

اگر ہم "جنتر منتر" کی اس دھوپ گھڑی "مشرا ینتر" کا بغور مطالعہ کریں جو اس علامتی نشان کی روح ہے تو ہمیں اس کی کڑیاں کھیلوں سے بھی ملتی نظر آئیں گی۔ آپ کہیں گے بھلا کیسے؟ اس علامتی نشان کی تصویر کو غور سے دیکھئے.... کیا اس کی شکل کسی اسٹیڈیم کے خاکے سے نہیں ملتی ---!

اس علامتی نشان کی دو صفات اور بھی ہیں۔ ایک تو اس کی شبیہ پیپل کے پتے سے کافی ملتی ہے جو بھارت میں متبرک سمجھا جاتا ہے اور دوسرے اس کو دیکھ کر لگتا ہے جیسے کوئی چہرے پر مسکراہٹ لیے دونوں ہاتھ سینے کے سامنے ٹھوڑی تک لا کر انکساری کے ساتھ نمسکار کر رہا ہو۔ مہمان کے سواگت یا استقبال کا یہ روایتی انداز ہے۔

تصویر کی زبان میں اس علامتی نشان میں 'جنتر منتر' کی دھوپ گھڑی "مشرا ینتر" کو موٹے خطوط کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے۔ اس کے درمیان میں ایک ستون ہے جو دراصل دھوپ گھڑی کی بلندی تک پہنچنے کی سیڑھیاں ہیں اور اس کی پیشانی پر روشن ہے سورج، جو ایشیائی کھیلوں کا علامتی نشان ہے اس ستون کے اوپری اور نچلے سروں کو چھوتے ہوئے دو نصف قطر ہیں جو اسے اسٹیڈیم یا نمسکار کی شبیہ عطا کرتے ہیں۔ یہ علامتی نشان ایک مصور کے لیے خطوط کے اتحاد کا نمونہ ہے ---!

نیشنل پروگرام

مدورائی۔ ایس۔ سوما سندرم کا گائن

۴ ستمبر رات ساڑھے نو بجے

مدورائی ایس سوما سندرم کا شمار ملک کے صف اول کے فنکاروں میں ہوتا ہے۔ آپ شیریں اور خوشگوار آواز کے مالک ہونے کے علاوہ اپنا ایک انفرادی انداز رکھتے ہیں۔ راگ اور لے کی بہترین جانکاری ان کا غیر معمولی وصف ہے جو ان کی فنی کامیابی میں ایک بڑا کردار ادا کرتا ہے۔

متعدد ایوارڈز اور خطاب یافتہ مدورائی ایس سوما سندرم انا ملائی یونیورسٹی کے شعبہ موسیقی کے سربراہ ہیں۔

منگل شب کی محفل موسیقی

چھنولال مشر کا گائن

۱۴ ستمبر رات دس بجے

چھنولال مشر نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد پنڈت بدری پرساد مشر سے حاصل کی اور بعد میں کرانا گھرانہ کے استاد عبدالغنی خاں جو مظفر پور (بہار) میں تھے، سے گیارہ برس تک علم موسیقی حاصل کیا۔ ان کے فن کو شائقین موسیقی اور ناقدین دونوں سے داد و تحسین حاصل ہوئی۔ بمبئی کی سُرسنگار کی جانب سے انھیں خطابات سے نوازا گیا ہے۔

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۲۰ حسن غزل

اندرنارائن ، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ تقریر

۹-۲۰ جیون درپن

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

وجے کچلو ، رانی کچلو ، خیال بہاگ

فردوس احمد ، سہ وید پر راگ درباری

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا

پرلیش بھاردواج ، ساحر بھوپالی

اور فنا نظامی کا کلام

شانتی ہیرانند ، قدیر لکھنوی اور

حامد لکھنوی کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت

اسد علی خاں ، سرسوتی وینا پر

راگ بلاسکھانی توڑی

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

راجیش کمار بلو ، ٹھمری ، دادرہ

دوپہر

۲-۰۷ گیتانجلی

۲-۲۰ بزم خواتین

(۱) گھر گھر ہوتا اگر بچے زیادہ نہ ہوتے

تقریر از : سعیدہ طاہر صدیقی

(۲) غزل

(۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۲۰ حسن غزل

شانتی ہیرانند ، سراج لکھنوی

اور شکیل کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

ترتیب و پیشکش ، اشرف عابدی

۹-۲۰ منظر پس منظر

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

سوہن سنگھ ، خیال نائیکی

اسد علی خاں ، وینا پر راگ شنکرا

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی ، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

نسیم بانو ، سودا اور درد کا کلام

حسین بخش ، غزلیں

۷-۲۰ ساز سنگیت

پریم جین ، گٹار پر سندھی بھیروی

۹-۲۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۲۰ کہکشاں

۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۲۰ کجری کارے

بڑی موتی بائی ، ٹھمری مشر کھماج

۱۰-۰۰ رنگا رنگ

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

رحیم فہیم الدین ڈاگر ، کیدارہ میں

الاپ اور دھمار

پریم جین ، گٹار پر دھنی اور

پوریا کلیان

پیر ۶ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور شبد

۶-۲۵ شہر صبا

کمل ہنس پال ، غزلیں

ایم ایل نکرہ ، خالد سحر اور

عاشق ٹونکی کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت

عبد الغنی ، سارنگی پر نٹ بھیروی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

کمل سہگل اور کویتا سہگل ، خیال

دوپہر

۲-۰۷ دھنک

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۲۰ حسن غزل

ایم ایل نکرہ ، خالد ٹونکی اور

داغ کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۲۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ داستان ایک شہر کی

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

کمل سہگل ، کویتا سہگل ، خیال

عبد الغنی ، سارنگی پر

راگ بہاگ اور ٹھمری کھماج

منگل ۷ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی ، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

پروین سلطانہ ، شکیل کا کلام

چراغ علی ، مومن کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت

این راجن ، وائلن پر راگ دیسی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

وجینتی بھٹاچاریہ ، خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۰۷ بھگتی گیت

۲-۲۰ نوائے تبسم

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۲۰ حسن غزل

اندرا نلنی سکھ ، عرش ملسیانی اور

فراق گورکھپوری کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ تقریر

۹-۲۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

وجینتی بھٹاچاریہ ، خیال چھایا نٹ

این راجن ، وائلن پر راگ جوگ

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا

دینا ناتھ ، اختر شیرانی اور

عزیز پٹیالوی کا کلام

سدھا ملہوترہ ، سدرشن فاخر ،

مصحفی اور شکیل کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت

جگدیش پرکاش قمر ، شہنائی پر

راگ میاں کی توڑی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

میرا پی ڈیشپانڈے ، خیال دیوگری بلاول

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۲۰ بزم خواتین

(۱) بکھرتی کڑیاں ، تعلیم کی تقریر

(۲) گیت

(۳) دسترخوان

۳-۰۰ فلمی دنیا

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۲۰ حسن غزل

دینا ناتھ ، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ دلی ڈائری

تحریر : رمیش چندر

۹-۲۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی

۱۱-۲۰ بزم موسیقی

میرا پی ڈیشپانڈے ، خیال باگیشری

جگدیش پرساد قمر ، شہنائی پر

راگ یمن

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی ، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

صلاح الدین احمد ، اکبر الہ آبادی ،

اور چکبست کا کلام

دیپا شری موہن ، فیض ،

شوکت پردیسی اور شہاب سرمدی کا کلام

۷-۲۰ ساز سنگیت

عبد الحلیم جعفر خاں ، ستار پر

سندھی بھیروی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

پنڈت منی پرساد ، خیال آسیری توڑی

دوپہر

۲-۰۷ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

صلاح الدین احمد ، غزلیں

۸-۴۵ ڈرامہ

۱۰-۰۰ آئینہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پنڈت منی پرساد : خیال کوشک دھونی

عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر

راگ چندرکونس

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

تلاوت قرآن پاک معہ ترجمہ

نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا

گلوما تھر ، جگر اور حسن نعیم کا کلام

آسا سنگھ مستانہ ، رام کشن مضطر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

زریں دارو والا ، سرود پر راگ شاردا

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۴ سات سوال

۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

گلوما تھر ، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ تقریر

۹-۳۰ افسانہ

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

استاد رجب علی خاں ، خیال باگیشری

زریں دارو والا ، سرود پر جوگ

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور شبد

۶-۲۵ شہر صبا

اوشا سیٹھ ، غزلیں

منور حسین جمالی ، درد اور داغ دہلوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

ضیا محی الدین ڈاگر ، وینا پر راگ توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

کماہ سنگھ ، ٹھمری بھیروی ، دادرا

دوپہر

۲-۰۰ گیت آپکے شعر ہمارے

۲-۳۰ بزم خواتین

(۱) ادب اور خواتین ناول نگاری میں

تقریر از عذرا رضوی

(۲) غزل

(۳) خطوط کے جواب

۳-۰۰ بچہ ستیے

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل

منور حسین جمالی ، امیر مینائی اور مومن کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ منظر پس منظر

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پدماوتی گوکھلے ، خیال کاموو

ضیا محی الدین ڈاگر ، وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی ، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

چندن کمار داس ، ساحر بھوپالی اور امیر قزلباش کا کلام

امینہ برنی ، بیخود دہلوی اور درد کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

برج بھوشن لال کابرہ ، گٹار پر راگ بلاول

۹-۳۲ چلتے چلتے

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ محفل

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ گجرے کا ...

بھیم سین جوشی ، ٹھمری غارا

۱۰-۰۰ دریچہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر ، خیال پٹ نجنی

برج بھوشن لال کابرہ ، گٹار پر راگ یمن

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا

برجو مہاراج : شفق اور شمیم جے پوری کا کلام

سندر پینڈیر ، جگدیش مہتہ درد کا کلام

۷-۳۰ حفیظ اللہ خاں : سارنگی پر ٹوڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

ڈاکٹر سمتی متاکر : خیال

دوپہر

۲-۰۷ میری نظر میں

۲-۳۰ راگ رنگ

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل

سندر پینڈیر ، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ اظہار خیال

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

رام نرائن : سارنگی پر راگ پوریا کلیان

ڈاکٹر سمتی متاکر : خیال

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

ترلوک کپور ، بشیر بدر اور جان نثار اختر کا کلام

شوبھا رانے ، غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت

سمرکنادھر چودھری : وائلن پر بسنت مکھاری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

رشید حسین خاں ، خیال توڑی

دوپہر

۲-۰۷ فلمی قوالیاں

۲-۳۰ نغمہ و تبسم

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

شوبھا رانے ، غزلیں

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ تقریر

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ سائنس سیگرین

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

رشید حسین خاں ، خیال چندرکونس

سمرکنادھر چودھری ، وائلن پر راگ بھوپالی

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت ، قوالی اور شبد

۶-۲۵ شہر صبا

شنکر داس گپتا ، اکبر الہ آبادی اور ساحر لدھیانوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

دیا شنکر اور ساتھی ، شہنائی پر راگ للت

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

شیلا دھر ، خیال بیراگی بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین

(۱) افسانہ از نجمہ شہریار

(۲) گیت

(۳) کام کی باتیں

(باقی ص ۳۶ پر)

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۲۹۴ء۶ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹ء۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۴۶ء۹ میٹر ۱۲۱۵ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۶-۰۰ سے ۸-۰۰ تک ۵۱ء۱۵ میٹر ۵۸۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۲ء۱۹ میٹر ۷۱۱۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱ء۱۵ میٹر ۷۲۳۰ کلو ہرٹز
شام ۴-۵۰ تک ۴۲ء۱۹ میٹر ۷۱۱۰ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۵۱ء۱۵ میٹر ۵۸۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دہلی الف: خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰ شام ۵-۰۰ (صوبائی)
شام ۵-۰۶، ۷-۵۰ (علاقائی) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ (عالمی)
انگریزی: دوپہر ۱۲-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰
اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۵۰ اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ)
پنجابی: دوپہر ۱-۴۰

دہلی ب: ہندی: دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰
دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۴-۰۰، ۶-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰ شام ۷-۳۰ ہندی نیوز لیٹر: صبح ۹-۰۰ بجے

دہلی د: ہندی: شام ۷-۳۰ انگریزی: رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی الف

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۰ وندنا ۶-۳۰ کھیتی کی باتیں
۶-۳۵ رام چرت مانس
۶-۵۰ آپ کی صحت (اتوار، منگل، جمعرات اور جمعہ)
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ آج کے پروگرام اور موسم
۷-۱۰ برج مادھوری (سوائے اتوار)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، ہفتہ)
۷-۳۵ دل درشن (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
۰-۳۰ اردو مجلس (روزانہ)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی (سوائے اتوار)
۱۲-۱۵ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
۲-۰۰ ایک ہی کلاکار (روزانہ)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت (روزانہ)
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار ۳-۳۰)
شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات اور گمشدہ

لوگوں کے لیے پروگرام
۶-۲۰ گرام سنسار (روزانہ)
۰۰ کرشی جگت
۷-۰۲ پروگراموں کا خلاصہ، موسم
۷-۲۵ سامینکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۱۱-۰۰ وادیہ ورند
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی ب

صبح
۷-۰۰ وندے ماترم، منگل دھونی
۷-۰۲ انگریزی میں پروگرام (دوبارہ)
۷-۲۰ گیتکا (سوائے پیر)
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ علاقائی موسیقی
۸-۲۰ اور ۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۳۰ سب رس (اتوار کو یادیں)
۱۰-۰۲ اختتام (اتوار ۱۱-۰۰)
دوپہر
۱-۰۵ اور ۲-۱۰ مغربی موسیقی
۲-۱۰ موسم کا حال (انگریزی میں)
شام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ آج کا پروگرام اور موسم کا حال
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کیلئے پروگرام
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۲۰ ساز سنگیت
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ سُر جھنکار
۹-۱۵ اسپاٹ لائٹ (بعد میں سدھ سنگیت)
۹-۴۵ مغربی موسیقی (اتوار کو ۱۰-۰۰)
۱۱-۰۲ موسم کا حال اور اختتام

دھلی د
یووانی

صبح
۷-۰۰ آج کے پروگرام (ہندی)
۷-۰۵ اردو ۷-۲۰ پھر سنئے
۷-۲۵ وگیان وردھا
۷-۵۰ سگم سنگیت (گائن)
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن)
۸-۳۰ مغربی موسیقی
۹-۰۰ اختتام (اتوار ۱۰-۰۰)
شام
۶-۵۵ آج کا پروگرام
۷-۰۵ محفل
۷-۵۰ پستک پاٹھ (ہندی) (پیر سے جمعرات تک)
۸-۰۵ ان دی گروو (پوپ میوزک)
۸-۵۰ پاٹھ (انگریزی) (منگل سے جمعہ)
۹-۰۰ نرجھر ۱۱-۰۰ اختتام

بدھ یکم ستمبر

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
چت دیو برمن: اسراج
۱۰-۲۵ ورندگان
۱۰-۴۰ اپرنا چکرورتی
۱۱-۰۲ ہری پرساد چورسیہ: وائلن
۱۱-۳۰ استاد امیر خاں: خیال
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کنڑ لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ جھلکی
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
آپ کی فرمائش پر شاستریہ سنگیت

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم: گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
سور منجوشا
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
سرسوتی شیکھر: گائن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
بشیر احمد: غزلیں
۹-۳۰ انگریزی فیچر

جمعرات ۲ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، رات ۹-۰۰
پرکاش این سکینہ: بانسری
۱۰-۴۰ انیما لٹے
۱۱-۰۲ عبدالحلیم جعفر خاں
۱۱-۳۰، رات ۸-۳۰
الاجہومک: گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۴۰ بال کاریہ کرم
رات
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: علاقائی موسیقی
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
وشالم وینکٹا چلم: وینا وادن

دہلی 'ب'

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم: مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵، ۴-۰۲
سور منجوشا
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
وشالم وینکٹا چلم: وینا وادن
شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
سدیش سنہا: گیت، بھجن
۹-۳۰ ورس اینڈ وائس

جمعہ ۳ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، رات ۹-۰۰
مصطفیٰ رضا: وچتر وینا
۱۰-۴۰ دامودر لال کابرہ: سرود
۱۱-۰۲ بھیم سین جوشی: گائن
۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۴۰
گھانسی رام نرمل: جل ترنگ
۱۱-۴۵ ٹھمری دادرا
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

شری ایل ڈی بالاشیام : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بھیم سین جوشی ، گائن
۷-۵۰ سنگم : تامل گیت
۹-۱ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
ایل ڈی بالاشیام ، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
جگدیشور ہنگل : گیت ، بھجن ، غزل
۹-۳۰ اسپورٹس میگزین

ہفتہ ۴ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ این-آر- تابانے ، گائن
۱۰-۳۵ گیان راؤ جوشی ، وائلن
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۴-۵ جواہر لال مٹو ، گائن
۱۱-۳۰ ڈی آر پاروتیکر ، ودانڈ ، وینا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ 'سوویت روس میں' تقریر
۹-۰۰ سیدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی
مدورائے سوماسندرم ، کرناٹک گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سنگھ بندھو ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، کنڑ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
گڑھوالی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا

۳-۳۰ این-آر-شاہانے ، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اورگیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۵ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
نیناد یوی ، ٹھمری ، دادرا
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ اننت لال و ساتھی ، شہنائی
۱۱-۰۱ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۲۵
کرناٹک سنگیت
جی ، ونندھنی ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'نیا نگر' سلسلہ وار ناٹک
تحریر : چرنجیت
۲-۳۰ 'بولیتے پتھر' پراگ جی ڈوسا کے گجراتی ناٹک کا ہندی عکس
از وشنو پربھاکر
۵-۳۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین
ونائیک راؤ پٹوردھن ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
ہری پرساد چورسیہ ، وائلن
۷-۵۰ سنگم : اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا
۳-۳۰ نینا دیوی ، ٹھمری ، دادرا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
صغیر احمد : غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۶ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۹-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰
ترلوچن شرما ، گٹار
۱۰-۴۵ فریدالدین ڈاگر ، گائن
۱۱-۰۲ گوسوامی رادھا کرشن ، ستار
۱۱-۳۰ گنگا پرساد پاٹھک ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت
۱۲-۱۵ 'چند ٹکڑے نوٹ' ناٹک
تحریر ، کرشن بخشی

رات

۸-۰۰ سواستھ رکشا
۸-۱۵ ٹھمری دادرا
۹-۰۰ سیدھ سنگیت
۹-۳۰ گاہن وکاس کے ایام ، سلسلہ تقاریر
(۳) یاتایات اور سنچار
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
وجینتی بھٹاچاریہ ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
گریجا دیوی ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا
۳-۳۰ گنگا پرساد پاٹھک ، خیال

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
دی ، ایچ ، ساگر ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۷ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
نصیر احمد خاں ، گائن
۱۰-۲۵ رمیش پریم ، وچتر وینا
۱۱-۰۲ احمد جان تھرکوا ، طبلہ

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت

رات

۸-۰۰ اڈیوگ منڈل
۸-۱۵ سنئے پرکاشن
۹-۳۰ 'اب کیا ہوگا' ناٹک
تحریر ، آر کے شرما
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
ماکانت سنت ، وائلن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
علی اکبر خاں ، سرود
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا
۳-۳۰ پرتھا جیبوال ، ستار

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
پشپا ہنس ، گیت ، بھجن ، غزل
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۸ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
ظفر احمد خاں ، ستار
۱۰-۳۵ لورتی لواسرنائیک ، گائن
۱۱-۰۲ آر-پی- شاستری ، وائلن
۱۱-۳۰ بشیر احمد ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'نیا نگر' سلسلہ وار ناٹک
تحریر و ہدایت : چرنجیت
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
غلام صادق خاں اور
غلام سراج خاں ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

بشیر احمد خاں، ٹھمری، دادرا

۷-۵۰ سنگم: گجراتی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

بندیل کھنڈی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

سورمنجوشا

۳-۳۰ پی کے وینکٹ لکشمی، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

شمیم آزاد: غزلیں

۹-۳۰ یووا وانی سے (انتخاب)

جمعرات ۹ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۰۲

پنڈت منی رام، گائن

۱۰-۳۵ ایس این گلاٹی، وائلن

۱۱-۳۰ سعید خاں، ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

کونکنی لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۴۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ شوقِ ان کا پریشانی اپنی

مزاحیہ تقاریر کا سلسلہ

(۴) پتنگ بازی

۹-۰۰ سبدھ سنگیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، فیچر

'سبھی کیلئے کپڑا'

تحریر: چمکن پچولی

پیشکش: امرشی پربا

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

سرسوتی بالاسبرامنیم، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

سعید خاں: ستار

۷-۵۰ سنگم: مراٹھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

برج کے لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

سورمنجوشا

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

سرسوتی بالاسبرامنیم، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پریم ناتھو: گیت، غزل

۵-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۱۰ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰

ایرن رائے چودھری، گائن

۱۰-۳۵ سامد خاں: سارنگی

۱۱-۳۰، سہ پہر ۴-۵

امرناتھ: بانسری

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

مراٹھی لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا

'گاندھی جی اور ہندی' تقریر

۸-۱۵ اولوکن

۹-۳۰ کرناٹک سنگیت

سی ایچ راما کرشنن، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

امرناتھ: بانسری

۹-۱۰ لوک مادھوری

راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

سورمنجوشا

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

سی ایچ راما کرشنن، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

منوہن بہاڑی: گیت، بھجن

۹-۳۰ ان پرسپیکٹو

ہفتہ ۱۱ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، رات ۹-۰۰

پرکاش وڈھیرہ: بانسری

۱۰-۳۵ امتیاز علی اور ریاض علی

گائن

۱۱-۰۲، سہ پہر ۴-۵

تیتش پرکاش قمر: شہنائی

۱۱-۳۰ اے کانن: گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سوا ستھو رکھشا

۸-۱۵ 'سنت ونوبا کا جیون درشن'

ہندی تقریر

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی

سنیل بوس: گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی: گائن

۷-۵۰ سنگم: ملیالم گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ڈوگری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

سورمنجوشا

۳-۳۰ پرکاش وڈھیرہ: بانسری

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پرسار گیت

۹-۳۰ اور گیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۱۲ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱، رات ۹-۰۰

جگن ناتھ و ساتھی: شہنائی

۹-۰۰ بال کاریہ کرم

۱۰-۰۰ تیج پال سنگھ اور سریندر سنگھ

گائن

۱۱-۰۲ یووا وانی سے

۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۲۵

کرناٹک سنگیت

سیتا سندر راجن: گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'بچت کا چکر' جھلکی

تحریر: اوشا سیٹھ

۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت

۸-۱۵ ساہتیکی

۹-۳۰ سنگیت پتریکا

۱۰-۰۰ چین

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

۷-۵۰ سنگم: آسامی گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲

سورمنجوشا۔ رس ترنگ

۳-۳۰ جگن ناتھ و ساتھی: شہنائی

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

رزوک کپور: گیت، بھجن، غزلیں

۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۱۳ ستمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۴-۴۰، ۵، رات ۸-۱۵

ایل کے پنڈت: گائن

۱۱-۰۲ بے نظیر بیگم: ٹھمری، دادرا

۱۱-۳۰ سنتوش بنرجی: ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

تیلگو لوک گیت

۱۲-۲۰ 'اب کیا ہوگا' ناٹک

تحریر: آر کے شرما

رات

۸-۰۰ سوا ستھو رکھشا

۹-۰۰ لطیف احمد خاں: طبلہ

۹-۳۰ گرامین وکاس کے ایام، سلسلہ تقاریر

(۴) کھیل کود اور منورنجن

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

شت بن رانی: سرود

اساتذہ کا کلام
مرزا محمد رفیع سودا، شاہ نصیر
اور شیخ محمد ابراہیم ذوق
کا کلام

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۱۰
ایم۔ ڈی۔ شرنگی رشی
وائلن وادن

رات
۰۰ - ۸ ہندی میں بات چیت
۳۰ - ۹ پرادیشک لوک سنگیت کا
نیشنل پروگرام

جمعہ ۳ ستمبر

صبح
۳۰ - ۷ سورویلا
ہندی میں نظم خوانی
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
خطوط کے آئینے میں
خلیل الرحمان اعظمی
بات چیت
کلام شاعر: عزیز بانو داراب وفا

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۱۰
وینا سہسر بدھے: گائن

رات
۳۰ - ۹ گھیرے ہی گھیرے: ڈرامہ
مصنف: رشمی بھارگو
۰۰ - ۱۰ درپن
خاص آدمیوں سے ملاقات

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
خواتین کے لئے
عورت کا تصور مختلف مذہبوں میں
سمپوزیم
ہندو مذہب میں: ڈاکٹر اندو ریکھا
پراشر۔ عیسائی مذہب میں
پی۔ رلوس۔ اسلام میں
بیگم نسیم اقتدار علی
۱۰ - ۹ رئیس خاں: ستار وادن

دوپہر
۱۰ - ۱ راگ رنگ
یوسف علی خاں: ستار وادن

رات
۳۰ - ۹ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام

ٹھمری۔ ایس۔ سوم سندرم
کرناٹک گائن

اتوار ۵ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
بولتی تحریریں
اردو کے کلاسیکی ادب سے انتخاب

دوپہر
۱۰ - ۱ آج اتوار ہے۔ جھلکی

شام
۵۰ - ۴ رویندر سنگیت

رات
۳۰ - ۹ پرادیشک۔ سماچار درشن
۰۰ - ۱۰ رتناکر
موسیقی کا تنقیدی جائزہ

پیر ۶ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام۔ ملاقات
بدری پرشاد شکلا سے بات چیت

رات
۰۰ - ۸ ہندی میں بات چیت
۳۰ - ۹ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
۰۰ - ۱۰ ساہتیکی
ہندی میگزین پروگرام

منگل ۷ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
اکثر یاد آتے ہیں
سالک لکھنوی: بات چیت
افسانہ
۱۰ - ۹ وگیان چرچا

رات
۰۰ - ۸ سنسکرت پروگرام
۴۵ - ۹ بھارت بھارتی
۰۰ - ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۸ ستمبر

صبح
۴۵ - ۷ سازِ غزل
غزلوں کا پروگرام

۳۰ - ۸ اردو پروگرام
کھیل کی دنیا
کھیلوں پر پندرہ روزہ تبصرہ
رنگ تغزل

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۸
منورما بھٹناگر: خیال

دوپہر
۱۰ - ۱، رات ۳۰ - ۱۰
انیس خاں۔ ستار وادن

رات
۰۰ - ۱۰ خوب صورت بلا
اردو ڈرامہ
مصنف: آغا حشر کاشمیری
ترجمہ: جی۔ ایم۔ شاہ

جمعرات ۹ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
جگر مراد آبادی
جگر مراد آبادی کے یوم وفات
پر فیچر
تحریر: صباح الدین عمر
پیشکش: شجاعت علی

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۱۰
سنتوش ماتھر: خیال

رات
۰۰ - ۸ ہندی میں بات چیت
۳۰ - ۹ سبھی کے لئے کپڑا: فیچر
مصنف: چھگن پنچال

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح
۳۰ - ۷ سورویلا
ہندی میں نظم خوانی
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
تعمیر اور ترقی کے لئے
زرعی ترقی کے کام: بات چیت
کلام شاعر

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۸ اور ۳۰ - ۱۰
جی۔ این۔ گوسوامی: وائلن وادن

رات
۰۰ - ۱۰ درپن
خاص آدمیوں سے ملاقات

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
بولتی تحریریں
اردو کے کلاسیکی ادب سے انتخاب
۱۰ - ۹ پروین سلطانہ: خیال

دوپہر
۱۰ - ۱ راگ رنگ

رات
۳۰ - ۹ نیشنل پروگرام: کلاسیکی موسیقی
سونیت بوس: گائن

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
بچوں کے لئے لوک کہانی پر
مبنی فیچر
پیشکش: اُما چکبست

دوپہر
۱۰ - ۱ آج اتوار ہے
سمس ہنس۔ جھلکی
مصنف: کمد ناگر

شام
۵ - ۳ رویندر سنگیت

رات
۰۰ - ۱۰ رتناکر
موسیقی کا تنقیدی جائزہ

پیر ۱۳ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
جدید افسانے کی دین اور
اس کے مسائل: مباحثہ
شرکاء: اپندر ناتھ اشک
اسرار گاندھی، ڈاکٹر قمر جہاں

۱۰ - ۹، رات ۳۰ - ۱۰
گنگا دھر ر. تیلنگ
خیال

رات
۳۰ - ۸، ۴۵ - ۹
انتخاب عالم اور ساتھی
شہنائی وادن
۰۰ - ۱۰ [illegible]

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
آنگریاد آتے ہیں
سید صدیق حسن
سید حامد کی بات چیت
افسانہ قطب اللہ

۹-۱۰ وگیان پرچیا

رات

۸-۰۰ سنسکرت پروگرام
۹-۴۵ بھارت بھارتی
۱۰-۰۰ محفل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۴۵ ساز غزل
غزلوں کا پروگرام
۸-۳۰ اردو پروگرام
مزاحیہ خاکہ مزاحیہ کلام
اعجاز وارثی

۹-۱۰ ، رات ۹-۳۰
سردیال ملکوترا : خیال
۱۰-۱۰ ، رات ۱۰-۳۰
گوپال چند ساوی: وائلن وادن
سپن سنہا : طبلہ سنگیت

رات

۹-۳۰ رول آف پولیس ان اے
ڈیولپنگ سوسائٹی
انگریزی میں پریچرچا
۱۰-۰۰ ڈرامہ

بقیہ :- اردو سروس

۲-۰۰ بات ایک فلم کی

رات

۶-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
۶-۴۵ ساز و آواز
۹-۰۰ نشیمنامہ بیگم
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نیلادھر : خیال ترانہ
دیا شنکر اور ساتھی : شہنائی پر
راگ مالوبہاگ

رامپور

[illegible]

خبریں

[illegible]

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

[illegible]

بدھ یکم ستمبر

صبح

۷-۴۵ اور رات ۱۰-۰۰
طلعت محمود : سگم سنگیت
۸-۲۱ روپی رستوگی اور سکھیاں
لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
گھر کو سجا کر رکھیں
فضول خرچی سے بچیں
۱-۴۰ ، رات ۸-۱۵
اروند پارکھ : ستار وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
ایشیاڈ کی باتیں

یووا پسند
۷-۰۰ کریتی جگت (روزانہ)
۷-۴۵ 'پروڈکشن ایئر'
انگریزی میں مباحثہ

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۷-۲۵ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام
۸-۲۱ نوتن سکسینہ : لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ ، رات ۸-۱۵
عبدالوحید خاں : گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
خطوں کے جواب اور سرگم
۸-۰۰ جوتیکا رے
محمد یعقوب : غزلیں

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۷-۳۰ وانایں
۸-۲۱ نندرانی ترپاٹھی : لوک گیت
۹-۳۰ اردو پروگرام 'آہنگ'
'صفائی کی انسانی زندگی میں اہمیت'
تقریر : مسعود حسین خان

دوپہر

۱-۳۰ ہری پرساد چورسیا : بانسری وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی 'یووا پسند'
۸-۰۰ رشیلا لال واڈی : سگم سنگیت
۸-۱۵ شیو کمار شرما : سنتور وادن
۹-۳۰ 'شمع جلتی ہے تو' : ناٹک
تحریر : نفیس صدیقی
پیشکش : جوالا پرشاد

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۷-۴۵ سنی بیگم : غزلیں
۸-۲۱ جنی ماتھر : لوک گیت

شام

۶-۳۰ یوواوانی
'کھیل پتریکا' کھیل جگت
۸-۰۰ رس دھارا
۸-۱۵ پنڈت روی شنکر، علی اکبر خاں
ستار اور سرود وادن

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۸-۱۱ شوبھا بھٹناگر : لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت

شام

۶-۳۰ یوواوانی
۷-۰۰ خطوں کے جواب
۸-۰۰ منوہر سوروپ : سگم سنگیت
۹-۳۰ سجاد خاں اور ساتھی
چہار بیت
۹-۴۵ آپ کی پسند

پیر ۶ ستمبر

صبح

۷-۴۵ سعادت حسین اور ساتھی
قوالی

دوپہر

۱-۱۰ بندیا
۱-۲۰ استاد بڑے غلام علی خاں
گائن

شام

۷-۴۵ اردو پروگرام : شعری نشست
شرکاء : استاد رامپوری
جوش نعمانی، بلال رضوی
خان نفیس، دلدار اور
زیب حسنی
ترتیب اور پیش کش
شرافت اے خاں

منگل ۷ ستمبر

صبح

۷-۴۵ رونا بیلی : سگم سنگیت
۸-۲۱ نعمت علی : لوک گیت

دوپہر

۱-۲۰ گیان پرکاش گھوش، بی ملسارا
ہارمونیم، پیانو

شام

۶-۳۰ یوواوانی
پری کرما : میری پسند
کرشی جگت
۷-۰۰ خطوں کے جواب
۹-۳۰ جھلکی

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۷-۴۵، رات ۸-۰۰
اوشا اگروال : سگم سنگیت
۸-۲۱ نرملا شریواستو : لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
ڈی۔وی۔پلوسکر : گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
ایشیاڈ کی باتیں
یوا پسند

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۷-۴۵ سابتہ سدھا
سنسکرت پروگرام
۸-۲۱ مدن موہن برج واسی
لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰، رات ۸-۱۵
یعقوب علی خاں
سرود وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
۸-۰۰ جوئبار
راشدہ مہتہ : غزلیں

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح

۷-۳۰ کاویہ سوربھ
۸-۲۱ محمد خلیل اور ساتھی
لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
آہنگ پروگرام خصوصی شمارہ
"سائنس نامہ"
ذرائع آمدورفت اور سائنسی
تعاون
تقریر : اخلاق احمد خاں
سائنسی ایجاد کا استعمال اور
انسانی فلاح : تقریر
سائنسی دنیا کی خبریں
ایس کے۔ شرما

دوپہر

۱-۴۰، رات ۸-۱۵
فیاض احمد، نیاز احمد
گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی : یووا پسند
۸-۰۰ لکشمی بائی راٹھور
سگم سنگیت

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۷-۴۵ جگجیت سنگھ : غزلیں
۸-۲۱ لوک گیت

شام

۶-۳۰ یوواوانی
"کالج کی ایک شام"
۷-۴۵ سوالوں کے بیچ ضلع کلکٹر بریلی
۸-۰۰ رس دھارا
۸-۱۵ بسم اللہ خاں
شہنائی وادن

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۸-۲۱ لوک گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ آپ کے لئے
۱-۱۰ پریوار جگت

شام

۶-۳۰ یوواوانی
۷-۰۰ خطوں کے جواب
۸-۰۰ شیلندر سنگھ : غزلیں
۹-۳۰ صغیر خاں اور ساتھی
بہار بیت

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۷-۴۵، رات ۸-۰۰
طالب حسین سلطانی اور ساتھی
قوالی
۸-۲۱ میتھلی راوت : لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا
۱-۴۰ محمد لیسین : طبلہ وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
کچھ چٹکلے کچھ گیت
۷-۴۵ اردو پروگرام : آہنگ
خیابان
آزاد نظم
آزاد نظم کا فن اور ارتقاء
تقریر : سعادت علی صدیقی
آزاد نظم کا مستقبل
تقریر : پروفیسر آفتاب شمسی
۱۰-۰۰ وچار دھارا

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۷-۴۵ من موہن پہاڑی : بھجن
۸-۲۱ پرتاپی۔ د بے : لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ پنڈت جسراج : گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
پری کرما : میری پسند
کرشی جگت
۷-۰۰ خطوں کے جواب

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۴۵، رات ۸-۰۰
مکیش : سگم سنگیت
۸-۲۱ وینا شرما اور سکھیاں
لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
۱-۴۰، رات ۸-۱۵
بدھ دتیہ مکھرجی
ستار وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
ایشیاڈ کی باتیں
یوا پسند
۷-۴۵ "دی بکس دیٹ انسپائرڈ"
انگریزی تقریر
ڈاکٹر این۔ کے۔ جین
پوئٹری ریسی ٹیشن
ڈاکٹر آر۔ این۔ مشرا

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر "الف" ۳۳۳ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز جالندھر "ب" ۲۲۷ میٹر ۳۲۰ ، ۱ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ ۲۰۹ میٹر ۱۴۴۰ کلو ہرٹز (شام ۱-۶ تا ۳۰-۶ بجے)

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ ، دوپہر ۰۵-۱ ، ۱۰-۲ ، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۵ ، ۰۰-۶ ، ۱۶-۲۰ پرادیشک سماچار ، رات ۴۵-۸ ، ۰۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۸ ، دوپہر ۴۰-۱ ، شام ۰۰-۶ پرادیشک سماچار ، رات ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸ ، دوپہر ۰۰-۱ ، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۰۵-۵ ، دوپہر ۵۰-۱ ، رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم
۰۵-۶ آرادھنا : بھگتی سنگیت
۳۵-۶ موسم اور کھیتی باڑی پروگرام
۴۰-۶ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آسا دی وار (صرف اتوار)
۰۵-۷ امرت بودھ
۱۵-۷ قدم قدم پڑا پڑا (پیر)
۳۰-۷ بھگتی سنگیت
۰۵-۹ سامائکی

دوپہر

۰۵-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم اور اُنت کھیتی پروگرام
۲۰-۲ سگم سنگیت
ساڈے آس پاس (ہفتہ)

شام

۳۰-۵ نو وانی وچار
۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار سماچار
۲۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

شام

۰۰-۶ یووا وانی
۴۵-۶ یونیورسٹی براڈ کاسٹ
۰۰-۷ پنجابی میں رنکارنگ پروگرام (دیس پنجاب)
۰۰-۸ اختتام

بدھ یکم ستمبر

صبح

۴۵-۶ بھجن
۳۰-۷ ، رات ۳۰-۱۰
اوم پرکاش ، کلارنٹ پر راگ
اسیر بھیشر ، یمن کلیان
کلے رام ، طبلہ پر سنگت
۲۰-۸ پنجابی گیت
۵۰-۸ امریک سنگھ بہ گوبند پوری
لوک گیت
۱۵-۹ ، رات ۳۰-۸
بھائی بلدیو سنگھ راگی وساتھی ، شبد

دوپہر

۰۰-۱۲ موہن سنگھ ، طبلہ وادن
۱۵-۱۲ بی ایس نارنگ ، گیت ، غزل
۳۰-۱۲ جنگی صحت
۳۰-۲ تیرتھ سنگھ ، لوک گیت
۰۵-۵ پھلجھڑی ، ننھے منوں کیلئے

شام

۴۵-۷ قدم قدم پڑا پڑا
۳۰-۹ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۱۵-۶ شبد
۳۰-۷ ، رات ۳۰-۱۰
بلبیر سنگھ کلسی ، خیال
۲۰-۸ گوردیو سنگھ کونال ، لوک گیت
۵۰-۸ قوالی
۱۵-۹ ، دوپہر ۱۵-۱۲
تے ۔ میش کمار ، غزلیں
۵۰-۹ ، دوپہر ۰۰-۱۲
سنتوکھا گورتو ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۳۰-۱۲ ناری سنسار
۳۰-۲ امر سنگھ ناھن پوری اور ساتھی ، لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ ہردیو سنگھ [illegible] ، لوک گیت

رات

۳۰-۹ نیشنل پروگرام ، علاقائی موسیقی اندرپردیش کے گیت

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۴۵-۶ بھجن
۳۰-۷ ، رات ۳۰-۱۰
سبیل مکرجی ، سرود وادن
۲۰-۸ ، شام ۴۵-۷
امریک سنگھ ، شبد
۵۰-۸ چند رکانتا کپور ، صوفیانہ کلام
۱۵-۹ ، دوپہر ۱۵-۱۲
مدھوریما ، بھجن اور گیت

دوپہر

۰۰-۱۲ پنڈت جسراج ، خیال
۴۵-۱۱ جیون جاچ
۳۰-۲ باغ سنگھ : لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ وینا سوڈھی ، لوک گیت

رات

۳۰-۹ ہندی ناٹک
۱۵-۱۰ چند رکانتا کپور ، لوک گیت

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۴۵-۶ شبد
۳۰-۷ لتا میراثی ، خیال
۴۵-۷ وی جی جوگ ، وائلن
۲۰-۸ ، دوپہر ۱۵-۱۲
کرتا سندھو ، شبد اور گیت
۵۰-۸ ، سہ پہر ۰۵-۵ ، رات ۰۱-۸
پنجابی گیت
۱۵-۹ ، شام ۴۵-۷
دیپک چٹرجی ، بھجن

دوپہر

۲۰-۱۲ لوک سنگیت
۲۰-۲ ساڈے آس پاس
۱۵-۵ امر جیت سنگھ گورداسپوری لوک گیت

رات

۳۰-۹ نیشنل پروگرام ، موسیقی
مدھورائے سوما سندرم ، گائن

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۴۵-۶ آسا دی وار
بھائی ہر چند سنگھ راگی وساتھی
۳۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱۲
آشیش خان ، سرود
۱۵-۹ بال جگت
۰۰-۱۰ جانی رشماں
۳۰-۱۰ آپ کی فرمائش
۱۵-۱۲ ، سہ پہر ۰۵-۵
پنجابی گیت
۳۰-۱۲ ناری سنسار
۳۰-۲ چمن لال گورداسپوری اور ساتھی لوک گیت
۱۵-۵ جیون سنگھ چندن اور ساتھی لوک گیت

شام

۴۵-۷ جاگرت
۰۰-۱۰ شبد گائن
۳۰-۱۰ استاد فیاض خاں ، خیال

پیر ۶ ستمبر

صبح

۴۵-۶ بھجن

۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
ایم آر گوتم : خیال
۸-۲۰ جگموہن کور : لوک گیت
۸-۵۰ پنجابی گیت
۹-۱۵ جھلکی
دوپہر
۱۲-۰۰ آپ کی پسند
۱۲-۴۵ جیون جاچ
۲-۳۰ جگجیت سنگھ زیروی : لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی
شام
۷-۴۵ سوتیا سمن : گیت اور غزل
۸-۰۰ ہندی میں تقریر
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ جگموہن کور : لوک گیت

منگل ۷ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ، شام ۷-۴۵
پرکاش وڈھیرہ : بانسری
۸-۲۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ ہربھجن سنگھ نابل اور ساتھی
لوک گیت
۹-۱۵ جاگرت
دوپہر
۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت
۱۲-۳۰ ترنجن : دیہی عورتوں کیلئے
۲-۳۰ بھان سنگھ ماہی : لوک گیت
۵-۱۵ سریندر سونیا : لوک گیت
کرشن لال : گھڑے پر سنگت
رات
۸-۱۰ غزلیں
۹-۳۰ پنجابی میں مباحثہ
۱۰-۰۰ باکانت سنت : وائلن

بدھ ۸ ستمبر

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
یش پال : خیال
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ جگت سنگھ جگا : لوک گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵
کرتار سنگھ : شبد اور گیت
دوپہر
۱۲-۰۰ رئیس خاں اور برج بھوشن کابرہ
ستار
۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ سروا : لوک گیت
۵-۰۵ پھلجھڑی : ننھے منوں کیلئے
رات
۸-۰۰ پنجابی تقریر
۹-۳۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۹ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۲۰ ، رات ۱۰-۳۰
برہم سروپ سنگھ : ودیتو وینا
۸-۲۰ جسبیر سنگھ خوشدل : لوک گیت
۸-۵۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵ ، شام ۷-۵۰
محمد شریف قوال اور ساتھی
کافی اور نعتیں
دوپہر
۱۲-۰۰ بدھ دتیہ مکرجی : ستار
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ بلدیو سنگھ رندھاوا : لوک گیت
۵-۱۵ گورمیت کور باوا اور ساتھی
لوک گیت
رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰ ، رات ۱۰-۳۰
تیج پال سنگھ اور سریندر سنگھ
خیال
۸-۲۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ غدور سنگھ امن اور ساتھی
صوفیانہ کلام
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۳۰ ، شام ۷-۴۵
ہربھجن لال : بھجن ، غزلیں ، کافی
دوپہر
۱۲-۱۵ نیلا دیوی : ٹھمری اور چیتی
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ چرن سنگھ گنگن پوری : لوک گیت
۵-۱۵ کرم چند : لوک گیت
رات
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ کلدیپ مانک : لوک گیت

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
مانک کاکانی : خیال اور ٹھمری
۸-۵۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ چندر کانتا : کافیاں
دوپہر
۱۲-۱۵ ، شام ۷-۴۵
پشپا ہنس اور چندر کانت
گیت و غزل
۱۲-۳۰ جسدیو کمار یملا جٹ : لوک گیت
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ سریندر چھندا : لوک گیت
للتا پرشاد : ڈھولک سنگت
رات
۸-۰۰ پنجابی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح
۶-۴۵ آسا دی وار
بھائی ہرچند سنگھ راگی و ساتھی
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
تیلم سین جوشی : خیال
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش
دوپہر
۱۲-۱۵ دیپک چیٹرجی : گیت و غزل
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جگا سنگھ جوگی و ساتھی : کویشری
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ گورچرن سنگھ گوبلوڑ اور ساتھی
واراں
شام
۷-۴۵ جاگرت
۹-۰۰ شبد گائن
۱۰-۳۰ استاد امیر خاں : خیال درباری

پیر ۱۳ ستمبر

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
برج نارائن : سرود
۷-۴۵ جنت سنگھ پنٹل : گائن
۸-۲۰ کلدیپ سنگھ پردیسی : لوک گیت
۸-۵۰ ، شام ۷-۴۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ جھلکی ، طنز و مزاح کا پروگرام
دوپہر
۱۲-۰۰ آپ کی پسند
۱۲-۴۵ جیون جاچ
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ نوراں : لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی ، کرشن لال : ڈھولک
شام
۷-۴۵ پنجابی گیت
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ منموہن کور : لوک گیت

منگل ۱۴ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۲۰ بینا پانی مشر : خیال
۸-۲۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ گردھاری لال و ساتھی : بھینٹاں
۹-۱۵ جاگرت
دوپہر
۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت
۱۲-۳۰ ترنجن
۲-۲۰ ، رات ۸-۱۰
غزلیں
۲-۳۰ دھنا سنگھ رنگیلا : لوک گیت

(باقی ص ۵۰ پر)

روہتک

میڈیم ویو ۲۰۰.۱۰ میٹر ۱۴۹۳ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸.۰۰ دوپہر ۵.۰۰ شام ۶.۰۵ رات ۸.۴۵

انگریزی: صبح ۸.۱۰ دوپہر ۱.۰۰ شام ۶.۰۰ رات ۹.۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۰ اور ۵-۰۰ شام بھگتی سنگیت

۶-۵۵ کھیتی باڑی

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر

۸-۲۰ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کیلئے)

۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت

۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، توار اور تعطیلات)

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار

۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۶-۳۰ گرامین سنسار

۷-۳۰ روزگار سماچار

۹-۱۵ ایک فلم سے

بدھ یکم ستمبر

صبح

۷-۱۰ شری نواس، سگم سنگیت

۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ کندن لال شرما، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ رام نواس شرما اور رام مہر سنگھ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ گت نیں

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یوواسنسار

۶-۱۰ ننھے منے، گیت اور کہانی

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار سوال و جواب اور لوک گیت

۸-۰۰ ہندی میں تقریر

۸-۳۰ سدھا ملہوترہ، سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'چوکیدار'

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵ ہری پرساد تنور، سگم سنگیت

۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ چلتے چلتے

۸-۲۰ بھیم سین و ساتھی اور کوشلیا کادیان و ساتھی، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ایک رنگ

۱-۰۰ وندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یوواسنسار سرگم

۶-۱۰ کشمیری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار بالک منڈلی، دیہی بچوں کیلئے

۸-۰۰ گرامین سنسار

۸-۳۰ کرشنا چھندے، سگم سنگیت

۹-۱۵ آپ کا خط ملا

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵ محمد احمد رامپوری، سگم سنگیت

۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی

۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰ بال سنگھ رانا، بانسری وادن

۸-۲۰ جگدیش چندر چوہان اور ششی شرما و ساتھی، لوک سنگیت

۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ وندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یوواسنسار

۶-۱۰ بھوجپوری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ کھیل جگت

۸-۳۰ ایم ایس بخشی، سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'چور مچائے شور'

۹-۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵ پشپا پالدھر، سگم سنگیت

۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پنڈت ونائیک راؤ پٹوردھن کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ ٹیک چند چوہان و ساتھی اور رامیشور کوشک، لوک سنگیت

۱۲-۳۰ پھر سنئے

۱-۰۰ وندگان

۱-۴۰ اساتذہ کیلئے ہندی میں بات چیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار سوال و جواب

۶-۱۰ ہماچلی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'چھلیا'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵ سریش جی شرکھانڈے، سگم سنگیت

۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ بلوناں، طبلے پر تین تال

۸-۲۰ بال کنج

۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری سنسار

۱-۰۰ کھلا آکاش

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یوواسنسار نوجوانوں کی پسند، خطوں کے جواب

۶-۱۰ گجراتی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار آپکی پسند

۸-۰۰ آج اتوار ہے

۸-۳۰ شوبھا بندھو، سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'چاندی سونا'

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۶ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵ حاجی غلام فرید صابری، سگم سنگیت

۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ گنگا پرساد پاٹھک، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ منگل ناتھ و ساتھی اور ومل ارچنا و ساتھی، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۱-۰۰ وندگان

۲-۳۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ بچّے کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ دلیپ کمار نے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'چھکے چھکے'
۱۰-۰۰ گنگا پرساد پاٹھک ، رنگ مالکونس

منگل ۷ ستمبر

صبح
۷-۱۰ بلرام گیا ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۱۰ امید سنگھ اور صفدر جنگ
لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ وندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
'پنگھٹ' ۔ لوک گیت
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ بلجیت کور ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'چور سپاہی'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۸ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
ہری سندھو ، سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ گھاسی رام نرمل ، جلترنگ پر
راگ بھوپالی توڑی
۸-۲۰ گلاب سنگھ اور رتن کمار
لوک سنگیت
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ گت رنگ
۲-۳۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے ، گیت کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب ۔ لوک گیت
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ پنیت چٹرجی ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'سی آئی ڈی'
۱۰-۰۰ ہیرادیوی مشرا اور شوبھا گورٹو
ٹھمری

جمعرات ۹ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
شیام بھٹو ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ پریم سنگھ ، سلطان سنگھ
لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ وندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ مارواڑی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی (ننھے بچوں کیلئے)
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ مکیش ، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
احمد حسین ، محمد حسین ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کرشنا اور بھارتی چکرورتی
راگ میاں کی توڑی
۸-۲۰ ریتا و ساکھی اور نند کشور
لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا
دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ وندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ بنگالی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ سدھا ملہوترہ ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'نیموانی'
۹-۳۰ تیسرے پہر کی دھوپ

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
چندر مکھی چودھری ، سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ پورن ناتھ ، ایشور داس
لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ [illegible]
۱-۰۰ وندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سوال جواب
۶-۱۰ راجستھانی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ انوپ جلوٹا ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'چودھویں کا چاند'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
مدھوبالا بھارگو ، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ستار وادن
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۳۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند ، خطوں کے جواب
۶-۱۰ اترپردیش کے گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ وانی جے رام ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'چوروں کی بارات'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۱۳ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
گوبند سنگھ نورا ، سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ونے کمار ، ستار وادن
۸-۲۰ امرجیت کور اور اوما دت
لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ وندگان
۲-۳۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ سندھی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ ہری اوم شرن ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'چہرے پہ چہرہ'
۱۰-۰۰ ونے کمار ، ستار وادن

منگل ۱۴ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵

کیلاش ویا، سگم سنگیت

۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی

۸-۳۰ کلاسیکی موسیقی

۹-۳۰ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ وندگان

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

میری پسند

۶-۱۰ ڈوگری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

پنگھٹ: دیہی خواتین کیلئے

۸-۰۰ کلام شاعر

۸-۳۰ لتا، سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے چشم بد دور

۹-۳۰ ساہتیکی

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۱۰، شام ۴۵-۷

ہرکرشن سنگھ، سگم سنگیت

۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی

۷-۳۰، رات ۰۰-۱۰

مہیش واجپائی، کلاسیکی موسیقی

۸-۳۰ نئے کنول اور چندر لال

لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کترنیں

۲-۳۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ ننھے منے، گیت، کہانی

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

سوال جواب، لوک سنگیت

۸-۰۰ ہندی تقریر

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'چھپا چھپی'

شملہ

میڈیم ویو ۶ ۳۸۶ میٹر ۷۸۰ کلو ہرٹز

شارٹ ویو ۹۳٫۰۹ میٹر ۳۲۲۰ کلو ہرٹز صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد

۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز صبح ۴۵-۷ کے بعد اور شام ۱۵-۶ تک

صبح ۴۵-۵ سے ۰۰-۷ ۳۲۲۳ کلو ہرٹز صبح ۴۵-۷ سے ۳۰-۹ اور ۴۵-۹ سے ۴۵-۴

۴۵-۵ اوپن: ۰۰-۵ سے ۱۵-۶ تک ۶۰۲۰ کلو ہرٹز ۰۰-۶ سے رات ۰۰-۱۲ ۳۲۲۳ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۰۰-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸

انگریزی: صبح ۱۰-۶ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹

سنسکرت: صبح ۰۰-۷ اردو: صبح ۵۰-۸

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۲۶ لیاز، رندواد رذنا

۶-۳۰ کھیتی باڑی

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۰۱ کلاسیکی موسیقی

۷-۲۰ سامائیکی

۷-۱۵ پہاڑی سنگیت

۹-۰۰ باجیہ کی چٹھی، موسم کا حال

۹-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ

۱۲-۲۰ اختتام

۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام

۲-۲۰ سنہری کرنیں

۲-۴۰ سب رنگ

۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ ہماچل پروگرام: لاہول سپتی (اتوار، منگل، جمعہ)

کنڑی پروگرام (پیر، جمعرات)

جمباپانی پروگرام (بدھ، ہفتہ)

۵-۲ کلوی پروگرام (اتوار، بدھ)

مہاسوی پروگرام (پیر، جمعہ)

سرموری پروگرام (منگل، ہفتہ)

پنگو منو (جمعرات)

۶-۰۰ ضلع کی چٹھی، پہاڑی دھن

۶-۱۵ کانگڑی پروگرام (اتوار، جمعرات)

منڈیالی پروگرام (پیر، جمعہ)

بلاسپوری پروگرام (منگل، ہفتہ)

خواتین کے لیے (بدھ)

۶-۱۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ

۶-۴۵ علاقائی خبریں

۷-۰۵ کرشی جگت/دیہاتی ریڈیو گوشٹھی

۷-۲۵ گرامین یووان کے لیے

۸-۰۰ دھارا رے گیت

۱۰-۳۰ اختتام (ہفتہ، منگل کو ۰۵-۱۱ بجے)

بدھ یکم ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت

۷-۴۰ جیون جیوتی

۸-۳۵ امر بھارتی

۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت

۶-۵۵ ضلع کی چٹھی

۷-۰۵ گرامین یواؤں کے لئے

خطوں کے جواب

فرمائشی لوک گیت

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سگم سنگیت

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر

نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ پنجابی گیت

۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت

۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۵-۰۰ کلوی گیت

۵-۲۰ چمبیالی پنگوالی پروگرام

۵-۴۰ یووا وانی

میری پسند کے گیت

پون کمار شرما

۶-۵۰ کنڑی گیت

۶-۵۵ وگیان چرچا

۸-۱۵ غزلیں

۸-۲۵ بھکتی سنگیت

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا

۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۷-۱۰ برار تھنا سبھا

۷-۲۵ دیش گان

۷-۴۰ ترنگ: کویتا پاٹھ

۷-۵۵ سمئے کی بات: شانتا والیہ

۸-۲۱ سگم سنگیت

۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی

۹-۰۵ محفل

شام

۵-۰۰ چنو منو پروگرام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت

۶-۵۵ سامائیک چرچا

۷-۲۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سگم سنگیت

۹-۱۶ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی ناٹک: اس کا رہسیہ

تحریر: گوپال داس

۱۰-۰۰ من بھاون

پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۵-۴۰ یووا وانی
دگیان چرچا
یوا چھاتر سے بھینٹ
سگم سنگیت: ساریکا پور
۶-۵۰ کنڑی لوک گیت
۷-۰۵ اساتذہ کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۶ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو
نیوز ریل
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ ہی فرمائش
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں: بھینٹ وارتا پر مبنی
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
گاؤں میں خوش حالی
ہماری پیشکش: رادھیکا ودیا
۱۲-۰۰ گیتوں بھری کہانی
۱۲-۳۰ بال گوپال

شام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت
۶-۵۵ اس ماس کا گیت
۷-۰۵ سویان ریڈیو پتریکا پروگرام
پریوار کلیان
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
منتخب
۹-۱۶
۹-۳۰ گیت پہاڑاں دے
فرمائشی پہاڑی گیتوں کا
ہفتہ وار پروگرام

پیر ۶ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت

شام

۵-۳۰ ہم رنگ
ملا جلا ہماچلی پروگرام
۶-۱۰ مہلا سمیلن
دیہاتی خواتین کے لئے پروگرام
۶-۵۰ لاہول سپتی گیت
۶-۵۵ ضلع کی چٹھی
۷-۰۵ گرامین یواؤں کے لئے
سلسلہ وار ڈرامہ
شنکرے گلا یا
۸-۱۵ نیوز: ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دلیش گان
۹-۶۱ گول میز
تبادلۂ خیالات کا پروگرام
۹-۳۰ ہندی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۷ ستمبر

صبح

۷-۱ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
پریوار کلیان پر مبنی گیت
۷-۵۵ سیمئے کی بات: پنالال ٹھاکر
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چینکا

شام

۵-۴۰ یووا وانی
بات چیت: ہندی کویتا
دلیش گان
۶-۵۵ سامائیک چرچا
۷-۲۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان: ان کی رائے میں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی
پروگرام
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۶ شکشا سنسار
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ تھری: دادرا
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت
۶-۵۵ ضلع کی چٹھی
۷-۰۵ گرامین یواؤں کے لئے
کام کاج کی بات
خطوں کے جواب
فرمائشی لوک گیت
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ جھلکی: پڑوسی
تحریر: ریش چودھری
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ دلیش گان
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام

۵-۳۰ یووا وانی
میری پسند کے گیت: کمل
۶-۵۰ کنڑی گیت
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ روپکوں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ دلیش گان
۷-۴۰ ترنگ: کویتا پاٹھ
۷-۵۵ سیمئے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

شام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت
۷-۲۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت
۸-۲۱ کھیل سمکشا
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۵-۴۰ یووا وانی
پریوار کلیان
سگم سنگیت
۶-۵۰ کنڑی گیت
۷-۰۵ اساتذہ کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند
۹-۱۶ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو
نیوز ریل
۹-۳۰ سنگیت کا
نیشنل پروگرام

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتا پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۱-۳۰ گلشن گلشن
غزلوں کا خاص پروگرام
۱۲-۳۰ بال گوپال

شام

۶-۵۵ اس ماس کا گیت
۷-۰۵ گاؤں گاؤں سے
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۱۵ بک ریویو
۹-۳۰ گیت پہاڑا رے
فرمائشی پہاڑی گانوں کا
پروگرام

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ بھولے بسرے گیت

شام

۵-۰۰ میرو ری پروگرام
۵-۳۰ ہم رنگ
ملا جلا ہماچلی پروگرام
۶-۱۰ مہلا سمیلن
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۲۵ دلیش گان
۹-۱۵ جگیا سا
۹-۳۰ ہندی تقریروں کا نیشنل
پروگرام
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ سنگیت
پریوار کلیان، بھینٹ وارتا
پر مبنی
۷-۵۵ سمے کی بات: انوپ مہاجن
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ پرادیشک سنگیت
۹-۰۵ چیتکا

شام

۵-۴۰ یووا وانی
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۵۵ ساماجک چرچا
۷-۲۵ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ پریوار کلیان
۸-۳۰ سب رس
۹-۱۶ وگیان جگت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری: دادرا
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۶-۵۰ لاہول سپتی گیت
۶-۵۵ ضلع کی چٹھی
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لئے
خطوں کے جواب
فرمائشی لوک گیت
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ ورند ۹-۱۵ جھلکی
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ نئی فلموں سے فرمائشی گانے

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲/۲ ۲۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز بھوپال ب ۳/۲ ۲۲۳ میٹر ۱۳۳۰ کلو ہرٹز
۳۵۴ ۵ بجے ۰۵-۴۵ ۴۹۹۰ کلو ہرٹز
صبح ۹-۰۳ تا ۲۰-۹/۴۵-۹ } ۱۸۰ کلو ہرٹز
صبح ۹-۴۵ تا ۱۵-۵/۴۵-۵ شام }
شام ۰-۴-۵ بجے ۰۰-۱۱ رات ۳۳۱۵۰ کلو ہرٹز
رائپور ۹/۵ ۳۰۳ میٹر ۹۸۱ کلو ہرٹز گوالیار ۳/۲ ۲۱۶ میٹر ۱۳۹۶ کلو ہرٹز
جبلپور ۲/۲ ۲۵۴ میٹر ۱۱۷۹ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۶، ۵۰-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۹، ۰۰-۱۱ (صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

بدھ یکم ستمبر

صبح

۳۰-۷، دوپہر ۳۰-۲
کرن دویدی اور سہیلیاں
لوک گیت
۲۱-۸، دوپہر ۳۰-۱
انامیکا تیواری: سگم سنگیت
۳۰-۸، رات ۰۰-۱۰
عبداللطیف خاں: سارنگی

دوپہر

۱-۴۰ طلبا کے لئے پروگرام
ساتویں کلاس کے لئے
انگریزی سبق

رات:

۸-۰۰ ساہتکی کاویہ پاٹھ
ڈاکٹر برجھانے لال چترویدی
۱۰-۳۰ پوربی مکرجی: خیال

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۷-۳۰ ان دنوں
سواستھ اور پریوار کلیان وشے
۷-۴۵ اپ ساستریہ سنگیت
ارمی داس گپتا
۸-۲۱ اُمارانی دولوئیا
سگم سنگیت
۸-۳۰ ریلیش پریم

وچتر وینا وادن

دوپہر

۱-۳۰ امارانی دولوریا
سگم سنگیت
۱-۴۰ طلبا کے لئے
۲-۳۰ لکشمی نراین شریواستو
لوک گیت

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر
بھارت میں ذاتیوں اودے
اودبھو اور وکاس
سوامی آتمانند
۱۰-۰۰ اُرمی داس گپتا
ٹھمری دادرا

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۸-۲۱ میرا پنڈراز: سگم سنگیت
۸-۳۰ مجید خاں: کلارنٹ

دوپہر

۲-۳۰ گووند نامدیو: لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام: بات چیت
اردو رسائل اور نئے علمی
تقاضے: عبدالقوی دسنوی
اور حیدر عباس رضوی
۹-۳۰ سنگ مرمری چٹان: روپک
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

عبدالصمد خاں: سارنگی

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۳۰-۱
وجے رنجن اپادھیائے
سگم سنگیت

۹-۲۰ وی۔ ڈی۔ دھرو ۔ے: خیال

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا: مختصر کہانی
لشا ویاس

۲-۳۰ وملا، نی تومر اور سہیلیاں
لوک گیت

رات

۸-۰۰ سرجنا: کہانی: کاویہ پاٹھ
سریش اپادھیائے

۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۹-۴۵ اس ماہ کا گیت

۱۰-۲۰، دوپہر ۴۰-۱
رام چندر ملک: دھرو پد دھمار

دوپہر

۲-۳۰ ہری داس بینڑ: لوک گیت

پیر ۶ ستمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۳۰-۲
مدھو بالا استروتری
لوک گیت

۸-۲۰ وجے لکشمی بہار
سگم سنگیت

۸-۳۰ کاویہ کرکرے: خیال

منگل ۷ ستمبر

صبح

۸-۲۰ اردو پروگرام: آئینہ
بزم سخن
شرکا: فضل تابش
اجلال مجید، نصیر پرواز
رفعت الحسینی، مقصود عمرانی
ممتاز عابد

دوپہر

۱-۲۰ کاویہ دھارا

جیون لال ورما ودروہی

۱-۳۰ وندنا شکلا: سگم سنگیت

۱-۴۰ طلبا کے لئے
جماعت ۸-۷-۶
سامانیہ گیان: پریویش پردوشن

۲-۲۰ سنیلا شریواستو اور سہیلیاں
لوک گیت

شام

۶-۴۰ شرومک جگت
آپکا سواستھ: بھینٹ وارتا
آپ کی سواستھ سمسیائیں اور
ڈاکٹر صاحب کے سجھاؤ
ڈاکٹر کے۔ سی۔ دوبے

۸-۱۵ آدھونکتا بنام فیشن
ہندی تقریر: رام پرکاش ترپاٹھی

۹-۲۰ نیشنل پروگرام
انگریزی میں تقریر

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۷-۲۰، دوپہر ۲۰-۱
ولو درجن اپادھیائے
سگم سنگیت

۸-۲۰ سمریش چودھری: خیال

دوپہر

۱-۴۰ طلبا کے لئے
درجہ ۷ کے لئے (انگریزی)

۲-۲۰ سشیلا شرما: لوک گیت

رات

۸-۰۰ ساہتکی: طنزیہ تقریر
لکشمی کانت وھو

۹-۳۰ ترنگ: مطلب کی بات
تحریر: ولو درستوگی
کملا سکسینہ

۱۰-۰۰ سدھ رام جادھو اور ساتھی
سندری وادن

۱۰-۳۰ سمریش چودھری: خیال

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۷-۴۰ سعید خاں
اُپ شاستریہ سنگیت

۸-۲۰، دوپہر ۳۰-۱
اوشا نائیر: سگم سنگیت

جودھپور

جودھپور [illegible]

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

[illegible]

۲۰-۰۰ سندر لال سونی: ستار

۱۰-۹ طلبا کے لئے
درجہ ۱۱-۱۰-۹ کیلئے
سامانیہ گیان: عارتی تکنریاں

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر
اتہاس کے پرشنوں سے
پراچین دھارا نگری
گھبھو دیا لگ رو

۹-۲۰ نیشنل پروگرام: [illegible]

۱۰-۰۰ سندر لال سونی: ستار

۱۰-۳۰ سعید خاں: ٹھمری دادرا

جمعہ ۱۰ ستمبر

دوپہر

۱-۳۰ اوشا شرما: سگم سنگیت

۲-۳ ساوتری دیوی گاکوار اور
سہیلیاں: لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام
کہکشاں: بات چیت
افسانوی ادب کی پرکھ
شرکا: مہدی جعفر، عابد سہیل
اقبال مجید

۱۰-۳۰ سمتی متا لکر: دھرو پد دھمار

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۳۰-۱
اوما اپادھیائے
سگم سنگیت

۹-۱۰ طلبا کے لئے
درجہ ۹ کیلئے (ہندی محاورے)

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا: کاویہ پاٹھ
پوار راجستھانی

۲-۲۰ رام کلی شرما اور سہیلیاں
لوک گیت

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۱۰-۲۰ دیو برت چودھری: ستار وادن
لطیف احمد: طبلے پر سنگت

دوپہر

۱-۲۰ دیو برت چودھری: ستار

۱-۳۰ وملا دیوی سکسینہ
لوک گیت

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۷-۲۰، دوپہر ۳۰-۲
پنا لال گوجیلے اور ساتھی
لوک گیت

۸-۲۰ ٹی۔ پی۔ چٹرجی: سگم سنگیت

۹-۲۰، رات ۰۰-۱۰
چنتامنی کرکرے: خیال

رات

۸-۱۵ ایشیاڈ: نیوز ریل
آر۔ وی۔ یو۔ ڈی

۹-۲۰ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر

(باقی ص ۴۹ پر)

جے پور، اجمیر

[illegible]

[illegible]

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۴۵، شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵
(سوائے منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱-۰۰ بجے) **انگریزی:** صبح ۸-۰۰
دوپہر ۱-۰۰، شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱ بجے)
صوبائی (ہندی): صبح ۹-۰۵، شام ۷-۰۵ (راجستھانی) شام ۷-۱۵
سندھی: صبح ۹-۴۰، شام ۶-۱۵ **سنسکرت:** صبح ۷-۰۰، شام ۱۰-۶
سماچار پتر (ہندی): صبح ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ منگل دھونی: وندے ماترم

۶-۳۵ وندنا

۷-۰۵ روپ رنجنا اور موسم

۷-۱۰ کرسان رکی بات، بازار بھاؤ (روزانہ)

۷-۲۰ رامائن پاٹھ

۷-۳۰ سامائیکی

۸-۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)

سورگنگا (اتوار)

۱۰-۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)

(ہفتہ کو ۹-۵۰ اور اتوار ۱۰-۳۰، ۱۱-۰۰)

دوپہر

۱-۵۰ کرشی، وتں اور موسم (سوائے اتوار)

۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۵ یوواوانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)

۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ

۷-۲۵ ضلع کی جھلکی

۷-۳۰ کرشکوں کے لئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۱۰-۳۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)

۱۱-۱۰ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

بدھ یکم ستمبر

صبح

۷-۳۰ بی۔ اے گاڈکر: بانسری

۸-۲۱ راجستھانی تقریر: وید ویاس

۱۰-۳۰ رفیق حسین: ٹھمری اور دادرا

شام

۶-۳۰ سندھی کہانی

سنگیت بول چند

۸-۰۰ ان کی نظریں

انٹرویو پر مبنی پروگرام

جمعرات ۲ ستمبر

صبح

۷-۳۰، ۱۰-۳۰

روی موہن بھٹ: وائلن

۷-۵۰ سنسکرت میں کاویہ پاٹھ

۸-۳۰ راجیش کماری بٹو

شام

۶-۲۵ لوک دھارا: آشا دیوی

رات

۸-۰۰ راجستھانی تقریر

جمعہ ۳ ستمبر

صبح

۷-۳۰ اے کانن: گائن

۸-۲۱ پرارتھنا سبھا

دوپہر

۱-۳۰ ہیم لتا ورما

شام

۶-۲۵ راجستھانی کویتا

لکشمی شنکر: وائچ پیج

۱۰-۵۰ این کے پنڈت: گائن

ہفتہ ۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰ ہری ہر شرن: ستار

۱-۳۰ شبیر حسین: ٹھمری اور دادرا

شام

۶-۳۰ بال گوپال

گاؤں کے بچوں کے لئے

۸-۰۰ کہکشاں

اردو پروگرام

اتوار ۵ ستمبر

صبح

۷-۳۰، ۱۰-۳۰

سویتا دیوی: ٹھمری دادرا

۹-۱۰ بکل

بچوں کے لیے پروگرام

۱۱-۰۰ سندھی فلمی و غیر فلمی گانے

۱۲-۱۵ سوالوں کے جواب

رات

۸-۰۰ انگریزی میں تقریر

پیر ۶ ستمبر

صبح

۷-۱۰ مانس گان

۷-۳۰ دویا دھر ویاس: گائن

۱-۳۰ استاد علاء الدین خاں

سرود

شام

۵-۰۵ نوجوانوں کے لیے پروگرام

۶-۳۰ ادھیوگ حکمت

رات

۸-۰۰ ہندی میں کویتا پاٹھ

۱۰-۰۰ گوپال مصرا: سارنگی

منگل ۷ ستمبر

صبح

۷-۳۰، رات ۹-۲۵

جے این ڈینتالے: گائن

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیوں کی باڑی

گاؤں کی عورتوں کے لئے

شام

۵-۰۵ نوجوانوں کے لئے

رات

۸-۰۰ باتوں کی پھلواری

راجستھانی کہانی

۹-۳۰ سندھی پروگرام

سشر میلا جیٹھ ملانی

سندھی گیت

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرشکوں کے لئے سجھاؤ

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ کے۔ بی سود: جلترنگ

۸-۲۱ راجستھانی تقریر

دوپہر

۱-۳۰ عبدالکریم خاں

شام

۶-۳۰ کوی گوشٹھی

بال کرشن

۹-۳۰ ناٹک

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۷-۳۰، ۱۰-۳۰

لکشمن بھٹ: تیلنگ

آلاپ اور دھرو پد

۷-۵۰ دیووانی

سنسکرت کویتا

۸-۳۰ ڈی۔ وی گپتا: بانسری

شام

۶-۲۵ بھائی بہن

راجستھانی میں تقریر

۸-۰۰ راجستھانی کرشک روپک

از سلطان سنگھ

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح

۷-۳۰، ۱۰-۳۰

دیپالی ناگ: گائن

۸-۲۱ کویتا پاٹھ

دوپہر

۱-۳۰ بنسی گوپال شاستری

جلترنگ

شام

۶-۲۰ مردوانی

۹-۲ ناٹک

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۷-۳۰ بھلا بھائی بھادسار : گائن

۸-۱۰ ہندی تقریر

دوپہر

۱-۳۰ نزاکت علی اور سلامت علی گائن

شام

۶-۳۰ سہیلیوں کی باڑی
گاؤں کی عورتوں کے لئے

رات

۸-۰۰ کہکشاں
مزاحیہ خاکہ 'خوش فہمیاں'
از ابونصر
کلام شاعر : پا ساکوتری

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ سلطان خاں : سارنگی

۸-۲۱ ہندی تقریر

دوپہر

۱-۳۰ وائلن

شام

۶-۳۰ گاؤں کے بچوں کے لئے پروگرام

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام : کہکشاں
راجستھان میں ترقی اور تعلیم
کے بڑھتے قدم
تقریر از : اے آر چودھری
نظم : از مدان جوش

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۱-۳۰
بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی

شام

۵-۰۵ نوجوانوں کے لئے پروگرام

۶-۳۰ ادھوگ جگت

۸-۰۰ کویتا پاٹھ (ہندی)

بیکانیر

۲۱۵.۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

۶-۳۵ بھگتی سنگیت

۷-۰۵ پروگرام کا خلاصہ

۷-۳۰ کھیتی باڑی (سوائے اتوار)

۷-۲۰ بال گان

دوپہر

۱-۲۰ کرشی بول (سوائے اتوار)

۶-۰۰ مقامی اطلاعات
پروگراموں کا خلاصہ

موسم کا حال

۷-۳۰ کرشکوں کے لیے

۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)

اودے پور

اودے پور : ۲۶۶ میٹر ۱۱۲۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۵ بھگتی سنگیت

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۱۰ کھیتی باڑی

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ سنگیت سریتا

۷-۴۰ فلمی سنگیت

۹-۰۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)

۱-۳۰ ارشی وک (سوائے اتوار)

۱-۰۵ لوک سنگیت

۵-۰۵ یووانی

۶-۰۰ مقامی اطلاعات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال

۷-۰۰ کرشکوں کے لیے

۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)

۸-۲۵ فلمی گیت

مزاحیہ تقریر
از ڈاکٹر سریش اوستھی

۱۰-۰۰ گرجا دیوی : گائن
ظہور احمد : وائلن

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰ کادیری کار : خیال

دوپہر

۱-۰۰ سہیلیوں کی باڑی

۱-۵۰ کرشکوں کے لئے پروگرام

رات

۸-۰۰ راجستھانی کویتا پاٹھ

۹-۳۰ سندھی ناٹک
از ڈاکٹر ایچ ۔ آر۔ آچاریہ

۱۰-۰۰ چنولال مصرا : گائن

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۱-۳۰
غلام صادق خاں : گائن

۸-۲۱ بھارت کی ملی جلی تہذیب

سنسکرت تقریر
از گوپال پروہت

شام

۵-۰۵ انگریزی تقریر

۶-۳۰ سندھی پروگرام

۸-۰۰ تقریر

۹-۳۰ ناٹک

بقیہ : بھوپال

۱۰-۳۰ این - راجن : وائلن وادن

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
بابا پورن داس دیوان
لوک گیت

۷-۴۵ افضل حسین نگینہ
اُپ شاستریہ سنگیت

۸-۳۰ تریپتی شاہ : سگم سنگیت

۸-۳۰ اردو پروگرام : آئینہ
داستان ایک شہر کی ۔ روپک
تحریر : حامد حسین
پیشکش : اقبال مجید

۹-۱۰ طلبار کے لئے
درجہ ۸-۷-۶ کے لئے
ساماجک گیان : منتولت آہار

دوپہر

۱-۳۰ سری جینتی، تریپتی شاہ
سگم سنگیت

رات

۸-۱۵ چھٹی یوجنا میں ایک ہی
کرت وکاس : ہندی تقریر
پی سی ملہوترہ

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۵ ستمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
کرشنا چوہان : لوک گیت
سگم سنگیت

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۰ طلبار کے لئے
درجہ ۷ کیلئے انگریزی سبق

رات

۸-۰۰ ساہتکی کاویہ پاٹھ
ڈاکٹر شمبھو دیال

۱۰-۰۰ بالا صاحب پوچھ والے : خیال

۱۰-۳۰ زرین دارو والا
سرود پر مدھوکونس

رات

۸-۳۰ پراگاشش
غیر نصابی تعلیمی پروگرام
کشمیری میں بات چیت
۸-۴۵ ووددھا، سندی پروگرام
۹-۳۰ توہینز فرمائش
۱۰-۰۰ سامعین کی فرمائش پر کشمیری گانے

بدھ ۸ ستمبر

صبح

۸-۰۰ محمد رفیع ، غزلیں
۸-۲۰ شش رنگ
۹-۰۵ کاشری ناول
۱۱-۳۰ چھکری اور روف

دوپہر

۱۲- اسکول براڈ کاسٹ
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
غلام احمد : ستار وادن

رات

۸-۲۰ پراگاشش
غیر انصابی تعلیمی پروگرام
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳ سائنس میگزین (اردو)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش
فلمی گانے

جمعرات ۹ ستمبر

صبح

۸-۰۰ راجندر مہتہ ، نینا مہتہ ، غزلیں
۹-۲۰ پنجابی پروگرام
۱۱-۳۰ ایم اے ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
منور علی خاں : گائن
۴-۰۰ کیاری
جموں و کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۴۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک

جمعہ ۱۰ ستمبر

صبح

۷-۱۵ گاندھی کتھا
۸-۰۰ مہدی حسن ، غزلیں
۹-۰۵ گھر بارہ خاطرہ
کشمیری میں گھرانوں کیلئے
۱۱-۳۰ غزلیں

دوپہر

۱۲- اسکول براڈ کاسٹ
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
روی شنکر ، ستار
۲-۳۰ آشش تہ گاشش
دیہی بھائیوں کیلئے

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ گفتگو ، اردو میں مباحثہ
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۱۱ ستمبر

صبح

۷-۳۰ صوفی شعراء کا کلام
۸-۰۰ یونس ملک ، غزلیں
۸-۲۰ تخلیق نو (اردو)
۸-۳۵ مولل شعار
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
کشمیری میں ہوم سائنس کا پروگرام
۱۱-۳۰ سہ پہر ۴-۰۰
ایم اے تبت بقال اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ ٹیچرس فورم
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی

رات

۸-۳ پراگاشش
غیر انصابی تعلیمی پروگرام
۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت
۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)
۱۰-۰۰ باؤ نتھ (کشمیری)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری اور شہر صدا

اتوار ۱۲ ستمبر

صبح

۸-۰۰ رونا لیلیٰ ، غزلیں
۸-۲۰ گھرانوں کیلئے
۹-۰۵ اس ہفتے
آئندہ ہفتے کے پروگراموں کی جھلک
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

لیہ

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۷-۲۰ بھگتی سنگیت
۸-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ

دوپہر ۱

۱۰-۱ اور رات ۰۰-۸
فوجی بھائیوں کے لیے

۲-۱۵ لداخی موسیقی

شام

۶-۱۵ ملاجلا پروگرام (لداخی میں)
۱۰-۰۰ وِوِدھ بھارتی پروگرام
(علاوہ ہفتہ)

۱۰-۱۵ 'ہونہار' اردو میں بچوں کیلئے
ملاجلا پروگرام
۱۱-۳۰ اردو کھیل (دوبارہ)

دوپہر

۱-۲ کلاسیکی موسیقی
ہری پرساد چورسیہ : بانسری
۲-۳۰ کہکشاں ، یووا وانی سے انتخاب
۴-۳۰ 'ہی مال'
خواتین کیلئے کشمیری میں پروگرام

رات

۸-۲۰ پراگاشش
غیر انصابی تعلیمی پروگرام
۸-۴۵ توہینز چٹھی واز
سامعین کے خطوں کے جواب
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۱۳ ستمبر

صبح

۸-۰۰ شکیلہ بانو ، غزلیں
۸-۲۰ ذات بترات
۸-۳۵ 'بھارتیہ چت کلا'
ہندی میں بات چیت
۹-۰۵ 'شنطور' صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
امجد علی خاں ، سرود
۴-۳۰ وینا سادھو اور قبال کول
غزلیں

رات

۸-۳۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ
۸-۴۵ اردو بات چیت
۱۰-۳۰ 'سام'
بیس نکاتی پروگرام کی عمل آوری

منگل ۱۴ ستمبر

صبح

۸-۰۰ انور ، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری موسیقی
۱۱-۳۰ سہ پہر ۴-۰۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
بسم اللہ خاں ، شہنائی

رات

۸-۳۰ پراگاشش
غیر انصابی تعلیمی پروگرام
۸-۴۵ 'ملاقات'
کشمیری میں انٹرویو

(باقی ص ۵۰ پر)

۱۶ سے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۲ء
۲۵ بھادر سے ۸ اشون ۱۹۰۴ شاکا

اشاعت کا ۴۷واں سال
قیمت 50 پیسے

وللہ علی الناس حج البیت

انیس صدیقی ۱۹۸۲ء

اردو سروس
سے
غزلیں
زکی طارق
فاروق شفق
ابراہیم اشک
غلام ربانی تاباں

ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر ۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۵۴
بزنس ۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ LISTENER
چیف ایڈیٹر جے بی گویل
ایڈیٹر سراج احمد

نئی دہلی — ۱۶ ستمبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۵ بھادر ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ شمارہ ۱۸

اس شمارے میں

ایثار ابراہیم — مولانا وحیدالدین خاں — ۳
آج کی اردو شاعری — عتیق انور صدیقی — ۵
ہوگلی امام باڑہ — سید حسن امام — ۶
یوگ اور اس کی اہمیت — اے رستیارامیہ — ۸
ستیہ جیت رے — ہردے کول بھارتی — ۱۰
جواہر لال نہرو یونیورسٹی کی تحقیقاتی سرگرمیاں — اسلم پرویز — ۱۱
عام آدمی اور شہری ذمہ داری — فرحانہ صدیقی — ۱۲
چھٹا پنجسالہ منصوبہ اور ہندوستانی ریلیں — ایس ای ایچ شاہ — ۱۴
تعلیم بالغان کی ضرورت و اہمیت — احمد رضا رضوی — ۱۵
بیک نشست — رام لال نابھوی — ۱۶
جو پال اور راکی — سید مصطفےٰ تاج — ۱۷
ہمایوں اور کرن وتی — امتیاز احمد — ۱۹
ایک خطرہ اور — شین مظفر پوری — ۲۰
ایسا بھی ہوتا ہے — ڈاکٹر مسعود عالم ملک — ۲۲
بازی — ظہیر انور — ۲۴
مہر فاطمی — رفعت بلگرامی — ۲۵
تنہائی میں مکالمہ — م ق خان — ۲۷
غزلیات — جاوید اکرم — ۶
پورن سنگھ ہنر — ۹
رخسانہ جبیں — ۱۷
ڈاکٹر اجمل اجملی — ۱۸
رعنا سحری — ۲۱
نسیم مظفر پوری — ۲۳
شاہد جمیلی — ۲۶
محمد علی موج — ۳۶
ساجرہ بیگم — ۵۱

سرورق کا عکس — ایس صدیقی — نئی دہلی

قیمت

فی کاپی — ۵۰ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۹ روپے
تین سال — ۲۵ روپے
اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ایثار ابراہیم

مولانا وحیدالدین خاں

جدید اثری تحقیقات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش ۲۱۶۰ ق م میں ہوئی۔ ۱۷۵ سال کی عمر پاکر آپ نے ۱۹۸۵ ق م میں انتقال فرمایا۔ آپ دریائے فرات کے کنارے واقع قدیم شہر 'ار' (UR) میں پیدا ہوئے۔ اس علاقہ کو پرانے زمانہ میں بابل کہا جاتا تھا، اب اس عراق کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم کی قوم سورج، چاند اور ستاروں کو پوجتی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسی قسم کے تقریباً پانچ ہزار خدا بنا رکھے تھے۔ ان میں سورج اور چاند سب سے بڑے تھے مگر حضرت ابراہیم کو اپنی قوم کے دین سے رغبت نہ ہو سکی۔ انسانی بستیوں کے بگڑے ہوئے ماحول میں اپنے لیے کشش نہ پاکر آپ بستی سے باہر نکل جاتے اور تنہائیوں میں زمین و آسمان کے نظام پر غور کرتے۔ ماحول کے فکری دباؤ سے آزاد ہو کر جب آپ سوچتے تو آپ پر نئی حقیقتوں کے دروازے کھلتے ہوئے نظر آتے۔ آپ آسمان میں یہ منظر دیکھتے کہ چاند چمکتا ہے اور پھر ماند پڑ جاتا ہے۔ ستارے نکلتے ہیں اور اس کے بعد ڈوب جاتے ہیں۔ سورج روشن ہوتا ہے اور پھر رات کی تاریکی میں چھپ جاتا ہے۔ ان واقعات پر غور کرنے کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ چیزیں جو عروج و زوال کے قانون میں بندھی ہوئی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتیں۔ خدا تو وہی ہو سکتا ہے جو عروج و زوال کی حد بندیوں سے اوپر اٹھا ہوا ہو۔

یہ آپ کی ایثار و قربانی سے بھری ہوئی زندگی میں پہلا ایثار تھا۔ جوانی کی عمر میں آدمی تفریحات میں رہنا پسند کرتا ہے مگر آپ نے خاموش تنہائیوں کو اپنا دوست بنایا۔ اس زمانہ کو آدمی بے فکری میں گزار دیتا ہے مگر اسی کو آپ نے سنجیدہ سوچ بچار کی بے قراری کے حوالے کر دیا۔ اس عمر کو پہنچ کر آدمی مادی لذتوں اور دنیوی ترقیوں کی طرف دوڑتا ہے مگر آپ نے اپنے بہترین وقتوں کو حقیقت کی تلاش میں لگا دیا۔ آدمی کے لیے سب سے آسان طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے آباء و اجداد کے مذہب پر چل پڑے مگر آپ نے ایک انقلابی انسان کی طرح رواج کے مقابلہ میں سچائی کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ بہت بڑا نفسیاتی ایثار تھا۔ ماحول کے خلاف کسی سچائی کو اختیار کرنا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ آدمی اس کے سوا سب کچھ چھوڑنے پر اپنے کو راضی کر لے۔ جب آپ نے یہ فیصلہ کیا تو اللہ نے اس کو اس طرح قبول فرمایا کہ آپ پر سچائی کی معرفت کے دروازے کھول دیتے اور آپ کو اپنی پیغمبری کے لیے چن لیا۔ یہ خدائی کام آپ کے سپرد ہوا کہ آپ اپنے وقت کے انسانوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیں۔

اس کے بعد آپ کے ایثار کا دوسرا شدید ترین دور شروع ہوتا ہے۔ آپ کے زمانہ کا حکمراں نمرود (ارنمو) خدائی بادشاہ بن کر لوگوں کے اوپر حکومت کرتا تھا۔ اس زمانہ کے دوسرے بادشاہوں کی طرح نمرود نے عوام میں یہ عقیدہ بٹھا رکھا تھا کہ اس کو حکومت کرنے کا خدائی حق حاصل ہے۔ وہ کہتا تھا کہ سورج سب سے بڑا معبود ہے اور نمرود کا خاندان اس معبود کا دنیوی مظہر ہے۔ سورج جس طرح آسمانوں پر حکومت کر رہا ہے اسی طرح سورج کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کو

یہ حق ہے کہ وہ زمین پر بسنے والے کا حاکم ہے۔

اس اعتبار سے سورج چاند کی پرستش اس زمانہ میں ایک مذہبی عقیدہ نہ تھی بلکہ وہ اس وقت کی سیاست کی اعتقادی بنیاد بھی تھی۔ موجودہ زمانہ کی سیاست کی نظریاتی بنیاد عوامی حاکمیت ہے۔ اس زمانہ کی سیاست کی نظریاتی بنیاد خدائی حق حکمرانی تھا اور یہ خدائی حق حکمرانی اس شاہی خاندان کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا جو مفروضہ معبود کی نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ حضرت ابراہیم کا گھرانہ اس نظام میں خاص اہمیت رکھتا تھا۔ کیونکہ آپ کا باپ آذر اس زمانہ کے بت سازی کے کارخانہ کا مالک تھا اور شاہی بت خانہ میں افسر اعلیٰ کا درجہ رکھتا تھا۔ وقت کے سیاسی نظام میں اس کو بہت اونچی سیاسی حیثیت حاصل تھی۔ اس کا عہدہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے تقریباً وہی تھا جو آج کل کسی ایسی سیاسی پارٹی کے صدر کا ہوتا ہے جو حکمراں پارٹی کی حیثیت رکھتی ہو۔

ان حالات میں حضرت ابراہیم کے لیے بنا بنایا کامیابی کا راستہ یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کی جگہ لے لیں۔ وہ قائم شدہ نظام کا ساتھ دے کر اس میں اونچا مقام حاصل کرلیں۔ مگر آپ نے دوبارہ ایثار و قربانی کے راستہ پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے اپنے باپ آذر سے صاف لفظوں میں کہا: کیا تم ستاروں کو خدا مانتے ہو اور ان کی شکلیں بنا کر ان کو پوجتے ہو۔ یہ ایک کھلی ہوئی گمراہی ہے جس میں تم کو اور تمہاری قوم کو دیکھ رہا ہوں (انعام ۷۴) حضرت ابراہیم نے اپنے وقت کی ستارہ پرستی کے نظام سے اپنے باپ کی طرح موافقت نہیں کی۔ بلکہ وہ اس کے خلاف داعی اور مصلح بن کر کھڑے ہو گئے۔ جس نظام میں اعلاترین عہدہ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ خود اس نظام کو بدلنے کے علم بردار بن گئے انھوں نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا کہ ناحق کو مان کر اس کے ڈھانچہ میں عزت اور ترقی کے خواب دیکھیں۔ بلکہ ناحق کی تردید اور حق کا اعلان کرنے کو انھوں نے اپنی زندگی کا مشن بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھر سے نکال دیئے گئے، قوم میں حقیر سمجھے جانے لگے۔ خود بادشاہ وقت بھی آپ کا دشمن بن گیا۔ کیونکہ آپ کی تحریک بادشاہ کو اس کی سیاسی زندگی سے محروم کرنے کے ہم معنی تھی۔

چلتے ہوئے نظام سے بغاوت ہمیشہ اس قیمت پر ہوتی ہے کہ اس نظام کے اندر آدمی ہر قسم کے مواقع سے محروم ہو جائے چنانچہ حضرت ابراہیم کے اس فیصلہ نے آپ کی پوری زندگی کو ایثار و قربانی کی زندگی بنا دیا۔ آپ گھر سے بے گھر کیے گئے۔ خاندانی جائداد میں آپ کا کوئی حصہ نہ رہا۔ باپ کی جانشینی کے لیے آپ نااہل قرار پائے۔ وقت کے سماج میں آپ کی حیثیت ایک اجنبی انسان کی ہوگئی۔ اُر کی تقریباً تین لاکھ کی آبادی میں کوئی آپ کا ساتھی نہ رہا۔ وقت کی حکومت آپ کو خطرہ کی نظر سے دیکھنے لگی۔ کیونکہ آپ اس کے پھیلائے ہوئے ان توہماتی عقیدہ کی تردید کرتے تھے کہ سورج چاند خدائی ہستیاں ہیں اور ان کی طرف سے کسی کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ زمین پر لوگوں کا بادشاہ بن جائے۔

حضرت ابراہیم نے پُرسکون زندگی کے اوپر مصیبت کی زندگی کو ترجیح دی۔ انھوں نے عوام کے درمیان مقبولیت کے مقابلہ میں عوام کے درمیان اجنبی بن جانے کو پسند کیا۔ وہ عہدہ اور جائداد کو چھوڑ کر خالی ہاتھ ہو جانے پر قانع ہو گئے۔ بادشاہ وقت کے دربار میں معزز کرسی پر بیٹھنے کے بجائے انھوں نے خطرہ مول لیا کہ بادشاہ کی نظر میں وہ معتوب ہو جائیں اور حکومت کی طرف سے ان کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ قوم کے اندر بے عزت کیے گئے۔ پھر آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا جس سے اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ اس کے بعد آپ کو مجبور کیا گیا کہ آپ عراق کو چھوڑ دیں اور ملک کے باہر چلے جائیں۔

یہاں سے آپ کی زندگی میں ایثار و قربانی کا ایک اور شدید تر مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ ملک کے معزز ترین خاندان کا ایک فرد اس طرح بے سروسامانی کی حالت میں اپنے وطن سے نکالا۔ اس کے ساتھ صرف اس کی بیوی سارہ تھی اور اس کا بھتیجا لوط۔ تین آدمیوں کا یہ مختصر قافلہ خانہ بدوشوں کی طرح دریائے فرات کے کنارے کنارے سفر کرتا ہوا حاران پہنچا۔ پھر بحر ابیض کے ساحلی علاقوں سے گزرتا ہوا شام اور فلسطین اور مصر تک چلا گیا مگر ان مقامات کے لوگ بھی اسی قسم کے غیر خدائی معبودوں کو ماننے والے تھے جن کو نہ ماننے کے جرم میں آپ کو اپنے وطن سے نکالا گیا تھا آخر اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حکم ہوا کہ تم حجاز کے بے آب و گیاہ علاقہ میں جاؤ وہاں پتھروں اور خشک پہاڑوں کے درمیان خدا کا ایک گھر بناؤ۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم جب مکہ آئے تو اس وقت وہاں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ پانی (لیس یومئذ بمکۃ احد ولیس بھا ماء) (کتاب الانبیاء) وقت کے انسانوں نے خدا کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی پرستش شروع کر دی تھی۔ تاہم پتھر اور پہاڑ اب بھی اپنی اصل فطری حالت میں باقی تھے۔ اس فطرت کے ماحول میں آپ کو خدا کا گھر بنانے کا حکم ہوا تاکہ کوئی بندہ جو خالص خدا کی عبادت کرنا چاہتے وہ یہاں آکر خدا کی عبادت کرے۔ اب حضرت ابراہیم بحر قلزم کے ساحلی علاقوں سے گزرتے ہوئے موجودہ مکہ کے مقام تک پہنچے اور یہاں بیت اللہ کی تعمیر کی۔ وہ شخص جو عزت اور خوش حالی کی گود میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے حق کی خاطر تنہائی، مسافرت، تنگ اور دشوار زندگی کو اپنے لیے اختیار کر لیا۔

حضرت ابراہیم ۷۵ سال کی عمر میں عراق سے نکلے تھے ۱۰ سال کی مسافرانہ زندگی کے بعد ۲۰۷۴ ق م میں آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے اسماعیل رکھا (اسماعیل کے معنی سمیع اللہ کے ہیں) اس وقت آپ کی عمر ۸۶ سال تھی۔ بڑھاپے کی اولاد یوں بھی آدمی کے لیے عزیز ہوتی ہے۔ اور آپ کا حال تو یہ تھا کہ تمام عزیزوں اور دوستوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور اب آپ تمام تر اپنے بیوی بچے ہی کے سہارے پر رہ گئے تھے۔ ایسی حالت میں ہونہار لڑکا آپ کے لیے کتنا زیادہ محبوب ہوگا۔ مگر بیٹا جب بڑا ہوا اور باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو ایثار و قربانی کا اور بھی کڑا مرحلہ سامنے آگیا۔ خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے آخری سہارے سے بھی دستبردار ہو جاؤ، اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کر دو۔ تورات کے بیان کے مطابق جب بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تو اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر ۱۳ سال تھی۔

حضرت ابراہیم سو سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے آپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ خواب کو عام طور پر ایک تمثیلی چیز سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ حضرت ابراہیم کے ایثار و قربانی کے جذبہ کی انتہا تھی کہ آپ نے خواب کی کوئی تاویل نہ کی۔ آپ اس خواب کو اس کی اصلی صورت میں زیر عمل لانے پر تیار ہو گئے۔ عین اس وقت جبکہ زمین و آسمان تاریخ کے اس انوکھے منظر کو دیکھنے کے لیے رُک گئے تھے کہ بوڑھا باپ اپنے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے اللہ کے لیے ذبح کر رہا ہے، خدا کی طرف سے آواز آئی کہ بس تم نے تسلیم و وفاداری کا آخری ثبوت دیدیا۔ اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر مداخلت کر کے حضرت اسماعیل کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔ اور اس کے بدلے میں اللہ نے آپ کی طرف مینڈھے کی قربانی قبول کر لی۔ اس کے بعد یہ طریقہ تمام اہل ایمان کے لیے مستقل طور پر مقرر کر دیا گیا حکم ہوا کہ آدمی اپنی قربانی کے علامتی فدیہ کے طور پر ہر سال انھیں تاریخوں میں جانور ذبح کرے جن تاریخوں میں حضرت ابراہیم خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

حضرت ابراہیم کو جو خواب دکھایا گیا۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ آپ اپنے عزیز بیٹے کو دعوت توحید کے مرکز بیت اللہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ اس غرض سے حکم ہوا تھا کہ اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے جا کر مکہ کی خشک اور سنسان زمین پر بسا دو۔ مگر اس بات کو چھری سے ذبح کرنے کی صورت میں ممثل کیا گیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ دین کی خدمت کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ اپنے آپ کو جیتے جی ذبح کرنا ہے۔ ذبح ایثار و قربانی کی آخری انتہا ہے اور ایثار و قربانی کی آخری انتہا پر پہنچ کر آدمی اس قابل ہوتا ہے کہ وہ خدا کے دین کی خدمت کر سکے۔

حضرت ابراہیم کا ایثار صرف یہ نہ تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ بیٹے کی قربانی تو ایثار و قربانی کے لمبے سلسلے کی صرف آخری صورت تھی۔ آپ کا یہ ایثار تھا کہ ایسے وقت میں جبکہ لوگ صرف دکھائی دینے والے خداؤں کے لیے اپنی محبتیں اور عقیدتیں وقف کر رہے تھے، آپ نے نہ دکھائی دینے والے خدا کو اپنی محبت و عقیدت کا مرکز بنا لیا۔ ایسے حالات میں جبکہ ناحق ہر طرح کے مادی دلائل کے زور پر اپنی اہمیت ثابت کر رہا تھا۔ آپ نے ایسے حق کو پہچانا اور اس کو قبول کر لیا۔ جس کی تائید میں صرف ذہنی دلائل قائم ہو سکتے تھے۔ ایسی فضا میں جب کہ باطل کے ساتھ مصالحت کرنے میں آپ کے لیے عزت و ترقی کے دروازے کھلے ہوئے تھے، آپ نے محض سچائی کی خاطر ایک ایسے غیر مصالحانہ راستہ کو اختیار کر لیا جس میں سختیوں اور مشکلات کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایسے ماحول میں جب کہ متمدن شہروں میں اقامت کو پسند کر رہے تھے، آپ نے ایک خشک اور سنسان مقام پر لے جا کر اپنے گھر والوں کو بسا دیا۔ یہ سب کچھ غیر معمولی ایثار و قربانی کے جذبہ کے تحت ہوا۔ ایثار و قربانی کی نفسیات کے بغیر ان میں سے کوئی کام بھی نہیں ہو سکتا۔

(اُردو سروس سے)

آج کی اردو شاعری

عتیق انور صدیقی

نئی اور انوکھی باتوں کی تلاش، اور ان کا اظہار ہر دور کی شاعری کا اہم حصہ رہا ہے۔ تے اگر پرانی باتیں اور پرانا انداز، اور پرانے طریقے ہی دہرائے جاتے ہیں تو ایجادات اور امکانات کے تمام دروازے بند ہو جاتے اور ہر شے کی طرح شاعری بھی اپنی اہمیت اور شان کھو بیٹھے گی ——— ادب کی دوسری اصناف کی طرح اردو شاعری کی ندرت کا راز بھی نئی عصری حقیقتوں کے مختلف ہونے میں پوشیدہ ہے۔ ہر اچھا شاعر اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اس کی شاعری میں موجودہ دور کی زندگی کی وہ تمام حقیقتیں شامل ہو جائیں، اور ان کو وہ اپنے انفرادی لب ولہجہ سے اس طرح شاعری میں پیش کرے جو پچھلے دور سے مطابقت کے باوجود مختلف اور منفرد لگیں ——— ہر شاعر کی انفرادیت اپنے سے پہلے کے دانشوروں، یہاں تک کہ بعض اعتبار سے اپنے دور کے شاعروں سے بھی مختلف ہونے سے بنتی ہے۔ یہ انوکھا پن جس قدر با معنی اور گہرا ہوگا اتنی ہی شاعری بھی منفرد اور اہم قرار پائے گی ———

آج کی اردو شاعری کا مطالعہ کرتے وقت بعض باتیں نمایاں طور پر سامنے آتی ہیں ——— یعنی اس دور میں پہلے کے مقابلہ میں رمزیہ انداز بیان۔ یعنی Symbolic Style of Expression زیادہ ابھر کر سامنے آیا ہے، اور نئی ویرانی قدروں کے احترام کی وجہ سے ایک متوازن پیرایۂ بیان اپنایا گیا ہے، جس سے اردو شاعری میں اگر ایک طرف تبدیلی ہوئی تو دوسری طرف بعض نئی روایات نے بھی جنم لیا۔ ان ہی نئی روایات کی بنا پر آج کی اردو شاعری کی داخلی اور خارجی سطح میں نمایاں تبدیلی کا احساس ہوتا ہے ——— زبان، اسلوب، تکنیک، اور ہیئت کی سطح پر نئے نئے تجربات کی وجہ سے اردو شاعری کی تشکیل میں کافی فرق پیدا ہوا ہے۔ اس دور کے شاعروں نے محض روایتی زبان ہی کو پیش نظر نہیں رکھا، بلکہ بول چال کی زبان کے آہنگ کو بھی اپنایا ——— لوک گیتوں اور ہندی زبان کے نرم اور ترسیل عناصر کو قبول کیا ——— مغربی زبان اور وہاں کے اثرات کو بھی اپنے اندر سمونے کی کوشش کی اور محض عربی و فارسی کے غالب اثرات ہی کو قبول نہیں کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر عالمی تناظر میں آج کی اردو شاعری کی بنیاد رکھی ———

موضوعات کے سلسلہ میں بھی اس دور کی شاعری کا دامن کافی وسیع ہوا اور بعض گھسے پٹے موضوعات، مثلاً حسن و عشق، گل و بلبل، جام و مینا، اور عورت کے فرسودہ تصور عشق سے آگے بڑھ کر شاعروں نے دور حاضر کے بہت سے مسائل کو پیش کرنے کی کوشش کی ——— اگر کہیں حسن و عشق اور جام و مینا کا ذکر بھی کیا گیا تھا تو اس کو علامتی پیرایۂ اظہار کا ایک ذریعہ بنایا گیا اور معنی کی سطح پر کسی اور بات کے اظہار کی کوشش کی گئی ہے ——— بنیادی طور پر آج کی اردو شاعری کا مزاج کسی شے کے بیان سے زیادہ اس کے تاثر یعنی Impression کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے ——— خیالی پیکروں، استعارہ، اور علامت کی مدد سے اپنے تاثر کے نقوش ابھارنا چاہتا ہے ——— آج کا شاعر اس بات کا قائل نظر آتا ہے کہ شعر کے معنی محض لفظوں ہی میں نہیں بلکہ اس فضا میں بھی ہوتے ہیں، جس ماحول میں شعر کی تخلیق ہوتی ہے ——— بہت سارے اشعار اور نظمیں اس بات کی غماز ہیں کہ اس دور کی بکھرتی ٹوٹتی، اور سہمی ہوئی تہذیبی زندگی میں انسان کس قدر بے بس اور غیر مطمئن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے بہت سارے اشعار اپنے اندر ایک ایسی کسک، چبھن، اور گہرائی رکھتے ہیں جو سننے والے پر دیرپا نقش چھوڑ جاتے ہیں ——— مثال کے طور پر اسی دور کے ایک شاعر شکیب جلالی کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؂

کیا جانئے منزل ہے کہاں جاتے ہیں کس سمت
بھٹکی ہوئی اس بھیڑ میں سب سوچ رہے ہیں

یا عنوان چشتی کا یہ شعر، جس میں خوف و ہراس اپنی انتہا تک پہونچ گیا ہے ؂

صبح کو یہ بھی پرایا نہ کہیں ہو جائے
اپنے ہی جسم سے کچھ دیر لپٹ کر سو لوں

آج کے انسان کی تہی دامنی، مجبوری اور مصائب کی کڑی دھوپ میں جھلستی ہوئی زندگی پر کمار پاشی نے بھی عدم تحفظ اور بے اطمینانی کا اظہار اس طرح کیا ہے ؂

چھ دنوں تک شہر میں گھوما وہ بچوں کی طرح
ساتویں دن جب وہ گھر پہونچا تو بوڑھا ہو گیا

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تبدیلی وقت کا اٹل قانون ہے۔ لیکن اس دور میں سیاسی، سماجی، تہذیبی، اور نظریاتی طور پر جس قدر تیزی سے تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس کا احساس آج کے ہر شاعر کو ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ گزشتہ صدیوں میں اس قدر زبردست اور اتنی جلد ایسی تبدیلی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی ——— ایک طرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی مدد سے انسان چاند تاروں تک پہونچ رہا ہے۔ تو ساتھ ہی ساتھ زمین سے اس کا رشتہ کمزور ہوتا جا رہا ہے، اور اجنبیوں کی طرح وہ اپنی ہی زمین پر بھٹکتا پھر رہا ہے۔ جاں نثار اختر نے یہی شکایت آج کے انسانوں سے اس طرح کی ہے ؂

یہ ٹھیک ہے کہ ستاروں پہ گھوم آئے ہم
مگر کسے ہے سلیقہ، زمیں پہ چلنے کا

آج کی عالمی تہذیب نے یعنی Universal Industrial Civilization نے انسان کو اکیلا، بے بس، اور مجبور بنا کر رکھ دیا ہے۔ اسی وجہ سے آج کی شاعری کے مزاج میں تنہائی، بے بسی، اور ویرانی نے جگہ بنا لی ہے اور یہ تہذیب کسی طرح بھی صحت مندی کی علامت نہیں رہی بلکہ بیمار کی رات کی طرح طویل اور تکلیف دہ بن گئی ہے۔ اردو کے نامور شاعر فراق گورکھپوری بھی اس تنہائی اور کرب کا شکار نظر آتے ہیں ؂

اس دور میں زندگی بشر کی
بیمار کی رات ہو گئی ہے

آج کی اردو شاعری میں انسان اپنی ذات میں بھی بہت زیادہ الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ، گہرے غم، تنہائی، شدید صدمے یا متواتر مصائب کی کڑی دھوپ میں جھلستے رہنے کے باعث بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر آج کا انسان ماحول سے خود کو کٹا کٹا سا محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اس کی ساری توجہ صرف اپنی ہی ذات میں قید ہو کر رہ جاتی ہے ——— مگر جب وہاں بھی وہ کچھ نہیں پاتا ہے تو مجبوراً ٹھکرائے جانے اور اکیلے پن کے شدید احساس سے وہ تلملا جاتا ہے اور اختر الایمان کا یہ شعر ایسے تمام لوگوں کے دل کی آواز بن جاتا ہے ؂

میں اکیلا جا رہا ہوں، اور زمیں ہے سنگلاخ
اجنبی وادی میں میرا آشنا کوئی نہیں

تہذیبی طور پر بھی آج کا انسان زبردست تبدیلی کا شکار ہوا ہے۔ محبت، انسانیت، اور دوستی کے تمام آداب اس دور میں مختلف ہو گئے ہیں۔ خلوص اور ہمدردی کے تصورات میں فرق آ گیا ہے۔ نیک نیتی، وفا پرستی، اور دوستی کے پس پردہ چاپلوسی، دھوکہ، اور نمائش نے لے لی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاق اب محض پیشہ کے طور پر برتا جاتا ہے، جس کی تمام جڑیں

کھو کھلی ہو چکی ہیں، اور انسان محض مشینی انداز میں ظاہر داری کے ساتھ یہ فرض نبھاتے جا رہا ہے ——— انھیں تجربات کی بنا پر شاید ندا فاضلی نے یہ شعر کہا ہے ؎

جب سے بھی ملو، جھک کے ملو، ہنس کے ہو رخصت
اس دور میں اخلاق بھی پیشہ نظر آئے

ندا فاضلی ہی کا ایک اور مشہور شعر ہے، جس میں علامت، تمثیل، تجرید، استعارہ، اور ابہام کا آسانی سے سمجھ میں نہ آنے والا انداز ہے، اس کے باوجود اس شعر میں موجودہ دور کی بھرپور تصویر کشی ملتی ہے۔ ان کا یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا
کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہو گئی

ممکن ہے یہ شعر بعض لوگوں کے لیے مہمل اور بے معنی ہو، لیکن سچ تو یہ ہے کہ موجودہ سائنس کی ترقی کے دور میں آج کا انسان قدرت کے خلاف اپنی مرضی کا مالک نظر آتا ہے۔ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر نظامِ قدرت سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہے، اور سورج کی موجودگی میں بھی رات کا وجود ہے اور اگر چاہے تو رات کو دن میں بدل دینے کی قدرت بھی رکھتا ہے ——— آج کی اردو شاعری میں ایسے بہت سارے اشعار ملیں گے جن میں ہر پل اور ہر لمحہ کو قید کر لینے کی ناکام ہی سہی، مگر کوشش ملتی ہے، زمانے اور وقت کے گذرنے کا احساس ہر شاعر کو بڑی شدت سے ہو رہا ہے اور ہر دانشور اس فکر میں ہے کہ کس طرح گذرتے ہوئے لمحات کو تھاما جائے۔ شاذ تمکنت نے بھی یہی سب محسوس کیا اور اس شعر کی تخلیق کر ڈالی ؎

وقت بے رحم ہے، لمحوں کو کچل جائے گا
دن کو روکو، کہ مہینوں میں بدل جائے گا

لیکن آج کی اردو شاعری ان تمام باتوں کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ آج کا شاعر اپنی ذات کے حصار سے باہر نکل کر بھی دنیا میں ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے طبقاتی کشمکش، اور عدمِ مساوات کے خلاف بھی نعرہ بلند کرتا ہے۔ وہ شہروں کے علاوہ، دیہاتوں میں بھی ہرے بھرے کھیتوں کو دیکھتا ہے اور دوسری طرف غریب اور فاقہ کش انسانوں کو دیکھ کر چیخ پڑتا ہے۔ کہ یہ کیسا انصاف ہے، جہاں کھیتوں میں اناج اس قدر اگتا ہے، وہاں بھوک اور مفلسی آخر کیوں ہے ؟؟ بلکہ فیض احمد فیض کے یہ اشعار بھی یہی کہتے ہیں ؎

ان دمکتے ہوئے شہروں کی فراواں مخلوق
کیوں فقط مرنے کی حسرت میں جیا کرتی ہے

یہ حسیں کھیت، پھٹا پڑتا ہے جوبن جن کا
کس لیے ان میں فقط دھوپ اگا کرتی ہے

اس دور کی شاعری میں جہاں ایک طرف سہمے ہوئے، خوف زدہ، پریشاں حال، اور ڈوبتے ہوئے دلوں کی تعبیات کا اظہار ملتا ہے یا انقلاب کی آواز سنائی دیتی ہے، تو وہیں پر تصورِ جاناں کی یاد بھی اٹکھیلیاں کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اردو شاعری کے بہت بڑے حصے کی بنیاد عشق و محبت پر رکھی گئی ہے۔ مگر اس دور میں عشق و محبت کے آداب بدلے ہوئے ہیں۔ اور ہر لمحہ ایک وسوسہ، ایک وہم، اور ہزار خدشوں میں زندگی جکڑی ہوئی ہے۔ اب محبوب کو پانا دشوار نہیں رہا، اس کو سمجھنا دشوار ہو گیا ہے۔ امید و یاس کے اسی دوراہے پر کھڑا! ان گنت لوگوں کی طرح ساحر لدھیانوی بھی یہی سوچ رہا ہے ؎

تیری سانسوں کی تھکن، تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم، وہ تکلم، تیری عادت ہی نہ ہو

اس کشمکش و پیچ سے گزر کر اگر کسی کو سچا عشق، اور معشوق کا ساتھ میسر بھی ہو جاتا ہے تو بھی یہ کمبخت زندگی چین سے جینے نہیں دیتی اور آج کا حسن پرست شاعر فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر آنسوؤں کے سمندر میں ڈوبنے سے بال بال بچ جاتا ہے۔ مگر اوروں کے لیے یہی تجربات مشعلِ راہ بن جاتے ہیں، اور منزل ان کے قدم چومنے کو بیتاب نظر آتی ہے۔ بشیر بدر کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں جس میں حسن و عشق کی جھلکیاں، اور زندگی کی ٹھوس حقیقتیں موجود ہیں ؎

آنکھیں آنسو بھری، پلکیں بوجھل گھنیں، جیسے جھیلیں بھی ہوں، نرم سائے بھی ہوں
وہ تو کہیے انھیں کچھ ہنسی آ گئی، بچ گئے آج ہم، ڈوبتے ڈوبتے
اپنی ہی جستجو، اپنی ہی آرزو، مجھ کو مجھ سے، بہت دور کرتی گئی
اور کچھ لوگ منزل نشاں ہو گئے، میرے نقشِ قدم ڈھونڈتے ڈھونڈتے

اس طرح آج کی اردو شاعری، لہجے کے اس بانکپن کے ساتھ، اگر ایک طرف طرح طرح کے تجربات سے گزر رہی ہے اور زندگی کی تمام حقیقتوں کو پیش کرنے کے درپے ہے تو ساتھ ہی عشق و محبت کے لطیف اور نرم مزاج کو بھی بڑی توانائی اور پورے احترام کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ مجموعی طور پر آج کی اردو شاعری موجودہ زندگی کی سچی آئینہ دار ہے۔

(آل انڈیا ریڈیو یووانی نئی دہلی سے نشر)

عتیق انور صدیقی
۸۰۰ ـــ بلاک I اولڈ کیمپس، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی ۶۷

ہوگلی

امامباڑہ فنِ تعمیر کا ایک حسین شاہکار ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے اوسطاً دس ہزار آدمی ہر مہینہ جایا کرتے ہیں اور یہ تعداد مقامی باشندوں اور آس پاس سے آنے والوں کے علاوہ ہے۔ یہ عمارت ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی تعمیر ہوگلی شہر کے آباد ہونے اور مشرقی ہندوستان میں اس کے سب سے بڑے بندرگاہ ہونے کی بھی یاد دلاتی ہے۔

آج کا ہوگلی شہر پہلے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ ست گاؤں جو ہوگلی کے شمال میں ہے مشرقی ہندوستان کا بندرگاہ تھا۔ غیر ملکی تاجر وہاں جہاز سے مال لے کر آیا کرتے تھے۔ لگ بھگ ۱۵۷۵ء میں پرتگالی تاجروں نے ست گاؤں کے جنوب میں آباد ہو کر تجارت کرنے کی اجازت اکبر بادشاہ سے حاصل کر لی۔ اور رفتہ رفتہ انھوں نے وہاں نمک کے گودام بنا لیے۔ اس وقت کچھ ایرانی تاجر بھی نمک کے کاروبار میں تھے اور جہازوں میں نمک بھر کر سورت سے لایا کرتے تھے۔ ۱۵۹۹ء تک پرتگالی ہوگلی پر پوری طرح حاوی ہو گئے۔ ایرانی بھی یہاں آباد ہونے لگے۔ انھیں مقامی باشندے مغل کہنے لگے۔ آج بھی ایک محلہ ایسا موجود ہے جو مغل ٹولی کہا جاتا ہے حالانکہ اب وہاں ایک بھی ایرانی باشندہ نہیں ہے۔ یہ محلہ ہوگلی امامباڑہ کے قریب ہے۔ ایرانیوں کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ جہاں آباد ہوتے تھے ایک امامباڑہ بنا لیتے تھے اور اسی کے صحن میں یا قریب میں اپنے مُردوں کو دفن کیا کرتے۔ ہوگلی کا امام باڑہ جو بڑا ہے اب بھی موجود ہے۔ جو ایک معمولی سی عمارت ہے اور اس کے صحن میں قبریں ہیں۔ اکبر بادشاہ کے نورتن ابوالفضل نے اپنی کتاب آئینِ اکبری میں، جو ۱۵۹۶ء میں لکھی گئی ہوگلی کا تذکرہ کیا ہے۔

پرتگالیوں کا طرزِ تعمیرِ عمارت کا ایسا ہے جو آپ دیکھتے ہی پہچان جائیں گے۔ اسی طرح ایرانیوں کا فنِ تعمیر بھی ہے۔ فنِ تعمیر کے یہ دو طرز ہوگلی شہر کی آبادی میں نمایاں ہوئے۔ مغل ٹولی اور شہر کے دوسرے محلوں میں اب بھی جو عمارتیں ایرانیوں نے اپنے رہائشی مکانوں کی بنائی تھیں کچھ باقی رہ گئی ہیں۔ انھیں دیکھتے ہی واقف کار کہہ اٹھیں گے کہ یہ ایرانی طرزِ تعمیر کی ہیں۔

ایرانیوں نے بڑے امامباڑے سے کچھ دور پر اور دریائے ہوگلی کے کنارے سے قریب ایک اور امامباڑہ تعمیر کر لیا تھا۔ اس کو عرفِ عام میں چھوٹا امامباڑہ کہا جانے لگا۔ ایک بیان کے مطابق اس کی تعمیر کا سال ۱۶۹۴ء اور دوسرے بیان کے مطابق ۱۷۱۷ء ہے۔ اس طرح سے یہ امامباڑہ بڑے امامباڑے سے عمر میں ایک سو سال سے کچھ زیادہ چھوٹا ہے۔ اور گو کہ اب اس کی جگہ پر عظیم الشان عمارت کھڑی ہے مگر وہاں کے مقامی زبان میں اسے اب بھی چھوٹا امامباڑہ کہتے ہیں۔

اس مختصر سی تاریخی پس منظر میں اب میں آپ کو عمارت کی اس نمایاں خوب صورتی کی طرف لے چلتا ہوں جس نے اس عمارت کو چار چاند لگا رکھے ہیں اور لوگ جوق در جوق اسے دیکھنے آیا کرتے ہیں۔ اور وہ ہے اس عمارت کی حسین نئی ساخت اس عمارت کی بنیاد ۱۸۴۱ء میں پڑی اور اس کی تکمیل میں بیس سال کی مدت صرف ہوئی۔ اس وقت ہوگلی امامباڑے کا انتظام میسر

غزل

جاوید اکرم

آج پھر سوچنے بیٹھا ہوں میں کیا بھول گیا
تم مجھے بھول گئے ہو کہ خدا بھول گیا

شب کے آنگن میں سلگتی ہوئی آنکھوں کی تپش
آج پھر چاند کوئی عہدِ وفا بھول گیا

رات کے سائے میں بچھڑی ہوئی روحوں کا ملن
دل کی دہلیز پہ پہنچا تو صدا بھول گیا

اُس نے آنکھوں پہ ہرے لینس لگا رکھے تھے
میں بچھڑتے موسم کا پتہ بھول گیا

آبشاروں سا بدن، پھول سے چہروں کی تھکن
کوئی انگڑائیاں لینے کی ادا بھول گیا

گھر سے نکلا تھا بزرگوں کی دعائیں لے کر
شہر پہنچا تو بزرگوں کا کہا بھول گیا

(اردو سروس سے نشر)

ہوگلی امام باڑہ

سید حسن امام

کرامت علی صاحب مرحوم کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ ایک بہترین منتظم اور انتظامی امور کے مالک تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت نے متولیوں کو ہٹا کر حاجی محمد محسن صاحب مرحوم کے نام سے ہونے وقف پر پورا قبضہ حاصل کر لیا تھا اور میر کرامت علی صاحب مرحوم کو امام باڑہ کے انتظام پر نوکری دی تھی۔ اور انہیں متولی کہا کرتی تھی۔ حالانکہ صدر دیوانی عدالت کے فیصلہ پر عمل کرتے ہوئے حکومت خود ہی متولی تھی۔

میر کرامت علی صاحب مرحوم نے جب اس عمارت کا نقشہ تیار کرایا تو انھوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ یہ ہوگلی شہر کے نام کئے جانے کی تواریخ کو اجاگر کر دے۔ حالانکہ عمارت کی تعمیر انگریزوں کے دور حکومت میں ہو رہی تھی مگر اس عمارت پر انگریزوں کی طرز تعمیر کا اثر نہیں آنے دیا۔ شروع میں ہوگلی شہر میں دو طرز کی عمارتیں تھیں ایک پرتگالی اور دوسری ایرانی۔ انھوں نے دونوں طرح کے فن تعمیر کو نظر میں رکھا۔ جو آج ہوگلی شہر کے اس امام باڑے کو دلکش اور دلفریب بنائے ہوئے ہے۔ ہوگلی امام باڑے کی تعمیری یکتائی اس وقت تک ذہن پر کوئی اثر نہیں ڈالتی جب تک اسے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا جائے۔

اگر آپ دریائے ہوگلی کے شمالی کنارے سے ریل میں بیٹھ کر ہگلی گھاٹ ریلوے اسٹیشن جاتے ہوئے امام باڑہ پر ریلوے کی ہگلی ندی والے پل سے نظر ڈالیں تو آپ سمجھ جائیں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک ایسا نقشہ ذہن میں مرتب کرے گا جو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہگلی امام باڑہ کی خوبصورتی کا باہر سے نظارہ ایک ایسا کیف پیدا کرتا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اسے دیکھتے ہی رہو اور ٹرین پل سے گزر جاتی ہے۔

آئیے اب میں آپ کو امام باڑہ کی سیر کراؤں مگر اس سے قبل یہ بات بتا دوں کہ یہ عظیم الشان دو منزلہ عمارت کھلان یا محرابوں کے اوپر کھڑی ہے۔ اور اب بھی ویسی ہی مضبوط ہے جب نئی بن کر تیار ہوئی ہوگی۔ چھوٹی چھوٹی اینٹوں کے بنے ہوئے کھلان دیکھے جا سکتے ہیں اس کا ڈرینج سسٹم بھی زیر زمین ہے۔ اور جب وہ عمارت سے نکل کر سڑک کی طرف کھلنے پر آتا ہے تو اس کا ڈرین پندرہ فٹ گہرا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ کھلان اور ڈرین دونوں ہی پر نظر رکھی جائے جو کام حکومت اور مقامی میونسپلٹی کے تعاون پر منحصر ہے۔ عمارت کی ساری خوبصورتی کا انحصار انہی دونوں چیزوں پر ہے۔

پہلے باہر سے عمارت کا نظارہ کیجئے۔ ایک عظیم الشان صدر دروازہ یا گیٹ آپ کی نظر کے سامنے ہے۔ جس کا کھولنا یا بند کرنا ایک آدمی کے بس کی بات نہیں۔ گیٹ کے اوپر سے منارہ یا گیٹ ٹاور ہے جس کی ساخت آپ کو فوراً متوجہ کر لیتی ہے جہاں تک گیٹ ٹاور کا تعلق ہے اس کا طرز تعمیر ایرانی ہے مگر کلاک ٹاور پر پرتگالی فن تعمیر کا حسین امتزاج ہے۔ جسے بس دیکھتے ہی رہیے۔ اب ذرا کلاک ٹاور کی طرف نظر اٹھائیے زمین سے نوے فٹ بلند ہے۔ اسی میں وہ گھڑی یا کلاک ہے جس کا ایشیا میں کوئی ثانی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک موجد نے صرف دو ہی کلاک بنائے ایک یہاں نصب ہے اور دوسرا بکنگھم پیلیس میں۔ یہ کلاک ہر پندرہ منٹ پر آواز دیتا ہے جس کی آواز دور دور تک سنی جاتی ہے۔ اوپر سے نیچے تک کلاک ٹاور میں تین منزلیں ہیں اور کلاک کی شیشری اوپر سے نیچے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کو دیکھنے کے لیے لوگوں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ کلاک ٹاور کے اوپر سونا پھیری ہوئی بڑی کنگریاں ہیں۔ خوبصورت اور چمکتی ہوئی لوگ اسے چھت پر کھڑے ہو کر دیکھا کرتے ہیں۔ اچھا اب آئیے اندر گیٹ میں داخل ہو جائیے یہ مختصر سی راہداری۔ سر اٹھا کر دونوں طرف دیکھئے گیٹ سے باہر اور گیٹ کے اندر کا حصہ۔ اس کی خوبصورتی دیکھ کر آپ خود ہی واہ واہ کہہ اٹھیں گے۔

صحن میں اگر آپ جنوب سے شمال کی طرف لمبائی میں ایک نہر نما حوض پائیں گے جس میں ہزاروں کی تعداد میں سرخ مچھلیاں کھیلتی دکھائی دیں گی۔ بیچ میں فوارہ ہے۔ عرصہ سے بند ہے اور اس کو کارآمد بنانے کی کوشش جاری ہے۔ صحن کے دونوں طرف ایرانی طرز کی بنی ہوئی دو منزلہ تعمیر نظر آئے گی۔ دلفریب اور پرکشش۔ محرابوں میں شمعی فانوس لٹکے دکھائی دیں گے جو ایک عجیب سماں پیدا کر دیتے ہیں۔ صحن کے خاتمہ پر زینوں کا سلسلہ شروع ہو کر ایک باہری برآمدے میں پر ختم ہوتا ہے اور یہیں سے شروع ہوتا ہے امام باڑہ کا خاص حصہ۔ اس کے بعد سنگ مرمر کے فرش کا ایک دالان ہے۔ لمبائی میں مغرب سے مشرق تک یعنی اس حصہ کی پوری لمبائی۔ اس کے بعد وہ حصہ جو ایک وسیع ہال ہے۔ سجا ہوا اور جھاڑ فانوس سے مزین۔ اس میں ایک عظیم الشان منبر رکھا ہوا ہے جو کاریگری کا ایک نمونہ ہے اور اسی پر ذاکر بیٹھ کر مجلس پڑھتا ہے۔ اس سے لگا ہوا اتنی ہی لمبائی چوڑائی کا دوسرا ہال ہے جو جھاڑ فانوس سے مزین ہے اور اس کے بعد شہ نشین پر جو اونچائی میں قد انسانی سے کچھ ہی کم ہے۔ ضریح دالان ہے جو لمبائی میں ہال کی لمبائی کے برابر ہے اسمیں محرم میں سامان عزاداری جیسے علم۔ ضریح۔ جھولا۔ وغیرہ سجا کر رکھے جاتے ہیں۔ دونوں ہال جن کا میں نے تذکرہ کیا ان کے دونوں طرف بھی شمال سے جنوب کی لمبائی میں ایک ایک ہال ہے جن کے اوپر بھی ہال بنے ہوئے ہیں۔

ایک مجمع ہر وقت یہاں دیکھا جاتا ہے اور عوام کے لیے بڑی کشش رکھتا ہے۔ ہوگلی امام باڑہ کی کبھی جو بہت مقبول چیز تھی اور جس پر استداد زمانہ کا اثر ہوا وہ ہے Calligraphy سنگ مرمر والے دالان سے شروع ہو کر اندر تک طغری کی بہار ہے۔ میں نے اور بھی جگہیں دیکھی ہیں۔ جہاں طغری سے زیبائش کی گئی ہے مگر ہوگلی امام باڑہ کو میں طغری کا گلستان کہتا ہوں اس کے حسن کے پرستار گو کم علمی یا ناواقفیت کی وجہ سے اس کا صحیح لطف نہیں لے سکتے مگر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ نہ جاننے کے باوجود حیرت زدہ ہو کر انہیں دیر تک دیکھا کئے اور ان کے متعلق دریافت کرتے رہے۔ یہ چیز اب بھی مشرق وسطی کے عوام اور مصر سے لے کر مراکش تک کے لوگوں کے لیے مرغوب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ بھی آ جائے کہ لوگوں میں اس کا ذوق و شوق پیدا ہو۔ یہ وہ فن ہے جس کے جاننے والوں کو ہی احساس ہو سکتا ہے کہ ہگلی امام باڑہ کے پاس اس فن کا کتنا بیش بہا خزانہ ہے۔

اب آپ عمارت کی پشت پر آئیے سنہ ۱۹۷۵ء میں جو کثیر لاگت سے حکومت مغربی بنگال کے محکمہ آبپاشی نے امام باڑہ کو دریائے ہگلی کی زد سے بچانے کے لیے ریویٹمنٹ تیار کیا تھا وہ اپنی بہار دکھا رہا ہے اگر آپ ناؤ میں بیٹھ کر دریا کے وسط میں سے نظر کریں تو آپ حیرت میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ امام باڑہ کی پشت پر جو صحن ہے وہ دو حصوں میں ہے۔ ایک بلندی پر اور دوسرا اس سے نیچے۔ لوگ یہاں آ کر کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کی ٹولیاں جگہ جگہ بیٹھی محو گفتگو دیکھیں گے۔ امام باڑہ کی دیوار کی پشت پر آپ وہ وقف نامہ جو حاجی محسن صاحب نے فارسی میں تیار کیا تھا اور اس کا انگریزی ترجمہ جلی حرفوں میں کھدا ہوا دیکھیں گے۔ اسی کے صحن میں بلندی پر نصب دھوپ گھڑی ہے جسے لوگ دن کو سورج کی روشنی میں دیکھ کر وقت معلوم کرتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں۔

یہ تھا ہوگلی امام باڑہ کی تعمیری خوبصورتی کا ایک خاکہ اگر آپ تفصیل سے اس کا لطف اٹھانا چاہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

(کلکتہ سے نشر)

یوگ اور اس کی اہمیت

اے۔ سینارامیہ

مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، امیر ہو کر غریب، استاد ہو یا سیاستداں، مغربی ہو کہ مشرقی ۔ ہر شخص کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ جس طرح سے بھی ہو سکے خوشی کی زندگی بسر کرے اور غم واندوہ کو پاس تک نہ پھٹکنے دے۔ لیکن شومئی قسمت سے آج کل کا انسان خوشی حاصل کرنے کے ذرائع یعنی دولت، قوت، اپنی پوزیشن، وعیش وآرام کی اشیاء ہی کو منتہائے مقصود سمجھ بیٹھا ہے۔ بیشتر لوگ قوت اختیار یا دولت یا پوزیشن یا پھر یہ سبھی چیزیں حاصل کر لینے پر اندھا دھند شراب اور سگریٹ نوشی، نشہ آور ادویات کا استعمال، جنسی اختلاط، ضرورت سے زیادہ شکم پروری کے راستے پر چل نکلتے ہیں اور سمجھ بیٹھتے ہیں کہ خوشی حاصل کرنے کے ذرائع یہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان سے انسان کو وقتی طور پر خوشی اور راحت حاصل ہوتی ہے مگر ساتھ ہی اس کی جسمانی اور دماغی صحت کو گھن لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے گویا کہ ہمیں ذرائع اور مقاصد کی تمیز ہی نہیں رہی اور ہمارے لیے ہماری خواہشات ہی آرزومند اور اخلاق بن گئی ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک بڑھیا سڑک پر بجلی کے کھمبے کے نیچے اپنی سوئی تلاش کر رہی تھی کسی نے پوچھا بڑی بی یہ تو بتاؤ کہ تمہاری سوئی کس جگہ گری تھی؟ بڑھیا نے جواب دیا میری سوئی تو گھر پر گم ہوئی ہے لیکن چونکہ گھر میں روشنی نہیں اس لیے اُسے سڑک پر تلاش کر رہی ہوں"۔ یہی حال آج کل کے انسان کا ہے جو اپنی خوشی اور سکھ کو کھو کر جو خود اس کے اندر واقع ہے، اسے مے خانوں، ہوٹلوں اور سیاحت کے مرکزوں میں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

آجکل کا دنیوی عقل ودانش کا مالک انسان بے حد زیرک، سائنسی تجزیہ کا ماہر، نمود ونمائش کا دلدادہ، تیز طرار اور بے حد بوالہوس ہے۔ لیکن عیش وعشرت کی زندگی تو انسان کو اپنی طرف راغب کر کے اس کی افضل ترین صلاحیتوں غصب کر لیتی ہے۔ اور انسان آجکل انہی خرابیوں میں ملوث ہے۔ آجکل کے انسان کا کہنا ہے کہ وہ حصول دولت کے لیے اس قدر سرگرداں ہے کہ اس کے پاس تندرستی کی خاطر ورزش جسمانی کے لیے وقت نہیں رہتا۔ نہ ہی اُسے عبادت کرنے اپنے رب کی طرف دھیان لگانے یا دینی کتب کے مطالعے کا وقت مل پاتا ہے جس سے کہ اس کا ذہن توانا ہو۔ آجکل کے خلل اعصاب میں مبتلا سماج کا انسان ابھی نوٹوں کو زیادہ تر روزی کمانے ہی پر صرف کرتا چلا جاتا ہے اور اچھی زندگی گذارنے کی طرف اس کا دھیان ہی نہیں جاتا۔

انسان کا دائمی مسئلہ زوال شخصیت ہے یعنی اس کی صحت گرتی چلی جاتی ہے اور ذہنی طور پر وہ مایوسی ومحرومی کا شکار ہوتا جاتا ہے۔ جب بے توجہی بلکہ عیاشی کے ہاتھوں جسمانی صحت اور ذہنی سکون ہی جاتا رہے تو انسان سرور وانبساط، خوشی وخرمی اور حظ ونشاط سے ہمکنار کیسے ہو سکتا ہے صحت جسمانی اور سکون ذہنی ہی دنیا میں دو ایسی چیزیں ہیں، جو نہ تو کوئی انسان دوسرے کو عطا کر سکتا ہے، نہ دولت انھیں خرید سکتی ہے اور نہ قوت یا اقتدار حاصل کر سکتا ہے۔ جب حظ اٹھانے کے لیے صحت اور ذہنی چین ہی نہیں رہا تو دنیوی مال واسباب کس کام کا؟ اور یہ دونوں چیزیں انسان کو مسلسل کوشش کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

اگر صحت کو اچھا اور برقرار رکھنا مقصود ہے تو اس کے لیے ورزش کرنا ناگزیر ہے۔ دنیا بھر کے ممالک کے جسمانی ورزش کے اپنے اپنے طریقے رکھے ہیں۔ ان میں سے بیشتر طریقے چاہے وہ مشرق کے ہیں یا مغرب کے، پٹھوں ہی کو مضبوط کر پاتے ہیں جسم کو توانا بنانے کے ایسے بہت سے طریقے عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان کے لیے غیر موزوں بلکہ بعض اوقات نقصان دہ ثابت ہو چکے ہیں۔

ان کسرتوں سے بعض خاص خاص عضلات ہی کو تقویت پہنچتی ہے سب کو نہیں۔ نتیجہ یہ کہ جسم میں توازن قائم نہیں رہتا۔ آجکل کے بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ بیماری کا فقدان ہی صحت ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے — صحت میں در حقیقت محض جسمانی تندرستی ہی شامل نہیں — اس کے کچھ جزو بھی ہیں۔ مثلاً—

پوری طرح صحت مند اس شخص کو کہتے ہیں جس کی حرارت معدہ متوازن ہو، جس کا عمل ہضم وجذب واخراج مربوط ہو اور جس کا ذہن، حواس اور جوہر روحانی بھی متوازن ہو۔

لوگ اکثر شکایت کرتے ہیں کہ ساری خرابی کی جڑ آجکل کی دنیا ہے۔ مگر یہ غلط بات ہے' سائنس کی ترقی نے ٹیکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز کارنامے کر کے دکھائے ہیں لیکن شروع شروع میں جو یہ نظر آتا تھا کہ سائنس انسان کے تمام مسائل کو حل کر کے رکھ دے گی۔ وہ امیدیں موہوم ثابت ہوئی ہیں۔ سائنس مذہب کی جگہ نہیں لے پائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی ظاہری وباطنی دنیا میں زمین وآسمان کا فرق پیدا ہو گیا ہے۔

تہذیب کے فروغ کا رخ محض ایک ہی جانب نظر آرہا ہے۔ حصول مادی خوشحالی اور افراط۔ دنیا میں تیز رفتاری ایک دوسرے سے مقابلہ اور اکتا دینے والی یکسانیت کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اس سے دباؤ اور تناؤ بڑھ گیا ہے اور انواع واقسام کی بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں جو انسان کو اندرونی طور پر کھوکھلا کرتی جا رہی ہیں۔

امریکہ کی ڈاکٹر سارا جورڈن کا جسے مغربی طب والے پچھلی صدی کی حکیم حاذق خیال کرتے ہیں، فرمان ہے کہ انسان کی بہت سی بیماریوں کا سیدھا سادہ علاج تو یہ ہے کہ ہر روز ذہن کو آلودگیوں سے پاک وصاف کیا جائے۔ جب ہم دھیان میں مگن ہو جاتے ہیں تو جسم کا علاج خود بخود ہوتا چلا جاتا ہے تندرستی اور ریاضت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

یوگ جسم میں ایسا اعتدال پیدا کرتا ہے کہ جسم اپنی خامیوں کو خود ہی دور کرنے اور صحت کو بحال کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یوگ کے ذریعہ بدن جگمگانے لگتا ہے۔ دنیا کے مشہور دائلن نواز یہودی مینوہن کا کہنا ہے کہ یوگ آسن کے ذریعہ اعضاء کو کھینچنے، مروڑنے اور دبانے سے جسم مضبوط واستوار ہوتا ہے۔ اسی طرح خاموشی کے ساتھ مسلسل سانس لینے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے اور پھر خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ یوگ کرنے سے جسمانی مسائل اور وہ کبھی کافی حد تک ٹھیک ہو جاتے ہیں اور کبھی کم تاہم اگر یوگ کو بیماریوں کو روکنے یا صحت کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے جسم میں چستی وچالاکی پیدا کرے، اسے لچکدار بنانے اور اعصابی تناؤ کم کرنے کے اعتبار سے یوگ کمال درجے کی چیز ہے۔ تندرست جسم دماغ کا حکم زیادہ آسانی سے مانتا ہے۔ اس کے برعکس کمزور اور بیمار جسم من کی تمام تر توجہ اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور اس طرح مسلسل خلل اور الجھن کا باعث ثابت ہوتا ہے۔

آیورویدا میں کہا گیا ہے کہ تمام بیماریوں کا سبب جسم کے اندر آلائشوں کا جمع ہو جانا ہے، اسی طرح کے ایک اور شلوک میں کہا گیا ہے کہ اگر بدہضمی نہ ہو تو کوئی بیماری نہیں

ہو سکتی۔

یوگ کا ہر آسن ریڑھ کی ہڈی پر اثر انداز ہوتا ہے جو کہ تمام طاقت و قوت کا صدر مقام ہے۔ جن آسنوں سے پیٹ کے اندر دوران خون میں زیادہ تبدیلیاں آتی ہیں وہ آسن ایڈرینالین اور جنسی غدود میں سے ہارمونز کے اخراج کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ یہ ہارمونز قلیل مقدار میں بھی خون کے اندر داخل ہو کر سارے جسم میں عظیم تبدیلیاں لانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یوگ آسنوں کا ایک اور خاص مقصد دماغی صحت کی برقراری ہے۔ جسمانی تندرستی بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ دماغ میں ٹھہراؤ پیدا ہوتا ہے اور پھر پر سکون ذہن تخلیقی ادراک کا پتا خادم بن جاتا ہے جو ہر شخص کے اندر موجود ہے۔ تن کے ساتھ ساتھ من کرو سب سے بہتر اور اچھا ہوگا۔

جسم میں جہاں اور بہت سی برائیاں ہیں وہاں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اور وہ یہ ہے کہ اسے جو عادتیں ڈال دی جائیں ویسی ہی عادت پر چل پڑتا ہے۔

شروع میں تو انسان عادتیں بناتا ہے مگر بعد از اں عادت انسان کو بنانے لگتی ہے۔

اربندو گھوش کا کہنا ہے کہ گوشت پوست سے بنے ہوئے جسم کو ہٹ یوگ کی مدد سے جاندار قوت کا سرچشمہ بنایا جا سکتا ہے۔ یوگ آسن، پرانایام اور مختلف عمل قوت حیات کی راہوں کو مسدود کرنے والی تمام آلائشوں کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں تاکہ پران (جو ہر زندگی، زیادہ اسات، وغیرہ) سارے جسم کے اندر رواں دواں ہو پائے۔ آجکل کا انسان جسمانی انحطاط اور ذہنی پریشانی سے بچنے کے لئے جو کوشش کر رہا ہے اس میں یوگ ہی اس کے سب سے زیادہ کام آسکتا ہے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ یوگ کے نظریے کی رو سے پران کائنات میں موجود وہ توانائی ہے جسے جسم کے اندر داخل کر کے عصابی نظام میں سنبھال کر رکھا جاتا ہے۔

یوگ آسن اینڈوکرن غدود پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور انھیں سرگرم عمل کر کے زیادہ ہارمونز پیدا کرانے لگتے ہیں جسم کے تمام اعضاء اور ان کی کارکردگی کی صحت کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اینڈوکرن غدود اور خاص طور سے پچوٹیری اور تھائرائڈ غدود صحیح ڈھنگ سے کام کرتے رہیں۔ یوگ آسن کرتے رہنے سے جسم کے تمام جوڑ بڑھاپے میں بھی ٹھیک رہتے ہیں۔ جل نیتی اور سوتر نیتی جیسے عملوں کی مدد سے ناک اور حلق کا تمام حصہ پاک صاف ہو جاتا ہے۔ 'دامن دھوتی' 'وستی' اور 'نولی' کے ذریعہ پیٹ کا سارا حصہ پوری طرح صاف ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک اور عمل سے مدد سے آنکھوں کو تقویت پہنچتی ہے اور یکسوئی بہتر ہوتی ہے۔ اصل میں دیکھا جائے تو تمام کا تمام یوگ یکسوئی کے لیے بہترین کسرت ہے۔

اگرچہ علم طب نے مصیبت زدہ انسانوں کو دکھوں سے نجات دلانے کے سلسلے کافی ترقی کی ہے، زندگی بخش دوائیں نکالی ہیں، عمل جراحی میں کمال کر کے دکھایا ہے اور ہیضہ، پلیگ، چیچک جیسی وباؤں کا قلع قمع کر دیا ہے۔ پھر بھی یہ خون کے بڑھے ہوئے دباؤ، ذیابطیس، دمہ اور آجکل کی متعدد ذہنی امراض کا موثر علاج ابھی نہیں ڈھونڈ سکا۔

کینیڈا کے ڈاکٹر پنٹرن بیک کا کہنا ہے "بدقسمتی سے مغربی طب کے پاس فکر و تردد پر قابو پانے کا ابھی تک کوئی حل نہیں ہے۔ ذیابطیس کے مریضوں کی انجمنوں کی عالمی فیڈریشن کے سابق سکریٹری ڈاکٹر جیکسن اور دوسرے بہت سے ڈاکٹروں کی رائے میں ذیابطیس پر قابو تو پایا جا سکتا ہے مگر شفا حاصل نہیں کی جا سکتی مگر یوگ میں آپ کو کئی مثالیں ملیں گی جن میں مختلف آسنوں کی مدد سے ذیابطیس کا مرض بالکل جاتا رہا۔ ڈاکٹر شوئینن کا کہنا ہے کہ "علم طب لوگوں کو زیادہ مدت تک زندہ رکھنے میں تو بہت کامیاب ہوا ہے لیکن بدقسمتی سے زیادہ بیمار رکھ کر" ڈاکٹر ڈی۔ سی۔ قرانی کا قول ہے کہ آجکل کی دواؤں کے زہریلے اثرات کو ماتحتی سے کام نہ لے کر ثانوی اثرات یا ناموافق اثرات کا نام دیا جا رہا ہے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کے ڈاکٹر ردریا کا کہنا ہے کہ دواؤں کے ضمنی اثرات ضرر رساں ہیں یوگ کا کوئی نہیں۔ عالمی ادارۂ صحت کے سنہ ۱۹۷۶ء کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر ماہلر نے کہا تھا کہ "میلیۃ مہوموں کو تندرستی کو فروغ دینے، بیماریوں کی روک تھام کرنے اور صحت کو بحال کرنے کے سلسلے میں انسان کی ضرورتوں اور تمناؤں کو بھی پورا کرنا چاہیئے۔ بدقسمتی سے میڈیکل کا دائرہ عمل بیماریوں سے شفا دینے تک ہی محدود ہے۔ لیکن اس مقام پر یوگ طب پر سبقت لے جاتا ہے۔ یوگ سے بیماریوں کی روک تھام، شفایابی اور بحالی صحت کے مقاصد پورے کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن میری رائے میں اگر یوگ اور طب دونوں کو ایک ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ بہترین حل ہوگا۔

مدراس کے اعصابی امراض کے نامور ماہر ڈاکٹر رام مورتی کا کہنا ہے کہ "جب کوئی شخص یوگ کرنا شروع کرتا ہے تو وہ اعصابی نظام کے ذریعہ اپنی جسمانی سرگرمیوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ یوگ کے جن آسنوں میں جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا جاتا ہے یا دھیان لگایا جاتا ہے اور توجہ ایک جگہ مرکوز کی جاتی ہے ان آسنوں سے دماغ میں ایسی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جن سے عصبی سرگرمی پر مفید اثر پڑتا ہے۔ یہ مفید اثر صرف اعصاب پر ہی نہیں پڑتا بلکہ اس سے دل پھیپھڑے، نظام ہضم بھی متاثر ہوتے ہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اینڈوکرن غدود پر بھی ان کا غلط اثر پڑتا ہے۔

یوگ کی رو سے بیماری کی روک تھام اس کے علاج کی نسبت بہتر اور آسان تر ہوتی ہے۔ متواتر یوگ کرتے رہنے سے بیماریاں انسان کے پاس نہیں پھٹکنے پاتیں اور خواتین کی صحت اور دلکشی میں فرق نہیں آتا۔ کئی حالتوں میں یوگ کے ذریعہ مختلف النوع بیماریوں کا علاج کیا جا رہا ہے اور اس میں کم و بیش کامیابی بھی ہوتی ہے۔

انسان کے پاس جتنی بھی دولت، اقتدار اور اثر و رسوخ ہو اسے خوشی تب تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک اس کی صحت عمدہ نہ ہو اور اسے ذہنی سکون حاصل نہ ہو۔ دراصل تن کی نسبت من زیادہ طاقتور ہوتا ہے گو کہ دونوں ایک دوسرے پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں انسان دباؤ اور تناؤ کا شکار رہتا ہے اور اگر اس دباؤ اور تناؤ کو قابو میں نہ رکھا جائے تو یہ من سے تن میں سرایت کر جاتا ہے، اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ نہ صرف بیماریوں کی روک تھام اور ان کا قلع قمع کرنے بلکہ مرد کو جسمانی طور پر چاق و چوبند رکھنے اور عورت کے جسم اور خوب صورتی کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں انسان کی تگ و دو میں یوگ نے بے حد مدد دی ہے اور غالباً مشرق کی نسبت مغرب اس سے زیادہ مستفید ہوا ہے۔ اس طرح یوگ کی اہمیت آجکل کے مرد اور عورت کے لیے بہت زیادہ ہے کیونکہ اس سے خوشی و انبساط کو فروغ حاصل ہوتا ہے جو ہر مرد عورت کا منتہائے مقصود ہے

(حیدرآباد سے نشر)

غزل

پورن سنگھ ہنر

حالات نے ڈھائے ہیں ستم اور طرح کے
اس دور کے انساں کو ہیں غم اور طرح کے

بڑھتا ہوا جب میں منزل ادراک سے آگے
ملتے ہیں تمہیں نقش قدم اور طرح کے

توڑو تو بدل لیتے ہیں یہ اور ہی پیکر
ہیں بتکدۂ دل میں صنم اور طرح کے

کیا سمجھے گا مفہوم کوئی ان کے علاوہ
مضمون ہیں میرے دل پہ رقم اور طرح کے

وہ زہر پلائیں کہ سردار جگر دیں
ہم آدمی ہیں اپنی قسم اور طرح کے

تاریخ میں جب بھی کبھی کھلتا ہے نیا باب
ہوتے ہیں کچھ احوال رقم اور طرح کے

دل ہو کہ خرد دونوں کے انداز نئے ہیں
تعمیر کرو دیر و حرم اور طرح کے

ہموار ہو شاید ہی کبھی راہ محبت
پیچ اور طرح کے ہیں تو خم اور طرح کے

ہوتے ہیں زمانے کے تقاضے بھی عجیب
شداد بناتا ہے ارم اور طرح کے

دل کو نہ تسلی ہو تو ہے رائگاں سب کچھ
ایجاد کرو لطف و کرم اور طرح کے

ناواقف غم ایسے ہنر ہم نہیں لیکن
اس شہر حسیناں میں ہیں غم اور طرح کے

(جالندھر سے نشر)

ہردے کول بھارتی

ستیہ جیت رے ہندوستان کے ان بلند مرتبہ فن کاروں میں سے ہیں جن کی فنی صلاحیتوں کو تب تک ہندوستان میں تسلیم نہیں کیا گیا جب تک کہ یورپ اور امریکہ کے نقادوں، فلم سازوں یہاں تک کہ فلم بینوں نے ایک زبان ہوکر یہ نعرہ لگاکے ہمیں بیدار نہ کیا کہ ـــــ ستیہ جیت رے اس صدی کے عظیم ترین فلم ساز ہیں۔ بہرحال یہ ہمارے ہاں کی روایت ہے جس سے ہم حصول آزادی کے اتنے سال بعد بھی خود کو آزاد نہیں کرپائے شاید یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے ملک میں ستیہ جیت رے کا نام ہی ان کی فلموں سے زیادہ مقبول ہے۔ اور آج بھی ان کی فلمیں یورپ اور امریکہ میں ہی دیکھی جاتی ہیں اور دکھائی جاتی ہیں۔ فلم ساز بننے سے پہلے ستیہ جیت رے کمرشل آرٹسٹ تھے اور ایک فرم میں ملازم تھے۔ خود ستیہ جیت رے ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "سنہ ۱۹۴۶ء کے آس پاس مجھے احساس ہوا کہ مجھے ایک فلم بنانی چاہیے اس سے پہلے میں نے "پاتھیر پنچالی" کے ایک ایڈیشن کے لیے تصویریں بنائی تھیں اور تبھی مجھے لگا تھا کہ یہ کتاب میری فلم کے لیے مواد فراہم کرسکتی ہے۔"

لیکن ستیہ جیت رے اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ اپنے اس احساس کو سلولائیڈ پر اتارنے کے لیے فلم سازی کے فن کی باریکیوں کو سمجھنا بہت ہی لازمی ہوگا۔ چنانچہ انھوں نے اس ذریعۂ اظہار پر دسترس حاصل کرنے کی مہم شروع کی۔ شروع میں انھوں نے کچھ دوستوں کے ساتھ مل کر کلکتہ فلم سوسائٹی کو منظم کیا۔ جس کے توسط سے رے کو دنیا کی معیاری فلمیں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ رے ان فلموں کو انہماک سے دیکھتے۔ گھر آکر یادداشت کا سہارا لے کر اداسی کے اسکرین پلے کا موازنہ کرتے۔ اپنی غلطیاں درست کرتے اور اسی اسکرین پلے کو دوبارہ لکھتے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اگر ستیہ جیت رے کسی ناول یا کہانی کے بارے میں یہ سنتے کہ اسے روسی، اٹلی، یا امریکہ میں فلمایا جارہا ہے۔ وہ اس ناول کو خریدتے۔ اس کا اسکرین پلے 'سینریو' وغیرہ لکھتے اور تب تک اس کی نوک پلک سنوارتے رہتے جب تک کہ وہ خاص فلم کلکتہ میں ریلیز نہ ہوتی تب رے اس فلم کو دیکھتے۔ اس کا اپنے اسکرین پلے کے ساتھ مقابلہ کرتے اور خامیوں خوبیوں کو پرکھنے سمجھتے۔ ان کی یہ مشق تین سال تک جاری رہی اور اس دوران وہ انسیٹن، پڈوربن، چرکسو اور رینائر ایسے عظیم فلم سازوں اور فن کاروں سے ملے ان کے تخلیقی عمل کو قریب سے دیکھا خود ستیہ جیت رے پڈوبین اور چرکسو سے اپنی ملاقات کو اپنی زندگی کا اہم ترین واقعہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی جب انھوں نے اپنے سپنے یعنی پاتھیر پنچالی کو سلولائیڈ پر اتارنے کا ذکر کلکتہ کے پیشہ ور فلمسازوں سے کیا تو انھوں نے یہ کہہ کر ان کا منصوبہ رد کیا کہ فلم چونکہ کنٹرولڈ لائٹس میں ہی بنائی جاتی ہے اور وہ چونکہ اپنی فلم کو actual Location پر سورج کی روشنی میں فلمانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی سورج کی روشنی کو چونکہ کنٹرول نہیں کیا جاسکتا اس لیے ان کی پاتھیر پنچالی انداز سے سلولائیڈ پر اتاری نہیں جاسکتی جس انداز سے انھوں نے تصور کیا ہوا ہے۔ ان دلائل سے ستیہ جیت رے کس حد تک متاثر یا قائل ہوئے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اپنے فلمی اسکرپٹ میں اس کے بعد بھی کسی قسم کی کوئی ترمیم نہیں کی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہیں اپنی کامیابی کے لیے کسی نقش، کسی ٹھوس مثال کی تلاش تھی۔ خود ستیہ جیت رے اس سلسلے میں لکھتے ہیں "سنہ ۱۹۵۰ء میں میں کلکتہ کی ایڈورڈ ٹائیزنگ ایجنسی کے صدر دفتر میں کام کرنے کے لیے انگلینڈ چلا گیا۔ جہاں مجھے چھ مہینوں میں سو کے قریب فلمیں دیکھنے کا موقعہ ملا ۔۔۔۔ پہلی فلم جو میں نے دیکھی اطالوی فلم "بائیسکل تھیوز" تھی۔ فلم دیکھ کر میں اچھل پڑا کیونکہ مجھے پہلے ہی سے پاتھیر پنچالی اس ڈھنگ سے بنانے کا خیال تھا۔ لیکن مجھے پورا یقین نہیں تھا کہ واقعی اس ڈھنگ سے فلم بنائی جاسکتی ہے۔ انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد ستیہ جیت رے نے پورے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں شروع کیں انھوں نے اکیس سالہ سبرا تا متراکو بطور کیمرامین لیا۔ جس نے بقول رے تب تک کبھی مووی کیمرا استعمال نہیں کیا تھا۔ ستیہ جیت نے سبراتا کا انتخاب محض اس لیے کیا کہ سبھی پیشہ ور کیمرامین نے یہ کہہ کر کام کرنے سے انکار کیا کہ فلم سازی کا جو تصور رے کو ہے وہ قابل عمل ہے ہی نہیں۔ اس زاویئے سے دیکھا پرکھا جائے تو ستیہ جیت کی فلموں کا ماڈل 'بائیسکل تھیوز' یا دوسرے الفاظ میں وہ تکنیک ہے جسے Italian Neorealism کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور غور سے دیکھا جائے تو ان کی پاتھیر پنچالی سے لے کر 'ستگتی' تک ان کے اس انداز میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ یعنی کاپرش، مہاپرش۔ مہانگر۔ گوپی گائن، باگا باین'، اپور سنسار وغیرہ سبھی فلمیں زندگی کی اسی کڑواہٹ اسی تلخی کی عکاسی کرتی ہیں جنھیں تکنیکی اعتبار سے یہ چولا یعنی 'اٹیلین نیوریل ازم' کا چولا فٹ آتا ہے اور جہاں جہاں بھی انھوں نے اپنی تخلیق کو یہ چولا پہنانے سے دانستہ طور پر پرہیز کیا ہے یا انھیں کہانی کے تار پود کو دیکھ کر مجبوراً اس سے احتراز کرنا پڑا ہے۔ وہاں وہاں ان کی تخلیق ہامیاسی ہوکر رہ گئی ہے۔ مثال کے طور پر شطرنج کے کھلاڑی یا ٹیگور کی جیونی وغیرہ۔ تکنیکی اعتبار سے دیکھا جائے تو "نیو ویو" سینما کے میر کارواں منی کول اور اس تحریک سے وابستہ دوسرے فلم سازوں اور نقادوں کا یہ کہنا کسی حد تک درست لگتا ہے کہ ستیہ جیت رے ایک عظیم فلم ساز اور کامیاب شو مین ہونے کے باوجود بھی کسی تکنیک کے موجد نہیں کہلائے جاسکتے اور نہ ہی انھوں نے فلم سازی میں کوئی نیا تجربہ ہی کیا۔ اس کے مقابلے میں رتوک گھٹک، 'مرنال سین'، 'ستھیو'، شام بینگل، 'منی کول' ایسے کئی نام ہیں جنھوں نے کسی لگے بندھے فارمولے کا سہارا لیے بغیر فلم سازی میں نئے تجربے کئے اور کچھ ایک تجربے اتنے کامیاب ہونے کہ اب دھیرے دھیرے ایک ٹرینڈ کا روپ دھارن کررہے ہیں۔ خود ستیہ جیت اپنے اس دورے کے بارے میں کہتے ہیں۔ "میرا مزاج بچپن ہی سے کلاسیکی نوعیت کا رہا ہے اور میں زیادہ جدید ہونا بھی پسند نہیں کرتا۔" ان کا یہ بیان منطقی اعتبار سے کس حد تک صحیح ہے۔ یہ ایک بحث طلب بات ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ اپنی تمام تر تی صلاحیتوں اور کامیابیوں کے باوجود انھوں نے فلم آرٹ کو کچھ ایسا نیا پن نہیں دیا جسے ہم ستیہ جیت کی دین کہتے یا انہیں ٹرینڈ سیٹر سمجھتے۔ یعنی جس جرأت مندی کا ثبوت دے کر منی کول نے فلم دودھا کے لیے نیا چونکا دینے والا انداز اپنایا۔ ستیہ جیت رے کے یہاں ہمیں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی انھوں نے ستھیو کی گرم ہوا یا بینگل کی کل یگ یا بھومیکا اپنے کسی موضوع کو سلولائیڈ پر اتارنے کی کبھی کوشش کی۔ اس کی وجہ بھی شاید یہی ہے کہ ان کا آزمودہ تکنیکی چولا ایسے موضوعات کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اور ایسا لگتا ہے کہ رے اس معاملے میں کوئی رسک (Risk) لینے کے لیے تیار نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ ہندوستانی فلم اور فلم ساز کو فلمی عالم میں جو بلند اور سنجیدہ مقام ستیہ جیت کی تخلیقات نے دلوایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ (سرینگر سے نشر)

جواہرلال نہرو یونیورسٹی کی تحقیقاتی سرگرمیاں

اسلم پرویز

جواہرلال نہرو یونیورسٹی ہندوستان کی دوسری یونیورسٹیوں کے مقابلے میں بالخصو
اور سینٹرل یونیورسٹیوں میں بالخصوص ایک نئی یونیورسٹی ہے۔ اس
یونیورسٹی کا قیام ۱۹۶۹ میں عمل میں آیا تھا۔ اس اعتبار سے
جواہرلال نہرو یونیورسٹی کی عمر ابھی صرف بارہ سال ہے۔ تاہم اس
مختصر مدت میں جواہرلال نہرو یونیورسٹی کو ہندوستان اور بیرونی ممالک
میں جو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے وہ بجائے خود اس
بات کا ثبوت ہے کہ جواہرلال نہرو یونیورسٹی بعض ممتاز خصوصیات
کی مالک ہے۔ ہندوستان کی چھوٹی اور بڑی دوسری تمام
یونیورسٹیاں اس ترقی پذیر ملک میں تعلیم کے فروغ کی جس ضرورت
کو مختلف سطحوں پر پورا کرنے میں لگی ہوئی ہیں وہی ضرورت
جواہرلال نہرو یونیورسٹی بھی پورا کرتی ہے۔ تاہم جواہرلال نہرو
یونیورسٹی اور دوسری یونیورسٹیوں کے درمیان کئی باتوں کے
علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بنیادی طور پر اس یونیورسٹی کا قیام
تحقیق کے فروغ کے لئے ہی عمل میں آیا جب کہ دوسری یونیورسٹیوں
میں تحقیق سب سے بالائی سطح پر ان کی مجموعی کارکردگی کا ایک
حصہ ہے۔ اس اعتبار سے جواہرلال نہرو یونیورسٹی کی کارکردگی
منفرد اور غیر رسمی اندازکی ہے جس میں اکیڈمک سطح پر علم اور تحقیق کے
ہر شعبے میں ایک ترقی پذیر معاشرے کی ضروریات اور بین الاقوامی
سماج کے ساتھ اس کے رابطوں کے تمام گوشوں کو ملحوظ رکھا گیا
ہے۔ جواہرلال نہرو یونیورسٹی کا نام، جیسا کہ ظاہر ہے ہندوستان
کے محبوب ترین قومی رہنما آنجہانی پنڈت جواہرلال نہرو کے
نام پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ یونیورسٹی ایکٹ میں جواہرلال نہرو
یونیورسٹی کے اغراض ومقاصد کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

> "یونیورسٹی اس بات کے لئے کوشاں
> رہے گی کہ وہ ان نظریات کے مطالعے کو
> فروغ دے جن کے لئے جواہرلال نہرو
> زندگی بھر کام کرتے رہے۔ یہ نظریات ہیں
> قومی یک جہتی، سماجی انصاف، سیکولرزم،
> جمہوری طرز زندگی، بین الاقوامی تفہیم اور
> سماجی مسائل کی جانب سائنٹفک نظریہ"

ان اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے جواہرلال نہرو
یونیورسٹی کے بانیوں نے ایک سات نکاتی لائحہ عمل تیار کیا جس کا
ذکر یونیورسٹی ایکٹ میں آگے چل کر اس طرح کیا گیا ہے:

۱ - ہندوستان کی مشترک تہذیب کو فروغ دیا جائے اور
اور یونیورسٹی میں ایسے شعبے اور ادارے قائم کئے جائیں
جو ہندوستان کی تہذیب، فنون اور زبانوں کے مطالعے
اور ان کے فروغ کے لئے ضروری ہیں۔

۲ - اس طرح کے خصوصی اقدامات کئے جائیں جن کے ذریعے
ملک گیر سطح پر اساتذہ اور طلبا کو یونیورسٹی کے اکیڈمک
پروگراموں میں شرکت کا موقع مل سکے۔

۳ - طلبا اور اساتذہ دونوں میں ملک کی سماجی ضرورتوں کی
آگہی اور تفہیم کو فروغ دیا جائے اور انہیں ان ضروریات
کے پورا کرنے کا اہل بنایا جائے۔

۴ - یونیورسٹی کے تعلیمی پروگراموں میں ہیومینیٹیز، سائنس اور
ٹکنالوجی کے ہمہ گیر کورسوں کے لیے خصوصی سہولتیں بہم
پہنچائی جائیں۔

۵ - یونیورسٹی میں انٹرڈسپلنری طرز کی تعلیم کے فروغ کے لئے
مناسب اقدامات کئے جائیں۔

۶ - طلبا میں عالمی بصیرت اور بین الاقوامی تفہیم کے فروغ
کے لئے ایسے شعبوں اور اداروں کا قیام عمل میں لایا
جائے جو بیرونی ممالک کی زبانوں، ادب اور زندگی
کے مطالعے کے لئے ضروری ہوں۔

۷ - یونیورسٹی کے اکیڈمک پروگراموں اور یونیورسٹی کی زندگی
میں غیر ملکی طلبا اور اساتذہ کی شمولیت کے لئے سہولتیں
فراہم کی جائیں۔

جواہرلال نہرو یونیورسٹی کی تمام تر علمی اور تحقیقی سرگرمیوں
کا دائرۂ کار گویا انہی سات نکات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس طرح
دوسری یونیورسٹیوں کے مقابلے میں جو بھاری پیمانے پر رسمی
تعلیم کی ضرورتوں کو پورا کر رہی ہیں جواہرلال نہرو یونیورسٹی نسبتاً
چھوٹے پیمانے پر اعلیٰ اور کم وبیش غیر رسمی تعلیم کے میدان میں ایک
ممتاز وسیلے کا درجہ رکھتی ہے۔ یونیورسٹی کے مختلف اکیڈمک
یونٹ الگ الگ علوم کے شعبے نہیں ہیں بلکہ یونیورسٹی چند ایسے
اسکولوں کا مجموعہ ہے جہاں ملٹی ڈسپلنری انداز سے تعلیم دی
جاتی ہے۔ علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کے جس دائرۂ کار کا ذکر ابھی
کیا گیا ہے اس کے لئے بنے بنائے اور روایتی کورسوں کو کام
میں نہیں لایا جا سکتا اور نہ مقررہ اور محدود نصاب کے دائرے
میں ہی یہ مقاصد کامیابی کے ساتھ حل ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے
کہ یونیورسٹی میں زیادہ تر زور تو ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورسوں
پر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد ایم۔ اے۔ کورسوں پر۔ جواہرلال نہرو
یونیورسٹی ایک ریذیڈنٹ یونیورسٹی ہے جہاں ایم اے سے نیچے کوئی
داخلہ نہیں ہوتا۔ یہاں کے ایم۔ اے کے کورس جس انداز پر تیار
کئے گئے ہیں ان میں دو باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ
ہر مضمون کا دائرہ اتنا وسیع ہو کہ نہ صرف اس کی حدود دوسرے
مضامین کی سرحدوں کو چھوتی ہوں بلکہ دوسرے مضامین بھی
اس کی حدود کو چھوتے ہوں دوسرے یہ کہ ایم۔ اے سے اوپر
کی تحقیقی سطح تک پہنچتے پہنچتے ان مضامین اور ایم فل اور پی ایچ ڈی
کے تحقیقی موضوعات کے درمیان یکسر یگانگی کی سی کیفیت نہ پیدا
ہو جائے بلکہ آگے چل کر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طالب علم کی
تحقیق کا جو بھی موضوع ہو وہ گویا ایک طرح سے اس کے ایم۔ اے
کی تعلیمات کی ہی توسیع ہو۔ اس صورت حال کے پیش نظر ان
طلبا کی حیثیت قدرے مختلف ہو جاتی ہے جو دوسری یونیورسٹیوں
سے ایم۔ اے کر کے یہاں تحقیق کرنے آتے ہیں جیسا کہ کہا جا چکا
ہے اول اول جواہرلال نہرو یونیورسٹی کی کارکردگی صرف تحقیقی
کاموں تک محدود تھی۔ دوسری یونیورسٹیوں کے ایم۔ اے
پاس طلبا جب یہاں پی ایچ ڈی میں داخلے کے لئے آتے تھے تو
انہیں پہلے ایم فل پری پی ایچ ڈی کورس میں داخلہ دیا جاتا تھا
جس کی تکمیل کے بعد وہ اپنا پی ایچ ڈی کا کام شروع کرتے تھے۔
یہ طریقۂ کار ابھی تک جاری ہے اور خود جواہرلال نہرو یونیورسٹی
کے ایم۔ اے پاس طلبا کو بھی پی ایچ ڈی میں پہنچنے کے لئے اسی
عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایم فل، ایم۔ اے کے بعد اور پی ایچ ڈی
سے پہلے کا ڈگری کورس ہے جو ریسرچ ORIENTED ہے۔
ایم فل کے نصاب میں عام طور پر چار کورس ہوتے ہیں جن کے ساتھ
طالب علم کو کسی مقررہ موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ بھی لکھنا ہوتا ہے
بعض صورتوں میں ایم فل کے اس تحقیقی مقالے کو مزید وسعت
دے کر پی ایچ ڈی کا موضوع بنا لیا جاتا ہے ایم فل کے کورس
کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو مادی منفعت کا اور دوسرا طالب علم
کی تحقیقی صلاحیتوں کی پرکھ اور ان کے مزید استعمال کا۔ کسی بھی
طالب علم کے لئے پی ایچ ڈی میں داخلے کے لئے یہ ضروری ہے کہ
ایم فل کے کورس میں اس کا مجموعی گریڈ B Plus ہو جو اس بات کا
ثبوت ہے کہ طالب علم میں تحقیقی کام کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس
سے کم گریڈ حاصل کرنے کی صورت میں طالب علم کو پی ایچ ڈی میں
داخلہ نہیں دیا جاتا اور وہ ایم فل کی ڈگری لے کر براہ راست
روزگار کی تلاش میں لگ جاتا ہے جو ایم۔ اے کے مقابلے میں
اسے آسانی سے مل جاتا ہے۔ یہ گویا ایم فل کی ڈگری کا وہ پہلو
ہے جسے مادی منفعت کے نقطۂ نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔
دوسری جانب ایم فل کے تحقیقی مقالے پر کام شروع کرنے

سے پہلے ہی اگر طالب علم ایم۔ فل کے کورسوں میں A. Minus گریڈ حاصل کر لیتا ہے تو اسے یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہے تو ایم۔ فل کی ڈگری کا خیال چھوڑ کر براہِ راست پی ایچ ڈی کے مقالے پر کام شروع کر دے۔ تاکہ وہ اپنا کام نسبتاً جلد ختم کر سکے۔

دوسری یونیورسٹیوں میں جو حیثیت فیکلٹی کی ہوتی ہے جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں وہی حیثیت ایک اسکول کی ہے۔ جس طرح ایک فیکلٹی میں مختلف شعبے ہوتے ہیں یہاں اسی طرح ایک ایک اسکول کے تحت مختلف سینٹر ہوتے ہیں۔ لیکن شعبے کے مقابلے میں سینٹر کا فرق یہ ہے شعبہ محض کسی ایک علم سے متعلق ہوتا ہے جب کہ سینٹر ایک ہی نہج کے متعلقہ علوم کا ایک ایسا مرکز ہوتا ہے جہاں ایک ساتھ مل کر کام کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے School of Languages میں افریقی اور ایشیائی زبانوں کا ایک ہی سینٹر ہے جس میں عربی، فارسی، چینی، جاپانی، ازبک، پشتو، کورین، بھاشا انڈونیشیا اور سنہالیز وغیرہ کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اسی طرح School of Languages میں ہی Centre of Indian Languages بھی ہے جہاں فی الحال اردو اور ہندی کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اردو اور ہندی کے طلبا اس سینٹر میں جس باہمی تعاون اور جن مشترک رویوں کے ساتھ علمی اور تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں اس کی مثال برصغیر کیا پوری دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ یہاں ایم۔ اے کی سطح پر اردو اور ہندی کے لگ بھگ چالیس فی صدی کورس مشترک ہیں اور بڑی حد تک ان کی تعلیم بھی ملے جلے انداز پر ہوتی ہے۔ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر اردو اور ہندی کے طلبا ایسے تحقیقی موضوعات پر بھی کام کرتے ہیں جہاں انہیں بیک وقت اردو اور ہندی دونوں کے اساتذہ کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ابتدا میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی صرف تین اسکولوں پر مشتمل تھی۔ یہ اسکول تھے اسکول آف انٹرنیشنل اسٹڈیز اسکول آف سوشل سائنسز اور اسکول آف لینگویجیز ۱۹۷۲ء میں اسکول آف لائف سائنس کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۷۵ء میں اسکول آف اینوائرمنٹل سائنسیز اور اسکول آف کمپیوٹر اینڈ سسٹم سائنسیز قائم ہوئے۔ ان میں سے موخرالذکر دو اسکول یعنی اسکول آف انوائرمنٹل سائنسیز اور اسکول آف کمپیوٹر اینڈ سسٹم سائنسیز میں صرف ایم فل پی ایچ ڈی کے تحقیقی کورس ہی چلتے ہیں بقیہ اسکولوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے علاوہ ایم۔ اے کے کورس بھی چلتے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ساتواں اسکول Creative Arts کا بھی ہے جس کی کارکردگی ابھی شروع نہیں ہوئی ہے۔

۱۹۸۱ء سے متعلق جواہر لال نہرو یونیورسٹی کورٹ کی رپورٹ کے مطابق اس وقت یونیورسٹی کے طلبا کی کل تعداد تین ہزار تین سو تینتیس ہے۔ اساتذہ کی تعداد تین سو تیرہ ہے گویا فی استاد دس طالب علموں کی اوسط ہے۔ اساتذہ اور طلبا کے درمیان ایک اور دس کی نسبت کسی بھی اعتبار سے اعلیٰ معیار کی ضامن ہو سکتی ہے۔ پچھلے چار سالوں میں مختلف اسکولوں سے PH.D کرنے والوں کی تعداد ایک سو چالیس اور ایم فل کرنے والوں کی پانچ سو دس رہی ہے۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں چوں کہ بنیادی طور پر تحقیق پر ہی زور ہے اس لئے ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کے داخلوں کی تعداد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ہر ڈسپلن میں ایم۔ اے اور پی ایچ ڈی کے لئے جو سیٹیں مقرر ہوتی ہیں ان کی تعداد کم و بیش برابر ہی ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال کی ایک توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں ایم۔ اے کی سطح پر داخلے بہت محدود پیمانے پر ہوتے ہیں لیکن دوسری اور زیادہ صحیح توجیہ یہ ہے کہ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے مخصوص کیرکٹر کے پیش نظر صرف اتنے ہی لوگوں کو ایم اے میں داخل کیا جاتا ہے جنھیں آگے چل کر معقول طریقے پر تحقیق کرائی جا سکے۔

پی ایچ ڈی کے طلبا کے علاوہ انفرادی طور پر فیکلٹی کے ممبران یا بعض سینٹر بھی مختلف قسم کے ریسرچ پراجکٹوں پر کام کرتے رہتے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں کے مرکز یعنی سینٹر آف انڈین لنگویجز میں حال ہی میں ایسے تین پراجیکٹ پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں۔ دو پراجکٹ پروفیسر محمد حسن کی ڈائرکٹرشپ میں مکمل ہوئے ہیں۔ ان میں ایک ICSSR کا پراجکٹ تھا جس کا موضوع تھا "پاکستانی نگارشات میں عصری رجحانات کا تجزیہ" دوسرا UGC کا پراجکٹ تھا "ریڈنگ میٹریل ان اردو فارسی ایم۔ اے" ڈاکٹر مسز ساوتری چندرا کی ڈائرکٹرشپ میں UGC کا جو پراجکٹ حال ہی مکمل ہوا ہے اس کا عنوان تھا "بھگتی کال کے ہندی شاعروں کی روشنی میں شمالی ہند کے تہذیبی اور سماجی حالات کا جائزہ"

ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح پر سب سے زیادہ تحقیقی کام اسکول آف انٹرنیشنل اسٹڈیز اور اسکول آف سوشل سائنسیز سے ہوا ہے۔

تحقیقی سرگرمیوں کے لئے سب سے زیادہ ضرورت جس چیز کی ہے وہ ہے تحقیقی مواد کی فراہمی اور اچھی لائبریری کا قیام۔ جواہر لال نہرو یونیورسٹی کی لائبریری محض ایک لائبریری ہی نہیں بلکہ پورا ایک لائبریری سسٹم ہے جو چھ یونٹوں پر مشتمل ہے۔ محض بارہ سال پرانی اس یونیورسٹی کی لائبریری کے پاس آج پونے تین لاکھ کا ذخیرہ ہے جس میں کتابیں، رسائل کے پرانے شمارے، مائکروفلمیں اور دوسرا تحقیقی مسالہ شامل ہیں۔ انڈین کونسل آف سوشل سائنس ریسرچ کے تعاون سے یونیورسٹی کو لگ بھگ دو ہزار نو سو Periodicals ملتے ہیں انڈین کونسل آف ورلڈ افیرز کی لائبریری جو سپرو ہاؤس میں واقع ہے اس کی تمام کتابوں کے استعمال کی سہولت جواہر لال نہرو یونیورسٹی کے اسکالروں کو حاصل ہے۔ INSDOC یعنی انڈین نیشنل سائنٹفک ڈکومینٹیشن سینٹر جو کونسل اور سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کا ایک ادارہ ہے اس کی ایک شاخ نیشنل سائنس لائبریری یونیورسٹی کے Campus میں ہی قائم ہے۔ اس میں نہ صرف ایک ہی قیمتی Reference Collection ہے بلکہ تقریباً چار ہزار کے قریب Periodical Publications بھی آتی رہتی ہیں۔ غرض جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں نہ صرف تحقیقی کاموں کے لئے ہر ممکن سہولتیں موجود ہیں بلکہ ان کا ہر ممکن فائدہ بھی اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (اردو سروس سے نشر)

عام آدمی

روسی ادیب چیخوف کی ایک مشہور کہانی Malefactor کا بنیادی کردار ایک سادہ لوح دیہاتی ہے جسے ریل کی پٹریوں کے پرزے نکالنے کے جرم میں عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مگر فاضل جج اسے آخر تک یہ باور کرانے میں ناکام رہے کہ وہ واقعی ایک جرم کا ارتکاب کرتا رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس کا ذریعہ معاش تھا اور اس کے سہارے وہ مچھلیاں پکڑا کرتا تھا۔

یہ ۱۹۴۰۔ ۱۸۶۰ء کے روسی مضافات کی بات ہے ہم آج جس معاشرہ میں سانس لے رہے ہیں وہ بیسویں صدی سے ہمکنار ہے اور نیوکلیر ایج کہلاتا ہے۔ مگر کچھ باتوں میں ہم بھی شعوری پختگی کے ابتدائی مراحل سے گذر رہے ہیں۔

دراصل شہریت یا شہری ذمہ داری کا فرد کے احساس ذمہ داری اور بنیادی کردار سے بہت قریب کا تعلق ہے۔ بلدیۂ شہر اور ایک شہری کے باہمی تعاون سے بہت سے مسائل کا حل نکل سکتا ہے ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ عام شہری کو اپنے فرائض اور ذمہ داری کا پورا پورا احساس اور آگاہی ہو۔

ایک شہری کا دائرۂ عمل ٹیکس کی بروقت ادائیگی اور الیکشن میں حق ووٹ استعمال کرنا ہی نہیں ہے۔ کتنی ہی ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہم روزمرہ زندگی میں نظر انداز کر جاتے ہیں۔ شاید اس لیے کہ ہمیں یا تو اس کی خاطر خواہ آگاہی نہیں ہے یا پھر ایک "اونہہ" یا کون پرواہ کرنے والا رویّہ جو بعض اوقات ہمیں سطحی بنا دیتا ہے

سائنسی تکنیکات سے استفادہ اور جدید طرز کے طریق زندگی نے ہمیں اور ہمارے پورے وجود کی نئے سرے سے تشکیل تو کر دی ہے مگر ایک سوال آج بھی تشنہ ہے کہ کیا ہم پوری طرح سے مہذب دنیا کے باشندے ہیں ہمیں اس بات کا جائزہ بھی لینا ہے کہ مہذب قوم کہلانے سے پہلے ہمیں اپنے گرد و پیش سے کس قدر آگاہی ہے۔

اور شہری ذمہ داری

فرحانہ صدیقی

باہر کی دنیا کے بھی کچھ تقاضے ہیں جو ایک ذمہ دار شہری سے وابستہ ہیں۔ سڑک پہ چلتے چلتے تھوکنا، جلتی سگریٹ کے ٹکڑے پھینکنا یا بس سے باہر منہ نکال کر ناک چھینکنا و کھنکارنا، سڑک یا اپنے گھر سے منسلک گلی میں کچرا پھینکنا۔ بس اسٹاپ پر لائن کے بجائے افراتفری دو عملہ پیل بظاہر تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ مگر بہت زیادہ اہمیت کی حامل۔ جن کے نتائج بسا اوقات بڑے مہنگے نکلتے ہیں بے شمار اسٹریٹ لائٹس محض اس لیے نیلام ہو جاتے ہیں کہ یا تو کسی شریر بچے نے پتھر مار کر پھوڑ دیے ہیں یا کسی بھوک کے مارے نے ٹیوب لائٹس اتار کر اونے پونے بیچ دی ہیں۔ کہیں سیور کے ڈھکن غائب ہیں تو کہیں نلوں کے پائپ اور ٹوٹیاں! یہ سب کیا ہو رہا ہے اور کیوں؟

جرائم کی اس بھیڑ بھاڑ میں ہم نے کبھی سوچا کہ ان میں سے کتنی مصیبتیں ہماری خود کی لاپروائی سے پیدا کی ہوئی ہیں۔

پانی کی کمی بڑے شہروں کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ مگر پائپ لائنیں بیچ میں سے ہی کاٹ کر اگر دھار کا رخ اپنے گھر کی طرف موڑ لیا جائے تو لیجئے صاحب پانی ہی پانی ہے بلکہ فراوانی ہے۔ بلا سے پھر ہمارا ناطقہ بند کر دیں۔

یہ ایک طویل قصہ ہے جو شعوری یا لاشعوری طور پر معاشرہ میں تخریبی رجحانات کو فروغ دیتا ہے۔ پڑھا لکھا طبقہ رضاکارانہ طور پر اپنے پڑوس اور ارد گرد کے لوگوں کی بہت سی باتوں میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر ہمارا گھر لائبریری اسپتال یا اسکول سے قریب ہو تو کوشش کریں کہ اپنے ریڈیو کی آواز کو اس حد تک نہ بڑھنے دیں کہ وہ اداروں کی کارکردگی، مطالعہ یا آرام و سکون پہ بار گراں گذرے۔ ہمارے فرائض میں کسی بھٹکے ہوئے راہگیر کو صحیح پتہ بتانے، کسی ضعیف کو روڈ کراس کروانے اور بس میں جگہ دینے سے لے کر راشن کارڈ میں صحیح اندراج اور دوسرے تمام پبلک اداروں سے بھرپور تعاون بھی کچھ شامل ہے۔

اپنے آپ کو اپنے ہی وجود کے خول میں مت سمیٹ لیجئے۔ باہر بھی ایک دنیا ہے جو آپ کی توجہ کی محتاج ہے۔ آپ کے ارد گرد بھی کچھ لوگ ہیں جن کے تئیں آپ پر بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

حفظان صحت کے اصول اپنے گھر کی چار دیواری تک ہی محدود نہ رکھیں تو قوم و ملک کو زیادہ فائدہ پہنچے۔ پبلک یورنلس (URINALS) صرف وہی ہیں جو کارپوریشن ایک مقررہ مقام پر بنوا کر دے۔ اپنی طرف سے سڑک یا گلی کے کسی گوشہ اور نالی کے کنارے کو یہ اعزاز بخشا جائے تو اچھا ہے۔ پان کی پیک ہمارے کمزور شہری کردار کا چلتا پھرتا اشتہار ہے۔ اور اس سے پڑھا لکھا طبقہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ میں نے ایک مشہور بینک کی سیڑھیوں کے ایک گوشہ میں اس کی نہایت بھیانک گلکاری دیکھی ہے۔

یہ سب کچھ کتنا تکلیف دہ ہے!

ہر شہری ایک اکائی ہے۔ اس عظیم سمندر کی ایک بوند۔ جسے ہم شہر کہتے ہیں۔ ایک مہذب، باخبر اور احساسات سے بھرپور معاشرہ ہی ایک صحت مند شہر کو جنم دے سکتا ہے آج کی ضرورت ہے کیونکہ اسمیں ہم سانس لے رہے ہیں۔

شہری ذمہ داری کے تعلق سے میں عام آدمی کے بارے میں بات کر رہی ہوں۔ جو سڑک پر ہے۔ فٹ پاتھ پر ہے سنیما ہال میں ہے اسپتال میں ہے اور جہاں پر بھی ہے ہر جگہ اس کا ایک ایک قدم ایک ایک حرکت بہت زیادہ اہم ہے۔ اس کی چھوٹی سی بھول کسی بڑے نقصان کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

اسکول جانے والے بچوں میں اس احساس کی فراوانی ہونی چاہیے ان کے ہاتھوں میں مستقبل کی لگام ہے اگر طلباء میں کچھ باتیں کلاس روم سے ہی ذہن نشین کرا دی جائیں تو آگے چل کر یہ چیزیں ان کے مزاج میں شامل ہو جائے گی مثلاً کچرا پھینکنے کے لیے صرف ڈسٹ بن کا استعمال، کلاس سے نکلنے سے قبل تمام سوئچس آف کرنا غیر ضروری طور پر نل نہ کھلے رکھنا۔ ڈسپلن کی پابندی وقت کی پابندی غیر ضروری شور اور بے ہودگی سے پرہیز وغیرہ یہی چیزیں گھر میں سکھائی جا سکتی ہیں مثلاً گھر میں تمام لائٹس یا نل وغیرہ بلا ضرورت نہ چلنے دینا۔ حفظ مراتب کا خیال، کچرا پھینکنے کے لیے محلہ کا ڈسٹ بن استعمال کرنا دیواروں پر غیر ضروری لکیریں نہ کھینچنا۔ فرش پر نہ تھوکنا وغیرہ وغیرہ۔

اگر شروعات صحیح ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم شہری ذمہ داری کے فقدان کی نوحہ گری کریں۔

پڑھا لکھا طبقہ رضاکارانہ طور پر گروپ کی شکل میں ایک مخصوص علاقہ میں گشت لگا کر جائزہ لیں لوگوں کا اعتماد حاصل کر کے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرانے کی کوشش کرے۔ کیلے اور سنترے کے چھلکوں کو کہاں پھینکیں۔ غیر ضروری کاغذات کا کیا مصرف ہو۔ غلاظت کا ڈھیر مضر اثرات کا حامل ہے یا غیر ضروری پانی بہنے کے کیا نتائج ہیں۔ ان سے سب واقف تو ہیں مگر شروعات کہاں سے ہو؟ اس کے لیے تنظیم کی ضرورت ہے۔ سنا سدھار کمیٹی، محلہ پربندھک کمیٹی اور اس طرح کی چھوٹے چھوٹے اصلاحی ادارے ہیں۔ کلبس (...) ہیں لیکن کام ابھی اطمینان بخش طریقے سے شروع نہیں ہوا۔ اگر ان تمام چیزوں کی شروعات تھوڑی سنجیدگی سے اور ذرا احتیاط کے ساتھ کی جائے تو شہری ذمہ داری کا احساس ایک ضرورت بن جانے۔ صحیح منصوبے و اقدامات شرط ہیں۔

بڑھتے ہوئے حادثات ہمارے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے انسان کی جان کی پامالی اور یہ ناقدری تاریخ میں کن الفاظ میں لکھی جائے۔ مورخ خود حیران ہے۔ کیا ضرورت اس بات کی نہیں ہے کہ ٹریفک کے بارے میں ایک عام آدمی کا شعور زیادہ جاگا ہوا ہو۔ بائیں چلیں یا دائیں۔ اور کراس کرتے وقت پیدل کراسنگ کا ہی استعمال کریں۔ آٹو رکشا ڈرائیور کو خاص طور سے اس بات کی ہدایت اور تربیت کی ضرورت ہے کہ غیر ضروری جگہ سے یو ٹرن نہ لیں۔ یا بس میں سوار ہونے سے قبل مسافروں کو پہلے اترنے کا موقعہ دیں۔ یہ سب روزانہ کام آنے والی باتیں ہیں۔ جن سے ہمارے موڈ ہمارے مزاج ہمارے کردار اور کارکردگی پہ خاطر خواہ اثر پڑتا ہے۔ یاد رکھئے اس سے قوموں کے مستقبل سدھر گئے ہیں۔ ہیروشیما کے المیہ کے مضر جھٹکے سے نکلنے میں جاپان کی اگر کسی نے مدد کی ہے تو وہ ہے اس کا اپنی قومی کردار اور شعوری بیداری جو عوام کو تعاون کی کڑیوں میں خوبصورتی سے مربوط رکھتا ہے اور ایسی ہی اقوام ترقی کے مراحل طے کرتی ہیں، شانہ بہ شانہ منزل بہ منزل۔

(ناگپور سے نشر)

فرحانہ صدیقی
۲۱ سوانا لے آؤٹ، راج نگر
اسٹیٹ بینک کالونی، ناگپور (مہاراشٹر)

چھٹا پنج سالہ منصوبہ اور ہندوستانی ریلیں

ایس ای ایچ شاہ

جس قدر عظیم ملک ہے ہندوستان، اتنی ہی عظیم ہیں اس کی ریلیں۔ جموں سے کنیا کماری تک اور آسام کے دور دراز پوربی نقطوں سے راجستھان اور کچھ کی کھاڑیوں تک، ۶۱۰۰۰ کیلو میٹر سے زیادہ لمبی لوہے لائنوں پر روزانہ تقریباً .... ٹرینیں تقریباً ۶۰ مسافر گاڑیاں اور ۵۰۰۰ مال گاڑیاں، اپنے دامن میں ایک کروڑ سے زیادہ مسافروں اور ۶ لاکھ ٹن سے زیادہ مال وسامان کو لیے کوہساروں، بیابانوں، ریگ زاروں اور سبزہ زاروں سے گذرتی ہوئی منزل کی طرف رواں دواں نظر آتی ہیں۔ ان ٹرینوں کی منزلیں ہیں ۷۰۰۰ سے زیادہ ریلوے اسٹیشن جو ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک قومی ایکتا یکجہتی اور اقتصادی اور معاشی خوشحالی کے سنگ میل ہیں ان ٹرینوں کو زندگی بخشتے ہیں تقریباً ۱۶ لاکھ ریلوے ملازمین جو شب وروز مختلف شعبوں میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔

روزانہ ان گیارہ ہزار ٹرینوں کو چلانا ۶۱۰۰۰ کلومیٹر سے زیادہ لمبی ریلوے لائنوں اور ان پر بنے ہوئے پلوں کی دیکھ ریکھ، کروڑوں روپوں کی مالیت کی کارخانہ کی مشینوں، تقریباً گیارہ ہزار ریلوے انجنوں، ۲،۰۰ ہزار مسافر گاڑیوں کے ڈبوں اور گیارہ ہزار دوسرے قسم کے ڈبوں اور چار لاکھ سے زیادہ ویگنوں کی دیکھ ریکھ اور مرمت اور وقت پر ان کی تبدیلی اور ان میں ضرورت کے مطابق اضافے، ایسی ذمہ داریاں ہیں جو بنا نظم وضبط، بنا منصوبہ اور پلان کے نبھائی نہیں جاسکتی ہیں۔ ان کے علاوہ عوام کی بڑھتی ہوئی وہ مانگیں ہیں جن کا پورا کرنا ایک جمہوری نظام میں ریلوے اور حکومت اپنا فرض سمجھتی ہے۔ عوام کی امنگیں، ان کی توقعات اور ان کی امیدیں ریلوے سے بے حساب ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ ٹرینیں چلائی جائیں۔ ٹرینوں میں بہتر سے بہتر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ مسافروں کے آرام وآسائش کا اہتمام کیا جائے۔ ٹرینیں تیز تر رفتار سے چلیں اور وقت کی پابندی کے ساتھ چلیں۔ ایکسیڈنٹ نہ ہوں، نئی ریلوے بچھائی جائیں۔ نئے اسٹیشن کھولے جائیں وغیرہ وغیرہ گویا کہ ضرورتیں ہیں بے شمار لیکن ذرائع؟ ذرائع تو ہیں محدود! اور جب ذرائع محدود ہوں تو یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ کام کو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کیا جائے۔ ایک ٹھوس پلان کے مطابق کیا جائے۔ ایک بہترین منصوبہ کی تشکیل کے بعد کیا جائے۔ اس کے بغیر ڈیولپمنٹ اور ترقی تو کیا موجودہ سہولتوں کو بنائے رکھنا بھی مشکل ہے ۔ مزید برآں ملک کی گوناگوں ضرورتوں، اقتصادی ترقیاتی پروگراموں اور عام معاشی خوشحالی کے لیے ریلوے کے منصوبوں کو ملک کے عام پنج سالہ منصوبوں کے ساتھ منسلک کرنا بھی ضروری ہوجاتا ہے۔ اسی لیے ریلوے کے پنج سالہ منصوبے ملک کے عام منصوبوں کے ساتھ پلاننگ کمیشن کی نگرانی اور ایما سے تشکیل دیے جاتے رہے ہیں۔ منصوبوں میں مرکزی حکومت ایک مقررشدہ رقم پلاننگ کمیشن کی منظوری سے سرمایہ کے طور پر ریلوے کو عطا کرتی ہیں۔ اور ایک مقررشدہ رقم خود ریلوے کو اپنی آمدنی سے فراہم کرنا ہوتا ہے۔ اگر پلاننگ کمیشن ایک طرف ملک کی گوناگوں ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے منہ مانگی رقم ریلوے کو نہیں دلا سکتا ہے۔ تو دوسری طرف خود ریلوے کو وہ آزادی میسر نہیں ہے کہ جو عام طور سے ایک کمرشیل سیکٹر کے نجی ادارہ کو ہوتی ہے کہ وہ سرمایہ کی فراہمی کے لیے اپنی آمدنی میں ضرورتوں کے مطابق اضافے کرلے۔ ریلوے ایک سرکاری ادارہ ہے جو مرکزی حکومت کے ماتحت مرکزی حکومت کی پالیسیوں کے مطابق کام کرتا ہے۔ مسافروں سے کتنا کرایہ وصول کیا جائے اور مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے لیے کرایہ کی دریں کیا مقرر کی جائیں۔ اس کا فیصلہ ریلوے خودمختارانہ طور سے نہیں کرسکتی ہے۔ بلکہ مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ کرایوں کی دریں مقرر کرنے کے وقت عوامی ضرورتوں اور دیگر عوامی مسائل کو بھی حکومت زیر غور لاتی ہے۔ بعض کرایوں میں تو غیرمعمولی رعائتیں بھی عوام کو دی جاتی ہیں۔ ۸۳-۱۹۸۲ء کے ریلوے بجٹ کے مطابق ان رعایتوں سے ہونے والے گھاٹے کا تخمینہ ۲۵ر۵۳۵ کروڑ روپے ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ ریلوے میں لگا ہوا سرمایہ مرکزی حکومت کا ہے۔ اس لیے اس سرمایہ پر ریلوے مرکزی حکومت کو سود کے طور پر ہر سال ایک مقررہ رقم ادا کرتی ہے جس کا تخمینہ سنہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے ریلوے بجٹ کے مطابق ۱۲ر۴۰۵ کروڑ روپے ہے۔ اتنی بڑی رقموں کا بوجھ اٹھانے کے باوجود ریلوے نے سنہ ۸۳-۱۹۸۲ء کے بجٹ میں اپنی سالانہ آمدنی سے ۵۰۰ کروڑ روپے کی رقم پرانے سامانوں کی تبدیلی کے لیے تجویز کی ہے۔ اس کے علاوہ معمولی بچت آمدنی سے چھوٹے موٹے ترقیاتی کام یا مسافروں کی سہولتوں کے کام بھی ریلوے اپنے سالانہ آمدنی سے پوری کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن بڑے پیمانے کے ترقیاتی کام جن پر خرچ کرنے کے لیے بڑی رقموں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ریلوے اپنی سالانہ آمدنی سے پورا کرنے پر مجبور ہے۔ ان کاموں کے لیے بڑی رقمیں یا تو مرکزی حکومت سرمایہ کے طور سے ریلوے کو عطا کرتی ہے۔ یا پھر ریلوے کو اپنی آمدنی میں معقول اضافوں کی اجازت دیتی ہے تاکہ وہ سرمایہ ریلوے خود فراہم کرسکے۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ یہ دونوں ذرائع بھی لامحدود نہیں ہیں۔ جبکہ ضرورتیں لامحدود ہیں۔ اس پس منظر میں اب آپ کے سامنے میں ریلوے کے چھٹے پنج سالہ منصوبہ کا ہلکا سا جائزہ پیش کرتا ہوں۔

ریلوے کا چھٹا پنج سالہ منصوبہ ۸۱-۱۹۸۰ سے لیکر ۸۵-۱۹۸۴ تک کے عرصہ کے لیے ہے۔ اس منصوبہ کے تحت ریلوے کو اپنے منصوبوں، پلان اور پروجیکٹس پر ۵۱۰۰ کروڑ روپے خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو مرکزی حکومت کے کل پلان برائے پبلک سیکٹر کا صرف ۲ر۵ فیصد حصہ ہے۔ اس پلان کا چوتھائی سے کچھ کم حصہ یعنی ۱۲۰۰ کروڑ روپے خود ریلوے کو اپنے ذرائع سے فراہم کرنا ہے اور باقی مرکزی حکومت ریلوے کو عطا کرے گی، یہ روپے صرف ترقیاتی کاموں پر ہی خرچ کیے جاسکتے ہیں۔ چھٹا ریلوے منصوبہ دراصل rehabilitation اور Conso-lditation یعنی پرانے سامان اور ذرائع کے استحکام کا منصوبہ ہے۔ اس منصوبہ میں زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ پرانی اور فرسودہ چیزوں کو یا تو بہتر طریقہ سے مرمت کرکے مستحکم کیا جائے یا ضرورت کے مطابق بدل دیا جائے۔ اضافوں اور نئی خرید اور نئے کاموں پر زور زیادہ نہیں ہے۔

چھٹے پنج سالہ منصوبہ کے پہلے سال یعنی ۸۱-۱۹۸۰ میں ۹۷۳ر۴۹ کروڑ خرچ کیے جاچکے ہیں۔ اور دوسرے سال یعنی ۸۲-۱۹۸۱ میں Revised Estimates کے مطابق ۲۹ر۱۱۳۷ کروڑ روپے خرچ کیے جانے کی امید ہے۔ تیسرے سال یعنی ۸۳-۱۹۸۲ کے لیے ۱۱۳۷٫۰۰ کروڑ روپے ہی ریلوے بجٹ کے لیے رکھے گئے ہیں۔ اس حساب سے آخری دو سالوں کے لیے اوسطاً ہر سال ۱۰۰۰ کروڑ روپے سے کم ہی رقم پلان اخراجات کے لیے بچتی ہے۔ اور جس طرح سے قیمتوں میں اضافے

تعلیم بالغان کی ضرورت و اہمیت

احمد رضا رضوی

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی ملک کی ترقی کا انحصار اس ملک کے باشندوں کی ذہنی نشو و نما اور وقت صحیح طور پر ہو سکتی ہے جب ملک کا ہر بچہ اور بالغ تعلیم یافتہ ہو۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ بچہ کی ابتدائی تعلیم و تربیت والدین کی آغوش میں ہوتی ہے اس کے علاوہ جب وہ اسکول میں جانے لائق ہو جاتے ہیں، ان کا بھی بیشتر وقت ان کے گھروں پر صرف ہوتا ہے جہاں ان کے والدین اور بڑے بزرگ لوگ رہتے ہیں۔ جن کے ذمہ بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اگر تعلیم یافتہ نہیں ہیں تو ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ اور ان کو زمانہ کی ضرورت کے مطابق تعلیم یافتہ بنایا جائے تاکہ بچہ کے ارد گرد ایسا ماحول بن سکے جو اس کو آئندہ ملک کے لیے مفید اور کارآمد شہری بنانے میں مکمل طور سے سازگار ہو۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایک لمبی مدت تک غیر ملکی نظام حکومت رہا جس نے ملک کی فلاح و بہبودی کو مدنظر نہ رکھ کر حکومت کے انفرادی بہبود کی خاطر اپنا راج قائم رکھا جس کے باعث ملک میں تعلیم کا مقصد عام ذہنوں میں صرف سرکاری ملازمت حاصل کرنا رہ گیا اور آجکل یہی نظریہ ہمارے ملک کی ترقی میں رکاوٹ ڈال رہا ہے یعنی ہمارا نوجوان سرٹیفکٹ اور ڈگری حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازمت حاصل کرنا اپنی تعلیم کا واحد مقصد سمجھتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے آزاد پیشے میں محنت کر کے اپنی اور اپنے ملک کی ترقی کے لیے ہنرمند طبقہ محنت کش اور قناعت پسند ہوتے ہوئے بھی تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باعث معاشرتی اور اقتصادی ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے ۱۹۴۷ء سے ہی تعلیم بالغان کی ضرورت محسوس کی گئی جس کے تحت ایک علمی بیداری پیدا کی گئی۔ گاؤں گاؤں میں کسانوں کی سہولیت کے لیے تعلیم بالغان کا انتظام، رات میں کسانوں کی فرصت کے اوقات میں کیا گیا۔ ہماری قومی حکومت نے کتابوں اور متعلقہ ضروری سامانوں کی فراہمی کا انتظام، معلمین کی تقرری کے ساتھ ساتھ شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں تعلیمی فیصد بڑھ گیا لیکن گزشتہ ۳۴ سال کی لگاتار کوشش کے باوجود اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ اب بھی تعلیم بالغان پر زور زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے اور سرکاری و غیر سرکاری اداروں کو اس اسکیم کو اہم سمجھ کر کامیاب بنانے میں کوشاں ہیں اور ملک کی روز بروز کی ترقی کے مدنظر تعلیم بالغان کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی اس بات کے امکانات تلاش کیے جا رہے ہیں کہ تعلیم بالغان کو پوری طرح سے مؤثر بنانے کے لیے شہری علاقوں کے علاوہ دیہی علاقوں کے تنگ و تاریک گوشوں میں شعاع علم پہنچا دیں تاکہ ملک کی وہ آبادی جس پر ملک کی ترقی منحصر ہے اور جو اب تک غیر ملکی حکومتوں کی گذشتہ کوتاہیوں کی بنا پر جہالت کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اب دولت علم سے مالا مال ہو کر انفرادی طور پر اقتصادی و معاشرتی ترقی کر سکے اور مجموعی طور پر ملک کی ترقی میں معاون بن سکے۔

تعلیم بالغان کی اہمیت انسان کے ہر شعبۂ حیات سے وابستہ ہے۔ مثلاً اگر والدین تعلیم یافتہ ہیں تو ان کی اولادیں بھی مہذب اور سعادت مند ہوں گی۔ اور جب بچے عمدہ طور سے تربیت یافتہ ہوں گے تو آئندہ اپنے والدین کے لیے مفید ثابت ہوں گے اس طرح خاندان اور ملک دونوں کا مستقبل درخشاں نظر آئے گا۔ تعلیم بالغان کی اہمیت اس مقصد سے بھی واضح ہوتی ہے کہ لوگ اپنے اپنے پیشوں کے متعلق نئی نئی معلومات اخبارات، رسالے اور میگزین کے مطالعہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح ان کی فرصت کے اوقات کا استعمال ان کی معلومات میں اضافہ کرنے میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ جاہل رہتے ہوئے وہ لوگ اپنا قیمتی وقت فضول کی بکواس اور سماج دشمن حرکات میں برباد کرتے ہیں۔ اکثر لوگ معمولی معمولی باتوں پر بحث کرتے کرتے ہر مرحلے پر جھگڑے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی فصل برباد کر کے قومی نقصان کر دیتے ہیں۔ ملک کی ترقی کے لیے آج کسان کو زراعت کے جدید طریقوں سے واقف ہونے کی ضرورت ہے جو بغیر تعلیم بالغان ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کی کمی کے باعث ملک کی زرعی ترقی میں وہ اپنا تعاون نہیں دے سکتے۔ یہی بات اقتصادی ترقی کے اور پہلوؤں پر بھی لاگو ہوتی ہے۔

جہاں تک ملک کی سماجی برائی دور کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی تعلیم بالغان کی بڑی اہمیت ہے۔ مثال کے طور پر بالغ لوگ شراب نوشی کے موقعوں پر فضول رسومات پر قیمتی وقت اور کافی رقم برباد کرتے ہیں۔ اور نشیلی چیزوں کا استعمال کر کے اپنی صحتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ اکثر و بیشتر وہ اس سلسلے میں قرضدار بھی ہو جاتے ہیں۔ جس کا اثر ان کی آئندہ ترقی میں رکاوٹ بنتی ہے تعلیم بالغان ان برائیوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ سماجی برائیوں کے سلسلے میں جہیز کی موجودہ بھیانک صورتحال بھی ہمارے سامنے ہے جس کے نتیجے میں آئے دن نوجوان عورتوں کی خودکشی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اگر بالغ افراد تعلیم یافتہ ہوں تو اس برائی کو دور کرنے میں وہ کافی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

تعلیم بالغان کے سلسلے میں ہماری حکومت نے بہت کوششیں کی ہیں جس کے نتیجے میں ... ۱۹۵۱ء میں ... فیصد اور ۱۹۸۱ء میں ... فیصد ہو گئی۔ مگر اس کی رفتار جو ہونا چاہیے تھی وہ نہیں ہے۔ ... صرف کچھ فیصد آگے ہیں تو حکومت کی ہمہ گیر ترقی کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے ہماری سرکار اب تعلیم بالغان کا پروگرام ... تیز رفتاری سے چلا رہی ہے جس کے نتیجے میں گذشتہ سال اتر پردیش میں ۳۰۰، ۱۰ تعلیم بالغان کے مراکز قائم کیے گئے تقریباً ۸۰ لاکھ بالغ لوگوں کو تعلیم یافتہ بنایا گیا۔ اس سال تعلیم بالغان کا پروگرام بارہ ضلعوں میں چلایا گیا ہے اس کے علاوہ اس بار تعلیم بالغان صرف پڑھنے لکھنے کی صلاحیت پیدا کرنے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مقامی صنعت و حرفت کی عملی تربیت کا بھی مکمل انتظام ہے جو کہ دیہی علاقوں کی اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگ دل لگا کر کام کریں خواہ تعلیم حاصل کرنے والے ہوں، خواہ تعلیم دینے والے ہوں۔ اس کے علاوہ فنی ادارے اور تعلیم یافتہ لوگ سماج کی مجموعی ترقی کے لیے اس قومی پروگرام میں اپنا پورا پورا تعاون دیں تاکہ ملک کا درخشاں مستقبل ایک حقیقت بن سکے۔

(گورکھپور سے نشر)

ہو رہے ہیں۔ اس طرح سے ان روپوں سے جتنا کام کرنے کا پروگرام تھا اس سے بہت کم کام ہو پائے گا۔ ایسی صورت میں کوشش کی جا رہی ہے کہ پلاننگ کمیشن ملک کی ترقی کے کاموں میں ریلوے کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب اور معقول رقم اضافے کے ساتھ اگلے تین سالوں میں ریلوے کے لیے تجویز کرنے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مرکزی حکومت بھی زیادہ سے زیادہ رقم پلان اخراجات کے لیے فراہم کرے۔

بہرحال ان رقموں سے جو کچھ بھی ہو سکے گا وہ عوام کی توقعات سے بہت کم ہوگا۔ امید ہے آئندہ سالوں میں زیادہ رقموں کے ذریعہ ترقیاتی کاموں کی رفتار بڑھائے جا سکے گی۔ ریلوے کی ترقی ملک کی ترقی بنیاد ہے۔ ریلوے کی ترقی میں مضمر ہے کی معاشی خوشحالی۔

(بمبئی سے نشر)

ایس۔ ای۔ ایچ شاہ — آئی آر اے ایس
فائننشل ایڈوائزر، چیف اکاؤنٹ آفیسر
ویسٹرن ریلوے، چرچ گیٹ بمبئی

رام لال نابھوی

مقررہ وقت ہو چکا ہے۔ شعرا صاحبان تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ تشریف لا چکے ہیں۔ کچھ اس لیے دیر سے تشریف لاتے ہیں کہ حاضرین محفل کی توجہ ان کی جانب مبذول ہو جائے۔ آنے پر دست بستہ معافی مانگیں گے۔ دیر سے آنے کے لیے عذر خواہی کریں گے۔ جو سامنے دکھیں گے۔ ادھر اُدھر نظر دوڑائیں گے کہ ان کی نشست کے لیے کونسی جگہ موزوں رہے گی۔ تھوڑا ٹھٹکیں گے کہ کوئی آواز دے "آگے تشریف لایئے۔ ادھر آجایئے۔ ابی ادھر دیکھئے۔" بڑھیں گے۔ رکیں گے۔ پھر بڑھیں گے۔ کچھ اس انتشار سے بچنے اور بچانے کے لیے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ جائیں گے۔ یہ انتشار ہمیشہ آیا ہے۔ چلتا رہا ہے۔ چلتا رہے گا۔ ادب کی محفلیں بے ادبیاں دور کرنے کے لیے منعقد ہوتی ہیں۔ لیکن ادب سے بے ادبیاں دور نہیں ہوتیں۔ کچھ وقت سے بہت پہلے تشریف لاتے ہیں۔ کچھ وقت سے بہت بعد تشریف لائیں گے۔ کچھ اختتام محفل کے بعد بھی دیر سے تشریف لے جائیں گے کیونکہ ان کا مقولہ ہے

"دیوانے سے پابندی اوقات نہ ہوگی"

حاضرین میں شعرا، ادبا، نقاد اور مفکر ہیں۔ استاد ہیں۔ استادوں کے استاد ہیں۔ شاگرد ہیں۔ شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ سخنور ہیں۔ سخن فہم ہیں۔ عاقل باعمل ہیں۔ عالم بے عمل ہیں۔ خوش کلام، خوش خیال ہیں۔ تر دماغ، تر زبان، زندہ دل، رنگین طبع، شوخ و بیباک، چست و چالاک ہیں۔ تربیت یافتہ ہیں۔ سند یافتہ، سبھی بازبان ہیں۔ کچھ زبان کا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کچھ "بے زبانی ہے زباں میری" کے قائل ہیں۔ ان میں وہ ہیں جن کا علم و فضل میں طوطی بولتا ہے۔ علم ہندسہ میں جھنڈا گڑا ہے۔ قلمرو شائستگی میں سکہ بیٹھا ہے۔ سائنسی معلومات میں دھاک بندھی ہے۔ تاریخ کا ذکر چھیڑیئے۔ تو ازل سے ابد تک کی کیفیت حاضر۔ سیاروں کا ذکر کیجئے۔ تو سیاروں سے باتیں کرادیں۔ چاند کی بات کریں تو چاند سے ملاقات کرادیں۔ علم طیور کا مطالعہ ان پر ختم۔ منطق ان کی لونڈی۔ نجوم ان کا غلام۔ حکمت میں ارسطوئے ثانی۔ مصوری میں رشک بہزاد و مانی۔ ادب ہو یا فلسفہ۔ حدیث ہو یا فقہ۔ سب پر دسترس۔ ذہانت و ذکاوت کے چشمے یہاں موجود۔ شوخی و بذلہ سنجی کے مرقعے یہاں حاضر۔ حاضر جوابی میں طاق۔ جب گوئی میں مشاق۔ آوازہ کسنے میں ماہر۔ ادھر لطیفہ گوئی میں نادر۔ یہاں حاضر ہیں۔ اپنا نام چھپانے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے والے۔ فقرہ چست کرنے، پھبتی کہنے، کسی کو بنانے، ان کو چٹکیوں میں اڑانے۔ ٹھٹھول ہیں۔ چھیڑ چھاڑ ہیں۔ قصیدہ ہیں۔ بیان ہیں۔ طلاقت لسانی میں سب سے آگے۔ یہاں ملیں گے۔ بات بنانے والے۔ بات آزمانے والے۔ بات پیدا کرنے والے۔ بات میں بات پیدا کرنے والے۔ بات میں بات نکالنے والے۔ بات میں بات گھڑ لینے والے۔ بات بات میں قافیہ تنگ کرنے والے یہاں حاضر ہیں۔ مضمون پانی کا دیجئے۔ مضمون کو پانی پانی کر دیں۔ کسی کے چہرے پر کھلتا تبسم گلستان کی طرح کھلتا ہے۔ کسی کے ہنر سے ادب ٹپک رہا ہے۔ کسی کے شرافت ٹپک رہی ہے۔ ضرور کچھ نہ کچھ رہا ہے۔ کچھ محض سنانے آتے ہیں۔ کچھ محض سننے آتے ہیں۔ کچھ محض وقت کاٹنے آتے ہیں۔ کچھ واہ واہ کہنے آتے ہیں۔ کچھ واہ واہ سننے آتے ہیں۔ کچھ رنگ محفل دیکھنے آتے ہیں۔

کچھ سگریٹ پئیں گے۔ ایک آدھ پئیں گے۔ رک رک کر پئیں گے۔ کچھ مسلسل پئیں گے۔ کچھ دھواں منہ سے نکالیں گے۔ کچھ ناک سے نکالیں گے۔ کچھ ناک اور منہ کا ملا جلا دھواں نکالیں گے۔ کچھ سگریٹ اپنی لائیں گے۔ کچھ مانگ کر پئیں گے۔ کچھ لانا بھول آئیں گے۔ اور مانگ کر پینا پسند نہیں کریں گے۔ اور دل میں کڑھتے رہیں گے۔ کچھ دانستہ نہیں لائیں گے۔ کچھ سگریٹ پیتے ہوئے مضمون کہیں گے۔ کچھ پی کر کہیں گے۔ کچھ کہہ کر پئیں گے۔ کچھ سگریٹ کے متلاشی فرمائیں گے۔ "پھر دیکھئے کیا ہوتی ہے تقریر دھواں دھار۔ رکھ دے کوئی سگریٹ کا ڈبہ میرے آگے۔" ڈبہ پیش کیجئے۔ پھر دیکھئے۔ سگریٹ سے دھواں نکلے گا۔ تقریر سے دھواں نکلے گا۔ منہ سے دھواں نکلے گا۔ ناک سے دھواں نکلے گا۔ اور پھر سے دھواں نکالنے کی کوشش کی جائے گی۔ پردے ہٹیں گے۔ کھڑکیاں کھلیں گی۔ دروازے کھلیں گے۔

صاحب خانہ نے گرم چائے، ٹھنڈے شربت کا انتظام کر رکھا ہے۔ کچھ کہیں گے یہ تکلف کیسا اور کیوں۔ جب پینے کا وقت آئے گا تو کچھ محض گرم پینا پسند کریں گے۔ کچھ محض ٹھنڈا۔ کچھ پہلے گرم بعد میں ٹھنڈا۔ کچھ پہلے ٹھنڈا بعد میں گرم۔ کچھ یہ سوچتے ہی رہ جائیں گے کہ پہلے گرم پیا جائے یا ٹھنڈا۔ کچھ بالکل ہی نہیں پئیں گے۔ کچھ ایک بار پئیں گے۔ کچھ بار بار پئیں گے۔ کچھ آنکھ بچا کر، آنکھ چرا کر پئیں گے۔ کچھ سامنے رکھ کر پئیں گے۔ دکھا دکھا کر پئیں گے۔ کچھ گھونٹ گھونٹ پئیں گے۔ کچھ غٹ غٹ پئیں گے۔ کچھ قطرے فرش پر گرائیں گے۔ کچھ چاہیں گے یہ سلسلہ شروع ہی میں شروع ہو جائے۔ کچھ چاہیں گے درمیان میں ہو۔ کچھ چاہیں گے اختتام پر ہو تاکہ تازہ دم ہو کر گھر واپس جائیں۔ اور کچھ چاہیں گے یہ سلسلہ شروع میں ہی شروع ہو جائے اور اختتام کے بعد بھی کچھ دیر چلتا رہے تاکہ محفل میں اور محفل میں برابر جان پڑتی رہے۔

مشاعرہ کا آغاز ہونے والا ہے۔ شعرا نے بیاضیں سنبھال لی ہیں۔ شیروانیوں کے بٹن ڈھیلے کر دیئے ہیں۔ گلا صاف کرنے کے لیے کھنکارنا شروع کر دیا ہے۔ ان میں فر فر بولنے والے۔ رک کر بولنے والے۔ رک رک کر بولنے والے۔ آہستہ بولنے والے۔ چیخ کر بولنے والے۔ ناک میں بولنے والے یکلخت سے بولنے والے۔ سبھی قسم کے بولنے والے موجود ہیں۔ کچھ طبعزاد لاتے ہیں۔ دماغ کا عرق نکال کر لاتے ہیں۔ کچھ دل سے وزن لاتے ہیں۔ کچھ مال مسروقہ کو اپنا مال کہہ کر لاتے ہیں۔ کچھ اشعار آبدار، غزل فصاحت بار لاتے ہیں۔ کچھ نئی بات نئے رنگ میں سنائیں گے۔ کچھ پرانی بات پرانے ڈھنگ سے سنائیں گے۔ خوش گلو ترنم سے سنائیں گے۔ کچھ خوش گلو نہ ہوتے ہوئے بھی ترنم سے سنائیں گے۔ کچھ نظم کو نثر کی طرح اور کچھ نثر کو نظم کی طرح پڑھیں گے۔ کسی کا مضمون اور بیان دونوں صحیح ہوں گے۔ کسی کا مضمون صحیح ہوگا تو بیان غلط۔ کسی کا بیان صحیح ہوگا تو مضمون غلط۔ کسی کا مضمون اور بیان دونوں غلط ہوں گے۔ کچھ اچھوتا شعر کہیں گے اور داد ملنے پر سلام بھی نہ کریں گے اور کہیں گے سلام کس بات کا ہر شخص تھوڑے ہی شعر کہہ سکتا ہے۔

ابھی ایک شاعر اٹھیں گے۔ فرمائیں گے۔ ایک تازہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔ پہلا شعر کہتے ہی ماحول دیکھیں گے۔ واہ واہ ہوگئی واہ واہ ورنہ اپنے مہربانوں کی طرف نیازمندانہ اور ملتجی نظروں سے اور کنکھیوں سے دیکھیں گے کہ ماحول پیدا کر دیں۔ اس کے لیے پینترے چلائیں گے۔ ہاتھ اٹھا کر ہاتھ بڑھا کر داد مانگیں گے۔ اپنی کوئی نظم یا کوئی شعر کسی کی نذر کریں گے۔ کچھ داد دینے کی غرض سے کچھ داد لینے کی غرض سے۔ داد دیں گے چند اشعار ختم ہو جائیں گے۔ غزل جاری رہے گی۔ ابھی دوسرے شاعر اٹھیں گے۔ فرمائیں گے۔ "وقت کی کمی کی وجہ سے تازہ غزل نہیں لکھ سکا۔ ایک خوبصورت نظم سنیئے۔" ادھر کونے سے آواز آئے گی "تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ نئی محفل ہے نئی بات سنایئے۔" اور دوسرے کونے سے آواز آئے گی "یہ تو صاحب آپ ہمیشہ ہی کہتے ہیں۔" اس پر قہقہہ پڑے گا تیسرے شاعر کی باری آئے گی۔ فرمائیں گے "میں اردو، ہندی، پنجابی، انگریزی زبانوں میں لکھتا ہوں۔ میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ کونسی زبان

میں سناؤں" اور کھٹ سے آواز آئے گی " بنگالی اور گجراتی بھی سیکھ لیجئے " اور ان سے قہقہوں کے درمیان ایک صاحب فرمائیں گے "ابھی اس زبان میں سنا دیجئے جو آپ کی زبان ہے" چوتھے صاحب بہت مستند شاعر ہیں۔ اپنے شاگرد ہمراہ لائے ہیں۔ ابھی ان کا مصرع مکمل نہیں ہوگا۔ اور شاگرد "واہ وا" کا نعرہ بلند کریں گے شاعر صاحب کہتے جائیں گے اور واہ وا سنتے جائیں گے ۔ اور اس واہ وا کے درمیان ایک صاحب اٹھیں گے فرمائیں گے "خوب کہا صاحب۔ بار بار کہئے" اور آہستہ سے یہ بھی کہہ دیں گے "لیکن گھر جاکر"۔ پانچویں شاعر بسیار لکھنے والے ہیں۔ اٹھتے ہی فرمائیں گے "ایک قطعہ سنئے۔ اس کے بعد ... دو رباعیاں ہوں گی۔ اس کے بعد ایک نظم اور ایک غزل پیش کروں گا"۔ مشاعرہ دست بستہ ہوں گے "فی الحال ایک ہی دو چیزیں کہہ دیں ۔ دوسری دور میں آپ کو پھر موقع ملے گا" یہ بات ان کو ناگوار گزرے گی۔ وہ اپنی سیٹ سے اٹھ جائیں گے چھٹے شاعر قطعے گے اور غزل شروع کر دیں گے۔ اور رکنے کا نام نہیں لیں گے۔ پھر آواز آئے گی "... خوب ترے۔ لیکن کیا سرپرست بتانے کی زحمت فرمائیں گے کہ غزل کے کتنے اشعار باقی ہیں۔ ابھی وہ بیٹھیں گے تو ایک شاعر جن کا نام بھی ... ہے ... اور فرمائیں گے "معاف فرمائیے۔ ایک شعر ... ذہن ناقص میں آیا۔ اور ابھی وہ اپنی بات پوری نہ کر پائیں گے۔ کہ آواز آئے گی " ذہن ناقص سے ناقص شعر نکلے گا۔ تشریف رکھئے اور انتظار کیجئے " اگلے صاحب کہنہ مشق شاعر ہیں سنجیدہ ہیں۔ بغیر کسی تمہید کے غزل شروع کریں گے اور مختصر غزل کے ہر شعر پر داد لیں گے۔ اور انھیں مجبور کیا جائے گا کہ وہ ایک اور غزل پیش کریں۔

اب آپ مشاعرہ سماعت فرمائیے۔ مشاعرہ کی مکمل روداد آئندہ نشست میں سناؤں گا "یار زندہ صحبت باقی۔"

(اردو سروس سے نشر)

غزل

لمس اوّل ہزار ہا خنجر
جان کا پتھر یہاں لہو میں تر
ہیں بھی ابر سیاہ شہر صدا
تو بھی دشتِ سکوت کا منظر
خیمۂ دودِ برگ ہائے شجر
چشم سبز بہار بھی بنجر
چشمۂ صوت سنگ کا پانی
کھیتوں میں اُگائے گا پتھر
رشتۂ جان کے ٹوٹنے کی صدا
نقش کر کے گیا وہ ماتھے پر
روشنی کیا یہیں سے گزرے گی
آنکھ بن جائے اپنا اندھا گھر
پھول مانگے مجسمہ میرا!
آگ باہر ہے اور دھواں اندر

(سرینگر سے نشر)

(خمسانہ جیلانی)

بھوپال اور ہاکی

سید مصطفیٰ تاج

میرا بھوپال اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور ہے۔ بھوپال اپنے تہذیب کلچر اور خاص طور پر اپنی خود ساختہ مخصوص زبان میں ایک امتیازی خصوصیت اور انفرادیت رکھتا ہے۔ خود ساختہ زبان سے میری مراد یہ نہیں کہ بھوپالیوں نے کوئی الگ اپنی بھاشا بنالی ہو۔ بھوپالیوں کی مادری زبان اردو ہے۔ لیکن ان کا لب و لہجہ ان کا مخصوص انداز بیان یعنی ان کی اپنی الگ تھلگ سب سے جدا ہے۔ جس میں لکھنؤ کی تہذیب شامل ہے۔ نہ دہلی کا وقار نہ حیدرآباد کی کرخت .....

ان کی اپنی لٹک میں سادگی اور بھولے پن کی آمیزش ہے .... بھوپالی ہمیشہ اس بات کا خاص دھیان رکھتا ہے کہ بہت کم لفظوں سے اپنا مقصد ادا کر دے مثلاً

"ایک بس ایک آدمی پر چڑھ گئی۔ اس کی ہڈی پسلی پیس ڈالی پوری سڑک خون سے رنگ گئی پولیس نے اس کی لاش کے الگ الگ حصے جمع کیے۔"

بھوپالی اس واقعہ کو اس طرح بیان کرے گا....

"ارے خاں بس نے رپٹ دیا سڑک پر گوشت کی دوکان لگ گئی پولیس والے بسیریاں بینتے پھر رہے ہیں۔"

بھوپالی زبان دلچسپ اصطلاحیں بول چال کے کچھ مخصوص الفاظ بذلہ سنجی کے نکتے اضافی اشارتی ناموں کے ساتھ ساتھ ہم وزن الفاظ اور تکیہ کلام کی بہتات ہے۔ مثلاً ایک جملہ سنئے اس سے آپ بھوپالی زبان کا بخوبی اندازہ لگا سکیں گے۔ ایک بھوپالی اپنے دوست کی عیادت اس طرح کرتا ہے۔

"ارے خاں میاں مطلب یہ ہے کہ میں عارف پسو کی گلی میں سے مطلب یہ ہے کہ آرہا تھا کہ رستے میں سعید نونگے کے کھانچے کے پاس مطلب یہ ہے سید مرغے اور رئیس بیمار مل گئے انھوں نے بتایا کہ مطلب یہ ہے کہ تم پوسم پو سے تمہاری ٹکر وکر ہو گئی کہنے لگے کہ کولے وولے کی ہڈی وڈی سرک گئی ورک گئی تو خاں مطلب یہ ہے کہ بس فکر وکر لگ گئی اور ترانٹ چلا آرہا ہوں۔"

تو صاحب آپ نے اس بھوپالی اردو سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ اس زبان میں لکھنؤ کی چھاپ ہے نہ دہلی کی نہ حیدرآباد کی یہی وجہ ہے کہ بھوپالی سارے ہندوستان میں اپنی انفرادیت قائم کیے ہوئے ہیں....

اس کے علاوہ میرا بھوپال قدرت کے لاکھوں حسین مناظر اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے پہاڑوں، جھیلوں کی بستی تالابوں کا شہر تہذیب و تمدن کا گہوارہ، شاعروں و ادیبوں کا مسکن، غیور و جوانمردوں کی سرزمین دنیا کے لاتعداد مشہور ہاکی کے کھلاڑیوں کا وطن .... بھوپال۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہاکی کا موجد ہی بھوپال ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ دنیا میں جب سے اس کھیل کی ابتدا ہوئی ہے بھوپالی تب سے ہی ہاکی کھیل رہے ہیں۔ اس دور میں جبکہ بھوپالی کے لیے بمبئی جانا جوئے شیر لانے کے برابر ہوتا تھا اسی دور میں بھوپالیوں نے ہاکی میں اتنی ترقی کی کہ وہ برلن تک اپنی ہاکی کے جوہر دکھا آئے۔ ویسے بھوپالی شطرنج اور کبوتر بازی میں بھی کافی دلچسپی رکھتے ہیں .... لیکن ہاکی کے تو شیدائی اور عاشق ہیں۔

سنا ہے جب بھوپالی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اسے جو جنم گھٹی پلائی جاتی ہے اس میں خاص طور پر.... پرانی ہاکی کی چھیلن گیند کا ابلا ہوا پانی۔ ہاکی کے میدان کی دوب اولمپک کے بنکر میں چھان کر پلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بھوپال کا ہر بچہ ہاکی کھیلنے کا شوقین ہوتا ہے۔ چاہے وہ جسمانی اعتبار سے ہاکی کے لیے فٹ نہ ہو لیکن وہ اپنے اس والہانہ شوق کی وجہ سے کامیاب ہو جاتا ہے۔ بھوپال اینڈ پینڈنٹ کلب کا گول کیپر وحید پرواز ایک ٹانگ چھوٹی ایک بڑی ہونے کے باوجود ہندوستان کا بہترین گول کیپر مانا گیا۔ ے. جے. ہر کا کپتان آغا عبدالجبار خاں جن کا قد ہاکی کے برابر ہے لیکن ہاکی کے میدان میں پنجابیوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو بھوپالی کی گھٹی میں ہاکی ملی ہوتی ہے دوسرے بھوپالیوں کا ہاکی پر بڑا زور ہوتا ہے بہت سخت ہوتا ہے

بھوپال میں سب سے پہلے ہاکی کھیلنا شروع کرتا ہے تو ہاکی سے نہیں بلکہ کھیلوں سے کھیلتا ہے۔ کھیوٹا سی بچی درخت کی شاخ کو چھیل کر ہاکی کی شکل دے دی جاتی ہے

ہاکی کا میدان ابھری ہوئی گلی اور سڑک ہوتا ہے اور گیند لکڑی کی ہوتی ہے۔ ننگے پیر ہاکی کھیلی جاتی ہے۔ بھوپال کے بچے دو دو چار چار بیٹھے ہاکی کھیلتے ہیں ٹخنوں پر زخم ہوتے ہیں پھوٹ رہے ہیں سر سے خون بہہ رہا ہے کبھی گھوڑے کی ٹانگوں میں سے گیند نکال رہے ہیں تو کبھی گندی نالی میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ کبھی سامنے کے والے کی منتیں کر کے "دادا معاف کر دینا، دادا معاف کر دینا" کی صدائیں لگا رہے ہیں تو کبھی دوکاندار کی خوشامد کر رہے ہیں۔ دادا اب کے اور دے دو اگر اب کے آئے تو مت دینا کوئی پیر پکڑے ارش ری کر رہا ہے۔ کوئی تانگے والے کا چابک ہاتھ پر جھیل رہا ہے کوئی جمّا استاد سے اپنا موچ کھایا ہوا پیر ملوا رہا ہے۔ اور ہر رات کو اپنے ماں باپ سے ان ہی کھوتوں سے پٹ رہے ہیں.... اتنی مستقل ٹریننگ کے بعد بھوپالی ہاکی کھیلنا سیکھتا ہے۔ پاکستان کے کپتان انور ہوں یا ہندوستان کے اولمپک اسلم شیر، انعام، ظفر یا سلیم میاں ہوں۔ سب ہی کے کپڑے اتار کر دیکھیے پیٹھ پر تانگے والوں کے چابک کے نشان اور بھوپال کے پتھریلے میدانوں کی چھاپ لگی ہوئی ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بھوپال جب ہاکی کے میدان کے میدان میں اترتا ہے تو اس میں خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں حوصلہ ہمت اور نڈر پن ہوتا ہے اس کو ہاکی کا میدان، دنی کا گدا لگتا ہے ہاکی پلاسٹک کی اور بال ٹیبل ٹینس کی لگتی ہے۔ اور بھوپالی ہاکی کے میدان میں اس طرح کودتا پھاندتا پھرتا ہے جیسے بچہ ریت کے ڈھیر پر۔ بھوپالیوں نے ہاکی کی ایک الگ اپنی ڈکشنری بنا رکھی ہے جو عام فہم ہے جو ہر بھوپالی بولتا اور سمجھتا ہے۔ مثلاً بھوپالی ہاکی کو ہانکی بولتا ہے۔ یہی ہانکی جب جھگڑے میں کام دے گی تو اسٹک بولیں گے۔ بول لڑنے کو گلی لڑنا۔ ڈاج دینے کو جھولا دینا۔ گول کرنے کو پلوخ دینا۔ آف سائڈ کو ہاف سائڈ، بے تکے ہٹ مارنے کو ڈلوخے مارنا۔ زیادہ گول مارنے کو فرنچے اڑانا۔ تیز مومنٹ کو پھرکنی بنانا۔ اس کے علاوہ تنومند اور تیز کھلاڑی کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔ سنئے .....
سالا ٹراجی دار ہے سور دم ہے پٹیں شتار ہی ہیں سینہ توپ رہا ہے گرد نابودا ہو رہی ہے۔ ہاتھ سالے کے ہتھوڑے ہیں بڑا چٹک ہے طوفان ہے میاں میدان کی گٹیاں اڑا دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہاکی کے کھلاڑیوں کو کچھ مخصوص نام دے رکھے ہیں جن کو سن کر آپ کی نظروں کے سامنے ان کی تصویریں اور ان کی ساری خصوصیات ابھر آئیں گی مثلاً نازک جسم اور نسوانی حسن والے کو بی کہتے ہیں۔ زیادہ لمبے کو ڈگے، چھوٹے قد والے کو پدے، دبلے اور لمبے کھلاڑی کو جھانکڑے۔ ڈل پلیر کو بودا۔ ڈاج دینے والے کو پھرکنی بہترین گولی کو چٹان۔ اس کے علاوہ کھلاڑیوں کو کھیل کے میدان میں ہک اپ کرنے کی اصطلاحیں بھی ان کی اپنی ایجاد ہیں...
مثال کے طور پر سنئے بھوپالی کس طرح اپنی ٹیم کو ہک اپ کرتے ہیں۔۔۔ لگے پتی جھولا دے کے گھتیا ۔۔۔ سنبھال پدے پیٹھے مت ہلا ۔۔۔ شاباش جھانکڑے شاباش تنگیر لے، تھوڑی اور کری کر دے شٹاخا ۔۔۔ کیوں ارے انجن پٹلی سے اتر گیا کیوں رے امپائر سیٹی نہیں بجا رہا۔ بیٹھ جاؤ خاں سپائی میاں نہیں تو غٹہ پڑ جائے گا۔ ڈگے سنبھال اس جٹے کو دے ملا کے بودا ۔۔۔ ابے جبرگدے سامنے سے ہٹ ابے کو بے اندھے گدڑے کر رہا ہے شاباش گٹی گھتیا گھتیا۔ دے چھوٹے کو روک چھوٹے۔ ابے چپکے رہو ہینپا دے لگے لگے بلوخ دے بیٹھ جاؤ سپائی میاں نہیں تو تیج سر پر پڑے گی۔ ابے ہٹ موم پھلی۔ کیوں بی کیا چیپٹے کھیل رہے ہو۔ ۔ ابے مار ڈلوخہ۔

غرض کہ بھوپالی ہاکی کے بڑے شوقین ہوتے ہیں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بھوپالیوں کا دوسرا مذہب ہاکی ہے ساری دنیا میں ہاکی کا وقار بلند کرنے میں بھوپالیوں کی قربانیاں بھی شامل ہیں۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

(بھوپال سے نشر)

ایک معمولی شام

ڈاکٹر اجمل اجملی

کرب یہ شدت احساس میں جلتی ہوئی شام
موم کی طرح پگھلتی ہوئی گلتی ہوئی شام
دم بہ دم وقت کے زینے سے پھسلتی ہوئی شام
ہر گھڑی رات کے پیمانے میں ڈھلتی ہوئی شام

دور وہ دور بہت دور افق کے نزدیک
نور و ظلمت کے سلگتے ہوئے لب ملتے ہیں
ڈوبتی جاتی ہیں خورشید کی دھندلی کرنیں
جیسے دم توڑتی آنکھوں کے کنول بجھتے ہیں
وسعت دہر میں آوارہ بھٹکتی کرنیں
سینۂ مہر درخشاں میں چھپی جاتی ہیں
ساز میں جیسے سمٹ جاتی ہے پھر ساز کی لے
جس طرح گوش مخاطب کی بلائیں لے کر
اپنے ہونٹوں کی صدا لوٹ کے آجاتی ہے

شام کے ماتھے پہ یہ لالۂ صحرائے شفق
مجھ کو ناکام امیدوں کا لہو لگتا ہے
تختۂ عمل پہ یہ پر سسکتی مدھم کرنیں
جیسے مغموم مسافر کی نظر وقت وداع
اپنے محبوب نظاروں پہ ٹھہر جاتی ہے
دور سے دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

پورے ماحول پہ طاری ہے تھکاوٹ کا فسوں
دن کے ہنگاموں کا کاندھوں پہ اٹھائے ہوئے بار
گم ہیں شاعر کی طرح سوچ میں جیسے اشجار
جیسے اک دن کے گذر جانے کا غم ہو ان کو
فرصت جہد نمو، شوق سے کم ہو ان کو

(گورکھپور سے نشر)

ہمایوں اور کرن وتی

امتیاز احمد

قومی یکجہتی کا احساس یہ نظریہ ہے کہ ہندوستان کے تمام باشندے اپنی جداگانہ حیثیت کے باوجود ایک قوم ہیں۔ "کثرت میں وحدت" (Unity in Diversity) ہندوستانی تہذیب کی خصوصیت رہی ہے اور ہندوستان کی تاریخ میں ایسی درخشاں مثالیں نظر آتی ہیں جب مختلف عقیدوں کے ماننے والے افراد نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا ہے یا ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔

عہد وسطیٰ میں اکبر کا عہد حکومت قومی یکجہتی کا زرین عہد ہے۔ اکبر نے اپنی ریاست میں بسنے والے مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان باہمی میل جول اور ہم آہنگی کے جذبہ کو فروغ دیا۔ اس نے اپنی انتظامیہ میں ملک کے دو اہم فرقوں کے افراد کو نمائندگی دی اور مذہبی معاملات میں صلح پسندی اور رواداری کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا۔

مذہبی رواداری کا یہ جذبہ اکبر کو وراثت میں ملا تھا۔ بابر اور ہمایوں دونوں ہی مذہبی معاملات میں تنگ نظری کے قائل نہیں تھے۔ اکبر نے اپنے اسلاف کی اسی خوبی کو اپنے عہد کے سیاسی حالات کے مطابق اختیار کیا اور اس کی مذہبی رواداری اس کے عہد میں قومی یکجہتی کے جذبہ کی اساس بن گئی۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عہد حاضر کے بعض مورخین کی غلط بیانی سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ عہد وسطیٰ کی تاریخ دو مختلف مذہبی فرقوں کی باہمی کشمکش کی تاریخ رہی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ عہد وسطیٰ کی تاریخ میں کسی بھی دوسرے عہد کی طرح جنگ اور کشمکش کی مثالیں موجود ہیں لیکن یہ جنگ یا کشمکش مذہبی وجوہات کا نہیں بلکہ سیاسی مصلحتوں کا نتیجہ تھی۔ اور ایسی کسی بھی جنگ میں فریقین کے حمایتی کسی بھی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھنے والے ہوسکتے تھے۔

سولھویں صدی کے اوائل میں مغلوں کی آمد کے قبل ہندوستان میں افغان اور راجپوت دو اہم سیاسی طاقتوں کی شکل میں موجود تھے۔ دہلی پر افغانوں کی حکومت تھی اور راجپوت اس پر قبضہ کرنے کے خواہش مند۔ دہلی سے افغانوں کے اقتدار کا خاتمہ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی جنگ کے ساتھ ہوا اور اسی کے ساتھ بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی لیکن ایک ہی سال میں مغلوں اور راجپوتوں کے بیچ جنگ لازمی ہوگئی کیونکہ راجپوت ایک نئے سیاسی حریف کی موجودگی کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس وقت راجپوتوں کی قیادت رانا سانگا کے ہاتھ میں تھی جس نے کھنوا کے میدان میں بابر کا مقابلہ کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ رانا سانگا نے اس جنگ میں افغانوں کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی اور حسن خاں میواتی کی قیادت میں افغانوں نے کھنوا کی لڑائی میں راجپوتوں کا ساتھ دیا اور مغلوں کے خلاف جنگ کی۔ قومی یکجہتی کی یہ ایک عمدہ مثال ہے کیونکہ اس وقت کے حالات میں افغان اور راجپوت دونوں ہی اندرون ملک سیاسی طاقتوں کی نمائندگی کر رہے تھے جبکہ مغل غیر ملکی حملہ آوروں کی شکل میں موجود تھے۔ اور کھنوا کی لڑائی میں ہندوستانی طاقتوں نے مل کر غیر ملکی حملہ آوروں کا مقابلہ کیا تھا۔ یہاں دوستی اور دشمنی کا تعین مذہبی یگانگت یا اختلاف کی بنیاد پر نہیں ہوا بلکہ سیاسی ضرورتوں کے تقاضوں کے مطابق ہوا۔ ایسی ہی ایک مثال ہمایوں کے عہد حکومت میں بھی نظر آتی ہے اور اس کا تعلق چتوڑ کی رانی کرن وتی سے ہے۔

۱۵۳۰ء میں بابر کی وفات کے بعد جب ہمایوں تخت نشین ہوا تو مغلوں کو افغانوں کی مزاحمت کا سامنا پھر ایک بار کرنا پڑا۔ افغانوں کے درمیان سب سے اہم شخصیت گجرات کے حکمراں بہادر شاہ کی تھی۔ گجرات کی ریاست اب تک مغلوں کے حملے سے محفوظ رہی تھی جبکہ دہلی اور مشرقی ہندوستان کے افغانی کو بابر نے شکست دی تھی۔ ان حالات میں یہ لازمی تھا کہ افغانوں کی قیادت گجرات کے حکمراں بہادر شاہ کے ہاتھ میں ہو۔ دوسری جانب راجپوت اس وقت کھنوا کی لڑائی میں اپنی شکست کے سبب کمزور اور منتشر ہوگئے تھے۔ میواڑ کی ریاست جو ایک عرصہ سے راجپوتوں کی قیادت کر رہی تھی اس وقت کمزور ہو چکی تھی۔

اس کے برخلاف گجرات کا حکمراں بہادر شاہ مغلوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنی سلطنت کی توسیع اور اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کے لیے نزدیکی ریاستوں کو جیتنا شروع کیا۔ اس نے پہلے مالوہ کے حکمراں محمود کو شکست دے کر مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس مہم میں اسے میواڑ کے رانا کا تعاون حاصل ہوا اور مالوہ کے بعض علاقے میواڑ کو دیے گئے۔ یہاں بھی سیاسی تقاضے مذہبی جذبات سے زیادہ اہمیت کے حامل رہے۔

مالوہ کی فتح کے بعد بہادر شاہ نے چتوڑ کی فتح کی جانب توجہ دی۔ چتوڑ پر اس وقت رانا وکرماجیت کی حکومت تھی۔ یہ ریاست داخلی انتشار کے سبب کمزور ہو رہی تھی اور بعض راجپوت امراء جو رانا سے غیر مطمئن تھے بہادر شاہ کے ساتھ تعاون کرنے کو رضامند تھے دوسری جانب ہمایوں مشرقی ہندوستان میں چنار کی فتح میں الجھا ہوا تھا۔ بہادر شاہ نے ان حالات کا فائدہ اٹھا کر چتوڑ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ رانا وکرماجیت نے اپنی کمزوری کو سمجھتے ہوئے بہادر شاہ کے ساتھ معاہدہ کی پیش کش کی لیکن بہادر شاہ نے اسے نامنظور کر دیا اور چتوڑ کا محاصرہ کر لیا۔

ان مشکل حالات میں چتوڑ کی رانی کرن وتی نے ہمایوں کو راکھی روانہ کی تھی اور اس طرح اسے اپنا بھائی بنا کر اس سے بہادر شاہ کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی۔ اس واقعہ کا ذکر کرنل ٹاڈ نے اپنی تصنیف میں کیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ہمایوں نے کرن وتی کی مدد کی اور بہادر شاہ پر حملہ کر کے اسے چتوڑ کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد ہمایوں نے رانا وکرماجیت کو اس کی ریاست واپس کر دی اور ایک مرصع تلوار اسے عطا کی۔

کرنل ٹاڈ کے بیان کے برعکس بعض ہم عصر مورخین کا بیان ہے کہ بہرحال حقیقت یہ ہے کہ ہمایوں نے گجرات اور چتوڑ کی جنگ میں مداخلت کے ارادے سے چنار کی فتح نامکمل چھوڑ کر گجرات کی جانب پیش قدمی کی۔ اس نے گوالیار پر قبضہ کر لیا جو کہ گجرات کی حلیف ریاست تھی۔ اسی وقت بہادر شاہ نے ہمایوں سے رابطہ قائم کیا اور اس سے مداخلت نہ کرنے کی درخواست کی کیونکہ وہ بقول خود غیروں سے برسرپیکار تھا مگر ہمایوں نے اس دلیل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح ہمایوں نے بھی یہ بات واضح کر دی کہ سیاسی معاملات میں کسی بھی فیصلہ کا انحصار سیاسی ضرورتوں اور تقاضوں پر ہونا مذہبی جذبات یا تنگ نظری پر نہیں۔ بدقسمتی سے اسی وقت مشرقی ہندوستان میں افغانوں کی باغیانہ سرگرمیاں دوبارہ شروع ہوگئیں اور ہمایوں کو گوالیار سے ہی واپس مشرقی ہندوستان لوٹ جانا پڑا۔ بہادر شاہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور چتوڑ کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اس معاہدہ کے مطابق مالوہ سے حاصل شدہ علاقوں کو چتوڑ نے گجرات کے حوالے کر دیا۔ اس کے علاوہ نذرانے کی شکل میں بہادر شاہ کو کافی دولت حاصل ہوئی۔

یہ بات صحیح ہے کہ ہمایوں چتوڑ کی جنگ میں مداخلت نہیں کر سکا لیکن اس واقعہ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہمایوں کی مداخلت کا اندیشہ تھا جس کے سبب بہادر شاہ نے چتوڑ کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ اور اس کی مکمل فتح کا ارادہ ترک کر دیا۔ چنانچہ بالواسطہ طور پر ہمایوں نے چتوڑ کی مدد پہنچائی اور گجرات کے ذریعے اس کی فتح کے امکان کو ختم کر دیا۔

عہد وسطیٰ کی تاریخ میں اس طرح کے بہتیرے واقعات جا بجا موجود ہیں جبکہ جداگانہ مذہبی حیثیت کے باوجود مختلف فرقوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون واشتراک کی کوشش کی ہے اور ہم آہنگی کی مثالیں ہمارے عہد ماضی کے چند ایسے درخشاں باب ہیں جو آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

شین مظفر پوری

موسلادھار بارش میں ایکسپریس ٹرین پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ باہر تاریکی گہری تھی۔ کبھی کسی لمحہ بجلی کا کوندا چمک اٹھتا تھا۔ بارش کے جھکڑ اور ٹرین کے شور نے مل کر ایک عجیب ماحول پیدا کر دیا تھا۔ کمپارٹمنٹ سے باہر کی فضا آسیب زدہ محسوس ہوتی تھی۔

یہ چلتی ٹرین کا فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ ہے جس میں صرف دو نفوس ایک دوسرے کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک جوان عورت، ایک جوان مرد، ابھی پندرہ بیس منٹ پہلے یہ اجنبی تھے۔ لیکن اب اجنبی نہیں رہے۔ ذرا دیر پہلے اس کمپارٹمنٹ میں ایک تیسرا کردار بھی تھا۔ مگر اب یہی دونوں رہ گئے ہیں۔ تیسرا کردار غائب ہو چکا ہے۔

اس پُراسرار ماحول میں بس پانچ چھ منٹ پہلے ایک سنگین ماجرا گذر گیا ہے۔ صرف پانچ منٹ میں کیا کیا ہو گیا۔ ڈرامے کا ایک پورا ایکٹ گذر گیا۔ واقعہ اتنا تازہ ہے کہ شاردا ابھی تک ہانپ ہی رہی ہے۔ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کچھ بول بھی نہیں پا رہی ہے۔ اس کے ہونٹ بس کپکپا رہے ہیں۔ ابھی ذرا دیر پہلے کی کشتم کشتی اور گتھم گتھی میں شاردا بالکل تتر بتر ہو کر رہ گئی ہے۔ آنکھوں میں دہشت اور چہرے پہ گھبراہٹ ابھی ویسی ہی ہے۔ اس کا شریف اور بہادر محسن بھی ابھی تک اپنے حواس درست نہیں کر پایا ہے۔ شاردا سوچ رہی کہ اس بہادر جوان نے کیسی ہمت اور پھرتی دکھائی ہے — واہ — سماج ایسے جیالوں پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔

وہ شرمیلا جوان بار بار شاردا کو دیکھتا ہے اور نظر پھیر لیتا ہے اُس کے بال الجھے ہوئے ہیں اور قمیص جابہ جا سے پھٹ گئی ہے۔ چہرے پر چوٹوں کے نشان ہیں۔ مقابلہ بہت سخت تھا۔ کلائی پر چھرے کی نوک کی ہلکی سی خراش بھی نظر آ رہی تھی۔ وہ چھرا ویسے ہی فرش پر پڑا چمک رہا ہے۔ شاردا اس جوان کے لیے اپنے دل میں بے پناہ جذبات محسوس کر رہی ہے۔ اس کا جی چاہ رہا ہے کہ اپنی عزت و آبرو بچانے والے اس ہیرو کا ہاتھ چوم لے۔

ٹرین کی رفتار اپنے شباب پہ ہے اور وہ تیز آندھی کی طرح شور مچاتی بھاگی جا رہی ہے۔ کمپارٹمنٹ کا دروازہ ابھی تک کھلا ہوا ہے اور اس سے ڈھک ڈھک کھٹ کھٹ کی آواز پیدا ہو رہا ہے۔ پانچ منٹ کے اس ڈرامے کو گذرے ابھی دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔ ڈراپ سین کے بعد یہ صبا رفتار ٹرین چار پانچ میل ہی آگے بڑھی ہوگی۔ ابھی تو دونوں کی نگاہ میں سارا سماں جوں کا توں پھر رہا ہے۔ وہ بدمعاش یا تو ٹرین کے پہیوں سے قیمہ بن چکا ہوگا یا دور جا گرا ہو تو اس کی ہڈی پسلی ایک ہو چکی ہوگی۔

ابھی ذرا دیر پہلے یہ ایکسپریس ٹرین ایک جنکشن سے چلی تھی۔ وہاں پانچ مسافر اس کمپارٹمنٹ سے اُترے تھے پھر پورے کمپارٹمنٹ میں صرف دو رہ گئے تھے۔ ایک شاردا اور دوسرا وہ جواں مرد جو دوسری طرف کی برتھ پر لیٹا ہوا تھا یہ اجنبی جوان پولیس انسپکٹر رنجیت تھا۔ پہلے تو شاردا کا جی ڈرا۔ کیونکہ وہ اخباروں میں آئے دن کتنے ہی بھلے بُرے واقعات پڑھتی رہتی تھی۔ ویسے صورت سے وہ جوان سیدھا اور شریف ہی لگا تھا۔ پھر بھی شاردا نے دل مضبوط کیا کہ دیکھا جائے گا۔ وہ پچھتائی بھی کہ اگر بھاگنا ہی تھا تو دن کی ٹرین سے بھاگنا چاہیے تھا۔ اس خیال کے ساتھ ہی ٹرین اپنی دھیمی رفتار سے پلیٹ فارم چھوڑ ہی رہی تھی کہ بوندا باندی شروع ہو گئی۔ یکایک دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا اور دروازہ پھر بند کر دیا۔ آنے والا ایک لمبا تڑنگا مشٹنڈا جوان تھا جو صورت اور حلیے سے اچھا آدمی نہیں معلوم ہوا۔ اس آدمی کو شاردا نے پلیٹ فارم پر منڈلاتے بھی دیکھا تھا۔ تیزی سے لپک کر کمپارٹمنٹ تک آنے سے وہ ہانپ رہا تھا۔ بوندا باندی میں اس کے کپڑے اور بال بھی کچھ نم ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ کوئی سامان بھی نہ تھا۔

شاردا کچھ ڈری بھی اور ساتھ ہی یہ اطمینان بھی محسوس کیا کہ اب کمپارٹمنٹ میں دو مرد ہو جانے سے کسی بھلی بُری بات کا خطرہ نہیں تھا۔

نئے مسافر نے چہرے کا پسینہ پونچھ کر پہلے تو کمپارٹمنٹ پر ایک سرسری نگاہ دوڑائی اس کے بعد شاردا کو گھورنے لگا۔ اس کی سُرخ سُرخ وحشی آنکھوں سے شاردا کو خوف محسوس ہوا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ شخص کہیں آنکھ اوجھل بیٹھ جائے۔ مگر وہ بدستور کھڑا ٹکٹکی لگائے شاردا کو گھورتا رہا۔ شاردا گھبرا کر سوچنے لگی کہ اگلے جنکشن پر ٹرین رُکے گی تو وہ اُتر کر کسی دوسرے کمپارٹمنٹ میں جا بیٹھے گی جہاں بہت سے مسافر ہوں۔ ابھی تو اس کو کئی گھنٹے ٹرین میں گذارنے تھے۔ اس کے ساتھ سامان ہی کیا تھا بس ایک چھوٹا سا ہینڈ بیگ۔ یہ بھی کس مشکل سے وہ لے کر بھاگی تھی۔

اب وہ شخص دوسری طرف آگے بڑھ گیا۔ ایک منٹ بعد ایک کرخت آواز آئی "تم کون ہو؟"

دوسری کمزور آواز آئی "آپ دیکھ نہیں رہے آدمی ہوں، مسافر ہوں۔"

ایک اور آواز آئی "وہ عورت جو اُدھر بیٹھی ہے تمہاری کوئی ہوتی ہے؟"

دوسری ڈری ہوئی آواز اُبھری "نہیں"

اب شاردا کچھ چوکنا کچھ خوفزدہ ہوئی

پھر کرخت آواز گونجی "ٹھیک ہے۔ اگر خیریت چاہتے ہو تو میرے معاملے میں دخل نہیں دوگے۔"

شاردا کانپ گئی۔ اور اب اس نے اُٹھ کر دوسری طرف کا سین دیکھا۔ نئے مسافر نے دوسرے مسافر کی گردن پر چمکتے ہوئے چھرے کی نوک بھڑا رکھی تھی۔ اور کہہ رہا تھا "دیکھو میرے پاس ریوالور بھی ہے۔ تم آنکھوں پر پٹی باندھ کر لیٹ جاؤ۔ میں تمہارے ہاتھ بھی باندھوں گا۔"

رنجیت کانپتی ہوئی مری مری آواز میں گڑگڑانے لگا۔

"میرے بھائی میں دل کا مریض ہوں۔ علاج کے لیے جا رہا ہوں۔ تم کیوں میری جان کے دشمن بن رہے ہو۔ کہیں میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ میں تو خود ہی مرا ہوا آدمی ہوں دیکھو میرا دل دھڑکنے لگا ہے۔ کہیں دورہ نہ پڑ جائے۔ لو میں خود ہی مُردہ بن جاتا ہوں۔ مجھے اپنی جان پیاری ہے تمہاری کسی بات سے مجھے مطلب نہیں۔"

اور پھر رنجیت رونے جیسی کپکپاتی آواز کے ساتھ اپنے آپ کو چادر میں لپیٹ کر اُلٹی طرف منہ کر کے گٹھری کی طرح پڑ گیا۔ اس کے ہانپنے اور کانپنے سے اوپر چادر میں بھی ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ جب غنڈے کو رنجیت کی طرف

سے اطمینان ہوگیا تو وہ اپنے شکار کی طرف پلٹا۔ شاردا اس کے پاس ہی کھڑی پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اور اب غنڈے نے چاقو شاردا کے کلیجے پر رکھ دیا۔ کانپتی ہوئی آواز میں شاردا گڑگڑائی "میرے بھائی ...."

ایک اُلٹا چانٹا شاردا کے منہ پر پڑا اور ساتھ ہی ایک بے رحم آواز بھی گونجی "میری کوئی بہن نہیں"

شاردا بلبلا کر رو پڑی "میرے پاس جو کچھ ہے لے لو ـــ ہے ہی کیا۔ سسرال سے ستائی ہوئی بھاگ نکلی ہوں۔ سو پچاس روپے اور یہ بُندے"

وہ بُندے اتارنے لگی تو غنڈے نے اس کو پرلی طرف دھکیل دیا "اور تم"

اور تب شاردا چیخ مار کر رو پڑی "نہیں، نہیں یہ ظلم نہ کرو۔ میری جان لے لو مگر ـــ مگر ـــ تم میری جان ہی لے لو ـــ تمہاری کوئی بہن نہیں مگر ماں تو ہوگی۔ نہیں اس کی عزت کی قسم ـــ اس کے دودھ کی قسم"

مگر کوئی قسم کام نہ آئی اور غنڈا اس پر جھپٹ پڑا۔ پھر دونوں میں دھینگا مشتی شروع ہوگئی۔ شاردا کچھ ایسی کمزور بھی نہ تھی۔ اور عزت کے لیے جان پر کھیل جانے والا جذبہ جاگ اُٹھا تھا۔ بپھری ہوئی شاردا کی نوچ کھسوٹ نے غنڈے کو اور بھی وحشی بنا دیا۔ اور وہ لمحہ آگیا جب شاردا نڈھال ہوکر مغلوب ہونے لگی۔ عین اُسی لمحہ رنجیت کا ہاتھ خطرے کی زنجیر کی طرف بڑھا جسے غنڈے نے دیکھ لیا بجلی کی سی تیزی کے ساتھ جھپٹ کر غنڈے نے رنجیت کو دبوچا اور دونوں گتھم گتھا ہوگئے۔ جوڑ برابر کی تھی۔ دو تین منٹ میں ہی دونوں بے دم ہونے لگے۔ رنجیت فرش پر ڈھیر تھا۔ غنڈے نے دروازہ کھولا کہ رنجیت کو گھسیٹ کر باہر پھینک دے۔ مگر رنجیت نے پڑے پڑے ہی دولتی مار کر غنڈے ہی کو دروازہ کے باہر دھکیل دیا۔ اور ایک ایکٹ کا یہ ڈراما ختم ہوگیا۔

یہ سارا ماجرا اس طرح گذر گیا جیسے کوئی خواب ہو شاردا اور رنجیت دونوں پر جیسے سکتہ طاری تھا۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھے اپنے اپنے حواس بجا کر رہے تھے۔ شاردا کی آنکھوں سے احسان مندی جھلک رہی تھی۔ اُس کے دل میں اپنے محسن کے لیے بڑی قدر اور عزت پیدا ہوگئی ہے ٹرین سارے ماجرے سے بے خبر ہوا سے باتیں کرتی کھٹر پٹر کھٹر پٹر بھاگی جا رہی ہے۔ ابھی اگلا جنکشن آنے میں ایک گھنٹہ دیر تھی۔ دروازے کے پاس بارش کے چھینٹوں سے کچھ بھیگ گیا ہوگیا تھا۔ رنجیت کے سامنے ایک دلکش اور جوان مگر آفت رسیدہ عورت شکست و ریخت کے جس عالم میں بیٹھی تھی اس کو دیکھنے کی تاب رنجیت زیادہ دیر تک نہ لاسکا فرش پر روندی اور مسلی ہوئی ساڑی کو سمیٹ کر شاردا کی گود میں پھینکتے ہوئے رنجیت نے کہا "جو کچھ ہوا اُسے بھول جائیے۔ اپنا حلیہ درست کیجئے"

شاردا نے ساڑی سنبھالتے ہوئے پوچھا "کیوں نہ ہم الارم چین کھینچ کر گارڈ کو رپورٹ کر دیں؟"

مگر رنجیت نے اس کو سمجھایا "آپ کی بدنامی ہو جائے گی۔ نہ جانے کیا کیا جھنجھٹ ہو۔ پھر اس کا فائدہ بھی کیا ہے۔ سمجھ لیجئے چلتی ٹرین میں ایک سپنا گذر گیا"

یہ بات شاردا کے پلے پڑ گئی۔ رنجیت گھڑی دیکھتا ہوا اپنی برتھ کی طرف گیا پانچ سات منٹ بعد وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ مگر اب ذرا تازہ دم ہوکر۔ شاردا کپڑے بدل کر ٹھیک ٹھاک ہوچکی تھی۔ رنجیت نے اپنے تھرمس سے شاردا کو چائے پیش کی۔ پھر دونوں میں مختصر سی گفتگو ہوئی معلوم ہوا کہ ڈیڑھ سال پہلے شاردا کی شادی ہوئی تھی۔ شوہر کے ظلم اور سسرال کے دل آزار ماحول سے تنگ آکر آج وہ اپنے میکے بھاگ رہی تھی۔ کبھی نہ واپس آنے کے لیے۔ کہانی دردناک تھی۔ اس کو بھاگنا ہی تھا۔

رنجیت کی ہمدردی کچھ اور بڑھ گئی۔ شاردا کی آنکھوں میں مظلومیت اور پیاس تھی۔ وہ بڑی من موہنی سی لگتی تھی۔ پلکوں کے پیچھے آنکھوں میں سمانے اور دل میں اتر جانے والی چیز۔ کتنا بدبخت تھا وہ شوہر جو ایسی شاندار چیز کا محافظ اور قدرداں نہ بن سکا۔ واقعی شاردا کتنی دکھی ہے۔ اور اگر ذرا دیر پہلے اس کمپارٹمنٹ میں اس کی حرمت و عصمت پر وہ سانحہ گذر جاتا تب تو شاید یہ مر ہی جاتی۔ رنجیت ـــ محسوس کیا کہ وہ اندر سے جتنی دکھی تھی اتنی ہی نرم بھی تھی۔ رنجیت اس پر نگاہیں جمائے جانے کچھ کھو سا گیا تھا۔

شاردا بولی "اگر آج آپ نہ ہوتے تو نہ جانے کیا ہوجاتا!"

رنجیت چُپ چاپ بس اس کو دیکھے جا رہا تھا۔ پھر شاردا ہی کہنے لگی "میری عزت لُٹ جاتی جان بھی جا سکتی تھی ـــ"

وہ پھر بھی چُپ رہا۔ شاردا ہی کہتی رہی "کاش میں بھی آپ کی خدمت کر سکتی"

اس بار رنجیت ذرا چونکا "آپ کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔ وہ تو میرا فرض تھا"

شاردا ذرا مسکرائی "وہ تو ٹھیک ہے مگر ـــ مگر ـــ پھر بھی ـــ پھر بھی ـــ"

نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ وہ ارتعاش جیسی مبہم مسکراہٹ ابھی شاردا کے ہونٹوں سے ابھی مٹی نہیں تھی۔ بے چارہ رنجیت زیروزبر ہوکر رہ گیا۔ اور اس کا دل یوں پکار اُٹھا ـــ "کہاں ہے اس انمول عورت کا بدبخت شوہر! مردود کو گولی مار دینی چاہیے!" رنجیت چُپ ہی رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ پیاری پیاری سی عورت اسی آواز اور اسی لہجے میں سارے سفر بولتی رہے اور وہ یوں ہی سنتا رہے۔

اور اب شاردا کہہ رہی تھی "شاید کچھ اُلٹی سیدھی بات منہ سے نکل گئی ہے۔ بُرا نہ مانیے گا۔ مجھ کم بخت کو بولنا نہیں آتا ـــ کیا بُرا مان گئے آپ؟"

بس اب تو رنجیت کا جی چاہا کہ وہ شاردا کے پہلو میں جا بیٹھے۔ مگر اس چور خواہش کے دوسرے ہی لمحہ رنجیت نے اپنے اندر بجلی کا جھٹکا محسوس کیا۔ یکایک لپک کر خطرے کی زنجیر کھینچ دی۔ رنجیت کی اس اچانک حرکت پر شاردا ہکا بکا ہوکر بول اُٹھی "ہائیں ـــ یہ کیا!"

رنجیت شرمسار نظروں سے شاردا کو دیکھ کر صرف اتنا کہہ سکا "دوسرا خطرہ!"

لٹکی ہوئی زنجیر ابھی رنجیت کی مٹھی ہی میں تھی اور وہ پسینہ پسینہ ہوکر ہانپ رہا تھا۔ شاردا کے ہونٹ کھلے کے کھلے رہ گئے اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے رنجیت کو دیکھتی رہی۔

ٹرین کی رفتار لمحہ بہ لمحہ دھیمی ہونے لگی۔

(پٹنہ سے نشر)

شین مظفرپوری
ایڈیٹر "زبان وادب"
بہار اردو اکیڈمی پٹنہ (بہار)

ماں اور ماضی

رعنا سحری

یاد تو کچھ بھی نہیں ہے مجھکو
لیکن اے روحِ روانِ ہستی
تیرے اس کرب سے مُرجھاتے ہوئے چہرے پر
غور سے دیکھتا ہوں
تیری تمنا کا لہو
بھوک، دن بھر کی تھکن، خالی کنستر، فاقہ
ظلم ......
پھر ضبط کے آنسو ـــ چُپ چاپ
تو جنھیں میرے لیے پیتی رہی
جیتی رہی .....
غور سے دیکھتا ہوں روز ترا چہرہ میں
اور پہچانتا ہوں اپنے سیاہ ماضی کو
لیکن اے روحِ روانِ ہستی
بھول جا ـــ اب وہ زمانے وہ دن
اور مٹا دے یہ نقوش
اب میں بچہ تو نہیں
قد میں ترے جیسا ہوں
مجھکو سوگندھ ترے ضعف مرے بچپن کی
مجھکو سوگندھ ترے پیار تری ممتا کی
تیری خاموش عبادت کا صلہ میں دوں گا
تیری پژمردہ امیدوں کو جلا میں دوں گا

(اردو سروس سے نشر)

ایسا بھی ہوتا ہے

ڈاکٹر مسعود عالم ہک

رمیش نے بی۔ ایس۔ سی آنرز سیکنڈ ڈویژن سے پاس کیا۔ بہت ہی محنتی اور ذہین تھا مستقبل درخشاں تھا۔ مقابلے کے بہت سارے امتحانات میں بیٹھا مگر قسمت کا مارا تھا اور ہر بار کی ناکامی نے آخرکار اسے ایک دفتر میں بحیثیت ایک کلرک کے چھکیل دیا۔ اس کے سارے خواب تشنہ رہ گئے۔

رمیش چھریرے جسم کا ایک لمبا انسان تھا۔ سورج جیسا رنگ ہونٹوں پر ہر لمحہ مچلتی ہوئی مسکراہٹ اور آنکھوں پر ایک نازک سا چشمہ اسکی شخصیت کو اور بھی زیادہ پروقار بنادیتا تھا۔ آفس کا کام بڑی لگن سے کرتا تھا اور اپنے افسر امرناتھ صاحب کو بہت خوش رکھتا تھا۔ گفتگو کرنے کا انداز بھی بہت پیارا تھا۔ اخلاق شائستگی اور تہذیب کا سراپا پیکر تھا۔ اس کی چنچل آنکھیں اسکی ذہانت کی غماز تھیں ——!

دفتر کے چاروں طرف پھیلے ہوئے کوارٹرس تھے اسے بھی ایک کوارٹر الاٹ ہوگیا تھا۔ وہ تنہا اپنے کوارٹر میں رہتا تھا کھانا خود بناتا تھا اور پورے کوارٹر کو ایک نوبیاہتا دلہن کی مانند سج دھج کر رکھا ہوا تھا۔ اس کی طبیعت میں نفاست پسندی تھی۔ یوں تو وہ شادی شدہ تھا اور دو چھوٹے چھوٹے بچوں کا باپ تھا مگر اس کی مسز اپنے گاؤں کے ایک مڈل اسکول میں سٹریس تھیں۔ تعطیل کے دوران وہ اپنے بچوں سمیت ضرور آتیں۔ رمیش مشکل سے پچیس چھبیس برس کا ہوگا اور چہرے پر کھیلتی ہوئی معصومیت اپنا ایک خاص تیور رکھتی تھی۔

اپنی خوش مزاجی کی وجہ سے اس کی رسائی ہر کوارٹر میں تھی بچوں سے کھیلنے میں اسے ایک خاص لطف ملتا تھا کبھی شکلا جی کے ہاں جاکر گوشت بنادیتا۔ تو کبھی مسٹر سنگھ کے یہاں مچھلی پکا دیتا اور یارانِ طریقت چٹخارے لے کے کھاتے۔ شب میں برج کی محفل سجتی اور محفل بغیر اس کے محفل نہ ہوتی بلکہ شمشان گھاٹ کا ایک نظارہ پیش کرتی اس لیے کہ وہ برج بہت ہی اچھا کھیلتا تھا۔ اور کھیل کے دوران ہنسنے ہنسانے کی باتیں کرکے، قہقہوں کے پھول کھلا دیتا تھا شب جب دراز ہوتی تو نیند کی دلکش وادی میں فوراً پہنچ جاتا اور تنہائی کی ناگن اسے ڈس نہ پاتی ——!

دوران گفتگو مسکراتا رہتا تھا چونکہ اس کی رسائی ہر کوارٹر میں تھی اس۔ کبھی کبھی مذاق میں لوگ اسے کرشن کنھیا کہہ ڈالتے مگر وہ چپ رہتا۔ ایسی ویسی کوئی بات نہ تھی اس لیے کہ وہ ایک بلند کردار کا انسان تھا

امرناتھ صاحب اس سے بہت مرعوب رہتے تھے اس لیے کہ اسی کے ذریعہ ہی انھیں روپے ملتے تھے اور وہ خود اپنے پیسے کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ کے بنے ہوئے کھانے اتنے خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ مسز امرناتھ کبھی کبھی اسے ہی کہتیں کہ رمیش جی آج آپ کھانا بنائیں اور وہ بہت ہی ذوق شوق سے کھانا تیار کرتا اور تینوں مل کر ایک ہی ساتھ کھاتے۔ واقعی وہ ایک بھلا انسان تھا اسے کسی بھی طرح کی بری عادت نہ تھی۔ حد تو یہ کہ سگریٹ اور پان تک کو منہ نہ لگاتا تھا امرناتھ صاحب شراب اور پان کے رسیا تھے۔ پیسے کی فراوانی تھی اس لیے کہ رمیش کو اس طرح کے پیسے سے کوئی دلچسپی نہ تھی شب میں پوری کالونی بجلی کی دودھیا روشنی اور رنگ برنگے قمقمے کی وجہ سے پریوں کا دیس معلوم ہوتی تھی جب رمیش ہر ماہ دو چار دنوں کے لیے اپنے گھر چلا جاتا تھا تو پوری کالونی پر موت کا سا سماں چھایا رہتا ——!

امرناتھ صاحب زندگی سے بھرپور تھے۔ شکنتلا اپنی چاہی بیوی تھی۔ کالج کے زمانے کا عشق شادی کے بندھن میں بندھ چکا تھا۔ شکنتلا کا بوٹا سا قد، سرمئی رنگ بھرا بھرا سا جسم اور مست آنکھوں میں پلتے ہوئے سپنے۔ آج بھی اس حقیقت کو جھٹلا رہے تھے کہ دو چار بچوں کی ماں تھی اور سب سے بڑا لڑکا تیرہ چودہ برس کا تھا شب میں گیارہ بجے کے بعد ان دونوں کی اپنی رات ہوتی، جام سے جام ٹکراتے اور دو جسم ایک ہو جاتے اور شب میں دیر سے دونوں کی نیند ٹوٹتی۔ ایک بار میں بھی ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا برج کھیل رہا تھا کہ اندر سے گانے کی سریلی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ پہلے تو سمجھا کہ ٹیپ ریکارڈ آن ہے اور پھر دھیان دینے پر احساس ہوا کہ نہیں کسی عورت کے گانے کی آواز ہے۔ بہت ہی پرکشش اور پرسوز آواز تھی۔ میں پوچھ بیٹھا "کیوں بھئی! امرناتھ یہ آواز کس کی ہے؟" امرناتھ نے مسکراتے ہوئے فخریہ انداز سے کہا "یار شکنتلا ہے اسی آواز نے تو مجھے کبھی دیوانہ بنادیا تھا"۔ برج کے پتے میرے ہاتھ میں تھے اور دل و دماغ اس موہ لینے والی آواز کی سمت تھے۔ امرناتھ میرے پارٹنر تھے اور بار بار میری غلط چال سے وہ برہم ہو جاتے لیکن جان لیوا آواز کے متعلق میں سوچ رہا تھا اور امرناتھ کی قسمت پر رشک کر رہا تھا کہ وہ کتنا خوش نصیب ہے —— سرمئی لطافت سے لبریز جسم اور کائنات کو چھونے والی آواز کا واحد مالک ——!!! کچھ دیر کے بعد میں اٹھا اور اپنی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا تو امرناتھ نے آواز لگائی "کیوں شکر اتنی جلد جا رہے ہو؟" "یار! یہاں سے میرا مکان تین میل پر ہے اور اب تمھاری رات آنے والی ہے اس لیے کہ گیارہ بجا چاہتے ہیں۔ یہ تو تمہاری محبت ہی ہے جو مجھے کبھی کبھی برج کی محفل میں کھینچ لاتی ہے ورنہ میں تمھاری برج کی محفل کو بور کرنے کبھی نہیں آتا"۔

واقعی برج کی محفل بڑی شاندار ہوتی تھی ٹیبل پر ہلکا پھلکا ناشتہ، چائے یا کافی اور سگریٹ اور پان ہوتے اور کبھی مسرت اور وجدان کے دائرے میں زندگی کا پورا پورا لطف اٹھاتے ساڑھے دس بجے شب میں محفل برخاست ہوتی اور سبھی اپنے کوارٹر میں چلے جاتے —— اور پھر امرناتھ کی گنگناتی شگفتگی اور صندلی رات —— امرناتھ کے چہرے پر گھٹا اور شکنتلا کے چہرے کے سرمئی گلاب —— ایک نشہ پر چڑھتا اور پھر دو۔ بہت دور رہنگاہوں سے دور پریوں کے دیس میں سکون کی آغوش میں نرم و ملائم چھاؤں تلے ہوا کے بہاؤ کے دھارے کے ساتھ آگے بہتے جاتے ——!!

ایک بار میں بہت دنوں کے بعد پھر برج کھیلنے کی غرض سے آرہا تھا کہ میری موٹر سائیکل منزل سے ایک فرلانگ کی دوری پر اچانک خراب ہو گئی۔ میں موٹر سائیکل مستری کو مرمت کے لیے دے کر ٹہلتا ہوا کالونی کی طرف بڑھنے لگا۔ ملگجی شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ بجلی کی لائن آف تھی۔ میں نے دیکھا کہ دو چار عورتیں آپس میں خوش گفتگو ہیں اور کچھ باتیں میرے کانوں سے ایسی ٹکرائیں کہ میں دنگ رہ گیا۔ عورتیں تو کالونی ہی کی تھیں مگر پہچان نہ سکا کون کون تھیں۔ میرے ذہن نے سوچا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ اس طرح کی گفتگو یقیناً رشک و حسد کا نتیجہ تھیں ——! میں دھیرے دھیرے برج ٹیبل کی اور بڑھنے لگا۔ محفل شباب پر تھی کہ میں نے چھوٹتے ہی پوچھا "رمیش جی کہاں ہیں؟" امرناتھ نے کہا "یار! تم خوش نصیب ہو۔ بڑے اچھے موقع پر آگئے ہو" شکنتلا اور رمیش باورچی خانے میں تھیلی فرائی کر رہے ہیں، وہ کچھ الم غلم چیزیں بھی بن رہی ہیں۔ آخری آئٹم کافی کا ہوگا"

میں برج میں ڈوب گیا۔ باورچی خانے میں شکنتلا اور رمیش انواع و اقسام کی چیزیں بنانے میں ڈوبے رہے۔ دفعتاً شکنتلا نے کہا "رمیش جی! آپ کو تو مختلف چیزیں بنانے میں مہارت حاصل ہے۔ کتنے مزے کا چاپ آپ نے بنایا ہے" رمیش نے کہا "کیوں میم صاحب؟ مجھے کیوں بور کر رہی ہیں؟" چونکہ بجلی نہ تھی اور لالٹین کی روشنی میں بنانے میں دقت ہو رہی تھی ساری چیزیں جلد از جلد تیار کر لینا ایک مشکل امر ہے۔ پھر بھی وہ بہت ہی انہماک —— تیز تیز انداز سے کام کر رہے تھے —— کہ شکنتلا کا آنچل ڈھلک گیا۔ رمیش کی اٹھتی ہوئی نظر جھک گئی شکنتلا

تڑ گئی۔ بے خیالی میں رتیش کا ہاتھ شکنتلا کے ہاتھ سے مس ہوگیا تھا۔ آنکھیں اوپر اٹھیں اور اٹھی ہی رہ گئیں اور ان میں بے شمار رنگ برنگے تارے لہرانے لگے۔ رتیش کانپ سا گیا۔ اور پھلی فرائی نکالتے وقت کڑاہی سے کھولتا ہوا تیل کے چند قطرے اس کے ہاتھ پر چھلک پڑے۔ وہ شدت کرب سے کراہ اٹھا۔ شکنتلا جلدی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر برنول لگانے لگی۔ دونوں کے دل کی دھڑکنیں بہت تیز تر ہوتی گئیں ۔۔۔!

۔۔۔ اور برج ٹیبل پھر سامنے آ تم جن دیئے گئے اور کھانے کی تعریفیں کرنے لگے اور سرشار ہو کر کھانے لگے۔ آخر سالگرہ پیش کر دی گئی۔ میری نظر رتیش اور شکنتلا پر یکبارگی اٹھی ۔۔۔ برج کی محفل اس بار طویل ہوئی ساڑھے گیارہ بجے سب اٹھ گئے۔ حسب معمول امرناتھ اور شکنتلا ... پلنگ پر ... جام سے جام ٹکراتے۔ مگر شکنتلا تھکی تھکی سی جان پڑنے لگی۔ رہی تھی۔ امرناتھ نشہ میں ... کرنے لگے اور آخرکار دونوں سو گئے اور صبح کو دس بجے دونوں اٹھے۔ امرناتھ جلدی جلدی تیار ہونے اور ناشتہ کرنے کے بعد فوراً ... چلے گئے اس لیے کہ ان ... آفسر کا انسپکشن تھا۔ مسٹر سنگھ کے کوارٹر ... ہی رتیش کا کوارٹر لگا تھا

رتیش بھی صبح کو ... آنکھیں ... خوب تھیں اور ... تھکن کے آثار تھے۔ مسٹر سنگھ سے رہا نہ گیا۔ کیوں رتیش ہی کا ہاتھ جل گیا نا! ذرا دل بچا کر رکھیئے گا۔ رتیش مسکرا کر خاموش ہوگیا ... بھرتی سے تیار ہو کر آفس ... پہنچ گیا۔ انسپکشن بہت ہی اچھا رہا۔ امرناتھ اور رتیش کو تھینکس ... کر افسر واپس چلے گئے۔

یہ بات تو طے تھی کہ جب سے امرناتھ صاحب آئے تھے انھوں نے پوری کالونی میں زندگی بھر دی تھی۔ شام کو مرد ایک جگہ بیٹھ کر یا تو خوش گپی کرتے یا برج کی محفل گرم ہوتی اور دوسری طرف عورتوں کی ٹولی ہوتی ۔۔۔ یہ سونی زندگی ہی زندگی ... ہی تھی ۔۔۔!!! کام دھام کرنے کے بعد انسانی ذہن کا تقاضہ ہے کہ کچھ تفریح ہو۔ جہاں تک امرناتھ صاحب کا تعلق تھا وہ دن بھر مختلف فائلوں سے الجھے رہتے اس لیے کہ ان سے امیدیں وابستہ ہوتی تھیں ... ان کے لیے سامانِ عیش و عشرت مہیا کریں اور رتیش ان کا حامی اور مددگار تھا بلکہ یوں کہیئے کہ ان کا ایک بہت ہی بڑا سرمایہ تھا۔ کوئی بھی تو کالونی میں ایسا نہ تھا جو رتیش سے خوش نہ ہو وہ تو تھا ہی ایسا ۔۔۔!!!

امرناتھ صاحب ایک اوسط قد کے انسان تھے سرخ ... رنگ تھا۔ خوش پوشاک تھے اور ان کا گاؤں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی گود میں تھا۔ فطری طور پر قدرتی مناظر کے دلدادہ تھے انھیں آسمان پر اڑتے اور چھائے ہوئے بادل کے ٹکڑے بہت پسند تھے۔ پھول پھول سے انھیں بہت پیار تھا۔ اسی لیے ... کی بیٹی کی زلفوں میں گرفتار تھے۔ سنکی سنکی سی ہوائیں انھیں حیات بخش لذتیں عطا کرتیں۔ شکنتلا شہر کی پروردہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کبھی شلوار جمپر میں ہوتی تو اسکول کی لڑکی کو مات دے جاتی اور میکسی میں ملبوس ہوتی تو کالج گرل کا گمان ہوتا ۔۔۔ ویسے دونوں زندگی سے بھرپور تھے۔ رتیش تقریباً ہر روز دن میں کھانا

کھاتا اس لیے کہ فرصت کے اوقات میں کھانا پکانے میں مدد کرتا تھا۔ اور بازار وغیرہ سے سارے سامان وغیرہ لانے کی ذمہ داری اسی پر تھی۔ رتیش واقعی بڑے کام کا انسان تھا

شکنتلا کبھی کبھی رتیش کے کوارٹر میں چلی جاتی اور دونوں رمی کھیلتے۔ امرناتھ صرف کشادہ دل و دماغ کے انسان تھے۔ اور وہ بھی رتیش جیسا بھلا انسان ۔۔۔ ایک بار ... شب میں جب چودھویں کا چاند ساری کائنات ... چاندنی بکھیر رہا تھا تو مسز سنگھ کی آنکھوں نے کھڑکی کی سلاخوں سے کچھ دیکھا۔ پہلے تو یقین نہیں آیا پھر نہیں سب کچھ معلوم ہوگیا ... یہ ابھی بات نہ تھی کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی۔ پھر کیا تھا۔ کانوں کان کالونی کی سبھی عورتوں کو معلوم ہوگیا! امرناتھ یکبارگی آکاش پر سے دھرتی پر آ رہے ۔۔۔ ایک بار امرناتھ صاحب آفس کے کام سے ... بس دو چار دنوں کے لیے پٹنہ گئے ہوئے تھے۔ شکنتلا ... دو چار بجے صبح کو اٹھتے تھے ... نکل جاتے تھے۔ امرناتھ کے نہ ہونے سے برج کی محفل سونی تھی مگر باورچی خانے کی رونق بڑھ جاتی تھی۔ ایک بار ... بجے صبح کو امرناتھ ... کو رتیش کی طرف سے گزر رہے تھے تو انھوں نے بھی سب کچھ کھڑکی کی سلاخوں سے دیکھ لیا ۔۔۔ مرمئی گلاب کنول کا انگ انگ فطرۃً بھی نو وارد جذب کر رہا تھا ۔۔۔ دو تو پھول قدرتی لباس میں تھے ۔۔۔!!! شکلا جی نے نفرت سے منہ پھیر لیا اور گزر گئے ... کے ذہن میں ایک طوفان تھا کیا کروں کیا نہ کروں ۔۔۔ اگر کہتا ہوں تو کہاں کا نہیں رہوں گا اور اگر نہ کہتا ہوں تو اندر ہی اندر گھٹتا رہوں گا۔ زبان پر انھوں نے تالے لگا لیے مگر کالونی میں ہر سو چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ کبھی کبھی طنز زدہ فقرے رتیش پر چست ہوتے رہتے تو شکنتلا اپنی سہیلیوں کے درمیان طنزیہ فقروں سے بوکھلا سی جاتی۔

برج کی محفل پھر گرم ہوئی۔ زندگی ٹیبل کے چاروں طرف پھر رقص کرنے لگی۔ ٹیبل پر پکوان ... سجنے لگے اور ہر شب کے بعد جام سے جام پھر ٹکرائے ۔۔۔ لیکن بے ... کی کہانی امرناتھ صاحب کی سمجھ میں نہیں آتی ۔۔۔!!! دونوں سویرے سو جاتے اور سویرے اٹھتے۔ بیڈ ٹی کے بعد ان کے منہ میں پان کی گلوریاں ہوتیں اور وہ دور تک خلاؤں میں تکتے ہی رہ جاتے ۔۔۔ ایک دن شکلا جی سے نہ رہا گیا اور مجھ سے ساری باتیں کہہ ڈالیں۔ میں دنگ رہ گیا۔ مارے غصے کے میں کانپ رہا تھا۔ میں عجیب طرح کی کشمکش میں پڑ گیا۔ زبان کو جنبش دوں تو بہت کچھ ہو جانے کا خدشہ تھا اور تھم جاؤں تو معاملہ کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے ۔۔۔!

آخرکار ایک روز ہمت کر کے میں نے امرناتھ سے سب کچھ کہہ دیا۔ امرناتھ مسکرا پڑے "نہیں! مجھے خود پر اعتماد ہے" میں حیرت میں تھا کہ برج ٹیبل کی وہی رونق برقرار تھی مگر گلاب کی رنگت میں زردی آ رہی تھی ... گلاب روز بروز شاداب ہوتا جا رہا تھا اور کنول شبنمی قطروں ... دھلایا لگتا تھا ۔۔۔!!! میں نے اتنا فرق ضرور محسوس کیا کہ امرناتھ اب برابر پٹنہ جانے لگے اور دو چار دنوں کے بعد واپس آ جاتے۔ کالونی کا ہر فرد و بشر حیرت میں تھا کہ امرناتھ کس مٹی کا بنا ہوا ہے ۔۔۔ غیرت سے دور کا

بھی واسطہ نہیں ہے ۔۔۔! پہاڑی علاقے کا رہنے والا انسان واقعی مضبوط ارادوں کا مالک ہوتا ہے۔ اپنی چھاتی پر اتنے بڑے پہاڑ کیسے برداشت کیا ہوا ہے ۔۔۔!!! ایک بار امرناتھ کی ماں اور بہن آئی ہوئی تھیں اور درگا پوجا کی تعطیل میں رتیش کی بیوی اپنے دونوں بچوں سمیت پہنچ گئی۔ عورت حساس ہوتی ہے اس لیے اوما کو غیر شعوری طور پر احساس ہوگیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اسے شک ہوا مگر خاموش رہی۔ امرناتھ کی ماں اور بہن کو جب سب کچھ معلوم ہوگیا تو دوسرے ہی دن اپنے گھر واپس چلی گئیں۔ اب ایسے حالات میں عورت اور مرد کی آنکھیں ایک دوسرے سے چار ہوتی ہیں تو سب کچھ کہہ ڈالتی ہیں۔ اوما نے بھی ان آنکھوں کی زبان پڑھ لی اور رقابت کی آگ بھڑک اٹھی۔ دونوں میں خوب خوب الجھاؤ ہوا اور خبردار کر کے اپنے میکے واپس چلی گئی۔

اب امرناتھ ہر دو روز بعد پٹنہ جاتے اور ایک دو دن میں واپس چلے آتے۔ ادھر دو چار دنوں سے امرناتھ صاحب بہت ہشاش بشاش معلوم ہو رہے تھے۔ لوگوں کو حیرت تھی سخت حیرت ۔۔۔!!! ایک دن جب آکاش پر بادل کے ٹکڑے تیر رہے تھے اور ہوا ... سنکی سی چل رہی تھی ... ان کا ریلیور آگیا اور انھوں نے چارج دے دیا۔ اور دوسرے ہی دن چھاتی پر پہاڑ لے کر وہ بیوی بچوں سمیت ... کے یہ جگہ چھوڑ کر نئی جگہ پر چلے گئے۔

(پٹنہ سے نشر)

غزل

نسیم مظفرپوری

سروں پہ سورج عذاب جیسا
کہاں ہے وہ ماہتاب جیسا
سوال ... روزِ حساب جیسا
میں ہوگیا لاجواب جیسا
نہ چھیڑ مطربِ رباب جیسا
کہ اب نہیں کچھ شباب جیسا
ہر ایک لمحہ سراب جیسا
مرا اثاثہ حباب جیسا
ہزاروں چہروں کی بھیڑ میں ہے
وہ ایک چہرہ کتاب جیسا
چھپائے پھر بھی دکھائے سب کچھ
نقاب میں بے نقاب جیسا
اُسے میسر جہاں کی نعمت
مگر میں خانہ خراب جیسا
زمیں پہ خفت سے رو رہا ہے
وہ تھا کبھی آفتاب جیسا
وہ عہدِ ماضی کی عیش کوشی
کہ جیسے دیکھا ہو خواب جیسا

(پٹنہ سے نشر)

ظہیر انور

عجیب شخص تھا وہ بھی۔ بار بار گرتا تھا مگر ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ لوگ چیخ چیخ کر اسے متنبہ کر رہے تھے اور اپنے اپنے تجربے اور مشاہدے کی روشنی سے اس کے حوصلے کی آنکھوں کو چکا چوند کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے آوازوں کے پتھر اس کی سماعت کے بدن پر مسلسل برس رہے تھے)

"ارے کیوں وقت سے پہلے مرنا چاہتے ہو۔۔۔ کیا تمھیں زندگی پیاری نہیں ؟

مجھے دیکھو ! میں تم سے زیادہ تندرست و توانا ہوں ۔۔۔ کیا میں وہاں نہیں جا سکتا ۔۔۔ لیکن مجھے معلوم ہے وہاں زندگی نہیں ہے ۔" ایک ہٹے کٹے شخص نے اپنی مونچھوں کو اینٹھ کر سینہ پھیلاتے ہوئے کہا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے اس علاقے میں نیا نیا آیا ہے اور اس حویلی کے بارے میں دل کو کھینچ لینے والی خبریں سن لی ہیں " ایک دوسرے شخص نے کہا جس کے ہاتھ میں ایک تیل پلایا ہوا ڈنڈا تھا "

تینچے آجاؤ۔۔۔۔ اتر جاؤ۔۔۔۔ ارے بھائی لوٹ جاؤ۔۔۔۔ بات مانو نیچے آجاؤ۔۔۔۔ نہیں تو پچھتاؤ گے "۔ چاروں طرف سے آوازیں اٹھ رہی تھیں۔ لوگوں کی ایک بھیڑ جمع تھی اور سب کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں۔

صدیوں پرانی وہ حویلی صدیوں سے پراسرار بنی ہوئی تھی طرح طرح کی باتیں اس حویلی کے بارے میں روزانہ سنی جاتی تھیں ۔ بچپن میں میری دادی بھی اس حویلی کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بتایا کرتی تھیں۔ جب دادی کبھی کبھی اس حویلی کے بارے میں کچھ بتاتی تھیں تو ہم سب بچے سہم کر اپنے اپنے لحاف میں گھس جاتے تھے ۔ دادی نے ہی ایک مرتبہ بتایا تھا کہ صدیوں پہلے اس حویلی میں کوئی راجا رہا کرتا تھا جس کے پاس بے شمار دولت تھی، جب ہم لوگ پوچھتے کہ دادی آپ نے اس راجا کو دیکھا تھا تو دادی کہتیں " نہیں ! میں نے بھی اپنی دادی سے سنا تھا۔ راجا کا پورا خاندان تو ختم ہو گیا لیکن اس کی ساری دولت آج تک اس حویلی میں ہے ، بہت سے لوگ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے اس حویلی میں گئے تو سہی، مگر پھر کبھی واپس نہیں آئے ۔

آج جب میں نے پہلی بار وہاں پر بھیڑ دیکھی اور لوگوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ۔۔۔ پراسرار حویلی ہے جس کے قصے ہم دادی سے سنا کرتے تھے ۔ مجھے اس وقت دادی کی کہی ہوئی ساری باتیں یاد آرہی تھیں۔ میں نے دیکھا ایک شخص اس حویلی کی کائی جمی دیوار کے سہارے حویلی کی چھت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ فطری طور پر مجھے اس سے ہمدردی ہو گئی مگر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لوگ چیخ رہے تھے ۔ ان کی چیخوں میں اندیشے تھے ، خوف تھا اور اس شخص کی موت واقع ہو جانے کا یقین ۔ میں خاموشی سے لوگ کی چیخیں سن رہا تھا۔ وہ شخص گرتا تھا اور پھر تیزی سے اٹھ کر ہاتھ پاؤں جھاڑ کر چڑھنے لگتا تھا ۔ نہ جانے وہ کتنی بار گرا تھا کہ اس کے گھٹنے بیٹھ اور کہنیاں سب چھل گئی تھیں اور ان میں سے خون رس رہا تھا مگر وہ اس سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھا۔ میں نے گھبرا کر بھیڑ میں کھڑے ایک شخص سے پوچھا ۔

"آخر یہ اتنی اذیت جھیل کر چھت پر جانا کیوں چاہتا ہے "؟

" یہ موت لانے جا رہا ہے " اس نے جواب دیا

"موت لانے "؟ میں حیرت زدہ تھا۔

جی ہاں ! اور کیا۔۔۔۔ اب تک کوئی موت کے علاوہ کچھ لایا ہے کیا۔۔۔۔ ؟

اس شخص کے جواب میں اعتماد تھا ۔

" صرف موت لانے کے لئے یہ شخص اتنی اذیت کیوں مول رہا ہے "؟

" یہی تو ایک راز ہے جسے کوئی سمجھ نہیں پایا ہے " !

" آخر وہ راز کیا ہے "؟

" یہ تو میں بھی نہیں جانتا "

"اچھا۔۔۔۔" ؟ میری حیرت اور بڑھ گئی تھی۔

لوگ چیخ چیخ کر فضا میں اپنے ہاتھ اچھال رہے تھے مگر وہ ان لوگوں کی آوازوں پر توجہ دیئے بغیر کائی جمی دیوار کے سہارے چھت پر چڑھنے میں مصروف تھا۔ نہ جانے وہ کتنی بار گر چکا تھا کہ اس کے گھٹنے اور کہنیاں لہولہان تھے۔ جس دیوار کے سہارے وہ چڑھ رہا تھا اس میں کئی دراڑیں پڑ چکی تھیں جن میں کئی پودے نکل کر درختوں کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ جب وہ کچھ اور اونچائی پر پہنچا تو ایک بار پھر اس کے پاؤں پھسل گئے اور اس سے پہلے کہ وہ ایک زوردار دھماکے کے ساتھ زمین پر گرتا اس نے کمال ہوشیاری سے ایک جوان پودے کی کمزور شاخ کو پکڑ لیا۔ شاخ ایک دم سے لچک گئی اور وہ اس شاخ سے جھول گیا۔ دھیرے دھیرے شاخ تنے کو چھوڑنے لگی نیچے کھڑے لوگوں کی آنکھیں غار سے باہر آگئیں۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر ہاتھ کو لہراتے ہوئے کہا۔

" دیکھو دیکھو۔۔۔۔ جلدی سے دوسری شاخ پکڑ لو ورنہ۔۔۔۔۔۔ تمھارا وجود خطرے میں ہے "

" اپنی ضد پر اڑے رہنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے " ایک دوسرے شخص نے ہمدردی کے ساتھ ناراضگی سے بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا لگتا ہے اس کی زندگی کے بس چند ہی لمحے باقی رہ گئے ہیں " کوٹ پینٹ میں ملبوس ایک شخص نے اپنے قریب کھڑے ہوئے دوسرے شخص کے کان میں سرگوشی کی ۔

اس کی سرگوشی اس شخص کے کانوں تک پہنچی اور اس نے جھولتے ہوئے مڑ کر مجمع کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ آنکھیں بالکل سرخ ہو چکی تھیں۔ اس نے غصے میں چیخ کر کہا۔

"تم دیکھنا میں ان لمحوں کو صدیوں میں بدل دوں گا"

اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ چرچر کی آواز ہوئی اور شاخ تنے سے الگ ہو گئی۔ لوگوں نے اسے نیچے آتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے خوفزدہ ہو کر اپنی اپنی آنکھیں موند لیں۔ پھر اس توقع کے ساتھ سب نے اپنی آنکھیں کھولیں کہ اب تک زمین پر اس کے وجود کا شیرازہ بکھر چکا ہوگا۔ لیکن آنکھیں کھولنے کے بعد سب کے سب حیرت و استعجاب کے سمندر ڈوب گئے اس نے گرتے ہوئے تیزی کے ساتھ دوسری شاخ کو پکڑ لیا تھا۔ لیکن وہ شاخ بھی کمزور نظر آرہی تھی۔ اس نے جلدی سے دیوار کی دراڑوں میں اپنی انگلیاں پھنسا دیں اور چڑھنے لگا لوگ آنکھیں پھاڑ کر ہوئے، اسے اوپر چڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "

"اب بھی اتر جاؤ۔۔۔۔۔ کہ موت بار بار نہیں ہوتی "

"میں موت سے بازی جیتنے جا رہا ہوں "

آواز میں اعتماد تھا۔

"یہ تمہاری حماقت ہے۔۔۔۔ بہتر یہی ہے لوٹ جاؤ" ایک آواز ابھری

(آگے ص ۳۶ پر

مہرِ فاطمی

رفعت بلگرامی

"بارات آگئی، بارات آگئی" کی آواز کے ساتھ ہی بیویاں اُٹھ اُٹھ کر باہری دروازے پر پہنچ گئیں۔ بارات کا تماشہ دیکھ کر واپس صحن میں آکر زور شور سے گفتگو میں منہمک ہوگئیں۔

"نہ بینڈ باجے، نہ ڈھول تاشے نہ شہنائی یہ بھی موئی کوئی شادی ہے جیسے خدا نخواستہ کوئی جنازہ اُٹھ رہا ہو۔"

"لڑکی کا ڈولا کیا اُٹھتا ہے زندہ جنازہ اُٹھتا ہے"

"اے بہن شادی کے گھر میں تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ دلہن کے دل سے پوچھو کیسے لڈو پھوٹ رہے ہونگے"

"دلہن کوئی ایسی ننھی ہے۔ جو یونہی خوشی منائے گی۔"

"وہ کوئی اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہے۔ جہاں اماں بھیا نے طے کردی۔ اس نے سر جھکا دیا۔"

"ایسی شادیاں تو اندھیرے کا تیر ہوتی ہیں۔ نشانے پر بیٹھ گیا تو بیٹھ گیا۔"

صحن میں سب مہمان بیویاں بیٹھی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ اور پاس کے کمرے میں شاہدہ مانجھے کے کپڑے پہنے بیٹھی تھی اُس کے کان میں بس باتوں کی بھنک پہنچ رہی تھی۔ اور وہ اپنی سوچوں میں غرق تھی۔

شاہدہ کے والد احمد حسین صاحب ایک اسکول میں ٹیچر تھے۔ ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھے۔ پچھلے سال ان کا انتقال ہوگیا تھا مگر وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے اور ایک بیٹی کی شادی کر گئے تھے۔ شاہدہ کا گھرانہ اگرچہ کچھ حد تک قدامت پسند تھا مگر کیوں کہ احمد حسین صاحب شعبۂ تعلیم سے متعلق تھے اس وجہ سے انھوں نے بیٹے اور بیٹیوں کو تعلیم ضرور دلوائی تھی۔ بڑی بیٹی ساجدہ کی شادی تو جب وہ ایف اے میں پڑھ رہی تھی جب ہی ہوگئی تھی۔ ان کا بیٹا حبیب ایک کالج میں لکچرر تھا۔ شاہدہ نے اسی سال بی اے کیا تھا۔ اور حبیب نے اس کی شادی جاوید خاں سے طے کردی تھی جاوید ایک بینک میں کلرک تھا۔ شاہدہ کو رہ رہ کر گھر والوں سے چھوٹنے کا خیال ستا رہا تھا۔ بوڑھی اماں بھابھی، آپا کی محبت و شفقت ننھے بھانجے بھانجیوں اور بھتیجے کی بھولی بھالی باتیں دل میں کسک پیدا کر رہی تھیں وہ اُس اَن دیکھے شخص کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کے ساتھ اُسے زندگی بتانا ہوگی۔ نہ جانے گھر والوں نے اچھی طرح انھیں دیکھا بھالا بھی ہے کہ نہیں۔ صرف پڑھا لکھا یا کماؤ ہونا ہی تو کافی نہیں۔ آج کل تو بیشتر لڑکیاں بھی یہ صفت رکھتی ہیں۔ اصل اہمیت تو مزاج اخلاق اور کردار کی ہے۔ خیالات کی ہم آہنگی بھی تو ضروری ہے۔ اُس سے کتنی بڑی غلطی ہوئی۔ آخر ایسی بھی کیا شرم، وہ اپنی سہیلیوں کے ذریعہ معلومات کر سکتی تھی۔ بھیا تو نیک، سیدھے اور مصروف آدمی ہیں۔ وہ ہر ایک کو اپنا ہی جیسا سمجھ لیتے ہیں۔ خود اُس نے بھی تو رازداری کی حد کردی، اپنی عزیز سہیلی ثمینہ سے بھی شادی طے ہونے کی بات پوشیدہ رکھی ورنہ وہ تو بڑی تیز طرار ہے کسی نہ کسی طرح معلومات کر ہی لیتی۔ جب ایک ہفتہ پہلے ثمینہ کو شادی کا دعوت نامہ اس نے دیا تو کیا بگڑ بیٹھی تھی

"میں تو ہرگز تمہاری شادی میں شرکت نہیں کروں گی۔" شاہدہ نے بہت منایا تو اس کی خوب ٹھکائی بھی کی اور خفا بھی ہوئی "پہلے سے بتاتیں تو میں دیکھتی بھالتی کہ جناب کیسے ہیں جو میری بنّو کے حقدار بن رہے ہیں۔"

"جیسے آپ ہی تو میری بزرگ رہ گئیں ہیں" شاہدہ نے چھیڑا

"اری بیوقوف بزرگوں کی چھان بین دوسری ہوتی ہے۔ میں تو یہ دیکھتی کہ تمہارے لیے موزوں بھی ہے" اور اُس نے آنکھ دبا کر ایسا منہ بنایا کہ شاہدہ کو اُس کی بیہودگی پر ہنستے ہی بن پڑا۔

ثمینہ بڑی دیر تک شاہدہ کی کھنچائی کرتی رہی مگر اب تو تحقیق کا وقت نکل چکا تھا۔

یہ سب خیالات شاہدہ پر یلغار کیے دے رہے تھے۔ وہ تنہا کمرے میں تھی اور آپا کا دو سالہ بچہ اس کے پاس پڑا سو رہا تھا۔ ساری سہیلیاں جو بارات کی آمد دیکھنے گئیں تھیں اب تک پلٹی نہ تھیں۔ شاید کسی کام میں مصروف ہوگئی تھیں۔ ثمینہ کو شاہدہ کی بھاوج کسی کام سے لے گئیں تھیں۔ پھر اماں اس کے کمرے میں آگئیں۔ آہستہ سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھ گئیں۔ اور شاہدہ جو آنسو اب تک روکے بیٹھی تھی بے قابو سی ہوگئی۔

اتنے میں حبیب "اماں کہاں ہیں اماں کہاں ہیں" کہتے ہوئے کمرے میں آگئے۔ بڑے گھبرائے گھبرائے سے تھے۔ انھوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ کمرے میں شاہدہ بھی موجود ہے بس دروازہ بند کر کے کہنے لگے:

"اماں لڑکے والے کہتے ہیں مہر فاطمی ہوگا۔"

"بیٹے! کیا تم نے مہر پہلے سے طے نہیں کیا تھا"

"نہیں تو اماں۔ میں نے سمجھا تھا آپ کا مہر دس ہزار ہے وہی شاہدہ کا ہوگا۔ آپ کی بہو کا بھی تو اتنا ہی ہے۔ میں نے صرف شریف لوگ دیکھے تھے۔ اور سوچا تھا سمجھدار بھی ہوں گے مگر وہ تو جھگڑا سا کرنے پر تیار ہیں۔"

"آخر کتنا کہتے ہیں؟"

"تین سو تیس روپے!"

"کس حساب سے؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مہر فاطمی کا مطلب انھوں نے تین سو تیس روپے کیسے سمجھ لیا۔ وہ تو حسب حیثیت ہوتا ہے یا مہر مثل یعنی جو لڑکی کی پھوپھی کا ہو۔"

"اماں یہ سب کہنے اور سوچنے کا وقت نہیں ہے۔ اب آپ بتائیے اس مہر پر راضی ہیں؟"

"بیٹا سچ پوچھو تو تمہارے باپ کے سامنے اس طرح کا مسئلہ عین وقت پر اُٹھتا ہی نہیں۔ مجھے تو یہ لوگ جھگڑالو معلوم ہوتے ہیں۔ اگر بدنامی کا خیال نہ ہوتا تو میں بارات فوراً اٹھوا دیتی مگر لڑکی کی زندگی برباد نہ کرتی خیر اب جاؤ جو مناسب ہو کرو۔"

حبیب چلے گئے، اماں نے شاہدہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر صرف اتنا کہا۔

"بیٹی، لڑکیاں ہمیشہ والدین کو لڑکوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہیں۔ مگر وہ اس کے نصیب سے ڈرتے ہیں۔ اس وجہ سے اُن کی پیدائش باعث تکلیف بن گئی ہے۔" پھر ان ضعیف آنکھوں سے شاہدہ کے ہاتھوں پر ٹپک گئے جنھیں اُس نے اپنے ہونٹوں سے لگا لیا اور اپنی چیخوں کو گھوٹ لیا۔ اپنے مطلب کے لیے لوگ کیسے کیسے بہانے تراشتے ہیں۔ "مہر فاطمی"۔ آخر

بی بی زینب کا بھی تو ... تھا وہ تو ہزار ... درہم تھا۔ ہمارے یہاں تو عورت کا بڑا درجہ دیا جاتا ہے۔ لوگ اس پر تقریریں کرتے ہیں۔ مگر جب عمل کا وقت آتا ہے تو عورت کو ... دینے سے نہیں چوکتے۔

... آنسو پونچھتی ہوئیں چہرے پر سکون کے تاثرات جمع کرتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔ ... میں دیر ہو رہی تھی ... چہ میگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔ آخر اماں ... مہمانوں میں بیٹھ کر ان کو تسلی بھی دیتی رہیں کہ کوئی خاص مسئلہ درپیش نہیں ہے۔ ماؤں کا دل بھی کتنا زبردست ہوتا ہے۔ ابھی تو بیٹی کی جدائی کا غم درپیش ہے اور اس کے مستقبل کے خوفناک سانپ نے انھیں ڈسنا شروع کر دیا ہے۔ مگر وہ تو سب کچھ برداشت کرلیں گی۔ آخر کو عورت ہیں نا جو کہ زبردست ... اور برداشت کی طاقت رکھتی ہے۔

کب گواہ اور وکیل آئے کیا انھوں نے کہا بس کاغذ پر دستخط لیے۔ شاہدہ کو کچھ ہوش نہ تھا وہ تو ایک معمول کی طرح جو کچھ کہا گیا اس پر عمل کرتی رہی۔ اماں کے جانے کے بعد جب تمینہ کمرے میں آئی تو اسے بُری طرح روتا دیکھ کر پریشان ہو گئی اس کا حال پوچھتی رہی مگر شاہدہ نے کچھ بھی تو بتا کر نہیں دیا۔ آخر بتانے سے فائدہ بھی کیا تھا۔ اس روشن زمانے میں جہاں تعلیم اتنی عام ہو رہی ہے۔ رسومات کے اندھیرے بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ مہر تو ایک طرح کی عورت کی سیکوریٹی ہے۔ اگرچہ آجکل کے زمانے میں دس ہزار میں زندگی نہیں گذر جاتی، تعلقات اچھے ہوں تو کوئی عورت بھی مہر نہیں لیتی۔ مگر مہر پر جھگڑا کرنے کا مطلب صرف یہی ہے کہ ان لوگوں کے دل تنگ ہیں اور تنگ دل لوگوں میں اعلیٰ ظرفی نہیں ہوتی۔ نہ جانے آگے اور کیا جھگڑا کھڑا کریں گے؟ پھر شاہدہ نے لوگوں کی چہ میگوئیاں سنیں، چڑھاوے میں تو کل پانچ جوڑے لائے ہیں۔ اور صرف شہانہ ہی گت کا ہے "زیور بھی تو صرف تین ہیں۔ کانوں میں بندے، گلے میں لاکٹ اور ایک انگوٹھی وہ بھی چودہ کیرٹ کے۔"

شادی کی دعوت ختم ہوئی، رفتہ رفتہ لوگ رخصت ہونے لگے۔ رخصتی رات کو دس بجے تھی۔ کیونکہ ٹرین کا ٹائم ہی گیارہ بجے تھا۔ اب جہیز دولہا والوں کی سپردگی میں دیا جا رہا تھا۔ حبیب نے حیثیت سے بڑھ کر جہیز دیا تھا۔ کچھ تو اماں کا جوڑا ہوا جہیز پہلے سے موجود تھا۔ بھیا نے ضرورت کی بیشتر چیزیں دی تھیں۔ حد تو یہ ہے فرج بھی تھا اور اور جاوید کو اسکوٹر دیا تھا۔

حبیب اپنی محنت کی کمائی سے دی ہوئی ہر چیز کو بڑی خوشی خوشی دکھا رہے تھے اور فہرست سے ملوا رہے تھے۔

"مگر اس میں ٹی وی تو ہے نہیں" کسی نے ٹوکا

"وہ میری حیثیت سے باہر تھا۔ اور پھر ٹی وی کوئی ضروری چیز بھی تو نہیں۔"

"ارے دولہا کے گھر والوں کی پہناونی کہاں ہے"

"والد، والدہ کے جوڑے یہ رہے"

"بھائی بہنوں، خالہ پھوپھی کے جوڑے؟"

"جو کچھ میں کر سکتا تھا میں نے کر دیا" حبیب نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"حیثیت نہیں تھی تو بہن کی شادی کرنے کو کس نے کہا تھا"

... نے اس وقت بہت چاہا کہدیں، پہلے آپ مہر یا جہیز کی بات کر رہے تھے۔ آخر آپ جہیز قائمی کی بات کیوں نہیں کرتے" مگر اس خیال نے ان کی زبان بند کر دی کہ وہ لڑکی والے ہیں

آخر دس بجے رات کو بعد خرابیٔ بسیار شاہدہ رخصت ہوئی۔ مگر ماں کو اب یہ محسوس ہو رہا تھا انکی بیٹی کی ڈولی نہیں اٹھی، بلکہ شاید اس کا جنازہ اٹھا ہے۔

شاہدہ جو گئی پر آئی تو نہ چہرے پر نئی دلہنوں کی سی چمک تھی، نہ آنکھوں میں نئی بیاہی لڑکی کی سی حیا۔ بس ایک بنجر سناٹا تھا۔ ماں کو کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی اور بیٹی کی زبان پر سماج نے مہر لگا رکھی تھی اسے ماں اور بھائی کی بے چارگی کا بھی احساس تھا۔ پھر نہ ماں نے زیادہ بلایا اور نہ بن بلائے جاوید شاہدہ کو لے کر آئے بلانے کا مطلب تھا کچھ بیٹی داماد کو دے کر رخصت کرنا جس کی ان کے پاس گنجائش نہ تھی۔ مگر بیٹی سے نہ مل سکنے کے غم نے اور اسے آسائش کی زندگی فراہم نہ کرنے کی شکستگی نے انھیں بالکل توڑ کر رکھ دیا تھا۔

شاہدہ کے خط آتے تھے بڑے روکھے پھیکے سے۔ اس کے ساتھ شوہر کا جابرانہ سلوک قصیدہ خوانی کو جنم نہیں دے سکتا تھا۔ پھر ساس سسر کے طعنے و تشنے بھی تعریف کے مستحق نہ تھے۔ اس وجہ سے خطوں میں لکھنے کو رہ ہی کیا جاتا تھا۔

پھر شاہدہ کے پڑوس سے آئے ہوئے کسی شخص نے حبیب کو اطلاع دیدی۔ پھول سی نازک شاہدہ اب مشق ستم بنی ہوئی ہے۔ ساس، سسر و شوہر تو ظلم کرتے ہی تھے نندیں بھی جلی کٹی سناتی ہیں۔ وہ اس امید میں تھیں کہ شاہدہ کا جہیز اتنا ہوگا کہ ان کے کام آئے گا۔ دیور سمجھتے تھے نقد اتنا مل سکے گا کہ شاید ان کے باہر جانے کے خواب پورے ہو سکیں۔ شاہدہ کو بار بار جتایا جاتا کہ اس کے گھر والے تو خود اس سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے گھر سے نکال کر خوش ہیں۔ بلاتے بھی نہیں۔

بے چاری شاہدہ، جو ایک اچھے ساتھی کے خواب دیکھتی آئی تھی اور ہر ہندوستانی عورت کی طرح اس ایک شخص کے لیے سب اپنے پیاروں کو چھوڑ آئی تھی اب اس کی زندگی ایک ہولناک خواب بن گئی تھی۔ مگر وہ یہ سوچ کر مطمئن رہی کہ ماں اس کے ہاتھ میں مہندی رچا کر خوش ہوں گی کہ انھوں نے ایک سماجی اور مذہبی فریضہ پورا کر دیا اور ان کے سکون ہی کے لیے کبھی اس نے ماں کو اپنے صحیح حالات نہ لکھے۔ مگر شاہدہ ابھی ماں نہ بنی تھی اسے کیا معلوم تھا کہ ماں کے دل نے اس کی ساری تکلیفوں کو زہر اپنے سینے میں اتار لیا ہے اور وہ رفتہ رفتہ گھلتی جا رہی ہیں۔

ابھی شاہدہ کی شادی کو چھ ماہ گذرے ہیں۔

زہرہ بیگم نے اپنی بیٹی کی موت کی اچانک ... وہ اب پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی ہیں۔ روئیں تو روئیں کس بات پر، وہ تو خود غم کی صلیب چڑھی ہیں اور بیٹی کو بھی چڑھایا ہے۔ وہ جانتی ہیں ان کی بیٹی خودکشی نہیں کر سکتی۔

(اردو سروس سے نشر)

رفعت بلگرامی
بیت الحبیب
دودھ پور، علی گڑھ (یوپی)

بقیہ:- بازی

"منزل کی تلاش میں بڑھتے ہوئے قدم پیچھے نہیں ہٹ سکتے" اتنا کہتے ہوئے وہ چھت پر پہنچ چکا تھا۔ چھت پر پہنچ کر وہ چیخ چیخ کر نیچے کھڑے لوگوں سے کہنے لگا۔

"تم لوگوں نے میرے حوصلوں کو پست کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ چٹان سیلاب کے دھارے کو موڑ دیتی ہے۔ عنقریب موت سے میری جنگ شروع ہو جائیگی۔ لیکن تم لوگوں سے اتنی گزارش ہے کہ میری واپسی کا انتظار کرنا کہ تم لوگ اس بات کے گواہ ہوں گے کہ میں نے موت سے بازی جیت لی ہے ..... اس کے بعد تمہاری مٹھیاں بھی خالی نہیں رہیں گی"

اتنا کہہ کر وہ چھت کے دوسرے حصے کی طرف چلا گیا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ (کلکتہ سے نشر)

غزل

شاہد جمیل

شہر ہمارا، شہر تمہارا لگتا ہے
دونوں کو اک چہرہ پیارا لگتا ہے

کہتا ہے بے عکسی اچھی لگتی ہے
آئینے کے پیار کا مارا لگتا ہے

ابھی نہیں ممکن ہے بعد میں یاد آؤ
صبح کا منظر شام کو پیارا لگتا ہے

مشکل ہے ہر بھیڑ میں شامل ہو جانا
اپنا جو بھی نام ہو پیارا لگتا ہے

اس کے چہرے کو کوئی الزام نہ دو
اس رت میں ہر شخص بچارا لگتا ہے

یہ تو شاہد اک مجبوری ہے، ورنہ
کون کسی کو آنکھ کا تارا لگتا ہے

(پٹنہ سے نشر)

تنہائی میں مکالمہ

م ق خان

میں نے اُسے دیکھا تھا۔ وہ بلاشک ایک لڑکی تھی —!

ایک لڑکی۔ — جس کا پورا سراپا تاریکی کی ہلکی سی چادر میں لپٹا تھا، وہ سانولی سلونی سی لڑکی معمولی ساڑی اور بلاؤز میں تھی — یا ایسے کپڑوں میں جن سے اُس کا گنتے کے پور جیسا جسم چوری چوری جھانک رہا تھا یا پتہ نہیں گوری گوری گندم جیسی رنگت والی یہ لڑکی۔ ناشی کے شلوار جمپر اور سفید جارجیٹ کے دوپٹہ میں لپٹی سہمی سی تھی یا برف جیسی فراک اور اسکرٹ میں ملبوس —!

اس کی آنکھیں روشن تھیں۔ خواہ سیاہ ہوں... کرنجی ہوں یا نیلی! ان آنکھوں میں سوال کی لو جھلملا رہی تھی۔ — لیکن سوال کی زبان کیا تھی؟ تھی بھی کہ نہیں —؟

میں سمجھنے سے قاصر تھا — یا جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا! یا نہ جانتے ہوئے بھی لال بجھکڑ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں نے اُسے کب دیکھا تھا؟ کہاں دیکھا تھا؟؟

دل میں فوراً سوال اُٹھتا۔ میں نے اُسے کب نہیں دیکھا تھا، کہاں نہیں دیکھا تھا؟ میں ابھی کہہ دوں تو — کہانی ہی کے پاؤں لنگڑے نہ ہو جائینگے؟ اور نہیں کہوں تو —؟

کہانی کے لیے سسپنس کا ہونا ویسا ہی ضروری ہے جیسے بھوکے آدمی کے لیے روٹی۔ اس سے میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ قاری یا سامع صرف سسپنس کی روٹی کے لیے جیتا ہے — ورنہ — کون جانے.....؟

جینے کے لیے کسی مقصد کا ہونا — یا — نہ ہونا بھی ضروری ہے؟

میرے سامنے ایک کشمکش ہے —

کیا میں اس کہانی کو پڑھنے یا سننے کے سسپنس کی بھول بھلیوں میں گمراہ کر کے آپ کو یہ کہانی سنا سکتا ہوں؟

اور میں یہ بھی کہہ دوں کہ اُسے میں نے ریل کے پل کے نیچے دیکھا تھا —

معاً مجھے خیال آتا ہے — میں نے اُسے ایک بڑے ہال میں دیکھا تھا

لیکن یہ کیا — دبے پاؤں ایک تصویر پھر اُبھر رہی ہے اور میری یادداشت کا دامن کھینچ کر کہہ رہی ہے "تم نے مجھے فلاں دربار میں دیکھا تھا — فلاں سڑک کے کنارے دیکھا تھا — اور فلاں....."

اور میں ایک بار پھر اُلجھ جاتا ہوں — کہ یہ حقیقت ہے کہ میں نے اُسے سرِ بازار دیکھا تھا۔ سرِ بام بھی دیکھا تھا ایک تاریک گلی۔ پُر تعفن گلی کے ایک نہایت ہی بوسیدہ کمرے میں بھی دیکھا تھا۔ جہاں سیلن تھی، گھٹن تھی۔ پھر سوال اُٹھتا ہے — کیا وہی لڑکی تھی، کوئی دوسری لڑکی بھی تو ہو سکتی ہے؟

ریلوے پل کے نیچے بہت ساری لڑکیاں رہتی ہیں، بہت سارے لوگ رہتے ہیں — وادر پل کے نیچے — مہالکشمی کا پل!

آپ کے ذہن کے صبا رفتار گھوڑے سرپٹ دوڑانے لگے ہوں گے کہ میں آخر اُس جگہ پر کیوں گیا تھا —؟ ویسے آپ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتے لیکن آپ خود ساختہ محتسب جو ٹھہرے —

اور میں لاکھ قسمیں کھا کر آپ کو یقین کے محفوظ پلیٹ فارم پر کھڑا کرنے کی کوشش کروں کہ اس پل کے پاس میں نہیں گیا تھا۔

لیکن آپ بھلا شک و شبہ کی دلدل سے کب باہر نکلنے والے ہیں؟ آپ کی جڑوں میں تو الزام تراشی کے چشمے اُبل رہے ہیں۔

بفرضِ محال میں گیا بھی ہوں گا تو میں اوپر اوپر سے گزرا ہوں گا۔ میں پل کے نیچے قصداً کبھی نہیں جھانک سکتا — کہ اُس کے نیچے کیا ہے؟ کون ہے؟

ان تمام بیانات کے باوجود میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اُسے دیکھا تھا۔

میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے میں نے اُسے سرِ راہ دیکھا ہو، سرِ بام دیکھا ہو، چلمن کے پیچھے، گھونگھٹ کی اوٹ میں، حلقۂ بازو میں پھنسی، پائلوں کی جھنکار کے ساتھ تھرکتے قدموں کے ساتھ دیکھا ہو

اگر ان جگہوں میں میں نہیں دیکھ سکا ہوں تو میں نے اُسے کسی مندر کے اندر دیکھا ہے۔ مندر کے دروازے پر دیکھا ہے۔ کسی یتیم خانہ کے مہتمم کے سامنے دیکھا ہے۔ ہوٹل کی کھڑکیوں کے آس پاس منڈلاتے دیکھا ہے۔ کسی رشی کی کٹیا کے قریب دیکھا ہے۔ کسی افسر کے بنگلے میں دیکھا ہے۔

میں کیسے کہوں میں نے اُسے کہاں کہاں دیکھا ہے۔

کس کس کو دیکھا ہے کتنے روپ میں دیکھا ہے۔

پھر وہی سوال اُٹھتا ہے — میں نے اُسے کہاں نہیں دیکھا؟

کس کس کو نہیں دیکھا اور کس روپ میں نہیں دیکھا؟

وہ کیوں میرے ذہن کے دروازے پر بار بار دستک دیتی ہے؟

مجھے اُس سے کیا غرض ہے، کیا لینا ہے؟

لیکن — کیا وہ سچ مچ میرے ذہن کے دروازے پر دستک دے رہی ہے؟ یا کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے؟

یا دروازہ خود کھل کر اُسے اندر بلا رہا ہے؟

یہ دروازہ اُسے کہاں لے جائے گا؟ اس کے آگے بھی دروازہ نہیں؟

ایسے دروازے تو کسی دوسری سمت کی راہ بھی کھولتے ہیں —؟

دروازے کہاں لے جاتے ہیں؟

لیکن یہ دروازے اندر کی جانب کھینچتے ہی تو نہیں صرف!

دھکے دے کر باہر بھی تو کرتے ہیں!

یہ دروازے اُس پر بند بھی تو ہوتے ہیں!

اُس کے لیے یہ دروازے کیوں کھلے ہیں؟

اُس کے لیے یہ دروازے کیوں بند ہیں؟

ہم اپنے دروازے اُس کے لیے کھلے رکھتے ہیں۔

ہم اپنے دروازے اُس کے لیے بند رکھتے ہیں۔

ایسا نہیں ہو تو اسے دروازوں پر دستک کیوں دینی پڑتی ہے؟

اور وہ دستک دے یا نہیں — ہم اپنے دروازے اس کے لیے کھلے کیوں رکھتے ہیں۔

یہ ایک مسئلہ ہے۔

اور ایسے کسی مسئلہ کا کوئی آخری حل یہاں نہیں ملے گا۔

یہ حل مل بھی کیسے سکتا ہے۔

اس کا کوئی حل ہو ہی نہیں سکتا۔

آپ کا ذہن ایک جھٹکا محسوس کرے گا۔ وہ کون سا مسئلہ ہے جس کا حل نہیں ہو سکتا۔

یہ مسئلہ کیا کسی پاگل کی بکواس ہے؟ کسی مجذوب کی بڑ ہے؟

کسی بچے کی ڈرائنگ ہے کہ پنسل جدھر پھسلی گئی ایک نقش اُبھرتا گیا۔ لیکن معنی مطلب کچھ نہیں۔

نہ اُبھرے نقش کے خطوط واضح ہیں نہ ان میں خارجی یا داخلی تنوع ہے۔

جس طرح وہ مسئلہ حل نہ ہونے کے باوجود بھی ایک مسئلہ ہے۔

اسی طرح یہ ڈرائنگ ایک نقش ہے، ایک تخلیق ہے —

آپ کا ذہن اس سے مطلب معنی کے صنم تراشنے میں ناکامیاب ہے تو قصور کس کا ہے؟

اُس بچے کا —؟ جس نے یہ نقش اُبھارا ہے۔

یا خود آپ کا؟ جس کی دسترس میں اس کا مفہوم ابھی واضح نہیں ہے۔

کیا ہے وہ نقطہ یا چیز جس کا مفہوم آپ پر روشن نہیں ہے لایعنی ہے، مہمل ہے؟

وہ ایک بچے کے ذہن کی اختراع ہے۔ کسی کیڑے مکوڑے کی چال نہیں!

اور میرے دوست!

کیا کیڑے یونہی چلتے ہیں؟ اس میں کوئی مقصد آرڈر یا سسٹم نہیں ہے۔

کیا سارے کیڑے ایک ہی انداز سے چلتے ہیں؟

پھر مختلف کیڑوں کی چال سے مختلف نقش کیوں ابھرتے ہیں؟

ایسا بھی تو ممکن ہے — اُن کی چال، اُن کی ذہنی یا جسمانی ساخت، اُن کی ضرورت۔ اُن کے چلنے کے انداز یا [illegible] یا ردِ عمل کی عکاس ہوں۔

اس مسئلے کو فی الحال ایک مسئلہ لاینحل رہنے دیا جائے تو بھی ایک مقصد تو حاصل ہو ہی جاتا ہے۔ چھوڑ دیجیے کہ آنے والی نسل کے سامنے یہ ایک چیلنج ہوگا۔ مسائل خم ٹھونک کر سامنے نہ ہوں۔ دشواریوں کا کوہِ گراں نہ ہو تو زندگی سچ مچ اجیرن ہو جائے۔

پھر کہاں تمنا کے دوسرے قدم کی بات ہو، یا دامن یزداں چاک کرنے کا سودا۔

مسئلے کو رہنے ہی دیا جائے اس لیے کہ کسی ایک مسئلہ کا حل تلاش کر لیا جائے تو دوسرے مسائل پیش ہوں گے — اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ پہلے مسئلہ کا دوسرا .... تیسرا حل ہو؟

غرض کئی راہیں کھلتی ہیں۔ کئی موڑ آتے ہیں۔

آئیے میں اس لڑکی سے آپ کو ملاؤں۔

وہ سڑک کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

نہیں سڑک اس کا تعاقب کر رہی ہے — وہ غیر متحرک ہے!

میں اُسے دیکھ رہا ہوں،

لیکن میں اپنی ساری کوششوں کے باوجود اُسے دیکھ نہیں پاتا۔!

وہ بھی مجھے نہیں دیکھ پاتی ہے — لیکن وہ مجھے برابر گھور رہی ہے

سڑک کے کنارے اژدھے ہیں جو اُسے نگل رہے ہیں۔ نہیں اژدھے نہیں تو دروازے ہیں!

دروازے اُسے اُگل رہے ہیں۔

اس لیے کہ وہ ان دروازوں کی چوکھٹوں میں وہ نہیں سما سکتی۔

وہ اس قدر بکھر چکی ہے کہ اب سمٹ نہیں سکتی۔

وہ اتنی سمٹی ہوئی کہ دروازے تو کیا ننھے اور تنگ سوراخ بھی اُسے نگل نہیں سکتے ہیں۔

اور میں کہہ رہا تھا — اس نے بار بار میرے ذہن کے دروازے پر دستک دی ہے — میں نے بار بار اپنے دروازے کو مقفل کر کے مصلحت اور دور اندیشی کے سائلنسر لگا دیے ہیں کہ آواز نہ ہو۔ اس کی بازگشت نہ ہو — اور آواز ہو تو بھی تو لوگ سننے نہ پائیں۔ اصل خدشہ تو لوگوں ہی کا رہتا ہے۔ جن کے کانوں میں بن کہے الفاظ گونجنے لگتے ہیں۔ جن کی آنکھوں میں غیر مرئی اشیاء بھی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ جن کا ذہن الزام تراشی کی بہترین پرورش گاہ ہے۔

ورنہ اپنے دل کا دروازہ تو خوش آمدید کی ایک بڑی سی تختی لٹکائے پھرتا ہے۔

اور اب وہ میری انگلیوں کی پالکی پر سوار ہے —

میری انگلیاں بہت دیر تک اس بوجھ کو برداشت نہیں کریں گی —

ان انگلیوں کا مزاج بھی عجیب دو رُخا ہے۔

یہ جب چاہتی ہیں خود چلنے لگتی ہیں — عجیب خود سر ہیں —

اور جب میں انھیں کہتا ہوں "اے میری پیاری چل، چل کہ سفر بہت طویل ہے اور دشوار گذار —" تو فوراً یہ بدک کر الف ہو جاتی ہیں اور میرے فکر و فن کا شہسوار چاروں شانے چت زمین پر گر پڑتا ہے۔ تڑپتا ہے۔ لیکن ان ظالم انگلیوں کو ذرا سی ہمدردی نہیں ہوتی۔ اسے سہارا دینا تو کجا پلٹ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں۔

اور اب میری انگلیاں بے تاب ہیں کہ اپنا بوجھ اتار کر کسی جگہ نصب کر دیں۔

اس کے کشکول میں میں تقدیس و پارسائی، وفا و محبت کی بھیک ڈال دیں۔

لیکن میں — میں سوچ میں غرق ہو جاتا ہوں —

میں سدھارتھ ہوتا امرپالی، تو تمہاری دعوت ضرور قبول کرتا!

میں اندر بھی ہوتا تو تمہیں مینکا یا اروشی بنا دیتا —

میں تو تمہارے لیے آنندی جیسا قصبہ بھی بسانے کا اہل نہیں ہوں —

میں تمہیں دیوداسی کے آسن پر بھی نہیں بٹھا سکتا کہ میں کسی مندر کا مہا پجاری بھی نہیں ہوں۔

سوگندھی یا منی بائی یا امراؤ جان ادا جیسی شہرتِ دوام بخشوں اس کی بھی طاقت نہیں۔ میں تمہارے کسی کام کا نہیں!

میری راہ الگ ہے — ہم دونوں کہیں کہیں ایک دوسرے کو عموداً کاٹتے ہوں تو یہ محض اتفاق ہے۔

ہاں میرا جرم یہ ہے کہ میں نے تمہیں دیکھا ہے اور اقبالِ جرم کرتا ہوں۔

اور تم ہو کہ عشق پیچاں کی طرح مجھ سے لپٹ گئی ہو۔

اور ایسا محسوس ہوتا ہے دھیرے دھیرے میرے ذہن و دل کو [illegible] کر دیا ہے اور خواہ مخواہ میری ناتواں انگلیوں کی پالکی پر سوار ہو۔

مجھے کیوں مجبور کرتی ہو؟ میں تمہارے بارے میں کیا جانتا ہوں؟

دیکھو یہ ایک راز کی بات ہے۔ میں جانتا ہوتا تو بھی یہی کہتا کہ میں تم کو بالکل نہیں جانتا، نہیں پہچانتا۔

سب نے تو ایسا ہی کیا ہے، ایسا ہی کہا ہے۔

میرے سامنے بیٹھے یہ لوگ جو میری بات نہیں سن سکتے (کیسے سن سکتے ہیں یہ خود کلامی ہے نا؟) اور وہ سارے لوگ جو یہاں موجود نہیں ہیں اور پھر بھی میری باتیں سن رہے ہوں گے۔ سب نے یہی کیا ہے — تم کو کوئی نہیں جانتا اس لیے تم واپس چلی جاؤ —

کہاں جاؤ گی؟ یہ بھی مجھے بتلانا ہوگا؟

تم گرجا میں جا سکتی ہو، مندر میں جا سکتی ہو، مسجد میں جا سکتی ہو، کلب، ہوٹل، قہوہ خانہ، رقص گاہ، سڑک فٹ پاتھ، سیڑھی، جگمگاتے بازار، سجی سجائی دوکان، جھونپڑی جھگی، کھولی، ڈھابہ میں سے کہیں جگہ نہ مل پائے تو اندھیرے میں دفن ریلوے پل کے نیچے چلی جاؤ

تمہاری جگہ یہاں نہیں ہے۔

یہ روشنی کا شہر ہے تاریکی کی پناہ گاہ ہے۔

میں تم سے انھیں جگہوں میں سے کسی ایک جگہ پر حسبِ ضرورت مل لوں گا۔ رات کا جال جب ہر شے کو اپنے اندر سمیٹ لے گا، شناخت اور پہچان کے سارے خد و خال تاریکی کا لبادہ اوڑھ لیں گے تو اسی تاریکی کی ڈور پکڑ کر میں تم سے مل لوں گا۔

یقین کرو —

شرط صرف یہ ہے!

اکیلے میں اندھیرے میں!

اب ہر طرف دن کا اُجالا پھیل رہا ہے — اور اُجالا بڑا ظالم ہے، پھانسی کے تسموں سے زیادہ سنگین، جلاد کی تلوار سے زیادہ سفاک!

(پٹنہ سے نشر)

نیشنل اسٹیڈیم

کھیلوں کے شائقین کو علم ہوگا کہ پہلے ایشیائی کھیل نئی دہلی کے جس اسٹیڈیم میں منعقد **کیے گئے تھے** اُس کو آج نیشنل اسٹیڈیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انڈیا گیٹ کے نزدیک کے مشرقی کنارے پر واقع یہ اسٹیڈیم ایک برطانوی فرم نے دس ماہ کی قلیل مدت میں ۱۹۳۳ء میں تیار کیا تھا۔ بھارت سرکار کے محکمہ پریس انفارمیشن بیورو کی فوٹو لائبریری میں اس اسٹیڈیم کی تعمیر کی تصاویر محفوظ ہیں۔ اُن کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں اس اسٹیڈیم سے پہلے یہاں اروِن نام کا اسٹیڈیم پہلے سے موجود تھا۔ پھر اسے آغاز میں اروِن کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ویسے جب اس کی تعمیر کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا یا اُسے پنڈت جواہر لعل نہرو اسٹیڈیم کا نام دینے کی تجویز پیش کی گئی۔ ایشیائی کھیلوں کا خواب نہرو جی کی حمایت اور کاوشوں سے شرمندہ تعبیر ہوا تھا۔ لیکن نہرو جی نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ اُن کا کہنا تھا کہ یہ قوم کی امانت ہے اس لیے اسے نیشنل اسٹیڈیم کہنا چاہیے۔ تب سے یہ نیشنل اسٹیڈیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔

نویں ایشیائی کھیلوں کی ابتدائی منصوبہ بندی کے مطابق اس نیشنل اسٹیڈیم میں کھیلوں کی افتتاحی تقریبات کے علاوہ فٹبال کے بیشتر مقابلے کرانے کا پروگرام تھا۔ جس کے لیے یہاں نشستوں کی تعداد بڑھا کر ۴۵ ہزار کرنے، اس میں مصنوعی ٹریک (Synthetic Track) اور مقابلوں کے لیے روشنی کا بندوبست کرنے کا منصوبہ تھا۔ لیکن جب پرانے منصوبوں پر نظر ثانی کرکے لودھی روڈ پر نیا اسٹیڈیم بنانے کا فیصلہ کیا گیا تو نیشنل اسٹیڈیم کو مردوں کی ہاکی کے مقابلے دے دیے گئے۔ صرف اسی بات سے ایشیائی کھیلوں کی ترقی اور پیش رفت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۳۰ سال پہلے ایشیائی کھیلوں میں جن چھ کھیلوں کے مقابلے ہوئے تھے وہ سب ہی اس ایک اسٹیڈیم میں ہوئے تھے اور اب صرف ہاکی مقابلوں کے لیے ہی اسے موزوں پایا گیا ہے۔

جہاں تک اسٹیڈیم کی نشستوں اور کمروں وغیرہ کا تعلق ہے اُس کی تو صرف تجدید کی جا رہی ہے البتہ جو سب سے بڑی تبدیلی کی جا رہی ہے وہ ہے میدان میں قدرتی گھاس کے بدلے مصنوعی گھاس (Synthetic Turf) کا بندوبست۔ ملک میں مصنوعی گھاس کا یہ پہلا میدان ہوگا جس سے یہ کمی پوری ہو جائے گی۔ اور ہاکی کے قومی معیار میں ایک انقلاب کا باعث بنے گا۔

مصنوعی گھاس کے دوسرے میدان پٹیالہ کے نیتا جی سبھاش چندر بوس اسپورٹس انسٹی ٹیوٹ میں مشق کے لیے لگائے جا رہے ہیں۔

اسٹیڈیم میں مصنوعی گھاس کا میدان لگانے کے لیے زمین کی سطح کو ایک میٹر اونچا کیا گیا ہے۔ اس سے منسلک جو جگہ بچے گی وہاں پر قدرتی گھاس ہی لگائی جائے گی۔ مصنوعی گھاس کے دو ہاکی میدان ہوں گے۔ اور ان کا سائز اتنا ہوگا کہ یہاں فٹبال کے مقابلے بھی کرائے جا سکیں گے۔ اسٹیڈیم میں میدان کے چاروں طرف ٹریک (Cinder Track) کی آٹھ قطاریں ہوں گی۔ جہاں دوڑ کے مقابلے بھی ہو سکیں گے۔

اسٹیڈیم میں لگ بھگ ۳۰ ہزار افراد کے بیٹھنے کی بھی گنجائش ہوگی۔ اس کے شمالی مشرقی اور جنوبی حصے میں شائقین کے بیٹھنے کے لیے جو نشستیں مٹی کے تودوں پر بنی ہوئی تھیں اب وہاں کی مٹی ہٹا کر کنکریٹ کے ذریعہ نشستوں کی اونچائی بڑھائی جا رہی ہے تاکہ وہاں سے شائقین کو میدان کا ہر حصہ نظر آ سکے۔ اسٹیڈیم کے مغربی حصہ میں جو چھت ہے اُس کو بڑھایا جا رہا ہے تاکہ سایہ دار نشستوں کی تعداد تین ہزار سے بڑھا کر پانچ ہزار کی جا سکے۔ اسٹیڈیم میں داخل ہونے کا خاص دروازہ بھی اسی جانب ہے۔ جس کے ساتھ دو منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ اس میں دفاتر وغیرہ ہیں۔ اس عمارت کا باہری حصہ پہلے جیسا ہی رہے گا لیکن شائقین اور کھلاڑیوں کے داخل ہونے کے لیے مزید راستے بنائے جا رہے ہیں۔ اسٹیڈیم میں داخل ہوتے ہی اہم شخصیات کی نشستوں کے ساتھ جو ہال ہے اُسے بھی توسیع دی جا رہی ہے۔ اہم شخصیات کے لاؤنج میں نشستیں نئے انداز سے لگائی جا رہی ہیں تاکہ اہم شخصیات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے نمائندوں، کھلاڑیوں اور منتظمین کے لیے بہتر اور موزوں انتظامات کیے جا سکیں۔ اسٹیڈیم کے باہر گاڑیاں کھڑی کرنے کا معقول بندوبست ہوگا اور اس کے اندر اور باہر چھوٹی دکانیں اور اسٹال بھی بنائے جائیں گے۔

اس کی تجدید اور آرائش کا یہ کام مرکزی محکمہ تعمیر کر رہا ہے اور اس پر تقریباً پونے تین کروڑ روپے لاگت آئے گی۔

رام شنکر پاگل داس کا پکھاوج وادن

اور لڈن خاں کا سارنگی وادن ۱۸ر ستمبر رات ساڑھے نو بجے

رام شنکر پاگل داس کا شمار ملک کے نمایاں پکھاوج فنکاروں میں کیا جاتا ہے۔ رام موہن مِسرا اور بابو ٹھاکر داس کے زیر نگرانی انھوں نے کودن سنگھ کے روایتی ’اودھ باج‘ کی تربیت حاصل کی۔

پکھاوج کو مقبولیت دلانے کے لیے اپنا ایک انفرادی انداز اپنایا۔ کھنڈ ماترا کی کمیاب و دشوار تال اور مختلف پران کا استعمال وہ نہایت خوبی سے کرتے ہیں۔

لڈن خاں نے موسیقی کی تعلیم اپنے دادا مرحوم استاد کلن خاں بنارس والے اور بعد میں اپنے والد مرحوم جھلن خاں سے حاصل کی۔ آج کل آپ آکاشوانی کلکتہ کے اسٹاف میں شامل ہیں۔

چِتّی بابو کا وینا وادن

۲۵ر ستمبر رات ساڑھے نو بجے

ملک کے نمایاں وینا نوازوں میں سے ایک چتی بابو، کی موسیقی میں دلچسپی اور رجحان ان کے والد سورگیہ چلاپلی رنگا راؤ کا مرہون منت ہے جن سے انھوں نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے مشہور وینا نواز ایمنی شنکر شاستری کی شاگردی اختیار کی۔

متعدد خطابات اور ایوارڈز حاصل کرنے والے فنکار چتی بابو نے ملک اور بیرون ملک متعدد محافل موسیقی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ چتی بابو کو ’ٹے‘ پر مکمل مہارت حاصل ہے۔

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
انیمارائے : خیال بلاسخانی توڑی
دوپہر
۲-۰۰ بھگتی گیت
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
اچھل سرچی : غزلیں
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے
ترتیب : ٹی این لاڈ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
انیمارائے : خیال نٹ چندرا
گوپال مشرا : سارنگی

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
اقبال بانو : داغ اور فانی کا کلام
چندر شیکھر چکرورتی : نظیر بنارسی
اور نریش کمار شاد کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین و ساتھی : شہنائی پر
راگ رام کلی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بڑے غلام علی خاں : خیال دیسی
دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ڈاکٹر سے ملاقات
'بچوں کی عام بیماریاں' از ڈاکٹر منجو سوال
(۲) گیت
(۳) دسترخوان
۳-۰۰ فلمی دنیا
(۱) فنکار ایک روپ انیک 'کشور کمار'
(۲) کسوٹی
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
چندر شیکھر چکرورتی، نظیر بنارسی
اور شکیل کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ دلی ڈائری
تحریر : ذہین نقوی
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بڑے غلام علی خاں : خیال اگیشوری
سکندر حسین و ساتھی : شہنائی

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
ہیمنت کمار : فیاض ہاشمی
اور ایس ایچ بہاری کا کلام
پربتی چاولہ : خمار، فاخرہ اور
جگر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
محمود مرزا : ستار پر بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
دوپہر
۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
پربتی چاولہ : غزلیں
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آئینہ ۔ ادبی میگزین
'داغ دہلوی نمبر'
ترتیب : سید ضمیر حسن
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا : خیال
محمود مرزا : ستار پر راگ پوریا کلیان

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح
نعتیہ کلام و نعت
۶-۲۵ شہر صبا
مہندر پال : غزلیں
پی۔ نازمسانی : رفعت سروش
اور فیاض جے پوری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
اشوک رانے : سرود
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت
دوپہر
۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
پی نازمسانی : مومن اور غالب کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ آج کا انسان سماجی کشاکش
'مذہبی نقطۂ نظر'
تقریر از : نثار احمد فاروقی
۹-۳۰ افسانہ از : قاضی عبدالستار
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بینگاری بائی : خیال حسینی کانہڑہ
اشوک رانے : سرود

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
احمد حسین محمد حسین : حفیظ جالندھری
ممتاز مرزا اور عمیق حنفی کا کلام
تسنیم سید : امیر احمد خسرو اور
مخدوم کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بھجن سوپوری : سنطور پر راگ
بسنت مکھاری
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
نینا دیوی : ٹھمری، دادرا
دوپہر
۲-۰۰ گیت آپ کے شعر ہمارے
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) 'ہمارے رسالے' تقریر
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب
۳-۳۰ پھر سنئے
رات
۸-۱۵ آہنگ نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل
احمد حسین : اعجاز وارثی اور
غلام ربانی تاباں کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر پس منظر
تحریر : ایم کے مہتاب
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
لطافت حسین خاں :
الاپ اور خیال شاہانہ
بھجن سوپوری : سنطور پر
راگ پوریا کلیان

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
اسلم صابری و ساتھی : قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
قمر جہاں : جاں نثار اختر
اور شاذ تمکنت کا کلام
جمیل احمد : غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت
مصطفیٰ رضا : وچترو بینا پر اہیری
۹-۳۲ چلتے چلتے
دوپہر
۲-۰۰ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ غیر فلمی غزلیں
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں
رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
ترتیب :
ویریندر کھنہ
۹-۳۰ کجری بن کاسے
ہیرا دیوی مشرا : ٹھمری دیش
۱۰-۰۰ دریچہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روشن آرا بیگم : خیال نورانی
مصطفیٰ رضا : وچترو بینا پر
راگ راگیشری

پیر ۲۷ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو، خار بارہ بنکوی
پارسا جے پوری اور فریدا یوبی کا کلام
پھمن داس سدھو، سکندر علی جج
اور ساغر نظامی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد شکور خاں، سارنگی پر بہنگلی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ایل کے پنڈت، خیال اسیر بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۲۰ راگ رنگ
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۶-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
افروز بانو، شمیم جے پوری کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کلام شاعر، شہر یار
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ایل کے پنڈت، خیال پوریا
استاد شکور خاں، سارنگی

منگل ۲۸ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
عید الضحیٰ کے موقع پر خصوصی نغمے
۷-۳۰ ساز سنگیت
وی جی جوگ، وائلن پر راگ توڑی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
محمد حسین سرآہنگ، خیال گن کلی

دوپہر

۲-۰۷ فلمی قوالیاں
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
شانتی ہیرانند، آل رضا اور
حامد لکھنوی کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ عید ساز ادارے، سلسلہ تقاریر
ونیشنل الیکٹرک ریسرچ سنٹر از رڑکی
تحریر: محمد خلیل
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
محمد حسین سرآہنگ، خیال شدھ کلیان
وی جی جوگ، وائلن پر
راگ جے جے ونتی

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
مینا کپور، جگر اور نی سی کو تر کا کلام
شیش بھوپالی، اقبال، غالب
اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
اننت لال و ساتھی، شہنائی پر
راگ دیسی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
منور علی خاں، خیال اور
ترانہ جونپوری

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
ڈرامہ
۳-۰۰ رنگا رنگ کی مکرر نشریات

رات

۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
مینا کپور، فیض اور ساحر لدھیانوی
کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ شہ پارے، فسانۂ عجائب
تقریر از ڈاکٹر مظفر حنفی
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ اس سہ ماہی میں تھیٹر
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
منور علی خاں، خیال مالکونس

[illegible]

خبریں

دہلی الف: خبریں
ہندی/انگریزی: صبح ۹-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸-۰۰، ۱۰-۰۰، دوپہر ۲-۰۰، ۱-۱۰، شام ۵-۰۰ (علاقائی)، شام ۶-۰۰، ۷-۰۰ (علاقائی)
رات ۸-۴۵ ۵-۱۰ (عالمی)، انگریزی: دوپہر ۲-۰۰، سنسکرت: صبح ۶-۰۰، شام ۰-۰۰
اردو: صبح ۵-۰۰، دوپہر ۵-۰۰ اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ)، پنجابی: دوپہر ۲-۰۰
دہلی ب: ہندی: دوپہر ۲-۲۵ (دھیمی رفتار سے)، انگریزی صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰-۰۰ (عالمی)، پنجابی: صبح ۸-۳۰، شام ۷-۳۰، ہندی نیوز ریلیز: صبح ۹-۰۰
دہلی ج: ہندی: شام ۷-۰۰، انگریزی: رات ۵-۹، کھیل کود: شام ۰-۰۰ (ہندی)، رات ۸-۰۰ (انگریزی)

جمعرات ۱۶ ستمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰، ۱۰-۲۰، ۱۱-۰۰، رات ۱۰-۰۰
حفیظ احمد خاں، گائن

۱۰-۴۵، رات ۹-۰۰
بلونت سنگھ ورما، ستار

۱۱-۳۰ سر گنا دھر چودھری، وائلن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت

۵-۰۰ سنسکرت پاٹھ
۵-۳۰ بال کاریہ کرم

رات

۹-۱۵ 'شوق انکا پریشانی اپنی'
سلسلہ ہندی تقاریر
'ہمدردی دکھانا'
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
ایس-وی-منی، گائن

دوپہر

۳-۱۵، ۳-۲۰، ۴-۰۰
سومنجوشا، رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
ایس-وی-رمنی، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵، ۹-۰۰
ہر مبت کور، گیت، بھجن
۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعہ ۱۷ ستمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰، شام ۴-۳۰، ۵-۰۰، ۹-۰۰
دیپالی ناگ، گائن
۱۰-۳۵ صابری خاں: سارنگی
۱۱-۰۲ صابری حسین، گائن
۱۱-۳۰ راجندر برمن، ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ گیت دھن، ناٹک
تحریر: ڈاکٹر لکشمی نارائن لال
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
شیوکمار شرما، سنطور
۷-۵۰ سنگم، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

سیرونی نتانم ، گائن
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نسوری مولکر ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، تامل گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
سیرونی نتانم ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
رویندر گرودیو ، گیت ، بھجن اور نغمے
۹-۳۰ انگریزی پروگرام

ہفتہ ۱۸ ستمبر
دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۳۰
دیا شنکر و ساتھی ، شہنائی
۱۱-۳۰ ، رات ۹-۰۰
لکشمن داس سندھو ، ٹھمری ، دادرا
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت
رات
۸-۰۰ سوا سنتھ کتھا
۹-۱۵ ودیشوں میں ہندی ، سلسلۂ تقاریر
'فجی میں ہندی'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
رسولن بائی ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، کنڑ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
کشمیری لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ لکشمن داس سندھو ،
ٹھمری اور دادرا
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
آسا سنگھ مستانہ ، شب پنجابی گیت
۹-۰۲ اور گیت ٹو نائٹ

اتوار ۱۹ ستمبر
دہلی الف
صبح
۶-۰۰ ، رات ۹-۰۰
دیوبرت چودھری ، ستار
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش ، بدیتا ستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ یووا وانی
۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۰۲
کرناٹک سنگیت
مادھوری منگلم ، اما چندرن ، گائن
دوپہر
۱۲-۱۵ نیا نگر ، سلسلہ وار جھلکی
تحریر ، ہرچیت
۴-۳۰ گیت دھن ، ناٹک
تحریر ، ڈاکٹر لکشمی نارائن لال
۵-۳۰ سنسکرت پاٹھ
رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نثار حسین خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری
دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ دیوبرت چودھری ، ستار
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
ہرلش بھاردواج ، گیت ، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۲۰ ستمبر
دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۰۲ ، رات ۹-۰۰
سوبتا دیوی ، گائن
۱۰-۳۵ سدیشوری دیوی ، گائن
۱۱-۰۲ سعیدالدین ڈاگر ، دھرپد ، دھمار
۱۱-۳۰ وجے کمار گروال ، ستار
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت
۱۲-۱۵ 'گانٹھ' ناٹک
تحریر ، بی ایس بھٹناگر
رات
۸-۰۰ سوا سنتھ کتھا
۹-۱۵ شاستریہ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
اپنی دھرتی اپنا دیش ، تنی پورہ
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
برجو مہاراج ، ٹھمری ، دادرا ، غزل
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سعیدالدین ڈاگر ، دھرپد
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ غلام مصطفےٰ خاں ، خیال
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اندرا ملنی سکھ ، گیت ، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ پروموٹنگ - ڈومیسٹک ٹورازم
'راجستھان' انگریزی تقریر

منگل ۲۱ ستمبر
دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۰۲ ، رات ۹-۰۰
آنند رنگ ملونتا ، سرود
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ جیاوتی شری واستو ، گائن
۱۱-۳۰ ایم وی شولاپورکر اور
وی بی یوتکر ، شہنائی
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی ، اڑیہ لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان
رات
۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ ٹکڑے ٹکڑے وکنتو ، ناٹک
تحریر ، وشنو گپت
ہدایت ، ستیندر شرت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
اے کے داس گپتا ، سرود
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
استاد امیر خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک بھارتی ،
ہماچلی لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ جیاوتی شری واستو ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
چت سین ، گیت ، بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۲۲ ستمبر
دہلی الف
صبح
۸-۱۰ بھیم سنگھ راؤ ، گائن
۱۰-۳۵ گائن
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
پی ڈی سیت رشی ، وائلن
۱۱-۳۰ رام اوتار شرما ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ نیا نگر ، سلسلہ وار ناٹک
تحریر و ہدایت ، ہرچیت

۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
مہندر شرما : گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سنندہ پٹنائک : گائن
۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت
۹- لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳ کے. مرلی دھر : گائن
رات
۹-۳۰ ڈیگو کریسے (انگریزی)

جمعرات ۲۳ ستمبر

دہلی 'الف'
صبح
۸-۰ ، ۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
شفیع احمد خاں : گائن
۱۰-۳۰ ضیا معین الدین ڈاگر : بین
۱۱-۲۰ ڈی آر پاروتیکر : دتاتریہ وینا
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵- سنسکرت پاٹھ
۵- بال کاریہ کرم
رات
۸-۱۵ ہندی تقریر کا سلسلہ
شوق ان کا پریشانی اپنی
(۶) 'ورودھ کرنا'
۹-۳ نیشنل پروگرام : ناٹک
'زندگی ختم نہیں ہوتی'
تحریر : ریوتی سرن شرما
۱۰-۲۰ کرناٹک سنگیت
یشودھرا سرینواسن : گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۲۰ سنگیت سوربھی
حافظ علی خاں : سرود
۷-۵۰ سنگم : مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری

برج کے لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ یشودھرا سرینواس : گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
محمد حیات خاں و ساتھی : قوالی
۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ باس

جمعہ ۲۴ ستمبر

دہلی 'الف'
صبح
۸-۰ ، ۱۱-۰۲ ، رات ۹-
[illegible] ، گائن
۱۰-۳۵ غلام تکیہ خاں : ستار
۱۱-۲۰ سامتا پرساد : طبلہ
۱۱-۴۵ ٹھمری
دوپہر
۱۲-۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ ولوکن
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۲۰ کرناٹک سنگیت
شریمتی گریجا شیشن ، گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۲ سنگیت سوربھی
بلرام پاٹھک : ستار
۷-۵۰ سنگم : تیلگو گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
شریمتی گریجا شیشن : گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
شانتا سکینہ : گیت بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی فیچر

ہفتہ ۲۵ ستمبر

دہلی 'الف'
صبح
۶-۱۰ ، [illegible] ۵-۴۵ ، رات ۹-۰۰
[illegible] مشرا ، ساجن مشرا : گائن
۱۰-۳۵ [illegible] : سنطور
۱۱-۲ [illegible] : گائن
۱۱-۳۰ ومل کمار مکرجی : ستار
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت
رات
۸-۰۰ [illegible]
۸-۱۵ [illegible]
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی
[illegible]
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ [illegible] : سنطور
۷-۵۰ سنگم : [illegible] گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
[illegible] لوک سنگیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ [illegible] سنگیت
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
[illegible] گیت
۹-۳۰ [illegible]

اتوار ۲۶ ستمبر

دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ منی پرساد : گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ اوماشنکر مشرا : ستار
۱۱-۰۲ یووانی سے
۱۱-۲۰ ، سہ پہر ۵-۳۵
کرناٹک سنگیت
ٹی۔ آر۔ سبرامنیم : گائن
دوپہر
۱۲-۱۵ جھلکی
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات
۸-۰۰ رات رنگیت
۸-۱۵ ساہتکی
۹-۰۰ سبدھ سنگیت
۹-۲۰ منی پرساد : گائن
۱۰-۰۰ چین
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بیگم اختر : ٹھمری
۷-۵۰ سنگم : آسامی گیت
۹-۱۰ اپنی نگری
دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ آر۔ ڈی۔ پوتدار : گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرکاش سدھو و ساتھی : شبد
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۲۷ ستمبر

دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
احمد رضا : وچتر وینا
۱۰-۳۵ سندھیا مکرجی : خیال
۱۱-۰۲ منیر خاں : سارنگی
۱۱-۳۰ رمیش ناڈکرنی : گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت
رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سبدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
غلام تقی خاں : گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
منیر خاں : سارنگی
۷-۵۰ سنگم : سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ ، ۳-۰۲ ، ۴-۰۰
سورمنوشا ۔ رس ترنگ
۳-۳۰ سندھیا مکرجی ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۰۰
سرلا کبیر ، گیت ، غزل
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۲۸ ستمبر

دلہی نمبر 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۳-۰۰ ، ۵-۰۰ ، رات ۹-۰۰
مادھوری متو ، گائن
۱۰-۳۵ محمد نعیم ، دادرا
۱۱-۰۲ وناینک راؤ پٹوردھن ، گائن
۱۱-۳۰ شمس الدین فریدی ڈیسائی ،
رودر وینا
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
آسامی لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان
رات
۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۲۰ ناٹک
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
دلہی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
شمس الدین فریدی ڈیسائی
رودر وینا
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۳-۰۲ ، ۴-۰۰
سورمنوشا ۔ رس ترنگ
۳-۳۰ ٹھمری ، دادرا
شام
۶-۴۵ ، ۸-۰۰
محمود نظامی وساتھی ، نعتیہ قوالی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ،
انگریزی تقریر

بدھ ۲۹ ستمبر

دلہی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۳-۰۰ ، ۵-۰۰ ، رات ۹-۰۰
علاؤالدین خاں ، اسراج
۱۰-۳۵ محمد سعید محمد رشید ، گائن
۱۱-۰۲ زرین دارو والا ، سرود
۱۱-۳۰ وسنت راؤ راجوکر ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
سندھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ جھلکی
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۲۰ چرچا کا موضوع ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
دلہی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
جتیندر ابھیشیکی ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۳-۰۲ ، ۴-۰۰
سورمنوشا ۔ رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
گومتی شو نارائن ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۰۰
شانتی ہیرانند ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۳۰ ستمبر

دلہی 'الف'
صبح
۸-۱۰ سمتی متانکر ، گائن
۱۰-۳۵ ہرش وردھن ، بانسری
۱۱-۰۲ این وی پٹوردھن ، گائن
۱۱-۳۰ لکشمی نارائن پنوار ، پکھاوج
۱۱-۴۵ ٹھمری
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی بنگلہ لوک گیت

رات
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۰۰ بدھ سنگیت
۹-۲۰ سمتی متانکر ، گائن
۱۰-۰۰ کرناٹک سنگیت
اندرا مورتی ، گائن
دلہی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
ڈی ایل کابرہ ، سرود
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت
دوپہر
۲-۱۵ ، ۳-۰۲ ، ۴-۰۰
سورمنوشا ، رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
اندرا مورتی ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۰۰
اوشا سیٹھ ، گیت ، بھجن
اور غزلیں

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۰۸ کلو ہرٹز ۹۰۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۰۵ وندنا
۶-۲۵ کھیتی کی باتیں
۶-۳۵ سنگیت پربھا
۷-۰۵ مانس گان
۷-۱۵ مقامی اعلانات اور
شڈولڈ کاسٹ اشڈولڈ ٹرائب
امیدواروں کے لیے
روزگار سماچار
۷-۰۰ پرادیشک سماچار
۷-۴۵ دھرتی گائے (بھوجپوری گیت)
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱۰ فلم سنگیت
دوپہر
۱۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۱-۱۰ اوکاش کے کشن (اتوار)
آپ کی پسند (ہفتہ)
سماسیہ چنتن (جمعرات)
مہیلا سبھا (منگل ، جمعہ)
۱-۴۰ فلم سنگیت

۲-۰۳ لوک رنگ
(لوک گیتوں کا پروگرام)
شام
۵-۱۵ چترپٹ سے
۵-۳۰ گرام جگت (اتوار ، منگل)
آنگن (پیر ، جمعرات)
گاؤں کی اور (بدھ ، جمعہ)
پھلواڑی (ہفتہ)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور
پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ روزگار سماچار
۶-۱۵ پرادیشک سنگیت
۶-۲۰ گمشدہ لوگوں کے بارے میں
سماچار
۶-۳۰ کھیتی باڑی (کسانوں کے لیے)
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۳۰ یووا وانی
۸-۰۰ ہندی پروگرام (پیر ، جمعرات ، اتوار)
سنسکرت پروگرام (منگل)
انگریزی میں تقریر (بدھ)
کوی کے حصے (جمعہ)

بیم لتا (ہفتہ)
۹-۱۲ نئی کرن (اتوار)
کھیل کھلاڑی (منگل)
ہفتے کی جھانکی (جمعرات)
۹-۳۰ پترپالا (اتوار)
چرچا کا موضوع ہے (بدھ)
پرادیشک اور لوک سنگیت کا
نیشنل پروگرام (جمعرات)
نیشنل پروگرام ، ناٹک
(دوسرے اور چوتھے جمعرات)
من بھاون
رنگ ترنگ (جمعہ)
۹-۴۵ اور ۱۰-۰۰
اندر دھنش (فلم سنگیت) (اتوار)
جن پد کی جھانکی (جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
ہندی پر ایک چرچا (بدھ)
اردو پروگرام (پیر)
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۰ انگریزی میں خبریں
۱۱-۰۵ ہندی میں خبریں
۱۱-۱۰ اختتام

محمد علی موج

اک لمحہ

وہ ایک لمحہ
جوانی جس پہ قرباں
لطافت جس پہ صدقے
تقدس جس پہ نازاں
ادا و ناز سے گھونگھٹ نکالے
کسی آنگن میں اترا چاند بن کر
کلی نے گل سے کچھ سرگوشیاں کیں
حنائی خوشبوؤں نے بال کھولے
معطر ہوگیا ماحول سارا
لرزتے کانپتے ہونٹوں کو چھو کر
فضا میں برف کی اک لہر دوڑی
بدن جلنے لگے اپنی لوؤں میں
بس اب اے وقت کی رفتار تھم جا
کہ اس لمحے کی صدیاں منتظر تھیں

(مکتوب سے نشر)

شرکاء : رفیق الزماں
جلیل فتحپوری، اسرار حسین تیر
۱۰ - ۹ ، رات ۳۰ - ۱۰
اشوک گوسوامی: وائلن وادن
۳۰ - ۹ ناظروں کا شغل پروگرام

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۳۰ - ۷ سوروینا
ہندی میں نظم خوانی
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
تعمیر اور ترقی کے کام
کمزور طبقوں کے لیے آسانیاں
بات چیت
کلام شاعر: شمیم فاروقی
۳۰ - ۹ ، رات ۳۰ - ۸
ممتاز علی خاں: خیال

رات
۳۰ - ۹ نمو: تامل ڈرامہ
تحریر: سوکی سبرامنیم
ہندی ترجمہ: کلسی جیارامن
۳۰ - ۱۰ نشاد حسین خاں: گائن

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
بولتی تحریریں
اردو کے کلاسیکی ادب سے
انتخاب

دوپہر
۱۰ - ۱ راگ رنگ
شاستریہ سنگیت

رات
۰۰ - ۸ وکاس یاترا
۳۰ - ۹ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
یہ بستیاں ہماریاں
قصبہ ہلدوانی، فیچر
ترتیب اور پیشکش
شفاعت علی

۱۵ - ۹ خط کے لیے شکریہ
سامعین کے خطوط کے جواب

دوپہر
۱۰ - ۱ آج اتوار ہے
ہینڈکرچیف عرف ریشمی رومال
جھلکی
تحریر: قمر ارشاد راہی

رات
۳۰ - ۸ پرادیشک سماچار درشن

پیر ۲۷ ستمبر

صبح
۳۰ - ۷ اردو پروگرام
پرچھائیاں
ادبی اور ثقافتی جلسوں کی
ریکارڈنگ سے ترتیب دیا
ہوا پروگرام
۱۰ - ۹ ، رات ۳۰ - ۱۰
سکندر حسین اور ساتھی
شہنائی وادن

رات
۱۵ - ۸ یووریل اسپورٹس
۰۰ - ۱۰ ساہتکی
ہندی میگزین پروگرام

منگل ۲۸ ستمبر

صبح
۳۰ - ۸ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
عید الاضحیٰ
تلاوت قرآن شریف
قاری محمد وسیم خاں
عید الاضحیٰ کا مقصد اور محور
مولانا حبیب الحلیم فرنگی محلی
کی بات چیت

رات
۱۵ - ۸ بھارت سماروہ
انگلینڈ میں نقد بھارت
سماروہ پر مبنی پروگرام
۰۰ - ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح
۴۵ - ۷ ساز غزل

(آگے صفحہ ۴۰ پر)

رامپور

۳۳۶.۷ میٹر ۸۹۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی، انگریزی: صبح ۰۰ - ۷ (عالمی) ہندی: صبح ۰۰ - ۸ دوپہر ۰۵ - ۱ اور ۱۰ - ۲ شام ۵ - ۶ رات ۴۵ - ۸ انگریزی: صبح ۱۰ - ۸ دوپہر ۰۰ - ۲ رات ۰۰ - ۹
اردو: صبح ۵۰ - ۸ اور رات ۱۵ - ۹ سماچار بتر ہندی: صبح ۰۰ - ۹
ضلع کی جھلکی: صبح ۵ - ۹ پرادیشک سماچار: شام ۲ - ۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

پہلی مجلس
صبح
۵۵ - ۵ وندے ماترم، آرمبھک دھن، کرشی منگل دھونی
۳۵ - ۶ آج کا چنتن (علاوہ جمعہ) جمعہ گاندھی چرچا
۴۰ - ۶ سیوا کسانوں
۵۵ - ۶ پروگراموں کا خلاصہ
۱۵ - ۷ روزگار سماچار
۳۰ - ۷ بھاشا شکشا (علاوہ جمعہ، اتوار) جمعہ کا سوروینا، اتوار آج اتوار ہے
۴۵ - ۷ مسابقت پروگرام (جمعرات کو) دریچہ (ہر جمعہ کو) شکر سنگیت (... منگل، بدھ اور ہفتہ کو)
۲۰ - ۸ لوک گیت
۳۰ - ۸ اردو پروگرام (ہر جمعہ کو)
۱۰ - ۹ تا ۰۰ - ۱۰
بال جگت (ہر اتوار کو)

دوسری مجلس
دوپہر
۳۰ - ۱۲ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)، فلمی قوالی (ہر پیر کو)، آپ کی پسند (ہر منگل اور جمعرات کو)
سورسنگم (ہر بدھ کو)
دھنک (... کو)
ترنگ (ہر ہفتہ کو)
۴۵ - ۱۲ آپ کی چٹھی ملی (ہر اتوار کو)
۰۰ - ۱ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰ - ۱ پریوار جگت (ہر اتوار کو)
مہیلا جگت (ہر پیر کو)
مرلی گاتی ہے
(پہلے، تیسرے اور پانچویں منگل کو)
پٹھان راگ
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
گرامین مہیلاؤں کے لیے
(ہر بدھ کو)
گیتیکا (ہر جمعرات کو)
نعت اور قوالی (ہر جمعہ کو)
سواستھ سندیش (ہر سنیچر کو)
۳۰ - ۱ جوانوں کے لیے (ہر سنیچر کو)
۲۰ - ۲ چتر پٹ سنگیت (ایک دن کا ...)
۳۵ - ۲ آس پاس (ہر اتوار کو)

تیسری مجلس
شام
۰۰ - ۶ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰ - ۶ علاقائی سوچنائیں
۳۰ - ۶ یووا وانی
۰۰ - ۷ کرشی جگت
۳۰ - ۷ کرشی جگت کا اگلا حصہ
۴۵ - ۷ پہ ارتھیاں ... (ہر سوموار کو)
(دوسرا پروگرام ہر پیر کو)
انگریزی قریہ (جمعرات ...)
آپنے لکھے ... (...)
ستاروں کے ... (...)
آپ کی چٹھی ملی (ہر جمعرات کو)
لیجیے پیر سنیے (ہر جمعہ کو)
۰۰ - ۸ ہندی تقریر (سنیچر کو)
نگم سنگیت (علاوہ اتوار، منگل)
اتوار، جوئیبار
منگل، سنسکرت پروگرام
۱۵ - ۸ پرادیشک سماچار درشن (ہر اتوار کو)
شاستریہ سنگیت (ہر بدھ، جمعرات اور ہفتہ کو)
۲۰ - ۸ وادیہ ورند (ہر منگل کو)
۳۰ - ۸ ساز اور آواز
۳۰ - ۹ جیا بیت (ہر اتوار کو)
ناٹک (ہر بدھ کو)
۰۵ - ۹ آپ کی پسند (ہر اتوار کو)
وادیہ ورند (پیر اور منگل کو)
۰۰ - ۱۰ بیاردھارا (ہر دوسرے پیر کو)
ملاقات (ہر تیسرے پیر کو)
محفل (پانچواں پیر)

جمعرات ۱۶ ستمبر

صبح
۴۵ - ۷ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام
۲۱ - ۸ کلیش مشر، سروج جین اور
سکھیاں: دیوی گیت

دوپہر
۳۰ - ۱ ، اور رات ۱۵ - ۸
کیسر بائی کیرکر: گائن

شام
۳۰ - ۶ یووا وانی
خطوں کے جواب
سرگم
۰۰ - ۷ کرشی جگت (روزانہ)
۰۰ - ۸ جوئیبار
صغیر احمد خاں: غزلیں

جمعہ ۱۷ ستمبر

صبح
۳۰ - ۷ واتاین
۲۱ - ۸ مردولہ سکسینہ اور انوپم
شریواستو: دیوی گیت
۳۰ - ۸ اردو پروگرام: آہنگ
"بالائی آمدنی کا کرشمہ" مباحثہ
شرکاء: ڈاکٹر کملا دیوی
سکسینہ، اوشا گپتا اور
عاقل رضا خاں ایڈوکیٹ

دوپہر
۳۰ - ۱ ، رات ۱۵ - ۸
پنڈت روی شنکر کے ندیشن

میں واد یہ رچنائیں

شام

۶-۳۰ یوواوانی : یوواپسند

۷-۰۰ کرشی جگت

خطوں کے جواب

۸-۰۰ بھوپیند : غزلیں

ہفتہ ۱۸ ستمبر

صبح

۷-۴۵ انوپم جلوٹہ : غزلیں

۸-۲۱ پدما گرگوانی اور سکھیاں

لوک گیت

شام

۶-۳۰ یوواوانی

فلم پتریکا (چھایالوک)

۷-۴۵ "ڈیفنگ پریوگ میں ہندی"

پری چرچا

۸-۰۰ سجاتا چکرورتی : گربت

۸-۱۵ برج بھوشن کابرا

گٹار وادن

اتوار ۱۹ ستمبر

صبح

۸-۲۱ گیان وتی سکسینہ اور

سکھیاں : لوک گیت

۹-۱۰ کلیاں : بچوں کا پروگرام

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت

شام

۶-۳۰ یوواوانی

۸-۰۰ سخاوت حسین خاں : غزلیں

۹-۳۰ عبدالغفور مستری اور ساتھی

پہاربیت

پیر ۲۰ ستمبر

صبح

۷-۴۵ مدن موہن گوسوامی

گیت ، بھجن

۸-۲۱ رمیش مورلیا : لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا

۱-۲۰ نرملا دیوی : ٹھمری

شام

۶-۳۰ یوواوانی

کچھ چٹکلے کچھ گیت

۷-۴۵ اردو پروگرام : آہنگ

"افراطِ زر اور اس کے اثرات"

مباحثہ : شرکار

ڈاکٹر قاضی جبار احمد، سلمیٰ خاتون

اور انیس فاطمہ رضوی

۸-۰۰ محمد احمد خاں اور ساتھی

نعت ، غزل

منگل ۲۱ ستمبر

صبح

۷-۴۵ مہندر کپور : غزلیں

۸-۲۱ آرتی کپور : لوک گیت

دوپہر

۱-۲۰ ڈی۔جی۔جوگ، بسم اللہ خاں

وائلن ، شہنائی

شام

۶-۳۰ یوواوانی

ہری کرما ، میری پسند

۷-۰۰ کرشی جگت

خطوں کے جواب

۹-۳۰ من بھاون

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح

۷-۴۵ ، رات ۸-۰۰

طلعت محمود : سگم سنگیت

۸-۲۱ کاشی بلو اور ساتھی

لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل

۱-۲۰ ، رات ۸-۱۵

غلام تقی خاں : گائن

۶-۳۰ یوواوانی

ایشیا ڈی کی باتیں یوواپسند

۷-۴۵ آپ نے لکھا ہے

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا

سنسکرت پروگرام

۸-۲۱ زہرہ روشن : لوک گیت

دوپہر

۱-۲۰ ، رات ۸-۱۵

رضا حسین خاں

سارنگی وادن

شام

۶-۳۰ یوواوانی

خطوں کے جواب ، سرگم

۸-۰۰ جوئبار

شوبھا ماتھر : غزلیں

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰ کاویہ سوربھ

۸-۲۱ رام چندر دوبے

لوک گیت

۸-۳۰ اردو پروگرام : آہنگ

دوپہر

۱-۲۰ ، رات ۸-۱۵

سیتا شرن سنگھ : گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی : یوواپسند

۸-۰۰ سیلندر سنگھ : غزلیں

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح

۷-۴۵ وریندر کمار ، بھجن

۹-۲۱ کورس : رسیا

شام

۶-۳۰ یوواوانی : وگیان پتریکا

۷-۴۵ "بار آئے شوہر کے دوستوں

سے" مزاحیہ تقریر

ڈاکٹر شنو اگروال

۸-۰۰ رس دھارا

۸-۱۵ امرت حسین خاں

ستار وادن

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح

۸-۲۱ شیام موہن : لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت

شام

۶-۳۰ یوواوانی

شعری نشست

۸-۰۰ اوشا ٹنڈن، راحت علی

سگم سنگیت

پیر ۲۷ ستمبر

صبح ۷-۴۵ ، رات ۸-۰۰

شیلا گل واڈی

سگم سنگیت

۸-۲۱ ڈاکٹر ششی تیواڑی اور

سکھیاں : لوک گیت

مدن موہن برج واسی

لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا

۱-۲۰ رام شنکر پاگل داس

پکھاوج وادن

شام

۶-۱۵ بالمیکی کے رام : تقریر

۷-۴۵ اردو پروگرام : آہنگ

"زندگی ملازم پیشہ خواتین کی

نظر میں"

ملاقاتوں پر مبنی فیچر

پیشکش : شرافت یار خاں

معاون : ایل و یاس کمار

منگل ۲۸ ستمبر

صبح

۷-۴۵ جعفر حسین اور ساتھی

نعتیہ قوالی

۸-۲۱ کملا سکسینہ اور سکھیاں

لوک گیت

دوپہر

۱-۲۰ غلام صادق خاں : گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی

پری کرما ، میری پسند

۹-۳۰ گیتوں بھری کہانی

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح

۷-۴۵ دیش گان

۸-۲۱ ششی مشرا اور سکھیاں

لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل

۱-۲۰ ، رات ۸-۱۵

شاستریہ سنگیت

شام

۶-۳۰ یوواوانی

ایشیا ڈی کی باتیں یوواپسند

(آگے ص ۴۰ پر)

شام
۷-۴۵ جاگرت
۸-۰۰ شبد گائن
۱۰-۳۰ استاد علاؤالدین خاں ، سرود

پیر ۲۷ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۱۵ قدم قدم پڑاپڑا
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
بیارام تیواری ، گائن
۸-۲۰ ، رات ۱۰-۱۵
ہنس راج وساتھی ، بھینٹاں
۸-۵۰ رام چرت مانس
رام کشن چند شری
۹-۱۵ جھلکی
دوپہر
۱۲-۰۰ آپ کی پسند
فرمائشی پنجابی گیت
۱۲-۳۰ بھجن
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ شبد
۲-۳۰ سورن باوا ، لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی
شام
۷-۴۵ بھجن اور شبد
۹-۳۰ پنجابی ناٹک

منگل ۲۸ ستمبر

صبح
۶-۴۵ ، رات ۸-۱۰
نعتیں
۷-۳۰ ، شام ۷-۴۵
علی حسین وساتھی ، شہنائی
۸-۲۰ شبد
۸-۵۰ گورچرن سنگھ گوہلوڑ ڈھاڈی اور ساتھی ۔ واراں
۹-۱۵ جاگرت
دوپہر
۱۲-۰۰ کچھ گلاں کچھ گیت
۱۲-۳۰ ترنجن
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جوگا سنگھ جوگی وساتھی ، کویشری
۵-۰۵ پنجابی گیت

۵-۱۵ امریک سنگھ غازی ننگل ، لوک گیت
رات
۹-۳۰ ہندی مباحثہ
۱۰-۰۰ پالیش پوار ، سنطور

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح
۶-۴۵ بھجن
۷-۱۵ شبد
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
سوہن سنگھ ، خیال
۹-۰۰ پریم پاٹھک ، لوک گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۰۰
بھائی بخشیش سنگھ راگی وساتھی
شبد
دوپہر
۱۲-۱۰ پنگھٹ
۲-۳۰ سورن لتا ، لوک گیت
۵-۰۵ پھلجھڑی ، ننھے منوں کیلئے
شام
۷-۴۵ قدم قدم پڑاپڑا
۹-۳۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۳۰ ستمبر

صبح
۶-۴۵ شبد
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
سروجیت ، ستار
۸-۲۰ ، شام ۷-۵۰
منوہر لال اورہ ، بھجن ، غزلیں
۸-۵۰ اکبر علی جودھاں ، لوک گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵
بہاری لال مہتہ ، گیت
دوپہر
۱۲-۰۰ لچھمن سنگھ ، طبلہ
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ راجندر سنگھ راج وساتھی
لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ پورن چند وڈالی وساتھی ، لوک گیت
رات
۱۰-۳۰ گلدستہ
رنگارنگ پروگرام

روہتک

خبریں

ہندی صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ، شام ۶-۰۵ ، رات ۸-۴۵
انگریزی صبح ۹-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ ، شام ۶-۰۰ ، رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۲ اور ۰۰-۰ شام
بھکتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۸-۴۰ لوک سنگیت
(اتوار کو بچوں کیلئے)

۱۰-۴۰ [illegible]
دوپہر
۱-۰۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ
(سوائے جمعہ ، اتوار اور تعطیلات)
۲-۴۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت
(بدھ کو چھوڑ کر)
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۴۰ سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

جمعرات ۱۶ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
لکشمی نارائن پراشر ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ مانگے رام اور جگدیشور گری
لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ چمن لال ، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار ، سرگم
۶-۱۰ اترپردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۰ آپ کا خط ملا
۹-۳۰ کھیل پتریکا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۷ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
بھائی سنتوکھ سنگھ راگی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ مام چند اور اصغر حسین
لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا
دوپہر
۱۲-۳۰ گانی بنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ رام مہر سنگھ اور کرشن چندر
لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ کشمیری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے ’ درندہ ‘
۹-۳۰ تیسرے پہر کی دھوپ
۱۰-۰۰ کمل سہگل اور کویتا سہگل
کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۱۸ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
فادر انڈریوز اور ساتھی ،
سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ شمیم احمد ؛ ستار وادن
۸-۳۰ ریتا و سہیلیاں اور دریاؤ سنگھ ملک ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ پھیر نیئے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
۲-۲۰ عابد حسین ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار ؛ سوال جواب
۶-۰۰ چاچیلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دوستی'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ موسیقی

اتوار ۱۹ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
کماری پربھا ؛ سگم سنگیت
۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ تیش پرکاش مر ؛ شہنائی پر راگ میاں کی توڑی
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ دریاؤ سنگھ ملک اور چیتن پرکاش ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند خطوں کے جواب
۶-۱۰ راجستھانی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دل سے ملے دل'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۰ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
احمد حسین محمد حسین ؛ سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ غلام صدیق خاں ؛ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ میر سنگھ و ساتھی اور بہادر سنگھ و ساتھی ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ رامیشور کوشک ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دل ہی تو ہے'
۱۰-۰۰ غلام صدیق خاں ؛ کلاسیکی موسیقی

منگل ۲۱ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
وید سیٹھی ؛ سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ شنکر راؤ اور انتھونی ماتھر ؛ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ چاند سالورے ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ پریم لتا ڈاگر ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ مراٹھی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ — لوک گیت
۸-۰۰ کلام شاعر (پنجابی)
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دلیش دروہی'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
سہاشنی ؛ سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کوشک راؤ شنکر پنڈت ؛ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ مصلح شاہ اور حلم چند و ساتھی ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ [illegible]
۲-۲۰ شیش بائی اور کھیپ سنگھ ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے ؛ گیت کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب ، لوک گیت
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دلہن وہی جو پیا من بھائے'
۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے
۱۰-۰۰ [illegible] ؛ کلاسیکی موسیقی

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
سریندر سنگھ بیدی ؛ سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ پیارے ناتھ اور ساتھی ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ مان سنگھ بھٹ ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ اتر پردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی ؛ دیہی بچوں کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
اقبال احمد صدیقی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ وزیر حسین خاں ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ امید سنگھ و ساتھی اور ٹیک چند چوہان ؛ لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ رام سروپ اور گھیر سنگھ و ساتھی ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کلاسک کلب
۸-۳۰ سنگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دل دیا درد لیا'
۱۰-۰۰ وزیر حسین خاں ؛ راگ مارو بہاگ

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
اسلم صابری و ساتھی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ رادھے شیام ؛ طبلہ
۸-۲۰ چیتن پرکاش و ساتھی اور جگدیش چند چوہان ؛ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ پھیر نیئے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ میر سنگھ و ساتھی اور دھرم پال بھوریا ؛ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار ؛ سوال جواب

۱ - ۴ گجراتی لوک گیت
۲۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
۰۰ - ۸ ہریانہ درشن
۲۰ - ۸ گرام نایت
۱۵ - ۹ ایک فلم سے ' ڈنک
۳۰ - ۹ نیشنل پروگرام : موسیقی
چیتن بالا : وینا وادن

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۱۰ - ۷ ، شام ۴۵ - ۷
یش شرما : سگم سنگیت
۲۵ - ۷ انبالہ ضلع کی چٹھی
۳۰ - ۷ رفیق حسین : پہاڑی ٹھمری
۲۰ - ۸ بال کنج
۰۵ - ۹ اس ماہ کا گیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ ناری جگت
۰۰ - ۱ کھلا آکاش
۲۰ - ۲ رومی بلراج بیاس اور
دھرم پال : لوک سنگیت
شام
۳۰ - ۵ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند: خطوں کے جواب
۱۰ - ۶ بندیل کھنڈی گیت
۳۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۰۰ - ۸ آج اتوار ہے
۳۰ - ۸ سگم سنگیت
۱۵ - ۹ ایک فلم سے ' دل کا ہیرا '
۰۰ - ۱۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۷ ستمبر

صبح
۱۰ - ۷ ، شام ۴۵ - ۷
وی۔ ایچ۔ ساگر : سگم سنگیت
۲۵ - ۷ بھوانی ضلع کی چٹھی
۳۰ - ۷ نواب خاں : طبلہ
۲۰ - ۸ کپور چند اور صوبے رام :
لوک سنگیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ ملے جلے گانے
۰۰ - ۱ وِرندگان
۲۰ - ۲ ام بانی وساتھی : لوک سنگیت
شام
۳۰ - ۵ یووا سنسار (انگریزی)
۱۰ - ۶ بنگالی گیت
۳۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
۰۰ - ۸ انگریزی تقریر
۳۰ - ۸ سگم سنگیت
۱۵ - ۹ ایک فلم سے ' لاری '
۰۰ - ۱۰ تری کامت بائیکرے : راگ یمن

منگل ۲۸ ستمبر

صبح
۱۰ - ۷ ، شام ۴۵ - ۷
مرغوب حسین : سگم سنگیت
۲۵ - ۷ کرنال ضلع کی چٹھی
۳۰ - ۷ استاد فیاض خاں
کلاسیکی موسیقی
۲۰ - ۸ موہن پال، ناتھو گیشور : لوک سنگیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ لائبریری سے انتخاب
۲۰ - ۲ شکنتلا لودھی راجہ اور
بہادر ناتھ وساتھی : لوک سنگیت
شام
۳۰ - ۵ یووا سنسار : میری پسند
۱۰ - ۶ کشمیری گیت
۳۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
پنگھٹ
۰۰ - ۸ کلام شاعر : ہریانوی کویتا
۳۰ - ۸ سگم سنگیت
۱۵ - ۹ ایک فلم سے ' دادا '
۳۰ - ۹ سائنس پتریکا
۰۰ - ۱۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح
۱۰ - ۷ ، شام ۴۵ - ۷
احمد حسین : سگم سنگیت
۲۵ - ۷ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۳۰ - ۷ ہری پرساد چورسیہ : بانسری
۲۰ - ۸ تیج رام اور لکشمن سنگھ
لوک سنگیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ دھرتی کے گیت
۰۰ - ۱ کترنیں
۲۰ - ۲ رام ناتھ وساتھی اور وِنے کمل
لوک سنگیت
شام
۳۰ - ۵ یووا سنسار
۱۰ - ۶ ننھے منے : گیت، کہانی
۳۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
سوال جواب
۰۰ - ۸ آج کل : ہندی تقریر
۳۰ - ۸ سگم سنگیت
۱۵ - ۹ ایک فلم سے 'دور کی آواز'
۳۰ - ۹ چرچا کا وشیہ ہے
۰۰ - ۱۰ ہیرا بائی بڑوڈکر : راگ یمن اور
ملتانی

جمعرات ۳۰ ستمبر

صبح
۱۰ - ۷ ، شام ۴۵ - ۷
یگل بھاردواج : سگم سنگیت
۲۵ - ۷ جیند ضلع کی چٹھی
۳۰ - ۷ چلتے چلتے
۲۰ - ۸ مکیش کمار اور رام کمار
لوک سنگیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ ایک رنگ
۰۰ - ۱ وِرندگان
۲۰ - ۲ سروپ لال سانگی اور
سبھاش چندر سینی : لوک سنگیت
شام
۳۰ - ۵ یووا سنسار : سرگم
۱۰ - ۶ ہماچلی گیت
۳۰ - ۶ کرشی جگت
۰۰ - ۷ گرامین سنسار
بالک منڈلی : دیہی بچوں کیلئے
۰۰ - ۸ گھر آنگن
۳۰ - ۸ سگم سنگیت
۱۵ - ۹ آپ کا خط ملا
۰۰ - ۱۰ پرانی فلموں سے

جودھپور

جودھپور ۵۶۴٫۹ میٹر ۵۳۱ کلوہرٹز ۲۵٫۰۲۹ میٹر، ۱۱۹۰ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۱۰ - ۹ راجستھانی ہلکے گیت
دوپہر
۳۰ - ۱۲ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱۰ - ۱ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل، جمعرات)
اتوار کو فلمی گیت
۵۰ - ۱ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۰۵ - ۵ یووا وانی
یووا ترنگ اور ورائٹی پروگرام
(منگل اور جمعہ)
۳۰ - ۵ نو ترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)
۲۵ - ۶ آس پاس (اتوار)
نیوجنی سوچنائیں (پیر و جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
شاردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)
سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۳۰ - ۶ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے ملا جلا پروگرام
۲۵ - ۸ ایک کلاکار
۱۵ - ۹ تقریر (ہندی / انگریزی)
(منگل، جمعرات)
ملے جلے گانے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۰۰ - ۱۰ بہار گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

اودے پور

اودے پور: ۲۶۶،۶ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۵ بھگتی سنگیت

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۱۰ کھیتی باڑی

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ سنگیت سریتا

۷-۴۰ فلمی سنگیت

۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)

۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)

۱-۵۰ لوک سنگیت

۵-۰۵ یوواوانی

۶-۰۰ مقامی اعلانات

پروگراموں کا خلاصہ

موسم کا حال

۷-۳۰ کرشکوں کے لیے

۹-۰۰ کھلا آکاش

(سوائے ہفتہ اور اتوار)

۸-۲۵ فلمی گیت

۸-۳۰ رمضان خاں: سارنگی

پرسدھ بھیروی

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت

مہیلاؤں کے لیے پروگرام

ڈھلتی عمرا بھرتی سمسیائیں

پرشن اتر پر مبنی پروگرام

۲-۴۰ راجستھانی لوک چاؤ سے

سماچار

شام

۶-۲۵ لوک دھارا: شیلا ماتا

راجستھانی سادھرن وارتا

۶-۳۵ نرمان کے سور

رات

۸-۰۰ بھکلھرتی مہاراج

کرمک رویک

تحریر و پیشکش: سلطان سنگھ

۱۰-۳۰ غلام مصطفیٰ خاں

خیال درباری

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰ بھیم سین جوشی

خیال بھیرو بھی یار اور بھجن

۸-۲۱ پرارتھنا سبھا

۹-۴۰ وودھ لیہ پر سارن

پراتھمک کلشاؤں کے لئے

'ہم کو جن پر ناز ہے'

شرون کمار: ہندی میں تقریر

دوپہر

۱-۳۰ سمیتا بدوالکر

وائلن پر بہٹ دیپ

۱-۵۰ کرشی لوک

کرشکوں کے لئے پروگرام

شام

۶-۲۵ مرووانی

پارم پری شیلی: کویتا پاٹھ

۶-۳۵ سمیتا بدوالکر

وائلن پر پوروی

رات

۷-۴۰ کرشکوں کے لئے

۹-۳۰ راجستھانی کوی گوشٹھی

۱۰-۰۰ بھیم سین جوشی

خیال شدھ کلیان

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات

کرشکوں کے لئے سجھاؤ

۸-۲۱ سماج کلیان پروگرام کے

بھجن آیام: ہندی تقریر

۹-۴۰ ودھالیہ پرسارن

شکشک اور پردھان

ادھیاپک

دوپہر

۱-۱۰ راجستھانی لوک سنگیت

شام

۵-۰۵ یوواوانی

یواؤں کے لئے پروگرام

۶-۳۰ بال گوپال

گرامین بچوں کے لئے پروگرام

رات

۸-۰۰ کہکشاں: اردو پروگرام

اردو شاعری ہندستانی مزاج

کی ترجمانی کرتی ہے: مباحثہ

شرکاء: راہی شہابی، ڈاکٹر

ابو فیض عثمانی اور ایم-اے-

زیدی

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح

۷-۳۰ گووند پرشاد جے پور والے

خیال گجری توڑی اور

ٹپا بھیروی

۸-۲۱ سگم سنگیت

مکل

۹-۱۵ بچوں کے لئے پروگرام

۱۰-۰۰ سندھی پروگرام: ناٹک

'پائے پیسہ' ہندی ناٹک کا

سندھی روپانتر

تحریر: جے۔ڈی بوہرا

ترجمہ: ایشور چندر

پیشکش: مایا ایس رانی

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت

ہندی تقریر: ڈاکٹر اپن جی سیٹھ

سدھا چوہری: گیت

شام

۵-۱۵ یوواوانی

سوز اندراگ

پیشکش: ستیہ نارائن شرما

لوک گیت: رجنی بھارگو

کج پرتیہ بھاگی، سبھاش پیراٹھی

یوراج ماتھر، روی پرکاش

آبھا متل اور جیوتی سیٹھی

کو بزماسٹر سنیل مہرا

۶-۲۵ راجستھانی فرمائشی لوک گیت

رات

۱۰-۳۰ گووند پرشاد جے پور والے

خیال کونسی کانہڑہ

پیر ۲۷ ستمبر

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات

کرشکوں کے لئے سجھاؤ

۷-۳۰ ارون بھادوڑی

خیال گن کلی

دوپہر

۱-۳۰ پرتاب سنگھ چوہان

ستار پر گوڑ ملہار

شام

۵-۰۵ یوواوانی

دھونی پردشن

تقریر: جے پرکاش جین

لوک گیت کو شیلا شرما

۶-۳۰ اودھوگ جگت

ادھوگک پروگرام

رات

۱۰-۰۰ سوموار یہ راتریکالین سبھا

ارون بھادوڑی

خیال کیدار

پرکاش وڈیرا

بانسری پر درباری

منگل ۲۸ ستمبر

صبح

۷-۳۰ جے کمار پنوار

وائلن پر ابلیہ بلاول

۹-۱۰ راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

گرامین مہیلاؤں کے لئے

پروگرام

۱-۵۰ کرشی لوک

کرشکوں کے لئے سجھاؤ

شام

۵-۰۵ یوواوانی

یوواؤں کے لئے پروگرام

۷-۴۰ کرشکوں کے لئے کھیتی اور

گھر پروگرام

رات

۸ ـ ۰۰ کاویہ مال
راجستھانی کویتا پاٹھ

۹ ـ ۳۰ سندھی پروگرام
تنہا جی جیٹھی ملی
شرتاؤں کے پتروں کے اُتر
سگم سنگیت ؛ کشن کمار قائل

۱۰ ـ ۰۰ منگلوار یہ راتریکالین سبھا
پیریشن پنوار : سنطور وادن

راگیش سکسینہ ـ کو ـ کامیکا
اگروال ، وجے گپتا ـ کو ـ جیا
ملہوترا
ابھرتے سور : سگم سنگیت
سنیل سنہا ، ایشور چندر
ویدھ ساگر
بہار سے پریتراں استروت
تقریر : برج ناتھ گوتم بیجم

شام

۶ ـ ۳۰ سندھی پروگرام
اوچیت حاجانگا
سنگیت میں روپک
گوروردھن بھارتی
سنگیت : ایف سی ـ پنوار
پیشکش : موہن مہرچندانی

رات

۸ ـ ۰۰ سواستھ چرچا
وکلانگتا کا اپچار
بھینٹ وارتا : ڈاکٹر کے سی
کاسی وال

۹ ـ ۱۷ کھلا آکاش
ایشور چند ودیا ساگر

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح

۷ ـ ۳۰ رام نارائن
سارنگی پر گجری توڑی
پرشوتم داس
پکھاوج پر دھمار

۸ ـ ۲۱ راجستھلی
تجے ہماری عمر آج پچیس برس
تم ہو جاد ـ ے ،
راجستھانی میں تقریر
کرپال سنگھ شیخاوت

دوپہر

۱ ـ ۱۰ رام نارائن
سارنگی پر شر تیلنگ

۱ ـ ۵۰ کرشی لوک

شام

۵ ـ ۵ یو وا وانی
پرشن اُتر
پرتی یوگتا : پرتی بھائی

جمعرات ۳۰ ستمبر

صبح

۷ ـ ۳ پی وی ـ ریگیں : خیال للت

۷ ـ ۵۰ دیوا وانی
برساں گی : ڈاکٹر آر ـ سی
دیویدی

(آگے ص ۹۴ پر)

بیکانیر

۲۱۵٫۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

۶ ـ ۳۵ بھگتی سنگیت
۷ ـ ۵ پروگرام کا خلاصہ
۷ ـ ۱۰ کھیتی باڑی (سوائے اتوار)
۷ ـ ۲۰ مانس گان

دوپہر

۱ ـ ۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)

۶ ـ ۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال
۷ ـ ۳۰ کرشکوں کے لیے
۸ ـ ۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

خبریں

اردو پروگرام روزانہ صبح ۸-۴۰ سے ۸-۴۵ تک

جمعرات ۱۶ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ روشن علی : سارنگی

۸ ـ ۲۱ ، شام ۱۵ ـ ۶
شریمتی مترا : ہلکی موسیقی

دوپہر

۱ ـ ۳۰ ولودا آنند جھا اور ساتھی
لوک گیت

رات

۸ ـ ۳۰ سنت کمار سنگھ ویرتم
لوک گیت

جمعہ ۱۷ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ ، رات ۰۰ ـ ۱۰
راجن ساجن مشر : خیال

۸ ـ ۲۱ یونس ملک : ہلکی موسیقی

دوپہر

۱ ـ ۱۰ اجے کمار سنہا : گٹار

۱ ـ ۳۰ نواس رائے نواس اور ساتھی
لوک گیت

ہفتہ ۱۸ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ پیر بخش : شہنائی

۸ ـ ۲۱ رس رنگ : ہلکی موسیقی

دوپہر

۱ ـ ۱۰ شیاما سنہا : ہلکی موسیقی

۱ ـ ۳۰ ستیندر پانڈے
لوک گیت

اتوار ۱۹ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ ، رات ۰۰ ـ ۱۰
این ـ راجن : وائلن

۸ ـ ۲۱ ، شام ۱۵ ـ ۶
کلیان رائے : ہلکی موسیقی

دوپہر

۱ ـ ۱۰ آپ کی پسند

شام

۵ ـ ۳۰ سرو جکمار مشر
لوک گیت

۷ ـ ۴۵ ہندی میں مزاحیہ خاکہ

پیر ۲۰ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ ، رات ۰۰ ـ ۱۰
برجلال پرساد مشر : خیال

۸ ـ ۲۱ اُرملا ناگر : ہلکی موسیقی

دوپہر

۱ ـ ۳۰ رام نندن سنگھ اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶ ـ ۱۵ پشپا پاگ دھرے
ہلکی موسیقی

۸ ـ ۳۰ ویدیہ ناتھ پرساد
لوک گیت

منگل ۲۱ ستمبر

صبح

۷ ـ ۰۵ صابری خاں : سارنگی

۸ ـ ۲۱ ، شام ۱۵ ـ ۶

سمیتا چکرورتی: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۲ جگن ناتھ رام
لوک گیت

بدھ ۲۲ر ستمبر
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
باسوراج راج گرو: خیال
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
کشور کمار شکلا
ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۲ چاند خاتون اور سہیلیاں
لوک گیت

جمعرات ۲۳ر ستمبر
صبح
۷-۰۵ گوردھن مشر: خیال
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
شرمشٹھا چٹرجی
ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۲ گنیش پنڈت اور ساتھی
لوک گیت
رات
۸-۱۲ گنگادھر جھا
لوک گیت

جمعہ ۲۴ر ستمبر
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
اجیت کمار داس: خیال
۸-۲۱ رونا لیلیٰ: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ آپریش گوسوامی: گٹار
۱-۱۲ گوری شنکر ٹھاکر اور ساتھی: لوک گیت

ہفتہ ۲۵ر ستمبر
صبح
۷-۰۵ ہری پد چودھری: بانسری
۸-۲۱ رس رنگ: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ شو بھارانی: ہلکی موسیقی

۱-۱۲ برج کشور دوبے
لوک گیت

اتوار ۲۶ر ستمبر
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
سیارام تیواری
دھرپد و دھمار
رام جی اپادھیائے
پکھاوج
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
لتیکا جھا: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۰ آپ کی پسند
شام
۵-۳۰ گنیش جھا: لوک گیت
۷-۴۲ ہندی میں مزاحیہ خاکہ

پیر ۲۷ر ستمبر
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰
ایس۔ پی۔ جیسوال
وائلن
۸-۲۱ شانتی ورما: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۲ گورو چرن رجک
لوک گیت
شام
۶-۱۵ سرلا کپور: ہلکی موسیقی
۸-۱۲ وید ناتھ پانڈے
لوک گیت

منگل ۲۸ر ستمبر
صبح
۷-۰۵ وجے شنکر جھا
ٹھمری اور دادرا
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
اجے کمار رام: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۱۲ رام گیان شاستری اور
ساتھی: لوک گیت

بدھ ۲۹ر ستمبر
صبح
۷-۰۵، رات ۱۰-۰۰

(آگے ص ۵۹ پر)

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال ۲۲۰ میٹر ۱۳۶۵ کلوہرٹز ریواں ۲۲۲۰۲ میٹر ۲۳۳ کلوہرٹز
[illegible]
صبح [illegible] ۱۹۰۲ [illegible]
صبح [illegible] شام [illegible] } ۱۸ کلوہرٹز
شام [illegible] رات [illegible] کلوہرٹز
[illegible] گوالیار [illegible] کلوہرٹز جبلپور [illegible] کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح [illegible] (دوپہر دیہی) [illegible] شام [illegible] رات [illegible] (صرف جمعہ کو)
انگریزی: صبح [illegible] دوپہر [illegible] شام [illegible] رات [illegible] (صرف جمعہ کو)

جمعرات ۱۶ر ستمبر
صبح
۷-۴۵ شو بھا گرتو
اپ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱، دوپہر ۱-۳۰
سپریا لوس: سگم سنگیت
۸-۱۲ رحمت علی خاں: سرود
۹-۱۰ اسکول براڈ کاسٹ
دوپہر
۲-۱۲ کسم دیوی گپتا اور سہیلیاں
لوک گیت
رات
۸-۰۰ ہندی تقریر
از ڈی۔ کے۔ سنہا
۱۰-۰۰ کیسر بائی کیرکر کی ریکارڈنگ

جمعہ ۱۷ر ستمبر
صبح
۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰
شاردا آنند بھیل
سگم سنگیت
۸-۱۲ اوم پرکاش چورسیہ
سنطور وادن
دوپہر
۲-۱۲ بنسی لال جوبیا اور ساتھی
لوک گیت
رات
۸-۰۰ اردو پروگرام
کہکشاں: بات چیت
تیار مال اور بھڑکیلی پیکنگ
حسن مسعود، ڈانی ملہوترا

۱۰-۰۰ اوم پرکاش چورسیہ
سنطور وادن
۱۰-۳۰ کے۔ جی۔ گنڈے اور سی آر بھٹ
یگل گائن

ہفتہ ۱۸ر ستمبر
صبح
۸-۳۰ شکلا گپتا: سگم سنگیت
۸-۱۲ ہری نارائن سونی
بانسری وادن
۹-۱۰ اسکول براڈ کاسٹ
دوپہر
۲-۱۲ ساوتری پانڈے اور سہیلیاں
لوک گیت

اتوار ۱۹ر ستمبر
دوپہر
۱-۴۲ راگداری، دیانند دیو گندھرو
گائن
۲-۱۲ اوم کار سنگھ سکھروار
لوک گیت
رات
۹-۱۲ آتم ہتیا: ناٹک

پیر ۲۰ر ستمبر
صبح
۷-۱۲، دوپہر ۲-۳۰
سیتا رام تیواری اور ساتھی
لوک گیت
۸-۱۲ اے۔ کے۔ کوگجے
شاستریہ سنگیت

رات
۱۰-۰۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت
شاستریہ گائن

منگل ۲۱ ستمبر

صبح
۸-۳۰، دوپہر ۱-۳۰
ثروت حسین: سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ
ریڈیو کارٹون: دیکھی سنی
رشید احمد صدیقی کا مزاح
تقریر از سعید احمد صدیقی
دوپہر
۱-۲۰ دیواکر گپتا: کاویہ دھارا
۲-۳۵ امیش نندنی: لوک گیت
رات
۱۰-۰۰ ایس۔ کے داس گپتا: سرود
بھوگی رام التونیا
طبلہ پر سنگت

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح
۸-۲۰ سریکھا کالیکر: سگم سنگیت
۸-۳۰، رات ۱۰-۳۰
کسم نگریا: ستار وادن
دوپہر
۲-۳۰ سشیل شرما اور سہیلیاں
لوک گیت
رات
۸-۰۰ ساہتیکی: کہانی
جو نسا ملن
۹-۳۰ ترنگ
تحریر: پی۔ کے سریواستو
پیشکش: مقبول حسن
۱۰-۰۰ مدھیہ پردیش کا ادھیوگک
وکاس
ڈاکٹر مہاویر سنگھ

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح
۷-۴۵ جگدیش پرشاد
اُپ شاستریہ سنگیت
۸-۲۰ شیام کمار: سگم سنگیت
۸-۳۵ ہری پرشاد چورسیہ
بانسری وادن

۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۰۰ مدھیہ پردیش کے پرچھی آنچل
ابوجھمڑ: ہندی تقریر
سندر لال ترپاٹھی
۱۰-۳۰ ہری پرشاد چورسیہ
بانسری وادن

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۸-۲۱ سجن مترا: سگم سنگیت
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں
افسانہ: نعیم کوثر
کلام شاعر
تقریر
اشتہارات اور ہماری جیب
پروفیسر اے۔ سی۔ سوہر
۱۰-۰۰ گیتا پریم: خیال

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۸-۲۰ سوہن دھر: سگم سنگیت
۸-۳۰ سروج پرانجپے
وائلن وادن
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
دوپہر
۱-۲۰ نئی رچنا
کہانی: ڈاکٹر کملیش شرما

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۸-۲۰، ۱۰-۰۰ دوپہر ۱-۲۰
غلام مصطفیٰ خاں: خیال
دوپہر
۲-۳۰ لیلا بائی پرتنکی اور سہیلیاں
لوک گیت

پیر ۲۷ ستمبر

صبح
۸-۲۰ نیاز احمد خاں فیاض احمد خاں
خیال
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ

۲-۳۰ وشو کرما کمل اور ساتھی
لوک گیت

منگل ۲۸ ستمبر

صبح
۷-۳۰ منی ماہور: لوک گیت
۷-۴۵ پربھا اترے
اُپ شاستریہ سنگیت
۸-۲۰ ایس۔ ایس۔ گندھے
سگم سنگیت
۱۰-۳۰ عید الضحیٰ کا خصوصی
پروگرام
قرآن خوانی: قاری عبدالحفیظ
تقریر: قاری وجد الحسینی
نعت
۱-۳۰ کاویہ دھارا: ڈاکٹر رویندر نکارے

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح
۸-۲۰ راگھویندر نارائن شرما
سگم سنگیت

۸-۳۵ پنالال کوشلی: ستار وادن
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ مہیلا سبھا
۲-۳۵ تیج رام بھارتی اور ساتھی
لوک گیت
رات
۸-۰۰ ساہتیکی
چندر کانت دیوتالے
کاویہ پاٹھ
۱۰-۰۰ پنالال کوشلی: ستار
۱۰-۳۰ شانتا پرساد: طبلہ وادن

جمعرات ۳۰ ستمبر

صبح
۷-۴۵ مالینی راجورکر
اُپ شاستریہ سنگیت
۸-۳۰، رات ۱۰-۰۰
دیویندر مرڈیشور
بانسری وادن
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ رام سیوک کھرارے
لوک گیت

بقیہ ۔ جے پور

۸-۳۰ سدھ سنگیت
ندیر خاں
کلارنیٹ پر جون پوری
۱-۱۰ مہیلا جگت
پریوار کو سمیٹ رکھنے میں
مہیلاؤں کی بھومیکا
ہندی میں پریچرچا
شام
۷-۲۵ لوک دھارا: آیو کھیت للونی
راجستھانی میں مدھارن وارتا
۷-۳۵ نرمان کے سور
رات
۸-۰۰ پرگتی راپاوڑا
پینے رو پانی: راجستھانی میں
تقریر
مہندر سنگھ کچھواہا
۹-۱۲ کھلا آکاش
۱۰-۳۰ پی۔ ڈی۔ رنگین
خیال مارو بہاگ

بقیہ ۔ پٹنہ

سدیتو کمار داس: ستار
چندن کمار مشرا: طبلہ
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
مانس مکھرجی: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ دونیہ پربھا ورما
لوک گیت

جمعرات ۳۰ ستمبر

صبح
۷-۰۵ گنگادھر پاٹھک: خیال
راجن کمار گپتا: طبلہ
۸-۲۱، شام ۶-۱۵
نرمل ڈے: ہلکی موسیقی
دوپہر
۱-۳۰ پارس ناتھ او جھا نوین
لوک گیت
رات
۸-۳۰ ارون دیو جھا
لوک گیت

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ۱۹۹ء۷۲   ۱۵۰۱ کلو ہرٹز
پربھنی میٹر ۲۲۹   ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی ۸-۰۰ صبح ۶-۰۵ شام ۸-۴۵ رات
مراٹھی علاقائی خبریں ۷-۰۵ صبح اورنگ آباد ۷-۱۰ بجے شام (بمبئی)
مراٹھی (مرکزی خبریں) ۷-۰۰ صبح ۱-۳۰ دوپہر ۸-۰۰ رات
انگریزی ۸-۰۰ صبح ۹-۰۰ رات ۹-۰۰ بجے رات   ۱ دو ۵۰-۱ دوپہر ۱۵-۹ رات

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ وندے ماترم
۶-۳۵ امرت دھارا
۶-۴۰ پروگرام کا خلاصہ (بزبان مراٹھی)
۶-۴۵ کسانوں کے لئے پروگرام
۶-۵۰ سورانجلی
۸-۲۵ ضلع کی چٹھی
۹-۰۵ اختتام

۵-۳۰ یووا وانی (نوجوانوں کے لئے پروگرام)
۵-۰۵ پریس کی رائے
۵-۵۵ روزگار سماچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات
۶-۱۰ پروگرام کی تفصیل (بزبان مراٹھی)
۶-۳۰ کسانوں کے لئے پروگرام (بزبان مراٹھی)
۷-۳۰ آپکے گھر آپکے تہوار
۸-۳۰ مدھوگندھ ۱۰-۳۰ اختتام

از ڈاکٹر جناردھن وادھ ملے

جمعرات ۱۶ ستمبر

صبح
۷-۱۵ یشونت جوشی، سدھ سنگیت
۸-۴۰ شوبھانگی موگے، ناٹیہ گیت
دوپہر
۱-۰۰ کرونا بنرجی، خیال
شام
۶-۱۵ ولاس ستار، لوک سنگیت
۹-۳۰ اسپورٹس میگزین

جمعہ ۱۷ ستمبر

صبح
۷-۱۵ گاندھی وندنا
۸-۴۰ نثار حسین خاں، خیال
دوپہر
۱-۰۰ نظام الدین، طبلہ
شام
۶-۱۵ سامر گڈے، لوک سنگیت
۸-۱۵ قومی یکجہتی کے موضوع پر تقریر

ہفتہ ۱۸ ستمبر

صبح
۷-۱۵ شرنگ ٹیلکے، لوک سنگیت
دوپہر
۱-۰۰ نلنی راجندر، خیال
شام
۶-۱۵ بنجارہ لوک گیت
۸-۱۵ اون پاؤس
اجیت دلوی کا مراٹھی فیچر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۱۹ ستمبر

صبح
۷-۰۵ جی آر بھکریوا، خیال
۷-۳۰ سب رنگ، اردو پروگرام
بچوں کیلئے
۹-۰۵ بچوں کیلئے مراٹھی پروگرام
۹-۳۰ ساہتیہ سوربھ، ہندی پروگرام

"ادھونک میرا مہادیو ورما"
فیچر
دوپہر
۱-۰۰ بزم خواتین (مراٹھی)
شام
۷-۳۰ یووا وانی (مراٹھی)
'اوتی بھاوتی' سلسلہ وار پروگرام
۱۰-۰۰ باڑاصاحب بہ گاؤنکر، خیال

پیر ۲۰ ستمبر

صبح
۷-۱۵ کلیانی پٹئے وعلی احمد حسین
ستار اور شہنائی
۸-۴۰ اننت دالطے، اسٹیج گیت
دوپہر
۱-۰۰، رات ۱۰-۰۰
بسوراج راجگرو، خیال
رات
۸-۰۰ مراٹھی تقریر

منگل ۲۱ ستمبر

صبح
۷-۱۵ پربھودیو سردار، خیال
۷-۳۰ سب رنگ
'آپ اور ہم' سامعین کے خطوں کے جواب
شام
۵-۳۰ یووا وانی (مراٹھی)
'مہاتما جیلے وکاس مہامنڈل'
تقریر
۶-۱۵ سدھ ناتھ جادھو، لوک سنگیت
۸-۰۰ نویں ایشیائی کھیل 'ایتھلٹکس'
مراٹھی تقریر
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح
۷-۱۵ رگھوناتھ سیٹھ، بانسری
۸-۴۰ لکشمی شنکر اور نرملا ارون
ٹھمری و دادرا
دوپہر
۱-۰۰ شام گونجکر، خیال
رات
۸-۱۵ اردو تقریر
۱۰-۰۰ آپ کی اور

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح
۷-۱۵ بی ڈی واڈیکر، خیال
۸-۴۰ مادھوری اوک، اسٹیج گیت
دوپہر
۱-۰۰ کرونا دیش پانڈے، خیال
شام
۶-۱۵ والمیکی گوائی، لوک سنگیت
۸-۱۵ نیوز ریل
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ناٹک

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۷-۱۵ گاندھی وندنا
۸-۴۰، رات ۱۰-۰۰
نصیر احمد خاں، خیال
شام
۶-۱۵ تربنک بھگتاب، لوک سنگیت
۶-۳۰ صنعتی مزدوروں کیلئے
۸-۱۵ 'قومی یکجہتی' مراٹھی تقریر از
وی-پی-پربھ
۹-۳۰ مراٹھی ناٹک
تحریر: وشواس مہاٹرنکے

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۷-۱۵ پربھاکر دیش مکھ، لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ رنگ محفل
عبدالرشید، غزل
۱-۴۰ چترا دیش پانڈے، سدھ سنگیت
رات
۸-۱۵ اون پاؤس،
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۷-۱۵ وی آر اتھاولے، ٹھمری
۷-۳۰ سب رنگ، اردو
بزم خواتین
(۱) 'چھوٹا گھر خوشحال ہمیشہ' تقریر از
رضوانہ کشپ
(۲) 'گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا'
تقریر از دردانہ خانم

دوہفتہ ہندی کا ادبی پروگرام
(I منگل)
سنگرہال
کشمیری کا ادبی پروگرام
(II اور III منگل)
ہم قلم: ہندوستانی ادبی پروگرام
(III منگل)
سپیکا کوی گوشٹھی (ہندی)
(IV منگل)
کسانوں کا میگزین (I بدھ)
سائنس میگزین (اردو)
(II بدھ)
بزم شعر: کشمیری میں محفل مشاعرہ
(III بدھ)
سائنس میگزین (کشمیری)
(IV بدھ)
تصویر (ترقیاتی پروگراموں پر مبنی پروگرام) (V بدھ)
علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام
(I جمعرات)

(I اور III جمعہ)
تبصرے (اردو) (II جمعہ)
ہندوستانی اپنا پن (فیچر)
(IV جمعہ)
مشاعرہ (اردو) (V جمعہ)
میاں زندگی میوں کار، گفتگو
(I ہفتہ)
بزم سامعین (کشمیری میں) سامعین کے سوالوں کے جواب
محفل موسیقی (II ہفتہ)
نیوروں کا نیشنل پروگرام
(I جمعرات)
صدیوں پہلے
کلہن کی راج ترنگنی پر مبنی پروگرام
(II جمعرات)
کسانوں کا کسی پروگرام
(III جمعرات)
محفل: مشہور شخصیتوں سے گفتگو
(IV جمعرات)
رانے تراکے، کشمیری میں مباحثہ

بزم سامعین (اردو میں) سامعین کے سوالوں کے جواب
(III ہفتہ)
۹-۳۰ پترکا (ہندی میں پروگرام)
(IV ہفتہ)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش: سامعین کی پسند کے فلمی گانے (اتوار اور بدھ)
بازۃ: تمثیلی پروگرام (II ہفتہ)
گوشہ ادب
مشہور شاعروں پر ایک تبصرہ
(IV ہفتہ)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری (روزانہ)
پھر سنئے
منتخب پروگراموں سے دوبارہ پروگرام
(I، III اور V پیر کو)
سام: بین الاقوامی پروگرام پر تبصرہ
(II، IV پیر)
داستان (جمعہ)
گونج صدا
(غیر فلمی گیتوں کا ملا جلا پروگرام)

جمعرات ۱۶ ستمبر

صبح

۸-۰۰ کے کے جالا، غزلیں
۸-۳۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز
۹-۱۰ سازینہ
۱۱-۳۰ کمال بٹ اور ساتھی، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۰۰ پراگاش
۸-۴۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ 'صدیوں پہلے' راج ترنگنی پر مبنی پروگرام

رات

۹-۳۰ رانے ترائے
۱۰-۳۰ داستان

جمعہ ۱۷ ستمبر

صبح

۷-۱۵ گاندھی کتھا
۸-۰۰ یونس ملک، غزلیں
۹-۰۵ اے گیسٹ ان دی ہیپی ویلی
۱۱-۰۰ چکری اور روف

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ آشن تہ گاش
دیہی سامعین کے لئے
۴-۰۰ غلام محمد قالین بفت اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

ہفتہ ۱۸ ستمبر

صبح

۸-۰۰ محی الدین خاں، غزلیں
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
۱۱-۳۰ سہ پہر ۳-۳۰ استاد رمضان جو اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت

رات

۲-۳۰ چکری اور روف
۸-۳۰ پراگاش
۹-۳۰ محفل موسیقی
۱۰-۳۰ شہر صدا
غیر فلمی گیتوں کا پروگرام

اتوار ۱۹ ستمبر

صبح

۸-۰۰ غزلیں
۸-۲۰ گھرانوں کیلئے
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۱۱-۰۰ سنگیت میگزین
۱۱-۳۰ کشمیری میں کھیل

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گانے
۲-۳۰ 'نو بہ نو'، یووا وانی سے انتخاب
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۳۰ پراگاش
۸-۴۵ توہنز چٹھی واتھ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۰ ستمبر

صبح

۷-۳۰ زونہ ڈب، سلسلہ وار فیچر
۸-۰۰ لچھمن داس سندھو، غزلیں

۸-۳۰ 'ثقافت'
کشمیری میں ادبی پروگرام
۹-۰۵ 'منظور'، صوفیانہ موسیقی
۱۱-۳۰ کشمیری موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ گانے
۴-۳۰ عبدالرحمن، کشمیری غزلیں

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلن ہند دنیاہ
کشمیری میں اسپورٹس پروگرام
۸-۴۵ 'جدید مصوری اور تجربہ'
اردو میں تقریر
۹-۳۰ کشمیری میں کھیل
۱۰-۳۰ پھر سنیئے

منگل ۲۱ ستمبر

صبح

۷-۳۰ زونہ ڈب، سلسلہ وار فیچر
۸-۰۰ منیر خاتون بیگم، غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری موسیقی
۱۱-۳۰ ایم اے سلطان اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۴۰ بھجن
۴-۰۰ ایم اے تبت بقال اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

رات

۸-۳۰ پراگاش
۸-۴۵ کشمیری میں بات چیت
۹-۳۰ اردو میں بات چیت
۱۰-۰۰ توہنز فرمائش

بدھ ۲۲ ستمبر

صبح

۸-۰۰ نرملا اروں، غزلیں
۸-۲۰ شش رنگ (کشمیری)
۹-۰۵ کاشری ناول
تحریر، غلام نبی گوہر
۱۱-۳۰ کشمیری موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ

لیہ

میڈیم ویو ۲۸۴،۹ میٹر ۱۰۵۳ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۷-۲۰ بھگتی سنگیت
۸-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ

دوپہر

۱-۱۰ اور رات ۸-۰۰
فوجی بھائیوں کے لیے

۲-۱۵ لداخی موسیقی

شام

۶-۱۵ ملا جلا پروگرام (لداخی میں)
۱۰-۰۰ ودودھ بھارتی پروگرام
(علاوہ ہفتہ)

۴-۰۰ چکری اور روف
۴-۳۰ نسیم اختر، کشمیری غزلیں
رات
۸-۳۰ پراگاشش
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین (کشمیری)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۳ ستمبر

صبح
۸-۰۰ پشیارانی، غزلیں
۹-۱۰ سازینہ
۱۱-۳۰ ایم اے تیت بقال اور ساتھی صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام
رات
۸-۳۰ پراگاشش
۸-۴۵ صحت سے متعلق سوالوں کے جواب
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ڈرامہ

جمعہ ۲۴ ستمبر

صبح
۸-۰۰ برنلا دیوی، غزلیں
۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ غزلیں
۱۱-۳ چکری اور روف
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۴-۰۰ عبدالخالق اور ساتھی، صوفیانہ موسیقی
رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ اپنی دھرتی اپنا دیش
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۲۵ ستمبر

صبح
۸-۰۰ راجندر کمار کاچرو، غزلیں
۸-۲۵ مول شعار
۹-۰۵ خوشحال گھرہ، کشمیری میں ہوم سائنس کا پروگرام
۱۱-۳۰ سہ پہر ۳-۳۰ غلام محمد ساز نواز اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

دوردرشن بمبئی

سمتی جبل ۱۰	تصویر ۱۵ / ۲ بجے [illegible]
بینڈ ۱	[illegible]
نوٹ بینڈ ۵	تصویر ۲۵ / ۵ بجے [illegible]
بینڈ ۳۱	آواز [illegible]

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونیوالے پروگرام

اتوار
صبح [illegible]

پیر
صبح [illegible] اختتام [illegible]

[illegible] ۱۰-۰۰ اختتام

منگل
شام [illegible]

بدھ
صبح [illegible]

جمعرات
شام [illegible] ۱۱-۰۰ اختتام

جمعہ
صبح [illegible] اختتام
دوپہر [illegible]
شام [illegible] ۱۱-۰۰ اختتام

ہفتہ
شام [illegible] ۱۱-۰۰ اختتام

۲-۳۰ چکری اور روف
رات
۸-۳۰ پراگاشش
۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۳۰ بزم سامعین (اردو)

اتوار ۲۶ ستمبر

صبح
۸-۰۰ بابر حسین خان، غزلیں
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۱۵ 'ہونہار' بچوں کیلئے اردو میں ملاجلا پروگرام
دوپہر
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۲-۳۰ کشمیری موسیقی
۴-۰ پنجابی پروگرام
۴-۳۰ 'ہی مال' کشمیری میں عورتوں کیلئے پروگرام
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۷ ستمبر

صبح
۸-۰۰ غزلیں
۸-۴۵ 'کشمیری لوک سنگیت'
تقریر از راگیشوری مٹو
۹-۰۵ 'سنطور' صوفیانہ موسیقی
۱۱-۳۰ کشمیری موسیقی
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ عبدالاحد، غزلیں
شام
۶-۱۰ نغمہ ساز
۸-۳۰ اسپورٹس پروگرام (کشمیری)
۹-۳۰ اردو کھیل
۱۰-۳۰ بیس نکاتی پروگرام کی عمل آوری

منگل ۲۸ ستمبر

صبح
۸-۰۰ صلاح الدین احمد، غزلیں
۹-۰۵ ڈوگری سنگیت
۱۱-۳۰ سہ پہر ۳-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی، صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۱۰ کلاسیکی موسیقی
رات
۸-۳۰ پراگاشش
۸-۴۵ 'سائنٹیک دنیا' تقریر از ڈاکٹر ایم کے رینہ
۹-۳۰ 'نگرانی' کشمیری میں ادبی میگزین

بدھ ۲۹ ستمبر

صبح
۸-۰۰ شوبھا گورتو، غزلیں
۹-۰۵ کاشری ناول تحریر، غلام نبی گوہر
۱۱-۳۰ کشمیری موسیقی
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۴-۳۰، شام ۶-۱۰ غلام نبی شیخ: غزلیں
رات
۸-۳۰ پراگاشش
۹-۳۰ 'تصویر' جموں کشمیر بوریسبہ کے ترقیاتی پروگرام
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

(آگے ص ۵۴ پر)

دوردرشن لکھنؤ

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۳۰-۶ چوپال (کسانوں کے لئے) سوائے ہفتہ
ہفتہ کو گھر چوبارہ (کسان عورتوں کے لئے) ۰۰-۷ علاقائی
خبریں ۵۵-۷ کل کے پروگرام

۰۰-۸ سے ۳۰-۹ تک نیشنل پروگرام
(دہلی سے براہ راست ٹیلی کاسٹ)
۰۰-۸ ہندی میں خبریں ۱۵-۹ انگریزی میں خبریں

۳۰-۱۰ اختتام (اتوار ۰۰-۱۰)

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

شام ۰۰-۵ فیچر فلم (ہندی) ۱۵-۷ ذرا دھیان دیں
۲۰-۷ فیچر فلم کا بقیہ حصہ ۳۰-۹ کھیل پہیلی/ یوتھ پروگرام
(انگریزی)

پیر

شام ۱۵-۷ آج کل ۳۰-۷ لوک سنگیت ۳۰-۹
سرسوتی (ہندی میگزین پروگرام) ۰۰-۱۰ سرگم
(کلاسیکی گانے)

منگل

شام ۱۵-۷ آپ کا سواستھ/ وگیان جگت ۳۰-۷
کامگار سبھا ۳۰-۹ روادرشن ۰۰-۱۰ دیگر اسٹیشنوں
سے دستیاب پروگرام/ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن

بدھ

شام ۱۵-۷ آپ کی ڈاک ۳۰-۷ ننھے منے ۳۰-۹
اودھ پنچ (اردو میگزین پروگرام) ۰۰-۱۰ گنجن
سگم سنگیت

جمعرات

شام ۱۵-۷ وگیان اور جن جیون/ پرگتی کی اور
۳۰-۷ گھر کی دنیا ۳۰-۹ سلسلہ وار انگریزی فلم
۰۰-۱۰ آپ اور قانون/ بات اپنی اپنی

جمعہ

شام ۱۵-۷ کلا اور کیرتی/ کھیل جگت ۳۰-۷
پھلواری (بچوں کے لئے) ۳۰-۹ بچوں کے لئے
انگریزی فلم/ ناٹک

ہفتہ

شام ۱۵-۷ آج کے استھی/ سفرنامہ ۳۰-۷ ٹی وی
ڈاکومینٹری/ سنت وانی ۳۰-۹ ساپتاہکی ۴۰-۹
چترہار

جمعرات ۳ ستمبر

صبح
۰۰-۸ شانتی کول، غزلیں
۲۰-۸ پنجابی پروگرام
۱۰-۹ سازینہ
دوپہر
۰۰-۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۳۰-۴ پہاڑی پروگرام
شام
۳۰-۶ گامی بھائین ہند خاطر
۳۰-۸ پراگاشش
۴۵-۸ ہیلتھ فورم
۳۰-۹ 'محفل'
برگزیدہ شخصیات سے گفتگو

دوردرشن سرینگر

بینڈ: ۲۵۱/۶۲ میگھا ہرٹز (تصویر) چینل: ۷۵۴/۶۷ میگھا ہرٹز (آواز)

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۴۸-۶ آئندہ دن کے پروگراموں کی تفصیل
۵۰-۶ کشمیری خبریں ۰۰-۸ دلی سے براہ راست ریلے
۳۰-۹ اردو خبریں ۰۰-۱۱ اختتام

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

صبح ۰۰-۱۱ بچوں کے لیے ۳۰-۱۱ سلسلہ وار کشمیری فیچر
۵۰-۱۱ کشمیری لوک سنگیت ۱۰-۱۲ سلسلہ وار اردو فیچر
۳۰-۱۲ یونیورسٹی کے لیے/ ہلکی پھلکی موسیقی
شام ۳۰-۶ کشمیری لوک سنگیت ۵۰-۶ روزگار خبرنامہ
۰۰-۷ اور ۳۵-۹ ہندی فیچر فلم

پیر

شام ۰۰-۷ ٹی وی نیوز فیچر ۳۵-۹ فلموں سے
لیے گئے گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نغمہ
۲۰-۱۰ کشمیری لوک سنگیت/ ہمارا ثقافتی ورثہ ۳۵-۱۰ انٹرویوز

منگل

شام ۳۰-۶ ناظرین کے خطوط ۳۵-۹ سلسلہ وار کشمیری فیچر/
ہیلتھ میگزین ۰۰-۱۰ نوجوانوں کے لیے (کشمیری)
۳۰-۱۰ صوفی سنتوں کے بارے میں/ دوسرے
کیندروں کے پیش کردہ پروگرام

بدھ

شام ۳۰-۷ ڈوگری پروگرام ۳۵-۹ ہیلتھ میگزین/
سلسلے وار کشمیری فیچر ۰۵-۱۰ تعمیر و ترقی سے متعلق پروگرام
کشمیر کا لوک تھیٹر ۳۵-۱۰ انگریزی سلسلہ وار فیچر

جمعرات

شام ۳۰-۷ ہوم سائنس/ کشمیری لوک سنگیت
۳۵-۹ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نغمہ
۰۱-۱۰ لداخ کے لیے ۳۵-۱۰ حالات حاضرہ ۰۵-۱۰ پنجابی سنگیت

جمعہ

شام ۰۰-۷ گجر بھائیوں کے لیے/ ٹیلی کلبوں سے
۲۵-۷ فیملی ویلفیئر ۳۵-۹ ادبی میگزین پروگرام (اردو)
۰۵-۱۰ ڈرامہ (دوسرے کیندروں سے)/ اردو ڈرامہ

ہفتہ

شام ۰۰-۷ بچوں کے لیے ۳۰-۷ ہمارا گاؤں/
نظم کی عکس بندی ۳۵-۹ سلسلہ وار اردو فیچر ۰۰-۱۰ اسپورٹس
میگزین ۳۰-۱۰ دوسرے کیندروں سے/ مشاعرہ

▲ راج سکماری نیدا، ایم ایل اے، چیرمین مہا۔ ہاؤسنگ بورڈ (دائیں) کے ساتھ پسنپا آیانی کا انٹرویو آکاشوانی پٹنہ سے خواتین کے پروگرام میں نشر کیا گیا۔

▲ جے رببیرو — پولس کمشنر بمبئی (دائیں) آکاشوانی بمبئی سے نشر ایک پروگرام میں اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے۔

(اوپر) کماری نادرہ سید —
عید کے موضوع پر کونکنی میں جن کی تقریر گذشتہ
دنوں آکاشوانی پناجی سے نشر کی گئی۔
(اوپر دائیں) احسن یوسف زئی —
۱۹۸۱ کے لیے مہاراشٹر اردو اکیڈمی کے
ایوارڈ یافتہ — ان کے ساتھ ایف ایم خان کا
انٹرویو آکاشوانی اورنگ آباد پربھنی کے
اردو پروگرام سب رنگ میں نشر کیا گیا۔
(دائیں) قومی ایکتا کے موضوع پر
آکاشوانی بھج سے سندھی زبان میں
نشر ایک مذاکرے کے شرکاء —
(دائیں سے) تاجن میر خاں
ہریش واسوانی
ہند راج دکھیال —

Regd. No D-(C)39   RN 14253   AWAZ
16th. Septe   r 1,
Licensed (U-23) to post without
prepayment at CPSO New Delhi.

[illegible] نشریات
میں
میڈیا ہیڈز کی ایک میٹنگ کو
خطاب کرتے ہوئے۔
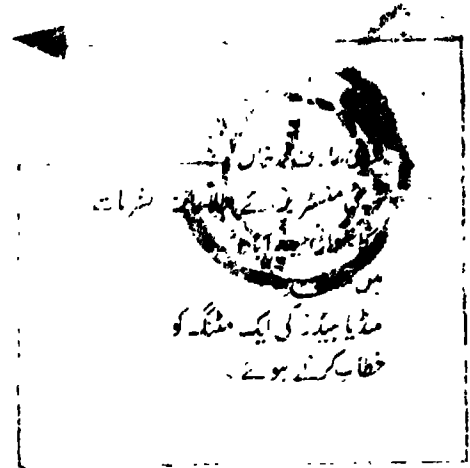
شری خوشونت سنگھ
نامور صحافی اور ممبر پارلیمنٹ (بائیں)
کے ساتھ محمود ہاشمی کا ایک انٹرویو اردو سروس سے نشر ہوا۔

(اوپر)
دائم علی قادری ــــ
جن کا طبلہ وادن حال ہی میں
آکاشوانی جے پور، اجمیر اور جودھپور سے
نشر کیا گیا۔
(دائیں)
ملک راج صراف ـــ نامور صحافی
ریڈیو کشمیر سرینگر کی محفل کے مہمان
دیگر شرکاء :۔
محمد سعید ملک ـــ
بشیر شاہ
قرۃ العین حیدر
غلام حسن ضیا، اور
غلام رسول نازکی ـــ

Published by the Director General, All India Radio, at the office of the Chief Editor, Akashvani, ... P.T.I. Building, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the ..., Government of India ...

یکم سے ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۲ء
۹ سے ۲۳ اشون ۱۹۰۴ شاکا

آواز

اشاعت کا ۴۷ واں سال
قیمت 50 پیسے

آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر ۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹوریل ۳۸۲۲۵۴
بزنس ۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ LISTENER
چیف ایڈیٹر جے پی گوئیل
ایڈیٹر سراج احمد

نئی دہلی — یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۹ اشون ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷، شمارہ ۸-۱۹

اس شمارے میں

پیرانہ سالی کا مسئلہ — ڈاکٹر سروج ایس جھا — ۳
غبار خاطر — محمد منظور احمد — ۵
عزت نفس — ڈاکٹر خورشید نعمانی — ۷
شمع فروزاں — کبیر احمد جائسی — ۸
غلام علی خاں بجنود — پروفیسر نیاز احمد خاں — ۹
شان سے جینا — پروفیسر آل احمد سرور — ۱۰
خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری — قاسم خورشید — ۱۲
فن اور تنقید — مہر گیرا — ۱۴
نشاط — قدسیہ ہاشمی — ۱۵
دوستوں کی مہربانی چاہیے — پروفیسر غوث ساجد — ۱۶
سیمنٹ کا بیس سالہ ترقیاتی منصوبہ — محمد خلیل — ۱۸
فیشن کی نفسیات — نسرین کاظمی — ۱۹
پان کا کثرت سے استعمال اور اسکے نقصانات — حکیم نجیب احمد — ۲۰
خالی ڈبہ — اوپندر ناتھ اشک — ۲۱
اپنے آپ کا قیدی — نور شاد — ۲۳
داس نسلیں — سید احمد قادری — ۲۴
سنہری بالوں والا — ظہیر کیفی امروہوی — ۲۵
پھول کی چیخ — سید علی — ۲۷
ساکھی — بدر اورنگ آبادی — ۲۸
غزلیات — ساحرہ بیگم — ۵
اندر سروپ دت نادان — ۶
مدحت الاختر — ۹
سکندر علی وجد — ۱۱
عین تابش — ۱۳
مسلم انصاری — ۲۶
فضا ابن فیضی — ۲۷

قیمت

فی کاپی — ۵۰ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۸ روپے
تین سال — ۲۵ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

پیرانہ سالی کا مسئلہ

ڈاکٹر سروج ایس جھا

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں آبادی کا بیشتر حصہ بچوں اور نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ بڑھاپے کے مسائل پر اتنی توجہ کبھی نہیں دی گئی جتنی کہ ترقی یافتہ ممالک اپنے بڑے بوڑھوں کے مسائل پر دے رہے ہیں۔ لیکن اب آبادی کا نقشہ بلحاظ سائز، کثافت اور تقسیم وغیرہ کے بدل رہا ہے۔ دور حیات بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے مرد اور عورتیں زیادہ لمبی عمر پانے لگے ہیں۔ خیر اتنی لمبی تو نہیں جتنی کہ مغربی ممالک کے لوگ پا رہے ہیں مگر آج سے پچاس سال پہلے تک کے بزرگوں کی نسبت یقیناً آجکل کے بزرگوں کی عمر زیادہ دراز ہے۔

جب موجودہ صدی شروع ہوئی تو اس وقت ہندوستانی کی اوسط عمر ۲۲ سال خیال کی جاتی تھی۔ آج ۵۱ سال سمجھی جاتی ہے۔ یعنی دوگنا سے بھی زیادہ مگر یہ اوسط عمر ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس سے بھی لمبی عمر پاتے ہیں اور ساٹھ، ستر بلکہ اسی سال تک زندہ رہتے ہیں۔ دراصل ۸ فیصدی یعنی کوئی ۴ کروڑ لوگ ۶۰ برس کی بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر کے ملیں گے۔ چنانچہ اب محسوس کیا جا رہا ہے کہ ان کے سماجی اور صحت سے متعلق مختلف مسائل کو تسلیم کرنے اور ان کا مناسب بندوبست کرنے کی ضرورت ہے۔

عالمی ادارۂ صحت نے ۷ اپریل کو عالمی صحت کا دن منایا تھا۔ ادارۂ ہذا نے بڑھاپے کو اس سال کا موضوع منتخب کیا ہے۔ اور نعرہ پیش کیا ہے کہ "بڑھاپے کو خوشگوار بناؤ"۔ یہ موضوع ان ممالک کے لیے خاص طور سے اہم ہے جہاں عمر کو تو دراز کیا جا رہا ہے مگر پیرانہ سالی کو خوشگوار بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی جا رہی۔

بڑھاپا انسان کی زندگی کا نہایت غیر محفوظ دور ہوتا ہے۔ فضا میں ایسے عناصر کی کمی نہیں جو انسان کی زندگی کو مضمحل اور پھر ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور عمر بھر ان کا مقابلہ کرتے کرتے انسان آخر مار جاتا ہے۔ اکثر سننے میں آتا ہے کہ بڑھاپا اکیلا نہیں آتا۔ یہ اپنے ساتھ بیماری، محتاجی، احساس دل شکستگی اور افسردگی سے پیدا شدہ بہت سے مسائل کو لے کر آتا ہے۔ جس طرح بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو زیادہ تر بچوں اور نوعمروں ہی کو اپنا شکار بناتی ہیں مثلاً چھوٹی چیچک، کن پیڑے وغیرہ اسی طرح بعض بیماریاں ایسی ہیں جو ضعیفوں کی ٹوہ میں رہتی ہیں۔ بوڑھے لوگ زیادہ کہنہ امراض مثلاً کینسر، دل کی بیماریوں،

موتیابند اور دیگر متعدد ایسی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں جو جسم کو نحیف اور کھوکھلا کر دیتی چلی جاتی ہے۔

بڑھاپے کی ایک بہت بڑی بیماری موتیابند ہے۔ دو مقبولیت حاصل کرنے والے جائزے نے یہ ثابت کیا ہے کہ ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ زندہ دراز بھی بیماری ہے۔ انسان کو اندھا کر دینے کا سب سے بڑا سبب یہی مرض ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ موتیابند کا کوئی علاج نہیں اور بڑھاپے میں اس سے بچا نہیں جا سکتا مگر یہ خیال درست نہیں ہے۔ موتیابند سے شفا پائی جا سکتی ہے ایک سہل سے آپریشن کے ذریعہ اس کا علاج ہو جاتا ہے مگر ہندوستان میں اور خصوصاً یہاں کے دیہات میں جہاں عمل جراحی کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر ہیں، موتیابند لاکھوں لوگوں کی بینائی چھینتا چلا جاتا ہے جس سے کہ ان کی زندگی دوبھر ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کے محتاج ہو جاتے ہیں لوگوں کو نابینا بنا دینے والا ایک اور مرض کالا موتیا ہے جو موتیابند کے برعکس کہیں زیادہ پُرفریب بیماری ہے — اس میں اکثر کوئی درد محسوس نہیں ہوتا لیکن آہستہ آہستہ یہ انسان کو اندھا کر دیتی ہے

پیرانہ سالی کے مسئلے کا دنیا بھر میں گہرا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ اصل میں ہوتا کیا ہے، سوائے اس کے کہ دیگر حیوانی اور نباتاتی اجسام کی مانند جسم انسانی بھی وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تنزل پذیر ہوتا رہتا ہے اور اس کے سبھی اعضا مضمحل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جن اعضا پر سب سے پہلے چوٹ پڑتی ہے ان میں دل بھی شامل ہے۔ شریانیں کمزور ہوتی جاتی ہیں۔ اور دل کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ کئی طرح کی بیماریاں سر اٹھا لیتی ہیں۔ مثلاً خون کا دباؤ، دل کا عارضہ اور فالج کا حملہ جس سے آدمی کو ادھرنگ ہو جاتا ہے۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ شریانوں کی اندرونی سطح پر ایسے مادّے جمنے شروع ہو جاتے ہیں جو شریانوں کو تنگ کر دیتے ہیں اور پھر ان میں سے خون پوری طرح نکل نہیں پاتا۔ جب خون کم پہنچنے کے باعث دل متاثر ہونے لگتا ہے تو اس کی دھڑکن یا تو ٹھیک نہیں ہوتی یا پھر بالکل بند ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا اثر دماغ پر ہو تو بھی اس کا نتیجہ ادھرنگ کی شکل میں نکلتا ہے۔

بڑھاپے کی سب سے زیادہ ہولناک بیماری کینسر ہے اس ملک میں موت کا باعث بننے والی دس اہم امراض میں سے ایک کینسر ہے جو ۴۰ سال کے بعد تیزی سے پھیلتا ہے۔ ہندوستان میں منہ کا کینسر عام بیماری ہے۔

بڑھاپے کے ساتھ دوسری تکلیفیں بھی چلی آتی ہیں مثلاً برونکائٹس یعنی نرخرے کی نالیوں کا ورم اور دمہ بوڑھوں کو خاص طور سے بے حال کر دیتے ہیں۔ گٹھیا بھی لاچار کر دینے والا مرض ہے جس سے جسم کے جوڑوں میں لچک نہیں رہتی اور ہلنا جلنا یا چلنا پھرنا بے حد محدود ہو جاتا ہے۔ جب کم دکھائی دینے لگے، جوڑ سخت ہو جائیں اور اعضا ٹھیک ڈھنگ سے کام نہ کریں تو ضعیف لوگ اکثر حادثوں کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ ران کی ہڈی کا ٹوٹ جانا معمولی بات ہے۔ بوڑھوں کو پیش آنے والے ۹۰ فیصدی حادثات اچانک گر پڑنے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

ذیابطیس بھی کوئی کم نامراد مرض نہیں۔ ہمارے یہاں ذیابطیس کے ۵۰ فیصدی سے زیادہ مریضوں کی عمر ۵۰ سال سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ انسان جوں جوں بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے اس کے اندر ذہنی تبدیلیاں بھی آتی چلی جاتی ہیں۔ بڑھاپے کی افسردگی و دیگر نفسیاتی انتشار سے پیدا ہونے والے ضعف عقل کی طرف فوراً توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اُن سے ضعیفوں میں بے دلی پیدا ہو جانے اور دیوانگی کی شکل اختیار کر جانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ جب جسم پوری طرح کام نہ کرے اور ذہنی صلاحیتوں میں فرق آ جائے تو بوڑھے لوگ عام سماج کا حصہ نہیں رہتے اور اس سے ان کی ذہنی اور نفسیاتی بیماریاں اور بڑھ جاتی ہیں۔

بوڑھوں کے مسئلے محض طبی ہی نہیں ہوتے۔ اُن کے ساتھ کئی سماجی، تمدنی اور اقتصادی مسائل بھی جڑے رہتے ہیں۔ بڑھاپا بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس کے دھارے کو موڑا نہیں جا سکتا — اس سے جو قطعی شکل سامنے آتی ہے لوگ اس کا مشکل ہی سے سامنا کر پاتے ہیں۔

ملازمت سے سبکدوشی کا یہ مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ انسان دیگر سماجی سرگرمیوں سے بھی سبکدوش ہو جائے مگر ہوا ایسا ہی رہا ہے اور ہمارے سماج نے اس خیال کو مستقل بنا دیا ہے کہ بوڑھے لوگ اپنی دیکھ بھال نہیں کر سکتے اور دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہ بات خیالِ محض ہے۔

ہر ضعیف شخص کمزور، عاجز اور پراگندہ ذہن نہیں ہوتا۔ حالیہ جائزوں نے ثابت کیا ہے کہ ۷۰ سال کی عمر میں بھی بوڑھے تندرست ہو سکتے ہیں۔ اپنے ذہن کو تخلیقی کاموں میں صرف کر سکتے ہیں، پیار و محبت کے رشتے نباہ سکتے ہیں۔ اور سماج میں سرگرم پارٹ ادا کر سکتے ہیں۔"

لیکن اس درجہ کی صلاحیت کے لیے خدمات کے ایک جامع سلسلے کی ضرورت ہوگی جو کہ نوعمری ہی میں شروع ہو جانا چاہیے۔ بڑھاپے میں صحت اچھی ہونے کا دار و مدار بہت حد تک اس بات پر ہوگا کہ جوانی اور ادھیڑ عمر میں انسان کی زندگی کس طرح کی گذری ہے۔ عمر کا یہی وہ حصہ ہوتا ہے جس میں بڑھاپے میں نمودار ہونے والی بیماریوں اور ناتوانی کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ خصوصاً ایسے بیج تو ناقص عادات مثلاً تمباکو نوشی، شکم پروری، ورزش اور تفریح کے فقدان، تیز خون کے بڑھے ہوئے دباؤ، ذیابطیس، کالا موتیا اور کینسر جیسے امراض کی ابتدائی علامات کی طرف سے تغافل برتنے کا نتیجہ ہوتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ اطمینان بخش ضعیف العمری کا اہم ترین عنصر تندرستی ہے۔ بڑھاپا کو آنے سے روکا نہیں جا سکتا — یہ زندگی کا ایک حصہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو مسائل چلے آتے ہیں ان کی روک تھام ضرور کی جا سکتی ہے۔ امراض کا شروع ہی سے پتہ لگا کر ان کا مناسب علاج کیا جا سکتا ہے۔

بڑھاپے میں وقتاً فوقتاً ڈاکٹری معائنہ ضرور کراتے رہنا چاہیے۔ اگر سال میں دو دفعہ ڈاکٹری معائنہ کرا لیا جائے تو اس سے بہت سی بیماریوں کو بڑھنے سے روکا جا سکتا ہے بلکہ اُن سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ کینسر کی روک تھام کا انتظام کیا جا۔ بزرگوں کو اس مرض کی ابتدائی علامتوں سے آگاہ کر دینا چاہیے۔ مثال کے طور پر ایسا پھوڑا نکل آنا جو مندمل ہونے کا نام نہ لیتا ہو، خصوصاً وہ چھالا جو منہ کے اندر ہو۔ کینسر کی دوسری علامتیں یہ ہیں۔

۱۔ خون کا غیر معمولی طور پر اور بار بار خارج ہونا۔ خصوصاً خواتین میں قدرتی بندش حیض کے بعد جو ۴۵ اور ۵۰ برس کی عمر کے دوران واقع ہوتی ہے۔

۲۔ جسم کے کسی بھی حصے میں اور خاص طور سے چھاتی میں گومڑی بن جانا۔

۳۔ مسلسل بدہضمی ہونا یا کوئی چیز نگلنے میں دقت ہونا۔

۴۔ اخراج فضلہ کے معمول میں فرق آجانا۔

۵۔ آواز کا بیٹھ جانا یا کھانسی آتے رہنا۔

۶۔ کسی تل یا مسّے کے سائز اور رنگت میں فرق آجانا۔

بوڑھے لوگوں کو تمباکو نوشی اور موٹاپے کے نقصانات سے بھی آگاہ کر دینا چاہیے۔ جن کھانوں میں زیادہ گھی، مکھن اور تیل استعمال ہوتے ہوں اُن سے خون کے اندر ایسا مادّہ بڑھ جاتا ہے جس سے دل کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

کالا موتیا کا اگر ابتدا ہی میں پتہ چل جائے تو اُسے روکا جا سکتا ہے۔ یہی صورت خون کے بڑھے ہوئے دباؤ اور ذیابطیس کی ہے۔ بیمار پڑنے پر بوڑھوں کو بھی اسی قدر فوری علاج کی ضرورت ہوتی ہے جس قدر کہ نوجوان کو۔ اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر آپ بوڑھے ہیں اور بیمار ہیں تو اس کے متعلق کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس خیال کو یکسر غلط ثابت کیا جا چکا ہے۔ بوڑھوں کو زندگی کے اہم مرحلوں پر طبی امداد مل جانے اور اُن کی تیمارداری ہونے کے بڑے عمدہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

دنیا بھر میں جن لوگوں کی عمر دراز ہوتی چلی جاتی ہے انھیں کئی طرح کی نگہداشت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً بیماریوں کی روک تھام اور ان کا علاج اور پھر صحت کی بحالی۔ ان کی کھانے پینے، حفظانِ صحت، ورزش کی ضرورتیں بھی مخصوص ہوتی ہیں۔

بچوں کی طرح بوڑھوں کو بھی متوازن غذا ملنی چاہیے جس میں خوب وٹامن شامل ہوں۔ اکثر و بیشتر دانت ٹوٹ جانے اور نقلی دانت پوری طرح فٹ نہ بیٹھنے کے باعث بوڑھوں کو کھانے میں دقت ہوتی ہے۔ اور ان پر کمزوری و خون کی کمی غلبہ پا لیتی ہے۔ ان معذوریوں پر قابو پانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جانے چاہیے

زیادہ عمر کے لوگوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اُن کا پیٹ پھول جاتا ہے۔ چنانچہ انھیں چٹ پٹی چیزیں اور زیادہ کاربوہائیڈریٹ والی غذا بہت کم کھانی چاہیے جتنی خوراک

وہ تین وقت میں کھاتے ہیں اسے چار وقت کی خوراک میں تقسیم کر دینا چاہیے تاکہ وہ چار دفعہ کم مقدار میں کھانا کھائیں ضعیفوں کو جہاں تک ہوسکے چست اور سرگرم رہنا چاہیے۔ نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بھی۔

جہاں تک ممکن ہو سکے انھیں اپنے اپنے مشاغل جاری رکھنا چاہیے اور ان کی آمدنی کا ذریعہ قائم رہنا چاہیے اگر وہ کچھ کمانے کے لائق نہ بھی رہیں تب بھی وہ نوع انسانی کی خدمت ہی پر وقت صرف کر سکتے ہیں اور انھیں اپنے تجربے اور موجودگی سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

شہروں کے صنعتی طور پر ترقی یافتہ معاشروں نے تو تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے کہ صحت کی اور معاشرتی سروسوں کا بنیادی مقصد سماج کے بزرگ لوگوں کی فلاح و بہبود ہونا چاہیے۔

بوڑھوں کی ایک عام ضرورت ہے نگہداشت، یہ نہیں کہ وہ سمجھیں کہ انھیں کوئی دیکھ لیتا ہے بلکہ انھیں احساس ہو کہ ان کی برابر دیکھ بھال کی جا رہی ہے۔ اس سے ان کا فکر و تردد، احساس تنہائی، ورلا چاری دور تا ہے۔ ہمارے بڑے بوڑھوں کو پیار محبت اور مفاہمت کی ضرورت ہے۔ ان کے وقار کو ٹھیس نہیں پہنچنی چاہیے، اور ان میں یہ احساس برقرار رہنا چاہیے کہ وہ بھی کار آمد شہری ہیں۔ نیز انھیں یہ تشویش نہیں ہونی چاہیے کہ ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ بڑھاپے میں سماجی تحفظ کے لیے اہم ترین چیزیں ہیں مکان، محفوظ گرد و نواح اچھا کنبہ اور سماجی تعلقات، مالی بندھی آمدنی اور سماجی خدمات۔

بڑھاپے کو روکا تو نہیں جا سکتا مگر ناخوشگوار بیکار اور پُر آزار امراض بڑھاپے کی روک تھام یقیناً کی جا سکتی ہے۔ افراد، انجمنوں اور حکومتوں کو مل کر کوشش کرنی چاہیے کہ "ضعیفی کو خوشگوار بنائیں"۔ (بمبئی سے نشر)

غزل

ساحرہ بیگم

جب بھی تدبیر آزمائی ہے
ہم پہ تقدیر مسکرائی ہے
ہنستے ہنستے نکل پڑے آنسو
جانے کیا بات یاد آئی ہے
راہرو نے کبھی کبھی ٹھوکر
منزلوں کے قریب کھائی ہے
زندگی سے کوئی امید نہ رکھ
زندگی کس کو راس آئی ہے
عقل نے دل کی راہ میں آکر
ہر قدم پر شکست کھائی ہے
ان ہواؤں میں ساحرہ تم نے
شمعِ امید کیوں جلائی ہے

(اردو سروس سے نشر)

غبار خاطر

محمد منظور احمد

مشہور اور ممتاز نقاد خلیل الرحمٰن اعظمی نے علی جواد زیدی کے مرتب کردہ مجموعہ مضامین "نوادر ابوالکلام" میں شامل اپنے ایک مضمون "ابوالکلام آزاد کے مکاتیب" میں لکھا تھا کہ "غبار خاطر" میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ادا کا سوز و کرب اور ان کی گھائل شخصیت کی پکار ہے، اور شخصیت کی یہ ادا اپنے اظہار کے لئے بے تاب ہے۔ اپنے ایک خط میں مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

"ہماری درماندگیوں کا عجب حال ہے۔ ہم اپنے دل کی آنار کو ہر چیز سے بچا سکتے ہیں مگر خود اپنے آپ سے نہیں بچا سکتے ہم کتنا ہی ضمیر غائب اور مخاطب کے پردوں میں چھپ کر چلیں لیکن ضمیر متکلم کی پرچھائیں پڑتی ہی رہے گی۔ ہم جہاں جاتے ہیں ہمارا سایہ ہمارے ساتھ جاتا ہے"

یہ ادا کبھی کبھی اپنے اندر ایک دنیا آباد کر لیتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے خط کا ایک اقتباس سنئے: "زندگی کی مشغولیتوں کا وہ تمام سامان جو اپنے وجود کے باہر تھا اگر چھن گیا ہے تو کیا مضائقہ؟ وہ تمام سامان جو اپنے اندر رکھتا اور جسے کوئی چھین نہیں سکتا سینے میں چھپائے ساتھ لایا ہوں۔ اسے سجاتا ہوں اور اس کے سیر و نظارہ میں محو رہتا ہوں"

یہ تنہائی اور خلوت پسندی بالآخر مولانا آزاد کی فطرت میں رچ بس گئی۔

مذہب میں ادب میں سیاست میں فکر و نظر کی تمام راہوں میں جس طرف بھی نکلنا پڑا انہیں اکیلا ہی نکلنا پڑا۔ خلوت کے خواہاں اور جلوت سے گریزاں اس مفکر فلسفی ادیب اور انشاء پرداز نے اپنی طبع وحشت سرشت کو رفتہ رفتہ انجمن آرائی کا خوگر بنایا۔

تنہائی اور خلوت کی طرف طبیعت کے اس فطری رجحان اور میلان کا ایک روشن پہلو یہ تھا کہ اگر کچھ لوگ مولانا کی فطرت سے رخ پھیر لیتے تو بجائے اس کے کہ ان سے شکوہ و شکایت یا گلہ کریں وہ ایسے اصحاب کے منت گزار ہوتے کیونکہ جو ہجوم لوگوں کو خوش کرتا ہے وہ بسا اوقات مولانا کے لئے ناقابلِ برداشت ہو جاتا تھا۔ مولانا لکھتے ہیں کہ جب کبھی میں قید خانے میں سنا کرتا ہوں کہ فلاں قیدی کو تنہائی کی سزا دی گئی ہے تو حیران رہ جاتا ہوں کہ تنہائی آدمی کے لئے سزا کیسے ہو سکتی ہے۔

"غبار خاطر" میں مولانا ابوالکلام آزاد کے وہ خطوط ہیں جو انھوں نے قلعہ احمد نگر کی اسیری کے زمانے میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے نام لکھے تھے۔ خطوط کے اس مجموعہ میں اسیری سے پہلے کا ایک خط اور رہائی کے بعد کے تین خطوط شامل ہیں۔ ۳ر اگست ۱۹۴۲ء کو مولانا نے نواب صدر یار جنگ کے نام خط لکھا تھا لیکن وہ پوسٹ نہیں کیا جا سکا۔ پھر انہیں بمبئی میں ۹ر اگست ۱۹۴۲ء کو گرفتار کیا گیا۔ ۱۰ر اگست کو قلعہ احمد نگر میں انھیں یاد آیا کہ ۳ر اگست کا لکھا ہوا خط کاغذات میں موجود اور محفوظ ہے۔ ان کے ذہن میں یادوں کے چراغ روشن ہو گئے اور پھر ان کے خطوط لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

قید خانے کے قواعد کے مطابق خطوط مکتوب الیہ یعنی مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی خدمت میں نہیں بھیجے جا سکتے تھے۔ ۱۵ر جون ۱۹۴۵ء کو جب مولانا آزاد کی رہائی عمل میں آئی تو یہ خطوط مولانا آزاد نے اس ہدایت کے ساتھ اجمل خاں کے حوالے فرمائے کہ ان کی نقلیں رکھ کر مکتوب الیہ کو بھیج دیں۔ لیکن اجمل خاں نے تجویز پیش کی کہ انھیں کتابی صورت میں شائع کر کے بھیجا جائے تو مناسب ہے چنانچہ غبار خاطر کے نام سے خطوط کے اس مجموعہ کی اشاعت عمل میں آئی۔

اسیری کے دور کے مشاہدات اور تاثرات کو محفوظ کرنے اور دل و دماغ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے مولانا آزاد نے قید کے زمانے میں خطوط نویسی کا مشغلہ اختیار کیا تھا۔ یہ شعر

مپرس تا چہ نوشت ست کلک قاصر ما
خطوط عبار من است ایں غبار خاطر ما

ان کے جذبات احساسات اور خیالات کی عکاسی کرتا ہے۔

مولانا آزاد کو عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ مولانا کا مطالعہ بے حد وسیع تھا۔ حافظہ غضب کا

پایا تھا۔ اُردو فارسی اور عربی سے ان کو بڑی دلچسپی تھی۔ مولانا ان زبانوں سے پہلے ہی واقف تھے۔ پندرہ برس کی عمر میں ... مولانا الطاف حسین حالی ... شامل تھے۔ ... مولانا آزاد سے ملاقات ہوئی تو مولانا حالی ... کم عمر ایڈیٹر لسان الصدق کا ایڈیٹر ہو سکتا ہے۔ مولانا شبلی نے اس نوجوان کو ابوالکلام آزاد کا بیٹا سمجھا تھا۔ مولانا کو بچپن ہی سے مطالعہ اور مضمون نویسی کا شوق تھا۔ مولوی ابوالکلام محی الدین احمد آزاد دہلوی ... مولانا آزاد کا ایک مضمون ... شائع ہوا تھا۔

مولانا شبلی نعمانی نے انھیں ندوۃ العلماء ... دی۔ مولانا آزاد ندوہ تشریف لے گئے اور وہاں ڈیڑھ سال تک مقیم رہے۔ مولانا شبلی کی ... علمیت اور قابلیت نے انھیں بے حد متاثر کیا۔ ندوہ میں قیام کے زمانے میں الندوہ میں مولانا آزاد کے کئی مضامین شائع ہوئے۔ وہ تقریباً ایک سال تک امرتسر کے اخبار وکیل کے ایڈیٹر بھی رہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ ۱۹۰۵ء میں مولانا آزاد مولانا شبلی سے بمبئی میں ملے اور یہ ملاقات ایسی تاریخی اور یادگار ثابت ہوئی کہ جس نے ابوالکلام کو مولانا ابوالکلام بنا دیا۔

ایک مستعد اور مجاہد نوجوان کی طرح انھوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے مسلسل اور انتھک محنت سے کام کیا۔ ۱۹۰۸ء میں وہ کلکتہ واپس آئے۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں کلکتے سے الہلال جاری کیا۔ اس کے بعد البلاغ کا اجرا عمل میں آیا۔ البلاغ مارچ ۱۹۱۶ء میں بند ہوگیا۔ مولانا آزاد کی تحریر اور اسلوب تحریر میں جادو کا سا اثر تھا۔ تذکرہ ان کی بہترین تصنیف ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے قرآن مجید کا بڑا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ «الہلال» میں ان کے مضامین سے لوگوں کی قرآن فہمی میں اضافہ ہوا۔ انھوں نے تصنیف و تالیف کے معیار کو بلند کیا۔ ان کی انشاپردازی کے جوہر الہلال اردو میں کھلے۔ مرزا غالب اور سرسید احمد خاں کی نثر میں سادگی سلاست تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر میں دل ہلا دینے والا جوش و جلال تھا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تحریر سے شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ابوالکلام آزاد کی نگارشات مدلل اور موثر ہوا کرتی تھیں۔ غبار خاطر کے خطوط ان کی اعلیٰ علمی قابلیت اور زبردست قوت حافظہ کا روشن ثبوت ہیں۔ بعض نقادوں کی رائے کے مطابق یہ خود کلامی کا نمونہ ہیں۔ ان خطوط میں سنجیدگی ہے۔ روح عصر ہے۔ اس عہد اور دور کے سماجی اور سیاسی تاریخی حالات اور واقعات کی جھلکیاں ہیں غلامی سے بیزار اہلِ ہند کا کرب و اضطراب اور ان کے دل کے بے چینی اور تڑپ ہے۔ یہ خطوط پاکیزہ اور معیاری ادبی تحریریں ہیں۔ ان کا لہجہ عالمانہ ہے اور یہ ہمارا قیمتی ادبی سرمایہ ہیں۔

ان خطوط سے مولانا کے خیالات افکار رجحانات اور دلچسپیوں کا حال معلوم ہوتا ہے مولانا آزاد قدرت کے حسن اور دلکش منظر سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ہرے بھرے درخت خوشبودار رنگ برنگ پھول سبزہ زار ... چاندنی رات کی دلفریب خاموشی ان کے سمند تخیل کے لئے مہمیز کا کام کرتی تھی۔ وہ ایک سچے اور بلند مرتبہ فنکار کا حساس دل رکھتے تھے۔ اس لئے وہ ... دور ... کی دھڑکن کو آسانی سن سکتے تھے۔ حکایت زاغ و بلبل ... چڑیا کی کہانی سے جذبات پر ان کی نظر باریک بینی ... مشاہدہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھیں صبح بیزی کی عادت تھی ... شوق تھا خاص قسم کی چینی چائے ... پیالے سے خود تیار کر کے نوش کرتے تھے۔ اسیری کی تکلیف دہ زندگی ... دل بہلانے کے لئے وہ اور ان کے رفقا مثلاً پنڈت جواہر لال نہرو اور ڈاکٹر سید محمود ... کے حل ... چڑیوں کو مانوس کرنے کی کوشش کرتے اور ... سانپ بچھو ... کے مقابلے میں مصروف رہتے تھے۔ اسیرت کے ... انداز سرائی ... اور ذوق ... مسافر کی ... دلی ہے۔

ایک خط میں مولانا کی اہلیہ کی علالت ... کا ذکر ہے دو خطوط میں انھوں نے خدا اور کائنات کے وجود پر روشنی ڈالی ہے۔ ایک خط میں فرانسیسی مصنف ژوان ویل کی تصنیف Memories of the crusades کا تاریخی جائزہ لیا ہے ایک ... خطوط میں انگریزی ادب پر اظہار خیال کیا ہے۔ آخری خط میں فن موسیقی کے رموز و نکات کی وضاحت کی ہے جس سے موسیقی سے ان کی واقفیت اور گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ غبار خاطر کے خطوط میں روزانہ کے معمولات ... ادبی بحث ہے مولانا نے سیاسی مسائل کے تذکرے کے سلسلے میں بہت احتیاط برتی ہے۔ کہیں ہلکا سا اشارہ بھی ہے تو ... لکھا ہے کہ: مجھے یہ قصہ یہاں نہیں چھیڑنا چاہیئے۔ میری آپ کی مجلس آرائی اس افسانہ سرائی کے لئے نہیں ہوا کرتی۔ ارباب حکایت "مہرو وفا میرس" آپ کے لئے کچھ نکالتا ہوں تو احتیاط ... چھنی میں اچھی طرح چھان لیا کرتا ہوں کہ کسی طرح کی سیاسی ملاوٹ باقی نہ رہے غبارِ خاطر کے پڑھنے میں خود نوشت سوانح عمری کا سا لطف آتا ہے۔

مولانا آزاد کو اپنی انفرادیت کا شدید احساس تھا۔ خاندانی پدری مذہبی تقشف وانہماک جتہ افکار اور عقائد نے ان کے دل میں بلندیوں کو چھونے اور ناموافق حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی عادت اور ہمت پیدا کی۔ علمی اور مذہبی معاملات میں وہ اپنی فکر و نظر اور قوت فیصلہ سے کام لینے اور عام ڈگر سے ہٹ کر چلنے کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں ان کے ایک خط کے دو جملے سنئے۔

لوگ زمانے کے بازار میں ایسی چیزیں ڈھونڈ کر لائیں گے جن کا عام رواج ہو۔ میں نے ہمیشہ ایسی جنس ڈھونڈ کر جمع کی جس کا کہیں رواج نہ ہو

مولانا آزاد کی جدت پسند طبیعت روزمرہ زندگی کی مصروفیات میں بھی انھیں ندرت اور انفرادیت کا خیال رکھنے پر اکساتی تھی ایک خط میں لکھتے ہیں:۔ دنیا کے لئے سونے کی جو وقت سب سے بہتر ہوا وہی میرے لیے بیداری کی اصل پونجی ہوئی۔ ایک بڑا فائدہ اس عادت سے یہ ہوا کہ میری تنہائی میں اب کوئی خلل نہیں ڈال سکتا۔

طبیعت کتنی ہی بے کیف ہو لیکن گوارا نہیں کرتی کہ اوقات کے مقررہ نظام میں خلل آئے «غبار خاطر» کے مطالعہ سے مولانا آزاد کی اصول پسندی وضع داری اور عزم محکم جیسی خصوصیات کا علم ہوتا ہے۔

اسیری کے زمانے میں مولانا آزاد نے یہ طے کر لیا تھا کہ حکومت سے کسی قسم کی کبھی کوئی درخواست نہیں کریں گے۔ چنانچہ اپنی رفیقہ حیات کی شدید علالت کے باوجود انھوں نے حکومت سے ہمدردانہ سلوک کی درخواست نہیں کی یہاں تک کہ رفیقہ حیات کے سانحہ ارتحال کی الم انگیز اطلاع ملی تب بھی وہ اپنے فیصلہ پر اٹل رہے۔ مولانا آزاد نے شدید رنج و غم اور گہرے صدمے کے باوجود بے مثال ضبط و صبر سے کام لیا۔ مولانا سچے محب وطن تھے ان کی زندگی ملک و قوم کے لئے ایثار اور قربانی نمونہ تھی۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو علم و دانش کا یہ آفتاب عالمتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

(حیدرآباد سے نشر)

غزل

اندرسروپ دت ناداںؔ

ترے مزاج کی دنیا عجیب دنیا ہے
ابھی ہے رات کا آنچل ابھی سویرا ہے

نہ جانے کون سے محشر کو کل جنم دے گا
جو درد مجھ کو تمنا نے آج بخشا ہے

وہ چاندنی جسے تہذیبِ نفس کہتے ہیں
کہیں سے ڈھونڈ کے لاؤ بڑا اندھیرا ہے

میں شہر درد کی تصویر کس طرح کھینچوں
کہ میری آنکھ پہ خوش فہمیوں کا پہرا ہے

فلک کی سمت نہ دیکھو دکھوں سے گھبرا کر
زمیں کی بات زمیں تک رہے تو اچھا ہے

جہاں امید نے یاروں کا ساتھ چھوڑا تھا
یہ راستہ اسی اندھی گلی سے نکلا ہے

تمہارے گھر میں ہے بس کام کی یہی اک شے
یہ طاق! جس پہ تمہارا خلوص رکھا ہے

بہت قریب سے دیکھا ہے ہم نے ناداںؔ کو
مگر وہ آج بھی کچھ اجنبی سا لگتا ہے

(اردو مجلس دہلی سے نشر)

ڈاکٹر خورشید نعمانی

عزت نفس " بظاہر دو الفاظ کا مجموعہ ہے لیکن اپنے اندر ایک جہان معنی رکھتا ہے یہ انسانی خصلت کا وہ وصف ہے جس میں اپنی عزت آپ کرنے کی تعلیم مضمر ہے انگریزی زبان میں اسے Self Respect کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

عزت نفس ایک عظیم الشان طاقت ایک گرانبہا دولت اور ایک لائق تحسین میلان طبیعت ہے یہ علامت ہے مردانگی و عالی ظرفی کی نشان ہے استقلال و استقامت کا اور معجزہ ہے قوت روح کی نمود و بالیدگی کا۔

عزت نفس ہر قسم کی قید و بند سے آزاد ہے۔ اس کے لیے زرداری، علم و فن، طاقت و توانائی اور اثر و رسوخ ضروری نہیں ہے۔ عزت نفس بالا ہے زر و مال سے، ارفع و اعلیٰ ہے طاقت سے اور بلند تر ہے اثر و رسوخ سے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات میں اشرف و ممتاز قرار فرمایا یہی نہیں اسے اپنا نائب بھی بنایا بقول اقبال ؎

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اسے عشق و عقل جیسی نعمتیں بخشیں، قوت تمیز عطا کی اور یہ قوت تمیز عطا کر کے خیر و شر کی راہیں اس کے سامنے کھول دیں، وہ اگر چاہے تو عزت نفس کو اپنا کر لازوال ہو جائے اور نہ چاہے تو ذلت نفس میں مبتلا ہو کر گمراہی کا شکار ہو جائے اور قعر ذلت میں جا گرے۔

عزت نفس سے فخر، غرور مراد نہیں بلکہ اس سے وہ استقلال ذاتی مراد ہے جو ہر مخلوق کے علم و عمل کو ایک مخصوص دائرے میں نمایاں کرتا ہے، اس کی ذات و صفات کی بود و نمود کے مظاہر متعین کرتا ہے اور اس کی نشو و نما و بالیدگی کے سامان فراہم کرتا ہے اس لیے وہ جوہر ہے عرض نہیں، آفتاب ہے اس کا سایہ نہیں متحرک ہے ساکن نہیں۔ غرض وہ حقیقی زندگی ہے اور زندگی کی تمام قوتوں کا اس کے استحکام، اس کی توسیع اور اس کے اثبات سے وابستہ ہیں، عزت نفس کی بنیاد انسان کی فضیلت اور اس کی مخفی روحانی استعداد و قابلیت پر ہے اگر انسان میں خودشناسی کا مادہ پیدا ہو جائے اور وہ اس استعداد و قابلیت سے واقف ہو جائے تو دنیا اس کے نور سے جگمگا اٹھے بقول اقبال ؎

تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

عزت نفس کا جذبہ کائنات میں ابتدائے آفرینش سے جاری و ساری رہا ہے اس کو قائم رکھنے کے لیے اس کے شیدائیوں نے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کیا اور یہ گریز، عزت نفس ہی کا تحفظ تھا جس نے سقراط کو زہر کا پیالہ پلوایا، سرمد و منصور کو دار و رسن پر آزمایا، عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا، محمدؐ کو ہجرت پر آمادہ کیا اور حسینؓ ابن علیؓ کا سر کٹوایا۔ تاریخ عالم ایسے مشاہیر کے عزت نفس کے کارناموں سے بھری پڑی ہے اور یہ جو مثالیں دی گئی ہیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔

عزت نفس بظاہر ایک عام فہم اور سادہ سی ترکیب ہے لیکن جب فلسفہ کی موشگافیوں میں اسے تلاش کیا جائے تو کہیں اسے خودداری و وضع داری کا نام دیا جاتا ہے اور کہیں "میں" کا ابوالکلام کے یہاں یہی انانیت (Egotism) نام پاتی ہے اور اقبال کے یہاں اسے فلسفہ خودی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اردو و فارسی ادب میں بے شمار مثالیں شعرا و ادبا کی ملیں گی جن کے یہاں عزت نفس کا احساس فراواں رہا ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ چند کے یہاں اس کی لے ہلکی اور مدھم رہی ہے اور چند کے یہاں بہت تیز۔

خدائے سخن میر تقی میرؔ کے یہاں عزت نفس پر بڑا زور ملتا ہے، وہ دہلی میں پریشان رہتے ہیں غریب الوطنی کا شکار ہوتے ہیں، آصف الدولہ کی الطاف و عنایات سے سرفراز ہوتے ہیں۔ لیکن لکھنؤ کی سڑکوں پر سرراہ ان سے گفتگو پر آمادہ نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ شریفوں کا شیوہ نہیں ہے وہ بے نیازی ہی میں خوش رہتے ہیں کہتے ہیں ع

اچھا ہے وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہے

وہ انتہائی پریشان حالی میں بھی دست طمع دراز کرنے سے باز رہتے ہیں، کہتے ہیں

آگے کسو کے کیا کریں دست طمع دراز
یہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

غالبؔ جیسے عظیم شاعر کے یہاں عزت نفس کا جو جذبہ کارفرما ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ان کے تفکر ہی میں نہیں بلکہ لب و لہجہ میں ان کی انانیت کا خمیر اس درجہ رچا اور بسا ہے جسے مولانا محمد حسین آزاد "آگ میں گرمی اور روشنی" سے تعبیر کرتے ہیں اس سے جب ان کا شوخ فکر جولانیاں دکھاتا ہے تو ان کی انفرادیت اور انانیت کا قد ان کی سرحدوں سے بھی ابھرنے سے باز نہیں رہا۔ غالبؔ فطرتاً خوددار اور خودبین ہیں ان کو اس بات کا احساس بھی ہے۔ وہ بندگی میں بھی اس قدر آزاد و خودبین ہیں کہ در کعبہ اگر ان کو وا نہ ملے تو وہ وہاں سے الٹے پھر آنے کے تیار ہیں۔ شعر ملاحظہ ہو۔

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

عزت نفس ان کے یہاں اس سے بلند تر درجے پر دیکھنا ہو تو یہ شعر پڑھیے اور سر دھنیے۔

تشنہ لب بر ساحل دریا ز غیرت جان دہم
گر بہ موج افتد گمان چین پیشانی را

اقبال کے یہاں عزت نفس "خودی" کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے، وہ خودی کے معنی غرور اور تکبر کے نہیں بلکہ اپنی پوشیدہ اور خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے سے لیتے ہیں ان کے یہاں تکمیل خودی اس وقت ہوگی ہے جب فرد حسن ازل سے بہت قریب آجاتا ہے اور حسن یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خودی کی بلندی کی یہ آخری حد ہے۔

اقبالؔ کا پیغام خودی ایسی چیز نہیں جس کو نظر انداز کر دیا جائے انھوں نے انسان کی روحانی خودی کو ترقی کے اس معیار پر لے جانے کی کوشش کی ہے جہاں پہنچ کر وہ مرد قلندر دنیا کی ہر چیز ٹھکرا دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں

آدمیت احترام آدمی   باخبر شو از مقام آدمی

عزت نفس کے لیے سوال انتہائی ضعف کی نشانی ہے، اقبالؔ اس خوددار جواں مرد کا قائل ہے جو منزل پر پہنچ کر بھی منزل مقصود کا احسان نہ اٹھائے اور اس سے منہ پھیر لے، کیا خوب کہا ہے ؎

گدائے مے کدہ کی شان بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبو

دوسری جگہ وہ کہتے ہیں ع

مر جائیے نہ ناز مسیحا اٹھائیے

ابوالکلام کے یہاں یہ عزت نفس "انا" کا نام اختیار کر لیتی ہے۔ انھوں نے "غبار خاطر" میں ایک جگہ سوال کیا ہے۔

"ایک ادیب، ایک شاعر، ایک مصور، ایک اہل قلم کی انانیت کیا ہے؟"

اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔

"آپ کو صاف دکھائی دے گا یہ انانیت دراصل اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ اس کی (شاعر، مصور یا ادیب کی) فکری

آفتاب علم و ادب

عباس علیخاں بیخود

پروفیسر نیاز احمد خاں

عظیم شخصیتوں کی یاد دہانی کرانا ہے۔ ان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر سننے والوں کے دل و دماغ پر گہرے نقوش مرتسم کرتا ہے۔ ایسی شخصیتوں کے ذکر میں عباس علی خاں بیخودؔ کا نام لینا ضروری ہے۔ حضرت بیخودؔ مولانا آزاد کالج کے شعبۂ اردو فارسی اور عربی کی کرسی صدارت پر فائز تھے اور تقریباً ۳۰ سال کی ملازمت کے بعد اپنے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ حضرت بیخودؔ پروفیسر اور شاعر دونوں حیثیتوں سے یکساں مشہور تھے۔ کلکتہ کے تعلیمی اور ادبی ماحول میں انھیں قابل قدر اہمیت حاصل تھی۔ لیکن وہ جتنے مشہور تھے اس سے زیادہ ہر دلعزیز تھے۔

> نام نیک رفتگاں ضائع مکن
> تا بماند نام نیکت برقرار

کہتے ہیں کہ کسی فرد کا بیک وقت پروفیسر اور شاعر ہونا خطرے سے خالی نہیں۔ اگر پروفیسر کو اپنے دماغ پر ناز ہوتا ہے تو شاعر اپنے جذبات کی تازگی پر ناز کرتا ہے۔ پروفیسر کو اپنی نا تمام حرف بینی پر اعتماد ہے تو شاعر تصور کی موزونی کا راز دار ہے۔ پھر ایک طرف پروفیسر اندازوں اور سانچے تیار کرتا ہے تو شاعر ان کی بیچارگی پر تمسخر کرتا ہوا نئی دنیاؤں کی تخلیق کرتا ہے۔ جب وہ شاعر کی نگہداشت کرتا ہے تو شاعر اس کی تنگ بندشوں کو پرواز تخیل میں توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اگر پروفیسر اپنی معبرّا نرودن کے زعم میں کہہ گزرتا ہے کہ

> موت آرہی ہے وعدے پہ یا آرہے ہو تم
> کم ہو رہا ہے درد، دلِ بے قرار کا

تو شاعر فاتحانہ انداز میں چیخ پڑتا ہے

> بیخودی سرحد ادراک و جنوں ہے بیخود
> دو قدم اور کہ طے عالم امکاں ہو جائے

حضرت بیخودؔ کے کردار کے دو رخ تھے۔ ایک کو نسبت ان کے ہوشمند دماغ سے تھی اور دوسرے کا تعلق ان کے احساس قلب اور بیدار جذبات سے یا یوں کہیے کہ ایک کا تعلق عباس علی خاں سے تھا اور دوسرے کا بیخود سے۔ مگر ان کے امتزاج میں پروفیسر سے زیادہ شاعر کو دخل تھا۔ اس لیے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ عباس علی خاں پروفیسر سے پہلے ہی بیخود ہو چکے تھے۔ بہرحال بیخود پروفیسر ہوں یا شاعر ان کی آدمیت دونوں پر حاوی تھی۔ وہ ایک آئینہ تھے جس میں محبت، خلوص و شرافت غرضیکہ بہت سے انسانی اوصاف و لوازم منعکس ہوتے تھے۔

رزم گاہ ہستی کی جراحتیں اکثر شدید اور جان لیوا ہوتی ہیں۔ آلام و مصائب کے بادل جب گھرتے ہیں تو ان کی زد میں بلند و پست سب ہی آجاتے ہیں۔ بیخود ان سانحات سے گھبراتے نہ تھے۔ وہ نہ تو دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے سراسیمہ ہوتے تھے اور نہ دوستوں کی پرفریب ظاہرداری سے دھوکا کھاتے تھے۔ غم و اندوہ کی گھٹائیں ہوں یا مسرت کی متلاطم موجیں۔ وہ سب کا تجزیہ عقل و دانش کے سنگین استدلال سے کرتے تھے۔ چنانچہ بیخود کی یہی بیخودی ان کی ہوشمندی تھی

> ممنون بے خودی ہوں میں بیخود کہ عمر بھر
> مجھ پر گراں نہ بارِ غم دو جہاں ہوا

بیخود شاہراہِ حیات پر بڑھ کر قدم رکھتے تھے۔ وہ رینگنے کے قائل نہ تھے۔ وہ دوسروں کی کرم فرمائیوں کو وجہ عافیت قرار نہیں دیتے تھے۔ وہ دشمنوں کی حرکتوں پر جھنجھلانے اور بپھرنے کے بجائے تعمیر کی دشوار گذار گھاٹیوں پر راہ اختیار کرتے تھے۔ وہ نام آوری کا بے جا ڈھونگ نہیں رچاتے تھے جس کی گونج جلد ہی فضا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ اور جن کا عمل عارضی اور رد عمل سوہان روح ہوتا ہے اس لیے وہ گرمی گفتار سے گریزاں اور عمل پر فائز رہتے تھے۔

بیخود غلط معتقدات کے بتوں کو اپنے استدلال کے گرز گراں بار سے توڑ کر رکھ دیتے تھے لیکن دوست داری کی روایت بہر حسن طریقے برقرار رکھتے تھے۔ بیخود کہتے کم تھے اور سنتے زیادہ تھے۔ ان کی گفتگو میں ایک خاص گہراؤ تھا جس میں جذبات کی گرمی محبت کی آمیزش اور خلوص کی چاشنی تھی جس کی دھیمی دھیمی آنچ دلوں کو موم کر کے اپنے نقوش مرتسم کر دیتی تھی۔ ان کی بظاہر کم سخنی میں فلسفیانہ دقیقہ رسی کی گہرائی پوشیدہ رہتی تھی۔

بیخودؔ کی اہمیت ان کے علمی کردار کی بدولت تھی ان کے علمی فروغ میں وحشت کی صحبت کو بڑا دخل تھا اور یہ مقولہ کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے ان کے ضمن میں پوری طرح صادق آتا ہے۔ بچپن میں جوانی کی سی محنت، جوانی میں بوڑھوں جیسی معاملہ فہمی نے بیخود کو اپنی دنیا آپ بنانے میں مدد دی ایک شاعر محض کے لیے یہ کام ممکن نہ تھا۔ ان کا وہ کلام پڑھیے جو ان کی جوانی کے دور سے متعلق ہے معلوم ہوتا ہے کہ سن قبل کے پروفیسر نے ان کے یہاں بھی نگہداشت کی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے نیرنگی حسن و عشق کا مشاہدہ تو کیا ہے مگر اس میں خود کو کھویا نہیں۔ اور سچ بھی یہی ہے۔ بیخود اس فرحت سے محروم تھے جو حسن و عشق کی رنگینیوں میں محو ہونے کے لیے ضروری ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ عشق کی ماہیت سے تو واقف تھے لیکن جراحت عشق سے ناآشنا تھے۔ وہ عاشق کی خستہ حالی کو خوب سمجھتے تھے لیکن عشق کے چرکوں سے ناآشنا تھے۔ وہ درد سے واقف تھے لیکن کسک اور خلش کی جانکاہی سے تڑپنا نہیں جانتے تھے۔

(کلکتہ سے نشر)

مناجات

مدحت الاختر

> رنگ کیا چیز ہے خوشبو کیا ہے
> پاس آئے تو کھلے تو کیا ہے
> جھنجھناتے ہیں یہاں سناٹے
> میرے احساس کا گھنگھرو کیا ہے
> اپنی آواز کا زندانی ہوں
> میرے معبود یہ جادو کیا ہے
> آسمانوں پہ گذر ہے میرا
> میرا ٹوٹا ہوا بازو کیا ہے
> بھول بیٹھا ہوں پرانے قصے
> شاخ کیا چیز ہے آہو کیا ہے
> جسم اور روح وہی ہیں دونوں
> کس کو بتلاؤں کہ آنسو کیا ہے
> چار سو عکس ہیں تیرے لیکن
> پاس آئے تو کھلے تو کیا ہے
> اپنے کردار پہ پاسنگ نہ رکھ
> دیکھ ایمان ترازو کیا ہے

(اردو سروس سے نشر)

یہ بھی فن ہے

شان سے جینا

پروفیسر آل احمد سرور

زندگی کی طرح فن کے بھی آداب ہوتے ہیں۔ انسان نے بہت سی چیزوں کو فن بنا دیا ہے۔ فن میں ایک کاری گری ہوتی ہے اور جب یہ کاری گری کمال کو پہنچ جاتی ہے تو فن وجود میں آتا ہے۔ جس میں ایک بانکپن، ایک حسن، ایک جمالیاتی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ ہم جب فن کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو کبھی محض کاریگری یا ہنرمندی کے معنوں میں اور کبھی آرٹ کے معنوں میں۔ جہاں کاریگری محض کاریگری نہیں رہتی، بلکہ اس میں ایک حسن پایا جاتا ہے جو بذات خود قابل قدر ہے اب یہ اپنی اپنی توفیق کی بات ہے کہ کوئی کاریگر ہی رہ جاتا ہے۔ اور اس کی کاری گری ایک ضرورت سے آگے نہیں بڑھتی اور کچھ لوگوں کی کاریگری بلند ہو کر آرٹ کا درجہ اختیار کر لیتی ہے جو باعث مسرت ہوتا ہے اور اس مسرت میں ایک معنویت بھی ہوتی ہے۔

شان سے جینا بھی ایک فن ہے، جس کے لیے بڑی کاری گری کی ضرورت ہوتی ہے۔ شان کا لفظ کچھ وضاحت چاہتا ہے۔ عام طور سے لوگ شاندار زندگی سے وہ زندگی مراد لیتے ہیں جس میں دنیوی اعزاز، مادی وسائل اور اقتدار شامل ہوں۔ لیکن دراصل بعض ذہنی یا اخلاقی خوبیوں کی بنا پر عام زندگی میں بھی ایک شان پیدا ہو سکتی ہے۔ گاندھی جی کی زندگی بڑی سادہ تھی جب یہ "ننگا فقیر" لنگوٹی باندھے ہوئے بکنگھم پیلس میں پہنچا تو اس کی شان کسی بادشاہ سے کم نہ تھی۔ رشید احمد صدیقی نے مولانا حسرت کے مرقع میں لکھا ہے کہ جب وہ کسی ایسی مجلس میں پہنچتے تھے جہاں عمائدین شہر، سیاسی رہنما، زرق و برق لباس میں خواتین اور بڑے بڑے فرعون جمع ہوتے تھے، تو سب کی توجہ ان کی طرف ہو جاتی تھی اور وہ پوری محفل کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے تھے۔ درویشی میں یہ انداز خسروانہ کردار کی استقامت اور مزاج کی صلاحیت نے پیدا کیا تھا۔ ورنہ دیکھنے میں تو وہ بہت حقیر و فقیر معلوم ہوتے تھے۔

گویا شاندار زندگی صرف مال و متاع کی مرہون منت نہیں ہے۔ بہت سے لوگ بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔ شاندار بنگلوں میں رہتے ہیں۔ مکان ہر طرح کے فرنیچر سے آراستہ ہوتا ہے۔ بہت سے چپراسی، نوکر موجود رہتے ہیں۔ سواری کے لیے موٹریں ہیں، ایک معنی میں ان کی زندگی بھی شاندار کہی جا سکتی ہے لیکن اس شاندار زندگی کے پیچھے کوئی فن نہیں ہے۔ ایک طرح کی کاری گری ہو سکتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی ہنر میں کامیابی حاصل کی ہے اور انھیں اتنے وسائل میسر ہیں کہ وہ ٹھاٹھ سے رہ سکتے ہیں۔ لیکن اس زندگی میں وہ قدریں نہ ملیں گی جو زندگی کو فن بناتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں کوئی دھن، کوئی جذبہ، کوئی انہماک کوئی لگن اگر بےپناہ ہو اور پوری زندگی بن جائے تو یہ ایک فن لطیف ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ایک بلندی، آن بان یا شان پیدا ہو جاتی ہے۔ اکبر نے کہا تھا

ہرچند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بےتاب سہی برباد سہی

میرے نزدیک اکبر نے اس شعر میں بگولے کے حوالے سے ایک شاندار زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ مسعود حسن رضوی نے ہماری شاعری میں اس شعر کی بڑی پرلطف تشریح کی ہے۔

مجنوں کی زندگی پر آتا ہے رشک ہم کو
کیا عیش کر گیا ہے ظالم دیوانہ پن میں

میرے نزدیک دیوانگی میں عیش کر جانے کی شان کو یہاں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

رشید احمد صدیقی نے مولانا محمد علی پر ایک مضمون میں لکھا تھا کہ معرکے کی فتح عظمت سے نہیں بلکہ مجاہد کے بہتے ہوئے لہو اور ٹوٹی ہوئی زرہ سے دیکھی جاتی ہے۔ اقبال نے طلوع اسلام میں اس بات کو اپنے طور پر کہا ہے:

وہ چشم پاک بیں کیوں زینت برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مرد غازی کی جگر تابی

اس جگر تابی میں جو شان ہے وہ اہل نظر ہی محسوس کر سکتے ہیں حافظ کے نزدیک محبوب صرف مو و میاں نہیں رکھتا بلکہ "آن دارد" میرے نزدیک یہاں "آن دارد" سے مراد وہ انداز، بانکپن، تیور، ادا، انوکھاپن ہے جو حسن کو طرح داری اور عشوہ طرازی بخشتا ہے۔ یہ طرحداری صرف حسن کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں پیدا ہو سکتی ہے بشرطیکہ اقبال کے الفاظ میں اس فن میں خون جگر کی کارفرمائی ہو۔ اقبال کہتے ہیں۔

قطرۂ خون جگر سل کو بناتا ہے دل
خون جگر سے صدا سوز و سرور و سرود

وہ یہاں فن کے اس معجزے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے پتھر لطیف کیفیات کا حامل ہو جاتا ہے اور آوازیں اس نغمے میں تبدیل ہو جاتی ہیں، جو دل سے نکلتا ہے اور دلوں میں اتر جاتا ہے غرض حسن ہو یا زندگی کا کوئی اور مظہر، اس میں مسئلۂ انفرادیت شخصیت کے بانکپن، اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی پانے اور اپنی ایک آزاد اور خود مختار زندگی پیدا کر لینے کا ہے۔ اس کی آن بان اور شان ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ عاشق کی زندگی اور نباہ کی زندگی اپنے اندر جو شان اور آن بان رکھتی ہے۔ اس کا تعلق ظاہری شان و شوکت یا عیش و عشرت سے نہیں ہے، بلکہ ذہنی کیفیت اور اس ذہنی کیفیت کے شخصیت میں ایک انفرادیت پیدا کرنے اور اس انفرادیت کے زندگی کے پست و بلند اور سرد و گرم میں اپنی وضع پر قائم رہنے کے ہیں۔ سرمد کی ایک رباعی ہے۔

سرما بگذشت و این دل زار ہماں
گرما بگذشت و این دل زار ہماں
القصہ تمام گرم و سرد عالم
برما بگذشت و این دل زار ہماں

عاشق کی اس زندگی میں جو شان ہے وہ اپنے اندر بڑی عظمت رکھتی ہے۔ یہاں عاشق وہ قدر اعلیٰ ہے جس کے سامنے زندگی کی ساری نعمتیں اور لذتیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔

خضر راہ میں اقبال نے زندگی کا ایک نصب العین پیش کیا ہے

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم دواں ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

عام طور پر لوگ ہر قدم پر نفع یا نقصان کا خیال رکھتے ہیں۔ ایسا راستہ اختیار کرتے ہیں جس میں ان کا مالی فائدہ ہو یا صاحب اقتدار طبقوں کی قربت حاصل ہو وہ ایسا قدم اٹھاتے ہوئے گھبراتے ہیں جس میں مالی نقصان ہو یا کسی مقبول روش سے بیگانگی ظاہر ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ زندگی کا کوئی قابل قدر تصور نہیں ہے اقبال نے تو صرف یہیں تک کہا ہے کہ زندگی نفع نقصان سے بلند ہے لیکن مولانا آزاد نے الہلال میں ایک جگہ خسران کے سودے کا ذکر کیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ زندگی میں جو انقلابی تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ انہی لوگوں کے ذریعے وجود میں آتی ہیں جو خسران کا سودا کرتے ہیں۔ غالب نے اس بات کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے۔

ہر سنگ و خشت ہے صدف گوہر شکست
نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی

اسی مضمون کا میرا ایک شعر ہے :

کون اس دور میں کرتا ہے جنون کا سودا
تیرے دیوانوں کی ٹوٹی ہوئی صف کیا کم ہے

اور شان سے جینے کی طرف اشارہ میرے ایک اور شعر میں یوں ملتا ہے :

سود و زیاں کا ذکر کیا جب ہو جنوں کا کاروبار
آج ہے سب کو الجھنیں میرا حساب صاف ہے

اقبال نے زندگی کے متعلق اپنے ایک مصرعہ میں ایک بلیغ بات یہ کہی ہے کہ زندگی کبھی جان ہے اور کبھی تسلیم جان۔ یعنی کبھی جینا ہے اور کبھی مرنا۔ دوسرے الفاظ میں شاندار موت بھی ایک شاندار زندگی ہے۔ اقبال نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ دنیا کا غلام ہونے کی بجائے اپنی دنیا آپ پیدا کرنا زیادہ شان اور آن بان رکھتا ہے۔ انسان یوں تو ایک مشت خاک سے زیادہ نہیں لیکن اس کے اندر عزم و ہمت کی جو چنگاری ہے اس کی بدولت وہ فطرت اور کائنات کو تسخیر کر سکتا ہے۔ چاند پر قدم رکھ سکتا ہے اور ستاروں سے آنکھیں ملا سکتا ہے گویا اصل معاملہ تنفس کا نہیں بلکہ سوزِ نفس کا ہے اور اسی سوزِ نفس کی بدولت فن کی بلندیاں ہموار ہوتی ہیں۔ زندگی زندگی بنتی ہے اور جینے میں طرحداری آتی ہے۔ میر کا ایک مشہور شعر ہے :

مرگِ مجنوں پہ عقل گم ہے میر
کیا دوانے نے موت پائی ہے

دیوانے کی موت میں زندگی کی ساری تابانی موجود ہے۔

اب ذرا چند ایسے واقعات پر نظر ڈالی جائے جن سے جینے کی شان ظاہر ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ جب روم پر حملہ ہوا تو سارے سینیٹر بجائے فرار ہونے کے سینیٹ میں جمع ہو گئے اور اپنی اپنی نشستوں پر جمے رہے۔ کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ حملہ آوروں نے ہر ایک کو اس کی نشست پر قتل کر دیا۔ کربلا میں امام حسینؓ کو اپنی شہادت کا یقین تھا، لیکن انھوں نے اپنے مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ یزید کی فوج کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور اپنے اصول کی خاطر جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ گاندھی جی آزادی کے بعد ہندوستان کو سیکولرزم کے اصولوں کے مطابق چلانا چاہتے تھے۔ مخالفوں کی کمی نہیں مگر وہ اپنی پرارتھنا سبھا میں برابر رواداری اور اتحاد کی تلقین کرتے رہے۔ قاتل کی گولی نے بظاہر ان کو ختم کر دیا لیکن ان کے مشن کو زندہ جاوید بنا دیا۔ ایسی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جہاں شاندار موت شاندار زندگی کے روپ میں آئی لیکن ایسی بھی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

جہاں شان سے جینا اس عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس کے پیچھے بھرپور خلوص، پوری تندہی اور جانفشانی اور اس پر اعتماد ہو۔ مجروح کا ایک بڑے مزے کا شعر ہے۔

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

یہ شان کج کلاہی، تاج و تخت کی مرہون منت نہیں، بلکہ عام زندگی میں بھی میسر آ سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کے پیچھے شخصیت کا بانکپن اور کردار کی مضبوطی ہو۔ حافظ نے ایک جگہ کہا ہے :

فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی

یہاں فراغت اس وقت شاندار بنتی ہے جب کتاب اور گوشۂ چمن سے آشنا ہو، میرے نزدیک بہت سی فضول مصروفیتوں کے مقابلے میں اس فراغت میں شان زیادہ ہے۔ حسرت نے ایک جگہ کہا ہے۔

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تری یاد سے ہم
اس میں اک شان فراغت بھی ہے راحت کے سوا

یہاں دنیا سے بے نیاز ہو کر کسی محبوب یا عارف کامل کی یاد میں سرشار رہنا زندگی کو ایک عظمت اور تابندگی بخش دیتا ہے اسی طرح آئنسٹائن کا اپنے ریاضیاتی نظریات میں منہمک رہنا شان سے جینے کا جو نقش ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس کی دل آویزی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ کسی ادیب اور شاعر کا اپنے تخلیقی یا علمی کام میں انہماک ایک شان دلربائی رکھتا ہے۔ جس پر شان و شوکت کا سارا طمطراق قربان کیا جا سکتا ہے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض بازیگر اپنی شعبدہ بازی سے تھوڑی دیر کے لیے ایک جادو سا کر دیتے ہیں۔ اور ان کا کرتب کرتب نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک طلسم ہوش ربا معلوم ہوتا ہے۔ کسی سیاسی لیڈر کا کسی بڑے مجمعے سے خطاب کبھی کبھی یہ تاثر دیتا ہے کہ دنیا اس لیڈر کی مٹھی میں ہے۔ لیکن یہ شاندار مظاہرہ دراصل فریب نظر ہے۔ اس میں آمد سے زیادہ آورد ہوتی ہے۔ ذوقِ نظارہ رکھنے والے کم اور تماش بین زیادہ ہوتے ہیں لیڈر جو کچھ کہتا ہے وہ اس لیے نہیں کہ اسے یہ کرنا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ مجمع کو اسی طرح نشے میں لا سکتا ہے۔ اسی طرح بظاہر بعض بڑے شاندار اجتماع ہوتے ہیں، جن میں بڑی بڑی شخصیتیں ڈائس کی زینت ہوتی ہیں۔ مگر یہ شاندار مظاہرے اس لیے کھوکھلے ہوتے ہیں کہ ان کے پیچھے فکر و نظر کی کوئی گہرائی یا خلوص کی کوئی کارفرمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ خانہ پری سب کچھ ہوتی ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی طوفان کے مقابلے میں کسی پہاڑ کی چڑھائی میں کسی مہم کے نشیب و فراز میں جینے کی کوئی شان اور زندگی کی کوئی آن بان نظر آ جاتی ہے۔ ٹیپو نے کہا تھا کہ شیر کی زندگی کا ایک دن گیدڑ کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ شاندار زندگی کا ایک روشن لمحہ، بے کیف، بے معنی، بے مقصد، بے رنگ زندگی کی طویل رات سے ہزار درجہ افضل ہے۔ بقول شاعر

لطف سے باغِ جہاں میں صورت شبنم رہے
ایک ہی شب گو رہے لیکن گلوں میں ہم رہے

اب ذرا اس فن پر بھی نظر ڈال لی جائے جو شان و شوکت کا ایک خاص روپ اختیار کرتا ہے اور جس پر ہنس بھی سکتے ہیں۔ جوش نے یادوں کی برات میں ٹیگور کے متعلق لکھا ہے کہ جب کوئی بیرونی سیاح ان سے ملنے آتا تھا تو وہ بن سنور کر اس طرح نکلتے تھے کہ آنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ان کی لمبی داڑھی، سفید براق فرش تک لٹکتا ہوا لباس اور دائیں بائیں کچھ حسین لڑکیاں ایک طلسمی منظر پیش کرتی تھیں۔ ٹیگور ویسے ہی نہایت وجیہ آدمی تھے اور وہ داڑھی جو ان کی شخصیت کا ایک اہم جزو تھی ایک خاص وضع سے آراستہ کی جاتی تھی۔ پروفیسر پطرس بخاری کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے سوٹ کی تراش خراش کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ کچھ لوگ شان و شوکت خاموشی سے بھی پیدا کرتے ہیں۔ امرناتھ جھا نہایت کم گو آدمی تھے لیکن انھوں نے اس خاموشی کی وجہ سے اپنا بھرم قائم رکھا تھا۔ ان کے متعلق یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ وہ کشمیر آئے۔ یہاں اس وقت گوپالا سوامی آئنگر وزیر اعظم تھے، وہ بھی کم بولتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دوسرا عرض حال کرے تو وہ کچھ گہر افشانی کریں۔ امرناتھ جھا اخلاقاً ان سے ملنے گئے۔ مصافحہ ہوا اور دونوں صوفہ پر بیٹھ گئے اب ہر ایک منتظر ہے کہ دوسرا گفتگو کا آغاز کرے۔ گوپالا سوامی آئنگر نے زور سے 'ہوں' کہا۔ گویا اب اجازت ہے۔ خلاصہ فریاد بیان کیجئے امرناتھ جھا نے بھی زور سے 'ہوں' کہا۔ گویا پہلے آپ۔ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی رہی اور ملاقات ختم ہو گئی۔

غرض کہ اپنی وضع میں انفرادیت پیدا کرنے کے لیے کوئی لکھنؤ کے بانکے کا روپ بھرتا ہے۔ کوئی آئی۔ سی۔ ایس کے افسر کی طرح آبادی سے الگ تھلگ بہت بڑے احاطے میں بنگلہ بنواتا ہے اور ایک بہت بڑے کمرے کے آخری سرے پر اپنی میز رکھتا ہے۔ تاکہ آنے والا سراپا سوال ہو کر اس کی طرف بڑھے اور وہ ایک شان بے نیازی سے پرسش احوال کرے۔ کہا جاتا ہے کہ جب نظام حیدر آباد لکھنؤ آئے تو مہاراجہ محمود آباد نے ان کی ایک شاندار دعوت کی جس میں لکھنؤ کے سارے پرتکلف کھانے موجود تھے اور مجمع بھی نہایت شاندار تھا مگر نظام نے یہ کہہ کر اس سارے اہتمام پر پانی پھیر دیا کہ دعوت تو اچھی تھی مگر کھانا نہیں تھا۔ واضح ہو کہ حیدر آباد میں کھانے سے مراد خشکہ ہے جس کو حقیر سمجھ کر نظر انداز کیا گیا تھا۔ غرض شان سے جینے کے لیے آدمی بہت کچھ پاپڑ بیلتا ہے۔ لیکن شان و شوکت کے ایسے مظاہرے دیکھتا ہوں تو مجھے فانی کا یہ شعر یاد آتا ہے

شعبدے ایسے آنکھوں کے کتنے ہم نے دیکھے ہیں
آنکھ کھلی تو دنیا تھی بند ہوئی افسانہ تھا

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

غزل

سکندر علی وجد

رکھا گلوں کی یاد کو دل نے جتن کے ساتھ
خوشبوئے گلستاں ہے ہمارے سخن کے ساتھ

بوس و کنارِ یار جواں سال دم بدم
یہ شغل جانفزا دم شرابِ کہن کے ساتھ

مدت ہوئی کہ طوق و سلاسل پگھل گئے
اب صرف چھیڑ چھاڑ ہے دار و رسن کے ساتھ

تیمار دار یہ نہ سمجھ لیں کہ ربط ہے
وہ حال پوچھتے ہیں تو بیگانہ پن کے ساتھ

صیاد کو تمیز نہیں خوب و زشت کی
شاہیں بھی زیرِ دام ہے زاغ و زغن کے ساتھ

اللہ رے، تیرے چاہنے والے کا مرتبہ
سولی پہ سربلند ہے کس بانکپن کے ساتھ

اے وجد، اب تو کوئی تعلق نہیں رہا
پھر بھی عجیب انس ہے دل کو دکن کے ساتھ

(اورنگ آباد سے نشر)

(یہ غزل ابراہیم ذوق دہلوی کی زمین میں ہے)

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری

قاسم خورشید

اس شہر کی اپنی ایک الگ روایت ہے جب ہم ماضی کی طرف دیکھتے ہیں بہت سی تصویریں ذہن کے اُفق پر نمودار ہو جاتی ہیں۔ گنگا ندی کے کنارے بسا ہوا یہ شہر پٹنہ اندر ایک کائنات سمیٹے ہوئے ادب کا مرکز رہا ہے۔ یہاں بہت سی ادبی شخصیتوں نے جنم لیا ہے آج بھی یہاں کی فضا میں ادبی رنگ غالب ہے جسے ہم اس چھوٹے سے دائرے میں محدود نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے کہ ایک طرف یہ گہوارۂ ادب رہا ہے تو دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ میں بھی اہم رول ادا کرتا رہا ہے میرا اشارہ عظیم آباد کی طرف ہے جسے آج دنیا پٹنہ کے نام سے جانتی ہے۔

آج پٹنہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ وہ جگہ جہاں صرف اشجار کے سائے تھے آج نئی عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ لیکن پرانی قدریں ان عمارتوں میں دفن نہیں ہوئی ہیں۔ آپ اس پُرشکوہ عمارت کو دیکھ رہے ہیں۔ دنیا اسے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے نام سے جانتی ہے۔ جہاں سے علم کا چشمہ جاری ہے اور تشنگان ادب اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

علم کو دیکھو کہ ایجادیں لیے آتا ہے ساتھ
ہند میں منزل بہ منزل کارواں در کارواں
اے خدا بخش اے میرے خان بہادر آفریں
تیری ہمت پر کہ ہے ممنون جس کا اک جہاں

یہی ہے وہ لائبریری جسے خدا بخش نے پوری محنت اور لگن کے ساتھ قایم کیا تھا۔ آئیے ہم اس لائبریری میں داخل ہوں۔

آئیے بتائیں یہ لائبریری کس طرح وجود میں آئی؟

عظیم آباد کے مسلم رہنماؤں میں خدا بخش خاں کے والد محمد بخش خاں کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ انھیں قلمی کتابوں کے جمع کرنے کا غیر معمولی شوق تھا۔ ان کا اپنا خاندانی کتب خانہ تھا۔ انھوں نے اپنے لائق فرزند کو یہ وصیت کی تھی کہ اس کتب خانہ کو ترقی دے کر کوشش کی جائے کہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

اُس وقت قلمی کتابوں کی تعداد پندرہ سو تھی اور جب سنہ ۱۸۹۱ء میں ان مخطوطات کی تعداد ۴۰۰۰ ہو گئی اور تو ایک ماہر مخطوطات نے اس کی قیمت تقریباً ڈھائی لاکھ روپیے لگائی۔

اس کے علاوہ مطبوعات کا ذخیرہ بھی فراہم کیا گیا۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کے اتنے مطبوعات جمع کیے گئے کہ اس وقت ان کی قیمت ایک لاکھ روپے لگائی گئی پھر ان تمام مطبوعات و مخطوطات کے لیے اسی ہزار روپے میں ایک شاندار عمارت بنائی گئی۔ یہ کام ایک وقف خانہ کی جانب سے حکومت کی سرپرستی میں ہو رہا تھا۔

یہ کتب خانہ ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء کو قوم و ملک کے حوالہ کیا گیا۔

اس لائبریری کا نام اورینٹل پبلک لائبریری ہے۔ میں نے سنا ہے کہ بانی کتب خانہ یعنی خدا بخش خاں کے نام سے یہ لائبریری قایم ہونے لگی تو انھیں اس میں اپنے نام کی آمیزش پسند نہ آئی اور انھوں نے اس کا نام صرف اورینٹل پبلک لائبریری رکھا۔

انھیں صرف اس بات کی دُھن تھی کہ کتب خانہ قایم ہو۔ انھیں کتب خانہ قائم کرنے یا کتابیں جمع کرنے کا شوق اپنے والد محترم سے بھی زیادہ تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے اس شوق نے جنون کی شکل اختیار کر لی اور یہ لائبریری وجود میں آئی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنی ساری کائنات اور زندگی بھر کی کمائی بھی اسی لائبریری کی نذر کر دی۔

خدا بخش خاں نے کتابیں کس طرح جمع کیں؟

یہ ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ غدر کے زمانے میں رام پور کے نواب نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ اسی دوران انگریزی فوج میں اعلان کر دیا کہ جو سپاہی کتابیں لا کر دے گا اسے اس کی اچھی قیمت دی جائے گی۔ حالانکہ ان دنوں خدا بخش خاں کتابیں جمع کرنے میں اس قدر دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کر رہے تھے۔ لیکن ایسا ہوا کہ نواب رام پور سے ان کی رقابت ایک عرصہ تک جاری رہی۔ ان کی رقابت سے انھیں کافی فائدہ ہوا پٹنہ میں ان کی ملاقات کچھ ایسے لوگوں سے بھی ہوئی جن سے اس سلسلے میں مدد مل سکی۔ خدا بخش خاں نے اچھی قیمت دے کر قلمی نسخے خریدنے شروع کیے۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں قلمی کتب فروش جوق در جوق ان کی طرف مائل ہونے لگے۔ اس دوران جو بھی کتب فروش پٹنہ آتا اُسے ریلوے کرایہ دیے بنا واپس نہیں بھیجتے تھے۔ یہ کتب فروش تو ملک کے گوشے گوشے سے آتے اور میرے خیال میں ایسے ہی ان کی شہرت بڑھتی گئی۔

یہ جو سامنے والی عمارت نظر آ رہی ہے۔ پہلے دو منزلہ تھی۔ زلزلے میں تباہ ہونے کی وجہ سے اب صرف ایک منزل ہی رہ گئی ہے لیکن بغل میں بھی دو عمارتیں نظر آ رہی ہیں۔ اس جگہ کرزن ریڈنگ ہال کندہ ہے۔

خدا بخش خاں کے تعلقات پٹنہ کے مسٹر کیمپ ویل سے کافی اچھے تھے۔ ایک بار انھیں کے توسط سے سر چارلس لائل نے کتب خانہ کا معائنہ فرمایا۔ سر چارلس لائل اردو فارسی کے زبردست عالم تھے۔ کتب خانہ کے بیش بہا نوادر کو دیکھنے کے بعد انھوں نے حکومت بنگال کی سرپرستی میں ۱۸۹۱ء میں ملک کے کتب خانہ کا باضابطہ افتتاح کیا۔ بعد میں دوسرے انگریز افسران بھی آتے رہے اور اس کی تعمیر و ترقی کے لیے کام کرتے رہے اور جب ہندوستان کے مشہور و معروف وائسرائے لارڈ کرزن معائنہ کے لیے یہاں آئے تو انھوں نے لائبریری میں قدم رکھتے ہی کہا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

اور اس معائنہ کی یاد میں لارڈ کرزن ریڈنگ ہال وجود میں آیا۔

دیکھیے دروازہ کھل رہا ہے۔ لوگ لائبریری میں داخل ہو رہے ہیں تو آئیے ہم بھی .....

ہاں کیوں نہیں۔

یہ لارڈ کرزن ہال کا اندرونی حصہ ہے۔

یہاں لوگ بیٹھ کر مطالعہ کرتے ہیں۔

اچھا .... بغل والے حصہ میں کوئی نہیں جاتا

ہاں جاتا کیوں نہیں۔ لیکن ہم وہاں مطالعے کی غرض سے نہیں جاتے بلکہ وہاں لائبریری کے ڈائرکٹر بیٹھتے ہیں۔

اس عمارت کو دیکھیے۔ جو لوگ ریسرچ وغیرہ کی غرض سے آتے ہیں وہ یہیں مطالعہ کرتے ہیں۔

اچھا کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ قومی نقطۂ نظر سے اس کتب خانے کی کیا اہمیت ہے۔

آپ کو یہ اچھی طرح معلوم ہوگا کہ یورپین سیاح جہاں کہیں بھی جاتے ہیں اپنے قومی میوزیم اور لائبریری کے لیے نادر مخطوطات اور دلربا تصویریں حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں بھی سیاح آتے ہیں اور اب یہ حالت ہے کہ ان کی لائبریریوں کی بہت سی چیزیں ہمارے یہاں موجود ہیں۔ اور یہاں سے بھی ان کے یہاں بہت نادر چیزیں گئی ہیں۔ اس طرح برٹش میوزیم لائبریری، برٹش لائبریری، انڈیا آفس لائبریری اور یورپ کے دوسرے قومی اداروں میں ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔ یہ کتب خانہ مغرب کی ناسمجھی سے بڑی حد تک ہماری ضرورت رفع کرتا ہے۔

یہ دیکھیے شوکیس میں رکھی کتابیں، دیواروں پر ٹنگی تصویریں اور الماریوں میں رکھی ہوئی برٹش اور مغلوں کے عہد حکومت کی چند کمیاب اور نایاب چیزیں، صرف ایک انچ کا قرآن شریف جسے قاسم حسین نے اس لائبریری کے لیے دیا تھا — یہ نسخہ اورنگ زیب کے زمانے کا معلوم ہوتا ہے — اور یہاں جو سکے ہیں جاپانی، چینی اور پاکستانی سکے .... آئیے ہم آپ کو مغلوں کے دور کا آرٹ دکھاتے ہیں۔ اس تصویر کو دیکھیے یہاں اکبر کا دربار ہے یہ راجپوت آرٹ، رام لکشمن اور ہنومان والا....

یہ رابندرناتھ ٹیگور کی تحریر ہے — اس تصویر کو دیکھیے روسی آرٹسٹوں نے مغل آرٹ بنا کر یہاں بھیجا ہے .... یہ جواہر لال نہرو کا خط سلطان احمد کے نام۔

یہاں جو قیمتی کتب آتی ہیں انھیں پہلے اس شوکیس میں ہی رکھا جاتا ہے۔

جی ہاں —! یہ جو آلہ دیکھ رہے ہیں اس سے علم نجوم کی واقفیت حاصل کی جاتی تھی۔ یہاں جو طشتری رکھی ہوئی ہے۔ اسے لوگ زہریلی طشتری کہتے ہیں۔ مغلوں کے زمانے میں اس سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ اگر کھانے میں زہر کی ملاوٹ کا پتہ لگانا ہوتا تھا تو اس طشتری میں رکھ کر بہ آسانی اس کا پتہ لگایا جاتا تھا — یہ بیرم خاں کا خنجر ہے — اور یہ اسی نذر کا بانٹ ہے — یہ نادر شاہ کی تلوار ہے — یہ تمام چیزیں اس لائبریری کو کس طرح حاصل ہوئیں؟

باہری ممالک سے جو لوگ یہاں آئے وہ تحفتاً یہ چیزیں دے جاتے تھے اور اکثر ہماری چیزیں بھی لے جاتے تھے۔

یہ دیکھیے لوگ مطالعہ میں مصروف ہیں۔ چاروں طرف الماریاں رکھی ہیں۔ ان میں کتابیں سجی ہیں۔

پاس کے دو کمرے مقفل ہیں — ان دو کمروں میں عربی و فارسی کے مخطوطات ہیں۔

کچھ غیر ملکی لوگ بھی نظر آرہے ہیں — یہ یہاں ریسرچ کی غرض سے آتے ہیں! آپ انھیں دیکھیے جو بے حد ضعیف ہیں۔ تاریخ کے بہت بڑے عالم ہیں۔ دنیا انھیں پروفیسر حسن عسکری کے نام سے جانتی ہے۔ یہ روزانہ یہاں تشریف لاتے ہیں اور مطالعہ میں مصروف رہتے ہیں۔

پتہ نہیں کون سی کشش انھیں یہاں کھینچ کرلے آتی ہے

اب ہمیں یہاں سے آگے بڑھنا چاہیے۔

ہاں۔ وقت کم ہے اور ہمیں جلد ہی اس لائبریری کے ہر گوشے میں پہنچنا ہے۔

لائبریری کے اراکین سے انٹرویو کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ عربی مخطوطات میں قرآن شریف کے نہایت ہی بیش بہا نسخے یہاں موجود ہیں۔ چوتھی صدی ہجری کا قلمی نسخہ جس میں اعراب کے لیے "سرخ" الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد یہ یاد قدامت تحریر علاؤ الدین کے ہاتھ کا دیدہ زیب مصحف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن بواب اس خط نسخ کا موجد تھا۔ اس نے خطاطی کے فن کو آگے بڑھایا۔ موجودہ مصحف سنہ ۳۹۲ء کا لکھا ہوا ہے۔ میر علی تبریزی کے ہاتھ کا ایک مصحف جو سنہ ۹۰۸ء کا لکھا ہوا ہے اچھا۔ دیکھیے پہلے لائبریری کی بات ایک چمن تھا۔ چونکہ کتابوں کی تعداد دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ اس لیے یہاں نئی عمارت تعمیر کی جارہی ہے۔ سنہ ۱۹۳۴ء کے سیلاب میں جیسا کہ میں نے بتایا بھی تھا کہ یہ لائبریری تباہ ہوگئی تھی۔ خاص طور سے مسٹر صلاح الدین کی کافی کتابیں اس سیلاب کی نذر ہوگئیں۔

بانی کتب خانہ کی وفات کے وقت عربی و فارسی کے مخطوطات کی تعداد ۵ ہزار تھی۔

عظیم آباد کے مسلم رہنماؤں میں ان دنوں خدابخش خاں کے علاوہ اور جو شخصیتیں سامنے آئیں ان کے اسمائے گرامی قاضی رضا حسین اور مولوی محمد حسین کو امتیازی حیثیت حاصل تھی جہاں تک میں جانتا ہوں۔

یہ کافی اچھا انتظام ہے۔

کون سا .....؟

یہاں جو سیکشن باکس اور کیبن بنا رکھا ہے۔

خدابخش خاں کی تحریر کردہ کوئی کتاب اس لائبریری میں ہے یا نہیں۔

ایک کتاب جو بہت مشہور ہوئی اس لیے میرے ذہن میں بھی محفوظ ہے "محبوب الالباب" یہ فارسی تصنیف ہے جس پر انھیں بے حد ناز تھا! اور انھوں نے لارڈ بیلسن کے مضامین کا انگریزی ترجمہ بھی پیش کیا تھا۔

اچھا اس لائبریری کے بارے میں خدابخش خاں نے بھی کچھ کہا ہے۔

جی ہاں! یہ لائبریری قایم ہوئی تو انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا تھا کہ یہ کتب خانہ ان قلمی کتابوں کا مجموعہ ہے جو اس ملک میں مل سکتی ہیں۔ میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ اس کتب خانہ میں بعض قلمی کتابیں علم طباعت اور ریاضی کے اگلے مصنفوں کی تصنیفیں ہیں" اور انھوں نے ایک اور قابل ذکر بات یہ کہی کہ ہندوستان میں چند کتب خانے تھے جن میں عمدہ عمدہ کتابیں تھیں مگر ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد یہ کتب خانے غائب ہوگئے۔

اس وقت مسلمانوں کی حالت میں بھی کافی تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں — ان ہی تبدیلیوں نے بھی قلمی کتابوں کو ذلت سے پہنچایا تھا۔ غربت اور اس سے بڑھ کر جہالت نے یہ دن دکھلایا کہ کتابیں کیڑوں کو کھلا دی گئیں یا غیر ملک والوں کے ہاتھ بیچ دی گئیں۔ پھر انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہندوستان میں جہاں تک میرا علم ہے کوئی کتب خانہ اس جامعیت کا نہیں ہے جو قاہرہ یا مدینہ کے کتب خانوں کے مقابلہ میں خیال کیا جاسکے۔

اچھا یہ مزاریں؟

ہاں! یہ مزار خدابخش خاں، ان کے بھتیجے اور بیٹوں کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خدابخش خاں مرحوم راسخ العقیدہ اور پابند شریعت مسلمان تھے۔ ان کی پنجگانہ نمازیں کبھی فوت نہیں ہوئیں۔ ان کے اندر اسلام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہم ان کے مزار کے پاس کھڑے ہیں اور ماضی کا دریچہ دھیرے دھیرے کھل رہا ہے۔ جب عظیم آباد کی ادبی سرگرمیاں اپنے شباب پر تھیں اور یہاں کے علم و فن پر یہ زمین ناز کرتی تھی۔ یادیں آج بھی سینے میں انگڑائیاں لے رہی ہیں اور فضا میں کسی کے کچھ گنگنانے کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے

تونے اور تیرے بزرگوں نے لگایا تھا جو باغ
ہوگیا وہ باغ اب شبیہ باغ - بے خزاں
گو کہ سرچشمہ ہے یہ لیکن توقع ہے ہمیں
ایک دن ہوگا اسی سرچشمہ سے دریا رواں

(پٹنہ سے نشر)

قاسم خورشید
درگاہ روڈ، پتھر کی مسجد پٹنہ (بہار)

غزل

عین تابش

منظروں سے بھاگنا ہے منظروں سے ہے گذرنا
دھوپ کے شانے پہ سر ہے وادیوں سے ہے گذرنا

پاگلوں کی طرح ہنستے مسکراتے شور کرتے
رہگذر ویران ہے ویرانیوں سے ہے گذرنا

میں بھی اک شانے پہ سر رکھ کر ترے غم بھول جاؤں
اپنی محرومی کی خاطر راستوں سے ہے گذرنا

پیچھے رسوائی کا ڈر ہے آگے جلنے کا خطر ہے
اب کے تن تنہا سلگتے جنگلوں سے ہے گذرنا

گمشدہ چہروں کا مدفن زندگی بھوتوں کا مسکن
سر پہ ہے آسیب اُجڑے مسکنوں سے ہے گذرنا

(پٹنہ سے نشر)

فن اور تنقید

مہر گیرا

فن اور تنقید میں ایک ایسا رشتہ ہے جس کی اہمیت سے کوئی بھی باشعور شخص انحراف نہیں کر سکتا۔ جب بھی کوئی فنکار کسی شاہکار کی تخلیق مکمل کرتا ہے اور عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اسی وقت تنقیدی عمل معرضِ وجود میں آجاتا ہے۔ ہر شخص اس تخلیق سے متعلق اظہارِ خیال کرتا ہے۔ اپنا ردِ عمل پیش کرتا ہے۔ اپنے تاثرات کی بات کرتا ہے۔ اُس تخلیق کی خوبیوں اور خامیوں کا ذکر کرتا ہے۔ نقاد ایک عام سطح سے اوپر تخلیق کی پرکھ کرتا ہے۔ اُسے ہر پہلو سے دیکھتا ہے تنقیدی نقطۂ نگہ سے اُس کی عظمت کا تعین کرتا ہے۔ عوام کو کسی تخلیق کی خوبیوں سے روشناس کرنے کے لیے تنقید ازحد ضروری ہے۔ تنقید ناگزیر ہے۔

تنقید چاہے جمالیاتی نظریے سے ہو یا نفسیاتی نظریے سے یا سماجی لحاظ سے کسی شاہکار کی وسعت اور تنوع کو ابھارتی ہے۔ بعض ملکوں میں نفسیاتی تنقید کی تحریک بھی زوروں پر رہی ہے۔ انگریزی کے مشہور نقاد آئی اے رچرڈس اس کے علمبرداروں میں رہے ہیں اس نے تنقید کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ فن کار کے کردار، اس کی شخصیت اور اس کے ذہن و دماغ کا پوری طرح تجزیہ کرے اور پھر کوئی نتیجہ نکالے۔ اس کے بغیر کسی فنی تخلیق کا صحیح جائزہ نہیں لیا جا سکتا۔ نفسیاتی تنقید پر عمل کرنے والے کبھی کبھی فرائڈ کے نظریۂ تحلیلِ نفسی کو بھی تنقید کے سلسلے میں استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک اس وقت تک کسی فنکار کی تخلیقی صلاحیتوں اور اس کے فن پاروں کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک اس کے تحت الشعور میں چھپی ہوئی خواہشات ہی فنی تخلیق کا باعث بنتی ہیں۔ اس لیے تنقید کی نفسیاتی تحریک ہر اس رجحان سے متاثر ہو رہی ہے جو علم نفسیات میں رونما ہو رہا ہے۔

زیادہ اہم تو تنقید کے اصولوں کا بنانا اور اُن کو قاعدے سے پیش کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے ادب کو پوری طرح سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ تنقید نگاری بھی ایک فن ہے اور اس کی اپنی انفرادیت ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی ــــ "آج کل تنقید کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہوئی ہے اگرچہ وہ آج بھی اس تحریر کا نام ہے جو کسی ادبی یا فنی تخلیق کے متعلق لکھی جاتی ہے۔ یا جس میں فن اور ادب کے اصولوں کے متعلق مختلف مباحث چھیڑے جاتے ہیں ـــ کوئی تاثراتی تنقید پر ایمان رکھتا ہے۔ کسی کے نزدیک تنقید جمالیات کی ایک شاخ ہے۔ کوئی کہتا ہے نفسیاتی تنقید اصل تنقید ہے۔ کسی کا خیال ہے کہ اصل چیز فن ہے اور تنقید کا مصرف فنی تنقید ہونا ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تنقید کے اس طرح ٹکڑے نہیں کیے جا سکتے۔ وہ ان سب کا مجموعہ ہے۔ تنقید کا مقصد ایک بلند مقصد ہے۔

میتھیو آرنلڈ کے مطابق ـــــ "دنیا میں جو بہترین باتیں معلوم کی گئی ہیں۔ جو کچھ دنیا میں بہتر سے بہتر سوچا گیا ہے، تنقید کا کام اس کو جاننا، معلوم کرنا اور پتہ لگانا ہے اور ان کو معلوم کرنے کے بعد دوسروں تک پہنچانا ہے تاکہ وہ نئے اور جدید نظریات و خیالات کی تخلیق میں زیادہ سے زیادہ معاون ہو سکے۔ اسی مقصد سے ہر دور میں فن کو پہچانا گیا ہے۔ اس کی عظمت کو پرکھا گیا ہے۔ اس کی بوقلمونیت کو جاننے کی کوشش کی گئی ہے ـــ"

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں

صحت مند تنقید کا مقصد یہی ہے کہ تخلیقی کاوش میں معاون ثابت ہو۔ اسے بہتر بنائے اسے خوب تر بنائے۔ فن کار انسانی سماج میں سانس لیتا ہے۔ اُس کا فن سماج کا آئینہ دار بھی ہے اور اُسے متاثر بھی کرتا ہے۔ اُس کی تخلیق انسانی زندگی کے ارتقاء کے ساتھ بدلتی ہے اور اپنے ہم عصری تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ عصری اقدار کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے وہ فن کے ارتقاء کی طرف بڑھتا ہے۔ فن کی نوک پلک سنوارتا ہے۔ اسے نکھارتا ہے اور اسے ہر لحاظ سے ایک شاہکار بنانے کی کاوش پیہم میں لگا رہتا ہے۔ ممتاز حسین نے ایک جگہ یوں کہا ہے ـــ "فنی ترقی سے فائدہ اٹھائے بغیر کسی بھی سماج کی تشکیل ناممکن ہے اور اس فنی ترقی میں ذہنی تخلیق کا فن بھی شامل ہے اور ہم ذہنی تخلیق کو ایک مخصوص تاریخی حالات میں مادی تخلیق کی روشنی میں جانچیں۔ فن کا کام سماجی حقیقت کو زبان کے ذریعہ ذہنی تصویروں میں منتقل کرنے کا ہے یہ ذہنی تصویریں اتنی ہی مؤثر ہوں گی جتنا کہ فن یا فنی کاوش اور فنی کاوش اتنی ہی کامیاب ہوگی۔ جتنا کہ فنکار کا تنقیدی ذہن بیدار ہوگا۔ اگر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ یہ کہتا ہے کہ ـــ "ایک تخلیقی ذہن دوسرے سے بہتر ہوتا ہے تو اکثر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو بہتر ہوتا ہے وہ تنقیدی صلاحیت زیادہ رکھتا ہے" ـــ اور مڈلٹن نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ـــ "سچی تنقید بھی چونکہ اپنا مواد اور جذبہ زندگی سے لیتی ہے۔ اس لیے اپنے رنگ میں وہ بھی تخلیق ہے۔ نقاد صرف عصری تقاضوں اور قدروں پر ہی نگاہ نہیں رکھتا۔ اُس کی ناقدانہ نظر ماضی پر بھی رہتی ہے۔ اُسے تاریخی شعور بھی ہوتا ہے اور احساسِ زماں بھی تب کہیں اُسے فنکار کو پرکھنے کی صلاحیت ملتی ہے اور وہ تنقیدی عمل میں تخلیقی نظریے کو بروئے کار لاتا ہے۔ بقول آل احمد سرور ـــ "تنقید بت شکنی بھی کرتی ہے اور بت گری بھی۔ اس کے بغیر ادب ایک ایسا جنگل ہے جس میں پیداوار کی کثرت ہے۔ موزونیت اور قرینے کا پتہ نہیں"۔

اردو ادب میں تنقید حالی سے شروع ہوتی ہے مگر تنقیدی نقطۂ نظر اُس سے پہلے بھی تھا۔ دورِ حاضر میں تنقید حالی کے دور سے بہت مختلف ہے۔ مغربی تنقید کا بھی ہم پر اثر ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر شکیل الرحمٰن، ممتاز حسین، ڈاکٹر عبادت بریلوی احتشام حسین، اختر حسین رائے پوری نے فن اور تنقید پر روشنی ڈالی ہے۔ فن کو پرکھنے پر بھرپور اور معنی خیز بحث کی ہے۔ اس سے ادب میں وسعت آئی ہے۔ نئی روشنی آئی ہے۔ جدید نقادوں میں شمس الرحمٰن فاروقی اور ڈاکٹر وزیر آغا کے نام پیش پیش ہیں۔ انھوں نے ادب پر بے لاگ تنقید کی ہے اور مغربی تنقیدی ادب سے استفادہ کیا ہے۔

جدید تنقید کی وسعت فن کی وسعت سے کسی طرح کم نہیں۔ آج کے دور میں فنکار نے روحِ عصر کو سمجھا ہے اسے محسوس کیا ہے۔ اور اپنے فن میں اُس کا پوری شدت سے اظہار کیا ہے۔ اُس کا اسلوبِ بیان بدلا ہے لب و لہجہ بدلا ہے۔ ہیئت میں کئی تجربے ہوئے ہیں اس لیے آج کے فن کار کے لیے لازمی ہو گیا ہے کہ وہ اپنی خواہشات ضروریاتِ جسم، نفرت، پسند، ناپسند، تعصبات ہر اس عمل کو جس کی تکمیل معاشرے کا حصہ بن کر ہو سکتی ہے۔

بنگام تخلیق اپنے سے الگ رکھے اور فن کے دائرے میں
وتیاں اُتار کر داخل ہو۔ صرف اُسی صورت میں یہ ممکن
ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو خارجی
ینیت سے دیکھ سکے اور حیات سفر میں انسان کی منزلوں
ی نگاہ داری کر سکے۔ فنکار ہجوم کا حصّہ بھی ہے اور اُس
سے الگ بھی۔ وہ ایک کارواں میں فرد کی حیثیت سے
سفر کر رہا ہے اور تخیل اور وجدان کے ٹیلے پر کھڑا اس
کارواں کو حرکت کرتے ہوئے بھی دیکھ رہا ہے۔ اس حرکت
کو وہ ماضی اور مستقبل کے پردوں پر منعکس کرتا ہے۔
بقول ٹی ایس ایلیٹ "کسی شاعر، کسی فنکار کا وجود
اپنی جگہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کی اہمیت اور اس
کا مقام اسی صورت میں متعین ہو سکتے ہیں کہ گذرے
ہوئے شاعروں اور فنکاروں کے ساتھ اُس کے ناطے کا
تعین کیا جائے۔ آپ ایک شاعر یا فنکار کو انفرادی
طور پر پرکھ ہی نہیں سکتے۔ آپ کے لیے لازم ہے کہ
تقابل اور تفاوت کے لیے اس ادیب یا فن کار کو گذرے
ہوئے ادیبوں اور فنکاروں کی صف میں کھڑا کر کے
اور پھر اس کا جائزہ لیں۔ یہی اصول جمالیاتی اور فنکارانہ
تنقید کا ہونا چاہیے۔ جس طرح فن ہر تبدیلی سے متاثر
ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ تبدیلی تنقید اور فن تنقید کو بھی
متاثر کرتی ہے۔ جدید تنقید نئے تنقیدی احساس کے ساتھ
فن کا جائزہ لیتی ہے۔ اور اُس کی خوبیوں اور خامیوں
کو نمایاں کرتے ہوئے فن کے مقام کا تعین کرتی ہے۔ آج
نقاد کو اپنے مقام کا بھی مکمل احساس ہے۔ وہ اپنی ذمہ
داریوں کو سمجھتا ہے اور انھیں سوچ سمجھ کر نبھاتا ہے۔
نئے رجحانات کو ساتھ لے کر چلتا ہے اور صحت مند تنقید
کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے۔

(جالندھر سے نشر)

مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے اللہ کے پیغمبر (وہ جو کوئی بھی اور جہاں کہیں بھی آئے ہوں خدا ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے) سبھوں کا طریقہ یہ رہا کہ جو کہتے تھے، کرتے تھے۔ اسی لیے قرآن نے فرمایا — "ایسی بات کیوں بولتے ہوں جس پر تم عمل نہیں کرتے۔"

اور بار بار یہ بھی فرمایا گیا کہ "جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے" — فرمایا گیا — "جو ذرہ برابر بھی نیک کام کرے گا، وہ اس کا اچھا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر بھی بُرا عمل کرے گا، اس کا بُرا بدلہ پائے گا —"

خلاصہ یہ ٹھہرا کہ اچھی باتوں پر ایمانداری سے عمل ہی آدمی کی زندگی کو سنوارتا ہے خالی خوبی باتوں سے زندگی نہیں سنورتی۔

(پٹنہ سے نشر)

ان کی بھی اہمیت تھی
مشاطہ

قدسیہ ہاشمی

بناؤ سنگار عورت کی فطرت میں داخل ہے آج سے نہیں ہزاروں برس سے۔
جب سے انسان میں کچھ شعور سمجھ اور احساس پیدا ہوا۔ بناؤ سنگار کے طریقے مختلف ملکوں میں چاہے مختلف رہے ہوں لیکن وہ یورپ ہو یا ایشیا، امریکہ ہو یا افریقہ مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں کی عورتیں ہوں یا پرانے اور جدید تہذیب سے ناآشنا قبیلوں کی عورتیں۔ سبھی اپنے اپنے ڈھنگ سے ہمیشہ بناؤ سنگار کرتی چلی آئی ہیں۔ اور بناؤ سنگار میں سر کے بالوں کی زینت پر خاص طور سے زیادہ دھیان دیا جاتا رہا ہے۔

ہندوستان میں بھی قدیم زمانے سے بناؤ سنگار کے مختلف طریقے رائج تھے۔ ایلورا اور اجنتا کے غاروں میں پتھروں کو کاٹ کاٹ کر عورتوں کی جو مورتیاں بنائی گئی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عام بناؤ سنگار کے علاوہ بالوں کی آرائش وزیبائش پر اس زمانے میں خاص توجہ کی جاتی تھی۔

ہندوستان میں مغلوں کی بڑی شان و شوکت کا دور گذرا ہے۔ نورجہاں نے اسی دور میں جہانگیری کی اور آرائش وزیبائش کے نت نئے ڈھنگ نکالے مغل سلطنت کے زوال کے بعد اودھ کو ہندوستان میں ادبی ثقافتی اور تہذیبی لحاظ سے ایک مرکزیت حاصل ہو گئی اور یہاں کا کلچر ہندوستان کی ملی جلی تہذیب کا بہترین نمونہ مانا جانے لگا۔ یہ دور تو ختم ہو گیا ہے لیکن اس عہد میں جہاں ایک طرف زندگی کے ہر شعبے فنون لطیفہ اور زبان وادب میں ایک جدت اور خصوصیت نظر آنے لگی تھی وہاں عورتوں کی آرائش وزیبائش بھی خاص اہتمام سے کی جاتی تھی۔

اس آرائش وزیبائش کے لیے ہر زمانے میں دوسری عورتوں کی مدد کی بھی ضرورت پڑتی تھی۔ اور اب بھی پڑتی ہے۔ ایسی عورتوں کو ایران میں، مغلوں اور نواہین اودھ کے دور حکومت میں اور اس کے بعد بھی اب تک مشاطہ کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں "کنگھی چوٹی کرنے والی"۔ آج مشاطہ کم یا بالکل نہ دکھائی پڑتی ہو مگر کچھ عرصے پہلے تک اس کی ایک اہمیت یقیناً تھی وہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ بلکہ شادی بیاہ کے موقعوں پر اس کی اس اہمیت میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔ حقیقت میں ایک خاص سوسائٹی کے اندر مشاطہ کا ایک مخصوص درجہ تھا۔ ایسا کہ اردو زبان وادب میں اس کا ذکر آنے لگا اور شعروشاعری میں مشاطہ اور اس کے فن کی خوبیاں کے کام نے باقاعدہ اب ایک اور سائنٹیفک پیشے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اب ہر بڑے شہر میں "بیوٹی پارلر" یا "حسن افزا مرکز" قایم ہونے لگے ہیں اور ان حسن خانوں میں کام کرنے والے نہ صرف آرائش وزیبائش کے سامان کا صحیح استعمال جانتے ہیں بلکہ ان کی طبی خاصیتوں سے بھی واقف ہوتے ہیں اور اس کے مفید یا مضر اثرات سے بھی۔

یہ صحیح ہے کہ مشاطہ کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس کی صورت اللہ نے اچھی بنائی ہے اسے مشاطہ کی ضرورت نہیں۔ بقول کسی کے ۔ع

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

لیکن مشاطگی بہر حال ضروری ہے۔ "سر جھاڑ منہ پہاڑ" بن کر کوئی بھی کسی کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے یہ مشاطگی بخود کر لی جاتی ہے یا آجکل کے حسن خانوں میں جا کر مدد لی جاتی ہے۔ مشاطہ کا نام اب لوگ نہ جانتے ہوں مگر "بیوٹی اسپیشلسٹ" یا "لیڈیز ہیئر ڈریسر" سے واقف تو ضرور ہوں گے۔ آج ان "حسن خانوں" کو جو اہمیت حاصل ہو گئی ہے یہی اہمیت ایک زمانے تک مشاطہ کو بھی تھی۔

مشاطہ سے ملتا جلتا ایک اور لفظ ہے مُشاطہ یا مشاطہ۔ یہ مُشاطہ اب بھی ہوتی ہیں اور ان کا کام دو گھروں میں شادی کا رشتہ طے کرانا ہوتا ہے۔ یہ عورتیں بہت سے گھروں میں کسی نہ کسی طرح رابطہ قایم کر لیتی

اور یہ دھیان رکھتی ہیں کہ کن گھروں میں شادی کے لائق لڑکے لڑکیاں ہیں۔ جو خاندان بڑے ہوتے ہیں اور جہاں خاندانوں کے اندر ہی شادیاں ہونی ہیں وہاں مشاطاؤں کا زیادہ دخل نہیں ہوتا مگر جہاں یہ صورت نہیں ہے یا جہاں رشتہ داروں کے علاوہ معقول اور اچھے گھرانوں میں شادی ہو سکتی ہے مشاطہ ایسی جگہوں پر اکثر آتی جاتی رہتی ہیں۔ لڑکی یا لڑکے کی شکل و صورت علم تعلیم حیثیت وغیرہ وغیرہ کے متعلق وہ معلومات حاصل کر لیتی ہیں اور یہ دیکھتی ہیں کہ کس گھر میں لڑکی کے لیے معقول لڑکا اور لڑکے کے لیے معقول لڑکی موجود ہے کبھی کبھی مشاطہ خود ہی ایسے گھروں میں کسی لڑکے یا لڑکی کا ذکر چھیڑ دیتی ہیں اور کبھی بعض گھر والے خود اس سے یہ فرمائش کرتے ہیں کہ میری لڑکی یا لڑکے کے لیے کوئی مناسب رشتہ تلاش کرو۔ اب اگر لڑکی کے لیے لڑکا ڈھونڈنا ہے تو وہ ایسے گھروں میں پہنچتی ہیں جہاں لڑکے شادی کے لائق ہیں اور ان کی نسبت کہیں نہیں ہوئی ہے۔ وہاں بیچ کر وہ باتوں باتوں میں لڑکی کے حسن، تعلیم، سوگھڑپن وغیرہ وغیرہ کی کچھ ایسی تعریفیں کرتی ہیں جیسے وہ کہانیوں کی کوئی پری ہو۔ اسی طرح اگر لڑکی والے گھر میں لڑکے کا تعارف کرانا ہوتا تو اُسے داستانوں کے شہزادوں کی حیثیت سے پیش کرتی ہیں۔ پرانے اردو شاعروں نے اپنے بیان کی جانے لگیں۔ ناظم رامپوری کا ایک شعر ہے ؎

ہر پیچ و خم میں الجھے ہوئے ہیں ہزار دل
مشاطہ سے کہو کہ سنبھل کر بنائے زلف

اور صبا لکھنوی کہتے ہیں ؎

پیچیدہ شاخ سوختہ سے سانپ جا کے ہوں
مشاطہ گر سلائی سے ان کی بنائے زلف

ان اشعار سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مشاطہ ایک آرٹسٹ ہوتی تھی۔ بناؤ سنگار کرنا ایک فن تھا اور وہ اس فن کے مظاہرے مختلف طریقوں سے کرتی تھی۔

اودھ میں مشاطہ بعض رئیسوں کے یہاں مستقل طور سے ملازم ہوتی تھی یا جن عورتوں کا پیشہ ہی یہ ہوتا تھا وہ صاحب استطاعت لوگوں کے یہاں برابر آتی جاتی رہتی تھیں اور بیگمات کے کنگھی چوٹی کرتی رہتی تھیں۔ شادی بیاہ کے موقعہ پر مشاطہ ہی دلہن کو سنوارتی تھیں۔ اودھ کے بعض قصبات میں ابھی کچھ عرصہ پہلے تک مشاطائیں یہ خدمت انجام دیتی تھیں اور دلہن دولہا کے گھر والوں کی طرف سے اسے انعام و اکرام اور جوڑے ملتے تھے۔ مشاطہ صرف بالوں کو ہی نہیں سنوارتی تھی جسم پر اُبٹن ملتی چہرے پر غازہ لگاتی آنکھوں میں سُرمہ کاجل لگاتی اور دنبالہ بناتی تھی، زیور پہناتی اور بیگم یا بیگمات یا دلہن کا چہرہ چاند ایسا نکھر آتا تھا۔ اگرچہ اُبٹن ملنا عام طور سے مشاطہ کا کام نہیں ہوتا تھا اور یہ خدمت نائنیں انجام دیتی تھیں لیکن مشاطائیں بھی کبھی کبھی اپنے ڈھنگ سے اُبٹن ملتی تھیں۔

بال بنانے میں تو وہ اپنے خاص جوہر دکھاتی تھیں اوپر آپ نے ایک شعر ملاحظہ کیا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر مشاطہ اس کی زلف سلائی سے بنائے تو سانپ شاخ سوختہ سے پیچیدہ ہو جائیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلفوں کا پیچ و خم بنانے یا پیچ و خم نکالنے میں سلائی وغیرہ سے بھی مشاطہ کام لیتی تھی دوسرے لفظوں میں بناؤ سنگار کرنا ایک ہنر یا فن تھا۔ اور مشاطہ ہی اس فن کو جانتی تھی ورنہ معمولی طریقے سے کنگھی چوٹی کر لینا کوئی بات نہ ہوئی ہر عورت یہ کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی وجہ سے مشاطہ کا درجہ بھی گھر کی عام خادماؤں اور نوکرانیوں سے بلند ہوتا تھا اگر مشاطہ کسی رئیس کے گھر میں مستقل ملازم ہوتی بھی تب بھی اُسے گھر کے دوسرے عملے کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی جاتی اور امتیازی درجہ حاصل ہوتا تھا اور جہاں اس کی حیثیت ملازم کی سی نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ موقعہ پر بلوائی جاتی تھی یا خود کبھی کبھی چلی جاتی تھی۔ وہاں اُس کی آؤ بھگت اور زیادہ ہوتی تھی۔

مشاطہ کا یہ چھوٹا سا طبقہ اب ختم ہو گیا ہے اور اس کی کئی وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اب وہ رئیس نہیں رہ گئے۔ دوسرے یہ کہ عورتیں خود بھی بناؤ سنگار کے نئے نئے طریقوں سے واقف ہو گئی ہیں اور آرائش و زیبائش کا سامان بازاروں میں بکنے لگا ہے اور تیسرے کہ مشاطہ اشعار میں کہیں کہیں اس مشاطہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھنؤ کے ایک بہت بڑے اُستاد ناسخ لکھنوی کہتے ہیں ؎

ہے تلاش ان روزوں کس نو مجسم کی اُسے
صورتِ مشاطہ پھرتا ہے جو گھر گھر آفتاب

مشاطہ کی وجہ سے دو گھروں میں رشتہ طے ہو جاتا ہے۔ گھر والوں کو مشاطہ کے بتائے ہوئے لڑکے یا لڑکی میں خوبی نظر آتی ہے تو وہ اور تفصیل طلب کرتے ہیں اور مشاطہ اکثر یہ تفصیل متعلقہ لڑکی یا لڑکے والوں کے بزرگوں سے لکھوا لاتی ہے۔ ابتدائی معلومات حاصل ہو جانے کے بعد دونوں گھرانوں کی عورتیں یا مرد ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں اور رشتہ پکا ہو جاتا ہے۔

کچھ عرصے کے بعد دونوں کی ایک دوسرے سے شادی ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح مشاطہ لڑکی یا لڑکے کو جیون ساتھی فراہم کرنے میں سب سے بڑی مددگار ہوتی ہے۔

آج کل مشاطاؤں کی بھی کمی ہو گئی ہے اور بدلے ہوئے زمانے میں ان کی وہ اہمیت نہیں رہ گئی ہے جو پہلے تھی مگر ان کا وجود اب بھی بہت سے گھروں کے لیے غنیمت ہے۔ البتہ گذرے ہوئے زمانے کی مشاطہ اب افسانہ بن چکی ہے۔ (لکھنؤ سے نشر)

قدسیہ ہاشمی بی، اے، گنگھی لین لال باغ۔ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

اگر آپ شکار نہ ہوئے ہوں تو آپ نے یہ کہاوت ضرور ہی سنی ہوگی "ساری خدائی ایک طرف اور جورو کا بھائی ایک طرف" بس اسی کہاوت کے متوازی میں اگر یوں کہوں تو بے جا نہیں ہوگا کہ دنیا کی ساری رشتہ داریاں ایک طرف اور دوستی ایک طرف۔ جی ہاں دوستی ایک رشتہ ہی ایسا ہے جو تمام رشتوں سے زیادہ رنگین، پرکشش اور دلچسپی کا مخزن ہے۔ لیکن آخر یہ ضرورت دوست کیوں؟ اس خصوص میں عرض ہے کہ زندگی میں آئے دن بہت ساری باتیں یا واقعات یا اونچ نیچ ایسے بھی رونما ہوتے رہتے ہیں جو ہم اپنے والدین، بہن بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کے روبرو بیان نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ اپنی محبوبہ اور شریک حیات پر بھی آشکارہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں ایسے افراد کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو غیر اور اجنبی ہوتے ہوئے بھی ہمارے اتنے قریب ہوں جیسے کہ خوشبو پھولوں کے قریب ہوتی ہے۔ ایسے افراد کو ہم دوست کے ناطے جانتے پہچانتے ہیں۔ اور جن کے روبرو ہم اپنے عجیب و غریب کرتوت اور کارنامے بڑے اشتیاق و خلوص کے ساتھ، انتہائی بے ساختگی اور والہانہ انداز سے بیان کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اس یقین کے ساتھ جیسے ان واقعات اور حادثات کا اپنے دوستوں پر اظہار کیے بنا ہمیں چین و سکون نصیب ہی نہیں ہوگا۔ چاہے آخر میں اس کے نتائج یا اثرات ہمیں ایک عرصۂ دراز تک بدحال رکھتے ہوئے توبہ کر لینے کی تلقین ہی کیوں نہ کرتے رہیں۔

خیر تو دوست ایسے ہی افراد ہوتے ہیں جیسے کہ آپ اور ہم جو محلوں میں، مدرسوں میں، تفریح گاہوں پر یا مختلف جلسے جلوسوں میں ہمیں دستیاب ہو جاتے ہیں۔ دوست کسی خاص اراضی یا خاص موسم کی پیداوار نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی کارخانے کی صنعت ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا وجود ہمارے اردگرد ہی ہوتا ہے۔ کبھی کم عمر، کبھی ہم عمر اور کبھی زیادہ عمر والے حضرات بھی ہمارے حلقۂ دوستاں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ویسے دوستی کے لیے نہ کوئی عمر کی قید ہے نہ معیار کی پابندی۔ بس ذرا سی ہم خیالی یا کسی خصوصیت کی پسندیدگی ہمیں دوست مہیا کر دیتی ہے۔ جب دوست مل جاتے ہیں تو بس باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں۔ جن میں موضوع کی ضرورت بالکل آڑے نہیں آتی۔ اور باتوں کا سلسلہ ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ پھر بھی بیزارگی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ چاہے ان باتوں میں کوئی رنگ ہو یا نہ ہو۔ لیکن گفتگو دوستوں کے چہروں کی شادابی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ہر بات قوس قزح سے زیادہ رنگین اور نسیم سحری سے زیادہ فرحت بخش ہوتی ہے۔ وہ جسے دوستی کی خو بو لگ جاتی ہے دوست سے ملاقات کیے بنا سکون کی حصولی محال ہو جاتی ہے۔

اپنے لڑکپن میں میرے خالق دوم۔ میرا مقصد میرے والد بزرگوار سے ہے گو میری تخلیق میں میری والدہ محترمہ کا بھی نہایت پُرخلوص تعاون شامل حال رہا ہوگا۔ ہاں تو والد صاحب فرمایا کرتے تھے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

بعد ازاں، اپنے تعلیمی دور میں تقریباً ایسے ہی جذبات سے آراستہ ایک انگریزی قول مطالعہ میں آیا "a friend in need is a friend indeed"

دوستوں کی مہربانی چاہیے

پروفیسر غوث ساجد

ان اقوال پر غور کرنے سے یہ احساس ایک سمجھ بن گئی ہے کہ دوستی کا رشتہ دنیا کی تمام قوموں میں عام ہے۔ تمام ممالک میں یکساں ہے جہاں انسان بستے ہیں۔ ورنہ کہاں یونان اور کہاں انگلستان لیکن اقوال کا تعلق تو ہمیشہ ماضی سے ہوتا ہے اور ماضی صرف شاہی ہوتا ہے کل نہیں ہوتا۔ بہرحال عہد حاضر میں دوستی کا یہ معیار اور ایسے نوازمات تو بیچنے میں نہیں آتے۔ شاید یا تو منسوخ ہو گئے ہوں یا پھر قدامت کے باعث وظیفہ پا کر پیوند زمین بن گئے ہوں۔ ویسے بھی حیات روزہ کا اقوال ماضی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ آپ ہم جدید وضع قطع کے لباس زیب تن کر کے قدیم طرحداری کے طور پر پگڑی شملہ وغیرہ تو اپنے سر نہیں باندھتے۔ اس لیے دوستی کی سابقہ صفات مثلاً دوست کی خاطر جانبازی، وفاداری، بے غرضی، خلوص اور تن من دھن کی پیشکش، یہ تمام سابقہ پیڑھی کے لوگوں کے ساتھ زمین اوڑھے یک بھی ختم نہ ہونے والی نیند سو گئے ہیں

یہ مسئلہ اور یہ تجسس کہ دوستی کل تک کیا تھی۔ آج کیا ہے۔ یا کل تک کے دوست کس رنگ میں رنگے ہوتے تھے اور آج کیوں بے رنگ ہیں۔ یہ موازنہ ہی بے سود ہے۔ سکندر علی وجد کی تاکید اپنے ذہن نشین فرما لیجیے۔

کل کی باتیں کریں گے کل والے
وجد تم آج ہی کی بات کرو

تو چلیے وجد صاحب پر دل و جان و جگر سے اعتبار کیجیے اپنے کچھ زندہ و سلامت دوستوں کی کرم فرمائیاں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔

میرے ایک قریبی عزیز کی شادی تھی اور متعلقہ تمام کاروبار کا بوجھ میرے ناتواں شانوں پر براجمان تھا۔ جن کی لین اور پابجائی کے لیے میں ہی ایک کرتا دھرتا تھا۔ مرتا جیتا شخص تھا۔ میری میز پر رقعہ جات کا ایک قبیلہ تھا جو باہم تبادلۂ خیال کر رہے تھے کہ "تو کہاں جائے گا اور میں کہاں؟" دعوتوں کی فہرست میں نے اپنے حافظے کو عرق عرق کر کے اتنی مکمل ترتیب دی تھی جتنے کہ مکمل خاندانی شجرے بھی نہیں ہوتے۔ بہرحال مقامی رقعے تو اڑوس پڑوس کے بچوں کے حوالے کر دیے اور جو باہر مقامات کے رقعے تھے وہ اپنے ایک معتبر دوست کو سونپ دیے۔ انھیں ڈاک خرچ کے لیے کثیر رقم بھی دی۔ اس گذارش کے ساتھ کہ وہ ڈاک گھر جائیں اور رقعہ جات پر ٹکٹ چسپاں کر کے انھیں اپنے اپنے سفر پر روانہ کر دیں۔ تیر صاحب شادی ہو گئی۔ تقریب تمام ہی مقامی حضرات شریک ہوتے۔ اخباروں میں شادی کی خبر چھپی اور بیرونی دوستوں نے مبارکبادیاں تو نہیں۔ جواب طلب شکایت نامے وصول ہونے شروع ہوئے۔ ہر ایک میں تنبیہ تھی کہ میں مغرور ہو گیا ہوں۔ غریب غربا رشتہ داروں کو بھول گیا ہوں۔ اور پھر طنزیہ کلمات۔ کڑوے کسیلے جملے، نہایت ترش تالیاں۔ انتہائی دل خراش پیشکش۔ میں پریشان ہو گیا اور جان تھیلی پہ لیے ان معتبر دوست کے گھر پہنچا۔ پہلی ہی نظر میں دیکھا کہ وہ سارے رقعہ جات ابھی تک ان کی میز پر آرام دہ حالت میں موجود ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ یار تمہاری ذرا سی تساہلی نے مجھ پر اس قدر حملے ہو رہے ہیں کہ دونوں جنگ عظیم میں بھی کسی فرد واحد پر اتنے تکلیف دہ حملے نہیں ہوئے ہوں گے۔ انھوں نے بڑی آسانی سے جواب دیا کہ وہ میرے خیرخواہ ہیں اس لیے وہ رقعے انھوں نے روانہ نہیں کیے۔ رہی بات پوسٹنگ کی رقم کی تو وہ خرچ ہو چکی ہے اور وقت ضرورت مجھے واپس مل جائے گی۔ میں اپنا فارغ البال سر بلکہ اپنا پورا منحنی بدن پیٹتا ہوا اور نوحے کے لہجے میں یہ مصرعہ بڑبڑاتا ہوا واپس آ گیا۔

"جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے"

اپنے ایک اور ایماندار دوست کی مہربانی آپ کو سناؤں میں اپنی سادہ لوحی میں ایک محترمہ کے عشق میں گرفتار ہو گیا تھا جو میرے دوست کی رشتہ دار تھیں۔ میں نے عرض حال کے طور پر مکتوب لکھنے شروع کیے جنھیں میرے قاصد دوست پابندی سے لے جاتے اور ان محترمہ کے جوابات مجھ تک پہنچاتے۔ بس پھر کیا تھا۔ دوست کا حساب تو دل میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ان صاحب کی خاطر تواضع کرنا میرا اخلاقی بلکہ جذباتی فرض ہو گیا۔ جس میں مجھ پر کافی قرض ہو گیا۔ اور حضرت اکبر الہ آبادی کے کہنے کے مطابق میں مہذب بن گیا اور ہوٹلنگ شروع کی۔ جو زیادہ تر ان محترمہ کے دیدار کی خاطر ہوتی تھی۔ مزے تو سب ہی لوٹتے تھے لیکن بار — بلکہ بار گراں صرف میری ہی خاکسار کی جیب پر پڑتا تھا۔ لیل و نہار اسی طرح سے گذرتے گئے۔ ایک دن ایک صاحب میرے گھر ایک شادی کا رقعہ پہنچا گئے۔ جس میں علاحدہ سے ایک چٹھی رکھی تھی۔ لکھا تھا۔

"ڈیر! تم نے جارج برنارڈ شا کو پڑھا ہے۔ جس کا ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ جس سے محبت کی جائے۔ اس سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ جذبۂ محبت کا نہ تقدس باقی رہتا ہے نہ احترام۔ روحی سے محبت تم نے کی۔ اب شادی میں کر لیتا ہوں۔ برنارڈ شا کے نظریہ سے انصاف ہو جائے گا۔ مصنف اور متعلم میں قربت بھی پیدا ہو جائے گی —" یہ تحریر بھی وہی تھی جس میں میری محبوبہ روحی یا میری روح قبض کرنے والے محبوب دوست کے جواب آتے تھے۔ نتیجتاً حضرت زند کے اس شعر پر پامال ہونے کے لیے طبیعت مچل اٹھی۔

دوستی سے صدمے وہ پہنچے ہیں ہماری جان کو
دل سے دشمن کی عداوت کا گلہ جاتا رہا

میرے ایک دفتری دوست کو ترقی مل گئی۔ ہمارے ہم کار انھیں جونک کی طرح چمٹ گئے کہ کبھی سی پارٹی ہو جائے میرے دوست بھی بھوبے نہیں سماتے تھے۔ مو راضی ہو گئے۔ کیونکہ انھیں علم تھا کہ شہر کی ایک بڑی ہوٹل کا منیجر میرا ایک جگری دوست ہے۔ میں نے بات چیت کی۔ منیجر راضی ہو گئے۔ پارٹی ہوئی۔ میرے غیرے نتھو خیرے سب ہی لطف اندوز ہوئے۔ دو چار دن بل ادا کرنا تھا۔ ہفتے اور مہینے گذر گئے۔ میں ترقی یافتہ دوست سے تقاضے کرتا رہا۔ لیکن وہ تھے کہ کمال بے حسی برتی۔ سنتے سنتے جب ان کا صبر نقطۂ عروج پر پہنچے تو انھوں نے ٹکا سا جواب دے کر مجھے زوال پر پہنچا دیا کہنے لگے۔ "کیا میری ترقی سے تمہیں خوشی نہیں ہوئی ہے۔ اس ضیافت کا خرچ تم اپنے نامۂ اعمال میں لکھوا لو —" نتیجہ یہ ہے کہ وہ میرا جگری دوست، ہوٹل کا منیجر آج کاؤنٹر پر نہیں بلکہ سڑکوں پر دھول کے بگولے کی طرح پھرتا ہے۔ تن تنہا، مایوس اور شاکی۔ میں جب نیت صلح اور جذبہ دوستی سے سرشار اس کی طرف بڑھتا ہوں تو زندہ حضرت تمنا اورنگ آبادی کا حوالہ اپنی مرتعش آواز میں یوں دیتا ہے۔

اب دوستی سے غرض ہے نہ دشمنی سے کام ہے
دونوں کو دونوں ہاتھوں سے اپنا سلام ہے

کتابیں، فلم اور اچھی اچھی چیزیں اچک لینے، قدیر پر ہاتھ صاف کر دینے، کپڑے جوتے اینٹھ لینے اور توشہ دان اپنی شرارت کی بغیر ہی خالی کر دینے میں تو دوست نہ صرف فن کار ہوتے ہیں بلکہ اپنے اپنے فن کے شاہکار ہوتے ہیں۔ جب دوستوں سے ایسی ہی کوئی مار پڑ جاتی ہے تو میں اپنی تنہائی میں سوچتا ہوں کہ پروردگار نے مہلک اور زہریلے خاندان بھی اس دنیا میں پیدا کر دیے تھے پھر دوستوں کی کیا ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ شاید شرارت، فتنے اور ایذا رسانی کے وسائل بے کار رہ گئے ہوں گے جو دوستوں کے تفویض کیے گئے۔ ان ہی حقیقتوں سے تنگ آ کر سوچتا ہوں کہ ان دوستوں کی صحبتوں کو چھوڑ کر ان کے شہر اور بستیاں چھوڑ کر ایک نیا کولمبس بن جاؤں اور ملک نہیں بلکہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ڈھونڈ نکالوں اور وہاں رابن سن کروسو کی طرح سکونت اختیار کیے حضرت اقبال کے اس شعر کا ورد کرتا رہوں۔

تیری بندہ پروری سے مرے دن گذر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ

پروفیسر غوث ساجد (اورنگ آباد سے نشر)
پرتشٹھان کالج۔ پیٹھن
ضلع اورنگ آباد (مہاراشٹر)

سیمنٹ کا بیس سالہ ترقیاتی منصوبہ

محمد خلیل

ملک میں آج جس قدر صنعتی ترقی ہوئی ہے اسی قدر صنعتوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ صنعتوں کے اضافے سے تعمیراتی کاموں میں بھی بڑے پیمانے پر اضافہ ہوا ہے۔ تعمیراتی اشیاء میں ہمیشہ سے سیمنٹ کو ایک اہم مقام حاصل رہا ہے۔ پہلے کے مقابلے میں سیمنٹ کی پیداوار میں بھی ایک نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن سیمنٹ کی موجودہ ضروریات کو دیکھتے ہوئے سیمنٹ کی فراہمی کو تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں ملک میں مختلف تدابیر کی جا رہی ہیں۔

حالیہ درپیش مسائل کے مدنظر ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن کا بیس سالہ وسیع منصوبہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس منصوبے کے تحت سیمنٹ کی موجودہ پیداوار جو ۲۲ء۳۴ ملین ٹن ہے، سنہ ۱۹۹۹ء تک ۸۰ ملین ٹن تک پہنچ جائے گی۔ اس کے علاوہ اس منصوبے کے تحت رنگین سیمنٹ، چونے کے پلانٹ ملے جلے کنکریٹ پلانٹ اور سیمنٹ کی تیاری کے علاوہ مختلف مشینی پلانٹس بھی نصب کیے جائیں گے۔

سیمنٹ کے بیس سالہ منصوبے کا آغاز گزشتہ دنوں ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن کے ایک کروڑ ٹن کی صلاحیت کے پلانٹ کا سنگ بنیاد رکھے جانے کی ایک تقریب سے ہوا۔ یہ غیر سرکاری سطح پر سیمنٹ کی صنعت کی حیثیت سے ایک سنگ میل ہے۔

ہندوستانی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائرکٹر نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ پلانٹ عام لوگوں کی سیمنٹ کی ضروریات پوری کرنے میں مددگار ثابت ہوگا اور اس کے ذریعہ ضروریات کے پورا ہونے کا نشانہ ۷ فی صد سے بڑھ کر تین سال میں ۱۴ فیصد ہو جائے گی اور اس طرح ۲۰ سال بعد اس کا نشانہ ۳۴ فیصد تک پہنچ جائے گا۔ یہ کارپوریشن دوسرے دو بڑے غیر سرکاری سیکٹر کی طرح سیمنٹ فراہم کر سکے گا۔

ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن کی سیمنٹ کی فراہمی ایک اندازے کے مطابق ۴ لاکھ ٹن ہے جب کہ مستقبل میں اس کی تعداد بڑھ کر ایک کروڑ ٹن ہو جانے کی امید ہے۔ موجودہ پلانٹ جاپانی ٹکنالوجی سے تشکیل کیا گیا ہے۔ ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن اس سلسلے میں ذاتی طور پر مزید تحقیق و ترقی کا ایک بڑا منصوبہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے کی ایک کڑی عادل آباد کا پلانٹ ہے جو چار ملین ٹن کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور جس نے آندھرا پردیش میں کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن مزید تحقیق و ترقی کو بڑی اہمیت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کارپوریشن نے ایک علیحدہ مرکز قائم کیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ مختلف طریقوں سے سیمنٹ کی پیداوار بڑھانے پر تحقیق کی جا سکے۔ امید ہے اس سے بہتر نتائج حاصل ہونگے۔ اور یہ عمل ملکی ترقی میں مددگار ثابت ہوگا۔

ایک جائزے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن کی کل صلاحیت ۸۲-۱۹۸۱ کے دوران تقریباً ۹۴ فیصد تھی۔ امید کی جاتی ہے کہ مستقبل میں اس میں اور بہتری پیدا ہوگی۔ اور اس کے بہتر اثرات دوسرے غیر سرکاری سیمنٹ پلانٹس پر بھی پڑیں گے۔

اس بات کے امکانات ہیں کہ ۱۹۸۵ء تک سیمنٹ کے مختلف پلانٹس پورے ہو جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن بھی ایک بڑا ادارہ بن جائے گا۔ اس کا بہتر اثر ملک کی صنعتی ترقی پر بھی پڑے گا اور سیمنٹ کی فراہمی میں مزید بہتر امکانات پیدا ہوں گے۔ ہماری موجودہ صنعتی ترقی میں سیمنٹ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اس طرح سیمنٹ کی صنعت کئی لحاظ سے ملک کی ترقی میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا اثر پسماندہ علاقوں پر بھی اچھا پڑے گا۔ مثال کے طور پر چونے کا پتھر پسماندہ علاقوں سے سیمنٹ پلانٹ کے لیے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کوئلہ قریبی علاقے سینگری سے فراہم ہو سکتا ہے اور بجلی کی فراہمی بھی یقینی طور پر صوبہ آندھرا پردیش کے گرڈ نظام سے فراہم کی جا سکے گی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیمنٹ کی صنعت دیہی اور پس ماندہ علاقوں میں نہایت مفید ثابت ہوگی اس کا انحصار اس بات پر بھی ہے کہ دوسری چھوٹی صنعتیں اس سے کس طرح تال میل رکھتی ہیں اور آسانیاں بہم پہنچاتی ہیں۔ اس طرح اس کی صنعت سے ہر فرد کو فائدہ ہی نہیں پہنچے گا بلکہ اس سے ملکی ترقی میں بھی مزید روشن امکانات پیدا ہوں گے۔

یہ بات بھی نہایت امید افزا ہے کہ ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن خرید و فروخت میں اتار چڑھاؤ کے مسائل کو بھی حل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پلانٹ میں کام کرنے والے عملہ کا بھی ایک مسئلہ ہے کیونکہ سیمنٹ پلانٹ سے ان کا ایک گہرا رشتہ ہے۔ انھیں مسائل کے پیش نظر سیمنٹ کارپوریشن آئندہ برسوں میں عملے کی تربیت کا بہتر انتظام کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لیے کارپوریشن نے ایک تربیتی مرکز صوبہ مدھیہ پردیش میں نیا گاؤں میں قایم کیا ہے۔ جہاں ۴ ملین ٹن کی صلاحیت کا ایک پلانٹ بھی لگایا ہے۔

لیکن ہندوستانی سیمنٹ کارپوریشن صرف تربیتی مرکز ہی قایم نہیں کرنا چاہتی بلکہ اسی طرح کے دوسرے درپیش مسائل کو پورے طور پر حل کرنے کے لیے کوشاں ہے تاکہ سیمنٹ کی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جا سکے تاکہ ملک کی بڑھتی ہوئی سیمنٹ کی ضروریات پوری کی جا سکیں۔

(نیوز سروسز ڈویژن سے نشر)

محمد خلیل
'سائنس کی دنیا'
سی ایس آئی آر رفیع مارگ نئی دہلی

فیشن کی نفسیات

نسرین کاظمی

آج کا زمانہ فیشن کا زمانہ کہا گیا ہے۔ غلط اپنی تمام ترعنا ئیوں کے ساتھ آج ہمارے سماج میں جلوہ گر ہے۔ اس میں بڑی تیزی اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی چمک ہے۔ فیشن کی دنیا نئی داستان ہے۔

فیشن مغرب کی ایجاد ہے اور ہم مشرق والے دھڑا دھڑ اس کی تقلید کر رہے ہیں۔ فیشن بغیر کسی تفریق کے ہر مذہب اور ہر فرقے ہر ملک اور قوم میں پھیل چکا ہے۔ آج کا مہذب انسان اپنے آپ کو فیشن کے بغیر نامکمل سمجھتا ہے۔ فیشن بہت تیزی سے سماج میں ہیضہ یا پلیگ کی طرح پھیلتا ہے۔

اس کی مثال کے لیے ایک واقعہ سناتی ہوں ایک صاحبہ نے درزی سے نئے فیشن کے کپڑے سلوائے اور لے کر کافی تیزی سے دوڑتی ہوئی گھر کی طرف چلی۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ "مجھے ڈر ہے کہ گھر پہنچتے پہنچتے یہ فیشن اولڈ نہ ہو جائے۔" اتنی تیزی اکثر حادثات کا سبب بن سکتی ہے۔

ہماری فلم انڈسٹری فیشن کی بہترین نمائندہ ہے اور فلمی پری پیرس سے فیشن اپناتی ہیں کیونکہ پیرس فیشن کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اور ہمارے یہاں کی خواتین فلمی اداکارہ کی نقل کرتی ہیں۔ بقول علامہ جمیل مظہری

غرور بہانہ تخیل سرور ہر دل میں ہے خودی کا
اگر نہ ہو یہ فریب پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

گوکہ فیشن انسان کی ظاہری شخصیت کو پرکشش بنانے کا ذریعہ ہے لیکن حد سے زیادہ فیشن شخصیت کو پرکشش بنانے کے بجائے مسخ کر دیتا ہے۔ گوکہ ہلکا پھلکا فیشن کرنے میں کوئی برائی بھی نہیں کیونکہ اس سے انسان فرحت محسوس کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر لوگ فیشن کے پیچھے کیوں بھاگ رہے ہیں؟ کیوں اپنی محنت اور مشقت کی کمائی کو مصنوعی حسن پر صرف کر رہے ہیں؟ کیا آج کا انسان اپنے چہرے اپنی شخصیت سے مطمئن نہیں ہے؟

فیشن کی ترقی تہذیب وتمدن کی کمزوری کی علامت ہوتی ہے آج ہماری تہذیب بڑی تیزی سے بدل رہی ہے اور ہماری تہذیب وتمدن پر جس انداز سے ہو وہ دن بہ دن تنزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔

دولت کی فراوانی نے بھی فیشن کو فروغ دیا۔ امیروں کو اپنی دولت خرچ کرنے کے لیے کوئی راستہ نکالنا تھا اور اسی وجہ سے نئے نئے فیشن کا جنم ہوتا رہا۔ متوسط طبقے کے لوگ اس کی نقالی کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے پریشان بھی رہتے ہیں کیونکہ فیشن ہمیشہ بدلتا رہتا ہے جیسے بالوں اور لباس وغیرہ کا اسٹائل

لڑکوں میں ہپی کٹ بال ہمارے معاشرے میں کافی مقبول ہوا۔ لڑکیوں کی طرح لمبی لمبی زلفوں والے مرد بڑے ہی عجیب لگنے۔ لمبے لمبے بال اور بالوں کے خط کانوں کے پاس آکر بالکل مونچھوں میں مل جاتے گویا جیومیٹری کا ڈائیگرام ہو۔ مونچھوں کا اسٹائل بھی بدلتا رہتا ہے کبھی تو بارہ بجے آٹھ بج رہے ہیں تو کبھی سوا نو غرضیکہ لڑکوں پر تو کبھی لڑکی ہونے کا دھوکہ ہو جاتا ہے تو کبھی لڑکا لڑکی کا سنگم معلوم پڑتے ہیں۔ تو جناب یہ ہپی کٹ والے مرد اپنے چہرے کو مضحکہ خیز بنا کر گلے میں ایک لاکٹ اور چوڑی موری کی پتلون پہنے کمر لچکاتے سیٹی بجاتے جب سڑکوں پر نکلتے تو یقین کیجئے اصل کی نقل معلوم پڑتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر ہم سب اپنی ہنسی روک نہیں پاتے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مردوں کو عقل آئی اور خیر سے سر پر بالوں کا وزن بھی کم ہو گیا اور پتلون غرارہ سے بدل کر رفتہ رفتہ اپنی اصلیت پر آتی جا رہی ہے۔

عورتیں تو خیر فیشن کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں — بالوں کو نئے نئے ڈھنگ سے سنوارنا وغیرہ — لباس کے ڈیزائن تو خیر پوچھنا ہی کیا؟ کبھی تو بے حد کسا ہوا جیسے کپڑے کا قحط پڑ گیا ہو اور کبھی اتنا ڈھیلا کہ تھان کے تھان لگ جائیں۔ رنگ برنگے فاؤنڈیشن چہروں پر لگا کر پلکوں پر پالش اور رخساروں پر غازہ لگا کر لبوں پر لپ اسٹک تھوپ کر سراپا قیامت بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ پھر بھی قدرتی حسن کی بات ہی کچھ اور ہے۔

فیشن کی وجہ کیا ہے؟ یہ سوال اہمیت کا حامل ہے اس کی نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص فیشن کرتے وقت یہ سوچتا ہے کہ وہ سماج میں اوروں سے خوبصورت اور اعلیٰ شخصیت کا مالک نظر آئے۔ فیشن کرنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنی کمتری کو چھپانے کے لیے یا دوسروں پر رعب جمانے کے لیے فیشن کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان یکسانیت پسند نہیں کرتا اس لیے وہ نت نئے فیشن کو جنم دیتا ہے۔ یہ نیا پن بس اور سنگھ رنگی میں ہوتا ہے۔ فیشن کی ایک اہم وجہ میری نظر میں یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو زیادہ خوبصورت دیکھنا چاہتا ہے۔ جس کے لیے وہ بے حد محنت اور کاوش کرتا ہے اور اپنے آپ کو زیادہ اسمارٹ بنانے کے لیے فیشن کرتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہر انسان میں Narcissism کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ خوب سج دھج کر ہر شخص اپنے آپ کو بار بار دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے کہ اسکی شخصیت میں نکھار آگیا ہے۔ فیشن کو اپنانے کی ایک اہم اور نفسیاتی وجہ یہ بھی ہے کہ فیشن انسان اپنی ظاہری خامی کو چھپانے کے لیے بھی کرتا ہے معمولی نقش ونگار والوں کو بھی خوبصورت نظر آنے کی تمنا فیشن ہی کے ذریعہ پوری ہوتی ہے نت نئے فیشن کر کے لوگ اپنی کمی کو چھپاتے ہیں۔ دوسرے لوگ اس کے فیشن کو دیکھ کر سارے [illegible] کو نظرانداز کر دیتے ہیں ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ فیشن کو فروغ دینے میں انسان کے نقل کرنے کی عادت شامل ہے۔ انسان فطرتاً دوسروں کی نقل کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنا قیمتی وقت بیکار کی نقلوں میں برباد کرتا ہے اور اپنی آئندہ زندگی کو تباہ کرتا ہے۔

اچھی بھلی خوبصورت عورتیں احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہیں کہ ان میں کچھ خامی ہے --- جیسے آنکھیں خوبصورت نہیں ہیں بھنویں کمان کی طرح نہیں ہیں اور اس کے لیے فیشن ایبل عورتیں اپنی پسند سے بھنویں بناتی ہیں آنکھوں کو پرکشش بنانے کے لیے مختلف قسم کے طریقے اپناتی ہیں اور اپنا بیش قیمت وقت وہ ان سب باتوں میں ضائع کر دیتی ہیں اگرچہ وہ یہ سب فیشن نہ بھی کریں تب بھی خوبصورت ہی کہلائیں گی کیونکہ فیشن میں ہمیشہ یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں خراب نہ ہو جائے۔ اس کے برخلاف قدرتی حسن کی بات ہی اور ہے۔

نفسیاتی نقطۂ نظر سے اگر کوئی شخص ذرا بھی Normality سے ہٹ کر کام کرتا ہے تو اسے Abnormal کہا جاتا ہے تو میرے خیال میں حد سے زیادہ فیشن کرنے والوں کو Abnormal ہی کہنا چاہیے کیونکہ ؎

حد کے اندر جو نزاکت ہو ادا رکھتی ہے
حد سے بڑھ جائے تو آپ اپنی سزا ہوتی ہے

(پٹنہ سے نشر)

نسرین کاظمی ایم اے پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ (بہار)

خالی ڈبہ

اوپندر ناتھ اشک

یاد ہے ... [illegible] نہیں تھی کہ سبھاش گاڑی میرا ہاتھ چھوڑ کر بھاگا۔ اس نے فرسٹ کلاس کے ڈبوں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ... [illegible] ایک بھی سیٹ خالی نہ تھی۔ وہ بھاگا بھاگا انکوائری کلرک کھنہ کے پاس گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک مسافر کو آنا تھا اوپر کی ایک سیٹ خالی ہوگی۔ لیکن گھبراہٹ کے عالم میں دوبارہ دیکھنے پر بھی سبھاش کو کوئی سیٹ خالی نہ نظر آئی۔ اب بابو نے خود ڈبے دیکھے۔ ایک افسر آئینے کے سامنے بال سنوار رہا تھا اور ان کا بیرا بستر باندھ رہا تھا۔ کھنہ نے سبھاش کو بلا کر اوپر کی سیٹ دکھائی اور کہا اس پر آپ لالہ جی کا بستر لگا دیجیے۔

"چاچا بہت گھبرا رہے تھے۔" سبھاش نے سامان ڈبے میں رکھواتے ہوئے کہا "لیکن بابو اپنے دوست ہیں اور وہ ... سیٹ یہاں مل جاتی ہے۔"

اسی وقت سبھاش کے چچا لالہ بھگوان داس ... ہوئے ٹرین سے اترتے نظر آئے۔ میں نے آگے بڑھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔ اور حال چال پوچھا۔ لیکن لالہ جی کو کسی کے حال چال پوچھنے یا بتانے کا ہوش نہ تھا۔ ان کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے جھلک آئے تھے۔ ان کا گورا چہرہ ہلکی سی فکر سے دھندلایا ہوا تھا۔ لمحہ بھر رُکے بغیر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسلسل چلتے ہوئے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑائے کہ ان کا تین دن کا پروگرام تھا مگر دہلی سے ٹرنک کال آگیا۔ سیٹ بک نہیں کرائی سبھاش کو بھیجا تھا پتہ نہیں سیٹ ملی یا نہیں ملی ----؟

میں نے انھیں اطمینان دلایا کہ سیٹ مل گئی ہے سبھاش نے سامان رکھ دیا آپ فکر نہ کریں۔

اتنے میں قلی کو پیسے دے کر سبھاش آگیا "سیٹ تو چاچا جی اوپر کی ملی ہے" اس نے قدرے مایوسی سے کہا

"نیچے کی نہیں ملی؟"

"جی ... نہیں"

"... بھی کچھ سیٹیں ہوتی ہیں۔ بابو کو کچھ دے دلا دیتے۔" لالہ جی نے فرمایا اور سبھاش کو ساتھ لے کر وہ کھنہ کے سر پر جا سوار ہوئے۔

کھنہ کئی ... میں گھرا ہوا تھا۔ ان میں سے راستہ بنا کر وہ اس تک پہنچے۔

"آپ کو تو سیٹ دلوا دی"

"کوئی نیچے کی سیٹ مل جاتی ..." لالہ جی نے تقریباً فریاد کے انداز میں کہا۔

"آپ کو شاید اپنے آپ نیچے والی سیٹ مل جائے" کھنہ بولا "میں نے کنڈکٹر سے پوچھا ہے ایک ڈبہ پیچھے سے خالی آیا تھا لیکن شاید ... پیچھے ہی سے بند رہا ہے یہاں شاید اسے کھلوا جائے۔ آپ کے نیچے والی سیٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر ورما کی ہے

ڈبہ کھل جائے تو وہ اس میں چلے جائیں گے۔ آپ نیچے آجائیے گا۔"

لالہ جی کو کچھ اطمینان ہوا اور وہ اپنے ڈبے میں واپس آئے مسٹر ورما آگئے تھے اُن کے ساتھی بستر کھلوا رہے تھے لالہ جی نے انھیں سنا کر کہا کہ ایک ڈبہ پیچھے سے بند آ رہا ہے شاید یہاں کھولا جائے۔ انکوائری کلرک کہہ رہے تھے کہ آپ کو وہاں شفٹ کر دیں گے۔

"کیا یہ سیٹ آپ کی ہے؟" یکایک ایڈووکیٹ جنرل نے لالہ جی سے پوچھا۔

"نہیں! مگر شاید آپ کو وہاں زیادہ آرام ملے۔ اور تو کوئی بکنگ ہے نہیں یہاں سے۔ آپ اُدھر چلے جائیں گے تو میں نیچے آجاؤں گا۔"

"آپ کھلوائیے بستر" ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے ساتھیوں سے جو ذرا رک گئے تھے۔ قدرے تحکمانہ لہجہ میں کہا "جو ڈبہ پیچھے سے آ رہا ہے وہ کھل ہی جائے گا اس کا کیا بھروسہ"

میں ڈبہ میں چلا آیا تھا کہ لالہ جی سے کچھ کاروبار کا حال پوچھوں۔

لیکن ایڈووکیٹ جنرل کی بات سنتے ہی لالہ جی اپنے ... مجھے ایک طرف ڈھکیلتے ہوئے جھپٹ کر باہر نکلے انھوں نے خود گاڑی کا معائنہ کیا ساتھ والی بوگی میں ہی ایک ڈبہ بند تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے چڑھے تھے۔ لالہ جی نے دروازے کا ہینڈل گھمایا دروازہ اندر سے بند تھا ایک دو دھکے دیے مگر وہ پھر بھی نہ ہلا۔ پھر وہ بھاگے بھاگے کھنہ کے پاس گئے۔

"میرے پیٹ میں درد ہے مجھے رات میں دو چار بار اٹھنا پڑے گا" انھوں نے کہا "وہ ڈبہ کھلوائیے۔ ورنہ تو آرام سے بستر بچھوا رہے ہیں"

"میں نے تو اسٹیشن ماسٹر کو اطلاع دے دی تھی" کھنہ بولا "یہاں سے جن لوگوں کی سیٹیں بک تھیں انھیں پیچھے سے آنے والی خالی سیٹوں پر جگہ مل گئی اور کوئی بستر تھا نہیں۔ اس لیے شاید کسی نے توجہ نہیں کی۔"

اور وہ لالہ جی کے ساتھ آیا۔ بند ڈبے کی کھڑکیوں کو اس نے کھٹکھٹایا۔ دروازہ ہینڈل گھمایا۔ لالہ جی نے خود بڑھ کر زور سے ایک لات کواڑ پر جمائی۔ لیکن پھر بھی دروازہ نہ کھلا "اس کا شاید تالا بند ہے" کھنہ بولا "آپ کو تو سیٹ مل گئی ہے۔ آپ جا کر آرام سے لیٹیے کیوں پریشان ہوں"

"میرے پیٹ میں درد ہے" لالہ جی بولے "میں بار بار اتر چڑھ نہیں سکتا۔ یہ ڈبہ یہاں کھلنا چاہیے" اور وہ سبھاش کی طرف پلٹے اور اسے حکم دیا۔

"سبھاش بھاگ کر گارڈ کو بلا لاؤ اور ڈبہ کھلواؤ۔"

سبھاش بھاگا۔ لالہ جی نے قلی بلایا اور مجھ سے کہا کہ ذرا سامان اتروائیے اور خود ڈبے میں جا کر صراحی اتار لائے۔

گارڈ نے آ کر دروازے میں چابی گھمائی۔ "تالا تو کھلا ہے" اس نے کہا

اب لالہ جی نے بڑھ کر پھر ہینڈل گھمایا اور پھر زور کی ایک لات دروازے پر جمائی مگر دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"یہ اندر سے بند ہے" کھنہ نے کہا

لالہ جی کھڑکی کی طرف آئے سبھاش سے کہا کہ پچھلی طرف سے جا کر دروازہ کھولے ڈبے میں تاریکی تھی۔ کچھ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ انھوں نے کھڑکی کے شیشے سے منہ لگایا تو اُس اسٹیشن کا عکس نظر آیا۔ ذرا سا پیچھے ہٹ کر انھوں نے پھر دیکھنے کی کوشش کی تو اپنا ہی دھندلا سا عکس انھیں شیشے میں دکھائی دیا۔

لیکن لالہ جی [illegible] دانا [illegible] کھنے
والے جیب سے [illegible] اور
لے کر ذرا سوٹ کیس سے [illegible] کرسیوں پر
دونوں ہاتھ [illegible]
[illegible] کی [illegible]
سبھاش نے آگر بتایا کہ ادھر [illegible] دروازہ [illegible]
کھڑا ہوں [illegible] شیشے چڑھے [illegible]
[illegible] سوٹ کیس باہر رکھ [illegible] ٹکیس
کھول کر ٹارچ نکالی اور [illegible]
ٹارچ کی روشنی [illegible] معلوم ہوا [illegible] سب سیٹیں
خالی ہیں۔ درمیانی [illegible] سامنے اوپر کی
سیٹ پر ایک شخص [illegible] سو رہا ہے۔
اور پھر [illegible] اور [illegible]
گئیں۔ آگ کی طرح [illegible] طرف پھیل گئی کہ فرسٹ
کلاس میں کوئی شخص [illegible] ڈبے کے
آگے خاصی بھیڑ جمع ہو گئی۔ ایڈوکیٹ جنرل بھی اپنے ڈبے
سے اُتر آئے اور [illegible] زرا ہٹ کر [illegible]
باتیں کرنے لگے۔ ایک [illegible]
کوئی اور تدبیر کارگر نہ ہوتی دیکھ کر لالہ جی نے ٹارچ کی
روشنی اس شخص کے چہرے پر [illegible]
ہی گیا تو وہ شخص نہایت اطمینان سے اُٹھا اور اس
نے ایک کھڑکی کا شیشہ نیچے گرا دیا۔ بڑھی ہوئی [illegible]
الجھے ہوئے بال اور جسم پر [illegible] میلی۔
"کیوں پاگلوں کی طرح شور مچا رہے ہو؟" اس نے
پُر رعب لہجے میں کہا
"ڈبہ ریزرو ہے۔"
"دروازہ کھولو ——"
"دروازہ کھولو —— !"
"دروازہ کھولو۔"
ایک ساتھ لالہ جی، گارڈ اور [illegible] چلائے۔
پاگل نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اطمینان سے
نچلی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے ایک زور کی جمائی لی۔ پھر
ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹ گیا اسی وقت بھیڑ سے کسی نے
چائے کا خالی کلہڑ کہیں سے اٹھا کر کھینچ کر پاگل پر دے
مارا اور پھر نہ جانے لوگ کہاں کہاں سے چائے کے خالی
آب خورے لا لا کر مارنے لگے۔ پاگل کو تو ایک آدھ ہی لگا
جس کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ لیکن زور سے کھینچ
کر مارے جانے والے ایک آبخورے کا ٹکڑا کھڑکی کی سلاخ
سے ٹوٹ کر ایڈوکیٹ جنرل صاحب کے منہ پر جا لگا۔ چنانچہ
انھوں نے بھیڑ کی طرف خاص توجہ دی اور لوگوں کو سمجھایا
کہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیجئے پولیس کو بلوائیے ورنہ
کسی آفت میں پڑ جائیں گے۔ آپ کو کیا معلوم کہ یہ شخص
پاگل ہے اگر محض کوئی شرابی ہوا تو ؟ ... اور انھوں
نے قانون کی کئی دفعات کا حوالہ دیا اور سمجھایا کہ یوں
اینٹ پتھر مارنا جرم ہے۔

مجمع کا جوش [illegible] ہوا تو گارڈ [illegible]
[illegible] اس نے لالہ جی سے کہا کہ آپ [illegible]
[illegible] سامان رکھیے گاڑی [illegible]
[illegible] لالہ جی نے خالص انگریزی میں [illegible]
سمجھا دیا کہ وہ فرسٹ کلاس [illegible] دو
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کا فرسٹ [illegible]
[illegible] لاتی [illegible]
[illegible] سبھاش کو [illegible]
[illegible]
کی سیٹ [illegible]
اور [illegible]
[illegible] نہیں [illegible] سبھاش بولا [illegible]
وہ کوئی [illegible] پھر تو [illegible] دروازہ نہیں
سکتا۔"
اور پاگل نے [illegible]
[illegible] لوگوں کا جوش [illegible]
[illegible] پاگل کسی [illegible] دروازہ
کھول دے۔ اس طرح گھما پھرا [illegible]
اور [illegible] باتوں [illegible]
[illegible] بتیاں روشن کر دیں [illegible]
سیٹیں اٹھا دیں [illegible] کھول [illegible]
کی خوشامد کی۔ اس [illegible] میں [illegible]
درد ہے اس کی بہت عنایت ہوگی اگر وہ دروازہ
کھول دے۔
پاگل نے ان کی اس خوشامد پر بھی کان نہ دیا
تو انھوں نے یکایک جیب سے ایک روپے کا نوٹ
نکال کر اس کی طرف بڑھایا اور بولے دروازہ کھول دو
روپیہ ملے گا۔
مجمع نے ایک زوردار قہقہہ لگایا لالہ جی کھسیانے ہو کر
اسے گالیاں دینے لگے۔ گاڑی لیٹ ہو رہی تھی گارڈ نے
سیٹی دی اور لالہ جی سے کہا وہ اپنا سامان رکھیں وہ اور
نہیں رک سکتا اور وہ اپنے ڈبے کی طرف بڑھا
کہتے جھکتے لالہ جی نے قلی کو سامان پہلے والے ڈبے
میں رکھنے کی ہدایت کی ابھی سامان پوری طرح رکھا بھی نہ
گیا تھا کہ گارڈ نے دوسری سیٹی دی لالہ جی اُچک کر ڈبے
میں چڑھے سبھاش نے صراحی دی ہی تھی کہ گاڑی چل دی۔
لالہ جی بہت کھسیانے ہوئے تھے۔ وہ کوئی بات
چاہیں اور وہ نہ ہو یہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔
یکایک رینگتی ہوئی گاڑی میں سے انھوں نے سبھاش کو
بلا کر اس کے کان میں آہستہ سے کہا "جس طرح ڈبے کی
بتیاں جلوائی ہیں اسی طرح زنجیر کھنچوا دو۔"
سبھاش بھاگ کر پاگل والے ڈبے کے پاس گیا

اور گاڑی ابھی پلیٹ فارم کے باہر بھی نہ ہوئی تھی کہ کھڑی
[illegible] گاڑی رکتے ہی اس ڈبے کے سامنے پھر بھیڑ لگ
[illegible] سب سے پہلے لالہ جی وہاں پہنچے پھر بھیڑ لگ گئی
[illegible] سب سے پہلے لالہ جی وہاں پہنچے ان کے چہرے سے خوشی
[illegible] پڑتی تھی اتنے میں ہانپتے ہوئے گارڈ اسٹیشن کے
[illegible] بابو بھی وہاں پہنچ گئے۔ لالہ جی نے گارڈ کو سنا کر
[illegible] تو اچھا ہوا کہ اس نے اسٹیشن پر ہی زنجیر کھینچ دی
[illegible] جنگل میں گاڑی روک دیتا تو ؟
[illegible] کے لالہ جی کی بات نشانہ پر بیٹھ گئی۔ گارڈ
[illegible] جانے سے انکار کر دیا پولیس بلوائی
[illegible] کی سلاخیں توڑ دی گئیں اور پاگل کو باہر نکالا
[illegible] پولیس پاگل کو [illegible] اور لوگ ترس کھا کر
[illegible] کو چھڑوانے [illegible] گارڈ نیز اسٹیشن ماسٹر گاڑی
[illegible] کا سبب لکھنے لکھانے میں لگے تھے لالہ جی بھی
[illegible] ایک قلی پکڑ کر اپنا سامان اُتروا لائے۔ سبھاش
[illegible] ڈبے میں قلی کی مدد سے سامان رکھوا رہا تھا کہ پاگل نے
[illegible] نے کوئی جرم نہیں کیا فرسٹ کلاس
[illegible] خالی ڈبے میں اکیلا [illegible] رہا تھا اندر سے دروازہ
[illegible] تو کوئی ڈاکو نہیں آتا۔"
بھیڑ نے زور سے قہقہہ لگایا۔ لیکن لالہ جی کا رنگ
[illegible] فق ہو گیا —— ڈاکو .... خالی ڈبہ .... اکیلا
[illegible] ...
[illegible] سبھاش اس ڈبے میں سفر نہیں کریں گے ——"
[illegible] دیا گیا
"سامان اسی ڈبے میں لے چلو۔"
اور وہ خود ڈبے میں داخل ہو کر سامان نکالنے
لگے۔ ابھی سامان پوری طرح ڈبے میں واپس نہ رکھا گیا
تھا کہ گاڑی چل دی۔ لالہ جی سامان رکھواتے ہوئے
گاڑی کے ساتھ چلتے جا رہے تھے۔
پولیس والے پاگل کو گھسیٹتے ہوئے اسٹیشن ماسٹر
کے کمرے کی طرف لے جا رہے تھے۔ لالہ جی کو گاڑی کے
ساتھ گھسٹتے دیکھ کر پاگل نے کہا "کیسا پاگل ہے اس کو
اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں
تنہا سفر کرنا چاہیے۔ میں نہ بتاتا تو یہ میری طرح لٹ
جاتا ..."
ادھر گاڑی نے اسپیڈ پکڑی، خالی ڈبے کا دروازہ
کھٹ سے بند ہو گیا۔ لالہ جی بڑے مضحکہ خیز انداز سے
اُچک کر اپنے ڈبے میں سوار ہو گئے۔ اور پاگل نے پھر
زور کا قہقہہ لگایا۔
(ملکت وسے [illegible])

افسانہ

اپنے آپ کا قیدی

نرشاہ

اور پھر یوں ہوا کہ [illegible] ایک بہتر [illegible] دل کی خوابیدہ گوشوں کو چھو گئی، ایسے لگا جیسے میں ابھی ابھی ریت کے صحرا [illegible] کسی [illegible] سے [illegible] بازار ہو لے اُبھر [illegible] ہوں۔ میں نے دیکھا [illegible] بہت پھیلا ہوا [illegible] ہوں، جا بجا بکھرا ہوا ہوں۔ آج سے پہلے جب بھی شتیل کو دیکھا تھا تو من میں ایک ہی خیال گہرے ساگر کی ابھرتی [illegible] کی مانند [illegible] شتیل کو غذائیت کے لیے بکری کے دودھ پر رکھا جانا چاہیے [illegible] معقول اور متوازن غذا کی اشد ضرورت ہے جب ہی اس کے بدن کے ویران طاقچوں میں ایک طاقت، ایک لذت کا مسحور کن جادو جاگے گا۔

اور پھر یوں ہوا کہ میں زندگی کے ٹیڑھے میڑھے راستوں پر بہت دور جا نکلا۔ غم دوراں نے پیچھے مڑنے کی مہلت نہ دی اور جب زندگی کے ایک الوکھے [illegible] دیکھ [illegible] لمحہ میں ماضی کی کتاب کے اوراق پھڑپھڑائے تو آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔

درختوں پر کونپلیں پھوٹ آئیں تھیں، ہر سو ہر سمت شگوفوں کی بہار تھی۔ وہ اپنے سڈول اور سجیلے ہاتھوں سے شاخ تراشی کر رہی تھی۔ اپنے وجود سے ناآشنا، ہر شے سے بےخبر، [illegible] قوس و قزح کے [illegible] بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی پُرخمار پلکیں، داستان نیم شب کو دہرا رہی تھیں۔ ہونٹوں پر مسکان تھی۔ کچھ سوئی ہوئی، کچھ جاگی ہوئی، عالم شباب میں رنگین سپنے کون نہیں دیکھتا؟ وہ بھی شاید انگنت رنگوں سے بھرے سپنوں کی وادی میں گم تھی، کھوئی تھی۔ اور مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ شگوفے شاخوں پر نہیں بلکہ اس کے پورے جسم پر کھل اٹھے ہوں اور ان کی شگفتگی اور سندرتا میرے اندر ایک عجیب لمحاتی لذت کے احساس کو جگا رہے تھے۔

کہاوت ہے کہ کنواری کے ہاتھوں میں برکت ہوتی [illegible] ہے۔ وہ ہاتھ شاید مجھے چھونے کے لیے [illegible] لیکن یہ کیسا ڈر [illegible]

"آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟"

پھر ایک دن قریب آکر وہ پوچھتی ہے اور میں اس جملے کی باریکیوں [illegible] سمجھتا ہوں۔ اپنے طور سے معنی کا لباس پہناتا ہوں۔

"میں آپ سے کہہ رہی ہوں" وہ پھر بولتی ہے۔

"فرصت نہیں ملتی" میں اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہوں۔

وہ بےساختہ ہنستی ہے۔ اس ہنسی میں بھی حسن کاریاں ہیں برسات کے دیوانہ [illegible] سورج کی لال گیند کی حرارت ہے!

"وقت گزرتا ہے اور ہم سب دیکھتے رہ جاتے ہیں"

وہ کہتی ہے اور کہہ کر تیز تیز قدموں سے چلی جاتی ہے اور میں اپنی سوچوں کی ندی میں غرق ہو جاتا ہوں۔ ایک جانب صبح کے پہلے پہر کا طلوع ہوتا ہوا سورج۔ اور دوسری جانب رات کا ڈوبتا ہوا آخری تارہ۔ ندی کے دو کنارے جو شاید کبھی ایک دوسرے سے نہیں مل پاتے تھیں وہ سیلاب کبھی نہیں ملا پاتا جو کبھی ندی کے سینے سے ابھر کر اپنے آس پاس اتھل پتھل مچا دیتا ہے۔

لمحے تیزی سے بھاگ رہے ہیں اور ان پر میری کوئی گرفت نہیں —!

میں اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا [illegible] برف پوش پہاڑوں کی جانب مسلسل، تکے جا رہا ہوں۔ برف پگھلتی ہے اور شہر جلتے ہیں لیکن میرے [illegible] کا چور کہتا ہے کہ میں سچ نہیں بول رہا ہوں۔ شہر بھی [illegible] جلتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا ہوں... مجھے تو کسی کے قدموں کی آہٹ کا انتظار ہے لیکن اگر اس انتظار میں برف پگھلنے سے پہلے ہی شہر جل گئے تو —؟!

[illegible] کی آگ کبھی نہیں بجھتی؟!

شتیل اپنے مکان کے برآمدے میں کھڑی ہے، میری طرف دیکھتی ہے۔ اور ایک ان دیکھی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی خوابگاہ میں چلی جاتی ہے۔ مکان کے آس پاس خاموشی ہے لیکن اس خاموشی میں بھی ایک شور ہے۔ میں [illegible] اپنے کمرے کی اور پھر اپنے ذہن کی کھڑکی بند کر لیتا ہوں اور بےآواز قدموں سے شتیل کے مکان کے برآمدے کو پار کرتے ہوئے اس کی خوابگاہ تک آتا ہوں۔ کمرہ خالی ہے لیکن کمرے کے اندر بکھری بکھری سی خوشبو ہے کوئی صدا، کوئی آواز نہیں، [illegible] خوابگاہ کے ساتھ والے غسلخانے کے شیشوں سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی ہے۔ دفعتاً گزرتے ہوئے وقت کا ایک چور لمحہ میرے وجود کی اندھیر نگری میں ایک [illegible] بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور میں اپنی آنکھیں بند کرنے لگتا ہوں۔ ایک سراپا ہے، ایک روپ ہے۔ ایک جسم ہے۔ لیکن اپنی آنکھیں کھولنے سے پہلے [illegible] میں ٹھٹھک کر رہ جاتا ہوں۔

شتیل نہانے سے فارغ ہو چکی ہے۔ اور قدآدم آئینے کے سامنے کھڑی ہے۔ اپنا سارا بدن ایک تولیہ میں چھپا رکھا ہے۔ میرے ذہن کے ساگر میں سوئی ہوئی کچھ لہریں ہیں۔!

شتیل قریب ہے۔

اور میں اس کے سامنے کھڑا ہوں۔ میں بہت دیر تک اس کے سامنے ویسے ہی کھڑا رہتا ہوں جیسے دوسری کا طالب علم اپنے استاد کے سامنے۔ دفعتاً وہ خوابگاہ سے باہر جاتی ہے۔ اپنے چھوٹے چھوٹے تیز تیز قدموں کے ساتھ۔ اور مجھے احساس ہونے لگتا ہے جیسے میرا وجود ایک کنواں ہے جس کی تہہ میں میری اپنی ہی ذات سوئی ہوئی ہے۔ کیا میں اپنے آپ کا قیدی ہوں۔ ([illegible] سے نشر)

ڈاکٹر طیب ابدالی

حضرت معروف کرخیؒ سلسلہ قادریہ و فردوسیہ کے مشہور بزرگ ہیں ان کا قول ہے کہ جوانمرد کے لیے تین علامتیں ہیں — پہلا وفاداری میں پورا اترنا کہ کبھی بےوفائی نہ کرے — دوسرا مدح بلا امید جود و بخشش — تیسرا عطا بلا سوال —" وفا بلا بےوفائی یہ ہے کہ بندہ اپنے عہد عبودیت میں بیوفائی اور معصیت کو اپنے اوپر حرام جانے — مدح بلا جود و بخشش یہ ہے کہ تعریف اس کی کرے جس سے اپنے اوپر کوئی احسان کا بار نہ لیا ہو — اور عطا بے سوال یہ ہے کہ جب استطاعت ہو تو دینے میں کسی دین و مذہب کی تمیز نہ کرے اور جب کسی کا حال معلوم ہو تو سوال کرنے سے پہلے اسے بخش دے۔

(پٹنہ سے نشر)

اداس نسلیں

سید احمد قادری

وہ اکثر اس راستے سے گذرتا۔ دبلے پتلے جسم پر پرانی وضع کا سوٹ، گلے میں پرانی اور بوسیدہ سی ٹائی اور سر پر بیٹ، ہوتی نہرہ داڑھی اور مونچھوں سے بے نیاز لیکن جھریوں کے باوجود بارعب تھا۔ قد لمبا تھا، لیکن ضعیفی نے کمر میں تھوڑا خم پیدا کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ چلتے وقت ذرا سا آگے جھک جاتا۔

صبح سویرے وہ آزاد روڈ سے ہوتا ہوا بازار کی جانب جاتا ضرور دکھتا اُس وقت اُس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا جھولا ہوتا۔ جو اکثر واپسی میں بھرا ہوا نظر آتا۔

آزاد روڈ پر واقع کئی مکانوں کے مکین اُس بوڑھے شخص کے معمول سے واقف تھے۔ ایسے ہی ایک مکان کے برآمدے میں اکثر صبح سویرے کھڑے تین بچے پنکو، رنکو اور شنکو جو عمر میں دس، آٹھ اور چھ سال کے ہیں بوڑھے شخص کو آتا دیکھ کر با آواز بلند کہتے ـــــ "بوڑھا انکل آگیا .... بوڑھا انکل آگیا ..." اور جب بوڑھا اُن کے مکان کے قریب سے گذرنے لگتا تو تینوں ایک ساتھ "گڈ مارننگ بوڑھا انکل .... گڈ مارننگ بوڑھا انکل .... چلانا شروع کردیتے۔ جواب میں بوڑھا ـــــ "گڈ مارننگ ڈیر چائلڈ .... گڈ مارننگ مائی ڈیر چائلڈ ...." دھیمی دھیمی آواز میں کہتا ہوا اور مسکراتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔ کبھی کبھی اس کے ہاتھ میں کئی عدد ٹافیاں بھی ہوتیں، جو پنکو، رنکو اور شنکو کو وہ بڑے پیار سے دیتا اور سر اور گال پر دست شفقت پھیرتا ہوا گذر جاتا۔ بچے اور اس بوڑھے انکل کی دوستی کی وجہ بھی غالباً یہی تھی۔ ٹافیوں نے اجنبیت کے احساس کو ختم کردیا تھا۔ اس لیے کبھی کبھی وہ تینوں بچے بوڑھے انکل کے مطالبے پر پپی بھی دے دیتے۔

ایک دن ان بچوں نے پروگرام بنایا کہ آج جب بوڑھا انکل بازار سے لوٹنے لگے تو اُس کے ساتھ اُس کے گھر چلا جائے اور اُس کے بچوں سے دوستی کی جائے۔

کچھ ہی دیر بعد جب بوڑھا گذرنے لگا تو تینوں نے ایک ساتھ معمول کے مطابق گڈ مارننگ کہنے کے بعد اُس کے ساتھ اُس کے گھر چلنے کی بات کہی۔ بوڑھا مسکرایا اور کہنے لگا ـــــ "ہاں ہاں بیٹے ضرور، ضرور چلو۔ ذرا بازار سے ہو آؤں ـــــ"

یہ سنتے ہی تینوں بچے گھر میں داخل ہوئے اور اپنی ممی سے اجازت لے کر برآمدے میں آئے اور پھر لوٹتے ہوئے بوڑھے انکل کے ساتھ ہو لیے۔

کچھ دیر بعد تینوں بچے بوڑھے انکل کے ساتھ اس کے پرانے مکان میں داخل ہوئے۔

لیکن یہ کیا ... یہ مکان تو سناٹے کا مسکن ہے دور دور تک کسی کا وجود نہیں، کسی کی آواز نہیں۔ ہر طرف مکمل خاموشی ہے۔ بچوں نے گھبرا کر بوڑھے انکل سے سوال کیا ـــــ "یہاں تو کوئی نہیں ہے، ہم لوگ بیکار ہی آئے" اور یہ کہتے ہوئے تینوں واپسی کے لیے مڑے۔ لیکن انکے باہر نکلنے سے قبل ہی بوڑھے انکل نے انھیں اپنے قریب بلا لیا ـــــ "کیوں بیٹے، اتنی جلد تم لوگ گھبرا گئے۔ مجھے دیکھو میں دس سال سے اس ویران اور خاموش مکان کو آباد کیے ہوا ہوں۔ شاید اسے میں بھی چھوڑ دیتا، لیکن چھوڑ کر جاؤں گا کہاں؟" اتنا کہتے ہوئے اُس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ بچوں کو بوڑھے انکل کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی ـــــ "انکل تم کیوں رو رہے ہو؟"

"تم ان آنسوؤں کو نہیں سمجھوگے میرے بچو، اُس وقت تک جب تک کہ یہ آنسو تمہاری آنکھوں سے نہ گرینگے۔"

تینوں بچے بوڑھے انکل کے اس جملے کو سمجھنے سے قاصر تھے۔ اس لیے پنکو نے فوراً ہی دوسرا سوال کیا۔

"انکل تمہارے بچے نہیں ہیں؟"

"ہاں، ہاں ہیں بالکل ہیں۔"

"پھر اُن سے ملاؤ نا ہم لوگوں کو، ہم لوگ اُن سے دوستی کرنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں بیٹے، تم لوگ اُن لوگوں سے دوستی نہیں کرسکوگے۔"

"کیوں انکل؟"

"اس لیے کہ وہ لوگ تم سے کافی بڑے ہیں بالکل تمہارے پاپا کی عمر کے۔"

"لیکن وہ ہیں کہاں؟"

"بہت دور ہیں بیٹے۔ میرا بڑا لڑکا جوزف ہے جو انگلینڈ میں ایک بڑا ڈاکٹر ہے۔ اور دوسرا ولیم ہے جو امریکہ میں ہے۔ وہ وہاں کا بڑا بزنس مین ہے۔"

"تمہارے اتنے بڑے بڑے بیٹے۔ انکل، پھر تم اتنی خراب حالت میں اور اداس اور بجھے بجھے سے کیوں رہتے ہو ـــــ؟"

بوڑھا کچھ دیر خلا میں اپنی ویران آنکھوں سے گھورتا رہا۔ پھر کہنے لگا

"بیٹے میں تمہیں کیسے یہ سب باتیں سمجھاؤں ابھی تم لوگ بہت چھوٹے ہو، ان باتوں کو نہیں سمجھو گے تو سمجھ سکتے ہیں۔ وہ سمجھنا نہیں چاہتے۔"

"اچھا انکل یہ بتاؤ۔ تمہارے لڑکوں کی ممی کہاں ہیں ـــــ"

"بیٹے وہ بھی چند سال قبل مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئی دور بہت دور، کبھی واپس نہیں آنے کے لیے۔ شاید وہ بھی تنہائیوں اور خاموشیوں سے گھبرا گئی تھی۔"

"تو پھر کیا تم اس گھر میں بالکل اکیلے رہتے ہو۔ تمہیں ڈر نہیں لگتا ـــــ؟"

"نہیں میرے بچے، میں اس گھر میں تنہا کہاں رہتا ہوں، میرے ساتھ دو دوست رہتے ہیں۔ ایک جو میرے دکھ سکھ کا ساتھی ہے اور جو میری خدمت بھی کرتا ہے، اور دوسرا وہ ہے، جس سے جب بہت گھبرا جاتا ہوں اور تنہائی مجھے کاٹنے دوڑتی ہے، باتیں کرتا ہوں۔ کیوں، تم لوگ ملوگے اُن سے؟"

"ہاں ہاں انکل، بالکل"

جواب میں بوڑھے نے پکارا ـــــ "ٹامی" اور یہ سنتے ہی کہیں قریب سے نکل کر ایک سیاہ اور چمکیلا کتا سامنے آگیا اور انکل کے پیروں کے قریب بیٹھ گیا۔ اُس کے بیٹھتے ہی انکل کا ہاتھ بے اختیار کتے کے سر کو تھپتھپانے اور پیار کرنے لگا۔

"میرے دوسرے ساتھی سے بھی ملوگے، بچو، آؤ میرے ساتھ۔" یہ کہتے ہوئے بوڑھا کرسی چھوڑ کر کھڑا ہوا اور اور بہت ہی خستہ حال پردہ کو اٹھاتے ہوئے آنگن میں آگیا۔ بچے بھی اُس کے پیچھے پیچھے پہنچ گئے۔ اور آنگن میں پہنچ کر دیکھا، ایک کنارے ایک موٹے سے تار کے سہارے ایک آہنی پنجرہ لٹک رہا ہے۔ جس میں ایک ننھا سا پہاڑی طوطا اُچھل کود رہا تھا۔ بوڑھے کو دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں چمک نظر آنے لگی اور وہ بالکل انسان کی طرح کہنے لگا ـــــ

بہ بلانا [illegible]

"تم [illegible] [illegible] بولیں [illegible]

ماں نکالتے ہوئے [illegible]

[illegible] آ گیا [illegible]

"تو امی جی ... دو حلوے [illegible] عرشی بولا

[illegible] بھیا، سنئے [illegible] کی ماں ہی [illegible]

"اور [illegible] راشی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں [illegible] وقتوں [illegible] جواب دیا۔

تب ہی [illegible] پوچھا [illegible] بیٹے کے

[illegible]

[illegible] آپ نے قہقہہ لگایا "یہ بھی [illegible] ..

اور [illegible] کر وہ سب ہنسنے لگے۔

"نہیں [illegible] ہیں [illegible]

بھی کتنا تھا کر [illegible] ورنہ کیا [illegible] آپی"

راشی نے پھر پوچھا۔ آپ نے راشی [illegible] کہا

"اب آپ جلدی سے ناشتہ کیجئے اور عرشی بھیا کے ساتھ اسکول

جائیے مجھے بھی اسکول جانا ہے۔"

"خوب یاد آیا آپی۔" عرشی بولا۔ "آج ہمارے اسکول

میں فنکشن ہے کیا وہاں نہیں چلیں گی؟"

"جی نہیں، میں وہاں نہیں جا سکتی۔ آپا جیسی میں

فضول بھی نہیں کرتی اپنے اسکول کی۔"

"ارے بھئی! تم لوگ ابھی تیار نہیں ہوئے؟" امی نے

پوچھا۔ "ناشتہ تیار ہے چلو جلدی کرو۔ ناشتہ کر لو، تمہارے پاپا

بھی انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہم تیار ہیں۔" عرشی بولا۔ ناشتہ کی میز کے سامنے بیٹھتے

ہی راشی بولا۔ "پاپا! آج ہمارے اسکول میں فنکشن ہے آپی

تو اپنے اسکول جا رہی ہیں اور امی گھر سے باہر ہی نہیں نکلتیں ہیں،

آپ ہی چلئے نا وہاں، ہمارے اسکول میں ——"

"جی بیٹے! لیکن کس سلسلے میں فنکشن ہے وہاں....؟"

پاپا نے پوچھا۔ عرشی بولا۔ "ہمارے نئے ہیڈ ماسٹر صاحب آئے

ہیں نا۔ اور پرانے جا رہے ہیں۔"

"اچھا! تب تو میں آؤں گا، ضرور آؤں گا۔" پاپا بولے۔

"ہاں یہ تو بتاؤ، پڑھائی کیسی ہو رہی ہے تمہاری....؟"

"ایک دم فرسٹ کلاس۔" عرشی بولا۔

"تو امتحان میں بھی فرسٹ کلاس آنا چاہئے آپ دونوں کو۔"

امی نے کہا۔ پاپا دور آپ مسکرا دیئے۔ وہ سب ناشتہ ختم کر کے

[illegible] گئے تھے ——!

[illegible] تھا عرشی اور راشی گہری نیند سو رہے تھے تبھی

[illegible] پاپا [illegible] آ کر [illegible] کہا "جلدی اٹھو عرشی میاں، راشی

[illegible]"

"[illegible] کا دن ہے آپی۔" عرشی نے جواب دیا۔

"ہوں۔ یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔" آپا بولیں "بھئی وہ آپ کے

جمیل صاحب جو ہیں ان کے پاپا کو تو دیکھو نا ——"

"[illegible]" عرشی نے جلدی سے اٹھتے ہوئے پوچھا

"کہاں ہیں وہ....؟"

"[illegible] تو دیکھو لو —— " آپا بولیں "جمیل صاحب

لائے ہیں، انھیں ڈھونڈ کر ——"

"کہاں سے؟" راشی نے پوچھا۔ آپا الجھ کر بولیں "بس

یہی تو بری عادت ہے آپ کی راشی بھیا، ہر بات میں بیچ میں ٹوکتے

ہو۔ ارے بھئی جمیل صاحب لائے ہیں چلو، چل کر دیکھتے ہیں، بہت

سارے بچے جمع ہیں ان کے گھر میں ——!"

واقعی جمیل صاحب کے یہاں محلے کے بہت سارے

بچے جمع تھے اور اس بلے کے پاپا کو دیکھ رہے تھے، لیکن وہ اس

کا پاپا نہیں تھا بلکہ شکل و صورت میں اس سنہری بالوں والے بلے

سے ملتا جلتا ضرور تھا اور اس سے ذرا دوگنا بھی تھا اور بالوں پر

بھرا بھرا سا نظر آ رہا تھا لگتا تھا بکری کا بچہ ہو۔ واقعی وہ عجب شکل و

صورت اور ڈھنگ تھا جمیل صاحب بچوں کو بتا رہے تھے۔

"تحصیل دار صاحب تو دھوکہ کھا گئے اسے دیکھ کر کہتے تھے

یہ تو بھیڑیے کا بچہ ہے، پھر میں نے انھیں بتایا جناب یہ نہ بلا ہے اور

نہ بھیڑیے کا بچہ ہے یہ تو کتا ہے بھورے بالوں والا، سنہری بالوں اور

اس کے عجیب و غریب چھوٹے سے قد کی وجہ سے لگتا ہے کہ کتا

نہیں ہے......"

عرشی، راشی اور آپا بھی اس کو غور سے دیکھ رہے تھے انھیں

یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ جھبرے اور سنہری بالوں والا کتا ہے،

ان کا خیال تھا یہ اسی سنہری بالوں والے بلے ہی کی طرح کا ہی کوئی بلا

ہے لیکن جمیل صاحب بہ ضد تھے کہ یہ کتا ہے اس کو انھوں نے کلکتہ

سے منگوایا تھا۔ جمیل صاحب کی بیگم نے بھی یہ تسلیم نہیں کیا تھا کہ یہ کوئی

کتا ہے ان کا بھی یہ خیال تھا کہ یہ سنہری بالوں والے بلے کی طرح کا

ہی کوئی بلا ہے۔"

ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ یہ جھبرے بالوں والا کتا۔

سنہری بالوں والے بلے سے الجھ پڑا تھا دونوں میں خوب جم کر لڑائی

ہو گئی تھی اور یہ لڑائی جمیل صاحب کے مکان کے کشادہ آنگن میں

ہو رہی تھی اسی لیے سارے بچے وہاں جمع تھے عرشی، راشی، امی

اور آپا بھی اس دلچسپ لڑائی کو دیکھ رہی تھیں، جمیل صاحب گھر پر

نہیں تھے اور ان کی بیگم ان دونوں کا بیچ بچاؤ کرانے میں ناکام ہو کر

تھک ہار کر بیٹھ گئی تھیں، بھورے بالوں والا بلا اور جھبرے بالوں

والا کتا ایک دوسرے پر اچھل اچھل کر اور غرا غرا کر وار کر رہے

تھے عجیب عجیب آوازیں نکال رہے تھے۔ اچانک عرشی نے

ہمت کرتے ہوئے جھبرے بالوں والے کتے کو دبوچ لیا سب

بچے تالیاں بجانے لگے۔ سنہری بالوں والا بلا بھاگ گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد سے وہ جھبرے بالوں والا کتا عرشی

سے خوب ہل مل گیا تھا۔ جب عرشی اپنے کمرہ میں ہوتا تو وہ چلا آتا ہے

اور بڑی خاموشی کے ساتھ اس کے سامنے بیٹھا رہتا، راشی کو بھی وہ

کچھ نہیں کہتا تھا کیونکہ وہ اسے کچھ نہ کچھ کھانے کو دیتا رہتا تھا۔

لیکن ایک دن —— اچانک ہی وہ جھبرے بالوں والا

کتا کہیں غائب ہو گیا تھا تو وہ دونوں بھائی رنجیدہ اور اداس

ہو گئے تھے۔ جمیل صاحب نے تو اسے جگہ جگہ تلاش کیا تھا

لیکن وہ نہ مل سکا تھا محلے کے بچے بھی اس کو ڈھونڈتے اور یاد

کرتے کرتے تھک گئے تھے۔

سنہری بالوں والا بلا ہی اب سب کی توجہ اور دلچسپی

کا باعث بنا ہوا تھا اور اس کی وہی حرکتیں ابھی تک بدستور جاری

تھیں، وہی ہر ایک کے گھر میں گھس کر ہڑبونگ مچانے کی اس کی

عادت تھی اور سب لوگ اس کی حرکتوں سے تنگ آ گئے تھے یا پھر اس

کی ان عادتوں کے عادی ہو چکے تھے۔

اور پھر ایک دن اچانک جمیل صاحب ہی اس جھبرے بالوں

والے کتے کو تلاش کر کے لے آئے تھے گلی کے ایک ایک بچے

کو یہ جان کر خوشی ہوئی تھی لیکن جب انھوں نے اسے مردہ

حالت میں دیکھا تو سب سوں سے کے تو آنسو نکل پڑے تھے، جمیل صاحب

کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ اور وہ بتا رہے تھے "کسی

ظالم نے اسے بھیڑیے کے بچے کے دھوکے میں مار ڈالا۔ ہائے۔"

عرشی اور راشی نے بڑی معصومیت اور بھولے پن سے

اپنی امی سے پوچھا "کیوں امی جی! لوگ جانوروں پر ظلم کیوں کرتے

ہیں، کیوں مارتے پیٹتے ہیں....؟"

"ظالم آدمی نہ انسان کو دیکھتا ہے نہ جانوروں کو، وہ تو ظلم

کرنے سے نہیں چوکتا۔" امی بولیں۔ "دیکھو بیٹے تم لوگ کبھی کسی پر ظلم

اور زیادتی نہ کرنا۔" عرشی، راشی اور آپا نے اسی دن سے سنہری

بالوں والے بلے کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیا تھا اور جیسے وہ تینوں ہی اس

کے دوست بن گئے تھے۔ وہ سب ہی ایک دوسرے کے ساتھی

ہو گئے تھے ——!!

(آکاشوانی دلی سے براڈکاسٹ)

غزل

مسلم انصاری

جب لب پہ دعا ان کے یادوں کی تھکن ابھری — اس شوخ کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری

پھر چھیڑ دیا کس نے افسانہ محبت کا — پھر چوٹ لگی دل پر پھر یاد کہن ابھری

لی ہنس کے جب انگڑائی اس پیکر رنگیں نے — ظلمت کدۂ دل میں اک تازہ کرن ابھری

کچھ ٹھوکریں ایسی بھی کھائیں رہِ غربت میں — ہر گام پہ رہ رہ کے تصویرِ وطن ابھری

اس آس پہ بیٹھے ہیں ہم صبح کے شیدائی — اب تازہ کرن ابھری اب تازہ کرن ابھری

مسلم سرِ گلشن وہ طوفانِ بہار آیا

ہر چادرِ موجِ گل ہم رنگِ کفن ابھری

(گورکھپور سے نشر)

پھول کی چیخ

سیدہ علی

اس کی شاخِ حیات میں ایک تازہ شگوفہ پھوٹا۔ اس کے وجود کا رنگ نکھر گیا۔ لیکن اسے وحدت میں کثرت راس نہیں آتی۔ اس وقت وہ زرد آندھیوں کی زد میں تھی۔ یہ سوچ کر وہ سہم گئی۔ کیا اس شگوفہ کے عکس میں اس کا رنگ مدھم پڑ جائے گا اور شگفتگی کھو جائے گی؟ اس شگوفہ کا نامطلوب وجود اسے دن بہ دن ناقابلِ برداشت ہونے لگا۔ لیکن وہ اپنے وجود ہی کی معصوم پنکھڑیوں کو کس طرح خزاں زدہ فضا میں تحلیل کر سکتی ہے؟ وہ کشمکش کے مہیب بھنور میں ناچتی رہی۔ گیلی لکڑیوں کی آگ میں سلگتی رہی!

کشمکش کی آنچ تیز ہوتی چلی گئی۔ فکر کی گہری اور لمبی پرچھائیوں میں وہ جدید سماج کے خدوخال تلاش کرنے لگی——

یہ سماج ہمارا محسن سماج ہے۔ اس سماج نے صدیوں کی ٹھکرائی ہوئی صنفِ نازک کو تمدنی مساوات دلایا تھا۔ اس نے طویل لڑائی کے بعد معاشی استقلال کا موقع فراہم کیا تھا۔ یہ وہی سماج ہے جس نے مزدوروں کے درمیان امتیازی لکیروں کو مٹا کر آزادانہ اختلاط کی بہار آفریں فضا ہموار کی تھی۔ وہ اس سماج کے احسان کو کیسے بھول سکتی تھی جس نے ہر موڑ پر سہارا دے کر اسے مردوں کے شانہ بہ شانہ لا کھڑا کیا تھا۔ اور زندگی کے ہر محاذ پر اس کی حوصلہ افزائی کی تھی —— لیکن —— اس کی فکر کا ننھی نار پھر حرکت میں آگیا اور اس کے خیالات کا بہاؤ دوسری سمت مڑ گیا اس کے سامنے کئی سوالیہ نشان ابھر آئے —— آخر یہ سماج اس نازک موڑ پر اس کا ساتھ کیوں چھوڑ دیتا ہے! کہتے ہیں لوگ پھول کے پودوں کو اس لیے چاہتے ہیں کہ پودوں میں کلیاں چٹکیں اور پھول کھلیں معلوم نہیں اس محسن سماج کو یہ شگوفہ کیوں پسند نہیں تھا؟ سماج کی نظروں میں یہ آبرو کا پھوڑا کیوں بن گیا؟ اس کی حیرت کا طوفان ہنگامہ خیز ہوتا چلا گیا، وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ سماج کا وہ معمار جو فطرت کے حسین کھلونوں کی تعمیر میں ہر طرح تعاون کرتا ہے وہی ان کھلونوں سے نفرت کیوں کرنے لگتا ہے؟ یہ جدید استحصال تو نہیں؟؟

اس کی فکر کا آتش فشاں اندر ہی اندر کھول رہا تھا اور اس کے سوالات کا لاوا ابل ابل کر ان کے جذبات کو پگھلا رہا تھی۔ اس کا ضمیر سراپا احتجاج بن گیا۔ نہیں نہیں —— آج کا سماج خود غرض اور منافق سماج ہے۔ یہ عزت و آبرو کے نام پر عورتوں کو زندگی کے سفر میں نئی بیاباں میں ان درندوں کے حوالے کر دیتا ہے یہ کیسا سماج ہے جس میں طہارت و عصمت کا مطالبہ صرف عورتوں سے ہی کیا جاتا ہے؟ کیا یہی تمدنی مساوات کی تفسیر ہے؟ اس کے خیالات میں بغاوت، نفرت، انتقام اور خود سوزی کی لہریں گردش کرنے لگیں۔ وہ سوچ کی ناہموار راہوں میں بھٹکتی ہوئی بہت دور نکل گئی —— جذبات اور ہوش و خرد کے تصادم میں وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ قصور سماج کا نہیں اس کا اپنا ہے —— اتنے خودکار وسائل کے انبار کے باوجود اس نے زہریلے مواد کو پھوڑا بننے تک اپنے جسم میں سرایت کرنے کیوں دیا؟ اور اب تو اسے اس پھوڑے کی چبھن اور کسک برداشت کرنی ہی ہے اس نے اپنے جرم کی سزا خود ہی تجویز کر لی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے جرم کی تلافی کے لیے اسے مسلسل سماج کی رضاکارانہ خدمت انجام دینی چاہیے۔ اسے سماج کی تعمیر میں اپنی قربانی پیش کرنی چاہیے ——

کتے کی بے ہنگم چیخ و پکار نے اس کے خیالات کے تسلسل کو توڑ دیا۔ اس نے نیچے جھانک کر دیکھا۔ اسے کتوں کا ایک غول نظر آیا۔ کتنے آزاد اور روشن خیال تھے وہ کتے۔ اس کی طبیعت مچل گئی۔ کتوں کا یہ سماج اسے بہت پسند آیا۔ عفت و عصمت اور جنس و خاندان کے تصور سے بے نیاز سماج —— اس کے سماج میں ترک و قبول کا معیار کتنا فراخدلانہ تھا۔ بس دو صنف مقابل کی رضامندی اور اس کا احترام —— کتے کتیا تنہا ہوں یا گروہ میں، یا بچے بچیاں والے، کسی سے ان کی سماجی روایت میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ وہ سوچنے لگی کاش وہ بھی کتوں کے سماج کی ایک فرد ہوتی۔ نجانے کب تک روایتوں کا پابند انسانی سماج ترقی کر کے کتوں کی سماجی سطح پر پہنچ سکے گا!

نہیں، وہ انسانی سماج کی قدر کرتی ہے۔ اسے انسانی سماج کو اتنا اونچا اٹھانا ہے کہ گناہ اور عصمت کے ذہنی تصور کی شکست ہو جائے۔ اس کی سوچ کی تمام لہریں ایک نقطہ پر سمٹ آئیں۔ اس نے اپنے اندر غنچہ کی تازگی شگوفہ کا کنوارپن محسوس کیا۔ اور سماج کے معماروں کے ہاتھوں میں اپنے شگوفہ کو نچھاور کر دیا —— کتے پھر بھونکنے لگے —— کتے کی بھونک سے شگوفہ کی پنکھڑیاں بکھر گئیں ——

انسانی حقوق کا سال، خواتین کا سال، بچوں کا سال سب اپنی عمریں طے کر چکا تھا۔ اخبارات کی موٹی موٹی سرخیاں دھندلا چکی تھیں —— صبح کے اخبار میں ایک کونے میں ایک کالمی چھوٹی سی خبر چھپی تھی ——:

> "بھوانی پور تھانہ کے علاقہ میں شیشو سدن کے سامنے سڑک پر ایک بچہ پڑا تھا۔ جسے کسی نے کوڑے میں پھینک دیا ہوگا —— بچہ کے گوشت پوست کے ڈھانچہ کو کتے کھینچے پھر رہے تھے۔ بعد میں پولیس نے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔"

(کلکتہ سے نشر)

سید علی۔ ۳۲۔ کولین اسٹریٹ کلکتہ۔ ۱۶ ۰۰ ۷

غزل

فضا ابن فیضی

بارشِ سنگ رکی، شیشہ گری میں بھی کہاں
اب اماں دائرۂ خوش سنہری میں بھی کہاں

جب تلک جان کے پیچھے ہے یہ آشوبِ وجود
چین گھر میں بھی کہاں، دربدری میں بھی کہاں

تھی ہر اک سانس یہاں خود شکنی کا تیشہ
میں شکستوں سے بچا خود نگری میں بھی کہاں

اپنے وجدان کے پتھر ہی سے ٹھوکر کھائی
پاؤں پھسلے ہیں رہ دیدہ وری میں بھی کہاں

کیسے روشن کروں آخر نئی صبحوں کے الاؤ
آگ، فانوسِ چراغِ سحری میں بھی کہاں

دھند پھیلے گی تو کیا ہوگا مرے اہلِ نظر
گم ہو تم دیر سے اس باخبری میں بھی کہاں

شمعِ جادہ ہیں، میری گم شدگی کے لمحے
میں رکا ہوں سفرِ بے بصری میں بھی کہاں

دھوپ برسائے گی شعلے، جو رکیں کے پتھر
اے فضا مجھ کو سکوں بے ثمری میں بھی کہاں

(لکھنؤ سے نشر)

بیساکھی

بدر اورنگ آبادی

میں اسے اس وقت سے جانتا ہوں جب اس کے چہرہ پر جھریاں نہیں پڑی تھیں، آنکھیں چمک دار تھیں اور وہ دوڑتی بھاگتی تھی۔ ویسے تو اس کے شیدائی کئی تھے لیکن ایک شہنشاہ کی اس پر خاص نظر عنایت تھی مگر کون جانتا تھا کہ اس کا عروج ہی اس کی چتا کا پیغام اپنے ساتھ لانے لگا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ عین اس وقت جب کہ وہ بلندی پر پہونچنے والی تھی اس پر قیامت ٹوٹ پڑے گی لیکن ہوا یہی ۔۔۔ بات تھی کہ شہنشاہ نے کچھ تو اپنی طاقت سے رقیبوں کو دور رکھا اور کرشمہ ساحری سے اسے زیر کر رکھا تھا لیکن جب، جادو ٹوٹا تو سبھوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور یہ چرچہ عام ہو گیا کہ اس کی کمائی ہوئی دولت، اس کا سونا اور سارا خزانہ تو وہ اپنی حکمت عملی سے اپنے قبضہ میں کر لیتا تھا اور نمائش کی خاطر کنبہ پروری کر رہا تھا اور نور نظر کو بنا سنوار کر رکھتا تھا۔ انڈا دینے والی مرغی کو زندہ تو رکھنا ہی تھا مگر ذہنوں کے دریچے کب تک بند رہتے؟ ناقابل برداشت بوجھ نے نجات کا راستہ تلاش کرنے پر مجبور کر دیا۔ کنبہ کے افراد نے جب یہ دیکھا کہ سیدھی باتوں سے وہ پیچھا نہیں چھوڑنے والا ہے تو وہ آمادہ پیکار ہو گئے۔ ایک بوڑھے نے تو عجیب و غریب حرکتیں شروع کر دیں کبھی کھانا پینا چھوڑ کر کئی کئی دن فاقوں میں کاٹ دیتا۔ کبھی تمام پرانے کپڑوں کو اکٹھا کروا کر آگ لگا دیتا۔ آہستہ آہستہ کنبہ کے دوسرے افراد اس کا ساتھ دینے لگے، بات بڑھنے لگی اور دوسروں نے بھی شہنشاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب وہ خود بے حد کمزور ہو گیا قبضہ رکھنا مشکل نظر آنے لگا تو دستبردار ہو گیا۔

مسرت و انبساط نے ہر طرف خوشیوں کا جال بچھا دیا لیکن یہ نشہ جلد ہی اتر گیا کیوں کہ اب کنبہ کی پرورش و پرداخت کی فکر ہو گئی۔ کچھ دنوں تک تو پس ماندہ سے کام چلا لیکن محدود آمدنی کی بہ نسبت ضرورتوں کے تقاضے بہت تھے اسے اپنے گھر سے باہر دوسروں کی مدد حاصل کرنے کے لئے نکلنا پڑا اور جو کچھ جھولی میں پڑا اسے لے کر لوٹ آتی۔ یہ خیال بھی ستاتا رہتا کہ کہیں کمزور پا کر اڑوس پڑوس کے لوگ گھر میں نہ گھس آئیں اور بچاؤ کے لیے محافظوں کی ضرورت تھی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اسے بے سہارا دیکھ کر کنبہ کے افراد نے بھی ہاتھ پیر نکالنے شروع کر دئے اور کچھ تو بٹوارہ کے لیے بھی ہنگامہ کرنے لگے۔ مشکلیں بڑھتی گئیں اور وسائل محدود۔

دوڑ دھوپ کر کے اس نے اپنی کفالت کی راہ تو نکال لی لیکن دو پڑوسی روفسانو اور مرکنامے اس تاک میں تھے کہ اسے کم زور کر دیا جائے یا کم از کم کمزوری کا احساس پیدا کر دیا جائے تاکہ وہ ان کے بازوؤں میں جھول جائے اور بجری کو ثابت کرنے کی کوشش شروع ہو گئی اور اتفاقاً انھیں ایک موقع مل گیا۔ مسلسل تگ و دو نے اس کا ایک پیر شل کر دیا اور اب دوڑ دھوپ اس کے لیے مشکل ہو گئی۔ اپنے معالجوں کے مایوس کن جواب نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کدھر جائے۔ کنبہ کے کچھ افراد ایک پڑوسی کے حق میں تھے تو کچھ لوگ دوسرے پڑوسی کے گن گاتے تھے لیکن مرکنامے نے خود ہی بڑھ کر ایک قیمتی بیساکھی لگا دی اور بیساکھی لگتے ہی جیسے اس کے بدن میں نیا خون دوڑ گیا۔ بیساکھی کی برکت نے سورج کی کرنیں اچھال دیں اور لوگ ان کرنوں کو جمع کرتے جا رہے تھے وہ بھی خوش تھی اور بیساکھی کی کھٹ کھٹ سن کر لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑتے اور اس کی لمبی زندگی کی دعائیں کرتے

لیکن اس کی گھورتی ہوئی نگاہیں اس کونے پر مرکوز ہو جاتیں جہاں سوکھے چہروں اور ننگ دھڑنگ بچوں کی قطار کھڑی ہوتی اور تاریکی میں آ کر وہ روشنی کو بھول گئی۔ یہاں روشنی کیوں نہیں؟ یہ سب کے سب تاریکیوں میں؟ روشنی اکٹھا کر کے اپنے اپنے گھروں میں بند کر لینے والے لوگ ٹال مٹول کرتے اور وہ مایوس لوٹ آتی۔

ایک بازو میں بیساکھی کا سہارا لیے وہ پھر چار دن کھونٹ گھومنے لگی اس فکر سے پریشان کہ تاریک راہوں میں روشنی کہاں سے لا کر بچھا دی جائے۔ کہیں کامیابی کی ہلکی لکیر ابھر کر فوراً مٹ جاتی اس لیے کہ روشنی کے سوداگر سوئچ اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔ جب جی چاہا سوئچ آف کر دیا اور تاریکی کے دیوانہیں دبوچ لیں ۔۔۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی درمیان اس نے یہ بھی محسوس کیا جیسے اس کے پٹھوں پر پھوڑے نکل آئے ہوں اور درد سے وہ کراہ اٹھتی، پھوڑے بڑھنے لگے اور اس کا دوسرا پاؤں بھی سوکھ گیا۔ ایک جانب بیساکھی اور دوسری طرف پتلی ٹانگ ۔۔ وہ اپنے کمرہ میں بند ہو کر ہمدردوں کو خبر بھیجتی رہتی کہ تاریکی کا سینہ چیر کر بند ہونٹوں کے لیے مسکراہٹ نکال لینا ہے لیکن مشیروں نے رائے دی کہ دوسری بیساکھی ضروری تھی

"نہیں۔ بیساکھی میں نہیں چاہتی"۔

"ماتاجی اس کے بغیر کام کیسے چلے گا؟"۔ بوڑھا ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت سب کے سب اسے ماتاجی ہی کہہ کر پکارتے تھے اور وہ خوش تھی کہ اس کے اتنے بچے ہیں۔ اور صلاح آخر کامیاب ہو گئی۔ ...... ہر طرف سے بیساکھیاں پیش کی جانے لگیں۔ وہ انھیں دیکھتی اور کنارے رکھ دیتی ۔۔۔ مرکنامے نے دوسری بیساکھی بھی پیش کی لیکن وہ فٹ نہیں آئی اس لیے چھانٹ دی گئی اور اخیر میں روفسانو خود ایک بیساکھی لے کر حاضر ہوا ۔۔۔ "میرے بارے میں آپ کو بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں جن کی وجہ سے آپ بدگمان ہیں۔ یہ بیساکھی لگا کر دیکھیے اور پھر یہ فیصلہ کرنے میں آپ کو کوئی دقت نہیں ہوگی کہ لوگوں نے کتنی غلط باتیں آپ کو بتائی ہیں"۔ ......

اور جب ایک طرف مرکنامے اور دوسری طرف روفسانو کی بیساکھی لگا کر وہ باہر نکلی تو کچھ بھویں تنی ہوئی تھیں اور کچھ لوگ زیر لب مسکرا رہے تھے۔

وہ بھی خوش تھی کہ اس کی زندگی مفلوج ہونے سے بچ گئی۔ دونوں بازو دکھتے پھر بھی وہ فخریہ انداز میں بیساکھیوں کے سہارے سبھوں سے ملتی اور مالائیں قبول کرتی۔ یہ درد تو عارضی ہے۔ عادت ہو جائے گی تو درد بھی جاتا رہے گا لیکن...

کیا یہ دونوں بیساکھیاں تمام عمر ساتھ رہیں گی اور اگر دونوں پڑوسیوں ۔۔۔ نے اپنی بیساکھیاں واپس مانگ لی تو کیا ہوگا؟ کوئی تسلی بخش جواب نہ پا کر وہ بھی مطمئن ہو جاتی اور زندگی ہنسی خوشی گذارتی رہی۔ لوگوں کی شکایتیں بھی نہ ملتیں اور تاریک گوشہ بھی اطمینان کی سانس لے رہا تھا ۔۔۔ کبھی کبھی وہ بیٹھے بیٹھے کبھی ایک اور کبھی دونوں بیساکھیوں کو ہوا میں لہراتی جیسے وہ کسی بلا یا ان دیکھے طوفان کو بھگا رہی ہو۔ لیکن اچانک بس اچانک ہی کسی عفریت نے گھر کر لیا۔ سبھی چیزیں غائب ہونے لگیں۔ لوگ بدحواس ادھر سے ادھر مارے پھرتے لیکن بے سود۔ مگر کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو بہت خوش نظر آتے ۔۔۔ اور اب ہر لمحہ ماتاجی کے یہاں بھیڑ لگی رہتی ۔۔۔ بے شمار شکائتیں۔ چیزیں غائب کرنے والوں کی نشان دہی کی جانے لگی اور دوسری طرف لوگ یہ بھی بتاتے کہ تمام باتیں غلط ہیں۔ حقیقتوں کو افواہ کہا جا رہا تھا۔

جب خود اس کے اپنے ذرائع نے خبر پہنچائی کہ تاریکیاں بڑھ گئی ہیں پچکے ہوئے پیٹ اور پیلے چہروں والے تمام مارے پھر رہے ہیں تو اس نے اپنے صلاح کاروں کو جمع کیا۔ ان سبھوں کے چہرے خوشی سے تمتمائے ہوئے تھے تبادلہ خیال کوئی راہ متعین نہیں کر سکا تو وہ سبھوں کو حیران چھوڑ کر اٹھ کر چلی گئی۔

اور دوسرے دن اچانک اس نے ایک فیصلہ کیا کہ مرکنامے اور روفسانو دونوں کو اطلاع بھجوا دی کہ اپنی اپنی بیساکھی واپس لے جائیں ...... اور پھر لوگوں نے یہ عجیب و غریب اور ناقابل یقین منظر بھی دیکھا کہ وہ بغیر کسی سہارے کے دوڑ رہی ہے۔ تاریک گوشہ اس کا منتظر تھا۔ اس نے اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا اور ایک دودھیا لکیر دور تک پھیلتی چلی گئی۔ (پٹنہ سے نشر)

نیشنل پروگرام

نورتی بوا سر نائیک کا گائن، ۲ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

نورتی بوا سر نائیک کا تعلق کولھاپور کے موسیقاروں کے ایک خاندان سے ہے۔ نورتی بوا سر گائیکی میں کرانا اور جے پور گھرانا کا خوب صورت امتزاج پایا جاتا ہے اس کے علاوہ ان کا ایک انفرادی انداز بھی ہے۔

شری سر نائیک کافی عرصے تک کولھاپور کے دربار سے وابستہ رہے ہیں آج کل آپ کلکتہ کی سنگیت رلسرچ اکیڈمی میں استاد ہیں۔

گوپال کرشن کا وچتر وینا وادن

۹ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

گوپال کرشن کا شمار ملک کے نمایاں وینا نوازوں میں کیا جاتا ہے۔ وچتر وینا کی ابتدائی تعلیم گوالیار کے خوب چند جی برہمچاری سے پائی۔ اس کے علاوہ انھیں استاد روی شنکر سے بھی علم موسیقی پانے کا شرف حاصل رہا ہے۔

عزیز احمد خاں وارثی۔ شنکر شمبھو: قوالیاں

۷ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

عزیز احمد خاں وارثی کا سلسلہ نسب مغل دربار کے گائیک استاد تان رس خاں سے ملتا ہے۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے چچا بابا نصیر احمد خاں سے حاصل کی۔ غزل کو قوالی کے انداز میں گانے کا آغاز روائتی ہندوستانی موسیقی کے راگوں کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے شری وارثی نے کیا۔

صدارتی ایوارڈ یافتہ شری وارثی آج کل کے مقبول ترین قوال ہیں۔

قوالوں کی نامور جوڑی شنکر شمبھو نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد پنڈت چنی لال استاد سے بچپن میں ہی حاصل کرنا شروع کردی تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے جے پور دربار کے پنڈت موہن لال جی اور چاند خاں سے بھی تعلیم پائی۔

خواجہ معین الدین چشتی درگاہ پر ان کی قوالی ان کو منظر عام پر لائی۔ اور اس تیس سال کے عرصے میں وہ فن کی نئی بلندیوں کو چھوتے چلے آرہے ہیں۔ کئی فلموں میں بھی ان کی قوالیاں شامل ہو چکی ہیں۔

عالمی شہرت یافتہ انجنیر اور سرے یونیورسٹی کے پروفیسر زیڈ ایس کوسکی کو جولائی ۱۹۸۱ء میں اندرپرستھ اسٹیڈیم کے بارے میں صلاح و مشورے کے لیے بھارت بلایا گیا تھا۔ اس کے بعد دوبارہ جنوری ۱۹۸۲ء میں انھیں گنبد کی تعمیر میں استعمال کیے گیے عارضی سہاروں کو ہٹانے کے اہم ترین کام کے لیے بلایا گیا۔ چھت کے عارضی سہاروں کو ہٹانے کا کام ۴۰ گھنٹے تک چلتا رہا۔ اس انتہائی نازک کام کو کامیابی سے انجام دیے جانے کے وقت جو کہ ۲۰ جنوری کی رات کو ۸ بجے سے ۲۰ جنوری کو سہ پہر ۳۔۲۵ بجے تک چلتا رہا۔ آئیے اس سلسلے میں آگے کا حال ان سے ہی سنیں:

"میرے بھارتی ساتھیوں کی طرح یہ دن میرے لیے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اندرپرستھ اسٹیڈیم کے حسین گنبد کے ڈیزائین اور بناوٹ سے میں ابتدا سے ہی متعلق رہا ہوں اور یہ میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ اب یہ گنبد کامیابی سے بن کر تیار ہو گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا نہ صرف تمام ایشیا میں بلکہ یوروپ میں بھی سب سے شاندار گنبد ہے۔ بھارتی انجنیری کی یہ ایک عالمی سطح کی کامیابی ہے۔ اس کا ڈھانچہ فن تعمیر کا ایک ایک ایسا حسین نمونہ ہے جس پر نئی دہلی آئندہ کئی برسوں تک فخر کرتا رہے گا۔ بناوٹ کے نقطہ نظر سے بھی اس کی خصوصیات دوسری جگہ کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ڈی ڈی اے کے عہدیداران کے ساتھ نئی دہلی میں بات چیت کے دوران ان میں، میں نے مسلسل تعاون کا جو جذبہ دیکھا اس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ اس منصوبے میں عارضی سہاروں کو ہٹائے جانے کی مدت میں جس طرح یہ لوگ مل جل کر کام کرتے اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔ ان کی اعلیٰ مہارت قابل داد ہے۔"

بعد میں ۲۰ فروری کو بی بی سی کے ساتھ ایک انٹرویو کے دوران پروفیسر کوسکی نے کہا۔ "وسعت کے لحاظ سے اس گنبد کا دنیا میں تیسرا مقام ہے" بھارتی انجنیری کے لیے یہ نہایت فخر کی بات ہے پروفیسر صاحب نے سرے یونیورسٹی میں اسپیس ریسرچ سنٹر میں بنائے گیے گنبد کے ماڈل کے بارے میں بتایا کہ اس کے ڈیزائین کی جانچ کرنے کے لیے بہت سے تجربات کیے گیے تھے۔

بناوٹ سے متعلق تمام معلومات ایک کمپیوٹر کو دے دی گئی تھی۔ اس ماڈل کے سخت سے سخت تجربات کیے گئے۔ انھوں نے بتایا اس گنبد کا ڈیزائین اور جسامت معمولی نہیں ہے۔ یہ ایک عظیم منصوبہ ہے جس کو بہت کم مدت میں پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا گیا ہے۔ عارضی سہاروں کے ہٹاتے وقت پروفیسر وہاں موجود تھے اور انھوں نے کہا تھا:

"یہ کام بہت نازک قسم کا تھا۔ یہ لمحات میری زندگی کے انتہائی سنسنی خیز لمحات تھے۔"

(بشکریہ اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی ایشیاڈ)

ستیش پرکاش قمر، شہنائی پر
راگ بیہاگ

9-32 چلتے چلتے

دوپہر

2-00 آپ کا خط ملا

2-20 کہانی شاں

3-00 فلمی قوالیاں

رات

8-15 آواز دے کہاں ہے
[illegible]

8-30 ساز اور آواز

9-00 کھیل کھلاڑی

9-30 [illegible]
[illegible]

10-00 [illegible]

11-00 بزم موسیقی
بھیم سین جوشی، خیال پوریا
ستیش پرکاش قمر، وائلن پر
راگ باگیشری

پیر ۴ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
نعت اور قوالی

6-25 شہر صبا
او۔ پی۔ کپور، ساحر بھوپالی،
فراق اور جگر کا کلام
نرملا ارون، فیض اور داغ کا کلام

7-30 ساز سنگیت
پرکاش وڈھیرہ، بانسری پر
راگ نٹ بھیرو

9-32 کلاسیکی موسیقی
شفیع احمد: خیال دیسی توڑی

دوپہر

2-00 دھنک

3-00 ساز اور بزم موسیقی

رات

8-15 آہنگ نغمہ

8-30 حسن غزل
سرلا کپور، شمیم جے پوری کا کلام

8-45 ساز اور آواز

9-00 کلام شاعر

9-30 غیر فلمی قوالیاں

10-00 داستان اہم شہری

11-30 بزم موسیقی

شفیع احمد، خیال نٹ بہاگ
پرکاش وڈھیرہ، بانسری پر راگ [illegible]

منگل ۵ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
قوالیاں

6-25 شہر صبا
شبیر حسین، رضا امروہوی،
میر تقی میر [illegible] کا کلام
امینہ [illegible] بیخود دہلوی [illegible]
[illegible] کا کلام

7-30 ساز سنگیت
گوپال کرشن، وچتر وینا پر
راگ بھوپالی [illegible]

9-32 کلاسیکی موسیقی
جیوتسنا بھوے، خیال [illegible]

دوپہر

2-00 بھکتی گیت

2-30 [illegible]

3-00 نئی نسل نئی روشنی

رات

8-15 سازینہ

8-30 حسن غزل
امینہ برقی، جگر اور فانی کا کلام

8-45 ساز اور آواز

9-00 تقریر

9-30 علاقائی نغمے

10-00 کھیل کے میدان سے

11-30 بزم موسیقی
جیوتسنا بھوے، خیال بہاگ
گوپال کرشن، وچتر وینا پر
راگ کوشک دھونی

بدھ ۶ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
نعت و قوالی

6-25 شہر صبا
نیلم ساہنی، نقش، راجیش کمار
اوج اور شبیر بیدر کا کلام
سیتارام سنگھ، شمیم فاروقی
اور فیض کا کلام

7-30 ساز سنگیت
بھگوان داس، سنطور پر راگ

[illegible] سنت کہانی

9-32 کلاسیکی موسیقی
محمود حسن خاں، خیال دیسی

دوپہر

2-00 [illegible]

2-30 بزم خواتین
[illegible] صنف نازک [illegible]
[illegible] گیت
[illegible]

3-00 راگ [illegible] نغمات

رات

8-15 [illegible]

8-30 حسن غزل
[illegible] داغ دہلوی
[illegible] کا کلام

8-45 ساز اور آواز

9-00 [illegible]

9-30 غیر فلمی قوالیاں

10-00 ریڈیو [illegible]

11-30 بزم موسیقی
محمود حسین خاں: خیال جوگ
بھگوان داس، سنطور پر
راگ باگیشری

جمعرات ۷ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
قوالیاں

6-25 شہر صبا
پشپا ہنس، غزلیں
گھنشیام داس، خمار اور
جاں نثار اختر کا کلام

7-30 ساز سنگیت
جیا بسواس، ستار پر راگ
گن کلی

9-32 کلاسیکی موسیقی
سرندر سنگھ، تیج پال، خیال

دوپہر

2-00 دھوپ چھاؤں

2-30 حسن غزل

3-00 غیر فلمی قوالیاں

رات

8-00 سازینہ

8-30 حسن غزل
پشپا ہنس، غزلیں

8-45 ڈرامہ

10-00 ادبی نشست

11-30 بزم موسیقی
سرندر سنگھ، تیج پال سنگھ،
خیال
جیا بسواس، ستار پر راگ
چھایانٹ

جمعہ ۸ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح
نعت و نعتیہ کلام

6-15 شہر صبا
افروز بانو، پارسا بیجاپوری اور
جگر کا کلام
اے۔ ستیش کمار، محمود دہلوی،
سیما اور صبا افغانی کا کلام

7-30 ساز سنگیت
بدھ دیو داس گپتا، سرود پر
راگ بھیرویں بہار

9-32 آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

2-00 سات سوال

2-30 یادیں بن گئیں گیت

3-00 آواز دے کہاں ہے

رات

8-15 سازینہ

8-30 حسن غزل
افروز بانو، بہادر شاہ ظفر اور
غالب کا کلام

8-45 ساز اور آواز

9-00 تقریر

9-30 افسانہ

10-00 روبرو

11-30 بزم موسیقی
مالویکا کانن، خیال [illegible]
بدھ دیو داس گپتا، سرود پر
راگ کیدارہ

ہفتہ ۹ اکتوبر

صبح

5-45 صبح گاہی
نعت اور قوالی

6-25 شہر صبا

۱۰-۲۵ بی اے دوپہر ، گائن
۱۱-۰۲ ... وچتر وینا
۱۱-۳۰ ... سنگیت
۱۱-۴۵ فیروز خاں ، طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
... گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ ...
۸-۱۵ آج کے ...
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بھیم سین ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ڈوگری لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
باپو کے پریہ بھجن
۳-۳۰ بھیم سین جوشی ، خیال

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
پریہ ار گیت
۹-۳۰ اور گیت لوٹا نہ ...

اتوار ۳ راکتوبر

دہلی الف

صبح

۷-۱۰، ۸، رات ۹-۰۰
نرنجن پرساد ، بانسری
چرنجیت لال ، طبلہ
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ شرافت حسین خاں ، گائن
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ شری ننگلم آیگانن ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ نیا نگر ، سلسلہ وار ڈرامہ
تحریر و ہدایت : چرنجیت
۲-۳۰ زندگی ختم نہیں ہوتی ، ناٹک
تحریر : پوتی سرن شرما
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ
۵-۲۵ کرناٹک سنگیت

شری رنگلم آیگانن ، گائن

رات

۸-۰۰ ابھپر سنگیت
۸-۱۵ سابیتکی
۹-۱۰ مجھا
۱۰-۰۰ [illegible]
فرحت ... ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ سنگیت سوربھی
عبدالحلیم جعفر خاں ، ستار
۷-۲۰ استاد بڑے غلام علی خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، ... گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ نرنجن پرساد ، بانسری
چرنجیت لال ، طبلہ

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
انجلی بنرجی ، غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۴ راکتوبر

دہلی الف

صبح

۷-۱۰، ۸، سہ پہر ۴-۵۰، رات ۹-۰۰
نصیر ظہیر الدین ڈاگر اور
نصیر فیاض الدین ڈاگر ، دھرپد
۱۰-۲۵، رات ۸-۱۵
شرشٹھا سین ، ستار
۱۱-۰۲ گنگو بائی ہنگل ، گائن
۱۱-۳۰ پنڈت جسن لال ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
علی اکبر خاں ، سرود

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ اشیش بندوپادھیائے ، اسراج

۷-۲۰ سنگیت سوربھی
نکھل بنرجی ، ستار
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۳-۳۰ شرشٹھا سین ، ستار

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
کمل ... ، گیت بھجن ، غزل
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۵ راکتوبر

دہلی الف

صبح

۷-۱۰، ۸، سہ پہر ۴-۵۰، رات ۹-۰۰
پارتھا داس ، ستار
۱۰-۲۵ پرشوتم داس ، پکھاوج
۱۱-۰۲ نصیر احمد ، ٹھمری ، دادرا
۱۱-۳۰ وسنت راناڈے ، وائلن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۱۰ ... ناٹک
تحریر : کرشن کھشی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
غلام اکبر خاں ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ سدھاکر چودھری ، وائلن
۷-۲۰ سنگیت سوربھی
استاد برکت علی خاں ،
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۲-۳۰ ضمیر احمد ، ٹھمری ، دادرا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
چندر کانت گندھرو ،
ملتانی کافی اور غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۶ راکتوبر

دہلی الف

صبح

۷-۱۰، ۸، ۱۱-۲۰، رات ۹-۰۰
منور علی خاں ، گائن
۱۰-۲۵ کرشن راؤ شنکر پنڈت ، گائن
۱۱-۰۲ سہ پہر ۴-۵۰، رات ۸-۳۰
پنڈت ... ، سرود
گوبند پرساد جکروتی ، طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ نیا نگر ، سلسلہ وار ڈرامہ
تحریر و ہدایت : چرنجیت
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
آپکی فرمائش پر شاستریہ سنگیت

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ رام نارائن ، سارنگی
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
ہری پرساد چورسیہ ، بانسری
۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا - رس ترنگ
۲-۳۰ کرناٹک سنگیت
لکشمی چندرن ، وینا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
سریندر کور ، پنجابی گیت
اور شبد

رات

۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۷ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۹-۰۰ ، ۱۱-۳۰ / رات ۹-۰۰
شنو کماری ۔ گائن

۱۰-۱ کچلو بندھو ، گائن

۱۱-۰۰ وشو جیت رائے چودھری ، سرود
انعام علی خاں ، طبلہ

دوپہر

۱۱-۰۰ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت

۵-۰۰ سنسکرت پاٹھ

۵-۰۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : علاقائی موسیقی

۱۰-۰۰ کرناٹک سنگیت
سدھاکر نیتا مپاری ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ رئیس خاں ، ستار
برج بھوشن ، گٹار

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
وشو جیت رائے چودھری ، سرود

۸-۰۰ سنگم ، مراٹھی گیت

۹-۰۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۳-۰۰ - ۴
سورمنجوشا ۔۔ رس ترنگ

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
سدھاکر نیتا مپاری ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
دینا ناتھ ، گیت ، بھجن ، غزل

۹-۳۰ ورسس اینڈ وائسس

جمعہ ۸ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۳-۲۰ - ۵ / رات ۹-۰۰
راجندر پرسنا ، بانسری
سبھاش نروان ، طبلہ

۱۰-۳۵ کشن پرساد جے پوروالے ، گائن

۱۱-۰۲ جیوتن بھٹاچاریہ ، سرود

۱۱-۳۰ ملک ارجن منصور ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت

۵-۵۵ گجھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا

۸-۱۵ اولوکن

۸-۳۰ سبھاش نروان ، طبلہ

۹-۳۰ سوورداس ، منشی پریم چند
گئودان ، رنگ بھومی کے اول
کردار پر مبنی ناٹک
تحریر ، وشنو پربھاکر
ہدایت ، ستیندر شرما

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
منڈالم وینکٹا چلم ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ احمد جان تھرکوا ، طبلہ

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
استاد فیض خاں ، گائن

۸-۰۰ سنگم ، تیلگو گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۳-۰۲ - ۴
سورمنجوشا ۔ رس ترنگ

۳-۳۰ وشالم وینکٹا چلم ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
نیلم ساہنی ، گیت ، بھجن ، غزل

۹-۳۰ ان پریکٹو

ہفتہ ۹ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۳-۲۰ - ۵ / رات ۹-۰۰
امرناتھ ، گائن

۱۰-۲۵ ، رات ۸-۳۰
شجاعت حسین خاں ، ستار
شفاعت احمد ، طبلہ

۱۱-۰۲ سوہن سنگھ ، گائن

۱۱-۳۰ برہم سروپ سنگھ ، وچتر وینا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سوواستھ رکھشا

۸-۱۵ آج کے اتھتی

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
گوپال کرشن ، وچتر وینا

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ ہمانشو [illegible]
نندن گھوش ، بانسری و وائلن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نثار حسین خاں ، گائن

۸-۰۰ سنگم ، کنڑ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
کشمیری لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۳-۰۲ - ۴
سورمنجوشا ۔ رس ترنگ

۳-۳۰ شجاعت حسین خاں ، ستار
شفاعت احمد ، طبلہ

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پریہ سار گیت

۹-۳۰ اور گیت ٹوٹ گئے

اتوار ۱۰ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ روندرانی بھٹاچاریہ ، گائن
پریم ولبھ ، طبلہ

۹-۰۰ بال کاریہ کرم

۱۰-۰۰ [illegible] ، وائلن

۱۱-۰۲ یووا وانی سے

۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۳-۲۰ - ۵
کرناٹک سنگیت
ایمنی شنکر شاستری

دوپہر

۱۲-۱۵ گورو چھینڈا ، جھلکی
تحریر ، دلیپ سنگھ

۵-۳۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت

۸-۱۵ ساہتیکی

۹-۰۰ پریم ولبھ ، طبلہ

۱۰-۰۰ چنن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ شوکمار شرما ، سنتور

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نیاز احمد ، فیاض احمد ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، آسامی گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۲-۱۵ ، ۳-۰۲ - ۴
سورمنجوشا ۔ رس ترنگ

۳-۰۲ روداراں بھٹاچاریہ ، گائن
پریم ولبھ ، طبلہ

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
گھنشیام داس ، گیت ، غزل

۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۱۱ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
دنیش کمار پربھاکر ، وائلن

۱۰-۳۵ پربھا اترے ، گائن

۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۳-۲۰ - ۵
مرلی کرشن ، ستار
مقبول حسین قریشی ، طبلہ

۱۱-۳۰ کشوری امونکر ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت

۱۲-۳۰ نیلو بھر دھوپ ، ناٹک
تحریر ، گرکشن بخشی

رات

۸-۰۰ سوواستھ رکھشا

۸-۱۵ پنڈت جسراج ، گائن

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
ریتا گنگولی ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ حافظ علی خاں ، سرود

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
گرجا دیوی ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت

جمعہ ۸ اکتوبر

صبح

۸-۰۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
نئے تنقیدی میزان پر
مثنوی سحر البیان
ڈاکٹر حنیف نقوی کی بات
چیت
کلام شاعر

۹-۱ رات ۸-۳۰ اور ۱۰-۳
الیاس خاں
ستار وادن

رات

۸-۰۰ سکھ ہی سکھ
جب جیتیش ٹوٹ گیا
منڈی میں بات چیت
مرت لال ناگر

ہفتہ ۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
بولتی تحریریں
میر امن کی مشہور کتاب
باغ و بہار سے انتخاب
"سیر دوسرے درویش کی"
پیشکش: شفاعت علی

۹-۱۰ پنڈت جسراج: گائن

دوپہر

۱-۱۰ گیان راؤ جوشی
وائلن وادن

رات

۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۱۰ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
بچوں کے لئے
بچوں کا نغمہ
لوک کہانی: اُما جلبست
معلوماتی بات چیت

۹-۳۰ سُر بھی
اے کانن: ٹھمری

دوپہر

۱-۱۰ آج اتوار ہے: جھلکی
ٹوپی کا نلڈ
مصنف: بابو سنگھ چوہان

رات

۸-۰۰ برج رس لیلا اور اس کے
دودھ روپ
ہندی میں بات چیت
از ڈاکٹر شیام سندر پانڈے

۹-۳۰ پرادیشک سماچار درشن

پیر ۱۱ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
نوجوانوں کے لئے
تعلیم. مباحثہ

۹-۱۰ رات ۱۰-۳۰
ستیش چندر
ستار وادن

رات

۸-۰۰ جے پرکاش نارائن جینتی
۸-۱۲، ۸-۴۵، ۹
رسولن بائی: ٹھمری

منگل ۱۲ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
اردو میں دوسری زبانوں
کا ادب: تامل
بات چیت
افسانہ

۹-۱۰ وگیان چرچا

رات

۸-۰۰ سنسکرت پروگرام
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۳ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
کھیل کی دنیا
کھیلوں پر تبصرہ
رنگ تغزل

(آگے ص ۵۳ پر)

رامپور

۳۲۶۰۰ میٹر (۹۱۸ کلوہرٹز)

خبریں

علاقائی انگریزی: صبح [illegible] ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۲-۱۰ [illegible] شام ۵-۰۰ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح [illegible] اردو: صبح [illegible] اور رات ۹-۱۵ سماچار پر ہندی: صبح ۹-۰۰
[illegible] صبح ۹-۰۵ [illegible] سماچار شام ۷-۲۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

پہلی مجلس

صبح

۵-۵۵ [illegible]
۶-۰۰ [illegible]
۶-۳ [illegible]
۶-۵۵ [illegible]
۷-۱۵ [illegible]
۷-۳۰ [illegible]
۷-۴۵ [illegible]
۸-۰۰ لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام [illegible]

دوسری مجلس

دوپہر

۱۲-۳۰ آپ کی پسند [illegible]

[illegible]

۱۲-۳۰ [illegible]
۱-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
[illegible]
ستارے [illegible]
تیسری مجلس

شام

۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۰۰ علاقائی سوچنائیں
۶-۰۰ یوواوانی
۷-۰۰ کرشی جگت

۶-۳۵ [illegible]
انگریزی تقریر [illegible]
[illegible]
آپ کی پسند [illegible]
سہروں کی [illegible]
ملی گیت [illegible]
منگل: سنسکرت پروگرام
۸-۱۵ پرادیشک سماچار درشن [illegible]
شاستریہ سنگیت [illegible]
جمعرات اور جمعہ کو
۹-۰۰ وادیہ وِرند [illegible]
۹-۰۳ ساز اور آواز
۹-۳۰ [illegible]
۹-۴۵ آپ کی پسند (ہر اتوار کو)
۱۰-۰۰ وچار دھارا [illegible]
ملاقات [illegible]
محفل [illegible]

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۷-۳۰ واتاین: تیل پنچ: وارتا
اپرادھ نیترن جن دائتو
وارتا

۸-۳۰ اردو پروگرام
آہنگ

دوپہر

۱-۴۰، رات ۸-۱۵
مشتری بیگم: ٹھمری، دادرا

شام

۶-۳۰ یوواوانی
یوواپسند
۷-۰۰ کرشی جگت

۸-۰۰ میل ملوائی
انکا پرکاش: گیت

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح

۷-۴۵، رات ۸-۰۰
سمن دیوگن: غزلیں

شام

۶-۳۰ یوواوانی
کھیل پتریکا
۷-۰۰ کرشی جگت
گاندھی جی اور گرام سدھار
وکاس: تقریر
۷-۴۵ اگر پھر سے جینا ہو
ہندی تقریر

اتوار ۳ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ آج روی وار ہے
دوپہر
۱-۱۰ پریوار جگت
شام
۶-۳۰ یووا وانی
پری چرچا ۔ سنواد گیت
۸-۰۰ کرشی جگت (پتر اتر)
۸ مجدد نیازی : غزلیں
۹-۱۰ علاء الدین : جہار بیت

پیر ۴ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ نو حسین جمالی : غزلیں
دوپہر
علی اکبر خاں : سرود وادن
شام
۶-۰۰ یووا وانی
خبروں کے آئینوں میں
کچھ چٹکلے، کچھ گیت
۷-۰۰ کرشی جگت
سورج مکھی کی وگیانک طریقہ سے کھیتی
۷-۴۵ اردو پروگرام
آہنگ

منگل ۵ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ شجاعت حسین خاں
گیت
۸-۰۰ سادھنا مہروترا
لوک گیت
دوپہر
۱-۱۰ پروین سلطانہ : خیال
شام
۶-۳۰ یووا وانی
پریکرما : میری پسند
کرشی جگت

بدھ ۶ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ جاوید رضا : غزلیں

دوپہر
۱-۱۰ آنچل : سادگی میں آنند
۱۰-۱ ، رات ۸-۰۰
روی شنکر : ستار وادن
طبلہ پر سنگت
اللہ رکھا خاں
شام
۶-۳۰ یووا وانی
ایشیا بہاسی کی باتیں
یووا پسند
۷-۰۰ کرشی جگت
چنے کی ترقی یافتہ قسمیں

جمعرات ۷ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ سامنتہ سدھا
سنسکرت پروگرام
۱۰-۱ اور رات ۸-۰۰
وی۔ آر۔ دیوپانڈے
خیال
شام
۶-۳۰ یووا وانی
سامعین کے خطوط
سرگم
۷-۰۰ کرشی جگت
مائی سم یوجنا
۸-۰۰ جو نیار
موتی بیگم : غزلیں

جمعہ ۸ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ کاویہ سوربھ
۸-۱۲ اردو پروگرام
آہنگ
دوپہر
۱۰-۱ رات ۸-۰۰
شوکمار شرما
سنتور وادن
شام
۶-۳۰ یووا وانی : یووا پسند
۷-۰۰ کرشی جگت

ہفتہ ۹ راکتوبر

صبح
۸-۲۱ لوک گیت

شام
۶-۳۰ یووا وانی
کالج کی ایک شام
۷-۰۰ کرشی جگت
گیہوں میں خاص پوشک تتوں کا انتظام
۷-۴۵ بچے پرکاش : پیتک سیکشا
۸-۰۰ بھوپیندر : غزلیں
۸-۱۰ استاد برکت علی خاں
ٹھمری

اتوار ۱۰ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ آج روی وار ہے
دوپہر
۱-۱۰ پریوار جگت
شام
۶-۳۰ یووا وانی
کوی گوشٹی ، سنواد گیت
۸-۰۰ طلعت محمود : گیت
۹-۳۰ ودیا دھر و ساتھی
جہار بیت

پیر ۱۱ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ رونا لیلیٰ : گیت
دوپہر
۱-۴۰ مدھسودن ... : دادرا
ٹھمری و ...
شام
۶-۳۰ یووا وانی
خبروں کے آئینے میں
کچھ چٹکلے، کچھ گیت
۷-۰۰ کرشی جگت
سبزی کے لئے مٹی کی سپیشل کھیتی
۷-۴۵ اردو پروگرام
آہنگ
۸-۰۰ ملکہ پکھراج : غزلیں

منگل ۱۲ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ محمد رفیع : گیت ، غزلیں
۸-۲۱ بینا تیواری :
لوک گیت

شام
۶-۳۰ یووا وانی
پریکرما : میری پسند
۷-۰۰ کرشی جگت

بدھ ۱۳ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ گومتیشوری شرما : گیت
۱۰-۱۰ آنچل : گھر میں صابن بنائیں
۱۰-۱ ، رات ۸-۰۰
نرملا دیوی : ٹھمری / چیتی
شام
۶-۳۰ یووا وانی
ایشیا بہاسی کی باتیں
میری پسند
۷-۰۰ کرشی جگت

جمعرات ۱۴ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ سامنتہ سدھا
سنسکرت پروگرام
بچے پرکاشم
سوداہرن وارتا
۱۰-۱ ، رات ۱۰-۰۰
بسم اللہ خاں
شہنائی وادن
شام
۶-۳۰ یووا وانی
پتر اتر : سرگم
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جو نیار
مدن موہن گوسوامی : غزلیں

جمعہ ۱۵ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ واتاین
روہیلکھنڈ کے پراچین سکّے
تقریر
۸-۳۰ اردو پروگرام
آہنگ
۱-۱۰ غلام صادق خاں : خیال
شام
۶-۳۰ یووا وانی : میری پسند
۷-۰۰ کرشی جگت : پتر اتر
۹-۰۰ بھوپیندر سنگھ
نظم : گیت : غزل

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر 'الف' ۳۴۴ر۸ ۳میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز جالندھر 'ب' ۴ر۲۲۷میٹر ۲۰۰ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ ۶ر۲۰۹میٹر ۱۴۳۰ کلوہرٹز (شام ۱-۶ تا ۲-۶ تک)

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ ، دوپہر ۰۵-۱ ، ۱۰-۲ ، ۳۵-۲ (دھیمی رفتارسے)
شام ۰۵-۶ ، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸ ، ۰۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰ ، شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ ، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح

۲۵-۶ بندے ماترم اور منگل دھونی
۳۰-۶ آرادھنا : بھگتی سنگیت
۵۵-۶ موسم اور کھیتی باڑی
۰۵-۷ امرت بودھ
۱۰-۷ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۱۵-۷ آسادی وار (صرف اتوار)
۰۵-۹ سامائکی

دوپہر

۰۵-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم اور اتّت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت

شام

۳۰-۵ گوروانی وچار
۰۰-۶ صوبائی خبریں اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک خبریں (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار خبریں
۱۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

صبح

۱۰-۱۰ اسکول براڈ کاسٹ

شام

۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۴۵-۶ بھجن
۱۵-۷ شبد
۳۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱۲ ، رات ۳۰-۱۰
شری کرشن : خیال
۲۰-۸ سدا مارام : بھجن
۵۰-۸ شوکت علی دیتی ، صوفیانہ کلام
۱۵-۹ ، دوپہر ۳۰-۱۲
اندرجیت سنگھ راہی ، غزلیں

دوپہر

۱۵-۱۲ ضمیر احمد : طبلہ
۴۵-۱۲ پریوار کلیان پروگرام
۳۰-۲ ، رات ۱۵-۱۰
گورمیت کور باوا و ساتھی
لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ چمن لال گورداسپوری و ساتھی
لوک گیت

رات

۳۰-۹ ہندی ناٹک

ہفتہ ۲ر اکتوبر

صبح

۳۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱۲
بسم اللہ خاں و ساتھی ، شہنائی
۵۰-۸ ، سہ پہر ۰۵-۱۵ ، رات ۱۰-۸
پنجابی گیت

دوپہر

۳۰-۱۲ لوک گیت
۲۰-۲ ساڈے آس پاس
۱۵-۵ سموہ گان

رات

۳۰-۹ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۳ر اکتوبر

صبح

۱۵-۷ آسادی وار
بھائی ہرچند راگی و ساتھی
۴۵-۷ پرتی بمب
۱۵-۹ بچوں کیلئے پروگرام
۰۰-۱۰ ہفتہ وار کرشی پروگرام
۳۰-۱۰ فرمائشی فلمی گانے

دوپہر

۰۰-۱۲ ، رات ۳۰-۱۰
استاد فیاض خاں : گائن
۳۰-۱۲ عورتوں کیلئے
۳۰-۲ بلجیت سنگھ ، لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ دامودر سنگھ امن اور ساتھی
لوک گیت

شام

۴۵-۷ جاگرت
۰۰-۱۰ شبد گائن

پیر ۴ر اکتوبر

صبح

۳۰-۷ ، رات ۳۰-۱۰
این راجن ، وائلن
۲۰-۸ ، رات ۱۵-۸
پنجابی گیت
۵۰-۸ ، رات ۱۵-۱۰
ہردیو سنگھ خوشدل ، لوک گیت
۱۵-۹ پشپا ہنس اور چندر کانت
گیت و غزل

دوپہر

۰۰-۱۲ فرمائشی پنجابی گیت
۴۵-۱۲ پریوار کلیان پروگرام
۳۰-۲ منشی جان ، لوک گیت
۰۵-۵ بچوں کیلئے

رات

۳۰-۹ پنجابی ناٹک

منگل ۵ر اکتوبر

صبح

۳۰-۷ ، شام ۴۵-۷
غلام صدیق خاں : خیال
۲۰-۸ امریک سنگھ ، گوبند پوری
لوک گیت
۱۵-۹ جاگرت

دوپہر

۰۰-۱۲ نالے گلاں نالے گیت
۳۰-۱۲ دیہی خواتین کیلئے
۳۰-۲ امرجیت سنگھ گورداسپوری
لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ اجیت سنگھ ناز ، لوک گیت

رات

۱۵-۸ ستیش چندر ، گیت ، غزل
۳۰-۹ کمیڈ سنسار
۱۵-۱۰ غلام اکبر خاں : گائن

بدھ ۶ر اکتوبر

صبح

۳۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱۲ ، رات ۳۰-۱۰
مہندر سنگھ ، ٹھمری وادادرا
۵۰-۷ ، رات ۵۰-۱۰
پریم سروپ سنگھ ، وچتر وینا
۵۰-۸ کرتار چند جوگی ، بھینٹاں
۱۵-۹ ، دوپہر ۱۵-۱۲
بھائی گوردیال سنگھ راگی و ساتھی
شبد

دوپہر

۳۰-۱۲ چنگی صحت
۳۰-۲ بلبیر سنگھ ، لوک گیت
۰۵-۵ ننھے منوں کیلئے

رات

۱۰-۸ پنجابی گیت
۳۰-۸ چندر کانتا ، غزلیں

۹ - ۳۰ فرمائشی فلمی گیت

جمعرات ۷ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰ ، رات ۱۰ - ۵۰
شیام لال : شہنائی
لچھمن سنگھ ، طبلہ

۸ - ۲۰ جسبیر سنگھ خوشدل ، لوک گیت

۸ - ۵۰ شبد

۹ - ۱۵ ، دوپہر ۱۲ - ۱۵ ، شام ۷ - ۵۰
ابینت کور : بھجن گیت غزل

دوپہر

۱۲ - ۳۰ خواتین کیلئے

۲ - ۳۰ امر سنگھ لکھن پوری و ساتھی
لوک گیت

۵ - ۰۵ پنجابی گیت

۵ - ۱۵ چندر کانتا کپور ، لوک گیت

رات

۸ - ۰۰ پنجابی میں ادبی پروگرام

۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام ، علاقائی موسیقی

جمعہ ۸ر اکتوبر

صبح

۷ - ۱۵ بھجن

۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰
پریم ناتھ ترکھا ، خیال

۸ - ۱۵ ، رات ۸ - ۱۵
برکت رام سندھو ، صوفیانہ کلام

۹ - ۱۵ ، دوپہر ۱۲ - ۳۰ ، شام ۷ - ۴۵
ارشاد رحمت قوال و ساتھی
کافی نعتیں اور غزلیں

دوپہر

۱۲ - ۱۵ شوکمار شرما : سنطور

۱۲ - ۴۵ پریوار کلیان پروگرام

۲ - ۳۰ باگھ سنگھ ، لوک گیت

۵ - ۰۵ پنجابی گیت

۵ - ۱۵ ہربھجن ناہل اور ساتھی ، لوک گیت

رات

۹ - ۳۰ ہندی ناٹک

۱۰ - ۳۰ تیج پال سریندر سنگھ ، خیال

ہفتہ ۹ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰
مالبیکا کانن ، خیال

۸ - ۲۰ شبد

۸ - ۵۰ ، سہ پہر ۵ - ۰۵ ، رات ۸ - ۱۵
پنجابی گیت

۹ - ۱۵ احمد حسین ، محمد حسین ، گیت ، غزل

دوپہر

۱۲ - ۱۵ غزلیں

۱۲ - ۳۰ جگت سنگھ جگا ، لوک گیت

۲ - ۲۰ ساڈے آس پاس

۵ - ۱۵ گوردیو سنگھ کوٹل ، لوک گیت

رات

۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۱۰ر اکتوبر

صبح

۷ - ۱۵ آسا دی وار
بھائی ہرچند سنگھ راگی و ساتھی

۷ - ۴۵ پرتی بمب

۸ - ۲۰ میٹھی بھجن

۹ - ۱۵ بچوں کیلئے

۱۰ - ۰۰ ہفتہ وار کرشی پروگرام

۱۰ - ۱۰ فرمائشی فلمی گیت

دوپہر

۱۲ - ۰۰ روی شنکر ، ستار

۱۲ - ۳۰ خواتین کیلئے

۲ - ۳۰ بھان سنگھ ماہی ، لوک گیت

۵ - ۰۵ پنجابی گیت

۵ - ۱۵ سریندر شندے ، کافی بلھے شاہ

شام

۷ - ۴۵ پنجابی میں گھریلو پروگرام

۱۰ - ۰۰ شبد کاشن

۱۰ - ۳۰ استاد مشتاق حسین خاں ، خیال

پیر ۱۱ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، رات ۱۰ - ۳۰
رتنا کر ویاس ، سرود وادن

۸ - ۲۰ پنجابی گیت

۸ - ۵۰ ، رات ۱۰ - ۱۵
طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک گیت

۹ - ۱۵ جھلکی

دوپہر

۱۲ - ۰۰ فرمائشی پنجابی گیت

۱۲ - ۴۵ پریوار کلیان پروگرام

۲ - ۳۰ بشیر خاں ، لوک گیت

۵ - ۰۵ دیہی بچوں کیلئے

رات

۹ - ۳۰ ناٹک

منگل ۱۲ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ پرکاش بھنڈاری ، بانسری

۸ - ۲۰ کلدیپ مانک ، لوک گیت

۹ - ۱۵ پاریوارک جھلکی

دوپہر

۱۲ - ۰۰ نالے گلاں نالے گیت

۲ - ۳۰ بلدیو سنگھ رندھاوا ، لوک گیت

۵ - ۰۵ پنجابی گیت

۵ - ۱۵ نریندر ریبیا ، لوک گیت
بیلی رام ، الغوزہ سنگت

رات

۸ - ۱۵ غزلیں

۹ - ۳۰ پنجابی میں مباحثہ

۱۰ - ۰۰ وشنو پرسنا و ساتھی ، شہنائی

بدھ ۱۳ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، رات ۱۰ - ۳۰
یش پال

۸ - ۲۰ پنجابی گیت

۸ - ۵۰ کلدیپ سنگھ پردیسی ، لوک گیت

۹ - ۱۵ ، دوپہر ۱۲ - ۱۵ ، رات ۱۰ - ۳۰
بھائی ہرچند سنگھ راگی و ساتھی
شبد

۱۲ - ۳۰ چنگی صحت

۲ - ۳۰ ہربھجن سنگھ رتن ، لوک گیت

۵ - ۰۵ ننھے منوں کیلئے

رات

۹ - ۳۰ فرمائشی فلمی گیت

جمعرات ۱۴ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ایس ۔ این ۔ دتہ : ستار
پون کمار ورما ، طبلہ

۸ - ۲۰ ، رات ۱۰ - ۳۰
سنجوگتا کماری ، بھجن گیت

۸ - ۵۰ جاگیر سنگھ طالب ، لوک گیت

۹ - ۱۵ ، دوپہر ۱۲ - ۱۵
بھائی اونکار سنگھ ، شبد

دوپہر

۱۲ - ۰۰ پون کمار ، طبلہ

۱۲ - ۳۰ خواتین کیلئے

۲ - ۳۰ گلزار بھٹی ، لوک گیت

۵ - ۰۵ پنجابی گیت

۵ - ۱۵ گوردچن سنگھ گوبلواڑ ڈھاڈی
واراں

رات

۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک

جمعہ ۱۵ر اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰
سیا بہاری سرن ، جلترنگ

۷ - ۴۵ شوبھا گورتو ، ٹھمری دادرا

۸ - ۲۰ ، دوپہر ۱۲ - ۳۰
سیورام مسکین ، بھجن ، غزلیں

۸ - ۵۰ محمد شریف قوال و ساتھی ،
صوفیانہ کلام

۹ - ۱۵ پرمیندر کھل ، شبد

دوپہر

۱۲ - ۱۵ ، رات ۱۰ - ۳۰
ایل کے پنڈت : خیال

۱۲ - ۴۵ پریوار کلیان پروگرام

۵ - ۰۵ پنجابی پروگرام

۵ - ۱۵ ہردیو سنگھ ، کنول کوشر اور ساتھی
کویشری

شام

۷ - ۴۵ کمل ہنس پال ، گیت

۹ - ۳۰ ہندی ناٹک

۱۰ - ۱۵ جسدیو کمار یملا جٹ ، لوک گیت

قلم کار حضرات !
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں "آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

روہتک

میڈیم ویو ۲۰۸٫۳ میٹر ۱۴۴۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۲۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۲۰ اور ۵-۰۰ شام بھگتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۸-۲۰ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کیلئے)
۸-۴۰ سب رس

دوپہر
۱-۱۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیل)
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)
۶-۴۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

جمعہ یکم اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ارملا ناگر: غزلیں
۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ غلام علی پرویز، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ ست نارائن وششٹ: لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ امید سنگھ اور جسونت دت شرما لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ سورلہری: الوپ جلوٹا
۹-۱۵ ایک فلم سے 'درد'
۱۰-۰۰ غلام علی پرویز، کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۲ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
نریندر پنڈت، گیت، بھجن
۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ سنگھ بندھو: راگ توڑی
۸-۲۰ رادھے شام سین، لوک سنگیت
۱۲-۳۰ پھر سنیئے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
۲-۲۰ رادھے شام سین اور راجندر سنگھ گہلاوت، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سوال و جواب
۶-۱۰ کشمیری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ سورلہری، ہکیش
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دو بدن'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۳ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
شام بھتیجہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ وزیر حسین خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ دھرم پال، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سورلہری، آشا بھونسلے
۹-۰۵ ایک فلم سے 'دل دیا درد لیا'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۴ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ کنول سدھو، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسا ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
رمیش کمار شرما، ستار وادن
۸-۲۰ ٹیک چند چوہان اور ساتھی لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ ابھے رام و ساتھی اور امرجیت کور، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ راجستھانی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دل دیکے دیکھو'
۹-۳۰ ہندی تقریر

منگل ۵ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
مدھوبالا بھارگو، سگم سنگیت
۷-۲۵ فریدآباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ درگا پرساد، طبلہ
۸-۲۰ لیلو رام سانگی، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ مونتا ملک و سکھیاں اور درشن چیکرے، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ اتر پردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کلام شاعر
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دوستی'
۹-۳۰ ہندی میں مباحثہ
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۶ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
محمد حسین: غزلیں
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
رویندر دیو: ستار
۸-۲۰ ظہور میر: لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کتھ رنس
۲-۲۰ ضلع سنگھ اور شیک چندچوہان لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال وجواب - لوک گیت
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ منا ڈے ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دیکھ کبیرا رویا'
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۷ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷
مانک لال ورما ، سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰ رام چند ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ حکم چند راٹھی وساتھی اور کشن کمار ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ ہندیل کھنڈی گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
'بالک منڈلی' دیہی بچوں کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ محمد رفیع ، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام

جمعہ ۸ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷
دینا ناتھ ، بھجن
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۰۰-۱۰
بینا لال سونکی ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ رام کرشن ورما وساتھی ، لوک سنگیت
۱-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گالی بنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ اوم پرکاش تلاوٹ اور عبداللہ کور ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ گجراتی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ سائنس کلب
۸-۳۰ کے ایل سہگل ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دنیا میری جیب میں'

ہفتہ ۹ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷
معین الدین خاں ، سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ مشتاق حسین خاں ، کلاسیکی موسیقی
۸-۳۰ دوپہر ۲۰-۲
اصغر حسین ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ پھر سنئے
۱-۰۰ ورندگان

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سوال وجواب
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ لتا ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دل لگی'
۱۰-۰۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۱۰ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷
شلی کپور ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ گنگا پرساد پاٹھک ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ پیارے ناتھ وساتھی لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
خطوں کے جواب
نوجوانوں کی پسند
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دیوانہ'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۱۱ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ جگدیش سنگھ ٹھاکر ، سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۰۰-۱۰
راجندر کمار : بانسری وادن
۸-۲۰ کملا روی ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ بیلے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ امید سنگھ وساتھی اور پیارے لال وساتھی ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ ڈوگری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دوستانہ'

منگل ۱۲ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷
نیتا پاجیائی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ رادھے شیام ، طبلہ
۸-۲۰ جیانند ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ چاندو لال اور کپور چند لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
میری پسند
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ غلام علی ، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دو جاسوس'
۱۰-۰۰ ناٹیکی

بدھ ۱۳ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ سوپریتی ششی ، سگم سنگیت
۷-۲۵ گورکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ دیال سنگھ رانا ، بانسری
۸-۲ شیام لال سانگی ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کتھ رنس
۲-۲۰ اندر سنگھ قوال وساتھی اور سوبے رام ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے ، گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دیوانگی'
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ دیال سنگھ رانا ، بانسری

جمعرات ۱۴ر اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۴۵-۷

مدن سنگھ، سگم سنگیت
۷-۲۵ مسند رگڑ، ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
[illegible] آجیب یہ آنچ ابلا، لوک سنگیت

دوپہر
۱۱-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورند گان
۲-۲۰ چھتے لال، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار

سرم
۶-۰۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی، دیہاتی بچوں کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۲۰ ہری اوم شرن، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
دیپک بھٹاچاریہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ سریش جی شرکھپانڈے
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ مانگے رام مراثی، لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورند گان
۲-۲۰ رتن لال، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ڈوگری سنگیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ وانی جے رام، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'دادا'
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

شملہ

میڈیم ویو ۲۷۶.۰۸ میٹر ۱۰۸۷ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۹۰.۰۹ میٹر ۳۳۲۳ کلوہرٹز صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد
۴۹.۱۸ میٹر ۶۱۰۰ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ کے بعد اور شام ۶-۱۵ تک
صبح ۵-۴۵ سے ۷-۰۰ ۳۳۲۳ کلوہرٹز صبح ۷-۴۵ سے ۵-۳۰ اور ۹-۴۵ سے ۴-۴۵
۴۵ ۵ اور شام ۵-۰۰ سے ۶-۱۵ تک ۶۱۰۰ کلوہرٹز ۶-۰۰ سے رات ۱۲-۰۰ ۳۳۲۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۶-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۶-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۳۰ نیان ندوا و ندنا
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ سرانیکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی، موسم کا حال
۹-۳۰ اختتام

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۳۰ اختتام
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام
۵-۰۰ ہماچل پروگرام: لاہول سپتی (اتوار، منگل، جمعہ)
کنوری پروگرام (پیر، جمعرات)
چمبا یانگی پروگرام (بدھ، ہفتہ)
۵-۳۰ کلوی پروگرام (اتوار، بدھ)
مہاسوی پروگرام (پیر، جمعہ)
سرموری پروگرام (منگل، ہفتہ)
پچھو منو (جمعرات)
۶-۰۰ ضلع کی چٹھی، پہاڑی دھنیں
۶-۱۵ کانگڑی پروگرام (اتوار، جمعرات)
منڈیالی پروگرام (پیر، جمعہ)
بلاسپوری پروگرام (منگل، ہفتہ)
خواتین کے لیے (بدھ)
۶-۱۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ علاقائی خبریں
۷-۰۵ کرشی جگت / دیہاتی ریڈیو گوشٹھی
۷-۲۵ گرامین یووان کے لیے
۸-۰۰ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (ہفتہ، منگل کو ۱۱-۰۰ بجے)

جمعہ یکم اکتوبر

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۰ ترنگ
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
ایشیائی کھیل
روپک

شام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۹-۱۲ ہندی تقریر
۹-۲۰ ہندی ڈرامہ

۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲۰ گیت
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا

دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
ہمارا سنگم
اسکول کے بچوں کا پروگرام

شام
۵-۲۰ یووا وانی
وگیان کی دنیا
یووا چھاتر سے بھینٹ
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۲ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو ریل
۹-۳۱ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۳ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲۰ دلکش گان
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتاؤں میں مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
پریوار کی خوشحالی
ہماری پیش کش
خطوں کے جواب
ایشیائی کھیل
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۲-۰۰ گیتوں بھری کہانی
۱-۳۰ بال گوپال
۲-۰۰ ونیتا منڈل

شام
۷-۰۵ سوپان ریڈیو پتریکا پروگرام

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی

۹-۱۷ کہانی

۹-۳۰ گیت بہار ارے
فرمائشی پہاڑی گانوں کا
پروگرام

پیر ۴ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ جیون جیوتی

۸-۲۱ شبد

۸-۲۵ ساہتیہ ویلا
ادبی پروگرام

۹-۰۵ پرانی فلموں سے

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
روپک
کویتا پاٹھ

شام

۸-۱۵ نیوزریل اسپورٹس

۸-۳۰ دیش گان

۹-۱۷ شرم سنسار

۹-۳۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام

۹-۴۵ سگم سنگیت

منگل ۵ اکتوبر

صبح

۷-۱ کلاسیکی موسیقی

۷ خاندان کی بہبودی پر مبنی
گیت،

سیٹے کی بات

۸-۲۰ سگم سنگیت

۸- سیاحوں کے لئے

چینکا

دوپہر

۱۲ اسکول براڈکاسٹ
انگریزی سبق

۱ سگم سنگیت

سب رس

وادیہ ورند

۹-۱ شکشا سنسار

۹. انگریزی تقریروں کا نیشنل
پروگرام

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۶ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کرناٹک سنگیت

۷-۴۰ جیون جیوتی

۸-۲۱ ٹھمری دادرا

۸-۲۵ امر بھارتی

۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
دیش اور دیش واسی
گیت

شام

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سگم سنگیت

۸-۳۵ وادیہ ورند

۹-۱۷ گھر آنگن

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گیت

جمعرات ۷ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ اس ماس کا گیت

۸-۲۱ پنجابی گیت

۸-۲۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت

۹-۰۵ ایک کلاکار

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
جنگلات اور جنگلی جانوروں
کے بارے میں تقریر

شام

۸-۱۵ غزلیں

۸-۲۵ ان کی رائے میں
خاندان کی بہبودی پر مبنی
پروگرام

۹-۱۷ آپ کا پتر ملا
خطوں کے جواب

۹-۳۰ علاقائی سنگیت کا نیشنل
پروگرام

جمعہ ۸ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا

۷-۴۰ ترنگ: کویتا پاٹھ

۷-۵۵ سمجھنے کی بات

۸-۲۱ سگم سنگیت

۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی

۹-۰۵ محفل

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
ہمارا جسم تقریر
گیت

شام

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سگم سنگیت

۸-۳۵ وادیہ ورند

۹-۱۵ ہندی تقریر

۹-۳۰ ہندی ڈرامہ

۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۹ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ گیت

۸-۲۱ علاقائی سنگیت

۸-۳۰ انگریزی سبق

۹-۰۵ رس دھارا

شام

۸-۱۵ سگم سنگیت

۸-۲۵ فلمی سنگیت

۹-۱۴ شرم سنسار

۹-۱ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۰ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ دیش گان

۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش

۹-۱۰ لوک روچی سماچار

۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام

۹-۳۰ مانس گان

۹-۴۰ بھجن

۹-۴۵ بگیان اور جیون

۱۰-۰۰ یووا وانی
فلم کلاکار سے بھینٹ
ہماری پیشکش

ایشیائی کھیلیں

۱۱-۰۰ ڈرامہ

۱۲-۰۰ ہماری رنگارنگ پروگرام

۱۲-۳۰ بال گوپال

۲-۰۰ ونیتا منڈل

شام

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی

۸-۳۵ وادیہ ورند

۹-۱۷ میری لائبریری سے

۹-۳۰ گیت بہار ارے
فرمائشی پہاڑی گیتوں
کا پروگرام

پیر ۱۱ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ جیون جیوتی

۸-۲۱ شبد

۸-۲۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام

۹-۰۵ پرانی فلموں سے

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
کتنا پیارا دیش ہمارا
پرب: میلے: روپک
راشٹریہ گان پاٹھ

شام

۸-۱۵ نیوزریل اسپورٹس

۸-۲۵ دیش گان

۹-۱۷ انگریزی تقریر

۹-۳۰ ہندی تقریروں کا
نیشنل پروگرام

۹-۴۵ سگم سنگیت

۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۲ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ سنگیت: بھینٹ وارتا

۷-۵۵ سمجھنے کی بات

۸-۲۱ سگم سنگیت

۸-۳۵ ایشیائی کھیلیں

۹-۰۵ چینکا

دوپہر

۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ

انگریزی نیوز

شام

۵ ـ ۴۰ یووانی

بھارت کی دستاویزوں پر مبنی

ڈویلپ

دیش کال

۸ ـ ۱۵ سنگم سنگیت

۸ ـ ۲۵ سب (رسم)

۹ ـ ۰۷ وگیان جگت

۹ ـ ۲۰ انگریزی تقریر دن کا

نیشنل پروگرام

۹ ـ ۴۵ سگم سنگیت

۱۰ ـ ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

۷ ـ ۱۲ اس ماس کا گیت

۸ ـ ۰۰ پنجابی گیت

۳۵ ـ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت

۹ ـ ۰۵ لوک کلاکار

دوپہر

۱۲ ـ ۰۰ اسکول براڈکاسٹ

تاریخی فیچر

شام

۸ ـ ۱۵ غزلیں

۸ ـ ۲۵ خاندان کی بہبودی کا پروگرام

۹ ـ ۰۰ بھگتی سنگیت

۹ ـ ۱۶ آپ کا پتر ملا

۹ ـ ۳۰ چرچا کا وشے ہے

۱۰ ـ ۰۰ کلاسیکی موسیقی

بدھ ۱۴ اکتوبر

صبح

۷ ـ ۱۰ کرناٹک سنگیت

۷ ـ ۴۰ جیون جیوتی

۸ ـ ۲۱ ٹھمری، دادرا

۸ ـ ۳۵ امر بھارتی

۹ ـ ۰۵ ایک فلم کے گیت

دوپہر

۱۲ ـ ۰۰ اسکول براڈکاسٹ

ایشیائی کھیلیں

شام

۸ ـ ۱۵ سماچار درشن

۸ ـ ۲۵ سگم سنگیت

۸ ـ ۳۵ وادیہ ورند

۹ ـ ۱۶ جھلکی

۹ ـ ۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰ ـ ۰۰ آپ کے انورودھ پر

نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح ۷ ـ ۱۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح

۷ ـ ۱۰ پرارتھنا سبھا

۷ ـ ۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے

۷ ـ ۴۰ رنگ: کویتا پاٹھ

۷ ـ ۵۵ سمے کی بات

۸ ـ ۲۱ سگم سنگیت

۸ ـ ۳۵ کلاسیکی موسیقی

۹ ـ ۰۵ محفل

دوپہر

۱۲ ـ ۰۰ اسکول براڈکاسٹ

شام

۸ ـ ۱۵ سماچار درشن

۸ ـ ۲۵ سگم سنگیت

۸ ـ ۳۵ وادیہ ورند

۹ ـ ۱۵ ہندی تقریر

۹ ـ ۳۰ ہندی ڈرامہ

۱۰ ـ ۰۰ من بھاون

پرانی فلموں سے فرمائشی

گانے

بیکانیر

۲۱۵/۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۶ ـ ۳۵ بھگتی سنگیت

۷ ـ ۰۵ پروگرام کا خلاصہ

۷ ـ ۰۲ کھیتی باڑی (سوائے اتوار)

۷ ـ ۲۰ ماس کال

دوپہر

۱ ـ ۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)

۶ ـ ۰۰ مقامی اعلانات

پروگراموں کا خلاصہ

موسم کا حال

۷ ـ ۳۰ کرشکوں کے لیے

۸ ـ ۰۰ کھلا آکاش

(سوائے ہفتہ اور اتوار)

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) ۲۰۳۱،۱ میٹر ۱۳۰۶ جے پور (ب) ۴۱،۱۳۹،۲۴۰۳ میٹر ۱۲۴۹ کلوہرٹز

اجمیر ۱۹،۳۹،۱۵ میٹر، ۰۰۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸،۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۵ ـ ۶ رات ۸-۴۵

(پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱-۰۵ بجے) انگریزی: صبح ۸-۱۰

دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۱۵ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱-۰۰ بجے)

صوبائی: ہندی: صبح ۵-۰۵ شام ۵-۰۰ (راجستھانی) شام ۷-۱۵

سندھی: صبح ۸-۴۰ شام ۶-۱۵ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰

سماچار پتر (ہندی) صبح ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶ ـ ۳۰ منگل دھونی: وندے ماترم

۶ ـ ۳۵ وندنا

۷ ـ ۰۵ روپ ریکھا اور موسم

۷ ـ ۱۰ کرساں ری بات: بازار بھاؤ (روزانہ)

۷ ـ ۲۰ راماین پاٹھ

۷ ـ ۳۰ سامائک

۸ ـ ۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)

سورگنگا (اتوار)

۱۰ ـ ۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)

(ہفتہ کو ۹-۵۰ اور اتوار ۱۰-۳۰، ۱۱-۰۰)

دوپہر

۱ ـ ۵۰ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)

۳ ـ ۱۰ اختتام

شام

۵ ـ ۰۵ یووانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)

۷ ـ ۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ

۷ ـ ۲۵ ضلع کی چٹھی

۷ ـ ۴۰ کرشکوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۱۰ ـ ۳۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)

۱۱ ـ ۱۰ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۷ ـ ۱۰ کرساں ری بات

(سوائے اتوار روزانہ)

۸ ـ ۲۱ پرارتھنا سبھا

مہاتما گاندھی کے پرزچنوں پر

مبنی پروگرام

۸ ـ ۴۰ کاویہ کنج

ہندی کاویہ رچناؤں کا پاٹھ

دوپہر

۱ ـ ۵۰ کرشی لوک (روزانہ)

شام

۵ ـ ۰۵ یووانی (روزانہ)

۶ ـ ۲۵ مرووانی

من بڑھاواں ری یوجنا:

راجستھانی

رات

۷ ـ ۲۰ کرشکوں کے لیے (روزانہ)

۸ ـ ۰۰ ہندی تقریر

۹ ـ ۱۶ کھلا آکاش

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح

۷ ـ ۴۰ پرارتھنا سبھا

سرو دھرم پرارتھنا:

گاندھی جینتی کے موقع

خاص پروگرام

دوپہر

۱۲ ـ ۳۰ چتر پٹ سنگیت

اتوار ۱۰ اکتوبر

صبح

۱۰-۰۰ دھنیں: ہماری گان

۹-۱۵ ... بچوں کے لئے ساپتاہک پروگرام

دوپہر

۱۲-۰۰ میلا جگت

۲-۳۰ ترکون پتریکا پروگرام

شام

۷-۲۵ راجستھانی گیتوں کا فرمائشی پروگرام

رات

۹-۳۰ مجمر راجستھانی پتریکا پروگرام

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

پیر ۱۱ اکتوبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ اندر دھنش نئے جلے گانے

شام

۷-۳۰ ادھیوگ جگت ادھیوگک شرمیکوں کے لئے پروگرام

رات

۹-۳۰ ستار ترنگ پرادیشک ریڈیو نیوزریل

۱۰-۰۰ سومواریہ راتری کالین سنگیت سبھا

منگل ۱۲ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی گرامین مہیلاؤں کے لئے پروگرام

شام

۷-۲۵ سنگیت

رات

۸-۰۰ راجستھانی کویتا پاٹھ کوی: امبکا چند چترویدی

۹-۳۰ سندھی پروگرام غلط فہمی: ناٹک تحریر: ہرکشن توب چندانی

بدھ ۱۳ اکتوبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۱-۳۰، رات ۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ راجستھلی بیانے بے پرکانی ہوے رسک پو

شام

۷-۳۰ سندھی پروگرام کوی گوشٹھی

رات

۸-۰۰ سواستھ چرچا: ہردیہ روگ

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح

۷-۲۵ ...نا

۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

۷-۵۰ دیووانی

دوپہر

۱۲-۳۰ چترپٹ سنگیت

۱-۱۰ میلا جگت

شام

۷-۲۵ نرمان کے سور

رات

۸-۰۰ راجستھلی دھارا وا ایک روپ بھجکرہ مہاراج تحریر اور پیش کش سلطان سنگھ

۹-۱۶ کھلا آکاش

جمعہ ۱۵ اکتوبر

۸-۲۱ پرارتھنا سبھا باپو کے پروچنوں پر مبنی پروگرام

۸-۳۰ کاویہ کنج

دوپہر

۱-۳۰، رات ۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

شام

۷-۲۵ مرووانی: اجاس گیت کویتا پاٹھ

رات

۹-۱۶ کھلا آکاش

۱۰-۰۰ راجستھانی گیتوں کا فرمائشی پروگرام

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲/۲ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز   بھوپال ب: ۲۴۳/۲ میٹر ۱۲۳۳ کلو ہرٹز

صبح ۵-۴۵ سے ۷-۴۵، ۴۹۹۰ کلو ہرٹز

صبح ۸-۳۰ سے ۹-۲۰/۹-۴۵ - ۹
صبح ۹-۴۵ سے ۵-۱۵/۵-۴۵ شام } ۱۸۰ کلو ہرٹز

شام ۵-۰۲ سے ۱۲-۰۰ رات، ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

رائپور: ۳۰۵/۹ میٹر ۹۸۱ کلو ہرٹز   گوالیار: ۲۱۶/۳ میٹر ۱۳۹۶ کلو ہرٹز

جبلپور ۲۵۳/۲ میٹر ۱۱۸۹ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۱-۱۰، ۲-۴۵، ۲ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)

انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۸-۳۰ ایم۔ آر۔ ناگر ستار وادن

۹-۱۰ طلباء کے لئے بنیادی پرشکشن سنستھاؤں کے لئے سکھی جیون کا آدھار چھوٹا پریوار

دوپہر

۱-۳۰ اودھیش پرشاد ترپاٹھی سُگم سنگیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام کہکشاں: سب رنگ فیچر: محمد حسین آزاد حیدر عباس رضوی

آپ اور آپکی صحت ڈاکٹر ایس۔ اے۔ ایس کاظمی

کلام جاوید

جگدیش سنگھ ٹھاکر

۱۰-۰۰ پرادیشک سنگیت انیتا سین

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح

۷-۴۵ اسماعیل دادو خاں طبلہ وادن

۸-۳۰ رمیش ناڈکرنی: خیال

دوپہر

۱-۳۰ نئی رچنا نریندر چنچل: کاویہ پاٹھ

۱-۴۰ راگداری

۲-۳۰ لوک گیت رام جیون - من کیلے اور ساتھی

رات

۸-۰۰ سوال جن سادھارن کے جواب سکھیہ منتری کے

۹-۳۰ موسیقی کا منشا پروگرام

اتوار ۳ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ لوک گیت

تیج رام بھارتی اور ساتھی

رات

۹-۳۰ ناٹک

پیر ۴ر اکتوبر

صبح

۔۔۔ ، دوپہر ۲-۳۰
گودھن لال پونچھ والا اور ساتھی
لوک گیت

۸-۳۰ بی۔ شیام سندر نائیڈو
ستار

۹-۰۰ طلبار کے لئے
چھٹی جماعت کے لئے انگریزی
سبق

رات

۸-۱۵ ایشیاڈ نیوز ریل

۹-۰۰ نیشنل پروگرام
ہندی تقریر

۱۰-۰۰ بی شیام سندر نائیڈو
ستار

۱۰-۰۰ الکادیو : خیال

منگل ۵ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ رتن لال کشواہا اور ساتھی
لوک گیت

۷-۴۵ لکشمی شنکر
اُپ شاستریہ سنگیت

اقبال احمد صدیقی
سگم سنگیت

۔۔۔ اردو پروگرام : آئینہ
بزم سخن
ماہانہ شعری نشست
شعرار : فاضل برہانپوری
منان صدیقی، صادق اندوری
عثمان ہانی، واحد پریمی
اور شریف شفائی

۱۰ دیش کی چٹھی
ضلع کی چٹھی

طلبار کے لئے
جماعت ۶-۷-۸ کے لئے
جنرل نالج (سامانیہ گیان)

رام کرشن چورسیا
کاویہ دھارا

۱۰-۳۰ اقبال احمد صدیقی
سگم سنگیت

۲-۳۰ رتن لال کشواہا اور ساتھی
لوک گیت

رات

۸-۱۵ آدھنک کوتریوں کے کاویہ
میں راشٹریہ ایکتا کے سور
ہندی تقریر
دھنونتی شرما

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر

بدھ ۶ر اکتوبر

صبح

۸-۲۰ ، دوپہر ۱-۳۰
سیما شرما : سگم سنگیت

۸-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
ایل۔ بی۔ مسلگاؤنکر۔ خیال

۹-۱۰ طلبار کے لئے
ساتویں جماعت کے لئے
انگریزی سبق

دوپہر

۲-۳۰ گھنشیام داس وچھودنا
لوک گیت

رات

۸-۰۰ ساہتیکی
کاویہ پاٹھ : راجکاری رشمی

۹-۴۵ وشو دیالین کاریہ کرم

۱۰-۰۰ بی۔ آر۔ سٹولوکر
وائلن وادن

جمعرات ۷ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ ریتا گنگولی
اُپ شاستریہ سنگیت

۸-۲۰ دوپہر ۱-۳۰
نیلم ساہنی : سگم سنگیت

۸-۳۰ رحمان خاں اور ساتھی
شہنائی

۹-۱۰ طلبار کے لئے
۹-۱۰-۱۱ جماعت کے لئے
جنرل نالج (سامانیہ گیان)

دوپہر

۲-۳۰ نرملا نلوسے اور سہیلیاں
لوک گیت

رات

۸-۰۰ مدھیہ پردیش میں ون ایم
کا ارتھ شاستر
ہندی تقریر : بی۔ کے۔ سیٹھ

۸-۱۵ دیسی سینی : مزاحیہ پروگرام

۹-۳۰ پراونشیلک، لوک اور سگم
سنگیت کا نیشنل پروگرام

۔۔۳۰ رحمان خاں اور ساتھی
شہنائی وادن

جمعہ ۸ر اکتوبر

صبح

۸-۳۰ بلرام کنثر : ستار

۹-۱۰ طلبار کے لئے
بنیادی پرشکشت شکشاؤں
کے لئے

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام : کہکشاں
فلم سیزن پروگرام
سلکھشنا پنڈت اور سید حفیظ
جالندھری کے ساتھ ایک شام
شرکار : سلکھشنا پنڈت
سید حفیظ جالندھری اور
ایم۔ رفیق

۵-۳۰ کوی گوشٹھی

ہفتہ ۹ر اکتوبر

صبح

۸-۲۰ ، دوپہر ۱-۳۰
پرکاش مادنیرکر
سگم سنگیت

۸-۳۰ نثار حسین خاں : خیال

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا
کاویہ پاٹھ : انیل کھپریا

رات

۹-۰۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۰ر اکتوبر

صبح

۱۰-۲۰ رام چتر ملک
دھرپد / دھمار

دوپہر

۱-۳۰ رام چتر ملک : دھمار

۲-۳۰ ہرگوبند سونی اور ساتھی
لوک گیت

رات

۸-۱۵ انگلینڈ میں بھارت سمارودھ

۸-۳۰ ایشیاڈ ۸۲
روپک (انگریزی)

۹-۳۰ ناٹک

پیر ۱۱ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ وملا شریواستو
لوک گیت

۸-۲۰ بلرام نامدیو : سگم سنگیت

۸-۳۰ پنا لال گھوش
بانسری : ادن

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام
ہندی تقریر

۱۰-۰۰ بلرام ناگ دیو : خیال

۱۰-۳۰ پنا لال گھوش : بانسری وادن

منگل ۱۲ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شیل بالا ترویدی
لوک گیت

۷-۴۵ رد ینا بردیکشت
اُپ شاستریہ سنگیت

۸-۲۰ گھنشیام داس
سگم سنگیت

۸-۳۰ اردو پروگرام : آئینہ
رفتار
شہرنامہ : اجین
سلطان احمد صدیقی
دیس بدیس
مظفر رئیس، احتشام قریشی

۹-۱۰ طلبار کے لئے
جماعت ۶-۷-۸ کیلئے
سامانیہ گیان
بھارتیہ کھنیج سمپدا

رات

۸-۱۵ ہم اور ہمارے قانون
موٹر وہیکل ایکٹ
ہندی تقریر : رام موہن سنہا

۹-۳۰ نیشنل پروگرام
انگریزی تقریر

۱۰-۰۰ ساپتاہک سنگیت سبھا

۶۱۹

بدھ ۱۳ اکتوبر

صبح

۷-۰۰ نسیم بانو چوپڑہ

۸-۳۰ کمار گندھروا: خیال

۹-۱۰ طلباء کے لئے
ساتویں جماعت کے لئے
انگریزی سبق

دوپہر

۱-۳۰ نسیم بانو چوپڑہ: سگم سنگیت

رات

۸-۰۰ ساہتئیں
بیٹھک: ڈاکٹر شو شرما

۹-۳۰ ترنگ

۹-۴۵ وشو وویالین ڈرامہ

۱۰-۰۰ کمار گندھروا: خیال

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح

۸-۳۰، دوپہر ۱-۳۰
کمل ہنس پال
سگم سنگیت

۸-۳۰ عبداللطیف خاں
ستار پر للت

۹-۱۰ طلباء کے لئے
جماعت ۱۱-۱۰-۹ کے لئے
ساماجک گیان: سیما سرکشا

دوپہر

۲-۳۰ تیجی کھڈک: لوک گیت

رات

۸-۰۰ نرگن بھکتی آندولن پر اسلام
کا پربھاؤ: ہندی تقریر
ڈاکٹر پربھودیال اگنی ہوتری

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: روپک

۱۰-۰۰ کرشنا دیوی چترتھ
ٹھمری دادرا

۱۰-۳۰ عبداللطیف خاں
سارنگی پر مالکونس

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح

۸-۲۰ سعادت بن اشرف
سگم سنگیت

۸-۳۰ ایس کے داس گپتا: سرود

(آگے ص ۵۱ پر)

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد: ۲۰۰٫۰۹ میٹر - ۱۵۰۰ کلو ہرٹز   پربھنی: ۲۲۹٫۶ میٹر - ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

[illegible]

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

[illegible]

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۷-۰۵ گاندھی وندنا

۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام
کلام شاعر بزبان شاعر
قمر اقبال
افسانہ: از رفعت نواز
نیاز احمد فیاض احمد

۸-۴۰ خیال

دوپہر

۱-۰۰ کلیانی رائے: ستار

شام

۷-۱۵ شاہر سابڑے
لوک سنگیت

۸-۱۵ بین اقوامی یوم موسیقی
ایس۔ این اکونکر کی اقتباسات
پر مبنی تقریر

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ لال بہادر شاستری
مراٹھی میں تقریر

دوپہر

۱۲-۳۰ باپوجی: فیچر
پیشکش، بھگوان بھٹکر

۱-۰۰ سرفتا ہنگل: خیال

شام

۷-۱۵ بنجارہ گیت

۸-۱۵ سلسلے وار پروگرام
اون۔ پاؤس

۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۳ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ ایس اے مہاکر: خیال

۷-۳۰ اردو پروگرام: سب رنگ
بچوں کے لئے
پیشکش: محمد صدیقی

۹-۰۵ بال سنگیت سبھا
مراٹھی میں (بچوں کے لئے)

۹-۴۰ ہندی ساہتیہ میں راشٹریہ
کاویہ کا وکاس: ہندی
تقریر: ڈاکٹر سوریہ کانت
النسو بھے

۱-۰۰ بزم خواتین (مراٹھی)

۷-۱۵ نانا بوا پرنک: کیرتن

رات

۹-۳۰ اسٹیج گیت

۱۰-۰۰ کنکنا بنرجی: خیال

پیر ۴ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ عبدالحلیم جعفر خاں: ستار

۸-۴۰ اسٹیج گیت

دوپہر

۱-۰۰ اور رات
پرکاش سنگیت: خیال

۷-۱۵ رامچندر سابڑے
لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ وگیان اور منش
مراٹھی تقریر

منگل ۵ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ میناکشی داس: خیال

۷-۳۰ سب رنگ
"آپ اور ہم"
خطوں کے جواب

۸-۴۰ شنکر ابھینکر: سگم سنگیت

دوپہر

۱-۰۰ سرلا بھڑے: ٹھمری

شام

۶-۱۰ سکھدیو گانیگواڑ
لوک سنگیت

۸-۱۵ مغل چترشیلی:
مراٹھی تقریر

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۶ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ منی لال ناگ: ستار

۸-۴۰ جگدیش پرساد پنڈت
ٹھمری

دوپہر

۱-۰۰ اجے پوہنکر: خیال

شام

۷-۱۵ شانتا داس ناوڈے
لوک سنگیت

رات

۹-۳۰ پراگ
ادبی ثقافتی پروگرام
مراٹھی میں

۱۰-۰۰ فرمائشی گیتوں کا
مراٹھی پروگرام

جمعرات ۷ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ نیوتی بواسرنا ئیک
سبدھ سنگیت

۸-۳۰ اننت ڈائیلے اور پرکاش گھاگر بکر: اسٹیج گیت

دوپہر

۱-۰۰ خان بندھو: خیال

شام

۶-۱۵ تربنک جگتاپ
لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ دیہی نیوز ریل
۹-۰۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

جمعہ ۸ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ سب رنگ
کلام شاعر: سید ہاشم
افسانہ: سید رحیم الدین رضا

۷-۱۵ گاندھی وندنا
۸-۳۰ گنگو بائی ہنگل: خیال

دوپہر

۱-۰۰ شوبھا جوشی: ٹھمری

شام

۶-۱۵ گوتم گوئی: لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ حیدرآباد مکتی سنگرام
کی یادیں
تقریر: راملنگ سوامی

۹-۳۰ ایرفورس کے پچاس سال
مراٹھی فیچر

۱۰-۰۰ ہری پرساد چورسیا
بانسری

ہفتہ ۹ اکتوبر

صبح

۷-۰۰ پربھاکر دیش مکھ
لوک سنگیت

۷-۰۰ سب رنگ (نوجوانوں کیلئے)
افسانہ: مرزا باقر علی

۱۲-۰۰ رنگ محفل
عبدالرب چاؤش: قوالیاں

شام

۶-۱۵ رام بھاؤ راٹھور
لوک سنگیت

۸-۱۵ سلسلہ وار پروگرام
ادن پاؤس (مراٹھی)

۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۰ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ شرد گوکھلے: خیال
۸-۰۵ بچوں کے لئے
تاریخی اورنگ آباد کا
سنہری محل
تقریر: ایم۔ ایس۔ تنکیہ
گیان وگیان
ایس۔ ایس۔ سوامیکر

۸-۳۰ تاریخی ناول
ہندی میں مباحثہ

دوپہر

۱-۰۰ بزم خواتین (مراٹھی)
تقریر: گنگو بائی ونکل

شام

۶-۱۵ وسنت بوہنکر: کیرتن
۹-۳۰ اسٹیج گیت

پیر ۱۱ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ بدھ دتیہ مکھرجی: ستار
۸-۳۰ شبد گندھ
ڈاکٹر سوہاسینی ارلیکر
کی رچنائیں

دوپہر

۱-۰۰ اور رات ۱۰-۰۰
بالا صاحب بھی رنگاد کر
خیال

رات

۸-۱۵ جے پرکاش نارائن
مراٹھی میں تقریر

۹-۳۰ ہندی تقریروں کا
نیشنل پروگرام

منگل ۱۲ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ رام مراٹھے: خیال
۸-۳۰ دینا دیشکر: اسٹیج گیت

۱۰-۰۰ گووند پرساد جے پوروالے
ٹھمری اور ہوری

شام

۶-۱۵ سنت رام سالوکے
لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ اچیوت جیہ شیل
مراٹھی تقریر

۹-۳۰ وگیان بھارتیکا
۱۰-۰۰ منگلا جنتب کی علاقائی موسیقی

بدھ ۱۳ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ مادھوتی کمبار بھا ہنو
سنتوری

۹-۳۰ نرملا دیوی: ٹھمری

شام

۶-۱۵ گلاب راؤ نانبکر
لوک سنگیت

رات

۸-۳۰ انگریزی تقریر
۹-۳۰ مراٹھی روپک
ڈاکٹر آر سی ڈھیرے
۱۰-۰۰ فرمائشی پروگرام

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ سبدھ سنگیت

۸-۳۰ یدیپ کورٹکر
اسٹیج گیت

دوپہر

۱-۰۰ گریش اور چندر شیکھر
خیال

شام

۶-۱۵ انا داس سوالکے
لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ دیہی نیوز ریل
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: فیچر

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ گاندھی وندنا
۸-۳۰ استاد رجب علی خاں
خیال

دوپہر

۱-۰۰ ریتا گنگولی: ٹھمری

شام

۶-۰۵ رنگ ناتھ رچکوے
لوک سنگیت

رات

۸-۱۵ حیدرآباد مکتی سنگرام
کی یادیں
مراٹھی تقریر: کاشی ناتھ
راؤ جادھو

۹-۳۰ مراٹھی ڈرامہ
۱۰-۰۰ شمیم احمد: ستار

بقیہ: بھوپال

۹-۱۰ طلباء کے لئے
بنیادی پرشکشن سنستھاؤں
کے لئے
بالکوں کی سویرا ماتک
سمسیائیں

دوپہر

۱-۳۰ سعادت بن اشرف
سگم سنگیت

۲-۳۰ وشوکرما کس اور ساتھی
لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام

کہکشاں
سائنس میگزین پروگرام
تقریر: السیٹ ون ہوکی
تیاریاں
عبدالمبین
بات چیت: سائنس اور
ہماری کامیابیاں
این۔ ایس۔ قریشی،
ڈاکٹر ظہیر الاسلام

۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ گرجا دیوی: ٹھمری دادرا

سرینگر

میڈیم ویو: سرینگر الف: ۲۶۸٫۸۰ میٹر سرینگر ب: ۲۲۵ میٹر ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۹۱٫۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: صبح ۱۱-۳۰ سے
رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ہندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۹-۰۵ دلچسپ خبریں ۹-۲۰ اردو ۹-۲۵ کشمیری دوپہر ۲-۱۰ لداخی
شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۴۵ اردو

جمعہ یکم اکتوبر

صبح

۶-۲۵ صبح گاہی
بھگتی سنگیت کا پروگرام (روزانہ)
۷-۰۵، شام ۶-۱۰
راج بیگم: غزلیں
۸-۰۰ طلعت محمود: غزلیں
۸-۲۰ گھر یارہ خاطرہ
۹-۰۵ 'اے گیسٹ ان دی ہیپی ویلی'

دوپہر

۲-۱۰ ستار وادن
۲-۳۰ آشس تہ گاشس
۴-۳۰ غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
چکری اور روف

رات

۹-۳۰ راتے ترانے
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۲ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ صوفی شعرا کا کلام
۸-۰۰ بیلا ساویر: غزلیں
۸-۲۰ گھرانوں کیلئے
۸-۴۵ حرف حرف (اردو)
۹-۰۵ خوشحال گھر (ہوم سائنس)
۱۰-۳۰ اور سہ پہر ۴-۳۰
عبدالحق اور ساتھی:
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ الوک گنگولی: غزلیں
۲-۱۰ کلاسیکی موسیقی

شام

۶-۱۰ غلام محمد میر: غزلیں
۸-۴۵ انگریزی میں بات چیت
۹-۳۰ میانے زندگے میونے کار

اتوار ۳ اکتوبر

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۰
رحمت اللہ خاں: غزلیں
۸-۲۰ گھرانوں کیلئے
۹-۰۵ اس ہفتے
۱۰-۰۰ علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ 'ہونہار' بچوں کیلئے
۱۱-۰۰ کورل میوزک
۱۱-۳۰ نیشنل پروگرام: ڈرامہ

دوپہر

۱۲-۴۰ فلمی گانے
۲-۳۰ نو بہ نو
۴-۰۰ پنجابی پروگرام
۴-۳۰ ہی مال

رات

۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ تو ہند چھٹی واژ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۴ اکتوبر

صبح

۷-۰۵ آشا کول: غزلیں
۸-۰۰ سخاوت حسین: غزلیں
۸-۲۰ رسانو منزہ
۸-۲۵ ہندی بات چیت
۹-۰۵ سنطور: صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ محمد رفیع: غزلیں
۲-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۴-۲۰ اسد اللہ ظہور احمد شاہ: کشمیری غزلیں

رات

۸-۳۰ اسپورٹس پروگرام (کشمیری)
۹-۳۰ 'یہ پھول آنگن کے' اردو کھیل
۱۰-۳۰ کھیسر ننیے

منگل ۵ اکتوبر

صبح

۷-۰۵، شام ۶-۱۰
نسیم اختر: غزلیں
۸-۰۰ چترادت: غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ ڈوگری موسیقی
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰، ۴-۰۰
غلام محمد قالین بافت اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ کلاسیکی موسیقی

رات

۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۲۰ 'وودھا' ہندی پروگرام
۱۰-۰۰ تو ہند فرمائش

بدھ ۶ اکتوبر

صبح

۷-۰۵ اوم کار ناتھ کول: غزلیں
۸-۰۰ انور: غزلیں
۸-۲۰ ششرنگ (کشمیری)
۹-۰۵ کاشر ناول

دوپہر

۱۲-۴۰ نینا دیوی: غزلیں
۴-۳۰ حمزہ داس، غلام قادر وانی
غزلیں

رات

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ اسپورٹس میگزین (اردو)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۷ اکتوبر

صبح

۸-۰۰ اوشا منگیشکر: غزلیں
۸-۲۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز
۹-۱۰ سازینہ
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ ترلوک کپور: غزلیں
۴-۰۰ 'کیارنی'
جموں، کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۴۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: علاقائی موسیقی

جمعہ ۸ اکتوبر

صبح

۷-۰۵ غلام محمد راہ: غزلیں
۸-۰۰ بیگم اختر: غزلیں
۸-۲۰ گھر یارہ خاطرہ
۹-۰۵ غزلیں

دوپہر

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۲-۳۰ آشس تہ گاشس
۴-۰۰ استاد رمضان جو اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ گفتگو (اردو)
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۹ اکتوبر

صبح

۰۰-۸ صلاح الدین احمد: غزلیں

۲۰-۸ تخلیق نو (اردو)

۳۵-۸ مولن شعار

۰۵-۹ خوشحال گھر (ہوم سائنس)

۳۰-۱۱ سہ پہر ۳۰-۴ تک

محمد عبداللہ تبت بقال و ساتھی

صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۴۰-۱۲ اوشا سیٹھ: غزلیں

رات

۴۵-۸ انگریزی بات چیت

۳۰-۹ بزم سامعین (کشمیری)

۰۰-۱۰ بلاؤتھ

۳۰-۱۰ شہر صدا

اتوار ۱۰ اکتوبر

صبح

۰۵-۷ شام ۱۰-۶

غلام حسن صوفی، غزلیں

۰۰-۸ اومی اور سادھنا کوٹے: غزلیں

۲۰-۸ گھرانوں کیلئے

۰۵-۹ اس ہفتے

۰۰-۱۰ علاقائی ریڈیو نیوزریل

۱۵-۱۰ 'بہونہار'

۰۰-۱۱ فلم میگزین (اردو)

۳۰-۱۱ 'ٹھیکری' اردو کھیل

تحریر: سجود سیلانی

دوپہر

۴۰-۱۲ فلمی گانے

۲۰-۲ 'کہکشاں'

۰۰-۳ پنجابی پروگرام

۳۰-۳ ہی مال

رات

۴۵-۸ تو ہنر چیھی واثر

۰۰-۱۰ آپ کی فرمائش

پیر ۱۱ اکتوبر

صبح

۰۵-۷ بیتاکول، غزلیں

۰۰-۸ جگجیت سنگھ، غزلیں

۲۰-۸ ذات بشارت

۲۵-۸ ہندی بات چیت

۰۵-۹ 'سنطور' صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۴۰-۱۲ ارملا نگر: غزلیں

۱۰-۲ شاستریہ سنگیت

رات

۳۰-۸ کھیلوں کی دنیا

۳۰-۹ 'پوز اپوز' کشمیری کھیل

تحریر: کشن رازدان

۳۰-۱۰ 'سام'

منگل ۱۲ اکتوبر

صبح

۰۵-۷ شام ۱۰-۶

مہاراج کرشن پنڈت، غزلیں

۰۰-۸ چترا سنگھ: غزلیں

۲۰-۸ پنجابی پروگرام

۰۵-۹ ڈوگری موسیقی

۳۰-۱۱ سہ پہر ۰۰-۴

محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی

صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۳۰-۱۲ بھجن

رات

۴۰-۸ کشمیری میں بات چیت

۳۰-۹ سنگرمال

۰۰-۱۰ تو ہنر فرمائش

بدھ ۱۳ اکتوبر

صبح

۰۰-۸ شام ۱۰-۶

کنول کشور جالا، غزلیں

۲۰-۰۰ شش رنگ

۰۵-۹ کاشری ناول

دوپہر

۴۰-۱۲ طلعت عزیز، غزلیں

۳۰-۲ نسیم اختر، کنول کشور جالا

غزلیں

رات

۴۵-۸ خط کیلئے شکریہ

۳۰-۹ سائنس میگزین (اردو)

۰۰-۱۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح

۰۵-۷ شام ۱۰-۶

غلام نبی شیخ، غزلیں

۰۰-۸ شبیر حسین خاں، غزلیں

۲۰-۸ پنجابی پروگرام

۰۵-۹ سازینہ

۳۰-۱۱ محمد سلطان میر اور ساتھی

صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۴۰-۱۲ سدھا ملہوترہ، غزلیں

۲۰-۲ گرجا دیوی: ٹھمری

۰۰-۳ فوجی بھائیوں کیلئے

۰۰-۴ کیاری

۳۰-۴ پہاڑی پروگرام

رات

۴۵-۸ ہیلیقہ ورم

۳۰-۹ نیشنل پروگرام: ڈرامہ

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح

۳۵-۶ صبح گاہی

۰۵-۷ غزلیں

۲۰-۸ گھر بارہ خاطرہ

دوپہر

۱۰-۲ کلاسیکی موسیقی

۳۰-۲ آتش تہ گاتش

رات

۰۰-۸ وادی کی آواز

۲۰-۹ رائے ترائے

۳۰-۱۰ داستان

لیہ

میڈیم ویو ۲۰۴/۹/۲۰ میٹر ۱۰۵۳ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح		دوپہر		شام	
۰۰-۷	بلتی سنگیت	۰۰-۱	اور رات ۰۰-۸ فوجی بھائیوں کے لیے	۱۵-۶	طلبا پروگرام (لداخی میں)
۲۵-۷	پروگراموں کا خلاصہ	۱۵-۲	لداخی موسیقی	۰۰-۱	دودھ بھارتی پروگرام (علاوہ ہفتہ)

بقیہ لکھنؤ

۱۰-۹، رات ۳۰-۱۰

افضل حسین خاں نظامی

گائن

۰۰-۱۲ سنسکرت گیتم

رات

۵۰-۹ پریوار کلیان پر شنوتری

جمعرات ۱۴ اکتوبر

صبح

۲۰-۸ اردو پروگرام

شعری نشست

۱۰-۹، رات ۳۰-۱۰

دلدار خاں

سارنگی وادن

رات

۰۰-۸ بھاونا سے چیت تک

بات چیت

پروفیسر آر۔ ایس۔ وشِشٹ

۳۰-۹ نیشنل پروگرام: فیچر

جمعہ ۱۵ اکتوبر

صبح

۳۰-۷ سور ویلا

ہندی میں نظم خوانی

ڈاکٹر شیو بہادر سنگھ بھدوریا

ابہر سار دیکشت

۳۰-۸ اردو پروگرام: میگزین پروگرام

نئے تنقیدی میزان پر

مثنوی زہر عشق

سعادت علی صدیقی کی

بات چیت: کلام شاعر

۱۰-۹، رات ۳۰-۸ اور ۳۰-۱۰

سریندر شنکر اوستھی: گائن

رات

۰۰-۸ ہندی میں بات چیت

(دائیں سے) امین کامل ، واسدیو ریہہ ، غلام رسول سنتوش ، رحمان راہی ، حسن بیگ عارف ، دینا ناتھ نادم ۔

(دائیں سے) شمبھوناتھ بھٹ حلیم ، مرغوب بانہالی ، چمن لال چمن ، موتی لال ساقی ، غلام نبی خیال ، فاضل کشمیری ۔

(دائیں سے) نشاط انصاری ، لکھن لال مادھو ، شہباز راجوروی ، مبارک شاہ جیلانی فطرت ، محی الدین گوہر ، مکھن لال بیکس ۔

(دائیں سے) غلام محمد غمگین ، سجود سیلانی ، نسیم شفائی ، مشعل سلطانپوری ، تیج راول ، ارجن دیو مجبور

(دائیں سے) قاضی منظور دہلوی ، رشید نازکی ، شام لال پردیسی ، شاہد بڈگامی ۔

MGIPLP(FBD)- 127/AIR/ND/82 - 3,000

ریڈیو کشمیر سرینگر
اردو زبان وادب میں مشاعرے کی روایت صدیوں پرانی ہے۔ روایت شکنی کے اس دور میں بھی آل انڈیا ریڈیو اپنے سامعین کے لیے
اکثر و بیشتر مشاعروں کا انعقاد کرتا رہتا ہے — کشمیر کی حسین وادی میں ریڈیو کشمیر سرینگر نے یکے بعد دیگرے ایک کل ہند اردو مشاعرے
اور دوسرے کشمیری مشاعرے کا انعقاد کیا۔
زیر نظر صفحے پر ہم اردو شعراء اور مقابل کے صفحے پر کشمیری شعراء کی تصاویر پیش کر رہے ہیں۔
اسٹیشن ڈائرکٹر ریڈیو کشمیر سرینگر آر پی اگی
سامعین و شعراء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے
جگن ناتھ آزاد
وحید اختر
داراب وفا
غلام رسول نازکی
قیصر قلندر
مظفر ایرج
ندا فاضلی
افتخار امام صدیقی
محمد یسین
کمار پاشی
رفیق راز
شہریار
فاروق نازکی
مرش صہبائی
رخسانہ جبیں
عابد سناروی
راج نرائن راز
حکیم منظور
شجاع سلطان
حامدی کشمیری
اشرف ساحل

Regd. No. D-(C) 39 Regd. No. RN 14253

AWAZ
1st. October 1982

Licenced (U-23) to post without prepayment at CPSO, New Delhi.

ایم، اے وہاب
'مذہب اسلام' کے موضوع پران کی تقریر
آکاشوانی مدراس سے نشر کی گئی۔

شری بوٹا سنگھ —
چیرمین اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی
ایشیائی کھیل، آکاشوانی بمبئی میں؛ ساتھ میں
شری ایس کرشنن، اسٹیشن ڈائرکٹر، اور شری آر این کھاپڑے
سپرنٹنڈنٹ انجنیر کو بھی دیکھا جا سکتا ہے
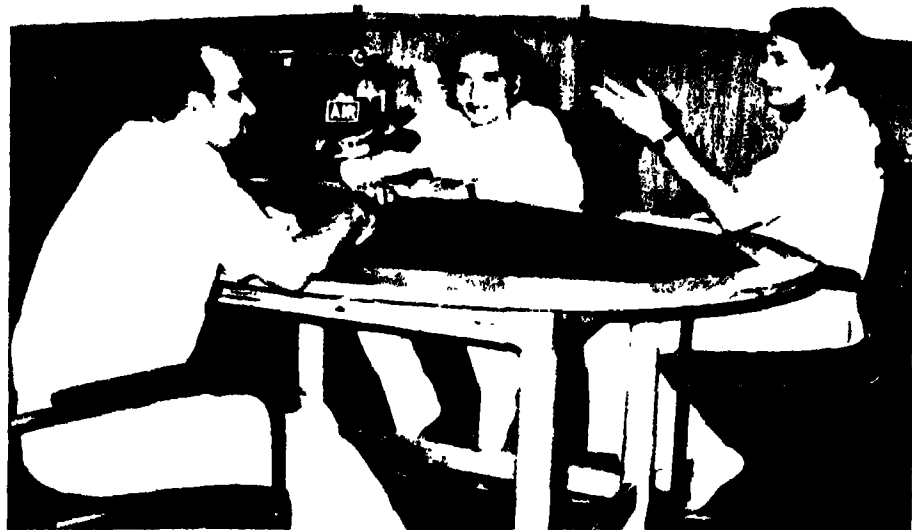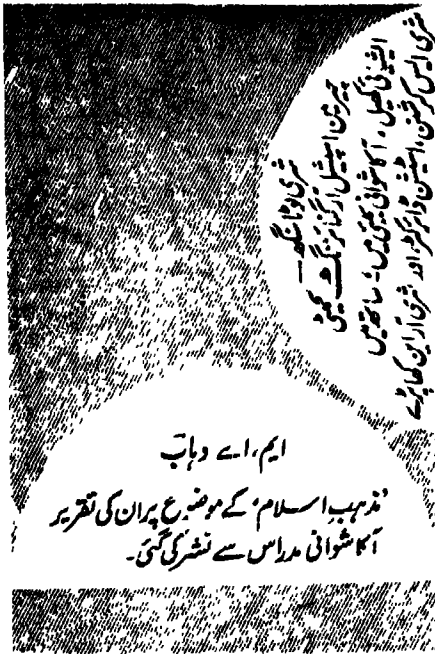
یونس سلیم صدیقی (دائیں) اور سحر سعیدی کے ساتھ
ڈاکٹر یوسف عثمانی کا انٹرویو آکاشوانی
اورنگ آباد/پربھنی کے اردو پروگرام
سب رنگ میں نشر کیا گیا

فلم موسیقار روی - (دائیں)
کے ساتھ شمیم قریشی
اردو سروس کے 'روبرو' میں محو گفتگو

Published by The Director General, All India Radio, At the Office of the Chief Editor, Akashvani
II floor, PTI Building, Sansad Marg, New Delhi110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن کے پروگرام - معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے، غزلیں اور نظمیں

ریڈیو سنگیت سمیلن ۸۲

اس بار کلکتہ سے غزلیں

ساگر چاپدانوی

سنگ سے چھوٹ کے وہ ہوں گے صدا سے محفوظ
ہم ہی جائیں گے جو شیشے پہ کہاں گذرے گی

دور تک اب بھی نہیں موسمِ گل کے آثار
اپنے گلشن سے خزاں، بعد خزاں گذرے گی

سننے میں رد ہوا پروانۂ گردن زدنی
سر اٹھائے ہوئے اب اپنی زباں گذرے گی

کرنے دے گھر تو، پوچھ اے مرے دھرتی کے خدا
دن کہاں بیتے گا، اب رات کہاں گذرے گی

آگئے شہر خردمنداں سے دیوانوں میں ہم
بڑے آرام سے اب اپنی یہاں گذرے گی

سننے سے پہلے ہی تو پڑ گئے تیور پہ بل
صاف ظاہر ہے میری بات گراں گذرے گی

پھول ہی پھول نظر آئیں گے تا حدِ نظر ہم
دل کے ویرانے سے جب نوک سناں گذرے گی

اب کی دیوالی میں جاؤں گا میں اپنے گاؤں
پھر مجھے چھوتی ہوئی کاہکشاں گذرے گی

آلودگی کی جگہ ہم لوگ کروں میں ہوں گے تنہا
ساگر اب نظروں سے اندھی دکاں گذرے گی

مسلم [illegible]

اب کے آندھی میں یہاں کوئی شجر باقی نہ تھا
رہگذر سنسان تھی کوئی بھی گھر باقی نہ تھا
اب کے بہنا تھا ہر اک گھر نے سمت رکا ایاس
کس کو میں آواز دیتا کوئی سر باقی نہ تھا
زہر ہی سے تو مجھے کرنا پڑا اپنا علاج
جب میرے دستِ مسیحا میں اثر باقی نہ تھا
آسماں کا سفر تھا جو ابھی تک ہے نا تمام
کوہ، صحرا، دشت و دریا کا سفر باقی نہ تھا
اڑ گئے پنچھی نئی سمتوں کی جانب اس لیے
آگ بستی میں لگی تو اک شجر باقی نہ تھا

محرم [illegible]

درمیاں خوف کے یہ عمرِ رواں گذرے گی
امتحاں کرب کا دیتے ہوئے جاں گذرے گی
صوت و صورت کی طرح نہر بہے گی جو دریا میں
سطح پر چھوڑ کے کچھ اپنا نشاں گذرے گی
اس کا احساس بہر طور ابھی زندہ ہے
بات اگر تلخ ہوئی اس کو گراں گذرے گی
میرے اندر جو کوئی ہے اسے دیکھوں گا ضرور
اپنے پردے کے تناظر میں عیاں گذرے گی
ڈوب جائیں گے ہم اپنے میں خبر اسکی نہ تھی
بن کے ایک موج بھی سیلاب رواں گذرے گی
منتظر جسکا ہوں وہ میری طلب بنکے ہوا
کھلکھلاتی ہوئی زنجیر مکاں گذرے گی
سوچ کے صحرا میں پہچان بنانے کے لیے
میری شائستگی طرز بیاں گذرے گی
کتنی سخ بستہ ہواؤں میں گھرا ہوں محرم
دھوپ کب سر سے مرے ہو کے جواں گذرے گی

نور قریشی

اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور سزا دو گے مجھے
حاکم وقت ہو سولی پہ چڑھا دو گے مجھے
میری باتیں جو تمہارے نہ موافق ہوں گی
ایک انسان سے اوتار بنا دو گے مجھے
آج کچھ سننے پہ آمادہ نہیں ہو لیکن
خود ہی گھبرا کے کسی روز صدا دو گے مجھے
میں تو ایک ٹھوس حقیقت ہوں زمانے کے لیے
میں کوئی خواب نہیں ہوں کہ بھلا دو گے مجھے
بے زبانوں کو یہاں میں نے زبانیں دی ہیں
دیکھیں اس جرم پہ تم کیسی سزا دو گے مجھے
میں تو مجموعہ ہوں اک جہد مسلسل کا نور
میں کوئی حرف ہوں غلط کہ مٹا دو گے مجھے

فاروق شفق

زرد کرتی ہوئی پھولوں کو خزاں گذرے گی
اب جو رت آئے گی بے نام و نشاں گذرے گی
دن میں تو گلیاں بھی آباد تھیں گھر آنگن بھی
شہر والوں پہ مگر رات گراں گذرے گی
راستے تیرتی کشتی میں مسافر ہیں سبھی
گھر سمجھ لیں گے اسے رات جہاں گذرے گی
تم سے ممکن ہو تو دیوار پہ لکھا پڑھ لو
میں کہوں گا تو مری بات گراں گذرے گی
رات کے خواب ان آنکھوں میں سجاؤں کیسے
دن ہی جب گذرا نہیں رات کہاں گذرے گی
کچے بانسوں میں دبی اور سلگتی یہ گھٹن
تیز کرتی ہوئی یادوں کا دھواں گذرے گی
سر پہ چھت گرتی ہے دیواریں باقی ہیں شفق
گھر کا یہ حال ہے تو کیسے یہاں گذرے گی

رشید قریشی

طوفاں گذر جائے پھر اک بار ملیں گے
اس پار کے بچھڑے ہوئے اس پار ملیں گے

یہ دور عجب دور ہے، اس دور میں یارو
جس شہر میں جاؤ گے اداکار ملیں گے

ہے وقت ابھی وقت کو پہچان لو، ورنہ
بازار ملے گا نہ خریدار ملیں گے

ہم اپنی روایت کا بھرم رکھتے رہیں گے
جب ہم کو پکارو گے سردار ملیں گے

اس شہر کے آداب نرالے ہیں یہاں لوگ
چڑھتے ہوئے سورج کے پرستار ملیں گے

یہ راہِ محبت ہے رشید اتنا سمجھ لو
اس راہ میں کچھ موڑ کئی بار ملیں گے

[illegible] انور چاپدانوی

مجھ کو نئی زمیں نئے آسماں ملے
جب سے رہِ حیات میں تم مہرباں ملے

منزل کی جستجو میں بھٹکتی ہے زندگی
اس رہ گذر میں کاش کوئی کارواں ملے

جب کشتیٔ نشاط ہوئی حادثوں کی نذر
تب جا کے زندگی کے ہمیں بادباں ملے

اپنی تباہیوں کا گلہ کس سے ہم کریں
سائے بھی اپنے آج ہمیں بدگماں ملے

اشکوں سے چشم نم تھی مگر لب تھے خندہ زن
ایسے بھی اس جہاں میں کچھ شادماں ملے

مضطر ہر ایک روح ہر ایک دل ہے بیقرار
ہر سو تمہارے شہر میں غم کے نشاں ملے

انور تھی آرزو کہ ملیں گے گل و سمن
لیکن جہانِ شوق سے آہ و فغاں ملے

ریڈیو سنگیت سمیلن ۸۲

ہر برس کی مانند اس بار بھی ریڈیو سنگیت سمیلن کی محفلیں ۹ اور ۱۰ اکتوبر کے درمیان ملک کے بیس دوسرے مراکز پر منعقد کی جائیں گی جن میں ہندوستانی اور کرناٹک موسیقی کے نمایاں فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔

ان محفلوں کی ریکارڈنگ ۲۳ اکتوبر سے ۳ نومبر ۸۲ء تک نشر کی جائیں گی

ان نشریات کی مفصل پیش خدمت ہے۔

نشریات کی مزید تفصیلات اور فنکاروں کی تصاویر آواز کے آئندہ شماروں میں پیش کی جائیں گی۔

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

رات ساڑھے نو بجے سے ۱۰ بجے تک

پنڈت جسراج	گائن
گریش	سنگت گائن
اپا جلگاؤنکر	ہارمونیم
ذی ارنیرزکر	طبلہ
وکنیش گوڑھنڈ	ہارمونیم

(۹ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

صبح ۱۱ سے دوپہر ۱۲:۰۰

دیویندر مردیشور	بانسری
نتیہ نند ہلدی پور	بانسری سنگت
آنند و چیڑجی	طبلہ

(۱۰ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

مالنی راجورکر	گائن

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

ایم ایل وسنتھا کماری	گائن
مینا سبرامنیم	سنگت گائن
اے آر لیا کماری	وائلن
ایس وی راجا راؤ	مردنگم
جی ہری شنکر	کھنجیرہ

(۱۰ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۲۵ اکتوبر

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

اروند پاریکھ	ستار
فیاض احمد	طبلہ

(۹ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۲۶ اکتوبر

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

ٹی رکمنی	وائلن
ٹی پی لکشمی نرسمہم	مردنگم
ٹی ایچ سبھاش چندرن	گھاٹم

(۱۰ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۲۷ اکتوبر

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

مالبیکا کانن	گائن
آنند گوپال بندوپادھیائے	طبلہ
سوہن لال	ہارمونیم

(۹ اکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۲۸ اکتوبر

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

مدورائی کرشنا مورتی	گائن
نال گنڈی جی جیارمن	وائلن
ویلور راما بھدرن	مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو کالی کٹ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۲۹ اکتوبر

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

یعقوب علی خاں	سرود
سامتا پرساد	طبلہ

(۹ اکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

رات ۹:۳۰ سے ۱۰:۰۰

شیخ چینا مولا صاحب و ساتھی	ناگا سورم
وی ایس شنکر سندرم	تھول

(۹ اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

برج بھوشن لال کابرہ	گٹار
شنکر گھوش	طبلہ

صبح ۱۱:۰۰ سے دوپہر ۱۲:۰۰

سمتی مٹانکر	گائن
امرناتھ	سارنگی
راجا چھترپتی سنگھ	پکھاوج

(۱۰ اکتوبر کو اگرہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۱۰:۰۰ سے ۱۱:۰۰

غلام مصطفےٰ خاں	گائن
شبیر حسین	سارنگی
شریف احمد	طبلہ
مشکور حسین	ہارمونیم

(۱۰ اکتوبر کو بنگلور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

(دائیں سے) پنڈت جسراج ، مالنی راجورکر ، دیویندر مردیشور ، ایم ایل وسنتھا کماری ، اروند پاریکھ ، ٹی رکمنی ، مالبیکا کانن

(دائیں سے) مدورائی کرشنا مورتی ، یعقوب علی خاں

(دائیں سے) شیخ چینا مولا صاحب ، برج بھوشن کابرہ ، سمتی مٹانکر ، غلام مصطفےٰ خاں

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

		ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر	جے بی گوئیل	۳۸۴۳۳۹
ایڈیٹر	سراج احمد	۳۸۴۳۵۴
معاون	ہرمہندر سنگھ وج	
اسسٹنٹ بزنس منیجر	ڈی کے پوری	۳۸۴۳۵۱
تار کا پتہ	LISTENER	

نئی دہلی —— ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۲ء مطابق ۲۴ اشون ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ ، شمارہ ۲۰

اس شمارے میں

اردو شاعری میں انسان دوستی —— ذاکر حسین خاں —— ۵
شبلی کی سیرۃ النبی —— مختار الدین احمد —— ۶
لایعنی تھیٹر —— آفاق احمد —— ۸
امیر خسرو —— ڈاکٹر عطا کریم برق —— ۱۰
ہدیہ تہنیت —— نریندر شرما —— ۱۱
دو دھوں نہاؤ پوتوں پھلوں کی نئی تعبیر — رابعہ صدیقی —— ۱۲
امام باڑہ گورکھپور —— ڈاکٹر سلام سندیلوی —— ۱۳
اردو تاریخ صحافت پر ایک نظر —— پروفیسر محمد لطیف احمد —— ۱۵
شمع فروزاں —— مہک نظمی —— ۱۶
ترجمے کے مسائل —— سید یعقوب میراں —— ۱۷
شطرنج —— محمود ہاشمی —— ۱۸
میاں بیوی —— نریندر لوتھر —— ۱۹
سرینگر شہر تاریخ کے آئینے میں —— محمد امین پنڈت کشمیری —— ۲۰
جو کمائے وہ کھائے —— عظیم اختر —— ۲۲
راستے خاموش ہیں —— عظیم اقبال —— ۲۴
کاٹھ کا گھوڑا —— رتن سنگھ —— ۲۶
بھابی —— قاسم خورشید —— ۲۷
غزلیات ۔ عبداللطیف یاور —— ۶
ذکیہ سلطانہ نیر —— ۸
ظہیر صدیقی —— ۹
رعنا سحری —— ۱۳
جالب نعمانی —— ۱۸
تقی اعظمی —— ۲۰
شفیع تمنائی پھلواروی —— ۲۳
ڈاکٹر مغنی تبسم —— ۲۵
آزاد گلاٹی —— ۲۷
علیم اللہ حالی —— ۲۸

قیمت

فی کاپی —— ۵۰ پیسے
سالانہ —— ۱۰ روپے
دو سال —— ۱۸ روپے
تین سال —— ۲۵ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

اردو شاعری میں انسان دوستی

ذاکر حسین خاں

اردو شاعری اپنی جاذبیت اور دلکشی کی وجہ سے نثر کی بہ نسبت ایک وسیع تر علاقے پر حاوی ہے اور اس نے اپنے کمال فیض سے ہر ایک کو فائدہ پہنچایا خواہ زمانہ کوئی کیوں نہ رہا ہو۔ اردو شاعری نے اپنی آنکھ کھولتے ہی خانقاہوں میں اپنا فرض انجام دیا۔ صوفیوں اور سنتوں نے اسی کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا اور علائق دنیاوی کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ نہ صرف وہ مذہب کی تبلیغ و ترویج کرتے بلکہ ان کی تعلیمات کا مقصد یہ بھی ہوا کرتا تھا کہ اس ملک کے دو انتہائی عظیم فرقے کے لوگوں کو انسانی برادری کے حلقے میں شیر و شکر کی طرح بکھیر تاکہ ایک دوسرے کی خوشی و غم میں برابر کے شریک کار رہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک اردو شاعری ان بزرگان دین کے پاس رہی یہی کار خیر چلا آتا رہا اور اس طرح زبان کی بھی آبیاری ہوتی رہی۔ جیسے جیسے اردو زبان کا دائرہ پھیلتا رہا اس میں ہر قسم کے ابواب داخل ہوتے گئے۔ ابتدائی دور میں مثنویاں کہی گئیں۔ جو یا تو اخلاقی تھیں یا پھر عشقیہ۔ لیکن ان عشقیہ مثنویوں میں بھی اخلاقی و اصلاحی عناصر کچھ زیادہ ہی رہے۔ جہاں تک اخلاقیات کا تعلق ہے اس کا منشا صرف اور صرف انسانی فلاح و بہبودی کے لیے ہوا کرتا ہے۔ اگرچہ غزل گو شعراء کا ملجا و ماویٰ تو عشقیہ مضامین ہی رہا، لیکن میر کے پاس ہم کو غم زندگی اور غم روزگار کی مثالیں ملتی ہیں۔ نادری سونٹے نے سب ہی کو مفلوک الحال کر دیا تھا۔ شاعر کا اس غم میں مبتلا ہونا عین فطری تھا۔ بعض بے لوث و بے غرض شعراء نے قصائد میں بھی انسانی دکھوں کا ذکر کیا اور راستے والیان وقت تک پہنچانے کی کوشش بھی کرتے رہے۔ المیہ کربلا کے علاوہ جتنے بھی مرثیے لکھے گئے، ان کا شمار انسان دوستی ہی کی تعریف میں آسکتا ہے۔

نظم نے اپنی دلکشی کے ذریعہ اپنے مافی الضمیر کو جس حسن خوبی سے بیان کیا وہ بات کسی اور میں نہیں ملتی۔ نظم کے نام کے ساتھ ہی نظیر اکبرآبادی کا نام ذہن میں آنے لگتا ہے۔ ان کی پوری شاعری انسان دوستی کی بہترین مثال ہے۔ نظیر زندگی کے ہر ماحول سے متاثر نظر آتے ہیں۔ میلہ ہو یا ٹھیلہ، عید ہو یا دیوالی، ہولی ہو یا بلدیو جی کا میلہ، غرض وہ ہر جگہ موجود —— جیسا موقع دیکھا اس رنگ میں بیان شروع کر دیا۔ ان کی شاعری حقیقت پسندی، صداقت شعاری، دردمندی، انسان دوستی، اور مقامی رنگ سے بھرپور نظر آتی ہے۔ یہ عام انسانوں کے شاعر تھے، کیا ہندو کیا مسلمان، کیا امیر کیا غریب۔ سب سے ایک جیسا ہی سلوک تھا۔ چنانچہ بنجارہ نامہ، کلجگ، شہر آشوب، آدمی نامہ، روٹی وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جس میں انھوں نے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا ہے ان کی شاعری میں انسانیت اور اس کے فلاح کی کسقدر تڑپ ملتی ہے ان اشعار سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تو اور کی تعریف کر تجھ کو ثنا خوانی ملے
کر مشکلیں آساں، اوروں کی تجھ کو بھی آسانی ملے
تو اور کو مہماں کر تجھ کو بھی مہمانی ملے
روٹی کھلا روٹی ملے پانی پلا پانی ملے
کلمک نہیں ہر جگہ ہے یہاں دن کو دے اور رات کو لے
کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

حالؔی کے دور میں پہنچتے پہنچتے اردو زبان وقیع اور تہذیبی بن چکی تھی۔ اس کے ادبی سرمائے میں قدیم روایتیں، فارسی زبان کا بے بہا خزانہ اور عربی وفارسی کی ترکیبوں نے شاعروں کے لیے آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ ہر ادیب اور شاعر کی یہی خواہش تھی کہ ملکی قومی ملی و تحریکی شاعری کے ذریعہ ایسا ادبی اور جذباتی ماحول پیدا کیا جائے کہ ملک میں بسنے والی تمام قومیں خواہ کسی کا کوئی مذہب سے کیوں نہ تعلق ہو آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہیں۔ یوں بھی نظم اپنی دلفریبی و دلکشی کے ذریعہ منظوم خلافت نوبن چکی تھی۔ حالؔی، اسماعیل میرٹھی، سرور جہان آبادی چکبست، اکبرالہ آبادی اور اقبال اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے رہے۔ ہند و بیرون ہند کی سیاسی اتھل پتھل نے اُردو نظم نگاری کے لیے ساز گار ماحول پیدا کر دیا تھا۔ دو بڑی عالمی جنگوں کے اثرات نے بھی اردو شاعروں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا انگریزوں کی سیاسی ریشہ دوانیوں نے ہر ہندوستانی کے دل کو شعلہ فشاں بنا دیا تھا۔ تحریکِ آزادی اور جنگ آزادی کے ولولوں نے شاعروں کے دلوں کو گرما دیا تھا۔ اگرچہ شاعری کے لیے گل و بلبل اور عشق و عاشقی کے سامان میسّر تھے لیکن اب عوام میں ایک دوسرے پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس کا غم اپنا غم، اس کی چاہت اپنی چاہتیں بن گئی تھی۔ جنگِ آزادی کے دور میں جتنی بھی نظمیں لکھی گئیں وہ انسان دوستی کی عظیم و بے بہا، علمی و قیمتی دستاویزات ہیں۔ اقبالؔ کی شاعری میں انسان دوستی پر کافی نظمیں ملتی ہیں۔ اقبالؔ نے حضرت انسان کی بے حد عزت و قدر و منزلت کی۔ پہلے تو وہ اس کی تعریف کرتے ہیں، جیسے ؎

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

یا

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

اور پھر انسان سے مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "تو کیا ہے" ؎

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک

اور آخر میں اس کا کام تجویز کرتے ہیں تاکہ انسان میں ایک دوسرے کی غمخواری کے جذبات پیدا ہو سکیں ؎

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

یا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

غدر کے بعد اردو شاعری کو ایک ایسا ماحول ملا جس میں قومیت، وطنیت اور انسانیت کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ برتا جانے لگا اور ایک دوسرے کے غم میں شریک ہونے لگے۔ نتیجے میں ان جذبات نے مذہب کی خلیج کو پاٹ کر ایک دوسرے کا غمگسار بنا دیا۔ سچ معنوں میں اس دور کی اردو شاعری سیکولرزم و قومی یکجہتی کی بہترین مثال ہے۔ تحریکِ آزادی نے جہاں قوم میں بیدار مغزی پیدا کرائی وہیں اس عہد کے شعراء نے بھی اپنے کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کیے جس کا کہ وقت متقاضی تھا۔ سن ۱۸۵۷ عیسوی کے انقلاب کے بعد شاعری نے جو شکل اختیار کی وہ دراصل ملکی، قومی و ملی حالات کی آئینہ دار تھی۔ اور اس میں یہ احساس بھی ابھر آیا تھا جس سے قوم کو گرمایا جا رہا تھا تاکہ وہ غیر ملکی سامراج کے اس طوق و سلاسل کو نکال پھینکے۔ حالؔی نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر ہندوستانوں کو احساس کمتری سے باہر نکالنے کی کوشش کی تو اسماعیل میرٹھی نے عین فطری انداز میں ان ہی باتوں کو پیش کیا جس کے چار دیواری میں ہر آدمی سانس لیتا تھا۔ لسان العصر نے اپنی شاعری کے ذریعہ ہندوستانیوں کو ان خامیوں سے آگاہ کیے جو غلط تقلیدِ فرنگیت میں انھیں خود سے بیگانہ کر رہی تھی۔ انگریزوں کے جم جانے سے ہندوستانیوں پر قومی ادبار نے غلامانہ ذہنیت کو زندگی کا ایک جزو بنا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن خدا بھلا کرے انجمن پنجاب کے مشاعروں کا جس نے شاعروں میں ایک نئی روح کو پھونک دیا۔ عوام میں بھائی چارگی اور اخوت کے جذبات پیدا ہونے لگے ؎

آ، غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں

حالی، آزاد، اور اقبال کی کاوشوں نے ملی جذبات کو جگایا اقبال نے اپنی شاعری کا آغاز ہی انسان دوستی کے عنوان سے کیا۔ ان کی نظم نالۂ یتیم، جو انھوں نے حمایت الاسلام لاہور کے مشاعرے میں پڑھی، اسی انسان دوستی پر دلالت کرتی ہے۔

شاعر جیتا جاگتا اور اسی دنیا کا رہنے والا انسان ہوتا ہے اس کے گرد و پیش کے حالات سے نہ صرف واقف رہتا ہے بلکہ اچھے برے اثرات سے وہ متاثر بھی ہوتا ہے۔ جو کلام بھی وہ پیش کرتا ہے وہ اس کے جذبات، احساسات و افکار آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا شاعری کا کوئی پہلو کیوں نہ ہو اس میں اس کے تجربے، مشاہدے بلکہ زندگی کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ آجکل سنیما کے گانے بجتے ہی رہا کرتے ہیں ہر فلم کے سوائے دو ایک عشقیہ گانوں کے بیشتر گانے انسانی زندگی، بھائی چارگی یا پھر مظلوم کی داستان یا اس کی دادرسی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن سے پتھر سے پتھر دل انسان بھی پسیج کر رہ جاتے ہیں۔ سامعین کی دلچسپی کے لیے بطور نمونہ ایک گانے کے بول سنا رہا ہوں:

ہم درد کا افسانہ دنیا کو سنا دیں گے
ہر دل میں محبت کی اک آگ لگا دیں گے

یا

آتے جاتے ہوئے میں سب پہ نظر رکھتا ہوں
نام عبدل ہے میرا سب کی خبر رکھتا ہوں

ترقی پسند شعراء نے روایت سے اختلاف کیا ہے۔ اور معشوق کی جگہ اس کو دوست، ہم رکاب، و ہم سفر سے مخاطب کیا اور یہ بتانے کی کوشش بھی کی کہ وہ بیرون خانہ بھی اس کے شانہ بشانہ چل کر اس کے غموں کا مداوا کر سکتی ہے۔ ان شاعروں میں حقیقت پسندی آنے لگی تھی انھوں نے اپنے کلام کو ادب برائے زندگی کے فلسفہ کو اپنایا تھا جس میں مزدور، کاشتکار، مفلس، بیمار او مظلوم کو جگہ دے کر ادب کو زندگی سے قریب تر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

ن۔م راشد نے ٹھیک ہی کہا تھا ؎

الٰہی تیری دنیا جس میں ہم انسان رہتے ہیں
غریبوں، جاہلوں، مُردوں، بیماروں کی دنیا ہے
یہ دنیا بےکسوں اور لاچاروں کی دنیا ہے
ہم اپنی بےبسی پر رات دن حیران رہتے ہیں
ہماری زندگی ایک داستاں ہے ناتوانوں کی

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شاعری میں جہاں اور بہت ساری باتیں بیان کی گئیں وہیں غزل کا میدان بھی مفروضہ عشقیہ میدان سے نکل کر حقیقت کی طرف بڑھنے لگا۔ حسرت، فراق، جگر، عزیز لکھنوی، جمیل مظہری مجاز، جذبی، جاں نثار اختر، احسان بن دانش، کیفی، اور فیض وغیرہ نے انسان دوستی کو عشقیہ مضامین پر ترجیح دیتے۔ سامعین کے لیے کیفیؔ اعظمی کے نظم 'عورت' کے آخری بند کو پیش کر رہا ہوں ؎

تو فلاطون و ارسطو ہے تو زہرہ و پروین
تیرے قبضے میں ہے گردوں تری ٹھوکر میں زمیں
ہاں اٹھا جلد اٹھا پائے مقدر سے جبیں
میں بھی رکنے کا نہیں، وقت بھی رکنے کا نہیں
لڑکھڑائے گی کہاں تک سنبھلنا ہے تجھے
اُٹھ مری جاں! میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

آخر میں، میں اس مضمون کو دکن کے مایہ ناز شاعر مخدوم محی الدین مرحوم کے اُس شعر پر ختم کرتا ہوں جو شاید اسی عنوان کی مناسبت سے کہا گیا تھا ؎

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

(اورنگ آباد ریڈیو سے نشر)

غزل

عبد اللطیف یاور

تا ابد تیرا جمالِ دلبری باقی رہے
دستِ قدرت کی ترے مینا کشی باقی رہے
مطربہ! بزمِ جہاں میں زندگی کے ساز پر
چھیڑ ایسا راگ جس کی نغمگی باقی رہے
زلفِ لیلیٰ کی مہک سے ہو نہ جب تک ہمکنار
گردِ پائے قیس کی آوارگی باقی رہے
سنگ سے جب سنگ ٹکرائے گا تو نکلے گی آگ
ذہن میں کیوں نفرتوں کی شعلگی باقی رہے
خونِ ناحق کا نہ جب تک لے لیا جائے قصاص
دامنِ قاتل پہ سرخی خون کی باقی رہے
جو فصیلِ دل پہ تہمت کے جلاتے ہیں چراغ
اُن کے قصرِ شوق میں کیوں تیرگی باقی رہے
سرد پڑ جائے نہ یاورؔ بعض شعر و شاعری
میرے یاروں کا مزاج آتشی باقی رہے

(بنگلور سے نشر)

صرف ایک کتاب

شبلی کی سیرۃ النبی

مختار الدین احمد

عربی فارسی اور انگریزی تو پڑھتا ہی تھا اردو کتابیں پڑھنے کا شوق بھی بچپن سے تھا اس زمانے میں اچھے بُرے، معیاری اور غیر معیاری کی تمیز تو تھی نہیں، جو کتاب ہاتھ آگئی، کسی شاعر کا دیوان ہو یا نثر کی کوئی کتاب، جب تک از اول تا آخر پڑھ نہ ڈالتا اسے ہاتھ سے نہ رکھتا تھا۔ یہ ذوق عمر کے ساتھ ترقی کرتا رہا اور بڑھتا رہا اور جب ادب اور ادبیات کا باقاعدہ مطالعہ کیا تو اب ذوق میں سنجیدگی اور نقد سخن کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ اس عرصے میں اردو زبان و ادب کی بڑی بلند پایہ اور فکر انگیز کتابیں نظر سے گذریں اور ان کے مطالعہ سے ذہنی انبساط و سرور بھی کم پیدا نہیں ہوا لیکن ذوقِ نظر خوب سے خوب تر کی جستجو کا عادی ہو گیا تھا۔ اس لیے ادبی شاہکاروں کی شکل میں بڑے بڑے حسین و جمیل جلوے دامن کش دل ہوتے تھے مگر دل کو کہیں قرار نہ تھا۔ جلوے کارواں در کارواں سامنے سے گذرتے رہے مگر نہ دل کو کبھی قرار آیا اور نہ روح کو کہیں سکون تام ملا — آخر بہت کچھ پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے بعد مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی مطالعے سے گذری تو اچانک یہ محسوس ہوا کہ ذوقِ نظر کا مسافر اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا ہے، جہاں خوب ترین کی دریافت نے خوب سے خوب تر کی تلاش و جستجو کی کشمکش یک لخت ختم کر دی ہے اور عالم یہ ہو گیا ہے ؎

چھپ کے بیٹھا ہے جو وہ رشک بہاراں دل میں
اب سماتا نہیں نظروں میں گلستاں کوئی

کسی کتاب کے حسن و جمال اور اس کی دلکشی و دل آویزی کا دار و مدار دو چیزوں پر ہوتا ہے۔ ایک کتاب کا موضوع اور دوسری مصنف کا طرزِ بیان اور موضوع کا حق ادا کرنے کی اس کی اپنی ذاتی صلاحیت اور استعداد، کسی کتاب میں یہ دونوں وصف جس درجہ کے جمع ہوں گے، کتاب کی اہمیت اور اس کی افادیت بھی اسی رتبہ اور مرتبے کی ہوگی۔ اب اپنے اس معیار کے پیشِ نظر شبلی کی سیرۃ النبی کا جائزہ لیں۔

اس کتاب کا موضوع اس ذات والا صفات کا تذکرہ ہے جو اگرچہ عرب کے ایک نامور خاندان میں یتیم پیدا ہوا، چھ برس کا تھا کہ ماں کی آغوشِ شفقت سے بھی محروم ہو گیا۔ اب دادا نے اپنی سرپرستی میں اسے لیا۔ لیکن ابھی دو برس ہوتے تھے کہ دادا کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اب چچا نے کفالت کی۔ مگر وہ خود کثیر العیال تھے اور آمدنی کم رکھتے تھے، اس لیے اس گھر میں خوشحالی اور راحت و آرام سے زندگی بسر کرنے کا ذکر کہاں تھا۔ پھر اس بچے نے نہ کسی مدرسے اور مکتب کی شکل دیکھی تھی اور نہ وہ نوشت و خواند سے آشنا تھا۔ لیکن یہی وہ یتیم و یسیر بچہ تھا جس نے آگے چل کر اپنی خدا داد قوت ایمان و عمل، اعلیٰ کردار و اخلاق اور نہایت روشن تعلیمات و ہدایات کے ذریعہ دنیا میں نہایت عظیم الشان اور حد درجہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا کہ جو لوگ کچھ نہیں جانتے تھے وہ اساتذہ روزگار ہو گئے۔ جو انسانی شرف و مجد سے محروم، اور بدعملی و بداخلاقی کے قعر عظیم میں گرے ہوئے تھے وہی زمانے کے معلم اخلاق اور مربی انسانیت قرار پائے۔ یہ تاریخ کا وہ عظیم انقلاب تھا جس نے انسانوں کے فکر و نظر کے سانچے بدل دیے اور جس نے پامال و زبوں حال انسانیت کو وہ مرتبہ و مقام بخشا کہ انسان قدرت کی انگشتری کا ایک نگیں اور قبائے وجود کا ایک تمغۂ زریں بن گیا۔

ظاہر ہے جس کتاب کا موضوع ایسی اعلیٰ ذات والا صفات ہو، اس سے بڑھ کر کسی کتاب کا موضوع اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس تذکرے کے پڑھنے سے جسم میں زندگی کی حرارت اور روح میں غیر معمولی بالیدگی اور تراوٹ پیدا ہوتی ہے۔ انسانیت و شرافت و نجابت کی اعلیٰ قدریں دل اور دماغ میں راسخ اور مضبوط ہوتی ہیں، نیکی اور پرہیزگاری کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور جذبات سفلی و حیوانی سرد ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب تذکرہ ہے اس عظیم ترین شخصیت کا جو سراپا جمال و کمال، نزہت و لطافت اور مجسم خوبی و رعنائی ہے اور جو اس شعر کا حقیقی مصداق ہے ؎

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اب رہا کتاب کا دوسرا وصف یعنی مصنف کا طرز بیان اور موضوع کا حق ادا کرنے کی صلاحیت تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا شبلی اپنے عہد کے نامور اور نہایت جید عالم تھے۔ تاریخ ان کا خاص فن تھا جس کے وہ نقاد بھی تھے، وسعت مطالعہ اور دقت نظر ان کے امتیازی وصف تھے، پھر با ایں ہمہ اوصاف و کمالات' وہ اردو زبان کے نہایت بلند پایہ ادیب اور صاحب طرز انشا پرداز بھی تھے۔ اس بنا پر سیرت النبی پر اردو میں قلم اٹھانے کا جو حق شبلی کا ہو سکتا ہے کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شبلی سے پہلے اور ان کے بعد سے اب تک سیرت میں چھوٹی بڑی سینکڑوں کتابیں اردو میں لکھی جا چکی ہیں اور شائع کی جا چکی ہیں، لیکن ایک دیدۂ بینا میں آج بھی جو مرتبہ و مقام شبلی کی سیرت النبی کا ہے وہ کسی کا نہیں ہے۔ یہ واقعی شبلی کا کمال ہے کہ آج جبکہ تحقیق و تدقیق کے لیے نوبہ نو سامانوں کی فراوانی ہے اور اظہار و بیان کے اسالیب میں بھی بڑی نیرنگی و بوقلمونی نظر آتی ہے۔ سیرت النبی میں شبلی کے قلم کی ضو فشانی و تابانی کا وہی عالم ہے جو پہلے تھا۔

شبلی کی سیرت النبی کا وصف امتیازی صرف اس کا حُسن بیان اور بلیغ طرز ادا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اہم خصوصیت یہ ہے کہ سیرت کے قدیم و جدید جتنے مصادر تھے شبلی نے ایک نہایت محققانہ اور طویل مقدمے میں اصول جرح و تعدیل کی روشنی میں ان سب مآخذ کا تنقیدی جائزہ لے کر صحت و سقم اور استناد و عدم استناد کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ و مقام متعین کیا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب ہم سیرت پر دوسری کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور اس سے متعلق دوسرے خوارق عادات واقعات کا ذکر موضوع یا ضعیف روایات کی بنیاد پر اس زور و شور سے ہوتا ہے کہ قاری پر شعوری یا غیر شعوری تاثر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر بشر ہونے کا ہوتا ہے اور اس بنا پر اس کے دل میں حضور کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ مدہم پڑ جاتا ہے اسی طرح عام سیرت نگار غزوات نبوی کا ذکر کرتے ہیں تو اُن کے اسباب و علل کا ذکر نہیں کرتے۔ ایک عام قاری کا اس سے تاثر یہ ہوتا ہے کہ یہ جنگیں اسلام کی مخالف طاقتوں کو ختم کرنے کی غرض سے کی گئی تھیں۔

شبلی کی سیرت النبی کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے ایک غیر مسلم بھی پڑھتا ہے تو اس پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت اعلیٰ اور بلند پایہ انسان کے حالات و سوانح اور ان کے کارناموں اور اعلیٰ تعلیمات کا حال پڑھ رہا ہے اور اس احساس اور تاثر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں حضور کی اتباع اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ شبلی نے غزوات پر جو گفتگو کی ہے وہ نہایت جامع اور مکمل ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے ہر جنگ کے اسباب کا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ غزوات اسلام اور کفر کی جنگ ہرگز نہ تھے۔ بلکہ قریش مکہ کو پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ساتھ جو شدید دشمنی تھی اور جس کی وجہ سے انھوں نے خود مدینہ منورہ پر تین بار حملہ کیا۔ پھر قریش نے صرف یہی نہیں کیا۔ بلکہ اپنے گماشتے بھیج کر دوسرے قبیلوں میں اسلام کے خلاف آگ لگانے کی کوشش کی، غزوات نبوی درحقیقت کفار مکہ کی انھیں کوششوں کے خلاف ردعمل تھے۔

یہ وجوہات تھیں کے باعث شبلی کی سیرت النبی جب مطالعہ میں آئی تو اس سے تاثر کا نقش اس درجہ عمیق اور شدید ہوا کہ اس سے پہلے کے جو نقوش تھے ان میں سے بعض تو بالکل معدوم ہو گئے اور بعض مدہم پڑ گیے۔ اور ایک یہ کتاب ہی رہ گئی جس کے اثرات دل، دماغ پر اجاگر اور فکر و ذہن پر اب تک مرتسم ہیں۔

(اردو میں سے نثر)

غزل

ذکیہ سلطانہ نیّر

ان سے دن رات ملاقات چلی جاتی ہے
اپنے اشکوں کی مدارات چلی جاتی ہے
دن میں بھی شورش آفات چلی جاتی ہے
درد رہ جاتے اور رات چلی جاتی ہے
مری ویرانیٔ احساس کا عالم مت پوچھ
تابِ تسکیں تو ترے ساتھ چلی جاتی ہے
ہو کے میں تجھ سے جدا کون سی دنیا میں رہوں
مری دنیا تو ترے ساتھ چلی جاتی ہے
ان کے فیضان تصور کا کرشمہ مت پوچھ
ان سے ہر لمحہ ملاقات چلی جاتی ہے
جانے کس شوخ کی آمد پہ ہے یہ جشن مدام
انجم و ماہ کی بارات چلی جاتی ہے
جو بھی کہے وہ بجا ہے مگر اتنا سوچو
کر گذر جاتے ہیں دن، بات چلی جاتی ہے
آتے ہیں وہ نہ کبھی آئیں گے لیکن نیّر
حسرتِ شوقِ ملاقات چلی جاتی ہے

لایعنی تھیٹر

آفاق احمد

ڈرامہ کے سفر پر ایک طائرانہ نظر بھی ڈالی جائے تو نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس راہ میں نہ صرف بہت سے موڑ آئے ہیں بلکہ آئندہ بھی متوقع ہیں۔ پچھلے دنوں ڈرامہ نگاری نے ایک نیا موڑ لیا اور یہ تبدیلی ایک نہ ختم ہونے والی بحث کا موضوع بن گئی ..... جی ہاں آپ ٹھیک سمجھے ..... میرا اشارہ Theatre of The Absurd کی طرف ہے۔ یہ تھیٹر اب ایک استعارہ ..... ایک فیشن بن گیا ہے اور اس کا جائز اور ناجائز استعمال پچھلے دس پندرہ برسوں میں خاصی شدت سے ہوا ہے ...سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تھیٹر ہے کیا اور اس پر لایعنی کا لیبل چسپاں کرنا کس حد تک مناسب ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی ڈرامہ نگار ـــ فنکار ـــ کوئی بھی ـــ تھیٹر گروپ ایسا نہیں ہے جو خود کو اس زمرے میں گنواتا ہو .... مگر اس کے باوجود بہت سے عظیم ڈرامہ نگاروں کو اس تحریک سے وابستہ سمجھا گیا ہے۔ اگر ہم اسے تحریک کا بھاری بھرکم نام دے بھی دیں .... وہ ڈرامہ نگار بھی جو صرف اس طرح کے ڈراموں کے توسط سے پہچانے جاتے ہیں اگر ان سے سوال کیا جائے کہ کیا آپ اس تحریک کے علمبردار ہیں تو وہ تیوریوں پر بل ڈال کر اس کی تردید کریں گے ..... وجہ ... وجہ صاف ہے۔

ہر ڈرامہ نگار کا بنیادی مقصد اگر کچھ ہوتا ہے تو بس اتنا کہ وہ اس دنیا ـــ اس منفرد دنیا کو ایک مخصوص زاویے سے اور اپنی نظر سے دیکھے .... اور جو کچھ وہ دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے۔ اس کو خلوص دل سے پیش کردے۔ مگر یہ بالکل ضروری نہیں کہ اس کی سوچ کے دھارے دوسرے لوگوں سے میل کھاتے ہوں۔ جو سچویشن .... جو کردار کچھ دیکھنے اور پڑھنے والوں کو Absurd نظر آتا ہے۔ وہ ڈرامہ نگار کے ذہن میں بالکل واضح بھی ہوسکتا ہے اور جیتی جاگتی حقیقت کا حامل بھی۔

جب الی اونیسکو ... جینے اور ایڈوموف کے ڈرامے پہلی بار پیش ہوئے تو زیادہ تر نقاد اور ناظرین ان ڈراموں کی الجھی ہوئی ڈور سلجھانے کی تقریباً ناممکن کوشش میں خود الجھ کر رہ گئے۔ ڈرامہ کی صدیوں پرانی تاریخ کی تمام تر آزمودہ کسوٹیوں پر انھیں پرکھنے کی سعیٔ لاحاصل کی گئی۔ مگر نتیجہ وہی صفر۔ یہ کسی معیار پر پورے نہیں اترے یا بالفاظ دیگر کوئی معیار ان پر پورا نہیں اترا۔ یہ ڈرامے تھیٹر کے ان شائقین کے لیے چیلنج بن کر سامنے آئے جو ایک منظم ڈرامہ دیکھنے کے عادی تھے (منظم ڈرامہ سے میری مراد وہ ڈرامہ ہے جس میں تمام تر واقعات ایک مسلسل کہانی کی ڈور سے بندھے ہوں۔ ہر کردار اور سچویشن جانی پہچانی ہو) اس کے برعکس ان ڈراموں کے کردار بظاہر کسی دوسری دنیا کی مخلوق نظر آتے تھے۔ جو بیک وقت شعور، تحت الشعور اور لاشعور تینوں سطحوں پر جیتے تھے۔ یہ کردار زماں و مکاں کیا کبھی کبھی زبان کی قید سے بھی آزاد نظر آتے تھے۔ یہ کسی بھی لایعنی یا یعنی بظاہر ایک غیر اہم نقطہ سے شروع ہوتے ہیں اور اسی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ روایت پسند نقادوں نے اوّل تو انھیں ڈرامہ ماننے سے ہی انکار کر دیا۔ اور اگر مانا بھی تو Absurd یا لایعنی کا دلچسپ لیبل لگا کر ـــ مزے کی بات یہ ہے کہ اس نہج کے ڈرامے نہ صرف لکھے گئے .... لکھے جارہے ہیں۔ اسٹیج ہوتے اور اسٹیج ہو رہے ہیں بلکہ مقبولیت کے نئے ریکارڈ قایم کر رہے ہیں۔

شروع میں جب بیکٹ کا Waiting for The Godot، الی اونیسکو کا Bald Prima Donna پسند کیے گئے تو کچھ لوگ یہ کہہ کر الگ ہو گیے کہ ابھی یہ نئی چیز ہے۔ اور اس پر کڑی نکتہ چینی یا اظہار

پسندیدگی آجکل کا فیشن ہے۔ یہ تحریک بہت جلد اپنی
موت آپ مرجائے گی.... مگر جب ایک کے بعد ایک اس
انداز کے لکھے ہوئے ڈرامے کامیابی کی نئی منزلیں سر کرتے
رہے تو چار و ناچار اُن کے وجود کو تسلیم کرنا پڑا اور انھیں
پرکھنے کی نئی کسوٹیاں بھی وضع کرلی گئیں۔ ان کی تخلیق
اور ادبی عظمت کا اعتراف کیا گیا۔ یہ صورت حال مناسب
بھی ہے کیونکہ [illegible] کو لے جا
تنقید کا نشانہ صرف اس لیے بنایا جائے کہ اس میں کوئی
ایسا نظریاتی نظر نہیں آتی جسے [illegible] جاتی
ہے۔ اسی طرح [illegible] کا
تجزیہ صرف اس لیے اُدھیڑا جائے کہ اس کا بظاہر
کوئی مربوط پلاٹ نہیں ہے۔ اگر کوئی مصور
صرف خطوط اور مربعوں کے امتزاج سے پینٹ کرتا ہے
تو اس کا مقصد کسی فطری منظر کی عکاسی نہیں ہوتا۔ ایک
تاثر بلکہ ایک کیفیت، ایک تاثر پیدا کرنا ہوتا ہے....
بالکل اسی طرح [illegible] میں
بیکٹ کا مقصد کہانی سنانا نہیں ہے۔ وہ یہ بھی نہیں
چاہتا کہ ناظرین خوشی خوشی گھر جائیں کیونکہ یہ بھی ایک
مانوس مستند بن گیا تھا۔ اور یہ دھوکہ دینے سے قبل
اس کا مناسب حل تلاش کرلیا گیا۔ آپ ان عناصر کو
ڈرامہ میں کیوں تلاش کرتے ہیں جو بیکٹ نے اس کے ڈرامے
میں رکھنے چاہے نہیں۔ اگر اس میں کوئی وجہ تلاش کرنا ہے
تو یہ سمجھئے کہ ڈرامہ نگار اس میں کیا پیش کرنا چاہتا ہے۔

ایسا بھی ہوا کہ ان ڈرامہ نگاروں سے لوگوں نے
سوال کیا کہ آپ کے اس طرح کے ڈراموں کے پس منظر
میں کون سا جذبہ محرک بنا تو تقریباً سبھی نے اس کی وضاحت
کرنے سے انکار کر دیا اگر کچھ کہا بھی تو بس اتنا کہ انھوں نے
اس دنیا کو کس زاویے، کس دوربین اور احساسات کی
کون سی منزل پر کھڑے کس کھڑکی سے دیکھ رہے تھے۔
اس کا تعین کس طرح کیا جائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لایعنی تھیٹر آخر ہے کیا؟
برشٹ کو ایک نام دینے کی رسم سے اگر انحراف نہ
کیا جائے تو اس کو ایک طرح کا ذہنی شارٹ ہینڈ کہا
جا سکتا ہے جس میں بہت سے پیچیدہ نقش و نگار
.. ان کی مماثلت .... ان کا تضاد .... بہت سی
کیفیات .... آدمی کی تنہائی .... اس کے گرد خود اپنی
تعمیر کردہ بھیڑ .... اس کی حسرتیں .... اس کا ماضی ....
اس کا مستقبل .... اس کا شعور .... اس کا تحت الشعور.
بیک وقت گڈمڈ ہوکر ناظرین کے سامنے آتے ہیں.... یہ
ان پر .... اُن کے ذہن کی رسائی پر منحصر ہے کہ اس
بھول بھلیاں میں کوئی واضح راستہ تلاش کریں۔

ادھر ایڈموا نے کئی خوبصورت ڈرامے لکھے
جن کو لایعنی تھیٹر کی اچھی مثالیں کہا جا سکتا ہے۔ مگر اب
انھوں نے اس انداز کو جان بوجھ کر ترک کردیا ہے....
تخلیقی عمل دراصل ایک دائرے کی طرح ہوتا ہے... وہ
ادیب جو وقت کے ستم سہنے کے باوجود قلم کا دامن نہیں
چھوڑتا اس کی تخلیقی زندگی میں اس کی تبدیلیاں بڑی
آسانی سے محسوس کی جاسکتی ہیں۔ لایعنی تھیٹر کو بہتر طور
پر سمجھنے کے لیے اس کی دو ایک اچھی مثالوں کا ایک حد تک
تفصیلی تجزیہ صورت حال کو بہتر طور پر واضح کردے گا
مثلاً آئی اونیسکو کا ڈرامہ [illegible] ہے۔ یہ
ڈرامہ ایک ادھیڑ عمر کے جوڑے کے گرد گھومتا ہے جو اپنے
فلیٹ سے باہر برسوں سے نہیں نکلے ہیں.... بیوی
اپنے گذارے کے لیے ایک قسم کا سوئچ بورڈ چلاتی ہے
اور اس کا شوہر ایک ڈرامہ لکھنے میں مصروف ہے مگر
برسوں کی محنت کے باوجود وہ ڈرامہ کے چند ابتدائی مکالموں
سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔ بیڈروم میں ایک لاش پڑی
ہوئی ہے جو پندرہ سال پہلے ... یہ لاش بیوی کے
عاشق کی بھی ہو سکتی ہے جس کو شوہر نے ایک رات
حسد کے مارے قتل کر دیا... یہ لاش ایک نقب زن کی بھی
ہوسکتی ہے... کسی اجنبی مہمان کی بھی۔ مگر اس [illegible]
میں ایک عجیب بات ہے کہ یہ بڑھتی رہتی ہے۔ یعنی اس
لاش کو Geometrical Progression جیسا
لاعلاج مرض لاحق ہے جو صرف مردوں کو ہوتا ہے۔
ڈرامہ کے دوران لاش اتنی بڑی ہوجاتی ہے کہ اس کا
پیر بیڈروم سے باہر آجاتا ہے اور عرب کے اونٹ کی طرح
اس بات کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے کہ وہ لاش [illegible]
اور اس کی بیوی کو گھر سے باہر کردے۔ حالانکہ یہ پورا
منظر خاصا خیالی ہے۔ مگر بالکل ایسا بھی نہیں کہ ہم اس
قسم کے تصور سے بالکل ناآشنا ہوں۔ یہ ایک بھیانک
خواب ہوسکتا ہے۔

آئی اونیسکو نے دراصل ایک خواب اسٹیج پر
پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور خواب چونکہ حقیقت
اور جواز کی گرفت سے آزاد ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا
ارتقاء مدلل طور پر نہیں ہوتا۔ ہمارے خواب مربوط بیانات

پیش نہیں کرتے، تصورات پیش کرتے ہیں۔ یہ لمحہ بڑھتی ہوئی
لاش بھی ایک شاعرانہ تصور ہے۔ یہ لاش ماضی کی غلطیوں
یا گناہوں کی بڑھتی ہوئی طاقت بھی ہوسکتی ہے اور
پیار کی بھی .... یا کسی ایسی برائی کی لاش بھی ہوسکتی
ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ بڑھتی جاتی ہو اور بڑھتی ہی
یہ شاعرانہ امیج ان میں کسی ایک چیز کی بھی ہوسکتی ہے....
اور سب کی بھی۔ یا ان سب سے علیحدہ کوئی نئی چیز
یہی وسعت اس امیج کو کائناتی لباس پہناتی ہے۔

ان ڈراموں کے آنے سے ایک نئی جہت ڈرامہ نگاری
کو عطا ہوئی۔ اُس نے روایتی سیٹ کو ریت کی دیوار
کی طرح ڈھا دیا۔ روشنیوں کا فنکارانہ استعمال آج کے
تھیٹر کی جان بن گیا۔ ان ڈراموں کے پڑھنے سے بظاہر
ایسا لگتا ہے کہ ان میں حرکت کا فقدان ہے۔ مگر درحقیقت
ایسا نہیں ہے مثلاً [illegible] میں دو کردار بظاہر
ایک گھر کی چہار دیواری میں قید ہیں.... مگر ہر وہ بڑھتی
ہوئی لاش اس ڈرامہ کو بلا کا تحرک عطا کرتی ہے۔
Waiting for Godot بھی اگر
دیکھا جائے تو ایسا ڈرامہ ہے جس میں ہر شئے تقریباً
جامد نظر آتی ہے اور یہ خیال بھی ہے کیونکہ اس ڈرامہ
کا بنیادی مقصد اس بات کی عکاسی ہے کہ انسانی
زندگی دراصل کبھی ہونی کانی کی طرح جامد اور ساکت ہے
مگر اس بظاہر پرسکوت ماحول میں بلا کا سسپنس ہے
اور بے پناہ ڈرامائی تناؤ۔ اس ڈرامہ کی خوبی ہے کہ جب
کردار کی زبان سے آخری مکالمہ ادا ہوچکا ہوتا ہے۔
تب بھی ذہن کے دریچوں پر بہت سے شاعرانہ تصورات
.... بہت سے خوبصورت خیالات دستک دیتے نظر
آتے ہیں اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے پورا
ڈرامہ ایک شدید ڈرامائی عمل تھا جس نے ہمارے ذہن
کو جھنجھوڑ ڈالا ہے۔ لایعنی تھیٹر نہ صرف خود ایک نیا
اور انوکھا تجربہ ثابت ہوا بلکہ اس نے کلاسیکی قدیم
کو نئے انداز سے پیش کرنے کی راہیں کھول دی ہیں مثال
کے طور پر پولش نقاد Jan Kott نے شیکسپیئر کے
ڈرامہ King Lear کا مطالعہ بیکٹ کے ڈرامے
End Game کی روشنی میں کیا ہے اور پھر اس
مطالعہ کی روشنی میں Peter Brook نے King
Lear کو ایک نئے انداز سے پیش کرکے جتنے بھی کلاسیکی
شاہکار ڈرامے کسی بھی زبان میں موجود ہیں۔ ان کے لیے
نئے معنوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ (سرینگر سے)

غزل

ظہیر صدیقی

تنگ کوچوں میں مری تہذیب کے پیکر چھپاؤ
ہاں مگر نو واردوں سے یہ عجائب گھر چھپاؤ
صبح دم تفتیش ہوگی رات کا خنجر چھپاؤ
خون میں لتھڑی ہوئی مقتول کی چادر چھپاؤ
سن رہے ہیں محتسب خورشید کے قدموں کی چاپ
پھینک کر جام نگہ مہتاب کا ساغر چھپاؤ
ایک رنگ پر ہیں ملتی خواہشوں کی آنکھ سے
سرمئی لذتوں کا ریشمی پیکر چھپاؤ
دے رہی ہے دستکیں اب صبح کی نادان دھوپ
بے تکلف رات کا یہ ملگجا بستر چھپاؤ
مسکرا کر وہ ملا ہے مسکرانا چاہیے
پیشتر لیکن بہانے سے یہ چشم تر چھپاؤ
صبح نو کی روشنی میں شہر میں ممکن نہیں
دور دیہاتوں میں عہد سنگ کا کلچر چھپاؤ
دشت میں خطرہ نہیں پھر بھی یہ ممکن ہے ظہیر
کوئی کرچہ ہو یہاں بھی احتیاطاً سر چھپاؤ

قومی ایکتا کے علمبردار

آکاشوانی کلکتہ کا سلسلہ

امیر خسرو

ڈاکٹر عطا کریم برق

آج سے سات سو سال پہلے کی بات ہے حضرت امیر خسرو ۱۲۵۳ء میں آگرہ کے نواح قصبہ پٹیالی میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۲۵ء تک دہلی میں دنیا کو خیر باد کہا۔ دہلی میں ہمیشہ قیام کی وجہ سے دہلوی مشہور ہوئے۔ احاطہ حضرت نظام الدین اولیاء میں آپ کا مزار اب تک مرجع خاص و عام ہے۔ آپ کے والد امیر سیف الدین بلخ کے نزدیک ہزارہ کے رہنے والے تھے جن کی زبان فارسی تھی۔ آپ کی والدہ ہندوستانی خاتون تھیں جن کی بولی "ہندوی" تھی۔ اس طرح امیر خسرو کی مادری زبان فارسی تھی۔ عربی ان کی مذہبی زبان تھی۔ امیر خسرو فارسی کے قادر الکلام شاعر اور نثر نویس تھے۔ ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک "جام جہاں نما" اور جامع شخصیت کے مالک تھے وہ نہ صرف فارسی، عربی اور ترکی زبانوں کے ماہر تھے بلکہ سنسکرت، برج بھاشا، ہندی، اور ریختہ کے بھی عالم تھے۔ فارسی اور ہندی زبانوں کی آمیزش سے جو زبان بنی، پہلے ریختہ پھر اردو کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپ اردو کے معماروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے فارسی اور برج بھاشا میں دوہے اور ملے جلے گیتوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی عوام سے ان کا رشتہ کتنا گہرا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کی شاگردی، انکی صحبت، ان کی صوفیانہ تعلیم اور تصوف کی چاشنی نے امیر خسرو کے دل میں ایسی بات پیدا کر دی کہ انھوں نے خدمت خلق کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا۔ خدمت خلق سے ان کی محبت عالمگیر تھی۔ ان کے امیری غریبی، بڑائی چھوٹائی، اونچ نیچ، مذہب و ملت، دین دھرم، اور ذات پات کی تقسیم نہیں تھی۔ ان کے نزدیک ان کی محبت کے لیے، ان کی ہمدردی کے لیے اور انکی خدمت کے لیے اللہ کی مخلوق ہونا کافی تھا۔ امیر خسرو محب وطن تھے۔ وطن پرستی ان کی سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اس لیے وطن پرستی کے جذبے سے سرشار تھے۔ اپنے ہندوستانی ہونے پر انھیں ناز تھا، فخر تھا۔ وہ نہ صرف ہندوستان کو دل سے چاہتے تھے۔ ہندوستان کے عوام کو دل سے چاہتے تھے۔ ہندوستان کی روایاتی تہذیب و تمدن کو دل سے چاہتے تھے۔ بلکہ ہندوستان کی ہر چیز ان کی نظر میں بھلی تھی۔ ہندوستان کی زبان، علوم و فنون، معاشرت، آداب، رسوم، رسم و رواج، ملبوسات ہندوستانی کھانے، تہوار، خوشبوئیں، عادتیں، دریا اور لہلہاتے کھیت، کشتیاں، ہندوستان کے پالتو اور جنگلی جانور، پرندے، باغات، پھل پھول، پودے، گھاس غرض یہاں کی ہر چیز سے امیر خسرو کو دلی لگاؤ تھا۔ قلبی محبت تھی اور اس محبت کے جذبے سے اسقدر سرشار تھے کہ وہ ہندوستان کی خوبصورت سرزمین کو اس دنیا کی جنت کہتے تھے۔ اور اس کے اسباب بھی بتاتے تھے۔ ان کی نگارشات میں ہندوستان کی عظمت اور سربلندی کا ذکر موجیں مارتا ہے۔ امیر خسرو نے ہندوستان کو بہت ساری باتوں میں ایران اور دوسرے ملکوں پر ترجیح دی ہے اور اس کے لیے دلائل بیان کیے ہیں۔ انھوں نے ہندوؤں کی بہادری کی بھی تعریف کی ہے اور غیر ملکیوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کی پاسداری کی ہے۔ امیر خسرو کی نظر میں ہندوستان قدیم کا فلسفہ اور دوسرے علوم جیسے علم منطق، علم نجوم علم رمل، علم ریاضی، علم طب وغیرہ سب ہی قابل قدر تھے۔ ہندوستان کی موسیقی کے بھی آپ دلدادہ اور قدرداں تھے۔ ہندوستانی موسیقی کے بارے میں آپ کا خیال تھا کہ اس میں دل موہ لینے والی ایسی کیفیت ایسی حرارت ایسی مٹھاس اور کشش پائی جاتی ہے۔ جو نہ صرف انسانی دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے بلکہ وحشی جانوروں اور حیوانوں کو بھی مست و مسحور کر دینے والی ہے۔

امیر خسرو نہ صرف ایک عظیم شاعر اور نثر نگار تھے بلکہ ایک صوفی، سپاہی، مدبر، سیاستداں، امیر، حکیم فلسفی، مفکر، ماہر نفسیات، فقیہہ، واعظ، معلم اخلاق علم ریاضی کے ماہر، ماہر فلکیات، ستارہ شناس قانون قضا کے مفسر، مورخ، داستان نویس، ادیب، انشا پرداز، خوشنویس، نقاد، لغت نویس، قواعد زبان صنائع بدائع اور علم عروض کے ماہر تھے۔ زبان شناس، سخن شناس، پہیلی نویس، بدیہہ گو، لطائف گو، مغنی، مطرب چنگ نواز، ساز و آواز اور موسیقی کے مسلم استاد تھے۔ اور بہت سارے فارسی اور ہندی مشترک راگوں کے موجد تھے۔ جیسے مجیر، سرپردا، ترانہ، خیال، نگار، شاہانہ قول، وغیرہ۔ راگوں کی ایجاد کا سہرا امیر خسرو کے سر باندھا جاتا ہے۔ امیر خسرو نے ہندوستان کی موسیقی کو سر چشمہ قرار دیا ہے۔ ہندوستانی پرندوں میں امیر خسرو نے نہ صرف طوطی اور مور کو اہمیت دی ہے، بلکہ انھوں نے ہندوستانی کوے کو بھی پسند کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اپنے مذہب میں ایمان پختہ ہونے کے باوجود، امیر خسرو نے دنیا کے شہروں میں دہلی کو مکہ پر ترجیح دی ہے۔ ہندو مذہب میں وحدانیت کی روح کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ دنیا کی دوسری قوموں پر ہندوستانیوں کی برتری کا عقیدہ بھی رکھتے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے قومی دلائل بھی پیش کیے۔

امیر خسرو کے یہاں محبت اور تعلقات میں ہندو مسلم کی شرط اور کفر و ایمان کی قید نہیں تھی۔ انھوں نے خود کہا کہ ہمارے یہاں محبت میں مسجد اور بتخانہ کی قید نہیں ہے۔ امیر خسرو کو محبت کے تصور سے محبت تھی انھوں نے ہندوستان اور ہندوستان کے لوگوں سے ہندوستان کے مختلف طریقہ زندگی اور ہندوستان کی ہر چیز سے والہانہ محبت کی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ امیر خسرو کے یہاں محبت کے سوا نفرت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ امیر خسرو نے کبھی کسی کے ساتھ برائی نہیں کی۔ کسی کو برائی سے یاد نہیں کیا۔ اور شاعر ہوتے ہوئے بھی کسی کی ہجو نہیں کی۔ امیر خسرو نے ہندوستان کی بہت ساری خوبیاں بتائی ہیں۔ ان کی خوبیوں میں یہ بھی بتایا ہے کہ یہاں عرب آئے، ترک آئے، ایرانی آئے اور جو بھی آئے ہندوستانیوں نے انھیں گلے لگایا اور اپنا بنا لیا۔

امیر خسرو بہت بڑے عوام دوست، بہت بڑے محب وطن وسیع الخیال اور وسیع المشرب انسان تھے اور حق تو یہ ہے کہ وہ باہمی رواداری، بھائی چارگی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، لسانی اتحاد، باہمی امن اور باہمی محبت کے بڑے رسول تھے۔ قومی ایکتا کے نہ صرف پرستار اور ملنے ہوئے علمبردار تھے بلکہ عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں عوامی میل جول، قومی یگانگت، ہندو

دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو کی نئی تعبیر

رابعہ صدیقی

زمانہ بدلتا ہے تو قدریں بدلتی ہیں اور قدریں بدلتی ہیں تو زبان کی ترکیبیں ایک نیا رنگ لیتی ہیں۔ محاورے یا تو متروک ہو جاتے ہیں یا پھر بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ایک نئے معنی کا آغاز کرتے ہیں مثال کے طور پر ایک عام محاورہ تھا

"دودھوں نہاؤ اور پوتوں پھلو"

یہ محاورہ نہ صرف ایک اعلیٰ قسم کی دعا کے طور پر مستعمل تھا بلکہ یہ دستور ہی تھا کہ بڑی بوڑھیاں اپنی بہوؤں اور شادی بیٹیوں کے لیے یہ نیک شگون زبان سے نکالنا ضروری سمجھتی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ خدا تمہیں اولاد کی دولت سے نوازے اور تمہارے پوتے دنیا میں سرفرازی اور سرخروئی حاصل کریں۔ وہ عورت بڑی ہی قابل فخر سمجھی جاتی جس کے کئی بچے ہوتے۔ لیکن آج جبکہ دنیا میں آبادی چیونٹیوں کی طرح رینگ رہی ہے۔ دعا بددعا بن کر رہ گئی ہے۔ وہ وقت اور تھا جب اتنی فراغت حاصل تھی کہ گھروں میں ڈھیر سارے ملازم ہوا کرتے تھے خوب بڑا خاندان ہوتا تھا جہاں دادیاں اور نانیاں بڑے ارمان سے بچوں کی پرورش خود اپنے سایہ عاطفت میں کرتی تھیں۔ پھر وہ زمانہ آج کے زمانے کی طرح اس قدر گراں نہ تھا کہ دو بچے بھی بوجھ نظر آتے۔ خوشحالی کے اس دور میں بچے کب پل کر بڑے ہو جاتے پتہ ہی نہ چلتا تھا

لیکن آج وقت سماج کے سارے پہلوؤں پر بری طرح اثر انداز ہوا ہے۔ آج حالات کی ستم ظریفی نے برسوں سے بنائے مشترکہ خاندان کے خاکے کو مٹا کر چھوٹے چھوٹے خاندانوں میں بانٹ دیا ہے۔ آج کے خاندان کا زیادہ تر مطلب ہوتا ہے میاں بیوی اور دو بچے۔ بوڑھے والدین کا ناتی اور پوتوں کو کھلانے والا ارمان پورا نہیں ہو پاتا نئی اور پرانی قدروں کے تصادم کی وجہ سے یا پھر حصول روزگار کی وجہ سے وہ علیحدہ رہنے پر مجبور ہیں۔ نئے لوگوں میں وہ ایثار اور اقربا داری نہیں ہے جو اگلے لوگوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور جس سے مشترکہ خاندان کے تانے بانے بن جاتے تھے۔ آج بچوں کی پرورش کے لیے بوڑھے والدین کا سایہ کم ہی نصیب ہوتا ہے۔

رہا گھریلو ملازمین کا سوال تو یہ بھی ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ آج کل اچھے نوکر دستیاب نہیں ہیں اور اگر کسی طرح آپ نے اپنی آمدنی کا ایک بڑا حصہ خرچ کرنے کے بعد نوکر حاصل کر بھی لیا تو آپ اس کے ساتھ بہت سی پریشانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ ملازمت پیشہ مائیں جو اپنے بچوں کو آیا اور نوکر کے حوالے کر جاتی ہیں۔ عجیب کسمپرسی کے عالم میں زندگی گذارتی ہیں۔ ہر وقت خدشہ لگا رہتا ہے کہ کہیں گھر میں چوری نہ ہو جائے ان کی غیر حاضری میں آیا بچے کے ساتھ برا سلوک نہ کرے کہیں نوکر رنگ رلیاں منا کر ان کے اخراجات میں اضافہ نہ کر دے ایسی ماؤں کے ذہنی اضطراب کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جو خود گھر کی کفالت کے لیے ملازمت کرنے پر مجبور ہیں اور جن کا چند مہینوں اور چند سالوں کا بچہ آیا کے سہارے پل رہا ہے۔ دوسری طرف وہ بچہ جو ماں کی گود سے محروم ہے اس کی شخصیت کی تعمیر میں جو خامیاں رہ جائیں گی اور اس کی نفسیات پر حالات کا جو اثر ہوگا یہی ہیں وہ دقتیں جو انسان کو زیادہ بچے پیدا کرنے سے باز رکھتی ہیں۔

کوئی بھی ملک اسی وقت ترقی یافتہ کہلاتا ہے جبکہ اس کا سماجی معیار زندگی اعلیٰ ہو۔ اور سماجی معیار زندگی اسی وقت اعلیٰ ہو سکتا ہے جب وہاں کے افراد تعلیم یافتہ ہوں اور اعلیٰ قدروں پر یقین رکھتے ہوں۔ ایک آئیڈیل شہری کسی کارخانے میں نہیں ڈھلتا بلکہ گھر کے ماحول میں پل کر بڑا ہوتا ہے۔ جس گھر میں بچوں کی بہتات ہوگی وہاں کسی بھی بچے کی نشوونما اور تعلیم و تربیت بہتر طور پر نہیں ہو سکتی ہے۔ پسماندہ طبقے کے لوگ جو آج بھی زیادہ بچے پیدا کرنا ہی سرخروئی سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے ان بچوں کی تعلیم و تربیت کا سوال بھی کیا پیدا ہوتا ہے۔ ان بیچاروں کو تو ضروریات زندگی بھی مہیا نہیں ہو پاتیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کمیوں اور مایوسیوں میں پلنے والے یہ بچے ہی آگے چل کر سماج کے لیے خطرہ ثابت ہوتے ہیں۔ جرائم پیشہ افراد کے ماضی میں جھانک کر دیکھیے تو پتہ چلتا ہے کہ ان کی نفسیات ان کے بچپن کی ناآسودگی کا ہی نتیجہ تھی۔ آج روپیہ اور پیسہ ہی انسانی اخلاق کے لیے چیلنج ثابت ہو رہا ہے کیونکہ زندگی کی ضرورتیں اور آسائشیں روپے سے ہی مہیا ہو سکتی ہیں روپے کے حصول کے لیے جرائم بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور روپے کی قیمت بڑھنے کی اصل وجہ ہے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آج سائنس کے اس دور میں جبکہ ہم نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کر لی ہیں ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی ہمارے لیے مسئلہ بنی ہوئی ہے آبادی کی بڑھتی ہوئی مقدار ہمارے ترقیاتی منصوبوں کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو جاتی ہے۔ جس وقت ہمیں آزادی ملی تھی اس وقت ملک کی آبادی تقریباً ۳۶ کروڑ تھی آج ہم ۷۰ کروڑ کے لگ بھگ ہو چکے ہیں اور اگر آبادی کے بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو اگلے بیس سالوں میں ہم ۹۰ کروڑ ہو جائیں گے۔ آزادی کے بعد ہم نے اپنے ترقیاتی منصوبوں کے ذریعہ ملک کو کافی آگے بڑھایا ہے۔ زراعت کے میدان میں ہم تقریباً خودکفیل ہیں۔ جبکہ آبادی دوگنی ہو چکی ہے یعنی کہ اگر ہماری آبادی وہی ہوتی جو آزادی کے وقت تھی تو ہم اپنی پیداوار کا کافی بڑا حصہ برآمد کر سکتے تھے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں بھی ہم کسی طرح کم نہیں ہیں۔

آج خلا میں ہماری پرواز دیکھی جا سکتی ہے اور ہمارے کارخانوں کی بنی ہوئی اشیاء کی مانگ بیرون ملک میں بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ ہمارے ملک کے پارچہ جات، بجلی کا سامان اور مشینوں کے پرزے تک بیرون ملک میں بڑی پسندیدگی سے دیکھے جاتے ہیں۔ آج ہم اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خود تگ و دو کر رہے ہیں۔ ہمارے تیزی سے بڑھتے ہوئے کارخانے ہماری ضروریات کو کافی حد تک پورا کر رہے ہیں۔ یہ بات ہمارے لیے قابل فخر ہے کہ آج ہمارے ملک میں نہ صرف چھوٹی چھوٹی اشیاء بلکہ بہت سی اہم مشینوں کے پرزے یہاں تک کہ موٹر کار ریل گاڑی اور ہوائی جہاز تک تیار ہو رہے ہیں تعلیمی اعتبار سے بھی ہم کسی سے کم نہیں ہیں لیکن تیزی سے بڑھتی ہوئی یہ آبادی بار بار ہمارے ان ترقیاتی منصوبوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہے کروڑوں لوگوں کو غذا پہنچانا، تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا، روزگار مہیا کرنا نہ جانے ایسے کتنے تشویشناک مسائل جو ہمارے ملک کے سامنے منہ پھاڑے کھڑے ہیں

لہذا ہمیں سب سے پہلے یہ کام کرنا ہوگا کہ اس بڑھتی ہوئی آبادی کی روک تھام کریں۔ اس مقصد کے لیے ہمیں ہر فرد کو اپنی طور پر جدوجہد کرنا ہوگی۔ اور اس کا آسان حل ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے اصولوں کو زیادہ سے زیادہ مقبولِ عام بنایا جائے حالانکہ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بہت حد تک ان اصولوں کا پابند ہے لیکن بدقسمتی سے کم تعلیم یافتہ اور مزدور پیشہ لوگوں میں یہ اب بھی مقبول نہیں ہیں۔ آج کے حالات کی روشنی میں ہمیں "دودھوں نہاؤ اور پوتوں پھلو" کی کہاوت کے نئے معنی بتانے کی ضرورت ہے۔ کم سے کم بچے اور بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت دینا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہیے جس میں ہمیں اپنے خاندان کی فلاح نظر آتی ہے۔ ہم اسی وقت سرخرو ہو سکتے ہیں جب ہمارا نظریہ کم بچے اور اعلیٰ معیارِ زندگی ہو۔ یہ مقابلہ آرائی کا دور ہے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دینا ہی ہمارا نصب العین ہونا چاہیے تاکہ ہم اس ملک میں سائنسداں، ڈاکٹر، انجینئر اور ایسے ہی اعلیٰ پیشہ شہریوں کی تعداد میں اضافہ کریں۔

(لکھنؤ سے نشر)

نظم

خوابِ آوارہ

رعنا سحری

ایک آوارہ خواب کی خاطر
میری کتنی ہی پُرسکوں راتیں
کروٹوں میں لپٹ لپٹ کے کٹیں

کتنے بے آس بے اساس خیال
صبح سے شام تک تعاقب میں
ایک آوارہ خواب کے یارو
میرے قدموں کے ساتھ پھرتے رہے

جانے کتنے دیے اُمیدوں کے
ڈوبتی شام کے منڈیروں پر
سرد جھونکوں کی زد میں جلتے رہے

اور ایک دن وہ خوابِ آوارہ
توڑ کر میرے ذہن و دل کا حصار
قتل کر کے تمام احساسات
میری پلکوں پہ آکے ٹوٹ گیا .....

(اردو سروس سے نشر)

ہماری قومی اور تاریخی امانت

امام باڑہ گورکھپور

ڈاکٹر سلام سندیلوی

یہ حقیقت ہے کہ امام باڑہ گورکھپور ہماری بیش قیمتی قومی اور تاریخی امانت ہے۔ امام باڑہ کے پس منظر پر قدیم تاریخ کے سنہرے اوراق جگمگا رہے ہیں اور اودھ کی نوابی حکومت کی شان و شوکت کی جلوہ ریزی ہو رہی ہے۔ اس لحاظ سے امام باڑہ گورکھپور کی بہت اہمیت ہے۔ جو ہم کو بطور امانت حاصل ہوئی ہے۔

جب نواب آصف الدولہ سیر و شکار کے سلسلے میں گورکھپور کے علاقے میں آئے تو انھوں نے حضرت روشن علی شاہ کی بزرگی اور عظمت کی تعریف سنی اور وہ ان کی خدمت میں مع مصاحبین حاضر ہوئے۔ نواب آصف الدولہ نے حضرت روشن علی شاہ پر کچھ مراعات کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر انھوں نے انکار کر دیا اس کے باوجود نواب صاحب نے بخشش کے لیے اصرار کیا۔ تب حضرت روشن علی شاہ نے فرمایا کہ آپ مجھ پر اگر کچھ بخشش ہی کرنا چاہتے تو عزاداری حسین کے لیے آپ ایک امام باڑہ بنوا دیجئے اور اس کے اخراجات کے لیے کچھ زمین وقف کر دیجئے۔ نواب آصف آصف الدولہ ان کی اس تجویز سے بہت خوش ہوئے، اور انھوں نے روشن علی شاہ کو ۷ علاقے بخش دیے امام اسٹیٹ کے ریکارڈ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت روشن علی شاہ کو سنہ ۱۷۹۶ء میں یہ علاقے بطور بخشش ملے تھے۔

علاقہ ملنے کے بعد حضرت روشن علی شاہ نے امام باڑہ کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔ جہاں آج امام باڑہ موجود ہے وہاں پہلے جنگل تھا اور یہ علاقہ داؤد چک کہلاتا تھا مگر امام باڑہ کی تعمیر کے بعد عزاداری کا سلسلہ شروع کر دیا وہ ایک بزرگ انسان تھے اور آخری وقت تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہے

حضرت روشن علی شاہ کے چھوٹے بھائی کا نام فولاد علی تھا۔ فولاد علی نے اپنے بیٹے سید احمد علی کو امام باڑہ کے ہبہ کر دیا۔ اس ہبہ نامہ کے بعد حضرت روشن علی شاہ کا سنہ ۱۸۰۵ء میں انتقال ہوگیا۔ اور سید احمد علی شاہ امام اسٹیٹ کے جانشین ہوگئے۔ گورکھپور میں وہ عام طور سے میاں صاحب کے نام سے موسوم ہوئے۔

سید احمد علی شاہ سنہ ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰۵ء میں امام باڑہ اسٹیٹ کے لیے ہبہ کیے گئے جب وہ اسٹیٹ کے جانشین ہوئے تو انھوں نے امام باڑہ کے پورب پھاٹک پر ایک بازار لگوایا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے حجرے سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے ایک ذاتی بازار کی بنیاد ڈالی اس بازار کے لگنے کے بعد اس محلے کا نام امام گنج کے بجائے میاں بازار ہوگیا اور یہ محلہ آج بھی میاں بازار کے نام سے موسوم ہے۔

اگرچہ حضرت روشن علی شاہ بذات خود تعلیم یافتہ نہیں تھے کیونکہ ان کی فارسی یا اردو کی کوئی تحریر موجود نہیں ہے۔ صرف امام باڑہ اسٹیٹ کے ریکارڈ میں ایک جگہ ان کے دستخط ہندی میں ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے سید احمد علی شاہ کی تعلیم و تربیت پر مکمل طور پر توجہ کی چنانچہ چند برسوں میں ان کو عربی، فارسی اور اردو پر عبور حاصل ہوگیا سید احمد شاہ نے اردو شاعری کی طرف بھی توجہ کی مگر انھوں نے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی۔ بلکہ فطری ذوق کی روشنی میں جادۂ سخن کو طے کرنے لگے۔ وہ اردو شاعری کی طرف تقریباً ۱۰ سال کی عمر میں مائل ہوئے۔ یعنی انھوں نے تقریباً ۱۸۱۷ء میں اردو شاعری کا آغاز کیا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ سید احمد علی شاہ اور مرزا غالب ہم عصر تھے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ غالب کے عہد میں گورکھپور میں اردو شاعری رائج تھی۔ سید احمد علی شاہ کے تین مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں "کشف البغاوت" مطبوعہ ۱۸۶۰ء "نور حقیقت" مطبوعہ ۱۸۶۱ء، "محبوب التاریخ" مطبوعہ ۱۸۶۳ء — سید احمد علی شاہ نے "کشف البغاوت"

میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اس کی مدد سے ہم کو اس قومی بغاوت کے بارے میں مکمل حالات کا علم ہوجاتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ گورکھپور کے باشندوں نے بھی آزادی ملک میں حصہ لیا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

گورکھپور کا اگلے احوال ہے
یہاں کی حقیقت میں یہ حال ہے
یہاں پہ جو دو کمپنی فوج تھی
بہت کھیلتے موج در موج تھی
اعظم گڑھ کا احوال اس نے سنا
کہ حاکم سب نے بغاوت کیا
لوٹا مال و اسباب حکام کا
بغاوت کی راہ میں سائی ہوا
سپاہ کے لینے یہ تیار ہو
ہونے مستعد وہ کر بیکار ہو

سید احمد علی شاہ کی دوسری "لوحقیقت" ہے اس میں انھوں نے مذہبی موضوعات نظم کیے ہیں۔ مثلاً "کوائف حالات زمانہ" عنوان کے تحت انھوں نے وصال حضرت رسول اکرم کا بیان پیش کیا ہے۔ شاہ صاحب نے ایک عنوان "دلیل تعزیہ" قائم کیا اور اس میں عزا داری کو جائز قرار دیا ہے" دربیان محفل حال قوالی" میں انھوں نے سماع کی موافقت کی ہے۔ اس کے علاوہ اس مثنوی میں توسید مریم، بیان جہاد، حکایت مداین، بیان آیت نور یت، حکایت شداد، بیان با ہزآنے ابراہیم خلیل کا بیان مارے جانے نمرود کا۔ دربیان قربانی حضرت اسمٰعیلؑ رسیدن موسیٰ علیہ السلام بہ درجہ رسالت، بیان تولد شدن حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے حضرت رسول اکرم کا ذکر کیا ہے۔ وہ "دربیان حال قوال" میں فرماتے ہیں۔

یہ محفل جو ہوتی ہے ہر اک برس
وہاں جمع ہوتے ہیں بسیار کس
یہ مجلس فقیروں کی ہے اے حبیب
سب آتے ہیں اس میں امیر و غریب
خدا کی جو گاتے ہیں واں معرفت
عجب لطف ہے اس میں کچھ پوچھو مت
نہ رکھا اسے عالموں نے روا
یہ فتویٰ ہے کیسا جو سب کو دیا
نہ سن شاہ احمد تو اُن کے کلام
تو صوفی ہے کیا تجھ کو جھگڑے سے کام

سید احمد علی شاہ کی تیسری کتاب "محبوب التاریخ" ہے اس کتاب کا تعلق گورکھپور سے ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے گورکھپور کی وجہ تسمیہ بھی بیان کی ہے۔ ان کا قول ہے کہ یہاں ایک درویش گورکھ ناتھ رہتا تھا۔ اس نے اس شہر کو آباد کیا۔ اور اسی کے نام پر اس شہر کا نام گورکھپور پڑا۔ آگے چل کر انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ گورکھپور کا نام معظم آباد کیوں رکھا گیا۔ ان کا قول ہے کہ معظم شہزادہ اپنے باپ اورنگ زیب سے ناراض ہوکر گورکھپور آیا تھا اور یہاں اس نے قیام کیا تھا۔ اس وقت یہ شہر ویران تھا۔ اس نے اس کو آباد کیا اور اپنے نام کی مناسبت سے اس کا نام معظم آباد رکھا۔ سید احمد علی شاہ فرماتے ہیں ؎

کہ جو تھا معظم شہ کامراں
وہ آیا تھا ناخوش پدر سے یہاں
جو آیا تو یہ شہر ویران دیکھ
بیابان و صحرا و میدان دیکھ
حکومت سے اپنی بسایا اسے
غرض شہر پورا بنایا اسے

جب سید احمد علی شاہ پیر و ضعیف ہوگئے تو انھوں نے ... جولائی سنہ ۱۸۷۱ء کو واجد علی شاہ ولد شاہ اللہ کے نام میں ساری جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دیا اور ان کو اپنی فرزندگی میں لے کر اپنا جانشین مقرر کردیا۔ آخرکار سید احمد علی شاہ سنہ ۱۸۷۴ء میں اس دار فانی سے کوچ کرگیے۔

واجد علی شاہ کے دور میں امام باڑہ اسٹیٹ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ انھوں نے انتظامی امور میں بہت دلچسپی لی۔ انھوں نے مزید جائدادیں بھی خریدیں ان کے عہد میں امام باڑہ اسٹیٹ کے خزانے میں ۲۲ لاکھ روپے نقد تھے اس کے علاوہ چاندی سونے کی اینٹیں اور اشرفیاں موجود تھیں ان کے پاس اس قدر دولت تھی کہ انگریزی حکومت نے ان سے قرض لیا تھا۔ سید واجد علی شاہ سے قبل کے جانشینوں نے شادی نہیں کی تھی مگر واجد علی شاہ نے کورٹ کی اجازت سے شادی کرلی اور دنیا داری کی زندگی گذارنے لگے۔ وہ ایک تعلیم انسان تھے۔ انھوں نے تاریخ امام باڑہ بھی لکھی تھی جو اب نایاب ہے ان کا انتقال ۱۹۱۰ء میں ہوگیا۔

واجد علی شاہ کے انتقال کے وقت ان کے فرزند سید جواد علی شاہ نابالغ تھے اس لیے برٹش گورنمنٹ نے گورکھپور کے جج کو امام باڑہ اسٹیٹ کا نگراں مقرر کیا اور سی لنکن کو منیجر کے عہدے پر ۱۹۲۷ء میں جب سید جواد علی شاہ بالغ ہوئے اس وقت ان کو امام باڑہ اسٹیٹ کا جانشین مقرر کردیا گیا۔

سید جواد علی شاہ کو تعلیمی امور سے دلچسپی تھی ان کی کوشش سے امام باڑہ میں لڑکیوں کا ایک پرائمری اسکول کھولا گیا جو ترقی کرتے کرتے ہائی اسکول پھر انٹر کالج تک پہنچ گیا اس کے بعد سنہ ۱۹۷۳ء میں امام باڑہ میں ڈگری کالج بھی قایم ہوگیا جس کا نام سید جواد علی شاہ امام باڑہ مسلم گرلز ڈگری کالج ہے

سید جواد علی شاہ سنہ ۱۹۷۴ء میں متولی کے عہدے سے دستبردار ہوگئے اور اپنے فرزند سید مظہر علی شاہ کو امام باڑہ اسٹیٹ کا متولی مقرر کردیا اس وقت سے تاہنوز سید مظہر علی شاہ امام باڑہ اسٹیٹ کے متولی ہیں۔ سید جواد علی شاہ کا سنہ ۱۹۸۱ء میں انتقال ہوچکا ہے۔

امام باڑہ گورکھپور مختلف دینی اور مذہبی فرائض انجام دیتا ہے۔ خاص طور سے یہاں محرم بہت اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ محرم کے ایام میں کھچڑا پکتا ہے اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ امام باڑہ میں مرثیہ خوانی کا انتظام کیا جاتا ہے اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ امام باڑہ سے جلوس بھی نکلتا ہے جو شہر کی مختلف سڑکوں سے گذرتا ہے۔

امام باڑہ میں عید میں سوئیاں بھی پکتی ہیں جو مفلسوں میں تقسیم کی جاتی ہیں بقر عید میں قربانی ہوتی ہے اس کا گوشت بھی محتاجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے بارہ وفات کے دن کھیر اور گیارہویں شریف کے دن مٹھائی تقسیم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت روشن علی شاہ، حضرت سید احمد علی شاہ اور حضرت واجد علی شاہ کا عرس بھی منایا جاتا ہے۔

امام باڑہ میں ایک ایسا بھی فنڈ ہے جس سے بیوہ عورتوں کی مدد کی جاتی ہے اور ان کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے اس کے علاوہ نادار طلبہ کو ان کی تعلیم کے لیے امداد دی جاتی ہے امام باڑہ اسٹیٹ کے فنڈ سے مختلف مدرسوں کو بھی روپیہ دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح تعلیم کی ترقی کے لیے کوشش کی جاتی ہے اس کے ساتھ ہی مسجدوں کے انتظام کے لیے بھی روپیہ صرف کیا جاتا ہے۔

غرض کہ امام باڑہ گورکھپور ایک خاص اہمیت کا حامل ہے اس کی ایک تاریخی حیثیت ہے یہ ایک قومی امانت بھی ہے۔ اس کی عمارت کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ماضی کے جھروکوں سے قدیم گورکھپور کی جھلک ہم کو نظر آتی ہے۔ ہمارے دل میں آصف الدولہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور ان کے جود و سخا کے جذبے پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت روشن علی شاہ کا تقدس ہمارے دلوں میں ایمان کا چراغ روشن کر دیتا ہے۔ سید احمد علی شاہ کی ... ہماری روح میں جلا پیدا کر دیتی ہے اور ان کی ... ہمارے قلب کی فضاؤں میں چاندنی پھیلا دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیگر جانشینوں کے کارنامے بھی ہماری نظروں کے سامنے رقص کرنے لگتے ہیں۔ امام باڑہ سے ... سے ہمارا ذہن مسرت سے بصیرت تک کا سفر طے کرتا ہے۔ دراصل امام باڑہ عظمت اور روحانیت کا پیکر ہے جو نظر کی پہنائیوں سے ابھرتا ہے اور دل کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

(گورکھپور سے نشر)

اردو تاریخ صحافت پر ایک نظر

پروفیسر محمد لطیف احمد

ہمارے دیش میں بے شمار زبانیں ہیں۔ اور اُن زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات کی تاریخ بھی جداگانہ ہے۔ اردو صحافت گو کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اس کا موضوع بہت وسیع ہے۔ چند صفحات یا چند منٹوں میں اردو صحافت کی نشو و نما اردو اخبارات نویسی کی مکمل تاریخ تمام موضوعات اور تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ممکن نہیں ہے۔

اردو صحافت کی ابتدا کب ہوئی؟ یہ کہنا نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ علاقہ دکن جو اردو کا گہوارہ کہلاتا تھا۔ اردو کا ابتدائی سرمایہ انیسویں صدی کے اوائل کی سیاسی اتھل پتھل، ہنگاموں اور انقلابوں کی نذر ہوگیا۔ آج ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ قطب شاہی اور عادل شاہی عہد حکومت میں جبکہ اردو نے سرکاری اور عوامی زبان کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔ اُس وقت دکن میں اردو صحافت کا کیا مقام رہا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اشوک کے زمانے سے لے کر مغلوں کے عہد تک خبروں کی ترسیل کا کوئی نہ کوئی نظام ضرور موجود تھا۔ جو ملک کے حالات و واقعات سے بادشاہوں کو باخبر رکھنے میں مدد دیتا تھا۔ چنانچہ قطب الدین ایبک کے یہاں واقعہ نویسوں کا باقاعدہ ایک اسٹاف تھا۔ جو بادشاہ کو ملک کے حالات سے آگاہ رکھتا تھا۔ مغلوں نے خبر رسانی کو کافی ترقی دی اور منظم کیا اس کام کے لیے وقائع نگار، خفیہ نویس، پرچہ نویس، ہرکارے، سوانح نگار متعین کیے گیے تھے جو تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ مغلیہ عہد میں نیوز ایجنسی کا انچارج وزیر برید الممالک ہوتا تھا۔ اورنگ زیب کے دور میں شاہی محل کے لیے روزانہ ایک تحریری اخبار جاری کیا جاتا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے زمانے میں ایک شاہی اخبار "سراج الاخبار" کے نام سے شائع ہوا کرتا تھا۔

لیکن یہ سب درباری اخبار تھے۔ انھیں عوام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ دراصل عوامی اخبار کا تعلق طباعت کی ترقی سے وابستہ ہے۔ اردو یا فارسی رسم الخط کا پہلا باضابطہ مطبع سنہ ۱۸۰۱ء میں ڈاکٹر جان گل کرائسٹ نے کلکتہ میں قائم کیا تھا۔ اس کے بعد اپریل سنہ ۱۸۲۲ء میں "جام جہاں نما" نام سے کلکتہ سے اردو اخبار کا اجرا ہوا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے "جام جہاں نما" کو اردو کا پہلا اخبار قرار دیا ہے۔ اس اخبار کی اشاعت کے بعد تقریباً پندرہ سال تک اردو کا کوئی اخبار جاری نہیں کیا گیا۔

سنہ ۱۸۳۴ء اردو ادب اور صحافت کی تاریخ میں اہم سال ہے۔ اس سال فارسی کے بجائے اردو سرکاری اور عدالتی زبان قرار پائی۔ اور اسی سال پریس کو آزادی حاصل ہوئی جو اردو صحافت کی ترقی کی محرک ثابت ہوئی سنہ ۱۸۳۶ء میں مولوی محمد باقر نے "اردو اخبار" جاری کیا تھا جو اردو کا پہلا سالم اخبار تھا جس سے اردو صحافت نگاری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ سرسید کے بھائی سید محمد خاں نے ۱۸۳۷ء میں "سید الاخبار" جاری کیا تھا۔ اس دور میں نہ صرف شمالی ہند بلکہ ملک کے گوشے گوشے سے اردو اخبارات کا کافی تعداد میں اجرا ہوا جن کی تعداد ایک سو سے زائد تھی۔

یہ تمام اخبارات ۱۸۵۷ء سے قبل کے ہیں۔ یہ اردو صحافت کا ابتدائی زمانہ تھا جس میں خبروں کا جمع کرنا مقصود ہوتا تھا۔ کوئی خاص پالیسی کسی شعبہ کے متعلق متعین نہ تھی۔ صحافت نے ادبی ذوق کو ترقی دی اور اخبار بینی کا مذاق عام کیا۔ ان اخبارات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو کی مقبولیت کا کیا عالم تھا۔ اور کس طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں عام جذبات و خیالات کا اظہار اردو زبان کے اخبارات سے کیا جاتا تھا اُس وقت انگریزی اخبارات کو ملک میں وہ عمومیت اور مقبولیت حاصل نہ تھی جو آج ہے۔ اس وقت اہل بھارت بلاتفریق مذہب و ملت و بلا امتیاز زبان و علاقہ اخبار بینی کا شوق اور حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کی ضرورت اردو اخبارات سے پوری کرتے تھے۔

سنہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اردو صحافت ایک ایسے دور میں قدم رکھتی ہے۔ جو بنیادی طور پر اردو صحافت کے عروج کا زمانہ تھا۔ غدر کے بعد اخبارات کا ایک ریلا آیا اس دور میں اخباروں میں سیاسی مسائل پر سنبھل کر قلم اٹھایا جاتا تھا۔ مغربی علوم کی اشاعت پر کافی زور دیا جاتا زبان سادہ اور عام فہم ہونے لگی تھی۔

سنہ ۱۸۵۸ء میں منشی نولکشور نے اعلیٰ پایہ کا اخبار "اودھ اخبار" لکھنؤ سے نکالا۔ یہ اس دور کا سب سے معیاری اخبار شمار کیا جاتا ہے۔ اس سے بہت سے اخباروں اور اخبار نویسوں اور مدیران نے فیض حاصل کیا ہے۔

۳۰ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء کو سرسید نے "علی گڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ" جاری کیا۔ اس میں سوشل، اخلاقی، علمی، مذہبی اور سیاسی ہر قسم کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ سرسید کی صحافت دیدہ زیبی، ٹائپ کا حسن اور کاغذ کی عمدگی کسی لحاظ سے اخبار ترقی یافتہ یورپ کے اعلیٰ اخباروں اور رسائل سے کسی طرح کم نہیں تھا۔ سرسید اردو صحافت کے امام مانے جاتے ہیں۔ انھوں نے ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو "تہذیب الاخلاق" کا اجرا کیا۔ جس سے مسلمانوں کے مذہبی و تعلیمی نقطۂ نظر، اردو ادب اور اس کے اسالیب بیان میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ جنوری ۱۸۷۷ء میں ایڈیٹر منشی سجاد حسین کا اخبار "اودھ پنچ" منظر عام پر آیا۔ اردو نثر میں مزاحیہ نگاری کا باقاعدہ آغاز اسی اخبار سے ہوتا ہے۔ اردو صحافت میں منشی سجاد حسین کی صحافتی خدمات ناقابل فراموش حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔

۱۹ ویں صدی میں نامور اخبارات منظر عام پر آئے۔ جن کا اپنے دور میں بڑا شہرہ تھا۔ ان میں "ہندوستانی" ۱۸۸۲ء میں لکھنؤ سے جاری ہوا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ پہلا اخبار تھا جو سیاسیات میں بڑی آزادی سے بحث کرتا تھا۔ اردو صحافت میں "پیسہ اخبار" سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے منشی محبوب عالم نے ۱۸۸۷ء میں لاہور سے جاری کیا تھا جو ارزاں قیمت اور عمدگی مضامین کے باعث عوام میں بہت مقبول رہا۔

بیسویں صدی کی گود میں بہت سے ہنگاموں اور انقلابات نے جنم لیا۔ نئی نئی تحریکیں پیدا ہوئیں عظیم الشان ادارے اور انجمنیں قایم ہوئیں۔ شاندار اخبار و رسائل جاری ہوئے۔ بیسویں صدی کے رُبع اوّل میں اردو صحافت کی عمارت سراپا جذبات پر کھڑی ہوگئی تھی اور سیاسی کشمکش اور انقلابات نے کچھ ایسی صورت اختیار کرلی تھی کہ گورنمنٹ پریس کی آزادی کو قایم نہ رکھ سکی۔

بیسویں صدی شروع ہوتے ہی اردو صحافت کے افق پر دو ستارے "مخزن" اور "زمانہ" کی شکل میں نمودار ہوئے۔ شیخ عبدالقادر نے سنہ ۱۹۰۱ء میں رسالہ

"مخزن" لاہور سے جاری کیا۔ اس کے بعد دیانرائن نگم نے کانپور سے "زمانہ" نکالا۔ یہ دونوں رسالے حقیقت میں اخبار نویسی کے دبستان تھے۔ ان کے اعلیٰ معیاری مضامین نے ادب و انشاپردازی اور صحافت کی بنیادیں مستحکم کر دی تھیں۔ اس کے بعد "زمیندار" سراج الدین نے جاری کیا تھا۔ یہ اخبار آسمان صحافت و سیاست پہ چھایا رہا اور جرنلزم کا ایک مستقل ہوارہ بنا رہا۔ ۱۹۰۸ء میں مولانا حسرت موہانی نے "اردوئے معلیٰ" کا اجرا کیا اس رسالے نے صحافت میں خاص ہمیت وقار اور بلندی حاصل کر لی تھی۔ ۱۲ جولائی ۱۹۱۲ کو مولانا ابوالکلام آزاد نے "الہلال" کلکتہ سے نکالا۔ یہ ایک انقلابی اخبار تھا۔ جس نے سیاست مذہب اور معاشرت پر بیباکانہ تنقید کی۔ مولانا محمد علی جوہر کے زیر ادارت ۲۳ فروری ۱۹۱۳ء کو دہلی سے روزانہ "ہمدرد" شروع ہوا تھا۔ یہ پہلا اردو اخبار تھا جو ٹائپ میں چھپا تھا۔ اس نے قابل اشاف اور جدید طباعت کی ترقیوں سے کام لے کر ایک نئے معیار کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں "سیاست" اور "انقلاب" شروع ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں لکھنؤ نے "سرفراز" اور دہلی سے "الجمعیت" جاری ہوئے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں کلکتہ سے "انجام" شروع ہوا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں خوشتر گرامی نے "بیسویں صدی" جاری کیا۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھنؤ میں "قومی آواز" کا اجرا کیا۔ اس طرح "معارف" وغیرہ اخبارات و رسائل نے ادب اور صحافت کی ترقی و توسیع کے دروازے کھول دیے۔

۱۹۴۷ء میں جہاں ملک کی تقسیم عمل میں آئی وہاں اردو صحافت بھی تقسیم ہو گئی۔ لوگوں کے ایک ملک سے دوسرے ملک کو تبادلہ کے ساتھ اخبارات کا تبادلہ بھی ہوا چنانچہ پارس، پرتاپ، ملاپ، بندے ماترم، ویر بھارت پربھات، اجیت لاہور سے جالندھر اور دلی آ گئے۔ اسی طرح "جنگ" اور "انجام" کراچی چلے گئے۔

۱۹۴۷ء کے بعد کے حالات و تاثرات میر کے دور سے مماثلت رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں نامساعد و ناسازگار حالات کے باوجود ہمارے صحافیوں نے اردو کی شمع کو جلائے رکھا۔ موجودہ حالات میں اردو صحافت کی ترقی کی رفتار دوسری ہندوستانی زبانوں کے اخبارات سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔ اب بھی اردو اخبارات کا نمبر تیسرا ہے۔

آزادی کے بعد سے لے کر آج تک ڈائجسٹ، اخبارات، رسائل اور جرائد اس قدر کثیر تعداد میں منظر عام پر آ رہے ہیں گویا اخبارات و جرائد کا سیلاب آ گیا ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ موجودہ دور اردو صحافت کا سنہری دور کہلائے گا۔ (اورنگ آباد سے نشر)

پروفیسر محمد لطیف احمد شیواجی مہاودھیالیہ
اودگیر ضلع عثمان آباد (مہاراشٹر)

شمع فروزاں

مہدی نظمی

مذہب کیا ہے۔ مذہب کی غرض و غایت کیا ہے۔ بابا نانک دیو کا بیان ہے کہ ـــ "حق نے مذہب کو آدمی کی ترقی اور نگہبانی کے لیے پیدا کیا ہے۔ خدا کے یہاں صرف سچ کو پرکھا جاتا ہے جھوٹوں کے لیے وہاں کوئی مقام نہیں ہے"۔

اسی ضمن میں وہ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ـــ "وہ شخص سچا ہے جو روحانی ترقی کا عمل کرتا ہے۔ نجات کا راز صرف وہی شخص پا سکتا ہے جس نے حواس خمسہ پر اختیار اور قابو پا لیا ہے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ غرور اور ہوس کو فنا کر دیا جائے اور خدائے بے نیاز کے فضل و کرم میں مکمل یقین رکھا جائے کہ یہ یقین ہی بجائے خود بندگی اور عبادت ہے۔ بابا نانک دیو کا کہنا ہے کہ ـــ "جس طرح کالا کاغذ کبھی سپید نہیں ہوتا اسی طرح جھوٹے کو خدا کی معرفت نہیں ملتی"۔

مذہب کی واقعی غرض یہ ہے کہ آدمی کے نفس کا تزکیہ کیا جائے اس کے اعمال میں اخلاق کی خوبیاں اور اس کے کردار میں نیکیاں اور اچھائیاں پیدا کی جائیں تاکہ نیک کردار افراد کے جوڑ سے ایک ایسے معاشرہ کی تعمیر کی جائے جس میں نہ تو ہوس کا کوئی فساد برپا ہو نہ تکبر کا کوئی فتنہ اٹھے، بابا نانک دیو کا قول ہے کہ ـــ "یہ سارا زمانہ ایک ہی خالق نے بنایا ہے۔ یہاں سب کی نظر میں کوئی ادنیٰ نظر نہیں آتا سب فرقوں کو ایک سمجھو کر حق کے ماننے والوں کی یہی ریت ہے اگر تم نے کسی کے دل کو جیت لیا ہے تو تمہاری یہ جیت سارے جہاں کی جیت ہے"۔

ان کا کہنا ہے کہ آدمی کا بدن آگ مٹی پانی اور ہوا کا میل ہے جس میں عقل اپنا کرشمہ دکھاتی ہے عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کے بارے میں غور کرتا ہے موت صرف تکبر اور ہوس کو آتی ہے موت حق کو آتی ہے نہ سچ کو۔ آدمی کے لیے خرابی کی منزل ہے ہوس اور تکبر، اور تباہی کا راستہ ہے بدی اور غصہ، سچ کا لباس نہ کبھی پرانا ہوتا ہے نہ کبھی پھٹتا ہے، غرور ایک زنجیر ہے اور مغرور ایک قیدی، جو لوگ حالت غرور میں مرتے ہیں انھیں کیا ملتا ہے وہ اپنے گناہوں کی بھاری گٹھری کے سوا اس دنیا کی کوئی بھی چیز اپنے ساتھ نہیں لے جاتے۔

مذہب کی اس واقعی غرض سے کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، جو مایوسی کی ٹھنڈک سے آدمی کے دل کی رگوں میں منجمد ہو جانے والے خون کو امید اور امن کی نئی حرارت دے کر دوبارہ دوڑاتا ہے اور انسان کے مضمحل اعصاب میں عمل کی سی قوت پیدا کرتا ہے۔ مذہب نہ شمشیر زنی کی تعلیم دیتا ہے نہ خونریزی کی مذہب آدمی کو آدمی سے جوڑتا ہے اور ان کے مابین محبت و مہربانی کے رشتے قائم کرتا ہے بابا نانک دیو کا کہنا ہے کہ بھوکوں کو روٹی کھلانا اور خدا کے بے کس بندوں کی مدد کرنا وہ کھرا سودا ہے جس میں نفع ہی نفع ہے۔

مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق مذہب میں کوئی جبر نہیں ہے، مذہب یہ ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی فتنہ نہ اٹھایا جائے کوئی فساد نہ کیا جائے، مذہب یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی اور اپنے ہمسایے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے، مذہب یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان اپنے ہاتھ سے کوئی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ ـــ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام کی کونسی خصلت و عادت بہتر ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور واقف و ناواقف کو سلام کرنا ـــ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ـــ "ایمان کی شاخیں ساٹھ ستر سے بھی زیادہ ہیں ان میں سب سے بہتر شاخ یہ ہے کہ زبان و دل سے اس امر کا اعتراف کیا جائے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب سے کم درجے کی شاخ یہ ہے کہ کسی اذیت دینے والی چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے حیا اور شرم بھی ایمان کی ایک شاخ ہے ـــ حضرت ابوہریرہ ہی کی یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ـــ "جو شخص خدا اور قیامت پر اعتقاد رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ کلمۂ خیر کہے یا خاموش رہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی خاطر و مدارات کرے اور اپنے مہمان کو آرام و عزت سے رکھے ـــ جناب تمیم داری کہتے ہیں کہ آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے کہ "دین خیر خواہی اور نصیحت کا نام ہے۔ ایک اور واقعہ کے مطابق جناب رسول خدا نے فرمایا کہ "سارا اسلام یہ ہے کہ خدا کی اطاعت کی جائے اور مخلوق خدا پر شفقت، قرآن مجید کی ایک آیت کے مطابق وہی لوگ خدا کے خاص بندے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہیں ٹھہراتے، جس کا قتل کرنا حرام ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی زنا کرتے ہیں۔ جو کوئی ایسا کرے گا وہ گناہ کے وبال میں پڑے گا۔ پیغمبر خدا نے جن سات چیزوں کو موجب ہلاکت قرار دیا ہے ان میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ یتیم کا مال کھا لیا جائے اور پاکدامن و ناواقف عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی جائے۔

ان اقوال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مذہب کی واقعی غرض یہ ہے کہ اس زمین پر آباد ہونے والی اولادِ آدم کو فتنہ و فساد سے دور رکھا جائے اور اس کی روحانی و مادی ترقی کے لیے ایک پُرامن معاشرہ تعمیر کیا جائے۔

مذہب نام ہے خیر خواہی اور نصیحت کا، مذہب پیغام ہے باہمی یکجہتی اور خیر سگالی کا، مذہب دعوت ہے امن و انصاف مساوات و اخوت کی، مذہب راستہ ہے دنیا اور عقبیٰ کے مابین محفوظ اور سلامتی کے سفر کا ـــ! (اردو سروس سے نشر)

ترجمے کے مسائل

سید یعقوب میراں

آج کے زمانے میں دنیا کی مختلف تہذیبیں ایک دوسرے سے قریب آتی جا رہی ہیں اور تقریباً ہر شخص کو ایک سے زیادہ زبانوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ خود ہماری ریاست کے لوگوں کا حال دیکھ لیجئے۔ جو لوگ اردو بولتے ہیں ان کا ربط وضبط اور معاملہ تلنگی بولنے والوں سے ہے۔ مدرسوں اور کالجوں میں انگریزی سیکھنی اور سکھانی پڑتی ہے۔ ہندی سے بھی سابقہ رہتا ہے۔ مذہبی ضرورتیں مسلمانوں کو قرآن مجید کی سورتیں اور عربی دعائیں اور ہندوؤں کو سنسکرت کے اشلوک یاد کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اس طرح معاشرہ کا ہر ذی ہوش فرد خواہ وہ بہت زیادہ تعلیم یافتہ ہو یا نہ ہو بیک وقت کئی زبانوں کے نرغے میں ہے۔ ان میں سے بعض زبانوں کو وہ ٹھیک طور سے سمجھ رہا ہے اور بعض کو کم کم۔ کتنے ہی دفاتر میں ایسا ہوتا ہے کہ عہدہ دار ماتحت کو اُردو یا تلنگی میں زبانی طور پر کارروائی کا رخ سمجھا دیتا ہے اور وہ انگریزی میں کارروائی مرتب کر لیتا ہے۔ سر راہ کسی اُردو بولنے والے کا کسی تلنگی بولنے والے سے ایسا سابقہ پڑ جائے کہ دونوں ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھتے ہوں چند سیکنڈ کے اندر آپ کو کوئی نہ کوئی ایسا راہ گیر مل جائے گا جو ایک نہایت کامیاب ترجمان کی خدمات پیش کر سکے۔ اس طرح ہم سب کے اندر ایک مترجم چھپا بیٹھا ہے جو اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔

جہاں لسانی تحریکوں کا اندرون ریاست اور عالمگیر طور پر تال میل اس قدر بڑھ رہا ہو وہاں ترجمے کے کاروبار کو ادھورا اور ایک خود رو فن کے طور پر نہیں چھوڑ دیا جا سکتا۔ اس کی ضرورت ہے کہ درس گاہوں میں زبانوں کے ساتھ اصولی طور پر ترجمے کی مشق کروائی جائے۔ دفتری کاروبار اور عدالتوں کے پیشہ ورانہ تراجم کے ماہرین کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سب سے ہٹ کر اعلیٰ درجے کے علمی اور ادبی کارناموں کے تراجم کا مسئلہ ہے۔ یہاں آ کر ترجمے کا فن نازک ترین مسائل سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اس جانب ذیل میں چند اشارے کئے جائیں گے۔

فن ترجمہ کے ممتاز محقق جناب حسین الدین احمد نے ترجمے کے بارے میں کہا ہے کہ ترجمہ مصنف کے قلب وذہن کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے خیال اور فکر کے ابلاغ اور پھر اپنی زبان میں ترسیل خیال یا منتقلی کا ایسا عمل ہے جو اصل کے انداز ترسیل طرز بیان ادائے نگارش اور لب ولہجہ کے زیادہ قریب رہتے ہوئے کیا جائے تاکہ دوسری زبان میں منتقل ہونے کے باوجود اصل کا انداز تخاطب اور طرز تکلم برقرار رہے۔ ترجمے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اختلاف زبان کے باوجود اصل کا قریب ترین مفہوم ذہن نشین ہو جائے

اب اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ترجمے کی بہت سی کوششیں معیار پر نہیں اتریں۔ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ نے دنیا کی دوسری زبانوں خاص طور پر انگریزی سے علمی کتابوں کے اردو ترجمے کئے اور گراں بہا خدمات انجام دیں۔ ترجمے ایسے لائق لوگوں نے کئے جن کو کم از کم دونوں زبانوں پر پورا عبور حاصل تھا۔ دار الترجمہ کے پچانوے فی صد تراجم نہایت کامیاب ثابت ہوئے۔ تاہم ان میں بھی بعض ترجمے ایسے ٹھس ہیں کہ آسانی سے انکا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔

ادبی تخلیقات کے ترجمے میں سائنٹفک موضوعات کے ترجمے سے کہیں زیادہ دشواریاں پیش آتی ہیں۔ سائنسی اور فنی کتابوں میں صرف ٹھوس حقائق اور مادی فکر ہوتی ہے لیکن ادبی کتابوں یعنی ناول افسانہ وغیرہ میں فکر ہوتی ضروری ہے لیکن ان میں فکر سے زیادہ جذبے اور تخیل کی پینگ بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ان میں لطیف ترین احساسات کا ارتعاش ہوتا ہے۔ ان میں روحانی تجربوں اور وجدان کی ایسی لے ہوتی ہے جن کی منطقی توجیہ ممکن نہیں جیسے جگر نے کہا تھا۔ اے کہاں سخن کے دلوانے۔ ماورائے سخن بھی ہے اک بات جب یہ باتیں ماورائے سخن ہوتی ہیں یا جذبے وتخیل میں گھل جاتی ہیں تو عام طور پر ان کی منطقی ترتیب پاتا ممکن نہیں اور جہاں منطق ٹوٹی وہاں مترجم کی سانس رک جاتی ہے کیونکہ ترجمے جہاں تک منطقی عمل ہے وہاں تک میکانیکی طور پر ممکن ہے لیکن جہاں منطق سے ہٹا وہاں ترجمے کی لے ٹوٹ جاتی ہے۔

جب تک مترجم اپنی کاوش کو ان تخلیقی گہرائیوں تک نہ لے جائے کہ وہ اصل بات کی تخلیقی گہرائی سے ہم کنار ہو جائے اور پھر اس کی اپنی زبان میں باز آفرینی نہ کرے ترجمہ ممکن نہیں ہوتا۔

یہ پیچیدہ صورت حال نثر سے زیادہ شعری کارناموں یا ادبیات کے ترجموں میں پیش آتی ہے۔ شاعری کی منطق جذبے احساس اور تاثر کی منطق ہوتی ہے جو ہر زبان میں مختلف ہوتی ہے اس کی وجہ سے مترجم کو قیامت کی مشکلیں پیش آتی ہیں۔ ایک دفعہ خوشونت سنگھ نے اردو سے انگریزی میں ترجمے کے بارے میں اپنی مشکلوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ عزیز لکھنوی کے اس شعر کا ترجمہ کرنا چاہتے ہیں کہ ؎

اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
بھولتا ہی نہیں عالم تیری انگڑائی کا

انھوں نے کہا کہ اس میں دو بڑی مشکلیں ہیں۔ پہلی یہ کہ انگڑائی کا ترجمہ کیا کیا جائے۔ اس کے لئے انگریزی میں ایک ہی لفظ ہے Stritch اور بدن کو Stritch کرنے کا لفظ اس وقت برتا جاتا ہے جب بدن تھک گیا ہو۔ گویا انگلستان کی گوریاں صرف تھکن ہی میں انگڑائی لیتی ہیں۔ لیکن عزیز کے اس شعر میں جو انگڑائی ہے وہ تھکن کی انگڑائی نہیں بلکہ مستی حسن کی انگڑائی ہے جس کا انگریزی میں کوئی بدل نہیں خوشونت سنگھ نے کہا کہ اس شعر میں دوسری مشکل بات یہ ہے کہ انگریزی میں کیسے سمجھائیں کہ حسن کا مرکز کہاں ہے۔

علاوہ ازیں ایک دقت محاورات وتلمیحات کے ترجمے کی بھی ہے۔ کسی زبان کے محاورات معنوں کے خزانے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ انھوں نے ترجمے کے ذریعہ پیش کرنا مشکل ہوتا ہے تاوقتیکہ ان کا مترادف محاورہ نہ ملے۔ اردو میں ایک محاورہ ہے کانٹوں پر لوٹنا۔ انگریزی میں بالکل اسی مفہوم کے محاورے To be on tenter hooks کو ترجمہ میں اگر استعمال کیا جائے تو ترجمے کا لطف ہی دوبالا ہو جائے گا۔

دوسرا مسئلہ تلمیحات کا ہے۔ یہ محاوروں سے زیادہ مشکل ہے۔ تلمیحات کا صحیح ترجمہ کرنے کے لئے اس کے پس منظر سے واقفیت ضروری ہے۔

بہرحال شعری ادبیات کا ترجمہ میکانیکی فن نہیں ہے بلکہ تخلیقی عمل ہے۔ ویسے ہر ترجمہ کم از کم ۵۰ فی صد تخلیقی عمل ہوتا ہے لیکن کامیاب شعری ترجمہ ننانوے فی صد تخلیقی ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شعری مترجم کم محنت کرے اور شعری تخلیق کو بھی پچاس فیصد تخلیقی عمل بنا دے ایسے ترجمے بہت بنتے ہیں ان میں کسی نظم کے قالب کا ترجمہ تو ہو جاتا ہے لیکن ترجمے سے روح پرواز کر چکی ہوتی ہے۔ اسی لئے ادبی اور خاص طور پر شعری ترجمہ کی فہم اٹھانا بڑے جوکھم کا کام ہے۔ اگر ترجمہ ناقص ہو تو محنت بھی برباد ہو گئی اور نیک نامی بھی متاثر۔ تاہم جیسا کہ عرض کیا گیا اگر ترجمے میں ننانوے فی صد تخلیقی محنت ہو تو مترجم کو بھی وہی شہرت حاصل ہو سکتی ہے جو اصل صاحب تخلیق کو ہوتی۔ نظم طباطبائی نے گرے کی انگریزی نظم کا ترجمہ گور غریباں اس قدر کامیاب کیا کہ اس کی شہرت ومقبولیت اردو دنیا میں اتنی زیادہ ہے کہ خود اصل نظم کی انگریزی دنیا میں نہیں۔ مضطر مجاز نے حال میں اقبال

کے فارسی کلام کا اردو میں نہایت کامیاب منظوم ترجمہ پیش کیا ہے جس سے بعض جگہ یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ ترجمہ نہیں اقبال کا اردو کلام ہے۔

قانونی ترجمے کا عمل نہایت خشک ہے اور مشکل بھی۔ یہاں جذبے تخیل یا احساسات کی کارفرمائی نہیں ہوتی۔ نہ ہی محاورات یا تلمیحات سے سابقہ پڑتا ہے۔ متن کا من وعن ترجمہ کرنا ہوتا ہے۔ اس میں اصل سے وفاداری اہم شرط ہے۔ طویل ترین جملوں کا اس انداز سے ترجمہ کرنا ہوتا ہے اور کمال یہ کہ اصل مفہوم پورے کا پورا برقرار رہے۔ ایک لحاظ سے یہ میکانیکی یا رہا ذاتی قسم کا عمل ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ ہماری حکومت نے ایک محکمہ ترجمہ قایم کر رکھا ہے جس میں ہماری مقننہ کے وضع کردہ تمام قوانین نیز قواعد وغیرہ کا اردو اور تلنگی میں نہایت معتبر ترجمہ کر کے شائع کیا جاتا ہے۔ راقم الحروف بھی اس محکمے سے بحیثیت اردو مترجم وابستہ ہے۔

ترجمے کا سب سے بڑے پیمانے پر ہر روز منظم کام جس شعبے میں ہوتا ہے وہ صحافت کا ہے صحافتی ترجمے میں دونوں کیفیتیں ہوتی ہیں یعنی ایک طرف تو وہ میکانیکی ہوتا ہے تو دوسری طرف تخلیقی اور دونوں رجحانات کے مابین اگر اس کا تخلیقی میلان غالب نہ ہو تو صحافتی زبان کی نشو ونما متاثر ہوتی ہے۔ صحافتی زبان کسی بھی زبان کے تغیر اور نشو ونما کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ ہم کنار رہتی ہے۔ اس لحاظ سے صحافتی ترجموں کو بھی ترقی پزیر ہونا پڑتا ہے۔

میں نے آپ سے یہ کہا تھا کہ ہم سب کے اندر ایک مترجم بیٹھا ہے اور ہمارے پیچھے نئی نسلوں کا ایک بڑا قافلہ کئی زبانوں کا بوجھ اٹھائے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس سے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں جو نہ صرف لسانی ہیں بلکہ تہذیبی بھی ہیں اور ہمارے بچوں کے نشو ونما کے مسائل بھی ہیں لہذا ہمیں ترجمے کے مسائل پر زیادہ سنجیدگی اور ذمہ داری کے ساتھ دھیان دینا چاہیے۔

(حیدرآباد سے نشر)

غزل

جالب نعمانی

اپنی فطرت میں ہمیشہ آسماں لگتی ہیں کیوں
اس کی آنکھیں مہرباں نامہرباں لگتی ہیں کیوں
کس سے ہے انکا تعلق کس سے ہے نسبت انھیں
چیختی روتی ہوائیں بے مکاں لگتی ہیں کیوں
زندگی کی شاخ سے گرتی بکھرتی پتیاں
بے زباں ہوتے ہوئے بھی ہم زباں لگتی ہیں کیوں
جب بکھرنا ہے انھیں بھی خاک پاروں کی طرح
جسم وجاں کی آرزوئیں جاوداں لگتی ہیں کیوں
ایک جھونکے کی طرح پہلے گذر جاتا تھا میں
آج یہ بے خواب راہیں بدگماں لگتی ہے کیوں

(گورکھپور سے نشر)

تاریخ ساز

شطرنج

محمود ہاشمی

علوم وفنون تہذیب وفلسفہ اور دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ، ہندوستان میں کھیل تفریحات اور ذہنی آزمائشوں کے مقابلے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ آج کا ہندوستان۔ اگر کھیلوں کے جدید اسلوب اور سرگرمیوں کا محور ہے۔ تو اس کے پس منظر میں ہندوستانی ذہن کا وہ صدیوں پرانا رویہ موجود ہے۔ جو انسانی زندگی میں کھیل تماشے اور تفریحات کو بھی ضروری سمجھتا تھا۔ زندگی کے تحرکات کو نمایاں کرنے والی ایسی بے شمار تاریخیں موجود ہیں جو یونانیوں کی طرح قدیم ہندوستانی عوام کے تفریحی مقابلوں اور کھیلوں کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔

آٹھویں صدی کے ایک عرب مورخ جاحظ (ح ۸۶۹ء) نے ہندوستان اور ہندوستانی عوام کے پرجوش انداز کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک رسالے میں لکھا ہے:

"ہندوستان کے باشندے علم اور فن کے ساتھ ساتھ کھیلوں کے شعبہ میں بھی بہت نمایاں ہیں۔ شطرنج کے ہندوستانی ہی موجد ہیں یہ ذہانت اور سوچ کا بہترین کھیل ہے"

جاحظ کے بیان سے ظاہر ہے کہ شطرنج جو آج بین الاقوامی مقبولیت کا کھیل ہے۔ اس کا آغاز ہندوستان میں ہی ہوا ——— "بہار عجم" کے مورخ رشیدی نے لکھا ہے:

"لفظ شطرنج ہندی معرب ہے اور اس کی اصل "چترنگ" ہے۔ جو چتر اور انگ سے مرکب ہے۔ چتر کے معنی ہیں چار اور انگ کے معنی ہیں عضو یعنی وہ چیز جو چار عضو یا چار رکن پر مشتمل ہو شطرنج کی بازی کے چار رکنوں میں فیل، اسپ، رخ اور پیادہ شامل ہیں"

بعض مورخوں کا بیان ہے کہ "چترنگ" سنسکرت لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی اس فوج کے ہیں جس میں ہاتھی گھوڑے، رتھ اور پیادے شامل ہوتے تھے۔ چترنگ کہنے لگے عربوں نے 'چ' 'ت' اور 'گ' کو 'ش'، 'ط' اور 'ج' سے بدل کر شطرنج کا نام رکھا اور چونکہ عربوں کے یہاں رتھ جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اس لیے انھوں نے "رتھ" کی جگہ "رخ" کا مہرہ ایجاد کر لیا —— اور اس طرح ہندوستان کا "چترنگ" شطرنج بن کر تمام دنیا میں مقبول ہو گیا۔

ایک روایت ہے کہ ہندوستان کے ایک قدیم راجہ نے ایران کے بادشاہ نوشیروان عادل کے پاس شطرنج اور "پنچ تنتر" کا ایک نسخہ بطور تحفہ کے بھیجا تھا، شاہ فارس کو احساس ہوا کہ ان تحفوں کے ذریعہ اہل ہند اپنی ذہنی برتری کا احساس دلانا چاہتے ہیں۔ شاہ فارس نے ایک ایسی بساط ہندوستان بھجوائی جس پر ایک پانسے کی مدد سے کھیل کھیلا جاتا تھا۔ لیکن شطرنج کا کھیل، عقل و ذہانت کی نمائندگی کرتا ہے۔ جبکہ پانسوں سے کھیلے جانے والے کھیل اتفاقات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ہندوستان کی قدیم "چترنگ" آج کی شطرنج اور اس کی بساط سے بہت مختلف تھی۔ آج کل کی شطرنج کو دو آدمی مل کر کھیلتے ہیں۔ جبکہ چترنگ کو چار آدمی مل کر کھیلا کرتے تھے۔

○ ہندوستان کی قدیم شطرنج یا چترنگ کی تفصیلات کو البیرونی نے اپنی کتاب "کتاب الہند" میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کتاب الہند میں ہندوستانی چترنگ کی بساط کا نقشہ بھی بنایا گیا ہے۔ اور تمام مہروں کی نیز کھیلنے والوں کی تفصیل کے ساتھ کھیل کی ہار جیت کے ضابطے بھی تحریر کیے گیے ہیں۔

ان تمام قدیم شواہد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان اس ملک کے عوام، قدیم زمانے سے ہی کھیلوں کے مفید، خوش گوار اور ذہن و دانش کی کارفرمائی کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں۔ ہندوستانی مزاج کھیلوں کی دنیا میں بھی پرامن غور و فکر کے اسلوب کا حامل رہا ہے۔ اور اہل ہند نے دنیا کو شطرنج اور اس کی بساط نیز اس دلچسپ کھیل کا وہ تحفہ عطا کیا ہے۔ جس سے آج تک دنیا بھر کے عوام کو دلچسپی ہے اور عالمی مقابلوں میں شطرنج کی بساط ہندوستان کے قدیم "چترنگ" کی یاد دلاتی ہے۔

(اردو سروس سے نشر)

میاں بیوی

نریندر لوتھر

میاں بیوی کا رشتہ مرد کا اور عورت کا، مرد اور عورت کا رشتہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک میاں اور ایک بیوی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی یہ رشتہ اُلٹا بھی ہوتا ہے یعنی ایک بیوی اور ایک میاں عموماً تمام مہذب سماجوں میں یہ رشتہ اُلٹا ہی ہوتا ہے غیر مہذب سماجوں کے بارے میں بحث کرنا فضول ہے کیونکہ ہمیں اور خاص کر مجھے کبھی بھی ایسے کسی سماج میں رہنے کا موقعہ ملنے کی امید نہیں ہے ویسے بھی ایسی بحث سے بین الاقوامی تعلقات پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ بحیثیت مجموعی وہ تعلقات پہلے سے ہی اتنے کشیدہ ہیں کہ ان میں مزید خرابی میں ہماری اعانت کی قطعی ضرورت نہیں۔ کبھی بار تو ایسا لگتا ہے کہ بین الاقوامی تعلقات بھی ازدواجی رشتوں کی طرح ہیں۔

میاں بیوی کے تعلق کا نام شادی ہے ہندوؤں میں لڑکے اور لڑکی کو آگ میں ڈھکیلنے کی دھمکی دے کر شادی انجام پاتی ہے۔ لڑکے اور لڑکی کو چار گرہ کپڑے سے باندھ کر آگ کے گرد چکر لگوائے جاتے ہیں تاوقتیکہ وہ شادی کے لیے رضامند نہ ہو جائیں۔ عموماً پانچ چھ پھیروں کے اندر دونوں چکرا کر بے جان ہو جاتے ہیں اسی عالم بے ہوشی میں ان کی شادی کر دی جاتی ہے۔ شادی کی قسمیں اور وعدے سنسکرت ایسی زبان میں دلائے جاتے ہیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی بعد میں اگر فریقین میں سے کوئی اعتراض بھی کرے تو اسے یہ کہہ کر چپ کرا دیا جاتا ہے کہ قانون سے لاعلمی کوئی واجب عذر نہیں۔

مسلمانوں میں شادی کے وقت لڑکے اور لڑکی کو ایک دوسرے سے دور رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ کہیں وقت سے پہلے ہی تکرار کرنا شروع نہ کر دیں ادھر لڑکے کے بھائی بند اس کو تھامے رہتے ہیں اُدھر لڑکی کی سہیلیاں اسے اپنے نرغے میں رکھتی ہیں۔

عیسائیوں میں پادری فریقین پر واضح کر دیتا ہے کہ اس رشتے سے بجز مرگ چھٹکارا نہیں پھر بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی بہادر جوڑے قبل از مرگ ایک بار نہیں بار بار اس پھندے سے بچ نکلتے ہیں لیکن مہذب سماج کا انتظام ایسا ہے کہ وہ ایک شکنجے سے نکل کر دوسرے میں پھنس جاتے ہیں بہت کم بالغ لوگ اس رشتے سے بچے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے بچ کر رہنا چاہیے۔

شادی تضاد کا رشتہ ہے۔ یعنی ایک نر اور دوسرا مادہ پھر فطرت کا تضاد ایک باہر کی طرف تو دوسرا اندر کی طرف راغب۔ ایک آزادی پسند اور دوسرا اس کی غلامی پسند۔ پھر طبیعت کا تضاد ایک کو گرمی لگتی ہے تو دوسرے کو سردی۔ ایک سونا چاہتا ہے تو دوسرا جاگنا۔ ایک خاموشی چاہتا ہے تو دوسرا گفتگو۔ ایک خلوت پسند ہے تو دوسرا جلوت کا شیدائی۔ ایک تنہائی کا دلدادہ ہے تو دوسرا انجمن کا متمنی۔ ایک اخبار پڑھنا چاہتا ہے تو دوسرا اسکینڈل سنانا۔ ایک دوستوں کو مدعو کرنا چاہتا ہے تو دوسرا خود دعوت پر جانا چاہتا ہے۔ ایک صلح اور آشتی چاہتا ہے تو دوسرا جنگ آمد۔ ایک جنگ آمد تو دوسرا صلح اور آشتی کا متلاشی اس لیے دونوں جنگ آمد۔

دن کے وقت تو کیونکہ ایک گھر کے باہر اور دوسرا اندر رہتا ہے اس لیے تصادم سے بچاؤ رہتا ہے۔ کئی دوراندیش مرد نہ صرف خود باہر چلے جاتے ہیں بلکہ اپنی بیوی کو بھی نوکری پر بھیج دیتے ہیں (خاکسار بھی ایسی دور اندیشی کا مرتکب ہے) سنا ہے اس انتظام سے حالات نسبتاً خوشگوار رہتے ہیں۔

خدا خدا کرنے کے باوجود بھی رات آتی ہے۔ دن بھر کا کام کاج ختم ہوتا ہے۔ میاں سونا چاہتا ہے۔ بیوی کہتی ہے۔ یہ بھی کیا زندگی ہے۔ کھایا پیا سو گئے ہم تو ابھی پڑھیں گے۔ میاں کہتا ہے۔ تمہیں ابھی تعلیم کی ضرورت ہے تم پڑھو ہم تو سوئیں گے۔ سونے سے پہلے ذرا پنکھا بند کر لینا سردی لگ رہی ہے۔ ارے واہ اس کو آپ سردی کہتے ہیں میں تو پنکھا تیز کرنے والی تھی۔ میاں لڑنے کے موڈ میں نہیں۔ اچھا تو یہ کھڑکی بند کر دینا۔ ارے یہ خوب ہے اگر کھڑکی بند کر دی تو پنکھا چلانے کا کیا فائدہ ہوا وہی باسی ہوا کھاتے رہیں گے۔ اچھا بھئی تم کھڑکی بھی کھول لو ہمیں پھر ایک کمبل دے دو۔ اوئی ماں اس موسم میں کمبل کی ضرورت پڑی۔ اچھا بھئی کمبل بھی نہ لاؤ، پنکھا بھی چلا لو اور کھڑکی بھی کھول دو۔ میرے اوپر تھوڑا سا ٹھنڈا پانی بھی گرا دو اور بستر کی نچلی چادر بھی نکال لو تاکہ آدھی رات کے وقت کہیں اسے اوڑھ لوں لیکن خراٹے نہ مارنا۔

اچھا میں خراٹے مارتی ہوں تو آپ؟

میں جب ایسی باتیں لکھتا ہوں تو میری بیوی اکثر مجھ سے پوچھتی ہے کہ آپ کو دوسروں کی ازدواجی زندگی کے بارے میں اتنا کیسے معلوم ہے اور اگر ہے بھی تو مناسب ہے کہ آپ دوسروں کے بارے میں ایسی باتیں پبلک میں نہ کہیں وہ سمجھیں گے کہ شاید ہمارے تعلقات بھی ایسے ہی ہیں اس سے خواہ مخواہ ہماری بدنامی ہونے کا خطرہ ہے۔ میرا جواب یہ رہتا ہے کہ ایک سیدھا سادا فارمولا ہے جن لوگوں کے ازدواجی تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے وہ کبھی ایسا نہیں لکھتے کیونکہ ادب برائے ادب ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ادب برائے زندگی بھی ملتا ہے لیکن ادب برائے صداقت نہیں ہوتا۔ اس روایت کی آڑ میں میں اکثر سچی بات بھی لکھتا ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ مذاق کر رہا ہے۔ اور یہی مزاح کی خوبی ہے۔ صرف مزاح کے صنف میں چلتے چلتے ضمناً کہاں کن طریقے سے سچی بات کہی جا سکتی ہے اسی لیے کرشن چندر مرحوم کے آخری الفاظ تھے "ادب برائے بطخ" انھوں نے اس کی تشریح نہیں کی۔ یہ کام وہ میرے لیے چھوڑ گئے۔ آپ نے بطخ دیکھی ہوگی۔ شاید اُسے سُنا بھی ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے آپ نے اُسے سمجھا نہیں ہوگا وہ ہمیشہ "میں میں" کرتی رہتی ہے اور ساتھ ہی بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف گامزن رہتی ہے اسے اپنی منزل کا اتنا خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنے ارادے کے انہماک میں اپنے پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتی میں سمجھتا ہوں یہی حال مزاح اور طنز نگار کا ہوتا ہے بظاہر وہ "میں میں" کرتی ہے مگر اصل میں وہ صداقت کا متلاشی رہتا ہے اور اس طرح ہنسی مذاق میں لوگوں کے کردار درست کرتا جاتا ہے کہ جیسے نیند میں کوئی کسی کی حجامت بنا جائے اور اس شخص کو جاگنے پر معلوم ہو کہ میری تو حجامت بن گئی۔

لیکن میاں بیوی کے رشتے کا اس تھیوری سے کیا تعلق؟ بس یونہی سمجھ لیجئے کہ یہی اس رشتہ کا حاصل ہے کہ غیر دانستہ طور پر ہی بغیر کسی کوشش کے اس رشتے کی چوکھٹ میں انسان پر خدا کی خدائی کے، قدرت کے، کائنات کے، زندگی کے ایسے ایسے راز کھل جاتے

ہیں ایسی ایسی حقیقتیں آشکارا ہوجاتی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ دنیا کی تمام حکمت اور دانشمندی اسی رشتے کی بدولت رونما ہوئی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جن نے یہ رشتہ نہ کیا وہ مکمل نہیں ہے

یہ ضروری نہیں ہے کہ مرد اور عورت کے باہمی رشتے کے لیے شادی ضروری جائے کبھی لوگ شادی کے بجائے محبت کر لیتے ہیں۔ محبت شادی سے پہلے یا شادی کے بعد کی صورت حال کا نام ہے کئی لوگ شادی کے چوکھٹے میں محبت ڈھونڈتے ہیں انھیں ڈھونڈنے دیجئے میں نے بھی کئی لوگوں کو اس کام پر لگا لیا ہے اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ دوبارہ واپس نہیں آتے کئی لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے پاگل ہوجاتے ہیں صرف عام میں ان کی زندگی بڑی خوشگوار سمجھی جاتی ہے ایسے لوگوں کو مزاحیہ مضامین لکھ کر دنیا کو سمجھانے کی ضرورت نہیں رہتی کئی لوگ جو خوش نہیں ہوتے وہ مزاحیہ مضامین لکھ کر... میری بیوی پھر مجھے ٹوک رہی ہے خواہ مخواہ پول کھل جائے گی۔ پکڑے جاؤ گے۔ بدنام ہوجاؤ گے.... تم کب سمجھوگے....؟

دیکھا آپ نے میاں بیوی کا رشتہ تضاد کا رشتہ ایک کچھ کہنا چاہتا ہے دوسرا اُسے ٹوکتا ہے۔ ایک سچ بولنا چاہتا ہے دوسرا اُسے روکتا ہے۔ ایک میاں ہے دوسرا بیوی۔ ایک بیوی ہے دوسری میاں۔ رشتہ سیدھا بھی اُلٹا بھی۔

(بھوپال سے نشر)

غزل

حق اعظمی

بے بسی ڈھونڈھیے، بے کسی ڈھونڈھیے
زندگی کے لیے، زندگی ڈھونڈھیے
کچھ علاج غم آگہی کے لیے
اپنے زخموں کی چارہ گری ڈھونڈھیے
پتھروں کی گواہی نہ لی جائے گی
شہرِ غم میں کوئی آدمی ڈھونڈھیے
پیاس کی آس ساری دھواں ہوگئی
دشت پُرہول میں تشنگی ڈھونڈھیے
ایک سا روپ، چہرے، بدن ایک سے
دوستوں میں کوئی اجنبی ڈھونڈھیے
حادثوں کی چمک ماند پڑجائے گی
کیا مداوائے تیرہ شبی ڈھونڈھیے
ہوگی ان شاہراہوں کی خوشبو بھی حق
اس سفر کے لیے تازگی ڈھونڈھیے

(پٹنہ سے نشر)

سرینگر شہر تاریخ کے آئینے میں

محمد امین پنڈت کشمیری

ہمارے ملک ہندوستان میں ایک نہیں دو سری نگر ہیں۔ ایک گڑھوال اتر پردیش میں ہے۔ اور دوسرا کشمیر میں۔ لیکن جموں و کشمیر اسٹیٹ کی راجدھانی سری نگر کی جو بات ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ یہ شہر نام سے بھی سندر ہے۔ اور دیکھنے میں بھی سندرتا سے بھرپور!

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ کشمیر گھاٹی میں جانے کے لئے پہاڑوں پر چڑھنا پڑتا ہے۔ لیکن ہمارے بعض سننے والوں کیلئے شاید یہ اچنبھے کی بات ہو کہ بانہال کے پہاڑی درے پر پہنچ کر جو سمندر سے نو ہزار فٹ بلندی پر ہے، جب ہم اُترییں سری نگر کی طرف جاتے ہیں تو ہمیں ایک بار پھر اترائی میں جانا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم صرف پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہیں پر سری نگر کی پرانی بستی، کشمیر کے سب سے بڑے دریا کے کنارے آباد ہے۔ اس دریا کو جہلم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کشمیر کے لوگ اسے وتستا یا ویتھ کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ موٹر بس گاڑی میں سری نگر جا رہے ہوں یا ہوائی جہاز سے انہال پہنچ کر ہر سیلانی کو پورب میں امرناتھ اور سونمرگ کی پہاڑیاں اور پچھم میں گلمرگ اور پیر پنجال کی پہاڑیاں نظر آنے لگتی ہیں۔ انہی پہاڑیوں کے بیچوں بیچ کشمیر کی گھاٹی یا وادی پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسی گھاٹی کے عین وسط میں سری نگر کا شہر ہے۔

پہلگام اور گلمرگ کی پہاڑیوں کے درمیان میں جو یہ گھاٹی ہے اُس کی لمبائی کوئی پچھتر میل اور اس کی چوڑائی کوئی پچیس میل ہے۔ اسی گھاٹی کے عین بیچ میں جہلم دریا کے کنارے سری نگر کا سندر شہر ہے۔ کوئی دس پندرہ میل لمبا اور چار پانچ میل چوڑا۔

کسی رات کو زوردار بارش ہوئی ہو اور صبح سویرے کوئی سیلانی کو نشاط کی پہاڑی پر جو ڈل جھیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے، چڑھ کر اس شہر کے قدرتی حسن کا نظارہ کرنے کا موقع ملے تو وہ دیکھ کر چیخ اٹھے گا۔ واہ کیا بن بیاہی کنیا کملائی دُھلی۔ نہائی۔ ننگی سامنے دراز لیٹی ہے! چاندنی رات میں

سری نگر کی جھیل ڈل کا نظارہ تو دنیا کے ساتویں عجوبہ کو بھی جھلا دینے کے لئے کافی ہے!

شاعر مشرق علامہ اقبال نے نشاط سے ہی جھیل ڈل اور غروب آفتاب کا نظارہ کیا تھا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھے تھے

کوہ و دریا و غروب آفتاب
من خدا را دیدم آنجا بے حجاب!

پہاڑی اور اس کے دامن میں لیٹی جھیل۔ وہاں جب میں نے شفق کی روشنی میں سورج ڈھلنے اور غروب ہوتے دیکھا تو مجھے ایسے لگا کہ میں نے پروردگار عالم کو بے حجاب پایا!

ہم سب کو معلوم ہے کہ شہری آبادیاں اور بستیاں عموماً اور اکثر و بیشتر دریاؤں۔ ندی نالوں اور جھیلوں کے کنارے بس جاتی ہیں۔ کرشنا ہو یا گوداوری، نربدا ہو یا تاپتی۔ گنگا ہو یا جمنا۔ سندھ ہو یا ستلج ویسی ہو یا برہم پتر زیادہ تر انہی دریاؤں کے کنارے پر بستیاں۔ شہر اور قصبے آباد ہوتے رہے ہیں۔ سری نگر کا شہر بھی جہلم دریا کے کنارے آباد ہوا۔ لیکن کشمیر کی سب سے پرانی انسانی آبادی تو ڈل جھیل کے کنارے اُس جگہ بس گئی تھی۔

جہاں آج کل ہارون کا باغ اور داچھی گام کی Game Sanctuary ہے۔ بُرزہ ہوم نام کے اس قدیمی بستی میں کھنڈروں کی کھدائی کا کام ہوا ہے۔ اُس سے پتہ چلا ہے کہ یہ بستی پتھر کے زمانے سے بھی پہلے یعنی آج سے آٹھ دس ہزار برس قبل بُرزہ ہوم اور اردگرد کے جنگلوں میں شروع ہوئی تھی۔ بُرزہ ہوم۔ نشاط اور شالیمار کے مغل گارڈنز کے ذرا آگے چار پانچ کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ سری نگر کی اس ابتدائی انسانی آبادی کے لوگ مچھلیوں اور جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ ان کے گوشت پر گذارہ کرتے۔ ان کی کھالوں سے اپنی پوشاک بنواتے۔ اور ان کی ہڈیوں سے آلات اور گھر کا سامان بناتے۔ کتوں کو پال کر اپنے ساتھ رکھتے۔ اور سورج کو دیوتا سمجھ کر اسے پوجتے تھے۔ ان تمام باتوں کی شہادت

اُن کنکریوں پر نقش کی گئی شکلوں سے ملا ہے۔ جو کھدائی کے وقت بُرزہ ہوم کی اس پرانی بستی سے برآمد ہوئی ہیں۔ اور جس سے سری نگر اور کشمیر کے قدیم تہذیبی ورثے کا پتہ ملتا ہے۔

یہ تھا اس پرانے اتہاسک شہر کا جغرافیائی حدود اربعہ کا حال اور قدیم زمانے کے حالات کا بیان۔ اب اس کی فزیکل ہسٹری کی بات کریں۔

کشمیر کا سب سے پُرانا پتر یا قلمی نسخہ [نیلمت؟] پوران ہے۔ جس میں آج سے کروڑوں برس پہلے کے حالات اور روایتیں درج ہیں۔ ان ہی روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ کشمیر کی سرزمین ایک وسیع و عریض جھیل سے ڈھکی تھی۔ جو بعض جگہ تو ہزاروں فٹ گہری تھی۔ اسی جھیل اور بڑے تالاب کا نام ستی سر تھا۔ کشمیر کے سب سے اولین سادھو [کشیپ؟] ریشی نے اس ستی سر کے پانی کو نکلوانے اور یہاں آبادی شروع کرنے کے لئے تینوں بھگوان برہما۔ وشنو اور شیو کی امداد حاصل کرنا چاہا تھا۔ فاضل پانی نکلنے کے بعد اسی ستی سر کی نشانی اب سری نگر شہر کے جھیل ڈل کی شکل میں موجود رہ گئی ہے جو پانچ میل لمبی اور ڈھائی میل چوڑی سفید، صاف شفاف گہرے نیلے پانی کی گویا ایک چادر ہے۔ جو ہر وقت اور ہر دم دل کو لبھاتی رہتی ہے۔ اور من کو شانتی دیتی ہے۔ اسی جھیل کے کنارے شنکراچاریہ یا تختِ سلیمان کی پہاڑی کے دامن میں، جہاں اب نہرو پارک اور نشاط باغ کے درمیان ہیوار ڈ ہے، دیوی پاروتی نے بارہ برس تک تپسیا کی تھی۔ اسی جھیل کے دائیں بائیں کہیں پر پُرانے راجہ سندیمان کا بنوایا ہوا سندیمت نگر تھا۔ شاید یہی سندیمت نگر بعد میں سری نگر بن گیا ہو۔

یہ باتیں آج سے آٹھ سو برس پہلے لکھی گئی سنسکرت کتاب راج ترنگنی میں درج ہیں۔ جو کشمیر کے قدیم ترین مورخ کلہن پنڈت نے تصنیف کی ہے۔ پنڈت جواہر لال جی نہرو نے بھی اپنی کتاب ڈسکوری آف انڈیا میں ان باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اب جو جیالاجیکل سروے ہوئی ہے اُس سے بھی ان باتوں کی تصدیق ہوتی ہے کہ کشمیر کی وادی ایک زمانے میں بہت بڑی جھیل تھی۔ جھیل ڈل اسی کی نشانی باقی رہ گئی ہے!

فزیکل ہسٹری کی طرح پولیٹیکل ہسٹری کے لئے بھی ہمیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں برس پیچھے کی طرف جانا پڑے گا۔

صدیوں پہلے جب کشمیر میں ہندو راجاؤں کا راج تھا، تب سری نگر شہر کی بنیاد پڑی تھی۔ اکثر ہندو مؤرخین کا بیان ہے کہ سری نگر مہاراجہ اشوک کا بنوایا ہوا ہے۔ سری سورج یا آفتاب کو کہتے ہیں۔ اور نگر شہر کو۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ جام نگر۔ احمد نگر وغیرہ۔ لگتا ہے کہ پرانے زمانے میں کشمیر میں سورج کی پوجا ہوا کرتی تھی۔ آج بھی کشمیر میں مارتنڈ کے مندر اس بات کی یاد دلاتے ہیں، امر واقعہ یہ ہے کہ سورج یا سوریہ، آفتاب تابدار یا مہر تابان کا بے نظیر نظارہ کرنے کی کسی کو خواہش ہو تو اُسے پہلگام جاتے ہوئے مٹن میں پہاڑی پر مارتنڈ کے مندر سے یہ خواہش پوری کرنی چاہئے۔ یہی حال سری نگر یعنی سورج کے شہر کا ہے۔ جو صدیوں کے بعد بھی پوری شان و شوکت اور آب و تاب کے ساتھ قدرتی حسن کی لازوال دولت لئے ہوئے سیاحوں کو دعوتِ نظارہ دے رہا ہے، جمہوریہ ہند کے پہلے صدر آنجہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد جب نومبر ۱۹۵۰ء میں سری نگر آئے تھے۔ تو انھوں نے سری نگر میونسپل کونسل کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالیہ میں فخر کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا تھا کہ میرے صوبے بہار میں جنم لیا ہے جہاں کے مہاراجہ اشوک گذرے ہیں۔ جس نے سری نگر کا شہر بنوایا ہے۔ مہاراجہ اشوک کے بنوائے سری نگر کی جگہ اب پاندریٹھن کے کھنڈر ہیں۔ پانچ میل [؟] سری نگر کی چھاؤنی ہے اصلی شہر تو دوبارہ بسا کر آباد ہو گیا ہے۔ جہاں پہلے سات پل ہوا کرتے تھے۔ اب تو سری نگر دس پلوں کا شہر بن گیا ہے۔ اب یہ پل سیمنٹ کنکریٹ کے ہیں۔ پہلے یہ لکڑی کے ہوتے تھے سو ڈیڑھ سو سال پہلے ان پلوں پر دوکانیں بھی بنی ہوئی تھیں۔ جیسا کہ قدیم لندن کے پلوں میں پایا جاتا تھا۔ ہندو دور کی تاریخوں میں تو یہ بھی درج ہے کہ سری نگر کا شہر تو دراصل راجہ پرورسین نے دریائے وتستا کے کنارے آج سے تقریباً دو ہزار برس قبل آباد کیا تھا۔ یہ راجہ پرورسین، اُجین کے بانی راجہ بکرماجیت کے جانشینوں میں سے تھا کہتے ہیں کہ اپنی عمر کے آخری حصے میں راجہ بکرماجیت کے قبضے میں کشمیر آگیا تھا۔ راجہ بکرماجیت، رعیت پروری کے لئے پورے ہندوستان میں مشہور ہے اور بکرمی سنہ کی ابتدا بھی اُسی کے عہدِ حکومت سے ہوئی ہے۔

آج سے ساڑھے سات سو سال پہلے کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت کا دور شروع ہوا۔ اسلامی دور میں سب سے پہلے اس لداخی بودھ رنجن شاہ کا نام آتا ہے کہ کشمیر آ کر مسلمان ہو گیا اور سری نگر کی راجدھانی حکومت کا سربراہ بن گیا۔ اس کے بعد کشمیر کے شاہ میری اور چک سلطانوں کا زمانہ آیا۔ ان کے بعد چغتائی مغل بادشاہوں کا راج قائم ہو گیا۔ جب اکبر بادشاہ نے کشمیر کے آخری سلطان یوسف چک کو بہار میں پٹنہ کے نزدیک قیدی بنا کر رکھ دیا۔ جہاں اس کی قبر اب بھی موجود ہے۔ مغلوں کے بعد کابل کے افغانوں یعنی درانی بادشاہوں نے کشمیر پر قبضہ کر لیا۔ افغانوں کے بعد پنجاب کے سکھوں کی عملداری شروع ہوئی۔ اُن کے بعد جموں کے ڈوگرہ راجاؤں کی حکومت کوئی ایک سو برس تک رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح کشمیر بھی آزاد ہوا۔

کشمیر کی پولیٹیکل ہسٹری کا کوئی زمانہ لیجئے۔ سری نگر کا اتہاسک شہر ہر حال میں اور ہر وقت دریائے جہلم کے کنارے اور جھیل ڈل کے آس پاس ہی آباد ہوتا رہا ہے، کئی بار سیلابوں زلزلوں۔ قحط وبا اور آگ کی وارداتوں میں برباد بھی ہوتا رہا۔ مگر مر مر کے جیتا اور زندہ ہوتا رہا۔ مغل بادشاہ شاہ جہان نے ایک بار سری نگر کی آتشزدگی کی بُری خبر سن تو بے قرار ہو اٹھا۔ صرف یہ بول اٹھا کہ وہاں جامع مسجد کے چنار تو محفوظ رہے ہیں کہ نہیں؟

تہذیب و تمدن کے اتار چڑھاؤ کی پیداوار زندہ شہروں کا یہی حال رہا ہے۔ خدا کے فضل سے سری نگر کا شہر، شہر جاودان تھا۔ اب بھی ہے۔

ہزاروں برس سے زندہ جاوید اس شہر کی زندگی۔ شہرت اور ناموری کی ایک وجہ یہ بھی تو ہے کہ جنت نظیر کشمیر کی یہ راجدھانی پورے دو ہزار سال سے علم و ہنر۔ ادب، تہذیب، تمدن، تحقیق و تفکر کا گہوارہ رہی ہے۔ زمانۂ قدیم میں بھی ہندو دین دھرم اور سنسکرت ودیا حاصل کرنے والوں کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ یا تو کاشی نہیں تو سری نگر جائیں۔ کہتے ہیں کہ آج بھی دکھن میں یہ رواج ہے کہ ودھیارتھی دو چار قدم اتر کی جانب چلنے کو کہتے ہیں۔ گویا رسماً انھوں نے کشمیر کی یاترا کر لی۔

آج بھی سری نگر میں کشمیر یونیورسٹی کا کیمپس جھیل ڈل کے کنارے باغ نسیم کے متصل جس پرفضا مقام پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دنیا بھر کی شاید ہی کوئی یونیورسٹی یا دانش گاہ مقابلہ کر سکتی ہے۔ آنجہانی ڈائرکٹر۔ ایم۔ پانیکر سے لے کر مسٹر پی۔ این۔ ہاکسر اور ڈاکٹر مسٹر دھوری شاہ تک کتنے ہی عالموں اور اسکالروں نے کنووکیشن ایڈریس اس یونیورسٹی میں پڑھے۔ سبھی نے اس بے نظیر محل وقوع کا اعتراف کر لیا۔

چینی سیاح بودھ بھکشو ہیون سانگ جب آج سے تیرہ سو برس قبل کشکول لئے سری نگر کی گلی کوچوں میں سے گذرا تھا۔ تو اس نے دائیں بائیں ہر جگہ۔ وہار اور سنگھارام پائے تھے جو علم و ادب کے مرکز ہوا کرتے تھے۔ اور جہاں طالب علم اپنی پیاس بجھاتے۔ اس نے سری نگر کے ہر گھر کے آنگن میں انگور کی بیلیں پائی تھیں۔ جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اس وقت سری نگر شہر کے باسیوں کے ذوقِ خورد و نوش کا کیا عالم تھا۔

بودھ اور ہندو دور کے بعد اسلامی تہذیب و تمدن کا آغاز آج سے کوئی سات سو برس پہلے ہوا تھا۔ جب ایران کے شہر ہمدان سے ایک مسلمان مومن مردِ مجاہد اور پیرِ بزرگ حضرت میر سید علی ہمدانیؒ اپنے سات سو سید زادہ ساتھیوں کے ہمراہ کشمیر کی خوبصورت وادی کے اس خوبصورت دارالحکومت میں داخل ہوئے تھے۔ اُن دنوں ایران میں امیر تیمور کا راج تھا اور کشمیر میں سلطان قطب الدین کی حکومت تھی۔ میر سید علی ہمدانی نے سری نگر میں دریائے جہلم کے کنارے اسی جگہ کے متصل اپنا ڈیرا ڈالا۔ جہاں مہا کالی کا مندر ہے۔ اجمیر کے خواجہ غریب نواز کی طرح شاہ ہمدان نے ایک خاموش انقلاب کو جنم دیا۔ بنا کسی تلوار و تفنگ کے، جس کے نتیجے میں سری نگر کی غالب اکثریت

اسلامی تہذیب کے رنگ میں رنگ گئی۔ جہاں مندر تھے۔ وہاں مندر بھی رہے۔ پاس میں مسجدیں اور خانقاہیں بھی بن گئیں۔ جہاں پاٹھشالہ کیندر تھے وہاں مکتب اور مدرسے بھی بن گئے۔ کوئی پوجا پاٹھ کے لئے مندر جاتا رہا تو کوئی نماز پڑھنے مسجد جانے لگا۔ لیکن پروردگارِ عالم کے شکر و ثنا اور مخلوق خدا کے ساتھ انصاف اور ہمدردی کا جو حال ہندوؤں کے زمانے میں قائم تھا وہ مسلمانوں کے یہاں بھی موجود رہا۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر ہندو مسلم اتحاد رواداری۔ محبت۔ الفت اور اخلاص کا پیام لئے ہوئے آج بھی پورے

برصغیر ہندوستان و پاکستان کے نئے مشعلِ راہ بنا ہوا ہے۔

سری نگر میں شاہ ہمدان کی خانقاہ ہے جس کا ذکر ابھی ابھی آیا۔ سازیوں کو صبح گاہی وقتِ سحر بلانے کے لئے گھڑیال بجانے کا فریضہ ایک کشمیری پنڈت گھرانہ انجام دیتا تھا۔ جس طرح کہ سوامی امرناتھ یاترا کے جلوس کی راہنمائی پہلگام بٹہ کوٹ کا مسلمان ملک خاندان کرتا ہے۔ جس کے عوض انہیں نذرانے کا ایک حصہ ملتا ہے۔ سری نگر شہر میں ہی ایک اور خدا نیس ہے۔ جہاں مندر، مسجد اور گوردوارہ ایک ہی پہاڑی کے دامن میں پاس پاس واقع ہیں یہ جگہ ہاری پربت کہلاتی ہے۔ جہاں اکبر بادشاہ مغلِ اعظم نے ناگر نگر کی بستی بسوائی تھی اور اس کے اردگرد ایک فصیل بنوائی تھی۔ بالکل قلعہ احمد نگر کی طرح۔ اسی ہاری پربت کے دامن میں کشمیر کے بڑے عابد، صوفی سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ مخدوم کی درگاہ اور مسجد ہے۔ شارکا دیوی جی کا مندر بھی ہے۔ اور سکھوں کے چھٹے گورو کی یاد میں بنایا گیا چھٹی بادشاہی گوردوارہ بھی ہے۔

مذہبی رواداری مذہبی بقائے باہمی کی مثالیں بڑی مشکل سے ملتی ہیں۔

علم و ادب، تہذیب و تمدن سے ہٹ کر سری نگر کو جو بڑا رتبہ اور درجہ حاصل ہے وہ دست کاری اور فنون کی وجہ سے ہے۔ سوزن گری اور گلکاری تو ہندو دور کی پیداوار تھی۔ مگر دست کاری میں کشمیریوں نے جو کمال حاصل کیا وہ بانئ مسلمانانِ کشمیر حضرت شاہ ہمدان کا ہی مرہونِ منت ہے۔ جو ایران سے کاری گروں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے ساتھ سری نگر لاتے تھے تب سے اس شہر میں جن دست کاریوں کا رواج ملا اُن میں چند ایک جو آج بھی مشہور ہیں یہ ہیں۔ ریشم اور شال اور قالین بافی، پیپر ماشی، گبہ دوزی، نمدہ سازی، وغیرہ۔ کچھ اور دست کاریاں ایسی ہیں جن کا پہلے رواج تھا اب کچھ کم ہونے لگی ہیں۔ اُن میں کاغذ سازی - برتن بنوانا - زرکوبی، ہمین گلکاری، لعل و جواہرات تراشنے وغیرہ صنعتیں شامل ہیں۔ اب بھی چند ایک فنون اور دست کاریاں ایسی ہیں۔ مثلاً وال نٹ ووڈ کارونگ، کارپٹ ڈیزائنگ جو اپنے عروج کو پہنچ چکی ہیں۔ سری نگر کا شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جہاں کوئی نہ کوئی بچہ بوڑھا، عورت یا مرد کسی نہ کسی دست کاری سے وابستہ نہ ہو۔ ان دست کاریوں کی وجہ سے بھی سری نگر کو جاودانی شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ سری نگر شہر، سنٹرل ایشیا کی تجارت کی ایک منڈی کے طور پر ایک پڑاؤ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ یارقند - ختن

کاشغر - بخارا - لہاسہ کا مال اور بیوپاری سامان اسی منڈی سے ہو کر گذرتا تھا۔ آج بھی سری نگر کی عیدگاہ اور رسالتوں پل صفاکدل میں لداخی سرائے، ترکستانی سرائے۔ اور دوسری سرائیں وسط ایشیا کی شاہراہ ابریشم کی تجارت اور لین دین کے سنہری دور کی یاد دلاتی ہیں۔

دست کاریوں کے علاوہ جن خصوصیات کی وجہ سے سری نگر کے نواسی دنیا بھر میں مشہور ہیں وہ اُن کی روایتی مہمان نوازی ہے۔ مہمانوں کا دل و جان سے سواگت کرنا ان کی ریت رہی ہے۔ یہ تو اُن کا قومی نشان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹورزم یہاں کی ایک پریمیر انڈسٹری بن گئی ہے۔ کیا ہوٹل والا۔ کیا ہاؤس بوٹ والا۔ کیا شکارا مانجھی۔ کیا کلب کا خادم۔ نوکر چاکر۔ ایک سے ایک بڑھ کر خوش اخلاقی۔ مدد اور سہائتا کرنے میں پہل کرتے ہیں۔ سبھی کی کوشش یہ رہتی ہے کہ سیاح۔ ٹورسٹ اور سیلانی میٹھی یادوں کے ساتھ واپس چلا جائے۔ قدرت نے کشمیر کو حسن و سندرتا کی لازوال دولت سے مالامال کیا ہے۔ راستے کے پیڑ تک ٹورسٹوں کے لئے آنکھیں فرشِ راہ کرتے ہیں۔ سری نگر تو اس جنت ارضی کا دل ہے ہزاروں سال سے جو بھی حکمران یہاں گذرے۔ سبھی نے اس کے حسن کو نکھارنے کی کوشش کی۔ مغل بادشاہوں نے تو سری نگر میں ڈل۔ نسیم، رنگین اور آنچار نام کی جھیلوں کے کناروں پر تین سو کے قریب باغ لگوائے تھے۔ ان میں نشاط۔ شالیمار، چشمہ شاہی۔ پری محل کے باغ اب تک پوری چمک دمک کے ساتھ موجود ہیں۔ اور ہزاروں سیاحوں کو ہر روز اپنی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ سری نگر میں نہ صرف پرانے مہاراجے کا محل ہوٹل میں بدل گیا ہے۔ صرف نیوا ڈیر ڈل کے کنارے تین درجن کے قریب نئے عالیشان ہوٹل تعمیر ہوئے ہیں۔ ان میں ہوٹل کارپوریشن آف انڈیا کا ہوٹل اور انٹرنیشنل کونشن کمپلکس بھی شامل ہے۔

سری نگر شہر کے بیچوں بیچ نالہ مار نام کی جو ندی بہتی تھی اب اُس کی جگہ ایک کشادہ سڑک بن گئی ہے۔ جیسے کہ دہلی میں لنک روڈ ہے۔ اس کے ساتھ ہی شہر کے اندرونی حصوں کو ملانے کے لئے لنک روڈس بن گئی ہیں۔ سری نگر کی شکل و صورت بدل گئی ہے۔ دہلی کے آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ کی طرز کا ایک انسٹی ٹیوٹ یہاں بن رہا ہے، بنگلور کے ایچ۔ ایم۔ ٹی فیکٹری اور انڈین ٹیلی فون انڈسٹریز لمیٹڈ نے سری نگر میں گھڑیوں اور ٹیلیفون جوڑنے کے کارخانے لگوا دیئے ہیں۔ سری نگر کے پورب میں پانپور کے کیسر کھیتوں کے پاس، پلائی ووڈ، ٹمبر جوئینری، سیمنٹ اور ڈرائی بیٹری ٹیلی ویژن جوڑنے اور دوسرا الیکٹرونک سامان بنانے کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔

پہاڑیوں میں گھری ندی نالوں اور جھیلوں کی یہ سندر نگری صدیوں کی لمبی نیند سے جاگ اٹھی ہے۔

سری نگر ٹیکنالوجیکل اور الیکٹرونک ایج میں داخل ہو چکا ہے۔

نئی دہلی میں ایشیائی کھیلیں کھیلی جانے والی ہیں۔ ٹیلی فون۔ بجلی کے آلات موٹر، جنریٹر، ریڈیو اور ٹرانسسٹر تو گھر گھر لگ گئے ہیں۔ کہیں کہیں اب وی ڈیو بھی نظر آنے لگے ہیں۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ سری نگر ترقی کی جانب لمبی چھلانگیں لگانے کے قابل ہو گیا ہے۔ اور اکیسویں صدی کی ترقی یافتہ زندگی کی آگوائی کرنے کی تیاریاں کرنے لگا ہے!

(آکاشوانی بمبئی سے نشر)

سماج کی نئی تصویر

جو کمائے

اس وقت مجھے بے ساختہ ایک دوست یاد آ گئے ہیں جن کا اصل نام تو خدا جانے کیا ہے، شاید خود ان کو بھی یاد نہیں، لیکن وہ اپنے خاندان میں اچھے بھائی اور دوستوں کے حلقے میں آنکڑہ نریش کے نام سے مشہور رہیں۔ اچھے بھائی کے نام سے پکارے جانے کی وجہ تسمیہ تو ہمیں معلوم نہیں لیکن دوستوں کے حلقے میں آنکڑہ نریش کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو کھانے کا اور وہ بھی مفت کے کھانے کا بے حد شوق ہے۔ مفت خوری کا یہ شوق بڑھتے بڑھتے اب عادتِ ثانیہ بن چکا ہے۔

دوستوں سے ملتے ہیں اور وقت بے وقت کھانے کا آنکڑہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں ـــــ معروف کار لوگوں کے اس شہر میں ان کو نہ کوئی کام ہے نہ کاج، اس لئے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ تیار ہو کر گھر سے نکلتے ہیں اور چاے کے گھونٹ گھونٹتے گھاتے، پھرتے پھراتے دنیا بھر کی خبریں جمع کرتے ٹھیک کھانے کے وقت کسی نہ کسی دوست کے دفتر یا گھر میں نازل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ تکلفات کے قطعاً قائل نہیں اس لئے صرف رسماً پوچھنے پر ہی ہاتھ دھو کر کھانے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور کھانے کے ساتھ حتی المقدور انصاف کرتے ہیں ـــ اپنی اس بے تکلفی اور انصاف پسندی کے بے جا اور برجا مظاہرے کی بدولت کئی بار پلنگ سے لگ چکے ہیں لیکن پھر بھی زمین جنبد نہ جنبد گل محمد کے مصداق یہ اپنی روش پر گامزن ہیں اور بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کے مقولے پر عمل کر رہے ہیں

دوستوں نے بارہا مشورے دیئے کہ میاں یوں آخر کہاں تک زندگی گزارو گے، کسی کام کاج میں لگ جاؤ، کوئی دھندہ شروع کر دو، کماؤ اور کھاؤ، تمہارا وقت بھی آرام سے گذرے گا اور دوست احباب بھی سچ مچ عزت کرنے لگیں گے ـــــ لیکن وہ جو بڑے بوڑھوں نے کہا ہے کہ جس کو ملے یوں، وہ کھیتی کرے کیوں، شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے، چونکہ ان کو مفت خوری کی لت پڑ چکی ہے، بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے کے عادی ہو چکے ہیں، سیر سپاٹے کی علت کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے

وہ کھائے

عظیم اختر

"ارے میاں چھوڑو، اللہ رزاق ہے"، یہی مزے مزے کرتے رہتے ہے، کہہ کر دوستوں کے مشوروں کو ٹال جاتے ہیں۔

بے شک اللہ رزاق ہے، وہ اپنے بندوں کو رزق پہنچاتا ہے، یہ اس کا وعدہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے انسان کو صحت مند جسم، دل و دماغ اور مضبوط ہاتھ پیر بھی عطا کئے ہیں تاکہ وہ سماج میں کسی پر بوجھ بننے اور مفت کی روٹیاں توڑنے کی بجائے اپنی روزی روٹی کے لیے باعزت طور پر تگ و دو کرے جس سے نہ صرف اس کی اپنی ذات کو بلکہ بہ حیثیت مجموعی پورے سماج کو فائدہ پہنچے۔

یہ زندگی کی ایک اٹل حقیقت ہے اور اس حقیقت کے پیش نظر سماج کا ہر فرد اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کیلئے صبح سے لے کر شام تک مصروف کار نظر آتا ہے۔ اسی تگ و دو اور محنتِ مسلسل کی وجہ سے سماج متحرک ہے، زندگی خوبصورت نظر آتی ہے اور قدم قدم پر رعنائیاں محسوس ہوتی ہیں — لیکن ہماری اور آپ کی اسی سوسائٹی میں خیر سے آنکڑہ زلیش جیسے لوگوں کی بھی کوئی کمی نہیں، جو مفت خوری میں یقین رکھتے ہیں، تضیعِ اوقات ان کا محبوب مشغلہ ہے، محنت و مشقت سے بھاگتے ہیں اور ہاتھ پیر مارے بغیر کھانے کے لیے ہمہ وقت ہاتھ دھوئے پھرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ پچھلے زمانے میں جب کہ ارزانی عام تھی زندگی سست رفتار تھی اور اس کی قدریں و تقاضے یکسر مختلف تھے۔ ضروریات محدود تھیں، اخراجات کم تھے، طرزِ زندگی سادہ تھا وسائل برائے نام تھے، مشترک خاندان کے طریقہ رائج تھا شاید اُس وقت ایک فرد کی کمائی خاندان کے دیگر افراد کی کفالت کے لئے کافی ہوتی ہوگی اور ایک کماتا ہو اور سب مل کر کھاتے ہوں، لیکن تیزی سے بدلتے ہوئے اس سماج میں جب کہ پرانے نظام کے تار و پود ٹوٹ کر بکھرتے جا رہے ہیں ایک نیا سماجی ڈھانچہ تشکیل پا رہا ہے، زندگی کی قدریں تیزی سے بدلتی جا رہی ہیں، فاصلے سکڑ کر مختصر ہو گئے ہیں، زندگی کا ہر شعبہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے، ملک میں سائنس اور صنعتی ایجادات کا ایک نیا دور شروع ہو چکا ہے، دیہات کروٹ بدل رہا ہے، بنجر زمینوں پر ہری بھری کھیتیاں لہلہانے لگی ہیں، کچے مکان پختہ اور خوبصورت مکانوں میں تبدیل ہو رہے ہیں، اوبڑ کھابڑ راستوں اور کچی سڑکوں نے ہموار اور چکنی سڑکوں کا روپ دھار لیا ہے، قدم قدم پر چھوٹے بڑے کارخانوں کی چمنیاں دھواں اُگل رہی ہیں، مشینوں کے پہیئے بڑی سرعت سے گردش کر رہے ہیں، پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے اور ملک کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک خوشحالی اور اقتصادی جھلکیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس اقتصادی انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے سماج کے ہر فرد کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں... آج وقت اس بات کا متقاضی ہے کہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ہر فرد محنت کرے تاکہ وہ ترقی کی راہ پر گامزن کارواں سے پیچھے نہ رہ جائے۔

پچھلے زمانے میں تعلیم و تربیت کی سہولتیں محدود تھیں روزگار اور کام کاج کے مواقع محدود تھے، ممکن ہے اس وقت ایک کمائے سب مل کر کھائیں، عذر کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو، لیکن آج سے دور میں جب کہ تعلیم عام ہو گئی ہے ہر قسم کی صنعتی تربیت کی سہولیات بہ آسانی حاصل کی جا سکتی ہیں، سماج کے ہر شعبے میں ترقی کے دریچے کھل گئے ہیں، کھیتی باڑی، صنعت و حرفت کے فروغ نے کام کاج کے بے پناہ مواقع فراہم کر دیئے ہیں ان حالات کا تقاضہ ہے کہ سماج کا ہر فرد دوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے پیروں پر خود کھڑا ہو اور کچھ نہ کچھ کام کر کے کھائے تاکہ سماج میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکے۔ کیوں کہ خود کر کے کھانے اور کمانے سے انسان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے، وقار پیدا ہوتا ہے، ہمت بلند رہتی ہے اور حوصلے زندہ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ عام زندگی میں بھی قدر و منزلت ملتی ہے اور خود اپنی نگاہوں میں اپنی عزت برقرار رہتی ہے۔

بھارت کے موجودہ ترقی پذیر سماجی ڈھانچے میں اپنا نجی کاروبار روزگار کے مسئلہ کا ایک اہم اور موزوں حل ہے۔ یہ نجی کاروبار چھوٹے پیمانے پر بھی ہو سکتا ہے۔ ہماری سرکار نے گذشتہ چند برسوں میں ایسے متعدد پروگرام مرتب کئے ہیں جن کا بنیادی مقصد چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ سرکار کی ان فلاحی اور ترقیاتی پالیسیوں کے تحت چھوٹے پیمانے پر کاروبار کرنے والوں کو قومیائی ہوئی بنکوں اور سرکاری اداروں سے مالی امداد فراہم کی جاتی ہے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے ضروری مشینری اور بہتر صلاح و مشورے بھی دیئے جاتے ہیں۔ آج ملک کے کونے کونے میں لاکھوں افراد ان پالیسیوں سے فائدہ اٹھا کر بہتر طریقے سے زندگی گذار رہے ہیں اور نئے سماجی نظام کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ سرکار کے ان فلاحی اور ترقیاتی منصوبوں سے فائدہ نہ اٹھانا صرف اپنے ساتھ ہی نہیں بلکہ پورے سماج کے ساتھ ناانصافی کرنے کے مترادف ہوگا۔ سماج کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کو کیا آنے والی نسلیں معاف کر دیں گی؟

خوش قسمتی سے اسی دور میں زندگی کی قدریں بدل گئی ہیں اور نظریے تبدیل ہوئے ہیں، آج کے دور میں ہمارے دوست آنکڑہ زلیش جیسے لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جو دوسروں پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ آج کی سماجی زندگی میں صرف اُن ہی لوگوں کی قدر و منزلت ہے جو سماج کے لئے غیر ضروری ذمہ داری بننے کی بجائے خود کھاتے کماتے ہیں اور ملک کی ہمہ گیر ترقی میں دامے، قدمے، سخنے اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں — ذرا سوچئے تو سہی کیا آپ بھی ایسے افراد کے زمرے میں شامل ہیں جو نئے سماج کی تصویر کے نقش و نگار اُبھارنے اور بنانے میں مصروف ہیں، جن کی محنت، لگن، ذوق اور شوق آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

(اردو مجلس آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر)

شفیع تمنائی پھلواروی

کیا کیا حجابِ فکر و تخیل پڑا نہ تھا
جب تک نظر نظر نہ تھی پردہ اُٹھا نہ تھا

کیوں یہ فسردگی ہے کہ غنچہ کھلا نہ تھا
اچھا ہوا کہ سوکھ کے کانٹا ہوا نہ تھا

کانٹوں سے نوک جھونک میں کیا گل کھلا نہ تھا
جب فصلِ گل نے پھولوں سے دامن بھرا نہ تھا

آنسو زبانِ حال تھے اے ماجرائے غم
گرچہ لبِ خموش مرا ہمنوا نہ تھا

ہر شے نظر میں ایسی تھی جیسے کہ کچھ نہ تھی
جب دیکھنے کی آنکھ سے دیکھا تو کیا نہ تھا

میری روش الگ ہے مرا راستہ الگ
اوروں کی رہگذر میں مرا نقشِ پا نہ تھا

تھی سر بسر خزاں کی چمن میں ہوا بندھی
بادِ بہار پرورِ گلشن کھلا نہ تھا

لوٹی ہے بتگری نے متاعِ جمالِ دوست
جب تک مری نگاہ کا پہرا پڑا نہ تھا

مجھ خاکسار کو نہ کہو سنگدل بتو
پتھر تراش کر مرا پتلا بنا نہ تھا

آنکھیں بھر آئیں دیکھ کے جب یہ بھرم کھلا
میکش بھرے بھرے سے تھے ساغر بھرا نہ تھا

آنکھوں کی پتلیوں میں جگہ تھی شفیع کی
یعنی رواقِ منظرِ چشم آشیانہ تھا

(پٹنہ سے نشر)

کاٹھ کا گھوڑا

رتن سنگھ

اس وقت بندو کو ٹھیلہ تو ٹھیلہ خود بندو کاٹھ کا گھوڑا ہوگیا ہے۔ جو اپنے آپ سے نہیں بڑھ سکتا۔ اسی لیے اندھیر زلو کے تنگ بازار کا راستہ قریب قریب بند ہوگیا ہے۔ بندو کا بوجھ سے لدا ہوا ٹھیلہ سڑک پر چڑھائی ہونے کے باعث چیونٹیوں کی رفتار سے رینگ رہا ہے۔ اور اس کے پیچھے کاریں، اسکوٹر، ٹرک، بسیں، موٹر سائیکل بھی تیز رفتار گاڑیوں کی ایک سی قطار جیسے ٹھہر سی گئی ہے اس بیچ بیچ میں پھنسے ہوئے ہیں تانگے اور رکشے بھی۔

ان گاڑیوں میں بیٹھے ہوئے وزیر ملک کے بڑے بڑے کاروباری سیٹھ، دفتروں کے افسر دوکاندار وردی والے فوجی اور پولیس والے سفید کالروں والے بابو عام آدمی سودا سُلف لینے کے لیے گھروں سے نکلی عورتیں اور اسکولوں کالجوں کے بچے ڈاکٹر نرس انجنیر سبھی کے سبھی ٹھہر گئے ہیں۔

لگتا ہے جیسے بندو سست رفتاری کی وجہ سے سارے بازار سارے شہر بلکہ ایک طرح سے کہا جائے تو سارے ملک اور ساری دُنیا کی رفتار دھیمی پڑ گئی ہے۔

یوں تو وزیر اپنی کار میں بیٹھا کچھ لوگوں سے گفتگو کر رہا ہے لیکن بار بار گھڑی بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ کسی غیر ملکی وفد سے ملنے کا وقت قریب آرہا ہے اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ آگے سے راستہ اس طرح بند کیوں ہو گیا ہے۔ اس کا ڈرائیور گھبرایا ہوا بار بار کار سے اُترتا ہے کچھ دور جاکر دیکھ کر آتا ہے اور پھر مایوس ہوکر واپس گاڑی میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو منسٹر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں وہ بہت خوش ہیں کہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے کار کھڑی ہے اور انھیں منسٹر کے سامنے اپنی بات رکھنے کا پورا موقع مل رہا ہے۔

کارخانے دار اور کاروباری سیٹھ البتہ کاروں کی گدیوں پر بیٹھے بے چین ہو رہے ہیں۔ ان کے ہر بیتے ہوئے پل کے معنی لاکھوں کا گھوٹالہ۔ ایک ریلوے کا ڈرائیور اپنی سائیکل کا اگلا پہیہ اٹھا اٹھا کر پٹک رہا ہے اور پریشانی کی وجہ سے اس کے ماتھے پر پسینہ آرہا ہے۔ کیونکہ گاڑی کے چھوٹنے کا وقت ہو رہا ہے وہ یہاں راستہ میں قید ہوکر رہ گیا ہے۔

اسکولوں کالجوں کے بچے زیادہ تر خوش ہیں جتنے پیریڈ نکل جائیں اتنا اچھا ہے لیکن کچھ کو افسوس بھی ہے کہ ان کی پڑھائی پیچھے رہ جائے گی۔ اسی طرح سر پر لوہے کی ٹوپی پہنے ہوئے فوجی بار بار موٹر سائیکل کا ہارن بجا رہا ہے لیکن آگے نہیں بڑھ پا رہا وہ جانتا ہے کہ اگر دیر ہو گئی تو اُس کا آفیسر کمانڈنٹ اس کی پیٹھ پر چالیس کلو وزن لدوا کر دس کلو میٹر کا روڈ مارچ کروا دے گا۔

لیکن بندو ان سب سے بے خبر ہے بے نیاز ہے آج اُس سے ٹھیلہ کھینچ بھی نہیں پا رہا ہے۔ ایک تو سیٹھ کے بچے نے بوجھ زیادہ لاد دیا ہے دوسرے اُس کے ٹھیلے کا دھرا جام ہو رہا ہے۔ تیسرے خاموش سی چڑھائی کا راستہ اور چوتھے یہ کہ آج اس کا من ہی نہیں ہو رہا ٹھیلہ کھینچنے کا۔ وہی کاٹھ کے گھوڑے والی بات ہو رہی ہے جو اپنے آپ آگے سرک ہی نہیں سکتا۔ جب کبھی اس کا من ایسا ہوتا ہے تو اس کی کیفیت اس کاٹھ کے گھوڑے کی سی ہو جاتی ہے جسے ایک میلے سے خرید کر وہ بچپن میں بڑا دُکھی ہوا تھا۔

کاٹھ کا رنگین گھوڑا لے کر جب وہ فخر سے گلی کے بچوں کے بیچ گیا تو اُس نے دیکھا کہ کسی کے پاس چابی والی موٹر تھی جو گھوں گھوں کرتی ہوئی تیز بھاگتی تھی اور کسی کے پاس ریل گاڑی تھی انجن سمیت جن کے پاس یہ سب نہیں تھا ان کے پاس ڈوری کے سہارے گھومنے والے تیز لٹو تھے۔ اور تیزی سے گھومتے ہوئے وہ ایسے لگتے تھے۔ جیسے وہ سارے میدان کو اپنے گھیرے میں لے رہے ہوں ان کھلونوں کے سامنے اس کا کاٹھ کا گھوڑا ایسے ساکت تھا جیسے بے جان ہو۔ ویسے ان بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اس نے بھی اپنے گھوڑے کو دونوں ٹانگوں کے بیچ دبا کر دوڑنے کا سوانگ کیا تھا لیکن دل ہی دل میں، وہ جانتا تھا کہ اُس کا کھلونا سب کے کھلونوں کے سامنے بے کار اور بے معنی ہے اسی لیے گھر آکر اُس نے کاٹھ کے گھوڑے کو چولہے کی آگ میں جھونک دیا تھا۔ لیکن جلنے کے باوجود جیسے وہ گھوڑا اس کی ذات کے ساتھ چپک گیا تھا کیونکہ ہوا یہ تھا کہ گلی کے وہی بچے جو اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے ان میں سے کوئی پڑھ لکھ کر منیم بن گیا تو کوئی وکیل، کوئی اسکول کا ماسٹر ہو گیا تو کوئی بڑا افسر اور اس کے برعکس وہ وہی کاٹھ کا گھوڑا رہ گیا۔ باپ ٹھیلہ دھکیلتا تھا تو وہ بھی ٹھیلہ ہی کھینچ رہا ہے۔

وہ اکثر سوچتا ہے ایسا کیوں ہوا کیسے ہوا کہ ایک ہی گلی میں رہتے ہوئے سب لوگ آگے بڑھ گئے اور وہ پیچھے رہ گیا۔ یہ کیوں ہوا لیکن وہ سوچے بھی تو کیا؟ کاٹھ کا گھوڑا بھلا سوچ ہی کیا سکتا ہے۔

لیکن آج وہی کاٹھ کا گھوڑا یہ سوچ کر اُداس ہو رہا ہے کہ اس کے آٹھ نو سال کے لڑکے چندو نے اسکول جانا بند کر دیا ہے محض اس لیے کہ وہ اس کی ضرورت کی چیزیں جٹا نہیں پاتا۔

جب میں اپنی زندگی کی گاڑی نہیں کھینچ پاتا تو پھر اس ٹھیلے کے بوجھ کو کیوں کھینچوں؟ بندو سوچ رہا ہے اس کا دل چاہا کہ ٹھیلہ جو پہلے ہی سرک نہیں رہا تھا اُسے چھوڑ چھاڑ کر الگ کھڑا ہو جاؤں۔ اس کی ہمت پہلے ہی جواب دے رہی تھی۔ رہ رہ کر اس کے دل میں خیال

اُٹھ رہے تھے کہ ایک دن اُس کے چند کو بھی اسی کی طرح ٹھیلے کے بوجھ کو کھینچنا پڑے گا اس خیال کے ساتھ ہی اُسے اپنی جان ٹوٹتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی اور اس کے لیے ایک قدم اٹھانا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے جو لوگ رُکے پڑے تھے وہ آتا دلے ہو رہے تھے بار بار ہارن بجا کر اپنے غصّے کا اظہار کر رہے تھے۔

ان میں سے ایک اس کے پاس آیا اور بولا۔

"بھیا جلدی کرو تمہارے پیچھے پوری دنیا رُکی پڑی ہے۔"

"رُکی ہے تو رُکی رہے ———" بندو جھنجھلا کر بولا۔ "جو لوگ تیز جانا چاہتے ہیں اُن سے کہو کہ میرے پیروں میں بھی پہیے لگوا دیں۔"

"بات تو ٹھیک کہتا ہے۔" کسی نے کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ تو اتنے تیز ہو جائیں کہ وہ ہوا سے باتیں کرنے لگیں اور کچھ کو اتنا مجبور کر دیا جائے کہ ان کے لیے ایک قدم اٹھانا بھی دشوار ہو جائے۔"

لیکن یہ سب باتیں گاڑیوں کے ہارن کی آوازوں اور لوگوں کے شور میں دبی جا رہی ہیں۔ کاٹھ کے گھوڑے میں قدم اٹھانے کی ہمت نہیں وہ آگے نہیں بڑھ پا رہا اور اس کے پیچھے بھیڑ میں وہ وزیر پھنسا ہوا ہے جسے کسی غیر ملکی وفد سے مقررہ وقت پر ملنا ہے۔ وہ ڈرائیور رکا ہوا ہے جسے ریل گاڑی لے کر جانا ہے۔ اسکول کے وہ بچے رُکے ہوئے ہیں جو کل کے مالک ہوں گے ڈاکٹر، نرس، انجینیر کے سب کے سب یا تو رُک گئے ہیں یا رفتار دھیمی پڑ گئی ہے۔

اور بندو کاٹھ کا گھوڑا بنا اندھیر دیو کے بازار میں کھڑا ہو گیا ہے اس کے پاؤں میں حرکت آئے تو زندگی آگے بڑھے۔ (لکھنؤ سے نشر)

غزل

آزاد گلاٹی

میں اپنے آپ سے ایک کھیل کھیلنے والا ہوں
سبھی یہ سوچ رہے ہیں کہ مرنے والا ہوں
کسی کی یاد کا اب چاند ڈوبنے کو ہے
میں پھر سے شب کی تہوں میں اُبھرنے والا ہوں
سمیٹ لو مجھے اپنی صدا کے حلقوں میں
میں خامشی کی ہوا سے بکھرنے والا ہوں
مجھے ڈبونے کا منظر حسین تھا لیکن
حسین تر ہے یہ منظر اُبھرنے والا ہوں
میں ساتھ لے کے چلوں گا تمہیں اے ہمسفرو
میں تم سے آگے ہوں لیکن ٹھہرنے والا ہوں
حیات قرض تھی یا قرض کٹنے والی ہے
میں جسم و جاں کی حدوں سے گذرنے والا ہوں
صدائے گشت ہوں آزاد بن بجا لیکن
خلائے دشت کو اپنے سے بھرنے والا ہوں

(جالندھر سے نشر)

بھابی

قاسم خورشید

بھابی میں اتنی زبردست تبدیلی کس طرح آئی۔ میں یہ سوچ رہا تھا۔

ہوسکتا ہے وقت نے تمام زخم بھر دیے ہوں اور وہ پھر سے اپنے آپ کو زندگی کی رنگینیوں میں شامل کرنا چاہتی ہوں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے ہمارے گھر میں اب وہ خود کو تنہا محسوس کرنے لگی ہوں یا یہ بھی کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے کچھ آزاد خیال ہو گئی ہوں یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں بھی ہوسکتی ہیں لیکن ان باتوں پر کس طرح یقین کر لوں میں نے انھیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔ مجھے یاد ہے جب بھائی جان بیمار تھے تو ہر وقت ان کی آنکھیں نم رہتی تھیں۔ بات بات پہ جذباتی ہو اٹھتی تھیں۔ بھیا کے انتقال کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئیں۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک کسی سے بات تک کرنے سے قاصر رہیں۔ پھر نارمل ہونے کے بعد بھی سب سے کھنچی کھنچی رہنے لگیں۔ ہر وقت بھیا کی تصویر کو نکال کر ایک ٹک لگائے نہ جانے اس میں کیا تلاش کرتی رہتیں۔ جب کبھی منا تصویر کی بابت توتلی زبان میں کچھ پوچھتا تو اسے دیر تک شفقت بھری نگاہوں سے دیکھنے کے بعد کہتیں۔

"یہ تمہارے پاپا تھے بیٹو۔"

ہماری دونوں بہنوں کی شادی ہو گئی۔ بھابی کا زیادہ وقت مطالعے میں گذرتا۔ اماں منا سے دل بہلا لیا کرتیں۔ اور جب میرا ٹرانسفر ہو گیا تو گھر میں مرد کی شکل میں بھی کوئی نہیں رہا۔ میں جہاں ہوں وہاں فیملی کا رکھنا محال ہے۔ ایک چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے۔ مہینے میں ایک بار گھر ضرور جاتا ہوں۔ پہلے بھابی کو چھیڑ چھاڑ کرنے میں ایک خاص قسم کے لطف کا احساس ہوتا تھا لیکن اب ان سے بات کرتے ہوئے بھی گھبراتا ہوں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ بہت زیادہ نارمل ہو گئی تھیں۔ ان کی عمر زیادہ سے زیادہ ۲۵ سال رہی ہوگی۔ کم سنی میں شادی ہوئی تھی اب چھ سالہ منا ان کی زندگی کا واحد سہارا تھا۔ منا کے نانیہال والوں نے کئی بار یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ دونوں انھی کے ساتھ رہیں۔ لیکن جانے کیوں بھابی نے اپنے میکے بھی جانا کم کر دیا تھا۔ جبکہ انھیں ہمارے گھر میں کچھ زیادہ سکون میسر نہ تھا پھر بھی ایک خاص جذبے کے تحت وہ اس گھر کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھیں۔

پچھلے مہینے جب میں گھر گیا تو بھابی نے مجھے شادی کر لینے کو کہا۔ کئی جگہ سے منسوب آئی اور میں نے کسی دلچسپی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ حالانکہ ٹالنے کی بظاہر کوئی وجہ نہ تھی بھابی اور اماں نے جب وجہ جاننی چاہی تو میں انھیں کچھ بھی بتانے سے قاصر رہا۔ یہ درست ہے کہ انسان تنہا زندگی نہیں بسر کر سکتا۔ تنہائی زندگی کے بعض مقامات پر ہی اچھی لگتی ہے۔ اس لیے کسی ہمسفر کا ہونا بہرحال ضروری ہے۔ میں کہاں کس سے تعلق محسوس کر رہا تھا۔ یہ میرے سوا کس کو معلوم ہے بعض ایسے رشتے بھی ہیں جن کا اس دور میں جذبے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں رہ گیا ہے۔ حالانکہ رشتوں کی بنیاد جذبے ہی مانے جاتے ہیں۔ شاید اسی لیے

ہم انکی قدریں متعین کرتے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ انسان کے پاس ایک دل ہے۔ جس میں ہر طرح کے جذبوں کا گذر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ان سب کو ظاہر کر دینا ہمارے لیے محال ہے۔ کئی لڑکیوں کی خوبصورت تصویریں میری میز پر بکھری ہوئی ہیں اور میرا یہ عالم کہ ایک میں بھی جڑاؤ محسوس کرنے میں کامیاب نہیں ہو پا رہا ہوں ——— اسی دوران میرے پڑوسی ہارون حقانی ایڈووکیٹ کی بڑی لڑکی فرحانہ مجھ سے اور میرے گھر والوں سے خاصی بے تکلف ہو چکی تھی۔ شاید اسی لیے محلّے والوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اس کا مجھ سے کوئی ایسا ویسا رشتہ ہے مزید بدنامی کے ڈر سے وکیل صاحب نے فرحانہ کا رشتہ میرے ہاں بھیجا اور جب میں نے فرحانہ کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے گھر والوں نے ہمیشہ کے لیے ہم لوگوں سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔ اب بھی فرحانہ کی شادی کے

اردو سروس

پہلی مجلس

[illegible]

دوسری مجلس

[illegible]

تیسری مجلس

[illegible]

مقررہ پروگراموں کے لیے آواز شمارہ یکم ستمبر دیکھیے

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت وقوالی

۶-۲۵ شہر صبا
حسن لال، ذوق اور
حسرت موہانی کا کلام
ایرانگم، سکندر علی وجد اور
اختر انصاری کا کلام

۷-۳۰ وی سی راناڈے، وائلن پر
راگ بسنت مکھاری

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
زندہ حسن، ٹھمری، دادرا

دوپہر

۲-۰۷ گیتانجلی

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) کاش کہ سوچا ہوتا۔ شادی کرنے
سے پہلے، تقریر از ناہید جمال
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ پھر سنیئے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ایرانگم، ساحر لدھیانوی
اور قیسی کوثر کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ منظر پس منظر

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑوڈکر، خیال

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
محمد احمد وساتھی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
محمد دین نیازی، جگر، شفق اور
ساحر لدھیانوی کا کلام
مبارک بیگم، اقبال و فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بسم اللہ خاں، شہنائی پر دیشکار

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی

۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ کجرا بن کارے
سلامت علی خاں، ٹھمری پہاڑی

۱۰-۰۰ ایک راگ کئی روپ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روشن آرا بیگم، خیال نورانی
بسم اللہ خاں وساتھی، شہنائی پر
راگ چھایانٹ اور مالکونس

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت اور قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
کرونا ابرول، عرش ملسیانی اور
ساغر نظامی کا کلام
راجندر مہتہ، ساحر ہوشیارپوری
اور صبا افغانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
امرناتھ، بانسری پر گجری توڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اوما ڈے، خیال بلاسکھانی توڑی

دوپہر

۲-۰۷ نگاہ انتخاب

۳-۰۰ ساروں پر موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل
کرونا ابرول، آتش اور
بہادر شاہ ظفر کا کلام

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ فیچر

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اوما ڈے، خیال باگیشری
امرناتھ، بانسری پر چندرکونس

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
مدھوبالا چاولہ، پی پی سکینہ، جگر
اور جیالال وسنت کا کلام
محمد یعقوب، پارسل جےپوری اور
خار بارہ بنکوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ڈی۔ آر۔ پاروتیکر، دتاتریہ وینا
پر راگ دیشکار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بینگاری بائی، خیال وبھاس

دوپہر

۲-۰۷ بھگتی گیت

۲-۳۰ نغمہ و تبسم

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ سوز خوانی

۸-۴۵ ساز اور آواز

۹-۰۰ تقریر

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بینگاری بائی، خیال سینی کانہڑہ
ڈاکٹر پروتی کار، دتاتریہ وینا پر
راگ چکوری للت

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت وقوالی

۶-۲۵ شہر صبا
تاج احمد، مجروح اور مجاز کا کلام
ارملا دھیرہ، مجاز، نندی بنارسی
اور چکبست کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھجن سوپوری، سنتور پر راگ توڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد چاند خاں، خیال جونپوری

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) لوک گیتوں میں عورت کا کردار
'اترپردیش کے گیت'
تقریر از سعیدہ عنوان
(۲) گیت
(۳) دسترخوان

۳-۰۰ بات ایک فلم کی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ سوز خوانی

۹-۰۰ شہرنامہ

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد چاند خاں، خیال درباری
بھجن سوپوری، سنتور پر راگ کونلی

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
امرناتھ، غزلیں

یونس ملک، قیصر قلندر
اور زبیر رضوی کا کلام

۰۰-۳۰ سازِ سنگیت
شمیم احمد، ستار
رمضان خاں: طبلہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
دیپالی ناگ: خیال رام سکھ

دوپہر
۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ سوزخوانی
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ جہاں ہم نشیں
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شمیم احمد، ستار
رمضان خاں: طبلہ
دیپالی ناگ: خیال جے جے ونتی

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن مجید مع تشریح
نعت و نعتیہ کلام
۶-۲۵ شہرِ صبا
صلاح الدین احمد: غزلیں
قمر جہاں، جاں نثار اختر
اور شاذ تمکنت کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
این راجن، وائلن پر راگ
دیوگری بلاول
مہدی حسن: طبلہ
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ سوزخوانی
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ افسانہ

۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
این راجن، وائلن پر بہاگ
مہدی حسن: طبلہ
غلام مصطفیٰ خاں: خیال راگیشری

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوال
۶-۲۵ شہرِ صبا
ایم ایل نکوہ، خالد بحر اور
عاشق لکھنوی کا کلام
ملکہ پکھراج: خیال، فیض
اور غالب کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
محمد علی خاں: وائلن پر
راگ ملت
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ضمیر اختر: ٹھمری، دادرہ

دوپہر
۲-۰۰ گیت آپکے شعر ہمارے
۲-۳۰ بزمِ خواتین
(۱) ہمارے مسائل۔ عورت کی ذمہ داریاں
گھر میں۔ اور باہر: مباحثہ
شرکا: مسز یوسف، مکمل منترا اور
نجمہ محمود
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب

رات
۸-۱۵ ایک نظم
۸-۳۰ سوزخوانی
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر پس منظر
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
امجد علی خاں، سرود پر راگ
تلک کامود
گنگا پرساد پاٹھک: خیال ہمیر

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
پی ناز سانی: غالب اور مومن

مومن کا کلام
بشیر احمد، میر، فانی اور
انشا کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
جگن ناتھ و ساتھی: شہنائی پر
راگ ملت
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۰ آپکے لئے
۲-۳۰ غیر فلمی غزلیں
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ لعل بلا رنگ
۹-۳۰ کب بنے کنارے
۱۰-۰۰ ڈرامہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
غلام تقی خاں: خیال مالکونس
جگن ناتھ و ساتھی: شہنائی پر
راگ پوریا کلیان

پیر ۲۵ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
نینا دیوی، سودا اور داغ کا کلام
چندن کمار و ساتھی: امیر قزلباش
اور ساحر بھوپالی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
پرکاش این سکینہ: بانسری پر
راگ دیوگری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گنگو بائی ہنگل: میاں کی توڑی

دوپہر
۲-۰۰ میری نظر میں
۲-۳۰ راگ رنگ
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات
۸-۱۵ آہنگِ نظم
۸-۳۰ سوزخوانی
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
گنگو بائی ہنگل، خیال شنکر
پرکاش این سکینہ، بانسری پر
راگ مدھوکونس

منگل ۲۶ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہرِ صبا
برجو مہاراج، شفق لکھنوی،
شمیم جے پوری، عرش ملسیانی کا کلام
سریندر کور، چراغ حسن،
عرش ملسیانی اور بی کے پوری کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
میش پریم، وچتر وینا پر راگ سوہنی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گریجا دیوی، خیال دیسی

دوپہر
۲-۰۰ فلمی قوالیاں
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ سوزخوانی
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
گریجا دیوی، خیال نائیکی
میش پریم، وچتر وینا پر
راگ کونسی کانہڑہ

بدھ ۲۷ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
کمل بنسی پال، ساغر نظامی،
شاد فدائی اور سدرشن فاخر کا کلام
ہربنس بھاردواج: فراق کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
شوکمار شرما، سنطور پر راگ بھٹیار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد نثار احمد خاں : خیال

دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) جھلکیاں ملاقات : اسما حسین
(۲) گیت
(۳) کام کی باتیں
۳-۰۰ فلمی دنیا

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ دلی ڈائری
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی

جمعرات ۲۸ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
۷-۳۰ ساز سنگیت
سروجیت : ستار پر راگ
البیا بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

دوپہر
۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آئینہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی

جمعہ ۲۹ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن مجید معہ تشریح
نعت و نعتیہ کلام
۶-۲۵ شہر صبا
شوبھنا رائے : غزلیں
اندر ناراتن : فانی اور

اقبال کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
جیوتن بھٹاچاریہ : سرود پر
راگ جوگیا
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر
۲-۰۰ کہانی ایک گیت کی
۲-۳۰ پگھٹ
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
اندر ناراتن : مخمور دہلوی اور
ساحر ہوشیارپوری کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ صدائے رفتہ
۱۰-۰۰ روپ رنگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امتیاز علی خاں، ریاض خاں،
خیال اور ترانہ مدھو کلیان
جیوتن بھٹاچاریہ : سرود پر
راگ دربادی

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
بیگم اختر، قدیر لکھنوی،
شکیل اور ساحر کا کلام
محمد حسین، بشیر بدر اور
قیصر قلندر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ڈی۔جی۔جوگ : وائلن پر
راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بیگم اختر : ٹھمری، دادرہ

دوپہر
۲-۰۰ گیتانجلی
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ڈرامہ
(۲) خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سنیئے

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

دہلی

شارٹ ویو	میڈیم ویو
[illegible]	دہلی الف ۳۰۴۳ میٹر ۹۰ کلو ہرٹز
[illegible]	دہلی ب ۴۹۲۹ میٹر ۱۰۱۸ کلو ہرٹز
[illegible]	دہلی ج ۲۱۹۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
[illegible]	دہلی د [illegible] میٹر ۴۵ کلو ہرٹز
[illegible]	

خبریں

دہلی الف : خبریں
ہندی/انگریزی : صبح ۰۰-۱۰ (عالمی)
ہندی : صبح ... [illegible] شام ... [illegible] (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ (عالمی) انگریزی : دوپہر ۳۰ ... سنسکرت صبح ... [illegible]
اردو : صبح ۰۵-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی : دوپہر ۴۰-۱
دہلی ب : ہندی : دوپہر ... (دھیمی رفتار سے) انگریزی : صبح ... دوپہر ... (دھیمی رفتار سے)
شام ... [illegible] (عالمی) پنجابی : صبح ... ہندی نیوز ریل : صبح ... ۹
دہلی د : ہندی : شام ... انگریزی : رات ۱۵-۹ کھیل کود : شام ... (ہندی) رات ... انگریزی

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، سہ پہر ۴۰-۵، رات ۰۰-۹
اننت لال و ساتھی : شہنائی
۱۰-۳۵، رات ۳۰-۸
الاپ، ٹھمری، دادرا
اقبال حسین خاں : سارنگی
۱۱-۰۲ دھرو جیوتی گھوش : سارنگی
۱۱-۳۰ منوریا آپوجہ : گائن
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ آج کے اتتھی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی
شکنتلا نرسمہن : کرناٹک سنگیت

دہلی 'ب'

صبح
۷-۰۰ رام نارائن : سارنگی
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
جگدیش پرساد : گائن
۷-۵۰ سنگم : ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
گڑھوالی سنگیت

دوپہر
۲-۱۵، ۳-۲۰-۴

بینا رائے : گیت، بھجن
۳-۳۰ الاپ، ٹھمری، دادرا
اقبال حسین خاں : سارنگی

شام
۶-۴۵، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اورگیسٹ ٹو نائٹ

اتوار ۱۷ اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح
۸-۱۰، رات ۰۰-۹
حفیظ احمد خاں : گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش پر شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰، سہ پہر ۳۵-۵
کرناٹک سنگیت
ویداولی راماسوامی : وائلن

دوپہر
۱۲-۱۵ جھلکی
۵-۳۰ سنسکرت پاٹھ

رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۰۰ محفل
۱۰-۰۰ چین

دہلی 'ب'

صبح

۷-۲۰ جتیندر ابھیشکی ، گائن
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
کمار گندھرو ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا
کیسر سنگھ نرولا ، بھکتی ، شبد
۳-۳۰ حفیظ احمد خاں ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
کاجال بینرجی ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۱۸؍اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
بلرام پاٹھک ، ستار
بلو خاں وارثی ، طبلہ
۱۰-۲۵ انیتا رائے ، گائن
۱۱-۰۲ درشن سنگھ ، کلارنٹ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سدھ سنگیت
۸-۳۰ بلو خاں وارثی ، طبلہ
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
نگمہ بندھو ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ استاد علاؤالدین خاں ، سرود
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
کشوری امونکر ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا اور رس ترنگ
۳-۳۰ انیتا رائے ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
شمیمہ آزاد ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۱۹؍اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
اشوک کمار رائے ، سرود
۱۰-۲۵ موہن لال قمر ، بانسری
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۴۰
اجیت سنگھ پنتل ، گائن
۱۱-۰۲ این-این. گھوش ، ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ سمپا دریہ چار
۹-۳۰ ناٹک
۱۰- منگل شب کی محفل موسیقی
کامودی منشی ، ٹھمری ، دادرا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ نرملا ارون ، گائن
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
این-این. گھوش ، ستار
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا اور رس ترنگ
۳-۳۰ اشوک کمار رائے ، سرود

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
ایرا نگم ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، تقریر

بدھ ۲۰؍اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰ ، رات ۹-۰۰
غلام صادق خاں ، گائن
۱۰-۲۵ ، سہ پہر ۵-۴۰
راجیش کماری بوس ، گائن
۱۱-۰۲ اجیت سنگھ ، وچترا وینا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ جھلکی
۸-۱۵ وگیان لوک
۸-۳۰ چرچا کا وشے ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
دیوبرت چودھری ، ستار

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ دلال رائے اور ہمانشو بسواس
سنطور ، بانسری
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
اجیت سنگھ ، وچترا وینا
۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت
۹-۱ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا اور رس ترنگ
۳-۳۰ ناپورنی راماچندرن ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اوشا سیٹھ ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعرات ۲۱؍اکتوبر

دہلی 'ب'

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۲۰
بھوپندر سیتل ، گائن
۱۰-۲۵ میتری مجمدار ، گائن
۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
بھیم سنگھ ، کلارنٹ
جمن خاں ، طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۴۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین
۱۰-۰۰ غلام مصطفےٰ خاں ، گائن
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
آر. کلیکم ، آر. بالا سرسوتی ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ جیت لال ، طبلہ
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
لکشمی شنکر ، نرملا دیوی ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سورمنجوشا ، رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
آر. کلیکم ، آر. بالا سرسوتی ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
کرونا ابرول ، گیت ، بھجن
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعہ ۲۲؍اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
نیتا رائے ، گائن
۱۰-۲۵ مشتری بیگم ، ٹھمری ، دادرا
۱۱-۰۲ چھوٹے خاں ، سارنگی
۱۱-۳۰ مبارک علی خاں ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ 'مہاشویت' ، ناٹک
تحریر ، چرنجیت
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
اندرا وینکٹا رتنم ، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ ایم۔ آر۔ گوتم، گائن

۷-۳۰ شتیری بیگم، ٹھمری، دادرا

۷-۵۰ سنگم، تیلگو گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۰۲-۴

سورنجوشا اور رس ترنگ

بائیشری چکردھر، گیت، بھجن

کرناٹک سنگیت

۳-۳۰ اندرا ویکنتا رتنم، گائن

شام

۶-۴۵، ۹

دیناناتھ سیٹھ، گیت، بھجن اور غزلیں

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰، رات ۹-۰۰

شرن رانی، سرود

۱۰-۳۵ او۔ پی۔ کپور، ٹھمری، دادرا

۱۱-۰۲ ڈی۔ آر۔ پاروتیکر، دتاتریہ وینا

۱۱-۳۰ اقبال احمد خاں، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا

۸-۱۵ آج کے اتھتی

۸-۳۰ او۔ پی۔ کپور، ٹھمری، دادرا

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

پنڈت جسراج، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ مانک ورما، گائن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

اقبال احمد خاں، گائن

۷-۵۰ سنگم، کنڑ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

گڑھوالی سنگیت

۲-۱۵، ۳-۰۲-۴

سورنجوشا۔ رس ترنگ

۳-۳۰ او۔ پی۔ کپور، ٹھمری، دادرا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پریسار گیت

۹-۳۰ اور گیت ٹونائٹ

اتوار ۲۴ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۱۰-۰۰ غلام حسین خاں، گائن

۹ مال کاریکرم

۱۰-۰۰ مالنی راجورکر، گائن

دیویندر دلیپور، بانسری

دوپہر

۱۲-۱۵ 'زمین کے لوگ' جھلکی

تحریر، وی۔ ایم۔ آنند

ہدایت، وی۔ پی۔ دیکشت بھگت

۲-۳۰ 'مہاتوپ' ناٹک

تحریر، چیرنجیت

۴-۰۲ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۵ ٹی۔ ایس۔ شنکرن، بانسری

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت

۸-۱۵ ساہتیکی

۹-۰۰ سبدھ سنگیت

۱۰-۰۰ ایم۔ ایل۔ وسنتا کماری، گائن

دہلی ب

صبح

۷-۲۰ استاد مشتاق حسین خاں، گائن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی، ٹھمری

۷-۵۰ سنگم، آسامی گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۰۲-۴

سورنجوشا۔ رس ترنگ

ڈولی گوہارائے، غزلیں

۳-۳۰ غلام حسین خاں، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

اندر نارائن، پنجابی لوک گیت

اور غزلیں

۹-۱۵ کرنٹ افیئرز

پیر ۲۵ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰

اوم پرکاش، دلربا

۱۰-۳۵، رات ۹-۰۰

پنالال چورسیہ، وائلن

۱۱-۰۲ نصیرالدین خاں گورے، گائن

صدیق احمد، سارنگی

۱۱-۳۰ ہری سنگھ وساتھی، شہنائی

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

تیلگو لوک گیت

۱۲-۳۰ 'غیرت' ناٹک

تحریر، ہری مہتہ

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا

۸-۱۵ سبدھ سنگیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ہندی تقریر

اپنی دھرتی اپنا دیش: اتر پردیش

۱۰-۰۰ اروند پارکھ، ستار

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ ہری پرساد چورسیہ، بانسری

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

ہری سنگھ وساتھی، شہنائی

۷-۵۰ سنگم، سندھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

اودھی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۰۲-۴

رجنی گپتا، بندیل کھنڈی لوک گیت

۳-۳۰ نصیرالدین خاں گورے، گائن

صدیق احمد، سارنگی

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

جمیل احمد، غزلیں

منگل ۲۶ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ وسنت ٹھکار، گائن

۱۰-۳۵ لکشمی نارائن، پکھاوج

۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰

زندہ حسن، ٹھمری، دادرا

رضا حسین، سارنگی

نانک چند، طبلہ

۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰

گھنشیام داس پربھاکر، جلترنگ

عبداللہ، طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

آسامی لوک گیت

۵-۰۵ گیان وگیان

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل

۸-۱۵ برٹین میں بھارت مہااتسو رپورٹ

۸-۳۰ سبدھ سنگیت

۹-۳۰ ناٹک

ٹی۔ رکمنی، وائلن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ نکھل بینرجی، ستار

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

روشن آرا بیگم، گائن

۷-۵۰ سنگم، بنگالی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۳-۰۲-۴

پریا راج جیکھر، کنڑ گیت

۳-۳۰ وسنت ٹھکار، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پشپارانی، گیت، بھجن، غزلیں

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر

بدھ ۲۷ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰، رات ۹-۰۰

بھجن لال، سرود

۱۰-۳۵ نثار حسین خاں، گائن

۱۱-۰۲ سیتارام، سارنگی

۱۱-۳۰ مالتی گیلانی، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ سنگیت روپک

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'زمین کے لوگ' جھلکی
تحریر : وی۔ ایم۔ آنند

۸-۱۵ دھیان آکرش

۸-۲۰ 'دسہرہ' ہندی تقریر

۹-۲۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰-۰۰ مالبیکا کانن ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ اسم اللہ خاں و ساتھی ، شہنائی

۷-۲۰ سنگیت سوربھی
پانی راٹھور ، گائن

۷-۵۰ لوک مادھوری
: پالوی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۴-۰۲
راجندر سنگھ ، شبد

۲-۳۰ سا شاستارام ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
سندر پنڈت ، غزلیں

۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۲۸ / اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰
کمل سہگل، کویتا سہگل ، گائن

۱۰-۳۵ نارائن راؤ ویاس ، گائن

۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
آر۔ ایس۔ کمبوج ، وچتر وینا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۴۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی تقریر

۸-۳۰ سبدھ سنگیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک

۱۰-۰۰ این۔ کرشنا مورتی ، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ احمد جان تھرکوا ، طبلہ

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
نزاکت علی سلامت علی ، گائن

۷-۵۰ سنگم

۹-۱۰ لوک مادھوری

دوپہر

۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سوز خوانی

۲-۳۰ ڈاکٹر سیلم جیالکشمی ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
حبیب پینٹر و ساتھی ، قوالی

۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعہ ۲۹ / اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
واسدیو دیش پانڈے ، گائن
دلدار حسین ، سارنگی

۱۰-۳۵ اندر لال ، سارنگی

۱۱-۰۲ سنیتا سکسینہ ، گائن

۱۱-۳۰ وجے کمار ، بانسری

دوپہر

۱۲-۰۱ لوک بھارتی

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا

۸-۱۵ وولوئن

۹-۳۰ 'کامنی' ناٹک
تحریر : منجل بھگت

۱۰-۰۰ یعقوب علی خاں ، سرود

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ اوا نکا ناتھ ٹھاکر ، گائن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
وجے کمار ، بانسری

۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۴-۰۲
چندر کانت گپتا ، بھجن

۲-۳۰ کرناٹک سنگیت
وسنتا سندرم ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
گکو ماتھر ، گیت ، بھجن ، غزل

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

ہفتہ ۳۰ / اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
امل کے پنڈت ، گائن

۱۰-۳۵ سنتوش بنرجی ، ستار

۱۱-۰۲ رادھے راج ، گائن

۱۱-۳۰ سبدھ سنگیت

۱۱-۴۵ ٹھمری

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سوا ستھ رکھشا

۸-۱۵ آج کے اتیتھی

۹-۳۰ شیخ چنا مولا و ساتھی ، ناگا سورم

دہلی 'ب'

صبح

۷-۰۰ پروین سلطانہ ، گائن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی ، ٹھمری

۷-۵۰ سنگم ، ملیالم گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
ڈوگری لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵ ، ۴-۰۲
بھارتی دتہ ، رویندر سنگیت

۲-۳۰ رادھے راج ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پریا گیت

۹-۳۰ لو گیت ٹوناٹٹ

اتوار ۳۱ / اکتوبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ پرمیلا پوری ، گائن

۹-۰۰ بال کاریہ کرم

۱۰-۰۰ برج بھوشن کابرہ ، گٹار

۱۱-۰۰ سمتی متا لکھ ، گائن

۱۱-۳۰ کرناٹک سنگیت
للیتا ناگراج ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ جھلکی

۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۵ کرناٹک سنگیت

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت

۸-۱۵ سا ہتیکی

۹-۰۰ سبدھ سنگیت

۱۰-۰۰ غلام مصطفےٰ خاں ، گائن

دہلی 'الف'

صبح

۷-۲۰ بھجن

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
استاد رجب علی خاں ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، اڑیہ گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۲-۱۵ ، ۴-۰۲
کان موتی ہار ، سندھی گیت

۲-۳۰ پرمیلا پوری ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵
وندنا باجپئی ، غزلیں

۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

محمد عالم شمسی

وہ باتیں جن سے زندگی سنورتی ہے مفکرین عالم نے غور و خوض کے بعد اور معاشرہ انسانی نے طویل تجربات اور مفید نتائج پر مرتب ایک ضابطہ بنایا ہے جسے ضابطۂ حیات اور قانونِ زندگی کہتے ہیں، مرتبط ضوابط اور مسلمہ قوانین وہی ہیں جن سے انسانی زندگی بنتی اور سنورتی ہے حیات دکائنات میں مہذب انسانوں اور متمدن قوموں کا طرۂ امتیاز وہی اصول ہیں جن کی بنیاد پر کائناتِ عالم کا نظام محکم اور استوار ہے جن کا فقدان اس جہانِ آب و گل کو فنا کی گھاٹ اتار سکتا ہے۔ ملکوں اور قوموں کے مابین خیر سگالی کے جذبوں میں اسی کی روح کارفرما رہتی ہے، جس وقت اور جس لمحہ یہ جذبہ ناپید ہو جائیگا آناً فاناً یہ آباد اور پر رونق دنیا بے نور اور ویران ہو جائے گی۔

(پٹنہ سے نشر)

لکھنؤ

[illegible]

خبریں

ہندی (علاقائی) صبح [illegible]
ہندی صبح [illegible] ، انگریزی صبح [illegible] ، دوپہر [illegible]
شب [illegible]
نیوز ریل (ہندی) صبح [illegible] ، [illegible] صبح [illegible]
مقامی : دوپہر [illegible] (اردو) ، صبح [illegible] ، شام [illegible] (ہندی)

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

لکھنؤ 'الف'

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۶-۰۵ کرشی چرچا اور موسم کا حال
۶-۲۰ آرادھنا
۶-۴۵ گاؤں کا چرچا (جمعہ)
۶-۵۰ وچار دھارا (جمعہ کے علاوہ)
۷-۰۵ پنچ کا کاریکرم اور موسم کا حال
۷-۰۵ بانسری گان
۷-۱۵ روزگار سے متعلق اطلاعات
۷-۲۰ آپ کے آس پاس [illegible] (اتوار)
سنسکرت [illegible] (پیر ، جمعرات)
بھاشا شکشا (منگل ، بدھ ، جمعہ)
سور ویلا ، ہندی میں نظم خوانی (جمعہ)
۸-۲۱ لوک گیت
۸-۳۰ [illegible]
۹-۰۰ لوک رُپی سماچار (اتوار)
۹-۱۵ خط کیلئے شکریہ (اتوار)
۹-۳۰ شرمیں ، آپ شاستریہ سنگیت (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)
۹-۴۵ بال سنگھ (اتوار)
۱۰-۳۰ بیمار دیوار کی (اتوار)
۱۱-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۰۰ بارہ دری ([illegible])
۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کیلئے (علاوہ اتوار)
۱۲-۳۰ کوری شیل بھلاؤں کیلئے (اتوار)
ملے جلے گانے (پیر)

من بھاون [illegible] (اور ہفتہ)

[illegible] (جمعہ)
[illegible] (بدھ ، جمعہ)
آج اتوار ہے جھلکی (اتوار)
گھر آنگن (پیر ، جمعرات)
[illegible] (منگل ، جمعہ)
[illegible] رنگ (جمعہ)
۱-۰۰ لوک گیت (اتوار)
۲ [illegible]
[illegible]
۲-۴۵ موسم کا حال ، اختتام

شام

۴-۰۲ [illegible] (اتوار کے علاوہ)
[illegible] کا گیت
۴-۳۵ [illegible] گیت
۴-۴۵ [illegible] اطلاعات
۵-۰۰ یووا وانی
۵-۲۵ فلم سنگیت [illegible]
خط کیلئے شکریہ (بدھ)
۶-۰۰ [illegible] سے متعلق اطلاعات
۶-۱۵ [illegible] ریڈیو گوشٹھی (اتوار)
[illegible] (اتوار کے علاوہ)
۶-۲۵ آج اور کل [illegible]
۶-۰۵ [illegible] کیلئے [illegible]
[illegible] ریڈیو گوشٹھی
(منگل اور جمعہ)
۷-۰۰ لوک گیت
(اتوار ، پیر ، منگل ، جمعرات اور ہفتہ)
[illegible] (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)
۹-۰۰ ہندی تقریر

[illegible]

[illegible] (جمعہ)
[illegible] پروگرام (منگل)
[illegible] (پہلے اور تیسرے ہفتہ کو)
وگیانکی (دوسرے ہفتہ کو)
[illegible] (چوتھے ہفتہ کو)
۹-۲۰ انگریزی تقریر (اتوار اور بدھ)
۹-۳۵ بھارت جانکی (منگل)
۹-۵۰ گیت سنگیت (اتوار)
پریوار کلیان [illegible] (بدھ)
[illegible]
(پہلے اور چوتھے پیر کو)
رتناکر ، موسیقی کا تنقیدی جائزہ (اتوار)
۱۱-۰۱ [illegible] اختتام

لکھنؤ 'ب'

صبح

۵-۵۵ لکھنؤ 'الف' کے مطابق
۰۰-۲۵ اختتام
[illegible] لکھنؤ 'الف' کے مطابق
۹-۳۰ اختتام
۱۱-۳۰ لکھنؤ 'الف' کے مطابق
(صرف اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۰ لکھنؤ 'الف' کے مطابق
۲-۳۵ اختتام

شام

۴-۰۲ لکھنؤ 'الف' کے مطابق
۵-۴۵ اثرات پروگرام
(لکھنؤ اور نجیب آباد)
۶-۴۵ لکھنؤ 'الف' کے مطابق

شب

۱۱-۱۰ اختتام

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
خواتین کیلئے
۹-۱۰ ایم۔ آر۔ گوتم ، گائن

دوپہر

۱-۱۰ راگ رنگ
احمد جان تھرکوا ، طبلہ

شب

۸-۰۰ کتنا صحیح ، کتنا غلط
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'پرچھائیاں' ادبی اور سماجی جلوؤں کی ریکارڈ پر مبنی پروگرام
۹-۱۰ سورکھی
بیگم اختر ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۱-۱۰ آج اتوار ہے 'جھلکی'

رات

۸-۰۰ پریوار کلیان پروگرام
۹-۳۰ اور گیت قونانٹ

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام : ملاقات
'نشور واحدی سے انکے فن اور شخصیت پر گفتگو ۔'
۱۰-۹ ، رات ۱۰-۳۰
بی۔ این۔ گوسوامی ، وائلن

دوپہر

۱۲-۱۰ ، رات ۹-۴۵
وِدیا کگڑے ، خیال

رات

۱۰-۰۰ 'گیان وگیان میں امیر ، ویسے غریب'
مباحثہ

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ 'اردو میگزین'
'اردو میں دوسری زبانوں کا ادب'
'اڑیہ' تقریر
افسانہ از اپیندر ناتھ اشک
۹-۱۰ وگیان چرچا

رات

۸-۰۰ سنسکرت میگزین
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
مزاحیہ خاکہ از احمد جمال پاشا
مزاحیہ کلام از اعجاز رضوی
۱۰-۹ ، دوپہر ۱-۱۰ ، رات ۸-۳۰
رام شنکر داس پاگل داس ، پکھاوج

رات

۹-۳۰ انگریزی مباحثہ
۱۰-۳۰ نصیر احمد خاں ، خیال

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
خط کیلئے شکریہ
۱۰-۹ ، رات ۱۰-۳۰
سیتا سرن سنگھ : خیال

رات

۸-۰۰ پستک پریچے : جناردن داس
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین
۱۰-۰۰ وکاس یگیہ

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ سور ویلا ، ہندی نظم
۸-۳۰ اردو میگزین
'نئے تنقیدی میزان پر مثنوی گلزار نسیم'
بات چیت
۱۰-۹ ، رات ۸-۳۰
رام دلارے : کلارنٹ

رات

۸-۰۰ ہندی بات چیت
۱۰-۳۰ سیارام تیواری ، دھمار

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام میگزین
'بولتی تحریریں'
علامہ راشد الخیری کی مشہور تصنیف
'فاطمہ کا لال' پر مبنی فیچر
تحریر : فاطمہ حسن
پیشکش : شفاعت علی
۱۰-۹ رام دھروے ، طبلہ

دوپہر

۱-۱۰ راگ رنگ
برج بھوشن کابرہ ، گٹار

رات

۸-۰۰ وکاس یاترہ
۹-۳۰ پنڈت جسراج ، گائن

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام ، بچوں کیلئے
'آصف الدولہ کا امام باڑہ'
تمثیلی فیچر
پیشکش ، اوما چکبست
۹-۳۰ سورکھی
برکت علی خاں

۱-۱۰ آج اتوار ہے : جھلکی

رات

۹-۳۰ 'کین یو اپنی ہیلپ ؟'
انگریزی بات چیت

پیر ۲۵ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

۹-۱۰ ، رات ۸-۳۰ ، ۸-۴۵
کیسری پرساد مصر : سارنگی

رات

۸-۱۵ نیوز ریل ، اسپورٹس

۱۰-۳۰ مانک ورما : گائن

منگل ۲۶ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو میگزین
'اردو میں دوسری زبانوں کا ادب'
'کشمیری' اردو بات چیت
افسانہ از سید سیع الحسن رضوی

۹-۱۰ وگیان چرچا

رات

۸-۰۰ سنسکرت پروگرام

۸-۱۵ 'لندن میں بھارت سماروہ'
خصوصی پروگرام

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۷ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'شہید کربلا' فیچر
تحریر : ڈاکٹر انیس اشفاق
پیشکش : شفاعت علی

۹-۱۰ ، رات ۸-۳۰
جی سی بلکر : خیال

۱-۱۰ ، رات ۱۰-۳۰
سوربھات پال : سرود
رام کمار شرما : طبلہ

رات

۸-۰۰ ہندی بات چیت

۹-۵۰ پریوار کلیان پر شنوتری

جمعرات ۲۸ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'یوم عاشورہ' ڈاکٹر سید شبیہ الحسن کی گفتگو
'سلام' از عروس عابدی
'مرثیہ' سید حسن زیدی

۹-۱۰ ، دوپہر ۱۰-۱۲
ہرم ناتھ مصر ، ٹھمری ، دادرا

رات

۹-۳۰ 'پانچالی سپتم' کاوی ناٹک
تحریر : سبرامنیم بھارتی
ریڈیو نکس : وی بھتو ولین

۱۰-۳۰ 'مجلس شام غریباں'
غفران مآب کے امام باڑے میں ہونی مجلس کی رپورٹ

جمعہ ۲۹ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ سورویلا : ہندی نظم

۸-۳ اردو میگزین
نئے تنقیدی رجحان پر
'مثنوی عالم خیال'
نثار اعظمی کی بات چیت
کلام شاعر

۹-۱۰ ، رات ۸-۳۰
روی راج شنکر : بانسری

رات

۸-۰۰ 'دکشن پوروی دیشوں میں بھارتیہ سنسکرتی' ہندی بات چیت

۱۰-۳۰ سنگھ بندھو : خیال

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'یہ بستیاں ہماریاں' قصبہ چندوسی
تمثیلی فیچر از شفاعت علی

۹-۱۰ پنالال چورسیہ : بانسری

رات

۸-۰۰ گورنر اتر پردیش کا عوام سے خطاب

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'بولتی تحریریں' میر امن کی باغ و بہار سے انتخاب

۹-۳۰ سوربھی

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

رامپور

۷۲۳۶ میٹر ۱۲۹۸ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی ، انگریزی صبح ... ہندی صبح ...
[illegible]
اردو ... سماچار پر ھندی صبح ...
صبح کی ... پرادیشک سماچار ...

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

[illegible]

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۷-۴۵ ستیش بترا : غزلیں

شام

۶-۲۰ یووانی
فلم پتریکا : چھایا لوک

۷-۰۰ کرشی جگت
الوکی کا بیاپ کھیتی

۷-۴۵ اگر کبھی فرصت ملے
تقریر : پروفیسر شنبھو شکلا

۸-۰۰ رس دھارا

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ آج روی وار ہے

۱-۰۰ پریوار جگت

۱-۴۰ من بھاون

شام

۶-۳۰ یووانی
خبروں کے آئینے میں
نیرج پنتھ
کچھ چٹکلے کچھ گیت
نسرین تبسم اور چترا شروتیا
سنگیت

۷-۰۰ کرشی جگت : پترانہ

۹-۳۰ محمد احمد خاں اور ساتھی
بہار بیت

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۷-۴۵ سگم سنگیت

۲-۲ دلاور سنگھ [illegible] و ساتھی
لوک گیت
۵-۱۵ حاکم [illegible]، لوک گیت

رات
۹-۱۰ [illegible]
۹-۲ [illegible]
۱۰-۰۰ گوبند منشی، سگم سنگیت

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ قدم قدم بڑھا بڑھا
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
[illegible] : ستار
۷-۴۵، رات ۱۰-۳۰
امرناتھ : خیال
۸-۲۰، دوپہر ۱۲-۰۵
[illegible] : بھجن
۸-۵۰ نوراں، لوک گیت
۹-۱۵، رات ۸-۳۰
بھائی [illegible] سنگھ راگی و ساتھی: شبد

دوپہر
۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ یعقوب پال سنگھ، لوک گیت
۵-۰۵ ننھے منے

شام
۷-۴۵ پنجابی گیت
۹-۳۰ فرمائشی فلمی گانے

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
مہابیر پرساد کمار : بانسری
۷-۴۵ حفیظ احمد خاں : خیال
۸-۲۰ پرومیلا [illegible]، لوک گیت
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت

۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰
رتن لال دیپک، غزلیں

دوپہر
۱۲-۳۰ عورتوں کیلئے
۲-۳۰ کشمیر سنگھ شمبو، لوک گیت
۵-۰۵ رنگا سنگھ مان،
لوک گیت

رات
۸-۰۰ پنجابی ادبی پروگرام
۹-۳۰ کھیڈ سنسار
۱۰-۳۰ راجن مشرا، ساجن مشرا، خیال

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ شبد
۷-۲۰، دوپہر ۱۲-۰۰
کمار گندھرو، خیال
۸-۲۰، دوپہر ۱۲-۳۰
سوہن سنگھ راگی و ساتھی، شبد
۸-۵۰ محمد [illegible] قوال و ساتھی،
صوفیانہ کلام
۹-۱۵، شام ۷-۴۵
نتھو کھنہ، [illegible]، غزلیں

دوپہر
۱۲-۴۵ پریوار کلیان
۲-۳۰ کرتار سنگھ رملا، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ لکھی رام، لوک گیت

رات
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ رمیش رنگیلا و ساتھی، لوک گیت
۱۰-۳۰ بھیم سین جوشی، خیال

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
اجیت سنگھ پینٹل، خیال
۸-۲۰ سوامی موہن داس، بھجن
۸-۵۰، شام ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵
ودیا ساگر امیاں، گیت، غزل

دوپہر
۱۲-۳۰ رملا سنگھ ڈھاڈی و ساتھی
واراں
۱۲-۴۵ راجندر مہتہ، نینا شاہ

گیت اور غزل
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
۵-۰۵ چاند ملاجٹ و ساتھی، لوک گیت

رات
۸-۱۵ پنجابی گیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی
پنڈت جسوراج، گائن

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ آسا دی وار
بھائی ہرچند سنگھ راگی و ساتھی
۷-۴۵ پرتی بمب
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۱۵ بچوں کیلئے
۱۰-۰۰ مالنی راجورکر، گائن
۱۱-۰۰ دیویندر مردیشور، بانسری

دوپہر
۱۲-۰۰ بسنت رائے دیشپانڈے، گائن
۱۲-۱۵ سریندر کور، گیت
۱۲-۳۰ عورتوں کیلئے
۲-۳۰ جگا سنگھ جوگی و ساتھی، کولیشری
۵-۰۵ پنجابی گیت
۶-۱۵ جگموہن کور، لوک گیت

شام
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۰۰ الیس ایل وسنتا کماری، گائن

پیر ۲۵ اکتوبر

صبح
۷-۲۰ سوبتا دیوی، ٹھمری
۸-۱۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ نتیش چندر، لوک گیت

دوپہر
۱۲-۰۰ فرمائشی پنجابی گیت
۱۲-۴۵ پریوار کلیان
۲-۳۰ چندر شیکھر، لوک گیت
۵-۰۵ دیہی بچوں کیلئے

شام
۷-۴۵ شنکر شمبھو، غزلیں
۱۰-۰۰ اروند پارکھ، ستار

منگل ۲۶ اکتوبر

صبح
۶-۳۰ بھگتی سنگیت
۷-۳۰، شام ۷-۴۵
ڈی۔ وی۔ پلسکر، گائن
۷-۴۵ اللہ رکھا، طبلہ
۸-۲۰ ہنس راج و ساتھی، بھینٹاں
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر
۱۲-۰۰ نالے گلاں نالے گیت
۲-۳۰ امریک سنگھ غازی ننگل،
لوک گیت
۵-۱۵ گوپال سنگھ گوپال، لوک گیت

رات
۱۰-۰۰ ٹی۔ رکمنی، وائلن

بدھ ۲۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ قدم قدم بڑھا بڑھا
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
کستوری لال، وائلن
۷-۴۵ استاد عبدالکریم خاں، گائن
۸-۲۰، دوپہر ۱۲-۱۵
سربجیت بھتیجا، بھجن
۸-۵۰ سنت سنگھ بندرا، لوک گیت
۹-۱۵، رات ۸-۳۰
بھائی سادھو سنگھ راگی و ساتھی
شبد

دوپہر
۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۳۰ چرن سنگھ چھبیلا، لوک گیت
۵-۰۵ ننھے منے

شام
۷-۴۵ پنجابی گیت
۹-۳۰ فرمائشی فلمی گانے
۱۰-۰۰ مالویکا کانن، گائن

جمعرات ۲۸ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ رام نارائن، سارنگی
۷-۴۵، دوپہر ۱۲-۰۰
پنڈت اونکار ناتھ، گائن
۸-۲۰، شام ۵-۱۵
پورن چند وڈالی اور ساتھی
کافیاں اور لوک گیت
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵
نعتیں

دوپہر
۲-۳۰ چمن لال گورداسپوری اور ساتھی

لوک گیت

رات

۸ - ۰۰ ' تخلیق ' اردو ادبی پروگرام
۱۰ - ۰۰ ندو لوری کرشنا مورتی ، گائن

جمعہ ۲۹ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۵ شبد
۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰
سوہن سنگھ : خیال
۸ - ۲۰ ، دوپہر ۱۲ - ۳۰
لوک ناتھ ، بھجن
۸ - ۵۰ پورن شاہکوٹی ، صوفیانہ کلام
۹ - ۱۵ ، شام ۷ - ۴۵
میرا گاندھی ، گیت

دوپہر

۲ - ۴۵ پریوار کلیان
۳ - ۲۰ سورن لتا ، لوک گیت
۵ - ۰۵ پنجابی گیت
۵ - ۱۵ گوردیپ سنگھ پروانہ اور ساتھی
کویشوری

رات

۹ - ۳۰ ہندی ناٹک
۱۰ - ۰۰ یعقوب علی خاں ، سرود

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

صبح

۷ - ۳۰ ، دوپہر ۱۲ - ۰۰
وزیر چند چترا ، ستار
۸ - ۲۰ ، شام ۷ - ۴۵
روبی بنرجی ، بھجن
۸ - ۵۰ ، رات ۱۰ - ۸
پنجابی گیت
۹ - ۱۵ ، دوپہر ۱۲ - ۱۵
سروپ سنگھ سروپ ، شبد ، گیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ لوک رنگ
۲ - ۲۰ ساڈے آس پاس
۵ - ۰۵ پنجابی گیت
۵ - ۱۵ منموہن کور ، لوک گیت
۱۰ - ۰۰ شیخ چنا مولانا و ساتھی ، ناگا سوم

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۵ آسادی وار

روہتک

خبریں

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
جلتی سنگیت
۶ - ۵۵ کھیتی باڑی
۸ - ۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۰ ، شام ۵ - ۴۵
احمد حسین ، محمد حسین : غزلیں
۷ - ۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷ - ۳۰ بھیم سین جوشی ، کلاسیکی موسیقی
۸ - ۲۰ اوم پرکاش تلوٹ اور مدن بھارتی
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ سہیلیئے
۱ - ۰۰ ورندگان
۱ - ۳۰ اساتذہ کیلئے
۲ - ۲۰ بنواری لال تحصیل اور مدن بھارتی
لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار (سوال جواب)
۶ - ۱۰ بھوجپوری گیت
۶ - ۳۰ کرشی جگت
۷ - ۰۰ گرامین سنسار
۸ - ۰۰ ہریانہ درشن

۸ - ۳۰ سورلہری ، سی - ایچ - آتما
۹ - ۱۵ ایک فلم سے ایک نغمہ گیت گوالی
۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۰ بیگم اختر ، غزلیں
۷ - ۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷ - ۳۰ شرن رانی باکلیوال ، کلاسیکی موسیقی
۸ - ۲۱ بال گنج
۹ - ۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ ناری جگت
۱ - ۰۰ کھلا آکاش
۲ - ۲۰ شیر سنگھ اور پریم لال ڈاگر
لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶ - ۱۰ بنگالی گیت

۷ - ۳۰ بھجن
۷ - ۴۵ پرتی بمب
۹ - ۱۵ بچوں کیلئے
۱۰ - ۰۰ برج بھوشن کابرہ ، گٹار
۱۱ - ۰۰ سمتی متاگر ، گائن

دوپہر

۱۲ - ۳۰ عورتوں کیلئے

۲ - ۳۰ اکبر علی ، لوک گیت
۵ - ۰۵ پنجابی گیت
۵ - ۱۵ سریندر سنگھ پردیسی ، لوک گیت

شام

۷ - ۴۵ جاگرت
۱۰ - ۰۰ غلام مصطفےٰ خاں ، گائن

۶ - ۳۰ کرشی جگت
۷ - ۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند

۹ - ۰۰ آج اتوار ہے
۹ - ۳۰ سور لہری ، سمن کلیانپور
۹ - ۱۶ ایک فلم سے
۱۰ - ۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۰ ، شام ۵ - ۴۵
ویدسیٹھی ، سگم سنگیت
۷ - ۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷ - ۳۰ درگا پرشاد ، طبلہ
۸ - ۲۰ ، دوپہر ۲ - ۲۰
پورن ناتھ و ساتھی اور
بدھیان سنگھ ، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ ملے جلے گانے
۱ - ۰۰ ورندگان
۱ - ۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶ - ۰۰ ڈوگری گیت
۶ - ۳۰ کرشی جگت
۷ - ۰۰ گرامین سنسار
۸ - ۰۰ انگریزی تقریر
۸ - ۳۰ جگموہن ، گیت ، غزل
۹ - ۱۶ ایک فلم سے ایک ہی بھوں
۱۰ - ۰۰ امجد علی خاں ، کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح

۷ - ۱۰ ، شام ۵ - ۴۵
جگل بہار دواج اور
ہریش سچدیوا ، سگم سنگیت
۷ - ۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷ - ۳۰ ستیش چی شرکھانڈے ، کلاسیکی موسیقی
۸ - ۲۱ ، دوپہر ۲ - ۲۰
شانتی دیوی ، نرمل اور ارچنا شرما
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱ - ۰۰ ورندگان

۱۰-۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووانسار

میری پسند

۶-۱ گجراتی گیت

۶-۳ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

سنگمت

۸-۰۰ کلام شاعر (پنجابی)

۹-۱۶ ایک فلم سے 'ایک دوجے کیلئے'

۹-۳۰ ہندی میں مباحثہ

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ طلعت محمود : غزلیں

۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پروین سلطانہ : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰ چیتن پرکاش و ساتھی اور کنکتا ڈانگی و سکھیاں : لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کسترنیں

۱-۳۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ راجیش کمار اور تاراوتی دیپا و سکھیاں، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

۶-۱۰ ننھے منے : گیت، کہانی

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

سوال جواب - لوک گیت

۸-۰۰ ہندی تقریر

۸-۳۰ سورلہری : معین الدین خاں

۹-۱۶ ایک فلم سے 'ایک پھول دو مالی'

۱۰-۰۰ پی۔ ایل۔ گووندکر : کلاسیکی موسیقی

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

مرغوب حسین : غزلیں

۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ چلتے چلتے

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰

ٹیک چند چوہان، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ایک رنگ

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووانسار

سرگم

۶-۱۰ ہماچلی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

بالکسا منڈلی : دیہی بچوں کیلئے

۸-۰۰ گھر آنگن

۸-۳۰ سیما شاہ : غزلیں

۹-۱۶ آپ کا خط ملا

۹-۳۰ کھیل پتریکا

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ مناڈے : گیت

۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ دیپا ماتھر اور ششی شرما و ساتھی لوک سنگیت

۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ سوہن پال ناتھ اور جگدیش چندر چوہان، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

۶-۱۰ کشمیری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ کھیل جگت

۸-۳۰ حبیب ولی محمد اور ماسٹر مدن، سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'ایک بار کہو'

۱۰-۰۰ کندن لال شرما : کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ اسلم صابری : سگم سنگیت

۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ اجیت سنگھ : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ گلاب سنگھ اور پیارے رام لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھر سنیئے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ اساتذہ کیلئے

۲-۲۰ راجبلا شرما اور سرکشا گروور لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

سوال و جواب

۶-۱۰ پنجابی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ لتا : غزلیں

۹-۱۶ ایک فلم سے 'فقیرا'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

رمیش چندر دتہ : سگم سنگیت

۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ وسنت راؤ دیش پانڈے : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ بال کنج

۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت

۱-۰۰ کھلا آکاش

۱-۳۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ جگو رام بالمیک اور منے کمل، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

خطوں کے جواب، نوجوانوں کی پسند

۶-۱۰ راجستھانی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

آپ کی پسند

۸-۰۰ آج اتوار ہے

۸-۳۰ سگم سنگیت

۹-۱۵ ایک فلم سے 'فرض'

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۵ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ دیپک بھٹاچاریہ : سگم سنگیت

۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ منے کمار : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱، دوپہر ۲-۲۰

لکشمن سنگھ اور ستنارائن وششٹ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووانسار (انگریزی)

۶-۱۰ برج کے گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۲۵ سنیتا واجپائی، سگم سنگیت

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۸-۳۰ سورلہری

اقبال احمد صدیقی : غزلیں

۹-۱۵ ایک فلم سے 'فرار'

منگل ۲۶ اکتوبر

صبح

۷-۱۰، شام ۷-۴۵

منجوشری بنرجی : سگم سنگیت

۷-۲۵ مہندرگڑھ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر : کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ شمشیر سنگھ آریہ اور جھمن لال ملک، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ ورندگان

۱-۳۰ طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ یووانسار

میری پسند
۶-۱۰ مارواڑی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ
۸-۰۰ کلام شاعر
۸-۳۰ سورلہری ، غلام علی
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ففتی ففتی'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
منو بتیرہ ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۰۰
پنا لال سولنکی ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ ، دوپہر ۲-۲۰
بلوان سنگھ راٹھی اور
منپھول میر ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کستوریں
۱-۴۰ طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے ، گیت ، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ سورلہری ، اے بری ہرن
۹-۱۶ ایک فلم سے 'فرشتہ یا قاتل'

جمعرات ۲۸ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
رما کانت شرما ، سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۱ منشی رام اور رتن کمار
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۱۰ پیارے لال راہی ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ اتر پردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی ، دیہی بچوں کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۲۰ سورلہری
۹-۱۶ آپ کا خط ملا

جمعہ ۲۹ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
سرشن جی شرما کپلانے ، سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ این۔ وی۔ پٹوردھن ،
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ جیانند اور رامیشور کوشک
لوک سنگیت
۹-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ ہزاری لال اور رام پاتی وساتھی
لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ مالوی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ وکاس کلب
۸-۳۰ سورلہری ، راجکمار
۹-۱۵ ایک فلم سے 'فوجی'
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
جیوتی چودھری ، سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ پربھا آریہ ، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ سنیتا گریوال اور سنتوش شاردا و
ساتھی ، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ پھر بیتے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
۲-۲۰ پریت سنگھ و ساتھی اور
سنتوش شاردا و ساتھی ، لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سوال جواب
۶-۱۰ گجراتی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ سورلہری ، مندنا واجپئی
۹-۱۶ ایک فلم سے 'گیت گاتا چل'

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
شیام بھتیجہ ، سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ ایوب خاں اور ابھے رام وساتھی
لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ بنگالی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپکی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سورلہری ، ہیمنت کمار
۹-۱۶ ایک فلم سے 'گونج اٹھی شہنائی'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بقیہ:- اردو سروس

رات
۸-۱۵ آہنگ نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل
بیگم اختر ، جلیس مانک پوری کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر و پس منظر
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بیگم اختر پر خصوصی پروگرام

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
شانتی ہیرانند ، مجاز لکھنوی
اور جگر مرادآبادی کا کلام
مہدی حسن ، غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت
دیا شنکر و ساتھی ، شہنائی پر
راگ اہیر بھیروں
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۰ آپکا خط ملا
۲-۳۰ رنگ محل

رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ اردو دنیا
۹-۳۰ گجرے کار
۱۰-۰۰ رنگارنگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
حسین بخش ، خیال راگیشری
دیا شنکر و ہمنوا ، شہنائی پر
راگ مارو بہاگ

شعلہ

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
شریمد بھگوت گیتا سے
کیشو شرما
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ گیت
۸-۲۱ علاقائی سنگیت
۸-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ رس دھارا

شام

۷-۰۵ اساتذہ کے لئے
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۷ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو
نیوز ریل
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

مراٹھی سنتوں کی وانی سے
اُشابند سے
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۰ لوک روچی سماچار
۹-۱۵ ان دنوں را
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی
پروگرام
۹-۳۰ مالنس گان
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
۱۲-۰۰ شیاما شکھر: ریڈیو پتریکا

دوپہر

۱۲-۳۰ بال گوپال
۲-۰۰ خواتین کے لئے
ونیتا منڈل

شام

۶-۵۰ دھن
۷-۰۵ سوپان: ریڈیو پتریکا
پروگرام

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو

رات

۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
۸-۳۵ وادیہ وند
۹-۱۶ من منتھن
۹-۳۰ گیت پہاڑ اور ہے
فرمائشی پہاڑی گیتوں کا
پروگرام

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
بھارتیہ درشن سے
بشو ام شرما
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ جیون جیوتی: نوشاد علی
تحریر: آنوپ مہاجن
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ساہتیہ ویلا: ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے

رات

۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۹-۱۷ وشو منچ سے
۹-۳۰ نیشنل پروگرام
ہندی تقریر
۹-۰۵ سگم سنگیت

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
بھارتیہ درشن سے
۷-۰۱ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ سنگیت
خاندان کی بہبودی پر مبنی
گیت
۷-۵۵ سمئے کی بات
۸-۲۱ رات ۸-۱۵ اور ۸-۴۵-۹
سگم سنگیت
۸-۳۵ سیاحوں کے لئے
۹-۰۵ راگ چھایا

شام

۸-۲۵ سبھ رس
۹-۱۷ شکشا سنسار
۹-۳۰ نیشنل پروگرام

انگریزی تقریر

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
قرآن سے
تحریر: صابر حسن صابر
۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۳۰ جیون جیوتی
راج رشی پرشوتم داس
ٹنڈن
تحریر: ڈاکٹر رمیش پانڈے
۸-۲۱ ٹھمری، دادرا
۸-۳۵ ا بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

رات

۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ وند
۹-۱۷ گھر آنگن
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۰۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گیت

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
سوامی وویکانند جی کے
خیالات: بھارت میں
ایشور بار
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۳۰ امی ماس کا گیت
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
ایک کلاکار

شام

۵-۳۰ یووا وانی
میری پسند کے گیت

رات

۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ خاندان کی بہبودی پر مبنی
بھینٹ وارتاؤں کا پروگرام
۸-۳۰ بھکتی سنگیت
۹-۱۷ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ علاقائی سنگیت کا

ہفتہ ۳۰ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
پنڈت مدن موہن مالویہ
کے خیالات

۷-۱۰ ۹-۳۵

کلاسیکی موسیقی

۷-۴۰ گیت

۹-۲۱ علاقائی سنگیت

۹-۰۵ رس دھارا

رات

۹-۱۵ سگم سنگیت

۸-۲۵ فلمی سنگیت

۹-۱۷ ہم ورشن

ہندی میں علاقائی ریڈیو
نیوز ریل

کلاسیکی موسیقی

۷-۳۰ دیش گیت

۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش

۹-۱۰ لوک روچی سماچار

۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی
پروگرام

۹-۳۰ مانس گان

۹-۴۵ وگیان اور جیون

۱۰-۰۰ یوواوانی

۱۱-۰۰ ڈرامہ
خاندان کی بہبودی پر مبنی

۱۲-۰۰ شیل شکھر: ریڈیو پتریکا

دوپہر

۱۲-۳۰ بال گوپال

۳-۰۰ خواتین کے لئے
ونیتا منڈل

رات

۸-۱۵ سماچار درشن

۹-۱۷ تقریر

۹-۳۰ گیت پہاڑا رے
فرمائشی پہاڑی گانوں کا
پروگرام

اتوار ۳۱ اکتوبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
مہارشی رمن کے خیالات

۷-۱۰، رات ۸-۲۵

اودے پور

اودے پور: ۲۶۶٫۷ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۲۵ بھگتی سنگیت

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۱۰ کھیتی باڑی

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ سنگیت سریتا

۷-۴۰ فلمی سنگیت

۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)

۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)

۱-۵۰ لوک سنگیت

۵-۰۵ یوواوانی

۶-۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال

۷-۳۰ کرشکوں کے لیے

۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)

۸-۲۵ فلمی گیت

جے پور، اجمیر

جے پور الف ۲۰۲٫۱ میٹر ۱۴۷۶ — جے پور ب ۲۲۶٫۲ میٹر ۱۳۲۶ کلو ہرٹز — اجمیر ۳۹۷٫۵ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۱-۰۰-۲-۰۵ شام ۵-۰۶ رات ۸-۴۵ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۵-۱۰ بجے)

انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰-۲-۰۰ شام ۹-۰۰ رات ۹-۰۰ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱-۰۰)

صوبائی: ہندی صبح ۹-۰۵ شام ۵-۰۰ (راجستھانی) شام ۷-۱۵

سندھی: صبح ۸-۴۰، شام ۶-۱۵ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰ سماچار پتر (ہندی) صبح ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۰۳ منگل دھونی (وندے ماترم)

۶-۳۵ ...

۷-۰۵ روپ ریکھا اور موسم

۷-۱۰ کرساں ری بات (روزانہ)

۷-۲۰ امان پاٹھ

۷-۳۰ سامائکی

۸-۰۵ رس دھارا (سوائے اتوار)

سور گنگا (اتوار)

۱-۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)

(ہفتہ ۱-۵ اور اتوار ۱۰-۱۰-۳)

دوپہر

۱-۵۰ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)

۲-۰۱ اختتام

شام

۵-۰۵ یوواوانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)

۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ (ضلع) جھنجھنو

۶-۲۵

۷-۳۰ کرشکوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۱۰-۰۰ اختتام (منگل، جمعرات، جمعہ)

۱۱-۰۱ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات (روزانہ)

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۳۰ لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ ایس ایس پانڈے
بانسری پر شدھ سارنگ

۱-۵۰ کرشی لوک: موسم (روزانہ)

شام

۵-۰۵ یوواوانی (روزانہ)

۶-۳۰ میلیاں ری باڑی

رات

۷-۲۰ کرشکوں کے لیے
پروگرام (روزانہ)

۸-۰۰ کہکشاں
اردو ادبی پروگرام

۹-۱۶ کھلا آکاش

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ دیش بھگتی گان

۷-۳۰ نیرا شرما: ستار پر راگ بھٹیار

۹-۱۵ منگل: بچوں کے لیے پروگرام

۱۰-۰۰ سندھی پروگرام
جشن دیا نند سرسوتی: تقریر

ازسن سد آچاریہ بھگوان دیو

سنگیت روپک

آئی دیوالی

تحریر: گوردھن بھارتی

سنگیت: سی۔ ارجن

دوپہر

۱۲-۰۰ میلا جگت پروگرام

۱۲-۳۰ جھلکی

۱۲-۴۵ پتر ملا

۱-۱۰ آپ کی فرمائش: موسم

۲-۲۰ پریڑاں
وششیش پروگرام

شام

۶-۲۵ راجستھانی گیتوں کا
فرمائشی پروگرام

رات

۸-۰۰ انگریزی میں تقریر

۹-۱۶ ان سے بھی ملیے
بھینٹ وارتاؤں کا پروگرام

۹-۳۰ رم جھر
راجستھانی پتریکا پروگرام
لوک ساہتیہ میں دیوالی
راجستھانی وارتا
راجستھانی کویتا پاٹھ
ریکھا چتر

۱۰-۳۰ نیرا شرما

جودھپور

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۹-۰۰ راجستھانی بھکتی گیت
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۰۰ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل جمعرات
اتوار) فلمی گیت
۱-۰۰ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۵-۰۵ یووا وانی
یووا ترنگ اور ودیارتھی پروگرام
(منگل اور بدھ)
۵-۳۰ نوترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)

۶-۲۵ آس پاس (اتوار)
نیوجنی سوچنائیں (پیر و جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
ست ردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)
سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۷-۳۰ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے دیہاتی پروگرام
۸-۲۵ ایک کلاکار
۹-۰۰ تقریر: ہندی انگریزی
(منگل، جمعرات)
ملے جلے گانے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۱۰-۰۰ بھجن گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

ستار پر راگ جے جے ونتی

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ لیلاوتی اڑسولے
خیال بنگال بھیرو
دوپہر
۱۲-۳۰ اندر دھنش: ملے جلے گانے
۱-۳۰ شاستریہ سنگیت
شام
۶-۳۰ ادھیوگ جگت
ادھیوگک شرمکوں کے لیے
پروگرام
رات
۸-۰۰ راجستھلی
راجستھانی میں پروگرام
۸-۲۵ نرجھری
۹-۱۶ سماچار ترنگ
پرادیشک ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۰۰ سوموار یہ راتریکالین
سنگیت سبھا
لیلاوتی اڑسولے
خیال سوہا سدھرائی

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
دوپہر
۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی
گرامین مہیلاؤں کے لیے پروگرام
شام
۶-۲۵ سگم سنگیت
۶-۴۵ وودھا
۷-۱۵ ضلع کی چھٹی
۸-۰۰ کویتا پاٹھ: ڈاکٹر ہریش
کہانی
۹-۳۰ سندھی پروگرام
تنہا جی فرمائش
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
کومدی منشی
سگم شاستریہ سنگیت (بمبئی)

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۱۰ راجستھلی
جے مہاری عمر برس، چھوٹی ہو جاوے
راجستھانی میں تقریر
دوپہر
۱-۳۰ شاستریہ سنگیت
شام
۵-۵۵ ونکار سوچنائیں
۶-۳۰ سندھی پروگرام
نئی روشنی نو وچار
(یوواؤں کے لیے)
مہان سنت کوی میرا
از ایم۔ ڈی آبھیہ چندانی
سموہ گان
رات
۸-۰۰ سوا ستھیہ چرچا
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح
۷-۵۰ دیو وانی
۸-۲۱ بھارتیہ بھاشائیں
اور ان کی ساہتیک پرمپرا: گجراتی
ہندی تقریر
۹-۱۰ لوک گیت
دوپہر
۱-۱۰ مہیلا جگت پروگرام
۲-۳۰ راجستھانی میں لوک چاؤ کے
ساپتاہک سماچار
شام
۶-۳۵ نرمان کے سور
۶-۵۰ سگم سنگیت
رات
۸-۰۰ راجستھلی
ویر رس کاویہ میں پرانا آرش
نوی ڈھال میں
راجستھانی تقریر
۹-۱۶ کھلا آکاش
۱۰-۳۰ آر۔ ایم گمنسل گاؤکر
خیال نارائنی

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا
ریڈیو کے پروچنوں پر مبنی پروگرام
۸-۳۰ کاویہ کنج
ہندی کاویہ رچنا کا سسور پاٹھ
دوپہر
۱-۳۰ شاستریہ سنگیت
شام
۶-۲۵ مرو وانی
راجستھانی کویتا پاٹھ
۶-۳۵ رویندر رائے: خیال شری
رات
۸-۰۰ سنگیت راشٹر
اور ان کے ہنت کاری کاریہ
ہندی تقریر: انام جیتلی
۹-۳۰ راجستھانی کوی گوشٹھی
۱۰-۰۰ راجستھانی گیتوں کا فرمائشی
پروگرام
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت
رویندر رائے: خیال کیدار

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح
۸-۲۱ ہندی تقریر
۸-۳۰ لوک گیت
۸-۵۰ سگم سنگیت
دوپہر
۱-۳۰ دیویندر مشرا
ستار پر راگ گوڑ سارنگ
شام
۶-۳۰ بال گوپین
گرامین بچوں کے لیے راجستھانی
میں پروگرام
رات
۸-۰۰ گلستاں
اردو کا ادبی پروگرام
۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
پنڈت جسراج: گائن
ساتھی فنکار: گریش
طبلہ پر سنگت
مہا پرکاش مشرا
ہارمونیم پر سنگت
اپا جلگاؤنکر

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح ۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

اتوار ۳۱ اکتوبر

گرامین بھیاؤں کے لیے پروگرام

رات

۸-۰۰ کہکشاں
اردو کا ادبی پروگرام
۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
شیخ چنا مولا اور ساتھی
ناگا سورم وادن
تول پر سنگت
و بلنگائی من اے، شان موگسندرم

صبح

۷-۱۰ دیشر بھگتی گان
۷-۳۰ شاستریہ گائن
۸-۲۱ سُگم سنگیت
۹-۱۵ مکل: بچوں کے لیے پروگرام
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
برج بھوشن لال کابرا: گٹار وادن
طبلہ پر سنگت: تلک گھوش
ممتی منا لکر: گائن
سارنگی پر سنگت: اندر لال
پکھاوج پر سنگت
راجہ چھترپتی سنگھ
۱۲-۰۰ نیلا جنگت پروگرام
۱۲-۳۰ جھلکی
۲-۴۰ پربراں
راجستھانی گیتوں کا فرمائشی پروگرام

رات

۸-۰۰ انگریزی تقریر
۹-۱۶ ن سے بھی ملیے
بعینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
غلام مصطفیٰ خاں: گائن
سارنگی پر سنگت: شبیر حسین
طبلہ پر سنگت: شریف احمد
ہارمونیم پر سنگت: منشور حسین

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

ہفتہ ۱۶ اکتوبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۰۰
ارملا نائیر: سگم سنگیت

۸-۲۰ عبداللطیف خاں: خیال

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا
کاویہ پاٹھ: یشپال سنگھ

۲-۲۰ چندرکلا سونی
لوک گیت

شام

۹-۲۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۷ اکتوبر

صبح

۱۰-۲۰ ناٹکوں کا نیشنل پروگرام

دوپہر

۱-۴۰ راگ داری
جی-این دنتالے: خیال

۲-۲۰ کرن شرما
لوک گیت

پیر ۱۸ اکتوبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
مالتی لتا مالوی اور سہیلیاں
لوک گیت

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر

۱۰-۰۰ شاردا پرساد بھٹ
سرود پریمن

۱۰-۳۰ ستیام رام تیواری
دھمار: سیاں ملہار

منگل ۱۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ
داڑھ کا درد
تقریر: جہانقدر چغتائی
مزاحیہ کلام: دیکھی سنی
(ریڈیو کارٹون)

دوپہر

۱-۲۰ کاویہ دھارا
سنت مشر انوپ

۱-۳۰ اوشا سیٹھ: سگم سنگیت

۲-۳۰ سنگیتا دوبے
لوک گیت

شام

۸-۱۵ کتابوں پر تبصرہ
از نربدا پرساد ترپاٹھی

۹-۳۰ نیشنل پروگرام
انگریزی تقریر

۹-۴۵ بھولے بسرے گیت

بدھ ۲۰ اکتوبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰
سگم سنگیت

۸-۳۰ سجن لال برم بھٹ
خیال

رات

۸-۰۰ ساہتکی
کاویہ پاٹھ: ولود نگم

۸-۱۵، ۸-۳۰
چتر پٹ سنگیت

۱۰-۰۰ است کمار سرجی
ستار

۱-۳۰ سجن لال برم بھٹ
خیال

جمعرات ۲۱ اکتوبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰
شانتی ہیرانند
سگم سنگیت

۸-۳۰، رات ۱۰-۰۰
رام داس منگرے: خیال

رات

۸-۰۰ مدھیہ پردیش میں پراچین
استھل مانڈو
ہندی تقریر
بال کرشن پنجابی

۹-۳ اسپورٹس میگزین کا
نیشنل پروگرام

جمعہ ۲۲ اکتوبر

صبح

۸-۲۰، دوپہر ۱-۳۰
کے مہابیر: سگم سنگیت

۸-۳۰ سمر بشن چودھری
خیال

دوپہر

۲-۳۰ سروج راجاوت
لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام
کہکشاں
ادبی میگزین "افسانہ" از
کوثر جہاں
نئی نظم: شاعر اور زندگی
شعر و نغمہ

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: فیچر
(انگریزی)

۱۰-۰۰ سمر بشن چودھری: خیال
طبلہ پر سنگت
رام سروپ رتونیا

۱۰-۳۰ عبدالحلیم جعفر خاں
ستار وادن

ہفتہ ۲۳ اکتوبر

صبح

۸-۲۰ ارون داتے
سگم سنگیت

۸-۳۰ روبیندر گروور

دوپہر

۱-۲۰ نئی رچنا
کاویہ پاٹھ: پشپندر ورما

۲-۳۰ شمبھو سنگھ چوہان
لوک گیت

رات

۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۴ اکتوبر

صبح

۱۰-۲ نصیر ظہیر الدین ڈاگر
نصیر فیاض الدین ڈاگر
یگل بندی: دھروپد اور
دھمار

دوپہر

۱-۴۰ راگ داری
ڈاگر بندھو: دھروپد

۲-۳۰ منی شنکر: لوک گیت

رات

۸-۱۵ انگریزی میں تقریر

۸-۳۰ ایشیاڈ-۸۲ (ہندی)

۹-۳۰ 'ایسا ہی کبھی ہوگا'
ناٹک: جیوتی دکشت
پیشکش: کماری کملا سکسینہ

پیر ۲۵ اکتوبر

صبح

۸-۲۰ آسا سنگھ مستانہ
سگم سنگیت

۸-۳۰، رات ۱۰-۳۰
اے۔ کانن: خیال

دوپہر

۲-۳۰ گنیش پرساد کشواہا اور
ساتھی: لوک گیت

رات

۸-۱۵ ایشیاڈ نیوز ریل

۸-۳۰ چتر پٹ سنگیت

۹-۳۰ ناٹکوں کا نیشنل پروگرام

دوردرشن بمبئی

بمبئی چینل: ۴ تصویر ۲۵ء ۶۲ میگھا ہرٹز بینڈ: ۱ آواز ۵ء ۶۷ میگھا ہرٹز
پونہ چینل: ۵ تصویر ۲۵ء ۱۷۵ میگھا ہرٹز بینڈ: ۳ آواز ۵ء ۱۸۵ میگھا ہرٹز

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۳۰-۷ مراٹھی میں خبریں
۳۰-۹ نیشنل پروگرام (دلی دوردرشن سے براہ راست ریلے) ۴۵-۱۰ کل کے پروگرام ۴۷-۱۰ اختتام

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

صبح ...۹ انگریزی میں سلسلے وار فلم ۳۰-۹ پرتیبھا آنی پرتیما ۳۰-۱۰ ساپتاہکی: ہفتے بھر کے پروگرام کی ہندی میں جھلک ۵-۱۱ اختتام
شام ...۵ اور ۴۰-۷ ہندی میں فیچر فلم
...۱۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ

پیر

صبح ۴۰-۱۰ سے ...۱۱ اور ...۲ سے ۲۰-۲ تک
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) پانچویں جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق
شام ...۶ کلبل (مراٹھی میں بچوں کا پروگرام)
۱۰-۷ آمچی ماتی آمچی مانس ۴۰-۷ دنین دن وگیان / دستاویزی فلم ...۸ یووا درشن (گجراتی / ہندی)
...۱۰ اسنچیتہ: ہندی میں ادبی میگزین / رنگ درشن

منگل

شام ۴۰-۶ ونن وار / گھیر بیٹھاں ...۷ فلم
۱۰-۷ کامگار وشو ۴۰-۷ گیان دیپ ...۸ سائنس رپورٹ / ونبر لیشنز ...۱۰ چھایا گیت

بدھ

صبح ۴۰-۱۰ سے ...۱۱ اور دوپہر ...۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (طلبا کے لیے، چھٹی جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق
شام ۳۰-۶ کھیل کھلونے (ہندی میں بچوں کا پروگرام) / میجک لیمپ (انگریزی میں بچوں کا پروگرام) ۱۰-۷
آمچی ماتی آمچی مانس ۴۰-۷ آئینہ خانہ / ورہاڈی مانس ...۸ یووا درشن (مراٹھی) ...۱۰ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن

جمعرات

شام ۳۰-۶ سندر ماژے گھر ۱۰-۷ کامگار وشو
۴۰-۷ کورٹ کچہری پائیری / پریوزن: ایک چنوتی ...۸ امرت منتھن / واٹس دی گڈ ورڈ؟ ...۱۰ ڈرامہ (گجراتی / مراٹھی)

جمعہ

صبح ۴۰-۱۰ سے ...۱۱ اور دوپہر ...۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) آٹھویں جماعت کے لیے
سائنس کا سبق
شام ۳۰-۶ سنتا ککڑی: گجراتی میں بچوں کا پروگرام
۱۰-۷ آمچی ماتی آمچی مانس ۴۰-۷ گیان دیپ
...۸ ان دی فیلڈ، آف دی فیلڈ / چکر ویوہ
...۱۰ چھایا گیت ۴۰-۱۰ خصوصی اعلان

ہفتہ

صبح ۴۰-۱۰ سے ...۱۱ اور دوپہر ...۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (اسکولوں کے لیے)
استاداں کے لیے پروگرام
شام ...۵ اور ۴۰-۷ مراٹھی میں فیچر فلم / رنگارنگ پروگرام
...۱۰ چندریری جگ / انگریزی فلم

دوردرشن سرینگر

بینڈ ۲۵۱ء ۶۲ میگھا ہرٹز (تصویر) چینل ۵۴ء ۶۷ میگھا ہرٹز (آواز)

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۳۰-۷ کشمیری میں خبریں ۲۰-۸ پروگراموں کی تفصیل
۳۰-۸ نیشنل پروگرام (دہلی سے براہ راست ٹیلی کاسٹ)
...۱۰ اردو میں خبریں

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

صبح ۳۰-۱۰ 'بامن' بچوں کے لیے کشمیری میں پروگرام
...۱۱ کشمیری سلسلہ وار فیچر ۲۰-۱۱ کشمیری موسیقی
۴۰-۱۱ سلسلہ وار اردو ڈرامہ ...۱۲ یونیورسٹی کے لیے
شام ...۶ اور ۴۰-۷ فیچر فلم ۵-۱۰ روزگار بلیٹن
۱۵-۱۰ موسیقی

پیر

صبح ...۱۱ تعلیمی پروگرام
شام ...۷ 'بتزات' (دیہاتی بھائیوں کے لیے پروگرام)
۴۰-۷ ٹی وی این ایف ۵۵-۷ نقش و نغمہ ...۱۰ انٹرویو
۳۰-۱۰ 'نئے چراغ' اردو میں نوجوانوں کے لیے پروگرام

منگل

شام ...۷ 'بتزات' ۴۰-۷ گھرانوں کے لیے ۱۰-۸ آپ کی ڈاک ۵-۱۰ ہیلتھ میگزین (کشمیری)
۳۵-۱۰ دوسرے کیندروں سے

بدھ

شام ...۷ 'بتزات' دیہاتی بھائیوں کے لیے ۴۰-۷ ڈوگری پروگرام ۵۵-۷ کشمیری موسیقی ۵-۸ کشمیری سلسلہ وار فیچر ۵-۱۰ سلسلہ وار انگریزی فلم
۳۰-۱۰ کشمیری ادبی میگزین پروگرام

جمعرات

شام ...۷ (بتزات) دیہاتی بھائیوں کا پروگرام
۴۰-۷ سائنس پروگرام ۵۵-۷ نقش و نغمہ ۵-۱۰ کرنٹ افیئرز (حالات حاضرہ) ۳۵-۱۰ صوفی سنتوں کے بارے میں

جمعہ

شام ...۷ گوجروں کے لیے ۴۰-۷ موسیقی ...۸ ترقیاتی پروگرام ۵-۱۰ ڈرامہ

ہفتہ

شام ...۷ شگوفے: بچوں کے لیے اردو میں پروگرام
۴۰-۷ کشمیری موسیقی ۵۵-۷ دیہات کے بارے میں
۵-۸ اردو سلسلہ وار ڈرامہ ۵-۱۰ کھیل اور کھلاڑی
۳۵-۱۰ فیملی ویلفیئر پروگرام

MGIPLP(PBD)- 125/AIR/ND/82 - 3,000

شری آنند نرائن ملاّ — (بائیں)
کے ساتھ رفعت سروش پروڈیوسر اردو مجلس (دہلی)
انٹرویو کرتے ہوئے —

پروفیسر دھون کے ساتھ
شلیندر شنکر، ڈائریکٹر جنرل دوردرشن اور
گوپال سکسینہ، ڈائریکٹر اپ گرہ دوردرشن کیندر دہلی
دوردرشن پروگراموں سے متعلق بات چیت کرتے ہوئے۔

شریمتی امرتا پریتم —
نامور ادیبہ اور گیان پیٹھ ایوارڈ یافتہ
کے ساتھ ایس ایس بھٹنا
آکاشوانی جالندھر کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے۔

افرحسین اودے پوری —
نوجوان پیسر، نیشنل اسکول آف ڈرامہ دہلی کے طالب علم
جن کے ساتھ مانک آریہ کا انٹرویو آکاشوانی اودے پور کے یووانی پروگرام میں نشر کیا گیا۔

شری جی۔ آر۔ عارف
نامور صحافی اور ایک مقامی روزنامے کے ایڈیٹر
جن کے ساتھ ڈاکٹر سی آر اترے (بائیں) کا انٹرویو دوردرشن سرینگر سے ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔

تیج کمار — منشی نول کشور کے پڑپوتے
آپ کے ساتھ خلیق انجم (دائیں) کا انٹرویو گذشتہ دنوں اردو سروس کے روبرو پروگرام میں نشر کیا گیا۔
شری بلرام جاکھڑ — اسپیکر لوک سبھا
پانڈیچری میں منعقد خواتین کے مشاعرے میں سامعین کو خطاب کرتے ہوئے۔ اس مشاعرے کی ریکارڈنگ آکاشوانی پانڈیچری سے نشر کی گئی۔

گذشتہ دنوں ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر گوجری مشاعرے کے شرکا۔
(دائیں سے) نسیم پونچھی، قیصر الدین، اسرائیل اثر، اقبال عظیم، عبدالغنی عارف، غلام حسن ضیا اور اے کے مہراب۔
سورت سنگھ زخمی —
ریڈیو کشمیر سرینگر کی جانب سے منعقد علاقائی موسیقی کی محفل میں گوجری گیت پیش کرتے ہوئے۔

لوانی — سانگ اینڈ ڈرامہ
ڈویژن کی فنکارہ
سانگلی میں منعقد ایک کلچرل شو میں اپنے فن کا
مظاہرہ کرتے ہوئے۔
رمیش تلوار — فلم پروڈیوسر ڈائریکٹر
آل انڈیا ریڈیو کی وودھ بھارتی سروس
سے خصوصی جے مالا
پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

Published by the Director General, All India Radio, at the office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, (Second Floor) PTI Building Sansad Marg New Delhi 110001
Printed by the Manager, Government of India Photolitho Press Faridabad.

آہنگ

اس بار بھوپال سے غزلیں

کتنے احسانات انسانوں پہ کرجاتی ہے رات
زندگی کے خواب دے کر روز مر جاتی ہے رات

[illegible] کے واسطے رشکِ سحر ہے دوستو
وقت نے مارا ہے جن کو ان کے گھر جاتی ہے رات

لوگ کہتے ہیں جسے شبنم مگر ایسا نہیں
اشک بن کر پتہ پتہ پر بکھر جاتی ہے رات

لمحہ لمحہ کرب کی لو پر سلگتا ہوں کبھی
آنکھوں آنکھوں میں مری اکثر گزر جاتی ہے رات

میری پلکوں پہ سجا کر میرے ماضی کے چراغ
کتنے چہروں کو مرے نزدیک کر جاتی ہے رات

جب گزر جاتا ہے حد سے شدتِ احساسِ غم
ماں کا ہاتھ میرے سر پہ دھر جاتی ہے رات

اک سمجھئے صحرا سے اک سمجھئے صحرا تک
یہ سفر کیا ہم نے کوفہ سے [illegible] تک

کس سے جاکے ملوں کس کے در پہ دستک دوں
دشمنوں کی بستی ہے، گھر سے گھر کا رشتہ تک

دل کی خیریت پوچھے کس کے روبرو جاکر
زخم زخم بکھرا ہے ان دنوں تمنا تک

اس کے پاس بیٹھا ہوں اس کو یاد کرتا ہوں
کس قدر بدل ڈالا وقت نے وہ چہرہ تک

تو بکھر گیا اس پر اس قدر تعجب کیوں
آج کی صدی میں تو ٹوٹتا ہے ذرہ تک

جانے کس کا قاتل ہوں کیسی بددعا ہے یہ
میرے ساتھ چل چل کر تھک گیا ہے رستہ تک

آپ کا مقدر ہے تشنگی نجیب اختر
یوں تو گھر کی چوکھٹ کو چھو رہی ہے گنگا تک

جانے کیوں آج مرا ذہن تھکا جاتا ہے
یہ پرندہ تو افق پار چلا جاتا ہے

نسل در نسل یونہی زخم ملا کرتے ہیں
دل کے رشتوں کے لیے کرب سہا جاتا ہے

تری آمد کا نشاں تیرے بدن کی خوشبو
ایک نشہ سا ہواؤں میں گھلا جاتا ہے

دل کی رگ رگ میں سلگ اٹھتا ہے خواہش کا لہو
اور نظروں سے کوئی دور ہوا جاتا ہے

ڈوب جائے نہ کہیں کشتیِ جاں آنکھوں میں
اُس کا چہرہ مرے چہرے پہ جھکا جاتا ہے

پتیاں دھوپ کی ہاتھوں میں سمیٹے سورج
منظرِ شام پہ اک دھند گرا جاتا ہے

خوش نما تتلیاں کاوش نہ پکڑ مان بھی جا
رنگ اُن کا ترے ہاتھوں سے چھٹا جاتا ہے

کہا فقیہہِ شہر نے عذاب ایک اور ہے
سراب ایک طے ہوا سراب ایک اور ہے

حقیقتوں کی جستجو میں سلسلہ یہی ملا
ہر اک نقاب پر لگی، نقاب ایک اور ہے

زمانے تجھ سے بارہا اجل ہے میرے واسطے
سوال سے نہ باز آ جواب ایک اور ہے

ملے گا کھل کے ایک دن وہ بندگانِ عشق سے
تکلفات اُٹھ چکے حجاب ایک اور ہے

چمن میں موسم خزاں، یہ پھول آخری نہیں
ہمارے لان پر کھلا، گلاب ایک اور ہے

نیاز جس کو پڑھ کے دل دھڑک اُٹھا کتاب وہ
کتابِ داستاں نہیں، کتاب ایک اور ہے

ریڈیو سنگیت سمیلن ۱۹۸۲ کے نشریات

گذشتہ سے پیوستہ

پیر یکم نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰ تک

برہما لکشمی سنتھانم   گائن
وی وی روی   وائلن
ٹی کی نربندرن   مردنگم
سنتو پلی کرشنا مورتی   گھٹم

(۱۰ اکتوبر کو بمبئی میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۲ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

شیو کمار شرما   سنتور
پربھودت باجپائی   طبلہ

(۱۰ اکتوبر کو الہ آباد میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۳ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

ایم ایس گوپال کرشنن   وائلن
نرمدا گوپال کرشنن   وائلن سنگت
ٹی وی گوپالا کرشنن   مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۴ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

پروین سلطانہ   گائن
نظام الدین خاں   طبلہ
محمود دھولپوری   ہارمونیم

(۱۰ اکتوبر کو دھارواڑ میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۵ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

ایم وینکٹیشا چار   گائن
اے ایس راما کرشنا   وائلن
ٹی وی بھدرا چار   مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو حیدرآباد میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۶ نومبر

رات ۹٫۳۰ سے ۱۱٫۰۰

اسد علی خاں   بین
گوپال داس   پکھاوج

(۱۰ اکتوبر کو مدراس میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۷ نومبر

صبح ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

کمار مکرجی   گائن

مہیش پرساد مشرا   سارنگی
سنیال بوس   طبلہ
وشوناتھ مور   ہارمونیم

صبح ۱۱٫۰۰ سے دوپہر ۱۲٫۰۰

اوما شنکر مشرا   ستار
افضال خاں   طبلہ

(۱۰ اکتوبر کو احمد آباد میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

امن رمن   بانسری
آر تیاگ راجن   بانسری سنگت
ٹی این کرشنن   وائلن
یو کے رسوامی   مردنگم
ٹی ایچ ونائک رام   گھٹم

(۱۰ اکتوبر کو بمبئی میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۸ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

سنگھ بندھو   گائن
صابری خاں   سارنگی
فیاض خاں   طبلہ
اوم پرکاش   ہارمونیم

(۹ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۹ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

کے آر کیدارناتھن   گائن
ایم چندر شیکھرن   وائلن
کے آر منی   مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو میسور میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۱۰ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۳۰

این راجم   وائلن
صابر خاں   طبلہ

(۱۰ اکتوبر کو بنگلور میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۱۱ نومبر

رات ۱۰٫۳۰ سے ۱۱٫۳۰

ایم وی دورائے سوامی اینگر   وینا
بی بالا کرشنا   وینا سنگت
پالگھاٹ رگھو   مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو کالی کٹ میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۱۲ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

منی پرساد   گائن
سمپت لال   طبلہ
دیپک کمار   ہارمونیم

(۱۰ اکتوبر کو گوہاٹی میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۱۳ نومبر

رات ۹٫۳۰ سے ۱۱٫۰۰

ایم بالا مرلی کرشنا   گائن
اما اور پورنا سوامی   وائلن
تنجور اپیندرن   مردنگم

(۱۰ اکتوبر کو دہلی میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۱۴ نومبر

صبح ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

حفیظ اللہ خاں   سارنگی
پریم کمار   طبلہ

صبح ۱۱٫۰۰ سے دوپہر ۱۲٫۰۰

اوما ڈے   گائن
صغیر الدین خاں   سارنگی
سنجوئے مکھوپادھیائے   طبلہ
غلام باقر خاں   ہارمونیم

(۱۰ اکتوبر کو بھوپال میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

احمد رضا   وچتر وینا
سردار خاں   طبلہ

(۹ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۱۵ نومبر

رات ۱۰٫۰۰ سے ۱۱٫۰۰

ایس وی گنجو منی اور
این نیلا   بانسری
سی لکشمی نارائن   وائلن
منر گڈی ایسورن   مردنگم
این گووندا راجن   گھٹم

(۱۰ اکتوبر کو میسور میں منعقدہ محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

فنکاروں کی تصاویر پشت کے صفحے پر

سنگیت سمیلن کے فنکار

ایم وینکٹیشاچا ۔ پروین سلطانہ ۔ ایم ایس گوپال کرشنن ۔ سنتوکمار شرما ۔ حبالکشمی ستھام

سنگھ بندھو ۔ اوما شنکر مشرا ۔ کمار مکرجی ۔ امجد علی خاں

ایم وی دورائے سوامی ائینگر ۔ منی پرساد ۔ ایس راجم ۔ کے آر کیدارہ ناتھن ۔ این رمنی

ایس وی کنجومنی اور این. نیلا ۔ احمد رضا ۔ اوما ڈے ۔ حفیظ اللہ خاں ۔ ایم بالامرلی کرشنا

		ٹیلی فون
پیف ایڈیٹر	جے بلی گوئل	۳۱۲۲۳۹
ایڈیٹر	سراج احمد	۳۹۲۲۵۴
معاون	ہرمہندر سنگھ وِج	
اسسٹنٹ بزنس منیجر	ڈی کے پوری	۳۹۲۲۵۱
تار کا پتہ	LISTENER	

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی — یکم نومبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۱۰ کارتک ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ ، شمارہ — ۲۱

اس شمارے میں

یوم اطفال اور پنڈت نہرو — — سید رضی الدین احمد — ۵
آج کا انسان اور سماجی کشمکش — مسعود حسین خاں — ۶
کشمیری زبان اور شعری سرمایہ — رشید نازکی — ۹
ستارہ شناسی کے نتائج — ڈاکٹر شیام پرکاش — ۱۰
سیرا نیم بھارتی — — ڈاکٹر ... ملتان — ۱۱
اردو شاعری میں خواتین کا حصہ — رباب جعفری — ۱۴
تسلیم نسواں — — فرخندہ جمال — ۱۵
ہماری غذا اور امراض قلب — ضیاء الحسن خاں — ۱۶
شمع فروزاں — — — ظہیر احمد صدیقی — ۱۷
احساس مسرت — — — نرینہ رلوتھر — ۱۸
فریب — — — تیج بہادر — ۱۹
ممتا — — — بشیشر پردیپ — ۲۱
ایک منفی خاوت — — عبید قمر — ۲۴

منظومات — — — —
زاہدہ زیدی — — — ۶
ساغر سیالکوٹی — — — ۸
فہیم جلوری — — — ۱۱
حیم سامانی — — — ۱۵
راجندر ناتھ رہبر — — — ۲۰
عتیق حنفی — — — ۲۷
مسلم انصاری — — — ۲۹
شارق جمال — — — ۳۲
قمر سنبھلی — — — ۳۶

قیمت

فی پرچہ — — ۵۰ پیسے
سالانہ — — ۱۰ روپے
دو سال — — ۱۸ روپے
تین سال — — ۲۵ روپے

(اندرون ملک ، ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

یوم اطفال اور پنڈت جواہر لال نہرو

سید رضی الدین احمد

نہرو کا ذکر ہو اور ہنستے کھیلتے بچے نظروں کے سامنے نہ آئیں یہ ممکن ہی نہیں۔ آپ کی زندگی اور تہہ دار شخصیت ایک تہذیب تھی، ایک انجمن، ایک تعمیر اور ایک انقلاب۔ سیاست کے الجھاؤ اور قید و بند کی زندگی کے تیز و تند دھاروں نے بھی حرکت و عمل، انجمن آرائی اور جذبۂ تعمیر کو ڈوبنے نہ دیا۔ اس طور کوئی ہمہ گیر و ہمہ جہت زندگی شاید ہی کسی کے نصیب میں آئی ہو۔

پنڈت جواہر لال نہرو ۱۴ نومبر ۱۸۸۹ء میں ایک خوشحال اور تعلیم یافتہ رہنما پنڈت موتی لال نہرو کے گھر الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان گئے اور ۱۹۱۲ء میں وطن لوٹ آئے۔ ۱۹۱۶ء میں کملا نہرو سے شادی ہوئی اور اسی سال مہاتما گاندھی سے تعلق پیدا ہوا۔ سیاسی زندگی شروع ہوئی اور اس میں اتنا انہماک بڑھا کہ تحریک آزادی کے رہنماؤں کی صفِ اول میں آ گئے۔ آٹھ دس بار قید و بند کی زندگی گزارنی پڑی۔ ۱۹۲۱ء نومبر سے لے کر ۱۹۴۵ء تک مختلف جیلوں میں تقریباً ساڑھے دس سال مقید رہے۔ جیل کی زندگی نے بھی انھیں مایوس و خاموش نہیں رکھا۔ جسمانی و دماغی ورزش نے انھیں صحت مند اور باخبر رکھا۔ ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالیں اور درجنوں کتابیں لکھیں جو ملک و بیرون ملک مقبول ہوئیں۔ فرانسیسی و اردو زبانیں جیل ہی میں سیکھیں۔ ہر بار جیل سے نکلتے ہی تحریک آزادی میں تازگی اور توانائی لاتے رہے۔ احمد نگر قلعہ کی نظر بندی اور الموڑا جیل کی قید زنجیر کی آخری کڑیاں تھیں۔ بالآخر ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا۔ اور وہ ۵۹ سال کی عمر میں پہلے وزیر اعظم منتخب ہوئے اور اس عہدۂ جلیلہ پر زندگی کے آخری سانس تک رہے۔

یہ مختصر سوانحی خاکہ اپنے اندر دنیا سمیٹے ہوئے ہے۔ بانکپن میں تازہ گلاب، انجمن آرائی میں ایک خوشنما گلدستہ اور بچوں کی نظر میں ایک جاذب نظر کھلونا۔ یہ تھی تصویر اس عظیم شخصیت کی جو بچپن سے انقلابی رہا تو دوسری طرف معمار وطن۔

جس طرح ایک پختہ کار معمار خشتِ اول پر غیر معمولی توجہ دیتا ہے اسی طرح تجربہ کار نہرو نے بچوں کو خشت اول قرار دیا۔ انھیں معلوم تھا کہ اچھے بچے ہی اچھے شہری ہو سکتے ہیں اس لیے ساری مشغولیتوں کے درمیان بچوں کی فلاح و بہبود اور تربیت پر دھیان دیتے رہے۔ ۱۹۲۸ء کے ستمبر میں آل بنگال اسٹوڈنٹس کانفرنس میں حیرت ڈالنے والی تقریر کی۔ جوانوں میں انقلابی جذبہ، حرکت و عمل، جوانمردی، طوفان و خطرات میں زندگی گزارنے کا سلیقہ پُرجوش انداز میں بتایا۔ لارسنی کا قول یاد دلایا:

اور نعرہ لگاتا ہے [illegible] وحشی کے لئے
حق طلوع ہو [illegible]
محبت کی جانب بازگشت [illegible] اپنے اپنے انداز [illegible]
[illegible] دعویٰ ہے
کہ [illegible] انفرادیت [illegible]
اشتراکی نظام بھی [illegible] سیاسی ملکیت
کے [illegible]
ہے۔ جماعت کی خلاف [illegible]
نظام اپنے اپنے شدت [illegible]
استحصال [illegible]
سوشلزم [illegible]
ہیومنزم بھی کہا جا سکتا ہے [illegible]
نرم یا ملک [illegible] وہ تمام طبقات [illegible]
دنیا کے تمام [illegible] انسان [illegible]
کائنات ہیں [illegible] کی موجودگی [illegible] انسان
اپنے دل میں [illegible]
تمام اخلاق کا تمام انسان [illegible]
جہاں حقوق و فرائض [illegible]
ہے اور جس کا مسلک [illegible] آواز سے
دل بدست آور [illegible]

[illegible]

غزل

ساحر سیالکوٹی

ان کے شباب حسن میں اب کچھ کمی نہیں
[illegible] وہ بات ہی نہیں
اب اس مقام پر ہے [illegible] شعور زیست
غم کا کوئی غم نہیں ہے، خوشی کی خوشی نہیں
سجدے میں سر جھکا کے اٹھانے سے فائدہ؟
اے شیخ اک فریب ہے یہ بندگی نہیں
کھل کر کہیں جو حالِ دل زار ان سے ہم
یہ بے تکلفی تو ہماری ابھی نہیں
یہ ناز، یہ غرور، یہ شوخی، یہ تمکنت
دنیا میں اور بھی ہیں حسیں آپ ہی نہیں
کیوں بار بار قیمتِ دل پوچھتے ہیں آپ
آپ اور جنس دل کے خریدار؟ جی نہیں
غمہائے زندگی سے پریشان ہوں اس قدر
تیرا بھی اب خیال کبھی ہے کبھی نہیں
سوائے ادب ہے بزم میں اُن سے یہ گفتگو
اے دل ابھی نہیں۔ دلِ مضطر ابھی نہیں
اے جذبِ عشق تو ہی کوئی معجزہ دکھا
اب اضطراب دل میں تو کوئی کمی نہیں
ساحر کو تم نکال کے خوش تو ہوئے مگر
اس کے بغیر آج کی محفل جمی نہیں

(جالندھر سے لنٹر)

کشمیری زبان اور نثری سرمایہ

رشید نازکی

کشمیری زبان میں نثری ادب کا سرمایہ اس زبان کی [illegible] سرمایہ [illegible] ہے۔ کشمیری [illegible] کے متعلق عام طور پر [illegible] سمجھے اور [illegible] آتی ہے کہ ان کا نثری سرمایہ کم [illegible] ہے [illegible] تاریخی طور پر اس [illegible] کو پرکھا جائے تو اس کی [illegible] طرازی ہے۔

کشمیری نثر کی ابتدا ۵ [illegible] قبل مسیح سے ہوئی [illegible] ناگ سین نے مہندر کے ساتھ اپنے مباحثے کا [illegible] ایک نثر پارے کے طور پر تحریر کیا اور [illegible] کا نام ملند پنہ [illegible] رکھا۔ اس کتاب کا پالی اور سنسکرت زبانوں [illegible] ترجمہ ہوا لیکن زمانے کی گردش نے کشمیری نسخے کو "کشمیری مدن" [illegible] اس کتاب کے بعد جس نثری تخلیق پر ہماری نظر ٹھہرتی ہے وہ [illegible] کی [illegible] تھی ہے۔ اس کتاب کے پیسا چی ڈائیلیکٹ میں لکھنے کے شواہد موجود نہیں، جو شاید اس وقت ہماری بولی [illegible] تھی۔ لیکن تصنیف اور مصنف کے ساتھ ایک المیہ ہے اس کتاب کو خود مصنف نے ہاتھوں آتشِ سوزاں کی نذر کر دیا۔ اس کا فقط کچھ [illegible] تھا، جس کے تراجم بدھ سوامی، سوم دیو اور کھیمندر نے کئے۔ [illegible] لوگ اس کتاب کو منظوم کارنامہ جانتے ہیں لیکن مشہور شاعر ڈنڈی نے اسے بہرحال نثری کارنامہ مانا ہے۔ یہ ٹھیک ہے [illegible] ان کتابوں کے نقوشِ اولین کا کوئی سراغ نہیں ملتا، لیکن ادب [illegible] تاریخ کے طالب علم ان کا عکس ثانی مختلف تصانیف میں پہچانتے رہے ہیں۔

بارھویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک کشمیر میں اسلامی تمدن نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنے قدم جمائے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آنے والی قوم کی زبان فارسی تھی۔ لیکن کشمیریوں تک تبلیغ و ترسیل کا واحد ذریعہ کشمیری زبان ہی تو تھی، ظاہر ہے اس دوران کشمیری زبان میں ضرور کچھ نثر پارے تصنیف ہوئے ہوں گے جنہوں نے یہاں کے مقامی لوگوں کو [illegible] مذہب، فلسفے اور تمدن کو سمجھنے میں اہم رول ادا کیا ہوگا۔ لیکن گردشِ روزگار نے یہ علم کے موتی نہ معلوم کس گھاٹ سے بہا دیئے۔ اسی دور میں کشمیری تہذیب کا وہ دورِ زرّیں بھی آتا ہے، جسے ہم عہدِ بڈشاہی سے موسوم کرتے ہیں۔ اس دور میں کشمیری تمدن کی ہمہ جہت ترقی کے ساتھ ساتھ کشمیری زبان کی انگڑائی لینے کا بھی تاریخی ثبوت ملتا ہے۔ بودھ بھٹ، درسوم پنڈت بڈشاہی دربار کے ایسے ستارے تھے جنہوں نے کشمیری زبان کو ایک ادبی اور تخلیقی زبان بنانے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ بودھ بھٹ کا ذر [illegible] زینہ درشن اور سلطان زین العابدین کے کشمیری میں لکھے [illegible] کے اہم تاریخی شواہد ہمارے ہاں موجود ہیں، ظاہر ہے [illegible] میں شعر کے علاوہ ڈرامہ اور تاریخی کتابیں تصنیف [illegible] ہو، وہ بہرحال اس دور کی روایتوں کے مطابق بھی معیاری زبان کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ اس دور کے [illegible] نثری کتابوں نست پر اور انگ پرکن کا پتہ چلتا ہے۔ جن کے مصنف کے بارے میں اتا پتا نہیں ملتا۔ لیکن ان میں ایک کتاب کا نفس مضمون طباعت اور دوسری کا میراث کے اصول ہیں۔ اس دور کے بعد ۱۸۲۱ء تک کشمیر میں نثری ادب کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ حالانکہ آثار و قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ کشمیری نثر کا ایک بھرپور باب بیچ سے غائب ہے اس کے سیاسی وجوہات تاریخِ کشمیر کا ایک المناک باب ہے۔ تمدن کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ۱۸۲۱ء کے قریب ایسٹ انڈیا کمپنی کے اہتمام سے عہد نامہ جدید کا پہلا نسخہ فارسی رسم الخط میں شائع کیا گیا اور پھر سکھوں کے عہد میں بائبل کا ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اسی راج میں ۱۸۲۷ء اور ۱۸۳۲ء میں اس کتاب کے دو اور نسخے شاردا رسم الخط میں شائع ہوئے ۱۸۸۴ء میں سرام پور مشنری کی طرف سے اسی مقدس کتاب کو فارسی رسم الخط میں شائع کیا گیا۔ ۱۸۷۹ء میں رام جو در نے کشمیری زبان میں جیومیٹری کی پہلی کتاب شائع کی ۱۸۸۵ء میں نولز نے جو ایک انگریز پادری تھے کشمیری محاورات اور تلمیحات کو یکجا جمع کیا۔ ۱۹۱۲ء میں سٹائن نے حاتم تیلی کی زبان سے سنی ہوئی کہانیوں کو شیرازہ بند کیا۔ اور آخر سٹائن اور گریرسن کی مشترکہ کوششوں سے ۱۹۳۲ء میں یہ کتاب لندن میں شائع ہوئی ۱۹۴۲ء میں پنڈت آنند کول بامزئی نے کشمیری محاوروں اور پہیلیوں کو یکجا جمع کر کے کتابی صورت دی۔

۱۹۴۷ء سے قبل کشمیر کے میر واعظ خاندان نے دینی خدمت کے طور پر قرآن مجید کے جزوی ترجمے کرنا شروع کئے تھے۔ ان میں مولوی یحییٰ صاحب مرحوم اور مولوی یوسف شاہ صاحب مرحوم کا پارہ عم کا ترجمہ اور پھر مولوی یوسف کا ترجمہ قرآن کی اشاعت

انٹارکٹیکا مہم کے نتائج

ڈاکٹر شبنام پرکر

انٹارکٹیکا کی کھوج [illegible] اور [illegible] سے
[illegible] اور شاندار [illegible] ہے [illegible] وہ [illegible]
اور صبر آزما بھی متعدد [illegible] سے [illegible] آئے ہیں [illegible] نقصانات
پارٹیوں میں اور بھی زیادہ اہم نظر آنے لگتے ہیں۔ بعض اوقات
سخت مشکل میں پھنس گئی تھیں اور بعض اپنی جان کے لالے پڑ گئے
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سے ہمیں جو سائنسی معلومات [illegible]
ہوئی ہیں وہ جان جوکھم میں ڈال کر ہوئی ہیں۔

انٹارکٹیکا جیسے "دنیا کا آخری سرا" کہا جاتا ہے،
کے سفر میں [illegible] اور دلچسپ کام انجام دینے پڑتے ہیں اور
ایسا سفر مختلف مفادات رکھنے والے لوگوں کو نہ صرف متحد کر دیتا ہے
بلکہ اس کے لئے اعلیٰ درجہ کی ہم آہنگی اور بہادری دکھانی پڑتی ہے۔
علاوہ ازیں یہ سفر بہ لحاظ مدت اور فاصلہ، آج کل کے تمام
ارضیاتی سفروں میں سب سے طویل ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ
اس میں شرکت کرنے والوں کو کئی طرح کی پیچیدہ ضرورتوں کا
سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انٹارکٹیکا ایک ایسا علاقہ ہے جہاں انسان کا رہنا
دشوار ہے۔ اسی لئے انسان کی ہمت عالی، قابلیت اور صحت
جسمانی کی آزمائش وہیں جاکر ہوتی ہے۔ وہاں کی آب و ہوا مہم
میں شامل لوگوں کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے کیونکہ
وہاں سخت سردی کا سامنا کرنا پڑتا ہے مثال کے طور پر وہاں
کا درجۂ حرارت درجۂ انجماد سے بھی ۶۰ ڈگری سے لے کر ۸۰
ڈگری تک کم رہتا ہے۔ ہوا کے دباؤ کی کمی کا اندازہ اس بات سے
لگایا جا سکتا ہے کہ تھرمامیٹر میں پارہ ۴۵۰ ملی میٹر تک گر جاتا ہے،
انسان آکسیجن کے لئے تڑپتا ہے، وہاں کی ہوا بالکل خشک ہے
اور جن دو یا تین مہینوں تک ہماری مہم پارٹی وہاں رہی اس تمام
عرصہ میں غیر بنفشی شعاع زنی کا فقدان رہا بلکہ فضا میں برقی سرگرمی
غیر معمولی طور پر زیادہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ مہم میں شریک
سائنس دانوں کے لئے لازم ہے کہ سب سے پہلے چار سے لے کر
چھ ہفتوں تک اپنے آپ کو وہاں کی آب و ہوا کا عادی بنائیں۔

[illegible] مدت میں بیشتر لوگوں کو شکایت رہی کہ ان کی صحت [illegible]
ہے۔ بلکہ بعض اشخاص کو دل اور سر میں درد لیے پھرنا، متلی، بار
بار [illegible] اختلاج ہونا اور سونے میں بے چینی جیسے مسائل
بھی درپیش رہے۔ لوگوں کا بلڈ پریشر یعنی خون کا دباؤ بہت
کم پایا گیا۔ مگر یہ صورتِ حال صرف چار پانچ ہفتے تک رہی۔ پھر
وہ سب معمول پر آگئے۔ چنانچہ اپنے جسم کو وہاں کی آب و ہوا
کا عادی [illegible] طرح لازمی ہے [illegible]
کے شائق لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ وہاں کے موسم
کو عادی ہے کا یہ مرحلہ ہر شخص کو طے کرنا پڑتا ہے بلکہ سخت
ڈسپلن کے تحت طے کرایا جاتا ہے تاکہ انہیں آگے چل کر
مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ ہمت نہ ہاریں۔

انٹارکٹک کی کھوج کے لئے گئے [illegible]
ایک شخص نے کیا خوب کہا کہ قطب جنوبی کے سفر میں دو وقت
نہایت مسرت بخش محسوس ہوئے ---- ایک وہ جب
وہاں کی برف پہلی بار دکھائی دی اور دوسرا وہ جب ہم نے
اس پر آخری دفعہ نظر ڈالی۔

ان مختلف النوع مسائل کے باوجود بہت سے ملک کچھ
عرصہ سے اور خصوصاً ۱۹۵۰ء کے بعد سے اپنی اپنی مہم پارٹیاں
اس لق و دق علاقے کو روانہ کرتی آئی ہیں تاکہ وہ اپنی تمام تر
مہارت اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو بروئے کار لا کر وہاں کے مختلف
سائنسی پہلوؤں کی تحقیق کریں۔

ہندوستان چودھواں ملک ہے جو اس طرح کی
چنیدہ قوموں کی برادری میں شامل ہوا ہے تاکہ وہ بھی وہاں کی
تحقیق کے کام میں ہاتھ بٹائے۔ ناروے سمندری جہاز "پولر
سرکل" کی مدد سے دسمبر ۱۹۸۱ء میں انٹارکٹیکا کی پہلی کامیاب
سائنسی مہم اختیار کر لینے کے بعد ہندوستان نے اس کار خیر
کو جاری رکھنے کے عہد نامے پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اسی
مہم میں سات مختلف اداروں کے اکیس سائنس دانوں نے
شرکت کی تھی اور وہاں کا سفر اختیار کرنے سے پہلے اپنے
آپ کو وہاں کے موسم کا عادی بنانے کے لیے سخت
ریاضت کی تھی۔

اس پہلی مہم پارٹی میں جہاں ایک طرف علم طبقات
الارض کے ماہر اور سائنس دان شامل تھے وہاں دوسری
طرف علم موسمیات کے ماہر، انجینیر، سمندری سفر کے ماہر اور
تجربہ کار ملاح بھی شریک سفر تھے۔ یہ لوگ بڑے خوش قسمت
تھے اور ان کا مقدر یاور نکلا کیونکہ وہ وہاں سے [illegible]
کامیاب اور پرجوش لوٹے۔ یہ بات الگ ہے کہ چند ایک
لوگ کچھ عرصہ کے لئے بیمار ضرور [illegible] ہے۔ اس کامیابی کا نتیجہ
یہ نکلا ہے کہ اب ہر سال اس طرح کی مہم پارٹیاں وہاں جا
کریں گی اور ان کی تشکیل پہلے زیادہ دھیان کے ساتھ
کی جانے لگی۔

سائنس دانوں نے اپنی مہم کے دوران گوا سے لے کر
انٹارکٹیکا تک سمندری حالات کا مطالعہ کرکے کارآمد معلومات
حاصل کیں۔ [illegible] ہزار کیلو میٹر کے فاصلے تک کی متناطیسی
لہروں کا مشاہدہ کیا گیا اور انٹارکٹیکا کے نزدیک پہنچنے پر
سمندر کے اندر سے آنے والی گونج سے پتہ چلا کہ وہاں سمندر
تہہ میں ایک پہاڑ چھپا ہوا ہے۔ چنانچہ مہم پارٹی نے اس کا
نام "اندیرا ماؤنٹ" رکھ دیا۔ انٹارکٹیکا پر پہنچنے کے بعد وہاں
کی فضا میں ریڈیائی شعاع زنی کا گہرا مطالعہ کیا گیا، اور جنوبی
بحر ہند نیز انٹارکٹیکا کے علاقے میں پائے جانے والے پرندوں
اور جانوروں کے متعلق معلومات حاصل کی گئیں۔ علاوہ ازیں
موسمیات، سمندر اور اس کے مظاہر اور سمندری آلودگی
جیسے کئی دیگر سائنسی پہلوؤں کا بغور مطالعہ کیا گیا اور وہاں سے
کئی اشیا کے نمونے اکھٹے کرکے ساتھ لائے گئے تاکہ واپس
پہنچ کر ان کی آرام سے مزید جانچ کی جا سکے۔

انٹارکٹیکا دنیا کا یخدان ہے اور کرۂ ارضی کا اسی
فیصدی تازہ پانی وہاں منجمد ہوا پڑا ہے۔ نہ صرف ہندوستان
کے بلکہ دنیا بھر کے متعدد سائنس دان وہاں کے ناخوش گوار
حالات کے باوجود اس کوشش میں سرگرداں ہیں کہ دنیا
کے اس سحر انگیز یخدان میں ہزار ہا سال سے دبے ہوئے
اسرار اور سائنسی دلچسپی کی چیزوں کو ڈھونڈ نکالیں۔

ہندوستانی مہم پارٹی میں، شری سی۔ پی۔ دیرا بھی شامل
تھے جو آج کل جیالاجیکل سروے آف انڈیا کے کھوٹا ان
سرکل کے ڈائرکٹر ہیں۔ پدم شری کے اعزاز پا چکے ہیں اور
نہ صرف دنیا کے واحد عالم طبقات الارض بلکہ دنیا کے اُن
دو اشخاص میں سے ایک ہیں جنہوں نے ۱۹۶۴ء میں ماؤنٹ
ایورسٹ کو سر کیا اور ۱۹۸۱ء میں انٹارکٹیکا کی مہم میں بھی شرکت
کی۔ چونکہ انھیں علم سے وابستگی ہے، اور خصوصاً انٹارکٹیکا کے علاقے
میں پائی جانے والی برف سے خاص طور سے دلچسپی ہے اس لیے
انھوں نے سطح برف اور کچھ کھدائی کے بعد برف کے کچھ
نمونے اکھٹے کر لئے۔ آئندہ بھی اسی طریقے سے نمونے اکھٹے
کئے جاتے رہیں گے۔

بدلتے معیار زندگی کے

تعلیم نسواں

فرخندہ جمال

وقت بڑی تیزی سے بدل رہا ہے۔ اس بدلتے ہوئے وقت کے ساتھ ہماری اقدار، ہماری روایات اور ہماری زندگی بھی بدلتی جا رہی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں فوراً تبدیلی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ بدلتے معیارِ زندگی کے ساتھ آج کے سماج میں رہنے والے افراد کو بھی وقت کے ساتھ بدلنا پڑا ہے۔ زندگی کے بدلتے معیار کے ساتھ ساتھ تعلیم نسواں کا تصور بھی بڑی تیزی سے بدلا ہے۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سماج میں عورت کی حیثیت کبھی نمایاں نہیں رہی۔ اور نہ رہنی چاہئے۔ خواہ عورت کتنی ہی تعلیم یافتہ کتنی ہی باشعور ہو یا یہ کہ اس کی زندگی اور مشاغل اس گھر کی چار دیواری تک ہی محدود رہیں۔ اور رہنے چاہئیں۔ عام عورتوں تک تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس زمانے کی کئی خواتین ایسی ہیں جن کے ذکر کے بغیر سیاسی اور مذہبی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ آج خواتین کا مقام حضرات سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ آج عورت ایک انتہائی باعزت مقام رکھتی ہے۔ اس کو مردوں کی طرح اعلیٰ تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ یہ سیاسی مسائل سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کیوں کہ آج کی زندگی کا معیار خاصہ ترقی پسند اور آزاد ہے۔

بزرگوں نے کہا کہ "بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود ہے"۔ اس قول کو اگر بلا دماغ لیا جائے تو بچوں کی صحیح پرورش اور تربیت میں ماں یعنی عورت کا سو فی صدی دخل ہوا۔ اگر ماں یعنی عورت تعلیم سے بے بہرہ اور زندگی کے تقاضوں سے ناآشنا ہوگی تو کیسے وہ آنے والی نسل کی بہترین رہبر ثابت ہو سکتی ہے۔ گھر کا سکون جہاں عورت کے بہترین عمل اور سلیقہ مندی میں مضمر ہے وہیں بیرونی زندگی میں ذہین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کا کتنا اہم رول ہے۔ اس سے کیسے انکار ہو گا۔ آج .... جبکہ تعلیم نسواں کے چرچے گھر گھر عام ہیں۔ اور ان پر عمل بھی جاری ہے تو یہ بات بڑی عجیب اور مضحکہ خیز لگتی ہے کہ "بھئی! لڑکیوں کو بس اتنا پڑھاؤ کہ وہ خط لکھ سکیں گھر کے باہر کی ہوا ان کو ہرگز نہ لگنے دیا۔" بھلا کوئی ایسے لوگوں سے پوچھے کہ جس ملک پر ایک ذہین خاتون کی حکومت ہے۔ وہاں کی لڑکیوں کو تو بڑا اعلیٰ تعلیم یافتہ، روشن خیال اور ہوشیار ہونا چاہئے۔ یا صرف خط و کتابت کی حد تک تعلیم یافتہ ہونا چاہئے۔؟

یہاں یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ تعلیم نسواں کا مطلب ہے کیا تعلیم کے معنی آج ہم نے بالکل مختلف سوچ لئے ہیں یعنی یا تو بہتر نوکری کی حد تک تعلیم حاصل کرنا۔ یا کسی نام نہاد سماجی طبقے کا لیبل لگ جانے کی آرزو پوری کرنا یا پھر بہتر خاندان میں شادی ہو بہتر زندگی گزار سکیں۔ یہ بات سوچنا۔ اور کچھ گھرانوں میں یہ سوچ کر تعلیم دلائی جاتی ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ ایک دانش خاندان اور اعلیٰ تعلیم کا ایک جزو ان کی نشو و نما کرتا ہے۔ جو شادی کے وقت یا اپنی مرضی سے لڑکے کے چناؤ کے لئے کام آ سکیں۔ یہ نظریہ اصل میں ان کی دلیل ہے چند لوگ جنھوں نے ماڈرن بن جانے کی ہی قسم کھائی ہے۔ وہ تعلیم کے صحیح معنوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انھیں اس کی پرواہ نہیں کہ تعلیم کس طرح اور کس ڈھنگ سے حاصل کی جانی چاہئے۔ ان کے کیا حقوق اور فرائض ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں کہ مغربی تہذیب سے آشنا ہونا اور مغربی تعلیم سے بہرہ مند ہونا ضروری ہے۔ مگر مغربیت کو اوڑھنا بچھونا بنانا غلط ہے۔ ہم مشرقی ملک کے باشندے ہیں۔ ہماری تہذیب کی جڑوں میں مشرق ذرہ روایات کی خود ہے۔ جس سے ہم چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہماری تعلیم یعنی تعلیم نسواں کی بنیاد انھی مشرقی اقدار پر رکھی جانی ضروری ہے۔ یہ بنیاد وہی ہے جو ہمارے خاندان، ہمارے گھریلو ماحول میں ہے۔

گھریلو ماحول میں تعلیم پانے والی لڑکی کسی یونیورسٹی میں بھی جا کر اپنے خاندان اور اپنے عمل کی پختگی کو نہیں بھلا سکتی۔ ہم آج کل کے خراب حالات اور بدترین ماحول کو دیکھ کر تعلیم کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ اگر ہمارا گھریلو ماحول ایسا ہے جس نے لڑکی کا اپنا ایک کردار بنا دیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ لڑکی پڑھ لکھ کر اترا ماڈرن بنے اور اپنے خاندانی وقار اور ماں باپ کے نام کو بٹہ لگانے کا سبب بنے۔

تعلیم تو جینا سکھاتی ہے۔ اچھے برے کی تمیز سکھاتی ہے زندگی کے نشیب و فراز سمجھاتی ہے۔ ذہن کے بند دریچوں کو کھول کر روشن دماغی اور وسیع القلبی جیسی نایاب دولتیں بخشتی ہے۔ تعلیم عزت دلاتی ہے۔ عام لوگوں سے الگ کرتی ہے۔ انفرادیت بخشتی ہے۔ تو یہ تعلیم برائیوں کی جڑ کیسے ہو سکتی ہے!!!

کالج اور اسکول کی تعلیم آج بے حد ضروری ہے کیونکہ اس وسیع دنیا میں جہاں اپنا بھلا برا خود ہی سمجھنا اور مسائل کو خود ہی سلجھانا پڑتا ہے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے علم کے گہوارے کے ساتھ ساتھ سماجی ٹریننگ بہت ضروری ہے۔ رنگ رنگی دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے سیاہ و سفید کی پہچان علم اور تجربے سے ہی حاصل ہوگی۔ لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانا اور مشرقی طرز کی زندگی سے روشناس کرانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ یہ معاشرے کا اہم ترین جز ہوتی ہے۔ اور آنے والی نسلوں کی فلاح کی ضامن بھی۔

انسان کی سماجی زندگی سے اگر اس کا تعلق ختم کر دیا جائے تو شاید وہ مر جائے۔ زندگی گذارنے کا ایک ضابطۂ حیات بھی ہے اس ضابطے میں تعلیم سے زیادہ اہم چیز کوئی اور نہیں ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زمانہ تو آگے بڑھ جاتا ہے اور لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت کے ساتھ نہیں چلتے۔ لیکن انتہا پسندی کسی بھی طرح درست نہیں ہوتی۔ اس انتہا پسندی سے بچ کر آج کی زندگی کے بدلتے معیار کے پیش نظر تعلیم نسواں پر توجہ دی جانی چاہئے۔ ورنہ آج کے تیز رفتار معاشرے کا ساتھ ان پڑھ یا کم پڑھی لکھی لڑکیاں نہیں دے سکیں گی۔ اور زندگی کی دوڑ میں نہ صرف پیچھے رہ جائیں گی بلکہ ان کی گود میں پلنے والی نسل بھی اس کمی سے متاثر ہوگی۔ (اردو مجلس سے براڈکاسٹ)

غزل

نسیم سامانی

تحقیق حکیمانہ
دنیا جسے کہتی ہے کچھ آپ کا افسانہ
کچھ میری کہانی ہے کچھ ہوش میں دیوانہ
آیا ہے بحمداللہ اب سوئے جانانہ
ہر گوشہ عالم ہے اب ہی کی لمعانہ
بسمل کا دریا ہے اک بانی جیسے کلیانہ
اے جنت مرادانہ اے جنت میں صحرا میں
جھکتے ہیں سبھی میں جھک جاتی ہیں صحرا میں
کیا جانئے کس حال میں دیوانہ
دونوں کی حقیقت سے واقف ہے نسیم اے دل
دونوں میں ترا پرتو کعبہ ہو کہ بت خانہ
(خوشبو کے سفر)

ہماری غذا اور امراض قلب

ضیاء الحسن خاں

قلب عارضہ ایک ایسا مرض ہے جو اب تک انسانی زندگی کا خاتمہ کرتا ہے۔ ترقی یافتہ اور امیر ممالک کے باشندے اس بیماری کا زیادہ شکار ہوتے ہیں لیکن آج کے اس ترقی یافتہ دور میں امراض قلب کی قسمیں ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بھی زیادہ ہوتے گئی ہیں۔ اس مرض کا شکار عموماً اعلیٰ طبقہ کے افراد ہوتے ہیں۔ اکثر عام اشخاص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس بیماری کے کئی وجوہات ہیں جس میں ایک عام وجہ atherosclerosis بھی ہے۔ cholesterol جو کہ چربی کا ایک جز ہے عام طور سے سو ملی لیٹر خون میں ۱۵۰ سے ۲۵۰ ملی گرام ہوتا ہے۔ نوزائیدہ بچوں میں اس کی مقدار بہت کم ہوتی ہے لیکن چند مہینوں میں بڑھ کر نارمل ہو جاتی ہے۔

اگر cholesterol کی مقدار خون میں بڑھ جائے تو یہ ورید کی اندرونی سطح پر پتلی تہہ کی شکل میں جمع ہونے لگتا ہے اور ایک قسم کی دل کی بیماری پیدا کرتا ہے جسے atherosclerosis کہتے ہیں۔

cholesterol قدرتی طور سے انسانی جسم میں تیار ہوتا ہے لیکن اس کی زیادہ مقدار روغنی غذا مثلاً گھی، چربی دار گوشت وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اور امراض قلب کا باعث ہوتی ہے۔ cholesterol کے خون کی نالیوں میں جمع ہو جانے کی وجہ سے دوران خون غیر متناسب ہو جاتا ہے۔ بلڈ پریشر کا عارضہ ہو سکتا ہے۔ جسم کے تمام اعضا کو یکساں صاف خون نہیں ملتا۔ خون ہی وہ ذریعہ ہے جو آکسیجن اور ہضم کی ہوئی غذا کو، جو کہ گلوکوز کی شکل میں ہوتی ہے، جسم کے مختلف اعضاء تک پہنچاتا ہے۔ دوسرے تمام اعضا کی طرح خود قلب کو بھی آکسیجن اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب cholesterol کی تہہ خون کی نالیوں کی اندرونی پرت پر جمع ہو جاتی ہے تو قلب کے دوران خون میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے پانی کی نلیوں میں اندر سے نمکیات کی پرت جمع ہو جاتی ہے اور پانی کا بہاؤ متاثر ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خون کی نالیاں بھی اپنی لچک کھو دیتی ہیں اور سخت ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے دل کو خون دوسرے اعضاء تک پہنچانے کے زیادہ طاقت استعمال کرنی پڑتی ہے تاکہ دوران خون خوش اسلوبی سے جاری رہے۔ یہ تمام باتیں قلب کے فعل میں خرابی پیدا کرتی ہیں۔ دل کمزور اور جسامت میں بڑا ہو جاتا ہے۔ موٹاپا یا زیادہ وزن اس پر اور زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔ اگر cholesterol خون کی نالیوں میں جمع ہو جائے اور رگوں میں اندرونی پرت بنا دے تو رگوں کو اصلی حالت میں واپس لانا ممکن نہیں ہے۔ اس کی لچک اور خون کی نالیوں کا اندرونی راستہ ہمیشہ کے لیے سکڑ کر متاثر ہو جائے گا۔

متوازن غذا جس میں صحیح مقدار میں چربیلے اجزا یا فیٹ پروٹین اور کاربو ہائیڈریٹ کی متناسب مقدار شامل ہو اور مناسب مقدار میں نمکین اجزاء اور وٹامن بھی شامل ہوں اس مرض کو روکنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ اس مرض سے بچنے کے لیے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ غذا کھانے سے اجتناب کیا جائے اگر ضرورت سے زیادہ کھانا کھایا جائے تو اس سے وزن بڑھتا ہے اور موٹاپا پیدا ہوتا ہے۔ موٹاپے سے براہ راست خود دل پر زیادہ بار پڑتا ہے اور دل حد سے زیادہ وزنی اور بڑے جسم کو صحیح مقدار میں خون فراہم نہیں کر پاتا۔

غذا میں چکنی اور روغنی اشیاء خصوصاً حیوانی روغن اور روغنی گوشت کی کمی سے cholesterol کی مقدار کو کم کیا جا سکتا ہے۔ حیوانی روغن کے مقابلے میں نباتاتی چربی میں یہ کم مقدار میں ہوتا ہے۔ مثلاً سورج مکھی کا تیل، کرڈی، سویابین اور مونگ پھلی کے تیل۔ پھلی کے تیل کی بہ نسبت کرڈی کا تیل امراض قلب میں مبتلا اشخاص کے لیے موزوں ہے کیوں کہ اس میں cholesterol کی مقدار کم ہوتی ہے۔ کھوپرے کا تیل یا بناسپتی گھی اور جانوروں سے حاصل کی ہوئی غذا، چربی، گھی، مکھن کا پرہیز کرنا چاہیے کیوں کہ ان کے استعمال سے خون میں cholesterol کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔

اعداد و شمار کے لحاظ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ متواتر cholesterol کی مقدار بڑھنے اور atherosclerosis میں اسے تعلق ضرور ہے۔ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ خون میں موجودہ cholesterol بذات خود ورید کی اندرونی دیوار پر تہہ بنا دے کیوں کہ یہ خون میں آزاد حالت میں نہیں بلکہ ایک قسم کی پروٹین سے منسلک ہوتا ہے جسے lipoprotein کہتے ہیں۔

کافی تحقیقات کے بعد طبی سائنسداں اس نتیجہ پر پہنچے کہ خون میں cholesterol بڑھ جانا ایک حد تک atherosclerosis کی وجہ ہے لیکن اسے ورید کی اندرونی سطح پر تہہ جمانے کے لیے کسی جز کی ضرورت ہوتی ہے۔ جاپانی سائنسداں کیبو یاگی ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ lipid-peroxide کے اثرات پر تحقیق کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ atherosclerosis میں cholesterol کو ورید کی اندرونی سطح پر تہہ جمانے میں lipid-peroxide سیمنٹ کا رول ادا کرتے ہیں۔ چربی کے ترشوں کی نامکمل تکسید سے lipid-peroxide وجود میں آتے ہیں۔

حیوانی نظام میں lipid-peroxide کے بڑھنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو ایسی غذا کا استعمال جس میں lipid-peroxide زیادہ مقدار میں ہوں، دوسرے اندرونی بدنظمی۔ مثلاً جگر، گردے یا کسی اندرونی عضو کا زخمی ہونا بھی اس کی وجہ ہوتا ہے۔

غذا میں پائی جانے والی ہر قسم کی چربی یا تیل کو کافی عرصہ تک رکھنے سے اس میں سے چربی ترشوں کی تکسید ہو کر lipid-peroxide بن جاتے ہیں۔ اس لیے ایسی غذا کو ہوا سے محفوظ رکھنا چاہیے۔

سورج کی روشنی بھی غذا میں lipid-peroxide بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے اس لیے کمپنی سے تیار شدہ اشیاء جن کا استعمال عام ہے۔ مثلاً اچار، تلی ہوئی مچھلی، گوشت، پنیر اور مکھن وغیرہ کو زیادہ عرصہ تک کھلی ہوا اور سورج کی روشنی میں نہیں رکھنا چاہیے۔ ایک ہی تیل میں کئی مرتبہ کھانے کی اشیاء تلنے سے گریز کیا جائے۔ کیونکہ تیل جتنے عرصے کے لیے گرم کیا جائے گا اس میں lipid-peroxide کی اتنی ہی زیادہ مقدار بڑھتی جائیگی اس لیے ایسے تیل کا استعمال بھی مضر ہے جو کئی مرتبہ گرم کیا گیا ہو۔

پروفیسر ڈاکٹر پوار اور ان کے گروپ نے مرہٹواڑہ یونیورسٹی میں تحقیقات سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حیوانی روغن یا چربی میں lipid-peroxide کی تیاری بہ نسبت نباتاتی چربی کے زیادہ مقدار میں ہوتی ہے atherosclerosis کو روکنے کے لیے ہمیں غذا میں cholesterol اور lipid-peroxide کی مقدار کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ گھی، مکھن

انڈے کی زردی اور حیوانی چربی وغیرہ کے استعمال سے احتیاط برتنی چاہیے۔ lipid-peroxide کے اثرات سے بچنے کے لیے تازہ غذا کو ترجیح دینی چاہیے۔

چند امراض مثلاً ذیابیطس hypertension اور مختلف قسم کی زخمی یا جلی ہوئی حالت میں جسم میں اندرونی طور پر lipid-peroxide زیادہ ہوجاتے ہیں۔ غذا میں وٹامن 'ای' کی کمی اندرونی طور پر بننے والے lipid-peroxide کی رفتار کو تیز کرتی ہے۔ غذائی وٹامن 'ای' کی مقدار بڑھانے سے اندرونی طور پر بننے والے lipid peroxide کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔

اول الذکر بیماریوں کی موجودگی میں مرغن غذا کا استعمال atherosclerosis کے امکانات کو بڑھا دیتا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں ڈاکٹر Mc. Cronte اور Holmen نے ایک تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ زخمی گردوں والے مریض کو مرغن غذا دینے سے عارضۂ قلب لاحق ہوسکتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ گردوں کے زخمی ہونے سے جسم میں lipid-peroxide کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور مرغن غذا میں پائی جانے والی cholesterol کو ورید کی اندرونی سطح پر تہہ جمانے میں lipid-peroxide کی مدد ملتی ہے۔

یہاں ایک بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ صرف کتنی روغنی غذا کھائی جائے وہی نہیں بلکہ دن بھر میں کس طرح کھائی جائے وہ بھی اہمیت رکھتی ہے۔ بہ نظر Rational Institute of Nutrition حیدرآباد میں کیے گئے تجربات سے ثابت ہوا ہے اگر روغن یا چکنائی کی پوری مقدار دن بھر میں مختلف اوقات میں تھوڑی تھوڑی لی جائے تو وہ کم مضر ہوگی بہ نسبت اس کے کہ اسے ایک یا دو وقت کے کھانے میں اکٹھا کھایا جائے۔

المختصر عارضۂ قلب سے بچنے کے لیے غذا کو کافی اہمیت حاصل ہے اور خصوصاً غذا کے cholesterol اور lipid-peroxide کی مقدار پر نظر رکھنی بڑی ضروری اور اہم ہے۔

(اورنگ آباد سے نشر)

صبار الحسن خان
ریسرچ فیلو، بائیو کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ
مرہٹواڑہ یونیورسٹی، اورنگ آباد ۴۳۱۰۰۴

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی

حضرت ادریسؑ کا قول ہے "جس نے قناعت کو چھوڑا وہ کبھی غنی نہیں ہوا"۔ لقمان حکیم کہا کرتے تھے "تمہاری قسمت میں جو روزی لکھ دیا ہے اس پر قناعت کرو گے تو نفس کی تکلیف سے محفوظ رہو گے"۔

بطلیموس سے لکھا ہے "اپنی موجودہ حالت پر قانع رہ کر صبر و شکر کی زندگی بسر کرو"۔

مولانا روم نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے "جب تک سیپ نے قناعت نہ کی اس وقت تک وہ موتیوں سے مالا مال نہیں ہوئی"۔

قناعت زندگی کی ایک ایسی خوبی ہے کہ جس نے اس کی حقیقت کو پہچان لیا وہ زندگی میں کبھی پریشان حال نہیں رہ سکتا۔ اللہ نے جو چیزیں جس کی قسمت میں لکھ دی ہیں وہ اس کو مل رہیں گی۔ اس سے زیادہ کی جستجو سے بجز حیرانی و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ روایت مشہور ہے کہ کسی نے حاتم طائی سے پوچھا کہ آپ نے اپنے سے زیادہ بلند ہمت کسی کو دیکھا۔ حاتم نے جواب دیا: ہاں! ایک دن میں نے چالیس اونٹ ذبح کئے اور وہاں کے لوگوں کی دعوت کی۔ کسی ضرورت سے میں جنگل کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک لکڑہارا لکڑیاں کاٹ کر جمع کر رہا تھا۔ حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ ایک دنیا حاتم کے دسترخوان پر جمع ہو رہی ہے تو بھی ان میں کیوں نہیں شامل ہوتا۔ اس نے جواب دیا کہ جو کوئی اپنی محنت سے روٹی کھاتا ہے وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا۔ شیخ سعدیؒ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ "خشک روٹی، پھٹے کپڑوں پر قناعت اور دنیا کی تکلیف پر صبر دوسروں کا احسان اٹھانے سے بہتر ہے"۔ سب سے زیادہ دولت مند وہ ہے جس نے اپنے سرمایہ پر قناعت کیا اور قناعت وہ وصف ہے جو انسان کے لئے خوشیاں فراہم کرتی ہے۔ اسی لئے گاندھی جی نے کہا تھا کہ "انسان کی خوشی درحقیقت قناعت میں پوشیدہ ہے"۔ کسی سے دریافت کیا گیا کہ تم نے خوش رہنے کا گر کہاں سے سیکھا! اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے نفس کے کتے کو قناعت کی زنجیر سے باندھ رکھا ہے۔ دراصل یہ نفس کا فریب ہے کہ وہ انسان کی خواہشوں کو بھڑکاتا رہتا ہے۔ اور خواہشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ گلستان سعدی میں تحریر ہے کہ ایک فقیر بازار میں یہ کہتا ہوا جا رہا تھا کہ "اے دولت مندو! اگر تم میں انصاف اور ہم میں قناعت ہوتی تو مانگنے کا دستور ہی دنیا سے اٹھ جاتا"۔ [illegible] وہ شخص عاجز ہے جو دنیا میں ہے [illegible] اے قناعت! تو مجھے مالدار کر دے کہ تجھ سے بڑھ کر دوسری کوئی دولت نہیں ہے۔

یہاں یہ غلط فہمی با دور کرنا ضروری ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قناعت جد و جہد اور عملی زندگی کے منافی ہے۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسانی زندگی اور اس کی اخلاقی قدریں [illegible] ہیں۔ قناعت انسان میں بے عملی پیدا نہیں کرتی بلکہ لوگ ان کا جو جاتا قناعت کو بے عملی کے زمرہ میں شامل کرتا ہے۔ قناعت کا صحیح تصور یہ ہے کہ جد و جہد اور عمل سے جو کچھ حاصل ہو اس کو اپنا مقسوم خیال کرو۔ قناعت غریب و امیر کی دولت ہے اور قناعت سے بے تعلقی امیر و غریب کو محتاج بنا دیتی ہے۔ غریب وہ نہیں ہے جس کے پاس دولت نہیں ہے بلکہ غریب وہ ہے جس کے پاس سب کچھ ہونے کے باوجود بھی خوش نہ رہے۔ [illegible] دولت میں فلاں چیز کی کمی ہے اور یہ کمی تو وہ [illegible] ہونی کی بھی نہ ہو۔

قناعت پسندی حضرت ہے پیغمبروں، نبیوں اور اولیاء اللہ، سنت اور صوفیوں کی۔ وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھا کرتے تھے۔ نفس ان کے حکم پر اس طرح چلتا تھا جیسے غلام آقا کے اشارے پر چلتا ہے۔ [illegible] نے دریافت کیا کہ "عرفان کی منزل کیونکر حاصل ہوئی"؟ انھوں نے جواب دیا "میں نے نفس کو اپنے قابو میں کر لیا ہے"۔ سوال کرنے والے نے پوچھا "نفس کو کیوں کر قابو میں کیا"؟ انھوں نے جواب دیا "قناعت پسندی نے مجھ میں یہ قوت عطا کی ہے"۔ [illegible] سکندر نے دیکھا کہ ایک فقیر اپنی گدڑی میں مست ہے۔ اور قریب آ جانے کے باوجود اس کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ سکندر کو تعجب ہوا اور دریافت کیا کہ "تم کو نہیں معلوم کہ میں سکندر اعظم ہوں۔ پھر بھی میری تعظیم نہیں کی"؟ فقیر نے جواب دیا "میرے دو غلام ہیں حرص اور [illegible] اور دونوں میرے محکوم ہیں۔ چونکہ تم میرے غلاموں کے غلام ہو تو تعظیم کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے"؟

موجودہ عہد کا المیہ یہی ہے کہ ہر انسان خواہ وہ اس کا اہل ہو یا نہ ہو، شہرت، دولت اور منصب کے پیچھے بھاگے جا رہا ہے۔ اس بھاگ دوڑ میں اس نے قلب کا سکون تو کھویا ہی مگر یہ حساب کون لگائے کہ کن کن چیزوں کا اس کو سودا کرنا پڑا۔ قناعت کے فقدان نے صرف انسان ہی میں نہیں بلکہ قوموں میں بھی ہوس پیدا کر دی۔ زمین کو حاصل کرنے کی خواہش، دوسروں پر حکومت کرنے کی تمنا نے دنیا کو جہنم میں ڈال دیا ہے۔ اس عہد کی بے چینی اور انتشار کا سبب یہی ہے کہ زمین کی بھوک، قوموں کی زندگی کا حصہ بن گئی ہے ان لوگوں نے دنیا کو اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی مسلسل عذاب بنا رکھا ہے۔ اس عذاب سے چھٹکارے کا واحد راستہ یہی ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمت پر صبر و شکر کے ساتھ اکتفا کریں۔

(اردو سروس سے نشر)

احساسِ مسرت

نریندر لوتھر

جوش ملیح آبادی کی ایک رباعی ہے ع

غنچے تری زندگی پہ دل ہلتا ہے
بس ایک تبسم کے لیے کھلتا ہے
ہنس کے غنچے نے کہا کہ بابا
یہ ایک تبسم بھی کسے ملتا ہے

تبسم علامت ہے مسرت کی۔ مسرت ایک اندرونی کیفیت ہے اور تبسم اس کا اظہار۔

ضروری نہیں کہ مسرت کا اظہار تبسم میں ہو۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر تبسم مسرت کا مظہر ہو۔ تہذیب نے انسان کو اپنے جذبات پر ان کے اظہار پر قابو پانا سکھایا ہے۔ اور صدیوں کی کاوشوں کے بعد آج کا انسان اتنا مہذب ہو گیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے جذبات کے اظہار کرنے کے اہل نہیں رہا بلکہ اکثر وہ خود اپنے جذبات کو پہچان بھی نہیں پاتا۔

ہم بھی مہذب بلکہ بہت ہی مہذب شخص ہیں۔ جذبات سے عاری ہو چکے ہیں تو اظہار جذبات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک تو ہم ویسے ہی مہذب اور دوسرے پھر نہایت اعلیٰ سو بر قسم کی سروس میں داخل ہو گئے۔ بس گویا سونے پر سہاگہ۔

جب ہم پچیس برس کے ہوئے تو ہمیں بتایا گیا کہ اب تم سیانے ہو گئے ہو۔ اب یہ ہنسنا ہنسانا چھوڑ دو۔ یہ بچوں کا کام ہے۔ سیانے لوگوں کو ایسی باتیں شوبھا نہیں دیتیں۔ مہذب شخص تابعدار ہوتا ہے۔ ہم نے حکم بجا لایا اور ہنسنا چھوڑ دیا اور اس کے بجائے مسکرانا شروع کر دیا۔ جہاں پہلے ہم خوب زور سے قہقہے لگاتے تھے وہاں اب مسکرانے پر ہی اکتفا کرنے لگے۔ ہماری حالت بجلی کے اس پنکھے کی سی ہو گئی جس کی وولٹیج لو ہو گئی ہو۔ اسے آپ چاہے کتنے نمبر پر چلائیں وہ دھیمی رفتار سے ہی چلتا ہے۔ اگر کوئی ہم سے پوچھتا کہ ہم نے ہنسنا کیوں چھوڑ دیا تو ہم پروٹسٹ کرتے کہ یہ محض الزام تراشی ہے۔ ہم تو کبھی ہنستے نہیں تھے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔ آپ کوئی ایسا ثبوت یا گواہ پیش کریں جس سے آپ کے الزام کی تصدیق ہو سکے۔ ہم نے یہاں تک بھی آفر کیا کہ آپ ہماری بیگم سے پوچھ لیں کہ کیا انھوں نے ہمیں کبھی ہنستے ہوئے دیکھا ہے۔ بیگم ہمیں بہت سی حالتوں میں دیکھ چکی ہیں۔ بہت سی کمبختوں سے گرتا ہوا پا چکی ہیں لیکن وہ حلفیہ بیان دینے کو تیار تھیں کہ انھوں نے ہمیں کبھی ہنسنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے نہیں پایا۔ ہاں ایک بار ہمیں رات کو نیند میں ہنستے ہوئے پکڑا گیا۔ ہم خواب دیکھ رہے تھے کہ ہنسنے کا مقابلہ ہو رہا ہے اور اس میں ہمیں فرسٹ پرائز ملا ہے۔ لیکن بیگم نے ہمیں جھنجھوڑ کر اس خواب سے بیدار کر دیا اور کہنے لگیں "ماتے میں تیوری چڑھی رہتی ہے"

اس کے بعد جب ہمیں ترقی ملی تو ہمارے افسر نے ہمیں بلا کر کہا۔ اب تم ایک ذمے دار عہدے کو سنبھالنے جا رہے ہو۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ مسکرا کر بات کرتے ہو۔ اس سے عہدے کے وقار کو ٹھیس لگتی ہے۔ اس لیے ہمارا مشورہ ہے کہ مسکرانا کم کر دو۔ ہو سکے تو بالکل چھوڑ دو۔ تم مہذب شخص ہو اور مہذب شخص تابعدار ہوتا ہے۔

اس لیے ترقی پانے کے دن سے ہم نے مسکرانے کا سوئچ آف کر دیا۔

اب گویا ہم ایک زیرو پاور کا بلب بن گئے جو کبھی جلتا بھی تھا تو معمولی وولٹیج پر۔

اس کے ساتھ ہم نے لوگوں کے ساتھ مصافحہ کرنا بھی بند کر دیا کیونکہ ہاتھ ملاتے وقت کبھی کبھی ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم کامیاب افسر ثابت ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ ترقی بھی پاتے جائیں۔ اس کے لیے مسکرانا چھوڑنا اگر شرط تھی تو یہ بڑی معمولی بات تھی۔

اب ہماری یہ حالت تھی کہ ہمیں ہر ہنستا ہوا شخص اجڈ اور جاہل لگتا اور ہر مسکراتا ہوا انسان پچھڑے ہوئے طبقے کا ممبر لگتا۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے ہمیں کوفت ہونے لگتی۔ اب ہمیں شادی بیاہ کی تقریبوں میں شرکت کرنے کی بجائے ماتمی جلسے اور سوگوار لوگ زیادہ بھاتے۔ ہندوستانی بیوی تو خاوند کا رجحان دیکھتی ہے۔ بیگم نے ہماری مسکان غائب ہوتی دیکھا تو سمجھ گئیں کہ رتبے اور سینارٹی کا سوال ہے۔ انھوں نے بھی اپنا چہرہ سوگوار بنا لیا۔ ویسے ان میں شروع ہی سے اعلا افسری کے بہت سے گُن پائے جاتے تھے۔ بڑے خداوندوں کو دیکھ کر چھوٹوں نے رنگ پکڑا۔ اور بچے بھی سنجیدہ ہو گئے ویسے ہمیں شک تھا کہ ہماری غیر حاضری میں ہمارے گھر میں کچھ ہنسنا ہنسانا ہوتا ہے۔ لیکن اپنے غائبانہ میں تخریبی کارروائیوں کو روکنا آسان نہیں اتنا ہی کافی تھا کہ ہماری موجودگی میں کوئی ایسی نازیبا حرکت سرزد نہیں ہوتی تھی۔

ایک بار جو ہم گھر میں داخل ہوئے تو قہقہوں کی آواز اور ہنسی کی جھنکار کانوں میں پڑی۔ ہم ایک دم رک گئے۔ سمجھے کہ غلطی سے کسی دوسرے کے گھر آ گئے ہیں۔ الٹے پاؤں باہر گئے۔ بورڈ پڑھا تو اپنا ہی نام تھا۔ سیدھے پاؤں پھر واپس آئے۔ معمول کی خاموشی تھی ماحول سوگوار تھا۔ اطمینان ہوا۔ اندر آ گئے۔ دیکھا تو کمرے میں کچھ مسکراہٹ کی بکھراہٹ کے نشان دکھائی دیے۔ ہاں ایسا لگتا تھا کہ سب سے چھوٹا بچہ ابھی ابھی ہنسا ہوگا۔ اس سے بڑے بچوں کے چہروں پر مسکراہٹ کی Retreat (رم واپسی) کے آثار تھے۔ بیگم کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پر وہی سوگوار آمد یہ تھی جس کے ہم عادی ہو چکے تھے۔ ہم نے سختی سے پوچھا کہ اس گھر سے ابھی ابھی جو قہقہوں کی گونج نکلی اس کی کیا وجہ تھی سب بچے خاموش رہے لیکن سب سے چھوٹا بچہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ ابھی ریڈیو پر ڈرامہ آ رہا تھا۔ بڑا ہی ہنسانے والا تھا۔ میں تو ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا ہمیں بڑا دکھ ہوا۔ اتنی چھوٹی عمر اور اتنا ہنسنا۔ یہ آثار ٹھیک نہیں۔ بیگم نے صفائی دی کہ قہقہے صرف ریڈیو سے آ رہے تھے۔ باقی بچے صرف مسکرانے تک ہی رہے۔ صرف سب سے چھوٹے بچے نے ہنسنے کا جرم کیا تھا۔ یہ کہتے کہتے بیگم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ہم نے اپنی آخری اولاد کو گود میں لیا اور سمجھایا کہ بچے تم ایک مہذب شخص کی اولاد ہو۔ تم دوسری نسل کے مہذب شخص ہو اور پھر تمھیں بھی بڑا شخص بننا ہے۔ ترقی کرنی ہے۔ اگر ہنسنے اور مسکرانے کی بری عادت نہ چھوڑی تو سب لوگ کہیں گے کہ یہ کیسا چھچھورا آدمی ہے۔ اونچے حلقوں میں کوئی تم سے بات نہیں کرے گا تم پہ ترقی کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ تمھارا مستقبل تاریک ہو جائے گا کبھی ہمارے ملنے جلنے والوں کو تم نے مسکراتے دیکھا ہے؟ اگر زندگی میں تمھیں کچھ بننا ہے تو ہنسنا چھوڑ دو۔ جتنی جلدی یہ بات پلے باندھ لو اتنا ہی اچھا ہے تم ہونہار ہو بس اتنی سی بات اور سیکھ لو۔ بچہ یہ سن کر ہماری گود سے اتر کر باہر بھاگ گیا اور ہمیں ایسا لگا کہ باہر دور سے بچوں کے ہنسنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

دس سال اور بیت گئے ہمیں ایک اور ترقی ملی۔ اس بار ہمیں کسی نے بتایا نہیں لیکن ہم نے خود ہی ایک قدم اور آگے بڑھایا اپنے آفس کے دروازے پر بورڈ لگا دیا "اندر مسکرانا منع ہے ہنسوڑ قسم کے لوگ اپنے ماسک اتار کر آئیں"۔ اب ہمارے چہرے سخت ہو گئے ہیں۔ دانت کسے رہتے ہیں چہرے پر ماتم چھایا رہتا ہے ہم ہر آنے والے کو برفانی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس کے چہرے سے مسکراہٹ کا عنصر نچوڑ کر اسے پرے پھینک کر پھر اس سے بات کرتے ہیں۔ اب لوگوں کو مہذب بنانا اور ہنسی اور مسکراہٹ جیسے مکروہ فعلوں کو ختم کرنا ہی ہماری زندگی کا مشن بن گیا ہے جہاں ہم ہوں وہاں میلوں تک چاروں طرف ہنسی اور مسکراہٹ پھٹک نہیں

افسانہ

ممتا

ڈاکٹر بشیشر پردیپ

مسز گیتا اگنی ہوتری جب آیا کو ہسپتال میں دکھانے کے بعد گھر لوٹیں تو بہت فکرمند تھیں۔ ڈاکٹر نے آیا کو ایکسرے وغیرہ ٹیسٹ رپورٹ دیکھنے کے بعد مسز اگنی ہوتری کو الگ لے جا کر بتایا تھا۔
"آپ کی آیا کو ٹی بی ہے۔ لیکن ابھی پہلی منزل ہے۔ علاج سے آرام تو ضرور آجائے گا لیکن اس کو تنہا ہونا چاہیے۔ اس کا کھانا پینا الگ ہونا چاہیے۔ برتن الگ ہونے چاہییں اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ بچوں کو اس سے الگ رکھیے ___"
یہ سن کر مسز اگنی ہوتری کو فکر لگ گئی اور تو سب ٹھیک ہے لیکن راہول کو کیسے الگ رکھیں گے ؟ دو سال کا راہول تو پیدائش کے وقت ہی سے آیا کی گود میں پلا ہے۔ اس کے ساتھ بہت ہل گیا ہے اس کو الگ کرنا بہت مشکل ہے۔ تو پھر آیا کو نکال دیں ___ ؟! یہ کیسے ہو سکتا ہے پچھلے چار برس سے وہ اس گھر میں کام کر رہی ہے۔ اس کی شادی کے وقت سے۔ اور اس کی پوری طور سے خدمت کرتی رہی ہے۔ جب راہول پیدا ہوا تھا تو وہ اس کا کتنا خیال رکھتی تھی! وہ کوئی چیز منہ میں ڈالنے لگتی تو دوڑ کر اس کے ہاتھ سے لے لیتی اور پھر زچگی کے وقت بھی تو ہسپتال میں وہی ساتھ تھی۔ اگنی ہوتری صاحب کی ماں آ نہ سکی تھیں اور گیتا کی اپنی ماں تو تھی ہی نہیں۔ راہول پیدا ہوا تو آیا نے اپنی ساری ممتا راہول پر لٹا دی۔ اس کا اپنا کوئی بچہ نہ تھا۔ شادی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ بیوہ ہو گئی اور پھر آیا گیری کرنے لگی۔ اور ان کے پاس آ گئی اور آتے ہی اس کی خدمت میں جٹ گئی۔ اب اگر وہ بیمار ہو گئی ہے تو وہ اسے برطرف کر دے۔ کبھی کوئی نقص دیکھتی اس کے کام میں کوتاہی دیکھتی یا کوئی بے ایمانی پکڑتی تو بات بھی تھی۔ بغیر کسی بہانہ بنا کر اسے نکال دینا اس کے بس میں نہیں تھا۔

مسز اگنی ہوتری نے آیا کو اس کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ بس اسے ہسپتال سے رکشا روک کر راستے سے یہ دوا خرید لی۔ اور پھر اسے دوا لینے کے بارے میں ہدایت دینے لگی۔ اور ساتھ ہی اسے تسلی بھی دیتی گئی ___ "تم کسی قسم کی فکر نہ کرو۔ معمولی سی بیماری ہے تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی"
راستے بھر وہ اس کی بیماری کو معمولی بیماری بتاتی رہی۔ گھر پہنچی تو راہول سویا ہوا تھا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی ورنہ اگر راہول سویا ہوا نہ ہوتا تو دوڑتا ہوا آ کر آیا کی ٹانگوں سے لپٹ جاتا۔ اور آیا اسے ہمیشہ کی طرح گود میں اٹھا لیتی اسے چومتی اور ___ اور ___ وہ آگے کچھ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔
آیا اپنے کوارٹر میں چلی گئی اور مسز اگنی ہوتری پھر اپنی فکر میں گم ہو گئی۔ شاید اگنی ہوتری صاحب اس مشکل کا کوئی حل ڈھونڈ نکالیں ؟ وہ اپنے شوہر کا انتظار کرنے لگی۔
پندرہ دن پہلے آیا نے کمزوری تھکاوٹ اور بدن کے ٹوٹنے کا ذکر کیا تھا اور اس نے گھر میں رکھے دواؤں کے ڈبے میں سے بخار کی ایک دوا نکال کر دے دی تھی۔ لیکن آیا کو آرام نہ آیا۔ وہ کئی کئی گھنٹے اپنے کوارٹر میں پڑی رہتی اور پھر وہ اسے ہسپتال میں لے جا کر دکھانے کے لیے تیار ہو گئی۔
اس وقت وہ چاہ رہی تھی کہ آیا کچھ دن اپنے کوارٹر ہی میں پڑی رہے تاکہ وہ لوگ سوچ بچار کر سکیں! اس مصیبت سے بچنے کا کوئی راستہ کھوج سکیں جہاں تک راہول کا اس کے کوارٹر میں جانے کا سوال ہے تو وہ اسے کسی نہ کسی طرح بہلا پھسلا کر روک لے گی۔ آیا کے پاس راہول کا جانا اسے یک دم خطرناک لگنے لگا تھا۔ حالانکہ آیا نہ جانے کتنے دنوں سے اس مرض میں مبتلا تھی اور راہول متواتر اس کے پاس رہتا رہا تھا۔ نہ صرف اس کے جسم ہاتھ پیر چہرہ ہونٹ سب کو چھوتا رہا تھا۔ بلکہ اس کے منہ سے منہ سٹا کر اس کے سانسوں کو بھی اپنے اندر داخل کرتا رہا تھا۔ ایشور راہول کو بچائے رکھے۔
شام کے پانچ بج گئے اور آیا اپنے کوارٹر سے نہیں آئی۔ مسز اگنی ہوتری نے ایشور کا شکر ادا کیا اس سے پہلے اگر آیا شام کو چار بجے تک نہ آجاتی تھی تو وہ اسے ڈانٹ دیتی تھی لیکن آج ___ آج وہ چاہتی تھی آیا اپنے کوارٹر ہی میں رہے۔ صرف آج ہی کے دن کے لیے نہیں۔ متواتر بیس چار دن کے لیے۔
تھوڑی دیر کے بعد اگنی ہوتری صاحب دفتر سے آ گئے ناشتہ کرنے کے بعد گیتا نے ان کے ہاتھ میں آیا کی دواؤں کے بل تھما دیے اور انھیں بتایا کہ آیا کو ٹی بی ہے۔ وہ چند لمحے اگنی ہوتری صاحب کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔
"ڈاکٹر نے خاص طور پہ تاکید کی ہے کہ بچوں کو اس سے الگ رکھا جائے۔"
"تو پھر ___ ؟"
اگنی ہوتری صاحب کا لہجہ بھی فکر میں ڈوبا ہوا تھا ___
"تو پھر کیا ___ ؟ یہ کوئی دو چار دن کی بیماری تو ہے نہیں۔ ایک لمبا عرصہ لگ جائے گا اسے ٹھیک ہونے میں۔ یہاں ہمارے یہاں کیسے رہ سکتی ہے؟ ہم کہاں تک اس کی دیکھ بھال کریں گے اور راہول کو کیسے اس کے پاس جانے سے روکیں گے ؟"
"وہ تو ٹھیک ہے۔ پر اسے چلے جانے کے لیے کیسے کہیں ؟"
گیتا چپ ہو گئی۔ وہ بھی تو یہی سوچ رہی تھی ___
شام کو آیا نہیں آئی۔ گیتا نے اپنے نوکر رامو کے ذریعہ اس کے کوارٹر میں کھانا بھجوا دیا۔ رامو نے آکر بتایا آیا منہ سر لپیٹے سوئی ہوئی تھی وہ کھانا وہیں اس کے کمرے میں رکھ آیا تھا۔ گیتا کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا اس کا دل چاہا وہ جا کر اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھ لیکن پھر اس نے آپ کو الگ رکھنے کے منصوبے کے تحت اس نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اس رات سونے سے پہلے گیتا اپنے شوہر کے ساتھ بہت دیر تک آیا کے بارے میں باتیں کرتی رہی
اگنی ہوتری صاحب بولے۔
"ایک بات میری سمجھ میں آتی ہے۔ آیا کو اس کی بیماری کے بارے میں بتا دیا جائے اور اسے کہا جائے۔ وہ لمبی چھٹی لے لے اور اپنے گاؤں میں رہ کر اپنی بیماری کا علاج کروائے۔ اس کے علاج کے لیے جتنا ہم سے بن سکے گا ہم روپیہ بھیجتے رہیں گے ہم اسے روپیہ بھیجتے رہیں گے۔ ٹھیک ہو جائے گی تو پھر آ سکتی ہے ___"

اور اگر اس نے کہہ [illegible] تو ہسپتال
علاج کروانے کی [illegible]

اگنی [illegible]

[illegible]

[illegible] فیصلہ میں [illegible]

[illegible] وہ اسے [illegible]

[illegible] ایک [illegible] بیماری [illegible] چھوت [illegible] باتیں اپنی جگہ [illegible] بالکل [illegible]

[illegible] ایک دو دن میں [illegible] کروں گا۔"

"اچھا"

"ہاں اور اب سو جاؤ ---"

اتنا کہہ کر اگنی ہوتری صاحب سو گئے لیکن گیتا کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ اسے اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ اسے یاد آیا [illegible] شادی کے ایک برس بعد وہ اگنی ہوتری صاحب کے ساتھ بمبئی آ گئی تھی جہاں اگنی ہوتری صاحب ایک کمپنی میں ملازم تھے۔ سروپ نگر میں انھوں نے ایک پرانی کوٹھی کرائے پر لے رکھی تھی۔ چار بڑے بڑے کمرے [illegible] بڑے بڑے برآمدے صحن [illegible] کوارٹر اور لان۔ کافی بڑی کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی میں وہ دن کے وقت بھی اکیلے رہنے میں گھبراتی تھی۔ اور جب اسے پتہ چلا کہ اگنی ہوتری صاحب کو کئی دن [illegible] دورے پر بھی جانا پڑتا ہے تو وہ ڈر گئی [illegible] اگنی ہوتری صاحب نے اسے یقین دلایا کہ [illegible] خاطر خواہ انتظام نہیں ہو جاتا وہ دورے پر نہیں جائیں گے۔ اور اس مشکل کا حل انھوں نے جلد ہی ڈھونڈ نکالا انھوں نے ایک آیا کا انتظام کر لیا جو ۲۴ گھنٹے ان کے ہاں رہے گی۔ ایک ادھیڑ عمر کی پہاڑی عورت جس کا شوہر کچھ عرصہ ہوا ایک حادثہ میں مر گیا تھا جو بے اولاد تھی۔ اس کا ایک رشتے کا بھائی اگنی ہوتری صاحب کے دفتر میں چپراسی تھا اس نے یہ انتظام کر دیا تھا۔ اس آیا نے بہت جلد اپنی خدمت گزاری سے گیتا کے دل میں گھر کر لیا۔ برتن وغیرہ مانجھنے اور فرش صاف کرنے کے لیے ایک چھوٹا سا نوکر تھا۔ جس کا نام رامو تھا آیا اس کی اور صرف اس کی خدمت پر مامور تھی۔ سر میں تیل لگا کر کنگھی کرنے سے لے کر جسم پر مالش کرنے اور نہلانے دھلانے تک سب کچھ اس کی خدمت میں شامل تھا۔ آیا جو [illegible] بہت دور سے یہاں چلی آئی تو [illegible] آیا نے اپنے سب رشتہ داروں سے [illegible] اور اس سے اس کے [illegible] والوں نے [illegible] تعلق ختم کر لیا تھا۔ تنہائی ان دونوں کو ایک دوسرے کے بہت نزدیک لے آئی تھی۔ اس وقت گیتا نے [illegible] آیا کو مالکن [illegible] اور آیا کو ایک نوکرانی جب آیا کو پتہ چلا کہ گیتا ماں بننے والی ہے تو وہ بہت خوش ہوئی تھی۔ گیتا نے سب سے پہلے آیا ہی کو بتایا تھا۔ [illegible] تو اس وقت ایک بچے کے لیے دوسرے [illegible] ہو رہے تھے

آیا نے اس وقت سے اسے [illegible] دینا شروع کر دیں۔ میم صاحب زیادہ ثقیل چیزیں نہ کھائیں [illegible] آیا نے ہر بات کا خوب خیال رکھا۔ جلدی جلدی سیڑھیاں اترنا کوئی بوجھ نہ اٹھانا۔

اور گیتا اس کی ساری باتیں بڑے دھیان سے سنتی جیسے وہ آیا نہ ہو اس کی ماں ہو۔ اور جب راہول پیدا ہوا تو آیا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جیسے وہ بچہ اس کی کوکھ سے نہیں آیا کی کوکھ سے پیدا ہوا ہو۔

ہسپتال سے آنے کے بعد تو آیا نے اپنا تن من سب اس بچے کے لیے مخصوص کر دیا تھا۔ اسے نہلانا دھلانا۔ اس کے کپڑے بدلنا۔ دودھ کی بوتل سے اسے دودھ پلانا اور پھر اسے کاندھے سے لگا کر لوری گاتے ہوئے تمام کوٹھی میں لیے پھرنا جب تک کہ وہ سو نہ جائے۔ آس پاس کوئی شادی بیاہ یا کوئی اور رونق میلا ہوتا تو وہ اسے گود میں لیے وہاں پہنچ جاتی۔ ایک بار تو پڑوس میں رات کے وقت راہول کو ایک بارات دکھانے کے لیے وہ اسے گود میں اٹھائے اس وقت بھی چلی گئی جب کہ اس کے پاؤں میں موچ آ جانے کی وجہ سے سخت درد تھا۔ لیکن راہول رو رہا تھا اور اسے چپ کرانے کا یہی طریقہ تھا۔ ہر موسم میں صبح و شام راہول کو بچہ گاڑی میں بٹھا کر گھمانے لے جاتی۔ راہول بھی اس کے ساتھ بہت مل گیا تھا ان دونوں کو تو جیسے راہول کی اب کوئی چنتا ہی نہیں رہی تھی۔ جب چاہتے کہیں بھی چل دیتے --- پکچر۔ شاپنگ۔ یا کسی سے ملنے ---

راہول نے پہلی بار "ماما - ماما" کہہ کر آیا ہی کو پکارا تھا۔ وہ اسے دیکھتے "ماما - ماما" کہہ کر ہاتھ پھیلا دیتا اور وہ اسے جھٹ اٹھا لیتی۔ راہول بیٹا بڑا ہو کر پڑھے گا لکھے گا۔ بڑا آدمی بنے گا۔ دلہن لائے گا۔ اپنی ماما کو تو بھول ہی جائے گا ---"

اس کی پہلی سالگرہ پر آیا نے راہول کے لیے ایک سوئیٹر بُن کر دیا۔ ایک ٹوپی اور ایک موزے کا جوڑا بُن کر دیا ناچ گیا۔ گیت سنائے اور خوب رونق کی اور اب دوسری سالگرہ آنے والی تھی وہ نہ جانے کیسی کیسی خوشیاں منائے گی ---؟

ایسی نیک دل اور محبت کرنے والی عورت کو صاف صاف کہہ دینا کہ "تم چلی جاؤ۔ کیونکہ تم بیمار ہو" کتنی بڑی ناانصافی ہو گی؟ ناانصافی۔ احسان فراموشی بد خلاقی!!

وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسے اگنی ہوتری صاحب کی آواز آئی۔ وہ بھی جاگ گئے تھے۔

"نیند کہاں گئی ہے گیتا --- گیتا: میں سوچ رہا ہوں۔ آیا ہمارے پاس چار برس سے رہ رہی ہے اور اب تو یوں لگتا ہے جیسے وہ ہمارے ہی گھر کی کوئی فرد ہو۔ وہ یہاں رہے گی اسی شہر میں پہلے ہی الگ الگ سے کوئی جگہ کرایہ پر لے دیں۔ ہم ہی اس کا علاج کروائیں گے۔ باقاعدہ علاج ہو گا تو وہ جلدی ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ کیوں؟

ہاں یہ ٹھیک ہے۔

اور یہ فیصلہ کر کے انھیں محسوس ہوا کہ ان کے دلوں پر سے بوجھ ہٹ گیا تھا۔

جب صبح کو کافی دیر تک آیا نہیں آئی تو گیتا اس کے کوارٹر میں اس کا حال پوچھنے کے لیے گئی۔

گیتا نے دیکھا کہ آیا کے کمرے کا دروازہ بھڑا تھا اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ آیا کی چارپائی خالی پڑی تھی اور جب اس نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی تو کمرہ بھی خالی تھا اور آیا کا وہاں کچھ سامان نہ تھا۔ سامنے شیلف پر ایک خط پڑا تھا گیتا نے جلدی سے وہ خط اٹھا لیا اور پڑھنے لگی۔ لکھا تھا:

میم صاحب!

ہم نے اپنی بیماری جان لی ہے کل پنڈت کا بڑا بیٹا آیا تھا اس نے ڈاکٹر کی رپورٹ دیکھ کر سب بتا دیا۔ میم صاحب! ہمیں تو بڑی بھیانک بیماری لگ گئی! پتہ نہیں ہم بچیں گے بھی یا نہیں؟ اور میم جی یہ تو بڑی چھوت کی بیماری ہے۔ ہم یہاں رہیں گے راہول بیٹے کو نقصان پہنچ سکتا ہے اسی لیے ہم اپنے گاؤں واپس جا رہے ہیں ہمارا بڑا دل تھا میم صاحب راہول بیٹے کا جنم دن منائے گا۔ اب ہم گاؤں میں راہول کا جنم دن منائیں گے۔ میم صاحب ہماری تنخواہ کے پیسے آپ کے پاس بچے ہیں نا۔ ان سے ہماری طرف سے راہول کے جنم دن پر ایک تین پہیوں والی سائیکل لے دینا۔ ایک سندر سی سائیکل جس پر گھنٹی بھی لگی

(آگے ص ۲۴)

آ

افسانہ

عبید قمر

"تب تک بارات میں چل رہے ہو نا فیروز بابو؟"
"کیا ہوا بھئی، بابو جی مان گئے؟" فیروز نے پوچھا۔

"ویسے تو بابو جی تیار ہی تھے۔ بس ذرا سے ڈر رہے تھے وہ تاریخ پکی کرنے گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ بس جھٹ منگنی پٹ بیاہ والی بات ہے۔ —"

اور اس جملے پر فیروز بھونچکا سا ڈومن کا منہ تکنے لگا۔

ڈومن کا خاص دھندہ ہاٹ میں اپنے بابو جی اور ماں کے ساتھ کیلے فروخت کرنا تھا۔

ویسے مختلف اوقات میں وہ مختلف کام کیا کرتا تھا۔ علی الصباح چار بجے وہ اپنے والدین کے ساتھ ہاٹ چلا جاتا۔ سودا سلف خریدنے کے بعد ماں باپ کیلے کی دکان پر ہوتے اور وہ قریب گیارہ بجے تک ہاتھ میں دھنیا کی پتی لیے چلاتا رہتا —

"دس پیسے میں سو گرام ہرا دھنیا، سستا لگا دیا ہے سستا۔ دس پیسے میں سو گرام، دس پیسہ، دس پیسہ۔"

لنگی بنڈی میں ملبوس اور کاندھے پر گمچھا رکھے یہ ناٹا سا صحت مند نوجوان اس عالم میں فیروز کو ہمیشہ ایک ایسا مقرر دکھائی پڑتا جو اپنی آواز کے زور پر پوری قوم کو بہا لے جانے کی قدرت رکھتا ہو۔ تین چار گھنٹے بغیر کسی فل اسٹاپ اور کوما کے اس کی کرخت آواز فضا میں گونجتی رہتی۔ وہ آواز لگائے جاتا اور سودا بیچتا جاتا۔ دوپہر سے پہلے اس کا سودا بک جاتا۔ پھر شام تک اس کی ڈیوٹی بوڑھے والدین کے ساتھ کیلے کی دکان پر ہوتی۔

اندھیرا ہونے سے پہلے وہ گھر آ جاتا۔ نہا کر دھو کر اب وہ پینٹ بش شرٹ پہنے باہر کے کمرے سے ملحق برآمدے میں کرسی پر بیٹھا کسی رسالے کے مطالعہ میں غرق ہوتا۔

یہ ایک کلینڈر کی دوکان ہوتی۔ جسے اس کے چھوٹے بھائی شام سے پہلے سجا کر اسکول کا ٹاسک پورا کرنے میں مشغول ہو جاتے۔

گاہک آتے اور وہ ملنساری کے ساتھ مختلف ذوق و شوق کے لوگوں کو کلینڈر دیتا جاتا۔ گاہک کے مزاج و لباس کو پرکھتے ہوئے کلینڈر میں ڈیٹ کو پن لگاتے وقت وہ کوئی نہ کوئی فقرہ بھی ان کے ہوش و حواس پر ضرور چسپاں کر دیتا۔ —

"بس یہ دیجئے بابو جی کو، ویسے اب ان کی لاٹھی کی زیادہ اہمیت ہے۔"

"جی ہاں اس ہیرو کا کریز آج کل شاید یہ سب سے جھک کر ملا کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کی لمبائی کی بڑی قدر ہے!"

"ہاں بھیا یہ صبح بنارس کا سین ہے۔ بھگوان کرے آپ کی ہر صبح بھی اتنی ہی سندر ہو!"

"ارے بابو کعبہ کو صرف چھیم کی اور لٹکا کر ایک ست جانا۔ بس ذرا دل میں بسانے کی بات ہے!"

"واہ بھیا، بڑی سندر پسند ہے آپ کی۔ لگتا ہے پیڑ کی ہر ڈالی پر میٹھے رنگ برنگے پنچھی ایک ہی گیت گنگنا رہے ہوں۔ جیسے بھارت کے وشال درخت پر الگ الگ ذات اور مذہب کے لوگ گلے سے گلے ملا کر مستی کا راگ الاپ رہے ہوں۔"

اسی قسم کے جملے سن سن کر فیروز اسے دبو لیڈر کہنے لگا تھا۔ فیروز اور ڈومن بڑے ہی جگری دوست تھے۔ دونوں بہت کم پڑھے لکھے تھے۔

ڈومن فرصت کے اوقات ہمیشہ پڑھے لکھے ذمہ دار لوگوں کے ساتھ گزارتا۔ مختلف قسم کے میگزین اور اخبار کے مطالعے نے اس کے ذہن اور انداز رہائش پر بڑا ہی خوشگوار اثر چھوڑا تھا۔

ادھر چند سالوں میں اس نے اپنے ایک پڑوسی سے اردو بھی اچھی خاصی سیکھ لی تھی۔ جس سے اس کے لب ولہجہ میں شائستگی اور وقار پیدا ہو گیا تھا۔

فیروز بھی منڈی ہاٹ میں اپنے والد اور بڑے بھائی کے ساتھ ایک چپل کی دکان پر بیٹھتا تھا۔ لیکن شام میں اسے فرصت مل جاتی اور وہ تھوڑی دیر کے لیے ڈومن کے پاس کلینڈر کی دکان پر چلا آتا۔ پھر جلد ہی اپنے دوسرے ساتھیوں کی تلاش میں چل نکلتا۔ اور رات گئے تک نچلے طبقے کی بدمستیوں میں مگن رہتا۔ سب کچھ جھیل لینے کی الھڑ کیفیت سے سرشار فیروز کی شخصیت کا والہانہ پن بڑا ہی پرکشش تھا۔ وہ انتہائی جلد باز، لا ابالی اور خود سر نوجوان تھا۔ ڈومن بھی کافی ضدی اور غیور تھا مگر ڈومن کے مزاج کو "اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل" کا پھڑکتا مصرعہ کہئے تو فیروز کی سرمستی اور شہ زوری اس مصرعہ پر صاد کرتی نظر آتی ہے۔ "لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے"

آج کلینڈر کی دکان پر پہنچتے ہی ڈومن کے جملے نے فیروز پر ایک کیفیت طاری کر دی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ ڈومن جیسا آدمی بھلا بغاوت پر آمادہ ہو سکتا ہے۔؟

ڈومن اب کلینڈر میں ڈیٹ کو پن سے چسپاں کرنے لگا۔ کچھ اس طرح خوش تھا جیسے اس نے شادی کی خبر فیروز کو دے کر اپنا فرض پورا کر دیا ہو۔ اور فیروز کی والہانہ نظریں جیسے کچھ اور ہو کر اس کے سراپا میں شگفتگی پیدا کر رہی تھیں۔ یکایک فیروز نے ڈومن کو مخاطب کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ڈومن بابو آج سے تم کو ہم دبو لیڈر نہیں بلکہ کرانتی کاری لیڈر کہہ کر پکاریں گے۔"

ڈومن ہنستے ہوئے بولا — "ارے بھیا ڈائیلاگ چھوڑو۔ بس یہی سمجھو کہ دو تین دن کے اندر تلک آئے گا اور ہفتے کے اندر بارات جائے گی۔ بلوہ کا بھی ڈر ہے تم کو ہر طرح سے تیار رہنا ہے!"

"گھبراؤ نہیں۔ سب ٹھیک رہے گا پیارے! زمانہ ہم سے ہے زمانے سے ہم نہیں!" یہ کہتا ہوا فیروز جیسے یک گونہ بے خودی کے عالم میں کچھ گنگناتا اٹھلاتا روانہ ہو گیا۔

ڈومن کے چہرے پر اب ایک طمانیت بخش مسکراہٹ

روشن تھی۔ یوں تو یہ دونوں چوبیس گھنٹہ ساتھ رہ کر اب مشکل سے پانچ یا دس ہی منٹ مل پاتے تھے۔ لیکن جب بھی کسی کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوتا دونوں ہی ایک دوسرے کی مدد اور بچاؤ کے لیے تلوار اور ڈھال کی صورت میں ان عمل میں کود پڑتے۔

بالوجی کے گاؤں سے واپس آتے ہی شہر سے باہر کے رشتہ بندوں کو بذریعہ ڈاک دعوت دے دی گئی۔ دو ہی دن بعد تلک آنا تھا اور پانچویں دن بارات کی روانگی تھی۔ رات گئے تک گھر میں ڈھولک، ستار اور پائل پہنے عورتوں کے گیت کی تانیں گونجنے لگیں۔ ڈومن گھر کا بڑا لڑکا تھا۔ اس لیے ساری ذمہ داری اور دوڑ دھوپ کا بار دولہا ہی کے سر آپڑا تھا۔ یوں تو شادی کے سارے مرحلے بڑی ہی سادگی سے طے پا رہے تھے لیکن تھی تو بہرحال شادی ہی!

آج تلک آنے والا تھا۔ صبح سے ہی باہر کے کمرے میں جہاں کلینڈر کی دوکان سجی تھی۔ سازندے آ پہنچے شہنائی بجنے لگی مہمان مرد و خواتین کے ساتھ بچوں کی اچھل کود سے گھر کی رونق دوبالا ہو گئی۔ لیکن خاص خاص لوگوں کے چہرے پر شادمانی و مسرت کی لہر کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی تناؤ اور الجھن کی گمبھیرتا بھی جھلک اٹھتی۔ کہیں کوئی ہنگامہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ کہیں رنگ میں بھنگ نہ پڑ جائے۔

تلک کی رسم ادا کرنے گاؤں سے لوگ صبح گیارہ بجے کی بس سے آنے والے تھے۔ لیکن فیروز کو ڈومن نے سویرے ہی بس اسٹینڈ بھیج دیا تھا۔ خدشہ تھا کہیں مخالف گروپ وہاں کچھ ابتری و بدامنی نہ پھیلا دے۔ آتے آتے سارے حفاظتی سامان سے لیس ہو کر اپنے چند لواحقین کے ساتھ فیروز نے بس اسٹینڈ کی چودھری کو جیسے گھیراؤ میں لے لیا تھا۔ یوں تو ڈومن نے فیروز کو کافی سمجھا بجھا دیا تھا کہ بات جب برداشت سے بڑھ جائے تب ہی کوئی قدم اٹھانا ہے۔ پھر بھی گھر پر شادی کی مختلف رسموں میں پھنسا وہ فیروز کی جذباتی پیش قدمی کے خیال سے کچھ ہراساں تھا۔ لیکن اندر جب خبر ملی کہ فیروز تمام لوگوں کو لے کر بخیر و عافیت آ گیا ہے۔ تو اس کے مسکراتے لب فیروز کے تمتماتے چہرے کی تپش کو جیسے بے خیالی میں چوم رہے تھے۔

اب شہنائی کے علاوہ کوٹھے پر لگے لاؤڈ اسپیکر کی آواز بھی گونجنے لگی تھی۔ باہر بیٹھ کر فیروز اپنی پسند کے ریکارڈ منتخب کرنے لگا۔ خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا۔ تلک کی رسم پوری ہونے کے بعد ہی اطمینان ہو سکتا تھا۔ اب گویا فیروز کی ڈیوٹی گھر پر ہی تھی۔ یہاں اس کے لواحقین نہیں آئے تھے۔ اپنا محلہ تھا۔ اپنے لوگ تھے۔ پھر بھی کسی ہنگامی معاملے سے نپٹنے کی پوری ذمہ داری اسی کی تھی۔

گھر میں چرچا تھا کہ بہت سے رشتہ دار نہیں آئے شاید انھیں ذات سے کاٹ دیے جانے کا خدشہ تھا۔

تلک کی رسم کی ادائیگی کا پورا اہتمام ہو چکا تھا۔ آنگن میں فرش بچھا ہوا تھا۔ دولہا کے پاس ہی پنڈت جی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ موجود تھے۔ تمام مرد آنگن میں جمع ہو رہے تھے۔ عورتوں اور بچوں کا کوٹھے پر مجمع لگا تھا۔ بس اب تلک کی کاروائی شروع ہونے کو تھی۔ یکایک لاؤڈ اسپیکر بجنا بند ہو گیا۔ شہنائی کی دھنیں دم توڑ گئیں۔ باہر سے آتی فیروز کے ڈانٹنے جھگڑنے کی آواز نے لوگوں کے کان کھڑے کر دیے تھا۔ گروپ پوری پنچایت ٹولی کے ساتھ آ دھمکا تھا فیروز انھیں کمرے میں داخل ہونے سے روک رہا تھا۔ ڈومن کے بالوجی نے نکلنے سے دو بزرگوں کو گفت و شنید کے لیے باہر بھیجا اور ان کے کہنے پر فیروز نے ساری پنچایت ٹولی کو بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ چھ سات ضعیف العمر حضرات اور تین چار نوجوانوں پر یہ ٹولی مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے ڈومن کے بالوجی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ بعض نے سختی سے کہا گیا کہ وہ نہیں آئیں گے۔ یہاں پنچایت بیٹھنا فضول ہے۔ اب تو شادی کے بعد ہی آپ کی پنچایت کوئی بھی فیصلہ کرنے کی مجاز ہو گی۔ اتنا سنتے ہی پنچایت کے صدر نے للکارا ——

"نہیں ہم تلک نہیں چڑھنے دیں گے۔ یہ شادی نہیں ہو سکتی!"

سبھوں کے تیور دیکھ کر فیروز عقاب کی مانند بس اب جھپٹنے ہی کو تھا کہ ڈومن دولہا بنا کمرے میں آ پہنچا۔

فیروز نے شعلہ اگلتی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا —— "یار اب برداشت نہیں ہو گا۔ تم اجازت دو تو آن کی آن میں ان کو چھٹی کا دودھ نہ یاد آ جائے تو میرا ذمہ —— !"

لیکن ڈومن نے فیروز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اندر گھسیٹ لیا۔ اور بڑے ہی گمبھیر لہجے میں بولا ——
"دیکھو بالو، اصلی کمال یہ ہو گا کہ مار پیٹ کی نوبت نہ آئے اور یہ لوگ فوراً یہاں سے دفع بھی ہو جائیں۔"

پھر ڈومن اندر چلا گیا۔ فیروز کی غصیلی آواز پنچایت کے لوگوں نے سن لی تھی۔ وہ باہر آ کر سبھوں کو تیز نگاہوں سے بس اب گھور رہا تھا۔

پنچایت میں زیادہ تر ضعیف لوگ تھے۔ شاید انھوں نے دور اندیشی سے کام لے کر یہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے —— "اچھا اچھا ہم لوگ تو جا رہے ہیں لیکن اس کا انجام ٹھیک نہیں ہو گا۔"

ادھر سے بھی ترکی بہ ترکی جواب ملا —— "ٹھیک ہے بھیا، ہم لوگوں نے بھی زمانہ دیکھا ہے۔"

اور یہ بلا کسی طرح ٹل گئی۔ پھر تلک کی رسم بخیر و خوبی انجام پا گئی۔

تین دنوں بعد ایک بس ریزرو کر کے بارات روانہ ہوئی۔ فیروز سالار کارواں بنا اپنے خصوصی احباب کے ساتھ چھت پر سوار تھا۔ دوسری شام جب بارات واپس آئی تو بس میں صرف ایک ذی روح کا اضافہ ہو گیا تھا —— اور وہ تھی گھونگھٹ میں لپٹی دلہن!

لیکن بارات کی واپسی کے دوسرے دن مہاسبھا کے صدر کا اعلان نامہ ڈومن مہو کے گھر آ پہنچا۔ جس میں کہ بالوجی اور سسر کو ذات سے کاٹ دینے کا اعلان تھا۔ بالوجی متفکر رہنے لگے۔ کوئی رشتہ دار ڈومن کے یہاں آتا تو بغیر کھائے پیے چلا جاتا۔ پھر کچھ ہی دنوں میں اس کے سسر کا خط آیا کہ میں نے جرمانہ دے کر اپنا قصور معاف کرا لیا ہے۔ آپ لوگ بھی ایسا ہی کریں۔ لیکن ڈومن نے صاف انکار کر دیا تھا۔

گھر کے سارے لوگ ایک کمرے میں جمع تھے۔ ڈومن کے روبرو فیروز آنکھوں کے دیے جلائے یوں بیٹھا تھا جیسے اس کے مستقبل کی تاریک راہ کو روشن کر رہا ہو۔

ڈومن بالوجی کو سمجھا رہا تھا۔

"بات پکی کرنے کے باوجود پانچ سال تک وہ لوگ ٹال مٹول کرتے رہے۔ انھیں اچھا خاصا تلک بھی مل رہا تھا لیکن اس امید پر کہ کہیں اور سے زیادہ تلک مل جائے وہ شادی کو ٹالتے رہے۔ کیونکہ لڑکے کا ریٹ تو ہر سال بڑھ رہا ہے! آخر یہ لڑکی کو کب تک بٹھائے رکھتے۔ عاجز آ کر یہ دوسرا رشتہ تلاش کرنے لگے۔

ہمارا قصور ہی کیا ہے؟ بس یہی نا کہ ہم نے بغیر تلک کے شادی کی حامی بھر لی —— آپ گھبرائیے نہیں بالوجی۔ اگر اس سماج نے ذات سے کاٹ دیا تو کیا ہے۔ ہم خود دوسرے سماج کا سنگھٹن کریں گے —— ہم اس کی پرتگیا کرتے ہیں!!"

اور ڈومن نے مہاسبھا سے آئے کاغذات کو سامنے جلتی انگیٹھی میں جھونک دیا۔ ایک شعلہ بلند ہوا۔ بالوجی جو ہمیشہ سماج کے غلط اقدام سے نالاں رہے تھے۔ شعلہ کی تپش لیے مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی فیروز نے ڈومن کی پیشانی چومتے ہوئے کہا —— "جیو میرے کرانتی کاری لیڈر!"

سارے لوگوں کے پژمردہ چہرے بلند ہوتے شعلے کی روشنی میں جگمگا اٹھے —— (پٹنہ سے نشر)

عبید قمر گولک پورہ پٹنہ ۶

بقیہ:- ممتا
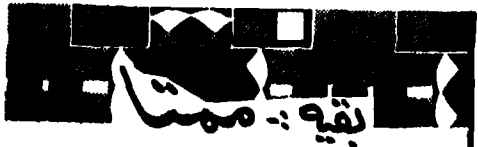
ہو اور کہنا یہ تمہاری ماں کی طرف سے ہے۔ اچھا میم صاحب راہول بیٹے کو ہمارا پیار دینا۔ ایشور بیٹے کو لمبی عمر دے۔

آپ کی —— آیا

خط کو ہاتھ میں لے کر گیتا، آیا کی چارپائی پر بیٹھ گئی اسے کچھ پتہ نہ چلا کہ کب اگنی ہوتری صاحب بھی وہاں آ گئے تھے اور انھوں نے اس کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھ لیا تھا۔ (لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر بشیشر پردیپ
۱۸۔ گلستان کالونی۔ لکھنؤ

۱۹ نومبر سے شروع ہونے والے ایشیاڈ میں کل ۲۱ کھیلوں کے مقابلے ہوں گے۔ بمبئی اور اس کے شہریوں کو یاٹنگ کے کھلاڑیوں کی میزبانی کا فخر حاصل ہوگا۔ یاٹنگ جسے ہندی میں پال نوکا ین اور اردو میں ہلکی پھلکی بادبانی کشتیوں کی دوڑ کہا جاسکتا ہے۔ بمبئی کے ساحل سمندر پر ۱۹ سے ۲۸ نومبر تک ہوگی۔ ویسے سرگرمی ۶ نومبر ہی سے شروع ہو جائے گی اور بمبئی کا خوبصورت ساحل سطح سمندر پر ڈولتی ہوئی رنگ برنگی کشتیوں سے اور بھی زیادہ خوبصورت نظر آنے لگے گا۔

مقابلے میں حصہ لینے والی کشتیوں کو چار درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1- International Enterprize Class.

2- International Fireball Class.

3- International OK Dinghy Class.

4- International Windglider Class.

آگے بڑھنے سے قبل آئیے ان بادبانی کشتیوں سے متعلق تھوڑی سی معلومات حاصل کرلیں۔

(۱) Windglider میں صرف ایک شخص سوار ہوسکتا ہے۔ اس کی لمبائی ۳٫۹۵ میٹر ہے اس کے ڈیزائنر Fred Osterman ہیں۔

(۲) OK Dinghy میں بھی ایک شخص سوار ہوسکتا ہے۔ اس کی لمبائی ۴ میٹر اور بیم ۱٫۴۲ میٹر ہے۔ ڈیزائنر Knud Obsen ہیں۔

(۳) Enterprize کو دو شخص سنبھالتے ہیں۔ اس کی لمبائی ۴٫۳۹ اور بیم ۱٫۶۰ میٹر ہے۔ اس کے ڈیزائنر Jack Halt ہیں۔

(۴) اسی طرح Fireball میں بھی دو شخص سوار ہوتے ہیں۔ اس کی لمبائی تمام بادبانی کشتیوں سے زیادہ ۴٫۹۲۸ میٹر اور بیم ۱٫۳۹۵ میٹر ہوتی ہے۔

ان تمام کشتیوں کے بادبانوں پر ان کی اپنی نشانی یا سمبل بنے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فائربال کے بادبان پر ایک بڑا دائرہ۔ انٹرپرائز پر "E" کا نشان۔ او کے ڈنگی پر انگریزی حرف D سے ملتی جلتی شکل اور ونڈ گلائیڈر پر دو مثلث کے اشکال!

یاد رہے کہ دوڑ کا فیصلہ صرف اس پر نہیں ہوگا کہ کون سی کشتی سب سے پہلے منزل پر پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ اس کے لیے کھلاڑیوں کی حاضر دماغی، ان کا تجربہ اور سمندر کی اونچی لہروں سے مقابلہ کرنے کے طریق کار پر بھی نظر رکھی جائے گی۔ سب سے بڑا سوال Balance یا توازن کا ہوگا۔ پھر ہوا بھی مخالف ہوگی۔ کیونکہ بادبانی کشتیاں نہایت ہلکی پھلکی ہوں گی۔ اس لیے ان کا توازن برقرار رکھنا اور انھیں متعین راستے پر لے جانا ہی کشتی رانوں کے لیے سب سے بڑی بات ہوگی۔

بادبانی کشتیاں جہاں سے چلیں گی اُسے سیلنگ کمپلکس کا نام دیا گیا ہے۔ کم و بیش ۳ میل کا فاصلہ طے کرکے وہ اسٹارٹ لائین پر پہنچیں گی جہاں سے دوڑ شروع ہوگی۔ دوڑ کا راستہ ایک ایسے مثلث کی صورت میں ہوگا جس کے تینوں اضلاع کی لمبائی ڈیڑھ میل ہوگی۔ مثلث کے ہر کونے پر نشان لگائے جائیں گے۔ مارک I، مارک II اور مارک III۔

ہندوستان کی نمائندگی کرنے کے لیے ۱۲ کھلاڑیوں کا انتخاب کرلیا گیا ہے۔ اُن کھلاڑیوں کو مشق کے لیے غیر ملکوں میں بھی بھیجا گیا تھا۔ علاوہ ازیں دوسرے کھیلوں کی طرح یاٹنگ کے بھی کیمپ لگائے گئے تھے۔ دو کیمپ لگائے جاچکے ہیں۔ تیسرا ۲۵ اکتوبر سے ۱۵ نومبر تک ہوگا۔ اور اسی کے بعد ہندوستانی کھلاڑیوں کی ٹیم کو قطعی اور آخری شکل دی جائے گی۔ اس سے قبل سیلیکشن اور ٹریننگ کمیٹی کی دعوت پر غیر ملکی کوچ ہندوستان آئیں گے تاکہ ٹیم کے انتخاب میں مدد دے سکیں۔

یاد رہے کہ ہمارے کھلاڑیوں کی محنت و مشقت کا ہی نتیجہ تھا کہ پچھلے سال نومبر میں ہم نے پہلے ایشین ریگیٹیا مقابلوں میں تمام میڈل جیت لیے تھے۔ اس لیے ایشیاڈ کے لیے بھی ہم بجا طور پر اپنے کھلاڑیوں سے بڑی بڑی امیدیں لگا سکتے ہیں۔

ہمارے علاوہ یاٹنگ کے مقابلے میں پیوپلز ری پبلک آف چائنا، جاپان، جنوبی کوریا، پاکستان، تھائی لینڈ، سری لنکا، سنگاپور، انڈونیشیا، شمالی کوریا، برما، ملائشیا، اور بنگلہ دیش کی ٹیمیں بھی حصہ لیں گی۔

اب آئیے یہ دیکھیں کہ بمبئی کے ساحل پر یاٹنگ کے لیے کیا کچھ کیا جارہا ہے۔

ایشین گیمز یاٹنگ آرگنائزنگ کمیٹی Ag yoc کی تشکیل ۱۹۸۱ میں کی گئی تھی۔ اس کمیٹی میں مشہور یات مین، اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی ایشین گیمز اور ریاستی سرکار دونوں کے نمائندے شامل ہیں۔ یہ مقابلے نیول سیلنگ کلب اور سی کیڈٹ کا پس سیلنگ اسوسی ایشن کی زیر نگرانی کرائے جائیں گے۔ کیونکہ نیوی یا ہندوستانی بحریہ نے بمبئی کے ساحل پر کشتی رانی کا نہایت شاندار انتظام کیا ہے اس لیے آرگنائزنگ کمیٹی کا صدر دفتر نیول سیلنگ کلب میں قائم کیا گیا ہے۔ وائس ایڈمرل ایم پی آوتی کو جو خود بھی نہایت مشاق یات مین ہیں کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا ہے۔ ہم سے ایک ملاقات کے دوران آوتی صاحب نے بتایا کہ مقابلے کی ساری تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں۔

میزبان ملک کی حیثیت سے ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ جو کھلاڑی اپنے ساتھ کشتیاں نہ لائیں انھیں ہم کشتیاں فراہم کریں اس لیے کمیٹی نے ہر طرح کی بادبانی کشتیاں بھی تیار کروائی ہیں۔ کوئمبٹور اور سکندرآباد کی فرموں نے یہ کشتیاں بنائی ہیں اور ونڈ گلائیڈر کو درآمد کیا گیا ہے۔

سیلنگ کمپلکس کی تعمیر اپالو بندر پر کی گئی ہے۔ شہر کے ہوائی اڈے پر ایک خصوصی کاؤنٹر کھولنے کا انتظام کرلیا گیا ہے جو آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے انھیں ہر آسانی اور سہولت مہیا کرے گا۔ کمیٹی نے معقول ٹرانسپورٹ کا بندوبست بھی کیا ہے۔ آرام دہ بسیں اور موٹریں ہمیشہ تیار کھڑی رہیں گی۔

تماشائیوں کو مقابلہ دیکھنے کے لیے ۵ روپے کا ٹکٹ لینا ہوگا۔ زیادہ دلچسپی رکھنے والے تماشائیوں کو بھی تمام سہولت فراہم کی گئی ہے۔ بمبئی لانچ موٹر اونرس ایسوسی ایشن اس بات پر تیار ہوگئی ہے کہ وہ بڑوں سے ۲۰ اور چھوٹوں سے ۱۰ روپے لے کر لانچ کے ذریعے انھیں سمندر میں مقابلے کے راستے کے قریب لے جائے گی۔

کمپلکس میں ایک نیوز سینٹر بھی بنایا جائے گا جس میں ٹیلیکس، ٹریڈنگ بکنگ اور بین الاقوامی رابطوں کا ہر انتظام ہوگا۔ ذرائع ابلاغ کے لوگوں کے لیے خاص کشتیاں بھی ہوں گی۔ ہندی اور انگلش کے سینئر وہاں موجود ہوں گے۔ اور بمبئی ٹیلی ویژن بھی مستعد رہے گی۔

ایشیاڈ کے لیے ہندوستان بھر کے اسکول، کالج اور تعلیمی ادارے ویسے بھی بند ہوں گے۔ لیکن بمبئی میں اسکول کے بچوں کے لیے بسوں کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ریاست کے دوسرے علاقوں سے آنے والے بچوں کو ہوسٹل، بورڈنگ اور ہوٹلوں میں ٹھہرائے جانے کا معقول انتظام کیا جارہا ہے۔

۱۶ سے ۱۸ نومبر تک کشتیوں کی لمبائی چوڑائی ناپی جائے گی اور دوسرے تکنیکی مطالبات پورے کیے جائیں گے۔

۱۹ نومبر سے مقابلہ شروع ہوگا اور ۲۷ تک بمبئی کے ساحل پر خوب رونق رہے گی۔ ۲۹ نومبر کو شام پانچ بجے انعامات اور میڈلوں کی تقسیم کا جشن منعقد کیا جائے گا۔

غرضیکہ بمبئی اور مہاراشٹر کے شہری بھی چھوٹے پیمانے پر ہی ایشین گیمز کی رونق اور چہل پہل بہ نفس نفیس دیکھ سکیں گے۔ (آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے نشر)

کا اثر گھریلو علاج پر، تقریر از
مسز معراج قریشی
(۲) گیت
(۳) دسترخوان
۳-۰۰ رنگا رنگ
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳ حسن غزل
اقبال بانو کی غزلیں
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ شہر نامہ
۹-۳ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام مصطفیٰ خاں: خیال
غلام حسین خاں، ستار پر راگ ایمن

جمعرات ۴ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
نجب علی، غالب کا کلام
مینا کپور، ڈی کوثر کا کلام
چراغ علی، موہن کا کلام
۷-۳۰ ولایت خاں، شہنائی پر راگ بھیروی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
مشکور علی خاں، خیال رام کلی
دوپہر
۲-۰۰ دھوپ چھاؤں
۲-۳ حرف غزل
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳ حسن غزل
مینا کپور: ساحر لدھیانوی اور
جگر مراد آبادی کا کلام
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ ادبی نشست
"مولانا امتیاز علی عرشی - شخصیت
اور علمی خدمت"
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مشکور علی خاں، خیال کیدارہ
ولایت خاں، شہنائی پر
راگ کلاوتی

جمعہ ۵ نومبر

صبح
۵-۱۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح
نعت و نعتیہ کلام
۶-۲۵ شہر صبا
سدھا ملہوترہ، سدرشن فاخر،
مصحفی اور شکیل کا کلام
اقبال احمد صدیقی، تابش اور
عرش ملسیانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ضیا محی الدین ڈاگر، سرسوتی وینا
پر راگ توڑی
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت
دوپہر
۲-۰۰ مشاعرہ
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
آشا سنگھ مستانہ، رام کشن مضطر
اور ماجد ہوشیارپوری کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ "سیل سفر" تقریر از قیصر قلندر
۹-۳۰ جیون درپن
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ضیا محی الدین ڈاگر، سرسوتی وینا
پر راگ مالکونس
اسد امانت علی خاں اور حامد علی خاں
خیال اور ترانہ مالکونس

ہفتہ ۶ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
پورنیما داس: مخمور سعیدی،
عزیز وارثی اور ممتاز مرزا کا کلام
بشیر احمد، قیوم چاندپوری اور
بہادر شاہ ظفر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دیو داس گپتا: سرود پر
راگ بھیروی بہار

کچے گوشت کی خوشبو

عمیق حنفی

میں پتھر یگ کی بھٹکی آتما
پرندوں نے بنا رکھے ہیں اپنے گھونسلے میری جٹاؤں میں
سویرے سے شام سینے میں پروں کی پھڑپھڑاہٹ
رگوں میں آبشاروں کی صدائیں
نسوں میں بجلیوں کی رو
مری آنکھوں میں سرخی اس شفق کی
کہ جو ہیبل کو جو اپنے شعلے سونپ جائے
مرے ہر رنگ سے اٹھتی ہے کچے گوشت کی خوشبو
میں ایک جنگل کا منظر
جسے تہذیب نے اپنے تحفظ کے لئے محفوظ رکھا ہے
(لکھنوت شہر)

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
سنیل کمار بوس: ٹھمری بھیروی
اور دادرا
دوپہر
۱-۰۰ گیتانجلی
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) افسانہ از ممتاز صدیقی
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب
۳-۰۰ بھولے نغمے
رات
۸-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
بشیر احمد، الطاف اور شاد عارفی
کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر و پس منظر
تحریر: نصرت ظہیر احمد
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
"کرن" ادبی میگزین
۱۱-۳۰ استاد امیر خاں: خیال جے جے ونتی
بدھ دیو داس گپتا: سرود پر
راگ کیدارہ

اتوار ۷ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
ششی نتادرک: مخمور دہلوی،

۹-۳۰ جب جب کارے
اوما ڈے: ٹھمری تلنگ
۱۰-۰۰ رنگا رنگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روشن آرا بیگم: خیال زرتابی
سے کنادھر چودھری،
وائلن پر راگ بھوپالی

پیر ۸ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
غلام عباس: حسرت موہانی
فراق اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
شبیر حسین، رضا الرضوی اور
بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سسر کنادھر چودھری، وائلن پر
راگ بسنت مکھاری
۹-۲۲ چلتے چلتے
دوپہر
۲-۰۰ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ کہکشاں
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

اور دارنا کا کلام
ساکپور، فیض ادا اور تعویلی
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
چت دیو برمن، اسراج پر
راگ بلاس کھانی ٹوڈی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
میرالی دلشیا پانڈے، خیال بیراگی

دوپہر
۲-۰۷ میری آواز سنو
۲-۳۰ رنگ ترنگ
۳-۰۰ ساز و ساز موسیقی

رات
۸-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
سراکپور، شمیم جے پوری کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ اظہار خیال
ہند اور پاکستان کے درمیان تعلقات
کیسے ہیں؟ (سامعین کے خطوط
پر مبنی)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
میرالی دلشیا پانڈے، خیال گوڑ کلیان
چت دیو برمن، اسراج پر
راگ ابھوگی کانہڑہ

منگل ۹ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
نیلم ساہنی، جگر، صادق دہلوی
اور شفق کا کلام
صلاح الدین احمد، شاد عارفی
اور منظر عارفی کا کلام۔
۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش این سکینہ، نٹ بھیروی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پنڈت منی پرشاد، اہیری توڑی

دوپہر
۲-۰۷ فلمی قوالیاں
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

(۱) 'ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں'
تقریر از محمد معصوم مراد آبادی
(۲) کلام شاعر
(۳) گیت (۴) خلوص نامہ

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
صلاح الدین احمد، غزلیں
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ 'میرا نقطۂ نظر فلسفے کے بارے میں'
تقریر از سلطان علی شیدا
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت منی پرشاد، خیال کوشک دھونی

بدھ ۱۰ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
شانتی ہیرانند، قدیر لکھنوی،
اور حامد لکھنوی کا کلام
گفتنام داس، خمار اور
جاں نثار اختر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
الیاس خاں، ستار پر راگ لنکا ساگ
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
مالتی پانڈے، خیال دیسی

دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) آرائش جمال 'میک اپ کیسے کریں؟'
(۲) گیت
(۳) کام کی باتیں
۳-۰۰ فلمی دنیا

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
شانتی ہیرانند، غزلیں
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی

مالتی پانڈے، خیال کیدارہ
الیاس خان، ستار پر راگ اڈانہ

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی، قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
سن پذیر، مشیر جھنجھانوی کا کلام
احت علی، قمر قریشی، شبیر انصاری
اور حسرت موہانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
جگدیش پرشاد قمر، شہنائی پر
راگ میاں کی توڑی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
رماراانی بھٹاچاریہ، راگ لالت

دوپہر
۲-۰۷ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
سدر پذیر، شمیم جے پوری
اور جاوید وششٹ کا کلام
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آئینہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روما رانی بھٹاچاریہ، خیال راگیشوری
جگدیش پرشاد قمر، شہنائی پر
راگ ایمن

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح
نعت اور نعتیہ کلام
۶-۲۵ شہر صبا
وندنا داجینی، شاد فدائی، جگدیش
مہتہ درد اور محمد عثمان عارف کا کلام
جمیل احمد، شگفتہ اور امیر مینائی
کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
برہم سروپ سنگھ، وچترو ینا
پر راگ جوگیا
۹-۲۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲-۰۷ سات سوال
۲-۳۰ یادیں بن گیئں گیت
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
جمیل احمد، ریاض خیر آبادی
اور ذوق کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ شہر خیال
'شہر صنف نازک' تقریر از
شگفتہ فرحت (بھوپال)
۹-۳۰ افسانہ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
برہم سروپ سنگھ، وچترو ینا
پر راگ مالکونس
رسکالال، خیال کوشک دھونی

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
کمل ہنس پال، ساغر نظامی،
پورن سنگھ ہنر اور اختر لوچا کا کلام
غلام علی، حسرت موہانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
نند لال گھوش، سرود پر راگ توڑی
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سدھیشوری دیوی، ٹھمری بھیروی
اور دادرا

دوپہر
۲-۰۷ گیت آپ کے شعر ہمارے
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) گھر آنگن 'بچوں کی تربیت اور عورت'
تقریر از سعیدہ طاہر صدیقی
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سنیئے

رات
۸-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
غلام علی، مومن کا کلام

۰-۰۰ ، سوا ستھ رکھشا
۸-۱۵ ودیشوں میں ہندی ، تقریر
'پورابا جرمنی میں'
۹-۳۰ اسد علی خاں ، بین

دہلی 'ب'

صبح
۰-۳۰ ، سنگیت سوربھی
ہری پرساد چورسیہ ، بانسری
۰-۵۰ ، سنگم : کنّڑھ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ڈوگری لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۰
سور منجوشا - رس رنگ
۳-۳۰ سلوچنا بہتی ، گائن

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پیار گیت
۹-۳۰ اور گیت لوٹ آئے

اتوار ۷ نومبر

دہلی الف

صبح
۸-۱۰ ، ظہور احمد خاں ، وائلن
ضمیر احمد ، طبلہ
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ کمار گندھرو : گائن
اوما شنکر مشرا : ستار
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۳-۱۱ سہ پہر ۵-۳۵
کرناٹک سنگیت
آرجنیش اور آر کامریش ، وائلن

دوپہر
۱۲-۰۲ نیا نگر ، جھلکی
تحریر روہت ، چترنجیت
سنسکرت پاٹھ

رات
رابندر سنگیت
ساہتیکا
ضمیر احمد ، طبلہ
[illegible] : بانسری

دہلی 'ب'

سنگیت سوربھی
نیاز احمد ، گائن

۰-۵۰ ، سنگم ، آسامی گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر
۲-۱۵ ، ۴-۰۲
سور منجوشا اور رس ترنگ
۳-۲۰ ظہور احمد خاں ، وائلن
ضمیر احمد ، طبلہ

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
مدن بالا سندھو ، گیت ، غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۸ نومبر

دہلی الف

صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۲۰ ، رات ۹-۰۰
راجن مشرا ، ساجن مشرا ، گائن
۱۱-۰۲ سولن بائی ، ٹھمری ، دادرا
۱۱-۳۰ حامد خاں : سارنگی

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت
۱۲-۳۰ پتھر کی آنکھ ، ناٹک
تحریر : کے۔ پی۔ سکینہ

رات
۸-۰۰ سوا ستھ رکھشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگھ بندھو ، گائن

دہلی 'ب'

صبح
۰-۳۰ ، سنگیت سوربھی
چتر لال : طبلہ
۰-۵۰ ، سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سور منجوشا - رس ترنگ
انیما داس گپتا ، بنگلہ گیت اور
رابندر سنگیت
۳-۳۰ نرملا گوبا بھاگوت ، ستار

شام
۶-۴۶ ، ۸-۴۵
شکیل مکرجی ، گیت ، بھجن
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۹ نومبر

دہلی الف

صبح
۹-۱۰ ، رات ۹-۰۰
اتیندر رکما موئترا : سرود
۱۱-۰۲ جوئے شری واستو ، وائلن
۱۱-۳۰ سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۸-۳۰
شفیع احمد : گائن

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
آسامی لوک گیت
۵-۰۵ گیت ، غزلیں

رات
۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ چیکا چوری کا ، ناٹک
تحریر : ہری مہتہ
۱۰-۰۰ کے۔ آر۔ کیدار ناتھن ، گائن

دہلی 'ب'

صبح
۰-۳۰ ، سنگیت سوربھی
گریجا دیوی ، گائن
۰-۵۰ ، سنگم : بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سلیم بے لکشمی : تامل گیت
۳-۳۰ اتیندر رکما موئترا : سرود

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پشپا ہنس ، گیت ، بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر

بدھ ۱۰ نومبر

دہلی الف

صبح
۹-۱۰ ، ۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
سوہن بوی ، گائن
۱۱-۳۰ سہ پہر ۵-۴۰
[illegible]
[illegible] طبلہ

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی

کنّڑھ لوک گیت
۵-۵۵ کوڈھووالی سنگیت

رات
۹-۰۰ نیا نگر : سلسلہ وار جھلکی
تحریر : چترنجیت
۸-۱۵ وگیان لوک
۹-۳۰ یہ جاکا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ رسک لال اندھریہ ، گائن
۱۱-۳۰ این۔ راجن : وائلن

دہلی 'ب'

صبح
۰-۳۰ ، سنگیت سوربھی
بیج بھوشن کابرہ : گٹار
۰-۵۰ ، سنگم : گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بندیل کھنڈی لوک گیت

دوپہر
۳-۱۵ ، ۴-۰۲
سور منجوشا اور رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
سی کانتی ناتھن : وینا

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
ترلوک کپور ، پنجابی گیت ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۱۱ نومبر

دہلی الف

صبح
۹-۱۰ ، ۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
دیا شنکر و ساتھی ، شہنائی
۱۱-۳۰ منتو ناں : کلارنٹ

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کونکنی لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۰۲ بال کاریہ کرم

رات
۸-۰۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : فیچر
۱۰-۰۰ [illegible] : گائن
۱۱-۳۰ [illegible] سوامی : وینا
۱۱-۳۰ [illegible] : گائن

دوپہر

۱۲-۱۰ دو یارتھیوں کے لیے: کھیلیں کھیل

۱-۱۰ راگ رنگ

گرجا دیوی: گائن

رات

۳۰-۰ کھیل جگت

۵۰-۷ بھاؤ ونرت

۸-۰۰ ہندی پریچرچا

۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

اسد علی خاں: بین

پکھاوج پر سنگت: گوپال داس

اتوار ۷ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: لوانی تحریریں

نیا من کی منتخب کتاب

باغ و بہار سے انتخاب

سیر چوتھے درویش کی

۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیواد

۱۰-۱۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

کمار گندھروی: گائن

اوما شنکر مشرا: ستار

دوپہر

۱-۱۰ آج اتوار ہے

مارے گئے: ۱۰۰ اجپ

تحریر: راکیش کمار جین

شام

۴-۵۰ رویندر سنگیت

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۳۰ پرادیشک سماچار درشن

۹-۳۰ اور گیسٹ ٹونائٹ

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

این رمنی: بانسری وادن

پیر ۸ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

بزرگ شاعر شارق ہرایانی

سے بات چیت

۹-۱۰ اور رات ۸-۳۰

الیاس خاں: ستار وادن

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

یوریشیا کے کچھ دیش

نیپال: تقریر

رات

۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

سنگھو بندھو: گائن

منگل ۹ نومبر

صبح

۸-۴۰ اردو پروگرام

میگزین پروگرام

اردو میں دوسری زبانوں کا ادب

بنگال: افسانہ

۹-۱۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

ساتویں جماعت کے لیے

انگریزی سبق ۱۵

رات

۹-۰۰ سنسکرت پروگرام

۱۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

کے آر کیدارناتھن: گائن

بدھ ۱۰ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: کھیل کی دنیا

کھیلوں پر تبصرہ: رنگ تغزل

۹-۱۰ اور رات ۸-۳۰

عبدالحئی: ٹھمری

دوپہر

۱۲-۰۰ سنسکرت گیتم

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

شدھ بولیں شدھ لکھیں

سارانش: تقریر

۱ غلام صابر قادری: سارنگی وادن

رات

۷-۳۰ پتر کے لیے دھنیواد

۹-۳۰ اسٹریٹیجی فار گروتھ

انجاسن انڈسٹریل پروڈکشن

انٹرویو

۹-۵۰ پریوار کلیان پر شنوتری

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

این راجم: وائلن وادن

طبلہ پر سنگت: صابر خان

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح ۸-۳۰ اردو پروگرام

شعری نشست: شرکار

خورشید افسر بسوانی

شمیم شاہجہانپوری، شمس فرخ آبادی

تشنہ عالمی

۹-۱۰ ویٹرال سہسربدھے: گائن

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

مالوا اور انکا پریاورن

بن اُوپون

رات

۹-۰۰ ہندی تقریر

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

ایم وی دوراسوامی آئینگر

وینا وادن

مادون فنکار: ڈی بالاکرشنا

گھٹم پر سنگت: پال گھاٹ رگھو

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح

۶-۴۵ گاندھی چرچا

۷-۳۰ سور ویلا: ہندی کاویہ پاٹھ

۸-۳۰ اردو پروگرام

میگزین پروگرام

علم و فن دربار کے سایہ میں

رام پور: بات چیت

کلام شاعر

۹-۳۰ سنتوش ماتھر: گائن

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

چھٹی جماعت کے لیے

انگریزی سبق ۱۳

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

منی پرساد: گائن

طبلہ پر سنگت: سمپت لال

ہارمونیم پر سنگت: دیپک کمار

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

بولتی تحریریں

مضامین چکبست سے انتخاب

۹-۱۰ جگدیش پرساد: گائن

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

چلو سیر کریں

ہرے بھرے میدانوں کا راجیہ

اتر پردیش

۱-۱۰ سدھیشوری دیوی: گائن

رات

۸-۰۰ وگیان کی

۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

ایم بالامرلی کرشنا: گائن

وائلن پر سنگت

اننا ورادتو رام سوامی

مردنگم پر سنگت: تنجوا ویندرن

اتوار ۱۴ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: بچوں کے لیے

۹-۱۵ پتر کے لیے دھنیواد

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

لطیف اللہ خاں: سارنگی وادن

طبلہ پر سنگت: پریم کمار

۱۱-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

اوما دے: گائن

سارنگی پر سنگت: صغیر الدین خاں

طبلہ پر سنگت: سنجوئے مکھوپادھیائے

ہارمونیم پر سنگت

غلام باقر خاں

دوپہر

۱-۱۰ آج اتوار ہے: مزاحیہ

رات

۸-۳۰ پرادیشک سماچار درشن

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

احمد رضا: وچتر وینا

طبلہ پر سنگت: سردار خاں

پیر ۱۵ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

دیوالی کی تہذیبی اہمیت

مذاکرہ: شرکار

امرت لال ناگر، امیر حسن

ایم ایس رائے زادہ

دوپہر

۱۲-۱۰ ودیارتھیوں کے لیے

(آگے ص ۳۶ پر)

۲۲۶۔۳ میٹر ۱۳۲۵ کلو ہرٹز

خبریں

سندی/انگریزی صبح ۰ ۱۰ علی ہندی صبح ۸۔۰۰ دوپہر ۲۔۰۵ … شام ۵ … ۱
انگریزی صبح … دوپہر … رات ۹۰ اردو صبح ۸۔۰۵ اور رات ۹۔۱۵ سماچار ہندی صبح ۹۔
ضلع کی خبریں صبح ۵۔۹ پرادیشک سماچار شام ۷۔۲۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

[illegible]

پیر یکم نومبر

صبح

۷۔۴۵ محمودی بیگم وچو پڑا : نرملا دیوی
بچھراج : غزلیں

دوپہر

۱۔۱۰ بندیا : ناٹک
یہ بھی ایک پل کی ہے
سردیوں کی بیماریاں اور بچے
تقریر
گیت / غزل

۱۔۴۰ غلام تقی خاں : خیال

شام

۶۔۳۰ یوواوانی : خبروں کے آئینے میں
کچھ چٹکلے کچھ گیت

۷۔۰۰ کرشی جگت
گیہوں کی کامیاب کھیتی

۸۔۰۰ محمد رفیع، منا ڈے، غزلیں

۸۔۱۰ پریم ناتھ مشرا
ٹھمری دادرا

منگل ۲ نومبر

صبح

۷۔۴۵ ابھا شری واستو، آرتی مکھرجی
بھوپندر : گیت

دوپہر

۱۔۴۰ منے خاں : طبلہ وادن

شام

۶۔۳۰ یوواوانی : پریچرما
سوشیل بہادر سری واستو

میری پسند

۷۔۰۰ کرشی جگت
مناسب مقدار میں کھاد کے
استعمال کے لیے کیا کیا جائے

۸۔۰۰ بدھ ادیتیہ مکھرجی ستار وادن

بدھ ۳ نومبر

صبح

۷۔۴۵ اور رات ۸۔۰۰
خورشید علی خاں، غزلیں

دوپہر

۱۔۱۰ انچل : گھر کے باغیچہ کی
دیکھ بھال

۱۔۴۰ مانک ورما، خیال

شام

۶۔۳۰ یوواوانی : ایشیاڈ ۸۲ کی باتیں
یووا پسند

۷۔۰۰ کرشی جگت : مٹر کی کھیتی

۸۔۱۰ نثار حسین خاں، خیال

جمعرات ۴ نومبر

صبح

۷۔۴۵ ساہتیہ سندھا : سنسکرت پروگرام

دوپہر

۱۔۴۰ ہری پرشاد چورسیا : بانسری

شام

۶۔۳۰ یوواوانی، خطوں کے جواب
سرگم : لوک گیت

۷۔۰۰ پنچایتوں کی گاؤں کی ترقی میں

۸۔۰۰ چوتے یار
شوبھا ماتھر : غزلیں

۸۔۱۰ بدن دیو داس گپتا : سرود وادن

جمعہ ۵ نومبر

صبح

۷۔۳۰ وانا تن
جیون اور ماحولیات کی اور انسان
تقریر : ڈاکٹر ایس پی اگروال

۸۔۴۰ اردو پروگرام : آہنگ
صف آرائی کا ایک ورق
حسن پور : تقریر
کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

۱۔۴۰ مالویکا کانن : خیال

شام

۷۔۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب

۸۔۰۰ بینا تیواری : گیت

۸۔۱۰ نزاکت علی خاں، سلامت علی خاں
خیال، ٹھمری

۹۔۳۰ سوامی : ناٹک
مول مراٹھی
کہانی کار : با۔ما۔مراٹھے
ریڈیو سماترا ہندی سماترا
شیو کمار

ہفتہ ۶ نومبر

صبح

۷۔۴۵ مدن موہن گوسوامی
گیت / غزلیں

شام

۶۔۳۰ یوواوانی : کھیل جگت
کھیل پتریکا کا پروگرام

۷۔۰۰ کرشی جگت
اپنے ڈھور کو ان بیماریوں سے
بچائیے

۷۔۲۵ اگر پھر سے جینا ہو
تقریر : مدن موہن داس

۸۔۰۰ اوشا ٹنڈن و راحت علی
غزلیں

۸۔۱۰ منو کمار شرما : سنتور وادن

اتوار ۷ نومبر

صبح

۷۔۳۰ آج اتوار ہے

دوپہر

۱۲۔۳۰ آپ کے لیے

۱۔۱۰ پریوار جگت : جرم نوجوان
لڑکوں اور لڑکیوں کے مسائل
چھٹی کی قیمت، تقریر

شام

۶۔۳۰ یوواوانی
یونیورسٹی کی تعلیم کا زمانہ
امتحان کے لیے کافی ہے
سنواد گیت

۷۔۰۰ کرشی جگت : خطوں کے جواب

۸۔۰۰ شجاعت حسین خاں : گیت

۹۔۳۰ منو خاں اور ساتھی : چہار بیت

پیر ۸ نومبر

صبح ۷۔۴۵ موتی بیگم : غزلیں

دوپہر
۱۲-۳۰ لوک رنگ
۲-۳۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ گوپال گوبند، لوک گیت

شام
۷-۴۵ دیپک ... گیت، غزل
۹-۳۰ سد علی خاں، بین

اتوار ۷ نومبر

صبح
۷-۴۵ پربھات
۸-۳۰ میٹھے بھجن
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ مایا بنرجی، گائن
۱۱-۰۰ ونا سنگھ مشرا، ستار

دوپہر
۱۲-۰۰ ... خیال
۱۲-۴۵ ستیش چندر، گیت، غزل
۲-۳۰ امرناتھ ... وساتھی لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ امرجیت سنگھ گورداسپوری لوک گیت

رات
۸-۳۰ غزلیں
۱۰-۰۰ این ... بانسری

پیر ۸ نومبر

صبح
۷-۳۰ ایم آر گوتم، خیال
۸-۳۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ امریک سنگھ گوبند پوری لوک گیت
۹-۱۵ طنز و مزاح کا پروگرام

دوپہر
۱۲-۰۰ تہاڈی پسند
۱۲-۴۵ جیون جاچ، پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ رنجیت کور، لوک گیت
۵-۰۵ بال واڑی

رات
۸-۱۰ ہندی گیت
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۰۰ سنگھ بندھو، گائن

منگل ۹ نومبر

صبح
۷-۳۰، شام ۷-۴۵
غلام صدیق خاں، خیال
۸-۲۰ بچن سنگھ نابل اور ساتھی لوک گیت
۸-۰۵، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر
۱۲-۰۰ ماتے گاں نالے گپ
۱۲-۳۰ تجین: دیہی عورتوں کیلئے
۲-۱۰ غزلیں
۲-۳۰ باغ سنگھ، لوک گیت
۵-۱۵ نظیر محمد اور ساتھی، لوک گیت

رات
۱۰-۰۰ کے آر کیدار ناتھن، گائن

بدھ ۱۰ نومبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
موہن لال کنور، بانسری
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ جیدیو سنگھ ملاجٹ، لوک گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۴۵
بھائی بخشش سنگھ راگی وساتھی
شبد

دوپہر
۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ کرتار چند جوگی، بھینٹاں
۵-۰۵ پھلجھڑی

رات
۹-۳۰ آپ کی فرمائش
۱۰-۳۰ این راجم، وائلن

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
شریو کالیکر، خیال
۸-۲۰ گوردیو سنگھ کومل، لوک گیت
۸-۵۰ شبد
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵
گوپال شرما، بھجن، غزلیں

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲ غزلیں
۲-۳۰ جسبیر سنگھ خوشدل: لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ مختیار سنگھ عدلی والا: لوک گیت

شام
۷-۱۵ غزلیں
۸-۰۰ پریمل، ہندی ادبی پروگرام
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، فیچر
۱۰-۳۰ وی ڈی راما سوامی آئینگر، وینا

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
سروجیت، ستار
کاشے رام، طبلہ
۸-۲۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ پورن چند وڈالی اور ساتھی
صوفیانہ کلام
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵
جاوید رحمت قوال و ساتھی: نعتیں

دوپہر
۱۲-۴۵ جیون جاچ
پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۵-۱۵ منموہن سنگھ پٹیالوی: لوک گیت

رات
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۰۰ منی پرساد، گائن

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
غلام مصطفےٰ خاں، خیال
۸-۲۰ بھجن
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ شبد
۱۲-۳۰ لال چند یملاجٹ وساتھی
لوک گیت
۱۲-۴۵ بی ایس نارنگ، گیت، غزل
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ ہردیو سنگھ خوشدل، لوک گیت
رونق رام، ڈھولک سنگت

شام
۷-۴۵ غزلیں
۸-۱۰ پشپا ہنس اور چندرکانت
گیت اور غزل
۹-۳۰ ایم بالا کرشنا مورتی، گائن

اتوار ۱۴ نومبر

صبح
۷-۳۰ بھجن
۸-۲۰ میٹھے بھجن
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ حفیظ اللہ خاں، سارنگی
۱۱-۰۰ اوما دیوی، گائن

دوپہر
۱۲-۰۰ علی اکبر خاں، سرود
۱۲-۱۵، رات ۸-۳۰
وبیندر کور، پنجابی گیت
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ منموہن کور، لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۰۵ نوراں، لوک گیت

شام
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۰۰ احمد رضا، وچتر وینا

پیر ۱۵ نومبر

صبح
۷-۳۰ ایل کے پنڈت، بھجن
۷-۴۵ بسم اللہ خاں وساتھی، شہنائی
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ امریک سنگھ غازی ننگل، لوک گیت
۹-۱۵ شبد
۱۲-۰۰ آپ کی فرمائش
۱۲-۴۵ جیون جاچ، پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳ گردھاری لال وساتھی، بھینٹاں
۵-۰۵ بال واڑی

رات
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۰۰ سکل بی کنجو منی اور
این نیلا: بانسری

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۵-۱ شام ۵-۶ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

زنانہ نشر ہونیوالے پروگرام

۱ اور ۵۰-۷ شام
بھگتی سنگیت
۶ کھیتی باڑی
۷ پروگراموں کا خلاصہ
۷ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۸ لوک سنگیت
(اتوار کو بچوں کیلئے)
۸ ۔۔۔
(فلمی سنگیت

۱-۴۰ انگوان براڈکاسٹ
(سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیل)
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام
۵-۲۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت
(بدھ کو ننھے منے)
۶-۲۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

پیر یکم نومبر

۷، شام ۷-۴۵
مینو پرشوتم، سگم سنگیت
۷ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷، رات ۱۰-۰۰
مہیش واجپائی، کلاسیکی موسیقی
۸، دوپہر ۲-۲۰
صاحب سنگھ اور آشالتا
لوک سنگیت

ہر
۱۲ ملے جلے گانے
۱ ورندگان
۱ طلبا کیلئے

۵ یووا سنسار (انگریزی)
۶ بنگالی گیت
۶ کرشی جگت
۷ گرامین سنسار

۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ آشا بھونسلے، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'فقیرہ'

منگل ۲ نومبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
آشا اگروال، سگم سنگیت
۷-۱۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ سریش جی شرکھانڈے،
کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
شانتی شرما و سکھیاں اور
سوشیلا کماری و سکھیاں، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ البمبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار

میری پسند
۶-۱۰ ڈوگری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۹-۰۰ اتم چند جین، ہندی کویتا پاٹھ
۹-۱۵ ایک فلم سے 'فرشتہ'
۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۳ نومبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
رشمی چندر دتہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳ مستار وادن
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
تیج پربھاکر اور سنتوش کماری
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کیت نیر
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ 'ننھے منے'، گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ بیگم اختر، غزلیں
۹-۱۵ ایک فلم سے 'ممتا'
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعرات ۴ نومبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
سورج پرکاش گروور، سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
ہری رام شرما اور
بگو رام بالیک، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ گجراتی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ طلعت محمود، سگم سنگیت
۹-۱۵ آپ کا خط ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام

جمعہ ۵ نومبر

صبح
۷-۱۰ پریتی چاولہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
پنالال سونکی، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
کھبو میر اور دھرم بیر سنگھ
لوک سنگیت
۹-۳۰ گاندھی پریچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ جمیل احمد، سگم سنگیت
۹-۱۵ ایک فلم سے 'برننگ ٹرین'
۹-۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۶ نومبر

صبح
۷-۱۰، شام ۷-۴۵
تیش بت، سگم سنگیت
۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ اجیت سنگھ پنٹل، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰، دوپہر ۲-۲۰
دھرم ویر اور اصغر حسین

خاندان کی بہبودی پر مبنی گیت
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ [illegible]
۹-۰۵ راگ بہار
کلاسیکی موسیقی پر مبنی فلمی گیت

رات
۸-۰۵ [illegible]: سگم سنگیت
۸-۲۵ سب رس
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ [illegible]
۹-۴۵ [illegible]: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۳ نومبر

صبح
۷-۱۰ ٹی آر مہالنگم: کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ استاد فیاض خاں
ٹھمری دادرا
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ آسا سنگھ مستانہ: سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ گھر آنگن
۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انوروده پر
نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۴ نومبر

صبح
۷-۱۰ سندا پٹنایک: راگ جونپوری
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ سریندر کور، پرکاش کور
پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام
۵-۴۰ میری پسند کے گیت
یووا پسند پر مبنی فلمی گانے
۸-۱۵ شیلا دھر: غزلیں
۸-۳۰ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام

جمعہ ۵ نومبر

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ ریڈیو شرونا کلبوں سے
۷-۴۰ ترنگ: کلام
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ کملا جھنسریا: غزلیں
۸-۳۵ سریندر سنگھ، تیج پال سنگھ
بقل بندی: قوالی
۹-۰۵ محفل

رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ لچھمی رام سلیم: سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۰ ہندی تقریر
۹-۳۰ ڈرامہ
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۶ نومبر

صبح
۷-۱۰ پریم ولبھ: طبلے پر تین تال
جھپ تال
۷-۴۰ گت
۸-۲۱ گجراتی لوک گیت
۹-۰۵ رس دھارا

رات
۸-۱۵ مدھورما: بھجن
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۶ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

اتوار ۷ نومبر

صبح
۷-۱۰ بھیم سین شرما: گائن
۷-۴۰ دیش گان
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ

دوپہر
۱۲-۰۰ گیتوں بھری کہانی
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ خواتین کے لیے

شام
۷-۰۵ سرپان: ریڈیو پتریکا پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ بھیم سین شرما: کلاسیکی موسیقی
۹-۱۶ من منتھن
۹-۳۰ گیت بہار اڑا رہے
فرمائشی بہاڑی گانوں کا پروگرام

پیر ۸ نومبر

صبح
۷-۱۰ اشتیاق احمد
سرود پر راگ بھیرو للت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ بھوپندر سنگھ: شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے

رات
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ شرم سنسار
۹-۳۵ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
۹-۴۵ اقبال احمد صدیقی: غزلیں
۱۰-۰۰ کلاسیکی گائن
امر ناتھ: راگ گورکھ کلیان
پنڈت جسراج: راگ مارو بہاگ

منگل ۹ نومبر

صبح
۷-۱۰ بھیم سین جوشی: راگ للت
۷-۴۰ سنگیت
خاندان کی بہبودی پر مبنی پروگرام
۷-۵۵ سمے کی بات
۸-۲۱ اننت رام چودھری: سگم سنگیت
۸-۳۵ ایشیائی کھیلیں
۹-۰۵ راگ چھایا

رات
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ سب رس
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ وگیان جگت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
۹-۴۵ جگجیت سنگھ: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۰ نومبر

صبح
۷-۱۰ سیما گڈی شری نیواس آئیر
کرناٹک گائن
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ہیرا دیوی مشرا: ٹھمری دادرا
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ لچھمی رام سلیم: سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ جھلکی
۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے
۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح
۷-۱۰ اجیت سنگھ پینٹل
گائن
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ ریشما: پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار

شام
۵-۴۰ یووا وانی
میری پسند کے گیت
یووا پسند کے فلمی گانے
۸-۱۵ ترلوک کپور: غزلیں
۸-۲۵ پریوار کلیان
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ روپکوں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ ہری پرساد چورسیا

بانسری پر راگ باگیشری
دی جی جوگ : وائلن پر
راگ ہنس دھونی

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح

۷-۱ پرارتھنا سبھا
۷-۴۰ ترنگ
۷-۵۵ بچے کی بات
۸-۲۱ اور رات ۸-۲۵
سگم سنگیت
۸-۳۵ گوری شنکر : کلارنٹ پر راگ
گجری توڑی
۹-۰۵ محفل
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۰۶ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون : پرانی فلموں سے
فرمائشی گانے

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی گائن
ایل کے پنڈت : راگ وبھاس
۷-۴۰ گیت
۸-۲۱ علاقائی سنگیت
ناگ پوری لوک گیت
۸-۳۰ انگریزی سبق
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ رس دھارا
رات
۸-۱۵ رماسین : سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۵ ہم درشن
ہندی میں علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۹-۳ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۴ نومبر

صبح

۷-۱۰ بلرام پاٹھک
ستار پر ابیر بھیرو

۷-۴۰ دیش گان
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
بعینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ بانسری گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یوواوانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
دوپہر
۱۲-۰۰ پیشا ری
رنگارنگ پروگرام
۱۲-۳۰ لال گوپال
۳-۰۰ خواتین کے لیے
شام
۵-۰۰ گاؤں گاؤں سے : وبک
ریوار کلیاں سے فائدہ
حاصل کرنے والوں سے
بڑوبوز پر مبنی پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۲ پستک سمیکشا

پیر ۱۵ نومبر

صبح

۷-۱۰ کلاسیکی گائن
ودیادھر : بلاس خانی توڑی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ بھائی گوپال سنگھ : شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے
رات
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۲ ہم ترنگی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ سرود وادن

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

[illegible]

خبریں

ھندی : صبح ۶-۰۰ ، ۸-۰۵ ، ۹ پرادیشک ، دوپہر ۱-۰۵ ، ۲-۱۰ ، ۲-۳۵ شام ۶-۰۵
رات ۸-۰۰ ، ۱۱-۰۵ ، ۱۱ صرف ہفتے کو
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ ، ۱۱-۰۰ صرف ہفتے کو

پیر یکم نومبر

صبح

۷-۳۰ دیپا شرما اور سہیلیاں
لوک گیت
۸-۳۰ ونود کمار : خیال
رات
۸-۱۵ ایشا از شنٹر
۹-۳۰ ناٹکوں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

منگل ۲ نومبر

صبح

۷-۳۰ سدھا شریواستو : لوک گیت
۷-۴۵ نرملا دیوں : ٹھمری
طبلہ پر سنگت : شاستا پرشاد
۸-۳۰ آئینہ : بزم سخن
شرکاء : وکیل بھوپالی
جوہر باسودوی، اشرف ندیم
صفات باندوی، سلطان کلیم
امتیاز انجم
رات
۸-۰۵ ہندی تقریر
مدھیہ پردیش میں اورجا
اتپادن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام
تقریر
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

بدھ ۳ نومبر

صبح

۸-۳ نذیر حسین : سارنگی
۹-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
دوپہر
۲-۳۰ روپ دت دوبے : لوک گیت
رات
۸-۰۰ ساتھی کہانی : فرحت جہاں
۵-۳۰ ترنگ : مزاحیہ ڈرامہ
۹-۴۵ وشو ودیالین کاریہ کرم
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعرات ۴ نومبر

صبح

۷-۴۵ رمیداس گپتا
۸-۳۰ شیام دویدی : ستار وادن
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۰۰ ہندی تقریر
اونکار پرشاد کھرا
۹-۳۰ پرادیشک اور لوک سنگیت کا
نیشنل پروگرام
۱۰-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعہ ۵ نومبر

صبح

۸-۳۰ کے آر رنگے : وائلن

رات
۸-۰۰ اردو پروگرام
کہکشاں: گھر آنگن
بات چیت: مہمان نوازی اور
اور گھر کا بجٹ
مسز تنویر علی اور وائی کے بخاری
بجلی کا گھریلو سامان اور آپ
تقریر از قمر علی
۹-۳۰ مرجنا: کاویہ پاٹھ: نعیم
کہانی: مرنال پانڈے

ہفتہ ۶ر نومبر

صبح
۷-۴۵ وی جی جوگ
وائلن پر ہنڈول بہار
۸-۳۰ سدرام سوامی کوروار
دوپہر
۱-۲۰ بابو لال قدم: نئی رچنائیں
۲-۳۰ چترنجن گھوشال: لوک گیت
رات
۷-۴۵ کھلا آکاش
بھارت کے راجیہ
انڈمان نکوبار
۸-۰۰ سوال عوام کے اور
جواب مکھیہ منتری کے
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام
اسد علی خاں: وینا وادن
پکھاوج پرسنگت: گوپال داس

اتوار ۷ر نومبر

صبح
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت
دوپہر
۱-۲۰ راگداری
شامتا پرشاد: طبلہ وادن
۲-۳۰ سریش تیواری: لوک گیت
رات
۸-۱۵ انگریزی تقریر
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

پیر ۸ر نومبر

صبح
۷-۲۰ اور دوپہر ۲-۳۰
جگدیش سنگھ ٹھاکر
لوک گیت
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۱۵ ایشیاڈ نیوز ریل
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
۹-۴۵ اس پاس کا گیت
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

منگل ۹ر نومبر

صبح
۷-۴۵ ششی کماری شاہ
اپ شاستریہ سنگیت
۸-۳۰ آئینہ: فیچر
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۱۵ ہم اور ہمارے قانون
بحری کر قانون: ہندی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام
انگریزی تقریر

بدھ ۱۰ر نومبر

صبح
۷-۳۵ اور دوپہر ۲-۳۰
وندنا شکلا: لوک گیت
۸-۳۰ سنیل مسورکر: خیال
۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۴۰
اسکول براڈکاسٹ
۸-۰۰ ساہتکی
کاویہ پاٹھ: وٹھل بھائی پٹیل
۹-۳۰ بیٹو کی آنا: ناٹک
مصنف: ایس اطہر علی
پیش کش: مقبول حسن

جمعرات ۱۱ر نومبر

صبح
۷-۴۵ ثروت حسین: طبلہ وادن
۸-۳۰ اپا صاحب کا گڑے: بانسری
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
رات
۸-۰۰ فاہیان اور ہیون سانگ
کی بھارت یاترا
سنسکرتی سندربھ: ہندی میں تقریر
شمبھو دیال گرو
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: روپک
۱۰-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

۲۱۵۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۶-۳۵ بھکتی سنگیت
۷-۰۵ پروگرام کا خلاصہ
۷-۰۰ کھیتی باڑی (سوائے اتوار)
۷-۲۰ ماتس گان
دوپہر
۱-۲۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)
۶-۰۰ علاقائی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال
۷-۳۰ کرشکوں کے لیے
۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے بدھ اور اتوار)

جودھپور ۲۹ء۵۶۴ میٹر ۵۳۱ کلو ہرٹز اور ۲۵ میٹر ۱۱۹۰ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۹-۱۰ راجستھانی لوک گیت
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
(سوائے منگل، جمعرات)
اتوار کو فلمی گیت
۱-۵ راجستھانی لوک گیت
(سوائے اتوار)
۵-۵ یووا وانی
یوواترنگ اور دوائی پروگرام
(منگل اور جمعہ)
۵-۳۰ یوواترنگ
فلم سنگیت پر مبنی
(اتوار)
۶-۲۵ آس پاس (اتوار)
نیوجنی سوچنائیں (پیر و جمعہ)
لوک گنگا (منگل)
شاردا سنگم (بدھ)
گیان وردھان (جمعرات)
سائنس ڈائجسٹ (ہفتہ)
۶-۳۰ سرحدی علاقوں میں رہنے والے
سامعین کیلئے خاص پروگرام
۸-۲۵ ایک کلاکار
۹-۱۵ تقریر (ہندی، انگریزی)
(منگل، جمعرات)
لے چلے گا لے (بدھ اور جمعہ)
خطوں کے جواب (ہفتہ)
۱۰-۰۰ بہار گیت
(دوسری اور تیسری جمعرات)

جمعہ ۱۲ر نومبر

صبح
۸-۳۰ مادھو گڈ: خیال
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
۲-۳۰ کرونا راوت: لوک گیت
رات
۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں
تقریر: قاضی وحید الحسینی
گھر کا چراغ
کتابوں کی باتیں، اختر سعید خاں
۹-۳۰ کوی سمیلن
۱۰-۰۰ پرادیشک شاستریہ سنگیت سبھا

ہفتہ ۱۳ر نومبر

صبح
۸-۳۰ مہا شویتا بنرجی: ستار
۹-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
۱-۲۰ نئی رچنا
کاویہ پاٹھ: شوبھا رام شرما آسو
رات
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۴ر نومبر

صبح
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن
دوپہر
۱-۴۰ راگداری: کیدار لال مشر: طبلہ وادن
رات
۸-۱۵ انگریزی تقریر
۸-۳۰ ایشیاڈ ۸۲ء انگریزی روپک
۹-۳۰ اپرادھی کون: ناٹک
پیشکش: جینت جوشی
۱۰-۰۰ کھلتے گلاب
تحریر و پیشکش: ہربھندر کوٹیا

پیر ۱۵ر نومبر

صبح ۷-۲۰ برج کشور نائک: لوک گیت
۸-۳۰ میراوی راؤ: خیال
رات
۸-۱۵ ایشیاڈ نیوز ریل
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
۱۰-۰۰ جگ مگ دیوالی آئی
سنگیت روپک

جے پور اجمیر

جے پور (الف) ۲۰۲۱۲ میٹر ۱۴۰۶ کلو ہرٹز جے پور (ب) ۳۶۱۴ میٹر ۱۳۶۹ کلو ہرٹز

اجمیر ۱۵۰۴۹ میٹر ۶۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۲۰۱۰، ۲-۴۵ شام ۰۵-۶ رات ۸-۴۵
(پیر، منگل، بدھ، اتوار ۰۵-۱۱ پر) انگریزی: صبح ۱۰-۸،
دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (پیر، منگل، بدھ، اتوار ۰۰-۱۱ پر)
صوبائی (ہندی): صبح ۰۵-۹ شام ۰۵-۷ (راجستھانی) شام ۱۵-۷
سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶ سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
سماچار پتر (ہندی): صبح ۰۰-۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۰ منگل دھونی: وندے ماترم
۶-۳۵ وندنا
۷-۰۵ روپ ریکھا اور موسم
۷-۱۰ کرساں ری بات: بازار بھاؤ (روزانہ)
۷-۲۰ رامائن پاٹھ
۷-۳۰ سامایکی
۸-۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)
سورگنگا (اتوار)
۱۰-۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ، اتوار)
(ہفتہ کو ۹-۵۰ اور اتوار ۱۰-۲۰)

دوپہر

۱-۵۰ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)
۳-۱۰ اختتام

شام

۵-۰۵ یوواوانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کرشکوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات

۱۰-۳۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۱۱-۱۰ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

پیر یکم نومبر

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات
۷-۳۰ روی موہن بھٹ: وائلن
راگ وبھاگ
۸-۲۱ ریحانہ مرزا: غزلیں

دوپہر

۱-۳۰ ایم۔ایل۔کلا کھڑوالے
خیال بھیم پلاسی

شام

۵-۰۵ یوواوانی (روزانہ)
۶-۳۰ ادھیوگ جگت
مزدوروں کے لیے پروگرام
۸-۰۰ راجستھلی

راجستھانی کہانی: رام نواس شرما
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

منگل ۲ نومبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۰ احمد نور: گیت، غزلیں
۸-۵۰ گیت
۱-۱۰ سہیلیوں کی باڑی

شام

۵-۵۵ روزگار کی خبریں
۶-۲۵ احمد نور قوال: غزلیں
۶-۴۵ پریوار کلیان
۸-۰۰ گوشٹھی: کہانی: کویتا

بورن شرما
۹-۳۰ سندھی پروگرام
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

بدھ ۳ نومبر

صبح

۶-۳۵ وندنا
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۰ راجستھلی
۸-۳۰ سگم سنگیت

دوپہر

۱-۳۰ خیال گو سارنگ

شام

۶-۳۰ سندھی پروگرام
۸-۰۰ تندرستی کی باتیں
۹-۱۶ کھلا آکاش
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعرات ۴ نومبر

صبح

۷-۵۰ دیووانی: سنسکرت
کویتا پاٹھ
رام سروپ اگنی ہوتری
۸-۲۱ بھا تیہ بھاشائیں اور
ان کی سا ہیتک پرمپرائیں
ہندی میں تقریر
۸-۵۰ [illegible] خاں: گیت

دوپہر

۱-۱۰ میلا جگت
بال وواہ ایک سماجک اپرادھ:
گیت

شام

۶-۲۵ آرتی چکرورتی: گیت
۶-۳۵ نزمان کے سوئر
۶-۵۰ فیاض خاں: بھجن

رات

۸-۰۰ راجستھلی: پیش کش
گنپت لال ڈانگی
۸-۱۰ بھجن
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعہ ۵ نومبر

صبح

۷-۳۰ خیال بیراگی
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا
۸-۳۰ کاوبر کنج
۸-۵۰ غزلیں

شام

۶-۲۵ راجستھانی [illegible]
۶-۳۵ خیال
۶-۴۵ پریم دو بے: [illegible]
۸-۰۰ ہمارے نہوار اور سنسکرتی [illegible]
ہندی تقریر: شانتا کیتا
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت [illegible]

ہفتہ ۶ [illegible]

صبح

۷-۳۰ [illegible]
بانسری پر [illegible]
۸-۳ [illegible] گیت

دوپہر

۱-۳۰ [illegible]

شام

۵-۰۵ [illegible]
ضلع کی چٹھی
۷-۱۵ [illegible]
۹-۰۰ [illegible]
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام
ریڈیو سنگیت [illegible]

اتوار ۷ نومبر

صبح

۷-۱۰ دلیش بھگت گان
۷-۳۰ شاستریہ گیت
۸-۲۱ سنیتا بنرجی: گیت
۸-۵۰ سنیتا بنرجی: غزلیں
۹-۱۵ منگل: بچوں کے لیے پروگرام
۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت
ہم بھی کہیں کہانی اپنی
مہیلا صفائی کرمچاری
ریکارڈنگ پر مبنی
پروگرام
پیشکش کے ایم مہیلی دال
گیت
۱۲-۴۵ پتہ ملا

شام

۶-۲۵ راجستھانی گیتوں کا ذائقہ

پروگرام

۸-۲۰ نرجرنی : ملے جلے گانے

۹-۱۶ ان سے بھی ملیے
بھینٹ وارتاؤں کا پروگرام

۱۰-۰۰ مرودھر : پتریکا پروگرام

۱۰-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

پیر ۸ر نومبر

صبح

۷-۳۰ رگھو ویر پرشاد
ستار پر جوگیا

۸-۲۱ مانگی لال پنوار : گیت

۸-۵۰ مانگی لال پنوار : بھجن

دوپہر

۱۲-۳۰ اندر دھنش : ملے جلے گانے

۱-۳۰ رگھو ویر پرشاد
ستار پر دیسی

شام

۶-۳۰ ادھیوگ جگت
ادھیوگک شریکوں کیلئے پروگرام

۸-۰۰ راجستھلی : راجستھانی کویتا پاٹھ
چندر پرکاش دیول

۹-۱۶ سماچار ترنگ
پرادیشک ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

منگل ۹ر نومبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ حامد حسین : غزلیں
میرا لمبا : گیت

۸-۵۰ میرا لمبا : گیت اور بھجن

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی
گرامین مہیلاؤں کے لیے پروگرام

شام

۶-۲۵ حامد حسین : غزلیں

۶-۴۵ وِدِدھا : پریوار کلیان

۸-۰۰ گوشٹھی : کہانی
تحریر : چندر کانتا کرڑ
کویتا : رگھوناتھ سنگھ ماروینڈر

۹-۱۶ کھلا آکاش

۹-۳۰ سندھی پروگرام : ناٹک
تحریر : ایشور چندر

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

بدھ ۱۰ر نومبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ راجستھلی : راجستھانی لوک
ساہتیہ میں آیو. دید سکتی
رے واسطے : راجستھانی تقریر

۸-۳۰ جسپال سنگھ : منڈولین دھنیں

دوپہر

۱-۳۰ عبدالحمید : مغربی ہشتر بیلو

شام

۶-۳۰ سندھی پروگرام : کوی گوشٹھی

رات

۸-۰۰ سواستھیہ چرچا

۹-۱۶ کھلا آکاش

۱۰-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعرات ۱۱ر نومبر

صبح

۷-۵۰ دیوا والی
کتھا کومدی : سنسکرت میں کہانی
ستیہ دیو شرما دویدی

۸-۲۱ بھارتیہ بھاشائیں اور
ان کی ساہتیک پرم پرا سندھی
ہندی تقریر : ایشور چندر

۸-۵۰ ایکشا پیڈھارکر : گیت

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت
ان دنوں بوئی جانے والی سبزیاں
تقریر : ریکھا ماتھر
گیت

شام

۶-۲۵ کپور چند رگندھرو : بھجن

۷-۱۵ ضلع کی چٹھی

۸-۰۰ راجستھلی
بھگڑ جی مہاراج : دھارا واہک
روپک : تحریر و پیشکش
سلطان سنگھ

۸-۱۰ ایکشا پیڈھارکر
گیت و بھجن

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

جمعہ ۱۲ر نومبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ پرارتھنا سبھا
مہاتما گاندھی کے بھجنوں پر
مبنی پروگرام

۸-۳۰ کاویہ کنج : ہندی کاویہ چناؤں
کا سسور پاٹھ

۸-۵۰ رام داس راؤ : غزل

دوپہر

۱-۳۰ ششی ہیم پکھولیا
ستار پر بھیم پلاسی

شام

۶-۲۵ کویرا سور : راجستھانی
کاویہ پاٹھ : گوپال پرشاد مدگل

۶-۳۵ ششی ہیم پکھولیا
ستار پر مدھو ونتی

۶-۴۵ رام داس راؤ : بھجن

رات

۸-۰۰ بھارتیہ ڈنڈ ساہتیہ
ہندی تقریر از
جسٹس پرشوتم داس کدال

۸-۲۵ نرجھرنی

۹-۳۰ ناٹک

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

ہفتہ ۱۳ر نومبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ ہندی تقریر

۸-۵۰ سگم سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ چترپٹ سنگیت

۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

رات

۸-۰۰ کہکشاں
اردو کا ادبی پروگرام

۹-۱۶ کھلا آکاش

۹-۳۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

اتوار ۱۴ر نومبر

صبح

۸-۲۱ سگم سنگیت
تپن بنرجی : گیت

۸-۵۰ تپن بنرجی : غزلیں

۸-۱۵ گلگل : بچوں کے لیے پروگرام

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت
نہرو جینتی پر سوروپ رانی
کا پُتر سے ہوئی بھینٹ وارتا پر
مبنی پروگرام
یاد آتے ہیں بہت : بھجن
بایو گیس اُرجا کا نیا استروت
تقریر : روی کرن جوشی

۱۲-۳۰ جھلکی

۱۲-۴۵ پتر ملا

۲-۳۰ پریڑاں : پریوار کلیان

شام

۶-۲۵ راجستھانی گیتوں کا فرمائشی
پروگرام

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۸-۲۵ نرجھرنی

۹-۳۰ قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگت سمیلن

پیر ۱۵ر نومبر

صبح

۷-۳۰ سریش گوسوامی
وائلن پر راگ گن کلی

۸-۲۱ سگم سنگیت

۹-۱۰ لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ رام گوپال ڈانگی : خیال پٹ دیپ

شام

۶-۳۰ ادھیوگ جگت
ادھیوگک شریکوں کے لیے پروگرام

۸-۰۰ راجستھلی : راجستھانی کہانی
از جے سنگھ آساوت

۹-۴۵ سگم سنگیت

۱۰-۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

قلم کار حضرات !
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں
آواز میں صرف وہی تخلیقات شائع کی
جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو
اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

حیدرآباد الف ۵۰۶۰۰۴۰ میٹر (۳۸ کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۸۰۰۱۰۲۱ میٹر (۳۷۸ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۴۲۵۷۲۴ (۱۱۷۰ کلوہرٹز)

پیر یکم نومبر

صبح
۱-۴۰ یووانی
نغموں کی دنیا

شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) سب رس
(۴) کلام شاعر : رشید اختر
(۵) 'پرانے نواب' افسانہ از اکرام جاوید
(۶) نظم از فکر حیدرآبادی
(۷) غزلیں

منگل ۲ نومبر

صبح
۱-۲۵ یووانی
اردو پروگرام

شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) 'ہم سب ایک ہیں' : تقریر از رحمت علی
(۴) ڈھولک کے گیت

بدھ ۳ نومبر

صبح
۸-۲۵ یووانی
شہرنامہ

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) نئی کتابوں پر تبصرہ
تحریر : ڈاکٹر سیدہ جعفر
(۴) 'شگوفے' : مزاحیہ پروگرام
(۵) خطوں کے جواب
(۶) غزلیں

جمعرات ۴ نومبر

صبح
۸-۲۷ یووانی
کلام شاعر

دوپہر
۲-۳۰ طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ آہنگ
ورائٹی پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) 'بھارت ناٹیم اور کتھک ڈانس' تقریر از اچاریہ بھشم
(۴) گیت اور غزلیں

جمعہ ۵ نومبر

صبح
۸-۲۰ انشور اللہ
قرأت کلام پاک از شیخ عبدالقادر
نعت شریف از بی پرساد
۸-۴۰ یووانی
تقریر

شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) 'دیہات کی تصویر طہیرآباد' فیچر
تحریر : مسعود عابد
(۴) 'حیدرآباد کے شب و روز'
تحریر : نور محمد
(۵) قوالیاں

ہفتہ ۶ نومبر

صبح
۸-۲۵ یووانی
تقریر

شام
۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) افکار عالیہ 'خلیفہ عبدالحکیم'
تحریر : ڈاکٹر عالم خوندمیری
(۴) لطیفے ہی لطیفے
(۵) غزلیں

اتوار ۷ نومبر

صبح
۸-۲۵ یووانی
گلدستہ
۹-۳۰ بچوں کیلئے

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے
(۱) 'سردیوں میں احتیاط' ڈاکٹر منشا دیوی ماتھر کیساتھ انٹرویو
(۲) ڈھولک کے گیت
(۳) خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ
ورائٹی پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ ، غزلیں

پیر ۸ نومبر

صبح
۸-۴۰ یووانی
نغموں کی دنیا

شام
۵-۳۰ ترنگ
کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی سب رس

کلام شاعر : جہاندار افسر و ساغر مظہری

منگل ۹ نومبر

صبح
۸-۲۵ یووانی
اردو پروگرام

شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) 'وقت کی پکار - آپسی اتحاد'
تقریر از مصطفٰی علی بیگ
(۴) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۵) مزاحیہ خاکہ
(۶) ڈھولک کے گیت

بدھ ۱۰ نومبر

صبح
۸-۲۵ یووانی
شہرنامہ

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی

افسانہ از اقبال متین
پروگرام
ب

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح

طالب علموں کے لیے

دوپہر
۲-۳۰ بچوں کا کھیل
شام
۵-۳۰ ترنگ
دیہاتی پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی
دیہات کی تصویر، فیچر
گیت اور غزلیں

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح
۷-۲۰ بسم اللہ
قرأت کلام پاک محمود عبدالحفیظ
نعت از صابر کو سکوی
۰ یووانی
تقریر
شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی
'مضمون نثری، موضوعات پر تقریر'
نواب غلام محمد خاں
ان سے ملیے
قوالیاں

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح
۶-۲۵ یووا وانی
تقریر
شام
۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ

۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی
'بھارت بھارتی لطیف النسا امتیاز'
تقریر: ڈاکٹر ابوالفضل محمود قادری
لطیفے ہی لطیفے
غزلیں

اتوار ۱۴ نومبر

صبح
۷-۲۰ یووا وانی
گلدستہ
۹-۳۰ بچوں کے کھیل
دوپہر
۲-۳۰ بچوں کے کھیل
'۱۱ بچوں میں تبدیلی' تقریر از
خورشید انور
'۱۲ یوسف الدنا اور ساتھی:
ڈھولک کے گیت
شام
۵-۳۰ ترنگ
دیہاتی پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ
غزلیں

پیر ۱۵ نومبر

صبح
۷-۲۰ یووا وانی
نغموں کی دنیا
شام
۵-۳۰ ترنگ
کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنتر سے کہانی
سازوں پر موسیقی
'دیپاولی کا تہوار' نظمیں از
کنول پرشاد کنول
کلام شاعر: تنویر واحدی
'خدنگاہ' افسانہ از عوض سعید

سرینگر

میڈیم ویو: سرینگر 'الف': ۲۶۸/۸ میٹر سرینگر 'ب': ۲۲۵ میٹر ۱۳۳۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹/۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۹۱/۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: صبح ۱۱-۳۰ سے
رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۷-۲۵ اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ہندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۹-۰۵ دلچسپ خبریں ۹-۲۰ اردو ۹-۲۵ کشمیری دوپہر ۲-۱۰ لداخی
شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۲۵ اردو

صبح
۵-۰۰ صبح گاہی
بھگتی سنگیت پروگرام (روزانہ)
۷-۳۰ بحالی ہندسٹر
گاندھی کتھا (سوائے جمعہ)
۷-۵۵ آج کی بات (روزانہ)
۹-۰۰ اس ہفتے
ہفتے کے پروگراموں کی جھلک
(ہر اتوار کو)
ڈوگری سنگیت (ہر منگل کو)
پوسٹ کارڈ افسانہ (ہر جمعرات کو)
ہیپنے کا نفہ (ہر ہفتہ کو)
۸-۲۱ گھرانوں کے لیے (اردو)
(ہر اتوار کو)
زعفران زار
(طنز و مزاح پروگرام)
(I اور III پیر کو)
ذات مُبترات (II، IV پیر کو)
رسالو منزہ
(میگزینوں سے انتخاب I منگل)
سنگیت میگزین (II منگل)
ثقافت (کلچرل میگزین)
(III منگل)
فلم میگزین (IV منگل)
شش رنگ (ریڈیو ڈائجسٹ)

(ہر بدھ کو)
آتش تہ گاسش
(دیہاتی سامعین کے لیے)
(ہر جمعرات کو)
گھرہ بارہ خاطرہ
(گھرانوں کے لیے کشمیری میں پروگرام)
(ہر جمعہ کو)
نوی تخلیق (کشمیری)
(I، III اور V ہفتہ کو)
تخلیق نو (اردو) (II ہفتہ)
نو لیکھن (ہندی) (IV ہفتہ)
۸-۳۵ بات چیت (ہندی)
(ہر پیر کو)
سنطور پروگرام
(صوفیانہ موسیقی پر مبنی)
(I منگل)
حرف حرف (I ہفتہ کو)
مولل شعار
(I، III، V اور V ہفتہ کو)
پراگ (III ہفتہ کو)
۹-۰۵ زونہ ڈب (سلسلہ وار فیچر)
(روزانہ سوائے ہفتہ)
کاشری ناویل (ہفتہ کو)
۹-۳۰ توہنز فرمائش
(سامعین کی فرمائش پر کشمیری گانے)

(روزانہ)
۱۰ - ۰۰ ریڈیو نیوز ریل (ہر اتوار کو)
۱۰ - ۱۵ ہونہار
اردو میں بچوں کے لیے پروگرام
(ہر اتوار کو)
۱۱ - ۰۰ نو بہ نو
یوواوانی سے انتخاب (کشمیری)
(I اور III اتوار کو)
کہکشاں (یوواوانی سے انتخاب
(اردو، II اتوار کو)
ابھرتے فن کار، IV اتوار کو

دوپہر
۱۲ - ۰۰ اسکول براڈکاسٹ
(سوائے اتوار اور تعطیلات کے روزانہ)
۱ - ۰۰ ویسٹرن میوزک (ہر اتوار کو)
۱ - ۳۰ اور ۳ - ۰۰
فوجی بھائیوں کے لیے (روزانہ)
۴ - ۰۰ پھولہ وینی ٹوری (کشمیری)
(ہر اتوار کو، بچوں کے لیے
پروگرام (کشمیری)
۴ - ۳۰ پنجابی پروگرام
(منگل، جمعہ، اور اتوار کو)
خوشحال گھر (ہوم سائنس
پروگرام، ہر ہفتہ کو)
پہاڑی پروگرام (ہر جمعرات کو)
۵ - ۰۰ گوجری پروگرام (جموں سے)
(روزانہ)
۵ - ۳۵ گوجری پروگرام (سرینگر سے)
(روزانہ)
۶ - ۱۰ ضلع نامہ (ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر)
(ہر پیر کو)

شام
۷ - ۵۵ روزگار سماچار (روزانہ)
۸ - ۰۰ وادی کی آواز: پاکستان اور
پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے سننے
والوں کے لیے پروگرام (روزانہ)
۸ - ۳۰ پراگاسش (کشمیری)
غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(سوائے پیر اور جمعہ
اسپورٹس راؤنڈ اَپ
(ہر پیر کو)
۸ - ۴۵ تو ہنز چیٹھی وآٹھ
(کشمیری میں خطوں کے جواب)
(ہر اتوار کو)
بات چیت 'اردو' (ہر پیر کو)
بات چیت 'کشمیری' (ہر منگل کو)
خط کے لیے شکریہ
(اردو میں خطوں کے جواب)
(ہر بدھ کو)
ہیلتھ فورم (ہر جمعرات کو)
بات چیت انگریزی میں (ہر ہفتہ کو)
۹ - ۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ (ہر اتوار کو)
اردو اور کشمیری میں ڈرامہ
(ہر پیر کو)
وِودھا (ہندی میں ادبی پروگرام)
(I منگل کو)
سنگر مال (کشمیری میں ادبی پروگرام)
(II اور IV منگل)
ہم قلم (اردو میں ادبی پروگرام)
(III منگل کو)
سام (بیس نکاتی پروگرام کی
عمل آوری، I اور III بدھ کو)
سائنس میگزین (II IV بدھ کو)
تصویر
(ترقیاتی پروگراموں پر مبنی پروگرام)
(V بدھ کو)
علاقائی موسیقی کا نیشنل پروگرام
(I جمعرات کو)
فیچر کا نیشنل پروگرام
(II جمعرات کو)
میانی پسند (III جمعرات کو)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(IV جمعرات کو)
محفل: برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو
(V جمعرات کو)
گفتگو (II جمعہ کو)
بزم شعر: کشمیر میں محفل مشاعرہ
(III جمعہ کو)
اپنی دھرتی اپنا دیش (کشمیری)
(IV جمعہ کو)
مشاعرہ (اردو) (V جمعہ کو)
میانی زندگی میون کار (کشمیری)
(I ہفتہ کو)
بزم سامعین (اردو)
سامعین کے سوالوں کے جواب
(II اور IV ہفتہ کو)
محفل موسیقی (III ہفتہ)
پتریکا: ہندی پروگرام
(V ہفتہ)
آپ کی فرمائش
سامعین کی فرمائش پر فلمی گانے
(ہر اتوار اور بدھ کو)
تو ہنز فرمائش
سامعین کی فرمائش پر کشمیری گانے
ہر منگل کو)
داستان (ہر جمعہ کو)
بادتھ: تخلیقی پروگرام
(II ہفتہ)
گاشہ تارکھ: مشہور شاعر پر فیچر
(IV ہفتہ)
بزم قوالی (V ہفتہ)
۱۰ - ۳۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانی فلموں کے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شہر صدا: غیر فلمی گانوں کا پروگرام
(II، IV ہفتہ)

پیر یکم نومبر

صبح
۷ - ۰۵ غلام حسن صوفی: غزلیں
۸ - ۰۰ شیبے کمارملا: غزلیں
۸ - ۲۱ رسالو منسنہ
۸ - ۴۵ ہندی بات چیت
۹ - ۰۵ شنطور، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲ - ۰۲ عزیز احمد خاں وارثی قوال و ساتھی
قوالیاں
۱۲ - ۲۰ بھوپندر: غزلیں
۲ - ۱۰ کلاسیکی موسیقی
۴ - ۳۰ نسیم اختر اور اسد اللہ
کشمیری غزلیں

شام
۶ - ۱۰ ضلع نامہ
۸ - ۳۰ اسپورٹس راؤنڈاپ
۸ - ۴۵ اردو بات چیت
۱۰ - ۳۰ پھیر نیٹے

منگل ۲ نومبر

صبح
۷ - ۰۵ غلام محمد میر: غزلیں
۸ - ۰۰ نورجہاں: غزلیں
۸ - ۲۱ پنجابی پروگرام
۹ - ۰۵ ونود رازداں: ڈوگری موسیقی
۱۱ - ۳۰، ۲ - ۳۰، سہ پہر ۴ - ۰۰، ۴ - ۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲ - ۰۲ عبدالسلام بھٹ اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۲ - ۱۰ کلاسیکی موسیقی

شام
۶ - ۱۰ غلام محمد میر: غزل
۸ - ۳۰ پراگاسش
۹ - ۳۰ 'وودھا' ہندی پروگرام
۱۰ - ۰۰ تو ہنز فرمائش

بدھ ۳ نومبر

صبح
۷ - ۰۵، شام ۶ - ۱۰
رتیا کول: غزلیں
۸ - ۰۰ نینا مہتہ اور راجندر مہتہ:
غزلیں
۸ - ۲۱ شش رنگ
۹ - ۰۵ کاشری ناویل

دوپہر
۱۲ - ۰۲ ممتاز: غزلیں
۲ - ۱۰ کلاسیکی موسیقی
۴ - ۳۰ حمیدہ داس اور راج بیگم
غزلیں

رات
۸ - ۳۰ پراگاسش
۸ - ۴۵ خط کے لیے شکریہ
۹ - ۳۰ اسپورٹس میگزین (اردو)
۱۰ - ۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۴ نومبر

صبح
۷ - ۰۵، شام ۶ - ۱۰
مہاراج کشن پنڈتا: غزلیں
۸ - ۰۰ نیتارینہ: غزلیں
۸ - ۲۱ پنجابی پروگرام
۹ - ۰۵ پوسٹ کارڈ اسٹوریز
۱۱ - ۳۰، دوپہر ۲ - ۳۰
محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی؛
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲ - ۴۰ ترلوک کپور: غزلیں
۲ - ۱۰ کلاسیکی موسیقی

۲-۰۰ کیاری ؛
جموں، کشمیر اور لداخ کی موسیقی
۲-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات
۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ سیلتھ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ علاقائی موسیقی
۱۰-۰۰ محمد سلطان بٹ اور ساتھی
چھکری اور روف

جمعہ ۵ نومبر

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
آرتی ٹکو ؛ غزلیں
۷-۱۵ گاندھی کتھا
۸-۰۰ طلعت محمود ؛ غزلیں
۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ غزلیں

دوپہر
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۱-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۲-۳۰ آشس تہ گاشس
۴-۰۰ محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

رات
۹-۱۰ رانے ترانے
۱۰-۳۰ داستان

ہفتہ ۶ نومبر

صبح
۷-۰۵ ، شام ۶-۱۰
رحمت اللہ خاں ؛ غزلیں
۸-۰۰ سدھا ملہوترہ ؛ غزلیں
۸-۲۱ نوئی تخلیق
۸-۳۵ حرف حرف (اردو)
۹-۰۵ خوشحال گھرہ
۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ ، ۴-۳۰
عبدالخالق و ساتھی ،
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۴۰ یونس ملک ؛ غزلیں
۲-۱۰ کلاسیکی موسیقی

رات
۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ انگریزی بات چیت

۹-۳۰ میانی زندگی میون کار

اتوار ۷ نومبر

صبح
۷-۳۰ بجانی بندشنز
۸-۰۰ اس ہفتے
۸-۲۱ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۰-۰۰ ریڈیو نوزیں
۱۰-۴۰ لو پہ لو
۱۱-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ ڈرامہ

دوپہر
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۲-۳۰ ہی مال
۴-۰۰ پھولہ وننی ٹوری ،
بچوں کیلئے کشمیری میں پروگرام
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام
۶-۱۰ غلام محمد راہ ؛ غزلیں
۷-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ تو بنہ پھوی واتز
۹-۳۰ سماجہ ور ڈرامہ
۱۰-۰۰ آپ کی پسند

پیر ۸ نومبر

صبح
۸-۰۰ کیلاش مہرہ ، صوفی شاعرہ میرا بائی کا کلام
۸-۲۱ ذات بترات
۸-۳۵ سندی بات چیت
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ نیاز احمد نظیر احمد قوال و ساتھی
قوالی
۱۲-۴۰ ’ایک ہی آواز‘
بنسی جوتشی، آشا کول اور
ظہور احمد شاہ ؛ غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلوں کی دنیا
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ اردو ڈرامہ

منگل ۹ نومبر

صبح
۸-۰۰ سیماشریا ، ڈوگری موسیقی
۸-۲۱ سنگیت میگزین
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۴۰ بھجن
۱-۰۰ نسیم اختر و ساتھی ،
چھکری و روف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ نسیم اختر ؛ غزلیں
۸-۴۵ کشمیری میں بات چیت
۹-۳۰ سنگرمال
۱۰-۰۰ تو بنہ فرمائش

بدھ ۱۰ نومبر

صبح
۸-۰۰ بشیر احمد ؛ غزلیں
۸-۲۱ شش رنگ
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۴۰ ’ایک ہی آواز‘ غزلیں
۱-۰۰ عبدالرحمن رشی ، سونینا کول ،
غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ عبدالرحمن رشی ؛ غزلیں
۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین (اردو)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۱۱ نومبر

صبح
۸-۰۰ پوسٹ کارڈ افسانہ اور سازینہ
۸-۲۱ آشس تہ گاشس

دوپہر
۱۲-۴۰ ’ایک ہی آواز‘ ؛ غزلیں
۱-۰۰ حبیب اللہ بمبو اور ساتھی
چھکری اور روف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

شام
۶-۱۰ غلام محمد وانی ؛ غزلیں
۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ سیلتھ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ فیچر

جمعہ ۱۲ نومبر

صبح
۷-۳۰ گاندھی کتھا
۸-۰۰ کورل میوزک
۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ

دوپہر
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۱-۰۰ اوما کار ناتھ کول ؛ غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ اوما کار ناتھ کول ؛ غزلیں
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ گفتگو
۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۱۳ نومبر

صبح
۸-۰۰ مہینے کا گیت
۸-۲۱ تخلیق نو
۸-۳۵ مولل شعار
۹-۰۵ کاشری ناویل

دوپہر
۱۲-۴۰ ’ایک ہی آواز‘ ؛ غزلیں
۱-۰۰ چھکری اور روف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ خوشحال گھرہ

شام
۶-۱۰ راج بیگم ؛ غزلیں
۸-۳۰ پراگاشس
۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)
۱۰-۰۰ باؤنتھ
۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۱۴ نومبر

صبح
۸-۰۰ اس ہفتے
۸-۲۱ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ زونہ ڈب

(باقی ص ۴۴ پر)

انور جمال قدوائی۔ وائس چانسلر جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
آپ کی تقریر اردو مجلس (دہلی) سے نشر کی گئی۔

فلم اداکار بھارت بھوشن۔
کے ساتھ شمیم فاروقی (بائیں) آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں بات چیت کرتے ہوئے۔
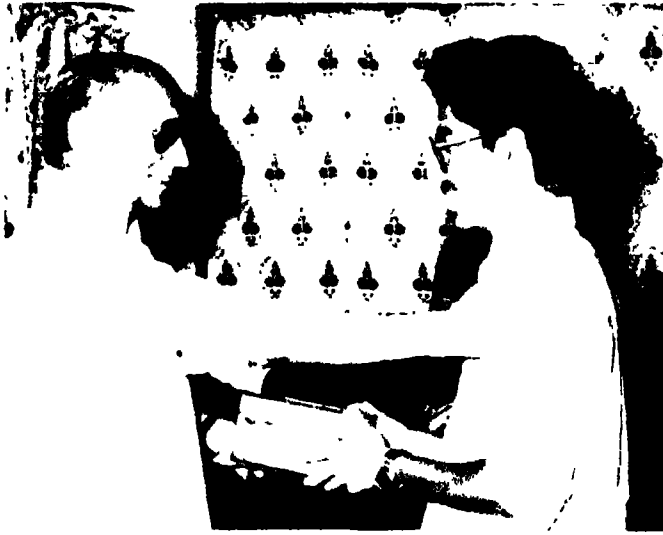
فلمی گیت کار سنتوش آنند۔
کے ساتھ اقبال وارثی (بائیں) اردو سروس کے 'فلمی دنیا' پروگرام میں۔
یہ انٹرویو گذشتہ دنوں نشر کیا گیا۔

شری رام پرسورام (دائیں)
جنہوں نے آل انڈیا ریڈیو کے
مقابلہ موسیقی ۱۹۸۱ء میں کرناٹک کلاسیکی
وائلن میں اول اور ہندوستانی کلاسیکی
وائلن میں دوم انعام حاصل کیا۔
آل انڈیا ریڈیو کی جانب سے منعقد ایک تقریب
میں موسیقار جے دیو
کے ہاتھوں سے انعام پاتے ہوئے۔

آکاشوانی سلی گوڑی سے نشر
بچوں کے پروگرام
'شِشو محل'
کے ننھے منے شرکار فن کار۔

شری آئی ایچ لطیف، گورنر مہاراشٹر کے ساتھ وی. گنگادھر اسسٹنٹ ایڈیٹر ریڈرز ڈائجسٹ
ایر فورس کی گولڈن جبلی تقریبات کے سلسلے میں انٹرویو کرتے ہوئے۔ یہ انٹرویو آکاشوانی بمبئی میں ریکارڈ اور آکاشوانی دہلی سے نشر کیا گیا۔
پی ناز مسانی ــــ جن کی گائی ہوئی غزلیں گذشتہ دنوں اردو سروس سے نشر کی گئی۔

(اوپر)
افضال اقبال اور ساتھی ــــ
آکاشوانی روہتک کی جانب سے منعقد ایک محفل
میں قوالی پیش کرتے ہوئے۔
(اوپر دائیں)
ڈاکٹر انیتا سین ــــ
آکاشوانی جگدلپور کی جانب سے مدعو سامعین کے
روبرو منعقد "پاوس سنگیت سبھا" میں۔
(دائیں)
'سلائی مشین کی ساج سنبھال'
کے موضوع پر آکاشوانی اودے پور سے
خواتین کے پروگرام میں نشر
ایک گفتگو کی شرکا ــــ

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, IIfloor Sansad Marg, New Delhi 110001. Printed by the Manager, Government of India Photo Litho Press, Faridabad.
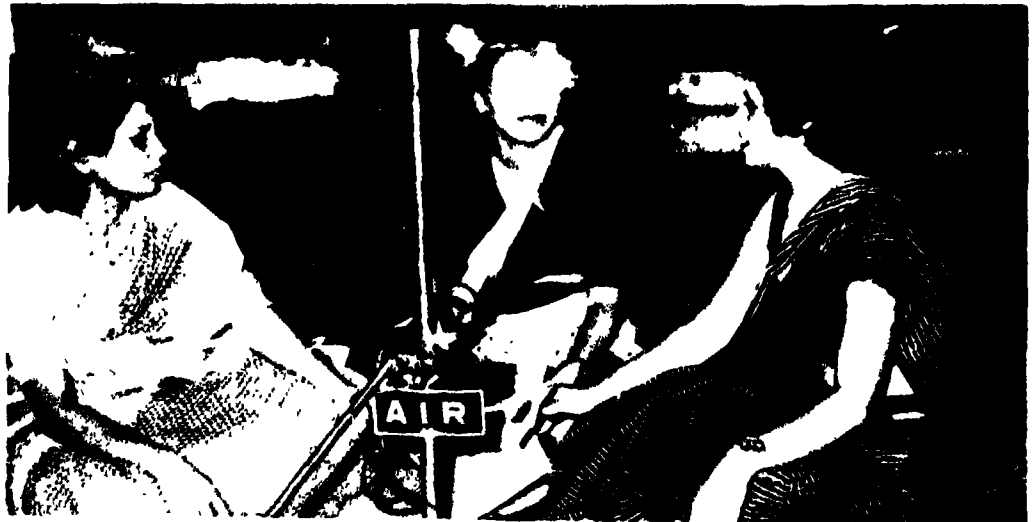
۱۶ سے ۳۰ نومبر ۱۹۸۲ء
۲۵ کارتک سے ۹ اگرہائن ۱۹۰۴ شاکا
آواز
اشاعت کا ۴۷واں سال
قیمت 50 پیسے
آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن کے پروگرام،
معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے ومنظومات
IX ایشیائی کھیل
دھلی ۱۹۸۲

اردو مجلس (دہلی) سے

رام کرشن مضطر

ہُدا ہوئے تو ہمیں اپنا راستہ نہ ملا — حیاتِ شام و سحر کا وہ سلسلہ نہ ملا
کسی سے اپنی تباہی کا حال کیا کہتے — ہمیں جہاں میں کوئی درد آشنا نہ ملا
روش روش تھی مسلط خزاں درختوں پر — گئی بہار تو پھولوں کا قافلہ نہ ملا
ہوا چمن وہ میسر لگی تھی آگ جسے — رہا جو برق کی زد میں وہ آشیا نہ ملا
ہمارے واسطے بنتا جو راہ کی قندیل — اندھیری رات میں وہ شعلۂ نوا نہ ملا
بدل کے رنگ وہ دشمن ہوا جو دوست بنے — تری نظر کو پلٹنے کا اک بہا نہ ملا
تلاشِ حسن میں وارفتگیٔ شوق نہ پوچھ — وہ بےخودی تھی کہ اپنا بھی پتہ نہ ملا
وہ التفات ہیں پردہ تغافل ناز — ستم میں بھی کرم حسن غائبا نہ ملا
دلِ غریب کی ناکامیوں کو کیا کہیے — کہ مدعا بھی کبھی حسبِ مدعا نہ ملا
کسے تھی فرصتِ نظارۂ دلِ صد چاک — خود اپنی فکر میں کھویا ہوا زمانہ ملا

ہوئی قبول نہ حق میں اک دعا مضطر
بفیضِ صادقِ شب زندہ دار کیا نہ ملا

صغیر احمد صوفی

جسے بھی جرأتِ اظہار کا حوصلہ نہ ملا
اسے زمانے میں جینے کا حوصلہ نہ ملا
ہوائیں تیز تھیں، موسم بھی سازگار نہ تھا
ہجومِ یاس میں منزل کا کچھ پتہ نہ ملا
چلا تھا قصۂ خونِ جگر سنانے میں
دیارِ ذہن میں یادوں کا قافلہ نہ ملا
مثالِ ابر بھٹکتا رہا زمانے میں
کوئی رفیق، کوئی درد آشنا نہ ملا
شعاعِ خوں کے طلب گار تھے سبھی لیکن
مہیب رات میں قاتل کا کچھ پتہ نہ ملا
ہمیشہ بند رہے زندگی کے دروازے
ہمارے واسطے کوئی بھی در کھلا نہ ملا
گیا تھا دن کے اجالے میں نذرِ جاں لیکر
عجیب شہر تھا، کوئی بھی جاگتا نہ ملا
بس ایک شخص ہی سچ بولنے کا مجرم کیوں
یہاں تو کوئی ہمیں جھوٹ بولتا نہ ملا
ہر ایک موردِ الزام بدگمانی ہے
تمہاری بزم میں کوئی بھی بے خطا نہ ملا
سوال یہ نہیں کیوں چپ ہیں سارے اہلِ نظر
سوال یہ ہے کہ کیوں حرفِ مدعا نہ ملا
میں جی رہا ہوں فقط خواب معتبر بن کر
کہ مجھ کو اپنی حقیقت کا کچھ پتہ نہ ملا
خیال و خواب کے جنگل میں کھو گیا صوفی
"کہاں کے دیر و حرم گھر کا راستہ نہ ملا"

دیپک قمر

ہمیں تو سر بھی چھپانے کا آسرا نہ ملا — جب اپنے گھر سے چلے کوئی در کھلا نہ ملا
محبتوں کے مسافر کہاں کہاں نہ گئے — کوئی بھی پیار کی سوغات بانٹتا نہ ملا
سب اختلاف زبانی تھے مل کے جب بیٹھے — دلوں کے بیچ ہمیں کوئی فاصلہ نہ ملا
میرے بزرگوں کا اُس نے پتہ تلاش کیا — سوائے حضرت آدم کے سلسلہ نہ ملا
تمہارے شہر میں آنے کے راستے تھے بہت — تمہارے شہر سے جانے کا راستہ نہ ملا
خطوط لکھتے رہے اور خود ہی پڑھتے رہے — وہ آس پاس تھا اُس کا مگر پتہ نہ ملا

قمر یہ جھیل ہے چہرہ بدل لو چاند سے تم
پھر اس کے بعد کہیں آئینہ ملا نہ ملا

مدتوں سے کوئی شخص آشنا نہ ملا
اگر ملا بھی کوئی غم سے ماورا نہ ملا
مری انا ہی مرے راستے کا پتھر تھی
خود اپنی کھوج میں نکلا تو راستہ نہ ملا
سند طویل سہی لفظ سے معانی تک
قلم شعور سے رکھا تو فاصلہ نہ ملا
کتابِ دل کو وہ پڑھ لیتے مری آنکھوں میں
جو میرے لب سے انھیں صرف مدعا نہ ملا
وہ کارواں ہوں جو گم ہے غبار میں اپنے
کہاں کی منزلِ مقصود فاصلہ نہ ملا
مجھے ہی دار پہ لائے ہو صرف حق کے لیے
تمہارے عہد کو منصور دوسرا نہ ملا
لہو قلم کا تو صدیوں بہا مگر پھر بھی
اُسے تو پیرہن سرخیٔ حنا نہ ملا
میں شرمسار ہوں تیشے کی زد میں آ نہ سکا
وہ ہیرا کیا جسے پتھر کا حوصلہ نہ ملا
دبی دبی سی رہی آگ میرے سینے میں
میرے نفس کو کبھی شعلۂ نوا نہ ملا
ہوا شعور نظر جب سماعتوں کو نصیب
تو حرف و لفظ کوئی مجھ کو بے صدا نہ ملا
ہے زخم زخم تبسم ہنسی ہنسی بے نوا
ہو جس میں کیف و مسرت وہ قہقہہ نہ ملا
قلم کا ہم پہ بھی جاوید ہے حساب بہت
یہ قرض کیسے اتاریں وہ سلسلہ نہ ملا

اساتذہ کرام کی زمینوں میں فکرِ سخن کرنا ان کی عظمت کا اعتراف کرنا ہے اور ان کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کے مترادف ہے۔
مرزا یاس یگانہ چنگیزی کی زمین میں اردو مجلس 'دہلی' سے کچھ ہم طرح غزلیں پیش کی گئیں ـــــ مصرعِ طرح تھا۔ ع

'کہاں کے دیر و حرم، گھر کا راستہ نہ ملا'

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

		ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر	جے پی گوئیل	۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹر	سراج احمد	۳۸۲۲۵۴
معاون	ہرمہندر سنگھ وج	
اسسٹنٹ بزنس منیجر	ڈی کے پوری	۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ	LISENER	

نئی دھلی — ۱۶ر نومبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۵ر کارتک ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷، شمارہ ۲۲

اس شمارے میں

نویں ایشیائی کھیل ——— پروفیسر بشیر احمد عثمانی — ۳
کھیل کود اور ہماری معاشرتی زندگی۔ قمر اعجازی ——— ۵
شارک مچھلیاں، افسانے اور حقیقت۔ ڈاکٹر پی دیوداس ——— ۶
جوش ملیح آبادی کی حیات معاشقہ ۔ ظ۔ انصاری ——— ۸
دیوالی ——— قیوم خضر ——— ۱۰
مولانا ابوالکلام آزاد ——— پروفیسر مظہر حسن ——— ۱۱
میں اور میرے افسانے ——— غیاث احمد گدی ——— ۱۲
شمع فروزاں ——— شریف احمد خاں ——— ۱۳
احمد سیہانی ——— محمد قائم ——— ۱۴
افراط زر کی روک تھام ——— رضوانہ جمال ——— ۱۵
موسم سرما اور بچوں کی عام بیماریاں ۔ ڈاکٹر غلام اشرف الحق — ۱۷
اردو میں دوہا ——— راجندر سنگھ ورما سوز — ۱۸
میں پریشان ہوں اپنے ملنے والوں سے۔ فاطمہ حسن ——— ۱۹
چلئے ——— سید حسن امام ——— ۲۱
وجودیت اور نیا ادب ——— ڈاکٹر نیر مسعود ——— ۲۲
ہسلنگ اسکول ہوائے ——— انور قمر ——— ۲۳
اجلی صبح کا انجام ——— عائشہ صدیقی ——— ۲۵
رات کے مسافر ——— کشمیری لال ذاکر ——— ۲۷
روشنی ——— انجم جمالی ——— ۲۸

غزلیات

شمیم امروہوی ——— ۲۱
بشر نواز ——— ۲۶
غلام ربانی تاباں ——— ۳۵
رام پرکاش راہی ——— ۳۹
نیاز احمد خاں ——— ۴۲
کنہیا لال منظر گورکھپوری ——— ۴۸

قیمت

فی کاپی	۵۰ پیسے
سالانہ	۱۰ روپے
دو سال	۱۷ روپے
تین سال	۲۵ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

نویں ایشیائی کھیل

پروفیسر بشیر احمد عثمانی

نویں ایشیائی کھیل یعنی "ایشیاڈ۔۸۲" سال ۱۹۸۲ء کا کھیلوں کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا۔ اس کام میں پہل ہندوستان نے کی تھی جب اس نے ۱۹۵۱ء میں نئی دہلی میں پہلے ایشیائی کھیلوں کا میزبان بننا منظور کیا تھا۔ اس وقت گیارہ ملکوں کے ۵۰۰ کے لگ بھگ کھلاڑیوں نے کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لیا تھا۔ مگر "ایشیاڈ۔۸۲" ایشیا بھر میں کھیلوں کا شاندار ترین اجتماع ثابت ہوگا۔ اور یہ اجتماع اس سے پہلے کے تمام ایشیائی مقابلوں کو مات دے جائے گا۔ نہ صرف شامل ہونے والے کھلاڑیوں کی تعداد اور مقابلوں کے اقسام کے معاملے میں بلکہ ان سہولیات کے اعتبار سے بھی جو کہ پروگرام میں شامل تمام مقابلوں کو خوش اسلوبی اور بغیر کسی رکاوٹ کے کرانے کے لیے مہیا کی جا رہی ہیں۔ تیس ممالک نے کھیلوں میں اپنی شمولیت کی تصدیق کر دی ہے جبکہ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ ۲۵ ملکوں نے ۱۹۷۸ء میں بنکاک کے مقابلوں میں شرکت کی تھی۔ اس دفعہ ۲۱ طرح کے کھیلوں میں حصہ لینے کے لیے تیس کے لگ بھگ ملکوں کے ۵ ہزار کے لگ بھگ کھلاڑی جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہوں گے، جوق در جوق دہلی پہنچ جائیں گے۔ نویں ایشیائی کھیلوں میں کچھ کھیل تو ایسے ہیں جو پہلی بار شامل کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً ہینڈ بال، کشتی رانی، گالف اور خواتین کی ہاکی کے مقابلے۔ اس اجتماع کا افتتاح ۱۹ر نومبر ۱۹۸۲ء کے دن نئی دلی کے جواہر لال نہرو اسٹیڈیم میں ہوگا۔

افتتاح کی رسم بڑی شان و شوکت سے ادا کی جائے گی اور ناظرین کی تفریح طبع کے لیے کئی طرح کے تماشے، جھانکیاں لوک ناچ۔ کلچرل شو اور آتش بازی کا انتظام کیا گیا ہے۔ پروگرام کے بموجب کھیلوں کے افتتاح کے لیے راشٹرپتی روایتی شان و شوکت کے ساتھ تشریف لائیں گے اور ایشین گیمز فیڈریشن کے صدر اور ایشین گیمز اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی کے چیرمین ان کا استقبال کریں گے۔ ایشین گیمز فیڈریشن اور اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی کے ممبروں کا راشٹرپتی کے ساتھ تعارف ہو چکنے کے بعد، راشٹرپتی اپنی خاص نشست گاہ سے "راشٹریہ سلامی" لیں گے۔ کھیلوں کے مقابلوں میں شرکت کرنے والی ٹیمیں مارچ پاسٹ کرتی ہوئی نکلیں گی اور راشٹرپتی نویں ایشیائی کھیلوں کے افتتاح کا اعلان کر دیں گے۔ اس کے بعد بگل بجیں گے، ایشین گیمز فیڈریشن کا جھنڈا لہرایا جائے گا، کبوتر اور غبارے چھوڑے جائیں گے۔ اور تین توپوں کی سلامی دی جائے گی۔ ہیلی کاپٹر

پھولوں کی پتیاں گراتے اور جھنڈے لہراتے گذر رہے ہیں گے۔

پھر ایشین گیمز کی مشعل میدان میں پہنچ جائے گی۔ پینتول کی اس خاص مشعل کے اندر گیس کی بوتل رہنے کے باعث آگ برابر جلتی رہتی ہے۔ اور اس مشعل پر ایشیائی کھیلوں کا نشان بنا ہوگا۔ ایشیائی کھیلوں کا مقدس نشان اس خاص اسٹیڈیم کے اندر روشن کیا جائے گا، ایشیاڈ کا نغمہ گایا جائے گا اور پھر حلف اٹھانے کی رسم ادا کی جائے گی۔ بعد ازاں ہندوستان کا قومی ترانہ بجایا جائے گا اور اگلے دن یعنی ۲۰ نومبر سے کھیلوں کے مقابلے شروع ہو جائیں گے۔

"ایشیاڈ — ۸۲" کی تیاریاں جنوری ۱۹۸۰ء میں شروع ہوئی تھیں جب حکومت ہند نے طے شدہ پروگرام کے مطابق کھیلوں کا انتظام کرنا قطعی طور پر منظور کر لیا تھا۔ پچھلے جیسر ماہ سے اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی کے چیرمین اور ممبران منصوبے تیار کرنے کے بیسیوں ماہر، ماہر تعمیرات اور تکنیکی ماہر بڑی لگن اور فخر کے ساتھ دن رات کام کرتے آ رہے ہیں اور یہ انھیں کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ دہلی فخر کے ساتھ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس کے یہاں اولمپک کے معیار کی سہولیات موجود ہیں۔

اندر پرستھ اسٹیڈیم دنیا کا تیسرا سب سے بڑا انڈور اسٹیڈیم ہوگا جس میں ۲۵ ہزار لوگ بیک وقت بیٹھ کر کھیلوں کے مقابلے دیکھ سکیں گے، علاوہ ازیں ۹۱ لاکھ روپے کی لاگت سے یمنا ویلوڈروم تیار کیا گیا ہے۔ ایشین گیمز ولیج میں ۵ ہزار لوگوں کے آرام سے رہنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس "کھیل گاؤں" پر ۳۰ کروڑ روپیہ لاگت آئی ہے اور یہ سری کے قلعہ کے مقام پر ۱۳۵ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ ایشیائی کھیل گاؤں میں سات سڑکیں اور مکانوں کے سترہ بلاک ہیں۔ سڑکوں کے نام اُن مرد اور خواتین کھلاڑیوں کے نام پر رکھے جائیں گے جنھوں نے ایشیاڈ میں سب سے پہلے تمغے جیتے تھے۔ مکانوں کے سترہ بلاکوں میں سے ہر بلاک میں پچاس مکان تعمیر کیے گئے ہیں اور ان بلاکوں کے نام ہندوستان کی مشہور پہاڑی چوٹیوں کے نام پر رکھے جائیں گے۔ ایشیائی کھیل گاؤں میں ۵۶ میٹر اونچا ایشیاڈ ٹاور بنایا گیا ہے۔ جس پر چڑھ کر ارد گرد کا نظارہ کرنے کے لیے شیشے کی چھت والی گیلری تعمیر کی گئی ہے۔ اسی پر ایک ریستوراں اور پانی کی ٹنکی ہوگی۔ اس سارے گاؤں کو شمسی توانائی سے گرمی مہیا کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔ دس بستروں والا ایشیاڈ اسپتال بن کر تیار ہو چکا ہے۔ اس میں تشخیص کا پورا بندوبست، ایکس رے چھوٹے موٹے آپریشن اور ورزشی علاج کی سہولیات بھی مہیا ہوں گی۔ گاؤں کے اندر ہی کشتیوں، ویٹ لفٹنگ، مکے بازی کی مشق کے لیے خاص انتظام کیا جائے گا، جسم کو گرم کرنے کے لیے ایتھلیٹک ٹریک اور مشق کے لیے فٹ بال اور ہاکی کے گراؤنڈ بھی تیار کیے جا رہے ہیں۔ عمودی چھلانگوں کے لیے خاص قسم کا گڑھا کھودا گیا ہے، مصنوعی گھاس لگائی گئی ہے، پول والٹ کے لیے فائبر گلاس کے بانس منگائے گئے ہیں، جمناسٹک اور ویٹ لفٹنگ کے لیے خاص ساز و سامان کا بندوبست کیا گیا ہے اور کشتی رانی کے مقابلوں کے لیے لاکھوں روپے کی جرمن کشتیاں باہر سے منگائی گئی ہیں۔ حکومت ہند "ایشیاڈ — ۸۲" کو کامیاب بنانے کے لیے پانی کی طرح روپیہ بہا رہی ہے اور ہمیں بہ حیثیت قوم فخر ہونا چاہیے کہ ہم اس بین الاقوامی اسپورٹس فیسٹول کی میزبانی کے فرائض انجام دیے جا رہے ہیں۔

روایت کے مطابق نویں ایشیائی کھیلوں کے منتظمین کھیلوں کے لیے ایک امتیازی نشان اور ایک مسکوٹ کا انتخاب کرتے ہیں۔ نویں ایشیائی کھیلوں کا امتیازی نشان تو جنتر منتر کی تصویر کو رکھا گیا ہے جس پر سرخ سورج نکلتا دکھایا گیا ہے۔ "ایشیاڈ — ۸۲" کا مسکوٹ ناچتا کرتا ہاتھی کا بچہ ہوگا جو قوتِ جسمانی اور ذہنی مذاق کی علامت ہے۔ اس کے ماتھے پر بندیا چمک رہی ہوگی۔ اس کا نام اپّو رکھا گیا ہے اور وہی نویں ایشیائی کھیلوں کا میزبان خصوصی ہوگا۔ ایشیاڈ کے افتتاحی اجلاس میں اپّو شرکت کے ہار پہنائے گا اور اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو کر روایتی انداز میں نمسکار کریگا۔ اسے یہ بھی سکھایا جا رہا ہے کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر اور ڈانس پر ناچ دکھا کر حاضرین کا خیر مقدم کرے۔

مقابلے کے ۲۱ کھیلوں میں ایشیائی ملکوں کے درمیان دوستانہ ڈھنگ سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور خوب ڈٹ کر ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ یہ کھیل ہوں گے :۔

تیر اندازی، ایتھلیٹکس، بیڈمنٹن، باسکٹ بال، مکے بازی، سائیکلنگ، گھوڑ سواری، فٹ بال، جمناسٹک، گالف، ہینڈ بال، ہاکی، کشتی رانی، نشانہ بازی (شوٹنگ)، تیراکی، ٹیبل ٹینس، لان ٹینس، والی بال، ویٹ لفٹنگ (وزن اٹھانا)، کشتیاں، اور بادبانی کشتی رانی۔ مقابلے کے ان کھیلوں کے علاوہ دو طرح کے اور کھیلوں کا بھی مظاہرہ کیا جائے گا۔ یعنی کبڈی اور "سیپاک ٹکرو" کا۔ حکومت ہند نہ صرف کھیلوں کا بندوبست کرنے اور ان کے لیے ہر طرح کی سہولیات مہیا کرنے پر ہی بلکہ کھلاڑیوں کو تربیت دینے پر بھی کھلے دل سے روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ اندازاً ساڑھے کروڑ سے زیادہ روپیہ خرچ ہوگا۔ یہ وہ کھلاڑی ہوں گے جو مختلف مقابلوں میں ہندوستان کی نمائندگی کریں گے۔ چونکہ مختلف قسم کے مقابلوں کے لیے ۱۷۵ تربیتی کیمپ لگا کر اور باہر کے ملکوں میں بھی انھیں تربیت دلا کر ان کھلاڑیوں کو مقابلوں کے لیے خوب تیار کیا جا رہا ہے اس لیے ان سے بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ ہندوستان کے لیے ہاکی میں سونے کا تمغہ جیتنے کا روشن امکان ہے بلکہ مردوں کی ٹیم کی نسبت عورتوں کی ٹیم کے امکانات اور بھی روشن ہیں کیونکہ ہماری خواتین کی ٹیم دیگر تمام ایشیائی ٹیموں سے بہتر ثابت ہوتی آئی ہے۔ لان ٹینس اور بیڈمنٹن میں عورتوں کی نسبت مرد کھلاڑیوں کے طلائی تمغے جیتنے کے بہتر امکانات ہیں۔ والی بال اور فٹ بال میں ہمارا سامنا دنیا کی بہترین ٹیموں سے ہوگا، اس لیے ہم صرف کانسے کا تمغہ جیتنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ ہاں، ہمارے پہلوان، ویٹ لفٹر اور مکے باز سونے، چاندی اور کانسے کے کافی تمغے جیت لے جائیں گے۔ تیراکی اور گھوڑ سواری کے مقابلوں میں ہمارے کھلاڑیوں کے مدمقابل جاپانی ہوں گے جو ان کھیلوں کے واقعی چیمپین ہیں۔ ایتھلیٹک کھیلوں میں عورتوں کے مقابلوں میں ہم کم از کم تین طلائی تمغے جیت لیں گے اور چار مزید طلائی یا نقرئی تمغوں کی امید رکھ سکتے ہیں۔ مردوں کے ایتھلیٹک مقابلوں میں ہم یقین کے ساتھ چار طلائی تمغے اور چند ایک نقرئی تمغے حاصل کرنے کی توقع کر سکتے ہیں۔ باسکٹ بال اور جمناسٹک میں کھیلوں کی تربیت دینے والوں کی پیشین گوئی یہ ہے کہ ہم چوتھا یا پانچواں مقام حاصل کر سکیں گے۔ چپو کے ذریعے کشتی چلانے اور بادبانی کشتی کے مقابلوں میں ممکن ہے ہم طلائی تمغہ جیت لیں۔ ان ایشیائی کھیلوں میں سب سے زیادہ اعزاز حاصل کرنے کے امیدوار ہیں جاپان اور چین۔ جاپان کو تیراکی اور جمناسٹک میں سبقت حاصل ہے جبکہ چین ایتھلیٹک اور ٹیبل ٹینس، بیڈمنٹن اور باسکٹ بال جیسے کھیلوں میں جاپان سے آگے ہے۔ ان مقابلوں میں اولیں مقام کسی ملک کو بھی ملے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کھیلوں میں شرکت کرنے والے مرد اور عورتیں اعلیٰ ترین کھیل کا مظاہرہ کریں گی۔

اختتامیہ رسم ۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ساڑھے تین بجے بعد دوپہر ہوگی۔ اس میں مختلف ملکوں کی ٹیمیں اسی انداز سے مارچ پاسٹ کریں گی جس انداز سے کہ انھوں نے افتتاحیہ رسم کے موقع پر کیا تھا۔ بڑے کھمبے پر ایشین گیمز فیڈریشن کا جھنڈا لہرایا جائے گا اور اس کے بعد ہندوستانی ترنگے کا نمبر ہوگا اور ہندوستانی قومی ترانہ بجایا جائے گا۔ ایشین گیمز فیڈریشن کے صدر اعزازی چبوترے پر چڑھ کر نویں ایشیائی کھیلوں کے اختتام کا اعلان کریں گے۔ مقدس آگ بجھا دی جائے گی۔ ایشین گیمز فیڈریشن کا جھنڈا پانچ توپوں کی سلامی کے ساتھ اتار لیا جائے گا۔ اور تین اشخاص یعنی ایشین گیمز فیڈریشن کے صدر، ایشین گیمز اسپیشل آرگنائزنگ کمیٹی کے چیرمین اور دلی کے لیفٹننٹ گورنر کے سپرد کر دیا جائیگا تاکہ وہ دسویں ایشیائی کھیل شروع ہونے تک اسے سنبھال کر رکھیں۔

اس طرح ۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو نویں ایشیائی کھیلوں کا یہ جشن ختم ہو جائے گا۔ ہماری نیک خواہشات کھیلوں میں شرکت کرنے والی تمام ٹیموں کے ساتھ ہیں۔ اور خدا کرے کہ نویں ایشیائی کھیل ہمیشہ کے لیے بہترین کھیلوں کا مقابلہ ثابت ہوں۔

(آل انڈیا ریڈیو ترو چراپلی سے نشر)

کھیل کود اور ہماری معاشرتی زندگی

قمر اعجازی

انسانی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کا مطالعہ ہم جس دور اور جس باب سے بھی کریں گے تو کئی چیزوں کے ساتھ ساتھ ایک بات ہمیں بہت ہی واضح طور پر نظر آئے گی کہ انسانی ذہن نے اپنی تفریح طبع، صحت و تندرستی اور چستی پھرتی کے لیے کھیل کود کو ہمیشہ اپنایا ہے اور اسے ایک خاص اہمیت بھی دی ہے۔ اس وقت جبکہ تفریحی ساز و سامان بازار میں بافراط موجود ہیں، جو کہ ذہن کو سکون اور جسم کو راحت پہنچانے کے لیے ہیں انسان نے کھیل کود کو ایک اہم اور اعلیٰ مقام آج بھی عطا کیا ہوا ہے۔ آج زندگی کا کوئی بھی شعبہ کھیل کود کے ذکر کے بغیر ادھورا اور بے معنی ہے۔

انسانی زندگی میں کھیل کود کی اہمیت و افادیت کا نتیجہ ہے کہ ایک زمانے میں علم و فضل میں سب سے آگے رہنے والے ملک یونان میں جس دور میں علم و فضل کا عام چرچا تھا جہاں افلاطون، سقراط اور ارسطو جیسے دانشور اور فلسفی پیدا ہوئے اس دور میں بھی کھیل کود کی طرف لوگوں کا عام رجحان تھا۔ کھیل کود کے اجتماعی مقابلوں کی ابتدا یونان سے ہوئی ہے جس کی موجودہ ترقی یافتہ شکل اولمپک مقابلے ہیں جو کہ ہر چار سال پر منعقد ہوا کرتے ہیں۔ یونان کے ان اجتماعی کھیل کود کے مقابلوں میں روم کے بادشاہ نیرو کے شریک ہونے کے شواہد موجود ہیں جس نے رتھ دوڑ کے ایک مقابلے میں شرکت کی تھی اور پہلا انعام حاصل کیا تھا۔

عربوں نے بھی کھیل کود میں زمانۂ قدیم سے ہی خصوصی دلچسپی دکھائی ہے۔ آج سے ہزاروں برس قبل جب عالم عرب میں شعر و شاعری کا بازار گرم تھا، شعر و شاعری کے سالانہ مقابلوں کا انعقاد ہوا کرتا تھا جس کو عرب قبائل میں ایک تہوار کی حیثیت حاصل تھا۔ مگر اس زمانے میں بھی عرب میں کھیل کود کے سالانہ مقابلوں کا انعقاد ہوا کرتا تھا۔ اور یہ عربوں کا دوسرا سب سے بڑا تہوار ہوتا تھا۔ ان مقابلوں میں عرب قبائل کے جوان گھوڑ سواری، نیزہ بازی، تیغ زنی اور کشتی کے مقابلے میں حصہ لیا کرتے اور اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے ان مقابلوں میں جیت قبیلے کی عزت اور وقار میں اضافہ کا باعث ہوتی اور ہار ذلت و رسوائی کی وجہ بن جایا کرتی تھی۔

ہندوستان میں بھی کھیل کود سے ہر دور میں دلچسپی لی گئی ہے جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ راجکماریوں کی شادیاں عموماً سوئمبر کے ذریعہ طے کی جاتی تھیں جس میں ریاستوں کے راجکمار حصہ لیا کرتے تھے اور اپنے فن سپہ گری اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مہابھارت اور رامائن میں بھی کھیل کود کا ذکر ملتا ہے۔ ارجن نے تیر اندازی کے ایک مقابلے میں دروپدی کو بطور انعام حاصل کیا تھا۔ شری رام چندر جی کا بیاہ سیتا جی سے سوئمبر کے بعد ہوا تھا۔ اس سوئمبر میں شری رام نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دھنش کو توڑ ڈالا تھا۔ مہابھارت کے ہیرو ارجن کی نشانہ بازی کا معترف ایک عالم ہے۔ بھیم کی قوت و ہمت کا ذکر بھی مہابھارت میں ملتا ہے۔ شری کرشن نے اپنے کٹر مخالف "جراسندھ" کی کشتی بھیم سے کرائی تھی جس میں جراسندھ کو شکست ہو گئی تھی۔ غرضیکہ ہندوستان میں کھیل کود کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ سلاطین ہند نے بھی اس میں خصوصی دلچسپی لی ہے۔ سلطان قطب الدین ایبک چوگان کھیل پسند کرتا تھا اور اس کھیل میں اس کو خصوصی مہارت حاصل تھی —

مغل بادشاہ بابر اپنے فوجیوں کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے فوجی قواعد کے علاوہ ان کو دوڑایا کرتا تھا۔ بابر تو خود دو آدمیوں کو بغل میں دبا کر دوڑا کرتا تھا دوڑنا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ فرید خاں کو شیر خاں کا خطاب، شیر کے شکار میں تلوار سے شیر کو دو ٹکڑے کر دینے پر اس کے آقا احمد خاں نوہانی نے دیا تھا۔ یہی شیر خاں بعد میں شیر شاہ کے نام سے ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔

مغل بادشاہ اکبر کا تفریحی انداز بھی اسی کی طرح عظیم تھا۔ وہ ہاتھی لڑایا کرتا تھا اور ہاتھی کی لڑائی اس کی پسندیدہ تفریح تھی۔ جہانگیر بھی شکار کا شوقین تھا۔

گھوڑ سواری، تیر اندازی، ورزش، تلوار بازی، کشتی شکار اور شطرنج یہاں ہر دور میں مقبول رہے ہیں ہندوستانی راجہ مہاراجوں اور نوابوں نے بھی کھیل کود کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی ہے۔ مہاراجہ پٹیالہ تو اس سلسلے میں کافی مشہور ہیں انکو کھیل کود سے خصوصی دلچسپی اور رغبت تھی۔ انھوں نے گاما اور امام بخش جیسے مشہور زمانہ پہلوانوں کی سرپرستی فرمائی۔ گاما کو تو انگلینڈ تک وہ اپنے ساتھ لے گیے۔ جہاں گاما نے کشتی مقابلوں میں شرکت کی اپنے فن اور قوت کا مظاہرہ کیا اور ملک و قوم کا نام روشن کیا۔ مہاراجہ پٹیالہ ہمیشہ کھیل کود سے وابستہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پٹیالہ ہندوستان میں کھیل کود کی سرگرمیوں کا ایک اہم مرکز بن گیا ہے۔

کھیل کود اور ہماری معاشرتی زندگی کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔ بچپن سے بڑھاپے تک انسان کسی نہ کسی حیثیت سے اپنی بساط بھر کھیل کود سے وابستہ رہتا ہے یا تو وہ باضابطہ طور سے ان میں حصہ لیا کرتا ہے یا پھر عام تماش بین کی حیثیت اس کی ہوا کرتی ہے مگر وہ ان سے جڑا ضرور ہوتا ہے۔

انسانی زندگی میں کھیل کود کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ایک بچہ جب اپنی ماں کی گود سے زمین پر قدم رکھتا ہے تو کھیل کھیل میں وہ چلنا دوڑنا اور باتیں کرنا سیکھتا ہے۔ ان دنوں چھوٹے بچوں کو ابتدائی درجوں میں کھیل کود کے ذریعہ ہی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بچے ہنستے کھیلتے لکھنا پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ ان کو یہ احساس ذرا بھی نہیں ہوتا ہے کہ ان کو پڑھایا جا رہا ہے۔ ہماری معاشرتی زندگی میں کھیل کود کو اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں
یہ نسخہ ہے کم خرچ بالانشیں

اب تو امراض قلب کے مریضوں کے لیے بھی خصوصی ورزشیں تجویز کی جا رہی ہیں۔ آج کھیل کود نے ہماری معاشرتی زندگی میں جو اہمیت حاصل کر لی ہے اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دو دشمن اور مخالف ملکوں کے تعلقات سفارتی سطح پر نہیں سلجھ پاتے ہیں تو تعلقات کو سدھارنے اور استوار کرنے کے لیے کھیل کود ہی راہ ہموار کرتا ہے۔ امریکہ اور چین کی دوستی اس کا ثبوت ہے۔ ہند و پاک کے درمیان تعلقات کو سدھارنے اور استوار کرنے میں کھیل کود کا ایک نمایاں اور اہم رول رہا ہے۔ آج غیر ممالک جانے والی کھیل کود کی ٹیموں کی اہمیت کسی سفارتی وفد سے کم نہیں ہوتی۔ ہندوستان بھی دوسرے ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات کو استوار کرنے کے لیے عالمی مقابلوں میں ٹیمیں بھیجتا رہتا ہے ایشیائی کھیلوں کے مقابلہ کا انعقاد اس سال کے آخر میں دہلی میں ہو رہا ہے۔ آج کھیل کود کو محض لہو گرم رکھنے کا بہانہ نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ اس سے عالمی مسائل کو سلجھانے اور حل کرنے میں مدد بھی لی جاتی ہے۔ کھیل کود نے آج کے معاشرے میں ایک سیاسی اور سفارتی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ حکومت جہاں تعلیم گاہیں اور اسپتال وغیرہ

جواتی ہے وہاں وہ کھیل کے میدان اور اسٹیڈیم بھی تعمیر کرتی ہے۔ کھیل کود کے مقابلوں کا اہتمام اسکولی سطح سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک اور ضلعی سطح سے لے کر ملکی سطح تک کیا جاتا ہے۔

آج کی بھاگتی دوڑتی معروف اور سخت مقابلے والی زندگی میں کھیل کود آدمی کو مقابلوں کے لیے تیار کرتا ہے۔ اس کے ذہن کو چاق و چوبند، بدن کو چست پھرتیلا اور قوت فیصلہ کو تیز کرتا ہے۔ فتح و شکست کو برداشت کرنے کا ہنر سکھاتا ہے۔ نامساعد حالات میں ہمت ہارنے اور حوصلہ بلند رکھنے اور مسلسل کوشش کرتے رہنے کا گر سکھاتا ہے

ایک زمانہ تھا جب یہ کہا جاتا تھا کہ ؎

کھیلو گے کودو گے ہوگے خراب
پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب

مگر آج کی معاشرتی زندگی میں نواب اور خراب کا میزان بدل گیا ہے۔ کھیل کود کی اہمیت کو تسلیم کر لیا گیا کیونکہ صحت مند دماغ تندرست جسم میں ہی رہتا ہے چستی پھرتی جسمانی تندرستی اور قوت فیصلہ میں تیزی آج کی زندگی کا اہم تقاضہ ہے اور کھیل کود اس میں ہمیشہ سے معاون ثابت ہوا ہے ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ (پٹنہ سے نشر)

شارک مچھلیاں - افسانے اور حقیقت

ڈاکٹر پی دیوداس

عالم حیوانات کی دیوہیکل اقسام، سب کی سب سمندر میں پائی جاتی ہیں۔ بڑے سے بڑا ہاتھی بھی ۱۰۰ فٹ لمبی نیلی وھیل مچھلی کے سامنے ماند پڑ جاتا ہے جس کا وزن دس ٹن سے بھی زیادہ ہوتا ہے یا پھر ساٹھ فٹ لمبی وھیل شارک کے سامنے بھی اس کی کوئی حقیقت نہیں جو کئی ٹن وزنی ہوتی ہے۔ شارک مچھلیوں کے متعلق بے شمار اور مختلف طرح کے قصے کہانیاں سننے کو ملتی ہیں جو غرض مند لوگوں نے نشے کی حالت میں گھڑ رکھی ہیں یا بہادری کی داستانیں لکھنے والوں کے دماغوں کی اختراع ہیں اور غلط سلط خبریں شائع کرنے والے اخباروں کی دین ہیں۔ زمانۂ وسطیٰ کی بعض کہانیاں بڑی احمقانہ ہیں مثلاً یہ کہ سکنڈی نیویا میں آسمان سے مچھلیوں کی بارش ہوتی ہے جن میں قلندر مچھلیاں اور سمندری سانپ بھی ہوتے ہیں۔ برٹش میوزیم میں ایک ایسے دیوقامت "سمندری سانپ" کا قصہ ملتا ہے جو کسی دور دراز علاقے میں ساحلِ سمندر پر پڑا ہوا پایا گیا تھا۔ لکھا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کا دھڑ سانپ نما اور سر اونٹ سے ملتا جلتا تھا۔ بغور دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ بھیانک جانور یا تو وھیل مچھلی ہے یا شارک جو دھوپ تاپ رہی ہے۔

قدیم لوگوں نے کئی طرح کے خوفناک سمندری جانوروں کی داستانیں بیان کر رکھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کلاسیکی سمندری عنقریب ہر سال ایک ملک کے ساحل پر تب تک مار دھاڑ کرتی رہتی ہے جب تک کہ اس کی نذر نیاز نہ دے دی جائے۔ اس کی رغبت دوشیزاؤں اور کنواری لڑکیوں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور کہانی بحرِ جنوبی کے ایک جزیرے کے باسی کی ہے جو اپنی کشتی میں سمندر میں جاتا تھا کہ ان پر شارک مچھلی نے حملہ کر دیا۔ شارک سمندر میں سے چھلانگ مار کر عین کشتی کے بیچ آ گری۔ کشتی میں ملاح اور اس کی بیوی کے سوا اور کوئی بھی نہ تھا۔ ملاح مچھلی کا تیا پانچا کرنے ہی لگا تھا کہ مچھلی کی آنکھوں نے اُسے ایسا مسحور کیا کہ اس نے اپنی کلہاڑی تو ایک طرف رکھ دی اور شارک کو پھر سے سمندر میں پھینکنے کے لئے کشتی کو الٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ ان دنوں کے مچھیروں کا یقین تھا کہ بعض لوگ مر کر شارک مچھلی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کی مضحکہ خیز کہانیاں گھڑنے والے یہ جتلانا چاہتے تھے کہ شارک بھی انسان کے آباو اجداد میں سے ہے۔

مطالعہ قدرت کے عظیم ماہر لنے ئیس کا کہنا ہے پیغمبر یونس تین روز تک عظیم سفید شارک کے پیٹ میں رہے اور پھر صحیح سلامت باہر نکل آئے۔ اگلے وقتوں میں سمندری جہازوں کا شارک مچھلی کو پکڑ لینا آئندہ واقعات کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ سولہویں صدی میں موگری کی شکل کی شارک کا سامنا ہونا بدقسمتی کی علامت خیال کیا جاتا ہے یہ روایت تو عام تھی کہ بادبانی جہاز شارک مچھلی یا پھوے کی دُم' بادبان کو تھامنے والے شہتیر کے ساتھ باندھ کر چلا کرتے تھے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ اگر کسی جہاز میں شارک کی دُم نہیں باندھی گئی تو ملاحوں نے جہاز پر سوار ہونے سے انکار کر دیا۔

کرۂ زمین کے سمندروں میں شارک مچھلی کی تین سو کے لگ بھگ اقسام ملتی ہیں۔ دریائے گنگا میں پائے جانے والی شارک کی قسم کی بعض مچھلیاں تو ایسی ہیں جو گنگا' دجلہ اور زیمبسی ندیوں میں بہاؤ کے الٹے رُخ نقل مکانی کرتی ہیں۔ بعض قسم کی شارک مچھلیاں ساحل سے دور کھلے سمندروں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ کچھ شارک مچھلیاں ایسی ہیں جو زیادہ تر وقت سمندر کی تہہ میں یا اس کے قریب گذارتی ہیں۔ بیشتر شارک مچھلیاں مقابلتاً کم گہرے سمندروں میں رہتی ہیں مگر چند ایک ایسی بھی ہیں جو سینکڑوں گز کی گہرائی پر براعظموں کی ڈھلانوں کے ساتھ ساتھ سمندر کے اندر گذر بسر کرتی ہیں۔ شارک مچھلی زیادہ سے زیادہ جس گہرائی سے پکڑی گئی ہے وہ ہے ۱۵۰۰ فیدم (چھ فٹ ناپ کا پیمانہ)۔ شارک سب جگہ ملی جلی اقسام کی پائی جاتی ہیں مگر ان کی اکثریت تین سمندروں بحرالکاہل' بحراوقیانوس اور بحرِ ہند کے منطقۂ حارہ میں ملتی ہے۔ شارک کی صرف ایک قسم ایسی ہے جو سارا سال قطبین کے سرد سمندروں میں رہتی ہیں۔

دوسری مچھلیوں کے برعکس شارک مچھلیوں کے پھکنے نہیں ہوتے جو ایک ایسا عضو ہے جو تیرنے میں کام دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ بھاگتی پھرتی ہیں۔ ان کا مہیب ہتھیار ان کے دانت نہیں۔ شکار خور شارک مچھلی کے جبڑے

کا بغور معائنہ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ اس کے منہ میں تلوار کی دھار جیسے تیز دانتوں کی خوفناک قطاریں لگی ہیں۔ کسی بھی وقت دانتوں کی ایک سے لے کر پانچ تک قطاریں زیر استعمال رہتی ہیں۔ منہ کے اندر کے رُخ دانتوں کی اور قطاریں بھی محفوظ ہوتی ہیں۔ جب کبھی سامنے والی قطار کے دانت استعمال کے باعث یا کسی حادثے کی وجہ سے ٹوٹ جاتے ہیں تو اس سے اگلی قطار کے دانت ان کی جگہ سامنے والی طرف آ جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ شارک کی زندگی بھر جاری رہتا ہے۔

بسیار خور جانور

بعض شارک مچھلیوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ اسی وجہ سے انہیں "بھوکے کتے، سمندر بھیڑیے اور بحری شیر" کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔ عظیم سفید شارک مچھلیاں ہر طرح کے جانور ہڑپ کر جاتی ہیں، اور کچھ سے تیز دریائی بچھڑے تک بھی نہیں چھوڑتیں ایک شارک مچھلی کے پیٹ میں سے ایک کنستر بکرے کی ہڈیاں، سور کا پچھلا حصہ، ایک بل ڈاگ کتے کا سر اور جسم کے حصے اور بہت سے ٹکڑے گھوڑے کے گوشت کے نکلے تھے۔ آسٹریلیا سے فریڈرک میکانے نے خبر دی تھی کہ ایک سولہ فٹ لمبی شارک مچھلی ساحل سمندر کے اس حصے کے گرد چکر کاٹتی ہوئی پائی گئی جو صرف خواتین کے نہانے کے لئے مخصوص تھا اور جس کے گرد حفاظت کے خیال سے جال لگا رکھا تھا۔ یہ مہیب مچھلی باڑ میں سے جھانک رہی تھی۔ اس جگہ کے انچارج افسر کو شارک کی اس حرکت سے شبہ ہوا اور اس نے ایک مضبوط کانٹے میں سور کے گوشت کا بڑا سا ٹکڑا اس شکل کا لگایا کہ وہ عورت کے جسم کا حصہ معلوم ہو۔ جب یہ کانٹا سمندر میں پھینکا گیا تو آدم خور شارک نے لانچ میں آکر اسے نگل لیا۔ پکڑے جانے پر جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اندر سے ایک بہت بڑا کتا نکلا جو پچھلے روز سے لاپتہ تھا۔

شارک کی کہانیوں میں سے سب سے زیادہ دلچسپ کہانی انسٹی ٹیوٹ آف جمیکا کے سیکریٹری فرینک کینڈال نے بیان کی۔ اس کا کہنا ہے کہ اٹھارھویں صدی میں بحرۂ کیریبین میں ایک برطانوی جنگی جہاز نے ایک امریکی غیر سرکاری جنگی جہاز کا پیچھا کیا تو امریکی جہاز کے کپتان نے نکل بھاگنے کا راستہ مسدود پاکر اپنے جہاز کے کاغذات سمندر میں پھینک دئے۔ اس غیر سرکاری جہاز پر جہاز رانی کے قوانین کی خلاف ورزی کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا اور جہاز کے کپتان کو سزائے موت سنائے جانے کی مانگ کی گئی۔ مگر اس کے خلاف کوئی دستاویزی شہادت تو موجود تھی نہیں اس لئے قریب تھا کہ اسے چھوڑ دیا جاتا مگر عین اسی وقت ایک برطانوی جہاز بندرگاہ پر آن لگا۔ اس جہاز کے ملاحوں نے ایک شارک مچھلی پکڑی تھی جس کا پیٹ چاک کرنے پر اندر سے اُس کپتان کے پھینکے ہوئے کاغذات برآمد ہوئے تھے۔ چنانچہ جب یہ کاغذات عدالت میں پیش کئے گئے تو کپتان جرم ثابت ہو گیا اور اسے سزا سنا دی گئی۔

ٹائگر شارک بھی بڑی پیٹو مچھلی ہے۔ یہ صحیح معنوں میں کھلے سمندروں کی قزاق مچھلی ہے اور ہر قسم کے جاندار مثلاً کچھوے، ڈالفن مچھلیاں، سنگ پشت، سمندری پرندے اور ہر قسم کی مچھلیاں کھا جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ مردار خور بھی بن جاتی ہے۔ شارک مچھلی کی تمام اقسام میں سے سب سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں سفید شارک مچھلیاں (جنھیں اکثر آدم خور بھی کہتے ہیں) ٹائگر شارک، مٹیالی شارک اور ہتھوڑی جیسے سر والی شارک مچھلیاں۔

جس طرح ان سے احمقانہ داستانیں وابستہ ہیں، اسی طرح شارک ایک احمق مچھلی واقع ہوئی ہے۔ اس میں عقل بے حد کم اور درد کا کوئی احساس نہیں تھا۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ شارک مچھلی کا پیٹ چاک کر دیا گیا مگر وہ اپنے اندرونی اعضا کھاتی چلی گئی یا شارک کے کٹے ہوئے سر، طعمہ پھینکے جانے پر اسے پکڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ نیلے رنگ کی شارک مچھلیوں کے جگر نکال لینے کے بعد جب انھیں پھر سے سمندر میں پھینکا گیا تو وہ میکرل نام کی لذیذ مچھلیوں کے پیچھے بھاگ نکلیں اور انھیں پکڑ کر کھانے لگیں اس کے برعکس، شارک مچھلیوں کی سونگھنے کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ پانی کے ارتعاش سے سمجھ جاتی ہیں کہ ان کے آس پاس کیا ہے۔ چنانچہ اگر کسی سمندری جانور کے جسم سے خون بہہ رہا ہو اور وہ مصیبت زدہ ہونے کے باعث صحیح ڈھنگ سے تیر نہ رہا ہو تو یقیناً شارک اس پر حملہ آور ہوگی۔ حیض کے دنوں میں عورتوں کا سمندر میں نہانا یا ان لوگوں کا غسل کرنا جن کے زخموں سے خون رِس رہا ہو بے حد خطرناک ہوتا ہے کیونکہ شارک خون کی بو کو بہ آسانی سونگھ لیتی ہے اور پھر حملہ کر دیتی ہے۔ ایسے واقعات ہوئے ہیں جن میں شارک مچھلیوں نے اس قسم کے حالات میں لوگوں پر حملے کئے ہیں۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ شارک مچھلیاں ایسی وہیل مچھلیوں پر حملہ آور ہوئی ہیں جن کے جسم سے خون بہہ رہا تھا یا پھر ان مچھلیوں پر جھپٹی ہیں جو کانٹوں میں پھنسی ہوئی تھیں کیوں کہ ایسی مچھلیاں کانٹا نگل لینے پر کانٹا نکالنے کے لئے جدوجہد کرتی ہیں۔ ان کی جدوجہد سے سمندر میں بے ڈھب ارتعاش پیدا ہوتا ہے جو شارک مچھلیوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کراتا ہے۔

شارک کو دور رکھنے کے لئے کئی طرح کی تدبیریں نکالی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک ہے شارک کو بھگانے والا کمپاؤنڈ ——— اس میں کاپر ایسی ٹیٹ اور نگروسین رنگ ملا ہوتا ہے۔ شارک کو اس کی بو بہت بُری لگتی ہے۔ آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں جہاں جہاں ساحل سمندر پر لوگ جا کر نہاتے ہیں وہاں سمندر میں لوہے کے جال لگا دیئے گئے ہیں تاکہ شارک مچھلی انھیں پار کر کے اندر نہ گھسنے پائے۔

خوراک کا ماخذ

حالانکہ سمندر میں نہانے کے شائقین اور ملاحوں کے لئے شارک مچھلیاں خطرناک ہوتی ہیں تاہم یاد رکھنا چاہئے کہ وہ خوراک کا ایک اہم ماخذ بھی ہیں۔ ان میں حیاتین، پروٹین، تیل اور دیگر کار آمد اشیا کی کوئی کمی نہیں ہوتی۔ پرانے زمانے میں شارک کا شکار محض شکار کے طور پر کیا جاتا تھا۔ آج کل اس مچھلی کا شکار بڑے منظم ڈھنگ سے کیا جاتا ہے اور دنیا بھر میں تقریباً چار لاکھ ٹن شارک مچھلی ہر سال پکڑی جاتی ہے۔

ہندوستان میں تازہ ترین تخمینوں کے مطابق ہر سال ۵۸ ہزار ٹن شارک کا شکار کیا جاتا ہے جو سمندر سے پکڑی جانے والی مچھلی کے ۴۔۶ فیصدی کے برابر ہے۔ ہندوستان میں ساحل سمندر پر واقع اسٹیٹوں میں سے تامل ناڈو، گجرات اور مہاراشٹر ایسی اسٹیٹیں ہیں جہاں سب سے زیادہ شارک مچھلی پکڑی جاتی ہے۔ جنوبی کنارا میں منگلور، سورتکل، کوپ اور گنگولی ایسے مرکز ہیں جہاں شارک مچھلی ابھی خاصی مقدار میں پکڑی جاتی ہے۔

بہت سے ملکوں میں جن میں یورپ کے ممالک بھی شامل ہیں، شارک مچھلیوں کی بطور خوراک بہت مانگ ہے۔ اس مچھلی کا ہر حصہ ——— گوشت، پنکھ، کھال، جگر، اور آنتیں ——— استعمال میں آجاتا ہے۔ امریکہ میں اس کے گوشت کے قتلے زیادہ پسند کئے جاتے ہیں جبکہ دوسرے ملکوں میں کوفتے۔ ہندوستان میں اس کے گوشت کو نمک لگا کر کھایا جاتا ہے اور پھر کھایا جاتا ہے اسے دوسری اشیا کے ساتھ ملا کر پکایا جاتا ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک میں اس کے پیروں کی مانگ بہت ہے۔ بڑی شارک مچھلیوں کے پروں کے ریشوں سے اعلیٰ درجے کا شوربہ بنتا ہے۔ چینی نسل کے لوگوں میں پروں کے سوپ کی مانگ سپلائی کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناسب طریقے سے سکھائے گئے مچھلی کے پروں کی قیمت نمایاں طور پر زیادہ ہے۔ تازہ اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان سے شارک مچھلی کے پروں کی برآمد ۱۵۵ ٹن سے بھی زیادہ ہے جس کی قیمت ڈیڑھ کروڑ روپیے کے برابر ہے۔ شارک کے چمڑے سے نہایت عمدہ قسم کے جوتے، ہینڈ بیگ، بٹوے، گھڑیوں کے فیتے اور پیٹیاں بنتی ہیں۔ ان کے علاوہ دھاتی کی قسم کی ریتی اور لکڑی کا پالش بھی تیار ہوتا ہے۔ اس کے دانت اور ریڑھ کی ہڈی کے حصے بطور آرائشی اشیا، کے استعمال میں آتے ہیں۔ اس کے جگر میں تیل بہت ہوتا ہے جو وٹامن اے، کا اصل ذخیرہ ہے۔ شارک مچھلی کے خشک پر آٹھ ڈالر (امریکی) فی کیلوگرام، اس کی کھال نو ڈالر فی کیلو اور گوشت کے خشک قتلے یا کوفتے ایک ڈالر فی کیلو بکتے ہیں۔

شارک مچھلیوں کا خوب شکار کیا جانا چاہئے۔ یہ بات اقتصادی لحاظ سے اہم ہے کیونکہ شارک شکار کی جانے والی مچھلیوں اور شکاریوں کے جالوں کو سخت نقصان پہنچاتی ہے سمندر سے ملنے والی مرغوب غذا کو ہڑپ کرنے میں شارک مچھلی انسان کی حریف ہے۔ چنانچہ سمندری مچھلیوں اور ان کے شکار کے باقاعدہ انتظام کے لئے ضروری ہے کہ شارک مچھلیوں کی تعداد پر برابر قابو رکھا جائے۔

(آل انڈیا ریڈیو بنگلور سے نشر)

جوش ملیح آبادی کی حیات معاشقہ

نیلہ انصاری

ہاتھ پاؤں کی سج دھج، کھان پان، خاندان، ماحول اور طبیعت کی اٹھان ...... یہی تو وہ عناصر ہیں جن پر کسی کی حیات معاشقہ کے آثار چڑھاؤ کا دارومدار ہوتا ہے۔ شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی کو قدرت نے ان تمام عناصر کا بھرپور حصہ ملا اور ایسا ملا کہ ان کی پوری حیات معاشقہ خوش باشی، زندہ دلی اور رنگا رنگی سے بھری نظر آتی ہے۔

جوش کے معاصر جگر مرادآبادی ایک زمانے تک جوش کو اس بنا پر سچا شاعر نہیں مانتے تھے کہ عاشقی کا درد، یا وہ کیفیت جسے سوز و گداز کہتے ہیں ان کے ہاں ناپید تھی۔ خود جوش کا کہنا ہے کہ انھوں نے اٹھارہ بار عشق کیا اور ہر بار "کامیاب" رہے۔ کامیابی کا مفہوم غالباً ان کے خیال میں یہ ہوگا کہ ہر بار خود جوش سے عشق کیا گیا۔ ہر بار وہ چاہے گئے، وہ عاشق نہیں محبوب رہے اور ان کے کرخت پٹھان پن کو زندگی کی یہ نرمی راس آئی۔ شعر کے بہت سارے موضوع اور سانچے دے گئی:

"..... میں نے کوئے بتاں میں جس قدر بھی اپنی دولت، صحت، جوانی اور زندگی مٹھی بھر بھر کر لٹائی ہے اس سے کہیں زیادہ ذہنی کمائی کر چکا ہوں اور مکھڑوں کے خد و خال چن چن کر میں نے اپنے گرد و پیش اس قدر عظیم سرمایہ جمع کر لیا ہے جسے آج تک گھر بیٹھے کھا رہا ہوں اور مرتے دم تک کھاتا رہوں گا۔

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

("یادوں کی برات" صفحہ ۵)

یعنی ہر ایک جسمانی اور دلی بندھن کو انھوں نے "ذہنی کمائی" کا ذریعہ بنا ڈالا۔ فنکار کی یہی ذہنی کمائی ہوتی ہے جس سے بعد والوں کو ورثہ پہنچتا ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے اور یہ بھی ہوتا آیا ہے کہ معاصرین اور بعد والے اس ٹوہ میں لگ جاتے ہیں کہ مصنف یا فنکار کا برتاؤ ان کھلے یا ڈھکے معاملات میں کیسا رہا۔ آج کے راز کل کے افسانے بنتے ہیں اور ان افسانوں کے رنگ محفلیں سجانے کے کام آتے ہیں۔

جوش نے اپنی بایوگرافی میں اٹھارہ معاشقے گنائے ہیں۔ ناموں کے شروع کے حرف اور کچھ دھندلا سا اتہ پتہ دیگر گویا اٹھارہ دھواں دھار عاشقانہ معاملات کے سچے ہونے کی مہر (مہر تصدیق) بھی لگا دی ہے۔ کم و بیش ۳۶ سال پر پھیلے ہوئے ان اٹھارہ رنگین واقعات کے علاوہ آئے دن کے رواں دواں رومان یا مشغلے بھی۔ ہمارے علم میں ہیں اور جوش کو ان سے بھی انکار نہیں۔ ہماری دلچسپی ان کے برتاؤ سے ہے تو تھوڑا اس برتاؤ کا پس منظر پہلے ذہن میں رکھیں۔ وہ اپنے چھیتے وطن قصبہ ملیح آباد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"..... ہمارے خون میں درۂ خیبر کی شعلہ بار دوپہر مچلتی رہی، اور ہمارے سروں پر اودھ کی سلونی شام گلباریاں کرنے لگی ـــــ اور ملیح آباد لکھنؤ کی شائستگی و تہذیب اور قبائلی علاقوں کی بربریت و وحشت کا ایک عجیب نقطۂ اتصال بن گیا...."

("یادوں کی برات" صفحہ ۱۶)

چوڑے چکلے ہاڑ، مضبوط بدن، درازی مائل قد، تیکھے ناک نقشے، چمپئی رنگ، تین چار نسلوں کی خوشحالی سے پچھنے ہوئے لہو کی گرمی اور شادابی اور طبیعت کی تیزی اور حسن پسندی سے مل کر جو شخصیت بنی تھی اس کے جسمانی تعلقات میں بھی ہمیں ایک طرف "درۂ خیبر کی شعلہ بار دوپہر مچلتی" نظر آتی ہے، دوسری طرف "اودھ کی سلونی شام کی گلباریاں"۔ ان میں وحشیانہ گرمی اور جولانی بھی ہے اور مہذب نرمی اور شیرینی دلآویزی بھی۔ اور انہی دونوں کا امتزاج ہمیں جوش ملیح آبادی کی "ذہنی کمائی" میں نظر آتا ہے جو ہمارے لیے جوش کا ورثہ ہے۔

جوش کی شادی دور کے چچا کی بیٹی سے بڑی مقدمہ بازیوں کے بعد ہوئی تھی اور ابھی وہ نوعمر ہی تھے۔ مسیں بھیگ چکی تھیں دلہن گھر میں نہ آئی تھی کہ شبیر حسن خاں جوش کے لہو میں حسن پرستی کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔ پہلی ترغیب انھیں ہم جنسوں کی طرف ہوئی۔ اس قسم کے دو بے نام واقعات کے بعد وہ مخالف جنس کی طرف جھک گئے، بلکہ سچ پوچھیے تو جھکا لیے گئے۔ پہلی دفعہ ان کی ایک ہمسائی مس میری روالڈ انھیں اپنی خوابگاہ تک لے گئی اور ڈھائی تین سال کی شدید محبت کے بعد تپ دق کے مہلک مرض میں دنیا سے سدھار گئی پھر ایک ڈاکٹرنی مس گلینسی کا نام آتا ہے جو دل و جان سے اس لڑکے پر فدا ہو گئی تھی، بالآخر دل کے مرض میں اپنی جان سے گئی۔ جوش سنتے ہی بے ہوش ہو گئے اور انھیں بخار ٹھہر گیا۔ ان دو نسوانی ناموں کے بعد جن کی یادوں کے زخم ان کے سینے کے داغ بن گئے تھے، وہ یکے بعد دیگرے مختلف مقامات مختلف قبیلوں کے قتیل ہوئے۔ ہر بار پہل ادھر سے ہوئی اور ہر بار کسی نہ کسی کارن جدائی کا، ایسی اذیت ناک جدائی کا حملہ سہنا پڑا جو انھیں بستر مرض پر لٹا دیتا تھا۔ کئی ایک واقعات ہیں جن میں جوش کی چاہنے والیوں نے شہنائی کے نغمے سنتے سنتے موت کو گلے لگا لیا اور جوش خونچکاں نظموں کے ترنم میں آنسو ٹپکاتے رہ گئے۔ "ہم رہے جیتے سخت جانی سے"۔

ان اٹھارہ میں سے پندرہ عاشقانہ واقعات ان کی شادی شدہ زندگی میں پیش آئے اور آئے دن کی شبانہ محفلیں، رنگ رلیاں ان کے علاوہ جو شہر بھر میں پر لگائے اڑتی پھرتی تھیں۔ اسے دیکھیے تو ان کی گھریلو زندگی کی تلخیوں کا راز ہی سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اس پر تعجب ہوتا ہے کہ ۶۵ برس انھوں نے ایک بیوی کے ساتھ کیسے گزار دیے۔ کوئی فیصلہ یا فتویٰ صادر کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ ہم خود جوش کی زبانی ان کی توجیہ سنیں:

"..... اگر قیس و فرہاد کا کوئی جانشین یہ ارشاد فرمائے کہ جوش صاحب معاف فرمائیے، اس صورت حال کو عشق نہیں عیاشی کہتے ہیں تو میں جواب دوں گا کہ بھئی، تجھ کو میرے اس اہتمام

کی مطلق خبر نہیں کہ میں نے عشق اور عیاشی کو ہمیشہ
ایک بڑے احترام آمیز فاصلے پر رکھا ہے اور ان
قلبی و جسمانی دھاروں کے مابین میں نے ایک ایسا
پردہ ہمیشہ حائل رکھا کہ وہ کبھی اور کسی عالم میں بھی
ایک دوسرے سے ہم آغوش نہیں ہونے پائے
..... میں نے کبھی اپنے دل کو عیاشی کا وطن بننے
نہیں دیا بلکہ اسے ایک رات کا مسافر خانہ بنائے
رکھا اور ایسا مسافر خانہ جس پر صبح کی پہلی کرن
کبھی نہیں پھوٹی ... البتہ عشق کو میں نے
کلیجے سے لگایا، سر آنکھوں پر بٹھایا، راتیں جگائیں
پچھاڑوں پر پچھاڑیں کھائیں، ہچکیوں سے دل
کو ڈسایا، تڑپایا، تلملایا، تکیے بھگوئے، پلکوں میں
آنسو پروئے ... جان پر خطروں کو ٹھوکر
لگائی۔ موت کے سامنے آنکھیں نہیں جھپکائیں
اور ایک دن تو یہاں تک ہوا کہ عین مانسون
کے ہیجانی موسم میں اس امر کے باوجود کہ میں
تیرنا نہیں جانتا تھا۔ اللہ اللہ کہہ کر ہوتے
سمندر میں جھم سے کود پڑا ..."

"یادوں کی برات" صفحہ ۴۹۴

سمندر میں کودنے والی اپنی ایک مریض عشق کو
جان پر کھیل کر بچالانے کا یہ واقعہ اگرچہ جوش نے آپ بیتی
میں مدراس کے تعلق سے لکھا ہے، لیکن یہ بمبئی کا واقعہ ہے
اور وہ بھی اپالو کے انڈیا گیٹ کا ہے۔ اس پر ان کی ایک
یادگار نظم ہے ؂

تو اگر واپس نہ آتی بحر ہیبت ناک سے
حشر کے دن تک دھواں اٹھتا بطن خاک سے

یہ نظم نہیں ایک راحت آمیز آہ ہے کہ وہ ان دنوں
(جب ان کی عمر ۴۰ اور ۴۵ کے درمیان تھی) بیک وقت
دو سہیلیوں کے عشق کا جواب دے رہے تھے، وہ بھی ایک
دوسری سے آڑ رکھ کر۔ دوسری سہیلی جس کا اشارتی نام انھوں
نے ر ج لکھا ہے، جوش کی بے رخی سے تنگ آ کر سمندر
میں چھلانگ لگا دیتی ہے

"..... ہر چند مجھے تیرنا نہیں آتا اور گہرے ٹب
میں بھی ڈوب سکتا ہوں لیکن میں نے پرواہ نہیں
کی اور جھم سے سمندر میں کود پڑا۔"

"یادوں کی برات" صفحہ ۵۵۰

اسے وہ نکال لائے۔ یوروپین ہسپتال میں داخل
کیا۔ نیم بیہوشی کی حالت میں باہر برآمدے کی ایک کرسی پر
ڈھیر ہو گئے۔ وہاں ایک نوجوان نرس نے انھیں دوا پلائی اور
سہارا دے کر اپنے کمرے میں لے گئی۔ کمرے میں اس نے
مریض کی جی بھر کر خاطر داری کی۔ اور پھر ... اور پھر:
"صبح جاگتے ہی ہم دونوں نے تبسم کا تبادلہ
کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا: بل بتا دیجئے

(یعنی مریضہ کی ہسپتال میں تیمارداری کا بل)

تاکہ میں اپنی قیام گاہ پر جا کر روپیہ لے آؤں اس
نے آنکھیں جھکا کر کہا "بل میں ادا کر دوں گی
لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آپ میرے پاس
آتے جاتے رہیں گے" میں نے اس کا شکریہ ادا
کیا، وہ مجھ سے بغلگیر ہو گئی ...."

"یادوں کی برات" صفحہ ۵۵۰

اس بیان واقعہ میں تین جوان عورتوں کا ایک مثلث
ذہن آتا ہے۔ ایک ہے جس کے بلاوے پر وہ آتے ہوئے ہیں
اور کھلے عام اس سے ملتے ہیں۔ دوسری اس کی سہیلی جسے
جوش اپنی جان کے برابر عزیز ہیں اور جوش بھی اسے کچھ
کم نہیں چاہتے۔ اس کی جان بچانے کو اپنی جان پر کھیل
جاتے ہیں۔ تیسری ہے جس نے "آتے جاتے رہنے" اور شب
بسری کرنے کے عوض ہسپتال کا بل ادا کرنا منظور کر لیا ہے
اس کی کوئی جگہ جوش کے دل میں نہیں یہاں گویا عشق
اور عیاشی یا عشق اور احتیاج کی ہلکی سی دیوار انھوں نے
کھڑی کر لی ہے۔

اب ذرا اندرون خانہ ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں:

"..... ہر چند میں نے اپنے معاملات عشق
امکانی حد تک ان سے مخفی رکھتے تھے لیکن وہ جو
کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپ نہیں، میرے
دو ایک اور خصوصیت کے ساتھ میرے آخری
عشق کے معاملات اڑتے اڑتے ان تک پہنچ
گئے تھے اور انھوں نے مجھے ایک کمرے میں قید کر کے
جو جو ستم مجھ پر ڈھائے تھے ان کی شرح اب بیکار
ہے ....."
"یادوں کی برات" صفحہ ۲۹۰

جوش نے وہ "ستم" بتائے نہیں مگر ہمیں اندازہ ہو جاتا
ہے ان کے اس بیان سے:

"..... جوانی میں جب میں باہر سے رات کے وقت
گھر آتا تھا تو اس امر کا پتہ چلانے کی نیت سے
کہ میں کسی عورت سے ہم آغوش ہو کر تو نہیں
آ رہا ہوں وہ مجھے روشنی میں لے جا کر غور سے میرا
چہرہ دیکھتیں۔ لالٹین اٹھا کر میری شیروانی پر
نگاہ کرتیں کہ کہیں کسی کی زلف کا بال تو اس میں
چمٹا ہوا نہیں، اسی کے ساتھ ساتھ وہ میرے
کپڑے لانبی لانبی سانسیں لے کر سونگھا کرتی
تھیں کہ میرے جسم سے کسی عورت کے بدن یا بالوں
کی خوشبو تو نہیں آ رہی ہے اور عشق است و
ہزار بدگمانی کے تحت یہاں تک ہوتا تھا کہ وہ
جاڑوں میں پچھلے پہر میرے لحاف میں ہاتھ ڈال
کر یہ پتہ چلانے کے لیے کہ میں ان کے سو جانے کے
بعد کسی عورت کے پاس چلا تو نہیں گیا تھا۔ وہ میرے
تلوے ٹٹول کر یہ دیکھا کرتی تھیں کہ وہ ٹھنڈے
ہیں یا گرم ....."

"یادوں کی برات" صفحہ ۲۹۰

اس بیان سے ان کی اختلاج کی ماری دھان پان
بیوی اور جوش کے درمیان مسلسل کشمکش کا اور جوش کی
گھریلو زندگی کی نا آسودگی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تبھی انھوں
نے ۷۸ سال کی عمر میں اپنی تھکی تھکائی رفیقہ حیات کو خطاب
کر کے یہ نظم کہی تھی:

دیکھ کر تجھ کو ٹپکتا ہے مرے دل سے لہو
اے مرے باپ کی غمدیدہ و ناشاد بہو
تیرا ہر لمحہ بجز حسرت و افسوس نہ تھا
میری قصاب جوانی کو یہ احساس نہ تھا
جب تجھے چھاؤں میں زلفوں کی وہ ٹھکراتی تھی
چاندنی دھوپ ترے واسطے بن جاتی تھی
ہائے اک شب بھی نہ ہوتی تھی سہانی تیری
کروٹیں آج پہ لیتی تھی جوانی تیری
جب بھی اٹھتی تھیں مری سمت نگاہیں تیری
ان نگاہوں سے برستی تھیں کراہیں تیری
تیری عفت کے شبستاں میں ہے اک حشر بپا
میرے معصوم گناہوں کو یہ معلوم نہ تھا
اس قدر قرب پہ بھی تجھ سے بہت دور تھا میں
الاماں طبع کی افتاد سے مجبور تھا میں
اب کہ بالوں کی سفیدی نے جگایا ہے مجھے
جذبہ کرب ترے سامنے لایا ہے مجھے
شرم سے جو نہیں اٹھتی وہ نظر لایا ہوں
اپنی بہکی ہوئی شاموں کی سحر لایا ہوں
اپنی آنکھوں کے، ترے در پہ گہر رکھتا ہوں
بخش دے مجھ کو ترے پاؤں پہ سر رکھتا ہوں

عمر کا سرگرم، سرکش اور سربلند حصہ گذار چکنے کے
بعد، عاشقی اور عیاشی کی لگاتار وارداتوں سے گذر چکنے کے
بعد، تھک کر سر بہ زانو بیٹھ رہنے کے بعد بالآخر جوش اس
نتیجہ پر پہنچتے ہیں:

"..... میں ایک لکھ لٹ انسان ہوں۔ اگر میری
شادی ان سے نہ ہوئی ہوتی تو میں فلاتے کر کے مر
جاتا۔ میں دس کروڑ گھوڑوں کی طاقت کا انجن ہوں
وہ (یعنی بیوی) اس سے چوگنی طاقت کا بریک
ہیں۔ اگر اس قدر قوی بریک نہ ہوتا تو میں اپنا
انجن ہمالیہ سے ٹکرا کر اب تک کب کا پاش پاش
کر چکا ہوتا ...."

"یادوں کی برات" صفحہ ۲۹۲

اب کہ وہ انجن ۸۶ برس چل کر سرد ہو چکا ہے۔ ہمیں
اس کے معاشقوں اور بدنامیوں کے بجائے نا آسودہ خانگی
زندگی کی جگہ ایک مطمئن روح ملتی ہے جس نے سینے کی انگیٹھی
پر سینک سینک کر ہمیں روحانی غذا مہیا کی اور عمر بھر کی
کمائی سپرد کر دی۔

(بمبئی سے نشر)

دیوالی

قیوم خضر

ترِیتایگ

میں پرچین بھارت کے اتہاسک پھیر کے کا وہ منظر بھی خوب تھا جبکہ رامائن کی اطلاع کے مطابق راجہ رام چندر جی، راون پر فتح یاب ہو کر ایودھیا لوٹے تھے۔ اور ایودھیا باسیوں نے رام چندر جی کے واپس آنے اور راون پر فتح یابی کی خوشی میں گھر گھر گھی کے چراغ جلائے تھے۔ اس رات سارے لوگ نور و نکہت کی شراب میں نہا کر مست و بے خود جھوم رہے تھے۔ ناچ رہے تھے، بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی۔ انگ انگ تھرک رہا تھا — اس رات، شراب نور و جمال کا وہ نشہ چھایا کہ آج تک نہیں اترا۔ اور موجودہ صدی کے ایک شاعر یاس بہاری کے لبوں سے اس طرح کے نغمے پھوٹ پڑے۔

ترانے ترنگ ہے دلوں میں اک امنگ ہے — نوائے عود و چنگ ہے رباب و جلترنگ ہے
کنار آب گنگ ہے شراب لالہ رنگ ہے — جنوں خرد میں جنگ ہے، فلک کی عقل دنگ ہے

اُٹھو کہ رقص و رنگ ہے بڑھو کہ نو بہار ہے!

ایودھیا کی نگری روشنی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آنگن آنگن چراغوں سے جھل جھل، ڈیوڑھی ڈیوڑھی دیپوں سے جگمگ جگمگ وہ منظر حسن و نور تھا کہ چاند نے شرما کر گھونگٹ تان لیا۔ اور ستاروں کی وہ کیفیت تھی کہ ان کی آنکھیں کبھی کھلتیں، کبھی جھپکتیں، اور کبھی لجا کر بند ہو جاتیں۔ فضائے آسمانی کی سانسیں دھیمی تھیں اور چہرے پر تاریکی کا نقاب پڑا تھا۔ مگر دھرتی کی چھاتی خوشی سے دھڑک رہی تھی اور جبینوں سے روشنی کی پھواریں برس رہی تھیں!

اماوس کی وہ رات ایسی تھی کہ دھرتی نے آسمانوں کو روشنی کی بھیک دی، راگ و رنگ کی وہ کیفیات چھائی ہوئی تھیں کہ بقول قیوم خضر

کہیں رقص و مستی میں پائل کی چھن چھن — وہ گیتوں کی تانیں وہ ہونٹوں کی گُن گُن
وہ مستی، وہ سج دھج، وہ پیچ و خم، وہ چھل بل — وہ کس مس بدن کی وہ آنکھوں کی گن من

جدھر دیکھیے حسینوں کے جھرمٹ، ہاتھوں میں پوجا کی تھالیاں، تھالیوں میں جلتے ہوئے دیپک کی لَو سے چہروں کی وہ دمک جیسے کندن پر ہیرے جھلک! مندروں کی بجتی ہوئی گھنٹیاں، پجاریوں کے لبوں پر وید کے اشلوک، مندر کے دوار پر گوریوں کا ہجوم، ان کی چوڑیوں کی کھنک سے کلائیاں چم چم، پائل کے بجتے ہوئے گھنگھروؤں سے پاؤں چھم چھم، ننھے ننھے بچے کے ہاتھوں میں مٹھائی کے بھرے دونے، بوڑھوں اور جوانوں کے لبوں پر نغموں کے سہانے ٹونے۔ گویا حسن و جمال کا عجیب و غریب منظر تھا۔ خوشی کی عجیب کیفیت تھی۔

رامائن کی پتیوں سے خبر ملتی ہے کہ ایودھیا باسیوں نے خوشحالی کی دیوی لکشمی کے چرنوں پر اپنی آشاؤں اور خوشیوں کے دیپ ارپت کرنے کا سوبھاگ پراپت کیا۔ اور تب سے آج تک اسی کی یاد میں بھارت کے کونے کونے میں دیوالی منائی جاتی ہے اور کامیابی و خوشحالی کی خاطر ہندو دیوی لکشمی کی پوجا کرتے ہیں!

دیوالی چونکہ دیپ جلانے کا تہوار ہے۔ اس لیے اس کو دیپاولی بھی کہتے ہیں، یہ ہندوؤں کا ایک ایسا تہوار ہے جس سے ان کے مذہبی تقدس کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی تہذیبی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ — اس رات خوشی میں گھی کے چراغ جلانے کے عمل سے اردو زبان کو ایک محاورہ مل گیا۔ چنانچہ جب بھی خوشی کا موقع آتا ہے تو بولتے ہیں کہ "گھی کے چراغ جلاؤ!" اس کے علاوہ جب میں نے اس بات پر غور کیا کہ آخر کون سی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے چراغ جلا کر دیوالی کا تہوار منانے کا دستور رائج کیا تو غور و فکر نے ذہن کے دریچے کچھ اس طرح کھول ڈالے کہ یہ گتھی تھوڑی بہت سلجھتی ہوئی نظر آنے لگی چنانچہ فکر نے تصوف کے مسئلۂ تجدد و امثال کی طرف اشارہ کیا اور بات یہ سمجھ میں آئی کہ اہل تصوف کے نزدیک یہ عالم موجودات ہر لمحہ ٹوٹتا، بکھرتا اور فنا ہوتا رہتا ہے۔ اور دوسرا ویسا ہی اس کی جگہ پر موجود ہو کر خالی جگہ پُر کرتا رہتا ہے یعنی کسی فانی جزو کا رفتہ رفتہ فنا ہو جانا اور فنا شدہ جزو کی جگہ پر بالکل پہلے کی مثل شے کا قائم ہو جانے کے مسلسل و متواتر عمل کو تجدد و امثال کہتے ہیں۔ چونکہ یہ عمل قدرتی طور پر اتنی تیزی اور غیر محسوس طریقے پر جاری و ساری رہتا ہے کہ عام طور پر فنا و بقا کا یہ منظر محسوس نہیں ہوتا۔ مثلاً چراغ ہی کو دیکھیے کہ اس کی لَو میں ہر آن پہلا تیل اور پہلی ہوا فنا ہوتی رہتی ہے۔ اور دوسرا تیل اور دوسری ہوا اس کی جگہ لیتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے لَو کا تسلسل اور اس کا تار ٹوٹنے نہیں پاتا اور روشنی کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اگر قدرت کاملہ کا یہ عمل انتہائی چابک دستی، ذمہ داری اور پابندی و ضابطگی کے ساتھ جاری و ساری نہ رہے تو نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جائے اور خرابی و پریشانی کا وہ دور آ جائے جسے قیامت کہتے ہیں — صوفیوں کے اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعراض کو فنا ہے، اس لیے ہر آن فنا ہوتے رہتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے اعراض لیتے رہتے ہیں۔ لیکن فلاسفروں کا گروہ، کائنات ہی کو جوہر تسلیم کرتا ہے اور رنگ، صورت، حرکت اور سکون وغیرہ کو عرض تصور کرتا ہے مگر صوفیاء کہتے ہیں کہ سارا عالم اعراض کا مجموعہ ہے اور وجود باری تعالیٰ ہی تنہا اور صرف اصل جوہر اور واجب الوجود ہے۔ بہرحال اس باریک اور نازک بحث میں الجھنے کا یہ موقع نہیں۔

اتنی بات تو یقینی ہے کہ چراغ کی لَو اپنی خلقت کے اعتبار سے روشنی کی علامت بھی ہے اور نظام کائنات — کی ترتیب و ترکیب کی ہیئات بھی یعنی روشنی، خوشی، حرارت اور زندگی کا ایک مظہر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہندو دھرم کے پنڈتوں نے جنھوں نے اپنے فلسفہ کی بنیاد پر مظاہر پرستیوں کو رائج کیا، دیوالی کا تہوار بھی اسی کے پیش نظر مروج کیا ہو۔ اس سے قطع نظر اسلام کے علاوہ دنیا کے دوسرے مذاہب میں مظاہر پرستیوں کے سلسلے میں آگ کی پوجا ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔! (پٹنہ سے نشر)

قومی ایکتا کے علمبردار
آکاشوانی کلکتہ کا سلسلہ

مولانا ابوالکلام آزاد

پروفیسر مظہر حسن

مولانا ابوالکلام آزاد بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ صرف ایک جیّد عالم، کامیاب ترین صحافی، شعلہ بیان مقرر ہی نہیں بلکہ ایک زبردست سیاسی مفکر بھی تھے۔ وطن پرستی، قومی یکجہتی اور مساوات ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔

مولانا آزاد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عمر بھر قومی اتحاد کے حامی رہے۔ فرقہ واریت، نسل پرستی و صوبائی عصبیت کی انھوں نے ہمیشہ مخالفت کی۔ اور اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی آزادی اور اس کی سالمیت کے لیے مختلف فرقوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اور سیاسی یکجہتی وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

مولانا آزاد ہندوستانی کلچر کے نمائندہ تھے۔ اور اس کی نشاۃ الثانیہ میں ان کا بڑا حصّہ ہے — ہندوستان میں متحدہ قومیت کا تصور گو نیا نہیں اسے ازسرِ نو زندہ و پائندہ کرنے والوں میں مولانا آزاد کا نام پیش پیش ہے۔

یوں تو فتح پور سیکری کے آثار، سلیم چشتی کی درگاہ کے در و دیوار، قطب شاہی سلاطین کی عمارتوں اور محلات کے طاق و محراب، راجپوتانہ کے رنگ محل، گجرات کی مسجدیں اور مندر نہ صرف ہندو اور مسلم فنِ تعمیر کی نمائش گاہ ہیں بلکہ ان دونوں کے لطیف امتزاج ہیں۔ راجپوتی طرزِ مصوری اور ایرانی طرزِ مصوری میں بڑی مماثلت ہے۔ فنِ تعمیر ہو یا فنِ مصوری ایک دوسرے سے لین دین کا سلسلہ عرصے سے جاری ہو چکا تھا۔ ہندوستان کے بیشمار سنت اور صوفی اپنی تعلیمات سے جس کی بنیاد اخوت و محبت پر تھی، مختلف فرقوں کو ایک دوسرے کے قریب سے قریب ترلانے کی انتھک کوشش کر رہے تھے۔ یہ تو انگریزوں کی Divide and Rule پالیسی کا نتیجہ تھا کہ ہمارے ذہن پراگندہ ہو گئے اور ہندوستان میں بسنے والے مختلف فرقوں کے درمیان شکوک و شبہات کی دیواریں کھڑی ہو گئیں۔ اور ہم یہ بھول گئے کہ ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگ "ایک قوم" ہیں۔ متحدہ قومیت کے ضمن میں مولانا بابانگِ دہل فرماتے ہیں:

"ہماری گیارہ صدیوں کی مشترک تاریخ نے ہماری ہندوستانی زندگی کے تمام گوشوں کو اپنی تعمیر سامانیوں سے بھر دیا ہے۔ ہماری زبانیں ہماری شاعری، ہمارا ادب، ہماری معاشرت ہمارا ذوق، ہمارا لباس، ہمارے رسم و رواج ہماری روزانہ زندگی کی بے شمار حقیقتیں، کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں جس پر اس مشترکہ زندگی کی چھاپ نہ لگ سکی ہو۔ ہماری بولیاں الگ الگ تھیں۔ مگر ہم ایک زبان بولنے لگے۔ ہمارے رسم و رواج ایک دوسرے سے بیگانہ تھے مگر ہم لوگوں نے مل کر ایک نیا سانچہ ڈھالا۔ یہ مشترک سرمایہ ہماری متحدہ قومیت کی ایک دولت ہے اور ہم اسے چھوڑ کر اس زمانہ کی طرف نہیں لوٹ سکتے جب ہماری ملی جلی زندگی شروع نہیں ہوئی تھی —"

مولانا آزاد کو کامل یقین تھا کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت کی حصول یابی کے لیے مختلف فرقوں کا اتحاد ناقابلِ عمل نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ آپس کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے اور ایک دوسرے کو صحیح ڈھنگ سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ مولانا کو یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی اور اس کا اظہار وہ اکثر کیا کرتے کہ ایک ہندوستانی، خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو، یورپ اور امریکہ کی تاریخ اور لٹریچر کا مطالعہ تو ضرور کرتا ہے، لیکن وہ اس مذہب اور جماعت کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا جو صدیوں سے اس کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دوران مولانا آزاد کی بے لوث خدمات کا اعتراف ان کا کٹر سے کٹر مخالف بڑی خندہ پیشانی سے کرتا ہے۔ ملک کو انگریزی سامراجیت سے نجات دلانے کے لیے مولانا نے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ حصولِ آزادی کے بعد انھوں نے اپنی ساری قوت اور توجہ اس بات پر صرف کی کہ قومی آزادی صالح بنیادوں پر قایم ہو۔ جب کبھی بھی کوئی ایسا نازک موقع یا مشکل مقام آیا جہاں اندیشہ ہوا کہ شاید مصلحت کی گرفت انصاف و دیانتداری پر غالب آئے تو اُن کی اصول پرستی، جرارت اور حق گوئی نے سدِّ سکندری کا کام کیا۔

مولانا کی زندگی کے اہم مقاصد تھے قومی یکجہتی اور ہندوستان کی بہبود کے لیے تعلیم و تربیت انھوں نے متوازن اذہان کی نشو و نما اور ہندوستانیوں کے دلوں میں محبت اور آشتی پیدا کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

مولانا کے تعلیمی فلسفہ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ مشرق اور مغرب کے نظریات میں میل پیدا کیا جائے انھوں نے بڑی خوبصورتی سے اپنی فکر کا نقشِ تعلیم و تربیت کے ہر پہلو پر مرتب کیا۔ بحیثیت وزیرِ تعلیم انھوں نے ملک کی رہنمائی اس وقت کی جب وہ ایک بڑے ہی نازک دور سے گذر رہا تھا۔ بحالت دیگر ہمارے کلچر اور ہماری تعلیم کی تصویر مسخ ہو کر رہ جاتی۔ انھوں نے نابالغوں کی تعلیم کے تصور میں وسعت پیدا کی، مشرقی علوم و ادب میں ریسرچ کو فروغ دیا۔ فنونِ لطیفہ کی ترقی اور ترویج کے لیے مختلف اکاڈمیاں قایم کیں۔ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن قایم کر کے نہ صرف اعلیٰ تعلیم کو زیادہ وسائل بخشے بلکہ یونیورسٹیوں کی آزادی کا بھی تحفظ کیا۔ عورتوں کی تعلیم کو مردوں کی تعلیم سے زیادہ اہم ٹھہرایا۔ ذریعۂ تعلیم کے نازک مسئلے اور ہندی یا غیر ہندی زبانوں کے جھگڑے کو جس میں عقل کی جگہ جذبات نے لے رکھی تھی بڑی دانشمندی سے طے کیا اور لوگوں کو افراط و تفریط کے خطروں سے آگاہ کیا۔ انھوں نے انسانی قدروں کو صحیح نقطۂ نظر سے دیکھا۔ ملک کی ایک اچھی خاصی آبادی سماجی مساوات اور جمہوری برابری سے محروم تھی۔ چنانچہ انھوں نے ہریجنوں، قبائلی اور پسماندہ طبقات کے لیے وظائف و دیگر مراعات دینے کی اسکیم مرتب کی۔ انھیں کے دورِ وزارت میں بین الاقوامی سطح پر مختلف ممالک کے ساتھ ثقافتی روابط کا تبادلہ شروع ہوا۔ جس نے باہمی رواداری اور دنیا کی قوموں کے درمیان خیرسگالی کے جذبے کو فروغ ہوا۔

مولانا نے ہمیں نئی راہیں بتائیں اور ہمارے لیے اندھیری راہوں میں شمعیں روشن کیں۔ (کلکتہ سے)

پروفیسر مظہر حسن مولانا آزاد کالج
۸۔ رفیع احمد قدوائی روڈ۔ کلکتہ ۔ ۱۶

غیر ملکی سیاح ہندوستان میں

احمد بہبہانی

محمد قائم

ہندوستان جنت نشاں کی عظمت کا حال۔ ساری دنیا پر عیاں تھا اس لیے تہذیب اور مدنیت کے آغاز کے دور سے ہی غیر ملکیوں کی نگاہیں اس خطۂ ارض پر مرکوز تھیں۔ قدرت نے بھی اس سرزمین کو حسین مناظر اور فطری دولت کا بیش بہا خزانہ عطا کیا تھا۔ انھیں وجوہ کی بنا پر غیر ملکی سیاحوں کی آمد یہاں بہت قبل سے ہوتی رہی تھی۔ عرب و عجم کے لوگوں کا بھی خیال تھا کہ یہ سرزمین تشہیر و تبلیغ کے لحاظ سے مناسب ہے۔ نیز وہ تجارت پیشہ بھی تھے۔ لہٰذا انھوں نے آبی راستوں کے ذریعہ ہندوستان سے تعلقات قائم کر لیے تھے۔ اس قدیم تعلقات پر سید سلیمان ندوی نے بھی اپنے ایک مضمون "عرب و ہند کے تعلقات" میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

جیسا کہ تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ البیرونی ابن بطوطہ اور سلیمان ان سیاحوں میں تھے۔ جنہوں نے باضابطہ ہندوستان کا چپہ چپہ گھوم کر یہاں کی قدیم تعلیم گاہوں کی زیارت کرکے یہاں کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں کا مشاہدہ کرکے، یہاں کے کتب خانوں میں مطالعہ کرکے بہت کچھ حاصل کیا تھا اور اس کی تفصیل اپنے سفرناموں میں قلمبند کرکے ہندوستان کی عظمتوں کا حال دنیا والوں کو بتایا تھا۔

انھیں سیاحوں میں ایک اہم سیاح بہبہانی کا نام بھی کافی اہم ہے یہ اپنے دور کے ایک اہم اور نامور شیعہ مجتہد تھے ان کے والد کا نام آقا محمد علی اور بھائی کا نام آقا محمد جعفر تھا ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اور تمام تر علوم متداولہ انھوں نے اپنے والد سے ہی حاصل کیے۔ شیخ جعفر نجفی اور آقا سید علی طباطبائی سے بھی انھوں نے علمی استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ مرزا مہدی شہرستانی سید محسن بغدادی، شہید رابع مرزا مہدی موسوی اور ملا حمزہ قائنی وغیرہ کی صحبتوں سے بھی فیض یاب ہوتے رہے اور ان حضرات کے تجربات، مطالعات سے انھوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔

احمد بہبہانی کی پیدائش ۱۱۹۱ھ میں ایران کے ایک شہر کرمان شاہ میں ہوئی چھ سال کی عمر میں انھوں نے کلام پاک اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر صرف و نحو، منطق، علم کلام، معانی اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ فقہ کی تعلیم بھی اپنے والد سے ہی حاصل کی۔ پندرہ سال کے ہوئے تو تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری کیا۔ اور حاشیہ بر فوائد محمدیہ وغیرہ لکھا اس طرح ۱۲۲۰ھ تک اپنے والد کی خدمت میں رہے اس کے بعد ان کے دل میں دنیا دیکھنے اور بزرگانِ دین سے قربت اور فیض حاصل کرنے کا شوق بیدار ہوا چنانچہ وہ نجف اشرف میں بحر العلوم کے مشہور شاگرد ملا محمد اسمٰعیل یزدی اور شفیع مہدی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چھ ماہ تک ان دونوں بزرگوں سے علمی استفادہ کیا جس کا ذکر انھوں نے اپنے رسالے میں بھی کیا ہے۔

احمد بہبہانی کی مشہور کتابیں رسالہ نور الانوار، مراۃ الاحوال جہاں نما، حاشیہ بر فوائد احمدیہ مساۃ المحمودیہ ہیں۔ یہ کتابیں مذہبی امور پر مشتمل ہیں جن میں فقہ اور مسائلِ دینوی پر تفصیلی بحث ملتی ہے۔

تذکروں اور مخطوطوں سے پتہ چلتا ہے کہ ملا احمد بہبہانی ۱۸ ویں صدی کے آخری چوتھائی میں ہندوستان آئے تھے۔ انھوں نے اپنے سفر کا ذکر مراۃ الاحوال جہاں نما میں کیا ہے۔

ہندوستان کے دوران قیام انھوں نے یہاں کے مختلف اہم مقامات کی سیر کی تھی۔ یہ حیدرآباد بھی تشریف لے گئے۔ جہاں ان کی ملاقات بہت سارے دوستوں اور بزرگوں سے ہوئی تھی۔ ان میں مخصوص طور پر انھوں نے مرزا عبداللطیف خاں شوشتری کا ذکر کیا ہے۔ جو ان سے بے حد قریب تھے۔ اور جن کو ان سے بڑی انسیت تھی۔ اکثر و بیشتر انھیں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا تھا۔

یہ مرزا عبداللطیف معمولی حیثیت کے آدمی نہ تھے۔ بلکہ حیدرآباد کی متمول شخصیتوں میں تھے۔ وہاں کے امرا اور بزرگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نواب فولاد جنگ بھی ان کے ساتھ بڑی شفقت اور بڑی مہربانیوں سے پیش آتے تھے۔ یہ اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ اردگرد کے سارے لوگوں کو اپنا شیدائی بنائے ہوئے تھے۔ احمد بہبہانی کلکتہ بھی گئے اور اپنی کتاب مراۃ الاحوال میں کلکتہ کی خوبیوں کا ذکر خاص طور پر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ کلکتہ بنگال ہی کا نہیں بلکہ ہندوستان کا ایک آباد اور اہم شہر ہے۔

احمد بہبہانی کے سفر میں سب سے اہم ان کا بہار شریف آنا ہے اور بہار میں بھی پٹنہ اور اس کے اطراف جوانب میں ان کا دورہ کافی اہم ہے جس کے متعلق انھوں نے بہت ہی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب مراۃ الاحوال میں لکھا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ۸ ذی قعدہ ۱۲۲۱ھ میں عظیم آباد پہونچے یہاں کے دوستوں اور اہم لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس موقع پر مرزا غلام حسین خاں کے صاحبزادے امیر علی خاں کی شادی مہاراجہ جھاؤلال جو نواب آصف الدولہ کے خاص اردلی تھے۔ ان کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اس تقریب میں ان کے ہمشیرزادے بھی شریک تھے۔ انھیں کے اصرار پر احمد بہبہانی عظیم آباد میں قیام پذیر ہونے پر مجبور ہوئے۔ یہاں کی پر کیف آب و ہوا نے انھیں لبھا لیا احمد بہبہانی عظیم آباد کی بڑی بڑی مسجدوں، مہیب عمارتوں حسین منزلوں اور پرشکوہ بازار سے بھی متاثر ہوئے۔ انھوں نے اس مسجد و مندر کی زیارت کی جسے سیف خاں نے جو قزلباش کے حاکم تھے تعمیر کرائی تھی۔ اور دریا کے کنارے اپنے تمام تر حسن و زیبائش کے نمونے ہیں۔

المختصر چند روز تک موصوف نے اس شہر میں قیام کیا۔ اس اثنا یہاں کے اعزہ اور رعیان مقدسین و مومنین سے ملاقات کی اور مسائل شرعی کی تحقیق و تلاش اور ان کے حل میں منہمک رہے انھوں نے علم و ادب و علوم دینوی میں عظیم آباد کو مرشد آباد سے افضل پایا۔ انھیں دنوں خاندان قزلباش کے کچھ افراد اس میں موجود تھے جو بے حد آرام و سکون کی زندگی گذار رہے تھے۔ ان میں مخصوص طور پر نواب معزب السلطانی مباذر الملک، امیر الدولہ، خان خاناں، عباس قلی خاں، بہادر نصرت جنگ، نواب منیر الملک، منیر الدولہ رضا قلی خاں جو بہادر نادر جنگ خراسانی کی اولاد سے ہیں اور ان کے آبا و اجداد سلاطینِ صفویہ کے امرا میں تھے اور نواب منیر الدولہ جو شاہ طہماسپ کے دربار میں کسی عہدے پر فائز تھے کچھ دنوں تک حق نمک کا خیال کرکے گوشہ نشیں رہے۔ نادر شاہ نے ان کی ذہانت اور سوجھ بوجھ کے باعث ان کو اپنے یہاں بلا کر امیروں میں داخل کیا یہ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے انھیں دنوں سلاطین بابریہ کے یہاں بھی ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ غرض ہندوستان میں سلاطین کے درمیان آقا احمد بہبہانی بے حد مقبول رہے۔ اور انھیں کی سرپرستی میں وہ اپنے عقائد کی روشنی میں مذہب کی تبلیغ و تشہیر کرتے رہے۔

چند دنوں بعد احمد بہبہانی فیض آباد کی جانب روانہ ہوئے اس سفر کے دوران دانا پور آدھی رات کے وقت آبی راستے سے

تشریف لے گئے۔ مگر راہ میں کچھ لٹیروں نے ان کی کشتی پر حملہ کر دیا۔ بہبہانی اور ان کے ساتھیوں نے لٹیروں کی جماعت کا مقابلہ کیا لیکن تلوار دیکھ کر انھیں شکست مان لینی پڑی سارا سامان رہزنوں نے لوٹ لیا اور کتابوں اور کپڑوں کو چھوڑ دیا رہزن شراب کے متلاشی تھے مگر ان لوگوں کے پاس کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر کتابی سمجھا اور صبح ہونے سے قبل ان کی ناؤ سے راہ فرار اختیار کر لی بہر حال یہ لٹے لٹائے در بار پٹنہ لوٹے اس حادثہ کی اطلاع سب سے پہلے اپنے ہندو دوست منشی رام چندر ،امی ایک شخص کو دی انھیں بہت صدمہ ہوا انھوں نے ان کے قیام و طعام کا انتظام کیا اور بعد میں ان کے دوسرے دوست کاظم علی خاں نے انھیں اپنے دریا کے کنارے والے مکان میں جا کر ٹھہرایا اور اسی طرح دوستوں کی مدد سے ان کے پاس پہلے سے بہتر سامان مہیا ہو گئے۔

ابھی حال میں میری ملاقات علم تاریخ کے مشہور و معروف و مستند بزرگ پروفیسر جناب حسن عسکری صاحب مدظلہٗ سے ہوئی اور انھوں نے مجھے بتلایا کہ احمد بہبہانی نے پٹنہ کے قیام کے دوران سیف خاں کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی اور انھوں نے پٹنہ کے گرودوارہ کی بھی زیارت کی تھی۔ اور اس کے متعلق اپنے تاثرات بیان کیے ہیں کہ یہ مندر ہر مندر کی یاد دلاتا ہے جو گرو گوبند سنگھ کی جائے پیدائش پر بطور یادگار تعمیر ہوا تھا اس کا ذکر بھی موصوف نے مراۃ الاحوال جہاں نما میں کیا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

افراطِ زر کی روک تھام

رضوانہ جمال

ایک صاحب نوٹوں کی گڈی لے کر پورے مہینے کا سودا سلف لانے بازار گئے۔ جب سامان لے کر گھر آئے تو ان کی بیوی نے دیکھتے ہی ہنگامہ شروع کر دیا پورے ہزار روپے لے کر گئے تھے اور آدھا سامان گھر لے کر آئے۔ ہیں ہیں؟ کیا کیا آپ نے روپیوں کا؟ کسی نے جیب کاٹ لی؟ کہیں گم ہو گئے۔ یا.....
شوہر نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ محترمہ! روپے نہ غائب ہوئے اور نہ ہی کسی نے جیب کاٹی۔ رہی سامان کی رسید، حساب کر لیجیے میں کیا کرتا جو قیمت تھی وہ تو ادا کرنی ہی تھی۔

جب بہت سے روپیوں میں بہت کم سامان ملے یعنی روپے کی افراط ہو اور سامان کی کمی تو اس حالت کو افراطِ زر کہتے ہیں۔
افراطِ زر کی مختلف خصوصیات ہیں جن کی بنا پر اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) جب نوٹوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہو اور پیداوار نہ بڑھ رہی ہو۔

(۲) جب نوٹوں کی افراط ہو اور ساتھ ہی ساتھ پیداوار کم ہو رہی ہو۔

(۳) جب نوٹوں کی تعداد اور پیداوار دونوں میں اضافہ ہو رہا ہو لیکن پیداوار بڑھنے کی شرح۔ شرح زر بڑھنے سے کم ہو۔

(۴) جب نوٹوں کی تعداد نہ بڑھ رہی ہو اور پیداوار کم ہو رہی ہو۔

(۵) جب نوٹوں کی تعداد اور پیداوار دونوں میں کمی ہو رہی ہو لیکن پیداوار میں کمی تیزی سے ہو رہی ہو۔

میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب نوٹوں کی تعداد لوگوں کی ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے تو ہم اسے افراطِ زر کہیں گے۔ افراطِ زر کی مختلف قسمیں اور مدارج ہیں۔ مثلاً رینگتا ہوا افراطِ زر آہستہ رو افراطِ زر اور تیز رو افراطِ زر۔ افراطِ زر کا پہلا درجہ معاشی ترقی کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ افراطِ زر کی تشبیہ ہم بارش سے دے سکتے ہیں۔ مثلاً جس طرح پہلی بارش سے ہر طرف ہریالی ہی ہریالی چھا جاتی ہے اور یہ ترقی پذیر خشک علاقوں میں مفید ثابت ہوتی ہے اسی طرح افراطِ زر کی شروعات ترقی پذیر معاشی نظام کے لیے روپیوں کا انتظام کرتی ہے لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم ہوتے ہیں پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے اور اقتصادی ترقی کو فروغ ملتا ہے۔

افراطِ زر کا دوسرا درجہ موسلا دھار بارش کی مانند ہے جس سے کچھ علاقوں کو نقصان اور کچھ کو فائدہ پہنچتا ہے اس وجہ سے اس طرح کا افراطِ زر بھی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ معاشی ترقی کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے افراطِ زر کا تیسرا درجہ ایسی بارش کی مانند ہے جس میں بارش کا پانی ایک خوفناک باڑھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور مکان فصل و جائداد سبھی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور ایسی حالت میں پورا معاشی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور اقتصادی ترقی کو نقصان پہنچتا ہے۔

بیوی نے شوہر سے کہا کہ بھئی کون سی ایسی وجہ ہے کہ افراطِ زر دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ان ہی آمدنی میں گھر کا خرچ کیسے چلے گا۔ شوہر کیونکہ قریب ہی کسی کالج میں اقتصادیات کے لیکچرر تھے انھوں نے اپنی بیوی کو سمجھانا شروع کیا۔

دیکھو بھئی سب سے پہلی وجہ تو کچھ سرکاری اصول ہیں جس سے افراطِ زر کو فروغ ملتا ہے۔ مثلاً نقصان پذیر معاشی نظام یعنی جب لڑائی کے وقت پنجسالہ منصوبہ تیار کرنے کے وقت سرکاری خرچ بہت بڑھ جاتا ہے اور اس خرچ کو سرکار ٹیکس لگا کر یا قرض لے کر پورا نہیں کر پاتی ہے تو سرکاری بجٹ میں گھاٹا ہونے لگتا ہے جسے ضرورت کے مطابق نوٹ چھاپ کر پورا کیا جاتا ہے۔ نوٹوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے افراطِ زر بڑھنے لگتا ہے۔

دوسری وجہ سرکاری تجارتی پالیسی ہے۔ یعنی جب سرکار غیر ممالک سے درآمد کیے جانے والے مال پر برابر پابندی عائد کیے رہتی ہے تو ملک کی صنعتوں کو مقابلے سے چھوٹ مل جاتی ہے۔ اور اس طرح سبھی صنعتیں کمزور ہونے لگتی ہیں اور ان کے تیار مال کی قیمت بڑھنے لگتی ہے۔ قیمت بڑھنے سے افراطِ زر کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

اردو میں دوہا

راجندر سنگھ ورما سوز

دوہا ہندی شاعری کی اہم ترین تصنیف ہے جس کے دو مصرعوں میں کوئی خاص بات کہی جاتی ہے۔ اس کی چوبیس ماترائیں ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ دوہا ہی وہ پہلا چھند ہے جس میں تک کا استعمال ہوا۔ دنیا کی قدیم ترین کتاب رگ وید دوہوں کی صورت میں رچی گئی۔ دوہا اب بھرنش ہی میں نہیں بلکہ پراکرت اور سنسکرت میں بھی موجود تھا۔

اس صنف نے کبیر، رحیم، تلسی اور بہاری جیسے باکمال شعراء پیدا کیے۔ جن میں کبیر کا درجہ سب سے بلند ہے۔ ان کے دوہے عصری آگہی، فکر کی بلندی اور محبت کی پاکیزگی کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ ان میں عوام کے مقام پر اور انھیں کی زبان میں تعلیم و تلقین کی گئی ہے۔ ان دوہوں نے اردو زبان کی صورت گری میں خاص اعانت کی ہے۔

بقول ڈاکٹر وزیر آغا ــــ "دوہے کی ایک اپنی فرہنگ ہے اور اپنا ایک کلچر ہے جو اس برصغیر کے ہزاروں برس پر پھیلے ہوئے ماضی کا ثمر بھی ہے اور مظہر بھی ــــ"

یہ قدیم صنف سخن ہمارے عہد کے مزاج اور لہجہ کو خود میں سمونے کے طفیل جدید بھی ہے۔ اس میں برصغیر کے دو فکری دھارے گھل مل گئے ہیں۔ پہلا دھارا دھرتی کی محبت اور مادی نظریے سے پھوٹتا ہے۔ اور دوسرا روحانی رویّے کا ثمر ہے۔ جو تہذیب نفس، ترک دنیا اور گیان دھیان کو حاصل حیات گردانتا ہے۔ ایک تیسرا دھارا وہ سماجی پہلو ہے۔ جو خود غرضی اور لوبھ کے عام رجحان کو مطعون قرار دیتا ہے۔

بھگت شاعروں کے دوہوں میں ازمنۂ قدیم کے مرشد کی آواز صاف سنائی دیتی ہے۔

اردو کے بیشتر اصناف سخن فارسی اور انگریزی سے مستعار ہیں۔ لیکن دوہا خالصتاً ہندوستانی صنف سخن ہے اردو دوہے کی روایت سات سو سال پرانی ہے۔ امیر خسرو اردو کے پہلے دوہا نگار تھے جنھوں نے دوہے کو اہل تصوّف کی معنوی اور انقلابی تحریک کا ذریعہ بنایا۔ اور بعد کو ابھرنے والے ہندی شعراء کو ٹھیٹ سنسکرت کے اثرات سے محفوظ کیا دوہا ایک عوام پسند صنف سخن ہے۔ جس نے ہمیشہ ہمارے لسان دوست، امن پسند اور انقلابی شعور کی عکاسی کی ہے۔ اس کا دھرتی سے اٹوٹ رشتہ ہے۔ یہ ہمارے دل کی گہرائیوں سے ابھرنے والی آواز ہے۔ یہ ہمارا گھر آنگن ہے۔ ہماری بیش بہا میراث ہے۔ درباری دور میں دوہے کو زک پہنچی۔ شکر کا مقام ہے کہ جدید دور ہندو پاکستان میں اس کی پرزور تجدید ہوئی ہے۔ پاکستان میں جمیل الدین عالی پرتو روہیلا، تاج سعید، افضل پرویز اور صہبا اختر نے اور ہندوستان میں بھگوان داس اعجاز، کرشن موہن، عادل منصوری، آزاد گلاٹی اور کرشن مراری نے اس صنف سخن کو ذریعہ اظہار کے طور پر اپنایا ہے۔

دوہے کو مستقل فن کا درجہ دلانے اور اسے نقطۂ عروج تک لے جانے کا سہرا یقیناً جمیل الدین عالی کے سر ہے۔ دوہے میں ہی اس ممتاز پاکستانی شاعر کو اپنی شخصیت ابھارنے کا موقعہ ملا ہے۔ اردو کے کسی اور شاعر نے اپنی شاہراہ کو چھوڑ کر ایک پرانی پگڈنڈی کو اس والہانہ انداز سے نہیں اپنایا ہوگا۔ پروفیسر طارق منظور کا شکوہ بجا ہے کہ عالی نے سکہ بند ہندی دوہا چھند کے قوانین کا احترام نہیں کیا۔ لیکن جدت پسند عالی کے پاس اس کا جواب موجود ہے۔

آپ بنا بنجارہ میں اور آپ بنائی باٹ
بیچ کھیتورے دیکھنے والے ایسے کس کے ٹھاٹ

اور ـــہ

اردو ہندی والے دونوں اپنی ہنسی اڑائیں
ہم دل والے اپنی بھاشا کس کس کو سمجھائیں

عالی کے دوہوں کی فضا نکہت و نور، متانت و نفاست سے معمور ہے۔ ان کی باوقار اور جیالی شخصیت کی جھلک ہر دوہے میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ ان کی صاف شفاف آواز ہمیں کافکا کے قول کی یاد دلاتی ہے کہ "پاکیزہ ترین سُروں میں وہی لوگ نغمہ سرا ہوتے ہیں جو عمیق ترین دوزخ میں سانس لیتے ہیں۔" یہ زندگی کی آگ میں تپ کر کندن بنے اُس فنکار کی آواز ہے جس کی شخصیت میں خلوص و وفا، حق گوئی و بے باکی، آزاد روی، فقر و درویشی، عالمگیر امن و مساوات اور انسان دوستی سے وعدے ایسے سارے تہذیبی اور انقلابی میلانات رچ بس گئے ہیں۔

عالی کے دوہوں میں بلا کی تاثیر ہے۔ کیونکہ وہ ان کے دل کے پاتال سے نکلی ہوئی آواز ہے۔ حسن پرست عالی کو زندگی کے ہر گوشے میں حسن کی تلاش رہتی ہے۔ لیکن انسانی حسن انھیں خاص طور پر رجھاتا ہے۔ وہ حسن اور واردات محبت کا بیان ایسے رچے ہوئے اور حسیاتی انداز میں کرتے ہیں کہ دوہوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں ـــہ

کدھر ہیں وہ متوارے نیناں کدھر ہیں وہ رتنار
نس نس تن کی کھینچے ہے جیسے مدرا سر کے تار

گھنی گھنی یہ پلکیں تیری یہ گرماتا روپ
تو ہی اونار میں تجھ کو چھاؤں کہوں یا دھوپ

روپ بھرا میرے سپنوں نے یا آیا میرا میت
آج کی چاندنی ایسی جس کی کرن کرن سنگیت

لیکن یہ عالی کے دوہوں کا صرف ایک رنگ ہے دوسرا اور گہرا رنگ زندگی کے حقائق کی حسیاتی ترجمانی ہے ذاتی معاملات سے لے کر آفاقی تجربات تک سب کا فنکارانہ اور حقیقت پسندانہ بیان ہے۔ کبیر کی طرح دو ٹوک بات کہنا اور بلا جھجک کھری کھری سنانا عالی کا شیوہ ہے حیدرآباد کی سیر کا تاثر دیکھیے ـــہ

حیدرآباد کا شہر تھا جیسا اندر کا دربار
اک اک گھر میں سو سو کمرے ہر کمرے میں نار

ہم کو حیدرآباد نہ بھایا تھا جو روپ انوپ
اندر کتنی کالک تھی اور باہر کتنی دھوپ

عالی کے دوہوں میں معاشی حالات کا گہرا عرفان اور سماجی و طبقاتی شعور کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ طرز بیان اس قدر رچا ہوا اور دلآویز ہے کہ کبھی کبھار مرد دانا کا واعظانہ اسلوب بھی نہیں کھٹکتا۔ بے باک گوئی نے ان کی طنز کو گہرا اور اُن کے تاثر کو پائیدار بنایا ہے۔ ان کے یہاں ایک نئی زبان، ایک نئی امیجری اور ایک نیا لب و لہجہ ملتا ہے۔ ان کے مضامین میں بلا کا تنوع ہے۔ ان دوہوں کی اوٹ سے عالی کا سہاگ رنگ جادو سر چڑھ کر بولتا ہے ان کے چند اور دوہے سماعت فرمایئے۔

پریم کی شکتی بہت بڑی اور جگ بھر سے ٹکرائے
سمے کی دیمک چپکے چپکے اس کو بھی کھا جائے

سارے ملک میں ڈھونڈ رہے ہو کیا کیا ڈھونگ رچائے
کوئی تو ایسا شہر ہو جس کی مٹی سچ بلوائے

عشق چھپے اور مُشک چھپے اور جوبن تک چھپ جائے
سچا بول اور جھوٹی کوتا کبھی نہ چھپنے پائے

نہ کوئی اس سے بھاگ سکے اور نہ کوئی اس کو پائے
آپ ہی گھاؤ لگائے سمے اور آپ ہی بھرنے آئے

روپ جس کی بھینی خوشبو نے ہزاروں راگ
نہیں ملے تو تن جائے، ملے تو جیون آگ

بھوکی آنکھ سے پیٹ دیکھے خالی پیٹ جواب
ساوتری ماں بیٹی لاج سے روز کرائے پاپ

عالی تو جو چاہے کچھ ظاہر نہ ہو انجام
سو راون تیرے بیری دوار تو نہ لچھمن رام

چھوٹے بڑوں کے سنگم کا سب دیکھا اما نام
پاٹ بڑھایا تمنا نے پر نہ گنگا کا نام

پاکستان کے ممتاز شاعر پرتو روہیلہ نے بھی صنف دوہا کو استحکام دینے کا اہم رول ادا کیا ہے۔ ان کے مجموعے "زین اجیارہ" میں روایتی دیہات کی حسین، بے لوث اور پُر خلوص زندگی کا منظرنامہ بہرا ابھارا بکھان بیان ہے۔ یہ دوہے ہمیں بیگانہ ساز شہری زندگی سے نوچ کر دیہات کی طرف مراجعت کی دعوت دیتے ہیں۔ پرتو کو خلوص، محبت اور صدق وصفا کی قدروں کے ٹوٹنے کا بہت غم ہے۔ ان کے دوہے گہری رومانیت اور سچی روحانیت کا دلفریب سنگم ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

ساجن اپنے متروں کو لے آیا میرے گاؤں
میں چادر سر ہانے لینے گھر گھر بھاگی جاؤں

جس کے پاس سکھی ہوتا ہی بال چڑھیں پروان
سب سے اونچا گیانی ہے وہ سب سے بڑا ودوان

ہندوستان میں سب سے زیادہ دوہے جناب بھگوان داس اعجاز نے لکھے ہیں۔ جن میں معاملاتِ حسن و عشق کی فنکارانہ تصویر کشی ہے۔ شگفتہ انداز میں کہے گئے یہ دوہے تاثیر سے لبریز ہیں۔ اصل ہندی بحروں میں لکھے گئے ہیں۔ ان کے چند دوہے سماعت فرمایئے

من مسوس کر رہ گئی کھول کے دھرتی بھیس
ہوا ہانک کر لے گئی میگھا دوسرے دیس

پیر کے تلووں سے اُگے سر کے لمبے کیس
وید مجھے روگی کہیں، لوگ کہیں درویش

قدم قدم پر جو ہمیں لگ چھپ دیتے سات
ارتھی اور بارات میں وہی لوگ تھے سات

جدید دور میں مغربی ممالک کے شعراء لوک شاعری کو اپنا رہے ہیں۔ ابھی اردو میں یہ رجحان پروان نہیں چڑھا لیکن وہ دن شاید دور نہیں ہے جب اردو شعراء اس مقبول ترین صنفِ سخن کو اپنائیں گے۔ یقیناً وہ دن اردو شاعری کے لیے روزِ سعید ہوگا۔

(جالندھر سے نشر)

میں پریشان ہوں اپنے ملنے والوں سے

فاطمہ حسن

چھوٹی سی بات اور وہ بھی میں کچھ نہیں پائی تھی لیکن میرے کہنے سے پہلے گھر میں آئی میری ایک ملنے والی خود اپنی سنانے لگیں۔

"دیکھو ذرا ان سے جاؤ سے ان کو نشانی اور وہ اور ان کا خلوص و محبت نہ پوچھو۔ ارے وہ تو مجھے دیکھتے ہی بس سمجھے کہ انھیں برسوں بعد اتنی دور سے کیسے آنا ہوا؟ کام کیا ہے؟ دیکھا اب ایسا بڑا بھی میرا کام نہیں تھا۔ تمھیں تو یاد ہے نا دن رات کا ملنا جلنا تھا ان کا اور ہمارا۔ گھنٹوں معمولی سی بات کے لیے ہمارے گھر میں بیٹھی رہتیں اور آج؟" ہنس کر وہ آگے بولیں "انھوں نے ہماری خاطر تواضع میں بڑی خوبی سے وقت کی کمی، اپنے آفس کی مصروفیت اور پھر ضروری میٹنگ میں پہنچنے کی جلدی کے ساتھ گھر میں نوکر نہ ہونے کی بات۔ باتیں کہ بس اب میں ایسی بھی نہیں جو سب کچھ سن لینے کے بعد ان کے پاس ٹھہر ہی جاتی۔ عزت رہ گئی فاطمہ تو تمہارا پتہ مجھے یاد آ گیا۔ ہاں اتنا خلوص ضرور دکھایا کہ آدھے راستے تک آفس کی گاڑی میں ہمیں بھی اپنے ساتھ لیتی چلی آئیں اور راستے بھر اپنے گھر ٹھہرنے اور پھر آنے کا اصرار کرتی رہیں اب دیکھو فاطمہ نوکر وکر تو تمہارے یہاں بھی نہیں ہیں اور تمہاری مصروفیت جب سے آئی ہوں بیٹھی دیکھ رہی ہوں لیکن سچ! اچھے برتاؤ اور محبت والی بات اور ہی ہے۔"

وہ میرے خلوص کو بڑھاوا دینے والی باتیں کر رہی تھیں اور میرے سامنے ایک ایک کر کے اب سب چیزوں کے نام آ رہے تھے جو مہینے سے پہلے ہی ختم ہو چکی تھیں ان کی خریداری اگلے مہینے تک ملتوی نہ رکھ کر ابھی فوراً کرنی تھی۔

پاس کے اسٹور میں مجھے اپنی دو ملنے والیاں ایک تیسری ملنے والی کی باتیں کرتی ہوئی مل گئیں۔ "ارے ایک کیا ان کی تینوں شادی کے لائق ہیں مگر لگتا ہے کہ وہ بیٹیوں کی شادی نہیں کرنا چاہتی ہیں جب ہی تو لڑکے والوں سے جہیز اور کیش نہ دینے کی بات پہلے ہی کہہ دیتی ہیں۔"

"ارے سب کیوں نہیں ابھی پچھلے دنوں وہ ان کا انکم ٹیکس والا سارا معاملہ۔"

"ہاں ہاں مگر یہ اتنا جٹورا ہوا دھن کریں گی بھی کیا؟ بیٹا تو ان کے کوئی ہے نہیں۔"

"کیا معلوم کیا کریں گی چھوڑو بھی۔ او ہاں لے چکیں سب چیزیں۔"

"سب کہاں ایک ہی دو چیزیں تو لیں اور باقی کے لیے کہہ رہے ہیں اگلے مہینے تک آئیں گی۔" ہم تینوں ہنس پڑے۔

میں ان سے پہلے ہی باہر نکل کر گھر کی طرف چل دی تھی لیکن ان کی آواز پیچھے سے صاف سنائی پڑ رہی تھی۔ "ہرا، انھیں ہمیشہ جلدی رہتی ہے کبھی بچے اسکول سے آتے ہوں گے تو کبھی ان کے مہمان انتظار کر رہے ہوں گے یا ان کے وہ دورے پر جانے والے ہوں گے۔ ہر وقت گھر ادارہ ذمہ داریاں اُف کیسی دقیانوس ہیں۔" بنتی تو بڑے سیدھے ساف اور اونچے خیالوں کی ہیں مگر بس بنتی ہیں ورنہ سب سے الگ تھلگ۔" ان کی باتیں اور ہنسی پیچھے چھوڑتی میں واپس آگئی۔

یہاں گھر میں آئی مہمان اوپر کے فلیٹ میں رہنے والی مسز گپتا کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں "ہاں میرا بھی اکیلے میں دل بہت گھبراتا ہے اسی لیے میں تو نیچے اتر آتی ہوں۔ جی ہاں ملنے جلنے میں بڑی اچھی ہیں" مجھے دیکھ کر مسز گپتا ہنس پڑیں اور کہنے لگیں اور وہ ادھر دوسرے طرف کے مکان والی ان کا تو جب دیکھو تالا بند اور وہ غائب مانا بچے نہیں ہیں بے چاری کے تو کیا گھر گرہستی اور پاس پڑوس میں ملنا جلنا کوئی کام ہی نہیں ہے؟

ارے وہ ان کے پرانی واقف نہیں کوئی ملنے والے رہی بھی تو یوں۔ دوپہر زمان کے ساتھ جاتی ہیں آج بھی گئیں اب وہی دفتروں کے بند ہونے سے پہلے کہاں چار بجے تک گھر میں دکھائی پڑیں گی۔"

پیچھے کا دروازہ زوروں سے بھڑبھڑانے کی آواز سن کر میں اٹھ گئی۔ یہ میری پرانی نوکرانی تھی جسے میں نے بڑھتے خرچ اور مہنگائی کی وجہ سے ہٹا دیا تھا لیکن وقت بے وقت یاد پڑنے پر وہ ملنے آتی تو میں کسی کی مدد نہ دینے اور کسی کی مدد نہ لینے کا اپنا مہینوں سے بنایا اصول بہت بھلا بیٹھتی آج بھی جھوٹے برتنوں کا ڈھیر رات کے پھیلے بستر اور کمروں کی باقی پڑی صفائی کے سامنے اس کی دس روپے بطور ادھار کی مانگ فوراً منظور کر کے میں نے سکون کا سانس لیا ہی تھا کہ باہر کی گھنٹی بج اٹھی۔ میری ملنے والی مسز کپور فون کرنے آئی تھیں لیکن اخلاقاً انھیں کچھ دیر ہمارے گھر میں بیٹھنا تھا۔ اور اب باتیں راج نیتی سے رنگین ساڑیوں اور پھر شہر میں چل رہی گرم کپڑوں کی نمائش اور اس پر ملنے والی چھوٹ سے فلموں میں دکھائے گئے سجے سجائے گھروں پر آ گئی تھی اور میری مہمان کی نگاہیں میرے گھر پر گھوم رہی تھیں۔ اس لیے میں اب اٹھ گئی۔

پہاڑی ندی کے تیز بہاؤ جیسی چل رہی ان کی باتیں آخر کل آنے کے محبت بھرے وعدے پر اٹھا رکھی گئیں۔ جانے والیاں دھیمے لہجے میں اپنی رائے سنا رہی تھیں "یہ مہمان تمہارے سسرال کی یا پرانے رجواڑے نواب گھرانے کی نہ ہوں مگر باتوں کی کمانڈر ہیں پوری۔" لوٹ کر دن کے کھانے کی تیاری کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ باہر والی گھنٹی زوروں سے بجنے لگی۔ یہ مسز گپتا کا شرارتی بیٹا تھا۔ "ہماری ممی اپنی کنجی بھول گئیں ہیں جلدی سے دے دیجیے آنٹی"۔ چابیاں دے کر لوٹی گھنٹی پھر بجی تھی یہ بیگم رضوان تھیں۔ اون لینے بازار جا رہی تھیں ان کے پیچھے اسکول سے لوٹنے والے ان کے تینوں بچوں کا چارج مجھے سنبھالنا تھا۔ دروازہ بند کر کے بڑی تیزی سے لوٹی چلی آ رہی تھیں کہ گھنٹی کی آواز نے قدم پکڑ لیے۔ سامنے کھڑے نووارد کسی کا پتہ پوچھ رہے تھے جنھیں میں بالکل نہیں جانتی تھی۔

"اب دروازہ کھلا چھوڑ دو۔" میری مہمان کھکھلا کر ہنستے ہوئے بولیں۔ ان کی ہنسی کے ساتھ گھنٹی کی آواز تھی ٹیلیفون تھا ہمارے ایک ملنے والے شام کے سات بجے بال بچوں کے ساتھ اپنا آنا اور ہمارا گھر پر موجود رہنا طے کرنا چاہتے تھے۔ میں پھر کھانے کی تیاری میں لگ گئی اور میری مہمان بیٹھی گھر میں گھومتی دفتی نوکرانی سے شہر محلہ مختلف گھروں، در گلیوں کے قصے اور تذکرے بڑے اشتیاق اور پوری دلچسپی سے سن اور سنا رہی تھیں۔

میں نے اپنے شوہر کا کھانا دفتر بھجوا کر اسکول سے آئے بچوں کے ساتھ مہمان خاتون کو بھی کھانے پر بٹھا دیا۔ اور میں ملنے آئی شائستہ اور رعنا کے پاس آ بیٹھی تھی۔ یہ آسانی سے سمجھنے والی ہستیاں نہیں تھیں۔ شائستہ شاعرہ تھیں اور رعنا کا برسوں سے یونیورسٹی کے چکر لگانے کا مقصد ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ حاصل کرنا تھا یا محض وقت گذاری کا ایک مشغلہ رکھنا کچھ یقینی طور سے بتایا نہیں جا سکتا تھا۔ رعنا کی آنکھوں پر لگی بھاری فریم کی عینک اور گود میں رکھی موٹی کتابوں کو دیکھ کر حسب عادت مہمان خاتون چلا کر بول اٹھیں "ہائے ریسرچ، میں نے تو یوں سمجھو کتابوں میں الجھے الجھے آنکھیں اور دماغ خراب کر لیا ہے بس اور کیا۔۔۔"

اب شائستہ اپنے خاص نئے رنگ کی نظمیں سنانے لگیں۔ ان کی شاعری میں نیاپن اس حد تک تھا کہ ہر نظم میں ان کا تخلص یا اپنا نام بھی بالکل نیا اور نظم کے حساب سے ہوتا پہلی نظم کا نام تھا "اکیلی" اپنی تنہائی میں روتے روتے دل کا حال کہنے کے بعد تخلص تھا "رنجیدہ"، دوسری کا نام "سبزہ" جسمیں چمن کی صبح کا بیان اور اپنا نام تھا "شگفتہ" تیسری کا نام "پیار" عاشقوں کا ذکر حال اور اپنا تخلص "بے وفا"۔

میری مہمان بور ہو کر اٹھ چکی تھیں اور میرے شوہر کے آفس سے لوٹ آنے کی وجہ سے مجھے محفل برخاست کرنی پڑی۔

دیر سے میرا بھیجا ہوا لنچ اور اس وقت بھی کھانے کی کوئی تیاری نہ پا کر ان کا دبا ہوا غصہ میں سمجھ رہی تھی اور میری مہمان افسوس کر رہی تھیں "ہائے دال میں نمک غائب اور سالن میں مرچیں تیز تھیں دن میں کھایا کیسا ہوگا اور اس وقت چائے نہ ناشتہ بیچارے ہیں بہت سیدھے۔"

شام میں وہ مجھے باہر لے جانا چاہتے تھے مگر سات بجے آنے والوں کی بابت بتا کر میں نے پورے دھیان سے ان کی پسند کا کھانا تیار کیا۔ آنے والوں کی طرف سے مایوس ہو کر ساڑھے آٹھ بجے ہم کھانے بیٹھے تھے کہ وہ آ گئے اور آتے ہی کھانے میں شریک ہوا ان کا پورا خاندان خاموش تھا۔ اور وہ بتا رہے تھے "ہم تو وقت پر آ گئے تھے مگر وہ تمہارے پڑوسی باہر مل گئے پرانے ملاقاتی اور پھر بھلے لوگ ملتے بھی اتنی محبت سے ہیں کہ دیکھو ہم بھی دیر تک بیٹھے رہے" پھر باتوں میں خود ہی بتلا گئے کہ اپنے بیٹے کی نوکری کے لیے پڑوسی کی سفارش لگوانی تھی۔ جاتے جاتے اپنی طرف سے یہ ذمہ داری ہمیں دے گئے کہ ان کا کام ہم اپنے پڑوسی کو گاہے بگاہے یاد دلاتے رہے۔ سکون کی سانس لینے سے پہلے ہی ٹیلیفون بج اٹھا اسٹیشن سے ہمارے ایک ملنے والے بول رہے تھے۔ رات گئے رکشہ سے آنے میں انھیں راستے کے خطرے کا ڈر تھا اس لیے میرے شوہر اپنی پرانی کھٹارہ سی گاڑی بچوں سے دھکے لگوا کر بمشکل اسٹارٹ کر کے انھیں اسٹیشن سے گھر لے آنے روانہ ہو گئے اور میں بستر پہ پڑی پڑی سوچ رہی تھی کہ ہمت کر کے وہ چھوٹی سی بات کہہ دوں "میں پریشان ہوں اپنے ملنے والوں سے۔"

(لکھنؤ سے نشر)

فاطمہ حسن
۲۵۔ گلستاں کالونی لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱

اس سے قطع نظر کہ چائے ہمارے چند قدیم تہذیبی مراکز میں سے ایک، جسے خوش نصیبی سے اپنا پڑوسی ہونے کا بھی شرف حاصل ہے کی ایک اہم ایجاد ہے اور مولانا آزاد نے اس کی تعریف میں کتنے ہی صفحات سیاہ کئے ہیں شاید کسی باشعور کو اس امر سے انکار نہ ہو کہ چائے آج ہماری جدید تہذیبی ہنگامہ آرائیوں کا ایک لازمی جزو بن چکی ہے۔ اس معشوق سرخ و سفید سے آج کی زندگی کا کوئی گوشہ خالی نظر نہیں آتا مختصر ترین ادبی یا غیر ادبی نشست ہو یا عظیم ترین سیاسی و نیم سیاسی مجمع چند والنٹیر آپ کو پیالی بدست ضرور نظر آئیں گے۔ گویا ان تمام ہنگاموں کا مقصد چائے نوشی ہی ہوا کرتا ہے۔

جو حاضرین جلسہ تقاریر کی بور کر دینے والی چیخ و پکار سے جھنجھلا کر خود پر غنودگی کا بھاری بھرکم لباس چڑھا چکے ہوتے ہیں، پیالیوں کی کھنک ان کے کانوں میں کسی رقاصہ کے گھنگھروؤں جھنکار سے کم نہیں معلوم ہوتی۔ یوں تو چوکنا ہونے کے بعد ان کا دھیان اپنی باری میں ہوتا ہے مگر حاضرین کو دھوکہ دینے کی غرض سے وہ ان خاموش لمحوں میں مقرر کی خطابت میں انہماک کا مظاہرہ کرنے کے لئے بغور اس کے کھلتے بند ہوتے ہوئے ہونٹ، منہ سے باہر نکلتی ہوئی جھاگ، بھٹکتی بھٹکتی نظر اور جسم کے متحرک اعضا پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اور جیسے ہی والنٹیر ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، "جناب چائے نوش فرمائیں، تو وہ اس بے چارے والنٹیر پر اپنے انہماک کا دھونس جمانے کے لئے کم از کم لگاتار تین آوازوں تک متوجہ نہیں ہوتے اور چوتھی آواز جو قدرے زوردار ہوتی ہے کی شدت کو بھانپ کر ایک عدد مصنوعی مسکراہٹ کو ہونٹوں پر جگہ دیتے ہوئے بڑے ہی پر تکلف انداز میں شکریہ کہہ کر والنٹیر کی ٹرے میں سے ایک پیالی بڑی ہی نزاکت کے ساتھ اٹھا کر اپنے پہلو میں اونگھتے ہوئے فرد کی طرف بڑھا دیں گے اگر اس نے چونک کر یہ کہا کہ۔ جناب! اور چائے آیا ہی چاہتی ہے تو یہ فوراً کہہ دیں گے "ایک ہی بات ہے"، اور اس بے جا تکلف میں چائے کی پیالی قطار میں بیٹھے ہوئے آخری فرد تک پہنچ جائے گی اور وہ بڑی بے نیازی سے مقرر کو گھورتا ہوا چسکی لینے لگے گا۔

یہ تو ہوا مردوں کا آپسی معاملہ۔ اگر آں جناب کے قطار میں کوئی صنف نازک ہوئی تو سب چاہیں گے کہ چائے کی پیالی انہیں کے دست نازک میں جا کر تھمے تاکہ وہ اپنی وضع داری اخلاق مندی اور مجلسی مہمانداری وغیرہ وغیرہ کا تاثر ان محترمہ پر ایک ہی لمحے میں ابھار سکیں اور بغیر ذہن کو والنٹیر کو دوبارہ آنے کے انتظار میں مصروف کر کے نگاہ کو مقرر کی شبیہ پر مرکوز کر دیں گے۔ حتی کہ اس بیچ میں قطار میں بیٹھی ہوئی مادام اپنی چائے ختم کر چکیں گی اور وہ جناب بڑی چابکدستی کے ساتھ بڑے ہی پر تکلف انداز میں ان کے ہاتھوں سے یہ کہتے ہوئے پیالی لے لیں گے کہ لائیے اسے میں کرسی کے نیچے رکھ دوں تاکہ

سید حسن امام

آنے جانے والے افراد کے پیروں سے محفوظ رہے" اور وہ محترمہ ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ بڑی ہی نرم آواز میں ان کا شکریہ ادا کریں گی اور اتنے میں ہی اس کا دل بلیوں اچھلنے لگے گا اور یہ سلسلہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک کہ وہ بیڈ مِ چائے کی لذت سے لطف اندوز اور تقاریر کی خشکی سے بور ہو کر کسی کو دھیان خاطر میں لائے بغیر اٹھ کر چل دیں گی اور قطاروں بیٹھے تمام حضرات چائے کی پیالی میں کونین کی ایک گھلی ہوئی ٹکیہ کی تلخی محسوس کرتے رہ جاتیں گے۔

یہ تو ہوئی نشستوں، مجمعوں، سیمیناروں اور کانفرنسوں کی بات۔ ویسے چائے کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا آج کی دنیا کے امراء، غرباء اور شرفاء غرض یہ کہ تمام طبقوں کی زندگی میں اسی طرح سرایت کر گئی ہے جس طرح قادرِ مطلق کے کام میں شیاطین اور شہنشاہ جہانگیر کی سلطنت میں نورجہاں کا عمل دخل رہا ہے۔

یوں تو شہری تمدن نے دیہاتی تمدن کی بہت سرد سوندھے اور میٹھے پانی کو گرم چائے نے جس بیدردی سے Mizhlaee کیا ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ دسمبر جنوری کی دانت بجانے والی کڑاکے کی سردی ہو یا مئی جون کی جھلسا دینے والی گرمی، آپ اپنے کسی شناسا یا دوست سے ملے نہیں کہ فوراً "چلئے چائے پی جائے" بیچ میں گھس آئے گا۔ اس نہایت روایتی اور پرتکلف جملے نے "کہیے کیا حال ہے" کے مفہوم کو بھی اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ وہ یوں کہ اگر آپ کا کوئی جانا پہچانا آپ سے یہ کہے کہ "کہیئے کیا حال ہے؟" تو آپ بنا کسی ذہنی پریشانی کے یہ سمجھ سکتے ہیں وہ آپ سے یہ بھی کہہ رہا ہے کہ "چلیے چائے پی جائے"۔

چائے کی بڑھتی ہوئی بے پناہ مقبولیت اور زندگی میں اس کے عمل دخل کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ بلیوں کی مانند ہمارے بستر تک میں گھس آئی ہے۔ آج شہروں میں رہنے والے بیشتر شرفاء بغیر بیڈ ٹی کے اخبار کی ہیڈ لائن تک دیکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ اور اگر بیڈ ٹی وقت کے ساتھ نہیں ملی تو پھر دن بھر ان کے موڈ کا خدا ہی حافظ۔ اس لئے کہ اس کا رشتہ چند دیگر اعمال سے بھی جڑا ہوا ہے۔

کوئی سرکاری دفتر ہو یا کلچرل ادارہ، سنیما ہال ہو یا لائبریری، کل کارخانے ہوں یا بالاخانوں پر چڑھتی ہوئی سیڑھیاں، سب کے ساتھ ایک چائے خانہ آپ کو اسی طرح منسلک مل جائے گا جس طرح مکتب کے ساتھ مولوی اور نوکری کے ساتھ بیوی۔ کوئی کتنا ہی تھکا ماندہ کیوں نہ ہو ایک پیالی چائے کی چند چسکیوں کے بعد خود کو توانا اور قدرے فریش محسوس کرتا ہے۔ چائے سے محظوظ ہوتے ہوئے کسی فرد کو آپ ٹوک کر دیکھ لیں ہو سکتا ہے آپ کی جان پر بن آئے۔

اس سلسلے میں مجھے اپنی یونیورسٹی میں عجیب تجربہ ہوا جب میں ایک دن گیارہ اور ساڑھے گیارہ بجے کے بیچ اپنے ایڈمنسٹریٹو آفس میں داخل ہوا تو دیکھا کہ کلرک، ٹائپسٹ اور اسٹینو سب ایک ساتھ مل کر چائے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اسی درمیان فون کی گھنٹی بجی تو رجسٹرار کے پی اے نے فون اٹھا کر بڑی تلخی سے کہہ دیا کہ "جناب ابھی ٹی بریک ہے اور میں اور بیچ کے کسی بھی موضوع پر گفتگو کرنے سے معذور ہوں۔ آپ تھوڑی دیر میں ڈائل کریں" اور ایک جھٹکے سے ریسیور رکھ کر چائے کی چسکی لینے لگا۔ میں نے بڑی نرمی سے کہا "آپ کی ٹی بریک میں کسی کا ہارٹ بریک ہو گیا تو۔؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا "بہت دنوں بعد نظر آئے۔ آئیے چائے پیجئے"۔ میں نے صرف شکریہ ادا کیا۔۔۔

انواع و اقسام کی چائے کی طرح اس کے پینے والوں کی طبیعت میں بھی بڑا تنوع واقع ہوا ہے۔ آسامیوں کو بلیک ٹی پسند ہے تو گجراتیوں کو دودھ کی بہتات کے بغیر چائے حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ مگر ان میں نمایاں پسند کشمیری برادران کی ہوتی ہے۔ چاہے وہ بوڑھے ہوں یا بچے، نوجوان ہوں یا ادھیڑ چاہے ذیابیطس کے مرض سے ان کو دور کا بھی سروکار نہ ہو مگر وہ چائے میں شکر بقدرِ بادام ہی استعمال کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان کے استعمال میں آنے والی پتیاں بھی چائے کی عام پتیوں سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ ایک دن ایک کشمیری دوست کے ساتھ چائے پینے کا حادثہ پیش آ ہی گیا۔ میں اسے حادثہ ہی کہوں گا اسلئے کہ جب انہوں نے ایک کٹورے میں مجھے چائے پیش کی تو اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ میں نے محسوس کیا جیسے بیک وقت تین چار رومال غلطی سے کٹورے میں آپڑے ہوں میں بیک وقت گویا ہوا "یہ کیا ہے؟" انہوں نے بالکل نارمل لہجے میں کہا "پتیاں"۔ میں نے سوچا اگر یہ پتیاں ہیں تو مجھے پتوں کے سائز کا مشاہدہ پھر سے کرنا ہوگا۔

اس ضمن میں اگر چائے بیچنے والوں کا ذکر نہ کیا گیا تو شاید بات ادھوری رہ جائے گی۔ چائے بیچنے والوں کی شخصیت کی سب سے نمایاں چیز ان کی آواز ہوتی ہے اور یہ آوازیں آپ بس اسٹاپ پر عموماً اور ریلوے پلیٹ فارم پر خصوصاً سنتے رہتے ہوں گے۔ کسی پلیٹ فارم پر گاڑی لگی نہیں کہ چائے گرم کی آوازنے آپ کی نیند اڑائی۔ اور آپ نے مٹی کے سوندھے سوندھے کلھڑ میں چائے کی چسکی لینی شروع کر دی۔

چائے اور دائے کا رشتہ ویسا ہی اٹوٹ ہے جیسے فلسفیانہ خیالات کی دنیا میں مارکس اور اینگلس کا نام۔ مطلب یہ کہ اگر آپ کو چائے وائے کہنا ہو تو آپ آخر الذکر جوڑے کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

(اردو سروس سے نشر)

شمیم امروہوی

سب اپنے تھے مگر اپنے نہیں تھے
ہری شاخیں تو تھیں پتے نہیں تھے
ہر اک پتھر براہِ راست آیا
کسی کھڑکی میں بھی شیشے نہیں تھے
وہی بے جا تصور تھا نظر کا
فلک پر چاند اور تارے نہیں تھے
سبھی کچھ تھا میری قسمت میں لیکن
نجومی کے لیے پیسے نہیں تھے
ہوئے بے سایہ جب ہم دوپہر میں
تو ہمسائے بھی ہمسائے نہیں تھے
بڑا ناداں تھا پتھر کا زمانہ
کھلونے بھی تو مٹی کے نہیں تھے
(لکھنؤ سے نشر)

وجودیت اور نیا ادب

ڈاکٹر نیر مسعود

اردو کا ایک ضرب المثل شعر ہے:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

اور میر انیس کا بھی یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے:

انیس دم کا بھروسہ نہیں ٹھہر جاؤ
چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے

موت کا یہ موضوع ہماری روزمرہ کی گفتگو میں اکثر چھڑا کرتا ہے کسی بھی غیر متوقع موت کی خبر سن کر ہم کہتے ہیں کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کیا خبر کب سانس کی آمد و رفت رک جائے۔ اور واقعی ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم طویل مدت تک جئیں گے یا آئندہ چند لمحوں کے اندر ختم ہو جائیں گے۔ کسی بھی انسان کو کسی بھی وقت موت آ سکتی ہے، یہ ایک معروف حقیقت ہے اور ہم سب کو اس کا علم ہے لیکن ایک ایسے شخص کا تصور کیجیے جس کو اپنا طبی معائنہ کرانے پر معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایک ایسی بیماری ہو گئی ہے جس کے اثر سے کسی بھی وقت اس کی حرکت قلب اچانک بند ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ برسہا برس تک اس بیماری کا کوئی اثر اس کے دل پر نہ پڑے اور وہ عمر طبعی کو پہنچ جانے کے بھی عرصے بعد تک زندہ رہے لیکن یہ یقینی ہے کہ بیماری کا اثر دل تک پہنچتے ہی وہ مر جائے گا اور یہ کسی بھی لمحے ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس بیماری کے علاج یا پیش بندی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ظاہر ہے اس انکشاف سے اس شخص کے اندر ایک ذہنی اور جذباتی انقلاب آ جائے گا۔ اپنے موجودہ اور آئندہ منصوبوں کے بارے میں اس کا رویہ یکسر بدل جائے گا اور اس کی زندگی کے ہر لمحے پر اس انکشاف کا سایہ منڈلانے لگے گا۔ سوال یہ ہے کہ یہ انقلاب کیوں؟ اس پر کسی انوکھی یا نئی حقیقت کا انکشاف نہیں کیا گیا ہے، یہ حقیقت تو اسے پہلے بھی معلوم تھی اور روزمرہ کی گفتگو میں وہ بارہا اس کا اظہار بھی کر چکا تھا کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ پھر اب یہ پرانی حقیقت ایک نیا انکشاف بن کر اسے نئی طرح سے متاثر کیوں کر رہی ہے؟ جواب بھی سامنے ہی ہے، کہ پہلے اس کو اس حقیقت کے وجود کا خارجی علم تھا اب یہ حقیقت براہ راست اور مخصوصاً اس کے اپنے وجود سے وابستہ ہو گئی ہے۔ ان ضرب المثل شعروں میں "دم کا بھروسہ نہیں" اور "کل کی خبر نہیں" کا اصل مفہوم اب اس کی سمجھ میں آ رہا ہے۔ گویا آج سے پہلے وہ حقیقت اور یہ شعر اس کے لیے تقریباً بے معنی تھے اور ان کا اصل مطلب اس پر آج کھلا ہے اس لیے کہ آج وہ ان کو اپنی ذات کے سیاق و سباق میں اور اپنے وجود کے حوالے سے سمجھ رہا ہے اور یہی انسان فلسفۂ وجودیت کا محور ہے۔

وجودیت کے فلسفے اور بیشتر دوسرے فلسفوں میں یہی بنیادی فرق ہے کہ دوسرے فلسفے انسان کو اس کی خارجی صورت حال کے مناظر میں دیکھتے ہیں، وجودیت براہ راست انسان کے داخلی وجود کو دیکھتی ہے اور اس کی خارجی صورت حال کو سمجھنے کے لیے بھی ضروری سمجھتی ہے کہ اسے اس کے داخلی وجود کے مناظر میں دیکھا جائے اس لیے کہ جس خارجی صورت حال میں یہ داخلی وجود ملوث نہیں ہوتا وہ انسان کے لیے ناقابل فہم اور مہمل ہوتی ہے۔ اس داخلی وجود پر ہر انسان کے ان انفرادی احساسات، تاثرات اور تعصبات کی حکمرانی ہے جو انسان کی جذباتی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں۔ یعنی انسان کے وجود کو سمجھنے کے لیے اس جذباتی زندگی کو سمجھنا ضروری ہے۔ وجودیت کا اہم ترین امتیاز یہی ہے کہ اس نے انسان کی جذباتی زندگی کو نہ صرف یہ کہ موضوع فکر بنایا بلکہ اسی پر اپنی بنیاد قائم کی۔ دوسرے فلسفوں نے اس جذباتی زندگی کو علم نفسیات کا موضوع قرار دیکر اپنے میدان سے باہر کر دیا تھا اس لیے کہ یہ فلسفے انسان کے مزاجی اور جذباتی مد و جزر کو غیر معتدل کیفیت سمجھ کر اسے متوازن اور صحیح و صالح فلسفیانہ فکر کے راستے کی رکاوٹ بتاتے تھے۔ لیکن وجودی مفکروں نے کہا کہ یہی مد و جزر تو وہ شے ہے جس کی وجہ سے انسان دنیا کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور اس کے وسیلے سے ہم دنیا اور زندگی کے بارے میں ایسی باتوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو محض منطقی اور معروضی تفکر سے سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔

ادب کا خاصہ بھی کم و بیش یہی ہے۔ ادیب کی نظر بہت سے ایسے مظاہر اور حقائق تک پہنچ جاتی ہے جو فلسفی کی نگاہ سے اوجھل رہتے ہیں۔ اور ادیب ان مظاہر اور حقائق کو خشک و خنک فلسفیانہ موشگافیوں کے نتائج سے زیادہ بلکہ مرکزی اہمیت کا حامل جانتا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ وجودیت فی نفسہ ادب سے قریب تر ہے اور ادب میں اس وقت سے وجودیت کی آمیزش ہے جب ایک باضابطہ فلسفے کی حیثیت سے وجودیت کا وجود بھی نہیں تھا چنانچہ وجودیت جب ایک فلسفے کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئی تو ادب پر اس کی چھاپ نمایاں نظر آنے لگی۔

درحقیقت وجودیت ایک نہایت سنجیدہ دقیق اور پیچیدہ فلسفہ ہے جس کو صحیح طور پر سمجھنا سمجھانا فلسفے کے طالب علموں اور ماہروں کے سوا دوسروں کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں موضوعات کی وسعت اور لچک کی وجہ سے اس میں بے شمار ایسے عناصر سمٹ آئے جن کا فلسفۂ وجودیت سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا۔ انسان کو عالم اصغر کہا گیا ہے اور وجودیت کا موضوع چونکہ انسان ہے اس لیے اس عالم اصغر کا قریب قریب ہر جز وجودی فلسفے کے دائرے میں نے آیا گیا اسی لیے سارتر نے فریاد کی تھی کہ وجودیت کا اطلاق اتنی چیزوں پر ہونے لگا ہے کہ اب اس لفظ کے کوئی معنی نہیں رہ گئے ہیں۔ وجودیت کے مفہوم میں یہ غلط مبحث خاص طور پر ادب کے وجودی عناصر کی وجہ سے پیدا ہوا اور بڑی حد تک اس صورت حال کا ذمہ دار خود سارتر ہے۔ ہوا یہ کہ بعض وجودی مفکروں مثلاً مارسل کامیو اور سارتر نے محسوس کیا کہ وجودیت کا ابلاغ ادب خصوصاً ڈراما اور ناول کے پیرائے میں بڑی وضاحت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور وہ اس کے تجربے میں کامیاب رہے ان کی ادبی تخلیقوں کا اثر یہ تو ضرور ہوا کہ وجودی افکار ان بے شمار پڑھنے اور لکھنے والوں تک پہنچ گئے جنھوں نے بذات خود فلسفے کی حیثیت سے وجودیت کا ایک سطری مطالعہ بھی نہیں کیا تھا لیکن اس کا ایک اثر یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان فلسفی ادیبوں کی تخلیقات کی ہر سطر کو فلسفۂ وجودیت کا کوئی نہ کوئی نکتہ سمجھ لیا گیا۔

نئے اردو ادب پر بھی وجودیت کا اثر زیادہ تر کامیو سارتر اور ان سے متاثر دوسرے ادیبوں کی تخلیقات کے واسطے سے پڑا ہے۔ یہ سمجھنا خوش اندیشی ہوگی کہ اردو ادیبوں نے اس فلسفے سے براہ راست اثر قبول کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نئے اردو ادیبوں کی بڑی تعداد فلسفۂ وجودیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ادیبوں سے اس واقفیت کا مطالبہ یا توقع کرنا زیادتی بھی ہے لیکن بہرحال اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رائج الوقت اور از کار رفتہ دونوں قسم کے فلسفوں پر اگر کسی فلسفے کی چھاپ نئے ادب پر سب سے زیادہ نظر آتی ہے تو وہ یہی فلسفۂ وجودیت ہے۔

انسان کی ذاتی زندگی کے مسائل سماجی مسائل سے انفرادی مسائل کا تصادم اور اس کے نتیجے میں انسان کا ذہنی اضطراب جذباتی ہیجان مایوسی تنہائی اور بیگانگی کا احساس رشتوں اور قدروں کی شکست و ریخت اور اس کے نتیجے میں ان پر سے اعتبار اٹھ جانا اور خود کو اپنی ذات میں سمیٹ لینا وغیرہ بہت سے ایسے موضوعات ہیں جو وجودی فکر کا بھی مرکز بنتے ہیں اور ادبی تخلیق کا بھی یہ فیصلہ کرنا بھی غیر ضروری بلکہ نامناسب ہے کہ نئے اردو ادب کو یہ موضوعات وجودیت کے طفیل میں ہاتھ آتے ہیں۔ ادیب کو ان باتوں کا ذاتی تجربہ بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح وجودی مفکروں کو ہوا۔ وجودی مفکر فلسفیانہ غور و خوض کے بعد جن نتائج تک پہنچے ہیں نیا ادیب ذاتی تجربے اور تخیل کی مدد سے ان تک پہنچ سکتا ہے۔ آخر میں اس کے معنوی استاد غالب نے بھی تو کیرکگارد کو پڑھے بغیر کہا ہے۔

غرض اپنے ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی (آکاشوانی لکھنؤ سے)

ڈاکٹر نیر مسعود ادبستان دین دیال روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳

وسلنگ اسکول بوائے

انور قمر

وسلنگ اسکول بوائے نے سیٹی بجائی "ٹی .. ٹی .. ٹی فو" اور میری آنکھ کھل گئی میں نے کھڑکی میں سے دیکھا باہر دھندلا سا اجالا تھا۔ درخت ہلکے ہلکے جھوم رہے تھے۔ میں بستر چھوڑ کر اٹھا۔ منھ پر پانی کے چھینٹے دیے۔ پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ پھر میں نے اپنے بیمار بیٹے پر نظر ڈالی اس کا چہرہ سوکھا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ بیوی اس کے سرہانے کوئی ناآسودہ خواب دیکھتی سو رہی تھی۔ اس کے لب یوں کھلے تھے گویا ان سے ابھی ابھی آہ نکلی ہو۔ لڑکی تکیے کو اپنی گڑیا کی طرح سینے سے لگائے خوابِ خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔

جب میں اپنے مکان سے باہر آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ باہر ٹھنڈ ہے۔ میں نے سگریٹ سلگائی تو مجھے وہ ٹھنڈ گوارہ ہوئی۔ اپنے مکان کے کمپاؤنڈ سے نکل کر میں سڑک پر آگیا۔ سڑک داہنی طرف سے شہر کو جاتی تھی اور بائیں طرف سے وادی کو۔ میں وادی کی اور چل دیا۔

بازار سے گذرا تو میں نے دیکھا چند دکانیں کھل چکی ہیں۔ لوگ سودا سلف لینے اور کھانے پینے میں لگے ہوئے ہیں۔ بچے اسکول جا رہے ہیں۔ اکا دکا موٹر گاڑیاں بھی گزر جاتی ہیں۔ آگے سڑک دوشاخہ ہو چکی تھی۔ داہنی سمت وہ وادی کو جاتی تھی اور بائیں سمت سینی ٹوریم کو۔ میں سینی ٹوریم کی جانب چل پڑا۔

راستے میں ایک بیکری پڑتی تھی۔ بیکری میں سے پکی ہوئی ڈبل روٹیوں کی مہک آ رہی تھی۔ بیکری کے دروازے پر ایک کتا بیٹھا اپنا جسم چاٹ رہا تھا۔ میں آگے بڑھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت پرانا گرجا ہے، جس کا مینار آسمان سے جا لگا ہے۔ گرجا میں خطبہ ہو رہا تھا۔

"اور پھر میں نے دیکھا کہ ایک درندہ سمندر کی جانب سے چلا آ رہا ہے اس کے سات سر تھے اور ان سروں پر دس سینگ۔ ہر سینگ پر ایک ایک تاج رکھا تھا اور ہر تاج پر ایک ایک نام تھا جو خدا کی تذلیل کرتا تھا......"

یہ سنتے سنتے میں آگے بڑھ گیا۔ گرجا میں سے آتی آواز مدھم سے مدھم ہوتی گئی۔

"سنو اگر تمہارے کان ہوں....."

میرے سر پہ ایک درخت کا سایہ تھا اور اس پر بیٹھا وسلنگ اسکول بوائے سیٹی بجا رہا تھا:

"ٹی .. ٹی .. ٹی فو"

میں آگے بڑھا۔ وہ راستہ بھی دو حصوں میں تقسیم نظر آیا۔ داہنی طرف سینی ٹوریم تھا اور بائیں طرف ایک اسکول میں اسکول کی جانب چل پڑا۔ کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر میں ایک کلاس کی کھڑکی سے لگ کر اندر کا جائزہ لینے لگا۔ بچیاں اجلے اجلے یونی فارموں میں گڑیوں جیسی بنی سنوری بیٹھی تھیں۔ ایک بوڑھی استانی ہاتھوں میں چھڑی لیے۔ آنکھوں پر اسٹیل کی کمانی دار عینک چڑھائے انھیں پڑھا رہی تھی:

"جانور تین قسم کے ہوتے ہیں"

"جانور تین قسم کے ہوتے ہیں" بچیوں نے دہرایا۔

"پالتو، مویشی اور درندے"

"پالتو، مویشی اور درندے" بچیاں بولیں

"خرگوش، سفید چوہے، گلہریاں اور کتے پالتو جانور ہیں"

"خرگوش، سفید چوہے، گلہریاں اور کتے پالتو جانور ہیں" بچیوں نے پھر دہرایا۔

میں آگے بڑھ گیا اور اسکول کے پچھواڑے راستے سے پھر سڑک پر آگیا۔ وہ سڑک داہنی طرف سے وادی کو جاتی تھی اور بائیں طرف سے ٹیبل لینڈ کو۔ میں ٹیبل لینڈ کو چل پڑا۔

سانپ کی طرح بل کھاتا راستہ اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا تھا۔ میں دم لیتا اس پر چلتا رہا۔ ٹیبل لینڈ پر جوں ہی میں پہونچا مجھے ایک گونہ سکون کا احساس ہوا۔ ہوا سیٹیاں بجا رہی تھی۔ گھاس ہوا کے نرم دباؤ سے جھک جھک جاتی تھی۔ دور دور تک آسماں ہی آسمان تھا۔ نیلا، جس کے نیچے سفید سفید بادل اڑے چلے جا رہے تھے۔

میں آگے بڑھا۔ زمین میں نصب ایک تختی نظر آئی۔ جس کی داہنی جانب لکھا تھا کھیل کا میدان اور بائیں جانب لکھا تھا "بھیم کا چولھا"۔ میں بھیم کے چولھے کی طرف چل پڑا۔

وہ ایک گہرا غار تھا۔ غار میں اترنے کے لیے سیڑھیاں بنی تھیں۔ نیچے اتر کر میں نے دیکھا کہ تین بڑے بڑے وزنی پتھروں پر لوہے کی ایک بہت بڑی دیگ رکھی ہوئی ہے۔ اور دس گز لمبی کفگیر اس میں پڑی ہے۔ میں بڑے غور سے اس کا جائزہ لینے لگا۔ پھر مجھے حیرت سی ہونے لگی۔ کیوں کہ بھیم کے اس چولھے کی ساخت میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس چولھے میں ایندھن دینے کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔ وہ دیگ جن پتھروں پر ٹکی ہوئی تھی ان تینوں پتھروں کے بیچ میں خلاء تھا......

میں نے جھانک کر نیچے دیکھا، تو اس خلاء میں مجھے ایک بستی نظر آئی......

میں اب بستی میں نیچے کا راستہ ڈھونڈنے لگا۔ غار کے ایک نیم تاریک کونے میں مجھے سیڑھیاں دکھائی دیں۔ میں ان پر سے دھیرے دھیرے اترنے لگا۔

میں سیڑھیاں اترتا گیا..... اترتا گیا۔ یہاں تک کہ اس بستی میں پہنچ گیا۔

مکانوں کی چھتیں ٹوٹی پھوٹی۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے کوئی آثار نہیں۔ ننگ دھڑنگ بچے کیچڑ میں کھیلتے ہوئے۔ عورتیں کنویں پر کاموں میں مشغول۔

سبھوں نے میری طرف دیکھا۔ عورتوں نے اپنا کام روک کر اور بچوں نے اپنا کام چھوڑ کر۔

میں آگے اور آگے بڑھتا گیا۔

ایک جھونپڑے سے مجھے جانی پہچانی سی مہک آئی۔ میں اندر داخل ہوا۔ ایک بوڑھی اپنے سامنے پیتل کا ہنڈہ لیے اوکڑوں بیٹھی تھی۔

"نمسکار"

"نمسکار" وہ بولی۔

"ایک پاؤ سیر دینا" میں نے جیب سے مڑا تڑا ایک روپیے کا نوٹ نکال کر اسے دیا۔

اس نے ہنڈے میں سے مشروب گلاس میں انڈیل کر مجھے دے دیا۔ ایک ہی سانس میں میں اسے چڑھا گیا۔ نمک چکھ کر میں جھونپڑی سے باہر آگیا۔

بچے کھیل رہے تھے۔ عورتیں اپنے کاموں میں مشغول۔ مرغیاں ادھر ادھر چگ رہی تھیں۔

میں کیچڑ سے بچتا آہستہ آہستہ راستہ طے کرنے لگا۔

وہ راستہ ایک پختہ سڑک سے جا ملا۔ سڑک داہنی طرف سے وادی کو جاتی تھی اور بائیں طرف سے بازار کو۔ میں بازار کی اور چل پڑا۔

میرا سر بھاری ہو چکا تھا۔ چلتے چلتے میں تھک چکا تھا۔

سورج کافی دیر پہلے نکل آیا تھا اور اب تقریباً میرے سر پر تھا۔

اور اب وسلنگ اسکول بوائے کی سیٹی کی ہلکی سی لہر بھی میرے کانوں میں نہ تھی کہ جس کو سن کر میرے دل میں امنگ جاگا کرتی تھی۔

میں بازار کی سمت چل پڑا۔

راستے میں مجھے چند لوگ نظر آئے۔ وہ بین کرتے چلے آ رہے تھے۔ ان کے چہرے سُتے ہوئے، آنکھیں سوجی ہوئیں اور لباس چیتھڑائے ہوئے تھے۔ میں نے انھیں روکے اور ان کا حال جاننے کی کوشش کی۔ لیکن انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ بس آگے ہی آگے روتے روتے بڑھتے گئے۔

ان کا نوحہ سن کر میرا دل بھاری ہوگیا۔۔ مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ مر چکا ہے کہ جس کا دھڑکا مجھے لگا رہتا تھا۔ پھر جیسے کوئی میرے سینے پر موٹی موٹی رسیوں کا جال بننے لگا اور گانٹھوں پر گانٹھیں لگانے لگا۔ میری آنکھوں میں کمرے موتیں گھوم گئیں۔ اور مرنے والوں کی یادوں کے ساتھ اپنی تنہائی کا خیال۔ زندہ رہتے ہوئے جدائی اور مر کر بھی جدائی۔

میرا دل بیٹھنے لگا۔

۔۔۔۔۔ پھر وہ مقام بھی آگیا کہ جہاں پہنچ کر سری قوت سلب ہوگئی۔ لمبے لمبے درخت تھے۔ ان میں کوئی ثمر نہیں تھا۔ ان کی پتیاں نوکیلی اور ٹہنیاں سیاہ تھیں۔ وہ بے شمار درخت تھے۔ اور ان کا دُور دور یہ سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔

مجھے یاد آیا، میں یہاں سے پہلے بھی گذر چکا ہوں۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی بار گذرا ہوں۔ رات کے اندھیرے میں یا شام کے دھندلکے میں۔ اور ہر بار مجھے یہ دھڑکا لگا رہا کہ

کچھ نہ کچھ ہوگا۔۔۔۔۔ کچھ نہ کچھ ہوگا۔۔۔۔۔

تو پھر میں اپنی حفاظت کرنے لگتا۔

میری دائیں طرف چٹانیں تھیں۔ میں ان پر چڑھ نہیں سکتا تھا۔

بائیں طرف کچھ فاصلے پر گھاٹی تھی۔ بس وہی ایک سمت تھی کہ جس رُخ میں اپنے بچاؤ کی خاطر دوڑ سکتا تھا ٹھیک انھیں لمحوں میں مجھے اچانک یاد آیا۔۔۔۔ گرجا میں خطبہ ہو رہا تھا اور پادری کہہ رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ سمندر کی جانب سے ایک عفریت چلا آ رہا ہے۔ اس کے دس سر تھے۔۔۔

۔۔۔۔ نہیں نو۔۔۔۔۔ نہیں سات۔۔۔۔۔ بہرحال کئی سر تھے اور ان سروں پر دس نہیں بیس۔۔۔۔۔ نہیں کئی سینگ تھے۔۔۔۔۔ اور ہر سینگ پر ایک تاج۔۔۔۔۔ کئی تاج۔۔۔۔۔ بے شمار تاج رکھے تھے۔۔۔۔۔ اور ان پر ننگی ننگی تصویریں۔۔۔۔۔ تصویریں کندہ تھیں۔۔۔۔۔ نہیں گالیاں لکھیں تھیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ ڈراونی صورتیں بنی تھیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ ان تاجوں سے خون ٹپک رہا تھا جو اس عفریت کی پیشانی سے بہتا ہوا اس کی آنکھوں میں دھار بن کر داخل ہو رہا تھا۔ اور۔۔۔۔ عفریت خدا کو فحش گالیاں دے رہا تھا۔ اور اپنا لمبا عضو ہاتھوں میں اٹھائے بستی کو دکھا رہا تھا۔

اور بستی والے اپنے بے در کے مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔

"سنو تمہارے کان ہوں تو" پادری کہہ رہا تھا۔

پھر مجھے وہ اسکول یاد آیا۔ اس کا خوشنما کلاس روم اور اس میں بیٹھیں پھول جیسی بچیاں۔ اور وہ مدقوق چہرے والی استانی۔ اسٹیل کی کمانی دار عینک چڑھائے ہاتھوں میں چھڑی تھامے انھیں پڑھا رہی تھی جانور تین قسم کے ہوتے ہیں۔۔۔۔ نہیں دو قسم کے۔۔۔۔۔ صرف ایک قسم کے۔۔۔۔۔ پالتو۔۔۔۔۔ مویشی۔۔۔۔۔ درندے مویشی ہوتے ہی نہیں۔ صرف درندے۔۔۔۔ درندے ہی درندے۔۔۔۔۔۔

'کتے، سفید چوہے، گلہریاں'

نہیں کتے۔۔۔۔۔ کتے۔۔۔۔۔ کتے۔۔۔۔۔ مضبوط جبڑوں اور نکیلے دانتوں والے۔ خوں خوار پنجوں والے۔

پھر مجھے ایک چیخ سنادی۔ ایسی کہ جو چٹانوں پر خراش ڈال دے۔ پھر مجھے دھماکہ سنائی دیا۔ لیکن چیخ اور دھماکے سے پہلے۔۔۔۔ میں نے یاد کیا۔۔۔۔۔ جب میں اپنے آپ سے درندے اور جانور کی بحث میں الجھا ہوا تھا۔ ہوا میں کوئی سنسناتی چیز گزر رہی تھی۔۔۔۔

شوں۔۔۔۔۔ اُں۔۔۔۔۔ں۔ کرتی۔ خاموشی کا جگر چیرتی۔

میرا دل دہل گیا۔

اب خوف مجھ پر مکمل غلبہ پا چکا تھا۔ میں نے چور نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کوئی دبکا تو نہیں بیٹھا۔ کوئی گھات میں تو نہیں؟ پھر وہ سنسناتی آواز۔۔۔۔ وہ چیخ۔۔۔۔۔ وہ دھماکہ۔۔۔۔۔ میں اچانک دوڑ پڑا۔ میری آنکھوں میں منظر دھندلا ہو چکا تھا۔ یا تو میرے سامنے غبار تھا۔ یا دُھند تھی۔ میں دوڑتا رہا۔۔۔۔۔ دوڑتا رہا۔۔

مجھے اپنے تعاقب میں کسی کے دوڑنے کی آواز آئی۔۔۔۔۔۔ وزنی بوٹوں کی۔۔۔۔۔

پھر منظر ذرا دیر کے لیے صاف ہوا۔

وہی لوگ میرے سامنے سے چلے آ رہے تھے۔۔۔۔۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔۔۔۔۔

میں بھاگتا رہا۔۔۔۔۔ بھاگتا رہا۔۔۔۔۔

میں نے ہانپتے ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیوی نے دروازہ کھولا۔

"کیا ہوا؟ خیریت تو ہے۔۔۔۔۔ آپ رو کیوں رہے ہیں؟"

تب کہیں جاکر مجھے احساس ہوا کہ میری آنکھیں نم ہیں۔ میں نے قمیص کی آستین سے آنکھیں پونچھیں اور کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر محفوظ تھی۔۔۔۔ میں دوسرے کمرے میں پہونچا میرا بیٹا بستر پر پڑا تھا۔ میں نے سرکا ہوا بلینکیٹ اس کے سینے پر درست کیا۔

"کہاں گئے تھے آپ؟"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ابا کہاں گئے تھے آپ"

"اوں۔۔۔۔۔ سیر کرنے"

"مجھے کیوں نہیں لے گئے؟"

"اوں۔۔۔۔۔ کل چلیں گے"

"یہ تو آپ کئی دنوں سے کہہ رہے ہیں۔ آپ ہر روز سیر کو جاتے ہیں اور مجھے ساتھ نہیں لے جاتے"

اب میں اسے یہ کیوں کر بتاؤں کہ میری سیر کتنی کٹھن ہوتی ہے۔

"نہیں کل ضرور ساتھ چلیں گے"

دوسرے کمرے میں بیوی نے چائے کا کپ تھماتے ہوئے کہا۔

"رات بھر اسے بخار رہا۔۔۔۔۔ بڑبڑاتا رہا۔۔۔

۔۔۔۔ آپ تو خراٹے بھرتے رہے"

"بس۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ چائے پینے دو"

"ہمیں یہاں آئے کئی مہینے ہوگئے۔ یہ اب تک اچھا نہیں ہوا"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔

ڈاکٹروں نے مشورہ دیا تھا کہ ہم اپنے بیٹے کو شہر سے دور کسی پُر فضا مقام پر لے جائیں کہ یہاں اسے تازہ ہوا اور فطری ماحول نصیب ہو۔ یقیناً وہ وہاں صحت یاب ہو جائے گا۔ کچھ ہفتوں سے اپنے بیٹے کے سرہانے بیٹھے بیٹھے اکثر راتوں کو سوچا ہے۔

یا خدا اسے کون سا روگ لگ چکا ہے کہ یہ دن بدن گلتا ہی جا رہا ہے۔

بخار ہے کہ اترتا ہی نہیں۔ مُردنی ہے کہ چھائی چلی جا رہی ہے۔

"ہاں" میں نے کہا۔ "بہت دن ہوگئے ہیں ہمیں یہاں"

"ابا"

"آیا بیٹے" میں نڈھال قدموں سے اس کے کمرے میں چلا گیا۔

"ابا آپ نے وسلنگ اسکول بوائے کو آج سُنا تھا؟"

"نہیں بیٹے" میں نے جھوٹ بولا۔

"ابا۔۔۔۔۔ آج صبح وہ ایسے وسل کر رہا تھا۔ اس نے سیٹی بجانے کے انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑ سے

فی۔۔۔ ئی۔۔۔ ئی فوں۔۔۔۔۔ ئی۔۔۔ ئی۔۔۔ ئی فوں"

اس کی سیٹی سن کر میرے دل میں امنگ سی جاگی اور میں اپنے آپ کو پھر سے سیر کے لیے آمادہ کرنے لگا۔

(بمبئی سے نشر)

اجلی صبح کا انجام

عائشہ صدیقی

ہوا کا ایک تیز جھونکا اور سمٹی ہوئی پیلی سوکھی پتیاں پھر سارے آنگن میں پھیل گئیں۔ اس نے جھنجھلا کر جھاڑو پھینک دی۔ کتنی دیر سے وہ کچے صحن کو کھرچ رہی تھی۔ جگہ جگہ سے ادبڑ کھابڑ زمین۔ کہیں زمین سے جھانکتے آڑے ترچھے گٹے اور کہیں منہ کھولے گڑھے اس پر سے ناک تھوک کے دھبے اور سونے پر سہاگہ یہ ناس ملا نیم کا پیڑ۔ اسے اپنی ماں پر غصہ ہی تو آ گیا۔ یہاں سے وہاں تک پھیلے اس بھائیں بھائیں کرتے اجاڑ آنگن میں اسے کبھی پھل پھول لگانے کی روزی نہ ہوئی اور کبھی بڑا دل کر کے لگایا بھی تو یہ نیم کا پیڑ جس میں پھول بھی آئیں تو ان کی خوشبو سے حلق تک کڑواہٹ گھلتی چلی جاتی ہے —

ماں پر اسے آج کوئی نیا غصہ نہیں آیا۔ ان کی تو بات بات پر اسے غصہ آجاتا ہے۔ سچ مچ کبھی کبھی تو ان کو دیکھ کر ایسا جنون سوار ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے کہ اپنی اور ان کی جان ایک کر دے۔ کسی طرح یہ عذاب تو کٹے ہر وقت ڈھوں، ڈھوں کھانسا کرتی ہے یا پکار پکار کے جینا حرام کیے رہتی ہے۔

"منی ذرا پانی پلا دے —"

"منی چولہا جلا —"

"منی، بٹیا کو روٹی کا ٹکڑا پکڑا دے۔"

"منی میری پیٹ سہلا دے جی متلا رہا ہے۔"

"منی ذرا تسلا کھسکا دے پیشاب کر دوں گی۔"

"منی۔ منی۔ منی افوہ کان پک گئے۔" وہ سوکھی لکڑی کی طرح سلگ اٹھتی ہے۔ "کاہے کو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہو۔ مر گئی منی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھتی ہے۔ بھلی بری طرح جیسے بن پڑتا ہے۔ اور جیسے طبیعت راغب ہوتی ہے سارے کام پورے کرتی ہے۔

کبھی ایک کام پورا ہو جاتا ہے تو دوسرا چھوٹ جاتا ہے کبھی خود ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر باہر نکل جاتی ہے اور گھنٹوں گھر میں نہیں گھستی۔ گھر میں اسے پہلے بھی اچھا نہیں لگتا تھا اور اب تو بالکل دل نہیں لگتا عجیب دہشت برستی رہتی ہے جیسے ابھی کسی کونے سے بڑے بڑے دانت نکال کر کوئی بھوت اس پر جھپٹ پڑے کبھی کبھی منی کو لگتا ہے جیسے یہ گھر نہ ہو قبرستان ہو جہاں سے تھوڑی دیر پہلے لوگ کسی لاوارث لاش کو دفن کر کے بے تعلقی سے واپس چلے گئے ہیں۔ ابا ٹرک چلانے کے لیے جاتے ہیں تو کئی کئی دن نہیں لوٹتے اور لوٹ کر آتے بھی ہیں تو شراب کے نشے میں دھت جھومتے ہوئے ہاں اس دن گھر میں تھوڑی بہت چہل پہل ضرور ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ساتھ کھانے کا سامان بھی لاتے ہیں اور پیسے بھی اس دن بتو کو بھی جانے کہاں سے خبر مل جاتی ہے اور وہ بھی حاضر ہو جاتا ہے ویسے تو تین تین دن گذر جاتے ہیں اور اس کی صورت نظر نہیں آتی اور آتا بھی ہے تو ماں کی دوائی کے لیے رکھے دو چار آنے بھی چرا کر لے جاتا ہے وہ بولتی ہے تو بال پکڑ پکڑ کر مارتا ہے۔ کبھی کبھی اکیلے پن سے گھبرا کر اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ آجائے چاہے اس کے ساتھ جھگڑا ہی کیوں نہ کرے۔ لیکن اس کا کوئی پتہ ٹھکانا تو ہے نہیں۔ موٹر کے کارخانے کی نوکری سے پہلے ہی نکالا جا چکا ہے۔ سلیم مکینک کی دوکان پر جم نہیں سکا۔ آخر چوٹے کو کوئی کیوں رکھنے لگا۔ پرزے چرا کر بیچنے کی ایسی اسے ایسی لت پڑی ہے کہ اب بغیر چوری کے اس کا کام نہیں چلتا۔ لیکن کیا مجال جو کبھی کچھ گھر میں لے آئے۔ بس دن بھر کے بعد جب گھر میں گھستا ہے تو سوائے کھانے کے اور کوئی سبق یاد نہیں رہتا۔ لیکن جس دن ابا آئیں۔ اس دن کھانا بھی تو پیٹ بھر کر ملتا ہے اس دن چھوٹی بٹیا کو سنترے کی مٹھائی اور اماں کو بسکٹ بھی مل جاتے ہیں۔ بڑا مزہ آتا ہے۔ ابا سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور اماں سے کہتے ہیں 'ابھی کھاؤ' وہ چاہتے ہیں سب بسکٹ ماں کو کھلا دیں لیکن نشے میں انھیں ہوش کہاں ہوتا ہے۔ وہ

اماں کی نظر بچا کر بسکٹ سرہانے دبا لیتی ہیں اور دوسرے دن ان کے جانے کے بعد سب کو دیتی ہیں۔ ایک بار ابا نے انھیں بسکٹ چھپاتے دیکھ لیا تھا تو بہت مارا تھا۔ پیٹھ پر نیل پڑ گئے تھے۔ پہلے تو اماں چل پھر بھی لیتی تھیں لیکن جب سے ٹانگیں بیکار ہوئی ہیں تو کوئی چیز چھپا کر رکھنے کا سوال نہیں ہے۔ اور اب رکھیں بھی تو کیا اب تو ابا پندرہ پندرہ دن آتے ہی نہیں کبھی کسی آدمی کے ہاتھ پیسے بھجوا دیتے اور کبھی کوئی دوا۔ کم یا زیادہ جتنی سمجھ میں آئے وہ حلق کے نیچے دوا اتار کر لیٹ جاتی ہیں کبھی کبھی زیادہ دوا پی جانے پر پڑی سوتی ہی رہتی ہے ایسے میں گھر میں بڑا ڈر لگتا ہے۔ پتا نہیں کیوں اس وقت اماں کا چہرہ بھی بہت ڈراؤنا لگتا ہے۔ تب منی بھی گھبرا کر باہر نکل کھڑی ہوتی ہے۔ گلی کے اس پار جہاں سے بڑا بازار شروع ہوتا ہے۔ گراموفون ریکارڈ اور لاؤڈ اسپیکر والے کی دوکان ہے۔ وہ بائی اسکوپ کے پورے پورے ریکارڈ بجاتا۔ ایسے اچھے اچھے گانے ہیں اس کے پاس "جھوٹ بولے کوا کاٹے" — 'دم مارو دم' اور "میرے انگنے میں تمہارا کیا کام ہے" منی کو سب منہ زبانی یاد ہو جاتے ہیں۔ اماں نے کتنی بار منع کیا کہ وہ وہاں نہ جایا کرے لیکن منی وہاں ضرور جاتی ہے۔ شعلے کی اسٹوری سنتی ہے اس کا دل چاہتا ہے کہ ایک بار بسنتی کو دیکھے لیکن نہ تو اسے سینما کا راستہ معلوم ہے اور نہ ہی اس کے پاس ٹکٹ کے پیسے ہیں۔ سب بتاتے ہیں کہ سینما میں بہت پیسے دینا پڑتے ہیں۔ ہاں ایک ترکیب اس کی سمجھ میں آئی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کی دکان پر جو آدمی ادھر ادھر سامان پہنچانے کا کام کرتا ہے اسی سے کہے گی کہ اسے سینما دکھا دے۔ وہ اس پر بڑا

مہربان ہے وہ کبھی کبھی اسے آئس کریم لے کر کھلاتا ہے اور ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بٹھا لیتا ہے لیکن چھوٹی بٹیا کبھی اسے وہاں زیادہ دیر ٹکنے نہیں دیتی۔ ایسے گلا پھاڑ پھاڑ کر روتی ہے جیسے وہ منی کو مار ہی تو ڈالے گی۔ ایسے میں اسے بہت غصہ آتا ہے ایک تو دن بھر کمر پر لادے لادے گھومو پھر کسی سے بات بھی نہ کرنے دے۔ اسی لیے کبھی کبھی اسے پارک کے چبوترے پر پٹخ دیتی ہے بٹیا ہاتھ پھیلا پھیلا کر گود میں آنے کے لیے مچلتی ہے تو منی کو بہت مزہ آتا ہے وہ اور دور بھاگ جاتی ہے۔ بٹیا مچل مچل کر چبوترے پر لوٹنے لگتی ہے تو وہ دور کھڑے ہو کر قہقہے لگاتی ہے تب ہی یوکلپٹس کے پیڑ کے نیچے بھیک کے پیسے گنتی ہوئی 'راج رانی' دانت کٹکٹا کر اسے پکارتی ہے۔ اے حرام جادی اب اسے اٹھاتی ہے کہ نہیں۔ جالم لونڈیا کی جان لیے لیتی ہے۔ راج رانی کو دیکھ کر اس کی سٹی گم ہو جاتی ہے وہ ہنسی بھول کر اس کی صورت تکنے لگتی ہے۔ سر پر بالوں کا گھونسلا بڑی بڑی کیچڑ زدہ آنکھیں اسے ماں یاد آنے لگتی ہے ایسا لگتا ہے کہ ماں کی آنکھیں کلیجے میں اتری

جارہی ہیں وہ اس کا کلیجہ نوچ کر کھا لینا چاہتی ہے۔ ہاں سچ تو ہے پتہ نہیں ماں نے کچھ کھایا بھی ہوگا کہ نہیں وہ کولہوں کے بل کھسک کھسک کر باورچی خانے تک آ تو جاتی ہے لیکن خود کچھ پکا تو نہیں سکتی۔ اِدھر کولہوں میں زخم پھیلنے کی وجہ سے اپنی جگہ سے آگے بھی کم ہی بڑھ پاتی ہے۔

ماں کی یاد آتے ہی اس کا دل اس طیل ۔ سے اُچاٹ ہو جاتا ہے۔ وہ بیکتی جھیکتی گھر پہنچتی ہے۔ اسے لیٹا دیکھ کر وہ سکون کی سانس لیتی ہے۔ "شکر ہے وہ سو رہی ہے۔ منّی منہ اور ران پہ بھنکتی ہوئی مکھیوں کو ہنکاتی ہے اور آنکھوں کے گرد پڑ جانے والے گڑھوں کو گھور کر دیکھتی ہے: "ہائے تم کو سویرے سے کچھ بھی کھانے کو نہیں ملا۔ بیٹی کے ہاتھ میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا تھما کر وہ اسے فرش پہ بٹھا دیتی ہے اور پھر ایک نظر ڈالتی ہے۔ جیسے میلہ اُجڑنے کے بعد کا منظر ہوتا ہے جھوٹے برتن اِدھر اُدھر بکھرے ہیں گھڑا ایک طرف اوندھا پڑا ہے بجھے چولہے کی راکھ اُڑ اُڑ کر آس پاس بکھر گئی ہے۔ ٹنڈ منڈ درخت ساکت کھڑا ہے

یہ کیسا سناٹا ہے۔ میں ہوں۔ ماں ہے ۔ منّی ہے۔ پھر بھی ــــ پھر بھی گھر خالی کیوں لگ رہا ہے ــــ سب زندہ ہیں پھر یہ میت والے گھر کا سا سوگ کیوں۔"

وہ بالٹی لے کر باہر نل پر نکل جاتی ہے سائیں سائیں کرتی دوپہر اب ڈھلنے کو ہے نل پر کوئی نہیں بکھرا پر کھڑا گراموفون والا لڑکا اسے دیکھ کر لپکتا ہے اور سیٹی بجا کر اپنی طرف مخاطب کرتا ہے۔

"سیٹی کیوں بجاتے ہو کیا منہ میں زبان نہیں"

"ارے تو میری زبان سمجھتی کہاں ہے۔ یہی تو غم ہے۔ ذرا مسکرا کر دیکھ لے تو راجہ بنا دو۔ دیکھ میں تیرے لیے کب سے چنے لیے بیٹھا ہوں اور تو جھانکتی تک نہیں۔

اسے ایک دم احساس ہوتا ہے کہ وہ بہت بھوکی ہے اور دنیا میں سوائے چنوں کے اسے کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔ وہ جھپٹا مار کر اس طرح پڑیا چھینتی ہے جیسے چیل بوٹی نوچ لے جائے۔ وہ اس طرح جلدی جلدی کھانے لگتی ہے جیسے سبزی کا ٹھیلہ اکیلا پا کر گائے بیل منہ مارتے ہیں۔

"اب کھاتے ہی جائے گی یا میری بات بھی سنے گی ــــ"

"تم کہے جاؤ میں سب سُن رہی ہوں۔" وہ پھر بکر بکر منہ چلاتی ہے۔

"میں سوچ رہا تھا تجھے بائی اسکوپ دکھلاؤں گا چلے گی ــــ؟"

خوشی سے اس کا چہرہ کھل جاتا ہے۔ وہ ساری ہیروئنیں جنھیں پوسٹروں میں دیواروں پر چسپاں دیکھا تھا یکایک جیسے سامنے تھرکنے لگتی ہیں اور کانوں میں فلمی گانوں کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں۔ اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ لاؤڈ اسپیکر والے لڑکے نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا ہے لیکن تبھی ایک تیز رفتار ٹرک سامنے کی سڑک پر شور مچاتا گذرتا ہے۔

وہ بدک کر دور کھڑی ہو جاتی ہے۔ "بارہ برس کی جوان گھوڑی ہو گئی اور ابھی تک سڑکوں پہ ر ندناتی پھرتی ہے۔ خبردار جو شام کو گھر سے قدم نکالا۔ ہڈی پسلی توڑ دوں گا۔" اسے اس شور میں باپ کی آوازیں گونجتی محسوس ہوتی ہیں۔ وہ بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہے اور گھبرا کر ۔ول پڑتی ہے

"نہیں نہیں ــــ ابا ماریں گے میں نہیں جاؤں گی ــــ"

"بڑا خراب ہے تیرا باپ: جوان لڑکی پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔" اور وہ اس کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔

جوان۔ وہ گھبرا کر اپنا ہاتھ چھڑا لیتی ہے۔ تو کیا ــ کیا یہ اسی لیے میرے پیچھے ــــ وہ اپنے دبلے پتلے جسم پر نظر ڈالتی ہے ــــ نہیں نہیں یہ جھوٹا ہے۔ ابھی تو پچپن بھی پھلا پھولا نہیں۔ یہ جوانی کہاں سے آ گئی۔ وہ گھبرا کر بالٹی جلدی سے اٹھاتی ہے اور گھر چل دیتی ہے۔

روز صبح اسی طرح ہوتی ہے اور دن آنکھوں میں دھول جھونک کر گذر جاتا ہے۔ جانے کتنے دن کتنے مہینے اور سال اسی طرح گذر گئے ہیں کوئی فرق نہیں پڑتا بس ماں کے زخم بڑھتے جاتے ہیں اور ابا کا آنا گھٹتا جاتا ہے۔ ادھر بوجھی کئی دن سے نہیں آیا۔ شاید کسی چوری میں جیل بھیج دیا گیا ہے۔

"پانی ــــ اری منّی ذرا پانی پلا دے۔" ماں نیم بے ہوشی میں پکارتی ہے۔ وہ قلعی اترا تانبے کا کٹورہ ہاتھ میں تھما دیتی ہے۔ وہ غٹ غٹ سے پانی حلق میں

بشر نواز

احساس کی لو چھین لے نظروں کو بجھا دے
اس دور میں جینے کا مجھے کچھ تو صلہ دے
لکھ نام ہواؤں پہ مرا اور اڑا دے
میں بے گنہی کا گنہگار سزا دے
بجھتے ہوئے شعلوں کے جہنم میں گھرا ہوں
پھر چھو لے مجھے خون میں پھر آگ لگا دے
نو اُمیدی و اُمید کے زینے میں نہ بھٹکا
اس بھول بھلیاں کی عمارت ہی کو ڈھا دے
نیلام نہ ہونے کا عطا ہو کوئی انعام
تمغے کی طرح سینے پہ رسوائی سجا دے
پتھر میں نہ کر قید مقدر کے لکھے کو
دریاؤں کی تحریر بنا اور بہا دے
ہاتھوں سے سر چھین لے بازوؤں کو شل کر
اک عمر کے پیکارِ مسلسل کا صلہ دے
مختار ہے تو اپنی ہی مانند مجھے بھی
پتھر کی طرح جینے کا انداز سکھا دے

اتار لیتی ہے اور پھر اچانک پیٹ پکڑ لیتی ہے۔ پھر بڑی سی ابکائی کے ساتھ بھل بھل قے کر دیتی ہے اور نڈھال ہو کر پڑ جاتی ہے۔

"لو اور کام بڑھا دیا۔ اب ایک بھی تو کپڑا نہیں ہے کیا پہنوں گی۔" وہ جمپر اتار کر چادر جسم پر لپیٹ دیتی ہے اور اِدھر اُدھر خالی نظریں ڈالتی ہے۔ گھر میں کچھ بھی تو نہیں پیٹ کی آگ مٹانے کو۔ کل دوپہر میں چائے کے ساتھ روٹی کھائی تھی بس۔ اس کے بعد وہ بھوکی نظروں سے ایک ایک ڈبے کو ٹٹولتی ہے۔

"منّی ــــ!!!" ماں کی آواز کسی گہرے کنویں سے آئی محسوس ہوتی ہے۔"

"بہت بھوک لگی ہے ــــ" وہ اپنی ٹھہرا سی آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھتی ہے۔

"پھر میں کیا کروں ــــ" وہ عجیب بے بسی سے کہتی ہے۔

"تو دیکھ تو شا.. شاید بھوسی کے ڈبے میں سوکھی روٹی کا کوئی ٹکڑا پڑا ہو ــــ"

"بھوسی تو کل ہی آٹے میں ملا کر پکالی تھی اب اس میں کیا ہے؟"

"مجھے کچھ دے ... دے ... دے نہیں تو میں مر جاؤں گی ــــ" وہ منّی کا ہاتھ سختی سے اپنے سوکھے ہاتھوں میں دبا لیتی ہے۔

چھوڑو مجھے ــــ میں کہاں سے لاؤں ــــ میں تو خود بھوک سے ــــ

"منّی بہت ــــ بہت بھوک ــــ"

بھوک ــــ بھوک ــــ بھوک ... فضا میں بس یہی آواز گونجتی رہ جاتی ہے۔ یہ آواز اسے حلقہ بنا کر گھیر لیتی ہے۔ اسے سوکھے پیٹ لیے انسانی جسم اپنی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ وہ گھبرا کر اپنے سامنے آنے والے جسموں کو پرے ڈھکیلنے لگتی ہے ایک ہڈی کا سوکھا پنجرہ اس سے بری طرح الجھ جاتا ہے وہ اپنی پوری طاقت سے اس پر دوہتڑ برسانے لگتی ہے۔ اسے اپنا کلیجہ بھی بیٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کہیں یہ بھوک اسے ہی نہ کھا جائے۔ وہ اسے زور سے دھکا دیتی ہے۔ اور بے تحاشا بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔

وہ بھاگتی چلی جا رہی ہے ایک شور اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ پکڑو پکڑو یہ ڈائن ہے۔ اس نے اپنی بیمار ماں کو جان سے مار ڈالا۔ اسے جیل بھیجو۔ لیکن وہ سب کی پہنچ سے دور بھاگتی چلی جا رہی ہے۔ دور، بہت دور کسی ایسے گوشے کی تلاش میں جہاں بھوک بھوک کا شور نہ ہو اور نہ روٹی مانگنے والے سوکھے ہاتھ۔

پتہ نہیں دنیا میں کوئی ایسا گوشہ ہے بھی یا نہیں؟

(لکھنؤ سے نشر)

عائشہ صدیقی

احاطہ ناظر، قبر ماموں بھانجہ گولہ گنج۔ لکھنؤ

رات کے مسافر

کشمیری لال ذاکر

میں انل بھرانی بول رہا ہوں۔ اندور سے آیا ہوں۔" ٹیلیفون پر ڈاکٹر انل نے بتایا

"کب پہنچے ہو بھائی؟"

"دو روز ہو گئے۔"

"ڈاکٹر اگروال نے تو لکھا تھا کہ تم چنڈی گڑھ پہنچتے ہی میرے پاس آؤ گے۔"

"ایک دوست ساتھ تھا۔ اُس کی سسرال میں رُک گیا۔"

"سسرال تو کسی کی بھی ہو۔ بڑی پرکشش ہوتی ہے —"

میری بات پر ڈاکٹر انل بھرانی ہنسا۔ اُس کی ہنسی جوان اور دلکش تھی۔ اُس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا

"میری رہائش کا انتظام ہو گیا کیا؟"

"ہو جائے گا۔ فکر مت کرو۔ مہینہ بھر تو رہنا ہے تمکو۔ کونسا سال بھر کا پروگرام ہے تمہارا چنڈی گڑھ میں۔"

"لیکن سر! اپنا ٹھکانہ تو ہونا ہی چاہیے۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔ تم اپنے دوست کی سسرال چھوڑ کر میرے ہاں چلے آؤ۔"

بس اتنی گفتگو کے ساتھ ہی ٹیلیفون کٹ گیا اور اور پھر ڈاکٹر انل سے کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ میرے پاس ٹھہرا۔

انل میرے ایک دوست کا لڑکا ہے۔ اور اندور میڈیکل کالج میں لیکچرار ہے۔ چنڈی گڈھ کی پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں ڈائلیسز کی ٹریننگ لینے آیا تھا۔ وہاں میڈیکل کالج میں ڈائلیسز کی مشین تو تھی لیکن استعمال نہیں ہو رہی تھی۔ جو ڈاکٹر سرکار کے خرچ پر امریکہ سے ٹریننگ لے کر آیا تھا۔ وہ سال بھر ہوا کالج سے استعفیٰ دے چکا تھا۔ اور اب جواہر مارگ پر پرائیوٹ پریکٹس کر رہا تھا۔ ڈاکٹر انل بھرانی میڈسن میں ایم ڈی کر چکا تھا۔ اور چنڈی گڈھ میں اسے ڈائلیسز کی ٹریننگ کے لیے بھیجا گیا تھا کہ ڈائلیسز کی مشین جو سال بھر سے کاڑی بھی استعمال میں لائی جا سکے اور مریض اس سہولت کا فائدہ اٹھا سکیں۔

ڈاکٹر انل میرے پاس ٹھہرا تو نہیں تھا۔ لیکن ہر تیسرے دن مجھے ملنے ضرور آتا تھا۔ اور نیفرولوجی کے بارے میں بات چیت کرتا رہتا تھا۔ ایک شام کو آیا تو کہنے لگا:

"میرے ساتھ ہسپتال چلیے۔ ایک مریض کی آپ سے ملاقات کراؤں۔"

مجھے رینل فیلیور سے متعلق انل سے کئی بار بات کرنے میں اس بیماری کے بارے میں مزید واقفیت حاصل کرنے اور مریضوں سے ملنے کا شوق ہوا۔ خاص طور پر ڈائلیسز کے پروسیس کو جاننے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

"بس ایک ہی مریض سے ملواؤ گے؟" میں نے پوچھا

"ملواؤں گا تو آپ کو تین چار مریضوں سے۔ لیکن ایک مریض سے خاص طور سے ملواؤں گا۔"

"وہ کون ہے؟"

"ایک لڑکی ہے جس کی شادی کو صرف دو سال ہوئے ہیں —"

"اُس کا کوئی بچہ ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"کوئی نہیں۔ رینل فیلیور کے مریضوں عورتوں کے عام طور سے اولاد نہیں ہوتی۔"

"کیوں —؟"

"وہیں وارڈ میں بتاؤں گا۔"

ڈاکٹر انل کی عمر بھی کوئی ۳۰ کے قریب ہوگی۔ لیکن لگتا تھا اُس نے اپنے پروفیشن میں خاصی سادھنا کی تھی اپنی عمر کے لحاظ سے وہ کافی میچیور تھا۔

میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں سب سے پہلے وہ مجھے ڈائلیسز روم میں لے گیا۔ جہاں مشینیں رکھی تھیں۔ وہ مجھے اُس کے استعمال کے بارے میں تفصیل سے بتاتا رہا۔

پھر وہ مجھے وارڈ میں لے گیا جہاں دو مریض تھے۔

پہلا مریض موہن لال تھا جو بہار سے آیا تھا اور وہاں ٹرانسپورٹ کے محکمے میں کلرک تھا۔ پچھلے ۶ ماہ سے اُس کے گردے فیل ہو چکے تھے۔ اور اس کی بائیں ٹانگ میں ٹخنے سے اوپر کے حصے میں آرٹریو وینس شنٹ لگا کر ڈائلیسز کیا جا رہا تھا۔ ہفتے میں دو بار شنٹ والے حصے میں انفیکشن ہو جانے سے اسے کافی تکلیف تھی۔ اُس کی دیکھ بھال اسکی بیوی کر رہی تھی۔ جو ڈاکٹر انل کے کہنے کے مطابق اب اتنی پُر امید نہیں تھی۔ جتنی کہ وہ اُس وقت تھی جب پٹنہ کے ڈاکٹروں نے اُسے چنڈی گڈھ بھیجا تھا۔

دوسرا مریض حنیف تھا جو علی گڈھ سے آیا تھا۔ جب میں اُسے ملا تو وہ آنکھیں بند کیے پڑا تھا اُس وقت اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک دم اکیلا تھا۔ آج ہی اُس کا ڈائلیسز ہوا تھا۔ جس میں اُسے کافی تکلیف ہوئی تھی وہ بڑا مضمحل اور اُداس لگ رہا تھا۔ حالانکہ اُس کا چہرہ بڑا خوبصورت تھا۔ اور اس کے لمبے لمبے بکھرے ہوئے سیاہ بال اچھے لگ رہے تھے۔ اُس نے مسکرا کر ایک بار ڈاکٹر انل کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے کہہ رہا ہو اب آپ جائیے۔

میں چنڈی گڈھ میں رہتے ہوئے بھی آج پہلی بار نیفرالوجی ڈیپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ وہ مریض جس سے دراصل ملوانے کے لیے انل مجھے پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ میں لایا تھا۔ اس کا نام پرتبھا تھا وہ چوتھے فلور کے پرائیوٹ وارڈ کے کمرہ نمبر ۱۱ میں تھی۔ کمرے کے باہر لگی چٹ پر بھی یہی نام لکھا تھا۔

جب میں ڈاکٹر انل کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو پرتبھا بیڈ پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"گڈ ایوننگ ڈاکٹر —" اس نے مسکراتے ہوئے کہا — "یہ ہیں آپ کے لیکھک دوست جن سے آپ ملوانا چاہتے تھے؟"

"ہاں —" انل نے اپنی دلکش مسکراہٹ ہسپتال کے پرائیوٹ بیں میں بکھیر دی میرا ذہن ایک سال پہلے کے کونارک مندر کے مین گیٹ پر تصویر کی طرح لگے ایک چہرے کی طرف گھوم گیا۔ ایک سانولا سا پرکشش چہرہ جس پر اُڑیا کلچر کی بھرپور چھاپ تھی۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟" پرتبھا نے اچانک ایک جملہ میری طرف پھینکا۔ میں یوں چونکا جیسے کسی نے برف جیسے ٹھنڈے پانی کا چھینٹا میرے چہرے پر مارا ہو۔

"کچھ نہیں — کچھ بھی تو نہیں۔" میں نے اپنی کھیج چھپانے کی غرض سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم اُڑیا لوگ دل کی بات فوراً جان لیتے ہیں۔" وہ بولی "خاص طور سے عورتیں" سامنے کھڑے دراز قد بھرے بھرے جسم والے نوجوان نے کہا۔

تو میرا یہ اندازہ درست تھا کہ پرتبھا اُڑیسہ کی رہنے والی تھی جہاں کے خوبصورت مندروں کی ایک اپنی خوبصورت

تاریخ ہے۔

"آپ پرتبھا کے ہسبینڈ ہیں۔ اڑیسہ میں فارسٹ کنٹریکٹر" انل بولا۔ جیسے اس کا تعارف کروا رہا ہو۔

میں جواب میں صرف نمسکار کے لیے ہاتھ ہی جوڑ سکا بول نہیں سکا کچھ بھی۔

"اور یہ" پرتبھا نے کہا

"میری ماں سے ملیے جس کی پریرنا سے میں جی رہی ہوں ـــ"

وارڈ میں سامنے پچاس برس کی ایک عورت کھڑی تھی۔ عمر دلکش نہیں تھی لیکن چہرہ دلکش نہیں تھا۔ ہلکے سے گورے نقش۔ ہلکے سے کالے بال اور ہلکا سا میک اپ اور خود بھی ہلکی پھلکی سی۔

"شپ ٹریولز لائٹ ان دی وارڈ" پرتبھا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور مجھے لگا جیسے کونارک مندر کی کوئی مورتی ہنسی تھی اور اس کی ہنسی کی آواز مندر کے گنبد میں گونجے جا رہی تھی۔

"میرا مریض دیکھا آپ نے سر" انل نے بڑی عقیدت سے پوچھا۔

"ابھی دیکھ رہے ہیں۔ شاید سوچ رہے ہیں کہ میں کہاں سے پکڑ میں آ سکتی ہوں" پرتبھا بولی

"یہی تو سوچ رہا ہوں پرتبھا جی۔ اڑیا عورتیں واقعی من کی بات جان لیتی ہیں"

میں مسکرایا اور پرتبھا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سانولے چہرے کو پونچھتے ہوئے کہا

"ڈاکٹر میرا رنگ جو اب کالا ہو گیا ہے۔ کبھی میری ماں کے رنگ کی طرح تھا آپ کو دکھاؤں ایک برس پہلے کی اپنی تصویر ـــ"

"رنگ کا کالا ہونا تو اس بیماری کا نتیجہ ہے۔ جب گردہ ٹرانسپلانٹ ہو گیا تو رنگ خود بخود ہی صاف ہو جائیگا" انل نے جواب دیا۔

"اس کو سمجھاؤ۔ میرے خاوند کو جو بہت ہی پیارا آدمی ہے۔ لیکن اسے سانولا رنگ پسند نہیں" پرتبھا کے زوردار قہقہے سے اس کا خاوند جیسے گھبرا گیا تھا

"یہ تو سٹھیا گئی ہے۔ رنگ کا اوبیشن ہو گیا ہے اسے" پرتبھا کے خاوند نے تلخی سے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ ڈاکٹر۔ یہ جو تم نے میری بائیں کلائی پر کئی دنوں سے پٹی باندھ رکھی ہے اس کا کیا حشر ہوگا؟ وہی جو دائیں کلائی کا ہوا تھا؟ دیکھتے ہیں یہ کالے کالے داغ جو کبھی زخم تھے اور مندمل ہو کر صرف داغ رہ گئے ہیں"

"آرٹرو وینس فسچولا کا تو یہی پروسس ہے پرتبھا جی۔ اگر آپ کی آرٹری اور وین دونوں پھول گئیں تو سمجھئے فسچولا تیار ہو گیا اور آپ کی پریشانی ختم۔ ڈائلیسز میں جو تکلیف آپ کو برداشت کرنی پڑتی ہے پھر نہیں ہوگی۔ کم سے کم تین چار سال"

تو آپ مجھے تین چار سال اس عذاب میں رکھنا چاہتے ہیں" پرتبھا کی آواز میں بڑا درد تھا۔

"نہیں ـــ صرف اس وقت تک جب تک کہ گردہ ٹرانسپلانٹ نہیں ہوتا"

"لیکن میں چار سال تک یہ تکلیف برداشت کرونگی مجھ میں خود اعتمادی بہت ہے۔ ورنہ اب تک مر گئی ہوتی"

"کچھ دیر لیٹ جاؤ پرتبھا تھک جاؤ گی" اس کی ماں نے پرتبھا کی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کوئی ناول لکھیں گے مجھ پر" پرتبھا نے اپنی ماں کا جواب نہ دیتے ہوئے اچانک مجھ سے سوال کیا۔

"کس نے کہا آپ سے"

"ڈاکٹر نے ـــ" وہ بولی

"لیکن ڈاکٹر تو اگلے ہفتہ انڈر جا رہا ہے۔ اس کی بات پر کیسے یقین کیا آپ نے"

"اس لیے کہ اس نے دوسرے ڈاکٹروں کی طرح مجھ سے جھوٹ نہیں بولا"

"کیا کہا ہے اس نے آپ سے"

"کہا ہے کہ گردہ ٹرانسپلانٹ ہونے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ سال زندہ رہ سکتی ہوں"

"سچ ـــ" میں نے چیخ کر کہا۔

"اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ تمہاری ماں ۵۰ سال کی عمر میں اپنا گردہ تمہیں دے کر سخت خطرے میں ڈال رہی ہے"

"کیا یہ ٹھیک ہے ڈاکٹر انل"

"یہ بھی ٹھیک ہے" میری بات کا جواب انل نے نہیں پرتبھا کی ماں نے دیا اور یہ جواب دیتے ہوئے اس کے گورے چہرے پر زندگی کی شام کا دھندلکا پھیلنے لگا۔

"تو ٹھیک کیا نہیں ہے۔ کون بتائے گا مجھے؟"

"یہ کوئی بھی نہیں بتا پائے گا میرے لیکھک دوست یہ تمہیں خود ہی جاننا ہوگا اور اس راز کو پانا ہوگا۔ اور یہ راز تم جب ہی جان پاؤ گے جب تمہارا اپنا ایل فیلیور ہوگا۔ اور تمہارا فسچولا تیار ہونے میں کئی مہینے لگ جائیں گے۔ اور تم تڑپو گے اور کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ تمہیں صرف ہمدردی ملے گی، درد بانٹنے والا کوئی نہیں ملے گا" پرتبھا نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر آہستہ سے بستر پر لیٹ گئی اور تکیے پر رکھے اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔

میں ڈاکٹر انل کو وارڈ میں ہی چھوڑ کر باہر آ گیا۔ جب ہم وارڈ میں داخل ہوئے تھے تب روشنی تھی اور اب ہلکا ہلکا اندھیرا ہونے لگا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ پرتبھا اور اس کی ماں ایسے دو مسافر ہیں جن کے سامنے کوئی منزل نہیں۔ کوئی روشنی نہیں کوئی چاند نہیں۔ صرف لمحہ لمحہ گہرا ہوتا اندھیرا ہے جو ایک ہی بار رات کے گہرے سمندر میں ڈوب کر ہمیشہ کے لیے اپنا وجود ختم کر دے گا اور اسی وقت ساحل سے روشنی کی کوئی کرن ناچ اٹھے گی۔ جیسے کونارک کے مندر کے باہر تصویر کی طرح لگی اڑیا لڑکی کے چہرے پر کسی دیکھنے والے کی گہری نگاہ ـــ!

(جالندھر سے نشر)

وکٹوریہ فال

کے نزدیک میں روز ویلا میں مقیم تھا۔ دارجلنگ کی فضا برف سے نہا کے کہاسے کی چادر میں لپٹی ہوئی تھی، رات کے تاریک چہرے سے وقت کا آنچل نصف سے زیادہ سرک چکا تھا۔ دروازہ پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی ہلکی آواز ابھری۔

"بابو جی ـــ"

"بابو جی ـــ"

میں نے لحاف سے منہ نکالا۔ سرد تیز ہوائیں میرے چہرے کو چھیدتی ہوئی گذر گئیں، ردعمل یہ ہوا کہ میرے ہونٹ کانپنے لگے، جلدی سے میں نے ریکٹ سے لونگ کوٹ اتار کے پہنا اور دروازہ کھول کے باہر آ گیا۔

"اب تک آپ سوئے ہوئے تھے بابو جی ـــ" ہمالیہ کی ترائی میں پرورش پائی ہوئی شانتی، پھٹے ہوئے کمبل سے اپنا جوان جسم ڈھانپے خچر کی لگام تھامے سامنے کھڑی تھی۔

تم بہت پہلے آ گئیں، ابھی تو کچھ رات باقی ہے ـــ" میں نے کہا

نہیں بابو جی، اب رات کہاں رہی، وہ اوپر دیکھئے صبح کا تارا ـــ" اس نے بڑے بھولے پن سے آسمان کے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا ـــ" آپ جلدی سے تیار ہو جائیے نہیں تو ٹائیگر ہل جاتے دیر ہو جائے گی اور آپ وہاں کی سنہری دنیا نہیں دیکھ پائیں گے ـــ"

میں اندر آ کے باتھ روم میں گھس گیا اور وہاں سے نکل کر جب باہر آیا تو نہ شانتی تھی اور نہ اس کا خچر۔ میں سوچ میں ڈوب گیا کہ عجیب تھی شانتی خود ہی جلد تیار ہونے کی تاکید کر کے کہاں غائب ہو گئی کہ اتنے میں وہ کہاسے کو چیرتی ہوئی خچر پر نمودار ہوئی اور خچر سے اترتی ہوئے بولی

"آپ نے چائے تو نہیں پی ہو گی، میں آپ کے لیے چائے لے آئی ہوں ـــ"

"بہت خوب ـــ" میں اس کی دانشمندی پر مسکرا اٹھا۔ گرم گرم چائے پی کر میرے جسم کی رگوں میں گرمی اور توانائی آ گئی تو میں کر بھر اونچے خچر پر سوار ہو گیا۔ اور وہ خچر کی لگام تھام کے خراماں خراماں آگے چلنے لگی، داروغہ بازار پہنچ کے ایک چائے کی دوکان کی گدی پر بیٹھی ہوئی نیپالی عورت کو اس نے چائے دانی اور گلاس دیتے ہوئے چائے کی قیمت چکائی اور پھر چلنے لگی۔ راستے ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اور غضب کا کہاسہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ شبنم روئی کے گالے کی طرح برس رہی تھی۔ سڑک کے بائیں طرف ڈھلوان تھا۔ جس میں چائے کے گھنے باغات تھے، دائیں سیدھی نوکیلی گہرائی میں موت دامن پھیلائے تھی۔ چیڑ اور ساگوان کے پتے ہواؤں سے بج رہے تھے۔ میں خچر سے اتر پڑا۔

"کیوں بابو جی تکلیف ہو رہی ہے۔ کمبل ڈال دوں"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں، پیدل چلنا چاہتا ہوں ـــ"

اب میں اس کے ساتھ ساتھ شانہ سے شانہ ملائے چل رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں خچر کی لگام تھی دوسرے

روشنی

انجم جمالی

ہاتھ سے وہ کمبل کے دونوں کناروں کو اپنے سینے کے قریب زور سے پکڑے ہوئے تھی، جیسے کہ وہ سلگتے شعلوں پر راکھ ڈال رہی ہو اور وہ شعلے بلند ہونے پر تُلے ہوں۔ میں نے قریب سے اُس کا جائزہ لیا۔ مٹی سے تخلیق شدہ چہرہ جوانی کے رنگ و روغن سے ہزاروں جلوؤں کی آماجگاہ بنا تھا۔ زلف بکھری ہوئی اور کانوں میں بالیاں جھول رہی تھیں۔

"تمہیں ڈر نہیں لگتا؟ ـــ" میں نے چلتے چلتے پوچھا
"کس بات کا ڈر بابوجی؟ ـــ"

اب میں کیا کہتا، انجانے مرد کی ہوس کا ڈر، بات بڑی غیر معیاری اور بھونڈی سی تھی۔ میں نے بات بنائی۔

"گہراسے کے اندھیروں میں گہرائیوں میں گر جانے کا ڈر ـــ"

"زندگی جب اندھیروں میں پلی ہو تو کہاسے کے اندھیروں سے کیا ڈروں بابوجی ـــ" اُس نے کہا۔

بات بڑی معقول تھی، میں اس کی باتوں کی گہرائیوں میں پل بھر جھانکتا رہا پھر بولا۔

"لیکن آئے دن تم جن کو اپنے خچر پر بٹھا کے لے جایا کرتی ہو اُن کو تو تم جانتی نہیں ہو؟"

"نہ جاننے سے کیا فرق پڑتا ہے بابوجی؟" اُس نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"فرق کیسے نہیں پڑتا، بہت کچھ پڑتا ہے ـــ" میں نے اُس کے دل میں اُترنے کی کوشش کی ـــ "فرض کرو کہ وہ آدمی اچھا نہ ہو اور وہ ویران راستے میں تمہیں....."

"چھی ـــ" اس نے میری بات کاٹ لی ـــ "میں اپنے سیاحوں کے متعلق اتنی گری ہوئی بات سوچ بھی نہیں سکتی ـــ" عقیدت اور اعتماد کے جذبے سے اُس کا دل لبریز تھا۔

"ایسا نہیں سوچنا تمہاری غلطی بھی تو ہو سکتی ہے ـــ" میں نے بات آگے بڑھائی۔

"یہ تو میں نہیں جانتی بابوجی" وہ مسکرائی۔

کچھ دُور تک ہم دونوں خاموش چلتے رہے، لیکن میں من کی جس آگ میں جل رہا تھا اُس نے پھر مجھے بات کرنے کے لیے اُکسایا اور میں نے سوال کیا۔

"کیا تمہیں ایسا کوئی سیاح نہیں ملا، جو شرابی ہو، نشہ میں بک رہا ہو۔ خچر سے گرا جا رہا ہو ـ"

"ملا تھا ایک" اُس نے نفرت اور حقارت سے کہا ـــ "جوان تھا، نشے کی حالت میں خچر سے گر کے بیہوش ہو گیا تو جھیل سے پانی لا کے اس کو ہوش میں لایا اور پھر میں نے اُس کو اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر خچر پر بٹھا کے ہوٹل لے گئی جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا"

میں بھی اُس کے بازوؤں کا سہارا لے کر خچر پر سوار ہو گیا۔ اُمید کی ہلکی سی کرن مرے دل میں پھوٹی اور اُس کی شعاعوں سے آرزوئیں روشن ہو گئیں، عورت کے قرب کا میں متلاشی تھا۔ شادی کے چند ہی مہینے بعد میری

بیوی مدقوق ہو کے سینٹی ٹوریم میں داخل ہو گئی تھی اور جب سے میں بھٹک رہا تھا۔

"بابوجی وہ دیکھئے سامنے ٹائیگر ہل ـــ"

میں نے چونک کر ٹائیگر ہل اور پھر اس کو دیکھا۔ کتنی معصومیت، کتنا بھولا پن، کتنی جاذبیت تھی اُس کے چہرے میں، دو گھنٹے تک میں اُس کے ساتھ ٹائیگر ہل پر جہاں آفتاب کی سنہری کرنیں زمین پر اُتر کے ہر شے کو سنہرا بنا دیتی ہیں، گھومتا رہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ یہاں شنکر پاروتی کبھی ملے تھے"
شانتی نے مہر سکوت توڑی۔

"اور تم کیا سمجھتی ہو؟ ـ" میں نے پوچھا
"میں سمجھتی ہوں کہ ایشور نے ہم غریبوں کی روزی کا سامان کر دیا ہے ـــ" وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی

میں بہت دیر تک اُس کی دانائی اور عقل پر حیران رہا۔ کتنا واضح جواب تھا اُس کا، وہ جو کہ ان پڑھ تھی مزدوری کرتی تھی۔ واپسی میں جب میں داروغہ بازار سے گذر رہا تھا

تو میرے دل میں لگی ہوئی آگ میں کچھ چنگاریاں پھوٹیں۔ جذبات کے سیلاب کا بہاؤ جب قدرے کم ہوا تو میں نے پوچھا۔

"تمہارے ماتا پتا بچے ہیں نا؟ ـــ"

"نہیں بابوجی ـــ" وہ محبت کی تڑپ سے تقریباً کراہ اُٹھی۔

"تو پھر تم کس کے ساتھ رہتی ہو؟" میری نگاہیں اُس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"اپنے شوہر کے ساتھ ـــ" اُس کا مختصر سا جواب تھا۔

"تم شادی شدہ ہو اور اپنی ایسی حالت بنا رکھی ہے۔ اتنی جانفشانی کرتی ہو، کیا تمہارا شوہر شرابی جواری ہے ـــ" میں نے ایک ہی سانس میں سوالوں کی اُس پر بوچھار کر دی

"نہیں بابوجی ایسی کوئی بات نہیں ہے ـــ" دل کے درد سے آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کو اُس نے کمبل کے ایک کونے میں جذب کرتے ہوئے کہا

"میرے شوہر نے مجھے سب کچھ دیا تھا، سکھ چین آرام و راحت لیکن اب وہ مجبور ہے بابوجی ـــ"

"کیا ہوا ہے اُس کو؟ ـــ" میں نے پوچھا

"پچھلے سال زہریلی ہوائیں اُس کو لگ گئیں اور تب سے وہ اپاہج ہے ـــ" اُس نے کہا۔ "اپنا دکھ اور میری پریشانیوں کو دیکھ دیکھ کے وہ کئی بار خودکشی کی کوشش کر چکا ہے، بڑا پاگل ہے بابوجی وہ، ذرا نہیں سوچتا کہ میں اس کے بغیر کیسے زندہ رہ سکوں گی ـــ"

اُس کے کردار کی عظمت کے آگے میرے دل کے سارے ولولے سرد پڑ گئے، میں خود کو اُس کے مقابل ذلیل اور ننگا سمجھنے لگا گرچہ میرا خاندانی وقار اس کے مقابلے بہت اونچا تھا۔ سماج میں ایک ساکھ قائم تھی، پر سب

کچھ ہوتے ہوئے بھی شانتی کے آگے کمتر تھا۔ اور یہ حقیقت تھی جو ایمانداری کے تقاضے کے تحت جھٹلائی نہیں جا سکتی تھی۔ میں انسانی شرافت پر ایک بدنما داغ تھا تو وہ مجسم نور تھی وہ کوئلے کے اندر چھپی ہوئی ہیرے کی کنی تھی تو میں ظاہری چمک سے بھرپور معمولی کانچ کا ٹکڑا۔ میرا اس سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ بات بظاہر جو بہت چھوٹی سی تھی اُس نے میری سوچ کا رخ موڑ دیا۔ قیام گاہ پر پہنچ کے سب سے پہلے میں نے اپنے پتا کو اس مضمون کا تار بھیج دیا۔

"میں شانتی کا مشکور ہوں کہ اُس کی زندگی سے پھوٹتی ہوئی روشنی نے میرے فرض کی راہ منور کر دی ہے۔ اور آج میں اُس جرم کا سوچ کے لرز اُٹھا ہوں جو کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ آپ میری دوسری شادی کی تیاریاں ختم کر دیجئے میں یہاں سے سیدھا بھوالی سنی ٹوریم جا رہا ہوں اور وہاں اپنی بیوی کی خدمت اور دلجوئی اُس وقت تک کروں گا جب تک وہ اچھی نہ ہو جائے"

(پٹنہ سے نشر)

گذشتہ سے پیوستہ

ریڈیو سنگیت سمیلن ۸۲

منگل ۱۶ر نومبر

رات ۱۰-۰۰ سے ۱۰-۲۰

لطیف احمد خاں	طبلہ
از الدین خاں	اسراج
اقبال بھارتی	ہارمونیم

رات ۱۰-۲۰ سے ۱۱-۰۰

شوبھا گرتو	گائن
بالا کرشنا ایر	طبلہ
بابو راؤ نیجکر	ہارمونیم

(۱۰ر اکتوبر کو الہ آباد میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۱۷ر نومبر

رات ۱۰-۰۰ سے ۱۱-۰۰

مدیری منگلم راما چندرن	گائن
وی کے ونکٹا رامنم	وائلن
ایم کرشنا مورتی نائیر	مردنگم
ڈی اے وو وائیر	گھاٹم

(۹ر اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۱۸ر نومبر

رات ۱۰-۰۰ سے ۱۱-۰۰

بدھ دیو مکرجی	ستار
سوہن لال مشرا	طبلہ

(۱۰ر اکتوبر کو دھارواڑ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۱۹ر نومبر

رات ۱۰-۰۰ سے ۱۱-۰۰

آر وینکٹا رمن	وینا
بی۔ وورائے سوامی	مردنگم

(۱۰ر اکتوبر کو تریچورا پلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۲۰ نومبر

رات ۹-۳۰ سے ۱۱-۰۰

ایل کے پنڈت	گائن
حامد خاں	سارنگی
من موہن سنگھ	طبلہ

(۱۰ر اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۲۱ر نومبر

رات ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۳۰

میرا ناتھن	گائن
کووائے بالا سبرامنیم	وائلن
ایم ٹی سرینواسن	مردنگم

(۱۰ر اکتوبر کو تریچورا پلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۲۲ر نومبر

رات ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۳۰

علی حسین و ساتھی	شہنائی

(۱۰ر اکتوبر کو گوہاٹی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۲۳ر نومبر

رات ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۳۰

تھرو وزا اجیا شنکر	ناگا سورم
وی اے آر سبرامنیم	تاویل

(۱۰ر اکتوبر کو حیدر آباد میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

لطیف احمد خاں — شوبھا گرتو

مدیری منگلم راما چندرن — آر وینکٹا رمن

ایل کے پنڈت — علی حسین و ساتھی

میرا ناتھن

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز) [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز) شارٹ ویو : [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز) [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز) شارٹ ویو : ۳۱ میٹر ([illegible] کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو [illegible] میٹر ([illegible] کلوہرٹز) شارٹ ویو ۵ .۹۱ میٹر ([illegible] کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم نومبر دیکھیے

منگل ۱۶ نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۱۵ شہر صبا
ستیش بھوم انی، صبا افغانی کا کلام
ریتا گنگولی، حفیظ جالندھری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش وڈھیرہ، بانسری پر
راگ دلش کار

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
سمتی متانکر، خیال

دوپہر

۲-۰۷ بھگتی گیت

۲-۳۰ نغمہ و تبسم

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
(۱) 'دل کا آپریشن' تقریر از ڈاکٹر خلیل اللہ
(۲) انیتا رائے چودھری : غزلیں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ریتا گنگولی، غزلیں

۹-۰۰ 'ہندوستانی معاشرہ' سلسلہ تقاریر
'معاشرہ اور تعلیمی یک جہتی'
از پروفیسر باقر مہدی

۹-۲۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سمتی متانکر، خیال ہیم نٹ
پرکاش وڈھیرہ، بانسری پر
راگ درباری

بدھ ۱۷ نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
ششی لتا ورک، نیر آتشی کا کلام
امبر کمار دیو، حسرت موہانی اور
شاہ حاتم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ونے کمار، ستار پر گجری توڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سندھیا مکرجی، خیال گن کلی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) 'کاش کہ سوچا ہوتا لوگر رکھنے سے پہلے'
تقریر از ماجدہ اسد
(۲) گیت
(۳) دستر خوان

۳-۰۰ بات ایک فلم کی

رات

۸-۰۰ حسن غزل
ششی لتا ورک، غزلیں

۹-۰۰ شہر نامہ

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سندھیا مکرجی، خیال بہاگ
ونے کمار، ستار پر راگ کروانی

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی، قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
بلونت بنسل، مجاز اور فیض کا کلام
ایرانگم، سکندر علی وجد،
اختر انصاری اور ساحر لدھیانوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین و ساتھی، شہنائی پر
راگ جوگیا

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سوہن سنگھ، خیال گجری توڑی

دوپہر

۲-۰۰ دسوپ چھاؤں

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بلونت بنسل، داغ دہلوی اور
نوح ناروی کا کلام

۸-۴۵ ڈرامہ

۱۰-۰۰ 'ملیالم کی نئی شاعری'
تحریر، حیات مانشاہ (مدراس)

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سوہن سنگھ، خیال مالکی
سکندر حسین و ساتھی، شہنائی
پر راگ گوری

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح

۵-۴۰ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک معہ تشریح
نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا
اقبال احمد صدیقی، عمر انصاری اور
اختر شیرانی کا کلام
ستیہ پال آنند، ظفر اور مومن کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
احمد رضا، وچتر وینا پر توڑی

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ کہانی ایک گیت کی

۲-۳۰ پنگھٹ

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
کرونا ابرول، عرش ملسیانی اور
ساغر نظامی کا کلام

۹-۰۰ ریل سفر، تقریر از
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

۹-۳۰ جیون درپن

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
احمد رضا، وچتر وینا پر مالکونس
بڑے غلام علی خاں،
خیال اور ترانہ کاموو

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
مدھو رانی، شکیل بدایونی، فراق
اور جگر کا کلام
معین الدین، شمیم جے پوری اور
نظام لکھنوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
نعل مکرجی، سرود پر نٹ بھیروی

۹-۳۲ ملکی کلاسیکی موسیقی
سودیتا ایڈی، ٹھمری بھیروی،
ٹپا اور جیتی

دوپہر

۲-۰۰ گیتانجلی

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) لوک گیتوں میں عورت کا تصور
'پنجابی لوک گیتوں میں'
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ دوپہر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
معین الدین، فاخر اور فانی کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ منظر پس منظر
تحریر : م۔ک۔ مہتاب

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
(۱) جھلکی (۲) گیت

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بی آر دیودھر، خیال مارو بہاگ
اور مالکونس
رحمت علی خاں، سرود پر
راگیشری اور راگ شری

اتوار ۲۱ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
غلام علی، میر حسن کا کلام
سپرانوس، میر تقی میر اور
فراق کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
پی ڈی سپت رشی، وائلن پر
راگ جونپوری
۹-۳۲ چلتے چلتے
دوپہر
۲-۰۷ آپکا خط ملا
۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
رات
۸-۳۰ حسن غزل
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
۹-۳۰ کجرن کائے
ٹھمری مشر کھماج
۱۰-۰۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گنیش راجندر بہرے بوا، خیال
اور ترانہ شدھ کلیان
پی ڈی سپت رشی، وائلن پر
راگ درباری

پیر ۲۲ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
سریندر کور، صبا افغانی کا کلام
محمد یعقوب، پارساجے پوری اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس، سنطور پر
راگ بسنت مکھاری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شروتی ڈبلو سدولکر، خیال رام کلی
دوپہر
۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۳۰ راگ رنگ
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
رات
۸-۳۰ حسن غزل
سریندر کور، غزلیں
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شروتی ڈبلو سدولکر، خیال کیدارہ
بھگوان داس، گٹار پر باگیشری

منگل ۲۳ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
بن دیوانہ، جگر کا کلام
ملکہ پکھراج، اقبال، فیض
اور غالب کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
امرناتھ، بانسری پر
راگ گجری توڑی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سری کانت بھاکرے، خیال للت
دوپہر
۲-۰۷ فلمی قوالیاں
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
رات
۸-۳۰ حسن غزل
بن دیوانہ، داغ دہلوی کا کلام
۹-۰۰ "میرا نقطہ نظر" تقریر از
اقتدار عالم خاں (علیگڑھ)
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سری کانت بھاکرے، خیال بروا
امرناتھ،
بانسری پر راگ چندر کونس

بدھ ۲۴ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
پربتا بلبیر سنگھ، بی کے پوری،
امیر قزلباش اور عرش ملسیانی
کا کلام
صلاح الدین احمد، اختر شیرانی
اور جاں نثار اختر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دتیہ مکرجی، ستار پر راگ للت
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سرفراز حسین خاں، خیال بھٹیار
دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) "ہمارے مسائل - عورت کا رول
گھر کی تعمیر میں"
(۲) گیت
(۳) کام کی باتیں
۳-۰۰ فلمی دنیا
رات
۸-۳۰ صلاح الدین احمد، غزلیں
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بدھ دتیہ مکرجی، ستار پر راگ درباری

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
جگدیش سنگھ، غلام ربانی تاباں
اور مشیر جھنجھانوی کا کلام
اقبال بانو، داغ اور فانی
کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد بسم اللہ خاں و ساتھی،
شہنائی پر راگ جونپوری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شنو کھورانہ، خیال کومل رشب
اساوری
دوپہر
۲-۰۷ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار
رات
۸-۳۰ حسن غزل
جگدیش سنگھ، غزلیں
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آئینہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شنو کھورانہ، خیال جوگ
استاد بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر راگ کیدارہ

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک مع تشریح
۶-۲۵ شہر صبا
امرجیت، مشیر جھنجھانوی اور
شہریار کا کلام
اے۔ رشیش کمار، صبا افغانی
اور عزیز وارثی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
اسد علی خاں، سرسوتی وینا پر
راگ میاں کی توڑی
۷-۴۵ کتابوں کی باتیں،
تحریر: شہباز حسین
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت
دوپہر
۲-۰۷ سات سوال
۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے
رات
۸-۳۰ حسن غزل
اے۔ رشیش کمار، مخمور دہلوی،
اور میر تقی میر کا کلام
۹-۰۰ شہر خیال
"شہر شکستہ چیناں" از فکر تونسوی
۹-۳۰ افسانہ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ہیرابائی بڑودکر، خیال پوریہ کلیان
اسد علی خاں، سرسوتی وینا

پرراگ دیس

ہفتہ ۲۷ر نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
پی۔ نازمسانی، غزلیں
شنکر داس گپتا، اکبر الٰہ آبادی اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
زریں داروو الا، سرود پر راگ شاردا

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پنا دیوی، ٹھمری، بھیرویں، دادرا

دوپہر

۲-۰۷ گیت آپ کے شعر ہمارے

۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ڈاکٹر سے ملاقات
سرکادرد، از ڈاکٹر روی کمر یواستو
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ بچہ بیٹھک

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پی۔ نازمسانی، غزلیں

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ منظر و پس منظر
تحریر: ایم۔ کاظم

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
(۱) 'عنوان کی تلاش' مزاحیہ تقریر از محمد یٰسین صدیقی
(۲) غزل
(۳) خلوص نامہ از مسرت آرا

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
زریں داروو الا، سرود پر راگ جوگ
اشتیاق حسین خاں، خیال چھایا

اتوار ۲۸ر نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
برجو مہاراج، شفق لکھنوی کا کلام
پریتی چاولہ، خمار بارہ بنکوی، خاطر اور جگر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پنا لال چورسیہ، راگ بیراگی بھیروں

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۰ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ غیر فلمی غزلیں

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
برجو مہاراج، غزلیں

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ گجرین کارے
استاد نزاکت علی خاں، ٹھمری

۱۰-۰۰ دریچہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کمار گندھرو، خیال جے جے ونتی
پنا لال چورسیہ، وائلن پر راگ دیس

پیر ۲۹ر نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
محمد حسین: ساحر لدھیانوی، کیفی اعظمی اور سراج لکھنوی کا کلام
تسنیم سید: امیر خسرو اور مخدوم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
شوکمار شرما: سنتور پر بھٹیار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
وجے کچلو، رانی کچلو، الاپ اور خیال للت

دوپہر

۲-۰۷ نگاہ انتخاب

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
تسنیم سید: غالب کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ شکریے کے ساتھ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

(آگے ص ۳۷ پر)

میڈیم ویو
دہلی الف ... میٹر ... کلوہرٹز
دہلی ب ... میٹر ... کلوہرٹز
دہلی ج ... میٹر ... کلوہرٹز
دہلی د ... میٹر ... کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ... میٹر ... کلوہرٹز
صبح ... میٹر ... کلوہرٹز
دوپہر ... میٹر ... کلوہرٹز
... میٹر ... کلوہرٹز
شام ... میٹر ... کلوہرٹز

خبریں

دہلی الف: خبریں
ہندی، انگریزی: صبح ۸-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ... دوپہر ... شام ... (علاقائی)
رات ... (عالمی) انگریزی: دوپہر ... سنسکرت: صبح ... شام ...
اردو: صبح ... دوپہر ... اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ...
دہلی ب: ہندی: دوپہر ... (دھیمی رفتار سے) انگریزی: صبح ... دوپہر ... (دھیمی رفتار سے)
شام ... (عالمی) پنجابی: صبح ... شام ... ہندی نیوز لیٹر: صبح ... بجے
دہلی د: ہندی: شام ... انگریزی: رات ۹-۱۵ کھیل کود: شام ... (ہندی) رات ... انگریزی

منگل ۱۶ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، رات ۹-۰۰ نصیر ظہیر الدین ڈاگر اور نصیر فیاض الدین ڈاگر، گائن

۱۱-۰۲ وناینک پٹوردھن: گائن

۱۱-۳۰، سہ پہر ۴-۳۰ آشوک کمار و ساتھی، شہنائی

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت

۵-۵۰ گیان وگیان

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل

۸-۱۵ سمیا اور وچار

۱۰-۰۰ شوبھا گورٹو: گائن
لطیف احمد خاں، طبلہ

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بسم اللہ خاں و ساتھی، شہنائی

۷-۵۰ نظم، بنگلہ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۲۰ سور منجوشا — رس ترنگ

۲-۳۰ نصیر ظہیر الدین ڈاگر اور نصیر فیاض الدین ڈاگر، گائن

شام

۶-۴۵، ۷-۴۵ شانتا سکینہ، گیت، بھجن

۹-۲۰ نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر 'گاندھی جی اور مہلائیں'

بدھ ۱۷ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۶-۱۰، سہ پہر ۴-۲۰، رات ۹-۰۰ فردوس احمد: سرود
روبندر کمار آدیش، ستار

۱۱-۳۰ این آر شاہنے: گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'صبح کا بھولا'، جھلکی
تحریر: امرت کیشپ

۸-۱۵ وگیان آلوک

۹-۳۰ چرچا کا وشے ہے

۱۰-۰۰ ہادی منگلم راجا چندرن، گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
این آر شاپاسنے ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، گبراتی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

سورمنجوشا اور رس ترنگ

۳-۳۰ پی۔ بورن وردھنی ، کرناٹک گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵

او۔ پی۔ کپور ، گیت ، بھجن اور غزلیں

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعرات ۱۸ نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲

ایرن رانے چودھری ، گائن

۱۱-۳۰ ، رات ۹-۰۰

عبدالکریم خاں : سرود

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت سبق

۵-۴۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی تقریر

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی اسپورٹس میگزین

۱۰-۰۰ بدھ دتیہ مکرجی ، ستار

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
اے۔ وینکٹا چلم ، وینا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
کیلاش چندر منی ، بانسری

۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
برج لوک گیت

دوپہر ۳-۱۵ ، ۴-۰۲

لیلا سی جھنگیانی ، سندھی گیت

۳-۳۰ اے۔ ونکٹا چلم ، وینا

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵

اوما گرگ ، گیت ، بھجن

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

جمعہ ۱۹ نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲

علاؤالدین خاں ، اسراج

۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۴۰

جواہر لال بھرت ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی چرچا

۸-۱۴ اولوکن

۹-۰۰ رادھے شیام ، طبلہ

۹-۳۰ ناٹک

۱۰-۰۰ آر۔ وینکٹا رمن ، وینا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پنڈت جسراج ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، تیلگو گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

اے۔ این۔ آکاشی ، غزلیں

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
جینتی کلیان سندرم ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵

ارمیلا ڈھیرا ، گیت ، بھجن اور غزلیں

ہفتہ ۲۰ نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ امرناتھ ، گائن

۹-۰۰ سے رات ۱۰-۳۰

ایشیائی کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال۔ (ہندی و انگریزی میں روزانہ)

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ سرسوتی رانی ، گائن

۱۱-۳۰ جگدیش برمن ، بانسری

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

۵-۴۰ شرافت حسین خاں ، ستار

رات

۸-۰۵ ان دی گروو

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ ایشیائی کھیلوں کے شرکا ممالک کی موسیقی

۹-۱۰ لوک مادھوری
کشمیری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

سورمنجوشا اور رس ترنگ

۳-۰۰ امرناتھ ، گائن

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵

پرسار گیت

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی
ایل کے پنڈت ، گائن

اتوار ۲۱ نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ گوپال کرشن ، وچتر وینا

رات

۱۰-۳۰ میرا باتھن ، گائن

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ یوواوانی سے

۱۱-۳۰ میرا شیشادری ، گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'نمونے اور بھی ہیں ، جھلکی
تحریر ؛ سوم ناتھ ناگر

۲-۳۰ 'کنی' ناٹک
موتی نندی کی بنگلہ کہانی پر مبنی
روپانتر ؛ سشیل گپتا

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۳۵ کرناٹک سنگیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
کشوری امونکر ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، آسامی گیت

۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر

۳-۱۵ ، ۴-۰۲

ودیا بھٹاچاریہ ، گیت

۳-۳۰ گوپال کرشن ، وچتر وینا

شام

۶-۴۵ ، ۸-۴۵

پورنما داس ، گیت ، بھجن

۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (۱)

پیر ۲۲ نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ تشنو کھورانہ ، گائن

رات

۱۰-۳۰ علی حسین و ساتھی ، شہنائی

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰

تشنو کھورانہ ، گائن

۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۴۰

بشیر احمد خاں ، ٹھمری ، دادرا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
احمد جان تھرکوا ، طبلہ

۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵ سورمنجوشا

۴-۰۲ رس ترنگ

۴-۳۰ وجے شنکر چٹرجی ، اسراج

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

بلال احمد : غزلیں

۹-۳۰ انگریزی پروگرام

منگل ۲۳ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ جگن ناتھ و ساتھی، شہنائی

رات

۱۰-۳۰ ٹی جیاشنکر ، ناگاسورم

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ نندلال گھوش ، سرود

۱۱-۳۰ رام چیتر ملک ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

آسامی لوک گیت

۵-۰۵ گیان و گیان

۵-۴۰ شتروگھن شکلا ، ٹھمری، دادرا

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

کرشن راؤ شنکر پنڈت ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۲، ۴

سرسوتی شیکھر ، تامل گیت

۲-۳۰ جگن ناتھ و ساتھی، شہنائی

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

اوشا سیٹھ ، گیت، بھجن، غزلیں

۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۲۴ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ شانتی ہیرانند ، گائن

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰

شانتی ہیرانند ، گائن

۱۱-۳۰ پنڈت جسراج ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

کنڑ لوک گیت

۵-۴۰ صابری خاں ، سارنگی

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

شرن رانی ، سرود

۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۲، ۴

شنتنام سنگھ و ساتھی، شبد

۲-۳۰ کرناٹک سنگیت

پربھارا ماسوامی ، وینا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

شری رام ، غزلیں

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۲۵ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ پارتھا داس ، ستار

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲، رات ۹-۰۰

پارتھا داس ، ستار

۱۱-۳۰ سبدھ سنگیت

۱۱-۴۵ رمضان خاں ، طبلہ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

بنگلہ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۴۰ بال کاریہ کرم

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

کمار گندھرو ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت

غزل

غلام ربانی تاباں

ہدف طنز کہ میں مورد دشنام نہیں
پھر بھی خوش ہوں کہ ترے شہر میں گمنام نہیں

دل گذرگاہ خزاں ہے نہ گذرگاہ بہار
ایک بے تاب سکوں جس کا کوئی نام نہیں

اس حقیقت پہ فسانے کا گماں ہوتا ہے
مے کشی عام ہے اور تشنہ لبی عام نہیں

اتنا آسان نہیں میرا مٹانا ظالم
فکر و احساس بھی ہوں حرف ہی اک نام نہیں

اہل الفت کو زمانے سے شکایت کیوں ہو
درد پھر درد ہے تہمت نہیں الزام نہیں

بات بھی کرتے ہیں فطرت کے مناظر تاباں
چاندنی کیا ہے اگر چاند کا پیغام نہیں

(بہ شکریہ نشر)

۹-۱۰ لوک مادھوری

برج لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۲، ۴

جمیل شمسی قوال و ساتھی ، قوالیاں

۲-۳۰ کرناٹک سنگیت

ٹی آر کرشن ، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

نرسیندر کور ، گیت

۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۲۶ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ نینا دیوی ، گائن

رات

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

وی جانکی رمن ، وائلن

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ نینا دیوی ، گائن

۱۱-۳ جین کمار جین ، سنطور

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

مراٹھی لوک گیت

۵-۰۵ پی ڈی سپت رشی ، وائلن

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

۷-۵۰ سنگم ، تامل گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

راجستھانی لوک گیت

۲-۱۵، ۲-۰۲، ۴

سور منجوشا اور رس ترنگ

۲-۳۰ کرناٹک سنگیت

وی جانکی رمن ، وائلن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پرتیابلبیر سنگھ ، گیت، غزلیں

ہفتہ ۲۷ر نومبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ راجندر پرسنّا ، بانسری

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ غلام صابر ، سارنگی

۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۱۰

رام اوتار ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

گجراتی لوک گیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳ سنگیت سوربھی

لکشمی شنکر ، گائن

۷-۵۰ سنگم ، ملیالم گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ڈوگری لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۲، ۴

سشما گپتا ، گیت، بھجن

۲-۳۰ راجندر پرسنّا ، بانسری

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح

۹-۳۰ اردو پروگرام
خط کیلئے شکریہ، رنگ تغزل

دوپہر

۱۰-۱۲ ودیارتھیوں کیلئے
(۱) مالنو اور اس کا پریہ ورن
(۲) یہ دھرتی، یہ ماٹی

رات

۱۰-۰۰ بدھادتیہ مکرجی، ستار وادن

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
۹-۰۰، دوپہر ۱۲-۳۰، ۲-۴۰، شام ۴-۱۵
۷-۳۰ اور رات ۹-۳۰
نویں ایشیائی کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال (روزانہ)

رات

۱۰-۰۰ آر وینکٹا رمن، وینا

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
خواتین کیلئے

رات

۹-۳۰ ایل کے پنڈت: گائن

اتوار ۲۱ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'پرچھائیاں' ادبی محفلوں کی ریکارڈنگ

رات

۱۰-۳۰ میرا ناتھن، گائن

پیر ۲۲ نومبر

صبح

۹-۳۰ اردو پروگرام

رات

۱۰-۳۰ علی حسین و ساتھی، شہنائی

منگل ۲۳ نومبر

صبح ۷-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
اپنا بھی زمانہ تھا، راجہ بازار

بدھ ۲۴ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: کھیلوں کی دنیا

رات

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: شعری نشست

رات

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

رات

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۸-۳۰ یہ بستیاں ہماریاں 'قصبہ محمدی'
تیلی فیچر: شفاعت علی

دوپہر

۱۰-۱۲ ودیارتھیوں کیلئے
(۱) آؤ گائیں (۲) یہ بھی سیکھو

اتوار ۲۸ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام 'بچوں کیلئے'

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام

رات

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام 'میگزین'

دوپہر

۱۰-۱۲ ودیارتھیوں کیلئے
سنو اور سیکھو- انگریزی شکشا

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۰۰ کلو ہرٹز ۹.۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
[illegible]
فلم سنگیت

بقیہ:- اردو سروس

[illegible]
جاتی گیت
[illegible]

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
قوالیاں
۷-۲۵ شمیم صبا
[illegible]
مومن کا کلام
[illegible]
سیماب اکبرآبادی کا کلام
۸-۳۰ ساز سنگیت
[illegible]
۹-۲۲ [illegible] موسیقی
غلام تقی خاں، خیال [illegible]

۹-۳۰ [illegible]
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۰۰ بزم موسیقی
غلام تقی خاں، خیال [illegible]
[illegible]

رامپور

۲۳۶ میٹر ۱۲۷۰ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی راشٹریہ: صبح ۸-۰۰ ۱۴ ملی ۔ ھندی: صبح ۹-۰۰، دوپہر ۲-۰۵، اور ۲-۰۱، شام ۵-۰۰، رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، رات ۹-۰۰
اردو: صبح ۷-۵۰، رات ۹-۱۵ ۔ سماچار پتر ھندی: صبح ۹-۰۰
ضلع کی جھلکی: صبح ۹-۰۵ ۔ پراوشک سماچار: شام ۷-۳۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

پہلی مجلس

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، آرمبھک دھن، منگل دھونی
۶-۲۵ آج کا چنتن (علاوہ جمعہ)
جمعہ: گاندھی پرچار
۶-۳۰ بھجن کسانوں
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ روزگار سماچار
۷-۳۰ بھاشا شکشا (علاوہ جمعہ و اتوار)
جمعہ: کاویہ سدھا
اتوار: آج اتوار ہے
۷-۴۵ سنسکرت پروگرام (ہر جمعرات کو)
درپن (ہر جمعہ کو)
سگم سنگیت (صرف پیر، منگل، بدھ اور ہفتہ کو)
۸-۲۰ لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام (ہر جمعہ کو)
۹-۱۰ تا ۱۰-۰۰
بال جگت (ہر اتوار کو)

دوسری مجلس

دوپہر

۱۲-۳۰ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)
فلمی قوالی (ہر پیر کو)
آپکی پسند (ہر منگل اور جمعرات کو)
سوسنگم (ہر بدھ کو)
جھلک (ہر جمعہ کو)
ترنگ (ہر ہفتہ کو)
۱۲-۴۵ آپکی چٹھی ملی (ہر اتوار کو)
۱-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۱-۱۰ پریوار جگت (ہر اتوار کو)
مہلا جگت (ہر پیر کو)
وہ بھی کلی ہے
(پہلے، تیسرے اور پانچویں منگل کو)
پٹھان راگ
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
گرامین مہلاؤں کے لیے
(ہر بدھ کو)
گیتکا (ہر جمعرات کو)
نعت اور قوالی (ہر جمعہ کو)
سوا ستھ سندرش (ہر سنیچر کو)
۱-۳۰ جوانوں کے لیے (ہر سنیچر کو)
۲-۲۰ پدیہ شٹ سنگیت (ایک ہی کلاکار)
۲-۳۵ آس پاس (ہر اتوار کو)

تیسری مجلس

شام

۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ علاقائی سوچنائیں
۶-۳ یووانی
۷-۰ کرشی جگت
۷-۳ کرشی جگت کا اپلی حصہ
۷-۴۵ پروڈیوسر ہر شی ریڈیو...(ہر پیر کو)
(ہر بدھ کو)
انگریزی تقریر ... (ہر مہینے...)
آپ کے لیے ...
نہ تاؤں کے ... (ہر جمعہ کو)
آپکی چٹھی (ہر جمعرات کو)
بچے ... (ہر جمعہ کو)
ہندی ... (ہر ہفتہ کو)
۸-۰۰ سگم سنگیت (علاوہ اتوار اور منگل)
اتوار: جوتیبار
منگل: سنسکرت پروگرام
۸-۱۰ پراوشک سماچار درشن (ہر اتوار کو)
شاستریہ سنگیت (ہر بدھ، جمعرات اور ہفتہ کو)
۸-۲ وادیہ وند (ہر منگل کو)
۸-۳۰ ساز اور آواز
۹-۳۰ چار بیت (ہر اتوار کو)
... (ہر جمعہ کو)
۹-۴۵ آپکی پسند (ہر اتوار کو)
وادیہ وند (ہر پیر اور منگل کو)
۱۰-۰۰ وچار دھارا (ہر دوسرے پیر کو)
ملاقات (ہر تیسرے پیر کو)
مقل (پانچواں پیر)

منگل ۱۶ نومبر

دوپہر

۱-۳۰ برج بھوشن کابرہ، گٹار

شام

۶-۳۰ یووانی
پریکرما، انل کمار شرما
میری پسند، راجیو جوہری
۷-۰۰ کرشی جگت
پتر واتر

بدھ ۱۷ نومبر

صبح

۷-۴۵ سشما جوشی، گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
۱-۳۰ پروین سلطانہ، محمد دلشاد خاں
خیال

شام

۶-۳۰ یووانی
ایشیا ۸۲ کی باتیں
یووا پسند
۷-۰۰ کرشی جگت
ربیع کی فصل کی دیکھ بھال، تقریر از ڈاکٹر گلشن لال
۷-۴۵ بی کے سریواستو، انگریزی تقریر
افتخار رضوی، نظم
۸-۰۰ بیگم اختر، غزلیں
۸-۱۰ لکشمن داس سندھو، ٹھمری

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
سنسکرت

دوپہر

۱-۳۰ ہری پرساد چورسیہ، بانسری

شام

۶-۳۰ یووانی
شہریت کا راستہ دکھانے والے 'پیترکار'، تقریر
۷-۰۰ کرشی جگت
گوبھی کی کھیتی نفع رساں ہے، تقریر
۹-۰۰ جو نے بار
رینو کا ملکانی، یونس ملک، غزلیں
۸-۱۰ نرملا دیوی، ہیرا دیوی، گرجا دیوی
شاستریہ سنگیت

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح

۷-۳۰ شانتی
(۱) 'ہوائیں گھلا زہر' تقریر از سبھاش چند سکینہ
(۲) 'متعدی امراض - کچھ جانکاری' تقریر

دوپہر

۱-۳۰ استاد رجب علی خاں، خیال

شام

۸-۰۰ سی ایچ آتما، گیت
۸-۱۰ وی جی جوگ، وائلن

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح

۷-۴۵ حبیب ولی محمد، غزلیں

شام

۶-۳۰ یووانی
'چھایا لوک'، فلم پتریکا
۷-۰۰ کرشی جگت
'دھان کے بعد گیہوں کی کامیاب کھیتی'، تقریر از ڈاکٹر ساگر سنگھ
۷-۳۰ ریڈیو کوی گوشٹھی
شرکاء: دویندر پانڈے، سوشیل شرما، سورج پال سنگھ، کلپنا سکسینہ، اگر، پریہ درشی اور نکہت پانڈے

اتوار ۲۱ نومبر

صبح

۱۲-۳۰ آپکے لیے
ریڈیو پانٹر، زبیر رضوی
۱-۱۰ پریوار جگت
قرض بھی لیں گے مگر کب، تقریر

رات

۸-۰۰ مکیش، غزلیں
۹-۳۰ مصور حسین وساتھی، چار بیت

پیر ۲۲ نومبر

صبح

۷-۴۵ سگم سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا، گیت، غزلیں
۱-۳۰ ہمایوں وشواس، سنطور

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ پرن کمار مکوجی، گیت

منگل ۲۳ نومبر

صبح

۷-۴۵ اقبال بانو، غزلیں

شام

۶-۳۰ یووانی
پریکرما، بمل شرما
میری پسند، مظفر علی خاں
۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب

بدھ ۲۴ نومبر

صبح

۷-۴۵ گیتا پنتھ، غزلیں

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
'سردیوں میں اپنا سواستھ بنائیے'
۱-۳۰ نکھل بنرجی، ستار وادن

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
دیر سے گیہوں کی کھیتی
۸-۰۰ سنتوش کمار، ہیما شوبھا، غزلیں
۸-۱۰ امانت علی خاں، گائن

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا، سنسکرت

دوپہر

۱-۳۰ افضال حسین نظامی، گائن

شام

۶-۳۰ یوواوانی
۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ جوتے یار
محمد یعقوب : غزلیں
۹-۱۰ وادیسوندر رچنا ' ششو تیرتھ

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح

۷-۳۰ کاوسوریہ : ڈاکٹر رستوگی
۱-۴۰ منے خاں : طبلہ وادن

شام

۷-۰۰ ہمنت کمار : گیت
۸-۱۰ نثار حسین خاں : خیال

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۴۵ ، رات ۰۰-۸
جمیل احمد : غزلیں

شام

۶-۳۰ یوواوانی
وگیان پتریکا
۷-۰۰ کرشی جگت
'ٹماٹر، بینگن اور مرچ کیلئے نرسری'
۷-۴۵ 'اگر کبھی فرصت ملے' تقریر از
ڈاکٹر این۔ یو۔ صدیقی
۸-۱۰ گیان پرکاش بلسیرا :
ہارمونیم اور پیانو

اتوار ۲۸ نومبر

دوپہر

۱۲-۳۰ آپکے لیے
ناٹک : ایم۔ مرتضیٰ علی خاں
ریڈیو روپانتر : زبیر رضوی
۱-۱۰ پریوار جگت
(۱) 'جب آپکے بچے کا من پڑھائی میں نہ لگے' تقریر
(۲) گیت اور غزلیں

رات

۸-۰۰ محمد رفیع : گیت
۹-۳۰ عبدالقیوم و ساتھی : چاربیت

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۷-۴۵ چندن کمار داس، نیلم ساہنی او،

غزل

رام پرکاش راہی

نہ اہتمام سے کھلتا نہ بند ہوتا ہے
گلی کے موڑ پہ اک ادھ کھلا دریچہ ہے
ق
یہ نوک لاج کے تیور یہ انتظار کا کرب
توقعات کی دنیا عجیب دنیا ہے

چلے چلو کہ چلے تو پہنچ بھی جاؤ گے
سفر، سفر ہے، سفر کا یہی تقاضا ہے
وہاں گماں ہی یقیں کی شعاع اول ہے
جنوں کے دشت میں سورج کچھ ایسے اگتا ہے
متاع فن کے نشے میں وہ کہیں بھول گیا
یہاں نصیب کا چکر بھی اک اجارا ہے
میں اک سوال سراپا ہوں، تو سراپا جواب
قریب آ کہ یہ رشتہ تمام رشتہ ہے
مرے وجود سے برہم ہے میری تنہائی
کوئی تو ہے جو مرے ساتھ ساتھ رہتا ہے
اسے کرن سے کھنگالو، ورق ورق دیکھو
وفا کی آنکھ کا آنسو بھی اک صحیفہ ہے
یہ دور دور کی سوچوں کے سلسلے راہی
کسی کا قرب ہی شاید تمہارا منشا ہے
(اردو مجلس سے نشر)

چندر شیکھر : گیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا
'قرض اور جیون استر' مباحثہ
گیت اور غزلیں
۱-۴۰ منور علی خاں : ٹھمری

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
'لاہی اور سرسوں میں کیٹ نیتترن'
۸-۰۰ راجکمار رضوی : غزلیں
۱۰-۰۰ محفل

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۷-۴۵ بیگم اختر : غزلیں

دوپہر

۱-۴۰ یعقوب علی خاں : سرود

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
خطوں کے جواب

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر الف ۳۳۳ میٹر ۹۰۰ کلوہرٹز جالندھر ب ۳۲۶ میٹر ۹۲۰ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ ۹/۱ میٹر ۱۴۴۰ کلوہرٹز (شام ۱۰ (۶) ۲ - ۶ بجے تک)

خبریں

ھندی : صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۰۰، ۱۲-۳۰ (دیہی رفتار سے) شام ۵-۰۵، ۶-۲۰، ۷-۳۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۰-۰۵، ۱۱-۰۰
پنجابی : صبح ۸-۲۰، دوپہر ۲، شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۰۰، انگریزی صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۷-۵۰، دوپہر ۱-۵۰، رات ۱۰-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ (اا کار سماچار) شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر الف

صبح
۶-۲۵ بندے ماترم اور منگل دھون
۶-۳۰ آرادھنا ، بھکتی سنگیت
۶-۵۵ موسم اور کھیتی باڑی
۷-۰۵ امرت لودھ
۷-۱۰ پرچے ، پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ آساوی وار (دو اتوار)
۹-۰۵ سانگی

۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور انت کھیتی
۲-۲ سکم سنگیت

شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ صوبائی خبریں "
پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۶-۳۰ پرادیشک خبریں (ہندی)
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام

۷-۳۰ روزگار خبریں
۹-۱۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر ب

صبح
۱-۱ اسکول براڈکاسٹ

شام
۶-۰۰ یووانی پروگرام
۶-۲۵ یونیورسٹی پروگرام
۷-۰۰ پنجابی میں نگارنگ پروگرام
۸-۰۰ اختتام

منگل ۱۶ نومبر

صبح

۷-۳۰ ، شام ۷-۴۵
این راجم : وائلن وادن
۸-۲۰ کلدیپ سنگھ پردیسی، لوک گیت
۸-۵۰ ، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ نالے گلاں نالے گیت
۱۲-۳۰ دیہی عورتوں کیلئے
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جیون سنگھ چندو ساتھی،
لوک گیت
۵-۰۵ گورمیت کور باوا اور ساتھی
لوک گیت

رات

۸-۱۰ غزلیں
۹-۱۰ وگیان جگت
۱۰-۰۰ لطیف احمد خاں : طبلہ

بدھ ۱۷ نومبر

صبح

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
بھگوان داس سینی : خیال
۷-۴۵ ملکھی رام : کلارنٹ
۸-۲۰ ، شام ۷-۴۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ بگموہن کور : لوک گیت
۹-۱۵ بھائی گورنام سنگھ اور ساتھی
شبد

دوپہر

۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ بھوپندر سنگھ و ساتھی :
لوک سنگیت

رات

۹-۳۰ فرمائشی فلمی گانے
۱۰-۰۰ رام چندرن : گاٹن

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح

۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
پرشوتم داس مہتہ : ستار
۷-۴۵ حفیظ احمد خاں : خیال
۸-۲۰ کلدیپ مانک : لوک گیت
۸-۵۰ ، ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ ، دوپہر ۱۲-۱۵

۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ جگدیش چندر شرما، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱ پرادیشک گیت
۶-۳ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہیلتھ کلب
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۰ ایک فلم سے 'گیمبلر'

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۱، شام ۴۵-۷
سگم سنگیت
۷-۲۰ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ درگا پرشاد، طبلہ
۸-۲ منچول میر، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھر سنئے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴ اساتذہ کیلئے
۲-۲۰ اجیت وساتھی، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا انسار
سوال وجواب
۶-۱ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۲ سورلہری
۹-۱ ایک فلم سے 'گونج اٹھی شہنائی'
۹-۴ نیشنل پروگرام

اتوار ۲۸ نومبر

صبح

۷-۱، شام ۴۵-۷
کرشن اروڑہ، سگم سنگیت
۷-۲۶ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کوشلیا اور بھارت چکرورتی
راگ میاں کی توڑی
۸-۲۱ بال کنج
۹-۰۶ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش

۲-۲۰ گلاب سنگھ کھنڈیلوال، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا انسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ راجستھانی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'گوپال کرشن'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۷-۱۰، شام ۴۵-۷
سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۰۰-۱۰
رمیش کمار شرما، ستار وادن
۸-۲۱ اوم پرکاش، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ لال چند شرما، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا انسار (انگریزی)
۶-۱۰ ڈوگری گیت
۶-۲۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۲۰ سورلہری
۹-۱۵ ایک فلم سے 'گیت'

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۷-۱۰، شام ۴۵-۷
مدھوبالا سکینہ، سگم سنگیت
۷-۲۵ کورکشیتر ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ منور علی خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ ومل ارچنا شرما، لوک سنگیت

نیاز احمد خاں

جفا کا تیری طالب ہوں وفا ہے مدعا میرا
یقیں نامرادی پر بھی دیکھو حوصلہ میرا

نہیں معلوم کس پر آج پھر مشق جفا ہوگی
کہ ہے اُن کے لبوں پر آج پھر ذکر وفا میرا

کیوں دیکھتے ہیں اہل نظر غور سے مجھے
اے حسن روئے دوست مجھے کیا بنا دیا

صد شکر تم نے خاک میں دل کو ملا دیا
صد آفریں یہ خوب وفا کا صلہ دیا

جوش جنوں میں تنگ ہیں صحرا کی وسعتیں
وحشی نے تیرے دشت کو زنداں بنا دیا

(کلکتہ سے نشر)

بقیہ: جالندھر چنڈی گڑھ

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۳۰ نکھل بنرجی، ستار
۸-۲۰ شبد
۸-۵۰ پنجابی گیت
۹-۱۵ راجیش دیوان، بھجن

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی

اتوار ۲۸ نومبر

صبح

۷-۳۰ بھجن
۸-۳۰ مسیحی بھجن
۹-۱۵ بچوں کیلئے پروگرام

رات

۱۰-۳۰ گنیش رام چندر، خیال

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۷-۳۰، رات ۳۰-۱۰
سویتا دیوی، خیال
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ ستیش چندر، لوک گیت
۹-۱۵ شبد

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۷-۳۰، رات ۳۰-۱۰
شوکمار شرما، سنطور
۸-۲۰ سروجیت، لوک گیت
۸-۵۰ پنجابی گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۲-۲۰ اوما دتہ، جگدیش چند چوہان
لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا انسار
میری پسند
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہندی کویتا پاٹھ
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'غزل'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

شملہ

[illegible]

خبریں

ہندی: صبح ۷-۱۰، دوپہر ۱-۰۵، شام ۷-۱۰، ۹-۰۵، رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰، اردو: صبح ۸-۵۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۰۰ بار اور اور وندنا
۶-۰۲ [illegible]
۶-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۰۲ سانائیٹی
۷-۱۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ بیسوں کی چٹھی [illegible]
۹-۰۳ اختتام
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۲۰ اختتام

۱-۱۰ دیہی بہائیوں کیلئے پروگرام
۱-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۰۱ سب رس
۲ اختتام
شام
۵-۰۰ ہماچل پروگرام [illegible] (اتوار، [illegible]، جمعہ)
کسان پروگرام (پیر، جمعرات)
جہانی کی پروگرام (بدھ، ہفتہ)
۵-۳ کلوی پروگرام (اتوار، بدھ)
جاسوسی پروگرام (پیر، جمعہ)
[illegible] پروگرام (منگل، ہفتہ)
چترمتو (بدھ)

۶-۰۰ صبح کی چھٹی، پہاڑی دھن
۶-۱۵ کانگڑی پروگرام (اتوار، [illegible])
منڈیالی پروگرام (پیر، بدھ)
بلاسپوری پروگرام (منگل، جمعہ)
خواتین کیلیے (بدھ)
۶-۱۰ مقامی اطلاعات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۲۵ علاقائی خبریں
۷-۰۵ کرشی جگت / دیہاتی [illegible]
۷-۲۵ [illegible] کے لیے
۸-۰۰ دھرتی سے گیت
۱۰-۲ اختتام (ہفتہ [illegible])

منگل ۱۶ نومبر

صبح
۷-۱۰ امرت حسین خاں، سربہار
۷-۳۰ سنگیت
۸-۲۱، رات ۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ سیاحوں کیلئے
۹-۰۵ رنگ چھایا
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
انگریزی سبق ۱۲، کہانی
رات
۸-۲۵ سب رس
۹-۱۶ ہماری وکاس یاترا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر
۹-۴۵ اوشا شنکرن، سگم سنگیت
۱۰-۰۰ لطیف احمد خاں، طبلہ
۱۰-۲۰ شوبھا گورتو، گائن

بدھ ۱۷ نومبر

صبح
۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
ایس بالاچندر، وینا
۷-۳۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ لکشمن داس سندھو، ٹھمری
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
'دیش اور دیش واسی'، روپک
۱۲-۵۰ فلمی دھن
رات
۸-۲۵ کرونا ابرول، سگم سنگیت
۹-۸ ساز سنگیت
۹-۱۶ گھر آنگن
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح
۷-۱۰ کابیری کر، راگ میاں کی توڑی
۷-۳۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو آرکسٹرا
۹-۰۵ ایک کلاکار
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
'ایشیائی کھیلیں'، (انگریزی)
۱۲-۵۰ دلیش گان
رات
۸-۱۵ پشپا اگدھر، غزلیں
۸-۲۵ خاندانی بہبود کا پروگرام
۸-۳۰ بھگتی سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے
۷-۴۰ ترنگ، کلام شاعر
۸-۲۱، رات ۸-۲۵
سگم سنگیت
۸-۳۵ کمار کھرجی، گائن
۹-۰۵ رس دھارا
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
بڑھتے قدم
۱۲-۵۰ فلمی دھن
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ڈرامہ

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح
۷-۱۰ بانسری و وائلن
۷-۳۰ گیت
۸-۲۱ اترپردیش کے لوک گیت
۹-۰۵ رس دھارا
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
بات چیت، گیت
۱۲-۵۰ دلیش گان
رات
۸-۱۵ کاجل بنرجی، سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۶ سیم درشن

اتوار ۲۱ نومبر

صبح
۷-۱۰ غلام مصطفیٰ خاں، بھوپالی توڑی
۷-۳۰ دلیش گیت
۸-۲۱ آپکی چٹھی آپکی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۵ بھجن
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
دوپہر
۱۲-۰۰ شیل شیکھر، ریڈیو پتریکا
۱۲-۳۰ بال گوپال
۲-۰۰ خواتین کیلئے
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ شورام، بانسری
۹-۱۶ شرمکوں کیلئے
۹-۳۰ گیت پہاڑاں رے

پیر ۲۲ نومبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی گائن
۷-۳۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
'اچھے بالک کیسے بنیں' بات چیت
۱۲-۵۰ فلمی دھن
رات
۸-۱۵ سپورٹس نیوز ریل
۸-۳۰ دلیش گان
۹-۱۶ انگریزی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ہندی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ گائن

منگل ۲۳ نومبر

صبح
۷-۱۰ کمار گندھرو، گائن
۷-۵۵ سننے کی بات

۸-۲۱ ، ۸-۱۵ رات
سگم سنگیت
۹-۰۵ راگ چھایا
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈکاسٹ
انگریزی سبق ۲۳
۱۲-۵۰ دلیش گان
رات
۸-۲۵ سب رس
۹-۱۶ خاندانی بہبود کا پروگرام
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر
۹-۴۵ سیتا نولی ، سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۴ نومبر

صبح
۷-۱۰ وندنا ، کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ عبدالکریم خاں ، ٹھمری ، دادرا
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
سنچار سادھن — پہیلی
۱۲-۵۰ فلمی دھن
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ ہریش بھاردواج ، سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۵ گھر آنگن
۹-۳۰ چیر جاکا دشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انوردھ پر

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح
۷-۱۰ کلارنٹ وادن
۷-۴۰ اس ماس کا گیت
۷-۵۵ پشپا چوپڑہ ، سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دلیش گان
رات
۸-۱۵ مکند لال نکرہ ، غزلیں
۸-۲۵ خاندان کی بہبودی کا پروگرام
۸-۳۰ بھگتی سنگیت

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ناٹک
۱۰-۰۰ پنڈت جسراج ، گائن

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے
۷-۴۰ ترنگ ، کلام شاعر
۷-۵۵ سینے کی بات
۸-۰۲ ، ۸-۲۵ رات
سگم سنگیت
۸-۳۵ گائن
۹-۰۵ محفل
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ فلمی دھن
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۰۰ من بھاون

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ گیت
۸-۲۰ کونئی گیت
۸-۳۵ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ ساز سنگیت
رات
۸-۱۵ نرملا اروڑ ، سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۶ ہیم درشن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، موسیقی

اتوار ۲۸ نومبر

صبح
۷-۱۰ سویتا دیوی ، گائن
۷-۴۰ دلیش گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش

اودے پور

اودے پور : ۲۶۶/۶ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۳۵ بھگتی سنگیت
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کھیتی باڑی
۷-۲۰ مانس گان
۷-۳۰ سنگیت سریتا
۷-۴۰ فلمی سنگیت
۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)
۱-۵۰ لوک سنگیت
۵-۰۵ یووا وانی
۶-۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال
۷-۳۰ کرشکوں کے لیے
۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)
۸-۲۵ فلمی گیت

۹-۱۵ ان داتوں
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۰ بھجن
۹-۴۵ دگیان اور جیوتی
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ ڈرامہ
دوپہر
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ خواتین کیلئے
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۹-۱۶ ہندی بات چیت
۹-۳۰ گیت پہاڑاں رے

پیر ۲۹ نومبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی ، بانسری
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ فلمی دھن

۸-۱۵ نیوزریل اسپورٹس
۸-۳۰ دلیش گان
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۵ مارچ آف دی سائنس
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۹-۴۵ اندر نارائن ، سگم سنگیت
۱۰-۰۰ بانسری وادن - گائن

منگل ۳۰ نومبر

صبح
۷-۱۰ کلاسیکی گائن
۷-۵۵ سینے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۲۵ دلیش گان
۹-۰۵ راگ چھایا
دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دلیش گان
رات
۸-۱۵ غزلیں
۸-۲۵ سب رس
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۶ بھارت بھارتی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت

جے پور، اجمیر

جے پور الف ۱۰۲۳/۱ میٹر ۱۳۰۹ کلو ہرٹز — جے پور ب ۲۲۶۰۲ میٹر ۱۳۲۶ کلو ہرٹز — اجمیر ۵/۲۹۷ میٹر ۲۰۲ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۰۰، ۲-۲۵ شام ۵-۰۰، ۶-۰۰ رات ۸-۲۵ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۵-۰۰، اپر)
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۵-۰۰ (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار ۱۱-۰۰)
صوبائی (ہندی) صبح ۹-۰۵ شام ۵-۰۰ (راجستھانی) شام ۷-۱۵
سندھی: صبح ۹-۳۰، شام ۶-۱۵ سنسکرت: صبح ۰۰- شام ۶-۱ سماچار پتہ (سندھی) صبح ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۳۰ منگل دھونی، وندے ماترم
۶-۳۵ وندنا
۶-۵۰ دیپ ریکھا اور موسم
۷-۱۰ کرساں ری بات ، راجستھانی زبان
۷-۲۰ امرت پاٹھ
۷-۳۰ سامانگی

۸-۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)
سورگنگا (اتوار)
۱۰-۱۵ اختتام (سوائے جمعہ اتوار)
(ہفتہ کو ۱۰-۵۰ اور اتوار ۱۰-۳۰)

دوپہر
۱-۵۰ رشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)
۲-۱۰ اختتام

شام
۵-۰۵ یووا وانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۰۵ ضلع کی چٹھی
۷-۰۰ کرشکوں کیلئے کسانوں کے لیے پروگرام

رات
۱۰-۳۰ اختتام (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۱۱-۱۰ اختتام (پیر، منگل، ہفتہ، اتوار)

منگل ۱۶ نومبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱ سگم سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی
۵-۰۵ یووا وانی

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے
۸-۰۰ گوشٹھی
(۱) کہانی از ونود سامانی ہنس
(۲) کویتا از ڈاکٹر شانتی بھاردواج
۹-۲۰ سندھی پروگرام

بدھ ۱۷ نومبر

صبح
۸-۲۱ راجستھلی:
'مہارا ادھورا سپنا ارمیں' تقریراز
تارا پرکاش جوشی
۸-۳۰ ہیمنت کمار ، گٹار

شام
۶-۲۰ سندھی پروگرام
۸-۰۰ سواستھ چرچا
۹-۱۶ کھلا آکاش

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح
۷-۵۰ دیووانی
'شنکر نیتی' تقریر از ڈاکٹر گنگادھر بھٹ
۸-۲۱ 'دو روپی کوی' کالیداس'
تقریر از ڈاکٹر کلاناتھ شاستری
۸-۵۰ سگندھا کلکرنی ، گیت

دوپہر
۱-۱۰ میلا جگت
'ایشیائی کھیل اور میلاٹھیوں کی
تیاری' تقریراز جے سی پالیوال

شام
۶-۲۵ الف سی پنوار ، غزلیں
۶-۵۰ سدھا کلکرنی ، بھجن
۸-۰۰ راجستھلی
'راجستھانی کاویہ میں پراکرتی چترن'
تقریراز ڈاکٹر ہری رام اچاریہ

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح
۷-۱۰ کرساں ری بات
۸-۵۰، شام ۶-۴۵
یامین خاں ، غزلیں

شام
۵-۰۵ یووا وانی
۶-۲۵ مردوانی

'راجستھانی دوہے' بستی مل سولنکی
۸-۰۰ 'قانون اور ناگرک سرکشا'
تقریر از وشنودت شرما

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح
۷-۱۰ کرساں ری بات
۷-۲۰ شاستریہ سنگیت
رات ۸-۰۰ ، ۱۰-۰۰
ایشیائی کھیل

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

اتوار ۲۱ نومبر

صبح
۷-۲۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱ ، ۸-۵۰
دیپاورما ، سگم سنگیت

پیر ۲۲ نومبر

صبح
۸-۲۱ ، ۸-۵۰
وینا رستوگی ، گیت ، غزلیں
۹-۱۰ ایشیائی کھیل

دوپہر
۱-۵۰ کرشی لوک

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

منگل ۲۳ نومبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱ معین الدین خاں ، غزلیں

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

بدھ ۲۴ نومبر

صبح
۷-۱۰ کرساں ری بات
۸-۲۱ راجستھلی
'جے مہاری عمر پچیس برس چھوٹی
ہوجاوے' تقریراز دیوی شنکر تیواری

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے
۱۰-۲۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح
۷-۱۰ کرساں ری بات
۷-۲۵ دیووانی
'راجستھان کے سنسکرت سیوی اور
ساہتیہ کار پنڈت گردھر شرما چترویدی'
تقریراز کلیان سہائے شرما
۸-۲۱ 'بھارتیہ بھاشائیں اور انکی ساہتیک
پرمپرا' 'اسمیا'

رات
۸-۰۰ کرشکوں کیلئے
۱۰-۲۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح
۸-۲۱ پرارتھنا سبھا
۸-۳۰ کاویہ کنج

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے
۱۰-۲۰ شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ کرشی لوک

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

اتوار ۲۸ نومبر

صبح
۸-۲۱ ، ۸-۵۰
چرنجی لال ، گیت ، غزلیں

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے
۱۰-۲۰ شاستریہ سنگیت

(آگے صفحہ ۴۶ پر)

آل انڈیا ریڈیو بمبئی

جونیر گریڈ میوزک کمپوزر درکار ہے

آل انڈیا ریڈیو کے بمبئی اسٹیشن پر جونیر گریڈ میوزک کمپوزر (اسٹاف آرٹسٹ) بننے کے خواہاں امیدوار اپنی درخواستیں اسٹیشن ڈائرکٹر، آل انڈیا ریڈیو، بمبئی کے نام ارسال کریں۔

۲۔ اس اسامی پر تعینات ہونے والوں کو ریڈیو کے ذریعے نشر کرنے کے لیے ہر طرح کی دھنیں تیار کرنی ہوں گی۔ مثلاً ایسی دھنیں جو آرکسٹرا بجا سکیں یا کوئی اکیلا سازندہ بجا سکے، ایسی طرزیں تیار کرنی ہوں گی جنھیں گایک، گائیکہ یا گویوں کا گروپ حل کر گا سکے۔ علاوہ ازیں میوزک کمپوزر کو آرٹسٹوں کو نئی طرزیں سکھانی ہونگی۔ اور ان کی ریہرسل کرانی ہوگی، موسیقی کے پروگراموں کی پروڈکشن اور ریہرسل میں پروڈیوسر کا ہاتھ بٹانا ہوگا نیز ایسے دیگر فرائض بھی انجام دینے ہوں گے جو وقتاً فوقتاً ان کے ذمے لگائیں جائیں۔

۳۔ امیدواروں کی قابلیت، عمر اور تنخواہ کے اسکیل کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قابلیت (لازمی)

(ا) امیدوار آل انڈیا ریڈیو کا منظور شدہ میوزک کمپوزر ہونا چاہیے۔ اگر ایسا کوئی امیدوار نہ ملا تو پھر ایسے درخواست دہندہ کی طرف توجہ کی جائے گی جسے 'بی' ہائی گریڈ موسیقار تسلیم کیا جا چکا ہو اور اس صورت میں بھی گایک کو ترجیح دی جائے گی۔

(ب) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی، ہلکے پھلکے گانوں اور علاقہ مہاراشٹر کے لوک سنگیت کا علم ہونا چاہیے۔

پسندیدہ

(۱) امیدوار میٹریکولیشن یا اس کے مساوی تعلیم یافتہ ہونا چاہیے۔

(۲) کسی یونیورسٹی یا منظور شدہ ادارہ موسیقی کے عطا کردہ سنگیت کے ڈپلومہ یا ڈگری کا مالک ہونا چاہیے۔

(۳) موسیقی کی علامت نویسی (نوٹیشن) کے فن سے واقف ہونا چاہیے۔

عمر:۔ یکم جولائی ۱۹۸۲ء کو امیدوار کی عمر ۱۹ تا ۴۵ سال کے درمیان ہونی چاہیے۔

تنخواہ کا اسکیل

۵۵۰ روپے۔ ۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰-۹۰۰ روپے۔ بنیادی اسکیل کے علاوہ وہ الاؤنس بھی ملیں گے جو آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً عطا ہوتے رہتے ہیں۔

امیدواروں کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی میں انٹرویو کے سلسلے میں کسی طرح کا آنے جانے کا کرایہ یا روزانہ بھتہ یا اس سلسلے کا کوئی اور خرچ ادا نہیں کیا جائے گا۔

جن امیدواروں کو آل انڈیا ریڈیو پہلے ہی میوزک کمپوزر تسلیم کر چکا ہے ان کا انٹرویو براہ راست ہوگا۔ باقی امیدواروں کو انٹرویو کے لیے جانے سے پہلے عملی امتحان پاس کرنا پڑے گا۔

۴۔ درخواستیں سفید کاغذ پر گذاری جائیں اور ان میں امیدوار اپنا (i) پورا نام (ii) ولدیت (iii) رہائشی پتہ (iv) عمر اور تاریخ پیدائش (v) جس آسامی کے لیے درخواست دی جا رہی ہے اس کا ذکر (vi) تعلیمی اور پیشہ ورانہ قابلیت اور تجربہ (vii) آل انڈیا ریڈیو سے منظور شدہ ہے یا نہیں اور اس کی درجہ بندی ہو چکی ہے یا نہیں (اگر ہو چکی ہو تو بتایا جائے کہ آل انڈیا ریڈیو کے کس اسٹیشن نے اسے کس گریڈ کے لیے منظور کیا ہے) (viii) موجودہ یا گذشتہ ملازمت بشرطیکہ امیدوار ملازم ہو یا رہ چکا ہو (ix) اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن، وزارت اطلاعات ونشریات اور اس کے دیگر میڈیا یونٹوں میں کام کر رہا ہو تو اس کی تفصیل (x) آل انڈیا ریڈیو میں اگر پہلے بھی کسی اسامی یا اسامیوں کے لیے درخواست دے رکھی ہے تو ان کی تفصیل لکھ کر بھیجیے۔ یہ درخواستیں ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء کے دن یا اس سے پہلے اسٹیشن ڈائرکٹر، آل انڈیا ریڈیو، نیو براڈکاسٹنگ ہاؤس، بیک بے ری کلیمیشن، بمبئی ـ ۲۰۰۰۲۰ کو پہنچ جانی چاہیے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۸۲ء کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر توجہ نہیں کی جائیگی۔

۵۔ درخواست دہندہ کو اپنی درخواست کے ہمراہ (i) اپنی تاریخ پیدائش اور عمر (ii) موجودہ اور گذشتہ ملازمت بشرطیکہ وہ ملازم ہو یا رہ چکا ہو اور (iii) اگر وہ شیڈول کاسٹ یا شیڈول قبیلے کا فرد ہے تو اس کے متعلق دستاویزوں / سرٹیفکٹوں کی تصدیق شدہ نقلیں بھی بھیجنی چاہئیں۔

۶۔ جو امیدوار سرکاری ملازم ہوں انھیں اپنی درخواستیں اپنے اپنے دفتر کے معرفت بھیجنی چاہئیں۔

۷۔ منتخب شدہ امیدواروں کو باقی کاروائیاں مکمل ہونے تک شروع میں ماہانہ معاہدہ پر ملازم رکھ لیا جائے گا۔ بعد ازاں اُسے مقررہ اسکیل میں تین سال کے معاہدے پر بطور اسٹاف آرٹسٹ رکھا جائے گا۔ جن میں سے دو سال تک اس کا کام دیکھا جائے گا اور اگر اس کا کام ٹھیک ہوا تو ۵۸ سال تک کی عمر کے طویل المدت معاہدے پر تقرری کے لیے اس کے معاملے پر غور کیا جائے گا۔

۸۔ منتخب شدہ امیدواروں کو آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر منتقل کیا جا سکے گا۔

۹۔ امیدواروں کو امتحان / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت ان لوگوں کو ترجیح دی جائے گی جو اعلیٰ قابلیت اور زیادہ تجربہ کے مالک ہوں گے۔

۱۰۔ ملازمت کے لیے کسی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزنیت کا سبب ثابت ہوگی۔

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۸-۲۱ کملا گوئل: غزلیں

شام

۷-۲۱ کرشنکوں کیلئے

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۷-۱ کرساں ری بات

۸-۲۱، ۸-۵۰

اجنتا چودھری: گیت اور بھجن

شام

۷-۲۰ کرشنکوں کیلئے

حیدرآباد

حیدرآباد الف ، ۵ر۴۶۴ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز ۔ حیدرآباد ب ، ۸ر۲۱۸ ۱۳۷۷ کلوہرٹز
حیدرآباد ج ، ۲۵۶.۰۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

منگل ۱۶ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
اردو پروگرام

شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) محنت کش عوام سے خطاب، نظم از خواجہ شوق
(۴) صنعتی مزدوروں کیلئے ڈھولک کے گیت

بدھ ۱۷ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
شہرنامہ

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) اجنبیت، افسانہ از قادر جاوید
(۴) شگوفے، مزاحیہ پروگرام
(۵) غزلیں اور گیت
(۶) خطوں کے جواب

جمعرات ۱۸ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
کلام شاعر

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
وراثتی پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) بیس نکاتی پروگرام اور ہمارے فرائض، تقریر از ملک محمود
(۴) دیہات کی تصویر ، فیچر
(۵) گیت اور غزلیں

جمعہ ۱۹ر نومبر

صبح
۶-۴۰ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک حافظ غلام جیلانی
نعت شریف از محمود علی بیابانی
۸-۴۰ یووادانی
تقریر

شام
۵-۳۰ ترنگ
میری پسند
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) حیدرآباد کے شب و روز، کلچرل ڈائری
(۴) ان سے ملئے
(۵) قوالیاں

ہفتہ ۲۰ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
تقریر

شام
۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) بھارت بھارتی
(۴) لطیفے ہی لطیفے
(۵) غزلیں

اتوار ۲۱ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
گلدستہ
۸-۳۰ بچوں کیلئے

دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کیلئے
(۱) فضول خرچی رسومات پر، تقریر از بھارتی دیوی
(۲) کام کی باتیں
(۳) خطوں کے جواب

شام
۵-۳۰ ترنگ
وراثتی پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ ۔ غزلیں

پیر ۲۲ر نومبر

صبح
۸-۴۰ یووادانی
نغموں کی دنیا

شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) سب رس
(۴) کلام شاعر
(۵) افسانہ
(۶) گیت اور غزلیں

منگل ۲۳ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
اردو پروگرام

شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) صنعتی مزدوروں کیلئے
صنعتی خبرنامہ
(۴) ڈھولک کے گیت

بدھ ۲۴ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
شہرنامہ

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) شگوفے مزاحیہ پروگرام
(۴) خطوں کے جواب
(۵) غزلیں

جمعرات ۲۵ر نومبر

صبح
۸-۲۵ یووادانی
کلام شاعر

دوپہر
۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام
۵-۳۰ ترنگ
وراثتی پروگرام
۹-۳۰ نیرنگ
نیشنل پروگرام ، ڈرامہ

جمعہ ۲۶ر نومبر

صبح
۶-۴۰ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک ۔ نعت شریف
۸-۴۰ یووادانی
تقریر

شام

۵-۳۰ ترنگ

میری پسند

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) پنچ تنتر سے کہانی

(۲) سازوں پر موسیقی

(۳) ان سے ملئے

(۴) حیدرآباد کے شب و روز

(۵) قوالیاں

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی

تقریر

شام

۵-۳۰ ترنگ

ڈرامہ

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) پنچ تنتر سے کہانی

(۲) سازوں پر موسیقی

(۳) لطیفے ہی لطیفے

(۴) بھارت بھارتی

(۵) غزلیں

غزل

کنہیا لال منظر گورکھپوری

غم کے منجدھار سے گذر جائے
رنگ ہستی اگر سنور جائے
عین ممکن ہے رُت بہاروں کی
پھر کوئی گُل نیا کتر جائے
کیا عجب ہے خوشی کے پھولوں سے
روپ گلشن کا پھر نکھر جائے
کیا زمانے کو ہے یہی منظور
آدمی ٹوٹ کر بکھر جائے
ایک ہی دیپ گر شگستہ ہو
گھر میرا روشنی سے بھر جائے
پھر دلوں سے کوئی صدا اُٹھے
درد پھر اپنا کام کر جائے
ہر طرف غم کے آتشیں منظر
دل پریشان ہے کدھر جائیں

(گورکھپور سے نشر)

اتوار ۲۸ نومبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی

گلدستہ

۹-۲۰ بچوں کیلئے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کیلئے

(۱) 'تعلیم بالغان کیلئے نئے اقدامات'

تقریر از خورشید حمید پاشا

(۲) ڈھولک کے گیت

(۳) خطوں کے جواب

شام

۵-۳۰ ترنگ

وراثتی پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ

ڈرامہ — غزلیں

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ یوواوانی

نغموں کی دنیا

شام

۵-۳۰ ترنگ

کھیلوں پر تبصرہ

خطوں کے جواب

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) پنچ تنتر سے کہانی

(۲) سازوں پر موسیقی

(۳) کلام شاعر

(۴) افسانہ

(۵) گیت اور غزلیں

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی

اردو پروگرام

شام

۵-۳۰ آہنگ

ادبی میگزین پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) پنچ تنتر سے کہانی

(۲) سازوں پر موسیقی

(۳) صنعتی مزدوروں کیلئے

(۴) ڈھولک کے گیت

سرینگر

میڈیم ویو: سرینگر الف: ۲۶۸،۸۱ میٹر سرینگر ب: ۲۲۵ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹،۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱،۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: صبح ۱۱-۳۰ سے
رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۰۵، رات ۹-۱۵
ھندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۹-۰۵ ڈیسپیچز ۹-۲۰ اردو ۹-۲۵ کشمیری دوپہر ۲-۱۰ لداخی شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۴۵ اردو

منگل ۱۶ نومبر

صبح

۸-۰۰ انیل کمار: ڈوگری موسیقی

۸-۲۱ ثقافت: کشمیری ادبی میگزین

۸-۲۵ سنطور:

ایم اے تبت بقال و ساتھی

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰

شیخ عبدالعزیز و ساتھی، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ زونہ بیگم و ساتھی، چھکری روف

۲-۰۰ ویسٹرن میوزک

۲-۳۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۳۰ پراگاشش

۹-۴۵ بات چیت (کشمیری)

۹-۳۰ 'ہم قلم' اردو ادبی پروگرام

۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

شام

۶-۱۰ عبدالاحد پرے: غزلیں

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ 'سام'

بیس نکاتی پروگرام کی عمل آوری

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

بدھ ۱۷ نومبر

صبح

۸-۰۰ یونس ملک، غزلیں

۸-۲۱ شش رنگ

۱۱-۳۰ محمد سلیم و ساتھی، چھکری و روف

دوپہر

۱-۰۰ محمد سلیم ٹھاکر و ساتھی:

چھکری اور روف

۲-۰۰ ویسٹرن میوزک

۲-۳۰ عبدالاحد پرے اور اسد اللہ

چھکری

جمعرات ۱۸ نومبر

صبح

۸-۰۰ پوسٹ کارڈ افسانہ او سازینہ

۸-۲۱ آتش تہ گاش

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰، سہ پہر ۴-۰۰

غلام محمد قالین بافت اور ساتھی

سہ پہر

۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

۶-۱۰ ایم ایس پانپوری، غزلیں

رات

۸-۳۰ پراگاشش

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ میانی پسند

جمعہ ۱۹ نومبر

صبح

۷-۳۰ گاندھی کتھا

۸-۰۰ کورل گیت

۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰

عبدالرزاق ڈار اور ساتھی:

چھکری اور روف

دوپہر

۲-۳۰ سرود وادن

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام

۶-۱۰ علی محمد : غزلیں

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ بزم شعر

۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۲۰ نومبر

صبح

۸-۰۰ ہیپنے کا نغمہ

۸-۲۱ نوی تخلیق

۸-۲۵ پراگ

۹-۰۵ کاشری ناول

۱۱-۳۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ عبدالغنی و ساتھی، چھکری رُوف

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ خوشحال گھرہ

شام

۶-۱۰ وجے کمار ملّا : غزلیں

۸-۰۰ پراگاشش

۸-۴۵ انگریزی بات چیت

۹-۳۰ محفل موسیقی
غلام رسول آہنگر و ساتھی

۱۰-۳۰ فلمی گانے

اتوار ۲۱ نومبر

صبح

۸-۰۰ اس ہفتے

۸-۲۱ گھرانوں کیلئے

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار

۱۱-۰۰ نو بہ نو

۱۱-۳۰ کشمیری میں ڈرامہ

دوپہر

۱۲-۴۰ فلمی گانے

۲-۳۰ ہی مال

۴-۰۰ پھولہ وینی لوری

۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام

۶-۱۰ غلام حسن صوفی : غزلیں

۸-۳۰ پراگاشس

۸-۴۵ تو ہنز چھٹی واژ

۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۲ نومبر

صبح

۸-۰۰ کیلاش مہرہ اور علی محمد
صوفی شعرا کا کلام

۸-۲۱ ذات بتراتس

۸-۲۵ ہندی بات چیت

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۳۰
غلام نبی حضرت بلی و ساتھی
چھکری اور رُوف

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ نسیم اختر اور محمد صدیق پانپوری
غزلیں

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ

۸-۳۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ

۸-۴۵ اردو بات چیت

۹-۳۰ کشمیری ڈرامہ

۱۰-۳۰ چیدہ چیدہ

منگل ۲۳ نومبر

صبح

۸-۰۰ انیتا شرما : ڈوگری موسیقی

۸-۲۱ فلم میگزین (کشمیری)

۸-۲۵ سنطور : صوفیانہ موسیقی

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
عبدالخالق اور ساتھی، صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ جے کشن تکو اور ساتھی، لیلا

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۳۰ پراگاشس

۸-۴۵ کشمیری میں بات چیت

۹-۳۰ سنگرمال

۱۰-۰۰ تو ہنز فرمائش

بدھ ۲۴ نومبر

صبح

۸-۰۰ ایم ایل ولی : غزلیں

۸-۲۱ شش رنگ

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۳۰
غلام حسن صوفی اور ساتھی
چھکری اور رُوف

۴-۰۰ غلام حسن صوفی اور شمیمہ دیو
غزلیں

شام

۶-۱۰ غلام حسن صوفی : غزلیں

۸-۳۰ پراگاشس

۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ سائنس میگزین

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۵ نومبر

صبح

۸-۰۰ غزلیں

۸-۲۱ آشس تہ گاشس

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰ صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ عبدالرحیم بٹ اور ساتھی
چھکری و رُف

۲-۳۰ استاد رمضان جو اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

رات

۸-۳۰ پراگاشس

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک

جمعہ ۲۶ نومبر

صبح

۷-۳۰ گاندھی کتھا

۸- کورل میوزک

۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۳۰
نذیر احمد بٹ و ساتھی؛
چھکری اور رُوف

دوپہر

۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام

۶-۱۰ نسیم اختر : غزلیں

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ اپنی دھرتی اپنا دیش

۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۲۷ نومبر

صبح

۸-۰۰ ہیپنے کا نغمہ

۸-۲۱ نولیکھن (ہندی)

۸-۲۵ مولل شعار

۱۱-۳۰ محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ غلام محمد حجام اور ساتھی
چھکری اور رُوف

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ خوشحال گھرہ

رات

۸-۳۰ پراگاشس

۸-۴۵ انگریزی بات چیت

۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)

۱۰-۰۰ گاٹ تارکھ

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۲۸ نومبر

صبح

۸-۰۰ اس ہفتے

۸-۲۱ 'نوجوانوں کو کھیل کی طرف راغب کرنا'
تقریر نذیر احمد خاں

۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار

۱۱-۰۰ موسیقی

۱۱-۳۰ انتخاب

دوپہر

۱۲-۴۰ فلمی گانے

۱-۰۰ ویسٹرن میوزک

۲-۱۰ شاستریہ سنگیت

۲-۳۰ ہی مال

(آگے ص ۵۰ پر)

۴-۰۰ پھولو دینی ٹوری
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۳۰ پراگاش
۸-۴۵ توہنہ چھیو وانز
۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۹ نومبر

صبح

۸-۰۰ صوفی شعرا کا کلام
۸-۲۱ کشمیری موسیقی
۸-۴۵ ہندی بات چیت
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۳۰
محمد سلطان پرے اور ساتھی
جھکڑی اور رؤف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پنجابی پروگرام
آرتی ٹکو اور راج بیگم

شام

۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلن ہنز دنیاہ
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ اردو ڈرامہ

منگل ۳۰ نومبر

صبح

۸-۰۰ سریندر کور، ڈوگری موسیقی
۸-۲۱ کشمیری موسیقی
۹-۰۵ زونہ ڈب

۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد سازنواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ عبدالغنی اور ساتھی، سرنائی
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام

۶-۱۰ آرتی ٹکو، غزلیں
۸-۳۰ پراگاش
۸-۴۵ کشمیری میں بات چیت
۹-۳۰ سنچایکا (ہندی)
۱۰-۰۰ توہنز فرمائش

دوردرشن بمبئی

ممبئی چینل ۴ تصویر ۶۲.۲۵ میگاہرٹز بینڈ ۱ آواز ۶۷.۷۵ میگاہرٹز
پونہ چینل ۵ تصویر ۱۷۵.۲۵ میگاہرٹز بینڈ ۳ آواز ۱۸۰.۷۵ میگاہرٹز

شام ۷-۳۰ ... [illegible] میں خبریں
۸-۳۰ نیشنل پروگرام (دلی دوردرشن سے براہ راست ٹیلی کاسٹ) ... [illegible] ... اختتام

اتوار

صبح ۹ انگریزی میں سلسلے وار فلم ۹-۳۰ پرتیبھا ... ۱۰-۳۰ سپتاہکی: ہفتے بھر کے پروگرام کی جھلک ۱۱-۰۵ اختتام
شام ۵-۱۰ ہندی میں فیچر فلم
۷-۰۰ اسپورٹس ... [illegible]

پیر

صبح ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۰۰ اور ۲-۰۰ سے ۲-۳۰ تک
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) پانچویں جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق شام ۶-۳۰ بلبل
(مراٹھی میں بچوں کا پروگرام) ۷-۰۰ لوک سنگیت
۷-۰۰ اپنی ماں اپنی ماٹی ۸-۳۰ دھرتی وگیان /
دستاویزی فلم ۸-۰۰ پروادرشن (گجراتی / ہندی)
۱۰-۰۰ کل کے پروگراموں کا اعلان ۱۰-۰۲ گجرا

منگل

شام ۶-۳۰ وندن وار / ... فیچر فلم
۸-۱۰ کلاکار وشو ۸-۳۰ گیان دیپ ... سائنس
رپورٹ ... ۹-۰۰ ... ۱۰-۰۲ ہوشیار

بدھ

صبح ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۰۰ اور دوپہر ۲-۰۰ سے ۲-۳۰
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) چھٹی جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق شام ۶-۳۰ کھیل کھلونے
(ہندی میں بچوں کا پروگرام) ... (انگریزی میں)
(بچوں کا پروگرام) ... ۷-۱۰ ... موسیقی
اپنی ماں اپنی ماٹی ۷-۳۰ ... ایک جنونی
۸-۰۰ پروادرشن (مراٹھی) ۱۰-۰۰ کل کے پروگراموں
کا اعلان ۱۰-۰۲ چترگیت (گجراتی) / پھول کھلے ہیں
گلشن گلشن

جمعرات

شام ۶-۳۰ سندر ماز ے گھر
۷-۰۰ فلم ۸-۱۰ کلاکار وشو
۸-۳۰ ... بائیر ... : ایک جنونی ... ۹ ...
... دی گڈ ورلڈ؟ ۱۰-۰۲ ڈرامہ (گجراتی / مراٹھی)

جمعہ

صبح ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۰۰ اور دوپہر ۲-۰۰ سے ۲-۳۰
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) آٹھویں جماعت کے لیے
سائنس کا سبق
شام ۶-۳۰ سنتا گکڑی، گجراتی میں بچوں کا پروگرام
۷-۰۰ ادبی ... اپنی ماں اپنی ماٹی ۸-۳۰ گیان دیپ
۹-۰۰ ان دی فیلڈ / آف دی فیلڈ / ہیکر ویڈیو /
شیوا نچھا ...
۱۰-۰۲ چھایا گیت ۱۰-۳۰ خصوصی اعلان

ہفتہ

صبح ۱۰-۳۰ سے ۱۱-۰۰ اور دوپہر ۲-۰۰ سے ۲-۳۰
شالے چتروانی (اسکولوں کے لیے)
استادوں کے لیے پروگرام
شام ۵-۰۰ اور ۶-۳۰ مراٹھی میں فیچر فلم / ... پروگرام
۱۰-۰۲ چند ... / انگریزی فلم / ... آنی چہرے

دوردرشن سرینگر

بینڈ ۱: ۲۵۱/۶۲ میگاہرٹز (تصویر) چینل ۵۴۱/۶۷ میگاہرٹز (آواز)

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۷-۳۰ کشمیری میں خبریں، ۷-۴۰ پروگراموں کی تفصیل
۸-۳۰ نیشنل پروگرام (دہلی سے براہ راست ٹیلی کاسٹ)
۱۰-۰۰ اردو میں خبریں

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

دوپہر ۱-۳۰ فیچر فلم ہندی ... ۳-۰۰ یونیورسٹی کے لیے ۴-۳۰ اختتام

شام ۶-۳۰ بچوں کے لیے (کشمیری) ... ۷ نوجوانوں کے لیے (اردو) ۷-۳۰ سلسلہ وار کشمیری فیچر ۸-۰۵ روزگار خبرنامہ ۸-۱۵ ہلکی پھلکی موسیقی ... ۱۰ سلسلہ وار اردو ڈرامہ

پیر

صبح ۱۱-۰۰ ایجوکیشنل ٹی وی ۱۱-۳۰ اختتام
شام ۶-۳۰ زرعی پروگرام ... ۷ کشمیری لوک سنگیت
۷-۱۵ ٹی وی نیوز فیچر ۷-۳۰ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام
نقش ونغمہ ... ۱۰ انٹرویوز

منگل

شام ۶-۳۰ زرعی پروگرام ... ۷ گھرانوں کے لیے
۷-۳۰ آپ کی ڈاک: ناظرین کے خطوط ... ۸ ہیلتھ میگزین (کشمیری) ... ۱۰ تعمیر و ترقی سے متعلق پروگرام / سنگیت

بدھ

شام ۶-۳۰ زرعی پروگرام ... ۷ گھرانوں کے لیے /
ٹیلی کلبوں سے ۷-۳۰ ڈوگری پروگرام ... ۸ سلسلہ وار کشمیری فیچر ... ۱۰ صوفیوں سنتوں سے متعلق پروگرام / کلاسیکی موسیقی

جمعرات

صبح ۱۱-۰۰ ایجوکیشنل ٹی وی ۱۱-۳۰ اختتام
شام ۶-۳۰ زرعی پروگرام ... ۷ لوک سنگیت (کشمیری)
۷-۱۵ سائنس پروگرام / ہمارا ثقافتی ورثہ
۷-۳۰ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام / نقش ونغمہ
۱۰-۰۰ حالات حاضرہ

جمعہ

شام ۶-۳۰ کشمیر کا لوک تھیٹر / گوجر بھائیوں کے لیے ... ۷ ہمارے فرائض / فوکس آن ویلج (ہمارا گاؤں) ۷-۱۵ نغمہ ۷-۲ دستاویزی فلم ۷-۳۰ ڈرامہ (کشمیری) / ڈرامہ دوسرے کیندروں کی پیش کش ... ۱۰ انگریزی سلسلہ وار فلم

ہفتہ

شام ۶-۳۰ بچوں کے لیے ... ۷ اسپورٹس میگزین ۷-۳۰ کشمیری لوک سنگیت ... ۸ سلسلہ وار اردو ڈرامہ ۱۰-۰۰ ادبی میگزین پروگرام (اردو)

آجکل
IX ASIAN GAMES

غزلیں

بمبئی سے

علی الدین نوید

اپنے ہی سائے ہی کا قد ناپ کے اکثر ہم لوگ
یوں چبھو دیتے ہیں احساس میں نشتر ہم لوگ
ڈوبتی شام کا مرتا ہوا سورج تم ہو
گھر کی دہلیز پہ اُس شخص کی گردن نازک
کھیت ورثے میں ملے ہیں ہمیں ایسے کہ جہاں
ہم کو لے دے کے ملی ایک ... مرا تاشہ
کتنے شفا خانے سلامت ہیں ... ہارے ہم بھی

جان جاتے ہیں کہ ہیں کتنے قد آور ہم لوگ
دل کو رکھ دیتے ہیں زخموں میں ڈبو کر ہم لوگ
سانولی صبح کا بکھرا ہوا منظر ہم لوگ
جس کو لے آئے تھے قتل سے بچا ہم لوگ
تیرگی کا ... ہیں روشنی ہو کر ہم لوگ
درد کے ... اٹھا لیتے ہیں ہنس کر ہم لوگ
یوں رہا سر کو ہیں ڈسے ہوئے ساغر ہم لوگ

ہم میں صدیوں کی کڑی دھوپ کی شدت ہے نوید
پیاس اتنی ہے کہ پی جائیں سمندر ہم لوگ

خان دلدار سنبھلی

دل ٹوٹنے کا میرے تماشہ غضب کا تھا
گلیوں میں سارے شہر کی چرچا غضب کا تھا
دل حادثات وقت سے پیچھے نہ ہٹ سکا
ٹکرا گیا یہ سنگ سے شیشہ غضب کا تھا
میرا وجود سخت تھا لیکن پگھل گیا
اُس کے بدن میں آگ کا دریا غضب کا تھا
موجیں تھیں سیل آب کی کف در دہن مگر
دریا خود اپنے آپ میں پیاسا غضب کا تھا
ہم آشنائے لذت آزار ہو گئے
چبھتا رہا جو دل میں وہ کانٹا غضب کا تھا
چاہت نہیں وصل یار کی وہ خاک ہو گیا
دلدار ایک شخص تھا ہاں تھا، غضب کا تھا

عبداللہ کمال

شمیم عبّاس

کچھ دولتِ الفاظ تھی کچھ فکرِ رسا تھی
کچھ ورثہ تھا اجداد کا کچھ اپنی ادا تھی
اک ہم کہ کبھی ہو نہ سکے شور کا حصہ
حالانکہ میرے نام پہ اپنی بھی صدا تھی
کیا جانئے آنکھوں کا تماشہ تھا کہ سچ مچ
ہر شے تھی بجز اُس کے مگر تھی تو ہوا تھی
یاد آتی ہے اچھی سی کوئی بات سرِ شام
پھر صبح تلک سوچتے رہتے ہیں کہ کیا تھی
کچھ شعر گوارہ ہوئے آخر تیرے عبّاس
یہ شرف یہ عزت تو بڑی بیش بہا تھی

شاہد ندیم

یقین وہم و گماں کچھ بھی نہیں ہے
سُناتے ہیں زمانے بھر کے قصے
محبت ہے نہ اب ان سے عداوت
زمین تنگ ہے قدموں کے نیچے

جہاں سب ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے
ہماری داستاں کچھ بھی نہیں ہے
ہمارے درمیاں کچھ بھی نہیں ہے
سروں پر آسماں کچھ بھی نہیں ہے

علاوہ دھند کے حد نظر تک
خیالی کہکشاں کچھ بھی نہیں ہے

رامپور سے

ہوش نعمانی

گنگناتا خوں صحن دل میں جب سو جائے گا
پھر وہ دیواروں کے حق میں فیصلہ فرمائے گا
صبح کا سورج سوا نیزے پہ جس دن آئے گا
بے حسی کا برف پگھلے گا دھواں ہو جائے گا
دھوپ ہر تالاب کا پانی اڑا کر لے گئی
اب کے موسم لہو کس کا پلایا جائے گا
وہ جو اپنی بے حسی کی احتیاطوں میں تھا قید
اب ہر اک اقدام پہ کتا سے دیکھا جائے گا
ریشہ ریشہ کر کے رشتہ توڑنے والا گلاب
پھر اسی ڈالی پہ اک دن مسکراتا آئے گا
اب آہستہ بھی اپنے دو ہرے پن سے نفرت ہو گئی
اب وہ میرے پاس آئے گا تو تنہا آئے گا
ہوش اب الفاظ اپنی معنویت کھو چکے
اب ہر اک خط اُن کو تصویروں میں لکھا جائے گا

زیب حسن زیب

حیراں ہوں آج وقت کی دارائیوں کے بیچ
پھر زخم جاگ اُٹھے ہیں پروائیوں کے بیچ
ہوں موت اور زیست کی پرچھائیوں کے بیچ
یادیں ہیں میں ہوں اور تصور ہے آپ کا
کیا ہو گا اس سے بڑھ کے مری زندگی کا غم

شامل ہے طنز حوصلہ افزائیوں کے بیچ
پھر کوئی آ گیا مری تنہائیوں کے بیچ
لے آئی زندگی مجھے رسوائیوں کے بیچ
جشن شب فراق ہے رعنائیوں کے بیچ
تنہا ہوں آج بھی شناسائیوں کے بیچ

اب کے بہار ایسی گزاری ہے ہم نے زیبؔ
جیسے ہو غم زدہ کوئی شہنائیوں کے بیچ

کے سپاہیوں کو قید کر کے انھیں طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں ان کی عورتوں کو اپنی ملکیت قرار دیا۔ لوٹ کھسوٹ اور ظلم و تعدی کا بازار گرم کیا اور بے گناہ عورتوں اور بچوں پر بھی اپنے ظلم کی تلوار بلند کی۔ اپنی ان ضروریات کو جو ایماندارانہ کوششوں سے پوری کی جا سکتی تھیں بددیانتی اور ظلم کے ذریعہ حاصل کرنے لگا۔

یہ اُس وقت کی بات ہے جب انسان پورے طور پر مہذب نہیں ہوا تھا اور علم کی روشنی نے اس کے ذہن کے دریچوں کو پوری طرح کھول نہیں دیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دور آیا جب انسان نے اپنی عقل پر زیادہ سے زیادہ زور دینا شروع کیا اور سائنس کی ایجاد ہوئی۔ نئی نئی ایجادیں تیزی سے وجود میں آنے لگیں اور اُسکی سماجی زندگی میں ایک نیا انقلاب پیدا ہونا شروع ہوا۔ یہاں سے انسانی زندگی میں سماجی کشمکش کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ سائنس نے انسان کو بے اندازہ طاقت بخشی اور ترقی کی شاہراہ پر اس کے قدم تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ اب مقابلہ جسمانی طاقت کا نہیں ذہنی قوت کا ہو گیا۔ سائنس کے ساتھ ٹکنالوجی کی ترقی نے اُس کی زندگی میں ایک اور انقلاب پیدا کر دیا۔ زندگی کی رفتار تیز تر ہو گئی اور قدرت کی طاقتوں پر اس کی گرفت اور بھی مضبوط ہو گئی۔ زمین سے اُٹھ کر اُس نے فضا میں قدم رکھا اور پھر فضا سے گذر کر خلا میں پہنچ گیا۔ آج وہ نئے ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے اور نہ جانے اب آگے اس کی منزل کیا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی نے جو طاقت انسان کو بخشی اس سے نہ صرف اُس نے بے اندازہ فائدہ اٹھایا بلکہ اسے اس نے اپنی تخریبی قوت میں اضافہ کے لیے بھی استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس کی توجہ ان ایجادوں کی طرف بھی جانے لگی جو اسے دوسرے ممالک میں بسنے والے اپنے ہم جنسوں پر غلبہ حاصل کرنے میں مزید مدد دے سکیں اور دشمن طاقتوں کو زیادہ موثر طریقہ پر زیر کر سکیں۔ لہٰذا جنگ کے نئے نئے آلات ایجاد ہونے لگے یہاں تک کہ انسان ایک دن مہلک ہتھیار ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا جسے ایٹم بم کہتے ہیں۔ اُس پر بھی جب اُسے اطمینان نہ ہوا تو اس نے اس سے کئی گنا زیادہ مہلک نیوکلیر بموں کی ایجاد کر ڈالی۔ آج نیوکلیر ہتھیاروں کا ایک بڑا ذخیرہ اس کے پاس موجود ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہیں جو کرۂ ارض کے بڑے بڑے حصّوں کو چشم زدن میں تباہ و برباد کر سکتے ہیں اور زندگی کے سارے آثار کو ان سے ختم کر سکتے ہیں ان ہتھیاروں کی تباہ کن طاقت کا محض خیال ہی ان ہتھیاروں کے بنانے والوں کی روح میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے اس لیے کہ ان کے مقابلہ میں بے حد کمزور ایٹم بم کی ہلاکت کا نمونہ آج بھی ہیروشیما اور ناگاساکی کی پُرہول بربادی کی شکل میں ان کی نظروں کے سامنے موجود ہے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لوگوں کو دو ایٹم بموں نے جس قیامت سے دوچار کیا اس کا اندازہ لگانا کسی اور خطّہ کے بسنے والوں کے لیے مشکل ہے۔ ان بموں نے خالی ہزاروں کو موت کے گھاٹ ہی نہیں اُتارا بلکہ بچے ہوئے لوگوں کے لیے زندگی کے معنی بھی بدل دیے۔ اور انسانی جذبات و احساسات حتیٰ کہ انسانی جبلّت کو بھی بدل کر رکھ دیا۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لرزہ خیز حالات ایک کتاب کی صورت میں قلمبند ہو چکے ہیں جس کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں ڈیوڈ ساوی اور ایشی کاوا نے کیا ہے۔ اس کتاب میں بہت تفصیل سے ان اثرات کا تذکرہ ہے جو انسان کی زندگی پر دو ایٹم بموں نے ڈالے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ کتاب کا ترجمہ کرتے وقت انھیں اپنے جذبات پر بے حد قابو رکھنا پڑا۔ انھیں اس کام کو پورا کرنے کی ہمت اس سے ملی کہ شاید ان کا یہ کام آج کے انسانوں کے لیے سبق آموز بن سکے۔ ڈیوڈ سوانی کا کہنا ہے کہ نیوکلیر بم کے استعمال سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ اگر کوئی انسان زندہ بچ بھی گیا تو وہ انسانی نسل سے نہیں کہلایا جا سکے گا۔ بلکہ وہ کوئی اور ہی مخلوق ہو گی۔ آج کے انسان کی نفسیاتی اور سماجی کشمکش اسی قسم کے تجربات اور احساسات کا نتیجہ ہے جس نے نہ صرف یہ کہ اس کے لیے زندگی کے معنی بدل دیے ہیں بلکہ مستقبل کو بھی اس کے لیے بالکل تاریک بنا دیا ہے۔ آج کا انسان نفسیاتی طور پر اپنے کو بے حد کمزور اور غیر محفوظ پاتا ہے۔ یہ خیال کہ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے اسے برابر ستاتا رہتا ہے اور اس کے چہرے سے ہنسی اور دل سے مسرّت کے حصول کی خواہش ختم ہوتی جا رہی ہے۔ تنہائی کا احساس جسے مشینی زندگی نے پہلے ہی اس کے اندر پیدا کر رکھا ہے برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی ذہنی کشمکش کبھی اسے یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ زندگی میں جو بھی خوشی مل سکے اسے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لے اور کبھی تلخی کا احساس اسے یکسر زندگی سے متنفر کر دیتا ہے۔ اس نفسیاتی الجھن کا اثر اس کی ساری سماجی زندگی پر پڑ رہا ہے۔ رشتے ناتوں کے معنی اس کے لیے بدلتے جا رہے ہیں اور زندگی کے مقصد میں بھی تبدیلی آ رہی ہے۔ آج ہماری سماجی زندگی بے تعلقی، نفرت اور ظلم سے یکسر معمور ہو چکی ہے اخلاقی قدریں خاک میں ملتی جا رہی ہیں۔ ایک بے نام انتقام کا جذبہ اس کے اندر تیزی سے جگہ پا رہا ہے۔ جس کا اظہار مختلف جرائم کی شکل میں آئے دن ہمارے سامنے آتا رہتا ہے۔ آج کی سماجی کشمکش میں جو نفسیاتی عوامل کارفرما ہیں ان کا تجزیہ آسان نہیں اس کے لیے ان تمام اثرات کو ذہن میں رکھنا ہوگا جو سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے پچھلی چند دہائیوں میں ہماری زندگی پر ڈالے ہیں۔ سائنس اور ٹکنالوجی نے جہاں انسان کو بہت سی سہولتیں بہم پہنچائیں ہیں وہاں اُس کے دل کی دنیا کو تاریک سے تاریک تر بھی بنا دیا ہے۔ دولت کی افزائش نے انسان کے اندر مزید دولت اکٹھا کرنے کی ہوس کو تیز تر کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں امیر اور غریب کے درمیان ایک گہری خلیج پیدا ہو گئی۔ امیر کی نگاہ میں غریب ایک دوسری ہی مخلوق بن گیا اور اس کے دل سے یہ احساس بھی فنا ہو گیا کہ وہ دولت جسے وہ شراب ناچ گانے اور محض اپنی نمائش اور زیبائش پر صرف کر رہا

ہے اس پر غریبوں کا بھی حق ہے۔ کسی بڑے شہر میں چلے جائیے آپ کو سر بفلک عمارتوں اور آراستہ پیراستہ بنگلوں کے سامنے ٹوٹی پھوٹی کثیف جھونپڑیاں بھی نظر آئیں گی۔ بڑے بڑے ہوٹلوں کے سامنے پیٹ چاٹتے ہوئے غریب انسان بھی دکھائی دیں گے۔ فیشن ایبل کپڑوں میں ملبوس انسانوں کے سامنے ننگے اور پھٹے حال بچے، جوان اور بوڑھے بھی نظر آئیں گے۔ امیر اور غریب کے درمیان اتنا واضح فرق نہ صرف سماجی کشمکش کو جنم دیتا ہے بلکہ بیشتر افراد کو ایک عجیب نفسیاتی کشمکش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ نفرت، غصہ، ظلم چوری ڈکیتی، قتل اور زنا سب اسی طرح اور نفسیاتی کشمکش کا نتیجہ ہیں جن کے سبب ہماری سماجی زندگی یکسر [illegible] سے معمور ہوتی چلی جا رہی ہے۔

مختار احمد عاصی

خوشبو کی مانند آوارہ مقتل مقتل پھرتے ہیں
سوکھ گئی وشواس کی گنگا پیار نے بھی دم توڑ دیا
سب کا دُکھ اپنا کر ہم نے اپنے دُکھ کا انت کیا
اپنے دل کی بات عجب ہے اپنے دل کی شان غضب
اپنا روگ بتائیں کس کو کہنے سے کیا حاصل ہے
لہرانے لگتی ہے محبت اس دھرتی کے سینہ پر
کس نے کس کا ساتھ دیا ہے کس نے کس کا چھوڑا ساتھ
ہم سے ہے معیار محبت ہم سے ہے قائم رسم وفا

ہم تو ٹھہرے جیون بیری مرنے سے کب ڈرتے ہیں
رات گئے آکاش پہ تارے بات یہ کس کی کرتے ہیں
غم کو مٹایا غم کو سہہ کر وہ غم کا ہے کرتے ہیں
ہنس ہنس کر ہم اپنے سر پر ہر الزام کو دھرتے ہیں
دردِ محبت دل میں چھپائے بستی بستی پھرتے ہیں
پیار کی خوشبو دل میں لے کر ہم جس سمت گذرتے ہیں
کیا جانے کیوں اپنے دل میں یہ عنوان ابھرتے ہیں
جس نے ہمیں برباد کیا ہے دم اس کا ہی بھرتے ہیں

راہِ طلب میں ناکامی سے اپنی کبھی مایوس نہ ہو
عاصی ہر انسان کے جوہر ناکامی سے نکھرتے ہیں

(پٹنہ سے نشر)

سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کا ایک دوسرا رُخ
اور بھی ہے اور وہ ہے ہمارے علم کی مقدار میں بے اندازہ اضافہ
علم کو حاصل کرنے اور اسے ایک جگہ پر محفوظ کر لینے کے
بے شمار وسائل روز بروز وجود میں آ رہے ہیں۔ ان ایجادات
میں سب سے اہم ایجاد کمپیوٹر کی ایجاد ہے جس نے علم کی
دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یہ عجیب و غریب ایجاد
دراصل انسانی ذہن کی ساخت پر وجود میں آئی ہے اور اس
کے ذریعہ ہر وہ کام لیا جا رہا ہے جو اس سے قبل انسانی
ذہن کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ جاننا، سمجھنا، سبب
دریافت کرنا، دی گئی اطلاع پر عمل کرنا، معلومات کو اپنے
اندر محفوظ رکھنا اور بوقت ضرورت انھیں کام میں لانا یہ سب
باتیں آج کمپیوٹر کے لیے ممکن ہیں۔ جہاں تک معلومات کو ذہن
میں محفوظ رکھنے اور بوقت ضرورت ان کو استعمال کرنے
کا سوال ہے کمپیوٹر نے انسانی دماغ کو منزلوں پیچھے چھوڑ
دیا ہے۔ ایک چاول برابر مائکرو پروسیسر کے ٹکڑے پر
معلومات کا ایک ذخیرہ اکٹھا کیا جا سکتا ہے، جو ضخیم سے ضخیم
کتابوں میں بھی نہیں سما سکتا۔ ان مائکرو پروسیسرس کے
عمل کی رفتار کا اندازہ بھی لگانا انسانی ذہن کے لیے مشکل
ہے۔ اس کی ایک سرکٹ تیرہ مائکرو سیکنڈ میں پوری
ہو جاتی ہے جبکہ ایک سیکنڈ میں اتنے مائکرو سیکنڈ ہوتے
ہیں جتنے اکتیس ہزار سات سو برس کے سیکنڈ۔ آج مشین
نما انسان جنھیں روبوٹ کہتے ہیں کثرت سے ان کاموں کو انجام
دینے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں جنھیں پہلے نیچے درجے
کے ملازمین انجام دیا کرتے تھے۔

کمپیوٹر کی ایجاد نے جہاں ایک طرف چشم زدن میں
انسان کو ترقی کی نہ جانے کتنی اعلیٰ منزل پر پہنچا دیا ہے
وہاں اسے ایک عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور
وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسکی
ایجاد کردہ یہ مشین خود اسے اپنی گرفت میں نہ لے لیں یا ان
پر خود اس کی اپنی گرفت کمزور نہ پڑ جائے کہ وہ بے بسی کا
شکار ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر اس کی سماجی زندگی کی
کیا شکل ہوگی، یہ کہنا مشکل ہے۔

اس وقت انسان جس سماجی صورت حال سے دوچار
ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی ذہنی کشمکش میں برابر
اضافہ ہوتا جائے گا۔ آج کا انسان سکون کی تلاش میں پھر
مذہب کی طرف پلٹ رہا ہے جو اس کے خیال میں اسے
روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچا سکتا ہے لیکن اسے یہ
روحانی تسکین اسے اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک
وہ انسانی اقدار کو اپنا مرکز حیات نہ بنائے اور ساری انسانیت
مخلوق کو یگانگت اور محبت کے رشتہ میں منسلک نہ کر دے
اس کے لیے نہ تو مذہب کی ضرورت ہے اور نہ کسی دوسرے
نفسیاتی سہارے کی۔ اس کے لیے ضرورت ہے صرف انسان
دوستی کی۔ (اردو سروس سے نشر)

باقر مہدی پروفیسر آف ایجوکیشن
جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

نیا سمندری عہد

ڈاکٹر سید ظہور قاسم

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

سمندری علم (علم البحر) ایک ایسا سائنسی مضمون ہے،
جس میں ماضی قریب (حال کے چند برسوں) میں ہندوستان
نے معقول ترقی کی ہے۔ یہ ایک زیادہ لاگت پُر خطر اور کافی
منصوبہ بندی کی متحمل سائنس ہے۔ سمندر میں متعدد
اور محنت اقدام عمل کرنے کے لیے کافی تربیت یافتہ آدمی (عملہ)
کی ضرورت لاحق ہے۔ یہ سمندر کے اندر کی سائنس ہے۔

۱۹۶۵ء میں حکومت ہند نے ایک ایسا ادارہ قائم
کرنے کا فیصلہ کیا جو سمندر کا مطالعہ کرے۔ اس فیصلے کی رو
سے جنوری ۱۹۶۶ء میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی
(این۔ آئی۔ او) کا وجود عمل میں آیا۔ ابتدا میں صوبہ کیرل کے
کوچین شہر میں ہی سمندری مطالعہ کا بیشتر کام محدود تھا
۱۹۶۷ء میں اس ادارے کو گوا میں منتقل کر دیا گیا۔
کوچین سے گوا میں بہت سے افراد اور ساز و سامان کا تبادلہ
کیا گیا اور اس طرح ایک بڑے پیچیدہ اور وسیع ادارہ کی
بنیاد بمقام ڈونا پولا ڈالی گئی جو پانا جی گوا کی راجدھانی سے
۸ کلومیٹر دور واقع ہے۔

چنانچہ کاونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل
ریسرچ کے ماتحت این۔ آئی۔ او سمندری تحقیق کا پہلا مرکز
ہے۔ اس ادارے کے مزید تین علاقائی مرکز کوچین، بمبئی
اور والٹیر میں بھی قائم ہیں۔ کل عملہ کی مجموعی تعداد مع علاقائی
مرکزوں کے تقریباً ۵۰۰ افراد ہیں۔

اس انسٹی ٹیوٹ کا تحقیقی کام سات ڈویژن (شعبوں)
کے ذریعے کیا جاتا ہے جن کے نام ہیں، طبعی (فزیکل) سمندری
علم، کیمیائی سمندر کاری، ارضیاتی سمندر کی، حیاتیاتی
سمندری جانچ، اور آلات کاری، سمندری انجینیرنگ، اور
منصوبہ بندی و اعداد و شمار کی تیاری۔

انسٹی ٹیوٹ کے قائم کرنے کا مقصد ہے کہ اپنے ملک میں
ایسی صلاحیت قائم کی جائے جس سے سمندر کو قوم کے مفاد
کے لیے مندرجہ ذیل میدانوں میں استعمال کیا جا سکے۔

۱۔ سمندر کے موجودہ زندہ ذرائع اور وسائل کا استعمال
اور استحصال۔
۲۔ سمندری کاشتکاری تکنیک۔
۳۔ معدنیات کے لیے سمندر کی گہری چھان بین۔
۴۔ سمندری پودوں اور جانوروں سے ادویات سازی۔
۵۔ سمندری (بجلی) قوت اور توانائی کا استعمال۔
۶۔ ساحلی علاقوں کے قریب تیل کے اخراج کو ترقی
دینا۔
۷۔ ساحلی اور بندرگاہی علاقوں کی ترقی۔
۸۔ ماحول کی آلودگی پر بااثر تحکم کا مطالعہ۔
۹۔ بحری آلات سازی اور اسلحہ کاری میں خود کفالت،
۱۰۔ سمندری و جہاز رانی کے میدان میں اعداد و شمار
کی اطلاعات کی تکمیل۔

۱۹۷۶ء میں سمندری تحقیق میں ایک نئے باب کا اضافہ
ہوا۔ جب سمندر کی تحقیق کے لیے گارڈن ریچ شپ بلڈرز اینڈ
انجنیئرز لمیٹیڈ کلکتہ کا بنا ہوا پہلا جہاز "گویشنی" بروئے کار
لایا گیا۔ اس جہاز کو ہشت پہلو ہمہ شعبہ جاتی آلات اور ساز و سامان
سے آراستہ کیا گیا ہے۔ جس میں متعدد شعبوں میں تمام سال
سمندری تحقیق کی جا سکتی ہے۔ گویشنی میں ۱۹ سائنس دانوں
کے کام کرنے کی سہولیات اور سہ رسد گاہیں فراہم کی گئی ہیں
جن کے ذریعے تجزیہ کی جا سکتی ہے۔ اب تک گویشنی نے ۱۰۵
دورے کیے ہیں اور ڈیڑھ لاکھ لائن کلومیٹر کے فاصلے میں تین
ہزار چھ سو اسٹیشنوں پر کام کیا ہے۔ جہاز نے سارے سال
بڑے آزمائشی مطالعے اور تجزیے انجام دیئے ہیں جو سمندری
علوم کی جملہ سمتوں پر محیط ہیں اور ہندوستان کے اطراف و
جوانب میں تمام سمندروں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ان مطالعوں سے
ایک عمیق و دبیز اعداد و شمار کے ابواب کی اطلاعات حصول
ہوئی ہیں جن سے ہندوستان کے گرد ہمارا سمندری علم کافی
حد تک بڑھا ہے۔

"گوشینی" نے سب میرین نل بندی کے راستوں کو ساحلی تیل درآمد و دریافت کے لیے بمبئی ہائی میں کامیاب تقویت پہنچائی ہے اور وسیع مطالعہ کیا ہے اس سے ہم تیل کے چشمے قائم کرسکیں گے۔ اپنے معدنیات کے خزانوں کا بھی جائزہ لیا ہے اور زندہ وسائل کے بارے میں تلاش کاری کی ہے۔ نیز ہندوستان کے اطراف میں سمندروں میں آلودگی کی بھی جانچ کی ہے۔ اس جہاز کے ذریعے ہم نے ایک اور مندش کو توڑا ہے اور بحر ہند سے کئی کثیر دھاتی ڈلے فراہم کیے ہیں۔ اس دریافت کو معاشیاتی و اقتصادی بڑی اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ اس طرح نکل، تانبہ اور کوبالٹ وغیرہ ان پتھروں سے نکالا جا رہا ہے۔ سمندر میں ان عناصر کے علاوہ مینگنیز اور لوہا بھی، زمینی خزائن کے بدل کے روشن امکانات فراہم کرتا نظر آرہا ہے۔

گوشینی نے مونیکس ۱۹۷۹ کے پروگرام میں بھی حصہ لیا اور جو موسمیات کے تجربات کے لیے خلیج بنگال اور بحیرۂ عرب میں چھ دورے کیے۔ فی زمانہ ہندوستان میں ایک ہزار کے قریب سمندری و جہاز رانی سے متعلق سائنس دان کام کر رہے ہیں۔ جن میں سے متعدد بین الاقوامی طور پر سمندر کاری کی مہارت اور شہرت رکھتے ہیں اور مختلف شعبہ ہائے علم البحر پر قادر ہیں۔ گزشتہ دس سال میں ہندوستانی یونیورسٹیوں میں بھی تربیت یافتہ سمندری علوم کے سائنسدانوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے اور سمندری سائنس پر مقدار اور معیار کے اعتبار سے بھی تصنیف و تالیف اور طباعت کتب میں بھاری اضافہ ہوا ہے۔

اشنوگرافی یعنی سمندری علم جو جملہ سائنسی موضوعات اور شعبوں کی مجموعی اکائی کا نام ہے ابھی ہندوستان میں نوعمر ہے۔ تقریباً پندرہ برس کی قلیل مدت میں ہی یہاں اس پر بہت اہم کام ہوا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کا ایک ہیولہ (ڈھانچہ) اور عملہ و افراد کی ضروریات پر بنیاد بنائی گئی ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہمیں اور کرنا ہے یہ اس کا ادنیٰ جزو ہے۔ ۲۰۰ ناٹیکل میل کے اقتصادی حلقہ کے اعلان کے ساتھ ہندوستان کی کل زمین کے ایک تہائی کے برابر کا حصہ ہم نے اپنی بحری اقتصادی حدود میں بڑھا لیا ہے جو بہت بڑا علاقہ ہے اس حلقہ میں بہت زیادہ تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہے (جس سے زندہ اور جامد وسائل کا اندازہ کیا جا سکے)

ہندوستان کی سمندری تحقیق کے کام کو اس کی فوری ضروریات کے مطابق منصوبہ آرائی سے بڑھایا جا رہا ہے۔ بمبئی کے قریب تیل کی دریافت کے ساتھ سمندر کاری کا ایک نیا باب شروع ہوا ہے۔ برصغیر کے نزدیک ہندوستانی ساحلی علاقوں میں اسی قسم کے وجود تلاش کرنے اور تحقیق کے کام کو تیزی سے بڑھانا چاہیے۔ ساحل کے قریب تیل کی تلاش کو بھی مستقبل قریب میں شدید کرنا ہوگا۔ چونکہ این۔ آئی۔ او۔ اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح واقف ہے۔ اس لیے وہ ایسے مطالعوں میں پوری طرح منہمک ہے۔

ساحل کے قریب تیل کی کھوج کے سبب سمندری انجینیرنگ و ٹیکنولوجی کی دریافت میں عظیم ترقیاں رونما ہوں گی ساحل کے قریب کنواں کھدائی کے سخت اور پیچیدہ "لوائے ٹیلی میٹر" نظام برائے متواتر فراہمی اعداد و شمار کو تیز طور پر بھی بڑھاوا دینا ہوگا تاکہ پرائیویٹ اور پبلک دونوں شعبوں کی مدد سے بہ جلد اور بہتر کام انجام پا سکے۔ اس طرح سمندر پر بنائے جانے والے گھروندوں کی بنیاد کے خاکوں پر بھی کافی کام کرنا ہوگا۔

گہرے سمندروں کے مختلف دھاتوں کی ساخت کے ڈلوں کی دریافت سے ہمارے ملک کو ممتاز حیثیت حاصل ہوئی ہے جس کی مدد سے ہم گہرے سمندر میں کان کنی کر سکتے ہیں۔ حال ہی میں ہندوستان کو سمندر سے متعلق بین الاقوامی قانونی کانفرنس نے عظیم گہرے سمندروں کی کان کنی کا محقق کار تسلیم کیا ہے ایسے صرف تین دیگر ملک اور چار متعدد ملکی کمپنیاں ہیں جو اس میدان میں سربراہ مانے گئے ہیں۔

اس میدان میں ایک دوسرا اہم شعبہ بحری معدنیات کا کثیر استعمال ہے جو ان مقاصد کے وسائل سے متعلق ہے این۔ آئی۔ او نے تمام مغربی ساحل "کانٹی نینٹل شیلف" کا تقریباً مکمل مطالعہ کر لیا ہے۔ خلیج بنگال میں بھی ایسے گہرے مطالعہ کا کام شروع ہو رہا ہے۔ اس طرح بحیرۂ عرب کے بھی کچھ چیدہ حلقوں میں یہ کام شروع کیا جائے گا۔ بحیرۂ ہند کے گہرے حلقوں میں ہشت پہلو بسیار تعدادی دھاتوں کے ڈلوں کا بڑا خزانہ پڑا ہے۔

ایسے بحری متحرک اور جاندار وسائل کا استعمال ایک دوسرا حلقۂ عمل ہے جس میں معقول کوشش و کاوش کی جائے گی۔ اس کے لیے "ایکوکلچر" یا سمندری کاشت تکنیک عظیم کامیابی حاصل کرے گی۔ غذا کے علاوہ جانور اور پودے بھی سمندری کھوج میں مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔ سطح سمندر سے متعدد اہم کیمیات بھی حاصل ہونے کا امکان ہے۔ اسے ہی بحری جانوروں سے مدد مل سکے گی مثلاً "کورلز اور اسپونجز" وغیرہ سے ہمیں فائدہ ہوگا۔ ایسے وجودات اپنے حیاتی مفاد و مرکبات کے لیے بھی بہت مشہور ہیں۔ یہ بری پودوں کے اور جانوروں کے وسائل سے حاصل شدہ اشیا سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کیمیات سے نہایت ہی اہم ادویات بنائی جا سکتی ہیں۔ ایسے مطالعات کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے این۔ آئی۔ او نے ایک پروجیکٹ "شعبہ بحری ادویات" کے نام سے شروع کیا ہے جس میں C.D.R.I. لکھنؤ کا تعاون حاصل ہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ روایتی اور مروجہ توانائی کے وسائل میں سے اکثر مثلاً (فوسل ایندھن) ختم ہونے والے ہیں اور اس لیے اب بہت سے ممالک توانائی کے دیگر وسائل کی تلاش کر رہے ہیں، جو غیر روایتی بھی ہوں گے اور غیر فانی بھی۔ مختلف ممالک میں جس میں ہندوستان بھی شامل ہے، طوفان، لہروں، کرنٹ اور سمندر کے مختلف درجۂ حرارت سے نمایاں توانائی حاصل کی جا رہی ہے۔ جو ابتدائی معلومات کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے کچھ حصوں میں طوفانی توانائی کے خراج و حصول کے بڑے امکانات موجود ہیں۔ آنے والے برسوں میں اس سمت کی تحقیقات سے مزید فوائد حاصل ہونے کی امید ہے جس کی طرف زیادہ توجہ دی جائے گی۔

اگلے دس برس میں ہندوستان سمندری تحقیق اور بحری کان کنی میں خود اعتمادی حاصل کر سکے گا اور وسائل کو زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر استعمال کیا جا سکے۔

ہندوستان متعدد ترقی پذیر ممالک کو بھی اپنا تعاون اور مہارت فراہم کر سکے گا جس سے دنیا کے پسماندہ ملکوں میں سمندری سائنس اور تکنیک کی توسیع و ترقی ہو سکے۔

اس طرح سمندر بھی انسان کی غذائی، معدنی، توانائی، کیمیائی، آبی اور آب و ہوا کی اہم ضروریات کو پُر امید طور پر پورا کرنے کے امکانات کو روشن کرتے رہیں گے۔ یہ نیا دور جس میں ہم جا رہے ہیں صرف ایٹم ہی کا عہد نہیں ہے بلکہ یہ نیا زمانہ سمندر کا زمانہ بھی ہے اور بحری عہد بھی۔"

(اردو سروس سے)

تحریر: [illegible]

وقت و کاشہ زور سیل [illegible]
میں کرنے اور جس [illegible] کی
خاطر ابتدائے آفرینش [illegible] نے
اپنی بہترین کوششیں صرف کی ہیں مگر اس کو
قابو میں کرنا تو در کنار انسان خود ہی اس کے
سیل رواں میں اس طرح بہہ جاتا ہے [illegible]
کا کوئی [illegible] مقام ہے جہاں [illegible]
کی سانسیں [illegible]
پسینے چھوٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ انسان کو اپنی
مجبوری اور اپنی حقیقت و اصلیت کا احساس ہوتا ہے
کہ سب بلند و بالا قادر مطلق [illegible] کوئی ذات ایسی
ہے جس کی مرضی کے بغیر نہ کچھ [illegible] اور نہ
کچھ حاصل۔ [illegible]

اردو شاعری میں پیروڈی

رام لال نابھوی

عالمی ادب میں پیروڈی کی تاریخ قدیم ہے۔ پیروڈی یونانی لفظ پیروڈیا سے مشتق ہے۔
پیروڈی کو زیادہ عروج یونان میں ہوا۔ وہاں سے چل کر پیروڈی دوسرے ممالک میں پہنچی۔ انگریزی ادب میں پیروڈی اہم صنف ہے۔ اردو ادب میں پیروڈی کا فن انگریزی ادب کے زیر اثر آیا ہے۔ انگریزی میں انیسویں صدی میں اور اردو میں بیسویں صدی میں پیروڈی کے فروغ کا زمانہ ہے۔

اردو شعر و ادب میں پیروڈی قدیم صنف نہیں پیروڈی منظوم کلام اور نثر دونوں کی کی گئی ہے۔ پیروڈی کو تحریف سے بھی موسوم کیا جاتا ہے لیکن تحریف اور پیروڈی میں ذرا لطیف سا فرق ہے۔ تحریف بھی لفظوں کے الٹ پھیر کو ہی کہتے ہیں۔ مگر اس میں تحریف کرنے والے کی نیت اصل مصنف کی بات کو غلط طریقے پر پیش کرنے کی ہوتی ہے جبکہ پیروڈی میں یہ کام تفریح کے لیے کیا جاتا ہے۔ امیر کہتے ہیں ؂

کہہ رہے ہیں مجھ کے کچھ اشعار میرے اے امیر
کاتبوں نے میرے دیوان میں بہت تحریف کی

پیروڈی میں اصل تخلیق کے الفاظ اور مصنف کے خیالات کو اس طرح بدل دیا جاتا ہے کہ مزاح اور تنقید پیدا ہو۔ پیروڈی میں ہجو، ہزل، تضحیک، تنقیص کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ یہ ضروری نہیں کہ جس نظم یا نثر کی پیروڈی کی جائے وہ طنزیہ یا مزاحیہ ہو۔ البتہ پیروڈی کسی مقبول نظم یا نثر کی ہی ہوتی ہے جو زبان زد عام ہوتی ہے۔ پیروڈی نگار چاہے یہ دیکھتا ہے کہ تخلیق اتنی مقبول اور مشہور ہو کہ قاری کا ذہن فوراً اصل کی طرف رجوع ہو جائے۔ پھر اصل تخلیق کو اس خوبی سے بدلتا ہے یا اس میں کمی بیشی کرتا ہے کہ نظریہ مصنف کا ہی رہتا ہے لیکن انداز بیان پیروڈی نگار کا اپنا ہوتا ہے۔ اس میں طنز، مزاح، کنایہ، اشاریہ، رمز جیسے عناصر شامل ہوتے ہیں۔ پیروڈی میں مصنف کے طرز تحریر اور اسلوب کا ہی نہیں بلکہ اس کے نظریات، خیالات اور فکر کا بھی مذاق اڑانا مقصود ہوتا ہے یعنی پیروڈی ادبی تفریح بھی ہے اور ادبی تنقید بھی۔ پیروڈی کے لغوی معنی نقل خندہ آمیز ہیں۔

پیروڈی میں اگر ذاتی عناد نمایاں ہو تو وہ پیروڈی کی صفت میں نہیں آئے گی۔ مثلاً مصحفی نے غزل کہی جس کا مطلع ہے ؂

سر مشک کا ہے تیرا تو کافور کی گردن
نے موئے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

سید انشاء نے کہا ؂

توڑوں گا خم بادۂ انگور کی گردن
رکھ دوں گا وہاں کاٹ کے اک حور کی گردن

اس میں ذاتی عناد ہے۔ اسے پیروڈی نہیں کہا جا سکتا۔

اردو میں پیروڈی کا آغاز اکبر الہ آبادی، رتن ناتھ سرشار، تربھون ناتھ ہجر، اور مولانا جنوبی سے ہوتا ہے رتن ناتھ سرشار کی پیروڈی کا نمونہ فسانۂ آزاد میں دیکھئے ؂

پلا ساقیا مالوے کی افیم
کہ کر آؤں گلگشت باغ نعیم
نہ مطرب نہ ساقی نہ مینا نہ چنگ
نہ پانڈو نہ افیون نہ گانجا نہ بھنگ
کرم کر فقیروں پہ مائی ڈیر
میں قربان جاؤں ذرا کم ہیر

یہ ابتدا ہے۔ منظوم لکھنے والے پیروڈی نگاروں کی فہرست طویل ہے۔ چراغ حسن حسرت، مجید لاہوری، محمد عاشق کنھیا لال کپور، غلام احمد فرقت، گوپی ناتھ امن، ہری چند اختر راجہ مہدی علی خاں، شوکت تھانوی، سید محمد جعفری، ظفر جمیل ماچس لکھنوی، رئیس امروہوی، دلاور فگار، حاجی لق لق، واہی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

اقبال کے شکوہ پر بھی پیروڈیوں کے نمونے دیکھیے۔

دلاور فگار نے شکوہ کی پیروڈی میں ایک "لیکچرار کا شکوہ" پیش کیا ہے ؂

آ گیا عین پڑھائی میں اگر پے کا خیال
ماسٹر بھول گیا ماضی و مستقبل و حال
رہ گیا بورڈ پہ لکھا ہوا آدھا ہی سوال
آ گئے یاد گرامر کے عوض اہل و عیال
گیٹے و شبلی و خیام و ولی ایک ہوئے
بھول گئے دار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

سید محمد جعفری نے شکوہ کی پیروڈی کا عنوان "وزیروں کی نماز" رکھا ہے۔

عطر میں ریشمی رومال بسایا ہم نے
ساتھ لائے تھے مصلیٰ وہ بچھایا ہم نے
ڈر سے چہرہ وزیروں کو دکھایا ہم نے
ہر بڑے شخص کو سینے سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
کون کہتا ہے کہ ہم لائق دربار نہیں

ماچس لکھنوی نے "شکوہ شکر" کے عنوان سے شکوہ کی پیروڈی کی ہے ؂

تجھ سے بیگانہ تھے سلجوقی بھی تورانی بھی
اہل چین چین میں، ایران میں ایرانی بھی
تھے بڑے شہرۂ آفاق تو یونانی بھی
ایک سے ایک یہودی بھی تھے نصرانی بھی
کہہ دے اے بلبل سے کھیتوں پہ چڑھائی کس نے
بو کے گنے تو تیری بات بنائی کس نے

اسی طرح نظیر کے آدمی نامہ پر بھی کئی پیروڈیاں لکھی گئی ہیں۔

شوکت تھانوی نے علامہ اقبال کی نظم "مومن" کی پیروڈی کی ہے اور خوب کی ہے ؂

کمزور مقابل ہے تو فولاد ہے مومن
انگریز ہے سرکار تو اولاد ہے مومن

کمزور مقابل ہے تو فولاد ہے مومن
انگریز ہے سرکار تو اولاد ہے مومن
قہاری و جباری و قدوسی و جبروت
اس قسم کی ہر قید سے آزاد ہے مومن
ہے جنگ کا میدان تو اک طفل دبستاں
کالج میں اگر ہے تو پری زاد ہے مومن

اختر شیرانی مرحوم کی ایک نظم ہے "یہی بستی ہے وہ ہمدم جہاں ریحانہ رہتی تھی"۔ چراغ حسن حسرت اس رومانی نظم کی پیروڈی اس طرح کرتے ہیں

یہی کوچہ ہے وہ ہمدم جہاں رمضان رہتا تھا
وہ اس کوچہ کا نمبردار تھا آزاد رہتا تھا
بہت مسرور رہتا تھا بہت دلشاد رہتا تھا
بظاہر قیس عامر صورت فرہاد رہتا تھا
جو اس کو یاد رکھتا تھا وہ اس کو یاد رہتا تھا
اور اس دالان میں اس کا چچا رحمان رہتا تھا
یہی کوچہ ہے وہ ہمدم جہاں رمضان رہتا تھا

مجید لاہوری کو پیروڈی نگاری پر بہت قدرت حاصل تھی نمونہ ملاحظہ فرمائیے

کریما چپانے یہ مانگی دعا
تری ذات ہے سروری اکبریا
مری بارئیوں اتنی دیر کرکے
تو اوّل تو مجھکو وزیری دلا
وزیری نہیں تو سفیری دلا
سفیری نہیں تو مشیری دلا
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

رضا نقوی واہی نے جوش کے نئی پروگرام کی پیروڈی میں اپنا نجی پروگرام پیش کیا ہے۔

واہی کو اگر آپ کہیں ڈھونڈنا چاہیں
وہ پچھلے پہر خواب پریشاں میں ملے گا
اور صبح کو وہ شہر کے سرکاری مطب میں
شیشی لیے انبوہ مریضاں میں ملے گا
اور دن کو وہ سرکار کے دفتر کی اسامی
کھویا ہوا فائل کے بیاباں میں ملے گا
اور ڈیڑھ بجے لنچ کو جب ہوتی ہے فرصت
وہ رہگذر چاٹ فروشاں میں ملے گا
اور شام کو وہ والد اطفال گرسنہ
جھولا لیے مل چند کی دوکاں میں ملے گا
اور رات کو دن بھر کا تھکا ماندہ بیچارہ
مردے کی طرح کلبۂ احزاں میں ملے گا

راجہ مہدی علیخاں اور کنھیا لال کپور کے نام پیروڈی میں بہت مشہور ہیں۔ اتنے کہ ان کی پیروڈیاں ہی زبان زد عام ہیں۔ ہری چند اختر کو پیروڈی پر کمال حاصل تھا۔

راجہ مہدی علیخاں کی تحریف کا نمونہ دیکھئے۔

حسن اس پری وش کا اور پھر مکاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا مہماں اپنا

پیروڈی کا فن بہت نازک ہے۔ فن کی روح تک پہنچے بغیر پیروڈی بن ہی نہیں سکتی عمیق مطالعہ، گہری نظر، دیدہ وری اور سب سے بڑی بات ذوق ظرافت کا ہونا ہے۔ پیروڈی اب عدم توجہ کا شکار ہوتی جارہی ہے۔ اس لطیف فن کا قایم رہنا ازبس ضروری ہے۔

(جالندھر سے نشر)

یادرفتگان

احسان دانش مرحوم

ظ۔انصاری

سال شروع ہوتے ہی جوش وفراق نے آگے پیچھے دو ہفتوں میں دنیا سے کوچ کرکے ایسا اندھیر مچایا کہ احسان دانش کی ناگہانی موت اس اندھیرے میں دب گئی ورنہ احسان مرحوم انہی دونوں کے عروج کے زمانے میں چمکتے تھے بلکہ ۴۵/۱۹۴۰ء کے درمیان تو جگر کے بعد وہ بہتوں سے زیادہ مقبول اور مشاعرہ لوٹ شاعر رہے ہے۔

دوسری جنگ عظیم سے ذرا پہلے جب کالجوں یونیورسٹیوں میں سوشلزم، سرمایہ دشمنی اور اشتراکی ادب کا غلغلہ تھا مشاعروں میں ایک خوش اندام، خوش آواز، سانولے رنگ کا، شیروانی پوش جوان شاعر ابھرا جسے مزدور شاعر اور مزدوروں کا شاعر کہا جانے لگا۔ جوش انقلاب کے شاعر اور احسان دانش مزدور کے شاعر۔ جوش چہرے مہرے سے رئیس زادے۔ احسان صورت وسیرت سے محنت مشقت کی آنچ میں تپے ہوئے۔ جہاں جس مقام پر دونوں موجود ہوں، ایک ہجوم ہو جاتا تھا۔ نوجوان اُن پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ یہ خاکسار بھی ان دونوں ہنگامہ خیز شاعروں پر فدا تھا۔ ایک مشاعرے کے بعد آٹوگراف بک سامنے کردی تو احسان دانش نے اس پر یہ شعر لکھا

چمن میں گریہ شبنم غلط سہی لیکن
سوال یہ ہے کہ پھولوں کو کیوں ہنسی آئی؟

مہینوں یہ شاعر مجھ پر طاری رہا ــــــ سوال یہ ہے ــــــ سوال یہ ہے ..... وہ ناپختہ شعور میں ابھرتے ہوئے نئے سوالوں کا دور تھا۔ جوش اور احسان ان سوالوں کی تسکین تھے۔ دو ایک بار اس مرحوم کی خدمت میں دیر تک حاضری کا شرف نصیب ہوا تو پتہ چلا کہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی کے رہنے والے ہیں۔ دہلی سے ہردوار تک دریا کے کنارے کنارے کئی ایسی پرانی بستیاں ہیں جو دہلی کے پیش خیمہ گڑھیوں کا درجہ رکھتی تھیں اور ہر ایک حملہ آور کے ہاتھوں تاراج ہوا کرتی تھیں۔ سہارن پور، کاندھلہ، کیرانہ، تھانہ بھون، جلال آباد، نانوتہ، گنگوہ، شاملی، باغپت انہی میں سے ہیں اور یہاں سے بڑی بڑی نامور علمی ادبی شخصیتیں اٹھتی رہی ہیں۔

کاندھلے کے ایک غریب کسان گھر میں کسی غیر معروف دانش کے بیٹے احسان نے جنم لیا۔ محنت مزدوری کی، مٹی ڈھوئی، اینٹیں اٹھائیں، چوکیداری اور مالی کی نوکری کی۔ اور شام کو مٹی کے تیل کی دھویں دار کپی کی ٹمٹماتی روشنی میں الف بے کے قاعدے سے لے کر ناولوں اور شاعری کے گلدستوں تک کی ورق گردانی کی۔ پھر وہ ایک دو پیسے فی شام کے حساب سے ساتھ کے مزدوروں کو چھپے ہوئے ورق پڑھ کر سنانے لگے۔ طبیعت موزوں تھی، خود بھی شعر کہنے اور سنانے لگے۔ شہرت پھیلی تو ضلع کے اچھے خاصے شاعروں میں جانے لگے۔ مشاعروں کی معمولی فیس میں سے دس بیس روپے بچا، دو شیروانیاں بنوالیں۔ ایک گرمی کے مشاعروں کے لیے، ایک سردی کی محفلوں کے لیے۔ جسم بھرا بھرا مشقت پرورده تھا، شانے کسے ہوتے، ہاتھ پاؤں سڈول دو عمدہ شیروانیوں نے افلاس کے پس منظر کو ڈھک لیا۔ اور مشاعروں کی فیس بڑھ گئی ــــــ یہاں تک کہ نیشنل وار فرنٹ کے آل انڈیا مشاعروں میں بلائے جانے لگے۔ روزے نماز والے آدمی تھے۔ کوئی شوق فضول تھا نہیں، روپیہ پس انداز ہونے لگا تو اسی سے اپنے کلام کے مجموعے یکے بعد دیگرے خود ہی چھاپنے لگے۔ جہاں جس شہر، جس مشاعرے میں جاتے (جس طرح جگر کے ساتھ ایک صندوقچی چشموں اور فریموں سے بھری ہوئی ہوا کرتی تھی) ایسے ہی احسان کے ساتھ ٹین کا بکس رہنے لگا۔ اس بکس میں خود ان کے کلام کے مجموعوں کی درجنوں جلدیں ٹھنسی رہتی تھیں۔ قدرداں حضرات زیادہ قیمت دے کر خریدنا چاہتے تو احسان اپنی مفلسی اور محنت کے غرور پر آنچ نہ آنے دیتے ــــــ اور لکھی ہوئی اصل قیمت پر کتاب فروخت کرتے ہوتے یہی ان کا اصل ذریعہ معاش بن گیا۔ بعض لوگ ان کے ہاتھ سے کئی کئی جلدیں ایک ساتھ خرید لیا کرتے تھے۔ وہ اپنا کلام گا کر تو نہیں سناتے تھے، تاہم آواز میں درد اور مردانگی کا ایک ایسا عنصر تھا کہ مشاعروں اور نجی محفلوں میں ان کے ترنم سے سماں بندھ جاتا تھا۔

احسان کو سخت محنت کی جو عادت بچپن سے پڑگئی تھی اسے عمر کے ستر سال میں کبھی ڈھیل نہیں دی۔ وقت کا بیشتر حصہ وہ علمی اور لسانی تحقیق میں اور اپنے بچوں کو پڑھانے میں صرف کرتے۔ پڑھانے کے مشغلے کی خوبی یہ ہے کہ علم تازہ رہتا ہے اور ذہن میں پیدا ہونے والے سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی لگن برقرار رہتی ہے۔ احسان میں بھی

یقین تھی۔ زبان اور کلاسیکی ادب کا ان کا مطالعہ قابلِ رشک تھا۔ صرف اُردو پر عبور تھا تو کیا مجال، اُردو میں علم و ادب کی کوئی تصنیف نکلے اور احسان اسے حاصل نہ کرلیں۔ پہلے خود پڑھتے پھر اولاد کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ پھر دوستوں، ہم نشینوں کو پڑھواتے اور اس طرح اپنی سمی تعلیم کے خلا کو برابر کتابوں سے پاٹتے چلے گئے۔ بعد میں وہ کتاب یا تو بیچ دیتے یا اپنے ذاتی کتب خانے میں جمع کر لیتے۔ یوں کتابیں حاصل کرنا، ان کا مطالعہ کرنا ان کی روحانی تسکین اور علمی تلاش کا ذریعہ بنا اور کتابیں کرانے پر دینا یا شائع کرنا اور فروخت کرتے رہنا ان کی مادی ضروریات کے لیے ایک مستقل مشغلہ یا ذریعۂ معاش بن گیا۔

ہمارے آنکھوں دیکھتے شاید ہی کوئی اور نامور شاعر اپنی زندگی سے ایسی کوئی مثال پیش کرسکے۔ بچی زندگی میں انھوں نے بتی ٹھوکریں کھائی تھیں، اتنی ذلتیں سہی تھیں کہ جب نام اور دام نے ان کی چوکھٹ ایک بار دیکھ لی تو پھر احسان بن دانش نے کسی کی چوکھٹ پر سر جھکانا یا اونچی چوکھٹیں پھلانگنا اپنے لیے عار سمجھا اور درویشی و سربلندی کو اپنا شعار بنایا۔ یہ شعار ۱۵۔۱۷ برس کی عمر کے بعد سے آخری دم تک ان کے بدن پر برقرار رہا۔ اس میں جھول نہیں آیا۔

ہندوستان اور پاکستان میں احسان دانش کے سیکڑوں مدّاح، قدردان اور شاگرد موجود تھے، اب بھی ہیں۔ لاہور وہ تقسیم ہند سے پہلے ہی بس گئے تھے۔ تقسیم کے بعد انارکلی میں ایک بڑا سا مگر ٹوٹا پرانا، اُجاڑ سا مکان لے رکھا تھا۔ ۱۹۷۰ء کے بعد قانون کے رکھوالوں نے لاکھ چاہا کہ وہ مکان خالی کردیں۔ مگر ڈٹ گئے: "جان دیدوں گا، گھر نہیں چھوڑوں گا۔" آخر اسی گھر میں انھوں نے جان — جانِ آفریں کے سپرد کی اور لاکھوں روپے کا اثاثہ جن میں بیش قیمتی کتابوں سے بھری الماریاں ہیں، وارثوں کے سپرد کرکے گھر خالی کردیا۔ یہ ۲۱ اور ۲۲ مارچ ۸۲ء کی درمیانی رات کا واقعہ ہے۔ صبح ہوتے جب ان کا جنازہ زینے سے اُترا تو لاہور کے اہلِ قلم کا بھرا پُرا کارواں کاندھا دینے کا منتظر تھا۔

اب سے کوئی چالیس سال پہلے بریلی شہر میں احسان دانش کسی مشاعرے کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے وہ غزل سنائی:

کسی کا شام کا وعدہ ارے معاذاللہ
جھلک جھلک کے ستاروں میں روشنی آئی

مگر باشعور اور نوعمر حاضرین کو ان سے نظموں کی توقع تھی فرمائش کرکرکے کئی نظمیں سنی گئیں۔ جن میں مزدوروں کی زندگی کی عکاسی ہوتی تھی اور بڑی سنجیدگی سے یہ نظمیں سنی جاتی تھیں مثلاً، غریب بچے، مزدور کی بستی، بیتے ہوئے دن، دخترِ مزدور۔ ایک منظر کسی نظم میں آتا ہے کہ میاں بیوی دونوں مٹی ڈھو رہے ہیں۔ چلچلاتی دھوپ، دوپہر کا وقت۔ بیوی اپنی ٹوکری لے کر دھوپ کی طرف کھڑی ہوجاتی ہے اور ٹوکری اٹھاتی ہے تو

"رُخِ شوہر پہ سایہ ٹوکری کا کرتی جاتی تھی"

ان اشعار کی دھوم مچ گئی۔ اُردو شاعری میں بھلا کبھی کاہے کو ایسے منظر بیان ہوتے ہوں گے اور وہ بھی ایسے شاعر کی زبانی جو خود ان مناظر کا حصہ رہ چکا ہو۔

دوسرے دن میں نے اس نظم کے چند شعر عندلیب شادانی مرحوم کو سنائے جو ان دنوں بریلی میں مقیم تھے۔ سُن کر کہنے لگے میں نے احسان دانش کا مجموعۂ کلام دیکھا، یہ شاعر تو گویا جتا رہا ہے کہ میں بوریے پر پیدا ہوا ہوں مگر دیکھ لینا قالین پر مروں گا۔ اس میں دوروں کا شاعر والی بات کیا ہوئی؟

قالین نشین ادیبوں کا یہ رویّہ تھا جس سے احسان دانش چڑے ہوئے رہتے تھے۔ اور آخر میں تو بہت ہی ضدی ہوگئے تھے۔ ان کا ضدی پنا اور تیکھا پن بھلا بزرگوں اور درباروں کے ساتھ عام تھا، اپنے جیسے غریب اور کھرے شاعروں کے ساتھ نہیں۔ خاکساروں اور نیازمندوں کے ساتھ وہ بڑی خاکساری سے پیش آتے تھے۔ ان کی نشست و برخاست، لباس و آداب دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ خوشحال بھی ہیں۔ وہ زبان کے کڑوے مگر طبیعت کے میٹھے آدمی تھے۔ سادگی اور تمکنت ان کے وجود میں یکجان ہوگئی تھی۔

نظم و نثر کے ۱۷ مجموعے چھاپ کر، بیچ کر اور رائلٹی کی اچھی خاصی رقم وصول کرکے بھی وہ اس پر نازاں رہے کہ روپیہ وصول کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ ؎

ہر دو کے فن شناس دانش
ناکام حصولِ زر رہے ہیں

کم لوگوں کو یہ علم ہوگا کہ مشقِ سخن سے بچ رہنے والے کلام کے سیکڑوں جام اپنے شاگردوں اور دوستوں میں نذرانوں کے عوض بانٹ بھی دیا کرتے تھے۔ ان کے مطبوعہ کلام کے مجموعوں میں جتنی نظمیں نی الحال چھپی ہوئی ہیں اور جن میں سے دس پارہ تو اُردو شاعری کے خزانے میں ہمیشہ محفوظ رہیں گی ——— کم و بیش اتنی ہی غزلیں وہ فیتا ٹوکری بھر بھر کے اٹھا بھی چکے تھے۔

اب ان پر احسان دانش کا نام کہیں نہیں ہے۔

شراب، غیر عورت، جوا، فضول خرچی، رسوائی جو فنکاروں کے ساتھ ایک پخ لگی رہتی ہے ان میں کسی سے احسان دانش کو کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ ان کے کلام میں بھی یہ موضوعات تقریباً غائب ہیں۔ البتہ جذبے کی شدت میں کمی نہیں۔ راست گوئی اور راستی پر اس شاعر کو ہمیشہ فخر رہا۔

مرے اشعار جو ہوئے ہیں مشہور
خدا شاہد کہ ذاتی تجربے ہیں

پنجاب یونیورسٹی کی بی اے اُردو کورس میں جب احسان دانش کا کلام شامل ہوا اور ان سے ذاتی زندگی کے لیے نوٹ مانگا گیا تو وہ لمبی سانس لے کر بولے "اسی یونیورسٹی کی عمارت بنتے وقت میں نے سر پر مٹی گارا ڈھویا تھا، میری آپ بیتی میں یہ بھی شامل کیا جائے!"

جوش کی موت پر جو قلم برداشتہ ایک نظم احسان نے کہی تھی اس کا یہ شعر خود احسان بن دانش پر صادق آتا ہے۔

اس میں نہ بغض تھا نہ تکبر نہ خودسری
دل اس کا ایک آئینہ بے غبار تھا

(بمبئی سے نشر)

مُستقبل

حکیم عزیز قدوسی

مزاجِ گردشِ دوراں میں برہمی نہ رہے — غموں کے بوجھ تلے زندگی دبی نہ رہے
لبوں پہ زہر میں ڈوبی ہوئی ہنسی نہ رہے — جہاں میں کوئی بھی بیگانۂ خوشی نہ رہے

اُٹھو کہ رنج و الم کا علاج کرنا ہے
ہمیں زمیں پہ نہیں دل پہ راج کرنا ہے

فلک کے چاند ستاروں سے زندگی کھیلے — سرور و کیف کے دھاروں سے زندگی کھیلے
حسین و شوخ نظاروں سے زندگی کھیلے — قدم قدم پہ بہاروں سے زندگی کھیلے

خزاں کا نام زمانے سے میٹ دینا ہے
بساطِ رنج و مصیبت لپیٹ دینا ہے

جمے نہ شیشۂ دل پر غبارِ رنج و ملال — خوشی سے عبارت ہے زندگی کا جمال
نہ ہو خیال کی رفعت اثر پذیر زوال — ہمارے عزم سے جھلکے ہمالیہ کا جلال

لہو میں گرمیٔ حسن عمل سے جوش رہے
حیات وہ ہے جو انسانیت بدوش رہے

دُکھے دلوں کی سسکتی کہانیوں کی قسم — رواج و رسم کی ماری جوانیوں کی قسم
اسیرِ رنج و الم زندگانیوں کی قسم — نگاہِ وقت کی شعلہ فشانیوں کی قسم

اٹھو کہ گلشنِ انسانیت نہ جل جائے
عمل کرو کہ بلائے عظیم ٹل جائے

نیا ہو گیت، نیا ساز ہو، نئی محفل — بھرا ہو بادۂ حسنِ عمل سے ساغرِ دل
قدم قدم پہ قدمبوس ہو نئی منزل — ہر ایک ذرہ بنے آفتابِ مستقبل

عزیزؔ کوششِ پیہم قبول ہوجائے
خدا کے فضل سے محنت وصول ہوجائے

(ناگپور سے نشر)

نئی حسیت اور اردو ادب

ڈاکٹر حامدی کاشمیری

اردو ادب میں نئی حسیت کے مختلف پہلوؤں کا اظہار گزشتہ بیس پچیس برسوں سے ہو رہا ہے۔ یہ اظہار اتنے تواتر اور شدت سے ہو رہا ہے کہ ایک نمایاں اور حاوی عنصری [illegible] بنے جدیدیت [illegible] کیا کیا ب کی تشکیل و تعین ممکن ہو سکی ہے [illegible] ادب کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ جدیدیت کا رجحان دراصل ایک نئی فنکارانہ حسیت کی نمائندگی کرتا ہے اس حسیت کی اصلیت اس کے محرکات اس کی شکل [illegible] اور اس لے جو [illegible] کے بارے میں گزشتہ دو دہائیوں میں ادبی محفلوں، مذاکروں اور مناظروں کے علاوہ بعض رسائل کے صفحات پر ہنگامہ آفرین بحثیں ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ ادیب جو روایتی اور نظریاتی ادب کے علمبردار ہیں، جدیدیت کی اصطلاح ہی سے چڑتے ہیں۔ کچھ لوگ ادب کو روایت اور مقصدیت سے جوڑ کر ادبی حسیت کے قائل تو ہیں مگر معاصر ادب میں نئی حسیت کا سراغ تلاش کرنے سے معذور ہیں ان کے برعکس ۱۹۵۵ء کے بعد تیزی سے ابھرنے والے قلمکار روایتی فکر اور روایتی اسالیب سے انحراف کر کے شخصی، غیر روایتی اور باغیانہ ذہن و فکر کے اظہار پر زور دیتے رہے ہیں۔ اس بحث تمحیص سے ایک مثبت نتیجہ یہ نکلا ہے کہ نئی حسیت کے چند در چند پہلو آئینہ ہو گئے ہیں اور آہستہ آہستہ اس کے مخالفین بھی اس کے وجود کو محسوس کرنے لگے ہیں۔

یہ سوال پہلے کی طرح اب بھی اہم ہے کہ نئی حسیت کی نشاندہی کیونکر ہو سکتی ہے اس کا جواب تنقیدی اور توضیحی خیالات میں ڈھونڈنے کے بجائے اس ادب میں مل سکتا ہے جو گزشتہ پچیس ۲۵ برسوں سے معرض وجود میں آیا ہے نئے ادیبوں نے نظریہ سازی کے بجائے تمام نظریوں کی شکست کر کے پوری سچائی، دیانتداری اور خود مختاری سے شخصی سطح پر اپنے داخلی تجربات کی آگہی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ آگہی بظاہر اس آگہی سے مختلف نہیں ہے جو فنکار اپنے جبلی اور انفرادی خصائص کو بروئے کار رکھنے کے ساتھ ساتھ عہد اور ماحول کے بدلتے ہوئے حالات سے متصادم ہونے پر حاصل کرتا ہے۔ اور جو ہر عہد کے باشعور اور حساس فنکاروں کا شناخت نامہ بن جاتی ہے۔ وزیر آغا، شہریار یا بلراج کومل بھی اس سے اسی طرح متصف ہیں جس طرح ماضی میں میر، غالب یا اقبال رہے ہیں اس کے باوجود آج کی فنکارانہ حسیت ماضی کے ادیبوں کی فنکارانہ حسیت سے [illegible] ہونے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کا انسان تاریخ کے ایک عدیم النظیر دور سے سانس لے رہا ہے۔ یہ دور سائنس اور علم کی حیرت انگیز ترقی سے انسان کی آنکھوں کو چکا چوند کر رہا ہے۔ موجودہ دور سائنسی عقلیت اور طرز فکر کا دور ہے۔ نتیجے میں زندگی، تہذیب، معاشرت، موت اور کائنات کے بارے میں ایک ایسا روایت شکن رویہ پیدا ہو رہا ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اس رویے کے تحت موجودہ فنکار کی حسیت کی تشکیل ان تغیر پذیر حالات سے ہوتی ہے جو معاشرتی اور مابعد الطبیعاتی سطحوں پر واقع ہو رہے ہیں۔ معاشرتی سطح پر انسان سائنسی ترقی کے نتیجے میں اجتماعی اداروں سے ذہنی طور پر منقطع ہو کر ذات میں سمٹ کر رہ گیا ہے اور رشتوں اور قدروں کی پامالی کو شدت سے محسوس کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اجنبیت اور خوف میں گرفتار ہو رہا ہے۔ مابعد الطبیعاتی سطح پر وہ آفرینش کائنات، حیات اور موت کے بارے میں سائنسی انکشافات کے نتیجے میں صدیوں کے مذہبی اور فلسفیانہ عقائد کو پاش پاش ہوتے ہوئے دیکھ کر لایعنیت کی صورت حال سے دوچار ہے۔ وہ بے کراں خلا میں زمینی سیارے کی بے بضاعتی کو محسوس کر کے اپنی بے مائیگی اور فنا انجامی کی حقیقت کا سامنا کر کے ایک مکاشفانہ آگہی سے دوچار ہے۔

اردو شاعری میں محمد علوی، شہریار، عمیق حنفی، ندا فاضلی، باقر مہدی، وزیر آغا، قاضی سلیم، فاروقی، بلراج کومل، کمار پاشی اور آنی نظریوں اور فارمولوں سے نجات حاصل کر کے اپنی حسیاتی آگہی سے زندگی اور کائنات کی اصل کی لاابدی جستجو میں مصروف ہیں یہ دراصل اپنے شعور کی کربناکی سے متصادم ہونے کا رد عمل ہے۔

ان شعراء کے یہاں قدروں کی پامالی کے نتیجے میں تضاد، کشمکش، احتجاج، برہمی، دردمندی اور جھنجھلاہٹ کی نفسیاتی پیچیدگی ملتی ہیں۔ نئے شعراء کی جرأت فکر اور قوت انکار نے انھیں رسمی شرافت اور روایتی وضعداری کو پس پشت چھوڑ کر بہت سی مکروہ اور برہنہ حقیقتوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ عطا کیا ہے۔ میر سے لے کر فیض تک عشق کے بارے میں جو نام نہاد شائستگی کا رویہ ملتا ہے۔ اس سے انحراف کر کے جنس کو زندگی کی ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے۔ محمد علوی، ساجدہ زیدی، بسمل، کرشن اشک اور ظفر اقبال کے یہاں ایسا رویہ ملتا ہے۔

اسی طرح افسانوی ادب میں بھی انور سجاد، انتظار حسین، سریندر پرکاش، بلراج مینرا اور غیاث احمد گدی نے اپنے بعض افسانوں میں نئی حسیت کے مختلف پہلوؤں کی تجسیم کاری کی ہے۔ نئے افسانہ نگاروں کے یہاں افسانے کی اس مقصدی، موضوعی اور حقیقت پسندانہ روایت سے انحراف ملتا ہے۔ جس کی توسیع پریم چند، کرشن چندر اور بیدی کے یہاں ملتی ہے۔ نئے افسانہ نگار موجودہ دور کی آگہی رکھتے ہیں اور پوری ذہنی آزادی اور جذباتی خلوص کے ساتھ اپنے داخلی رد عمل کو افسانوی شکل عطا کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ ان کے افسانے زندگی یا معاشرے کی ایک فنی تصویر ہو کر نہیں رہ جاتے۔ بلکہ علامتی اکائیات سے ممیز ہو جاتے ہیں۔ یہ افسانے موجودہ مشینی تہذیب میں انسان کے اوصاف ذاتی کے مسخ ہونے پر اس کے انتشار و کرب کے ترجمان ہیں اور ساتھ ہی فکری سطح پر بڑھاپے، بیماری، موت اور لایعنیت کے عالمگیر مسائل کی آگہی کو پیش کرتے ہیں۔ سریندر پرکاش کے افسانے [illegible] یا دوسرے آدمی کا ڈرائنگ روم اس کی مثالیں قرار دی جا سکتی ہیں

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ نئی حسیت کا اظہار موجودہ ادب میں تخلیقی اور غیر تخلیقی دونوں سطحوں پر ہو رہا ہے۔ ایسے منظومات اور افسانوں کی کمی نہیں جو نئی حسیت کا اظہار نثری اور صحافتی سطح پر کرتے ہیں۔ اردو میں تقلید اور نقالی کی کسی دور میں کمی نہیں رہی ہے اور آج بھی یہ کچھ کم نہیں۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ معاصر ادب میں کئی ایسے نمونے ملتے ہیں جن میں نئی حسیت کا تخلیقی بازآفرینی ملتی ہے اور یہ نمونے ادب کے ایک نئے دور کی ضمانت اور بشارت پیش کرتے ہیں۔

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے)

تحریر۔ محمد [illegible]

حقوق و فرائض اور دونوں ایک ہی سکہ کے دو پہلو ہیں۔ حقوق بلا فرائض اور فرائض بلا حقوق مہمل اور بے معنی ہیں، اگر سڑک پر سائیکل موٹر اور گاڑی وغیرہ چلانا کسی کا حق ہے تو ساتھ ہی اس کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے اس عمل سے دوسرے کو کسی قسم کا گزند نہ پہونچے ورنہ وہ مجرم تصور کیا جائے گا۔

(پبلسٹی [illegible])

جلد کی دیکھ بھال

ڈاکٹر پیٹرک بیسودیان

جلد کو جسم کا سب سے بڑا عضو کہا جا سکتا ہے کیونکہ جلد جسم کے کل وزن کے تقریباً سولہ فیصدی کے برابر ہوتی ہے اور اس کو چھ سو قسم کی بیماریاں لگ سکتی ہیں۔ فلسفی لاکھ کہیں کہ سیرت کا صورت سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ صورت کی دلکشی جلد کے نیچے پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حسن جلد کی عمدگی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ بے عیب جلد انسان میں متانت اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔

یہ جاننے سے پیشتر کہ جلد کا خیال کیسے رکھا جائے۔ جلد کی ساخت اور جلد جو کام انجام دیتی ہے اُن کا بنیادی علم ہونا چاہیے۔ جلد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک حصے میں تو کئی پرتوں والی اوپر کی کھال آتی جو مہینے میں تقریباً ایک بار اپنے آپ کو بدل لیتی ہے۔ دوسرا حصہ اُس گہرے پوست پر مشتمل ہے جو بے شمار اعصاب، شریانوں اور سخت ریشوں سے بھرپور رہتا ہے۔ اسی پوست کے اندر وہ چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہوتی ہیں جو باقاعدگی کے ساتھ بال پیدا کرتی ہیں یعنی تین سال تک بال روزانہ ایک تہائی ملی میٹر بڑھتے رہتے ہیں۔ پھر یہ تھیلیاں تین مہینے تک کوئی کام نہیں کرتیں اس طرح یہ سلسلہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ اس تھیلی کے نچلے حصے میں ایک گلینڈ ہوتا ہے جس میں ایک تیل سا نکلتا ہے۔ خصوصاً سن بلوغت شروع ہو جانے پر۔ پسینہ لانے والے غدود کھال کی ساری سطح پر بکھرے ملتے ہیں۔ جسم کے بعض حصوں مثلاً بغلوں میں خاص طرح کے پسینے لانے والے غدود ہوتے ہیں۔ انھیں بُو پیدا کرنے والے غدود کہتے ہیں۔ ان غدود سے جو مادہ نکلتا رہتا ہے اس پر عام جراثیم کچھ اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ وہاں سے بُو آنے لگتی ہے اور بعض اوقات آدمی کو ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔

یہ جان کر آپ کو حیرت بھی ہوگی اور خوف بھی محسوس ہوگا کہ ہر شخص کی کھال پر اتنے زیادہ جراثیم موجود ہوتے ہیں جتنے کہ کرۂ ارض پر آدمی۔ خوش قسمتی سے ان میں سے بیشتر جراثیم بے ضرر ہوتے ہیں بلکہ بعض تو جلد کے لیے مفید بھی ہوتے ہیں کیونکہ وہ جلد کو صحت مند رکھتے ہیں

جلد کو کئی کام انجام دینے پڑتے ہیں مثلاً جلد جسم کے درجہ حرارت کو متوازن رکھتی ہے۔ اندرونی اعضا کو بیرونی گزند نہیں پہنچنے دیتی۔ جسمانی رطوبتوں کو ضائع ہونے سے روکتی ہے اور وٹامن ڈی پیدا کرتی ہے۔ چونکہ قوتِ لامسہ اسی کے اندر ہوتی ہے اور یہ اظہارِ جذبات کا حیرت انگیز عضو بھی ہے اس لیے جلد کو جنسی دلکشی کا اہم ترین عنصر خیال کیا جاتا ہے۔

اب آپ کو جلد کی ساخت کا تو کسی حد تک پتہ چل گیا۔ مگر میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہر شخص کی جلد دوسرے سے مختلف ہوتی ہے آپ کی جلد کس قسم کی ہے اس کا زیادہ تر انحصار آپ کی موروثیت پر ہے۔ لیکن ہر شخص مناسب دیکھ بھال کے ذریعہ اپنی صحت کا خیال رکھ کر اپنی جلد کو ملایم اور دلکش رکھ سکتا ہے یہ ایسی جلد ہوگی جو اس کی شخصیت کی ترجمان ہوگی۔

ایک عام سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جلد کے لیے سب سے اچھا صابن کون سا ہے؟ اس کے متعلق کوئی گڑھے گڑھائے اصول نہیں ہیں۔ اگر آپ کی جلد نارمل ہے اور آپ ایسا صابن استعمال کرتے ہیں جو جلد کو تکلیف نہیں دیتا اور آپ کو پسند ہے تو صابن بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن جس صابن سے آپ غسل کرتے ہیں وہ اگر آپ کی جلد کو بہت خشک کر دیتا ہے تو پھر آپ کو بدل کر ایسا صابن زیر استعمال لانا چاہیے جو ملایم ہو اور جس میں کریم اور تیل زیادہ ہوں۔ چکنی جلدیں بیماری کو جلد پکڑتی ہیں اور ان کے لیے ایسا صابن استعمال کرنا چاہیے جن میں الکلی یعنی کھار کا عنصر زیادہ ہو اور جراثیم کش دوا مثلاً ہیکساکلوروفن بھی شامل ہو۔ اسی لیے پہلے یہ جاننا زیادہ ضروری ہے کہ آپ کی جلد کس قسم کی ہے اس کے لیے اپنی ناک یا رخساروں پر انگلی رگڑیے تو یہ کسی حد تک چکنی ہو جائے گی۔

جہاں تک جلد کو صاف کرنے والی کریم کا سوال ہے اس کا انحصار بھی اس بات پر ہے کہ آپ کی جلد کس قسم کی ہے۔ تیلیا جلد والے لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ جلد صاف کرنے والی کریم استعمال نہ کریں۔ اس کے برعکس جن کی جلد خشک ہو اور جن کی جلد پر جھریاں پڑی ہوں۔ وہ لوگ جلد صاف کرنے والی کریم استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ یہ کریم عارضی طور پر جلد کو ملائم بناتی ہے۔

ویسے تو جو صابن منہ دھونے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہی بدن پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی کا منہ اور سر تو بے حد چکنا ہے مگر اس کے بازو اور ٹانگوں کی جلد خشک ہے۔ آدمی دن میں کتنی بار غسل کرے اس کا تعلق موسم اور آب و ہوا سے ہے۔ گرمیوں میں اور مرطوب آب و ہوا میں ایک بلکہ دو دفعہ غسل کر لینا فائدہ مند رہتا ہے مگر سردیوں میں اور خصوصاً پہاڑوں پر بہتر ہوگا کہ کچھ دن چھوڑ کر نہایا جائے اور صابن بہت کم ملا جائے۔ پانی گرم ہو یا سرد اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن بغلوں، اعضائے تناسل اور پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی حصوں کی طرف خاص توجہ دی جانی چاہیے کیونکہ اگر وہاں نمی رہ جائے تو پھپھوندی والے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان جگہوں کو خشک کر لینے سے یہ خطرہ نہیں رہتا۔

سر دھونا :

ہم اپنے سر کے بال دھوتے ہیں، ان پر برش پھیرتے ہیں یا پھر ان میں کنگھی کرتے ہیں۔ بعض لوگ بالوں کو سیدھا کرنے اور گھنگھریالے بنانے والے آلات بھی استعمال کرتے ہیں یا پھر بالوں کو رنگتے ہیں۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے بال ان سب زیادتیوں کو برداشت کرتے جاتے ہیں اور بڑھتے رہتے ہیں کیونکہ یہ سب سخت جان پروٹین سے بنے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انقلاب فرانس کے دنوں میں جن عورتوں کی گردن اڑانے کا حکم دیتے تھے ان سے یہ درخواست کی جاتی تھی کہ وہ اپنے بال ترشوالیں تاکہ گردن پر چھری پھیرتے وقت بال رکاوٹ نہ بنیں۔

برش کا استعمال اگر اعتدال کے ساتھ کیا جائے تو بالوں کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر زیادہ برش پھیرنے اور خصوصاً رواج کے مطابق دن میں سو دفعہ برش چلانے سے بالوں کو یقیناً نقصان پہنچتا ہے۔ جو بھی برش استعمال کیا جائے اس کے بال قدرتی ہونے چاہییں مصنوعی نہیں۔

بالوں میں عموماً کنگھی کی جاتی ہے اس سے سر کے بالوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ لیکن اگر آپ کے بالوں میں سرے چر جانے یعنی دو موہے ہو جانے کا رجحان پایا جاتا ہو تو بہتر ہے کہ آپ دھات یا لکڑی کی کنگھی استعمال کریں، پلاسٹک کی نہ کریں۔

سر کے بال کتنے عرصہ کے بعد دھوئے جائیں اس کا جواب بھی منحصر ہے اس بات پر کہ سر کی کھال تیلیا ہے یا کہ خشک۔ تیلیا سر کے بال تین دن میں ایک بار ضرور شیمپو کے

ساتھ دھوئے جانے چاہییے جبکہ خشک کھال کے لیے ہفتہ میں ایک بار سر دھولینا کافی ہوگا۔

اب سوال کیا جائے گا کہ شیمپو کون سا استعمال کیا جائے جواب کے لیے پھر سر کی کھال ہی پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ تیلیا اور خشک، دونوں طرح کی کھالوں کے لیے شیمپو ملتے ہیں مگر سر کی خشکی یعنی بھوسی کو قابو میں رکھا جا سکتا ہے یکسر دور نہیں کیا جا سکتا اس لیے سر کی خشکی غائب ہوجانے پر بھی بالوں کو شیمپو سے برابر دھوتے رہنا چاہیے۔ سر کی خشکی چھوت کی بیماری نہیں ہے۔ یہ تو تیلیا جلد کے ساتھ ہی پائی جاتی ہے اور اکثر اس کے ساتھ ساتھ منہ پر مہاسے بھی نکلتے رہتے ہیں۔

ہم نے اب تک جلد کو میل، تیل اور جراثیم سے پاک و صاف رکھنے کے طریقوں سے متعلق باتیں کی ہیں آئیے اب ذرا دیکھیں کہ ہم جلد پر جو کچھ ملتے ہیں مثلاً زیبائشی کریم، لوشن، پاوڈر، تیل، بالوں کے لیے خوشبودار تیل اور نیل پالش، ان کی اچھائیاں اور برائیاں کیا ہیں۔ ان اشیاء پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔ امراض جلد کے ایک امریکی ماہر نے اندازہ لگایا ہے کہ کریم پاوڈر اور لوشنوں وغیرہ پر جتنی رقم صرف کی جاتی ہے وہ تقریباً اس رقم کے برابر ہے جو ہم مسلح افواج پر صرف کرتے ہیں

خوش قسمتی سے یہ اشیاء استعمال کرنے والے بیشتر لوگوں کو ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن اگر آپ کی جلد تیلیا ہے اور آپ بھرپور میک اپ کرتی ہیں تو آپ کے مہاسے اور زیادہ بڑھیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی جلد کی بیماری لگ گئی ہے کہ بہتر ہوگا کہ میک اپ کی تمام اشیاء استعمال کرنا بند کر دیں۔ تیلیا جلد والے لوگ پاوڈر اور رقیق لوشن استعمال کر سکتے ہیں مگر کریم وغیرہ نہیں۔

ہاتھوں پر ملنے کے لوشن اور کریم سے ہاتھ نرم اور لوچدار ضرور رہتے ہیں خصوصاً اُن بیویوں کے جن کے ہاتھ بار بار صابن استعمال کرنے سے پھٹنے لگتے ہیں یا اُن میں جلن ہونے لگتی ہے۔

جلد کے لیے بہترین خوراک یہ ہے کہ آدمی متوازن غذا کھائے جس میں معقول مقدار میں پروٹین اور وٹامن شامل ہوں۔ جلد پر تمام نہاد ٹانک مل کر صحت مند رکھنا ویسا ہی ہے جیسے کہ آدمی کو غذا کھلانے کے لیے اس کی قمیص پر شوربہ انڈیل دیا جائے۔ مگر خواتین کے بھولپن اور خود نمائی کا یہ عالم ہے کہ وہ جلد کو خوراک بہم پہنچانے کے لیے بے حد روپیہ خرچ کرتی رہتی ہیں ـــــ شاید انھیں قلوپطرہ یاد آجاتی ہے جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ گدھی کے دودھ میں نہایا کرتی تھی چنانچہ مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ دانشمندی کا تقاضا ہے کہ اپنی جلد کا خاص طور سے خیال رکھیے۔ یہ آپ کی صحت اور بھرپور زندگی کا ضامن ہے

(مدراس سے نشر)

شمع فروزاں

شمیم حنفی

شیخ علی ہجویری کشف المحجوب میں فرماتے ہیں :-

ایک درویش کی ایک بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے درویش کو کہا کہ کچھ مانگ ! درویش نے کہا کہ میں اپنے بندوں کے بندے سے کچھ نہیں چاہتا۔ بادشاہ کہا کہ یہ کیوں ؟ درویش نے کہا کہ میرے دو بندے ہیں وہ دونوں تیرے مصاحب ہیں۔ ایک حرص ہے اور دوسرا طول امید۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ فقر اہل فقر کے لیے عزت ہے۔ پس جو چیز اہل کے لیے عزیز ہوتی ہے وہ نااہل کے لیے خواری ہوتی ہے ۔ فقیر کی عزت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اعضا لغزش سے اور حال خلل سے محفوظ ہو ۔ نہ اس کا بدن برائی سے ملوث ہوا ور نہ اس کی جان پر آفت آئے۔ اس لیے فقیر کا ظاہر ظاہری نعمتوں میں ڈوبا ہوتا ہے اور باطن باطنی نعمتوں کا متبع ۔ جب اس کا جسم روحانی اور دل ربانی ہو اور عام لوگوں کو اس سے کچھ لگاؤ اور آدم کو نسبت نہ رہے، خلقت کی رجوعات اور لوگوں کے دکھاوے کے لیے فقیر نہ ہوا ہو اور دنیاوی خواہشات سے بے پروا ہو ـــــ تو یہ عالم دنیاوی بلکہ دونوں جہاں اس کے فقر کے ترازو کے پلّے میں مچھر کے برابر بھی نہ ہوں گے اور اس کا ایک سانس دونوں جہاں میں بھی نہ سمائے گا۔

رسول اللہ صلعم فرماتے تھے۔ فقیر وہ ہوتا ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور کسی چیز میں اس کو خلل نہ آئے۔ اسباب کے ہونے سے غنی نہ ہو اور نہ ہونے سے محتاج نہ ہو۔ اسباب کا ہونا نہ ہونا اس کے نزدیک یکساں ہو اور اگر نہ ہونے میں زیادہ خوش رہے تو ٹھیک ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ درویش جتنا زیادہ تنگ دست ہو اتنا ہی مناسب ہے ۔ کیونکہ حقیقت اس پر زیادہ کھلتی ہے اس لیے اسباب کا وجود درویش کے لیے بُرا ہے۔

اس زمانے میں جب درویشی بھی ایک نوع کی تجارت بن چکی ہے فقیر کی قدروں کو اس سطح پر قائم رکھنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا ۔ مگر اہل فقر کا دنیاوی لذتوں اور آسائشوں میں اس طور پر گرفتار ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اخلاق کے وہ سبق سرے سے بھول چکا ہے جو درویشوں نے اب سے پہلے انسانی معاشروں کو دیے تھے۔ ایسا نہیں کہ تمام درویشوں نے راہبوں کی زندگی گذاری اور مادی زندگی کے تقاضوں سے یکسر لاتعلق ہو گئے۔ لیکن تعلق میں لاتعلقی کا ایک پہلو انھوں نے ہمیشہ پیش نظر رکھا ۔

انسان ایک ساتھ کئی سطحوں پر زندگی گذارتا ہے۔ وہ مادی سطح کو نظر انداز کر دینے کی قوت نہیں رکھتا۔ لیکن اسے یہ نہ بھولنا چاہیے کہ زندگی کے تمام تقاضے اور مطالبات صرف مادی نہیں ہوتے ۔ انسان روحانی اور اخلاقی سطح پر بھی ایک زندگی گذارتا ہے۔ یہ زندگی اسی صورت میں بامعنی بن سکتی ہے جب مادی اور اخلاقی سطحوں میں ایک توازن اور ہم آہنگی کی فضا پیدا ہو جائے۔ صدیوں پہلے جن عظیم المرتبت صوفیوں اور درویشوں نے انسانی معاشرے کو پیغام حق سنایا، انھوں نے اپنی زندگی بھی عوام الناس کے سامنے ایک معیار کے طور پر پیش کی ۔ وہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، دنیا کے معاملات میں لوگوں کو مشورے دیتے اور اس طرح ایک ایسے نظامِ اخلاق کی ترویج واشاعت کا فرض ادا کرتے تھے جس کا تعلق زندگی کی ہر سطح سے تھا۔ انھوں نے دنیا کو کبھی اپنی پاپوش سے زیادہ اہمیت نہ دی اور اس کی ترغیبات سے گریز اور آزادی پر سب سے زیادہ زور دیا۔ ان کے لیے مذہب انفرادی اور اجتماعی تہذیب کا سب سے موثر اور بڑا ذریعہ تھا۔ ان کی دینداری نمود و نمائش کے احساس سے یکسر عاری تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ان کی عملی زندگی بھی افراد کے لیے ایک نمونہ بنی رہی شخصیت کے اس پہلو نے ان کے پیغام کو عام کیا اور اسے حسن قبولیت سے نوازا ۔ درویشی اگر پیشہ نہیں بنتی اور ایک قدر کی شکل میں اپنا اظہار کرتی ہے تو اس کے جلوے ہر زمانے کے لیے یکساں طور پر پرکشش ہو سکتے ہیں۔ آج کا انسانی معاشرہ بھی انہی جلووں کا محتاج ہے ۔

(اردو سروس سے نشر)

عوامی حقوق اور ذمہ داریاں

جسٹس پی این بخشی

ایک مشہور تعریف کے مطابق جمہوریت عوام کی اس حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کے لیے ہوتی ہے۔ اور جس کا انتظام خود عوام کے ہاتھوں سے انجام ہوتا ہے جمہوریت ایک ایسا سیاسی نظام ہے جس میں عوام اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے اور اپنے آپ پر خود حکومت کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں جس طرح برطانیہ اور امریکہ مغرب میں جمہوریت کے قلعے ہیں اسی طرح ہندوستان مشرق میں ایک عظیم جمہوریت کی عمارت ہے۔

لیکن ایک جمہوری حکومت جو عوام کو آزادی برابری اور بھائی چارہ عطا کرتی ہے۔ کے قیام کے واسطے معقول اور تعلیم یافتہ رائے دہندگی کا ہونا پیشگی شرط ہے۔ ایک عام آدمی میں عقل اور قابلیت کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے مسائل کو سمجھے اور ان سے اچھے طریقے سے نپٹ سکے۔ عقل ایک پیدائشی خوبی کا نام ہے لیکن قابلیت عقل کی اس ترقی یافتہ قوت کو کہتے ہیں جو تعلیمی عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ ان دونوں بنیادی باتوں سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اس پر جمہوری عمارت کی تعمیر کامیابی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔ ان دونوں بنیادی ضرورتوں کے نہ ہونے سے جمہوریت کی بنیاد ہل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں عوام چاہے جمہوری طریقے پر زندگی بسر کرنے کے خواہش مند ہوں باوجود اس کے ان کی آرزوؤں کا پورا ہونا محال ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ناخواندگی کا پھیلاؤ اب بھی بڑا خوفناک ہے۔ اس کو ختم کرنا ایک بہت بڑا کام ہے جسے پورا کرنے کے لیے سرکاری سطح پر قدم اٹھائے جا چکے ہیں۔ لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ اس کام کو پورا کرنے کے واسطے رضاکار، سماجی اور اصلاحی انجمنوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں انہیں خود راہ نمائی کرنا چاہیے۔ انہیں اس بات کا لحاظ کرنا چاہیے کہ وہ کسی ایسے کام کے لیے جو ابھی تک پورا نہ ہو سکا ہو حکومت کو الزام نہ دیں بلکہ انہیں لازم ہے کہ وہ جمہوریت کی بنیادوں کی حفاظت کی خاطر آگے بڑھ کر عوام کی مدد کریں اور انہیں علم بخشیں۔ فرد کو تعلیم اور تربیت کے ذریعے خود اپنے آپ کو تعلیم دینے کے قابل بنا دینا چاہیے تاکہ وہ جمہوریت کے فائدوں سے پورا پورا نفع اٹھا سکے۔

"حقوق اور فرائض" ہم رشتہ ہیں دستور جہاں ایک طرف حقوق عطا کرتا ہے وہیں دوسری طرف فرائض بھی عاید کرتا ہے جس طرح فرائض کو من مانے طور پر لاگو نہیں کیا جا سکتا اسی طرح حقوق کو بھی من مانے طور پر پورا نہیں کیا جا سکتا۔

حقوق اور فرائض دونوں قدم سے قدم ملا کر چلتے ہیں۔ جمہوریہ ہند کے دستور کے حصہ تین نے ایک شہری کے بنیادی حقوق کا تذکرہ کیا ہے ان بنیادی حقوق کو ایک آزاد اور خود مختار زندگی کا ضروری حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ قانونی برابری مذہب ذات یا جنس کی بنیاد پر امتیاز کا ممنوع ہونا سرکاری نوکریوں میں برابر کے موقعے چھوت چھات کا خاتمہ تقریر کرنے کی آزادی، انجمن قائم کرنے کی آزادی جان کی حفاظت اور شخصی آزادی اپنے مذہب پر چلنے اور اس کو پھیلانے کی آزادی یہ وہ چند بنیادی حقوق ہیں جن کی ضمانت دستور میں دی گئی ہے۔ دستور کا چوتھا حصہ ریاستی پولیسی کے رہبر اصولوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ بدقسمتی سے صدیوں سے غلامی کی زنجیر میں جکڑی رہنے والی قوم کی پشت پر لدی ہوئی بنیادی حقوق کی اس گٹھری کو ڈھیلے ڈھالے طور پر کھولا گیا۔ ہماری موجودہ مصیبتیں اسی کا نتیجہ ہیں چنانچہ یہ ضروری ہو گیا کہ ایک شہری پر کچھ بنیادی فرائض بھی عائد کیے جائیں۔ تاکہ حقوق اور فرائض کے بیچ ایک برابری پیدا کی جا سکے۔ چنانچہ دستور میں ۱۹۷۶ء میں دفعہ ۵۱ الف۔ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس دفعہ نے ان بنیادی فرائض کی تفصیل پیش کی ہے جن کے مطابق ہر شہری کے لیے یہ لازم ہو گیا کہ وہ دستور کا وفادار رہے۔ قومی جھنڈے اور قومی ترانے کی عزت کرے ضرورت پڑے تو ملک کی حفاظت کرے اور قومی خدمات انجام دے۔ مذہب زبان اور فرقے کا خیال کیے بغیر ہندوستان کے تمام باشندوں کے درمیان صلح اور عام بھائی چارے کے احساس کو بڑھاوا دیں اور سرکاری ملکیت کی حفاظت کرے۔ دستور میں جن فرائض کو گنایا گیا ہے یہ ان کی مکمل فہرست نہیں ہے بلکہ ان بڑی بڑی حدوں کی علامت ہے جو اس لیے نافذ کی گئی ہیں کہ وہ آدمی کو دستور میں دیے گئے بنیادی حقوق کا غلط استعمال کرنے سے روکیں۔ کوئی ملک اس وقت تک پھل پھول نہیں سکتا جب تک کہ وہ ایک مضبوط کردار کا مالک نہ بن جائے۔ یہ بات اس احساس پر منحصر ہے کہ ایک شخص کو کیا کرنا چاہیے۔ اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ احساس اس وقت حاصل ہوتا ہے جب یہ تمیز پیدا ہو جائے کہ آپ کو زندہ رہنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا حق آپ کے ہم وطنوں کو ہے۔ آپ کو زندگی میں لطف اٹھانے کا حق اسی وقت پورا ہو سکتا ہے جب اسی طرح کا حق آپ کے پڑوسی کو حاصل ہو۔ ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے جب ان اونچی قدروں کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے ایسے نتیجے پیدا ہوئے جو فرد اور سماج دونوں کے لیے بڑے نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوئے ہم نے جو دستور اپنایا ہے وہ جمہوری ہے ہمارے سیاسی بزرگوں نے غیر ملکی غلامی سے ہمیں نجات دلانے میں بڑی کڑی مصیبتوں کا سامنا کیا ہے یہ قدریں انہیں کی بے مثال قربانیوں کا پھل ہیں۔ اب ہمارا یہ مقدس فرض ہے کہ ہم اس آزادی کی حفاظت کریں جو ہمیں ان سے وراثت میں ملی ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دستور میں دیے گئے حقوق اور فرائض کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر صحیح ہو اور ہم ہر قیمت پر اپنے فرائض کو پہلے ادا کریں اور اپنے حقوق کی مانگ بعد میں کریں۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

جسٹس پی۔ این بخشی
ہائی کورٹ۔ الہ آباد

مغیث الدین فریدی

انجمن میں ہر دل ہے سب آرزو تنہا
رنگ و بو کی محفل میں رنگ الگ ہے بو تنہا
ہمسفر تو کیا ملتے ، ہم صدا نہیں کوئی
ہم تمہیں پکار آئے جا کے کو بہ کو تنہا
حرف و صوت میں گھر کر یوں سمٹ گئے جذبے
بزم شعر میں جیسے کوئی شعلہ رو تنہا
خون ہو کے ہر غنچہ اپنا رنگ کھو بیٹھا
ہر روش پہ سہمی سی پھر رہی ہے بو تنہا
بس گئی ہیں اب اس میں بستیاں جمالوں کی
آئینہ تو آیا تھا اُن کے روبرو تنہا
تیری یاد دے دیتی کاش اس قدر مہلت
اپنے آپ سے کرتے ہم بھی گفتگو تنہا
(اردو سروس سے نشر)

ہمیں معلوم ہے

مجید جمال

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

غالبؔ اپنی معلومات کو دل کے بہلانے کا سامان سمجھتے ہیں۔ اور زندگی بھر پریشان رہے۔ گوتم سے گاندھی تک سبھی مہا پرشوں کا یہ حال رہا کہ ان کی جانکاری اور معلومات دوسروں کو آرام اور خود کو تکلیف میں مبتلا کرتی رہی ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنکو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ انھیں سب کچھ معلوم ہے۔ یہ لوگ خود تو زندگی بھر سکھی رہتے ہیں اور دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی کبھی دل بہلانے کا موقع بھی فراہم کرتے ہیں۔

آیئے آج میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے ملواؤں جو ہر بات پہ کہتا ہے "ہمیں معلوم ہے"۔ آپ اگر روانی میں پوچھ لیں کہ آپ بیوقوف ہیں۔ جواب ملے گا "مجھے معلوم ہے"۔

لڑکپن ہی سے ان کو اپنی معلومات اور ان کے والد بزرگوار کو ان کی جہالت کا یقین تھا۔ چنانچہ والد بزرگوار نے انکی دخل در معقولات پر قابو پانے کے لیے مشورہ دیا کہ بیٹا کوئی لت لگا لو اتنی بڑی پہاڑ سی زندگی کیسے گذارو گے۔ برخوردار نے بہت غور و فکر کے بعد شادی کر لی اور والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ دیکھئے میں نے نبھانی ودھ کر لی۔ والد سمجھدار آدمی تھے غصّے میں آکر کہا کہ میں نے تجھے لت لگانے کو کہا تھا، علّت لگانے کے لیے نہیں۔ یہ بہت مخلص آدمی ہیں، اور اسی لیے ان کی معلومات کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شادی بیاہ ہو کہ عقیدت یا عیادت کا موقع ہو یہ اپنی معلومات کی خدمات لے کر حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان سے کنارہ کشی ممکن نہیں۔ اسی لیے سارا شہر ان کو جانتا ہے۔ چونکہ یہ دنیا کے تقریباً سبھی کام کر سکتے ہیں اس لیے بھی ہر فن ہر پیشے کے لوگ ان سے آگاہ اور محتاط رہتے ہیں۔ خدمتِ خلق کا اتنا شوق ہے کہ اگر آپ مشرق میں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ مغرب کی طرف جا رہے ہیں تو یقیناً گاڑی گھما کر آپ کو وہاں تک چھوڑ آئیں گے، جہاں آپ کو جانا ہے۔ مُردوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کے انتقال پر ہم بھی قبرستان گئے ہوئے تھے، قبرستان کے نگہبان نے نعش کو دفن کرنے سے انکار کیا کہ جب تک DEATH CERTIFICATE نہیں دکھایا جائے گا۔ دفن کرنے کی اجازت نہیں ملے گی۔ کچھ لوگ نگہبان کو سمجھانے بجھانے لگے بس اتنی دیر میں جناب معلوماتی پہنچ گئے۔ معاملہ کی جانچ پڑتال کی اور فوراً قبرستان کے نگہبان کی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی کہنے لگے آج تک ہم سو ڈیڑھ سو آدمی دفنا چکے ہیں کبھی DEATH CERTIFICATE کی ضرورت نہیں پڑی۔ نگہبان نے کہا حضور آپ بجا فرماتے ہیں لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ اب نئے قانون کے تحت مرنے کا سرٹیفکیٹ لازماً ضروری ہو گیا ہے۔ بس اتنا سنا تھا کہ آگ بگولہ ہو گئے، کہنے لگے ہمیں سب معلوم ہے۔ آپ کا علاج میں ضرور کروں گا۔ کہہ کر روانہ ہو گئے۔ یہ ہم کو کالج کے زمانے سے دوست گردانتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم نے پروگرام بنایا کہ پکنک پر جائیں، انھوں نے فوراً کہا کہ ہمیں ایک ایسی جگہ کا پتہ ہے جہاں ابتک کوئی نہیں گیا۔ کسی نے کہا تو پھر آپ کو کیسے معلوم۔ کہنے لگے یہ ہماری دریافت ہے۔ خیر صاحب شوقِ تجسس سائیکل پر سوار انھیں آگے کر دیا گیا اور پیچھے پیچھے دوستوں کا غول صبح آٹھ سے بارہ بج گئے سفر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ ایک پہاڑی ڈھلوان کی پگڈنڈی پر سائیکل چلی جا رہی تھی کہ اچانک ایسے لگا جیسے ان کو زمین نگل گئی، بریک نگے اور تمام دوست حیران و پریشان کہ یہ کیا ہو گیا۔ ابھی اس کا فیصلہ بھی نہیں ہو پایا تھا کہ کرشمہ تھا یا جادو۔ اچانک منظر بدلتا ہے ہم لوگ آگے بڑھ کر انھیں ڈھونڈتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ سائیکل ان پر سوار ہے اور یہ ایک دس فٹ گہری کھائی سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کسی دوست نے ان کی رہنمائی کرنا چاہی کہ اس طرف سے نکل آیئے۔ یہ جھلا کر بولے مجھے معلوم ہے۔

ہماری شادی پر ہم سے پوچھا کہ تحفہ ہاتھ سے بنا کر دوں یا بازار سے خرید کر۔ ہم نے عرض کیا تحفے کی کیا ضرورت ہے۔ ارشاد ہوا وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن تحفہ دوں گا ضرور۔ خیر صاحب تحفہ دیا گیا اور بڑے اہتمام سے ہم نے جب کھول دیکھا تو دکھ اس بات کا ہوا کہ ہماری نئی نویلی دلہن ہمارے دوستوں کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی۔ تحفہ ٹوٹ چکا تھا اور یہ معلوم کرنا بڑا مشکل تھا کہ یہ کیا تھا۔ اس میں کچھ کانچ کی بوتل کے ٹکڑے ایک عدد بلب ہولڈر اور ایک لکڑی کا چوکور تختہ۔ ایک پرانا بجلی کا تار۔ ہماری شادی کا پہلا دن اس عقدہ کو حل کرنے میں بہ حسن و خوبی گذر گیا کہ یہ کیا شئے ہے آخر ہم دونوں نے طے کیا کہ ہو نہ ہو یہ بجلی کا لیمپ ہوگا۔ ان سے ملاقات پر ہم نے اس کی تصدیق کی۔ اور غلطی سے یہ اطلاع بھی دینا پڑی کہ وہ شہید ہو گیا۔ کہنے لگے کوئی حرج نہیں۔ ویسے تو مجھے معلوم تھا کہ آپ سنبھال نہیں سکیں گے۔ خیر میں دوسرا لیے آؤں گا۔ ہماری بیگم سمجھدار ہیں فوراً کہا کہ بھائی صاحب فی الحال ہمارا کمرہ چھوٹا ہے اس میں خود ہمارے رہنے کے لیے گنجائش کم ہے جب کبھی ہم کسی بڑے گھر میں منتقل ہوں گے۔ آپ اُس وقت تحفہ دے دیجئے گا۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ ان کی طبیعت خراب ہو گئی، سردی زکام تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رات بھر سردی میں بغیر گرم کپڑوں کے گھومتے رہے۔ کئی لوگوں نے کہا کہ بھئی کوئی گرم کپڑا پہن لو۔ کہنے لگے۔ آپ کو کیسے معلوم کہ ہمیں سردی لگ رہی ہے۔ غصّے میں آکر جو سوئٹر پہن رکھا تھا اس کو بھی اُتار دیا۔ تھر تھر کانپتے رہے اور کہتے رہے مجھے معلوم ہے کہ سردی نہیں ہے۔ دوسرے دن اُن کو بیمار اور ہم کو عیادت کے لیے حاضر ہونا پڑا۔ عیادت کے لیے کئی لوگ آئے، مختلف لوگوں نے مختلف مشورہ دیئے۔ یہ کسی کی ماننے کو تیار نہیں کیونکہ انھیں طب کی بھی معلومات ہے۔ پھر ایک صاحب نے کہا کہ بھئی ایسا کرو۔ گرم گرم حلوہ کھالو اور کپڑا اوڑھ کر سو رہو، پسینہ آجائے گا سردی ختم۔ یہ مشورہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ کہنے لگے آپ صحیح فرما رہے ہیں مجھے معلوم ہے مگر بیگم ہیں کہ مانتی ہی نہیں۔

ان کے پاس پہلے سائیکل تھی، اب گاڑی خرید لی ہے۔ ان کی گاڑی اور ان میں کئی چیزیں قدرِ مشترک ہیں۔ مثلاً یہ جمعہ کو نہاتے ہیں، گاڑی بھی اُسی دن دھلتی ہے۔ ہفتے بھر کھانا کھاتے ہیں اور گاڑی میں پٹرول ڈالتے ہیں۔ نہ سر میں تیل ڈالتے ہیں نہ گاڑی میں ان کی گاڑی ان کے علاوہ کوئی اور نہیں چلا سکتا۔ اس لیے کبھی یہ گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور کبھی گاڑی ان پر۔ ایک دن ہم نے بہت تیزی سے ان کو شہر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ یہ اسکوٹر چلا رہے تھے اور ہم کو دیکھ کر نظر انداز کر گئے۔ ہمارا ماتھا ٹھنکا۔ ہم اپنا کام ختم کر کے ان کے گھر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ پلنگ پر لیٹے ہیں، ہاتھ گلے سے بندھا ہوا تھا اور پیر مچھر دانی سے تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ ہم نے شکایت کی کہ اتنی تیز جائیں گے تو اور کیا ہوگا۔ کہنے لگے ایکسیڈنٹ تو پہلے ہی ہو چکا تھا پھر اگر میں رُکتا تو مجھے معلوم تھا کہ غش کھا کر گر پڑوں گا۔ سلام دعا اس لیے نہیں کی کہ آپ کی سمجھ میں آجائے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ میں نے کہا حضور اگر آپ رُک جاتے تو میں آپ کو دواخانے یا گھر پہنچا دیتا۔ کہنے لگے دیکھئے طب کے بارے میں بھی مجھے کافی معلومات ہے۔ اس وقت ایک لمحہ بھی ضائع کرنا خطرہ سے خالی نہیں تھا۔

اس واقعہ کے بعد لگاتار ان کے دو اور ایکسیڈنٹ ہوتے۔ یہ ایک جگہ کھڑے تھے کہ ایک بھینس نے آکر ان کو ٹکر مار دی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بھینس پر اپنی معلومات جتا رہے ہوں گے۔ دوسری مرتبہ انھوں نے بھینس کو ٹکر ماری۔ ٹکر لگنے کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ اچانک ان کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی روشنی ہوئی پھر اندھیرا چھا گیا اور پھر آنکھ بند ہو گئی۔ پھر دواخانے ہی میں آکر آنکھ کھلی بھینس اس صدمے کی تاب نہ لاسکی اور مر گئی۔

یہ مخلص اور معصوم آدمی ہیں۔ لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ انھیں ہر بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کا مرغوب مشغلہ ہے لوگوں کو ان کی منزل تک پہنچانا۔ راستے میں شعر سناتے ہیں اور داد کی شکل میں کرایہ وصول کرتے ہیں۔ پہلی ہی ملاقات پر بے تکلف ہو جاتے ہیں اور ناراض کسی سے نہیں ہوتے۔ یہ دوا اور دعا ایک ساتھ دیتے ہیں، دوا دار والبتہ نہیں دیتے۔ آج تک ان کے ہاتھ سے کسی کا جانی نقصان نہیں ہوا سوائے اس بھینس کے جو ایکسیڈنٹ میں مر گئی۔ یہ ہر وقت مسکراتے ہیں اور غزل گنگناتے ہیں۔ ان کو خدمتِ خلق کا گر بھی آتا ہے۔ ایک ہاکی میچ میں چوٹ لگنے کی وجہ سے دو کھلاڑی گر پڑے بس یہ سرعت سے وہاں پہنچے اور ایک کھلاڑی کو کندھے پر ڈال میدان کے باہر۔ وہ کھلاڑی چیختا چلاتا رہا۔ احتجاج کرتا رہا مگر انھوں نے سمجھا کہ وہ چوٹ کی شدت سے کراہ رہا ہے۔ میدان کے باہر آکر پتہ چلا کہ جس کھلاڑی کو چوٹ لگی تھی وہ لنگڑاتا ہوا میدان کے باہر آرہا تھا اور جس کو یہ اٹھا کر لائے تھے وہ دوڑتا ہوا میدان میں داخل ہو رہا تھا۔

کہیں بھی دعوت ہو، یہ پہنچ جاتے ہیں۔ صاحب خانہ سے کہیں گے مجھے معلوم ہے کہ آپ نے دعوت نامہ بھیجا ہوگا مگر تقسیم کرنے والا بھول گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کو دعوت نامہ نہیں ملا، آپ کو شرمندگی ہوگی۔ اور میں آپ کو شرمندہ نہیں دیکھ سکتا اسی لیے چلا آیا۔ ہر انجمن اور محفل میں ان کو خاص طور پر بلایا جاتا ہے اس لیے کہ یہ بھاگ دوڑ کے کام بہت مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں، صرف اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ اپنی معلومات کا اظہار نہ کر بیٹھیں۔ اس کے باوجود جب جب ان کو موقع ملتا ہے یہ برابر اپنا کام دکھاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب ایک میت کو دفنایا جا رہا تھا یہ آگے بڑھ چڑھ کر ہدایات دینے میں مصروف تھے کہ اچانک پیر پھسلا اور زندہ درگور ہو گئے۔ بڑی مشکل سے انکو باہر اور مردہ کو اندر داخل کیا گیا۔

ان تمام باتوں کے باوجود ان کے خلوص اور نیک نیتی پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔ رات کے بارہ بجے اگر ان کو اطلاع ملے کہ کوئی بیمار ہے تو سب سے پہلے تیمارداری کرنے یہ پہنچ جائیں گے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ ان کی موجودگی سے مریض کو تکلیف زیادہ آرام کم ملتا ہے۔ عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے۔

(اورنگ آباد سے)

تاریخ ساز

مغربی ہند کے کتب خانے

محمود ہاشمی

مغربی ہند زمانۂ قدیم سے ایک اہم علمی مرکز رہا ہے۔ پانچویں سے آٹھویں صدی تک مغربی ہندوستان پر میتریکا خاندان کی حکومت رہی۔ اس عہد میں ہندوستان، جین مذہب کے زیرِ اثر تھا۔ اس لیے اس دور میں عظیم مذہبی سرگرمیاں رہیں۔ نویں صدی سے تیرھویں صدی عیسوی تک، جین مصنفوں نے گراں قدر علمی اور ادبی کتب تصنیف کیں۔ چنانچہ جیسلمیر، پٹن، سورت احمد آباد، کرناوتی اور وجے پور وغیرہ ہیں۔ علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ایسے کتب خانے بھی قائم ہوئے۔ جو "گیان بھنڈار" کے نام سے مشہور تھے۔

میتریکا عہد میں، جین علما نے فلسفے اور روحانیت پر ایسی کتابیں تصنیف کیں، جن کی عظمت کا آفتاب آج تک روشن ہے۔ جین مذہب اور فلسفے پر تصانیف کو کتب خانوں میں محفوظ کیا گیا۔ اس سلسلہ میں دو بادشاہوں کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ان میں ایک تو سُدھ راج جے سمہا دیو ہیں، جنھوں نے ۱۰۹۴ سے ۱۱۴۳ء تک مغربی ہندوستان پر حکومت کی اور دوسرے شری کمار پال دیو ہیں، جن کا زمانہ ۱۱۴۳ء سے ۱۱۴۷ء تک کا ہے۔

اس عہد میں پٹن، مغربی ہندوستان کی راجدھانی تھا۔ پٹن میں جین مذہب پر تحقیقات کرنے والے علما کی سرگرمیوں کا محور بنا رہا۔

مورخوں کا بیان ہے کہ کمار پال دیو نے اکیس بڑے کتب خانے قائم کیے تھے۔ اور مخطوطات کو سنہری حرفوں میں لکھنے کا حکم دیا تھا۔ بادشاہوں اور شہزادوں کی علم دوستی کے باعث، اس عہد کے سماج میں علمی سرگرمیوں کا رواج بڑے زور شور سے ہوا۔

سولہویں صدی کے بعد، گجرات اور خصوصاً پٹن ان تاجروں کی دل چسپی کا محور بن گیا۔ جو مخطوطات کی تجارت کرتے تھے۔ روپے کے لالچ میں آکر، کتب خانوں کے محافظوں نے مخطوطات کے ذخیرے فروخت کر ڈالے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جین مت کی بہت سی اہم تصانیف یا تو ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں میں پہنچ گئیں، یا پھر اس علاقے سے ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں منتقل ہو گئیں۔ تاریخ کے ایک طویل عرصے تک جاری رہنے والی اس صورتِ حال کے باوجود آج بھی گجرات، راجپوتانہ اور پٹن میں جین مخطوطوں کے بہت سے اہم ذاتی ذخیرے موجود ہیں۔ مغربی ہند کے اِن کتب خانوں میں سے باقی بچے ہوئے مخطوطات کی ایک فہرست لال چند بھگوان داس گاندھی نے تیار کی ہے۔ جس میں مخطوطات کے نیرہ اہم ترین ذخیروں کا تذکرہ ہے۔

جین بھنڈاروں کے تنقیدی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نہ صرف اپنا مذہبی لٹریچر تھا بلکہ دوسرے مذاہب اور دیگر مضامین پر مخطوطات بھی موجود تھے، مغربی ہند کے ان کتب خانوں کا باقی ماندہ سرمایہ محفوظ ہے اس میں سب سے قدیم مخطوط ۱۰۶۳ء کا ہے لیکن اس سے قبل کے غیر معلوم مخطوطے بھی ملے ہیں اور سب سے آخر کی کھجور کی پتیوں والے مخطوطے ۱۴۹۷ء کے ہیں۔

مغربی ہند کے کتب خانوں کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بُدھ ازم کی طرح جین ازم نے بھی مغربی ہند میں تصنیف و تالیف اور کتب خانوں کی روایت کو فروغ دیا۔ مغربی ہند کے اِن کتب خانوں کے بارے میں، پروفیسر پیٹرسن کا بیان ہے۔

"مجھے نہیں معلوم، ہندوستان کا کوئی شہر یا دنیا کے چند شہروں کے علاوہ کوئی شہر مخطوطے کے اِس قدر عظیم اور قابلِ قدر اور قدیم ذخیرہ پر فخر کر سکتا ہے۔ جتنا جنوبی ہند کے بعض شہر۔" (اردو سروس سے نشر)

غزل

ارشد فہمی عظیم آبادی

رو پہلی چاندنی نکھری تو کس کی یاد آئی
کہ درد لینے لگا میرے دل میں انگڑائی

نگاہیں پھیر کے اس طرح وہ گذرتے ہیں
کہ جیسے مجھ سے کبھی کی نہیں شناسائی

ہمیشہ مجھ کو رُلاتی رہی ہے تشنہ لبی
کہاں میں اور کہاں ان کی بزم آرائی

جہاں برس گئے ہونٹوں سے انکے پیار کے پھول
خزاں رسیدہ چمن میں وہیں بہار آئی

نہ میکدے سے ملا کچھ نہ بت خانے سے
کہیں سے درد ملا ہے کہیں سے رسوائی

ستارے چھپ گئے گلشن کے پھول بھی ہیں دور
بس ایک شمع ہے میری انیس تنہائی

خدا کا شکر ہے ارشد کہ ان کی محفل میں
میری غزل کو بھی بخشی گئی پذیرائی

(پٹنہ سے نشر)

جنگلی گدھا چند دلچسپ حقائق

این اے جگانی

حالیہ برسوں میں جنگلی گدھے کا بہت چرچا رہا۔ بلکہ اخباروں نے پہلے صفحوں پر جو کالموں کے اندر اس کی خبریں شائع کیں مگر جنگلی جانوروں کے خیر خواہوں کا سر یہ خبر پڑھ کر ندامت سے جھک گیا۔ وہ یہ پڑھ کر حیران رہ گئے کہ ایک اور نادر جانور جلد ہی صفحۂ ہستی سے مٹنے جا رہا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس خبر سے فطرت پرستوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

جہاں دنیا بھر کے خیر خواہ جنگلی گدھے کے انجام کے بارے میں فکرمند ہو رہے ہیں وہاں ہندوستان کے بہت سے لوگوں کے نزدیک یہاں کا جنگلی گدھا ایک اجنبی بنا ہوا ہے کیونکہ ہمارے یہاں یہ جانور صرف رن کچھ خورد میں ہی پایا جاتا ہے۔ رن کچھ ایک لق و دق بنجر علاقہ ہے۔ جہاں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے ماسوائے اس کے کناروں کے اور بعد دو ایک چند نخلستانوں کے جہاں اس جانور کو کچھ کانٹے دار جھاڑیاں کھانے کو دستیاب ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنگلی گدھا ہمیشہ ایک نادر جانور رہا ہے۔ کیونکہ اس لق و دق بنجر زمین میں اسے جان کا قالب سے رشتہ برقرار رکھنے کے لیے مسلسل جد و جہد کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ان مشکلات کے باوجود یہ سخت جان جانور صدیوں سے وہاں رہتا چلا آرہا ہے۔ مگر اب جان پڑتا ہے کہ حضرت انسان کے مقابلے میں یہ ہارتا چلا جا رہا ہے اور انسان اس کی جان کے درپے ہو رہا ہے۔

انسان برسوں سے محض اپنے ذاتی فائدے کی خاطر اس کرۂ زمین پر سے اندھا دھند درختوں کا صفایا کر رہا ہے اور زمین کو بنجر بناتا جا رہا ہے۔ اس غفلت شعاری اور نوچ کھسوٹ کے باعث مٹی کا کٹاؤ شروع ہو چکا ہے اور رن خورد و رن کلاں دونوں کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے زرخیز زمینوں تک آن پہنچا ہے اس صحرا کے بتدریج پھیلاؤ کو روکنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ وہاں جلد از جلد جنگل لگانے کے پروگرام پر عمل کیا جائے۔ اس پروگرام کے لیے ایسے پیڑوں کی ضرورت ہوگی جو اس صحرا کی نمکین مٹی میں تیزی سے بڑھ سکیں۔ اس مسئلے کو کسی حد تک جنوبی امریکہ کے گرم علاقہ سے ولایتی ببول منگا کر حل کر لیا گیا تھا ماہرین کا بیان ہے کہ ولایتی ببول نے صحرا کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے اور دوسرے یہ ببول چارے اور جلانے کے کام آنے والی لکڑی کا سستا اور وافر ذخیرہ ثابت ہوا ہے۔ مگر ایم۔ ایس۔ یونیورسٹی بڑودہ کے ڈاکٹر جی۔ ایم۔ اوذا کا فرمان ہے کہ یہ پیڑ وہاں کے جنگلی گدھے کے لیے جان لیوا ثابت ہو رہا ہے۔

جہاں تک نباتات اور جانوروں کے تحفظ کا تعلق ہے ڈاکٹر اوذا عالمی شہرت کے مالک ہیں اور وہ اس مسئلے کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ولایتی ببول کے کیڑوں سے بھرپور ڈوڈے جنگلی گدھوں میں بیماری پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک اس علاقے میں ولایتی ببول اگایا نہیں گیا تھا تب تک جنگلی گدھے کی یہ نسل خوب بڑھ رہی تھی۔ کوئی تیس سال پہلے تک وہاں ۵ ہزار جنگلی گدھے موجود تھے۔ آج گھٹتے گھٹتے ان کی تعداد محض ... رہ گئی ہے اور اگر اس جانور کو بچانے کے لیے کچھ نہ کیا گیا تو یہ تعداد اور بھی کم ہو جائے گی۔

ولایتی ببول سے اس جنگلی جانور کو جو خطرہ درپیش ہے اس کے متعلق ڈاکٹر اوذا کے اندیشوں کی تصدیق ایک اور ذریعے سے بھی ہوئی ہے۔ کچھ میں ایک علاقہ بنی نام کا ہے جہاں مویشیوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ وہاں سے خبریں ملی ہیں کہ کئی گایوں کو ولایتی ببول کے ڈوڈے کھا لینے کے بعد مہلک بیماری لاحق ہو گئی۔

ایک اور مسئلہ جو جنگلی گدھے کو درپیش ہے وہ نمک سازی [illegible] کی صنعت کا پیدا کردہ ہے صدیوں پہلے رن کچھ بحیرۂ عرب کا حصہ ہوا کرتا تھا جب سمندر پیچھے ہٹ گیا تو اس علاقے کی سرزمین پر نمک کا ذخیرہ چھوڑ گیا۔ اب صحرائی علاقے کے کناروں پر مٹی سے نمک الگ کرنے کی صنعت جاری ہے۔ آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ نمک کی مانگ بھی بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ صحرا کے نیم زرخیز علاقوں کو ہر سال نمک سازی کی صنعت ہڑپ کرتی چلی جا رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو تو نمک ملتا جا رہا ہے مگر جنگلی گدھے کی چراگاہ گھٹتی جا رہی ہے۔ جنگلی گدھے کی مصیبت یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ اس کے علاقے میں اکثر سوکھا پڑتا رہتا ہے اور پھر اسے چور شکاریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے جو اس کے گوشت کی لذت سے آشنا ہیں۔ علاوہ ازیں اسے عام گدھے کے ساتھ جفت کرا کے جان بوجھ کر دوغلی نسل کا جانور پیدا کر رہے ہیں جو زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اسے باربرداری کے لیے سدھایا جاتا ہے اور سرکش نہیں ہوتا۔ مگر ماہرین کا خیال ہے کہ اس طرح اندھا دھند دوغلی نسل پیدا کرتے رہنے سے بالآخر جنگلی گدھے کی خالص نسل ختم ہو جائے گی اور ممکن ہے اس سے بیماری بھی پھیل جائے۔

جنگلی گدھے کو درپیش مصائب کو دیکھتے ہوئے جانوروں کے خیر خواہوں کا یہ اندیشہ صحیح ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ جانور صفحۂ ہستی سے ختم ہو جائے گا۔ یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہوگی کیونکہ جنگلی گدھا کوئی عام جانور نہیں۔ یہ ایشائی جنگلی گدھے کی پانچ قسموں میں سے ایک خاص قسم کا گدھا ہے جو صرف رن کچھ خورد ہی میں پایا جاتا ہے۔

ہندوستانی جنگلی گدھے کی ندرت کو تسلیم کرتے ہوئے عالم طبعی اور قدرتی وسائل کے تحفظ کی بین الاقوامی یونین واقعہ سوئیٹزرلینڈ نے اسے ایک علاقہ میں تحفظ شدہ جانور قرار دے رکھا ہے۔ ہمارے یہاں جنگلی جانوروں سے متعلق ہندوستانی بورڈ بھی اسے تحفظ شدہ جانور کا درجہ دیا ہے اور گجرات سرکار نے اعلان کر رکھا ہے کہ رن کچھ اور اس کے آس پاس کا علاقہ اس جانور کا مسکن ہے اور وہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے۔

یہ اقدامات بلاشبہ برحق ہیں مگر جنگلی گدھے کو بچانے کے لیے کچھ اور قدم بھی اٹھانے پڑیں گے اس سلسلہ میں مسٹر روین ڈیوگی نے رہنمائی کی ہے جو ساری دنیا میں فطرت پرست ہونے کے باعث مشہور ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اس جانور کو بالکل ختم ہونے سے بچانے کے لیے چڑیا گھروں کو چند جنگلی

گدھے رکھنے کی اجازت ملنی چاہئے جہاں ان کی نسل کو بڑھایا جا سکے۔

مسٹر روین ڈیوڈ نے احمد آباد کے میونسپل زولوجیکل گارڈن چڑیا گھر میں ہندوستانی جنگلی گدھے کو لے کر تجربے کیے ہیں اور انہوں نے دیکھا ہے کہ اس جانور کو مقید کر کے بھی پالا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے بے حد نگہداشت اور تحمل کی ضرورت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جنگلی گدھا بڑا حساس جانور واقع ہوا ہے اور اگر پکڑتے وقت اسے ڈھنگ سے گرفت میں نہ لیا جائے تو ممکن ہے وہ کچھ کھانے پینے سے انکار کر دے اور آخرکار جان دے دے۔ قید میں بھی اس کے رہن سہن کا ماحول بالکل اسی طرح کا ہونا چاہیے جیسا کہ اس علاقے میں دیکھنے میں آتا ہے جہاں کا وہ رہنے والا ہے۔ ڈاکٹر ڈیوڈ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جنگلی گدھا عام گدھے کی طرح سعادت مند اور حکم ماننے والا جانور نہیں۔ وہ کسی شخص کو اپنی پیٹھ پر سوار ہونے نہیں دیتا اور نہ ہی اپنی پیٹھ پر سامان لادنے دیتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی نامانوس شخص یا جانور اس کے پاس جانے کی کوشش کرے تو وہ مارنے کو دوڑتا ہے۔

قدرتی ماحول، نباتات اور جنگلی جانوروں کی جانب انسان کی غفلت شعاری کے پیش نظر جنگلی گدھے کو صفحۂ ہستی سے مٹنے سے بچانے کا سب سے یقینی اور غالباً واحد ترین طریقہ یہی ہے کہ اسے چڑیا گھروں میں رکھ کر اس کی پرورش کی جائے اور نسل بڑھائی جائے کچھ اور راستے بھی ہمارے سامنے کھلے ہیں یعنی یہ کہ اس مقصد سے ایک جامع اور مؤثر پروگرام بنایا جائے۔ اس پروگرام کا پہلا کام تو یہ ہوگا کہ ان گدھوں کے مسکن کے ارد گرد گشت رکھی جائے تاکہ ان کی موجود تعداد میں کمی نہ آنے پائے۔ ان کی قدرتی افزائش نسل بھی ممکن ہو سکتی ہے جب کہ اس کے لیے ضروری ماحول کو بحال کیا جائے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب کہ سائنسی ڈھنگ سے جنگلی پانی کے ذریعے رن کچھ کو زرخیز علاقوں کی طرف پھیلنے سے روک دیا جائے اور ایسی پالیسی اختیار کی جائے جس میں ماحول کا توازن اس علاقے میں برقرار رکھنا مد نظر ہو۔

ان اقدامات کی کامیابی کا انحصار خود انسان پر ہے۔ قطعی فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں ہے اور جو فیصلہ وہ کرے گا اس کے اثر کی زد میں وہ خود آئے گا اور اس کی اپنی بہبودی اس سے متاثر ہوگی۔ کیونکہ جب بھی کوئی مخلوق دنیا سے مٹتی ہے تو اس سے خود انسان کے لیے خطرے کی گھنٹی بجنے لگتی ہے۔ زیادہ صاف ہے — دنیا سے پودوں کا اور جانوروں کا ایک ایک کر کے مٹتے جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کرۂ ارض سے خود اپنے کوچ کی تیاری کرتا جا رہا ہے۔

(بہ شکریہ نشر)

سچے مزدور کی خصوصیت

علی محمد موسوی

اپنی ٹریڈ یونین کی صحیح خدمت کرنا ایک اچھے مزدور کی اولین خصوصیت ہے۔ ٹریڈ یونین اور مزدور میں ماں اور بیٹے کی مانند رشتہ قائم ہے۔ جس طرح ماں اور بیٹے میں عام طور سے جدائی ممکن نہیں اس طرح ٹریڈ یونین اور مزدور میں علیحدگی ایک خواب ہے۔ ... کلوز شاپ طریقہ اڑے رہنے سے ... امن بچانا چاہتے ہیں خوبیاں اور خرابیاں ہر طریقۂ زندگی میں پائی جاتی ہیں۔ حیات انسانی خود پھلوں کے کھائی آگے بڑھتی ہے رکتی نہیں۔ ٹریڈ یونین سے وابستہ کلوز شاپ طریقہ چند زیادتی کے باعث انفرادی طور پر کھلنے لگتا ہے لیکن اجتماعی طور پر ٹریڈ یونین مضبوط ہوگی مالیہ مستحکم ہوگا اور مزدور تنظیم غیر متزلزل بنیادوں پر اپنی پرشکوہ عمارت تعمیر کرے گی۔ موجودہ صدی کے پہلے حصہ کے اور آخر میں مزدور بیداری کی شمع ہندوستان میں روشن ہوئی۔ ایک سچے مزدور کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ اس شمع فروزاں کو تھامے تاریکیوں پر روشن و منور رہے۔

مزدور قوانین کی عمل آوری امریکہ مزدور کو اسکی اپنی تنظیم میں ایک باوقار مقام عطا کرتی ہے۔ ہندوستانی مزدور نے اپنی رجسٹرڈ شدہ یونین کی، بتدا ۱۹۲۶ء کے ٹریڈ یونین ایکٹ کی روشنی میں کی ہے۔ جس قانون نے یا جن قوانین نے مزدور کو حقوق عطا کیے ان ہی روشن راستوں پر مزدور کو چلنا ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ مزدور قوانین میں خامیاں پائی جاتی ہیں لیکن ان خامیوں کے باعث راہ گذر کو راہ پر تو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ قانونی کمزوریوں کو دور کرنا یا دور کروانا ایک سچے مزدور کا خوشگوار فرض ہوگا۔ تو یہ سکتا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے قانون تنازعات صنعتی INDUSTRIAL DISPUTS ACT میں مزدور مفاد کے خلاف قانونی دفعات نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے تو مرکزی حکومت نے مذکورہ قانون میں کئی ترمیمات کی ہیں اور اب تو ایک نئے قانون کے باعث نازک صورت حال پیدا ہو گئی ہے جس کو مرکزی مزدور یونین قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ صنعتی امن کے بگڑنے کے آثار نظر آ رہے ہیں لیکن حکومت عزم مصمم کے ساتھ قدم اٹھا رہی ہے۔ مرکزی مزدور یونین اور مرکزی یا صوبائی حکومتوں کے درمیان اختلافات کی خلیج پھیلتی جا رہی ہے جو ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے فال نیک نہیں۔ صنعتی امن کی برقراری اور حکومت کے موجودہ رویہ میں تبدیلی کے لیے ایک سچے مزدور اور ایک سچے شہری کو کمر ہمت باندھنی ہوگی۔

آج کا ہندوستان کساد بازاری کے دور سے گذر رہا ہے۔ اور اقدامات کے علاوہ ایک بڑا قدم اٹھانا ہی پڑے گا کہ پیداوار اور پیداواری کو متاثر ہونے سے روکا جائے۔ یہ بات ذہن میں آ سکتی ہے کہ جب صنعتی امن کو برقرار رکھنے پر زور دیا جا رہا ہے تو پیداوار اور پیداآوری کا ذکر ایک بے معنی گفتگو ہوگی۔ صنعتی امن کے میدان میں ہمیں طویل تجربہ نشان دہی کرتا ہے کہ صنعتی امن کی برقراری کے باوجود پیداوار متاثر ہوتی ہے اور پیداآوری بھی جس پر روشنی ڈالنا اس مختصر گفتگو میں ممکن نہیں لیکن اتنا کہے بنا بھی نہیں رہا جا سکتا کہ برقراری صنعتی امن اور کارکردگی میں چولی دامن کا رشتہ نہیں پایا جاتا۔ اس ضمن میں ایک روشن حقیقت آندھرا پردیش کے روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی ہے جہاں صنعتی امن بالعموم برقرار رہا لیکن یہ عظیم نیم سرکاری ادارہ پبلک سیکٹر کی سہولتوں سے استفادہ کے باوجود ایک خسارہ کا ادارہ بن کر رہ گیا۔ ایک سچے مزدور کا بنیادی فرض ہے کہ ایسے خسارہ کی روک تھام کے لیے جان توڑ کوشش کرے جب کہ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن نے انتظامیہ میں مزدور مواگت کے زریں اصول کو عملی شکل دے رکھی ہے بہرحال ایک خوشگوار مستقبل کے لیے معیاری پیداوار کو دنیا کی منڈیوں میں لانا ہوگا جہاں گلو تراش مسابقت جاری ہے۔ اس مسابقتی دور میں ایک سچے مزدور کو

دل کھول کر حصہ لینا پڑے گا۔ سال ۱۹۸۲ مزدور کا سال قرار دیا گیا ہے اس کی عظمت کو بڑھا وا دینا کون سا نیک شہری تسلیم نہیں کرتا۔ تو پھر آؤ ہم بھی دنیا میں ہندوستان کی نیک نامی کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کے لئے معیار پیدا کر دنیا کی منڈیوں میں لے آئیں۔

حقوق حاصل کرنا ہر مزدور کی تمنا ہوتی ہے لیکن ذمہ داری کا احساس بھی ایک بنیادی خصوصیت ہے ایک مزدور کی۔ سماج کے دیگر طبقات کی طرح مزدور بھی اپنی زندگی کو تابناکیوں سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے مگر ذمہ داری سے کنارہ کشی تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ حقوق سے استفادہ اور ذمہ داری سے فرائض کی انجام دہی ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ حقوق اور ذمہ داری ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مزدور کا حق ہے کہ وہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے ہڑتال بھی کر سکتا ہے لیکن جس قانون نے یہ حق عطا کیا ہے اس نے ایک بنیادی ذمہ داری بھی مزدور کے کاندھوں پر ڈال دی ہے کہ انڈسٹریل ڈسپیوٹس ایکٹ کی روشنی میں ہڑتال کی جا سکتی ہے۔ ہڑتال مزدور کر سکتے ہیں تو تالا بندی مینجمنٹ کی طرف سے کیا جاتا ہے اور دونوں عمل ایک ذمہ داری کے پابند ہیں جو مذکورہ قانون نے عائد کیے ہیں۔ حالات کو بد نظمی سے بچانے کے لئے قانونی داری نے دونوں کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے یا یوں کہا جائے کہ حق اور ذمہ داری میں ٹکراؤ نہیں ہونا چاہئیں۔ ایک سچے مزدور کے دل میں اپنے وطن سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اظہار فرائض کی تکمیل سے ہوگا۔

مزدور کے حالات بالخصوص صنعتی مزدور کی زندگی نے ایک خوشگوار کروٹ لی ہے۔ آج کارخانہ کے مزدور باعزت طور پر زندگی گذار رہے ہیں۔ کام کے حالات اور اجرتیں خاطر خواہ نہ سہی لیکن ترقی پذیر ضرور ہیں۔ اس بنا پر ایک اچھے مزدور کی ایک ذمہ داری ابھرتی ہے اور وہ یہ کہ سماج کے جو کھٹے میں قانون کی عملداری میں دوسرے افراد سماج کے لیے تعمیری امور کی انجام دہی میں مشغول ہو جائے۔ معاشرہ کی گندگیوں کو دور کر کے ایک تعمیری رول ادا کرنا ہے۔ توہم پرستی نے خرابیوں کو جنم دیا ہے اور سماج کی چار دیواری کو سکیڑ رکھا ہے۔ معاشرہ کو ان کمزوریوں سے بچانا مزدور کی بھی ذمہ داری ہے۔ غیر سماجی اعمال کے باعث دیگر اسباب کے علاوہ ایک مہیب صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔ اپنے ہمسایہ سے خوشگوار تعلقات کا قائم کرنا چاہے سیاسی رجحانات اور مذہبی عقائد کچھ بھی کیوں نہ ہوں ایک سچے مزدور کی صحیح تصویر ہے۔ ۷۰ کروڑ ہندوستانی سیاسی و مذہبی مکتب خیال میں آزاد ہیں۔ سیاسی شعور معاشرتی بیداری اور مذہبی آزادی نے ایک وسیع میدان ترقی مہیا کیے ہیں۔ جمہوریت کی بقا و ترقی سیاسی شعور کے ثبوت ہیں۔ سماجی ترقی نے معاشرتی بیداری کا سہارا لیا ہے اور مذہبی ذمہ داریوں کی ادائیگی نے مذہبی آزادی کے عطیہ سے استفادہ کیا ہے ان تینوں مرکزوں پر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ترقی کے لئے فرائض ادا کرنا مزدور اور ان کی پیشہ ورانہ جماعتوں کے لیے ایک نیک عمل تسلیم کیا جائے گا۔

ایک اچھے صنعتی کاروباری زراعتی مزدور کو جمہوریت پر یقین رکھنا ہوگا جس کے لیے دستورِ ہند کو اپنے سینہ سے لگانا ہوگا۔ ان دو قیمتی اثاثوں سے وابستگی مزدور کو ایک عصری یونٹ ایک فعال شخصیت کی خصوصیت عطا کرے گی اس بنا پر ہندوستانی مزدور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے مزدوروں سے پیچھے نہیں رہے گا۔

ہندوستان نے ترقی پذیر ممالک کی صف اول میں ایک پرشکوہ مقام حاصل کیا ہے جس کے باعث ہمارے مزدور ایشیائی ممالک بالخصوص عرب ملکوں میں پھیل گئے ہیں۔ معاشی ترقی حاصل ہوئی اور ہندوستانی پرچم کو بلند و بالا رکھنے میں ان مزدوروں نے ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ان ممالک میں مزدور کی کارکردگی اور پاکیزہ کردار کے تحفظ کے لئے خود مرکزی حکومت کو بھی ایک خاص رول ادا کرنا ہوگا صرف ایسے مزدوروں پر نگرانی کافی نہیں ان کے حقوق کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ان کے ویلفیئر کے لیے ایک خاص قدم اٹھانا پڑے گا۔ مذکورہ ممالک کے اشتراک و تعاون سے ان مزدوروں کی آمدنی کے تحفظ اور استعمال پر کڑی نگرانی رکھنی پڑے گی تاکہ نازک وقت پر ان کی مدد کی جا سکے۔ خود مزدور کو خوش نصیب حکومت وقت اور ہندوستان کی مرکزی حکومت کے اختیار کردہ راستہ پر چلنا ہوگا جس کے باعث ایک سچے مزدور کی دوررس اور قابلِ ستائش حکمتِ عملی کی تصویر ابھرے گی ہم یہ بتلائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارا مزدور اپنی کمزوریوں کے باوجود جو خال خال ہر مزدور میں پائی جاتی ہیں ایک اچھا کارکن تسلیم کیا گیا ہے مقابلتاً کم اجرتیں پاتے کے باوجود ہندوستانی مزدور کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سچا مزدور تسلیم کیا گیا ہے۔

(حیدرآباد سے نشر)

تصحیح

آواز ۱۶ / اکتوبر ۸۲ء
کے شمارے میں شائع مضمون
"اردو شاعری میں انسان دوستی"
کے مصنف ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی ہیں۔
ادارہ اس سہو کے لیے معذرت خواہ ہے۔

تخلیقی زبان

زبان کی تعریف اور توضیح کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ عہد جدید کے علم اللسان کی روشنی میں زبان ہے کیا؟ زبان کو اب تک ودیعتِ الٰہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ یوں تو خود حیات ایک ودیعت الٰہی ہے۔ لیکن سائنسی نقطۂ نظر سے زبان کی حیثیت جبلی سے زیادہ عمرانی سمجھی گئی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ انسان میں زبان کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے۔ لیکن یہ ان معنوں میں جبلی نہیں۔ جیسے بھوک، پیاس جنس وغیرہ۔ اگر انسان کو پھلنے پھولنے کے لیے کوئی سماج نہ ملے تو تو وہ بولے گا پھر بھی، لیکن وہ بامعنی نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جو آوازیں انسان اپنے اعضائے تکلم سے پیدا کرتا ہے۔ جب تک وہ الفاظ اور جملوں کی لڑیوں میں پروکر ابلاغ کا ذریعہ نہیں بنتیں زبان کی حیثیت اختیار نہیں کرتیں۔ اس ابلاغ کے ایک سرے پر بولنے والا ہوتا ہے اور دوسرے سرے پر سننے والا۔ درمیان میں وہ تفہیم، سمجھوتا ہوتا ہے، جسے ہم زبان کہتے ہیں۔ اس طرح زبان خود ایک تخلیقی عمل ہے۔ لیکن جب ہم تخلیقی زبان کی اصطلاح ادبی تنقید میں استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد وہ زبان ہوتی ہے جو شعر و ادب میں استعمال کی جاتی ہے۔ اور جو اپنی بعض خصوصیات کے باعث اس زبان سے مختلف ہوتی ہے جو علوم طبعی یا عمرانی میں اصطلاحی طور پر کام میں لائی جاتی ہے۔ ایک کو ہم نظری کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کو خبری۔ ایک بصیرت فراہم کرتی ہے اور دوسری معلومات۔ اس نظری یا تخلیقی زبان میں خیال جذبہ اور وجدان کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ جب کہ خبری یا سائنسی زبان کا سروکار عقلیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ سائنسی زبان بنیادی طور پر اصطلاحی زبان ہوتی ہے۔ اصطلاح کے ذریعے مفہوم و معنی کا تصور تعین کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک لفظ کے ایک معنی ہوتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہاں مطالب کی سونے کی کیلیں گاڑی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس تخلیقی زبان تخیلی زبان ہوتی ہے جو معنی کو متعین نہیں، کرتی، پھیلاتی ہے۔ استعارے میں بات یوں کہی جا سکتی ہے کہ یہ معنی کے جھلملاتے ستارے تراشتی ہے۔ جس میں ایک سے زیادہ اشارے ہوتے ہیں۔ تخلیقی زبان سائنس زبان کے مقابلے میں ابہامی زبان ہوتی ہے۔ ایمپسن نے ابہام کی سات شکلیں بتائی ہیں۔ جو کبھی تشبیہات و استعارات کبھی صحت ابہام اور کبھی صنعتِ تضاد یا طباق میں رونما ہوتی ہیں۔ اور کبھی معروف کے ساتھ غیر معروف متعلق کے ساتھ غیر متعلق معنی چسپاں کر دینے سے پیدا ہوئی ہیں۔

تخلیقی زبان میں ابہام ایسی حد تک جائز ہے کہ ابلاغ کی گنجائش رہے۔ جہاں ابلاغ ٹوٹ جائے وہیں شعر چیستان بن جاتا ہے۔ تخلیقی زبان ابہام کے دھندلکوں میں پرورش پاتی ہے۔ جیسا کہ غالب کے اس شعر میں ؎

کٹے تو شب کہیں، کاٹے تو سانپ کہلاوے
کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم بہ خم کیا ہے

شعر اس حد تک واضح ہے کہ پہلا مصرعہ دوسرے مصرعہ کی "زلف خم بہ خم" کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ زلف کی تشبیہ سیاہی کی نسبت سے شب سے ہوتی ہے اور شکل کے حوالے سے سیاہ ناگ سے۔ اس سیاہ ناگ کا کاٹنا اور ڈسنا مسلّم ہے لیکن "کٹے تو شب کہیں" میں شاعر غیر مستحق معنی صرف فعل کٹنا اور کاٹنا کی

بجوکا

سید ضمیر حسن دہلوی

ایک دن میں نے ایک بجوکے سے پوچھا "تم اس ویران کھیت میں کھڑے کھڑے تھک گئے ہو گے؟" اس نے جواب دیا۔ جانوروں کو ڈرانے کا مزا اس قدر کھرا اور مستقل ہے کہ مجھے تھکان محسوس ہی نہیں ہوتی۔" میں نے ایک پل سوچ کر کہا "یہ سچ ہے کیونکہ میں نے بھی اس قسم کے لطف کو محسوس کیا ہے۔" اس نے کہا "ہاں وہ لوگ جن کے جسم میں بھس بھرا ہوا ہو اس قسم کے لطف کو محسوس کر سکتے ہیں۔" یہ سن کر میں وہاں سے چل دیا لیکن مجھے یہ خبر نہیں کہ حقیقت میں اس بجوکے نے میری تعریف کی یا میرا مذاق اڑایا۔

ہماری گلی میں ایک سوداگر صاحب رہتے تھے۔ وہ بے چارے سوداگری کے پیچھے سودائی ہوگئے تھے۔ دن رات دولت بٹورنے سے کام تھا۔ نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔ کسی نے ان سے پوچھا آپ کھائے پیے بغیر کیسے جی لیتے ہیں۔ انھوں نے ہنس کر جواب دیا۔ کھانا پینا تو ڈھوروں ڈنگروں کا کام ہے۔ آدمی کے لیے تو یہ کافی ہے کہ اس کی جیبیں بھری رہیں۔ پیٹ اپنے آپ بھرتا ہے۔ دولت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ حوائج انسانی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس نے سوال کیا پھر کھانا کمانے سے فائدہ ہی کیا ہے۔ کہنے لگے۔ یہ بھی منجملہ ایک شوق کے ہے پرانے زمانے کے لوگ طوطا مینا اور ہاتھی گھوڑے پالتے تھے نئے زمانے کے لوگوں نے یہ علت پال رکھی ہے۔ پیسہ ہو تو آدمی سب کچھ خرید سکتا ہے۔ عزت، شہرت، نام نمود، عیش و آرام سب اس کے قبضے میں آجاتا ہے۔ اس نے کہا پھر آپ دولت سے آسودگی کیوں نہیں خرید لیتے۔ سوداگر نے جواب دیا۔ حاصل کرنے کی استطاعت ہے یہ سوچ کر آسودہ ہوں۔ دنیا میں یہ فکر کم لوگوں کو لاحق ہے کہ وہ بھوکے ہیں زیادہ تر لوگ اس غم میں مبتلا ہیں کہ ان کے پڑوسیوں نے کھانا کیوں کھایا۔ پوچھنے والے لاجواب ہو گئے۔ پہلے ادھر ادھر دیکھا پھر بغلیں جھانکنے لگے۔

کرشن چندر ایک بار لندن گئے وہاں انھیں اپنا ایک پرانا دوست ملا۔ سیر کرانے کے دوران اس نے انھیں اپنے بنائے ہوئے کئی ہوٹل بھی دکھائے اور باتوں باتوں میں سوال کیا۔ بھئی ہندوستان میں کیا کرتے ہو۔ کرشن چندر نے جواب دیا۔ کہانیاں لکھتا ہوں۔ وہ ہنستے ہنستے دوہرا ہو گیا اور پھر سنجیدہ ہو کر بولا "یار وہ پرائمری والا ماسٹر ٹھیک ہی کہتا تھا کہ کرشنا تو کچھ نہیں کر سکتا۔

میں جس مکان میں رہتا ہوں وہ ہر قسم کے سامان سے بھرا پڑا ہے ایک فقط میرے لیے اس میں گنجائش نہیں ہے۔ برف کی الماری مدھم سروں میں موسیقی کی تان بلند کرتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں بانسوں کے جنگل میں قید کر دیا گیا ہوں اور چاروں طرف جھینگروں کے الاپ کا سلسلہ جاری ہے ایک طرف دبیز ٹیلیفون ہے۔ دن رات اس کے حضور میں دست بستہ کھڑے رہیے۔ ذرا تاخیر ہوئی اور اس نے حاکم سخت کی مانند گھنٹیاں بجا بجا کے پاؤں پھیلا دیے۔ کمرے کے بیچوں بیچ لمبے چوڑے صوفے پڑے ہیں۔ ان کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے اسٹول کرسیاں میزیں اور نہ جانے کیا الم غلم ہے جو اس چھوٹی سی چار دیواری میں بقول شخصے بڑے سلیقے سے سجا دیا گیا ہے۔ الحمد للہ گھر کیا ہے کسی لٹی کھٹی ریاست کا عجائب خانہ ہے۔ ہم کماتے ہیں اور بیگم۔ خدا انھیں سلامت رکھے دولت کا خزانہ جمع کرتی ہیں اقربا سے مقابلہ آرائی ہے، ہنسی کھیل تھوڑی ہے۔ جو میرے بے سرا ہونے کے نہیں ہے۔ زمین تنگ ہو گئی۔ ہمارے لیے پاؤں پھیلانے کو جگہ نہیں اور یہ بے جان اشیاء جو ہمارے گھر کا زینت کہلاتی ہے، مزے سے ہماری چھاتی پر مونگ دلتی ہیں۔ چار کھونٹ انھی کی حکمرانی ہے کہتے ہیں جب گھوڑا تھک جاتا ہے تو اپنے تھان کا رخ کرتا ہے ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے صبح اٹھ کے جھاڑ پونچھ شروع ہوتی ہے تو تھک کر چور ہو جاتے ہیں، باہر کی ملازمت اچھی ہے۔ کم از کم اس بیگار سے تو نجات مل جاتی ہے۔ شام کو گھر میں گھسیے تو پھر اسی خدمت پر مامور۔ سارا گھر کسی حسین جمیل سرسبز و شاداب کھیتی کی طرح لہلہاتا ہے اور ہم بے چارے پھٹے پرانے کپڑوں میں لپٹے ہوئے اس کی نگہبانی کرتے کرتے عاجز آگئے ہیں۔ اپنے تئیں کسی رئیس وفا شعار پشتینی خادم سمجھنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔

بجوکا کے جسم میں بھس بھرا ہوتا ہے۔ ہمارے دماغ میں بھوسا بھرا ہوا ہے۔ چھٹی کے دن جب ہم گھر کے کسی کونے میں براجمان ہوتے ہیں اور اپنی محرومیوں پر عالم مراقبہ میں کف افسوس ملتے ہیں تو ہماری نصف بہتر ہونہار ولی عہد کو شور شرابا کرنے سے یہ کہہ کر باز رکھتی ہیں کہ ہماری موجودگی کے سبب وہ ان کے شوق کی پذیرائی نہیں کر سکتیں۔ اس تنبیہہ میں سیاسی طور پر یہ نکتہ پوشیدہ ہوتا ہے انھیں صاحبزادے کی دھما چوکڑی پر کوئی اعتراض نہیں ہے یہ تو اس نالائق شوہر کی خاطر عاطر کا خیال ہے کہ وہ صاحبزادے کو سرزنش فرما رہی ہیں۔ لیجیے صاحب بیگم نے ہمارے وجود کا کیا مصلحت آمیز احساس بچے کو دلا دیا ہے اب اگر وہ بڑا ہو کے ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ مزا تو یہ ہے کہ ہم یہ تماشا بانس کے بے جان پتلے کی طرح خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں۔

دوسروں کو خوفزدہ کرنے کا شوق ہمارے سرشت میں مدت سے چلا آتا ہے۔ بچے اپنے چہرے پر چہرہ لگا کر سب کو ڈراتے ہیں چپکے سے کواڑ کے پیچھے جا کھڑے ہوئے اور آنے جانے والوں کو یوں چونکا دیا کہ وہ مثل بید لرزنے لگے کسی شاعر کی محبوبہ ان کے سامنے اپنی زلف خم شدہ ہاتھ میں لے کر آئیں اور انھیں سانپ کہہ کر ڈرا دیا۔ کسی نے بجلی کی چمک سے فائدہ اٹھایا اور معانقے کی سعادت حاصل کی ایک صاحب خوبی قسمت سے اونچے عہدے پر فائز ہو گئے لیکن ہم چشموں نے اس کا کوئی اثر نہ لیا۔ تنگ آکے بے چاروں نے لمبی لمبی مونچھیں رکھیں اور سگار پینا شروع کیا تب کہیں جا کر شخصیت میں رعب دبدبہ پیدا ہوا۔ کسی نے دلہن کو لرزہ براندام کرنے کے لیے بے چاری بلی کو جان سے مار ڈالا تھا۔ خلقت کے اژدہام میں یکہ و تنہا دکھائی دینے کے لیے لوگ جانے کیا کیا سوانگ رچاتے ہیں۔ پہلے سروں پر رنگا رنگ پگڑیاں باندھتے تھے۔ اب گیسو بڑھاتے ہیں۔ دانشوروں کی صف میں شامل ہونے کے لیے داڑھی مونچھ کو سبزۂ بیگانہ کی طرح بے ہنگام چھوڑ دیتے ہیں، ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے۔ عبا قبا جبہ اور انگرکھے کا طمطراق تو بزرگوں نے دیکھا ہوگا کھدر پوشی کی رعونت ہم دیکھتے ہیں کم خرچ بالا نشیں بیگمات کی تہہ پوشیاں اور ملبوسات جنھیں خدام اور خواصیں اٹھاتی تھیں اب ناپید ہوئے تو کیا ہوا سیکڑوں نئی ایجادیں اس بلا کی ہیں کہ ان سے بھی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔ نو مشق تازہ وارد تو بس پھڑ پھڑا کے رہ جاتے ہیں۔ طاقت پرواز کہاں نظارے کی جرأت مشکل سے ہوتی ہے۔ غالب نے سچ کہا تھا عشق کے لیے مرد میدان کا حوصلہ درکار ہے۔

بجوکے نے ہمیں، آپ کو حتی کہ راجا مہاراجوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ شہر کے مہذب لوگ ان گنوار کسانوں کی ریس کرتے ہیں۔ کسان نے دو کھپچیوں سے ایک پتلا بنایا تھا کہ چیل کوے اس کی فصل خراب نہ کریں۔

محل والوں نے سنتری اور پہرے دار رکھ لیے۔ کسان نے ان کھپچیوں پر ایک پھٹا پرانا کپڑا لپیٹ دیا۔ بادشاہوں نے سپاہیوں کو بانات کی وردیاں پہنا دیں۔ کسان نے بجوکے کے سر پر مٹی کی ہنڈیا اوندھا دی۔ انھوں نے سپاہیوں کو آہنی خود پہنا دیے۔ کسان نے پرندوں کو اڑانے کے لیے کھیت میں کنستر پیٹنا شروع کیا۔ رجواڑوں نے اپنی طاقت کا ڈھنڈورا اتنے زور سے پیٹا کہ امن کی فاختہ بیچارے خوف کی وادیوں میں بھٹکنے لگی اور پھر یہی اس کا مقدر بن گیا۔

(بھوپال سے نشر)

بچوں کا نفسیاتی جائزہ

خورشید عابدین

ماہرین نفسیات نے بچوں کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ پر بھی زور دیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے متعلق بہت سارے نظریات آئے ہیں۔ یوں تو عام طور پر ایک انسان کے مطالعہ کے لیے نفسیاتی نظریات کی بڑی اہمیت رہی ہے مگر بچوں کی نفسیات کو سمجھنا اور پھر ان کے مختلف مسائل جن کا تعلق ان کے ارتقا سے ہے پر روشنی ڈالنا بڑی اہم جان پڑتا ہے کیونکہ اگر ہم بچوں کے حالات کا مطالعہ اچھی طرح کریں تو پھر ان کے مستقبل کو اجاگر کرنا آسان ہو جائیگا۔ بچوں کے مختلف ارتقائی پہلو جیسے سماجی، جذباتی، ذہنی، گویائی، فکر اور شخصیت وغیرہ کا بخوبی مطالعہ کر کے ہم ان کی شخصیت کو اجاگر کرنے میں والدین کی بڑی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی لیے بچوں کے نفسیاتی مطالعہ کے لیے نفسیات کی ایک خاص شاخ بچوں کی نفسیات ہے، جس میں ہم ایک بچے کا مطالعہ دوران حمل سے لے کر بلوغیت تک کرتے ہیں اور اس کے مختلف ارتقائی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس لیے بچوں کا نفسیاتی جائزہ ماہرین نفسیات کی نظر میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ بچوں کا نفسیاتی جائزہ کر کے ہم ان کی رہبری کر کے ان کے کردار پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں ہم اپنے مطالعہ کی روشنی میں ان کے مستقبل کے بارے میں بھی بتا سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بچے کے ذہن اور دلچسپی کی جانچ کر کے ہم بہت حد تک یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ماحول سازگار ہو تو فلاں بچہ کیا بن سکتا ہے۔ یوں تو بچوں کے ارتقا سے متعلق اتنے مسائل ہیں کہ بچوں کا نفسیاتی جائزہ یہاں ممکن نہیں پھر بھی آئیے ہم کچھ خاص باتوں پر روشنی ڈالیں۔

آج اکثر لوگ Children Problem کی باتیں کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر لوگ بہت پریشان ہیں۔ لیکن میری نظر میں بچے کبھی Problem نہیں ہوتے بلکہ والدین ہی ناسمجھی کی وجہ کر انہیں ایک مسئلہ بنا دیتے ہیں۔ اگر شروع سے ہی ماں باپ اور استاد بچوں کے ارتقا یعنی Development کا بغور مطالعہ کریں اور ان کے مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں تو پھر وہ ان کے حال اور مستقبل دونوں کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ بچوں کی بہت ساری ایسی حرکتیں ہوتی ہیں جو دیکھنے میں معمولی بے جان پڑتی ہے لیکن ان کا اثر ان کے ارتقا پر گہرا پڑتا ہے۔ ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ نہ سماجی ہوتا اور نہ غیر سماجی بلکہ وہ اس سماج میں رہ کر ہی سماج کا ایک رکن بنتا ہے۔ وہ اپنے سماج کا ایک کارآمد رکن کیسے بن سکتا ہے۔ اس کے لیے سماجی ارتقا سے متعلق مختلف باتوں پر دھیان دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ بلوغیت یعنی Maturation کے ساتھ ساتھ اس کی جو صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں یا نہیں اس پر نظر رکھنی چاہیے۔ بچوں کی نگہداشت اور والدیت کا مطالعہ کر کے ان کا مستقبل اچھا بنایا جا سکتا ہے۔ بچوں میں نفرت کا جذبہ پیدا نہ ہو اور اس میں احساس حفاظت کی کمی نہ ہو اس کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ بچوں کی شخصیت پر بہت سارے سماجی اداروں کا اثر پڑتا ہے لیکن سب سے زیادہ گہرا اثر اپنے گھر کے ماحول کا پڑتا ہے۔ Adler جیسے ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ زندگی میں جو پہلے پانچ سال آتے ہیں وہ اس کے ارتقا کے لیے بہت ہی اہم ہے۔ وہ ایک سادے سلیٹ کی طرح ہے اس پر ہم جو چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ اس لیے والدین اور استاد کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ گھر کے ماحول پر کافی دھیان دیں۔ گھر میں جو ڈسپلن ہو وہ نہ بہت سخت اور نہ بہت نرم ہو۔ زیادہ سختی یا نرمی دونوں ہی کا بچوں پر بڑا برا اثر پڑتا ہے۔ زیادہ سختی سے بچوں میں ڈر کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ان میں نفرت اور غصہ کی بات پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ بعد میں ہو سکتا ہے ہر بڑے آدمی سے نفرت کرنے لگیں۔ اسی طرح اگر گھر میں والدین اپنی ڈور بالکل ڈھیلی چھوڑ دیں تو بچے نہیں سمجھ پاتے کہ ان کے لیے کون سا کام جائز ہے اور کون ناجائز۔ لیکن ایک تیسری بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ گھر میں Inconsistent Discipline کا اثر اور خراب پڑتا ہے یعنی بچے کو سزا کب ملنی چاہیے اور انعام کب دیا جائے۔ اس میں بچہ فرق نہیں محسوس کر پاتا۔ پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سماج میں ایک کارآمد رکن بننے کے لیے کون سے معیار ہیں وہ نہیں جان پاتا۔

بچوں کی شخصیت سے متعلق Adler کا ایک اور اہم خیال ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شروع میں بچوں میں ایک خاص طرح کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ ماں باپ کی تربیت کے مطابق کوئی بچہ ہر کام کے لیے دوسروں پر منحصر کرنے لگتا ہے اور کوئی بچہ بہت ہی آزادانہ طبیعت کا ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر اس میں ایک مناسب شخصیت کو جنم دینا ہے تو شروع ہی میں ماں باپ کو اس کی عادتوں پر دھیان دینا ہوگا۔ یوں تو ہر شخص میں کچھ احساس کمتری یعنی Inferiority Feeling ہوتا ہے لیکن والدین کو کوشش کرنی چاہیے کہ ان کا بچہ کسی ایسی بات کو لے کر احساس کمتری کا شکار نہیں ہو جائے جس کی وجہ کر سماج کے ساتھ اس کی مطابقت اچھی طرح نہیں ہو یعنی اسے Adjustment میں مشکل ہو۔

شروع میں بچوں کے ارتقا میں ایک ایسی عمر آتی ہے جبکہ وہ ہر اس بات یا کام کی مخالفت کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اس کا الٹا ہی کرتے ہیں جیسے اگر کھیلنے کو منع کیا جاتا ہے تو وہ ضرور کھیلیں گے اور اگر نہانے کو کہا جائے تو وہ رونے لگتے ہیں۔ اسے ہم Negativism کہتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کو شروع میں خود سے پیار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے میں ہی دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ ان پر شروع میں بری صحبت کی وجہ سے برے کام کرنے لگتے ہیں۔ اور بعد میں چل کر پیشہ ور مجرم بن جاتے ہیں۔ ان سب باتوں پر والدین کو دھیان دینا چاہیے اور بچوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کبھی کبھی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کسی بچے کے دماغ میں یہ گھر کر جاتا ہے کہ دوسرے بھائی بہنوں کے مقابلہ میں اس کی عزت گھر میں کم ہے۔ یہ احساس کمتری کبھی بھی پیدا نہیں ہونا چاہیے۔

بچوں کا نفسیاتی جائزہ ان کی قابلیت، دلچسپی اور ذہنی صلاحیتوں کے نقطۂ نظر سے بھی ہونا لازمی ہے۔ آج ہم ماہرین نفسیات کی اس رائے سے بالکل اتفاق کرتے ہیں کہ ہر ایک بچہ ذہنی صلاحیت اور دلچسپی وغیرہ کے نظریہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام اس وقت تک بچوں کے لیے مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم ہر ایک طالب علم کی ذہنی صلاحیت، دلچسپی اور شخصیت کا خاص طور پر جائزہ نہ لیں اور پھر ان کو انکی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق تعلیم دیں۔ آج بچوں کی صلاحیتوں کے نفسیاتی جائزہ کے نتیجہ میں ہی پڑھانے کے طریقوں میں تبدیلی آئی ہے اور کنڈرگارٹن جیسے اسکول وجود میں آتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تعلیم کو بچے بوجھ نہ سمجھیں۔

اس طرح ہر نقطۂ نظر سے ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ بچوں کا اگر شروع سے ہی نفسیاتی جائزہ لیا جائے اور انھیں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ ایک اعلیٰ شخصیت کے مالک بن سکتے ہیں۔ اسلئے آج ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہر والدین کو بچوں کی نفسیات کا علم ہونا چاہیے تاکہ وہ انکی صحیح رہبری کر سکیں۔

(پٹنہ سے نشر)

خورشید عابدین
لکچرر پٹنہ کالج، پٹنہ

تصحیح

"مدتوں سے کوئی شخص آشنا نہ ملا"

آواز ۱۶ نومبر کے صفحہ ۲ پر شائع یہ غزل حیات جاوید کی ہے۔ طباعت کی غلطی سے یہ نام شائع نہیں ہوا۔ جس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

سائنس کے عجائبات

سید اکبر حسین

جہاں سے تہذیب کی تاریخ شروع ہوتی ہے وہیں سے موجودہ سائنس کی داستان کا بھی آغاز ہوتا ہے۔ انسان نے سب سے پہلے سائنس کا استعمال اس وقت کیا تھا جب اس نے آگ کو دریافت کیا تھا۔ گذشتہ چند برسوں میں دنیا نے سائنس کے حلقے میں جو ترقی کی ہے وہ بے مثال ہے اور اس سے متعلق ایسے ایسے عجائبات سننے میں آتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

انسانی آرام و آسائش کے لیے سائنس نے طرح طرح کی ایجادات کیں۔ اس نے فطرت کے سربستہ رازوں کو فاش کیا۔ سائنس کے ذریعہ انسانیت کی جو خدمت ہوئی ہے اور ہو رہی ہے اس کے لیے ہمیں سائنس دانوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ آج یہ بڑی بڑی اور خوبصورت عمارتیں سب سائنس کا ہی کرشمہ ہیں۔ سڑکوں پر اور گھروں میں روشنی کا جلنا، ہمارے پیغامات کا بلا کسی تار برقی کے سات سمندر پار پہنچ جانا سب سائنس کا ہی کمال ہے۔ اگر سائنس کی مہربانی نہ ہوتی تو ہمارا ایک جگہ سے دوسری جگہ آنا جانا کتنا دشوار ہوتا۔

سائنس کی ایک اہم ایجاد بھاپ کی طاقت کی دریافت ہے جس کا سہرا جیمس واٹ کے سر ہے۔ اسی نے آگے چل کر انجن ایجاد کیا۔ اسی انجن سے ریل گاڑی اور موٹر کے جسموں میں جان پڑ جاتی ہے۔ ہم موٹروں اور ریل گاڑیوں کے استعمال کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ شاید اس کی اہمیت اور افادیت بھول جائیں لیکن ذرا تصور کیجیے اس وقت لوگوں کی خوشی اور ان کی امنگوں کا کیا حال رہا ہوگا۔ جب لوگوں نے پہلی ٹرین کو دیکھا ہوگا اور اس سے سفر کیا ہوگا اور جب چند گھنٹوں میں وہ اس مقام پر پہنچ گئے ہوں گے جہاں پہنچنے کے لیے انھیں مہینوں لگتے تھے۔

سائنس کی ترقی کا دوسرا قدم وہ آیا جب بجلی ایجاد ہوئی۔ اس بجلی نے انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ آج اس کی مدد سے اتنے کام نکلتے ہیں جنھیں انگلیوں پر گننا مشکل ہے۔ ہمارے گھر اس سے روشن رہتے ہیں۔ اس سے ہمارا کھانا تیار ہوتا ہے۔ گرمیوں میں پنکھا چلتا ہے اور سردی کے موسم میں کمروں کو گرم اور ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ ہوٹلوں، ورکشاپوں اور کارخانوں کی، لاؤڈ اسپیکر مشینوں میں اس سے جان پڑتی ہے۔ ہمارے ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کی آمد و رفت اسی کی مرہون منت ہے۔ ملٹی اسٹوریز بلڈنگوں میں لگی ہوئی لفٹ اسی بجلی کی محتاج ہے۔ ریفریجریٹر، سینما، ریڈیو، ٹی وی اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کی رونق بجلی ہی سے ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اب تو اس سے بہت سے امراض کا علاج بھی ہوتا ہے۔ ایکسرے کی مدد سے مرض کا صحیح پتہ لگایا جاتا ہے، انفرا ریڈ اور الٹرا وایولیٹ ریز چمڑے اور ہڈی کے بہتیرے امراض کا علاج کرتی ہیں۔

اگرچہ سائنس کی بہتیری ایجادات کے لیے الیکٹریسٹی ضروری ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم اس کے لیے صرف بجلی کے ہی احسان مند رہے ہیں۔

آمد و رفت کے حلقے میں سائنس نے سائیکل، موٹر سائیکل، موٹر کار، بس، ٹرک، پانی کا جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ پیش کیے ہیں۔ اس کی مدد سے ایسے سیارے ایجاد ہو چکے ہیں جن میں بیٹھ کر انسان ایک ہفتہ میں پوری زمین کا چکر لگا سکتا ہے! ان کی رفتار آواز سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ چاند تک تو انسان کئی بار پہنچ چکا ہے۔ اور اب اس سے آگے پہنچنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ ایسے ہوائی جہاز بھی ایجاد ہوئے ہیں جو بغیر پائلٹ کے چلتے ہیں۔

سائنس نے ان کے علاوہ بھی بیش قیمت تحفے انسانوں کو دیے ہیں جن میں ٹیلی اسکوپ قابل ذکر ہے اس کی مدد سے انسان آسمان کے عجائبات کا مطالعہ کرتا ہے۔ سائنس ہی کے دیے ہوئے آلات کے ذریعہ سمندر کی تہہ کو انسان چھان مارتا ہے۔ ٹائپ رائٹر، پرنٹنگ پریس، کیلکولیٹر، کاغذ بنانے، کپڑا تیار کرنے اور چینی بنانے کی مشینیں سائنس کا ہی عطیہ ہیں۔

میڈیکل سائنس کے دائرے میں بھی اس کی ترقی میں سائنس کی بہت بڑی دین ہے۔ اسٹریپٹومائسن، ایریومائسن اور پینسلین وغیرہ سائنس کے ذریعہ ہی دریافت ہوئی ہیں۔

کلنیکل اور پیتھالوجیکل ٹیسٹ کے لیے اور سرجیکل آپریشن کے لیے جن آلات کا استعمال ہوتا ہے اس کی دریافت اور ایجاد کا سہرا سائنس کے ہی سر ہے۔

ہم جہاں سائنس کی اتنی تعریف کر رہے ہیں اور اس کی خوبیوں کے معتقد ہیں وہیں اس تلخ حقیقت کا ذکر کرنے پر بھی مجبور ہیں کہ انسانوں نے سائنس کے غلط استعمال سے آج اس کو انسانوں کے لیے ایک آفت اور مصیبت بنا دیا ہے۔ سائنس کے ذریعہ ایسی ایجادات بھی عمل میں لائی گئی ہیں جن سے بڑے پیمانے پر تباہی مچائی جا سکتی ہے اور منٹوں اور لمحوں میں کرۂ زمین سے انسانی اور حیوانی وجود کا مکمل طور پر صفایا ہو سکتا ہے۔ انسان فطری طور پر لالچی واقع ہوا ہے۔ زیادہ سے زیادہ زمین اور اقتدار حاصل کرنے کی ہوس نے اسے ایسے آلات ایجاد کرنے پر آمادہ کر دیا کہ جس کے نام سے لرزہ طاری ہوتا ہے۔ جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہے مہلک ہتھیار کے بنانے اور انسانی جان کے ختم کرنے کی دوڑ میں وہ اتنا ہی آگے بڑھا ہوا ہے۔

ان مہلک ایجادات میں سب سے زیادہ خطرناک ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور نیپام بم وغیرہ ہیں۔ ان کی خطرناکی اور تباہ کاری کی زندہ مثال ناگاساکی اور ہیروشیما کے شہر ہیں۔ پچھلی جنگ میں دو ایٹم بم نے جاپان کے ان دو خوبصورت شہروں کو تباہ و برباد کر دیا۔

اگر سائنس کی مہلک اور تباہ کن ایجادات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو عجب نہیں کہ وہ سائنس جس نے زندگی میں آرام و آسائش کی بہاریں بھر دی ہیں لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں اور تاریخ اپنے آپ کو دہرائے اور موجودہ سائنس کی ابتدا کی طرح ہر سائنسداں کو اس کی سائنسی ایجادات کے لیے افسوس کرنا پڑے۔ (پٹنہ سے نشر)

جلیس نجیب آبادی

چین کی راتیں گذارے کا کوئی کیسے یہاں
خواب کانٹوں میں چھپے بیٹھے ہیں اندیشے یہاں
سبز میدانوں میں اونچے کارخانے بن گیے
ڈھونڈنے آئے تھے ہم بیتے ہوئے لمحے یہاں
ہاں! کوئی پریوں کی بستی کا فسانہ، کوئی گیت
سی لیا ہونٹوں کو تو ڈس لیں گے سناٹے یہاں
گرد نا آسودگی چہرے پہ ہے بکھری ہوئی
تم بھی شاید خود سے سمجھوتہ نہ کر پائے یہاں
کاش کہہ دیتے حسین، بے حد حسین ہے زندگی
لب پہ ہم حرف صداقت لا کے پچھتائے یہاں
کون جانے مصلحت تھی یا عدیم الفرصتی
اجنبی بن کر رہے کچھ آشنا چہرے یہاں
تو بھی اپنے آپ سے نامطمئن، میں بھی ملول
تیری صورت میں نے بھی کچھ خواب دیکھے تھے یہاں

ایک عظیم ناول نگار

ٹامس ہارڈی

ممتاز احمد خاں

عہدِ وکٹوریہ میں انگریزی ناول نگاری کو بڑا فروغ ہوا۔ اس عہد نے کئی بار بڑے ناول نگار پیدا کیے جو ناول نگاری کی دنیا میں اب تک اہم ممتاز اور قد آور سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں ایمیلی برونٹی، شارلٹ برونٹی، ڈکنس، تھیکرے، جارج ایلیٹ اور ہارڈی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ ہارڈی کا تعلق عہدِ وکٹوریہ کے آخری دور کے مصنفوں میں ہوتا ہے۔ ہارڈی نے ناول بھی لکھے ہیں اور شاعری بھی کی ہے۔ بہ حیثیت شاعر وہ جس طرح انفرادی خصوصیات کا حامل ہے اسی طرح ناول نگار کی حیثیت سے بھی وہ اہم، منفرد اور خصوصی مطالعہ اور توجہ کا طالب ہے۔

ہارڈی انگلینڈ کے ڈورسٹ شیئر کے علاقے میں ۲ جون ۱۸۴۰ء کو پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک معمار تھا اور اسی لیے ہارڈی نے بھی فنِ تعمیر سیکھا۔ خصوصاً پرانے چرچوں کی مرمت کے کام میں خاص مہارت حاصل کی اور بہت دنوں تک ایک کامیاب اور ماہر آرکیٹیکٹ ([illegible]) کی حیثیت سے کام کرتا رہا۔ بچپن سے ہی اسے لوک گیتوں، لوک دھنوں اور رقص سے خاص شغف تھا۔ دیہات کے لوگوں کی سادہ اور محنت کی زندگی نے اسے حد درجہ متاثر کیا تھا۔ عہدِ وکٹوریہ کے انگلینڈ کے دیہی رسم و رواج، عقائد و توہمات، زبان اور بولی کے ساتھ ساتھ دیہات کے لوگوں کے مزاج، نفسیات اور عادت و خصائل کا اس نے بڑا گہرا مشاہدہ و مطالعہ کیا تھا۔ دیہات کو ہی اس نے ویسکس (Wessex) کے نام سے اپنے کئی ناولوں میں پس منظر کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں ہارڈی کے ناولوں کی کہانیاں جنم لیتی ہیں۔ اس کے کردار ابھرتے ہیں، حادثات و سانحات سے دوچار ہوتے ہیں اور بالآخر اپنے انجام کو پہنچتے ہیں۔

ہارڈی نے کالج یا یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم میں ڈگری حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن اپنے طور پر اس نے کلاسیکی ادب، فلسفہ اور جدید سائنس کا مطالعہ کیا تھا خاص طور پر یونانی المیہ ڈرامے پڑھے تھے جس کا اثر ہارڈی کے ناولوں میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ پانچ سالوں تک لندن میں ایک آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے کام کرنے کے بعد ہارڈی نے یہ محسوس کیا کہ اس کام سے اس کی آنکھوں پر ضرب آتی ہے اس لیے اس نے اس کام کو ترک کر دینے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ناول نگاری کی جانب متوجہ ہوا۔ اس کے ابتدائی ناول فنی یا کاروباری اعتبار سے کامیاب نہیں تھے لیکن "Far from the madding crowd" نے اس کی شہرت دور تک پھیلا دی۔ اس کے بعد اس نے "The Return of the Native" لکھی جو کافی مقبول ہوئی۔ یہ ناول کئی اعتبار سے ہارڈی کا نمائندہ ناول شمار کیا جاتا ہے۔ اسی ناول میں ہارڈی نے گھاس سے ڈھکے دور تک پھیلے بڑے وسیع میدان کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ ایک جاندار کردار کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہارڈی نے بہت ناول لکھے جن میں چند فنی اعتبار سے بہت اعلیٰ پائے کے ہیں۔ اور خود ان کی ناول نگاری کی حیثیت سے ہارڈی کو ایک خاص مقام کا مستحق بنا دیا۔ اس کے چار بہترین ناول یہ ہیں: دی رٹرن آف دی نیٹیو، کاسٹربرج کا میئر، ٹیس اور جوڈ۔

شروع کے ناولوں میں ہارڈی کا نظریۂ زندگی کے بارے میں بہت قنوطی اور تلخ نہیں تھا لیکن دی ریٹرن آف دی نیٹیو کے بعد کے ناولوں میں ہارڈی کا نظریۂ زندگی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تلخ، قنوطی اور جبری ہو گیا۔ اس کے ناولوں کے مطالعہ سے جو نظریہ سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی حادثوں، سانحوں اور المناک واقعوں سے بھرپور ہے۔ انسان بے بس اور مجبور ہے۔ وہ اپنی طبیعت اور خواہش کے مطابق کچھ نہیں کر سکتا۔ ایک بے رحم اور مضبوط قوت اسے جس طرف چاہے دھکیل دیتی ہے۔ پوری کائنات اور اس کے تمام انتظام کو ایک انتہائی بے رحم ہاتھ چلاتا ہے۔ آدمی اپنی تمام خوبیوں اور کوششوں کے باوجود تقدیر کے پانسے کو اپنے خلاف کرنے سے نہیں روک سکتا۔ اس کے ناول Tess کی ہیروئن ٹیس ایک نیک، معصوم اور عفت مآب لڑکی ہے لیکن اس کی غربت اور اس کے گھر کی معاشی خستہ حالی اسے ایسی جگہ کام کرنے پر مجبور کرتی ہے جہاں زبردستی اس سے اس کا گوہرِ عصمت چھین لیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس کی زندگی پر ایک نحوس اور بھیانک سائے کی طرح اثر ڈالتا ہے۔ اس کی پوری زندگی ناکامی، محرومی، مصیبت اور جسمانی و روحانی اذیت میں گذرتی ہے۔ وہ اپنی آرزوؤں کا جنازہ اٹھائے پھرتی ہے اور مسرت و کامرانی کا جام اپنے ہونٹوں سے لگانے سے قبل ہی موت کی آغوش میں پہنچ جاتی ہے۔ جوڈ اور کیسٹر برج کے میئر کی زندگی بھی مصیبت و اذیت، درد و غم اور ناکامی و نامرادی سے بھری ہوئی ہے۔

ہارڈی نے نہ صرف زندگی کا ایک قنوطی اور جبری نظریہ پیش کیا ہے بلکہ اس نے انیسویں صدی کی انگلینڈ کی زندگی پر سخت تنقیدی نگاہ ڈالی ہے اور اس عہد کی سماجی زندگی اور اس کے اہم مسائل کو اپنے مخصوص انداز میں دیکھا اور پیش کیا ہے۔ ناول کی روایتی رسم کو اس نے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور آکسفورڈ اور کیمبرج جیسے تعلیمی اداروں اور اس کے نظامِ تعلیم پر بھی اپنی ضرب لگائی۔ اس نے عورت کی عصمت اور پاکیزگی کا جو تصور ٹیس میں پیش کیا وہ انیسویں صدی کے ذہنوں کو جھنجھوڑ دینے والا تھا۔ پھر جنس (Sex) اور جنسی تعلقات، محبت اور شادی جیسے موضوعات پر جب کھل کر اس نے اپنے ناول جوڈ (۱۸۹۶ء) میں لکھا تو انگلینڈ میں اتنا واویلا مچا کہ ہارڈی نے اس کے بعد ناول لکھنا چھوڑ دیا۔ اور اس نے بقیہ زندگی اپنی شاعری کرتے ہوئے گذاری اور بالآخر ۱۱ جنوری ۱۹۲۸ء کو وفات پائی اور اسے ویسٹ منسٹر ایبی کے گوشۂ شعراء میں دفن کیا گیا۔

اپنے ناولوں میں ہارڈی نے زندگی اور سماج کی اصلاح کا کوئی نظریہ پیش نہیں کیا۔ اس کے ناولوں میں اس کے عہد کے انگلینڈ اور خاص طور پر انگلینڈ کے دیہات کا عکس ہے۔ اس عہد کے رسم و رواج اور تصورات و عقائد پر تنقید ہے۔ ہارڈی کے ناولوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں بلا کا زور اور اثر ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہارڈی کبھی کبھی حد درجہ میلوڈرامائی [illegible] ہو جاتا ہے اور بعض اوقات حالات و واقعات اور کردار کی پیشکش میں حقیقت نگاری سے دور چلا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے ناولوں کی کہانیاں مضبوط اور دلچسپ ہوتی ہیں۔ اس کا کوئی ناول شروع کر دینے کے بعد ختم کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ ہارڈی شاعر بھی تھا اس لیے اس کے ناول کے بعض حصے اور مناظر شاعرانہ انداز کے ہیں جس سے ناول کی خوبصورتی اور دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے۔ ہارڈی نے ناول کے فارم میں کوئی جدت پیدا نہیں کی۔ اس کے کہانی کہنے کا ڈھنگ پرانا ہے اور ان کا اعتراف اس نے خود بھی کیا ہے۔

ہارڈی نے انگریزی ناول نگاری میں المیہ نگاری کو بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ اسی لیے ورجینیا وولف نے اسے انگریزی کا سب سے بڑا المیہ نگار کہا ہے۔

زندگی جب تک حادثات و سانحات سے عبارت ہے، زندگی جب تک آنسوؤں اور آہوں کی کہانی ہے، زندگی جب تک محرومیوں اور ناکامیوں کی داستان ہے ہارڈی کے ناول تب تک انہماک اور دلچسپی سے پڑھے جاتے رہیں گے اور اس کی مقبولیت و اہمیت میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

(پٹنہ سے نشر)

ممتاز احمد خاں شاد لاجنگ، مراد پور، پٹنہ (بہار)

پھاٹک والی انّا

مسرور جہاں

کھلتا ہوا گیہواں رنگ، پٹھانی نقش ونگار، آواز میں کھنک، لیکن گفتگو میں ایسی مٹھاس کہ مخاطب اپنا ضروری کام بھول کر ان کی باتیں سنتا رہتا۔ اور وقت کا پتہ نہ چلتا۔ ان کا لباس بھی ان کی باتوں کی طرح پرکشش ہوتا تھا۔ جاڑوں میں چوڑی دار پائجامہ، قمیص اور چنا ہوا رنگین دوپٹہ اور گرمیوں میں کسی ہلکے کپڑے کا گھیر دار لہنگا، مہین تنزیب کا شلوکہ یا چکن کا کرتا اور چنا ہوا دوپٹہ ان کے زیب تن ہوتا۔ ہاتھوں میں بارہ مہینے چوڑیاں کھنکتی رہتیں اور کانوں میں بیلے کی موٹی موٹی کلیاں پڑی رہتیں جو بھی ان کو دیکھتا کھل اٹھتا۔ اوپر سے ان کی لچھے دار باتیں سونے پر سہاگہ کا کام کرتیں۔

ہر راہ چلتے کو ٹوک کر بات کرنا ان کی عادت تھی۔ پھر یہ راہ چلتے کوئی غیر تو تھے نہیں۔ سب اپنے ہی محلّے کے لوگ تھے کوئی بھیا تھا، کوئی بیٹا۔ کوئی چچا تو کوئی ماموں — اور ہر گھر کے دکھ سکھ میں وہ اپنوں ہی کی طرح شریک رہتی تھیں۔

پہلے تو کسی نواب زادہ کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دی تو انّا کا لقب ملا۔ پھر جب کئی بچوں کو دودھ پلانے کے بعد ان کی خدمات ختم کی گئیں تو وہ محل سے نکل کر باہری پھاٹک کی ڈیوڑھی میں رہنے لگیں اور پھاٹک والی انّا کہلانے لگیں یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ ان کے بغیر پھاٹک کا تصور ہی ادھورا سمجھا جانے لگا۔ اور انھیں بھی یہ پھاٹک سب سے زیادہ عزیز تھا۔

یہ دومنزلہ خوبصورت پھاٹک ایرانی طرزِ تعمیر کا خوبصورت نمونہ تھا جس کی برجیاں جالیاں اور نقش ونگار اب بھی کافی دلچسپ نظر آتے تھے پھاٹک کے نچلے حصہ کی طرف انّا داداجی کے ساتھ رہتی تھیں اور دوسرے حصے میں پہریدار رہتے تھے۔ اوپری منزل میں نوبت خانے تھے۔ جہاں کسی زمانے میں نوبت بجتی تھی۔ اب تو عید بقرعید اور شادی بیاہ کے موقعوں پر بھی یہ نوبت خانے سوتے ہی رہتے تھے جالی دار کھڑکیاں اور شیشہ جڑے ہوئے دروازے ہوا کی سائیں سائیں سے گونجا کرتے تھے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پھاٹک کا دیوہیکل دروازہ فروخت کر دیا گیا اور پہرے دار برطرف کر دیئے گئے ان کی جگہ دو ایک غریب خاندان مالکوں کی اجازت لے کر وہاں رہنے لگے۔ اور ٹوٹی ہوئی جالیوں اور دروازوں میں ٹاٹ کے پردے نظر آنے لگے۔

کافی وسیع رقبے میں پھیلے ہوئے محلات اور مکانات ایک چہار دیواری کے حصار میں محفوظ اور ممتاز نظر آتے تھے ان کی امتیازی شان کو اس بلند وبالا، باوقار اور خوبصورت پھاٹک نے ابھی تک برقرار رکھا تھا اور پھاٹک والی انّا اس کا ایک اٹوٹ حصّہ بن چکی تھیں۔ ان کے بچے تو زندگی کی دوڑ میں کبھی کے ان سے الگ ہو چکے تھے۔ جس کا انھیں کوئی غم بھی نہیں تھا۔ وہ اپنا کام کاج ختم کر کے پلنگ باہر نکالتیں اور اپنا پاندان لے کر بیٹھ جاتیں اور پان بنا بنا کر دوسروں کو بھی کھلاتیں اور خود بھی کھاتیں۔ دادا جی کو بٹیریں اور شکرے پالنے کا شوق تھا۔ وہ بانس کی تیلیوں سے بڑے خوبصورت پنجرے بناتے تھے اور سارا دن بٹیروں کی دیکھ بھال میں لگے رہتے دروازوں کے دروں میں بانس بندھے رہتے جن پر ان کے پالتو شکرے بیٹھے رہتے شکروں کے پیروں میں مضبوط ڈور بندھی رہتی تھی جس کا ایک سرا بانس میں بندھا رہتا تھا اور شکرے ذرا سا ادھر اُدھر اڑ کر پھر اس بانس پر بیٹھ جاتے تھے۔ داداجی گوشت کی بوٹیاں بانسوں پر لگا دیتے تھے جنھیں شکرے بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ انّاجی دادا کے اس گھناؤنے پن سے سخت بیزار رہتی تھیں۔

نہ تو انھیں داداجی کا بٹیروں کا دلار کرنا پسند تھا نہ شکروں کو بوٹیاں کھلانا گوارا تھا۔ یہ ساری باتیں ان کی نفاست پسند طبیعت کے بالکل خلاف تھیں۔ اور اس بات کو لے کر ان کا داداجی سے خوب جھگڑا ہوتا تھا۔ اور وہ ہر گذرنے والے سے فریاد کرتیں تھیں۔ لیکن جب ایک بار دادا جی دو دن کے بخار میں چٹ پٹ ہو گئے تو انّا بٹیروں کے پنجرے سے چمٹ کر ایسا روئیں کہ بٹیریں بھی گھبرا کر پھڑپھڑانے لگیں اور دیکھنے والوں کو بھی ان پر ترس آ گیا تھا۔ مولوی صاحب نے تو باقاعدہ قرآن پاک کی سورتیں سنا کر انھیں صبر کی تلقین کی لیکن بلبل ہزار داستاں کی مانند چہکنے والی انّاجی کو چپ لگ گئی اور ان کا باغ و بہار سراپا، سفید دودھ جیسے لباس میں لپیٹ کر سوگ و غم کی تصویر بن گیا۔ مولوی صاحب نے انّا کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور ایک دن محلّے میں خبر اڑی کہ مولوی صاحب نے انّاجی سے نکاح کر لیا۔ انّاجی سچ مچ رنگین کپڑوں میں ملبوس کانوں میں بیلے اور موتیا کے پھول پہنے ایک بار پھر چہکنے لگیں۔

داداجی مرحوم کو تو انھوں نے پکا کر کھلانے کے سوا کوئی سکھ نہیں دیا تھا لیکن مولوی صاحب کی وہ بہت خدمت کرتیں تھیں۔ جب تک وہ کھانا کھاتے انّاجی ان کو پنکھا جھلتی رہتیں۔ وہ آرام کرنے لیٹتے تو وہ مولوی صاحب کے ہاتھ پیر دباتیں۔ اپنی عاقبت سنوارنے کا ایک موقع تو وہ کھو ہی چکی تھیں۔ اب اللہ نے انھیں یہ دوسرا موقع دیا تھا اسے وہ کھونا نہیں چاہتی تھیں۔ دیکھنے والے ان کی خدمتوں کو دیکھ کر ہنستے۔ مذاق کرتے لیکن وہ کسی بات کا برا نہیں مانتی تھیں۔

مولوی صاحب انّاجی سے جتنا خوش تھے۔ ان کی بیٹیاں ان سے اتنی ہی ناراض تھیں ایک بار مولوی صاحب بیمار پڑے تو بڑی بیٹی انھیں اپنے ساتھ لے گئیں۔ انّاجی بہت روئیں پھر صبر کر کے بیٹھ گئیں۔ مولوی صاحب تندرست ہو کر انّاجی سے ملنے تو آئے لیکن بیٹی کی خدمتوں نے انھیں ایسا باندھا تھا کہ وہ پھر انّاجی کے ساتھ نہیں رہے باقی زندگی بیٹی ہی کے پاس گذاری۔

کچھ دن تو انھوں نے محلّے والوں کے چھوٹے موٹے کام کر کے گذارہ کیا پھر دو چار پیسے کا سودا لگانے لگیں۔ اس میں اتنا آرام ضرور تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے سودا بھی بیچتیں، اور آنے جانے والے سے باتیں بھی کرتی جاتیں۔ ان کی بے غرض دعائیں لوگوں کے پیروں میں زنجیر بن کر لپٹ جاتیں اور دامن ان کے منہ سے جھڑنے والے پھولوں سے بھر جاتا۔

مولوی صاحب کے بعد انھیں پھاٹک کے ڈھنڈھار دالانوں میں ہول آنے لگی تھی اور وہ پھاٹک کے قریب ہی ایک کوٹھری میں رہنے لگی تھیں۔ لیکن پھاٹک سے ان کی محبت اور وابستگی بدستور قایم تھی۔ وقت بدلا تو ہر چیز بدل گئی فیل خانوں اور اصطبلوں کی جگہ اونچے اونچے مکانات بن چکے تھے۔ اب بچی کھچی زمین بھی فروخت ہونے لگی۔ پرانے مکینوں کے پیروں کے نیچے سے بھی زمین کھسکنے لگی اور اپنے آبا واجداد کی خدمتیوں کے صلے میں ملنے والی زمین کا بوجھ نئی نسل برداشت نہ کر سکی اور ناپ چوک کر کے زمینوں کی قیمت ادا کر کے انھوں نے وہ زنگ آلود زنجیریں کاٹ کر پھینک دیں جو ان کے صاف شفاف ذہن کو اپنا اسیر بنائے ہوئے تھیں۔

زمینوں کے بعد پرانی عمارتوں کی باری آئی۔ پہلے خاص محل کھدا۔ پھر لال کوٹھی زمین بوس ہوئی، اور ایک دن بڑا سا جہازی ٹرک پھاٹک کے پاس آکر رک گیا۔ مزدوروں نے پھاوڑے اور کدالیں سنبھالیں اور پھاٹک کی سب سے اونچی برجی پر چڑھ گئے۔ کدالوں کی ضربوں کے ساتھ ہی ملبہ ڈھیر ہونے لگا۔

چوڑی چوڑی مضبوط لکھوری اینٹیں اب بھی اپنی جگہ سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ لیکن کدالوں بیلچوں اور چھینیوں کی ضربیں بڑی بے دردی سے ان کا ایک ایک جوڑ الگ کر رہی تھیں۔

انا جی نے شور و غل سنا تو بخار کی حالت میں اپنی کوٹھری سے نکل آئیں۔ سامنے قیامتِ صغریٰ کا سا منظر دکھائی دیا تو انھوں نے اپنی چھاتی پیٹ لی اور رو رو کر بین کرنے لگیں۔

"ارے کمبختو، یہ پھاٹک کیوں کھودے ڈال رہے ہو۔ ہائے ہائے ہمارے مالکوں کی آن پر پھاوڑے چل رہے ہیں۔ اور کوئی نہیں روکتا یا مولیٰ اب تو آپ ہی مدد کیجیے۔"

اب انا جی کو کون سمجھاتا کہ قصوروار مزدوروں کا نہیں ہے وقت کا ہے۔ وقت جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ انا جی روتی رہیں کدالیں اور بیلچے اپنا کام کرتے رہے۔

(لکھنؤ سے نشر)

مسرور جہاں
کراؤن گیسٹ، جگت نرائن روڈ، لکھنؤ

غزل

زاہد رضوی

روٹھ کر جب حیات جاتی ہے
آخری اک برات جاتی ہے

کاش آتے سحر بھی ختم ہوئی
رات جاتی ہے بات جاتی ہے

دل پہ چھا جائے جب کبھی ظلمت
تابشِ شش جہات جاتی ہے

عزمِ محکم جہاں نہیں ہوتا
قوتِ ممکنات جاتی ہے

غم کا ہو جائے ختم جب احساس
نعشِ حادثات جاتی ہے

جب فسانہ ہی ناتمام رہے
عظمتِ واردات جاتی ہے

زندگی لے رہی ہے انگڑائی
اب امیدوں کی رات جاتی ہے

برق کی زد پہ آشیانہ ہے
گلستاں کی ثبات جاتی ہے

تھیں مرے دم سے رفعتیں زاہد
رونق کائنات جاتی ہے

(حیدرآباد سے نشر)

افسانہ

اندھیروں کا باسی

محسن ملیح آبادی

ہمارا ایک چھوٹا بھائی ایاز ہے۔ ایاز نو برس کا ہے وہ ہم تینوں بھائی بہنوں سے چھوٹا ہے مگر ہم تینوں کا بزرگ لگتا ہے۔ اس نازک سی عمر میں وہ بہت سخت ہو گیا ہے۔ نہ ہنستا ہے نہ چہکتا ہے اور نہ کھل کر کسی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اس میں نام کو بھی شوخی نہیں ایسا لگتا ہے اللہ میاں نے اس کے اندر یہ مادہ ہی نہیں رکھا اس کے نازک جسم میں پختہ روح یا چھوٹے دماغ میں بڑا ذہن رکھ دیا۔ ایاز کے افسردہ چہرے پر روشن اور تیز چمکتی ہوئی بڑی بڑی آنکھیں ہر وقت کسی چیز کی متلاشی رہتی ہیں۔ مگر ایسا لگتا ہے ایاز کو روئے زمین کی کسی چیز نہیں بلکہ اس سے ماورا کسی آسمانی چیز کی تلاش ہے اس کی بے تاب نظریں آسمان میں جھلملاتے ستاروں کو نوچ لینا چاہتی ہیں۔ چاند کو پی جانا چاہتی ہیں اور سورج کو پگھلا دینا چاہتی ہیں مگر جب بھی وہ آسمان کی طرف نظریں اٹھاتا ہے آنکھیں پانی پانی ہو جاتی ہیں اور پھر

وہ گھبرا کر اندھیروں کی طرف بھاگتا ہے۔ ایاز کے چہرے پر ہر وقت کسی نا آسودگی کا غبار چھایا رہتا ہے حالانکہ اس کی زندگی کی کتاب میں کوئی کالا دھبہ نہیں۔ وہ تو ابھی اس عمر میں ہے جہاں زندگی کا اندھیروں سے دور تک واسطہ نہیں ہوتا۔ ہمارے امی ابو ہم سب کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ہم سب کے لیے محبت کا ایک ہی معیار ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم میں سے کبھی کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو امی ابو کی ساری توجہ اس کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے۔ ادھر جب سے انھیں ایاز کی سنجیدگی کا احساس بڑھ گیا ہے ان کی نظریں ایاز کے چہرے پر ٹکی رہتی ہیں۔ مگر ایاز سب سے بیگانہ جانے کیوں ٹوٹنے لگا ہے اس میں عجیب سا لونا لگ گیا ہے جو آہستہ آہستہ اسے چاٹتا جا رہا ہے کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ جیسے ایاز وہ فرشتہ ہے جو ہمارے اعمال کا حساب کتاب رکھتا ہے اور ہم میں سے کسی کے کندھے سے اتر کر ہمارے درمیان آ گیا ہے۔

امی اکثر ایاز سے کہتی ہیں "بیٹے تم ندیم، عشرت اور رضوانہ کے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے ہو۔" جواب میں اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ وہ امی کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیتا گویا اللہ میاں نے اسے جواب کی قدرت ہی نہیں بخشی ہو یا وہ آنکھوں سے ہی سب کچھ کہنا چاہتا ہے ہم نے ایاز کو کبھی ضد کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہمارے ساتھ امی ابو کے سلوک میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو ہم ہائے واویلا مچانے لگتے ہیں مچل جاتے ہیں لیکن ایاز نے مچلنا سیکھا ہی نہیں اکثر امی شاپنگ کے لیے بازار جا رہی ہوتی ہیں تو ہم لوگ فرمائشوں کے انبار لگا دیتے ہیں۔ مگر ایاز کچھ اس طرح کٹ جاتا ہے جیسے خود کو اس صف میں شامل ہی نہ سمجھتا ہو اکثر امی ابو خود ہی اس سے پوچھتے ہیں کہ بیٹے بازار سے تمہارے لیے کیا لیتے آئیں تو وہ اس طرح سوچنے لگتا ہے جیسے پہلے لفظ بازار پر غور کر رہا ہو۔ بہت ہوتا ہے تو سب کی سی خواہش ظاہر کر دیتا ہے۔

اسی دن عشرت نے مٹھائی کے لیے کتنا شور مچایا تھا حالانکہ ایاز کے حصے میں بھی اتنی ہی مٹھائی تھی مگر اس نے بغیر کسی احتجاج کے اس طرح قبول کر لی تھی گویا اللہ میاں نے اس کی قسمت میں ہی اتنی لکھ دی تھی۔

ہم لوگوں کو آموں کی فصل کا بڑا انتظار رہتا ہے ہمارے گھر میں آم کا ایک درخت ہے جو ہمیں ہمارے باغوں کی خبر دیا کرتا ہے ہم لوگ اس کے بدلتے ہوئے رنگوں پر نظر رکھتے ہیں اور جب فصل آتی ہے اور اس درخت کی گود بھرنے لگتی ہے تو ہمارے دل بھی خوشیوں سے بھرنے لگتے ہیں اور جوں جوں بور پھولنے لگتا ہے اور امبیاں پھلنے لگتی ہیں ہماری خواہشیں بھی پر پھیلانے لگتی ہیں ہمارے چہروں کے رنگ نکھرنے لگتے ہیں اور ہم خوش آئند خیالوں کے گلشن میں گھر جاتے ہیں پھر امتحان بعد ہم لوگ ملیح آباد چلے جاتے ہیں جہاں ہماری مٹی کی خوشبو ہمارے قدم چومتی ہے جہاں ہماری زندگی کے خواب کھلتے ہیں۔ مگر ایاز کے چہرے پر سے سنجیدگی کے بادل چھٹتے

ہیں نہ اس کے اندر شوخیوں کی گھٹائیں برستی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے اسے کسی نے ایسے قفس میں بند کر دیا ہو جہاں کسی موسم کا گذر ہی نہ ہوتا ہو، جیسے وہ کسی آہنی جنیر سے جکڑ دیا گیا ہو۔ مگر وہ کبھی ایک ہلکی سی جنبش بھی تو نہیں کرتا اپنے اندر کے بادلوں کو کسی خوشی کے سمندر میں نہیں ڈبوتا۔ جب ہم لوگ باغ جاتے ہیں تو اونچے نیچے درختوں پر بیٹھتے ہیں کچے پکے آم توڑتے ہیں سیار سیار کھیلتے آم کے باغ میں لگے شیشم کے اس پرانے درخت میں جو ہمارے دادا کے وقت سے اپنی بزرگی کا سایہ لیے کھڑا ہے رسی ڈال کر جھولا جھولتے ہیں دن میں تتلیاں پکڑتے ہیں شام میں جگنو پکڑتے ہیں اور انھیں شرٹ کی جیبوں میں رکھ لیتے ہیں جیبوں کے اندر چمکتے ہوئے جگنو کتنے اچھے لگتے ہیں۔ برسات کے موسم میں مخمل جیسی چکن سرخ سرخ بیر بہوٹیاں پکڑتے ہیں اور انھیں چاولوں کے ساتھ شیشیوں میں بند کر دیتے ہیں حتیٰ کہ دنیا کی ہر خوشی حاصل کر لینا چاہتے ہیں کہ ہم ابھی اس دور میں ہیں جس میں وقتی دکھ تو ہو سکتا ہے ابدی غم نہیں۔ مگر ایاز کسی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا ہر چیز کو دور سے دیکھتا رہتا ہے کہ جیسے یہ ساری چیزیں اس کی دسترس سے باہر ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم لوگ ایاز کو اپنی خوشیوں کے کچھ گھروندوں میں کھینچ لاتے ہیں مگر اس کی آنکھوں کے عکس سے ایسا لگتا ہے جیسے وہ کہیں دور سے ان منظروں کو دیکھ رہا ہو۔ ایاز کا کوئی دوست بھی نہیں ہم لوگ شہر سے چند دنوں کے لیے بھی باہر جاتے ہیں تو ہمارے کتنے دوست بن جاتے ہیں، شکیل شکور، طارق، سرفراز، مگر ایاز کسی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا اور نہ کوئی اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ جیسے ایاز کوئی ایسا پیڑ ہے جس میں پھول ہیں نہ پتیاں ایسا لگتا ہے جیسے وہ ازل سے تنہا ہے اور ابد تک تنہا رہے گا۔ اماں کہتی ہیں کہ

خدا بالکل تنہا ہے وہ کسی کی ذات سے ہے اور نہ کوئی اس کی ذات سے۔ ایاز بھی تنہا ہے ہم سب سے جدا ایک ماورا انسان'

ایاز کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس کی طرف انگلی اٹھا دی جائے بس پھر تو وہ ٹوٹ کر رہ جاتا ہے گویا وہ کوئی پرچھائیں ہے جو روشنی میں آ کر غائب ہونے لگتی ہے اس وقت وہ خوفزدہ کچی دیوار کی طرح بکھرنے لگتا ہے اور پھر دیر تک بکھرتا رہتا ہے لاکھ سمیٹا جائے مگر وہ اس حد تک بکھر جاتا ہے جہاں تک بکھرنا چاہتا ہے۔ اکثر جب امی کسی چیز کی چوری کا اعلان کرتی ہیں اور ہمارے درمیان ڈگی پیٹ دی جاتی ہے کہ خود صاحب عدالت میں حاضر ہوں تو ہم سب فرداً فرداً اپنی اپنی صفائی پیش کر دیتے ہیں مگر ایاز کبھی صفائی نہیں پیش کرتا اور امی اس سے پوچھتی بھی نہیں کہ اسے اس بات سے چڑ ہے کہ اس کی طرف انگلی اٹھ جائے۔ وہ ہر بات کا جواب آنکھوں میں رکھتا ہے۔

اسے خود کو تاریکی میں رکھنے کی عادت سی ہو گئی ہے وہ چمگادڑ پرندہ کی طرح کہ جو دن میں گوشہ نشین ہو جاتا ہے اور رات کی تاریکی میں پرواز کرتا ہے اور دن بھر کی سستی کو شوخیوں میں بدل دیتا ہے اور اس کے پیش نظر ایک مقصد بھی ہوتا ہے چاند کو اپنا لینا مگر ایاز اڑنے کے لیے پرواز کرتا ہے شوخیوں کے لیے نہیں، وہ اندھیروں کے اجالے اس حد تک بھی نمایاں نہیں ہونا چاہتا کہ ہم لوگوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلا سکے۔ اکثر جب ابو ہم لوگوں کا امتحان لیتے ہیں اور کسی لفظ کے معنی پوچھتے ہیں تو ہم سب بے چین ہو جاتے ہیں اور جلدی جلدی اپنے ذہنوں کو کھنگالنے لگتے ہیں اس وقت ہماری بے چینیاں ہمارے چہروں سے عیاں ہوتی ہیں مگر ایاز کے چہرے پر اطمینان کا پردہ پڑا رہتا ہے وہ اس طرح خاموش بیٹھا رہتا ہے جیسے ابو کے ساتھ ہمارا امتحان لے رہا ہو اگر اسے اس لفظ کے معنی معلوم بھی ہوتے ہیں تو وہ اس وقت تک نہیں بتاتا ہے جب تک کہ ابو خود اس سے مخاطب نہ ہوں۔

ہم اکثر سوچتے ہیں وہ ہمارا سگا بھائی ہے ہمارے جسموں میں ایک ہی والدین کا خون ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم سب بھائی بہنوں کی شباہت ایک دوسرے سے ملتی ہے۔ ہمارے رنگ گورے ہیں بال کالے ہیں آنکھیں بھوری ہیں قد بہنوں کے چھوٹے اور ہم دونوں بھائیوں کے بالکل برابر ہیں پھر وہ ہم میں انجان سا کیوں ہے۔ ہمارے درمیان یہ انجانا سا خلا کیوں ہے وہ کس چیز کا متلاشی رہتا ہے۔ جس کی ہمیں خبر نہیں۔ وہ خلاؤں میں کیا ڈھونڈتا رہتا ہے کیا زمین کے عجائبات اس کی آسودگی کے لیے کم ہیں ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی ناآسودگی رہ گئی ہو یا اس کے جسم کا کوئی عضو خراب ہو یا وہ پڑھائی میں ہم سے کمزور ہے بلکہ ہم لوگ اس کی ذہانت پر رشک کرتے ہو اور اس سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اسے مطلق احساس نہیں وہ دوڑ رہا ہے وہ کبھی پیچھے پلٹ کر اپنے مقابل نہیں دیکھتا۔ اسے تو کسی چیز کی تلاش ہے تلاش اور صرف تلاش۔

ادھر ایاز کچھ زیادہ سنجیدہ ہو گیا ہے اکثر اس کی سنجیدگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی آنکھیں بھیگ جاتی ہیں امی ابو کو ایاز کی طرف سے تشویش بڑھ گئی ہے وہ ایاز کو ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد کہا تھا اس نے کوئی ڈراونا خواب دیکھا ہے اسے خوبصورت اور اچھی اچھی چیزیں دکھائیے اور یہ کہ یہ بہت حساس بچہ ہے اس کے لیے خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

امی ابو نے ایاز کا خاص خیال رکھنا شروع کر دیا ہے ہم لوگوں کو بھی ہدایت کر دی گئی ہے کہ ایاز سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے مگر اس کے باوجود ایسا لگ رہا ہے ایاز ہر روز ڈراونے خواب دیکھتا ہے یہاں تک کہ جاگتے میں ڈراونے خواب دیکھنے لگا ہے۔

(لکھنؤ سے نشر)

محسن ملیح آبادی
۳۶/۲ کنٹونمنٹ روڈ لکھنؤ ۱

میرے کمرے کا دروازہ کا پردہ ایک طرف سرکا ایک خاتون اندر داخل ہوئیں۔ ساتھ ایک پانچ چھ برس کا بچہ تھا۔ میں نے ایک نظر میں اس خاتون کی شخصیت کا جائزہ لیا۔ اور سوچا کہ اس حالت میں ان کو یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔ لوک لاج کے خیال سے نہیں تو اپنی صحت کے مدنظر پھر خیال آیا کہ نہ جانے کیا مجبوری ہے۔ ان کو کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ اُن کا چہرہ زردی مائل تھا۔ پیشانی پر کمزوری کے باعث پسینے کے قطرے تھے۔ اور سانس پھولا ہوا تھا ماں بیٹے کا پہناوا ان کی خستہ حالت کی غمازی کر رہا تھا۔

میں نے ان محترمہ کے سرٹیفکٹ دیکھنے شروع کئے۔ وہ نوکری کے لئے اپنا نام درج کروانے آئی تھیں۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اس خاتون کو پہلے سے جانتا ہوں۔ میرے اس احساس کی تصدیق بھی جلد ہی ہو گئی۔ ان کے سرٹیفکٹ دیکھ کر سبھی کوائف وہاں موجود تھے۔ شک و شبہ کی گنجائش نہیں تھی میں نے ایک سرد آہ بھری۔ صرف سات برس میں اتنا بڑا انقلاب۔ وقت کتنا بے درد ہے۔ حالات کتنے بے رحم اس نے مجھے پہچانا نہیں تھا۔ ہر چند کہ ہم نے ایک ہی کالج سے بی۔ اے کیا تھا۔ وہ کالج بھر کی حسین ترین لڑکی تھی۔ زندگی کے ولولوں سے بھرپور لیکن صرف سات سال بعد اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ یہ باور کرنا بھی مشکل تھا کہ یہ خاتون جوان بھی رہی ہو گی۔ میں نے ایک نظر پھر اسے دیکھا۔ وہ خود بھی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جیسے میری طرح وہ بھی اپنے ماضی کو یاد کر رہی ہو۔ زندگی کے وہ رنگین دن اُن کی یاد اسے بھی خون کے آنسو رلوا رہی ہو۔ میں نے ان سے سوال کیا۔

آپ نے سات سال پہلے بی۔ اے کر لیا تھا۔ تو نوکری کے لئے اب تک نام کیوں درج نہیں کروایا اب تو ایک آدھ سال میں آپ Overage بھی ہو جائیں گی۔

"نہیں یونہی۔ انھوں نے اجازت ہی نہیں دی، میں تو چاہتی تھی۔ کہ شروع ہی میں کہیں کام کرنا شروع کر دوں لیکن انھوں نے سختی سے منع کر دیا تھا۔ اب بھی بے حد مجبوری کی حالت میں آئی ہوں۔ وہ اکیلے پری وار کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ اجازت تو اب بھی نہیں دی انھوں نے۔ لیکن مجھے روکا بھی نہیں۔ میں نے صبح اس سلسلے میں بات کی۔ تو ایک ٹک میری طرف دیکھتے رہے ان کی آنکھ میں التماس اداسی تھی وہ لاجواب سے کھڑے تھے۔ شاید انھیں یاد آیا ہو گا۔ شادی کے فوراً بعد جب میں نے اس بارے بات کی تھی تو وہ بھڑک اُٹھے تھے۔

"دوسینتی! دوبارہ یہ بات تمہاری زبان سے نہ نکلے۔ سمجھیں!

"میں ہنس دی تھی۔ بھلا مجھے کیا پڑی ہے۔ پتی دیو کو ناراض بھی کر دوں اور جان بھی کھپاؤں"

آج مجھے ان پر بہت ترس آیا۔ آج ان کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔ کیا ان کے جذبات میں اب ذرا بھر بھی حرارت نہیں رہی؟ میرا دل چھلنی ہو گیا۔ عورت تو ہے ہی

سوچ لیں اور اداس ہو جائیں

آر ڈی شرما تاثیر

کمزوری کا دوسرا نام بلکہ عورت کی کبھی کبھی یہ بات پیاری بھی لگتی ہے۔ لیکن مرد جب کمزوری کا اظہار کرتا ہے تو وہ مرد نہیں رہتا۔ آنسو عورت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ پتھر سے پتھر دل انسان کا دل پگھل جاتا ہے اور روتی ہوئی عورت کبھی کبھی کتنی سندر لگتی ہے۔ لیکن جب مرد کی آنکھ میں آنسو آتے ہیں تو ان میں حقارت ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ بڑی انہونی بات ہے۔ ان آنسوؤں میں قطعاً کوئی دلکشی یا حسن نہیں ہوتا۔ وہ بولتی گئی تھی شاید کسی نفسیاتی مجبوری کے زیر اثر شاید اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ جذبات کے سیلاب نے اُس کے ضبط کا بندھ توڑ ڈالا تھا۔ ورنہ ایک سرکاری دفتر میں ایک اجنبی کے سامنے اس طرح کی باتوں کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پھر خیال آیا۔ کہ ہم لوگ شاید اجنبی نہیں ہیں۔ ایک ساتھ کالج میں پڑھے ہیں۔ میں۔ بلکہ امر واقعہ تو ہے۔ کہ اس سے بھی گہرا رشتہ ہے کوئی شاید جس کی تشریح ممکن ہی نہیں۔ میں ایسے خیالات میں محو تھا۔ کہ وہ پھر بولنے لگی۔

"کاش وہ مجھے روک لیتے۔ مجھے ڈانٹ دیتے پہلے کی طرح۔ ہماری جو حالت ہے۔ وہ تو ہے ہی لیکن مجھے سب سے زیادہ دُکھ اس بات کا ہے۔ کہ وہ زندگی سے شکست کھا گئے۔ حالات سے مجبور ہو گئے۔ ان کی گردن جھک گئی۔ میں یہ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ انسان کا کوئی قصور نہیں۔ وہ بڑے ہی پیارے انسان ہیں میرے محبوب۔ میں نے انہیں جیون ساتھی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس بات کا مجھے فخر ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ لگ بھگ سب نے مخالفت کی تھی۔ بے شمار وجوہات کی بنا پر۔ سبھی نے اسے بے جوڑ شادی کہا تھا۔ لیکن میرا فیصلہ صحیح تھا۔ اور کبھی لمحے بھر کے لئے بھی مجھے اپنے فیصلے پر افسوس نہیں ہوا۔ ہماری مالی حالت اچھی نہیں۔ اب تو گذارہ بھی مشکل ہو گیا ہے لیکن میں یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کرتی رہی ہوں۔ مجھے اپنی ایک سہیلی کے الفاظ اب تک یاد ہیں اس شاعر سے شادی کرو گی۔ تو عمر بھر محرومی و مفلسی کی چکی میں پستی رہو گی۔ کوئی انھیں شاعر کہتا تو کوئی فلسفی۔ تفنیگا! لیکن مجھے تو ان کے انہیں اوصاف سے عشق تھا۔!

میں تو اسی لئے اُن کی مداح و پرستار تھی اور رہوں گی۔

شادی کے بعد سات سال میں چار بچے ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک بار انھیں حقیقت کی دنیا میں آنے کو کہا تھا۔ تو وہ بولے تھے۔ میڈم! زمانہ کچھ کہتا پھرے بچوں کے بارے اپنا نظریہ تو وہی ہے جو مرزا غالب کا آموں کے بارے میں تھا۔ یعنی۔ "زیادہ ہوں اور میٹھے ہوں"

وہ بچوں سے والہانہ پیار کرتے ہیں۔ انھیں یہ بھی دھن ہے کہ ان کو بہتر سے بہتر غذا اور عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنائے جائیں۔ اور اس کے لئے وہ اپنی نوکری کے علاوہ اوور ٹائم بھی لگانے ہیں لیکن اب حالات قابو سے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ مجھے اس بات کا گلا نہیں کہ انھوں نے کچھ معاملوں میں میری بات نہیں مانی۔ میں اُنھیں اپنے چچا کی فرمائش کے بل بوتے پر بہترین نوکری دلوا سکتی تھی۔ لیکن ان کی اس تجویز کی شدید مخالفت سے اس قدر خائف ہوئی۔ کہ خیال بھی دماغ سے نکال دیا۔ میرے دل میں ان کے لئے بے پناہ احترام کا جذبہ پیدا ہوا۔ وہ اپنے اصولوں پر قائم رہے تھے۔ انھوں نے اپنی خودداری کا تحفظ کیا تھا میری نوکری کی بات پر بھی وہ تلملا اُٹھتے تھے۔ اور میں نے اُن کے اس فیصلہ کو صحیح مانتے ہوئے سر خم کر دیا تھا۔ اور پھر بچوں کے بارے ان کے نظریئے کو میں نے منظور کر لیا تھا۔ "زیادہ ہوں اور میٹھے ہوں۔

لیکن آج ان کو شکست خوردہ دیکھ کر میرا دل رو اٹھا۔ مجھے محسوس ہوا جیسے وہ اپنے آپ سے شرمندہ ہوں۔ جیسے وہ سوچ رہے ہوں کہ ان کی اصول پرستی اور پُرخلوص جذباتیت نے ان کی ازدواجی زندگی کو دوزخ بنا دیا ہے۔ ان کے بچوں کے مستقبل کو مخدوش کر دیا ہے۔

میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں۔ ان کی اس شکست خوردگی کے احساس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اگر آج ان کی خود اعتمادی چھن گئی۔ ان کی خودداری ختم ہو گئی تو۔۔۔

معاف کرنا بھائی صاحب میں نے آپ کو یونہی دکھی کیا۔ جو جی میں آیا بک گئی میری گستاخی معاف کر دیں۔ ایک استدعا ہے۔ کہ مجھے جلد سے جلد کہیں چھوٹا موٹا کام دلوا دیں میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میرے سگے چچا بڑے اثر و رسوخ کے مالک ہیں آج سے سات برس پہلے میں نے ان سے کہا تھا۔ کہ چچا جی کو کہہ کر انھیں بہترین نوکری دلوا سکتی ہوں۔ تو وہ آگ بگولہ ہو گئے تھے۔ میں ان کی بات سمجھتی تھی۔ لیکن اب اگر مجھے جلدی کام نہ ملا۔ تو وہ خود ہی میرے چچا کے پاس جائیں گے۔ مالی خستہ حالی نے ان کی ہمت توڑ دی ہے۔ اگر جلدی کوئی انتظام نہ ہوا تو وہ میرے چچا کے قدموں میں پڑ کے گڑگڑائیں گے۔ یا پھر اپنی ہی نوکری میں غلط راستے پر چل پڑیں گے۔ اس وقت وہ اس ذلت بھری زندگی کے گڑھے کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ وہ اپنے اصولوں کو تلانجلی دے دیں گے۔ تو میرا سرمایہ حیات لٹ جائے گا۔

میں نے کاغذات مکمل کر لئے تھے۔ رجسٹریشن کا کام ختم ہو گیا تھا۔ وہ خاتون میرے کمرے سے باہر چلی گئی مجھے ایک بار پھر وہی خیال آیا جو ان کے کمرے میں داخل ہوتے وقت آیا تھا۔ ان کو اس حالت میں ہرگز دفتر میں نہیں آنا چاہئے تھا۔ لیکن لوک لاج سے بے پرواہ اور اپنی صحت کا خیال نہ کرتے ہوئے چلی آئی تھیں۔ تو اس کے لئے ٹھوس وجوہات تھیں۔ بے شک بہت بڑی مجبوری تھی۔ میرا من بے حد اداس تھا۔ اور لبوں پر فراق کا یہ شعر!

زندگی کیا ہے آخر اے دوست
سوچ لیں اور اداس ہو جائیں

خمار بارہ بنکوی

ہم اُنھیں وہ ہمیں بھلا بیٹھے
دو گنہ گار زہر کھا بیٹھے

حالِ غم کہہ کے غم بڑھا بیٹھے
تیر مارے تھے تیر کھا بیٹھے

آندھیوں جاؤ اب کرو آرام
ہم خود اپنا دیا بجھا بیٹھے

جی تو ہلکا ہوا مگر یارو!
رو کے ہم لطفِ غم گنوا بیٹھے

بے سہاروں کا حوصلہ ہی کیا
گھر میں گھبرائے در پہ آ بیٹھے

جب سے بچھڑے وہ مسکرائے نہ ہم
سب نے چھیڑا تو لب ہلا بیٹھے

اُٹھ کے اک بے وفا نے دے دی جان
رہ گئے سارے باوفا بیٹھے

ہم رہے مبتلائے دیر و حرم
وہ دبے پاؤں دل میں آ بیٹھے

حشر کا دن ابھی ہے دور خمار
آپ کیوں زاہدوں میں آ بیٹھے

(جالندھر سے نشر)

خوب صورت زینہ

نواب رونق جمال

آج میں سیٹھ پرکاش ناتھ کی آئرن فیکٹری سے کلرک کے عہدے سے سبکدوش ہو گیا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کا لمبا حصہ سیٹھ جی کی فیکٹری میں اپنی خدمات انجام دے کر گذارا ہے۔ ایک ہی کرسی پر بیٹھ کر میں نے اپنی جوانی اور بڑھاپے کا کچھ حصہ یوں ہی گذار دیا ہے لیکن کبھی کچھ احساس نہیں ہوا۔ لیکن آج فیکٹری میں منعقد ہوا، میرے اعزاز میں دی گئی الوداعی پارٹی میں تقاریر کے دوران میرے سینئر اور جونیئر کلیگز نے میرے اندر کے انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ خاص کر میرے ایک عزیز دوست آنند کے الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں...... " مجھے یہ کہتے ہوئے تعجب کے ساتھ دکھ بھی ہو رہا ہے کہ آج راجیش بابو ریٹائر ہو گئے ہیں تعجب اس بات کا ہے کہ راجیش بابو کا تعلق جب پہلی بار اس فیکٹری سے ہوا تھا تو یہ کلرک کے عہدے پر فائز ہوتے تھے اور جب کہ اس عظیم فیکٹری سے ان کا تعلق ٹوٹ رہا ہے تو بھی یہ کلرک کے عہدے سے ہی سبکدوش ہو رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے کئی ساتھی جو ان کے برابر تھے یا پیچھے تھے آج ان سے بہت آگے کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ مجھے دیکھو! میں نے بھی راجیش بابو کے ساتھ ساتھ اس فیکٹری میں بطور کلرک کے کام شروع کیا تھا اور آج میں اس فیکٹری کا جنرل منیجر ہونے کے علاوہ سیٹھ جی کا پارٹنر بھی ہوں۔ راجیش بابو کی موجودگی میں فیکٹری نے بھی کتنے ہی نشیب و فراز دیکھے ہیں اور آج راجیش جیسے کلرک کی خدمات ہی کی وجہ سے یہ فیکٹری اتنی بڑی اور مشہور و معروف بن گئی ہے ——— اس لیے تعجب ہوتا ہے کہ راجیش بابو نے آخر ترقی کیوں نہیں کی ——— !!! " آنند کے چبھتے ہوئے الفاظ نے میرے ماضی کی کتاب کو کھول کر میرے سامنے رکھ دیا ہے۔

میں اور آنند ساتھ ہی سیٹھ پرکاش ناتھ کی آئرن فیکٹری میں کلرک کے عہدے پر فائز ہوئے تھے۔ پانچ سال تک ہماری کوئی ترقی نہ ہوئی اتنا ضرور ہوا کہ پانچ سال میں ہم نے تنخواہ اور ناجائز آمدنی سے کچھ روپیہ بچا کر معمولی سی رقم جمع کر لی تھی میں نے اپنی رقم سے آفس جانے آنے کے لیے اسکوٹر خرید لیا تھا اور آنند نے شادی کر لی تھی۔ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد آنند کی ترقی ہو گئی وہ ہیڈ کلرک ہو گیا۔ مجھے اس کی اچانک ترقی پر رشک، حسد کے ساتھ حیرت بھی ہوئی۔ آفس کے ورکروں کا کہنا تھا کہ آنند کی بیوی لکشمی ہے۔ کملا کے گھر آتے ہی آنند بابو کو ترقی ملی۔ اس ترقی کے بعد آنند کے لیے ترقی کے دروازے کھل گئے اور وہ فیکٹری کا منیجر ہو گیا۔ آنند کے منیجر بن جانے پر مجھے بے انتہا حیرت ہوئی رشک و حسد کا جذبہ میرے ذہن کو کریدنے لگا کہ آنند کے پاس وہ کون سا زینہ ہے جس کے ذریعہ وہ باآسانی ترقی کی منزلیں طے کرتا جا رہا ہے آفس کے ورکرس ہر بار یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دیتے کہ آنند کی بیوی لکشمی ہے اس کے ہاتھ میں دھن رکھا ہے اسی لیے آنند اتنی ترقی کر رہا ہے لیکن میرا ان باتوں پر یقین نہیں ہے اس لیے میں نے کبھی اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کی اور نہ اپنے دل کو جھوٹی تسلیاں دے کر سمجھایا کہ آنند کی بیوی کملا جسے میں بھابی کہتا ہوں لکشمی ہے اس لیے آنند ترقی کر رہا ہے مجھے ہمیشہ تلاش رہی کہ آخر آنند کے ہاتھ ایسا کون سا فارمولا آ گیا ہے کہ ترقی برابر اس کے قدم چوم رہی ہے کئی بار میں نے آنند سے بھی پوچھا لیکن اس نے مسکرا کر کہا بھگوان کی دین ہے کملا میرے جیون میں لکشمی بن کر آئی ہے.... تم جانتے ہی ہو مجھے جو ترقی ملی ہے شادی کے بعد ہی ملی ہے۔ تم بھی شادی کر لو میرے دوست! ہو سکتا ہے کملا کی طرح تمہاری بیوی بھی لکشمی ثابت ہو اور تم بھی میری طرح ترقی کرنے لگو۔" میں اس کی یہ باتیں سن کر ہنس دیا تھا۔

ایک دن آنند نے مجھے اپنے کیبن میں بلا کر شادی کی سالگرہ کا رقعہ دیا اور کہا آج ہماری شادی کو ایک سال ہو گیا ہے۔ آج شام کو میں شادی کی سالگرہ دھوم دھام سے منا رہا ہوں شہر کی بہت سی معزز شخصیتوں کو دعوت دی ہے سیٹھ جی بھی آ رہے ہیں آفس کے سبھی ورکرس آئیں گے۔ تم بھی ضرور آؤ تم میرے دوست ہو اس لیے تمہیں خاص طور سے دعوت دے رہا ہوں۔ اس کے الفاظ میں غرور صاف جھلک رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی کامیابی و ترقی پہ جل رہا تھا۔

شام کو معمولی سا سوٹ پہن کر حسب حیثیت تحفہ لیے میں آنند کی کوٹھی پر پہنچا ساری کوٹھی خوش رنگ لائٹوں سے سجائی گئی تھی۔ کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں خوبصورت کاروں کی قطاریں لگی تھیں میں جھجکتا ہوا ہال میں داخل ہوا دروازے پر ہی آنند اور اس کی بیوی سے ملاقات ہوئی جہاں وہ مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے آنند اپنی بیوی سے ہر آنے والے کا تعارف کرا رہا تھا وہ بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر ہر ایک کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ میں ہال کے ایک کونے میں کرسی پر جا بیٹھا اندر سے ہال بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا ایک جانب وہسکی اور سوڈے کی بوتلیں سلیقہ سے رکھی ہوئی تھیں۔ ویٹر ٹرے میں جام لیے سروے کرتے پھر رہے تھے ہال میں ہر طرف خوبصورت لباس میں ملبوس جوڑے گفتگو میں محو تھے۔ کوئی اپنی امپورٹڈ کار کی خوبیاں گنوا رہا تھا تو کوئی اپنے زیر تکمیل بنگلے کے اخراجات کا حساب بتلا رہا تھا تو کوئی اپنے غیر ملکی کتے کی خصوصیات بیان کر رہا تھا۔ کوئی اپنے بچوں کی تعریف کر رہا تھا۔ کچھ حاسد قسم کے لوگ پارٹی میں موجود لوگوں کے زیورات اور لباس پر تنقید و نکتہ چینی کر رہے تھے اور خوش ذوق حضرات علم سائنس، سیاست و فنون لطیفہ پر بحث کر رہے تھے۔ ہال میں ہر طرف حسد اور خود پرستی کا بازار گرم تھا ایک طرف کچھ موقع پرست حضرات شراب نوشی کے مقابلہ میں منہمک تھے۔ کچھ تو مقابلہ سے آؤٹ ہو چکے تھے اور کچھ نئے ریکارڈ قائم کر کے داد حاصل کر رہے تھے۔ جو حضرات مقابلے سے آؤٹ ہو کر چیخ و پکار کرنے لگتے تو ویٹر انہیں اٹھا کر ان کی کار میں ٹھونس آتے۔ چاروں طرف ایک عجیب ہنگامہ تھا جس کی صحیح عکاسی کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ——— بہرحال تھوڑی دیر بعد جب سارے مہمان آ چکے تو آنند اور اس کی بیوی نے کیک کاٹ کر شادی کا ایک سال پورا ہونے کا اعلان کیا اور ہال میں جام سے جام ٹکرانے لگے۔ بوتلوں پہ بوتلیں خالی ہونے لگیں۔ میں گھبرا سا گیا میں نے سوچا آنند سے اجازت لے کر اس ماحول سے نکل جانا چاہیے۔ میری نگاہیں آنند کو تلاش کر رہی تھیں کہ میری نظر آنند کی بیوی کملا پر پڑی جو نشے میں چور ڈگمگاتی ہوئی تیر کی طرح سیٹھ پرکاش ناتھ کی طرف جا رہی تھی سیٹھ پرکاش ناتھ نے لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھ کر اسے گود میں اٹھا لیا اور جھومتے ہوئے قریب کے کمرے میں لیے چلے گئے۔ مجھے کملا کی اس حرکت پر حیرت ہوئی میں نے سوچا سیٹھ پرکاش ناتھ کی نیت ٹھیک نہیں ہے اور کملا نشے میں ہے کہیں پرکاش ناتھ کملا کی عزت پر ہاتھ نہ ڈال دے اس خیال سے میں کمرے کی طرف بڑھا پردہ ہٹا کر جب اندر داخل ہوا تو میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کملا اور پرکاش ناتھ کو غیر یقینی حالت میں دیکھ کر میں الٹے پیر لوٹ آیا اور آنند سے اجازت لے کر گھر چلا آیا۔

دوسرے دن آفس میں اپنے کام میں مشغول میں رات کی پارٹی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ آفس کے ہیڈ کلرک نے مجھے بتایا کہ آنند کو سیٹھ جی نے فیکٹری میں اپنا پارٹنر بنا لیا ہے یہ سن کر میرے دل میں خیال آیا کہ آنند

دن آنند کی شادی کے دوسرے سال کا پہلا دن ہے اور یہ آنند کی اس سال کی پہلی ترقی ہے۔

میں نے ہیڈ کلرک سے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا بھئی آنند کی بیوی لکشمی ہے لکشمی! جب سے وہ آنند بابو کے جیون میں آئی ہے آنند بابو ترقی ہی کر رہے ہیں ہیڈ کلرک کی یہ بات سن کر میرے ذہن میں رات کی پارٹی کا پورا نقشہ گھوم گیا اور پھر آنند کی ترقی کا راز میری سمجھ میں آ گیا۔ میرا تجسس پُر سکون ہو گیا کیونکہ آنند کی اس پُر اسرار ترقی کی کھوج اور تلاش مجھے بھی تھی وہ نہایت ہی بھیانک اور بھدے انداز میں مجھ پر انکشاف ہو گیا تھا۔ میں مسکرانے لگا۔ ہاں یار! آنند کی بیوی واقعی لکشمی ہے لکشمی!!! ترقی کا خوابہو زینہ ـــــ!!!

(اورنگ آباد سے مشر)

نواب رونق جمال ایم اے
چاندنی چوک بھگاؤں روڈ امراوتی ۴۴۴۶۰۱

غزل

ساحر سیالکوٹی

دل کی تلاش میں تو اس مل جائے جو کہیں سے
بچ کر رہوں کا ہم تو دنیا کے ہر حسیں سے

سارے جہاں میں ہم کو ہے الفت سے الفت
سارے جہاں میں جن کو نفرت ہے آدمی سے

شیخ میکدہ میں کیا سوچتا ہے ناداں
جاتا ہے سیدھا رستہ جنت کو یہیں سے

دل سب کو زہر غم سے مسموم کر رہا ہے
بچنا ہے سخت مشکل اسی مار آستیں سے

کعبہ تجھ کو بنا دے جھک کر اس آستاں کو
بیکار وہ جبیں ہے کیا فیض اس جبیں سے

لٹتا ہے بار الفت ہم سے نہ اُٹھ سکے گا
پالا پڑا ہے ہم کو ایک ایسے نازنیں سے

مشتاق دید کو تو پہلے ہی تھی محبت
بگڑا ہے حال اس کا کچھ آپ کی "نہیں" سے

اے بزم یار آخر کچھ سوچ چشم گریاں
کیا جذب ہو سکے گا طوفاں یہ آستیں سے

یہ خاص سکوں تو ہونا ہے اس سے ورنہ
بہتر نہیں ہے ہاں ہاں کچھ آپ کی "نہیں" سے

گلدستۂ سخن ہے ساحر غزل تمہاری
کیا پھول چن لئے ہیں اس شعر کی زمیں سے

(جالندھر سے نشر)

احساسِ ندامت

ا عجاز بن ضیاء او کانوی

دن منتقل ہو رہا ہے اور رات شام ہوا ہی چاہتی ہے۔ مغرب کی جانب آسمان نے گرد آلود افق پر سرخ لکیروں کے اوٹ میں شام کی سیاہی کے دبیز پردے دن کے جھلملاتے کو اپنے آغوش میں لینے کے لیے کوشاں ہے۔ تاریکی دن کی روشنی پر سبقت پانے میں کامیاب نظر آ رہی ہے۔ پرندوں کی پرواز آشیانوں کی جانب ہے اور نئی دہلی کو الوداع کرتی ہوئی وکرم شیلا ایکسپریس پوری طوفانی رفتار سے بھاگتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ پٹریاں سیاہ اور سخت لکیر بن کر نظروں کے سامنے آتی ہیں پھر دور بہت دور بھاگتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔ مسافر اپنے اپنے کمپارٹمنٹ میں ریزرو برتھ پر سامانوں کا انبار لگائے ترتیب کو ٹھیک ٹھاک کرنے میں مصروف ہیں۔ ہر طرف ہٹو، بڑھو کی صدائے بازگشت ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے مقصد سے مطمئن ہو کر اور برتھ پر ایک دوسرے سے رسمی تعارف کے بعد ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول نظر آنے لگتے ہیں۔ گھر سے باہر قدم نکالنے کے بعد انسان تکالیف کا سامنا کرنے کے لیے ہمہ تن تیار ہوتا ہے۔ اپنے والے حالات سے قبل رواداری سمجھوتا بھی کر لیتا ہے مگر یہاں ہر ایک حسن اخلاق کا دلدادہ اس قدر گھلا ملا نظر آتا ہے کہ کوئی قطعی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ یہ لوگ الگ الگ فیملی اور الگ الگ مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ سفر کی بوریت اور کوفت کو مٹانے کا اس سے بہتر اور کوئی نسخہ نہیں۔ آپس میں اسی طرح چند ساعت گذار دیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر کوئی اس بات پر عمل پیرا ہے۔ ہر کوئی جلد از جلد ایک دوسرے سے جان پہچان کے مراحل سے گذرنے کے بعد یا سنجیدہ اس ادا کو رہا ہے۔ خلاف برتھ پر ایک پندرہ سولہ سال کی حسین دوشیزہ کی جانب صاف ستھری اور معصوم دوشیزہ نگاہیں جھکائے کتاب کی ورق گردانی کرنے میں مشغول ہے۔ اس کے پتلے پتلے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ رہی ہے۔ شاید کتاب کا کوئی صفحہ اس کی مسکراہٹ کا مرہونِ منت ہے۔ جس پر اب تیزی سے دوشیزہ کی نگاہیں تیرنے لگی ہیں۔ آنکھوں میں شرم و حیا کی بجلیاں تڑپ رہی ہیں اور وہ شرمائی شرمائی نگاہوں سے کبھی کبھی اپنے ہم سفر ادھیڑ عمر مسافر کی نظریں بچا کر سامنے کے نوجوان پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے صفحہ کے کسی نقطہ پر مرکوز کر لیتی ہے۔ وہ نوجوان گرچہ سادے لباس میں ملبوس ہے مگر اپنی وجیہہ شخصیت سے پُر وقار دکھائی دے رہا ہے۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے محو گفتگو ہے۔ مگر یہ خاموشی کا سرمایہ لیے ٹرین سے باہر اندھیرے میں مخالف سمت بھاگتے پیڑوں کو غور سے دیکھے جا رہا ہے۔ شاید اس پر کوئی تجربہ کرنا چاہتا ہے۔ ساتھ کا طالب علم کبھی کبھی اچانک کوئی سوال کر کے اس کے خیالات کو منتشر کر دیتا۔ ورنہ وہ مدمقابل کے سوالوں کا جواب دیکر پھر خاموشی اختیار کر لیتا۔ اس کے جواب پر دوشیزہ کی نگاہیں یکایک اس کی جانب اٹھ جاتیں اور ہزار کوشش کے باوجود سماعت سے نا آشنا آواز اتنی دھیمی ہوتی کہ ٹرین کی دھڑ دھڑاہٹ میں یکلخت دب جاتی ـــــ ساتھ کا طالب علم یقیناً خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ اسے احساس ہے کہ دوشیزہ کی نظر عنایت اس کی جانب ہے۔ اسے اس بات کا بھی علم ہے کہ یہ ادھیڑ اس دوشیزہ کا کوئی قریبی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ اس دوشیزہ کے حسن کا بھرپور جائزہ لینے سے قبل ایک بار ادھیڑ عمر والے کو دیکھ لیتا ہے اور اسے دوسروں سے محو گفتگو پاتے ہی اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے ایک بار کمپارٹمنٹ کا طائرانہ جائزہ لیتے ہوئے ایک نگاہ اس دوشیزہ پر مرکوز کر دیتا ہے۔

بائی دی وے! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ وہی ادھیڑ اب اس طالب علم سے اچانک مخاطب ہو جاتا ہے جس کی نگاہیں دوشیزہ پر مرکوز ہوا ہی چاہتی تھیں۔

جی ـــــ جی! میں نئی دہلی سے آ رہا ہوں، اچانک حملہ کا گھبراتے ہوئے جواب دیکر خاموش ہو جاتا ہے اور اس کے اگلے سوالوں کا جواب دینے کے لیے ایک حد تک اپنے کو تیار کر لیتا ہے۔

کہاں تک جانا ہوگا؟

پٹنہ تک!

کیا آپ طالب علم ہیں؟

جی ہاں! بی ایس سی کا اسٹوڈنٹ ہوں۔

یہ میری بیٹی راج شرما ہے۔ پٹنہ کے ہی کالج میں سکنڈ ایر کی اسٹوڈنٹ ہے۔ اردو اس کا خاص مضمون ہے۔ دوشیزہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ادھیڑ آدمی نے کہا۔

اور آپ کی تعریف؟

مجھے آر کے شرما کہتے ہیں۔ پٹنہ میں چھوٹا سا بزنس ہے۔

شرما جی کو گرچہ اس کی دزدنگاہی کا علم ہو چکا تھا، جو اس کی لڑکی میں زبردستی دلچسپی لیتے ہوئے اپنی شاندار کامیابی سمجھ رہا تھا۔ مگر اخلاقی فرض کو مد نظر رکھتے ہوئے انھوں نے تعارف کرانا اپنا فرض سمجھا۔ پھر دونوں کی منزلیں بھی ایک ہی تھیں، بادلِ ناخواستہ یہ جبر سہنا پڑا۔

مجھے شاہد انور کہتے ہیں۔

ناگاہ بغل میں بیٹھا نوجوان یکلخت چونک پڑا جیسے اس نام سے اس کا خاص تعلق ہو۔ اور دوشیزہ کی حیرت زدہ نگاہیں بھی اس کی جانب اٹھ گئیں۔

شاہد انور؟ ایک ساتھ دونوں نے اس نام کو دُہرایا۔

جی ہاں، شاہد انور۔ یہ میری ہی تخلیق ہے۔ دوشیزہ کے زانو پر ہوا سے پھڑپھڑاتے ورق کے سُرخی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے فخریہ کہا۔

ابھی بھی حیرت و استعجاب کی لکیریں کم سخن نوجوان کے چہرہ پر پھیلی ہوئی تھیں۔ شاید اس کا ذہن اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

آپ کو حیرت کیوں ہے؟ میرے افسانے ریڈیو سے بھی براڈکاسٹ ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر مقبول پرچوں میں شائع بھی ہوا کرتے ہیں۔

میرا مطلب ہے کہ یہ افسانہ ....

جی ہاں! یہ افسانہ میرا ہی ہے۔ اس میں آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان اور طالب علموں کے خیالات کی عکاسی کی ہے۔ ہر کوئی بعد فراغت تعلیم اچھی ملازمت کے شیش محل تعمیر کرتا ہے کالجوں کو خیرباد کرنے کے بعد ملازمت کی امید میں سرکاری محکموں کی طرف سرپٹ بھاگتا ہے۔ لیکن اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا۔

باتوں باتوں وقت گذرتا گیا۔ شرما جی کے ذہن سے اس طالب علم کے متعلق غلط فہمیوں کے پردے ہٹتے گئے۔ جو ان کی پہلی نظر کا شاید دھوکا تھا۔ اور ان کی لڑکی کی چشم عنایت اب اس تیز و طرار طالب علم کے لیے وقف ہو چکی تھی ـــــ مگر اس کم سخن نوجوان کے چہرے پر ابھی تک اس کی صداقت سے کوسوں دور یقین نہ آنے والی پرچھائیاں تیر رہی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ طنزیہ مسکراہٹ لیے اپر برتھ پر پوری طرح خود کو پھیلاتے ہوئے سونے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ اس کی پیش قدمی سے شاید سبھی مسافروں کی اس بات کا احساس ہوا کہ چاند پورے آب و تاب سے آسمان کے بیچ لیٹا ہوا ہے جس کا سایہ پانی میں تیرتا ٹرین سے دکھائی دے رہا ہے۔ رات بھیگ چکی ہے، اپنی رفتار کو قائم رکھتے ہوئے ٹرین چاند کی روشنی کو چیرتی ماحول کے سناٹے پر قبضہ جماتی ہوئی آگے ہی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ غنودگی تقریباً سبھی کی آنکھوں میں تیرنے لگی ہے۔ اور اب کمپارٹمنٹ خاموشی میں نہا چکا ہے سوائے ٹرین کے چھوٹے چھوٹے بلب جو اپنی پھیکی پھیکی روشنی پھیلانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور ـــــ اب ٹرین میں پھر اسی طرح قہقہے اُبلنے لگے تھے۔ سورج دھوپ میں تمازت لیے اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا اور گاڑی ہر آنے والے اسٹیشن پر اترنے والے مسافروں کو الوداع کہتی آنے والے مسافروں کو اپنے سینے میں چھپاتی اگلی منزل کے لیے روانہ ہو جاتی۔ اور شاہد انور اس دوشیزہ کے چشم لطف و کرم میں ڈوبا اس سے محو گفتگو تھا۔ وہ نوجوان اپر برتھ سے نیچے آ چکا تھا۔ اپنے مختصر سامان کو یکجا کر کے پورے طور پر مطمئن نظر آنے لگا۔ شاید اس کی منزل اگلا اسٹیشن ہی ہو ـــــ ناگاہ ایک اجنبی اس کی طرف لپکا اور ہیلو شاہد انور کہتا سلام کر کے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ جواب ایک ساتھ دونوں نوجوانوں کی زبان نے ادا کیے اور پھر مصافحہ کے دو ہاتھ ایک ساتھ اجنبی کی طرف لپکے ـــــ مگر وہ اجنبی اس کم سخن نوجوان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر گرم جوشی سے زور زور سے ہلانے لگا۔ اور اس نوجوان طالب علم کا ہاتھ اس کی شرمائی نگاہوں کی طرح جھکتا گیا۔ اور وہ اجنبی مسافر اس وجیہہ نوجوان کو ساتھ لے کر کمپارٹمنٹ کی در تک بڑھتا چلا گیا۔ وہ لوگ پلیٹ فارم پر آ چکے تھے۔

اب گاڑی سیٹی دے کر پلیٹ فارم پر رینگنے لگی۔ وہ دوشیزہ کھڑکی سے اپنا رومال ہلاتے ہوئے الوداعی نگاہوں سے تکے جا رہی تھی جیسے یہ اس کا عزیز ترین دوست ہو اور وہ چاہتی ہے کہ جب اسے دیکھ سکے دیکھتی رہے۔

ٹرین کی رفتار تیز ہو گئی۔ پلیٹ فارم کی حدیں ختم ہو گئیں وہ اجنبی کے ساتھ آنکھوں سے اوجھل ہوتا چلا گیا۔ اور اس نوجوان طالب علم کی نگاہیں ندامت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے لگی۔ اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ متعفن اور غلیظ نالے میں گھس گیا ہو۔ اسے بے چینی ہونے لگی وہ اٹھ کر کمپارٹمنٹ میں ٹہلنے لگا۔ اس نے اپنی جھوٹی برتری اور بڑائی کے لیے اپنی فطرت پر ظلم کیا تھا، اپنی روح کو پراگندہ کیا تھا۔ کھلا کھلا ایک معصوم کو فریب دیا تھا۔ اپنی شرافت اور انسانیت کا جنازہ اپنے ہاتھوں آپ نکالا تھا اس کا سر درد سے پھٹنے لگا۔ پیشانی توے کے مانند گرم ہو گئی، حلق میں کانٹے پڑنے لگے۔ اور وہ باتھ روم میں چلا گیا، اس کے سارے وجود میں آگ کے شعلے لپکنے لگے۔ تنہائی میں اس کا دل بے اختیار چاہ رہا تھا کہ چلتی ٹرین سے کود پڑے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ چمکتی ہوئی پٹریوں پر اس کا خون بہے اور وہ اپنے آپ کو سزا دے کر مطمئن ہو جائے ـــــ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ـــــ

پٹنہ سے نشر

اعجاز بن ضیاء اوگانوی
پی ڈبلو ڈی اسٹاف
پھلواری شریف
پٹنہ ۸۰۱۵۰۵

ٹکڑ ہارے
چلو اس شہر سے اور شہر کے لوگوں سے
جتنی دور ممکن ہو نکل جائیں
اسی جنگل کی جانب
کل جہاں سے آتے تھے ہم تم
ٹکڑ ہارے
وہیں کی لکڑیاں کاٹیں
وہیں ریوڑ چرائیں
دھوپ سے سبزے کا جو رشتہ ہے
وہ رشتہ اگائیں
کنویں کے میٹھے پانی سے چراغ جلائیں
ٹکڑ ہارے
یہاں تو
علی بابا اور اس کا بھائی قاسم
وہ مرجینا ہو یا ہو مصطفیٰ درزی
کہ ہوں چالیس ڈاکو
سبھی اس شہر کی دیوار میں محصور
"سم سم" بھول بیٹھے ہیں
ٹکڑ ہارے
طلسم شہر میں اُن کو یونہی، حیراں، پریشاں
چھوڑ کر نکلیں
اُسی جنگل کی جانب
جہاں پر
پرندے ہیں، مگر
ایسے نہیں ہیں
درندے ہیں، مگر
ایسے نہیں ہیں
ٹکڑ ہارے،
یہاں تو ......

(بمبئی سے نشر)

★★★★

اپنا پرایا

نجمہ شہریار

آفس پہونچنے کی جلدی کی وجہ سے احمد سائیکل لے کر تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ ماں پکارتی ہی رہ گئیں۔

"بیٹا ٹھیک سے ناشتہ بھی نہ کیا۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے ......"

"ہاں ٹھیک بھی ہے۔ نئی نئی نوکری ہے ...... یوں بھی کام پر وقت سے ہی پہونچنا چاہیئے۔"

"اماں کچھ منگانا ہو تو بتائیے واپسی پر لیتا آؤں گا۔"

"اب تم جاؤ بیٹے دیر ہو رہی ہے 'خدا حافظ'"

اور اس کی سائیکل سڑک پر دوڑنے لگی۔ ابھی ذرا ہی دور چلا تھا کہ بیچ سڑک پر اسے مجمع نظر آیا۔ ہوگا ...... مجھے کیا۔ آفس کو ویسے ہی دیر ہو رہی ہے لیکن پھر اس کے دل میں خیال آیا بھیڑ کو دیکھ کر گذر جانا بے نیازی اور بے حسی ہے۔ قریب پہونچنے پر معلوم ہوا ایکسیڈنٹ ہوا ہے ...... ذرا اور آگے بڑھنے پر اس نے دیکھا کہ ایک نو دس سال کا بچہ سڑک پر اوندھے منہ پڑا ہے، اس کے ماتھے سے خون جاری ہے اور وہ نیم بیہوش ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں پانی کا جگ ہے اور پھر اس کی نظر ایک دوسرے شخص پر بھی پڑی جس کے ہاتھ میں بھیگا ہوا رومال تھا جسے وہ بار بار بھگو کر بچے کے ماتھے پر رکھ رہا تھا ...... اور پھر اسے لوگوں کی سراسیمگی اور بدحواسی کا بھی احساس ہوا اور کسی بوڑھی عورت کو ٹھنڈی سانس کے درمیان اس نے یہ بھی کہتے سنا۔

"جانے کس مائی کا لال ہے۔"

احمد نے سوچا اتنے بہت سے لوگ ہیں یہاں پر کوئی نہ کوئی تو اسے اسپتال لے جائے گا ہی۔ آفس پہنچنے کی جلدی نہ ہوتی تو یہ کام وہ ہی کرتا لیکن ...... ابھی نئی نئی نوکری لگی ہے اور بڑی مشکل سے ملی ہے چنانچہ وقت ضائع کرنا ٹھیک نہیں ورنہ شرافت صاحب کا موڈ آف ہو جائے گا اور پھر نہ جانے کیا ہو ...... اور پھر گھر کے حالات بیوہ ماں ...... کنواری بہن ...... یہی سب سوچ کر اس نے سائیکل پیچھے کی طرف گھسکائی ساتھ ہی ایک طائرانہ نظر مجمع پر ڈالی اسے محسوس ہوا کہ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں وہ بھانپ گیا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔

"آپ ہیں سے کوئی اس بچے کو اسپتال لے جائیے بھئی ...... میرے پاس سائیکل ہے اور اسے رکشے پر لے جانا ہوگا بس سائیکل کہاں رکھوں"

اس سے یہ کہتے بنا کہ اس کی نئی نوکری ہے اور بوڑھی بیوہ ماں اور ...... کہ ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی عذر ہوگا۔

اسے محسوس ہوا کہ لوگ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں لیکن کہہ نہیں پا رہے ہیں وہ سمجھ گیا کہ ایسا کیوں ہے آنکھیں کچھ یہی کہہ رہی تھیں کہ ایسے زخمی کو اسپتال لے جانا ہوش مندی نہیں ہے کہ کچھ ہو جانے پر پولیس کیس بن جائے گا۔ اور پھر مفت میں پھنس جانے کا پورا خطرہ ہے ...... چنانچہ اس نے مزید وقت ضائع کرنے کے بجائے فیصلہ کیا کہ وہ اس بچے کو خود اسپتال لے جائے گا ...... لہو کی گردش اس کے جسم میں تیز ہو گئی ــــ !

اس نے سائیکل ایک جان پہچان کے دکاندار کے پاس رکھوائی اور ایک رکشہ لے کر زخمی بچے کی طرف بڑھا۔ تبھی اس نے دل ہی دل میں خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ــــ 'پس یہ ثابت ہوا کہ جناب آپ انتہائی احمق ہیں کہ اپنے نفع نقصان کی فکر ہی بھول گئے۔ لیکن اصل معاملہ یوں ہے کہ اس ننھے سے انسان کو اس وقت آپ کے ہی جیسے کسی "احمق" کی ضرورت تھی ...... بڑے اطمینان اور خود اعتمادی سے وہ آگے بڑھا اور دونوں کی مدد سے بچے کو زمین پر سے اٹھوایا کسی طرح اس کو اپنے پاس بٹھا کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ بالوں پر لگی ہوئی گرد اور تنکے جھاڑے ...... اس کے دل میں ماتا کی ایک انوکھی سی کسک پیدا ہوئی جس پر وہ خود بھی حیران تھا کہ آج سے پہلے اس احساس سے وہ کبھی دوچار نہ ہوا تھا ...... شاید مائیں اسی لئے عظیم ہوتی ہیں ...... شاید اسی لئے اُن کے قدموں کے نیچے جنت ہوتی ہے ...... تو ...... کیا مائیں بھی "احمق" ہوتی ہیں ......؟

"اوہ"! بچے کے ماتھے سے مسلسل بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر اس کے منھ سے نکلا۔ رکشہ موڑتے وقت ایک طائرانہ نظر اس نے مجمع پر ڈالی بغیر کسی احساس برتری اور انداز تفاخر کے ...... بہت معذرت خواہ انداز میں اس نے لوگوں کو دیکھا جو کہ نہ جانے اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے ...... شاید بدھو ...... یا دیوتا یا دیوانہ ...... اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ جیسے ان کی نگاہیں شکر گذار ہوں اور جیسے ان پر سے ایک بوجھ ہٹ گیا ہوا۔

رکشہ جب بھیڑ میں سے نکلا تو ان نے دیکھا کہ ایک نوجوان اس کے رکشے کے ساتھ ساتھ سائیکل پر سوار چلا آرہا ہے۔

"میں آپ کے ساتھ چل رہا ہوں" اس نے کہا۔

"ضرور آئیے" نوجوان کی سائیکل کے کیریئر میں لگی کتابیں اس بات کی ضامن تھیں کہ وہ طالب علم ہے اور یقیناً اسے کلاس وقت سے پہنچنا ہوگا ...... بھیڑ چھٹ گئی، سب اپنی اپنی راہ ہوئے ــــ

"آپ کا نام ؟"

"راشد"

"کیا بتاؤں راشد صاحب مجبوری تھی وہ مجھے آفس جلدی پہنچنا ہے۔ شاید آپ بھی کلاس جا رہے ہوں ــــ" معذرت خواہ لہجے میں اس نے کہا۔

"آپ نے اچھا کیا ...... پتہ نہیں کس کا بچہ ہے" ...... راشد نے تشویش سے بچے کی طرف دیکھ جو اب بیہوش ہو چکا تھا۔ بڑی عقیدت سے اس نے کہا۔

"آج کی دنیا کو آپ جیسوں کی ہی ضرورت ہے۔"

"بس راشد صاحب بس میں خود سے شرمسار ہوں ...... بہرحال آپ نے مجمع کا ساتھ نہیں دیا اس چیز نے مجھے مزید شرمندگی سے بچا لیا ہے" احمد نے نوجوان طالب علم سے کہا۔

"ویسے بے وقوفی ہے نا کسی کے درد کو اپنا سمجھنا ...... ایں ......" اس کی خود اعتمادی بار بار جواب دیئے جا رہی تھی لیکن ضمیر گواہی دے رہا تھا کہ تم نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے ...... بچہ اس کی گود میں بے سدھ تھا اور سسک رہا تھا۔

اور اسی لمحے احمد کو محسوس ہوا کہ اس نوجوان کی نگاہیں جس کا نام راشد تھا، اس کے لئے عقیدت اور محبت سے لبریز ہیں اور وہ اسے بار بار یوں دیکھ رہا ہے جیسے وہ کوئی آسمانی مخلوق ہو!

"تم میری طرف یوں کیوں دیکھ رہے ہو مسٹر؟" احمد نے سوچا، "اتنے بڑے مجمع میں فقط تم ہی میرے ہمنوا نکلے اس پر میں شرمسار ہوں۔ ایک آواز کی بساط ہی بھلا کیا ہوتی ہے۔ لیکن شاید ایک آواز ہی کافی ہے۔ پوری بھیڑ اس وقت مجھے احمق سمجھ رہی ہوگی ...... لیکن ...... نگاہوں میں تشکر، احسان مندی ...... اوہ! یقیناً میرے جیسے بہت سے "احمق" ہوں گے اس بھیڑ میں پر سامنے کیوں نہیں آخر ...... آخر کیوں ......؟

"رکشے والے بیڑی تھوڑی دیر کے لئے مت پیو دھواں ادھر آرہا ہے" اس نے رکشے والے سے درخواست کی۔ انتہائی فرمانبرداری سے اس نے بیڑی کا باقی حصہ دور پھینک دیا۔

"بری لت ہے صاحب چھوٹتی ہی نہیں"

ذرا ہی دیر میں اسپتال سامنے تھا۔ احمد نے رکشے والے کو پیسے دینا چاہے جو اس نے واپس کر دیئے ــــ

"انھیں رکھئے صاحب جس مطلب سے آپ نے اسی سے ہم بھی" اس کے لہجے کی نرمی پر وہ حیران تھا۔ اس خیال سے کہ انسانیت ابھی زندہ ہے احمد کو قدرے سکون اور خوشی کا احساس ہوا

ابھی تو ہم یہیں ہیں۔ شاید کہ آپ کو کوئی کام لگے۔"
رکشے والے نے کہا۔ راشد نے اس کی مدد سے بچے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ احمد نے چہرے کو غور دیکھتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ اس شخص کے چہرے پر عجیب سی روشنی ہے۔ اس کی عقیدت کو بھانپتے ہوئے احمد نے سوچا۔ مت یاد رہے کہ متاثر ہونا عین بے وقوفی، عین بے عزتی کی نشانی ہے۔

دونوں ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھے۔ بچے کو اسٹریچر پر لٹا کر اندر لے جایا گیا۔ سرجن نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد باہر آ تشویشناک لہجے میں کہا:

"خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے بچے کی جان خطرے میں ہے۔ اس کے بلڈ گروپ کا خون اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔"

احمد کی گھبراہٹ ایک دم بڑھ گئی۔ "آپ میرا خون لے لیں ڈاکٹر صاحب۔" اس کا خون ٹسٹ ہوا پر وہ بچے کے خون سے میل نہیں کھاتا تھا۔ راشد کا بلڈ گروپ بھی مختلف نکلا۔ رکشے والے کا بھی خون ٹسٹ ہوا مگر نتیجہ صفر ... یہاں تک کہ سرجن نے اپنا خون بھی ٹسٹ کرالیا کہ ان لوگوں کے چہرے پر ایک اونچی کیفیت نظر آئی تھی لیکن اس سلسلے میں بھی ناکامی ہوئی۔

زخم میں ٹانکے لگائے جاچکے تھے لیکن اس وقت بچے کو گرم اور سرخ انسانی خون کی شدید ضرورت تھی اور وہ نایاب تھا!

"ڈاکٹر صاحب میں ابھی آیا پندرہ منٹ میں" احمد رکشے والے کو لے کر باہر نکل آیا۔

"وہیں پر چلو جہاں بچہ زخمی ہوا تھا اس دکاندار سے بات کروں گا جہاں سائیکل رکھی ہے۔"
رکشہ تیزی سے اسی سمت دوڑ پڑا جہاں ایکسیڈنٹ ہوا تھا اب وہاں زندگی نارمل تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو!

اچانک اس کی نظر اسکوٹر پر تیزی سے آتے ہوئے ایک شخص پر پڑی۔ یہ اس کے دفتر کے سب سے بڑے افسر شرافت حسین صاحب تھے ہمت جمع کر کے اس نے ان کو ہاتھ دیا۔ اسکوٹر رک گیا۔ "کیا بات ہے بھئی ؟" آنکھوں میں سوالیہ نشان تھے۔

"سر مجھے ایک بہت ضروری کام ہے آپ سے، ابھی یہیں پر ...... " وہ ہکلا رہا تھا۔

"دفتر نہیں گئے ؟ وقت تو ہو چکا ......"
سوال پوچھا گیا۔

وہ بوکھلا گیا۔ " سر ...... وہ ......"
نوکری چھوٹنے کا خوف اس لمحہ اس پر بُری طرح مسلط ہو گیا۔

"سر آپ سے ایک بہت ضروری بات..."

"آؤ پیچھے بیٹھ لو۔ مجھے گھر پر ایک کام ہے۔ کچھ کاغذات بھول آیا ہوں ...... آجاؤ میرے ساتھ ......"

"سر ...... وہ ......"

"جلدی کرو ...... بات گھر پہونچ کر ہوگی یہاں کیا تک ہے۔" شرافت صاحب نے ذرا تلخی سے کہا۔ چند لمحوں میں ہی ان کا خوب صورت مکان سامنے تھا۔ احمد آج پہلی بار ان کے گھر آیا تھا۔ اسکوٹر سے اتر کر اس نے کہا۔

"شرافت صاحب ایک بچہ بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔"

"تو میں کیا کر سکتا ہوں بھئی ......؟" شرافت صاحب نے جھنجھلا کر کہا ...... کتنی بھی جھنجھلانے والی بات ...... احمد کو محسوس ہوا کہ شاید واقعی وہ احمق ہے پھر بھی ...... احمق ہی نہیں۔ ہمت کر کے بولا۔

"سر آپ سے کہنا تو نہ چاہیئے کہ چھوٹا منہ بڑی بات لگتی ہے ...... اس بچے کے بلڈ گروپ کا خون مل نہیں رہا ہے میں نے بھی اپنا ٹسٹ کرالیا ...... وہ بچہ نہ جانے کس کا ہے۔ شاید آپ کا خون اس کے خون سے میل کھا جائے پلیز ......" اس کا حلق خشک تھا، لہجے میں منت تھی۔ نگاہوں میں التجا تھی جیسے بھیک مانگ رہا ہو۔

مرے مارے جہاں کا درد اپنے دل میں سمونے نہ جاتے آپ کو وقت پر دفتر پہنچنا چاہیئے۔ ایکسیڈنٹ تو ہوتے ہی رہتے ہی ہیں، موت برحق ہے۔ لوگ مریں گے نہیں تو دنیا میں پیدا ہونے والوں کے لئے جگہ کہاں سے آئے گی ؟) آپ کو دفتر میں ہونا تھا اس وقت ڈیوٹی از ڈیوٹی ویسے بھی نئی نوکری ہے۔" شرافت صاحب نے کہا۔
احمد نے سوچا یہ بھی ٹھیک ہی کہتے ہیں تو پھر کیا میں غلط سوچ رہا ہوں ہرگز نہیں اس نے خود اعتمادی کو زندہ رکھنے کی کوشش کی جو ہر لمحہ ختم ہو جانے کے چکر میں تھی!

ایک لمحے کے لئے شرافت صاحب کے دل میں خیال آیا کہ انسانیت کے رشتے سے ان کو اس وقت خون دینا چاہیئے۔ پھر سوچا کہ لوگ ان کو "احمق" سمجھیں گے اور اس کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھے کہ ان کی شخصیت مشکوک ہو جائے بولے۔

"کیا کریں گے حضرت آپ یوں ایک بچے کو بچا کر سیکڑوں لوگ آئے دن یوں ہی حادثوں اور وباؤں کے شکار ہوتے رہتے ہیں کہاں تک بچائیں گے آپ اوں ؟" انھوں نے احمد کی آنکھوں جھانکا۔ احمد کو ان کی آنکھوں میں گہری ہمدردی کے عکس نظر آئے۔ تو پھر ...... تو پھر ......

"سر پلیز ...... اس بچے کی جان سخت خطرے میں ہے، نہ جانے اس کے ماں باپ کہاں ہوں گے ...... شاید آپ کا خون اس کے خون سے ......" وہ گڑگڑایا۔

(آگے صفحہ ۵۳ پر) ←

نیشنل پروگرام

آر کے سری کانتن کا گائن : ۴ر دسمبر رات ساڑھے نو بجے

سری کانتن نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد آر کے کرشنا سورتی سے اور بعد میں اعلیٰ تعلیم اپنے بھائی آر کے وینکٹا راما شاستری سے پائی۔
سری کانتن کی گائیکی میں راگوں کی جذباتی کشش کے ساتھ ساتھ رچناؤں کی روح پائی جاتی ہے۔
مقبول فنکار سری کانتن سنٹرل اور اسٹیٹ اکیڈمی کے ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں اور بحیثیت میوزک پروڈیوسر آکاشوانی بنگلور سے منسلک رہے ہیں۔

شرن رانی کا سرود وادن : ۱۱ر دسمبر رات ساڑھے نو بجے

سرود کی مقبول فنکارہ شرن رانی نے علم موسیقی استاد اللہ الدین خاں سے حاصل کیا۔
شرن رانی کے سرود وادن میں راگوں کی تخیل پروازی، ان کی اصل روح اور مزاج کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ ان کے الاپ اور جود میں شیرینی اور گہرائی پائی جاتی ہے اور ان کی گتوں میں مناسب ترین زیروبم پایا جاتا ہے۔
شرن رانی اپنے فن کا مظاہرہ غیر ممالک کی محافل موسیقی میں کر چکی ہیں جہاں ان کو شائقین اور ناقدین دونوں سے داد و تحسین حاصل ہوئی۔

منگل شب کی محفل موسیقی

پدماکر کلکرنی کا گائن : ۱۴ر دسمبر رات دس بجے

خداداد شیریں اور پائدار آواز کے مالک پدماکر کلکرنی کی گائیکی سامع پر ہمیشہ ایک خوشگوار اثر چھوڑتی ہے۔
وسنت راؤ راج اپادھیائے، پنڈت نارائن راؤ ویاس اور سورگیہ لکشمن پرساد جے پور والے جیسے استادانِ موسیقی سے علم موسیقی حاصل کرنے کے بعد آج کل آپ وسنت راؤ دیش پانڈے سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔
حالانکہ آپ گوالیار، کرانہ اور جے پور گھرانے کی تقلید کرتے ہیں لیکن انتھک ریاض اور لگن سے اپنی انفرادی شناخت بھی بنا رہے ہیں۔
آپ ساتھ میں ہلکی اصناف موسیقی پد، بھجن، اسٹیج گیت بھی بخوبی گاتے ہیں۔

دوپہر
۲-۰۷ مشاعرہ
۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے
رات
۸-۰۰ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
نسیم بانو، امیر مینائی اور فانی بدایونی کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ جیون درپن
۱۰-۰۰ رو برو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
رنگ لال: خیال کوشک دھونی
اننت لال اور ساتھی: شہنائی پر راگ مدھوکونس

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
مہدی حسن صابری: غزلیں
ریتا گنگولی: جاں نثار اختر اور امیر قزلباش کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
امبا لال ستاری: وچتر وینا پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ضمیر احمد: ٹھمری، بھیروی، دادرا
دوپہر
۲-۰۷ گیتانجلی
۲-۳۰ بزمِ خواتین
(۱) افسانہ پیش ہے
(۲) غزل
(۳) خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سنیے
رات
۱-۱۵ آہنگِ نظم
۸-۳۰ حسنِ غزل
مہدی حسن صابری: غزلیں
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر پس منظر
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں: خیال درباری کانہڑہ
شمس الدین ڈباسائی فریدی: سرسوتی وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۵ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہرِ صبا
بیگم اختر: کیفی اعظمی اور جگر کا کلام
غلام علی: حسرت موہانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
امجد علی خاں: سرود پر راگ نٹ
۹-۳۲ چلتے چلتے
دوپہر
۲-۰۰ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ کہکشائیں
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
۹-۳۰ کجرن کارے
افضل حسین: ٹھمری تلک کامود
۱۰-۰۰ رنگارنگ
۱۱-۳۰ بھیم سین جوشی: خیال پوریا کلیان
امجد علی خاں: سرود پر نند کونس

پیر ۶ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
رونا لیلیٰ: فیض اور داغ کا کلام
سریندر کمار: عزیز وارثی اور رام کرشن مضطر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ہیرا لال: طبلے پر روپک تال
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مانک ورما: خیال اہیر بھیرو
دوپہر
۲-۰۷ دھنک
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات
۸-۱۵ آہنگِ نظم
۸-۳ حسنِ غزل
سریندر کمار: خمار اور تکمیل کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ کلامِ شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ داستان ایک شہر کی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
مانک ورما: خیال شدھ کلیان
ہیرا لال: طبلہ

منگل ۷ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہرِ صبا
ارملا ناگر، بانی ایم اے، بشیر بدر اور بشیر جھنجھانوی کا کلام
یونس سلیم: قیصر قلندر اور زبیر رضوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ججن سوپوری: سنطور پر راگ بسنت مکھاری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالویکا کانن: خیال دیسی توڑی
دوپہر
۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
اسپورٹس میگزین
رات
۸-۰۰ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
ارملا ناگر: رضا امروہوی اور راجیش کمار اوج کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
مالویکا کانن: خیال نائیکی کانہڑہ
ججن سوپوری: سنطور پر راگ پوریا کلیان

بدھ ۸ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
شبیر حسین: خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
شانتی ہیرانند: حفیظ جالندھری، آل رضا اور حامد لکھنوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
وی جی جوگ: وائلن پر جوگ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
رشید حسین خاں: خیال توڑی
دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزمِ خواتین
(۱) آرائشِ جمال: میک اپ کیوں کریں؟ پرومیلا مہرہ کے ساتھ انٹرویو
(۲) گیت
(۳) کام کی باتیں
۳-۰۰ فلمی دنیا
رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسنِ غزل
شبیر حسین: غالب کا کلام
۸-۴۵ ساز اور آواز
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
رشید حسین خاں: خیال چندر کونس
وی جی جوگ: وائلن پر راگ جے جے ونتی

جمعرات ۹ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
قوالیاں
۶-۲۵ شہرِ صبا
مدھو بالا چاؤلہ، پی پی سریواستو: جیالال وسنت اور جگر کا کلام
راحت علی: غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت

خبریں

دہلی الف: خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)

ہندی: صبح ۰۰-۹، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ شام ۵-۰۰ (عالمی) شام ۵-۰۰، ۱۰-۰۰ (علاقائی)

رات ۴۵-۸، ۵-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۲ سنسکرت: صبح ۶، شام ۶-۱۰

اردو: صبح ۰۵-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور رات ۱۵-۰۵ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۰۰-۳

دہلی ب: ہندی: دوپہر ۴۵-۲ (دیہی رفتار) انگریزی: صبح ۱۰-۹ دوپہر ۱-۰۰، ۳-۰۰ (بزنس)

شام ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۵-۱۱ (عالمی) پنجابی: صبح ۸-۳ شام ۳-۷ ہندی نیوز ریل: صبح ۵ بجے

دہلی د: ہندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹ کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

بدھ یکم دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ ستیہ دیو پوار، وائلن

۹-۰۰ سے رات ۱۰-۳۰

ایشیائی کھیلوں کی نشریات

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ الابھونگ، خیال

۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۴۰

ستیہ دیو پوار، وائلن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

ملیالم لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'پنکی دوپٹہ'، جھلکی

تحریر: سریندر کوشک

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

نثار حسین خاں، گائن

۷-۵۰ سنگم، گجراتی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۴

سور منجوشا — رس ترنگ

۳-۳۰ چمپا نارائن، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پریم ناتھ، گیت، غزلیں

۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۲ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ حفیظ احمد خاں، گائن

۹-۰۰ سے رات ۱۰-۳۰

ایشیائی کھیلوں کی نشریات

رات

۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

پپو چندر شیکھر، وینا دادن

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ برہمند کمار شرما، ستار

۱۱-۳۰ حفیظ احمد خاں، گائن

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

بنگلہ لوک گیت

۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ

۵-۴۰ بال کاریہ کرم

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

بسم اللہ خاں، شہنائی

۷-۵۰ سنگم، مراٹھی گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

برج لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۴

سور منجوشا — رس ترنگ

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

سگم سنگیت

۹-۳۰ ورس اینڈ وائسس

جمعہ ۳ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱ چندن داس، سرود

۹-۰۰ سے رات ۱۰-۳۰

ایشیائی کھیلوں کی نشریات

رات

۱۰-۳۰ ایم ڈی رامالی، کرناٹک گائن

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲ سوم تیواری، گائن

۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۴۰

چندن رائے، سرود

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

مراٹھی لوک گیت

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

نصیر احمد خاں، گائن

۷-۵۰ سنگم، تیلگو گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۴

سور منجوشا — رس ترنگ

۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

ایم ڈی رامالی، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

راجندر کمار کا چیرو، گیت، غزلیں

۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین

ہفتہ ۴ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ مشکور علی خاں، گائن

۹-۰۰ سے رات ۱۰-۳۰

ایشیائی کھیلوں کی نشریات

دہلی 'د'

صبح

۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰

ونیش کمار پربھاکر، وائلن

۱۱-۳۰ ظہیر احمد خاں، ٹھمری، دادرا

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی

گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی

پنڈت اوم کار ناتھ ٹھاکر، گائن

۷-۵۰ سنگم، کنڑ گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری

گڑھوالی لوک گیت

دوپہر

۲-۱۵، ۲-۰۴

سور منجوشا — رس ترنگ

۳-۳۰ مشکور علی خاں، گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵

پرسار گیت

۹-۳۰ اور گیسٹ ٹونائٹ

اتوار ۵ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ غلام دستگیر خاں، ستار

۹-۰۰ بال کاریہ کرم

۱۰-۰۰ منور علی خاں، گائن

۱۱-۰۲ یووا وانی سے

۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۳۵

کرناٹک سنگیت

ٹی ایس راگھون، گائن

دوپہر
۱۲-۱۵ 'نیا نگر' سلسلہ وار جھلکی
تحریر و پیشکش : چرنجیت
۲-۳۰ 'منشیہ کے روپ'
یش پال کے ناول سے ماخوذ
ترتیب : رمیش ادھیائے
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ
رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پروین سلطانہ ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، آسامی گیت
۹-۱۵ اپنی نگری
دوپہر
۳-۱۵ ، ۳-۲۰-۴
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ غلام دستگیر خاں ، ستار
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
سدیش سنہا ، گیت ، بھجن
۹-۳۰ کرنٹ افئیرز

پیر ۶ دسمبر
دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۵
او. پی. کپور ، ٹھمری ، دادرا
۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
چیت دلوبرمن ، اسراج
۱۱-۳۰ پربھا اترے ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تیلگو لوک گیت
۲-۳۰ 'ایک مسیحا کی موت' ناٹک
تحریر : اوم تیواری ارون
رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

انت لال و ساتھی ، شہنائی
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
علی اکبر خاں ، سرود
۷-۵۰ سنگم ، سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
اودھی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۳-۲۰-۴
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ چیت دلوبرمن ، اسراج
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
اسٹینلے والڈسٹر ، گیت ، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۷ دسمبر
دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
نرنجن پرشاد ، بانسری
۱۱-۰۲ بینظیر بیگم ، ٹھمری ، دادرا
۱۱-۳۰ سعید خاں ، ستار
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
آسامی لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان
رات
۸-۰۰ اپ لوک منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ 'پیاسے پتھر' ناٹک
تحریر : رابندر ناتھ ٹیگور
ہندی ترجمہ : رگھویر سہائے
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
روشن آرا بیگم ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۳-۲۰-۴
سورمنجوشا — رس ترنگ

۳-۳۰ بینظیر بیگم ، ٹھمری ، دادرا
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
صغریٰ جعفر ، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر

بدھ ۸ دسمبر
دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۴۰
روہانی بھٹا چاریہ ، گائن
۱۱-۰۲ ، رات ۹-۰۰
اوم پرکاش ، وبرا
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
[illegible] لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ 'نیا نگر' سلسلہ وار جھلکی
تحریر و پیشکش : چرنجیت
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ پرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
نکھل بنرجی ، ستار
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
استاد احمد جان تھرکوا ، طبلہ
۷-۵۰ سنگم ، گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
میتھلی لوک گیت
دوپہر
۳-۱۵ ، ۳-۲۰-۴
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ تارانٹ راجن ، گائن
شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
شوبھا راؤ ، گیت ، بھجن ، غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۹ دسمبر
دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰ ، رات ۹-۰۰
مصطفیٰ رضا ، وچتر وینا

۱۱-۰۲ سدھیشوری دیوی ، گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
کونکنی لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۲۰ بال کاریہ کرم
رات
۹-۱۵ سندھی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، فیچر
۱۰-۰۰ سری کانت باکرے ، گائن
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
این۔ رامامورتی ، گائن
دہلی 'ب'
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
استاد رجب علی خاں ، گائن
۷-۵۰ سنگم ، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت
دوپہر
۳-۳۰ این۔ راماموتی ، گائن
شام
۶-۱۵ ، ۸-۴۵
پی ناز ڈولی مسانی ، غزلیں
۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۱۰ دسمبر
دہلی 'الف'
صبح
۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰
غلام صادق خاں اور
غلام سراج خاں ، گائن
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۴۰ ، رات ۹-۰۰
سدھیر گوتم ، سنطور
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ کرناٹک سنگیت
این سوامی ناتھن ، بانسری

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
برج بھوشن کابرا : گٹار
۷-۵۰ سنگم : تامل گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ این سوامی ناتھن : بانسری

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
انجلی بنرجی : گیت، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : فیچر

هفته ۱۱ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، رات ۹-۰۰
امرناتھ : بانسری
۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰
انیتا رے : گائن
۱۱-۳۰ محمد احمد بنتے : سارنگی

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ آج کے اتتھی
۹-۳۰ شرن رانی : سرود

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سنندہ پٹنائک : گائن
۷-۵۰ سنگم : ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
کشمیری لوک گیت

۳-۱۵، ۴-۰۲
ونکمار چٹرجی : رابندر سنگیت
۳-۳۰ امرناتھ : بانسری

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اورگیٹ ٹونائٹ

اتوار ۱۲ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، رات ۹-۰۰
سمتی مٹانکر : گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ شرمتی شاسین : ستار
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰، سہ پہر ۵-۲۵
کرناٹک سنگیت
وی کے راما نجم : وائلن
۱۲-۱۵ 'چناؤ اور انگوٹھی' جھلکی
تحریر : وبھادیو سرے
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات

۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ سنگیت پترکا
۱۰-۰۰ چین
پنڈت نتیش راجیندر بہرے لوا : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
رام نارائن : سارنگی
۷-۵۰ سنگم : اڑیہ گیت
۹-۱۰ اپنی نگری
۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ سمتی مٹانکر : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
چندرکانت گندھرو : گیت، بھجن
اور ملتانی کافی
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۱۳ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
اشوک کمار رائے : سرود
۱۱-۰۲ وسنت ٹھکار : گائن
۱۱-۳۰ سامتا پرساد : طبلہ
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
تامل لوک گیت

۱۲-۳۰ 'پیاسے پتھر'
رابندر ناتھ ٹیگور کے ناول پر مبنی
ترجمہ : رگھوبیر سہائے

رات

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سبدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
لکشمن داس سندھو : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سنگھ بندھو : گائن
۷-۵۰ سنگم : سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت
۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ وسنت ٹھکار : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
نیلا ساہنی : گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ سائنس سیل

منگل ۱۴ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰ کرشنا لشٹ اور بھارتی چکرورتی
گائن

۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰
منیر خاں : سارنگی
۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰
مشتری بیگم : ٹھمری، دادرا
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت

رات

۸-۰۰ ادیوگ منڈل
۸-۱۵ وگیان وارتا
۹-۳۰ 'مرگ ترشنا' : ناٹک
لکشمی کانت دیش مکھ کے مراٹھی
ناول کا ہندی عکس
پیشکش : کویتا کیداری
۱۰-۰۰ پدما کلکرنی : گائن

دہلی 'ب'

صبح ۷-۳۰ سنگیت سوربھی
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار
۷-۵۰ سنگم : بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
للیتا ناگ راجن : تامل گیت
۳-۳۰ کرشنا لشٹ اور بھارتی چکرورتی :
گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
دینا ناتھ : گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر

بدھ ۱۵ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۳۰
اجیت سنگھ : وچترو ینا
۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
غلام حسین خاں : گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ 'چناؤ اور انگوٹھی' جھلکی
تحریر : وبھادیو سرے
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ
۱۰-۰۰ دیپالی ناگ : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
وسنت راؤ دیشپانڈے
۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت
۹-۰۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۳-۳۰ وسنتھا گوپال کرشنن : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
کمل ہنس پال : گیت، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

میڈیم ویو لکھنؤ الف: ۳۰۰.۱ میٹر ۱۰۰۰ کلوہرٹز لکھنؤ ج ۲۴۳.۶ میٹر ۱۲۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو لکھنؤ ب: ۹۲.۰۶ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز۔ صبح ۵-۵۵ سے ۹-۰۰ بجے تک اور شام ۵-۱۵
(۹۰۰-۸۴) میٹر ۴۸۸۰ کلوہرٹز ۳۱.۳۸ میٹر ۹۵۶۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی: صبح ۸-۰۰ (علاوہ...) ہندی صبح ۷-۰۰ بجے دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ بجے، شام ۵-۰۰، شب ۸-۴۵ اور ۱۰-۰۵ بجے
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰ بجے شب ۹-۰۰ اور ۹-۰۰ بجے
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ بجے شام ۶-۰۰ بجے اردو: صبح ۸-۰۵ بجے شب ۹-۱۵ بجے سنہ (ہندی) صبح ۷-۰۰ بجے
ضلع کی چیش: صبح ۵-۰۵ بجے مقامی: دوپہر ۲-۳۰ بجے (اردو) صبح ۷-۳۰، شام ۷-۳۰ بجے (ہندی)

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

لکھنؤ الف

صبح

- ۵-۵۵ وندے ماترم / منگل دھونی
- ۶-۰۵ کرشی چرچا اور موسم کا حال
- ۶-۱۰ آرادھنا
- ۶-۲۰ گاؤں میں چرچا (جمعہ)
- ۶-۰۵ وچار دھارا (جمعہ کے علاوہ)
- ۶-۵۰ آج کا پروگرام اور موسم کا حال
- ۷-۰۵ مانس گان
- ۷-۱۵ روزگار سے متعلق اطلاعات
- ۷-۲۰ آپ کے آس پاس، فیچر (اتوار)

سنسکرت شکشا (سوموار، بدھ، جمعہ)
بھاشا شکشا (منگل، جمعرات، ہفتہ)
سوریلا: ہندی میں نظم خوانی (جمعہ)

- ۸-۰۰ لوک گیت
- ۸-۳۰ اردو پروگرام
- ۹-۱۰ لوک زندگی سماچار (اتوار)
- ۹-۱۵ خط کیلئے شکریہ (اتوار)
- ۹-۳۰ نرمی، آپ شاستریہ سنگیت (اتوار)

اختتام (اتوار کے علاوہ)

- ۹-۴۵ بال سنگھ (اتوار)
- ۱۰-۳۰ بہار دیوار کی (اتوار)
- ۱۱-۳۰ اختتام

دوپہر

- ۱۲-۰۰ پاروزری ریڈنا
- ۱۲-۱۰ دیہاتیوں کیلئے (علاوہ اتوار)
- ۱۲-۰۰ کاریہ شیل مہلاؤں کیلئے (اتوار)، ملے جلے گانے (پیر)

من بھاون (منگل اور ہفتہ)

- سب رس (بدھ)
- چترپٹ سے (جمعرات)
- ۱۰-۱۰ آج اتوار ہے جھلکی (اتوار)
- گمراگن (پیر، ...)
- گیت مکشی (منگل جمعہ)
- راگ رنگ (ہفتہ)
- ۱-۱۰ لوک گیت (اتوار)
- ۱-۳۰ جوانوں کے لیے
- ۲-۲۰ دیہاتی اور کسان
- ۲-۳۵ موسم کا حال اور اختتام

شام

- ۴-۲۰ دیش گان (اتوار کے علاوہ)
- اس ماس کا گیت (اتوار)
- ۴-۳۵ لوک گیت
- ۴-۴۵ مقامی اطلاعات
- ۵-۰۰ یووا وانی
- ۵-۲۵ فلم سنگیت (بدھ کے علاوہ)
- خط کیلئے شکریہ (بدھ)
- ۶-۰۰ گمشدہ افراد سے متعلق اطلاعات
- ۶-۱۵ شرمک ریڈیو گوشٹھی (اتوار)
- مزدور منڈل (اتوار کے علاوہ)
- ۶-۲۵ آج اور کل کے کاریہ کرم
- ۶-۵۰ ساتھیوں کیلئے (منگل اور جمعہ کے علاوہ)
- دیہاتی ریڈیو گوشٹھی (منگل اور جمعہ)
- ۷-۳۰ لوکائن
- (اتوار، پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
- آؤ بچو (بدھ)
- بال گوپال (جمعہ)
- ۸-۰۰ ہندی تقریر

(اتوار، پیر، بدھ، جمعرات، جمعہ)

- سنسکرت پروگرام (منگل)
- پریہ چرچا (پہلے اور تیسرے ہفتہ کو)
- رنگا رنگی (دوسرے ہفتہ کو)
- ...(چوتھے ہفتہ کو)
- ۹-۳۰ انگریزی تقریر (اتوار، بدھ، جمعہ)
- ۹-۴۵ بھارت بھارتی (منگل)
- ۱۰-۰۵ گیت سنگیت (اتوار)
- پریہ کلیاں پرشنوتری (جمعہ)
- ۱۰-۰۰ سا ہتکی (پہلے اور چوتھے پیر کو)
- تنا کر موسیقی کا تنقیدی جائزہ (اتوار)
- ۱۰-۱۱ موسم کا حال اور اختتام

لکھنؤ ب

صبح

- ۶-۵۵ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۷-۴۵ اختتام
- ۸-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۹-۳۱ اختتام
- ۱۱-۳۰ لکھنؤ الف کے مطابق (صرف اتوار)

دوپہر

- ۱۲-۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۲-۳۵ اختتام

شام

- ۴-۲۰ لکھنؤ الف کے مطابق
- ۵-۴۵ انزان پروگرام (لکھنؤ اور نجیب آباد)
- ۶-۴۵ لکھنؤ الف کے مطابق

شب

- ۱۱-۱۰ اختتام

بدھ یکم دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام
مزاحیہ خاکہ
مزاحیہ کلام

دوپہر

- ۱۲-۰۰ سگم سنگیت
- ۱۲-۳۰ من بھاون
- ۱-۱۰ راگ رنگ
- ۴-۳۰ نوجوانوں کیلئے
- ۴-۴۵ آؤ بچو

شام

- ۷-۳۰ پیتر کیلئے دھنیہ واد
- ۷-۵۰ بھاؤ بمب

جمعرات ۲ دسمبر

صبح ۸-۳۰ اردو پروگرام
خط کیلئے شکریہ
رنگ تغزل

دوپہر

- ۱۲-۳۰ سنگیت سنواد
- ۴-۳۰ جوانوں کیلئے
- ۴-۴۵ لوکائن

شام

- ۷-۳۰ گیان جگت

جمعہ ۳ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو میگزین پروگرام
(۱) خطوط کے آئینے میں ' فراق گورکھپوری '
تقریر از ڈاکٹر ایس ایم عقیل رضوی
(۲) کلام شاعر: عمر انصاری

دوپہر

- ۱۲-۳۰ ایک ہی فنکار۔ فلمی گانوں پر مبنی
- ۴-۳۰ جوانوں کیلئے
- ۴-۴۵ بال گوپال

شام

- ۷-۳۰ جن جیون
- ۸-۱۵ رویندر سنگیت

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام: خواتین کیلئے
(۱) 'خالی وقت کا صحیح استعمال' تقریر
(۲) افسانہ

سہ پہر

- ۴-۴۵ لوکائن

شام

- ۷-۳۰ کھیل جگت
- ۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی

اتوار ۵ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام
اسرار الحق مجاز کے ادبی اور زندگی
کے حالات پر مبنی فیچر
- ۹-۳۰ 'نکڑ' یووا فنکار اور مصنف
- ۱۰-۳۰ منجوشا

سہ پہر

- ۴-۴۵ لوکائن

شام

- ۷-۳۰ بات ایک فلم کی

سنسکرت پروگرام ۸-۱۵
سنگیت رس ۱۰-۰۰

پیر ۶ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام: ملاقات
امرت لال ناگر سے کے کے نیر کی گفتگو
- ۹-۱۰، رات ۹-۴۵ تا ۱۰-۳۰
گنیش پرساد مصر: خیال

شام

- ۷-۳۰ یووا مانس
- ۸-۰۰ دیش ودیش

منگل ۷ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو میگزین
(۱) اپنا بھی زمانہ تھا ' مولوی گنج ' گفتگو
(۲) افسانہ از رتن سنگھ
- ۹-۱۰ منور علی خاں: خیال

دوپہر

- ۱۲-۳۰ اندر دھنش: ملے جلے گانے

شام

- ۷-۳۰ کلا جگت
- ۸-۱۵ سنسکرت پروگرام
- ۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۸ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام
(۱) کھیل کی دنیا: کھیلوں پر تبصرہ
(۲) رنگ تغزل
- ۹-۱۰ بگدیش پرساد: خیال

دوپہر

- ۱-۱۰، رات ۱۰-۳۰
الیاس خاں: ستار

جمعرات ۹ دسمبر

صبح

- ۸-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست
- ۹-۱۰، سہ پہر ۴-۳۰، رات ۱۰-۳۰
سریندر شنکر اوستھی: خیال

رات

- ۹-۳۰ نیشنل پروگرام: فیچر

جالندھر "الف" ۴۴۳۶۳ میٹر ۸۲۳ کلو ہرٹز جالندھر "ب" ۲۷۰۴۴ میٹر ۰۲ ۷ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ ۲۰۹۶ میٹر ۱۴۴۰ کلو ہرٹز (شام ۰۰-۶ تا ۳۰-۶ تک)

خبریں

ھندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

جالندھر "الف"

صبح
۲۵-۶ بندے ماترم اور منگل دھونی
۳۰-۶ آرادھنا : بھگتی سنگیت
۵۵-۶ موسم اور کھیتی باڑی
۰۵-۷ امرت بودھ
۱۰-۷ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۱۵-۷ آسادی وار (صرف اتوار)
۰۵-۹ سائنیکی

دوپہر
۰۵-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم اور اننت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت

شام
۳۰-۵ گوروانی وچار
۰۰-۶ صوبائی خبریں اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک خبریں (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار خبریں
۱۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر "ب"

صبح
۱۰-۱۰ اسکول براڈکاسٹ

شام
۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

بدھ یکم دسمبر

صبح
۳۰-۷، رات ۳۰-۱۰
شام لال : شہنائی
۵۰-۸ اکبر علی جودھاں، لوک گیت
۰۰-۹ سے رات ۴۰-۹
ایشیائی کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال

جمعرات ۲ دسمبر

صبح ۳۰-۷، رات ۳۰-۱۰
ایراائے چودھری ، خیال
۲۰-۸ گوردیپ کور ، لوک گیت
۰۰-۹ سے رات ۴۰-۹
ایشیائی کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال

جمعہ ۳ دسمبر

صبح
۳۰-۷، رات ۳۰-۱۰
الیس کے دتہ ، ستار وادن
۲۰-۸ پنجابی گیت
۵۰-۸ عمدور سنگھ امن اور ساتھی
صوفیانہ کلام
۰۰-۹ سے رات ۳۰-۹
ایشیائی کھیلوں کا آنکھوں دیکھا حال

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح
۳۰-۷ ونائیک راؤ پٹوردھن ، خیال
۲۰-۸ شبد
۱۵-۹، شام ۴۵-۷
نریندر کمار شرما ، بھجن ، غزلیں

دوپہر
۱۵-۱۲ غزلیں
۳۰-۱۲ لوک رنگ
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ لوک گیت

رات
۳۰-۹ نیشنل پروگرام

اتوار ۵ دسمبر

صبح
۱۵-۷ آسادی وار
۴۵-۷ پریتی ہمب
۱۵-۹ بال جگت
۰۰-۱۰ چانن رشماں
۳۰-۱۰ آپ کی فرمائش

دوپہر
۰۰-۱۲ ریتا گنگولی ، ٹھمری ، دادرا
۳۰-۱۲ ناری سنسار
۳۰-۲ گورچرن سنگھ گوبلواڑ ڈھاڈی ساتھی واراں
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ چمن لال گورداسپوری اور ساتھی لوک گیت

شام
۴۵-۷ جاگرت
۰۰-۸ شبد گائن
۳۰-۱۰ بڑے غلام علی خاں ، خیال

پیر ۶ دسمبر

صبح
۳۰-۷، رات ۳۰-۱۰
سیارام تیواری ، خیال
۲۰-۸، شام ۴۵-۷
پنجابی گیت
۵۰-۸، رات ۱۵-۱۰
ہردیو سنگھ خوشدل ، لوک گیت
۱۵-۹ شبد

دوپہر
۰۰-۱۲ تہاڈی پسند
۴۵-۱۲ جیون جاچ
۳۰-۲ بلونت سنگھ گولیشر و ساتھی ، کویشری
۰۵-۵ بال واڑی

رات
۰۰-۱۰ پنجابی ناٹک

منگل ۷ دسمبر

صبح
۳۰-۷، شام ۴۵-۷
مالبیکا کانن ، خیال
۲۰-۸ گردھاری لال و ساتھی ، بھینٹاں
۱۵-۹ جاگرت

دوپہر
۰۰-۱۲ نالے گلاں نالے گیت
۳۰-۱۲ ترنجن : دیہی عورتوں کیلئے
۳۰-۲ دھنا سنگھ رنگیلا ، لوک گیت
۰۵-۵ پنجابی گیت
۱۵-۵ سنت سنگھ بندرا ، لوک گیت

رات
۳۰-۹ کھیت سنسار
۰۰-۱۰ پی. ایس. گھنٹوکر ، وائلن

بدھ ۸ دسمبر

صبح
۱۵-۷ قدم قدم پڑاپڑا
۳۰-۷، رات ۳۰-۱۰
جوگندر تقی ، کلارنٹ
بی- لال ، طبلہ سنگت
۵۰-۸ ہربھجن سنگھ ناہل اور ساتھی لوک گیت
۱۵-۹، دوپہر ۱۵-۱۲
بھائی بلبیر سنگھ و ساتھی ، شبد

دوپہر
۰۰-۱۲ سامتا پرساد ، طبلہ
۳۰-۱۲ چنگی صحت
۲۰-۲ رن داس ، غزلیں
۳۰-۲ سوندر سنگھ پردیسی ، لوک گیت

5-00 پھلجھڑی : ننھے منوں کیلئے

شام

7-45 پنجابی گیت

9-30 آپ کی فرمائش

جمعہ ۹ دسمبر

صبح

7-30، دوپہر 12-00
دیپک چیٹرجی : خیال

7-45، رات 10-30
برج نارائن : سرود

8-30 جگموہن کور : لوک گیت

8-50، سہ پہر 5-05
پنجابی گیت

9-15، دوپہر 12-15، شام 7-05
اجیت کور، شبد، گیت، غزل

دوپہر

12-30 ناری سنسار

2-30 دلبارا سنگھ مانگٹ اور ساتھی
لوک گیت

5-15 سدیش کپور، لوک گیت
ہزاری لال : ڈھولک

رات

8-00 پیری مل، ادبی پروگرام

10-00 پنجابی کوی گوشٹی

جمعہ ۱۰ دسمبر

صبح

7-30، دوپہر 12-00
بلدیو کرشن شرما : ستار

7-45، دوپہر 12-15
او۔ پی۔ کپور، ٹھمری

8-20، شام 7-45
مہندرپال سنگھ نگینہ : شبد

8-50، رات 10-15
برکت سدھو، صوفیانہ کلام
اور لوک گیت

9-15، دوپہر 12-30
مادھوری ما، گیت و بھجن

دوپہر

12-45 پریوار کلیان پروگرام

2-30 بلغ سنگھ : لوک گیت

5-05 پنجابی گیت

5-15 راجندر سنگھ راج و ساتھی

لوک گیت

رات

9-30 ہندی ناٹک

10-30 راجن مشرا، ساجن مشرا، خیال

هفته ۱۱ دسمبر

صبح

7-15 کتھا لوک

7-30 ہری پرساد چورسیہ : بانسری

8-00 شبد

8-50، سہ پہر 5-05
پنجابی گیت

9-15، رات 10-08
پشپا ہنس اور چندرکانت
گیت و غزل

دوپہر

12-00 شری پوکا ایکر، سدھ سنگیت

12-15 پشپا ہنس، گیت

12-30 جگجیت سنگھ زیروی، لوک گیت

2-30 ساڈے آس پاس

5-15 ہربریت، لوک گیت

شام

7-45 چندرکانت، کافیاں

9-30 نیشنل پروگرام، موسیقی
شرن رانی : سرود

اتوار ۱۲ دسمبر

صبح

7-15 آسا دی وار

7-45 پرتی بمب

9-15 بال جگت

10-00 چانن رشماں

10-30 آپ کی فرمائش

دوپہر

12-00 شوبھا گورتو، ٹھمری، دادرا

12-30 ناری سنسار

2-30 جیدیو سنگھ بیلا جٹ، لوک گیت

5-05 پنجابی گیت

5-15 جوگا سنگھ جوگی و ساتھی، کویشری

شام

7-45 جاگرت

8-30 احمد حسین، محمد حسین، گیت و غزل

10-00 شبد

10-30 استاد فیاض خاں، خیال

پیر ۱۳ دسمبر

صبح

7-15 'اننتی دی راہ تے'

8-20، شام 7-45
پنجابی گیت

8-50، رات 10-15
گورمیت کور باوا و ساتھی،
لوک گیت

9-15 جھلکی

دوپہر

12-00 تہاڈی پسند

12-45 پریوار کلیان

2-30 رنبیر سنگھ رانا، لوک گیت

5-05 بال واڑی

رات

9-30 پنجابی ناٹک

10-30 ترنا گروپاس، سرود

منگل ۱۴ دسمبر

صبح

7-30 اجیت سنگھ پنٹل، خیال

8-20 جسبیر سنگھ خوشدل، لوک گیت

8-50، سہ پہر 5-05
پنجابی گیت

9-15 جاگرت

دوپہر

12-00 نالے گلاں نالے گیت

12-30 ترنجن

2-30 بلدیو سنگھ بندھاوا، لوک گیت

5-14 ہری سنگھ رنگیلا، لوک گیت
بلدیو سنگھ شونکی، الغوزہ سنگت

شام

7-45 شری کانت باکرے، سدھ سنگیت

10-00 منگل شب کی محفل موسیقی
پدما گلکرنی : گائن

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح

7-30، رات 10-30
سروجیت : ستار وادن
پون کمار ورما : طبلہ سنگت

8-20 پنجابی گیت

8-50 کلدیپ سنگھ پردیسی، لوک گیت

9-15، دوپہر 12-15، شام 7-45
بھائی ہرچند راگی و ساتھی، شبد

دوپہر

12-00 پون کمار ورما : طبلہ

12-30 چنگی صحت

2-30 سوہن لال : لوک گیت

5-05 پھلجھڑی : ننھے منوں کیلئے

رات

9-30 آپ کی فرمائش

دوپہر

1-10 بندیا
(۱) مسئلہ کا حل
(۲) کیسے بنائیں شوپاس
(۳) گیت، غزلیں

1-40 علی اکبر خاں : سرود

شام

7-00 کرشی جگت

8-00 اوشا ٹنڈن : غزلیں

منگل ۱۴ دسمبر

صبح

7-45 جگدیش سنگھ ٹھاکر، گیت/غزلیں

8-21 رجنی ٹنڈن، لوک گیت

دوپہر

1-40 بھیم سین جوشی، خیال

شام

7-45 قانونی مدد

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح

7-45 پوربی مکرجی : سگم سنگیت

دوپہر

1-10 آنچل

1-40 روی شنکر : ستار وادن

شام

7-00 کرشی جگت

8-10 ڈی وی پلسکر : خیال

روھتک

میڈیم ویو ۴۱۲ میٹر ۷۲۸ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۲-۰۰ شام ۵-۰۵ رات ۸-۴۵

انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۰۰-۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶ - ۲۰ اور ۵-۰۵ شام بھگتی سنگیت

۶ - ۵۵ کھیتی باڑی

۷ - ۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷ - ۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر

۸ - ۲۰ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کیلئے)

۸ - ۴۰ سب رس

دوپہر

۱ - ۱۰ فلمی سنگیت

۱ - ۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲ - ۲۰ لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار

۶ - ۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۶ - ۳۰ گرامین سنسار

۷ - ۳۰ روزگار سماچار

۹ - ۱۵ ایک فلم سے

۱۰ - ۰۰ ہیرا دیوی مشرا، شوبھا گرتو کلاسیکی موسیقی

بدھ یکم دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷ - ۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰ برج بھوشن کابرہ، کلاسیکی موسیقی

۸ - ۲۱ لوک سنگیت

۱۲ - ۳۰ دھرتی کے گیت

۱ - ۰۰ کسترنیں

۱ - ۴۰ طلبا کیلئے

۲ - ۲۰ نیت رام وساتھی، لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار

۶ - ۱۰ ننھے منے، گیت، کہانی

۶ - ۳۰ کرشی جگت

۷ - ۰۰ گرامین سنسار

سوال و جواب

۸ - ۰۰ ایک فلم سے 'ہرے راما ہرے کرشنا'

جمعرات ۲ دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

شکنتلا دھیمجہ، سگم سنگیت

۷ - ۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰ چلتے چلتے

۸ - ۲۱ پیارے لال سانگی، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ ایک رنگ

۱ - ۰۰ ورندگان

۱ - ۴۰ طلبا کیلئے

۲ - ۲۰ رام کمار اور رام نواس شرما لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار

سرگم

۶ - ۱۰ پنجابی گیت

۶ - ۳۰ کرشی جگت

۷ - ۰۰ گرامین سنسار

۸ - ۰۰ گھر آنگن

۹ - ۱۵ ایک فلم سے 'ہنی مون'

۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام

جمعہ ۳ دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷ - ۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰، رات ۱۰-۰۰

کمل سہگل، لوتیا سہگل، کلاسیکی موسیقی

۸ - ۲۱ کپور چند، لوک سنگیت

۸ - ۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲ - ۳۰ گائی پنکتی

۱ - ۰۰ ورندگان

۱ - ۴۰ طلبا کیلئے

۲ - ۲۰ بلے رام دہیا و بلے رام متانہ، لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار 'پترلیکا'

۶ - ۱۰ راجستھانی گیت

۶ - ۳۰ کرشی جگت

۷ - ۰۰ گرامین سنسار

۸ - ۰۰ کھیل جگت

۹ - ۱۶ ایک فلم سے 'ہیرا رانجھا'

۹ - ۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷ - ۲۵ فریدآباد ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰ ستیش پرکاش قمر، شہنائی پر راگ میاں کی توڑی

۸ - ۲۱ صوبے رام، لوک سنگیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ پھر سنیئے

۱ - ۰۰ ورندگان

۱ - ۴۰ اساتذہ کیلئے

۲ - ۲۰ لال چند، لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار

سوال و جواب

۶ - ۱۰ ہماچلی گیت

۶ - ۳۰ کرشی جگت

۷ - ۰۰ گرامین سنسار

۸ - ۰۰ ہریانہ درشن

۸ - ۳۰ سور لہری

۹ - ۱۶ ایک فلم سے 'ہریالی اور راستہ'

۹ - ۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۵ دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

سبھاش چندر سینی، لوک سنگیت

۷ - ۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰ ننگرداؤ، راگ پہاڑی دھن

۸ - ۲۱ بال کنج

۹ - ۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲ - ۳۰ ناری جگت

۱ - ۰۰ کھلا آکاش

۱ - ۴۰ پتر آپکے گیت ہمارے

۲ - ۲۰ منشی رام، لوک سنگیت

شام

۵ - ۳۰ یووا سنسار

نوجوانوں کی پسند

خطوں کے جواب

۶ - ۱۰ مارواڑی گیت

۶ - ۳۰ کرشی جگت

۷ - ۰۰ گرامین سنسار

آپ کی پسند

۸ - ۰۰ آج اتوار ہے

۸ - ۳۰ سور لہری

۹ - ۱۶ ایک فلم سے 'ہاتھ کی صفائی'

۱۰ - ۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۶ دسمبر

صبح

۱۰ - ۷، شام ۴۵-۷

سگم سنگیت

۷ - ۲۵ حصار ضلع کی چٹھی

۷ - ۳۰، رات ۱۰-۰۰

وِنے کمار ستار

۸ - ۲۱ رتن کمار، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ رام چندر، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار (انگریزی)
۶-۱۰ مدھیہ پردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
لوک گیت
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہوس'

منگل ۷ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
منوہر شری بنرجی، سگم سنگیت
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ استاد فیاض خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ بردھیان سنگھ، لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ پشپا سینی و ساتھی، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار
میری پسند
۶-۱ گجراتی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
ہماسٹے سے لوک گیت
۸-۰۰ وی رین ادھیکی: ہندی کویتا پاٹھ
۹-۱۶ ایک فلم سے 'شبیرا'
پرانی فلموں سے

بدھ ۸ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
ہری پرساد چورسیا، بانسری
۸-۲۱ کرشنا سینی و ساتھی، لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ گیت نیں
۲-۲۰ مانگے رام رگڑ اور چاند سانورے، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ ننھے منے، گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
سوال جواب، لوک گیت
۸-۰۰ ہندی تقریر
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہمجولی'
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۹ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
ہری پرشاد تیور، سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۱ مانگے رام مراثی، لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ساز اور آواز
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ بلبیر سنگھ ہتری، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار
۶-۰۰ سندھی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
بالک منڈلی (دیہی بچوں) کیلئے
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہنستے زخم'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۰ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
وزیر حسین خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ شمشیر سنگھ آریہ، لوک سنگیت

۸-۳۰ گاندھی چرچا
دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ تنگراس و ساتھی، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار
۶-۱ بھوجپوری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ سائنس کلب
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہمارا سنسار'

ہفتہ ۱۱ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ رادھے شیام، طبلہ پر دیپک تال
۸-۲۱ رام کمار سہروال، لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ پھر نیے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ اساتذہ کیلئے
۲-۲۰ رادھے شام سینی اور شکنتلا سینی ساتھی، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار
سوال و جواب
۶-۱۰ کشمیری گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہریانہ درشن
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہم کسی سے کم نہیں'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی

اتوار ۱۲ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
سریش جی شر کھانڈے، سگم سنگیت
۷-۳۰ وسنت راؤ دیش پانڈے:

کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ نانکی رام شرما، لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووانسار
نوجوانوں کی پسند
خطوں کے جواب
۶-۱۰ برج کے لوک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
آپ کی پسند
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'ہیرالال پنا لال'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۱۳ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۵-۴۵
سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندرگڑھ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰
غلام صدیق خاں، کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ جگدیش چندر چوہان و ساتھی، لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ پریم سنگھ اور سمیر سنگھ یادو، لوک گیت
شام
۵-۳۰ یووانسار (انگریزی)
۶-۱۰ اترپردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ سورلہری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'حقدار'

منگل ۱۴ دسمبر

صبح ۷-۱۰، شام ۵-۴۵

۹-۱۴ میرے رپتک سنگرہ سے
۹-۳۰ گیت بہاراں سے

پیر ۱۳ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو ' بائبل سے '
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے

رات
۹-۱۶ جگ بیاسا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ہندی تقریر
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

منگل ۱۴ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو ، دھرم کا سروپ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ ، رات ۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ کھیل سمیکشا
۹-۰۵ راگ چھایا

رات
۸-۲۵ سب رس
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۵ انگریزی پستک سمیکشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، انگریزی تقریر
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو ؛ ویدوں سے '
۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری
۸-۳۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

رات
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ وادیہ وِرند
۹-۱۶ گھر آنگن
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے انوردھ پر

بی پی (الف) ۲۰۰۰۰۱۲ ... جے پور (ب) ۱۴۱ ، ۲۲۳ میٹر ۱۳۲۶ کلو ہرٹز
بیر (۱) ۰۴۹ ... کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ، ۲-۱۰ ، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
(پیر ، منگل ، ہفتہ ، اتوار ۵-۰۰ ۱۱ بجے) انگریزی: صبح ۸-۱۰
دوپہر ۱-۰۰ ، ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (پیر ، منگل ، ہفتہ ، اتوار ۱۱-۰۰ بجے)
صوبائی (ہندی): صبح ۹-۰۵ شام ۵-۰۰ (راجستھانی) شام ۷-۱۵
سندھی: صبح ۸-۴۴ ، شام ۶-۱۵ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰
سماچار پتر (ہندی) صبح ۱۱-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۳۰ منگل دھونی : وندے ماترم
۶-۳۵ وندنا
۷-۰۵ بیار بھا اور موسم
۷-۱۰ کرساں ری بات ؛ بازار بھاؤ (روزانہ)
۷-۲۰ رامائن پاٹھ
۷-۳۰ سا مائیکی
۸-۵۰ رس دھارا (سوائے اتوار)
سور گنگا (اتوار)
۱۰-۱۵ اختتام (سوائے ہفتہ ، اتوار)
(ہفتہ کو ۹-۵ ، اور اتوار ۱۰-۳۰ ، ۱۱-۰۰)

دوپہر
۱-۵۰ کرشی لوک اور موسم (سوائے اتوار)
۳-۱۰ اختتام

شام
۵-۰۵ یوواوانی (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ کرشکوں کیلئے (کسانوں کے لیے پروگرام)

رات
۱۰-۳۰ اختتام (بدھ ، جمعرات ، جمعہ)
۱۱-۱۰ اختتام (پیر ، منگل ، ہفتہ ، اتوار)

بدھ یکم دسمبر

صبح
۷-۲۰ شاستریہ سنگیت
۸-۲۱ راجستھلی

دوپہر
۱-۵۰ کرشی لوک

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

جمعرات ۲ دسمبر

صبح
۷-۵۰ دیووانی ، کاویومیش
کنہیالال شرما ، سنسکرت کاویہ پاٹھ
۸-۲۱ ' بھارتی بھاشائیں اور انکی ساہتیک
اپلبدھیاں ' اڑیہ ' :
ہندی میں تقریر
۱-۵۰ کرشی لوک

شام
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے
۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۳ دسمبر

شام
۵-۰۵ یوواوانی
۷-۲۰ کرشکوں کیلئے

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح
۸-۲۱ ' جن سنکھیا ورِدھی اور رہن سہن
کا اِستر ' تقریر از
اجیت کمار جین

دوپہر
۱-۵۰ کرشی لوک

شام
۶-۳۲ بال گوپال
۱۰-۰۰ کہکشاں ، اردو پروگرام

اتوار ۵ دسمبر

صبح
۹-۱۵ ' مکل '
(۱) ' جیسے کو تیسا ' کہانی از
شرومنی گال گوشیا
(۲) گیت
(۳) سنگیت شکشا سنچالن
از ایف سی پنوار
چاتر ، گیتا جوشی اور
ہرش وردھن سہگل

دوپہر
۱۲-۰۰ مہیلا جگت
(۱) ' تامل ناڈو کے ویجن ' ، تقریر از
سیتا کرشن
(۲) گیت

شام
۶-۴۵ راجستھانی گیتوں کا فرمائشی پروگرام
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۱۰-۰۰ ' مرودھر ' پتریکا

پیر ۶ دسمبر

صبح
۷-۱۰ کرساں ری بات

دوپہر
۱۲-۳۰ اندر دھنش

شام
۶-۲۰ ادیوگ جگت
۸-۰۰ راجستھلی
۹-۱۶ سماچار ترنگ

منگل ۷ دسمبر

صبح
۷-۱۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

شام

۶-۴۵ سنگیت :
پیشکرتا : اودھیش کمار

۹-۰۰ کوی گوشٹھی : رادھاموہن چترویدی
اور ڈاکٹر نول بھانبھڑا

۸-۲۵ نرجھرنی

۹-۳۰ سندھی پروگرام

بدھ ۸ دسمبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ راجستھلی

شام

۵-۰۵ یووا وانی

۶-۳۰ سندھی پروگرام

۸-۰۰ سواستھ چرچا
'سواس کے روگ'
ڈاکٹر ایس کے جین کیا انٹرویو
آکاشوانی وچار گوشٹھی

۹-۳۰ 'آرتھک وکاس اور جن سیوگ'
شرکا: نیت رام شرما، ایم ایس نگم
اور جی ایس شیخاوت

جمعرات ۹ دسمبر

صبح

۷-۵۰ دیو وانی
کتھا کومدی: سنسکرت کہانی

۸-۲۱ 'راجستھان کی سنت شلپ کلائیں'
ہندی تقریر از موہن لال گپتا

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت
'سمرپنی بھارتی کے کاویہ میں ناری
چیتنا' تقریر از ایچ ایس رمانی

شام

۶-۲۵ نرمان کے سور

۸-۰۰ راجستھلی

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۱۰ دسمبر

صبح

۸-۲۱ پرارتھنا سبھا

۸-۳۰ کاویہ کنج

شام

۵-۰۵ یووا وانی

'ساماجک پریوش اور مانس' تقریر

۶-۲۵ مرووانی : راجستھانی پروگرام

۸-۰۰ 'مالوادھیکار اور بھارت'
تقریر از رام اوتار شرما

۹-۳۰ ناٹک

۱۰-۰۰ فرمائشی راجستھانی گیت

ہفتہ ۱۱ دسمبر

صبح

۷-۲۱ 'جن سنکھیا ورِدھی اور ساماجک
روڑیاں' تقریر از
ڈاکٹر کیلاش دیوی سکھوال

دوپہر

۱-۵۰ کرشی لوک

شام

۶-۲۵ لوک دھن

۸-۰۰ 'گلستاں' : اردو پروگرام

اتوار ۱۲ دسمبر

صبح

۹-۱۵ 'مکل' بچوں کیلئے

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت
'کیا اس یگ میں بھی ناری پردھین
ہے' مباحثہ
شرکا: ریکھا متھرا و مینا پانی شاہ

۱۲-۴۵ بیستر بلا

۲-۳۰ 'ترکوں' بیسترلیکا پروگرام
(۱) سمپادکیہ
(۲) کویتا : جیون پراشر
(۳) گیت / سماچار

شام

۷-۳۰ کرشکوں کیلئے

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۸-۲۵ نرجھرنی

پیر ۱۳ دسمبر

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات

دوپہر

۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

شام

۶-۳۰ ادیوگ جگت
(۱) 'کارخانوں میں سرکشا' سوتی مل میں'

اودے پور

اودے پور ۲۹۹٫۶ میٹر ۱۰۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۵-۵۵ بھکتی سنگیت
۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ [illegible]
۶-۰۰ [illegible]
۷-۲۰ سنگیت سریتا
۷-۴۰ فلمی سنگیت

۱-۰۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
دوپہر
۳-۰۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
لوک سنگیت
[illegible]

۶-۰۰ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ
موسم کا حال
۶-۳۰ کرشکوں کے لیے
۸-۰۰ کھلا آکاش
(سوائے ہفتہ اور اتوار)
۸-۲۵ فلمی گیت

تقریر از ڈاکٹر رویندر
(۲) راجستھانی سنگیت

۸-۰۰ راجستھلی

۹-۱۶ سماچار ترنگ

منگل ۱۴ دسمبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

شام

۶-۴۵ سنگیت :
پیشکرتا : اودھیش کمار

۸-۰۰ گوشٹھی
(۱) کہانی کی کہانی 'سچیتن کہانی'

تقریر از ڈاکٹر آر سی پروہت
(۲) کویتا : جگدیش ول

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ راجستھلی

شام

۵-۰۵ یووا وانی

۶-۳۰ سندھی پروگرام

۸-۰۰ ان کی رشتے ہیں
'برابر لوار اور بن بھاونا'
از کرشن گوپال سنہا

۹-۱۶ کھلا آکاش
انوپ چارک شکشا پروگرام

بھو۔ اردو سروس

۷-۳۰ ساز سنگیت
وی سی راناڈے : وائلن پر
راگ نٹ بھیرو

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
سنگھ بندھو : خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۰ سب رس

۲-۲۰ بزم خواتین
'کاش کر سوچا ہوتا' تقریر از
شمیم نکہت
گیت ۔ دسترخوان

رات

۳-۰۰ بات ایک فلم کی

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
ترلوک کپور : امیر مینائی کا کلام

۸-۴۵ ساز و آواز

۹-۰۰ شہرنامہ

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ریڈیو دوستی

۱۰-۳۰ بزم موسیقی
سنگھ بندھو : خیال بہاگ
وی سی راناڈے : وائلن پر جوگ

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۴۰۶٫۵ میٹر (۷۳۰ کلوہرٹز)، حیدرآباد ب ۲۱۷٫۰ میٹر (۱۳۸۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۹٫۴ (۱۱۰۰ کلوہرٹز)

بدھ یکم دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
شہرنامہ ۔ فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) شگوفے، مزاحیہ پروگرام
(۴) خطوں کے جواب
(۵) افسانہ ۔ غزلیں

جمعرات ۲ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
فلمی گانے ۔ کلام شاعر

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
فلمی گانے ۔ ورائٹی پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) دیہات کی تصویر
(۴) گیت اور غزلیں

جمعہ ۳ دسمبر

صبح

۶-۴۰ الشور اللہ
قرات کلام پاک، نعت

۸-۴۰ یوواوانی
تقریر ۔۔ فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
میری پسند

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) کلچرل ڈائری
(۴) ان سے ملئے
(۵) قوالیاں

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
تقریر، فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) لطیفے ہی لطیفے
(۴) بھارت بھارتی
(۵) غزلیں

اتوار ۵ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
گلدستہ ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ بچوں کیلئے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ورائٹی پروگرام ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ ۔ غزلیں

پیر ۶ دسمبر

صبح

۸-۴۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا ۔ فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) کلام شاعر
(۴) افسانہ
(۵) گیت اور غزلیں

منگل ۷ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
اردو پروگرام ۔ فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ادبی میگزین ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۴) نظم
(۵) ڈھولک کے گیت

بدھ ۸ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
شہرنامہ ۔ فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) شگوفے، مزاحیہ پروگرام
(۴) خطوں کے جواب
(۵) افسانہ ۔ غزلیں

جمعرات ۹ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
کلام شاعر ۔ فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ورائٹی پروگرام ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) دیہات کی تصویر
(۴) گیت اور غزلیں

جمعہ ۱۰ دسمبر

صبح

۶-۴۰ الشور اللہ
قرأت کلام پاک ۔ نعت شریف

۸-۴۰ یوواوانی
تقریر ۔ فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
میری پسند

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) کلچرل ڈائری
(۴) ان سے ملئے
(۵) قوالیاں

ہفتہ ۱۱ دسمبر

صبح

۸-۴۰ یوواوانی
تقریر ۔ فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ ۔ فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) لطیفے ہی لطیفے
(۴) بھارت بھارتی

(۵) غزلیں

اتوار ۱۲ دسمبر

صبح

۸-۲۱ یوواوانی
گلدستہ - فلمی گانے

۹-۳ بچوں کیلئے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کیلئے

شام

۵-۳ ترنگ
ورائٹی پروگرام - فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
ڈرامہ - غزلیں

پیر ۱۳ دسمبر

صبح

۸-۳۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا - فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب - فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) کلام شاعر
(۴) افسانہ - گیت - غزلیں

منگل ۱۴ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
اردو پروگرام - فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ
ادبی میگزین

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) صنعتی مزدوروں کیلئے
(۴) نظم
(۵) ڈھولک کے گیت

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
شہرنامہ - فلمی گانے

۲-۳۰ اسکول طلبا کیلئے

شام

۵-۳۰ ترنگ
اردو پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) پنچ تنتر سے کہانی
(۲) سازوں پر موسیقی
(۳) شگوفے، ہفتہ وار مزاحیہ پروگرام
(۴) خطوں کے جواب
(۵) افسانہ اور غزلیں

میڈیم ویو ۹ء۲۸۴ میٹر ۱۰۵۳ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۷-۳۰ بھگتی سنگیت
۸-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ

دوپہر ۱

۱۰-۱ اور رات ۸-۰۰
فوجی بھائیوں کے لیے

۲-۱۵ لداخی موسیقی

شام

۶-۱۵ ملاجلا پروگرام (لداخی میں)
۱۰-۰۰ وِوِدھ بھارتی پروگرام
(علاوہ ہفتہ)

سرینگر

میڈیم ویو؛ سرینگر 'الف': ۸ء۲۶۸ میٹر سرینگر 'ب': ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: ۱۰ء۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۵۶ء۹۱ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: صبح ۱۱-۳۰ سے
رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵
ھندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

صبح ۹-۰۵ دلچسپ خبریں ۹-۲۰ اردو ۹-۲۵ کشمیری دوپہر ۲-۱۰ لداخی
شام ۷-۳۰ کشمیری ۷-۴۵ اردو

بدھ یکم دسمبر

صبح

۸-۰۰، دوپہر ۱۲-۴۰
اقبال بانو: غزلیں
۸-۲۱ شش رنگ، ریڈیو ڈائجسٹ
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰، ۳-۳۰
حبیب اللہ بمبوا و ساتھی:
چھکری اور روف

دوپہر
۱۲-۰۰ محمد یعقوب: غزلیں
۱-۰۰ آشا کول اور جلال گیلانی
غزلیں

شام
۶-۱۰ آشا کول: غزلیں
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ 'سام'
بیس نکاتی پروگرام پر عمل آوری
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲ دسمبر

صبح
۸-۰۰ پوسٹ کارڈ اسٹوری اور سازینہ
۸-۲۱ آتش تہ گاش
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ راج بیگم اور ساتھی:
چھکری اور روف
۱۲-۴۰ طلعت عزیز: غزلیں
۲-۳۰ شیخ عبدالعزیز و ساتھی:
صوفیانہ موسیقی
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

شام
۶-۱۰ اندرا کاچرو: غزلیں
۸-۴۵ ملتہ فارم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، علاقائی موسیقی

جمعہ ۳ دسمبر

صبح
۷-۳۰ گاندھی کتھا
۸-۰۰ نغمہ زار
۸-۲۱ گھر بار ہ خاطرہ

دوپہر
۱۲-۰۰ نیاز احمد نذیر احمد قوال: قوالی
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۱-۰۰ محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام
۶-۱۰ غلام محمد میر: غزلیں
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ سانے ترانے
۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۴ دسمبر

صبح
۸-۰۰ مہینے کا نغمہ
۸-۲۱ نوی تخلیق
۸-۳۵ حرف حرف
۹-۰۵ کاشری ناول
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد قالین بفت اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ نسیم بانو اور شبیر چین، غزلیں
۱۲-۴۰ راجکمار رضوی، غزلیں
۱-۰۰ غلام محمد کاوا و ساتھی،
چھکری اور روف
۲-۳۰ خوشحال گھرہ

شام
۶-۱۰ نسیم اختر، غزلیں
۸-۴۵ انگریزی تقریر از موہن لال کول
۹-۳۰ میانی زندگی میون کار
۱۰-۳۰ ہمیں یاد ہوکہ نہ یاد ہو

اتوار ۵ دسمبر

صبح
۸-۰۰ اس ہفتے
۸-۲۱ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ ہونہار
۱۱-۰۰ نوبد

دوپہر
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۱-۰۰ ویسٹرن میوزک
۲-۳۰ ہی مال
۴-۰۰ پھولوں کی لوری
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات
۸-۴۵ توہنہ چیٹھی اتر
۹-۱۰ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۶ دسمبر

صبح
۸-۰۰ کیلاش مہرہ، بھجن
۸-۲۱ زعفران زار
۸-۳۵ ہندی بات چیت

دوپہر
۱۲-۰۰ ارشاد رحمت قوال اور ساتھی،
قوالی
۱۲-۴۰ بیگم اختر، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلن ہند دنیاہ
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ کشمیری ڈرامہ
تحریر: ہری کشن کول

منگل ۷ دسمبر

صبح
۸-۰۰ سیما شرما: ڈوگری موسیقی
۸-۲۱ رسالو منزہ
۸-۳۵ سنطور، صوفیانہ موسیقی
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ زونہ بیگم اور ساتھی
چھکری اور روف
۱۲-۴۰ آرتی تکو، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام
۶-۱۰ جی این شیخ، غزلیں
۸-۴۵ ہندی بات چیت
۹-۳۰ وودھا، ہندی پروگرام
۱۰-۰۰ توہنز فرمائش

بدھ ۸ دسمبر

صبح
۸-۰۰ دل راج کور، غزلیں
۸-۲۱ شش رنگ
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ محمد حیات خاں قوال اور ساتھی
قوالی
۱۲-۴۰ کے ایل سہگل، غزلیں
۱-۰۰ کسم لتا اور رحمت اللہ خاں
غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ رحمت اللہ خاں، غزلیں
۸-۴۵ خط کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۹ دسمبر

صبح
۸-۰۰ پوسٹ کارڈ اسٹوری و سازینہ
۸-۲۱ آتش تہ گاش
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
جی ایم ساز نواز اور ساتھی،
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ خالق کا وا اور ساتھی ؛ چھکری اور روف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

شام
۶-۱۰ عبدالاحد پرے ، غزلیں
۸-۴۵ سلیقہ فورم ، انٹرویو از ڈاکٹر جی کیو - علاقہ بند
انٹرویو ، ایس کے بھان
۹-۰۲ نیشنل پروگرام ، فیچر

جمعہ ۱۰ دسمبر

صبح
۷-۳۰ گاندھی کتھا
۸-۰۰ کورل گانے
۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ سخاوت حسین اور رسالا کپور ، غزلیں
۱۲-۳۰ نعتیں اور منقبت
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام
۶-۱۰ نسیم اختر ، غزلیں
وادی کی آواز
گفتگو
داستان

ہفتہ ۱۱ دسمبر

صبح
مائی بند سنز
مینے کا نغمہ
تخلیق نو
ولِ شعار
۹- کشمیری ناول

جگجیت سنگھ ، چترا سنگھ ، غزلیں
عبدالرشید حافظ اور ساتھی ؛ چھکری و روف
محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی صوفیانہ موسیقی
ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ خوشحال گھرہ

رات
۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۳۰ بزم سامعین (کشمیری)
۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۱۲ دسمبر

صبح
۸-۰۰ اس ہفتہ
۸-۲۱ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ ہونہار
۱۱-۰۰ کہکشاں
۱۱-۳۰ سقراط ، ریڈیو کھیل

دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گانے
۲-۰۰ پھول وینی لوری
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات
۸-۴۵ تو ہنر پیچی واز
۹-۳۰ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۱۳ دسمبر

صبح
۸-۰۰ 'پردہ' وی کے ملا ، محمد گامی کا کلام
۸-۲۱ ذات بترات
۸-۳۵ ہندی بات چیت

دوپہر
۱۲-۰۰ قوالی
۱۲-۳۰ سمن کلیا نیور ، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ ضلع نامہ
۸-۳۰ کھیلوں کی دنیا
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ اردو ڈرامہ

منگل ۱۴ دسمبر

صبح
۸-۰۰ اندو بالا ، ڈوگری موسیقی
۸-۲۱ سنگیت میگزین
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ یونس ملک ، غزلیں
۱۲-۳۰ بھجن
۱-۰۰ نسیم [illegible] ساتھی : چھکری و روف
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام
۶-۱۰ ملا [illegible] ، غزلیں
۸-۴۵ کشمیری بات چیت
۹-۳۰ [illegible]
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

بدھ ۱۵ دسمبر

صبح
۸-۰۰ بشیر احمد ، غزلیں
۸-۲۱ شش رنگ
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ عبدالخالق اور ساتھی ، صوفیانہ موسیقی
۱-۰۰ شام ۶-۱۰ ریتا کول ، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

رات
۹-۳۰ 'سام'
بیس نکاتی پروگرام پر عمل آوری

بقیہ :- اپنا پرایا
(صفحہ [illegible] سے آگے)

میرے پاس فضول کاموں کے لئے وقت نہیں ہے......"

"شرافت صاحب میں سمجھتا تھا کہ انسانیت آپ پر ختم ہے آج معلوم ہو کہ ...... اس وقت اسے پوری کی قطعاً پرواہ نہ رہی ......

اس وقت شرافت صاحب کی بیوی بوکھلائی ہوئی گیٹ پر آئیں۔

"کیا بات ہے بیگم؟"

"ابھی ایک فون آیا ہے کہ آپ کے بچے کا زبردست ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ وہ سول ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔ آپ وہاں پہنچیں"

"اسی ہسپتال میں، تو وہ بچہ ہے، شرافت صاحب ..... مدنے کہا

"آج سنا [illegible] پلنگ پر گئے تھے میرے دل میں کچھ [illegible] نے نہ دیا پرندوں کو توانا ہی تھا ..... لئے ایک دوست کے گھر جا رہا ہوں ..... ہسپتال، وہ چکرا سی رہی تھیں ..... چہرے پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔

یہ تو وہ بچہ ...... ایمرجنسی وارڈ

پہنچ [illegible] نے تقریباً چیخ کر کہا ۔۔۔ یہی ہے وہ جس کے لئے میں نے آپ سے خون کی بھیک مانگی تھی......"

"ڈاکٹر ...... آپ میرا خون لے لیں"

شرافت صاحب کی آواز میں مردنی تھی چہرہ دھواں دھواں ......

"مجھے افسوس ہے جناب بچے کی جان بچائی نہ جا سکی.... آپ ذرا دیر پہلے آ گئے ہوتے تو ممکن تھا آپ کا خون کام میں آ جاتا ۔۔ آئی ایم سوری.. .... آئی ایم ویری سوری ......" سرجن کی مہربان نگاہوں میں انسردگی تھی۔

شرافت صاحب اور ان کی بیوی کی حالت غیر تھی۔ احمد اور راشد ان کو سنبھالنے کی کوشش میں مصروف تھے ..... تسلی کا کون سا لفظ استعمال کروں جو دونوں کا غم کچھ ہلکا ہو......

(ان کی آنکھوں میں دنی رنجیدگی کے سائے تھے شرافت صاحب نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔!)

"احمد مجھے معاف کر دو تمہارا احسان کہ میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے اپنے اور پرائے میں فرق کرنے پر۔ میں خود کو کبھی معاف نہ کر سکوں گا ۔۔" ان کی آواز میں آنسوؤں کا بھیگا پن تھا۔

"آپ کا بچہ مرا نہیں ہے۔ شرافت صاحب .... زندہ ہے" بھرائے گلے سے احمد نے کہا......

آواز میں دھیما پن تھا۔ "جسم فانی ہے۔ روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے خدا نے اسے پسند کیا اسی لئے واپس بلا لیا ۔۔۔ وہ جنت اچھی جگہ پر ہے ..... یہاں رکھا لیا ہے ..... ان نے رومال سے شرافت صاحب کے آنسو پونچھے .... ان کی بیوی بغور احمد کی طرف دیکھنے لگیں ..... احمد دونوں کے چہرے پر ایک سکون اور طمانیت کا احساس ہوا۔ راشد نے حیرت اور تحسین سے لبریز نگاہوں سے اسے دیکھا ۔۔

اور پھر ایک دم نہ جانے احمد کو کیا ہوا۔ اپنا ہاتھ شرافت صاحب کے ہاتھ سے آہستگی سے چھڑا کر وہ ایمرجنسی روم سے تیزی سے باہر نکل گیا کہ اسے فوراً دفتر پہنچنا تھا اور نئی نئی نوکری تھی۔!

(اردو سروس سے)

دوردرشن بمبئی

بمبئی چینل: ۴ تصویر ۶۲-۲۵ میگھا ہرٹز بینڈ: ۱ آواز ۶۷-۷۵ میگھا ہرٹز
پونہ چینل: ۵ تصویر ۷۵-۲۵ میگھا ہرٹز بینڈ: ۱ آواز ۸۵-۷۵ میگھا ہرٹز

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۳۰-۷ مراٹھی میں خبریں
۳۰-۸ نیشنل پروگرام (دلّی دوردرشن سے براہ راست ریلے) ۰۰-۱۰ کل کے پروگرام ۴۷-۱۰ اختتام

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

صبح ۰۰-۹ انگریزی میں سلسلے وار فلم ۳۰-۹ پرتیبھا آنی پرتیما ۳۰-۱۰ ساپتاہکی: ہفتے بھر کے پروگرام کی ہندی میں جھلک ۰۵-۱۱ اختتام
شام ۰۰-۵ اور ۴۰-۷ ہندی میں فیچر فلم
۰۰-۱۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ

پیر

صبح ۴۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱ اور ۰۰-۲ سے ۲۰-۲ تک
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) پانچویں جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق
شام ۳۰-۶ بلبل (مراٹھی میں بچوں کا پروگرام)
۰۰-۷ آپچی ماتی آپچی مانس ۴۰-۷ دنین دن وگیان / دستاویزی فلم ۰۰-۸ یوا درشن (گجراتی / ہندی)
۰۰-۱۰ کل کے پروگراموں کا اعلان ۰۲-۱۰ گجرا

منگل

شام ۳۰-۶ ویدن وار / گھیر بیٹھاں ۰۰-۷ فلم ۱۰-۷ کامگار وشو ۴۰-۷ گیان دیپ ۰۰-۸ سائنس رپورٹ / وائبریشنز ۰۲-۱۰ اچھا یا گیت ۴۰-۱۰ ہوشیار

بدھ

صبح ۴۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱ اور دوپہر ۰۰-۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) چھٹی جماعت کے لیے
انگریزی کا سبق
شام ۳۰-۶ کھیل کھلونے (ہندی میں بچوں کا پروگرام)
میجک لیمپ (انگریزی میں بچوں کا پروگرام) ۱۰-۷
۰۰-۷ ہلکی موسیقی ۱۰-۷ آپچی ماتی آپچی مانس ۴۰-۷ پریورتن ایک چنوتی ۰۰-۸ یوا درشن (مراٹھی) ۰۰-۱۰ کل کے پروگراموں کا اعلان ۰۲-۱۰ چترگیت (گجراتی) / پھول کھلے ہیں گلشن گلشن

جمعرات

شام ۳۰-۶ سندر ماز ے گھر ۰۰-۷ فلم ۱۰-۷ کامگار وشو ۴۰-۷ کورٹا چی پائیری / پریورتن: ایک چنوتی ۰۰-۸ امرت منتھن / وائس دی گڈ ورڈ؟ ۰۲-۱۰ ڈراما (گجراتی / مراٹھی)

جمعہ

صبح ۴۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱ اور دوپہر ۰۰-۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (طلبا کے لیے) آٹھویں جماعت کے لیے
سائنس کا سبق
شام ۳۰-۶ سنتا کنڈی: گجراتی میں بچوں کا پروگرام
۰۰-۷ اوپن ۱۰-۷ آپچی ماتی آپچی مانس ۴۰-۷ گیان دیپ
۰۰-۸ آن دی فیلڈ، آف دی فیلڈ / جیکر ویوہ / مشبوا نجیا پلی کڈے ۰۲-۱۰ اچھا یا گیت ۴۰-۱۰ خصوصی اعلان

ہفتہ

صبح ۴۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱ اور دوپہر ۰۰-۲ سے ۲۰-۲
شالے چتروانی (اسکولوں کے لیے)
اساتذہ کے لیے پروگرام
شام ۰۰-۵ اور ۴۰-۷ مراٹھی میں فیچر فلم / رنگارنگ پروگرام
۰۰-۱۰ چندریری جگ / انگریزی فلم / مکھوٹے آئی چہرے

پنکج اُدھاس ـ مشہور غزل فنکار آکاشوانی احمد آباد، راجکوٹ سے گیت سور تھ پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

دوردرشن سرینگر

بینڈ: ۲۵۱ / ۶۲ میگھا ہرٹز (تصویر) چینل: ۵۴-۶۷ / ۶۷ میگھا ہرٹز (آواز)

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

شام ۳۰-۷ کشمیری میں خبریں ۴۰-۸ پروگراموں کی تفصیل ۳۰-۸ نیشنل پروگرام (دہلی سے براہ راست ٹیلی کاسٹ) ۰۰-۱۰ اردو میں خبریں

ہفتہ وار ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام

اتوار

دوپہر ۰۰-۲ اردو فلم ہندی ۴۰-۳ یوتھ کے لیے ۰۰-۴ اختتام
شام ۳۰-۶ بچوں کے لیے (کشمیری) ۰۰-۷ نوجوانوں کے لیے (اردو) ۰۰-۸ سلسلہ وار کشمیری فیچر ۰۰-۹ ونگار خبرنامہ ۱۵-۹ ہلکی پھلکی موسیقی ۔۔۔ اسلسلہ وار اردو ڈراما

پیر

صبح ۰۰-۱۱ ایجوکیشنل ٹی وی ۳۰-۱۱ اختتام
شام ۳۰-۶ زرعی پروگرام ۰۰-۷ کشمیری لوک سنگیت ۱۵-۷ ٹی وی نیوز لیٹر ۳۰-۷ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نظر ۰۰-۱۰ انٹرویوز

منگل

شام ۳۰-۶ زرعی پروگرام ۰۰-۷ گھرانوں کے لیے ۴۰-۷ آپ کی ڈاک تاظرین کے خطوط ۰۰-۸ ہیلتھ پیکر (کشمیری) ۔ تعمیر و ترقی سے متعلق پروگرام سنگیت

بدھ

شام ۳۰-۶ زرعی پروگرام ۰۰-۷ گھرانوں کے لیے / نیلی کلموں سے ۴۰-۷ ڈوگری پروگرام ۰۰-۸ سلسلہ وار کشمیری فیچر ۔ صوفیوں سنتوں سے متعلق پروگرام / کلاسیکی موسیقی

جمعرات

صبح ۰۰-۱۱ ایجوکیشنل ٹی وی ۳۰-۱۱ اختتام

شام ۳۰-۶ زرعی پروگرام ۰۰-۷ لوک سنگیت (کشمیری) ۱۵-۷ سائنس پروگرام / ہمارا ثقافتی ورثہ ۳۰-۷ فلمی گانوں پر مبنی پروگرام نقش و نظر ۰۰-۱۰ حالات حاضرہ

جمعہ

شام ۳۰-۶ کشمیر کا لوک تھیٹر / بچوں کے لیے ۰۰-۷ ہمارے فرائض / فوکس ان دیکھا / ہمارا گاؤں ۰۰-۸ نظم ۳۰-۷ دستاویزی فلم ۴۰-۷ ڈراما (کشمیری) دوسرے کنارے والوں کی جستجو ۰۰-۱۰ کشمیری سلسلہ وار فلم

ہفتہ

شام ۳۰-۶ بچوں کے لیے ۰۰-۷ اسپورٹس میگزین ۴۰-۷ کشمیری لوک سنگیت ۰۰-۸ سلسلہ وار اردو ڈراما ۰۰-۱۰ ۔۔۔ میگزین پروگرام اردو

MD(L)/ (PHD) — (Ch)/AIR ND/72 — ...

ڈرامہ فیسٹول

آکاشوانی رامپور کی جانب سے پہلی بار (۱۵ سے ۲۱ اکتوبر ۸۲) ڈرامہ فیسٹول کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس فیسٹول کیلئے پانچ نئے ڈرامے آکاشوانی رامپور نے اور ایک ایک ڈرامہ گورکھپور و الہ آباد اسٹیشنوں نے تیار کیے۔
زیر نظر صفحے پر ہم ڈرامہ فیسٹول کی ریکارڈنگ کے کچھ منظر پیش کر رہے ہیں۔

احساسات کا قرض
تحریر : زبیر رضوی
ہدایت : جوالا پرساد

پرتی شودھ
تحریر : بابو سنگھ چوہان
ہدایت : زبیر رضوی

ڈرامے کی صلیب
تحریر : سعید فرحت
ہدایت : جوالا پرساد

ایک سراپا درد
تحریر : نفیس صدیقی
ہدایت : ونود آنند دیا

الارم لگانا بھول گئے
تحریر : رمیش بھارتی
ہدایت : جوالا پرساد

گذشتہ دنوں ریڈیو کشمیر سرینگر کی جانب سے لداخی موسیقی کی ایک محفل منعقد کی گئی۔ تصاویر میں (دائیں) اس محفل کے مہمان خصوصی جناب فاروق عبداللہ، وزیر اعلیٰ جموں و کشمیر کو اسٹیشن ڈائرکٹر آر۔پی۔ آنگی کے ساتھ، اور (بائیں) اس محفل کے پریزنٹیشن اناؤنسرز اوپندر رکھاشو اور مسز جا وتل کو دیکھا جا سکتا ہے۔

◄ کنڑ فلموں کے مقبول اداکار ــــ ڈاکٹر راج کمار آکاشوانی بنگلور کی کمرشل سروس سے خصوصی برانڈاون پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

▲ سابق اولمپئن اور جونیر ہاکی ٹیم کے کوچ ہردیال سنگھ (درمیان) کے ساتھ صفدر حسین خاں (بائیں) اور برکت الزماں خاں اردو سروس کے کھیل کھلاڑی پروگرام میں بات چیت کرتے ہوئے۔
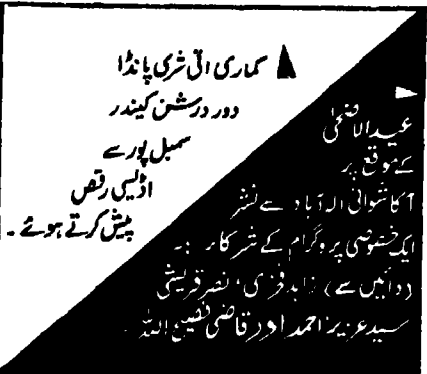
▲ کماری اٹی شری پانڈا دور درشن کیندر سمبل پور سے اڈیسی رقص پیش کرتے ہوئے۔

► عیدالاضحیٰ کے موقع پر آکاشوانی الہ آباد سے نشر ایک خصوصی پروگرام کے شرکاء: (دائیں سے) زاہد فرزی، نصر قریشی سید عزیز احمد اور قاضی نفیس اللہ

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, IIfloor Sansad Marg, New Delhi 110001. Printed by the Manager, Government of India Photo Litho Press, Faridabad.

۱۶ سے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء
۲۵ اگرہائن سے ۱۰ پوش ۱۹۰۴ شاکا

آواز

اشاعت کا ۴۴ واں سال
قیمت 50 پیسے

آل انڈیا ریڈیو اور دوردرشن کے پروگرام — معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے، غزلیں اور نظمیں

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

انیس صدیقی ۱۹۸۲

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

		ٹیلی فون
چیف ایڈیٹر	جے پی گوئیل	۳۸۲۲۴۹
ایڈیٹر	سراج احمد	۳۸۲۲۵۴
معاون	ھرمہندر سنگھ وج	
اسسٹنٹ بزنس منیجر	ڈی کے پوری	۳۸۲۳۵۱
تار کا پتہ	LISTENER	

نئی دھلی — ۱۶ دسمبر ۱۹۸۲ء بمطابق ۲۵ اگرهائن ۱۹۰۴ شاکا — جلد ۴۷ • شمارہ ۲۴

اس شمارے میں

ہادیٔ انسانیت — کرنل بی کے نارائن — ۳
شمع فروزاں — وہاج الدین علوی — ۴
جدید مصوری اور نئے تجربے — بنسی پارمو — ۵
صوفیائے کرام کی تعلیمات — ڈاکٹر محمد طیب ابدالی — ۶
غالب کی ایک غزل کا تجزیہ — پروفیسر آل احمد سرور — ۸
ہندوستان کے سانپ — دیپ شکھو پورکر — ۱۰
مستقبل میری نظر میں — مدثر حسین رضوی — ۱۱
ہندی اردو ہندو — پروفیسر خواجہ مجیب الحق — ۱۲
نئی دلی کا بین الاقوامی سمپوزیم — محمد خلیل — ۱۳
نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس ٹکنالوجی اینڈ ڈیولپمنٹ اسٹڈیز — ایم اے قریشی — ۱۴
گیتا گیان، نیک کام — سوامی چِدانند — ۱۵
فراق گورکھپوری شخصیت اور فن — مجید بیدار — ۱۶
بچوں کی تربیت میں ماں کا رول — شاداں افسر — ۱۷
وہ بھی کیا دن تھے — احمد جمال پاشا — ۱۸
موڈ نہیں ہے — امانت حسین — ۲۰
کشمیری لوک ادب اکادمی — غلام نبی خیال — ۲۱
ایک اور دن کو پرنام — رام لال — ۲۲
انتخاب — نجمہ برکاتی — ۲۴
بہتا دریا، بکھرتی شام — سلطان انجم — ۲۵
پچھتاوہ — رتن سنگھ — ۲۶
غزلیات — منظر گورکھپوری • اقبال عمر — ۹
مضطر عظیم آبادی — ۱۳
سلطان اختر — ۱۸
شہزاد معصومی — ۱۹
شاہد احمد شعیب، وکیل انور چاپدانوی — ۲۳
خان ارمان — ۲۵
یاور ٹونکی — ۲۶
فریاد آزر — ۳۴

سرورق — انیس صدیقی — نئی دہلی

قیمت

ایک کاپی — ۵۰ پیسے
سالانہ — ۱۰ روپے
دو سال — ۱۸ روپے
تین سال — ۲۵ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

ہادیٔ انسانیت

کرنل بی کے نارائن

جشن عید میلادالنبیؐ کے سلسلہ میں بارگاہ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنا کسی خوش نصیب کو ہی میسر ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کی زندگی کا پہلا معجزہ خود آپؐ کا اسم گرامی اور وجہ تسمیہ ہے۔ شاید کہ سامعین اس امر سے واقف نہیں ہیں کہ لفظ "محمد" پہلی بار بطور اسم آپؐ سے منسوب ہوا۔ احمد محمد اور محمود ایک ہی اصل یعنی حمد سے ماخوذ ہیں اور محمد وہ ہے جس کی بہت تعریف کی جائے۔ یہ لفظ کسی قدر تفسیر کا محتاج ہے۔ جب ہم کسی شخصیت سے کوئی صفت منسوب کرتے ہیں تو اس میں اضافت کا پہلو پایا جاتا ہے، جود و کرم کے مقابلے میں بخل، شجاعت اور بہادری کے مقابلے میں بزدلی اور نیکی اور طہارت کے مقابلے میں بدی اور نجاست ایک تضاد کی کیفیت پیش کرتے ہیں۔ لیکن محمد وہ لفظ ہے جس میں سب قابل تعریف صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ اس میں نہ تضاد ہیں اور نہ کسی اور کے ساتھ مقارنہ۔ وہ ایک جامع شخصیت کی طرف اشارہ ہے جس میں ذات اور صفات دونوں ایک ہی مرقع میں ضم ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اسلام سے ۰۰ ۵ سال قبل انجیل میں ایک آنے والے مسیحا یعنی احمد کی پیشنگوئی کی گئی تھی لیکن اس طویل عرصہ میں کوئی شخص اس نام نامی سے متسم نہیں کیا گیا حالانکہ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ کئی والدین اپنے بچوں کے لیے اس نام کو ترجیح دیں گے۔ اور صحیح مسلم کی سند ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔" یعنی رسالت اور نبوت مجھ پر ختم ہوتے ہیں، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔ اس لیے بہتر ہوگا اگر آپؐ کی سیرت کے ان خاص پہلوؤں پر کچھ روشنی ڈالی جائے جو ساری انسانیت کے لیے مشعل ہدایت ہیں۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔" رسول اللہؐ کی سیرت انسانیت کے لیے مکمل اخلاق اور بے لوث کردار کا ایک مستقل آئینہ ہے۔

آپؐ کی بیش بہا اور بے پایاں جوہر ہدایت دین اور اخلاق سے متعلق ہیں۔ آپ نے کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معنی بھر دیئے۔ آپ جامع الکلام تھے۔ دین کی وضاحت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اصل دین آپ کے معاملات ہیں" "ان الدین المعاملہ"۔ کسی انسان کے تصرفات اور معاملات اپنے ماحول سے جس ڈھنگ کے ہوتے ہیں وہی اس کے دین کی نوعیت ہے۔ اخلاق و کردار کے بارے میں آپ نے فرمایا: "انما الاعمال بالنیات" "لکل امرء مانوی" یعنی انسان کے اعمال کا معیار اس کی نیت ہے۔ انسان ہر اس نیکی اور بدی کا ذمہ دار ہے جس کا ارتکاب اس سے سرزد ہوا ہو۔ "من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" جو ذرہ برابر نیکی کرے اس کی جزا پائے گا اور ذرہ برابر بدی کرے اس کی سزا پائے گا۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ تو پھر کیا کسی گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ بے شک ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رحیم و رحمٰن ہے گو اس کے قہر و جبر سے بھی انکار نہیں۔ "کیف ادعوک وانا عاصٍ وکیف لا ادعوک"

دامت کو یم، اے اللہ میں گنہگار ہوں میں کس منہ سے تجھ سے دعا مانگوں اور ساتھ ہی میں تجھ سے کیونکہ دعا نہ مانگوں کیونکہ تو کرم وسخاوت کا سمندر ہے۔ آپؐ نے نصیحت فرمائی اللہ کو تم ہمیشہ یاد رکھو تاکہ وہ تمہیں یاد رکھے۔ اگر ساری دنیا تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی اگر خدا نہ چاہے۔ نہ ہی وہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتی ہے اگر خدا نہ چاہے اس لیے اگر نصرت طلب کرو تو صرف اللہ سے طلب کرو۔ اللہ کی سچی اور یقینی مدد صابرین کے لیے رکھی گئی ہے۔ ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے۔ ہر مصیبت سے امید کی کرن پھوٹتی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ادمی کی میت کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں۔ اس کا مال اس کے رشتے دار اور اس کے اعمال۔ پہلے دو واپس لوٹ آتے ہیں اور صرف اس کے اعمال اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ حضرت سہیلؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ وہ اسے ایسے کام کی نصیحت فرمائیں جس سے خدا بھی راضی ہو اور لوگ بھی۔ آپؐ نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو تو اللہ اور اس کے بندے دونوں تم سے راضی ہونگے۔ آپؐ نے نیکی اور بدی کا ایک معیار لوگوں کے آگے پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ نیکی اور بدی کا معیار دل کا فتویٰ ہے جس کام سے دل مطمئن ہو وہ نیک کام ہے اور جس کام سے دل بے چین ہو اور جو طبیعت میں کھٹکے وہ برا ہے۔ اگر اللہ نے کسی شخص کو دوسرے شخص پر یا کسی اور جاندار پر قدرت تصرف دیا ہو تو اسے ہرگز یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ خود اس پر اللہ کو کتنی قدرت حاصل ہے۔ وہ اپنا برتاؤ دوسروں کے تئیں اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈھالے کیونکہ ہر شخص بلکہ ہر شخص کا ہر عضو اپنے اعمال و تصرفات کا پابند و جوابدہ ہے۔ آنحضرتؐ نے طہارت قلب اور اخلاص پر زور دیا نہ کہ اعداد اور ضخامت پر۔ یہ امر بلاوجہ نہیں کہ رسالت کے لیے قدرت نے ایک بے آب وگیاہ بیابان کا انتخاب کیا اور ایک اُمی نبی کے ہاتھوں دین اسلام کی اشاعت کی۔ یہ لازم تھا کہ لوگ نہ مادی خارجی دنیا سے متاثر ہوں نہ ہی کسی چیز کی تعداد یا ضخامت سے۔ جس نے ایک انسان کا ناحق قتل کیا اس نے ساری دنیا کا قتل کیا۔ ایک عالم کی موت، عالم کی موت ہے۔ اصول کی مدافعت میں جس قربانی کی ضرورت ہو اسے بلا پس وپیش دینا چاہئے قطع نظر اس کے کہ اس قربانی کی ضخامت کیا ہو، کسی شہید کو شہادت کے وقت اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے سے، "ولا نکلف نفسا الا وسعھا" ہم کسی نفس پر اتنا بوجھ نہیں ڈالتے جو اس کے تحمل سے باہر ہو—— "وما ارسلنٰک الا مبشرا ونذیرا" اور ہم نے اے محمد تم کو صرف خوشی اور عذاب کی خبر سنانے کو بھیجا ہے، کہدو کہ میں اس کام کی اُجرت نہیں مانگتا، ہاں جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرلے۔ "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین": یعنی جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم خدا کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا کیونکہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ "الفتنۃ اشد من القتل" یعنی دین سے گمراہ کرنے والا فساد قتل سے بڑھ کر ہے۔ "لا اکراہ فی الدین" دین میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہے۔ "وما الحیاۃ الدنیا الا متاع الغرور": اور دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی برتے بلکہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ہر کام میں اتقان اور کمال پیدا کرے۔ "وما خلقنا السماوات والارض وما بینھما لاعبین" "ما خلقناھما الا بالحق ولکن اکثرھم لا یعلمون": اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو کھیلتے ہوئے نہیں بنایا، ان کو ہم نے تدبیر سے پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ آپ کا کردار بحیثیت رب البیت کے، بحیثیت خاوند کے، بحیثیت پیغمبر کے، بحیثیت سپہ سالار کے، بحیثیت معلم اخلاق کے، بحیثیت متکلم کے یا بحیثیت مخاطب کے بہرحال جس رنگ اور جس ڈھنگ سے ایک انسان ہدایت چاہے، آپ کی سیرت مبارکہ میں وہ سب پہلو ملتے ہیں۔ ہر شخص اپنی مقدور کے مطابق اپنے دامن میں ان بیش بہا موتیوں کو سمیٹ لے۔

کافر کی یہ پہچان کہ وہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

(اردو سروس سے)

شمع فروزاں

وہاج الدین علوی

جب بھی آدمیت اپنے جوہر انسانیت کو بھلا کر ذلت، گمراہی اور حیوانیت کی طرف گامزن ہوئی تو مالک حقیقی نے رہنمائی کے لیے کچھ خاص بندوں کو مخصوص صفات اور محبوب عادات دے کر دنیا میں بھیجا۔ قدرت کا یہ اٹل اصول ہے کہ عمل جتنا شدید ہوتا ہے اس کا ردعمل بھی شدید ہوتا ہے۔ یہی اصول خدا نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے نبی اور رسول بھیجنے میں برتا۔ زمانہ جتنا پرآشوب اور گمراہ ہوا نبی بھی اسی قدر پرعظمت اور اولوالعزم مبعوث فرمایا۔

چنانچہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جس عہد میں ہوا وہ زمانہ نہ صرف عرب کا تاریک دور تھا بلکہ تاریخ عالم کا ایک سیاہ باب تھا۔ ایسے حالات میں خدا نے اتنا ہی جلیل القدر اولوالعزم، مدبر اور مبصر نبی پیدا فرمایا جس کی بشارت "بتریہ" کے الفاظ میں گوتم بدھ نے کی جن کی آمد کی خبر رگ وید نے دی۔

ایسے نبی بے مثال کو خداوند کریم نے وہ صفات بھی عطا کیے تھے جو نہ اس سے پہلے کسی بشر کو ملے تھے اور نہ پھر کسی کو میسر آئیں گے۔ آیئے ان صفات اعلیٰ کو حضورؐ کی سیرت پاک کی روشنی میں دیکھیں۔ انسان کی سیرت کا اندازہ حسن اخلاق، جذبۂ رحم و عفو، عدل وانصاف اور سخاوت سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ نبی برحق کی سیرت پاک پر کتب معتبرہ سے چند واقعات اور احادیث ہی پیش کرنے سے آپ بہ آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضورؐ کا مرتبہ کیا تھا۔

فرمایا "جس کا اخلاق درست نہیں اس کا ایمان درست نہیں"، اخلاق پر اتنا زور دیا ہے کہ اسے جزو ایمان قرار دیا اور اپنی مکی اور مدنی زندگی میں اس کی مثالیں پیش فرمائیں۔ کسی شخص سے ترش روئی سے گفتگو نہیں فرمائی یہاں تک کہ اپنے مخالفین سے بڑی نرمی کے ساتھ پیش آتے رہے۔ اس بوڑھی کا واقعہ تو بہت مشہور ہے جو آپؐ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی ایک روز اس نے آپؐ پر کوڑا نہیں پھینکا آپؐ دوسرے روز اس کے گھر تشریف لے گئے اور یہ دریافت فرمایا کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے کل تم نے کوڑا نہیں پھینکا۔ امانت کے معاملہ میں امین کے نام سے مشہور تھے آپ کے حریف اور دشمن بھی آپ کے پاس اپنی امانتیں رکھوانے تھے۔ یہاں تک کہ ہجرت کی رات تک آپ کے پاس ان ہی لوگوں کی امانتیں تھیں جو آپ کی جان کے خواہاں تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ کو اسی لیے اپنے بستر پر لٹا دیا تھا کہ صبح امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے جائیں۔ جذبۂ رحم کا وہ عالم کہ جس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔ طائف جو آج کل عرب کی جنت ہے یہی وہ مقام ہے جہاں آپ کے دشمنوں نے جسم اطہر پر اتنے پتھر مارے تھے کہ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئی تھیں۔ ساتھیوں نے عرض کیا کہ بددعا فرمادیجیے۔ لیکن وہ ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے ہیں اور جو الفاظ ادا ہوتے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ "اے اللہ! ان کو معاف کر دیجیے یہ تجھے اور تیرے رسول کو نہیں پہچانتے۔" عفو ودرگزر تو آپ نے ساری زندگی فرمایا لیکن فتح مکہ پر جو عفو ورحم کا مظاہرہ کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ وہ مکہ تھا جہاں آپ کو ہر طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ آپ کو ہجرت کے لیے مجبور کیا گیا تھا۔ آپ کے گھر کو منہدم کر دیا گیا تھا۔ ایک انسان کے قلب سے سوچیے فتح مکہ پر سارے بدلے لینا چاہیے تھا۔ لیکن دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو فرماتے ہیں "الیوم یوم المرحمۃ آج بخشش کا دن ہے بدلہ لینے کا نہیں۔ سخاوت کا یہ عالم ہے کہ جو کچھ ہے وہ سائل کو دے رہے ہیں۔ گھر میں فاقوں پر فاقے ہیں۔ عادل ایسے کہ فرزند اور ایک عام مسلمان میں کوئی فرق نہ کیا۔ بندگان خدا سے محبت کا یہ عالم کہ حکم فرمادیا "تم پر رزق حرام ہے جب تک تمہارا پڑوسی بھوکا ہے" اور پڑوسی کے لیے شرط مذہب وملت نہیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کا احترام اور ان کے رہنماؤں کی عزت کو سراہنے کی تاکید فرمائی انسانی معاشرے کی فلاح وبہبود کے لیے۔ عورتوں کا مقام اور ان کے حقوق، والدین کے حقوق۔ ان کے شوہر پر اور شوہر کے بیوی پر فرائض بتائے۔ آقا پر غلام کے حقوق اور ایک انسان کا دوسرے انسان سے رشتہ متعین فرمایا۔

ایسی جامع ہستی، اتنی دلکش اور دیگر تعلیم کے معلم اور مظہر رحمت کے حضور نسل انسانی ہمیشہ درود وسلام بھیجتی رہے گی۔

"اس نبی محترم پہ لاکھوں سلام"

(اردو سروس سے)

جدید مصوری اور نئے تجربے

بنسی پارمو

دیکھنے میں آیا ہے کہ آج کی جدیدیت ہی کل کی روایت بن جاتی ہے۔ چنانچہ جو کچھ ماضی میں تخلیق ہوتا ہے وہ حال میں روایت بن جاتی ہے۔ جس فن کو کچھ طے شدہ سخت قوانین کے تحت دوہرایا جائے وہ روایتی فن کہلاتا ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز سے پہلے فنِ مصوری میں ہر ملک کی اپنی اپنی روایتیں موجود تھیں۔ جو ان ممالک کے لوگوں کے مذاہب، رہن سہن، تمدنی و سماجی زندگی پر مبنی تھیں۔ تمام روایتوں کو بہت ہی محدود طریقے سے طے شدہ حدود کے اندر اپنی اپنی جگہ محفوظ رکھنے کے اصول بنائے گئے تھے۔ یورپ میں انیسویں صدی کے آغاز میں فنِ مصوری میں ایک زبردست انقلاب آیا۔ سرکاری حلقوں اور روایتی فن کے اجارہ داروں نے اس کے خلاف زبردست ردّعمل دکھایا۔ ۱۸۹۳ء میں کوئی ۶۵ مصوروں نے پیرس میں منعقد شدہ مصوری کی نمائش میں ایسی تصویریں بھیج دیں جو Academicians کے خلاف توقع تھیں۔ یہاں تک کہ منتظمین میں سے بھی بہت سے لوگوں نے یہ کہہ کر اپنے ردِّعمل کا اظہار کیا کہ ایسا گندہ کام نمائش کے لیے قبول کرنا حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑی اخلاقی کمزوری سے تعبیر کیا جائے گا۔"

علماء نے فنِ مصوری کے لیے ایسے قوانین بنائے تھے جن میں لائن یعنی خط کو مقابلتاً رنگ کے زیادہ اہمیت دی گئی تھی۔ رنگ کو دوسرا درجہ دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ علماء نے Theme یعنی مضمون کے لحاظ سے بائبل اور مائتھولوجی دیوی دیوتاؤں کے متعلق بنائی ہوئی کہانیوں نے فنِ مصوری کو جکڑ رکھا تھا۔ ان ہی قوانین کے برعکس ان ۶۵ مصوروں نے ایسی تصویریں نمائش میں رکھیں جن میں بظاہر لائن کو نظرانداز کر کے رنگوں کو اہمیت دی گئی تھی۔ یہ روایت سے ایسا انحراف تھا جس کو جدید مصوری کا آغاز کہہ سکتے ہیں۔ رنگ کو زیادہ اہمیت دینے والے ان مصوروں کی ٹولی کو نقادوں نے Impressionists کا نام دیا۔ چونکہ یہ لوگ باریکیوں میں جانے کے بغیر کسی بھی واقع یا کسی بھی منظر یا کسی چیز سے متاثر ہو کر اس کا مجموعی تاثر اپنے ڈھنگ سے کینوس پر پیش کرتے تھے اس لیے اس تحریک کا نام Impressionism پڑ گیا۔ اس تحریک پر چلنے والے بعض فنکاروں نے آگے بڑھ کر رنگوں کے بنیادی جذبوں کو بھی جدا کیا۔ مثلاً سبز رنگ کے بدلے پیلا اور نیلا رنگ اس طرح استعمال کیا گیا کہ پہلی نظر میں وہ ہرا لگتا تھا جو قلم سے ان دو رنگوں کے دھبے اس طرح لگائے گئے کہ فرق کرنا مشکل ہوتا تھا اسی بنیاد پر قوس وقزح کے رنگوں کو الگ الگ کر کے ظاہر کیا گیا۔ روایت یہ تھی کہ تصویر میں استعمال شدہ روغن کی لکیریں بالکل دکھائی نہیں دینی چاہئیں۔ ماہرین مختلف رنگوں کے اس طریقے پر زیادہ زور دیتے تھے۔ جہاں برش کی لکیریں بالکل پوشیدہ ہوں Impressionists نے ان ہی لکیروں کو اور بھی زیادہ کرنے پر زور دیا۔ اس طرح Brush strokes بذات خود ایک تصویر کے ذریعہ حسن و جمال کا اظہار کرنے کا ایک ذریعہ بن گئے۔ یہ تحریک اتنی زور پکڑ گئی کہ رنگ در روغن کو اتنا گاڑھا کر کے لگایا جانے لگا تاکہ کینوس پر اتنا کھردراپن پیدا ہو جائے کہ ایک تصویر اور ایک Base relief میں فرق کرنا مشکل ہو۔ اسی طرح بہت سے مصوروں نے برش یعنی موقلم کو چھوڑ کر ایک قسم کے چاقو یعنی Plate knife سے کینوس پر رنگ جمانا شروع کیے۔ بے ساختگی کو دانستگی پر ترجیح دی جانے لگی۔ چنانچہ اب پینٹنگ کسی چیز کی عکاسی ہوتی تھی۔ کسی چیز کی تصویر نہیں! کسی بھی واقعہ کی ہو۔ ہو بہو عکاسی کے بدلے اس واقعہ کے بنیادی جذبے کو کینوس پر اتارنے کی تحریک رائج ہوئی۔ اسٹوڈیو کے ساتھ ساتھ اب مصور باہر جا کر اپنے اندر سے تصویریں بنانے لگا۔ اور جو رنگ اس کو ایک خاص موڈ کے مطابق موزوں لگتے تھے وہ انھیں کا استعمال کرنے لگا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں صورت کو پس پشت ڈال کر صرف رنگوں کو اہمیت دینا ایک دھماکہ کی صورت اختیار کر گیا۔ رنگوں کی اس تحریک کو Faunism کا نام دیا گیا۔ گو یہ تحریک کچھ سال تک زندہ رہی مگر ایک مصور کو سخت روایتی قوانین سے آزاد کرنے کا سہرا اسی تحریک کے سر بندھا۔

رنگوں کی شدت کو اجاگر کرنے والی فنِ مصوری کی یہ تحریک انیسویں صدی کے آخیر سے بیسویں صدی آغاز تک رواں دواں رہی۔ چند سال بعد صورت یعنی Form کو منتشر کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔ جہاں کسی بھی صورت کو جیومیٹری کے قریب کی صورتوں میں پیش کیا گیا۔ جسمیں مکعب صورت سرِ فہرست رہی۔ اس تحریک کا نام Cubism پڑ گیا۔ یہ تحریک سالہا سال تک آگے بڑھتی رہی۔ اور کسی حد تک تجریدی یعنی Abstract مصوری کی بنیاد بن گئی۔ تجریدی یا Non-objective فن دونوں ایک ہیں۔ اس کے دو دائرے ہیں ایک تجریدی اظہار اور دوسرا Geomatric Abstract اس طریق فن کے ذریعہ جمالیاتی بنیادوں پر رنگوں کے ذریعہ ایسی صورتیں ابھرتی ہیں جن کے لیے کسی بھی منظر کی نقل کا سہارا لیے بغیر یا مادی حقیقت کو مدنظر رکھے بغیر روح کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے Geomatric Abstract میں مکعب عکس جیسے ایک دائرے ایک تکون یا ایک مستطیل کو ایک سفید کینوس پر ایک دوسرے کے اوپر اس ڈھنگ سے تشکیل دیا جاتا ہے کہ روح پر وجدانی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی اس تکنیک میں سفید رنگ کا استعمال ایک سفید کینوس پر کیا جاتا ہے۔ یہ طریقۂ فن اعلیٰ پایہ کے جمالیات کا ذریعہ اظہار بن پاتا ہے۔ جدید مصوری کی مختلف تحریکیں Faunism، Cubism، Expressionism، Semi Abstract، Abstract کے نام سے مشہور ہے۔

جدید مصوری کو آگے بڑھانے میں اسلامی فن خطاطی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں میونخ میں اسلامی فن کی ایک بہت بڑی نمائش کا انعقاد ہوا۔ دنیا بھر کے بڑے بڑے مصور دلکش رنگوں کے پُرکشش استعمال سے بےحد متاثر ہوئے۔ خطاطی کے نمونے اس صورت سے مختلف اشیاء پر کندہ کیے گئے تھے۔ کہ وہ جمالیات کا ہاتھ نہ چھوڑتے ہوئے تجریدی فن کے بہترین مثال لگتے تھے۔ ان تاثرات کو مشہور العام مصوروں نے اپنے فن پاروں میں قبول کیا۔

ہندوستان تمدنی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ جغرافیائی طور پر بھی مختلف قسم کے قدرتی و سماجی ماحول کا ملا جلا ایک مجسمہ ہے۔ یہاں فنِ مصوری کی مجموعی طور پر کوئی روایتی تحریک موجود نہیں تھی۔ پھر بھی جس کسوٹی سے ہم یورپ کی جدید مصوری کو پرکھتے ہیں وہ یہاں کام نہیں آسکتی آزادی کے بعد رسل و رسائل کے ذرائع عام ہو جانے سے ہندوستان کا مصور بھی باقی ممالک میں فنی محاذ پر ہونے

والی تبدیلیوں سے متاثر ہونے لگا۔ پہلے پہلے ایسا لگا جیسے وہ ایک نقال بن گیا ہو۔ مگر دھیرے دھیرے ہندوستان کی جدید مصوری ہندوستانی رنگ میں رنگ گئی۔ جدید مصوری نے جہاں آج کے فنکار کو بہت ہی فرسودہ قوانین سے آزاد کیا وہاں اسے روایتی رنگ و روغن کے استعمال سے بھی آزادی ملی۔ آجکل مختلف اشیاء کا بھی فن مصوری میں استعمال ہوتا ہے۔ جن میں چند یہ ہیں یعنی لکڑی، تاریں سلولائیڈ، شیشہ، رسیاں اور دھاگے۔ پلاسٹک اور معدنیات وغیرہ۔ جوں جوں آج مصور شعوری طور پر فن مصوری کے نئے تجربے کرتا گیا وہ ان اشیاء کے ذریعہ اپنے فن کو مزید پختہ کرنے کا سلسلہ جاری رکھنے لگا۔ چونکہ کشمیر کی روایتی مصوری میں صدی پہلے ایک ٹھہراؤ پیدا ہوا تھا۔ اس لیے اس طرز فن کو بچانا یا آگے لے جانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی لگتا ہے۔ کشمیر کی آج کی مصوری بین الاقوامی سطح پر ہوتے ہوئے بھی مقامی تاثرات سے بھری لگتی ہے۔ آزادی کے بعد کشمیر کا مصور بھی اپنے آپ کو کھلی فضا میں پانے لگا۔ خوش قسمتی سے وہ ہندوستان بھر میں رواں دواں ترقی پسند تحریک کے اثر میں آگیا۔ اس تحریک نے نہ صرف یہاں کے مصور کے ذہن کو پختہ کرنے میں مدد دی بلکہ تکنیکی لحاظ سے ان کو بالکل ایک جدید تحریک کا جز بنا لیا۔ اسی تحریک کی بدولت ریاست کے مصور ہندوستان کے مختلف شہروں میں جاکر اپنے فن کی نمائشیں کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یا ہندوستان کے مصوروں اور نقادوں کے ساتھ اپنا رابطہ قایم کرسکے۔

پچھلے ۲۵ سال سے وادی کا مصور بھی نئے نئے تجربے کرکے اور معیاری فن پارے پیدا کرکے ہندوستان کی فن مصوری میں ایک معیاری اور حسین اضافہ کرتا آرہا ہے۔ بدقسمتی سے ریاستی عوام ابھی تک ان فن پاروں سے محظوظ نہیں ہو پاتے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں ابھی تک ایسا مرکز وجود میں نہیں آسکا جہاں عوام کا رابطہ ایک مقامی فنکار کے فن پاروں کے ساتھ قایم ہوسکے۔ یا جہاں ملک سے باہر بھیجے جانے والے یہ فن پارے پہلے وادی ہی میں نمائش کے لیے رکھے جاسکتے تھے۔ ایسی صورت ایک مقامی فن کار کے لیے اتنی ہی دل شکن ہے جتنی یہاں کے شائقین کے لیے۔ کیونکہ جو لوگ یا جو زندگی ایک فن کار کو تحریک دیتی ہے وہی ان فن پاروں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتی۔

(سرینگر سے نشر)

صوفیائے کرام کی تعلیمات

ڈاکٹر محمد طیب ابدالی

فارسی کے مشہور صوفی شاعر حافظ کا یہ مشہور شعر ہے ؎

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
فقیری بجز خدمت خلق نیست

یعنی فقیری اور بزرگی صرف تسبیح کے دانے گننے اور مسند سجادگی پر بیٹھ کر اپنی بزرگی کا اظہار کرنے اور فقیری کا لباس گدڑی پہننے سے نہیں ہے بلکہ فقیری تو خدمت خلق میں مشغول رہنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ صوفی کی یہی شان ہے اور خدمت خلق ہی کے لیے ان کے اندر عشق و محبت کا جذبہ ہے اور جس انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوا اور وہ اس پر عمل پیرا ہوا وہ صوفی ہے۔ صوفی رسم ظاہری کا قائل نہیں ہوتا وہ ظاہر کو نہیں باطن کو دیکھتا ہے اس کی نظر برائیوں پر نہیں پڑتی بلکہ وہ برائی میں بھی بھلائی کا پہلو نکالتا ہے وہ بُروں سے نفرت نہیں کرتا بلکہ انھیں گلے لگا کر نیک اطوار بناتا ہے وہ مہر و محبت کا سبق دیتا ہے اور نرمی و دلجوئی کی باتیں کرتا ہے وہ اپنی خاکساری و عاجزی سے دلوں میں گھر کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے اعمال کا محاسبہ نہیں کرتا بلکہ خود اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے وہ اپنے خلوص اور خلوص سے دوسروں کے دلوں کو لبھاتا ہے۔ صوفی وہ ہے جس کی زندگی سادہ، صاف اور بے داغ ہو اس میں دکھلاوا بالکل نہ پایا جائے۔ وہ سختیاں سہنے کا عادی ہو۔ اگر ایک طرف اس میں خدا کی محبت ہو تو دوسری طرف خدا کے بندوں سے بھی الفت پائی جائے۔ اس محبت کی تعلیم اور صلح و آشتی کا پیغام دینے کے لیے وہ دور دراز ملکوں سے سمندروں کے سینے کو چیرتے ہوئے، پہاڑوں کی چھاتیوں کو روندتے ہوئے، پُرخطر گھاٹیوں اور دشوار گذار راستوں کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے دنیا کی وسیع سرزمین میں پھیل گیے۔ کسی نے پہاڑوں کے غاروں میں پناہ لی، تو کسی نے جنگل میں اپنا بسیرا ڈالا کوئی دریا کے کنارے سنسان زمین پر اپنی جھونپڑی بنا کر آباد ہوا۔ یہ تمام سختیاں اور تکلیفیں صوفیائے اکرام نے انسانیت کا درس، خلوص و محبت کی تعلیم اور ایثار و قربانی کا سبق دینے کے لیے برداشت کیں۔

ان کا آستانہ نہ صرف خواص کے لیے تھا بلکہ عوام کے لیے بھی جو آخر میں خانقاہ کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کی خانقاہیں مضطرب دلوں کے لیے سکون، پریشان حال کے لیے اطمینان اور بے سہاروں کے لیے سہارے کا سامان تھیں، جہاں چھوٹے بڑے، امیر و غریب، قوی و ضعیف اور عالم و جاہل کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے ایک انسان کو دوسرے انسان سے قریب تر کردیا۔ انھوں نے محبت اور بھائی چارگی کا ایسا سبق عوام کو پڑھایا اور اپنے اخلاق و محبت سے ایسا اثر ڈالا کہ عوام ان کے گرویدہ ہوگیے اور لوگ عقیدت کے ساتھ ساتھ جوق در جوق ان کی خانقاہوں میں آنے لگے اور ان کے پیغام اور بے لوث اخلاق ان کے دلوں کو متاثر کرتے رہے۔ اگر سلاطین وقت اپنی طاقت و شوکت سے ملکوں کو فتح کرتے رہے تو صوفیائے کرام اپنی محبت و اخلاص اور ایثار و قربانی سے عوام کے دلوں کو جیت رہے تھے۔ ان کی حکمرانی بلاتخصیص مذہب و ملت عوام کے دلوں پر تھی غمزدہ اور ٹوٹے دلوں پر مرہم رکھنا ان کا فرض اور بے سہاروں کو سہارا دینا ان کا شیوہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کا سب سے گہرا تعلق عوام سے تھا۔

صوفیائے کرام کی تعلیمات سب سے پہلے اپنے جانشیں خلفاء اور مریدیں اور اس کے بعد عوام کے لیے مشعل راہ بنیں چنانچہ سلسلہ قادریہ کے بانی، صوفیا کے سرتاج حضرت غوث پاک سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحؒ نے اپنی تصنیف "فتوح الغیب" میں اپنے فرزند حضرت عبدالوہاب علیہ الرحمۃ کی تعلیم ان الفاظ میں کی ہے:

"میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت اور تقویٰ اختیار کرو اور احکام شریعت کی پابندی

لازم رکھو۔ سینہ کو خباثت نفس سے صاف رکھو نفس میں جوانمردی رکھو اور کشادہ رو رہو، جو شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو، کسی کو تکلیف پہنچانے سے باز رہو اور خود خلقت کے جور وستم کو برداشت کرتے رہو، آداب درویشی نگاہ میں رکھو، بزرگوں کی عزت وعظمت کرتے رہو برابر والوں سے حسن معاشرت رکھو، چھوٹوں کو نصیحت کرتے رہو۔ اپنے دوستوں سے اختلاف اور جنگ نہ کرو، ایثار وقربانی کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ مال ودولت جمع کرنے سے پرہیز کرو۔"

سلسلۂ نقشبندیہ کے سرتاج حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سے ایک مرتبہ ملک حسین نے استدعا کی کہ وہ آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہے۔ آپ سلاطین وامراء کی صحبت سے اجتناب کرتے تھے اس لیے مناسب یہی سمجھا کہ اپنی خانقاہ کو ان کے قدم سے محفوظ رکھا جائے اس لیے آپ خود ہرات تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے بہت اعزاز واکرام فرمایا اور آپ سے مسلک نقشبندیہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجہ عبدالخالق غجدوانی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ "خلوت در انجمن" چاہیے۔ بادشاہ نے پوچھا خلوت در انجمن کیا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

سلسلۂ سہروردیہ کے مشہور بزرگ حضرت سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشتؒ نے نہ صرف رشد وہدایت کے فرائض انجام دیے بلکہ عوام کی حاجت روائی بھی کی اور خدمت خلق بھی۔ سلاطین وقت سے گہرے روابط اور اچھے تعلقات صرف عوام کی حاجت روائی کے لیے روا رکھتے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کو بھی حضرت سے بھی بڑی عقیدت۔ جب حضرت دہلی سلطان فیروز شاہ تغلق سے ملنے جاتے تو دہلی کے باشندے اپنی اپنی حاجتیں حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں پیش کرتے اور حضرت اپنے خدام کو حکم دیتے کہ ان کی ضرورتوں اور پریشانیوں کو قلمبند کرلیں اور جب سلطان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو ان ضرورت مندوں کے کاغذات اس کی خدمت میں پیش کرتے۔ سلطان فیروز اسی وقت ان کاغذات کو پڑھ کر حاجت مند کی حاجت روائی کرتا۔

عفو ودرگذر سے کام لینا صوفیائے کرام ہی کا شیوہ ہے چنانچہ سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کے مرید وجانشین حضرت نصیر الدین چراغ دہلی علیہ الرحمۃ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت چراغ دہلی نماز ظہر کے بعد جماعت خانہ سے آکر اپنے حجرۂ خاص میں مراقب تھے کہ تراب علی نام کا ایک قلندر حجرہ میں داخل ہوا اور چھرے سے پے درپے حملے کیے۔ خون حجرہ سے باہر بہنے لگا لیکن ان کے استغراق میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خون دیکھ کر مریدین حجرے میں داخل ہوئے اور قلندر کو پکڑ کر سزا دینی چاہی لیکن حضرت چراغ دہلی نے انھیں روکا اور اپنے مرید خاص حضرت شیخ صدر الدین طبیب دہلوی کو پاس بلاکر قسم دی کہ کوئی شخص قلندر سے بدلہ نہ لے اور سزا نہ دے۔ پھر قلندر سے معذرت کی اور فرمایا کہ اگر چھرا مارتے وقت تمہارے ہاتھ کو تکلیف پہنچی ہو تو معاف کردینا! اور بیس اشرفیاں دے کر اسکو رخصت کیا۔ تسلیم ورضا کی تعلیم اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔

صوفیائے کرام کی تعلیمات کا طریقۂ کار بھی بڑا دلکش اور موثر ہوتا۔ حضرت جلال الدین کبیر اولیا پانی پتی علیہ الرحمۃ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے باکمال بزرگ ہیں ان کی تعلیمات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ آپ کی بزرگی کا شہرہ سن کر آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے لیے پہنچے۔ آپ کو دیکھتے ہی حضرت کبیر اولیا پانی پتیؒ نے زبان حال سے فرمایا "آمد آں یارے کہ ما می خواستیم" یعنی وہ دوست آ ہی گیا جس کی مجھے تلاش تھی۔ آپ کی بڑی پذیرائی کی اور اسی وقت مرید کیا اور انتہائی لطف وکرم کا اظہار کیا۔ بڑے اہتمام سے بہترین کھانا پکوا کر آپ کی دعوت کی لیکن اس میں بعض ممنوعہ اور ناجائز چیزیں بھی تھیں شیخ عبدالحق ردولوی ان چیزوں کو دیکھتے ہی دسترخوان پر سے اُٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ کیسا شیخ ہے کہ اسے جائز وناجائز کی بھی تمیز نہیں۔ اسی وقت کلاہ واپس کرکے پانی پت سے چل دیے۔ چلتے چلتے جنگل میں راستہ بھول گئے۔ ایک درخت پر چڑھ کر کسی راہی کی راہ تکنے لگے کہ اس سے راستہ پوچھیں گے دو آدمی آتے ہوئے دکھائی دیے وہ درخت سے نیچے اُترے اور اُن سے راستہ دریافت کیا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ "تم نے اپنا راستہ تو شیخ جلال الدین کے آستانہ ہی پر گم کردیا ہے۔ شیخ عبدالحق نے تین مرتبہ راستہ پوچھا اور ہر بار یہی جواب ملا۔ تب آپ سمجھے کہ یہ دونوں آدمی من جانب اللہ ان کی رہنمائی کے لیے آئے ہیں اور ان کی قسمت حضرت کبیر اولیاء پانی پتیؒ ہی کے در سے وابستہ ہے۔ فوراً پانی پت لوٹ گئے۔ حضرت مخدوم جلال پہلے ہی سے آپ کے انتظار میں تھے۔ حضرت عبدالحق حضرت مخدوم کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑے۔ حضرت نے انھیں اُٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا۔ اور پھر اس مرتبہ بھی اسی قسم کی دعوت کی تیاری کی اور دسترخوان پر پھر وہی سب چیزیں تھیں۔ اس مرتبہ مصلحت کے پیش نظر آپ خاموش رہے۔ حضرت کبیر اولیاءؒ نے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اس دسترخوان کی چیزوں کو صرف کھانے کی چیزیں نہ سمجھو بلکہ اسے دنیا سمجھو اور اس پر کھانے کی چیزیں دنیا کی نعمتیں ہیں۔ ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ جو جائز ہے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے اور جو ناجائز ہے اس سے ہاتھ کھینچ لے۔ یہ سن کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور زار زار رونے لگے۔

بادشاہ وقت سے ٹکر لینا اور کلمۂ حق وصداقت کی آواز بلند کرنے میں اپنی جان کی بازی لگا دینا ان ہی صوفیائے کرام کا طرز عمل رہا ہے چنانچہ سلسلہ زاہدیہ کے مشہور بزرگ حضرت شہاب الدین حق گو زاہدیؒ کے بارے میں حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف "اخبار الاخیار" میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ سلطان محمد تغلق نے الملکُ عَادِلٌ کا فتنہ اٹھایا یعنی بادشاہ جتنا ظلم وستم کرے پھر بھی وہ عادل ہے، پہلے تمام علماء کو بلایا اور کہا کہ سلطان محمد تغلق کو عادل کہا جائے۔ علماء نے سلطانی غیظ وغضب سے ڈر کر اس فتنہ کو تسلیم کرلیا۔ لیکن جب صوفیائے کرام کو تسلیم کرنے کے لیے بلایا گیا تو تمام صوفیائے کرام نے بالاتفاق ہوکر یہی عرض کیا کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہم سب میں زیادہ بزرگ اور نعمت دنیا وآخرت سے بہرہ ور ہیں۔ جب وہ اس کو تسلیم کرلیں گے تو ہم سب تسلیم کرلینگے۔ چنانچہ سلطان محمد تغلق نے ان کو بلاکر حکم دیا کہ الملکُ عَادِلٌ کے طور پر مجھے عادل کہو آپ نے انکار کردیا اور فرمایا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہتا۔ سلطان نے غصہ میں آکر حضرت کو دہلی کے قلعہ سے نیچے پھینک دیا یہاں تک کہ اسی وقت وہ شہید ہوگئے اور حق گو کے لقب سے نوازے گئے لیکن یہ فتنہ بھی ختم ہوگیا۔

سلسلۂ فردوسیہ کے گرانقدر بزرگ اور صوبہ بہار کے روحانی پیشوا حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیریؒ کے متعلق 'مناقب الاصفیاء' میں تحریر ہے کہ جب آپ نفل روزہ رکھتے اور افطار کے وقت بھی اگر آپ کے پاس کوئی کھانے کی چیز لاکر کھانے کی درخواست کرتا تو آپ روزہ توڑ دیتے اور کھا لیتے اور فرماتے تھے کہ نفل روزہ قضا کرسکتے ہیں لیکن شکستگیٔ دل کی قضا نہیں۔

حضرت مخدوم جہاں نے عیب پوشی کی بھی کیسی تعلیم دی ہے ملاحظہ ہو۔ ایک شخص آگے بڑھا اور نماز کی امامت کی۔ نماز کے بعد لوگوں نے آپ تک یہ بات پہنچائی کہ یہ مرد شراب خوار ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ ہر وقت نہیں پیتا ہوگا۔ لوگوں نے کہا ہر وقت پیتا ہے۔ فرمایا کہ ماہ رمضان میں نہیں پیتا ہوگا۔

مختصر یہ کہ صوفیائے کرام کی تعلیمات میں رشد وہدایت کے ساتھ ساتھ اخوت ومحبت کا بھی درس ہے ان صوفیائے کے آستانے اور خانقاہیں رہروان طریقت ومعرفت، تشنگان علم شریعت وحقیقت کے لیے جائے پناہ ثابت ہوئیں، ان صوفیائے کرام کی تعلیمات اور فیض ان کی خانقاہوں اور آستانوں سے آج بھی جاری وساری ہیں اور انشاء اللہ ہر دور میں جاری رہیں گی۔ (پٹنہ سے نشر)

تحریر :- قیوم خضر

وقت اپنے دامن میں بیک وقت کرب واذیت کے کلنٹے اور مسرت وشادمانی کے پھولوں کو سمیٹے ہوئے بساطِ کائنات پر نت نئے تماشے دکھلاتا رہتا ہے۔ اس کو نہ شاہوں کے جاہ وجلال کی پرواہ ہے اور نہ فقیروں کے فقر وجمال کا خیال! یعنی اس کی زد میں آکر محلوں کے کنول بجھیں یا جھونپڑوں کے چراغ اسے کوئی فکر نہیں!!

(پٹنہ سے نشر)

غالب کی ایک غزل کا تجزیہ

(بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے)

پروفیسر آل احمد سرور

غزل یا تو کسی کیفیت کے تحت کہی جاتی ہے یا کسی مصرعہ پر۔ بظاہر پہلی غزل کو آمد اور دوسری کو آورد کہہ سکتے ہیں مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ مصرعہ طرح کی حیثیت ایک وادیٔ خیال کی سی ہے اور شاعر کوئی بھی وادی طے کرے زادِ راہ اس کا اپنا ہوتا ہے۔ غالب نے زیادہ تر غزلیں من کی موج کے مطابق کہی ہیں لیکن ان کے یہاں ایسی غزلوں کی تعداد بھی خاصی ہے جو اس زمانے کے رواج کے مطابق کسی 'طرح' پر کہی گئی ہے۔

طرح میں بحر کی اہمیت تو ہوتی ہی ہے۔ قافیے اور ردیف کی اہمیت بھی مسلّم ہے۔ ردیف ماضی، حال یا مستقبل کی حالت کی طرف اشارہ کرتی ہے یا پھر اس میں کوئی سوال ہوتا ہے غرض قافیے کے علاوہ ردیف کی پابندی بھی شاعر کی تخلیقی رو کو اگر مقید نہیں کرتی تو بہر حال اسے ایک سانچہ یا ایک خاص قالب اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

غالب شاعری کو قافیہ پیمائی نہیں، معنی آفرینی سمجھتے تھے۔ انھوں نے تفتہ کو ایک خط میں لکھا بھی تھا کہ میں صرف بحر، ردیف اور قافیہ دیکھ لیتا ہوں اور شعر کہنا شروع کر دیتا ہوں۔ ہر قافیہ نظم کرنے کے چکر میں نہیں پڑتا۔

اردو زبان قافیوں کے لحاظ سے کافی سرمایہ دار ہے مگر غالب کے یہاں طویل غزلیں زیادہ نہیں ہیں۔ ہاں زیر بحث غزل چودہ اشعار کی ہے اور یہ ان کی اُن مشہور غزلوں میں سے ہے جو طرح پر کہی گئی ہیں اور اس کے باوجود اہمیت رکھتی ہے۔ اس غزل کی ردیف 'مرے آگے' غزل کی فضا بندی کرتی ہے۔ قوافی مشکل نہیں ہیں، اس لیے قافیہ پیمائی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

فن کار زندگی کا تماشائی ہوتا ہے۔ دوسرے مصرعہ میں یہ بات بڑے بے ساختہ انداز میں کہی گئی ہے مگر پہلے مصرعہ میں دنیا کو بازیچۂ اطفال کہہ کر غالب نے بے ثباتیٔ دنیا کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی دنیا میں جو کچھ آئے دن ہوتا رہتا ہے، اسے "میں بچوں کے کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا"۔ جب لوگ عاقبتِ شام و سحر کے دام میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو یہ شعر ایک ذہنی اصلاح کا کام دیتا ہے یعنی دنیا کو اور اس کے مظاہر کو اور زندگی کے چھوٹے بڑے واقعات کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ شعر بہر حال ایک بلند نظری سکھاتا ہے۔

دوسرے شعر میں اپنی بلند نظری اور عرفان کا ایک اور نمونہ پیش کیا ہے۔ "سلیمان کا تخت میرے نزدیک ایک کھیل ہے اور اعجاز مسیحا ایک بات"۔

لوگ اقتدار اور شان و شوکت سے متاثر ہوتے ہیں یا معجزات سے حضرت سلیمانؑ کو انسانوں، چرند، پرند، جن سب پر اقتدار تھا حضرت عیسیٰؑ محض ایک کلمہ "قُمْ بِاِذْنِی" کہہ کر مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ غالب کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان دونوں چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ اعجاز مسیحا کو ایک بات کہہ کر لطف پیدا کیا گیا ہے اور اس طرح دوسرا مصرعہ اور دلنشیں ہو جاتا ہے۔

تیسرا شعر اس مضمون کو ایک مخصوص روپ دے دیتا ہے۔ شعر یہ ہے ؎

جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستیٔ اشیا مرے آگے

یہ غالب کا محبوب مضمون ہے ایک اور جگہ کہا ہے ؎

ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

طباطبائی، بجنوری اور غلام رسول مہر نے اس شعر کی تشریح میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ فلسفہ و حکمت کی رو سے بھی غالب کا یہ خیال درست ہے۔ شعر کی خوبی کے لیے یہ دلیل ضروری نہیں۔ غالب تو یہاں اس زمانے کے عام خیال کو نظم کر رہے ہیں۔ وہ ہستی کو محض ایک نام اور اشیا کے وجود کو ایک وہم قرار دے رہے ہیں۔ میرے نزدیک اس شعر کی صوفیانہ تعلیم کے مطابق کتنی ہی اہمیت ہو موجودہ دور میں اسے محض ایک قدیم نظریہ سمجھا جائے گا۔

چوتھا شعر دلچسپ ہے۔ اس کی تشریح میں بھی اختلاف ہے ؎

ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

پہلا مصرعہ تو صاف ہے۔ میں عالم جنون میں اتنی خاک اڑاتا ہوں کہ صحرا گرد میں چھپ جاتا ہے۔ دوسرے مصرعہ کے معنی یا تو یہ ہو سکتے ہیں کہ دریا میرے احترام میں اپنی پیشانی گھستا ہے یا میری اشکباری کے مقابلے میں اپنے عجز کا اظہار کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس کے ساتھ میر کا یہ شعر بھی ذہن میں رکھنا چاہیے ؎

پنجے ہے مرا پنجۂ خورشید میں ہر صبح!
میں شانہ صفت سایۂ رو زلفِ بتاں ہوں

ایک ہی مضمون کو دونوں شعرا نے علیحدہ علیحدہ تلازمات میں بیان کیا ہے۔

غالب کے یہاں فنکار کے عرفان اور بے ثباتیٔ عالم کا مضمون تو ہے ہی لیکن عشق و مستی کی واردات میں وہ جس فنکاری کا ثبوت دیتے ہیں وہ خاصے کی چیز ہے۔ ان کا پانچواں شعر ایک خاص کیفیت رکھتا ہے۔

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

یہاں کلیدی لفظ رنگ ہے یعنی تیری جدائی میں میرا جو حال ہوتا ہے اس کے متعلق کیا کہوں، تو یہ دیکھ کہ میرے سامنے تیرا کیا رنگ ہے۔ رنگ محبوب کے لیے موزوں ہے، حال عاشق کے لیے۔ شرم و شوخی کی کشمکش کی وجہ سے محبوب کے چہرے پر جو رنگ آ جا رہا ہے۔ اس کی بڑی بلیغ تصویر ہے۔ نسخۂ حمیدیہ کے کتنے آڑے ترچھے نقوش کے بعد غالب نے یہ بھرپور مصوری سیکھی تھی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جس طرح پہلے چار اشعار میں ایک وحدتِ خیال ملتی ہے اسی طرح باقی اشعار میں بھی ایک طرح کی وحدت ہے پانچویں شعر میں محبوب کے رنگ کی طرف اشارہ تھا، چھٹے شعر میں مستیٔ عشق اور مستیٔ نظارہ کا ایک دلآویز نقش ہے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہوں نہ کیوں ہو
بیٹھا ہے بتِ آئینہ سیما مرے آگے

آئینہ میں حسن اپنی بہار دیکھتا ہے تو اُسے اپنے پر ناز ہونے لگتا ہے۔ اب کیا تعجب جب آئینہ جیسی پیشانی رکھنے والے محبوب کے سامنے میں اپنے پر فخر کرنے لگوں۔ شارحین

نے خود آرا کے لفظ پر اعتراض ہے۔ مگر میرے نزدیک آئینہ کی رعایت سے خود بیں اور خود آرا دونوں الفاظ کا جواز ہے حسن کی قربت عشق کو مغرور کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

پھر دیکھئے انداز گل افشانیٔ گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

بظاہر یہ خمریات کا سیدھا سادہ شعر ہے۔ مگر پیمانہ صہبا، غزل کا خاص رمز بھی ہے۔ غالب نے خود کہا ہے۔ غالب یہاں یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ میری مستی اور گل افشانیٔ گفتار کے لیے یہ ضروری نہیں کہ میں شراب پی لوں پیمانہ سامنے آجائے تو پھر تقریر کی لذت دیکھئے یعنی ذائقہ کی حس تو بعد کی چیز ہے باصرہ اور شامہ، پیمانے کا نظارہ اور شراب کی مہک، گفتگو کی روانی کے لیے کافی ہے۔ شعر کی جان انداز گل افشانیٔ گفتار کی ترکیب ہے جو غالب کے فن کے کمال کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کے بعد کا شعر ہے

نفرت کا گماں گذرے ہے میں رشک سے گذرا
کیونکر کہوں لو نام نہ اُن کا مرے آگے

دراصل رشک کے مضمون پر طبع آزمائی ہے۔ یہ مضمون بھی غالب کے یہاں کئی پہلوؤں سے آیا ہے۔ باوجود اس لطیف پیرائے کے یہ شعر میرے نزدیک غالب کے شایان شان نہیں ہے۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اساتذہ کی غزل میں سب شعر اعلیٰ نہیں ہوتے تھے کچھ معمولی بھی ہوتے تھے تاکہ اچھے اشعار پر نظر پڑے۔

نواں شعر غالب کی ہی نہیں ہر انسان کی کشمکش ظاہر کرتا ہے اور اس لیے اس کی آفاقی اپیل مسلّم ہے۔ شعر یہ ہے

ایماں مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

گوئٹے نے کہا تھا کہ یہ شاعر کچھ بے دین بھی ہوتا ہے (A POET IS SOME THING OF A HEATHEN) شاعر ایماں سے چلا ہے اور کفر کی طرف جا رہا ہے۔ یقین سے انکار کی طرف۔ یہاں روکنے اور کھینچنے، پیچھے اور آگے کے لفظ اس ذہنی کشمکش کو بڑی خوبی سے ظاہر کرتے ہیں جو انسان کا مقدر ہے۔ کعبہ اور کلیسہ بہت وسیع معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ مذہبی کے علاوہ کوئی اور ذہنی مسلک بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔

اس شعر کے بعد غالب پھر عشق و محبت کے مضمون کی طرف آتے ہیں

عاشق ہوں یہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیلیٰ مرے آگے

معشوق فریبی ہر ایک کے بس کی بات نہیں یہ صفت غزل کے آداب کے مطابق تو پسندیدہ نہیں مگر حسن پرستی کی شریعت میں جائز ہے۔ جیسا کہ اقبال نے عاشق ہرجائی میں کہا ہے

سچ اگر پوچھو تو افلاس تخیل ہے وفا
دل میں ہر دم اک نیا محشر بپا رکھتا ہوں

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس میں غالب کی اپنی زندگی کا عکس آگیا ہے۔

گیارہویں شعر کو طباطبائی نے اعجاز کہا ہے۔ محاورہ اور زبان سے زیادہ غالب کو خیال محبوب تھا۔ مگر اپنے آئینہ پر برابر صیقل کرنے کی وجہ سے انھیں زبان پر بھی ایسی قدرت ہوگئی تھی کہ لفظ منہ سے بولنے لگتا تھا۔ طباطبائی نے لکھا ہے کہ:

"وصل کی خوشی میں مرجانا اور لوگ بھی باندھا کرتے ہیں مگر یہ بات ہی اور ہے اور ساری کرامات محاورے اور زبان کی ہے جس نے مرنے کے مضمون کو زندہ کر دیا"

میرے نزدیک زبان اور محاورے کی کرامات ضرور ہے مگر فطرت کی ستم ظریفی پر بھی یہ لاجواب طنز ہے۔

بارہواں شعر یہ ہے

ہے موجزن اک قلزم خوں کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھئے کیا کیا مرے آگے

یہاں میرؔ کے اس شعر کی بازگشت ملتی ہے

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

غالب کے یہاں قلزم خوں کہہ کر اس مضمون کو زیادہ روشن کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں اس آشوب کے بعد ابتلا کے دوسرے مراحل کا انتظار بھی ہے۔ شعر میں فغاں ہے مگر اور بہت کچھ جھیلنے کے لیے تیاری بھی ہے۔ اس لیے غالب کا یہ شعر میرے نزدیک میرؔ کے شعر پر اضافہ ہے۔

آخری شعر میرے نزدیک بیت الغزل ہے۔ حالاں کہ طباطبائی کہتے ہیں کہ یہ غالب کے جید اشعار میں مشہور ہے مگر تمنا والے شعر کو نہیں پہنچتا۔ شعر ملاحظہ ہو:

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

نزع کے عالم میں ہاتھوں میں اتنی سکت باقی نہیں رہی کہ صراحی سے شراب پیالے میں انڈیل لی جائے لیکن آنکھوں میں دم باقی ہے۔ اس لیے شاعر یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میرے سامنے ہی یہ چیزیں رہنے دو تاکہ اگر پی نہ سکوں تو شراب کو دیکھ تو سکوں۔ دم کا لفظ یہاں ایک محاورے کے علاوہ حوصلہ اور ولولہ بھی ظاہر کرتا ہے۔ شعر کی بلاغت اس وقت اور اُجاگر ہوتی ہے جب غزل کے رمز و ایما کا لحاظ رکھ کر ساغر و مینا کو زندگی کی نعمتوں کی علامت سمجھا جائے۔ آدمی چاہتا ہے کہ جب چھونے اور چکھنے کی سکت باقی نہ رہے تو بھی آنکھیں تو سینک سکے۔ (سرینگر سے نشر)

منظر گورکھپوری

حوصلے گر خوشی کے نکلتے رہے
رنج و غم کے بھی تیور بدلتے رہے
سنگدل کی بھی آنکھوں میں اشک آگئے
یعنی پتھر بھی اکثر پگھلتے رہے
لاکھ دنیا میں نفرت کی آندھی چلی
دیپ پھر بھی محبت کے جلتے رہے
سوئے منزل میرا ہر قدم دیکھ کر
قافلے خود میرے ساتھ چلتے رہے
ان سے کہنا ہمیں تھا بہت کچھ مگر
دل کے دل ہی میں ارماں مچلتے رہے
زندگی میں کبھی وہ نہ پھولے پھلے
دوسروں کی خوشی پر جو جلتے رہے
وہ بھی منظرؔ نگاہوں سے گذرے ہیں جب
پھول گلشن میں شعلہ اگلتے رہے

(گورکھپور سے نشر)

اقبال عمر

چھتوں پہ آگ رہی بام و در پہ دھوپ رہی
سحر سے شام تلک بحر و بر پہ دھوپ رہی

بہت دنوں سے جو بادل اِدھر نہیں آئے
درخت سوکھ رہے رہگزر پہ دھوپ رہی

کچھ ایسے وقت پہ نکلے تھے اپنے گھر سے ہم
جہاں جہاں بھی گئے اپنے سر پہ دھوپ رہی

غروب ہوگیا سورج مگر فضاؤں میں
وہی تپش ہے کہ کہ جیسے نگر پہ دھوپ رہی

روش روش پہ رہا آفتاب کا سایہ
جہاں غنچہ و برگ و ثمر پہ دھوپ رہی

عرق عرق ہے جبیں پیرہن پسینہ ہے
بشر ہی جانے کہ کیسی بشر پہ دھوپ رہی

جہان کرب و بلا ہم کو یاد آیا ہے
کچھ ایسی اب کے ہمارے نگر پہ دھوپ رہی

رواں دواں ہمیں پھرنا تھا دشت غربت میں
کبھی جو گھر میں رہے ہیں تو گھر پہ دھوپ رہی

اسی پرندے کی صورت ہمیں بھی جینا تھا
جو دن کو اڑتا رہا بال و پر پہ دھوپ رہی

تمام دن مجھے سورج کے ساتھ چلنا تھا
مرے سبب سے مرے ہمسفر پہ دھوپ رہی

یہی تو سوچ کے اقبال کو ندامت ہے
شجر کے سائے میں ہم اور شجر پہ دھوپ رہی

(اردو مجلس سے نشر)

ہندوستان کے سانپ

دلیپ سوپوری

آئیے، آج کچھ سانپ کا ذکر ہو جائے جو رینگ کر چلنے والے اور پھسلواں جسم والے جانوروں میں سے ایک ہے۔ سانپ ملک کے ہر حصے میں پایا جاتا ہے اس کے برعکس انسان سب جگہ نہیں ملتا اور نہ ہی رہ سکتا ہے۔

سانپ کی پہچان کیسے کی جائے؟ سانپوں کی مخصوص شناختی علامتیں ہوتی ہیں۔ نہ تو ان کے پر اور بال ہوتے ہیں اور نہ ہی پیر۔ ان کا جسم لمبا اور چھلکوں سے بھرا ہوتا ہے۔ ہر سانپ کا سر جسم اور دُم ہوتی ہے مگر جلد کسی سے علیحدہ علیحدہ نظر نہیں آتی کیونکہ یہ تینوں حصے ایک دوسرے کے ساتھ کچھ یوں جڑے ہوتے ہیں کہ مل کر ایک ہی نظر آتے ہیں۔ سانپوں کے کان نہیں ہوتے اور ان کی آنکھوں پر جھپکنے والے پپوٹے بھی نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ سانپ کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں حتیٰ کہ سونے کے وقت بھی کھلی رہتی ہیں۔ اور اسی لئے ان کی نظر مسحور کن ہوتی ہے اور اپنے شکار پر خوف طاری کر دیتی ہے۔ رینگ کر چلنے والے اسی طرح کے بعض دوسرے جانور بھی ہیں (مثلاً بامنی) جنہیں بعض اوقات سانپ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مگر غور سے دیکھنے پر پتہ چلے گا کہ ان جانوروں کے پپوٹے آنکھوں کو ڈھانپ لیتے ہیں اور ان کے کان بھی نظر آتے ہیں جو کہ سانپوں میں مفقود ہوتے ہیں۔ مزید برآں، سانپوں کے نچلے جبڑے کی اطراف جڑی ہوئی نہیں ہوتیں، ان کا ہڈی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان کی زبان بے حد لمبی اور دوشاخہ ہوتی ہے۔

سانپ قریب قریب سب جگہ پائے جاتے ہیں۔ زمین کے نیچے، زمین کے اوپر، پیڑوں پر، دلدل میں، تازہ پانی میں اور سمندر میں، اونچے پہاڑوں پر اور سطح سمندر پر۔ ہندوستان میں سانپ ملک کے قریب قریب ہر حصہ میں پایا جاتا ہے۔ عام خیال کے برعکس، سانپ گوشۂ عافیت ڈھونڈتا ہے، جھینپو اور مضطرب ہوتا ہے، اور اگر کوئی اس کے آرام میں خلل انداز ہو تو چھپنے کی کوشش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ شہروں جیسے گنجان آباد علاقوں کی نسبت دیہاتی علاقوں، کھیتوں اور جھاڑیوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ وہ کسی پر حملہ آور اسی وقت ہوتے یا کاٹنے کو دوڑتے ہیں جب وہ چاروں طرف سے گھر جائیں اور انہیں نکل بھاگنے کا راستہ نہ ملے۔ یا پھر جب کوئی شخص ان پر پاؤں رکھ دے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ہر سانپ زہریلا ہوتا ہے مگر درحقیقت ایسا نہیں۔ بیشتر سانپ زہریلے نہیں ہوتے اور اس طرح بے ضرر ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کی اہمیت کا اندازہ اس بات کو سامنے رکھ کر کیجئے کہ ہندوستان میں ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ موتیں سانپ کے کاٹنے سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے بیشتر لوگ محض اس ڈر اور صدمہ سے مر جاتے ہیں کہ انھیں سانپ نے کاٹ لیا ہے یا پھر اس لئے کہ وقت پر طبی امداد بہم نہیں پہنچائی جا سکی۔ دراصل ہندوستان میں صرف چار قسم کے سانپ ایسے ہیں جن کے ڈنک مارنے پر اتنا زہر ہوتا ہے کہ اس سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔ یہ چار قسمیں ہیں۔ کالا ناگ، افعی، وہ زہریلا سانپ جسے انگریزی میں کریٹ کہتے ہیں اور سمندری سانپ۔ ان سانپوں کے متعلق کچھ جانکاری ہونا فائدے مند ثابت ہوگی۔

چار اقسام کالا ناگ قسم کے سانپوں میں پھنیئر سانپ بھی شامل ہے۔ عام ہندوستانی ناگ اور پھنیئر سانپ خوبصورت اور سجیلے جانور ہیں مگر بہت زہریلے ہوتے ہیں۔ کالا ناگ کی خاص نشانی اُس کا پھن ہے جس کے اندر گردن کے پیچھے پٹھوں سے جڑی ہوئی کچھ اس طرح کی پسلیاں ہوتی ہیں کہ وہ گردن کے پٹھے سکڑنے پر باہر کے رُخ اکڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ گردن پہلوؤں کی جانب پھیل جاتی ہے۔ اس پھن پر بعض اوقات گول نشان بنے ہوتے ہیں بعض ناگوں میں بیضوی نشان ملتا ہے۔ ہندوستانی ناگ عموماً سیاہ، پیلا یا گندمی رنگ کا ہوتا ہے اور یہ کم و بیش ہر جگہ مل جاتا ہے۔ عموماً یہ دوسروں پر حملہ نہیں کرتا اور اس کا آلۂ سماعت بالکل معمولی سا ہوتا ہے۔ دوسرے سانپوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ چوکنا ہونے پر ناگ اپنے جسم کے اگلے حصے کو بہت حد تک کھڑا کر لیتا ہے اور اپنی گردن کو چپٹا کر کے پھن پھیلا لیتا ہے۔ اس کا زہر بہت تیز ہوتا ہے اور اس کا کاٹا دو سے لے کر چھ گھنٹے کے اندر مر جاتا ہے۔ عام ناگ کی نسبت شہ ناگ یعنی پھنیئر سانپ زیادہ بڑا اور زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ یہ آٹھ سے لے کر بارہ فٹ تک لمبا پایا جاتا ہے اور اس کا رنگ عموماً بھورا یا سیاہ ہوتا ہے۔ یہ تند خو اور جنگجو قسم کا سانپ ہے اور دوسرے سانپوں کو بھی کھا جاتا ہے۔ اگر وقت پر طبی امداد بہم نہ پہنچے تو اس کے کاٹے کا علاج نہیں اور آدمی چند گھنٹوں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

کریٹ نامی سانپ ان عام قسم کے سانپوں میں سے ہیں جو ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں۔ عام کریٹ جزیرہ نما ہند میں سب جگہ پایا جاتا ہے۔ اس کا رنگ چمکیلا کالا یا ہلکا سُرمئی ہوتا ہے اور اس کی پیٹھ پر سفید دھاریاں نظر آتی ہیں۔ پوری طرح نشو و نما پا جانے پر یہ تین سے لے کر چار فٹ لمبا ہو جاتا ہے۔ یہ خاموش طبیعت سانپ ہے اور جلدی سے برافروختہ نہیں ہوتا بشرطیکہ کوئی اس پر پاؤں نہ رکھ دے یا اسے زخمی نہ کر دے۔ عام کریٹ کا زہر ناگ کی نسبت تین گنا زیادہ زہریلا مانا جاتا ہے مگر یہ بہت کم مقدار میں زہر دوسرے کے جسم میں داخل کر پاتا ہے کیونکہ اس کا دہانہ بہت تنگ اور زہر کی تھیلیاں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔ ناگ اور کریٹ کے کاٹنے کی علامتیں ایک جیسی ہی ہوتی ہیں — آدمی کے پیٹ میں سخت درد اٹھنے لگتا ہے اور اس پر آہستہ آہستہ فالج کا اثر ہونے لگتا ہے۔ موت عموماً چھ سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر واقع ہو جاتی ہے۔ عام ناگ کی طرح عام کریٹ کا بھی ایک بڑا بھائی ہوتا ہے جسے چکر دھاری کریٹ کہتے ہیں۔ یہ پانچ چھ فٹ لمبا بہت بڑا اور تگڑا سانپ ہوتا ہے۔ اس کی شکل بڑی دلکش اور جاذب نظر ہوتی ہے کیونکہ اس کی پیٹھ پر پیلے اور کالے حلقے یکے بعد دیگرے بنے ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کا نام چکر دھاری رکھا گیا ہے۔ یہ بے حد زہریلا سانپ ہوتا ہے بلکہ کالے ناگ سے بھی کئی گنا زیادہ زہریلا۔

زہریلے سانپوں کی تیسری اہم قسم افعی Viper کہلاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے سر پر گڑھا سا بنا ہوتا ہے۔ یہ گڑھے والے سر کے افعی زہریلے ہوتے ہیں مگر ان کا کاٹنا انسان کے لئے شاذ و نادر ہی مہلک ثابت ہوتا ہے۔ دوسروں کے سر پر گڑھا نہیں ہوتا اور ان میں سے اہم ہوتا ہے وہ افعی جسے انگریزی زبان میں رسلز وائپر Russel's Viper کہتے ہیں اس کی پیٹھ پر بڑے بڑے سیاہ داغ ہوتے ہیں جو زنجیر کی مانند نظر آتے ہیں ان کا رنگ ہلکا بھورا یا سنہری ہوتا ہے۔ یہ سانپ کھلی جگہوں میں رہنا پسند کرتا ہے اور بڑا مست الوجود ہوتا ہے اسے چوہے وغیرہ بے حد مرغوب ہوتے ہیں اور اس وجہ سے بعض اوقات آبادیوں کے آس پاس بھی دیکھنے میں آتا ہے۔

یہ سانپ برافروختہ ہونے پر زور سے پھنکارتا ہے۔ عام طور سے یہ کاٹنا پسند نہیں کرتا مگر جب کاٹتا ہے بڑے زور و ں اور سختی سے کاٹتا ہے کیونکہ اس کے بڑے بڑے دانت جسم میں گڑ جاتے ہیں۔ جس جگہ اس نے کاٹا ہوتا ہے وہاں خاصی سوجن ہو جاتی ہے اور وہاں کا رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ اس جگہ سخت درد ہوتا ہے اور سُرخ رنگ کا رقیق سا مادہ وہاں سے نکلتا ہے جو جمنے کا نام نہیں لیتا۔

ایک اور قسم کے افعی کے جسم پر سب جگہ آری کی طرح کے دندانے دار چھلکے ہوتے ہیں۔ یہ بھورا، پیلا یا ریت کے رنگ

کا ہوتا ہے اور ریتلی بنجر زمین میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اسی لئے یہ عموماً صحراؤں میں پایا جاتا ہے۔ یہ دیکھنے میں چھوٹا مگر خونخوار جانور ہوتا ہے اور معمولی سے اشتعال پر کاٹ لیتا ہے۔ برافروختہ ہونے پر یہ انگریزی کے ہندسے ۸ کی طرح دوہری کنڈلی مار لیتا ہے اور ایک طرف اپنی کنڈلی کو مسلسل رگڑ رگڑ کر سرسر کی آواز پیدا کرتا ہے اور دوسری طرف منہ سے بھی شوں شوں کرتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ سانپ چھوٹا سا ہوتا ہے اس لئے زیادہ زہر دوسرے کے جسم میں داخل نہیں کر سکتا۔ اس کے کاٹنے سے اندازاً انیس ناتیس فیصدی کیس ہی مہلک ثابت ہوتے ہیں۔

سانپوں کی چوتھی اہم قسم ہے سمندری سانپ کی۔ ان میں فرق یہ ہوتا ہے کہ ان کی دُم چپٹی ہوتی ہے سمندری جانور ہونے کے ناطے یہ چپٹی دُم اُسے تیرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ سانپ زیادہ بڑے نہیں ہوتے اور ان کی رنگت سبز یا نیلی ہوتی ہے اور پیٹھ پر سیاہ، سبز یا نیلے رنگ کی دھاریاں بنی ہوتی ہیں۔ سمندری سانپ بھی کے سبھی زہریلے ہوتے ہیں لیکن تھوڑا کم ہی کچھ ... کہتے۔ ان کی خوراک مچھلیاں ہوتی ہیں اور یہ اکثر ساحل کے پاس بھی آجاتے ہیں اور بعض اوقات جوار بھاٹے کے ساتھ دریاؤں میں بھی چلے آتے ہیں۔

ملک میں پائے جانے والے زہریلے سانپوں کی بڑی بڑی قسموں کے متعلق تو اب آپ کو پتہ لگ گیا، مگر یہ کہہ دوں کہ زہریلے سانپوں کے کاٹنے سے بھی ضروری نہیں کہ آدمی مر جائے۔ ہندوستان میں ان کے زہر کا تریاق نکال لیا گیا ہے اور اس سے مریض کو بچا لینے کا امکان بڑھ گیا ہے۔

راجستھان میں طرح طرح کے زہریلے اور بے ضرر سانپ ملتے ہیں مثلاً اژدہے، افعی، بلوں میں دبکے رہنے والے سانپ اور کالے ناگ وغیرہ۔ یہ سانپ ایسے ہیں جو شدید قسم کی آب و ہوا میں رہنے کے عادی ہو چکے ہیں یعنی دن میں سخت گرمی اور رات کے وقت سخت سردی میں رہ لیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا بھی فرق نہیں پڑتا کہ وہاں بارش بالکل معمولی سی ہوتی ہے۔ دراصل جودھپور کے نزدیک صحرائی جانوروں کا ایک پارک قائم کیا جا رہا ہے جہاں ہر نوع کے سانپوں کو حفاظت سے رکھا جائے گا اور پھر ایسے سانپ بھی رکھے جائیں گے جن کے متعلق ہمیں زیادہ علم نہیں ہے یہ پارک بن جانے سے سانپوں کی بہت سی ایسی قسموں کو مٹنے سے بچا لیا جائے گا جن کے در پئے آزار انسان ہو رہا ہے۔

آخر میں میں یہ کہوں گا کہ عام طور سے سانپ ضرر رساں جانور نہیں ہیں۔ عموماً وہ چھوٹے چھوٹے جانوروں مثلاً چوہوں کو کھاتے ہیں اور اس طرح چوہوں کی تعداد زیادہ بڑھنے نہیں پاتی ورنہ چوہے وہ سارا اناج چٹ کر جائیں جو انسان اپنی بقا کے لئے اُگاتا ہے۔ قدرت کی فیاضی دیکھئے کہ اُس نے عالمی فضا کے توازن میں سانپ کو ایک اہم مقام عطا کر رکھا ہے اور اس طرح سانپ بالواسطہ طور پر انسان کا مددگار جانور ہے۔ ویسے بھی یہ ڈرپوک جانور ہے اور انسان کی ذراسی آہٹ پانے پر بھاگ لیتا ہے۔ مقابلے پر وہ صرف تبھی اترتا ہے جب وہ گھر جائے ایسی حالت میں مقابلہ کرنا ہر جانور کا فرض ہے۔ مگر عموماً سانپ "جیو اور جینے دو" کی پالیسی پر عمل کرتے ہیں اور اس پالیسی کی حضرت انسان کو قدر کرنی چاہیئے۔ اس لئے اب جب کبھی آپ کو سانپ نظر آئے تو اُسے اپنے راستے جانے دیجئے گا اور وہ آپ کو کبھی کچھ نہیں کہے گا۔

(آل انڈیا ریڈیو، جے پور سے نشر)

مستقبل میری نظر میں

مدثر حسین رضوی

میرا مستقبل ہو، یا ملک و ملت کا مستقبل ہو، یا اس کرۂ ارض کا مستقبل ہو، یہ سب دراصل انسان اور آج کی سب سے بڑی حقیقت یعنی سائنس کے مستقبل میں مضمر ہے۔ اس لیے اس مختصر گفتگو میں فرد اور سائنس کو ذہن میں رکھ کر کسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس عالم آب و گل کی ہر شے کا انتہا ... اور ... کا کچھ نہ کچھ مستقبل ضرور ہے لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ فرد کی حیثیت سے کیا مستقبل ہے؟ اس سوال کے بعد ذہن میں دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا یہ موضوع میرے اپنے مستقبل کو کیفیت فرد پر بحث لائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فرد کے مقابلہ میں سماج کو قدیم و فوق حاصل ہے۔ فرد کا فانی ہے اور سماج اپنے وجود سے اس لافانی کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ لہذا انداز یا سماج کو فرد پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ فرد سماج کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہے اور سماج کا وجود کے بغیر تصور تک ممکن نہیں۔ تو پھر کیا سماج کے مستقبل پر نظر ڈالنا ہوگی؟ اگر یہی درست مان لیا جائے تو سماج میں یہ بھی طے کرنا ہوگا کہ کس ملک و قوم کے مستقبل کا جائزہ لینا ہے کیونکہ اس متمدن دنیا کا ہر سماج یا تو اپنے ملک کے حدود اربعہ میں ارتقاء کی منازل طے کر رہا ہے یا پھر کسی خاص مسلک و مشرب کے زیر اثر ترقی پذیر ہے۔ اگر کچھ اور آگے نگاہ ڈالیں تو انسانی سماج کی ترقی کے ادوار میں، اور زندگی کے مختلف شعبوں میں، اُس کے کارہائے نمایاں نظر آئیں گے اور ان کے مستقبل کا تجزیہ کیا گیا تو چند منٹ کی اس بات چیت میں کسی ایک متعلقات کا بھی احاطہ ممکن نہ ہو سکے گا۔ لہذا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ فرد اور سماج سے بالاتر ہو کے مستقبل کی جستجو کی جائے، اور وہ ہے صرف انسانیت! انسانیت کے مستقبل پر نظر ڈالنے کا مطلب انسان اور اُس کے تمدن کے مستقبل پر نظر ڈالنا ہوگا۔

اصل میں انسان ایک متمدن حیوان ہے۔ اس کے ارتقا کی تاریخ کا سرسری جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف ادوار میں مختلف شخصیتوں نے اس کی اصلاح و رہبری کا کام کیا ہے انسان کے اندر جو حیوانی خصلتیں ہیں ان کو قابو میں کرنے کی ہمیشہ ہی کوششیں ہوتی رہی ہیں کیونکہ کرۂ ارض کا بہترین تصور انسانی بہبودی رہا ہے۔ بنی نوع انسان کے درمیان اخوت و یگانگت کے جذبات بیدار کرنے کی سدا ہی کوشش کی گئی ہے جس کے خاطر خواہ نتائج بھی نکلے ہیں۔ انسانی بہبودی کے لیے انسان کبھی بے خطر آگ میں کودا اور کبھی سولی پر چڑھا۔ کبھی انسان روشنی کی تلاش میں سرگرداں رہا تو کبھی اہنسا کا پجاری بنا۔ غرضیکہ ماضی کے ہر دور میں ایک مکمل انسان کی تشکیل بلکہ انسانیت کی معراج کے حصول کی کوشش اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ زندگی کا قافلہ ہمیشہ عظمتوں کی جانب رواں دواں رہا ہے۔ صداقت و انصاف کی علم برداری کے لیے ہر عہد میں قربانیاں دی گئی ہیں۔ اس لیے انسانیت کا کارواں اپنی روشن قندیلوں کے ساتھ برابر آگے بڑھ رہا ہے لہذا بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل بھی روشن اور تابناک ہے

آیئے اب ذرا دوسرے پہلو پر غور کریں۔ کلیہ ہے کہ ہر نسل گذشتہ تمام نسلوں کا حاصل کیا ہوا علم ورثے میں پاکر اس میں اپنے اندوختے اور دریافتوں کا اضافہ کر کے اسے آئندہ نسلوں کو مسلسل ترقی کے لیے اور نوع انسان کے علم و عرفاں کا دائرہ وسیع تر کرنے کے لئے چھوڑا کرتی ہے۔ یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا۔ اسی سلسلہ نے زمانۂ ماضی قریب کی سائنس کو حیرت انگیز ترقی کی شاہراہوں تک پہنچایا ہے۔ بجلی کی روشنی، ہوائی جہاز، راکٹ، ریڈیو، ٹیلی ویژن، سنیما، وی سی آر، ایٹمی طاقت اور میڈیکل سائنس کی موجودہ ترقیات کے بعد بھی نت نئی ایجادیں برابر ہو رہی ہیں۔ ان ایجادوں کے پسِ پشت انسان کی مختلف النوع ضروریات کی تکمیل، اس کی تفریح میں زیادتی اور تکلیف میں کمی کرنے کی خواہش کارفرما ہے۔ یہ انسانی طرزِ عمل یا سائنسی نقطۂ نظر قدروں کی بصیرت کے باعث ہے۔ سائنسی تحقیقات اور ترقیات سے انسانی دماغ کی تخلیقی قوتوں کے نتیجہ خیز ہونے کا نہ صرف ثبوت ہی ملتا ہے بلکہ ان سے انسان کے جوشِ عمل کا بھی اظہار ہوتا ہے اُس کی امید پرستی اور خواب آفرینی کی گواہی ملتی ہے جس سے رجائی نظریۂ فکر وجود میں آتا ہے۔ یہی رجائیت ایک خوش آیند مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انسان تصورات کی دنیا میں جیتا ہے یہ مسرت کا متلاشی ہے۔ یہ تاریکیوں میں اجالوں کی تخلیق کرتا ہے یہ اعلیٰ و ارفع اقدار کے حصول کے لیے تڑپتا ہے۔ یہ تڑپ ابتدائے آفرینش سے ہے اور تا ابد رہے گا۔ یہی ایک شاندار مستقبل کی کامیاب ضمانت اور مضبوط دلیل ہے۔

(رامپور سے نشر)

قومی ایکتا کے علمبردار

آکاشوانی کلکتہ کا سلسلہ

شری اروبندو

پروفیسر خواجہ مجیب الحق

قومی ایکتا یا قومی اتحاد ایک ایسا تصور ہے جس کے متعلق کسی کو بھی یہ شک نہیں کہ وہ اس کا پورا مفہوم نہیں سمجھتا، نیز ہر شخص بحیثیت ہندوستانی ہونے کے یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ واقعی ہم ایک قوم ہیں۔ ہمارا ملک ایک اور ہماری منزل ایک ہے۔ مگر ان تمام حقیقتوں کے باوجود ہم یہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ ہماری یہ ہم آہنگی مکمل نہیں ہے۔ اس آئینے میں کہیں کہیں خراش دکھائی دیتی ہے۔ جسے ہر کوئی آسانی سے نہیں دیکھ پاتا۔ اسکو تو صرف کوئی دوربیں شخصیت ہی دیکھ سکتی ہے جیسے بعض اوقات معمولی سی خراش چٹان کے سینے کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہوئی شگاف کی طرح منہ پھاڑے دکھائی دیتی ہے۔ جو لوگ ایسی غیر معمولی شخصیت کے مالک ہیں وہ اس کو دیکھ کر تلملا اٹھتے ہیں اور اسکو پُر کرنے کے لیے کمر کس کر تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ ہر روز پیدا نہیں ہوتے بلکہ جب حیات سالہا سال گریہ وزاری کرتی ہے تب جاکر ایسے لوگ نمودار ہوتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو قوم کی حالت دیکھ کر اُس کے غم میں گھلتے رہتے ہیں، تو کچھ لوگ دبی زبان سے قوم کی توجہ اس کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ اشارے کنائے سے آگے نہیں بڑھ پاتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کھلم کھلا اس کا اعلان کرتے ہیں اور ایک للکار کے ساتھ اس سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں۔ غرض ہر کوئی اپنی قوت، اپنی ذہانت اور اپنی صلاحیت کے مطابق اپنا ایک مخصوص راستہ اختیار کرتا ہے اور اسی طریق کار پر عمل کرکے اپنے قومی ایکتا اور قومی اتحاد کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کامیابی سب کے قدم نہیں چومتی۔ یہ بہت ہی خوش نصیب لوگوں کی قسمت ہے اگرچہ ایسے معاملات میں کامیابی کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ صرف نبض شناسی اور کوشش ہی سب سے بڑی بات ہے۔

شری اروبند وگھوش ملک کے ایک ایسے ہی سپوت تھے جن کی باریک بیں نگاہ نے ہماری قومی زندگی میں پڑے ہوئے اس شگاف کو دیکھا تھا جو بظاہر بھرا ہوا تو ضرور دکھائی دیتا تھا مگر حشو کا مادّہ فاسد تھا۔ لہٰذا اپنے ہم عصروں کی طرح وہ بھی اس شگاف کو فاسد مادّہ سے پاک کرکے اس کو از سر نو پُر کر دینے کی سعی کرنے لگے۔

شری اروبندو کی ابتدائی تعلیم لوریٹو کانوینٹ دارجلنگ سے شروع ہوئی اور سات سال کی عمر میں ان کو انگلینڈ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا گیا جہاں انھوں نے ایک انگریز خاندان کے ساتھ گھر میں تعلیم حاصل کی اور بعد میں سینٹ پال اسکول اور کنگز کالج کیمبرج میں داخل ہوئے۔ ان کی تعلیم میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ اس میں ہندوستانی تہذیب و تمدن کا شائبہ تک نہ ہو کیونکہ ان کے والد کا یہی حکم تھا اور ایسا ہی ہوا بھی۔ اگرچہ شری اروبندو کی تعلیم خاص یورپین طریقہ پر ہوئی، تاہم ایک اخبار "دی بنگالی" کے ذریعہ اور انڈین مجلس کے ذریعہ (جو انگلینڈ میں ہندوستانی طلباء کا ایک ادارہ ہے) وہ ہندوستانی تہذیب و تمدن سے قدرے واقفیت حاصل کرتے رہے اور اس مجلس میں آزادیٔ ہندوستان کے متعلق وقتاً فوقتاً تقریر بھی کیا کرتے تھے۔ آخر کار وہ ریاست بڑودہ کے گائیکواڑ کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں ہندوستان واپس آئے اور بڑودہ ریاست کے مختلف محکموں کے ساتھ ۱۹۰۶ء تک وابستہ رہے۔ یہ انگریزوں کا زمانہ تھا اور آزاد ہندوستان کا تصور نمایاں طور پر نہیں ابھر پایا تھا۔

شری اروبندو کی خاص یورپین تعلیم ان کو کھل کر عوامی زندگی میں شامل ہونے سے باز رکھے ہوئے تھی۔ اگرچہ بڑودہ ریاست کے مختلف عہدوں کی ذمہ داری بھی اس کی ایک وجہ تھی۔ تاہم جب ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگالہ کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر گیا تو وہ کلکتہ چلے آئے اور کھل کر قومی و عوامی سیاست میں حصہ لینے لگے۔ اور انڈین نیشنل کانگریس کو ایک ایسا پلیٹ فارم بنانے کی کوشش کرنے لگے جو قوم کی رہنمائی کر سکے۔ یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ شری بال گنگا دھر تلک کو صدر بنا کر آزادی کی تحریک کو عوامی تحریک میں تبدیل کیا گیا اور برطانوی حکومت کی نگاہِ کرم کا انتظار نہ کرکے خود ہی آزادی حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی گئی۔ اس طرح برطانوی سرکار سے عدم تعاون شروع ہو گیا اور برطانوی مال کا بائیکاٹ، آزادانہ وطنی حکومت جو آزادی حاصل نہ ہونے تک لڑتی ہی جائے گی، قومی تعلیم کا منصوبہ نیز سرکاری عدالتوں کا بائیکاٹ جیسا اہم قدم اٹھایا گیا لیکن برطانوی سرکار نے ان کو کئی بار جیل میں نظر بند کرایا اگرچہ وہ ہر بار باعزت طور پر بری کر دیئے گئے۔ مگر ۱۹۰۹ء میں جب وہ جیل سے باہر آئے تو انھوں نے کانگریس کا شیرازہ بکھرا ہوا اور رہنماؤں کو منتشر پایا جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ پارٹی اگرچہ زندہ تھی مگر بجھی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس واقعہ کا ردعمل یہ ہوا کہ شری اروبندو جیسی قوت کا مالک مفکر مایوسی کا شکار ہونے لگا اور عملی سیاست سے رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرنے لگا۔ اس خلاء کو مہاتما گاندھی کی رہنمائی نے پُر کیا جو چند سال بعد افریقہ سے ہندوستان لوٹے اور ہندوستان کی عوامی سیاست کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

بڑودہ ریاست میں قیام کے دوران ہی شری اروبندو نے سنسکرت زبان اور چند ہندوستانی زبانوں پر عبور اور یوگ کی ریاضت میں خاص مہارت حاصل کر لی تھی۔ چونکہ انکی پوری تعلیمی زندگی خالص یوروپین ماحول میں گزری تھی اس لیے یوروپین تعلیم سے بیزاری اور ہندوستانی تعلیم خاص کر ویدک اور یوگ کی تعلیم کی طرف کھنچاؤ اسکا یقینی ردعمل تھا۔ یوروپین تعلیم کی ضدیت کو ترک کرکے وہ مکمل یوگی ہو گئے اور یوگ اور روحانیت میں ہی ان کو نجات کا واحد طریقہ نظر آیا۔ آخر کار انھوں نے شاید انتہائی دل برداشتہ ہو کر یہ طے کیا کہ عملی سیاست ان کے شایانِ شان نہیں۔ بہرحال انھوں نے فلسفہ روحانیت اور یوگ کے ذریعہ ہی اپنی قوم کو آزادی کا صحیح مفہوم سمجھانے کا فیصلہ کر لیا اور ملک کے تمام باشندوں کو ماضی کے آئینے میں انکی صحیح تصویر دکھا کر ان کو ایک افضل اور برتر قوم میں تبدیل کر کے انکو آزادی حاصل کرنے کی اصل وجہ سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کیا جس میں کوئی چھوٹا یا بڑا، اونچ یا نیچ، غیر یا اپنا نہیں رہ جائے گا بلکہ سب اپنے آپ کو ایک دوسرے کے برابر اور ایک ہی قوم کے افراد کی صورت میں دیکھیں گے ——— صرف اپنی قوم ہی کیوں ——— انھوں نے اپنے فلسفہ میں ایک مکمل انسانیت کا خاکہ بھی پیش کیا ہے جو روحانیت کی بنیاد پر تمام بنی نوع انسان کی ترقی، برابری اور نجات کے اسباب مہیا کرکے ایک افضل اور برتر نسلِ انسانی کے وجود کو ممکن بنا دیگا اور اس طرح خالقِ کائنات کا حقیقی مقصد پورا ہو جائے گا ——— یہ سب کچھ ان کے بتائے ہوئے ویدک تعلیم، نظامِ تعلیم اور یوگ کی سادھنا یعنی ریاضت کے ذریعہ ہر نفس کے اندر پوشیدہ قوتِ ایزدی کو بروئے کار لاکر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کائناتی ذہن جو روحانیت کا سرچشمہ ہے، ہر فرد اور ہر شئے کے اندر پوشیدہ اور خوابیدہ ہے۔ مکمل یوگ کی سادھنا سے ہر فرد کے اندر اس کا بتدریج ظہور ہوتا ہے اور اس طرح خداشناسی اور روحانیت کے راستے سے ہر رکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس طریق پر چل کر وہ آریائی مقام حاصل ہوتا ہے جس میں برہمن کی ذہانت اور پاکیزگی، کھتری کی وطن نوازی، قربانی اور شجاعت، ویش کی دریادلی اور نجات اور شودر کی خود فنائی و خدمت گذاری شامل ہیں ——— یہی آریائی صفات ہیں جو اخلاقی فطرت کی بنیاد ہیں ——— اور جن کو وہ نوجوانان قوم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس اخلاقی تعلیم میں مذہب اور اس کی فرسودہ روایات کو بالکل دخل نہیں۔

لہٰذا اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہماری قومی زندگی میں اس کا مقام بہت ہی اہم ہے اور ان کو صحیح معنوں میں

قومی ایکتا اور اتحاد کا علمبردار کہا جا سکتا ہے۔ میں نے دیدہ و دانستہ طور پر "کہا جا سکتا ہے" استعمال کیا ہے کیونکہ کچھ مخصوص سوالات ایسے بھی ہیں جن کا تعلق ہماری قومی زندگی کی دکھتی رگ سے ہے۔ مثلاً قومی ایکتا کے تصور میں ویدک مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی نقطۂ نگاہ سے ہریجنوں اور اچھوتوں کا مسئلہ، سماج میں ان کا مقام، انکی زبوں حالی اور دیگر پسماندہ طبقوں کے مسائل کے بارے میں شری اروبندو کے نظریات کیا ہیں ان میں وضاحت کے ساتھ بحث نہیں کی گئی ہے۔ نیز روحانیت کو بدرجۂ اتم حاصل کرنے کے لیے یوگ اور ویدک تعلیم کا طریقہ ہی واحد راستہ ہے۔ اس کو ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگ تسلیم نہیں کر سکتے تھے پھر کس طرح ان کو قومی ایکتا یا اتحاد کا حقیقی علمبردار کہا جا سکتا ہے؟ اس سوال کی اہمیت اپنی جگہ، مگر یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ شری اروبندو ایک بلند خیال مفکر اور فلسفی تھے۔ لہٰذا جس بلندی سے وہ سماج کا جائزہ لے رہے تھے وہاں سے ہر امتیاز، ہر فرق اور ہر عصبیت کے نقوش معدوم ہو جاتے ہیں۔ وہ مرغ سرائی نہیں تھے جو خس خاشاک میں اُلجھ کر رہ جاتے۔ اس کے برعکس وہ ستاروں پر "منقار زدن" کے قائل تھے۔

ہر مفکر اپنا راستہ۔ اپنا طریق کار چن لیتا ہے۔ شری اروبندو نے بھی یوگ اور فلسفہ کا طریق چن لیا تھا۔ اور یہ حقیقت محض اتفاق نہیں ہے کہ یہ مکمل یوگی ۱۵ اگست کے دن ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوا تھا جو ہماری آزادی کی تاریخ بھی ہے۔ اور جس کی طرف انھوں نے خود بھی اشارہ کیا ہے۔ انگریزی ماحول میں تعلیم یافتہ شری اروبندو نے اپنی زندگی کو خالص ہندوستانی سانچے میں ڈھال لیا تھا اور بحیثیت سنیاسی اور یوگی کے پانڈیچری کے آشرم میں ۵ دسمبر ۱۹۵۰ء کو راہئ ملکِ عدم ہوئے ——

ان کی تعلیمات کا اثر قبول کرنا، اس سے صحیح فائدہ اٹھانا اور اپنی قومی زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھال کر اپنے مسائل کو حل کرنا اب تو پوری قوم کی ذمہ داری ہے۔

(کلکتہ سے نشر)

پروفیسر خواجہ مجیب الحق
صدر شعبہ فلسفہ ٹاکی گورنمنٹ کالج ٹاکی۔ ۲۴ پرگنہ

مُضطر عظیم آبادی

ڈوب کر جیسے اُبھر جانے کو جی چاہے ہے
اب جدھر تو ہے اُدھر جانے کو جی چاہے ہے
دل ہی لایا ہے مجھے وقت کے چوراہے پر
دل ہی پوچھے ہے کدھر جانے کو جی چاہے ہے
ایسا لگتا ہے کہ اپنا کوئی رہتا تھا یہاں!
جب گذرتا ہوں ٹھہر جانے کو جی چاہے ہے
اُف یہ جذبات کی ٹھہری ہوئی لہروں کا سکوت
بہتے دریا میں اُتر جانے کو جی چاہے ہے
تنگ و تاریک ہے ماحول کچھ اتنا مضطر
روشنی بن کے بکھر جانے کو جی چاہے ہے
(کلکتہ سے نشر)

تپ دق کا بین الاقوامی سمپوزیم

محمد خلیل

بیماریوں کو دور کرنے کے لیے دوا کی تلاش اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود انسانی تہذیب، بیماریوں سے نجات پانے کے لیے مختلف طریقے وقت کے ساتھ بدلتے رہے ہیں۔ خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں جہاں طبی امداد بہ آسانی دستیاب نہیں تھی وہاں دوسری جانب عام استعمال میں آنے والی چیزوں سے علاج کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی ہے جو فوری طور پر آسانی سے دستیاب ہیں۔ جدید ادویات کا دور ۱۹۴۰ء کے وسط سے مختلف جراثیم کش ادویات کی دریافت سے شروع ہوتا ہے۔ اب ہمارے پاس مختلف امراض کا یقینی علاج موجود ہے تپ دق اور کوڑھ جیسی خوفناک بیماریوں نے بھی جدید ادویات کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔ لیکن پورے طور پر انھیں ختم کرنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

گذشتہ دنوں نئی دہلی میں تپ دق اور سینے کی بیماریوں کی ۳۷ ویں قومی کانفرنس کا چار روزہ اجلاس اور تپ دق کا بین الاقوامی سمپوزیم ختم ہو گیا۔ تپ دق کے موجودہ درپیش مسائل کو حل کرنے میں یہ کانفرنس ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کانفرنس کا افتتاح قایم مقام صدر جمہوریہ شری ہدایت اللہ نے کیا اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ "تپ دق آج بھی پسماندہ علاقوں میں ایک بڑی مہلک بیماری کی حیثیت سے موجود ہے۔ اسے ختم کرنا ہوگا۔"

ڈاکٹر آئی ڈی بجاج جو شعبہ صحت کے ڈائرکٹر جنرل ہیں اپنے ایک بیان میں کہا ہے "اس وقت تقریباً ایک کروڑ لوگ اس بیماری میں گرفتار ہیں جبکہ ۲۵ لاکھ لوگ اس کے جراثیمی اثرات سے پورے طور پر متاثر ہیں۔ اس بیماری کے اثرات شہری اور دیہی علاقوں پر تقریباً ایک جیسے ہیں۔ اس بیماری کی زیادتی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا آسانی سے پتہ نہیں لگتا اور ملک کے دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ اس کے علاج میں پوری طرح پابندی نہیں کر پاتے جس کے لیے ایک سال سے ۱۸ مہینہ تک کا عرصہ درکار ہے۔ آج صحت کے نقطۂ نظر سے ملک کے درپیش مسائل میں تپ دق ایک بڑا مسئلہ ہے یہی وجہ ہے مرکزی وزارت صحت نے اس بیماری کو ختم کرنے کے لیے جامع منصوبہ تیار کیا ہے۔ اور اس پر غور و خوض ہو رہا ہے تاکہ اسے عملی شکل دی جا سکے۔

کانفرنس کے صدر ڈاکٹر بھونت سنگھ نے کانفرنس کے دوران یہ انکشاف کیا ہے کہ ہمارا بیس سالہ قومی منصوبہ جو اس بیماری کے لیے تیار کیا گیا تھا وہ ہماری اُمیدوں سے کم رہا ہے کیونکہ اس میں غلط حکمتِ عملی کو دخل رہا ہے یہ بات نہایت تعجب خیز ہے کہ ملیریا اور خاندانی منصوبہ بندی پر ہم نے کسی حد تک قابو پا لیا ہے جبکہ تپ دق کے ساتھ ایسا نہیں ہے اور اس پر ہم اب تک قابو نہیں پا سکے ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق ہر سال تقریباً ۴۰ لاکھ افراد تپ دق کے جراثیمی اثرات سے پورے طور پر متاثر ہوتے ہیں اور ان میں تقریباً ۴۰ لاکھ افراد ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات سامنے آئی ہے کہ ایشیا میں تپ دق کے اثرات سے ہر ایک منٹ بعد چار افراد متاثر ہوتے ہیں اور ایک شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ صرف دہلی میں تپ دق میں مبتلا افراد کی تعداد تقریباً ۷۰ سے ۸۰ ہزار تک ہے۔

لیکن حالیہ کیموتھراپی کی دریافت اس بیماری کو دور کرنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ ایک کم عرصہ والا طریقہ علاج ہے جس کے لیے صرف تین یا پانچ مہینے کافی ہیں۔ جبکہ پہلے علاج میں تقریباً دو یا ڈھائی سال لگ جاتے تھے۔

کانفرنس کے دوران مختلف مسائل زیر غور لائے گیے۔ ماہرین تپ دق کے شہری پروگرام سے متفق تھے۔ تاہم بی سی جی کے ٹیکے کا استعمال اس بیماری کو روکنے کے سوال پر کانفرنس میں اتفاق رائے نہ تھی اور اس سلسلے میں ماہرین کے مختلف خیالات تھے۔ جراثیمی اثرات کو پھیلنے سے روکنے کے لیے مختلف تجاویز زیر غور لائی گئیں

اس بیماری سے متعلق موجودہ مسائل کو حل کرنے میں جو اب تک کوششیں ہوئی ہیں ان کے اچھے نتائج برآمد ہو رہے ہیں اور مزید کامیابی کے امکانات پیدا ہو گیے ہیں۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جدید دوائیں ان کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں لیکن ہماری آبادی کو یہ دوائیں کس حد تک دستیاب ہیں یہ ایک غور طلب مسئلہ ہے اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ دواؤں کی دستیابی کو زیادہ بڑھایا جائے اور یہ کم سے کم قیمت میں عام مریضوں کو مل سکیں۔ اس طرح اس کانفرنس میں جن باتوں پر غور کیا گیا اس کا اطلاق ملک کے کسی ایک حصہ پر نہیں بلکہ پورے ملک پر ہوتا ہے اُمید کی جانی چاہیے کہ اس طرح کے تبادلہ خیالات سے ملک میں مہلک بیماریوں کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ (نیوسروسز ڈویژن سے نشر)

محمد خلیل "سائنس کی دنیا" سی ایس آئی آر نئی دہلی

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس ٹیکنالوجی اینڈ ڈولپمنٹ اسٹڈیز

ایم اے قریشی

سائنس و ٹیکنالوجی نے ہماری زندگی سے متعلق ہر شعبہ کو متاثر کیا ہے۔ سائنسی ترقی کے تین پہلو ہیں۔ اول اس کا مثبت پہلو ہے۔ سائنسی ایجادات کی بدولت صنعت کاری ہیں : نفاذ ہوا جس سے معاشی ترقی واقع ہوئی، سماجی زندگی میں عمدگی پیدا ہوئی۔ بیماریوں پر قابو پایا جا سکا۔ آمد و رفت کی سہولتیں پیدا ہوئیں اور نئے نئے سائنسی آلات کے ذریعہ تفریحات و تخلیق کاری کے مواقع پیدا ہوئے۔ دوسرا پہلو منفی ہے۔ سائنس کی سرفرازی کے ساتھ نئے نئے مسائل بھی پیدا کیے۔ دو بارہ ناپید زمینی وسائل کے کثرتِ استعمال سے ان وسائل کی مستقبل میں دستیابی کے بحران کا سامنا ہے۔ بڑھتی ہوئی صنعت کاری سے کوئلہ و پٹرول کا استعمال اور مختلف کیمیائی مادوں کا فضا میں حد سے زیادہ مقدار سے گذرنا، درختوں کی کٹائی اور جنگلات کے کم ہونے سے ماحول پر ان کا ناگوار اثر پڑ رہا ہے خاص طور سے فضا کا درجۂ حرارت بڑھنے سے آب و ہوا میں بھی تبدیلی کے نشانات پائے جا رہے ہیں۔ صنعت کاری اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے شہروں میں روزگار کے مواقع پیدا کیے جس کی وجہ سے شہر دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں دیہاتوں سے روزگار کی تلاش میں لوگ شہروں کی طرف بھاگ رہے ہیں جس کے نتیجہ میں شہروں کی آبادی گنجان ہوتی جا رہی ہے اور اس کا اثر شہری سہولتوں پر پڑ رہا ہے خاندان کا تصور گھٹ کر ماں باپ اور بچوں تک رہ گیا ہے خلوت کا تصور بھی برائے نام ہے۔ اخلاقی قدروں پر سائنس کا گہرا اثر ہوا جس کے سبب نئی و پرانی نسلوں کے درمیان ایک وسیع و عمیق خلیج حائل ہو گئی ہے۔

سوئم سائنس نے ایک قومی سیاسی و اقتصادی ہتھیار کی شکل اختیار کر لی ہے۔ امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس، مغربی جرمنی اور جاپان صف اول کے ترقی یافتہ ممالک ہیں۔ ان ممالک میں اقتصادی ترقی اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے درمیان اہم رشتہ ہے۔ ان ممالک میں سائنسی عوامل کے استعمال کو زندگی کے ہر شعبہ میں فروغ دیا گیا۔ سائنس سے متعلق خصوصی پالیسیاں اختیار کی گئیں جس کے نتیجہ میں نئی نئی ایجادات و اختراعات ہوتی رہتی ہیں اور ان کے استعمال سے ہر نوع کی ترقی واقع ہوئی ہے۔ سائنس کے استعمال سے ہی ان ملکوں میں بہتر پیداواری مشینیں بنائی گئیں، بہتر ہتھیار اور مواصلاتی نظام سے فوجی برتری حاصل ہوئی۔

ترقی پذیر ممالک کو سماجی و اقتصادی ترقی کے لیے صنعتی ترقی یافتہ ممالک سے ٹیکنالوجی حاصل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو ملکی بنیادی وسائل کے عوض حاصل ہوتی ہے۔ ترقی پذیر ممالک مہنگے داموں میں ٹیکنالوجی خریدتے ہیں اور سستے داموں میں اپنا مال بیچتے ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی ہی کی بدولت کثیر الاتعداد ترقی یافتہ ممالک کی کمپنیاں کم ترقی یافتہ ممالک میں قایم ہیں۔ اور کہیں کہیں تو وہ اس قدر قوی ہیں کہ ان ممالک کے سیاسی اقتصادی پالیسی میں ان کا مخفی دخل رہتا ہے۔

ملکی اور بین الاقوامی لحاظ سے سائنس و ٹیکنالوجی کی اہمیت دن بدن بڑھ رہی ہے چنانچہ تمام ترقی پذیر ممالک میں سائنس و ٹیکنالوجی کو فروغ دینے کی ذمہ داری سرکار کی ہے اس لیے یہ اشد ضروری ہے کہ ہر ملک میں سائنسی استعداد کو بڑھایا جائے۔ وسائل کو کفایتی طور پر سائنس کے لیے استعمال کیا جائے اور اس کے لیے مناسب منصوبہ بندی ہو تاکہ سماجی و اقتصادی ترقی سے اس کا رشتہ جوڑا جائے۔ سائنس کی وجہ سے ہونے والی ماحول کی پراگندگی کی روک تھام کی جائے۔ سائنس میں خود کفالت حاصل کر کے ترقی یافتہ ممالک کی برتری کا خاتمہ کیا جائے۔ ترقی پذیر ممالک کے درمیان سائنس و ٹیکنالوجی میں تعاون کے ادارے قایم ہوں تاکہ ترقی کی رفتار کو بڑھایا جائے۔

ان مسائل کے پیش نظر [illegible] نے ۱۹۸۰ میں ایک ایسا ادارہ قایم کیا جو ان مسائل کا حل پیش کر سکے اور جس کی تحقیقات و مضامین بہتر سائنس پالیسی کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوں اس ادارہ کا نام [illegible] ہے اور یہ نئی دہلی واقع ہے۔ اس ادارہ کا بنیادی مقصد سائنس و ٹیکنالوجی کی پالیسی کے میدان میں علم و ہنر کی تخلیق کاری ہے۔ اس ادارہ کے دائرۂ عمل میں ان موضوعات پر تحقیقی مقالات و دستاویز تیار کرنا ہے۔

۱۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی منصوبہ بندی و تنظیم، سائنسی و ٹیکنالوجی تحقیقات کے نتائج کا سماجی و پیداواری نظام میں استعمال میں لایا جانا۔

۲۔ تاریخی، سماجی، اقتصادی، سیاسی، تہذیبی اخلاقی اور فلسفیانہ پہلوؤں کی روشنی میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ماہیت و خصوصیات۔

۳۔ ترقیاتی حکمتِ عملی ٹیکنیکی تغیر اور اقتصادی ترقی

۴۔ ٹیکنالوجی کی پیشن گوئی ٹیکنالوجی کا تعین اور طرز ترقی۔

۵۔ ملاقاتی پیمانہ پر ترقی پذیر ممالک کی سائنس و ٹیکنالوجی کی پالیسی کا مطالعہ اور ان کے درمیان ترقیاتی پروگراموں میں تعاون۔

یہ ادارہ اپنا ایک ماہانہ جریدہ بھی نکالتا ہے اس جریدہ کا نام [illegible] ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ اس جریدہ کے ذریعہ دنیا میں جتنا بھی مواد سائنسی پالیسی و ترقیاتی تحقیق پر شائع ہوتا ہے یا دوسری صورتوں میں دستیاب ہے اس کا خلاصہ، خصوصی رپورٹیں اور تبصرے تیار کر کے اس میں شامل کیے جائیں اور ان کو زیادہ سے زیادہ اسکالرز کے علم میں لایا جائے۔ ترقی پذیر ممالک میں سائنسی پالیسی کے موضوع پر یہ پہلا جریدہ ہے۔

ان کے علاوہ اس ادارہ کی ایک اہم ذمہ داری ترقی پذیر ممالک کی سائنس پالیسی پر خصوصی رپورٹیں حاصل کر کے اکھٹا رکھنا تاکہ تحقیق کاروں کے لیے ایک جگہ تحقیقی مواد مہیا کیا جا سکے۔ اس ادارہ میں تمام دنیا کے پالیسی پر تحقیق کرنے والے خاص طور سے ترقی پذیر ممالک کے اسکالروں کو مختصر عرصہ کے لیے کام کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ وقتاً فوقتاً یونیسکو کے لیے مشیر کی حیثیت سے بھی خصوصی رپورٹیں تیار کرتا ہے اور اس کے لیے بین الاقوامی سیمنار اور [illegible] کی تنظیم بھی کرتا رہتا ہے۔

اس ادارے نے مختصر عرصہ میں کئی نمایاں تحقیقاتی رپورٹیں تیار کی ہیں۔ اس سال مارچ کے آخر میں یونیسکو نے ایشیا اور بحر الکاہل کے [illegible] کے وزرا کی دوسری کانفرنس منیلا میں منعقد کی تھی اس کانفرنس کا نام [illegible] ہے۔ [illegible] کے لیے [illegible] رپورٹ اسی ادارے نے تیار کی تھی۔ [illegible] نے جو سفارشات ممبران ممالک کو اپنی سائنس پالیسی اختیار کرنے کے لیے کی ہیں وہ اسی رپورٹ کے تجزیہ سے اخذ کی گئی ہیں۔ [illegible] ترقی پذیر ممالک میں یکتا ادارہ ہے اور بین الاقوامی معیار پر اس کی تحقیقات اور استعداد کو تسلیم کیا جا چکا ہے۔

(اردو سروس سے نشر)

گیتا گیان ۔ نیک کام

سوامی چن مے آنند

کوئی جاندار کام سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا ـــــ اور نہ ہی سرگرم ہوئے بغیر رہ سکتا ہے۔ خواب میں بھی جسمانی اعضا کے افعال اور اعمال برابر چلتے رہتے ہیں۔ جاندار میں سرگرمی اظہارِ زندگی ہوتی ہے۔ مگر جب ہم کسی کام کو بے تعلق ہو کر کرتے ہیں تو ہمارے کام کے نہ صرف زیادہ شاندار نتائج ہی برآمد ہوتے ہیں بلکہ اس سے یہ مخفی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ ہمارا باطن خواہشات سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جب ذہنِ انسانی اس درجہ کی بلندی، ٹھہراؤ اور خاموشی کو حاصل کر لیتا ہے تو انسان کو نہایت آسانی کے ساتھ اور تگ و دو کے بغیر بلندیٔ نفس کا احساس ہونے لگتا ہے۔

یہ سب کچھ معلوم ہونے پر بھی ارجن کے دل میں یہ شک قائم رہتا ہے کہ اسے کس قسم کے کام کا بیڑا اٹھانا چاہیے۔ کیا بہتر سلوک کے اور کام بھی دنیا میں ہیں۔ کیا ایسے کام بھی ہیں جن کے کرنے سے ہماری روحانی حس کو نقصان پہنچے اور ہمارا دقیق ادراک کند ہو جائے؟

یہ سوچ کر کہ شکی مزاج طالب علم کے ذہن میں اس قسم کا شک موجود ہے بھگوان کرشن فرماتے ہیں "تم وہ تمام کام انجام دیتے چلے جاؤ جو تم پر لازم آتے ہیں کیونکہ عمل بہرحال بے عملی سے اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔ اگر تم سستی اور کاہلی کی زندگی بسر کرو گے تو اپنے جسم کو بھی صحتمند نہیں رکھ سکو گے۔"

ویدوں کے رشیوں نے اس عالم کی تمام سرگرمیوں کا تجزیہ کر کے انھیں چار درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ درجے ہیں ـــــ (۱) ایسے کام جو ظاہرا طور پر وقار انسانی اور ارتقا کے منافی ہیں اور اس لیے تمام شاستروں نے ان کی مذمت کی ہے۔ ایسے کاموں کو "نشدھ کرم" یعنی گراوٹ کے کام کہا گیا ہے۔ (۲) ایسے کام جو ذاتی اور شہوانی خواہشات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور "کامیہ کرم" یعنی لذتِ نفس کے کام کہلاتے ہیں۔ (۳) روزمرہ کے فرائض جو ہر فرد کو انجام دینے پڑتے ہیں یعنی "نتیہ کرم" اور (۴) ایسے خاص فرائض جو خاص اور غیر معمولی حالات میں ہم پر عاید ہوتے ہیں، ایسے فرائض کو "نیمتک کرم" (فرائض خصوصی) کہا جاتا ہے۔

ان چاروں میں سے ۱ کام جو انسانی وقار کے منافی ہیں اور جن کی شاستروں میں مذمت کی گئی ہے۔ یعنی "نشدھ کرم" اور ۲ کے نہایت خودغرضانہ کام یعنی "کامیہ کرم" روحانی اخلاق کی تخلیق زندگی اور سرگرم ظہورِ باطن کی خاطر ان ہر دو سے دور رہنا چاہیے۔

باقی دو قسم کے کام یعنی روزمرہ کے فرائض (نتیہ کرم) اور خاص فرائض (نیمتک کرم)، جو زندگی میں غیر معمولی اور غیر متوقع حالات میں مزید فرائض بن کر سامنے آتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے لازمی کام بن جاتے ہیں اور رشیوں نے انھیں "نیت کرم" یعنی مقررہ فرائض قرار دے رکھا ہے۔ چنانچہ "نیت کرم" میں ہمارے "نتیہ کرم" (روزمرہ کے فرائض) اور ہمارے "نیمتک کرم" (خاص فرائض) دونوں شامل ہیں۔ زندگی کے لازم کام "روزمرہ کے فرائض" پر مشتمل ہیں مثلاً نہانا دھونا، دعا کرنا، کھانا کھانا، دفتر جانا وغیرہ اور ہمارے "خاص فرائض" ہیں، مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا، دوسروں سے ملنے جانا، شادی بیاہ میں شرکت کرنا، فوج میں بھرتی ہونا وغیرہ وغیرہ۔

انسان کو زندگی میں "لازم فرائض" پوری طرح ادا کرنے چاہئیں۔ ہم تنہائی کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ ہم مل جل کر رہنے والی مخلوق ہیں اور ہمارا ایک معاشرہ ہے۔ اس لیے ہمارے نہ صرف اپنے تئیں کچھ فرض بنتے ہیں بلکہ ہمارے فرض آئے دن بڑھتے رہتے ہیں۔ مثلاً کنبے، رشتہ داروں، معاشرے، قوم اور دنیا کے تئیں ذمہ داریاں دن بہ دن بڑھتی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر شخص کو اپنے تمام لازم فرائض پوری کوشش اور مستعدی کے ساتھ اور لاتعلقی، خوشی اور ندر و نیاز کے جذبے کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرنی چاہیے اگر ہم اس جذبہ کے ساتھ کام کرتے رہیں گے تو ہمیں نہ کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہوگی نہ جبر اور نہ ہی ہم کسی قسم کے لگاؤ کا شکار ہو پائیں گے ـــــ ذہنی خمار پر لگا کر اڑ جائیں گے اور فرد جو کسی، معنی خیز مساعی اور فرحت بخش طمانیت کی نئی زندگی لے کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ اسی لیے نوجوانوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ "اپنے لازمی فرائض تمام ادا کرو؛ بے شک سرگرمی کی زندگی، سستی اور کاہلی کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔ اپنا وقت ضائع مت کرو۔ مادی یا ذاتی مسائل سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے بعض ایسے مسائل جوق در جوق پیش آتے چلے جائیں اور ہم محسوس کرنے لگیں کہ ہم ان سے نپٹ نہیں سکیں گے۔ بعض اوقات حالات اپنی تمام تر پُرہیبت دغابازیوں کے ساتھ ہمارا منہ چڑانے لگیں گے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اپنی ذات پر اور اپنے آدرش پر بھروسہ رکھتے ہوئے محنت سے کام کرتے چلے جاؤ۔ بالائی برکتوں کی شکل میں تمہیں اپنے اندر ایک نئی قوت اور فہم کا نیا دھارا بہتا ہوا محسوس ہوگا اور کام ختم ہو جانے پر چاہے تمہاری جیت ہوئی ہو یا ہار، تمہیں محسوس ہوگا کہ تم پہلے سے زیادہ طاقتور، صحت مند اور قوی ہو گئے ہو کبھی ڈرو نہیں، کبھی ہچکچاؤ نہیں، نیک دلی کے ساتھ کام کرتے چلے جاؤ، اپنے آدرش کو برقرار رکھنے کے لیے لگن کے ساتھ کام کرتے رہو۔ مسائل کا سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کرنا اور مستعدی کے ساتھ کام کرنا، مشکلات سے کنی کترانے اور بیکار ملامت نفس سے کونوں کھدروں میں گھس کر بیٹھ جانے سے بہرحال بہتر ہے۔

صحت کی برقراری

اس طرح کی بیباک ہمت اور بڑھتی ہوئی قوت کی پُرجوش زندگی نہ صرف ہماری باطنی ترقی کے لیے ہی ممد و معاون ثابت ہوگی بلکہ سرگرم زندگی جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے بھی لازم چیز ہے۔ جو شخص دن بھر تنکا بھی نہیں توڑتا (حالانکہ آجکل اس قسم کی غیر صحت مندانہ فربہی اور درد بھری توند خوش نصیبی کی علامت خیال کی جاتی ہے)، اس کی قابلِ نفرت زندگی ہر سمجھدار شخص کے لیے باعث عبرت ہوگی۔

دھوپ، محنت کشی، عمدہ ورزش، عرق ریزی، کھلی ہوا میں گہرے سانس لینا ـــــ ان تمام چیزوں سے چہرے پر روحانیت اور جسم پر تر و تازگی پیدا ہوتی ہے۔ اگر تم بیکاری اور سستی کی زندگی بسر کرو گے تو جسم کو صحت مند رکھنا بھی ممکن نہیں رہے گا۔

ہمارے فرائض ہماری پیدائش کے تابع ہوتے ہیں۔ تو کیا ہم ان میں تبدیلی نہیں لا سکتے؟ کوئی برہمن کے گھر میں جنم لیتا ہے اور کوئی شہزادہ بن کر اس دنیا میں آتا ہے یا پھر تاجر یا مزدور کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص مختلف ماحول میں مختلف سطح پر اس دنیا میں وارد ہوتا ہے۔ ہمارے فرائض ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے میں بادشاہ کے گھر جنم لیتا ہوں تو میری تعلیم اور تربیت اس ڈھنگ سے کی جائے گی کہ میں بڑا ہو کر بادشاہ بنوں اور سماج کی خدمت انجام دوں۔ تو کیا میں تاجر نہیں بن سکتا اور تجارت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا؟ ممکن ہے ویدانت (تصوف) کے ابتدائی طلبا کے ذہنوں میں اس قسم کے مسائل اٹھ کھڑے ہوں۔ مگر مقدم پر بلا وجہ ماحول کو نہیں ٹھونستا ہمارا باطنی رنگ روپ ہمارا ماحول متعین کرتا ہے۔ میں شرابی ہوں تو شراب خور میرے اردگرد جمع ہو جائیں گے ـــــ اور جب میں اس راہ سے ہٹ کر صحیح معنوں میں عابد و زاہد بن جاؤں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ خدا کے پرستار جوق در جوق میرے اردگرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔

چنانچہ ہر کوئی اپنی خواہشات (واسناؤں) کے مطابق ایک خاص درجہ لے کر اس دنیا میں آتا ہے اور ہمارے اردگرد کا ماحول بالکل وہی ہوتا ہے جو ان واسناؤں یعنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

اس لیے آج ہمارا میدان کار کچھ بھی ہو، ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے باطن کی جلا کریں۔ ہر کام نیکی کا کام ہے بشرطیکہ ہم اسے بے نفسی اور لاتعلقی کے صحیح جذبے کے ساتھ کریں۔ (بمبئی سے نشر)

فراق گورکھپوری ۔ شخصیت اور فن

مجید بیدار

کامیاب فن پارہ اور بڑے فنکار کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اندر چھپے ہوئے فن اور فکری قدروں کو زبان و بیان کی وساطت سے اس قدر واضح کرتا ہے کہ اس کی شخصیت اور دلچسپی کے لوازمات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

اردو شاعری کی یہ ایک بہت بڑی بدبختی رہی ہے کہ ہر دور میں شاعر نے اپنی شاعری کے ذریعہ خود کی شخصیت کو تہہ در تہہ چھپانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن دور جدید میں جدید نظریات کی اشاعت سے شاعری میں اسقدر نکھار پیدا ہو گیا کہ شاعر نے اپنی ذات اور شخصیت کو اپنے کلام میں پیش کرنے کو فن کی خوبی سے تعبیر کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں شاعروں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جس نے اپنے فن میں شخصیت کے خدوخال نمایاں کیے۔ ان شاعروں میں فراق، جوش اور فیض سب سے نمایاں ہیں۔

فطری طور پر انسان کی شخصیت مسرت و غم، ترقی و تنزلی اور حالات و حادثات سے دوچار ہوتی ہے جس کا اثر اس کے فن پر کچھ اس طرح گہرا پڑتا ہے کہ جب وہ زبان گویا سے مخاطب ہوتا ہے تو اسکی شخصیت کا ایک ایک عمل فن پارہ کی زینت بن جاتا ہے۔ فراق کی غزلوں اور نظموں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی عشق پسند فطرت، غم پسند طبیعت، تنہائی پسند مزاج اور جدت پسند شعور نے انھیں اسقدر مجبور کر دیا ہے کہ جب وہ شعر کہتے ہیں تو ان کی شخصیت کے خدوخال شاعری میں ابھرنے لگتے ہیں۔ فراق کی قد آور شخصیت نے زمانے کے انقلابات اور زندگی کی کسمپرسی کو دیکھا ہے اور انھیں محسوس کیا ہے جس کی وجہ سے ان کا لہجہ دل کی گہرائیوں سے درد اور کسک کو کھینچ لاتا ہے۔ وہ زندگی کی بے ثباتی پر افسوس نہیں کرتے بلکہ مختصر سی زندگی میں غم اور حادثات کو نبھاتے ہوئے نئے انداز سے بزم حیات سجانے پر زور دیتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

چھلکتے درد، کھلے چہرے، مسکراتے اشک
سجائی جائے گی اب طرز نو سے بزم حیات

فراق کی شخصیت کا سب سے حسین پہلو یہی ہے کہ وہ زندگی سے مایوس رہ کر بھی زندگی گزارنے کی ترغیب دیتے رہے۔ ناامیدی انکی شخصیت کا جز تو نہیں گو کہ مسلسل عشق بازی سے دوچار ہو کر وہ کسی قدر مجبور نظر آتے ہیں۔ لیکن زندگی کے معاملہ میں ان کی شخصیت کبھی شکست کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ زندگی کی مجبوریوں سے کام لے کر زندگی سنوارنے کی ترغیب دیتی ہے۔ فراق دنیا کے ماحول اور حالات زمانہ میں گھرے ہوئے رہ کر زندگی میں تبدیلی لانے کو حیات سے تعبیر کرتے ہیں اسی خصوصیت کی وجہ سے انکا فن زندگی کی قربتوں سے واقف نظر آتا ہے۔ تبدیلیٔ زندگی کو اپنے فن کا لازمہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

غم حیات وہی، دور کائنات وہی
جو زندگی نہ بدل دے وہ زندگی کیا ہے

فراق کی شخصیت کا عزم ان کے فن میں اسقدر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے اشعار موضوع اور مضمون کے اعتبار سے منفرد ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلے انسانی زاویۂ نگاہ سے اپنے فن میں عزم کی نمائندگی کی ہے چنانچہ انکی شاعری میں معاملات اور مسائل کا ذکر بھی آجاتا ہے لیکن ان تمام میں جذبۂ عشق اسقدر نمایاں ہے کہ بے ساختہ تڑپ، ہجر اور وصال کا عمل ان کی شاعری کا جز بن جاتے ہیں۔ غزل کی روایت میں عشق اور معاملات عشق کو ملحوظ رکھتے ہوئے فراق نے اپنی ذات میں پوشیدہ عزم اور شخصیت میں پنہاں استقلال کو بہت ہی واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ اپنے سینے میں پوشیدہ نور کی اس کرن کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں جس سے تاریکی کا خاتمہ ہو اور خودداری انسانیت دوستی اور محبت اور امن کا عام پھیلاؤ ہو۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

مرے ہی سینہ میں یہ صبح تھرتھراتی ہے
شب سیاہ کی زنجیر توڑ سکتا ہوں

اپنے جنون نواز مزاج سے دنیا کو سدھارنے کا عزم رکھتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

نظام دہر ترا حال دگرگوں کیوں ہے
ابھی مزاج جنوں میں فساد بھی تو نہیں

فراق کے کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت غم پسند ہونے کے علاوہ عشق پرست بھی ہے۔ وہ زمانہ کی ستم ظریفی پر افسوس بھی کرتے ہیں اور زمانے کی روایت کو بدلنے کا عزم بھی کرتے ہیں جذبۂ عشق کو رگ جاں سے قریب بھی رکھتے ہیں اور حالات زمانہ سے متاثر بھی ہوتے ہیں۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے فراق کو اردو غزل اور شاعری کا ایسا شاعر مانا جاتا ہے جو زمین پر رہ کر زمین کے انسانوں کے جذبات احساسات، خیالات اور اشارات کی نمائندگی کرتا ہے۔ انھوں نے اپنے کلام میں شخصیت کو ہمہ رنگ اور ہمہ روپ میں پیش نہیں کیا بلکہ شخصیت پر ہونے والے ماحول، زمانہ اور رسم و رواج کے اثرات کو واضح کیا ہے۔

فراق کی غزلوں میں روائتی عشق کی جھلک ہے لیکن عشق کو ہی زندگی کا حاصل سمجھنا فراق کے فن کی خصوصیت نہیں بلکہ وہ اپنے فن میں غزل کے ذریعہ حقیقت اور واقعیت کو واضح کرتے ہیں اردو غزل میں نئی معنویت، نئے احساسات اور نئے خیالات کو جگہ دیتے ہوئے فراق نے حالات، ماحول اور تغیرات کو بھی غزل کا موضوع بنایا جس کی وجہ سے ان کا فن لازوال ہو کر رہ گیا۔

فراق کی شاعری میں منظر کشی، نازک خیالی، مستقل مزاجی، درد عشق اور لفظوں کا نیا آہنگ ملتا ہے۔ ان کی نظموں میں جہاں نئی علامتیں ہیں وہیں نئے اشاروں کی تخلیق بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے انکی شاعری کو حسیاتی شاعری کہا جاتا ہے۔ فراق نے غزل کو ایمائیت اور اشاریت کا ایسا لبادہ دیا کہ جس پر اردو غزل فخر کر سکتی ہے۔ چنانچہ محبوب کے مسکرانے پر بے تاب ہو کر کہہ اٹھتے ہیں :

حسن کی نرمیوں نے لے دیدی
مسکرانا ترا ہے یاد مجھے

ایک جگہ اور کہتے ہیں ؛

جھپک جھپک سی گئی ہے بہار لالہ و گل
تری نگاہ سے چنگاریاں سی پھوٹی ہیں

فراق کے فن میں شاعری کو منظر نگاری سے وابستہ رکھنا بھی اہمیت کا حامل ہے۔ بیان میں گرمی پیدا کرنے کے لیے وہ نئی تراکیب اور انداز کے تنوع کو پوری طرح ملحوظ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے انکے کلام میں نغمگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فراق کی بیشتر نظمیں پانی کے نرم بہاؤ کی کیفیت کو پیش کرتی ہیں۔ جس طرح بہتے پانی کے قریب ٹھنڈے ہوا کے جھونکے، ماحول کی خنکی اور پانی کی لہروں سے طبیعت میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح فراق کی نظمیں انسان کی جمالیاتی حس کو چھو کر اسے قوت ارتعاش بخشتی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں ؛

ہر سانس کوئی مہکی ہوئی نرم سی لے ہے
لہراتا ہوا جسم ہے یا ساز ہے لرزاں
یا مدبھری پروائی میں رس ڈول رہا ہے
یا مست اداؤں میں ہے اک لہر سی رقصاں
تو پاس سے گزرا کہ لپٹ مشک کی آئی
بجتی ہوئی نظروں تھیں کہ آہو تھے گریزاں

منظر نگاری کے ساتھ الفاظ کے بہاؤ کو فراق نے جس مدھر انداز سے شاعری میں بکھرا ہے وہ ان کی اپنی انفرادیت ہے۔ فنی اعتبار سے فراق نظم نگاری میں جوش کے ہم پلہ نہیں لیکن شاعری کے دوران الفاظ کی نشست اور بیان کی نرمی کے ساتھ خیال کی یکرنگی کی وجہ سے ہم فراق کو جوش سے کسی قدر کم نہیں کہہ سکتے۔ انکے کلام میں معنوی اعتبار سے وسعت اور گہرائی نمایاں ہوتی ہے۔

فراق نے اپنے کلام میں نہ صرف اپنی شخصیت کا عکس چھوڑا ہے بلکہ شخصیت میں پلنے والے انقلاب سے بھی آگاہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے فن میں بے بسی، مجبوری اور معذوری کا ذکر نہیں بلکہ نئے دور کی آہٹ سنائی دیتی ہے جس میں مسائل کے وسائل تلاش کرنا ہی انسان کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ غرض فراق نے اپنی شخصیت کو یاس و حرماں سے مربوط نہیں رکھا بلکہ سینہ سپر رہنے کو زندگی تصور کیا۔ جس کی وجہ سے ان کا فن حقیقت کا آئینہ دار ہو گیا۔ فنی طور پر ان کے کلام میں شعری نغمگی، اصلیت، تحریک عمل، حسیاتی عنصر، جدید ایمائیت اور مزاج کی باریکی موجود ہے۔ ان ہی خصوصیات کی بنا پر فراق گورکھپوری، رگھوپتی سہائے کی شخصیت سے نکل کر اردو شاعری کے فراق میں گم نظر آتے ہیں اور انھیں جدید اردو غزل کا مجتہد مانا جاتا ہے۔ اورنگ آباد ریڈیو سے نشر

مجید بیدار
مولانا آزاد کالج۔ اورنگ آباد

بچوں کی تربیت میں ماں کا رول

شاداں افسر

بچوں کی پہلی اور اصلی درسگاہ ماں کی گود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ماں ہی وہ عظیم ہستی ہے جس کے کوکھ سے انسان جنم لیتا ہے اور جس کی گود میں بچہ پروان چڑھتا ہے۔ ساری دنیا میں جتنے مرد و عورت بستے ہیں وہ سب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے اور اس کی شفقت و خدمت سے زندہ رہے ہیں۔ وہ ماں کے دودھ سے غذا حاصل کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال سے صحیح سلامت رہتے ہیں۔ ماں جب حمل اور ولادت کی سخت مصیبتیں اٹھا کر کوئی بچہ جنم دیتی ہے تو وہ گویا نئی زندگی پاتی ہے۔ وہ اپنے بچے کو ممتا کی محبت کے ذریعے پالتی ہے۔ اس کی بھوک پیاس کا خیال رکھتی ہے۔ اس کی ہر طرح نگرانی کرتی ہے۔ اس کے تولد ہوتے ہی ماں اپنی تمنائیں اور خواہشیں وابستہ کر دیتی ہے۔ اگر اس نے بیٹی جنم دیا ہے تو اسے ہنرمند اور سلیقہ شعار و تعلیم یافتہ بنانا چاہتی ہے۔ اگر بیٹا ہے تو اسے شہرت و ناموری کے آسمان پر تارا کی طرح چمکتا دیکھنا چاہتی ہے اس سے بڑی امیدیں وابستہ کر لیتی ہے ہوشیار و عقلمند مائیں جو اپنی اولاد کی آئندہ زندگی کا خیال رکھتی ہیں۔ وہ اس بات کو پوری طرح محسوس کرتی ہے کہ اس کی مراد اسی طرح بر آسکتی ہے کہ وہ اپنے بچے کی تربیت اس طرح کرے کہ وہ خاندان، سماج اور ملک کا لائق فرزند بن جائے۔ آج کا بچہ کل کے سماج کا فرد بنے گا۔ وہ کبھی باپ یا ماں کی صورت میں خاندان کا ممبر ہوگا۔ اس کے کردار اور اعمال خاندان اور بستی والوں قوم اور ملک کے لوگوں پر اثر پڑے گا۔ ان حقیقتوں کے علم سے ماں اپنے بچے کی پرورش اور تربیت کی طرف پوری توجہ کرتی ہے۔ بچوں کی تربیت ولادت کے چند ہی ہفتوں بعد شروع ہو جاتی ہے۔ ان کی غذا اور نیند کے لیے آسانی مہیا کرتی ہے۔ ان کے بول و براز کی طرف توجہ کر کے صفائی کا خیال رکھتی ہے۔ ان سب کے لیے مناسب وقت مقرر کرتی ہے۔ اس طرح بچے میں پابندیٔ وقت کی عادت پڑنے لگتی ہے۔ بچہ یہ سمجھ لیتا ہے وہ اپنی زندگی کے لیے اس کا محتاج ہے۔ وہ اسے پہچان جاتا ہے اور محبت کرنے لگتا ہے۔ ماں سے اس کا تعلق فطری ہوتا ہے۔ اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ ماں ہی وہ ذات ہے جس پر اس کی صحت اور زندگی کا دارو مدار ہے۔ باپ بچے کا سرپرست ضرور ہے اور باپ کو بھی اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے لیکن باپ روزگار زندگی میں منہمک رہتا ہے ماں ہر وقت بچے کے قریب اور نگراں ہوتی ہے۔ اس کی ضرورتوں کی طرف توجہ رکھتی ہے۔ اس لئے باپ سے زیادہ ماں کو اپنے بچوں کی تربیت کا موقع ملتا ہے۔ وہ ہر روز اور ہر گھڑی بچوں کے ساتھ رہتی ہے۔ پہلے زمانے میں امیر گھروں میں بچوں کی نگرانی اور پرورش کے لیے دائی، کھلائی، انا وغیرہ رکھنے کا رواج تھا اور اب بھی بعض خاندانوں میں بچے دائی کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ مغربی ملکوں میں نرسری اداروں کا رواج ہے۔ چونکہ ان ملکوں میں ماں اور باپ دونوں ملازمت کرتے ہیں اور اس طرح صبح سے شام تک گھر سے باہر رہتے ہیں ایسی حالت میں وہ اپنے بچوں کو نرسری اسکولوں میں بھیج دیتے ہیں یا گھر پر نرس ملازم رکھنے کا انتظام کرتے ہیں۔ دونوں طریقۂ تربیت میں ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ بچوں کو ماں کی صحبت میں رہنے کا وقت کم ملتا ہے۔ اس لیے بچے کو جو فطری محبت ہوتی ہے اس میں کمی آجاتی ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے بچوں یا دائی ماما کی صحبت میں غلط عادتیں سیکھ لیتے ہیں اس لیے بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ ماں کا حصہ ہونا چاہیے۔ ماؤں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو جس قدر ممکن ہو نظر کے سامنے رکھیں اور ان کے حرکات و سکنات افعال و اطوار کی نگرانی کرتی رہیں۔ بچے بڑوں کی عادتیں نقل کرتے ہیں۔ ان کی بولیوں کو سیکھتے ہیں۔ ان کے لیے والدین ہی نمونہ ہوتے ہیں۔ ان سے الگ رہ کر بچوں کو والدین کی صحبت کم ملتی ہے اور انہیں ان کے نقش قدم پر چلنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ اسی خیال کو اردو کے مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے کہ

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

غرض یہ کہ چونکہ بچے کا فطری تعلق ماں سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان کی اصلی تربیت میں ماں کو اہم رول کرنا ہوتا ہے۔ سب سے پہلی چیز جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے بچے کو وقت پر دودھ پلانا ہوتا ہے اور پھر پیٹ بھر کر سونا اگر بچے کو وقت پر غذا دی جائے اور مقررہ وقت پر اس کے سونے کا انتظام کیا جائے تو اس میں وقت کی پابندی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ بڑا ہو کر بھی اس عادت کو پیش نظر رکھتا ہے۔ دوسری چیز جس کی طرف بچے کی تربیت میں اہمیت رکھتی ہے، صفائی ہے بچے کا جسم صاف رکھنا اسے صاف دھلے ہوئے کپڑے پہنانا اس کے سونے کھیلنے کی جگہ کو صاف رکھنا۔ یہ سب کام بھی ماں کا ہے۔ اس طرح بچہ شروع سے ہی صفائی کا عادی ہوتا ہے جو اس کی صحت کو برقرار رکھنے کے واسطے ضروری ہے۔ بچوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے کیریکٹر کی تشکیل کے لیے اس کی صحبت اس کے ہم سال بچوں سے برابر ہو لیکن یہ ہم سال و ہم سن بچے اچھی عادت و خصلت والے ہوں ماں ہی کو اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ وہ بری صحبت میں نہ رہے۔ اس کے ساتھ کھیلنے والے بچے بھی صاف ستھرے اور اچھی عادتوں والے ہوں۔ جب بچہ سن شعور کو پہنچ جائے تو اس کی اور زیادہ نگرانی کا فرض ماں کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی غلطی کرے یا اس سے کوئی غلط کام سرزد ہو جائے تو ماں کا فرض ہے کہ اسے غلطی کا احساس دلائے اور اس کے شعور کو اس طرح بیدار کرے کہ وہ غلطی دوبارہ نہ کرے۔ بعض مائیں بے جا لاڈ پیار سے بچے کی عادت خراب کر دیتی ہیں۔ بچوں کی ناز برداری کرنا بعض مرتبہ اچھی بات ہوتی ہے لیکن بچہ اگر غلط ناز کرے اور ضد سے کام لے تو ماں کو چاہیے اسے نرمی سے سمجھا دے اور کوئی ایسی سزا نہ دے کہ بچے پر اس کا ردِ عمل ہو جس کے نتیجے میں اس کی عادت بگڑ جائے اور ضدی پن طبیعت میں راسخ ہو جائے۔ بچوں کی صحیح تربیت کے لیے ضروری ہے کہ بچہ ماں کو اپنا دوست سمجھے۔ اس لیے ماں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تھوڑی دیر اس کے ساتھ کوئی اچھا کھیل کھیلے۔ کھیل بچوں کیلیے ضروری ہے۔ اس سے اس میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مقابلہ میں جیتنے کی خواہش کی تسکین ہوتی ہے۔ کام کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی نظر کے سامنے کھیلوں میں مشغول دیکھے تاکہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کی اصلاح کرے۔ بچوں کی بری

عادت پر سزا دینے کا معاملہ بھی بہت نازک ہے غیر مناسب سزا سے بچے کے بگڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اس پر شدید ردِ عمل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خاندان اور سماج کے لیے برا ثابت ہوتا ہے۔ بے جا لاڈ پیار اور نامناسب ڈانٹ ڈپٹ دونوں ہی بچوں کو بگاڑنے میں معاون ہوتے ہیں۔ پھر اس طرح بچوں کے مزاج اور طبیعت کی تشکیل میں ماں کی تعلیم سمجھ بوجھ ہوشیاری اور قابلیت کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ افسوس یہ کہ ہمارے سماج میں عورتیں زیادہ تر ناخواندہ ہیں۔ وہ بچوں کی نفسیات سے بہت کم واقفیت رکھتی ہیں۔ ان کے طریقہ پرورش و تربیت کا انہیں علم نہیں ہوتا خصوصاً غریب طبقے کی عورتیں اپنی روزی روٹی کے لیے اتنی فکرمند ہوتی ہیں کہ وہ بچوں کی تربیت کی طرف دھیان نہیں دے سکتیں وہ اپنے طرزِ عمل سے بچوں کو ضدی، سرکش اور سماج دشمن بنا دیتی ہیں۔ ہمارے رہنماؤں کا خصوصاً ان لوگوں جو قوم کو صالح اور ... سے معمور کرنے کی تمنا رکھتے ہیں یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ بچوں کی صحیح تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ دلاتے رہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

غزل

سلطان اختر

گر پڑوں اپنے پاؤں پر یارب
سخت اتنا نہ ہو سفر یارب

دل میں جنگل کی رات خیمہ زن
سر پہ صحرا کی دوپہر یارب

مجھ پہ روشن ہو میرے دل میں اتر
میری آنکھیں ہیں بے ہنر یارب

میری آنکھوں میں کوئی خواب کہاں
میں تو جاگا ہوں عمر بھر یارب

آ کبھی شہرِ بے پناہ میں آ
منتظر ہیں ہمارے گھر یارب

ایک دو دن زمیں پر بھی گذار
آسماں سے کبھی اتر یارب

کس سے پوچھوں میں راستہ تیرا
کون آیا ہے لوٹ کر یارب

پھر صداؤں کی خاک بکھرا دے
پھر ہو گلزار رہگذر یارب

مجھ کو تیری خبر نہیں نہ سہی
تو نہ رہ مجھ سے بے خبر یارب

(پٹنہ سے نشر)

وہ بھی کیا دن تھے

احمد جمال پاشا

تو صاحبو اور بی بیو! وہ بھی کیا دن تھے جب پسینہ گلاب تھا اور خلیل خاں فاختہ اُڑاتے تھے ــــ تو بھائی صاحب سب سے زیادہ ہمارے ٹھاٹھ اس زمانے میں تھے جو ہماری بادشاہت کا زمانہ تھا اور ہم بادشاہ تھے۔ ہمارے درباریوں میں گھر اور افرادِ خاندان کے علاوہ محمدی بوا اور خاں صاحب تھے۔ محمدی بوا ہماری کھلائی تھیں۔ جن کی ہم پابندی سے دن میں کئی بار تشریح کرتے، مچلتے تو اودھم جوت دیتے۔ خان صاحب دراصل ہمارے سایہ کا نام تھا۔ ادھر ہم زمین پر کھیلنے کے لیے مچلے اور خاں صاحب ہمیں بابا گاڑی میں ڈال کر باغ میں گھمانے چل دیے۔ کیا مجال کہ ہم خاں صاحب کی موجودگی میں گھر یا گاڑی سے باہر نکل جائیں۔ جتنی دیر ہم پھولوں کی کیاریوں اور گلاب کے تختوں پر تتلیوں کے پیچھے بھاگتے خاں صاحب کھڑے مسکراتے اور مونچھوں پر تاؤ دیتے رہتے۔ خاں صاحب سرحدی پٹھان تھے آنکھوں کے علاوہ مونچھوں سے بھی چنگاریاں نکلتی رہتیں سُرخ سپید بات بات پر مخاطب کی گردن ناپ دینے والے مگر "پاشا خان" پر کبھی انھوں نے نگاہ نہ ٹیڑھی کی۔

اس گھر میں کبھی کبھی والد کے دوستوں میں ایک اور پٹھان بھی آتے۔ بشیر احمد خاں جوش ــــ بشیر احمد خاں کہتے ــــ "لاؤ تو اس بٹنی کو ابھی اس کی گلو کٹنگ کرتا ہوں" ــــ اور خاں صاحب ہمیں دست بستہ پان کی گلوری کی طرح پیش کر دیتے۔ ڈر کے مارے ہماری چیخیں نکل جاتیں۔ اور یہ آدمی نما شیر ہمیں گدگدا کر ہمارا خوف دور کرنے کی کوشش کرتا۔ ہماری گھگی بندھ جاتی۔ والد کہتے "اماں جوش بھگاؤ اسے بڑا شور کر رہا ہے" اور وہ خانصاحب کو ہمیں واپس کرتے ہوئے کہتے۔ "پھینک آؤ اسے کوہِ البرز پر" اور ایک قہقہہ پڑتا۔ خاں صاحب ہمیں باہر لے جا کر گیند کھلانے لگتے اور ہم بہل جاتے۔

یادوں کی دھندلی وادی میں جن پر ماضی کا کہرہ بڑھتا ہی جا رہا ہے جب جھانکتا ہوں تو ایک دل ہلا دینے والا منظر دکھائی دیتا ہے۔ ایمان والو تم بھی سُن لو، ایک باغ میں خاں صاحب مجھے بار بار لاحول پڑھوا رہے ہیں۔ جیسا کہ گھر میں ہونے والی روزانہ باتوں سے مجھے یاد ہو گیا بھائی صاحب مرحوم میرے بڑے اور چھوٹے بھائی کو اپنی دونوں بغلوں میں دبائے۔ سینے پر قرآن شریف لٹکائے۔ زبان پر کلمۂ طیب۔ اُن کے چاروں طرف گھیرا بنائے والدین بھائی بہنیں اور ملازمین کھڑے ہوئے قرآن شریف بلند کیے اللہ کے غضب سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اور تلاوتِ کلام پاک میں مصروف تھے۔ لوگ گھروں سے نکل کر بھاگ رہے تھے۔ زمین پھٹتی ہے برابر کے مکان کا سامنا والا حصہ دھنس جاتا ہے۔ پیچھے کے مکان کے دھڑام دھڑام گرنے کے ساتھ خوفناک انسانی چیخیں بلند ہوتی ہیں۔ برابر کا گھر ڈھیر ہو جاتا ہے۔ چاروں طرف گھر والوں کے اور ہمارے پوری پوری اینٹیں اور بڑے بڑے پتھر اولوں کی طرح گر رہے ہیں آخر زلزلہ ختم ہو جاتا ہے۔ گھر کے سامنے سڑک

پر حواس باختہ انسانی سیلاب ہے۔ ۱۹۳۴ء کے اس قیامت خیز زلزلے میں اطراف کے مکانات کے اینٹ پتھر برس رہے تھے۔ مگر ہمارے بنگلے کی ایک اینٹ نہ کھسکی تھی نہ سنگباری سے کوئی سنگسار ہوا تھا! گھر کے کسی فرد کے خراش تک نہ آئی۔ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے زلزلے کے دوران خانصاحب نے پشتو میں شیطان کو وہ بے نقط سنائی تھی اور بیچ بیچ میں لاحول پڑھتے اور ہمیں پڑھواتے رہے تھے۔ اب وہ مونچھوں پر تاؤ دے رہے تھے کہ انھوں نے شیطان کو بھگا دیا۔ گھر بھر نے خانصاحب کو سمجھایا کہ یہ خدا کا غضب تھا جو زلزلے کی صورت میں ظاہر

ہوا تھا مگر خاں صاحب کا کہنا تھا کہ انھوں نے خود شیطان خاں کو خود دیکھا اور بھگا دیا ۔۔۔

"نہیں! نہیں! تختی اس طرح نہیں پوتی جاتی ۔! پنڈول سے پوتو ۔۔۔!"

"سیٹھے کا قلم درست نہیں معلوم ہوتا۔ لاؤ اسے چھیل کر قط رکھ دوں ۔۔۔!"

"سلیٹ کا بٹا گولا کھیلنے کے لیے نہیں ہوتی!"

"نشست کا انداز درست کرو۔ ہاتھ جما کر لکھو!"

"سیاہی ٹھیک کرو ۔۔۔"

"سو کا پہاڑہ سناؤ۔"

"سیپارہ نکالو ۔۔۔!"

"حساب میں پھر غلطی کی، ہاتھ بڑھاؤ! ہاتھ پیچھے مت ہٹاؤ۔"

یہ تھے مولوی ذکریا ہمارے پہلے استاد، دودو کے دھلے نارمل مڈل اسکول کے پیچھے ہمارے اتالیق۔ لبوں پر مسکراہٹ، مسلسل خاموش لباس میں، مزاج میں بات میں انتہائی نفاست اور صفائی، چھڑی تو کبھی کسی کے نہ ماری۔ مگر ہم پر بڑی دھونس رہتی تھی اُن کی چھڑی کی۔ جب مِس نیوٹن انگریزی پڑھانے نہ آجائیں گھر بھر کے بچوں پر مولوی ذکریا کی حکومت رہتی۔ مِس نیوٹن بہت مرکھنی اور بدمزاج بڑھیا تھی جو آزادی سے پہلے ولایت چلی گئی۔ مولوی صاحب چند سال پیشتر آئے تھے اُن میں کوئی خاص فرق نہ پایا۔ آجکل شیروانی صاحب کے تعلیمی مشیر ہیں ہم گھنٹے بھر اُن سے باتیں کرتے رہے وہ شاید ڈاکٹر عبدالعلیم کی طرح ڈیڑھ دو جملہ بولے۔ ہم نے بولنے کی فرمائش کی۔ انھوں نے کہا کہ غور ابھی نہیں کیا کہ کب بولا جائے۔ رخصت ہوتے وقت سلام کا جواب شفقت آمیز مسکراہٹ سے دیا۔

حسنِ اتفاق سے اسکول اور کالج میں جن سے دوستی کی، یونیورسٹی میں جو ساتھی تھے وہ سب کے سب شاعر، ادیب اور نقاد نکلے۔ زمانہ تعلیم کیا تھا ادب کا ایک مسلسل ورکشاپ۔ سب کے سب ہمیں بڑے لاپرواہ مگر انتہائی مخلص شاید ہی ملک یا دنیا کی کوئی یونیورسٹی یا ادارہ ایسا ہو جس میں ہمارا کوئی دوست یا ہم سبق نہ لگا ہوا ہو۔ عبادت بریلوی آئے تو احتشام صاحب

نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا۔ ایک چائے خانے میں گپ ہو رہی تھی امراز نقوی بہت چہک رہا تھا۔ عبادت صاحب بولے جب میں پڑھتا تھا تو فٹ بال کی ٹیم میں گول کیپر ہوتا تھا ۔۔۔"

میں نے کہا ۔۔۔ "اور اب آپ ادب کی گول کیپری کر رہے ہیں ۔۔۔" زبردست قہقہہ پڑا ۔۔۔ عبادت صاحب بھی پھڑک اُٹھے اور بولے اتنے اچھے جملے پر میری طرف سے چائے کا ایک اور راؤنڈ چلوائیے "۔۔۔ احتشام صاحب بولے "آپ راؤنڈ پر راؤنڈ چلوائیے ۔۔۔ آپ کا کیا بل تو مجھے ادا کرنا پڑے گا میرے تو سبھی شاگرد ہیں۔"

ایک دفعہ مجاز نے ایک گلاس پانی مانگا گھر میں جا کر بھول گیا اور کسی دوسرے کام میں لگ گیا۔ مجاز نے کئی دفعہ تقاضہ کیا۔ جذبی صاحب نے جھڑک دیا اور بولے "پانی ڈسٹلڈ کر رہے ہوں گے" اس میں تو وقت لگتا ہے ۔۔۔ اچانک مجھے یاد آگیا اور کام چھوڑ کر پانی لے کر لپکا ۔۔۔ مجاز نے چہک کر پوچھا ۔۔۔ "مسٹر ڈسٹلڈ واٹر ۔۔۔" میں کچھ نہ سمجھا اور ایک زبردست قہقہہ پڑا جذبی صاحب بولے۔ میاں جھیل صاف آب ہو گئی ۔۔۔!"

علی گڑھ میں تعلیم کے دوران رشید احمد صدیقی کے یہاں جانا بڑی مشکل سے ملاقات ہوتی ۔۔۔ [illegible] سے زیادہ مشکل سے جانے کی اجازت مل پائی۔ ایک دن ملنے گیا تو ملازم نے کہا ۔۔۔ "آج سوائے ڈاکٹر کے کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے" میں نے ڈانٹ کر کہا ۔۔۔ "کہہ دو ڈاکٹر صاحب آئے ہیں" ۔۔۔ رشید صاحب نے فوراً بلوا لیا ایک جناح اور نیکر پہنے ہوئے ہاتھ میں کھڑی ایک گلاب کیا رکھا ۔۔۔ رشید صاحب ڈاکٹر کے استقبال کے لیے اُٹھے ۔۔۔ میں لپک کر اُن کے پاس پہنچ گیا ۔۔۔ رشید صاحب [illegible] پر بگڑتے ہوئے بولے۔ "میں نے ڈاکٹر بلوایا تھا تم عطائی کہاں سے لے آئے ۔۔۔"

۱۹۵۹ء میں اودھ پنچ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے مجھے اپنے یہاں مدعو کیا۔ میرے پہنچنے سے پہلے حضرت مولانا میری بڑی ہوا باندھ چکے تھے کہ "ماشا اللہ سے نہایت ہونہار خلیق نوجوان ہیں نہایت سعادت مند پابند شرع مشرقی تہذیب میں ڈھلے ڈھلائے ۔۔۔" مجھے قطعاً معلوم تھا کہ حضرت مولانا کی محفل میں اس وقت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی یعنی علی میاں، صاحب الفرقان مولانا منظور نعمانی۔ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی۔ مولانا عبدالقوی دریابادی مولانا محمد اویس بلگرامی اور مولانا محمد ہاشم فرنگی محلی جیسی فاضل اجل ہستیاں رونق افروز تھیں اور ہمیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ مولانا کی محفل میں خالص مشرقی آداب برتے جاتے ہیں اور سب مؤدب دو زانو نگاہیں نیچی کر کے بیٹھتے ہیں۔ تو صاحب قسمت کی مار کہ ہم سوٹ پہنے پائپ کا دھواں اُڑاتے اندر داخل ہو گئے صرف اطلاع آمد کی بنیاد پر حضرت مولانا استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جب مولانا کھڑے ہوئے تو پوری محفل کھڑی ہو گئی۔ اور ہم شیک ہینڈ کے بعد آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مولانا پر جو گذری ہوگی وہ تو ہم بعد ہی میں سمجھے مولانا نے اکبر الہ آبادی اور اودھ پنچ پر گفتگو نہایت پاکیزہ پُرلطف و دلنشیں پیرائے میں شروع کی۔ جب ہم نے بیگ کھول کر اکبر کی نادر اور غیر مطبوعہ تحریریں انھیں دکھائیں تو حضرت مولانا بہت خوش ہوئے اور اودھ پنچ کی جلدیں پڑھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ دوران گفتگو استاد محترم ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے ہمارے پائپ اور ہمیں ایسا گھورا اور نشست کے انداز پر اشارہ کیا۔ ہم ڈر کے مارے جلتا ہوا پائپ جیب میں

ڈال کر دو زانو مؤدب بیٹھ گئے اور حضرت مولانا خوش ہو گئے۔

چلتے چلاتے آخر میں ایک واقعہ اور بھی سُن لیجیے۔ علی شیر نوائی انسٹی ٹیوٹ ازبکستان کے ڈائرکٹر قاضی عبدالودود صاحب سے ملاقات کے لیے فوٹو گرافر سکریٹری کے ساتھ آئے محفل میں پروفیسر سید حسن۔ ڈاکٹر محمد صدیق۔ پروفیسر حسن عسکری ڈاکٹر ریاض الدولہ، ڈاکٹر عابد رضا بیدار، ڈاکٹر اطہر شیر، ڈاکٹر سمیع حیدر، قاضی مسعود اور یہ خاکسار تھا۔ ایک غیر ملکی ریسرچ اسکالر فارسی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ازبک ڈائرکٹر نے پوچھا ۔۔۔ "آپ ازبکستان میں کس کس زمانے میں کتنی کتنی مدت تک رہے ۔۔۔؟" قاضی صاحب نے کہا۔ "ایک بار بھی نہیں ۔۔۔" اس نے سینہ پر دو ہتھڑ مار کر کہا۔ "افسوس صد افسوس اور اپنے یہاں ملنے کی درخواست کی لیکن قاضی صاحب نے انکار کر دیا ۔۔۔ اب آپ ہی بتائیے وہ بھی کیا دن تھے جب سینہ کوب تھا۔

(بشکریہ نشتر)

شہزاد معصومی

در ہر کی بھی نظر میں درندگی نہ لگے
نہ جو یہ بات تو پھر بیسویں صدی نہ لگے

یہ دور کہتا ہے روشن نہ اس کی بات کرو
ہمیں تو اس میں بصیرت کی روشنی نہ لگے

شعور کس کو ہے کچھ جنس آدمیت کا
ہزار لاکھ میں بھی ایک آدمی نہ لگے

ہوائیں اندھی ہیں ان کی نگاہ بے حس میں
یہ پھول چمن نہ لگے اور گل کلی نہ لگے

ہوائے تند نے گل کر دیے دلوں کے چراغ
بجھی بجھی سی مگر پھر بھی زندگی نہ لگے

ہے آستینوں میں خنجر ہمارے قاتل کے
اگر کہیں سے بھی آثار دشمنی نہ لگے

یہ زیر لب ہے تبسم کہ دھار خنجر کی
کہیں یہ طنز کی ڈوبی ہوئی چھری نہ لگے

سکوت کے تہ سمندر میں موجزن طوفاں
کہیں یہ وقت کا سناٹا خامشی نہ لگے

تراشے بت تو کئی زاویوں سے تم نے مگر
ذرا بھی ان میں کہیں عکس آذری نہ لگے

نہیں جو زلفِ تغزل تو پھر غزل کیسی
تمہاری شاعری شہزاد شاعری نہ لگے

(بشکریہ نشتر)

موڈ نہیں ہے

امانت حسین

"موڈ" کے لغوی معنی حالت، کیفیت، مزاج، طور، فعل، وغیرہ کے ہیں۔ لیکن ان دنوں موڈ لفظ کا استعمال اس فراوانی سے کیا جا رہا ہے کہ اس کے لغوی معنی کے علاوہ بھی دوسرے مفہوم سامنے آنے لگے ہیں۔ میرے خیال میں موجودہ دور میں لفظ موڈ زندگی کے ہر شعبہ، موڑ اور ہر قدم پر پایا جانے لگا ہے۔ کسی زمانہ میں کوئی کام شروع کرنے سے پہلے لوگ دل میں اللہ یا ایشور کو یاد کیا کرتے تھے کہ ان کا کام بن سکے لیکن اب تو کسی کام سے پہلے اپنے موڈ کے ساتھ ساتھ اس سے منسلک افراد کے موڈ کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اب یہی دیکھئے نا کہ موڈ کی کارفرمائیوں کے بارے میں کچھ لکھنے کا ارادہ کئی دنوں سے کر رہا تھا لیکن "موڈ" ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اس خیال کو پس پشت ڈالنا پڑا اور آج بڑی مشکل سے موڈ بنا پایا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ——

موڈ کے اچھے اور خراب ہونے کا امکان عالم، جاہل، پیشہ ور، بیمار، امیر غریب، بچے بوڑھے، مرد عورت، یہاں تک کہ جانوروں پر بھی ہوتا ہے اور اسی موڈ کے سہارے آج ہم اپنی زندگی کی گاڑی کھینچ رہے ہیں۔ کبھی کبھی تو موڈ کے بننے بگڑنے اور بگڑنے کا صحیح اندازہ کر کے ہم دشوار کن مرحلوں سے بآسانی گزر جاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اس کا ٹھیک الٹا اثر ہوتا ہے اور بنتا ہوا کام بھی بگڑ جاتا ہے۔ اب دیکھئے نا! ایک دن مجھے اپنے ایک آفیسر کے بل پر اپنے صاحب سے دستخط کرانے تھے میں نے بل تیار کیا اور فائل کو اپنی جگہ رکھ کر سوچا پتہ نہیں آج صاحب کا موڈ کیسا ہے آسانی سے وہ دستخط کر دیں گے یا پھر مختلف قسم کی کیوری کر کے فائل واپس کر دیں گے۔ یہ سوچ کر میں نے فائل کو اپنے ٹیبل پر رکھ دیا اور پہلے صاحب کے کمرے میں کسی دوسرے بہانے ان سے ملنے گیا ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اندر کمرے سے صاحب کے کسی پر برہم ہونے کی آواز سنائی دی۔ ہمت کر کے ذرا سا پردہ ہٹا کر اندر جھانکا تو دیکھا صاحب سگریٹ کا دھواں اس رفتار سے فضا میں بکھیر رہے ہیں گویا ریل گاڑی کا انجن ابھی ابھی کسی ریلوے اسٹیشن سے بغیر 'موڈ' کے روانہ کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھ گیا ابھی صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں لگتا۔ میں واپس چلا آیا اور اس فائل کو دوسرے دن پیش کرنے کی غرض سے الگ ہٹا کر رکھ دیا۔

کسی بھی کام کے سلیقے سے نمٹنے کے لیے موڈ کا ٹھیک ہونا بہت ضروری ہے اگر ایسا نہیں ہو تو سمجھ لیجئے کچھ نہ کچھ خامی رہ ہی جائے گی۔ میں نے اپنے چھ سال کے بچے کو پڑھاتے وقت ایسا محسوس کیا ہے کہ جب اس کا موڈ ٹھیک ہوتا ہے تو صرف اشارہ کرتے ہی وہ اپنا ٹاسک صحیح صحیح اور بآسانی پورا کر ڈالتا ہے لیکن موڈ نہیں رہنے پر ہزار کوشش کر جاؤں چاکلیٹ اور مٹھائیوں کا لالچ دوں وہ ہرگز ہرگز اپنا سبق نہیں یاد کرتا اور نہ لکھنے کی مشق کرتا ہے اور ایسے میں ڈرانے دھمکانے سے کام لینا چاہتا ہوں تب تو اور مشکل آن پڑتی ہے۔ ادھر میں نے دو لفظ لکھنے کو کہا اور اُدھر اس نے رفع حاجت کرنے کا بہانہ تلاش کر لیا۔ اور جب میں نے اس کی اجازت دی تو اسی طرف سے وہ باورچی خانے چلا گیا اور کوئی شرارت کر بیٹھا۔ گویا کسی طرح بھی جیسے تیسے وقت برباد ہو جاتا ہے "موڈ" کے خراب اور اچھے ہونے سے کبھی کبھی بڑا سنگین مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی موڈ کے خراب ہونے سے جان کے لالے بھی پڑنے کا خدشہ رہتا ہے پچھلے دنوں میرے ایک پڑوسی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی وہ کسی طرح رکشا پر سوار جب ڈاکٹر کے پاس پہنچے تو دروازے پر ہی کمپاونڈر نے کہا ڈاکٹر صاحب ابھی آرام کر رہے ہیں۔ اس نے جب مزید گزارش کی تو کمپاونڈر نے کہا ملنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آج صبح سے ہی ڈاکٹر صاحب کا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔ میرے پڑوسی نے بے چینی کے عالم میں مزید کچھ نہیں کہا اور کال بل کا بٹن دبا دیا فوراً ہی ڈاکٹر صاحب باہر نکل آئے مریض کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کمپاونڈر پر برہم ہونے لگے۔ میرے پڑوسی نے التجا آمیز لہجے میں ڈاکٹر صاحب سے اپنی گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے اپنی تکلیف بیان کی۔ پتہ نہیں کیوں ڈاکٹر نے اندر معائنہ والے کمرے میں اسے بیٹھنے کو کہا، نبض دیکھی، آنکھوں کی پلکوں کو اوپر نیچے کر کے دیکھا پھر آلہ لگایا اور فوراً ہی کہا آپکی آنت میں زخم اُبھر رہا ہے آپریشن کرانا ہوگا۔ آپریشن کے لیے تیار ہو کر جب جانے چلے آئیے۔ پڑوسی کہا لیکن ابھی تو کوئی دوا تجویز کر دیجئے ڈاکٹر نے جھنجھلاتے ہوئے کہا آپریشن سے پہلے کسی بھی دوا کا استعمال فضول ہے۔ بچارے فوراً ہی واپس ہونے لگے کہ اچانک میری ملاقات ان سے ہو گئی۔ ڈاکٹر کی کلنک سے نکلتے دیکھ کر فوراً ہی پوچھا "خیر تو ہے"! اپنی تکلیف کو دباتے ہوئے انھوں نے مختصراً اپنی روداد سنائی۔ میں انھیں اپنے ساتھ ایک کلاس فیلو ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر نے بیس بیس پیسے کی دوا کی چار ٹکیہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ اللہ کی شان میرا پڑوسی آج تک رو بہ صحت ہے۔ اس نے آپریشن تجویز کرنے والے ڈاکٹر سے ملاقات کی تفصیل جب بعد میں بتائی تو میں سمجھ گیا اسے آئندہ کے لیے تاکید کی کہ بغیر موڈ کے زبردستی کوئی کام کرنے اور کرانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

میری ذاتی رائے ہے کہ موڈ نہ تو بنایا جا سکتا ہے اور نہ بگاڑا جا سکتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ ایک ذہنی اور اعصابی کیفیت کی وجہ سے ہوتا ہے پھر بھی ان دنوں موڈ بنانے کی کچھ ترکیبیں بھی لوگوں نے وضع کر رکھی ہیں۔ مثلاً کسی صاحب کو موڈ ٹھیک کرنے کے لیے سگریٹ کی ضرورت پڑتی ہے تو کوئی چائے پان کا سہارا لیتا ہے کسی کا فلمی گانے سننے کے بعد موڈ بنتا ہے تو کوئی موڈ بنانے کے لیے سینما اور تھیٹر کا رُخ کرتا ہے لیکن ان دنوں سرکاری و غیر سرکاری دفتروں میں موڈ بنانے یا ٹھیک کرنے کے لیے نقد نرائن کی لین دین کا پرچلن ہو چلا ہے۔ پرسوں ہی کی بات ہے۔ ایک صاحب اپنے پی ایل آئی پالیسی اکاؤنٹ کے سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے میں نے جب انھیں مختصراً کچھ بتایا تو وہ سمجھ بیٹھے میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے کچھ دیر خاموش رہے پھر انھوں نے کہا بڑے بابو کینٹین چلئے نا ذرا چائے پی لیں۔ میں تاڑ گیا کہ اس شخص کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اپنی ڈیوٹی اور ذمہ داری کو ایمانداری کے ساتھ انجام دینے کی جو تعلیم میرے بزرگوں نے دی ہے اس کو میں حتی الامکان نبھانے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ میں نے خوش اخلاقی سے انہیں ٹالنے کی کوشش کی اور یقین دلایا کہ آپ کا کام ہر حال میں جلد کر دونگا لیکن وہ ایک نہ مانے۔ کہنے لگے اگر آپ کینٹین نہیں جا سکتے تو میں خود ہی بیرا کے ذریعہ آپ کی ٹیبل پر منگوا دیتا ہوں۔ میں بڑی مشکل میں پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد بغیر کچھ کہے وہ کرسی سے اٹھے اور چلے گئے۔ میں نے سمجھا کہ وہ سچ مچ میں چلے گئے اسلئے ان کے جانے کے بعد میں نے اپنے سامنے کا کام بند کر کے ان کی پالیسی اکاؤنٹ کو نکالا اور وہ جس کام سے آئے تھے اُسے کر ڈالا۔ چپراسی کو بلا کر ان کی فائل میں صاحب کی دستخط کے لیے بھجوا ہی رہا تھا کہ وہ صاحب دوبارہ آدھمکے اپنے ہاتھ میں کچھ گرم سموسے اور پیچھے بیرا کیتلی میں کافی اور دوسرے ہاتھ میں کپ لیے تھا۔ پھر انھوں نے نہایت ہی انکساری سے کہا سر! کبھی کبھی ہلکے پھلکے رفرشمنٹ سے بھی موڈ ٹھیک ہو جاتا ہے میں آپ کی ذات پر اپنی دولت تھوڑی ہی لٹا رہا ہوں۔ بس ایک ساتھی سمجھ کر اسے قبول فرمائیے۔ میں نے لفظ 'موڈ' پر دل ہی دل ہزار لعنت بھیجی کہ یہ کس قدر لوگوں کے ذہن پر مسلط ہو گیا ہے کہ پیچھا چھڑانا مشکل ہے۔ ان صاحب کے مسلسل اصرار پر مجھے کافی تو زہر مار کرنی پڑی۔ لیکن ان سے اتنا میں نے ضرور پوچھا کہ بھائی! آپ نے کیسے سمجھا کہ میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے؟ اور پھر یہ کہ چائے پینے کے بعد میرا موڈ ٹھیک ہو جائے گا؟ انھوں نے بلا جھجک کہا "ایسا میں نے ذاتی تجربے کی بنا پر سمجھا ——" میں نے انھیں سمجھایا بُرا نہ مانیں! آپ کے تجربے ناقص ہیں! آپ جسے موڈ بنانے کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں دراصل وہ کرپشن پھیلانے اور اسے بڑھاوا دینے کے ذریعے ہیں۔ براہ کرم آپ جیسے پڑھے لکھے لوگ تو کم از کم سرکاری دفتروں میں اس قسم کے تجربے نہ آزمائیں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ جو شخص اپنے فرض کی ادائیگی میں موڈ کے ٹھیک اور خراب ہونے کے بہانے تراشتے ہیں وہ دراصل اپنی ذمہ داریوں سے بے نیازی برتتے اور ناانصافی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ سماج دشمن اور نظام حکومت کی سفید چادر پر بدنما داغ ہیں۔ وہ صاحب خاموشی سے میری باتیں سنتے رہے۔ میں نے ان سے مزید کہا آپ کو یقین نہ آئے تو دس منٹ یہاں رُک جائیے آپ کا کیس فائل میں نے صاحب کے پاس پٹ اَپ کر دیا ہے وہ آجائے گا تو سمجھئے آپ کا کام ہو گیا۔ اتنے میں چپراسی نے واقعی ان صاحب کا فائل صاحب سے دستخط کے بعد میرے ٹیبل پر لا کر رکھ دی اور پھر میں نے محسوس کیا کہ انہیں خوشی سے زیادہ حیرت ہوئی کہ قبل از کافی یعنی "موڈ" بننے سے پہلے یہ کام کیونکر انجام پایا —— !!

کشمیری لوک ادب

اک نندن

غلام نبی خیال

کشمیری لوک ادب کا خزانہ اس قدر سرمایہ دار اور مالا مال ہے کہ دنیائے مغرب کے کئی محققوں اور مفکروں نے یہاں آکر ہماری لوک شاعری، لوک کہانیوں اور عوامی ادب کو محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ پادری جے ہنٹن نولز، آریل سٹائین، سر جارج گریرسن اور سر رچرڈ ٹمپل ان مستشرقین میں سر فہرست ہیں۔ نولز اپنی لوک ٹیلز آف کشمیر کے ابتدائیہ میں اس حد تک کشمیر کے لوک ادب سے متاثر نظر آتا ہے کہ اس کے بقول شاید ہی دنیا کی کسی اور زبان میں اتنا عظیم لوک ادب موجود ہوگا جس قدر کشمیری زبان کا دامن اس سے بھرا پڑا ہے لیکن یہ ہمارے لوک ادب کا خاصہ رہا ہے کہ پانچ ہزار سال سے لے کر آج تک جس قدر لوک ادب ہمارے یہاں محفوظ ہے اس میں افسانوں اور داستانی ادب کا براہ راست رشتہ ان کہانیوں سے بندھا ہوا نظر آتا ہے جو ہمیں یونانی، عربی، جرمنی اور انگریزی لوک لٹریچر میں چند مخصوص تبدیلیوں کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ایسوپ Tales' الف لیلہ، گرم برادران کی کہانیاں اور اینڈرسن وغیرہ کے مطالعے کے بعد قاری کو خود بخود اس امر کا احساس ہوگا کہ کشمیر کی لوک کہانیاں اس عالمی ادب کے ساتھ کس حد تک مطابقت رکھتی ہیں۔

کشمیر کے قدیم لوک ادب میں مال ناگرائے کے علاوہ صرف اک نندن ہی ایک ایسی کہانی ہے جس کا تانا بانا محض مقامی رنگ میں رنگا ہوا ہے اور جس کے کردار کشمیر ہی کے اس وقت کے انسانی اور دیو مالائی ماحول کی پیداوار ہیں۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ جہاں نولز نے ہی مال ناگرائے کی کہانی اپنی کتاب کے آخری حصے میں بہر حال قلمبند کر لی ہے لیکن اک نندن پر غالباً کسی یورپی تحقیق کار کی نظریں نہیں پڑی ہیں۔

اک نندن کی کہانی محض ایک افسانوی اختراع ہے۔ یا اس کا پس منظر ہمارے کسی عہد قدیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس بات کا آج تک وثوق کے ساتھ کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے یہ بھی ایک ایک وجہ ہے کہ کشمیری زبان کے نصف درجن بھر شاعروں نے اک نندن کی اپنی منظوم کہانیوں میں اس کے تقریباً سبھی کرداروں کے نام تک الگ الگ رکھے ہیں۔ بہادر گنائی کے ہاں اس کہانی کا محل وقوع ڈگر کے پاس سلابت نگر ہے۔ اور راجہ اور رانی کے نام بالترتیب چکنا دیگ اور رتنہ ماتا ہے رمضان بٹ یہ نام ڈگر دیگ اور رتنہ ماتا لکھتا ہے۔ صمد میر کے نزدیک اک نندن کے والدین کے نام نبرہ اور سوتہ مال ہے اور عبدالاحد زرگر نے لکھا ہے کہ اک نندن کا باپ راڑہ پور کا بت پرست بادشاہ رام گوپال تھا جو شیل نو شیر وان ثانی دیہال، مادل اور اس و ان کا مجاز تھا جس کے زیر فرمان سات شہر تھے اور جس کی ملکہ کا نام گجرمالی تھا۔

اک نندن کی کہانی کا خلاصہ مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ قدیم کشمیر میں ایک ہندو راجہ اور رانی جب سالہا سال تک اولاد نرینہ سے محروم رہے تو انھوں نے یہ خواہش تقریباً ختم کر لی۔ کہ سات بیٹیاں ہونے کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکا بھی پیدا ہو جائے۔

اس دوران ایک دن ایک جوگی ان کے محل میں داخل ہوا اور راجہ سے کہا کہ وہ اولاد نرینہ حاصل تو کر سکتا ہے لیکن لڑکا اسے صرف اس شرط پر عطا کیا جائے گا کہ پورے بارہ سال بعد جوگی آکر اس لڑکے یعنی اک نندن کو واپس لے جائے گا۔ جوگی کے چلے جانے کے بعد رانی حاملہ ہوئی اور نو ماہ بعد اس نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا۔ جسے حسب معمول پانچ برس کی عمر میں پاٹھ شالے میں داخل کیا گیا۔ جہاں بقول بہادر گنائی اس نے ویدوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اس دوران خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے اک نندن کے والدین جوگی کو بھول گئے اور انھوں نے اس کی آمد اور اک نندن کی پیدائش کو قدرت کی کارسازی کا ایک اتفاقیہ واقعہ قرار دیا۔ لیکن ہوا ایسا کہ پورے بارہ سال بعد جب اک نندن اپنے ماں باپ کا محبوب ترین لخت جگر بن چکا تھا جوگی دندناتا اور گرجتا ہوا وارد ہوا اور اس نے اک نندن کے بارے میں راجہ اور رانی کو ان کا وعدہ یاد دلایا۔ یہ دونوں سراسیمہ و پریشان جوگی کے ساتھ ٹال مٹول کرتے رہے لیکن بہر حال انھیں اک نندن کو آہ و زاری کے ایک عالم رنج و غم میں جوگی کے حوالے کرنا پڑا جوگی نے حکم دیا کہ میں اک نندن کو قتل کئے دیتا ہوں اور اس کا گوشت پکانے کے لیے محل میں برتنوں کی فراہمی اور چولھا جلانے کا انتظام کیا جائے۔ یہی داستان اک نندن کا وہ حصہ ہے جہاں ہر شاعر نے جذبات اور محسوسات کی شدت کا والہانہ اظہار کر کے انسانی زندگی کے المیہ کی تصویر کشی کی ہے۔

اک نندن کا گوشت اس کے والدین کی آہ و بکا اور بہنوں کی گریہ زاری میں پک کر تیار ہوا تو جوگی کے حکم سے یہ گوشت ساتوں لڑکیوں اور والدین کو کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ جب آخری برتن میں گوشت کی بوٹیاں رکھی گئیں تو جوگی نے رانی سے کہا کہ وہ اک نندن کو آواز دے کر بلائے۔ ماں کے پکارنے پر اک نندن ہنستا کھیلتا نمودار ہوا۔ راجہ اور رانی نے آس پاس نظریں دوڑائیں تو محل میں گوشت کا نام و نشان بھی نہیں تھا اور جوگی پراسرار طور پر غائب ہو چکا تھا۔ اس مرحلے پر اک نندن کی کہانی یونانی، جرمن اور انگریزی Fragments کے برعکس المیہ سے طربیہ میں تبدیل ہو کر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا۔ یہ مشہور ترین داستان نظم کرنے والوں کشمیری شاعری میں بہادر گنائی، رمضان بٹ، بسمل کشمیری، صمد میر اور عبدالاحد زرگر کے علاوہ پرکاش بٹ کوری گامی علی وانی، محمدی کھار، اور وہاب کھار کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے مسودے کسی کی نظر سے نہیں گزرے ہیں۔ البتہ پرکاش بٹ کوری گامی کا مسودہ ریسرچ محکمے کے سابق لائبریرین پنڈت راج جو کے پاس موجود ہے جو اس غیر مطبوعہ نسخہ کو غالباً خود ہی منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔

مطبوعہ منظومات کا اگر تقابلی مطالعہ کیا جائے تو رمضان بٹ کا اک نندن سوز و گداز، اظہار جذبات کی تاثیر اور تجزیاتی منظر کشی کے لحاظ سے باقی تمام شعراء کی کاوش کے مقابلے میں ممتاز ترین فن پارے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ رمضان بٹ کے بارے میں روایت یہ ہے کہ وہ صرف اکیس سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اگر یہ واقعی درست ہے تو اس نے جان کیٹس کی طرح اپنی مختصر ترین زندگی میں کشمیری شاعری کو اپنی ایک بہترین تخلیق سے مالا مال کیا۔

اک نندن کشمیری لوک ادب میں سب سے زیادہ المناک داستان ہے۔ یہ کردار ہمارے سماج میں ایک ایسی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ کشمیر کی روزمرہ زندگی میں اک نندن پیدائش اور شادی بیاہ سے لے کر رنج و غم کی ساری تقریبات تک اظہار محسوسات کے لیے ایک علامت بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لوری کا یہ حصہ ۔

اندنے تہ ژندنے — کوسود یہ وندنے
میانہ اک نندنے — کوسود یہ وندنے

یا شادی بیاہ کا یہ روایتی گیت

ست بینہ دوہ وان درانئے نندہ نے
سہے ماجہ بتھر اک نندنے زا درا

اسی قسم کا ایک اور وَنہ وُن جو دولہا کی برات آنے پر عورتیں گاتی ہیں

چانہ ینہ گرون ژدل زونہ اکھتا بس
سانہ اک نندہ نو سون آکھ
منجن مشبر وے زآدلس کا بس
سانہ اک نندہ نو سون آکھ

اور اگر کسی گھرانے میں بدقسمتی سے کوئی جوان مر جائے تو نوحہ کناں عورتیں اسے اک نندنو کے نام سے پکارتی اور سینہ کوبی کرتی ہیں اور غالباً یہ جوان مرگ اپنی ان کہی داستانِ حیات کے بارے میں بزبانِ حال یہ کہتا سنائی دیتا ہے۔

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

(باقی آئندہ)

ایک اور دن کو پرنام

رام لال

اس نے کہا: "چلتے ہیں" اور پلٹ کر ارتھی کے لیے مکان کے اندر چلا گیا۔

تب تک میں ایک اور تجویز تیار کر چکا تھا۔ سنا یہ تو تھی بزرگ پنڈت کے آدمی کو جو اپنے مکان میں مرا پڑا تھا اس کالونی میں جاننے والے زیادہ لوگ نہ ہوں۔ کیوں نہ چار بڑے بڑے اور بلا لیے جائیں تاکہ مرحوم کی کچھ تو عزت رہ جائے۔

اس نے بھی میری تجویز کے ساتھ فوراً اتفاق کر لیا اور اپنے لڑکے کو دوڑا کر سمتی کے سکریٹری، خازن اور دوسرے عہدیداران کو اطلاع بھجوا دی۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ آنے میں دیر ہرگز نہ کریں۔ سمتی کا پردھان وہ خود تھا۔

جب ہم اس مکان کے سامنے پہونچے تو چار پانچ لوگ چپ چاپ اِدھر اُدھر کھڑے تھے۔ اندر فرش پر سفید چادر سے ڈھکی لاش کے ارد گرد چند ہی عورتیں بیٹھی تھیں اور صرف ایک عورت کے منہ سے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے اختیار سسکی نکل جاتی تھی۔ وہ اس کی بہو تھی جس نے مرحوم کی مرتے دم تک بہت سیوا کی تھی۔ باقی عورتیں پڑوسنیں تھیں۔

جس وقت اس کے بیٹے کا اینٹوں کے بھٹے والا دوست ٹرک لے کر آیا تو اس خاموش ماحول میں جان سی پڑ گئی۔ ارتھی کا سارا سامان اسی ٹرک ہی سے لے آیا گیا تھا۔ سب لوگ ارتھی سجانے میں جٹ گئے۔

ایک آدمی بانسوں کی کھپچیوں پر پھوس بچھاتے ہوئے بولا: "دن کا وقت ہوتا تو بوڑھے کے ساتھ بینڈ باجہ بھی جاتا۔"

"وہ اسّی سال کا ضرور ہوگا۔"

"نہیں شاید نوّے سے اوپر ہی رہا ہوگا۔"

"آج صبح تک وہ مارننگ واک کرنے جا رہا تھا۔ میرے ساتھ علیک سلیک ہمیشہ صبح سویرے سڑک پر ہی ہو جاتی تھی۔"

"بوڑھے ٹھنٹھ پیڑ کا کیا بھروسا! کس وقت ہوا کا تیز جھونکا لگے اور وہ دھم سے گر پڑے۔"

"وہ بھی تو دھم سے گرا، پردھان جی۔ نہ کھانسی نہ بخار، نہ دوا نہ دارو بس لیٹے لیٹے ہی چل دیا۔"

"کہتے ہیں اس نے اپنی بہو سے چائے لے آنے کے لیے کہا تھا۔ اسی وقت اخبار والا اخبار پھینک کر آگے نکل گیا۔ اس کی بہو نے اخبار اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دیدیا اور رسوئی میں چلی گئی۔ چائے کی پیالی بیچاری کے ہاتھ میں ہی رہ گئی۔ چائے لے کر لوٹی تو وہ اخبار میں منہ چھپائے ابدی نیند سو رہا تھا۔"

"ہارٹ اٹیک والی موت بہت اچھی ہوتی ہے، گپتا جی! آدمی اسپتالوں کے چکر لگانے سے بچ جاتا ہے۔ آپ کو یاد ہے ہمارے پڑوسی کی ماں جب سخت بیمار پڑی تو اس زمانے میں بس والے ہڑتال پر تھے۔ کہیں پیدل چلتے تھے کہیں رکشا یار بڑھا لے کر کسی طرح گرتے پڑتے اسپتال پہونچ جاتے تھے۔ افوہ! کیا پریشانی تھی۔"

"ارتھی اٹھاؤ" اندر سے کسی کی آواز سنائی دی، اور رات کے بارہ بجے خاموش اور نیم اندھیرے میں ڈوبی ہوئی گلی میں اچانک "ہری بول، بول ہری" کی آوازیں گونجنے لگیں جو نیچے فضا میں پُراسرار لگیں۔

آدمی خلاف توقع زیادہ آ گئے تھے۔ لیکن سب ٹرک کے اندر اِدھر اُدھر کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ بیچ میں ارتھی دھر دی گئی۔ ٹرک حسب معمول گھرگھراتا ہوا اچھل پڑا۔ اس کی گھرگھراہٹ میں کسی قسم کی اداسی یا ہمدردی کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ کچھ دیر تک فاصلہ بڑی خاموشی سے طے کیا گیا۔ لوگ گلیوں اور سڑکوں کے موڑ پر سے ٹرک کے گذرتے وقت گھبرا کر ایک دوسرے کو تھام لیتے تھے۔ جب وہ سیدھی ہموار سڑک پر پہنچ کر ایک متوازن چال سے دوڑنے لگا تو ایک آدمی اچانک بولا: "کل مکھیہ منتری کا بھاشن بہت زوردار تھا۔"

"ہاں اس نے دعوے تو بہت سے کیے ہیں۔"

"وہ وعدہ ہی کیا جو ایفا ہو گیا۔" صرف ایک آدمی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی۔

"اس جگہ پچھلے منگل کو میں لٹتے لٹتے بچا تھا۔"

"کیا ہوا تھا؟" بہت دور سے جیسے کسی نے پوچھا۔ اور پھر وہ سگریٹ سلگانے میں مصروف ہو گیا۔ بات سنانے والے نے بھی سگریٹ پینے کی اچھا پرگٹ کی اور اسے سگریٹ دستیاب ہو گئی تو بولا: "میں رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب رکشہ سے لوٹ رہا تھا۔ شاید دو موٹر سائیکل والے گومتی کے پل پر سے ہی میرا پیچھا کر رہے تھے۔ دو ایک بار آگے نکل گئے۔ پھر پلٹ گئے اور پھر واپس آتے ہوئے دکھائی دیے تو رکشا والے نے ہی مجھے خطرے کا احساس کراتے ہوئے کہدیا۔ کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے بابوجی۔"

"اچھا تو پھر!"

"پھر یہ ہوا کہ میں نے ہمت جٹورنی شروع کی۔ سوچ بھی لیا کہ ایسی حالت میں کیا کیا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ میرے پاس دس پندرہ روپے سے زیادہ رقم نہیں تھی صرف ایک گھڑی ایسی تھی جو ان کے لیے مال غنیمت ہو سکتی تھی لیکن بدمعاش لوگ تو کچھ پانے سے پہلے دو چار تگڑے تگڑے ہاتھ مار دیتے ہیں تاکہ آدمی اچانک حملہ سے گھبرا کر ہاتھ پاؤں چھوڑ دے۔"

"آپ نے کسی کو مدد کے لیے پکار لیا ہوتا۔"

"کوئی نہیں تھا بھائی دُور دُور تک۔ آس پاس کے مکانوں اور جھونپڑیوں والے تک پڑے سو رہے تھے۔ اور کون سنتا ہے کسی کی چیخ پکار۔ سب ہی اپنی اپنی جان بچانے کے لیے دم سادھے پڑے رہ جاتے ہیں۔"

"ہاں اب تو انسانی ہمدردی نام کی کوئی چیز ہی باقی نہیں رہ گئی۔ پھر کیا ہوا؟"

"پھر میں ایک گلی میں رکشا کو گھما کر اتر گیا۔ جلدی سے رکشا والے کو مزدوری دی، باقی پچاس پیسے بھی واپس نہ لیے اور اس سے کہا۔ تم سے وہ پوچھیں تو کہہ دینا بابوجی کو یہیں تک جانا تھا وہ سامنے والے مکان میں چلے گئے ہیں اور میں کئی گلیوں میں سے ہوتا ہوا اور من ہی من بھوت پشاچ نکٹ نہیں آوے، مہاویر جب نام سناوے، کا جاپ کرتا ہوا خیریت سے اپنے گھر پہنچ گیا۔"

شمشان بھومی تک پہونچنے میں ہمیں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ وہاں سب لوگ پھر گہری خاموشی میں ڈوب گئے اور ایک دوسرے میں گھس گھس کر چلنے لگے۔

آس پاس کئی سمادھیاں تھیں۔ کچھ قبریں بھی اور ندی کے کنارے تین چار چتاؤں میں انگارے دہک رہے تھے۔ کہیں کہیں راکھ کے ڈھیر لگے تھے سب صاف دکھائی دے رہا تھا جتنا کچھ آس پاس تھا۔

"یہ اچھا ہوا کہ شمشان سمتی نے یہاں روشنی کا انتظام کر رکھا ہے۔"

"لیکن رات کے وقت ارتھی جلانے کا ہماری طرف رواج نہیں ہے۔"

"کسی کسی کا ہوتا ہے۔ وہ لوگ آدمی کے مرتے ہی اسے گھر سے نکال دینے کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔"

"اپنے گھر میں کس نے مردہ کو روکا ہے۔ چلو ایک ایک لکڑی اٹھا کر لانے کا پُن کماؤ۔"

"ہم لوگ ایک اونچا چبوترہ تلاش کر کے ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔ باقی کچھ لوگ ذرا فاصلے پر کھڑے چتا تیار

کر رہے تھے۔ شمشان کے رکھوالے بھی ان کی مدد کر رہے تھے۔ کہیں کہیں آوارہ کتے بھی گھومتے ہوئے نظر آرہے تھے جنھیں پہلے تو ہم سیار سمجھے تھے۔

میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی سے کہا۔۔۔

"یہاں میں نہ جانے کتنی بار آچکا ہوں۔ کتنے لوگوں کو کندھا دیا سب یاد آرہا ہے۔ وہاں ایک جرنلسٹ کی لاش پھونکی گئی تھی جس کے ساتھ میرا کافی ہاؤس میں بہت اٹھنا بیٹھنا تھا۔ اور وہاں ایک اور جرنلسٹ کی لاش کے ساتھ جو انگریزی اخبار سے وابستہ تھا؛ اور وہاں ہمارے شہر کے سب سے بڑے لیکھک کی چتا جلی تھی جس نے مرنے سے پہلے ہی وصیت کردی تھی کہ میرے مرنے کے بعد کوئی مذہبی رسم نہ ادا کی جائے۔"

"وہ تو کمیونسٹ تھا۔"

"ہاں اس نے اپنی کہانیوں میں مذہب کے ٹھیکیداروں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا۔"

چتا کو آگ دیدی گئی تو ہم نے سمجھے ابھی واپس بھی ہو لیں گے اور وہ رات بھر جلتی رہے گی جس طرح اور چتائیں جل رہی تھیں لیکن کسی نے آکر ہمیں خبر دی: "یہاں کم سے کم چار گھنٹے ضرور لگیں گے۔ جب تک چتا پوری طرح بھسم نہیں ہو جاتی ان لوگوں کے یہاں چتا کی جگہ کو دھو دھاکر واپس جانے کا رواج ہے۔"

سب نے جیسے شیرباد کی طرح اس فیصلے کو پی لیا اور بڑی خاموشی سے آسمان کی جانب لپکتے ہوئے لال لال شعلوں کو دیکھنے لگے۔

پھر اچانک کسی نے جے پرکاش نارائن کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایک سجن ان سے اپنی دیرینہ ملاقاتوں کی روئیداد بیان کر رہے تھے۔ لوگ اب چتا کے پاس سے ہٹ کر بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کر رہے تھے۔ پچھلی باڑھ میں کنکریٹ کا چبوترہ ایک طرف کو جھک گیا تھا لیکن اس پر دو بنچ ابھی تک موجود تھے۔ ایک ایک کر کے وہ کھڈ پر سے کودگئے اور بنچوں پر جا بیٹھے۔ دو آدمی اپنے پیچھے بچھا کر فرش پر لیٹ گئے۔ ہمارے چبوترے پر بھی دو آدمی باتیں سنتے سنتے خراٹے لینے لگے تھے۔ جنھیں نیند نہیں آرہی تھی وہ ابھی تک باتیں کر رہے تھے۔

"راستے میں آپ نے مکھیہ منتری کے بھاشن کا ذکر کیا تھا کہ بہت زوردار تھا۔"

"ہاں میں کہنا یہ چاہتا تھا۔"

"پہلے میری بات سن لیجیے۔ بابوجی۔ انقلاب ہمارے یہاں ایک نعرہ محض ہے۔ ہونا ہوانا کچھ نہیں آپ دیکھ لیجیے گا۔"

"دیکھ کیا لیجیے گا، وہ تو ابھی سے دیکھ رہے ہیں۔"

"رات کو مہنگائی الاؤنس کی ایک اور قسط بھی دینے کا اعلان ہوا تھا۔"

"چلیے اس خبر سے تھوڑی سی مہنگائی اور بڑھ جائیگی۔"

جو لوگ بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے زور سے ہنس پڑے۔ اتنے زور سے کہ ہنسی کی آواز سناٹے میں گونج گونج گئی۔

"کسی کے پاس سگریٹ ہے؟"

"شاید کامتا سنگھ کے پاس ہو لیکن وہ تو پڑا سو رہا ہے۔"

"جگا دو اُسے۔"

"ٹھہریے میں اس کی جیب کی تلاشی لیتا ہوں۔"

بڑی کامیابی سے سگریٹ کی وہ ڈبیا نکال لایا اور کامتا پڑا سوتا رہا۔

"انسان کو سولی پر بھی نیند آجاتی ہے۔"

"اس ماحول میں ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ ہونے کا بڑا سہارا ہے ورنہ اکیلا آدمی تو سہم کر رہ جائے۔"

"ہاں باہر کا آدمی اگر تنہا آئے گا تو ضرور گھبرا جائے گا جو لوگ یہاں کام کرتے ہیں انھیں تو ڈر اور خوف نہیں محسوس ہوتا۔"

"ہماری زبان میں اردو کے بہت سے الفاظ شامل ہو چکے ہیں۔"

"سرکار نے اردو کا آرڈیننس جاری کر کے ایک اور مسئلہ کو جنم دے دیا ہے۔"

"یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل چیز تاریخی شعور ہے جس سے ہمیں منکر نہیں ہونا چاہیے۔ انھی سے زبان جتنی کچھ دیا ہے اسے لے کر ہی آگے چلنا ہے۔ جہاں تک انھا سکے انھا سکے چل سکیں گے۔"

"شاید چتا جل چکی۔ وہ لوگ پانی بھر بھر کر لا رہے ہیں۔"

ندی کی طرف ڈھلان والی زمین پر ہزاروں چھوٹے بڑے انگارے پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتے چلے گئے۔ صرف ان کے بھسم ہونے کی آواز ہی ہمارے کانوں میں گونجتی رہی۔ جیسے ساری کائنات اچانک بھسم ہو رہی ہو!

"وہ مارننگ واک پر جانے کا بڑا پابند تھا۔ میری اس کے ساتھ ملاقات ہمیشہ سڑک پر ہو جاتی تھی۔ صبح سویرے" اس آدمی نے اپنی بات کئی گھنٹوں کے بعد دہرائی۔

اس وقت پورب میں آسمان پر اوشا کی لالی پھوٹ رہی تھی۔ اور کچھ لوگ ہاتھ جوڑ کر پرنام کر رہے تھے۔ شروع ہونے والے نئے دن کو۔

"آج مجھے ترقی کے لیے اپنے باس کے پاس ایک سفارش لے کر جانا ہے۔"

"آپ کو ایک شعر سناؤں۔ اتنی سہانی صبح دیکھ کر یاد آیا لیکن پہلا مصرع بھول ہی گیا۔ خیر دوسرا ہی مصرع ہی سن لیجیے۔

ع: گر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی!

آپ نے جوش کا نام سنا ہوگا۔"

(لکھنؤ سے نشر)

رام لعل
شانتی نکیتن،
ڈی ۲۲۱۰ - اندرا نگر۔ لکھنؤ

غزلیں

شاہد احمد شعیب

ساکت ہے یا رواں ہے؟ ہوا کچھ عجیب ہے
اب منظروں پہ نقشِ نوا کچھ عجیب ہے
سب پر ہیں مہرباں، مرے سائبان سے دور
کرنوں کی شوخ و شنگ ادا کچھ عجیب ہے
جاں بخش سا ہے اب کے، یہ کیا ہے؟ اگر یہ ہے
دشتِ بلا تو دشتِ بلا کچھ عجیب ہے
حیرت کے واقعات بھی لگتے نہیں عجیب
اب یہ "طلسم ہوش ربا" کچھ عجیب ہے
مشکل فرار اور ہے جی کا زیاں قیام
مجھ کو مرے گھر کی فضا کچھ عجیب ہے
لفظوں کا سحر خوب، بجا حرمتِ حروف
مانگے مگر جو دل کی صدا کچھ عجیب ہے
کتنی عجیب بات کہ سب لوگ ہیں عجیب
کس سے کہیں شعیب کہ کیا کچھ عجیب ہے

(اردو سروس دہلی سے نشر)

وکیل انور چاپدانوی

موت بھی ہوتی ہے لرزاں ان سے اکثر دھوپ میں
زندگی کا زہر جو پیتے ہیں ہنس کر دھوپ میں
بہہ رہا ہے پسینے کی جگہ بہتا ہے خون مزدور کا
ایسے بھی حالات دکھلاتے ہیں منظر دھوپ میں
ٹھوکریں کھا کھا کے سنورے گی ہماری زندگی
تپتے تپتے سرخ ہو جاتے ہیں پتھر دھوپ میں
بند کمرے میں ملے گا کیسے موسم کا مزاج
چند لمحے آپ بھی دیکھیں نکل کر دھوپ میں
سنگ ریزوں کو حقارت سے نہ ٹھکرائیں حضور
دیکھیے ان کا چمکنا مثلِ گوہر دھوپ میں
زلف کا سایہ نہیں پہنچا سکا دل کو سکوں
اس لیے بیٹھا ہوا ہے آج کل انور دھوپ میں

(کلکتہ سے نشر)

انتخاب

نجمہ برکاتی

اس نے اپنی شاندار ''مرسیڈیز'' بائیں طرف گمنامی اور سنسان شاہراہ پر یکساں رفتار سے چلنے لگا، وہ اس وقت ایک بڑے مرحلہ کو طے کرنے جا رہا تھا، متواتر تین چار مہینوں سے وہ ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا اور چاہتے ہوئے بھی ان الجھنوں سے آزاد نہیں ہو سکا تھا، لیکن اب وہ طمانیت محسوس کر رہا تھا، اور سوچ رہا تھا کہ آج اس کی ذہنی کلفتوں کا آخری دن ہے شاید کل کا سورج اس کے لیے مسرتوں اور خوشیوں کا پیغام لائے اور اسے دائمی عیش و انبساط سے ہمکنار کر دے، وہ سوچ کے سمندر میں غوطہ زن تھا اور کار فراٹے بھر رہی تھی۔

وہ جب سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد، امریکہ سے لوٹ کر آیا تھا، اور اپنے بزرگوں کی چھوڑی ہوئی ملکیت اور جائیداد اس کے نام منتقل ہو گئی تھی، تو وہ اپنے شہر میں کچھ سے کچھ بن گیا تھا، لاکھوں کی جائیداد، بینک بیلنس، عالیشان کوٹھی اور پچاسوں نوکر چاکر اگر ایک طرف اس کی امارت کی دھوم مچا رہے تھے، تو دوسری طرف اس کی تعلیمی لیاقت، پر وقار شخصیت، اور باغ و بہار طبیعت کے ہر جگہ چرچے تھے، ہر محفل میں اس کا ذکر خیر بڑے ادب و احترام سے ہوتا تھا، اور خصوصاً عورتوں کی محفلوں میں تو اس کی شرکت لازمی سی ہو گئی تھی، جہاں وہ ایک ''آئیڈیل'' کی حیثیت سے دیکھا جاتا تھا اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ اتنی خوبیوں سے متصف ہونے کے بعد بھی ابھی تک زندگی کے میدان میں تنہا سفر کر رہا تھا، اور ہر طرف سے کوششیں جاری تھیں کہ اس خوب رو شہزادے کو اپنے دام میں گرفتار کر لیں۔

وہ بھی ان باتوں کو خوب سمجھتا تھا، کہ یہ خاطر داریاں، یہ لگاوٹیں، یہ نوازشیں اور یہ التفات محض اس لیے ہے کہ وہ ایک بڑی جائیداد کا بلا شرکت غیرے مالک و قابض ہے۔ اور صرف زور دولت کے طفیل وہ محبوب خلائق ہے ذرا مسز سجاد کو دیکھو جو زمانہ بھر میں خود پسند و مغرور کہی جاتی ہیں۔ اور کبھی اپنی ناک پر مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتیں، اسے چائے پارٹی کے بہانے اپنے بنگلہ پر مدعو کر رہی ہیں اور اس کی دل جوئی و دل بستگی کے لیے ہر طرح پیش پیش ہیں، اور کیوں نہ ہوں گھر میں دو جوان، تنگ چڑھی لڑکیاں جو موجود ہیں۔ سوچتی ہوں گی کہ شاید بے چارہ ریجھ جائے۔ تو اپنا الّو سیدھا ہو جائے۔

ادھر مسز سلیمان بھی خوب ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ اپنی لاڈلی سعدیہ کو دن میں دو دو بار اس کے گھر بھجوا رہی ہیں، ہر ذرا سے کام کے بہانے بلوا رہی ہیں۔ اور ضیافتوں کے سہارے اسے فتح کرنا چاہتی ہیں ——— نواب صلابت جنگ، بھی اپنے دام بچھا رہے ہیں اسے شکار پر لے جا رہے ہیں۔ کبھی دریا کی سیر ہو رہی ہے، اور کبھی مع اہل خانہ شہر سے دور عیدگاہ باغ میں پکنک منائی جا رہی ——— دولت کی چکاچوند نے ہر ایک کو مسحور و مبہوت کر دیا تھا، اور اس پر باقاعدہ ڈورے ڈالے جا رہے تھے اور کمندیں پھینکی جا رہی تھیں۔

اب گلیاں شروع ہو گئیں تھیں، یہ ایک گنجان محلہ تھا اور اس میں زیادہ تر متوسط طبقہ کے لوگ رہتے تھے، اس نے کار کی رفتار کم کر دی، اور مطلوبہ مقام تک پہونچنے کے لیے پُر پیچ راستوں سے گزرنے لگا۔

اسے چاہنے والوں، اور پسند کرنے والوں کی کمی نہیں تھی، پچاسوں لڑکیاں اس کے ارد گرد، خوبصورت تتلیوں کی طرح منڈلا رہی تھیں، موہنی موہنی صورتوں والی لڑکیاں، دلکش، دلنشیں اداؤں والی حسینائیں، اعلیٰ خاندانوں کی چشم و چراغ دوشیزائیں تعلیم یافتہ اور روشن خیال ماہ لقائیں، فوزیہ، سعدیہ شگوفہ، زینب، شکیلہ، نازنی، روشن آرا، سب ہی اس کی پرستار تھیں، اور اس کے لیے بچھ بچھ جاتی تھیں اور اسے سر آنکھوں پر بٹھاتی تھیں، لیکن وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب دولت کی بھوکی ہیں اور تعیش کی دل دادہ ہیں۔ کوئی بھی ان میں شریک زندگی کا صحیح معیار نہیں بن سکتی، اس کا کوئی بزرگ اور خیر خواہ نہیں تھا، جس کے مشوروں اور تجربوں سے وہ مستفید ہوتا اور کوئی اس کا دوست اور دمساز بھی نہیں تھا، جس سے وہ اپنے دل کی بات کا اظہار کرتا اسے یہ مہتم بالشان کارنامہ خود انجام دینا تھا، اور ارد گرد کی ان گنت لڑکیوں میں سے مناسب اور موزوں رفیقۂ حیات کا انتخاب کرنا تھا، بظاہر یہ کوئی دقت طلب بات نہیں تھی، مگر اس کے لیے یہ جوئے شیر لانے کے مترادف، ایک دشوار امر بن گیا تھا وہ ایک مثالی لڑکی چاہتا تھا، جو صحیح معنوں میں اس کے دل کے ویرانے میں بہار لا سکے، اور ایک خیالی لڑکی چاہتا تھا، جو اس کے خیالات کی کسوٹی پر پوری اتر سکے، آپ چاہیں تو اسے اس کا خبط کہہ لیں، مگر اس کی سوچ غلط نہیں تھی، اس مادی دور میں سب ہی اونچی زقند بھرنا چاہتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے امیدواروں میں ایک مس فوزیہ بھی تھیں، جو روزانہ اسے کلب لے جا کر بہکی بہکی باتیں کرتی تھیں، اور اپنے دست نازنیں سے اس کے ہاتھ دبا دبا کر ارشاد فرماتی تھیں ———

——— ہائے! اعجاز! تم کتنے سوئٹ ہو، کتنے پیارے ہو! تمہاری ''مرسیڈیز'' میں بیٹھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسے میں بادلوں کے رتھ میں سوار ہوں، خدا کی قسم! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی ہوں۔

توبہ شکن حسن والی شکیلہ، بس اس پر مری جاتی تھی، اور بات، بات میں اس سے کہتی تھی، ''ڈارلنگ! جلدی سے مجھے دولہن بنا کر اپنی شاندار کوٹھی میں لے چلو! تم میرے راجکمار ہو اور میں تمہاری راجکماری، مجھے معلوم ہے تمہارے پاس خوب بینک بیلنس ہے۔ شادی ہوتے ہی ''ہنی مون'' منانے سوئٹزرلینڈ چلیں گے۔ میری آنکھوں میں ہزاروں حسین خواب تیر رہے ہیں جلد ان کو حقیقت سے آشنا کر دو۔

نازنی صاحبہ کے ناز نخرے بھی دیکھنے کے قابل تھے، جہاں کہیں بھی ان کی ملاقات ہوتی وہ فوراً سب کے سامنے اس کے گلے میں باہیں حمائل کر دیتی اور بڑے پیار سے کہتی ———

اوہ مائی ہنی! تم تو عید کا چاند ہو گئے۔ دو گھنٹے سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں مگر تم ہو کہ دوسروں میں گھرے جاتے ہو، چلو، گھر پر چلیں، وہاں باتیں ہوں گی۔

اس طرح کی لڑکیاں اسے کیا پسند آتیں، وہ تو اپنے معیار کی پسند چاہتا تھا اور یہ آسان بات نہ تھی۔

بالآخر اس نے ایک طریقہ سوچ لیا، ایک ہفتہ پہلے اس نے مقامی اخبار میں ایک اشتہار نکلوایا، جو اس مضمون پر مشتمل تھا۔

''ایک قبول صورت، تعلیم یافتہ، ایماندار،
اور غیر شادی شدہ لیڈی سکریٹری کی ضرورت
ہے، جو وقتاً فوقتاً، اپنے باس کو مفید مشورے
بھی دے سکے، ڈے ڈیوٹی، معقول مشاہرہ
معرفت اخبار ہٰذا جلد رجوع کریں''

اس کے پاس کل چوبیس لڑکیوں کی درخواستیں آئی تھیں، آج جب اس نے انٹرویو لیا تھا تو سترہویں لڑکی تک پہونچتے پہونچتے، اس پر کوفت طاری ہو چکی تھی، اس نے چپراسی کو بلا کر اٹھارہویں امیدوار لڑکی کو بھیجنے کے لیے کہا تھا، اور جب ایک منٹ بعد ہی اس نے نظریں اٹھائی تھیں، تو وہ ششدر رہ گیا تھا، ایک ملکوتی حسن کی مورتی اس کے سامنے کھڑی تھی موٹا سا قد، خوبصورت بیضوی چہرہ، لانبے گھنے سیاہ بال، اور سفید ساڑھی میں ملبوس وہ ایک آسمانی حور معلوم ہو رہی تھی، اس کی حیا آمیز آنکھیں نیچے جھکی ہوئی تھیں۔ اور مخروطی انگلیاں آپس میں جذب ہونے کی کوشش کر رہی تھیں، وہ اسے دیکھنے میں کھو سا گیا تھا، بے خود فراموشی

کی کیفیت سے وہ باہر نکلا، اور اُس سے مخاطب ہوا تھا، تشریف رکھیئے! مس شمیم بانو۔

شکریہ حضور! یہ نام میرے والدین کا بخشا ہوا ہے، لیڈی سکریٹری کے لیے شاید موزوں نہ ہو۔ آپ جس نام سے چاہیں مجھے مخاطب کر سکتے ہیں۔ اُس نے بڑے شائستہ انداز میں کہا تھا،

انٹرویو کے دوسرے سوالات کے جوابات بھی اُس کی امید سے زیادہ تسلی بخش ملے تھے۔ ہر سوال کے جواب پر وہ خوشی سے جھوم جھوم اٹھتا تھا، اور چوری چوری اُس کے معصوم و دلکش چہرے پر بھی نظریں ڈال لیتا تھا، اور پھر اُس نے آخری سوال کیا تھا۔

ہاں! یہ تو بتایئے! آپ یہ ملازمت کیوں کرنا چاہتی ہیں؟ اور اگر فرض کر لو آپ اس کے لیے نہیں چُنی گئیں تو آپ پر اس کا کیا ردعمل ہوگا؟

آپ کے سوال کا پہلا حصہ، میری ذاتی زندگی سے تعلق ہے۔ بظاہر معمولی سی بات ہے لیکن آپ وہی پس منظر چاہتے ہیں میں آپ پر واضح کر دوں کہ میں شوقیہ طور پر لیڈی سکریٹری بننے نہیں آئی ہوں، بلکہ حالات نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ اگر آپ منتخب نہ کریں تو بجا مجھے کوئی ملال نہیں ہوگا، کیونکہ وقت کی ٹھوکریں ہم جیسوں کو حوصلہ عطا کرتی ہیں۔۔ وہ مہذبانہ بیٹھئے مس شمیم! آپ کے انٹرویو کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ مہربانی کرکے آپ دوسرے کمرے میں تشریف رکھیں، آدھے گھنٹہ بعد آپ کو "اپوائنٹمنٹ لیٹر" دے دیا جائے گا۔

اس نے چپراسی کو بلا کر مس شمیم کو کافی پیش کرنے اور بقیہ امیدوار لڑکیوں کو رخصت کر دینے کو کہا تھا، وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ گیا تھا، چلتے چلتے اُس نے مس شمیم کی درخواست پر ایک نظر ڈالی تھی، اور کچھ ذہن نشین کرکے روانہ ہو گیا تھا،

اُس نے بریک لگائے، کار ایک اوسط درجہ کے مکان کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی نہ جانے کیوں اس کا دل دھڑک رہا تھا، درخواست میں یہیں کا پتہ درج تھا، وہ داخلی دروازے کی طرف بڑھا، وہ مس شمیم بانو کو لیڈی سکریٹری کی حیثیت سے نہیں بلکہ شریک زندگی کی حیثیت سے منتخب کر چکا تھا، اور اس وقت وہ اس کی والدہ کے پاس اس غرض و غایت سے آیا تھا۔

نجمہ برکاتی پانچ بتی ٹونک (راجستھان) (ایجے پور سے نشر)

رباعیات

خان ارمان

رنگوں سے کوئی نقش بنائے نہ بنا
جو سوانگ رچایا، وہ رچائے نہ بنا
تھی پھول سی ہستی بھی کوئی بارِ گراں
کیا بارِ گراں تھا کہ اٹھائے نہ بنا

آنکھوں میں تری عکسِ حقارت بھی نہیں
چتون میں کہیں نقشِ عداوت بھی نہیں
تو کون ہے، کس شہر کا باشندہ ہے
چہرے پہ ترے کوئی علامت بھی نہیں

(دہلی سے نشر)

افسانہ

ریزہ ریزہ بکھری شام

سلطان انجم

کافی دیر تک وہ اُسے اِدھر اُدھر تلاش کرتا رہا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ اُس کے بغیر بیٹھک سُونی سُونی جان پڑتی تھی۔ عجیب ماجرہ تھا۔ اُس سے کسی کو کیا دشمنی ہو سکتی تھی۔ بے ضرر شئے سے کون خوف کھاتا ہے۔ بیٹھک کی تلاشی کے بعد نمبر دالان کا آیا۔ اُسے وہاں بھی اس کی آنکھیں دیکھ نہ پائیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ آخر وہ گئی تو کہاں۔ پہلے خیال گذرا کہ کسی کی نظر میں رہی ہوگی؛ موقع دیکھ کر لے گیا ہوگا۔ لیکن اس میں ایسی کون سی خوبی تھی؟ نہ ناک نقشہ درست تھا۔ نہ رنگت اچھی تھی اور پھر اُسے اپ پسند بھی کون کرتا۔ کسی بھی شئے پر جب کسی نام کی مہر ثبت ہو جائے۔ تھپّہ لگ جائے تو اسے پانے کی خواہش کرنے والے بھی ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ دستور ہی کچھ ایسا ہے۔ جب کوئی شئے ہاتھ سے نکلتی نظر آئے تو بروقت گرفت مضبوط ہو گئی تو ٹھیک۔ ورنہ بعد میں ہاتھ ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔

"ملکیت" کتنا تحفظ ہے۔ کتنی قوت ہے اس پنج حرفی لفظ میں اور جب اس کے ساتھ تین لفظ "کسی اور کی" آن ملیں تو یہ نامکمل ادھورا سا جملہ بھی بیسیوں فرمانوں پر بھاری ہو جاتا ہے "کسی اور کی ملکیت" کی اس وزنی سِل کو ہلانا دل گردے کا کام ہے۔ ایسے لوگ دل پہلے ہی ہارے ہوتے ہیں۔ اکیلے گردے بھی بہت جلد ساتھ چھوڑ جاتے ہیں

ایسے موقعوں پہ الزام بے چاری تقدیر کے سر آتا ہے۔ فتح ملے تو اپنی بہادری، جوانمردی کے قصے بیان ہوتے ہیں۔ شکست ہو جائے تو خود صاف نکل جاتے ہیں اور طعن و تشنیع کے جس قدر بھی جھاڑ و جھنکار ہوتے ہیں وہ تقدیر کے ارد گرد لپیٹ دیتے ہیں۔ جتنے دل فگار تیر ہوتے ہیں اُن کے آگے سینہ سپر ہونے کے بجائے ڈھال آہستگی سے ایک جانب کھسکا کر خود بھی تماشائیوں میں شامل ہو کر تقدیر کا سینہ چھلنی ہونے کا تماشہ دیکھتے ہیں۔

اسے وہ خود سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ غریب الوطنی کے دنوں میں بھی اُسے یہ احساس رہتا تھا کہ چلو میں گھر والوں کی خوشی میں غمی میں شریک نہ سہی۔ وہ تو اُن کے درمیان ہے۔ دل کے بہلاوے اور تسکین کے لیے دُور پردیس میں، جدائی کے موسموں کی صلیب پر ٹنگے ٹنگے یہ خیال، یہ طفل تسلی، غموں کی باڑھ کو آگے بڑھنے سے روک ہی دیتی تھی۔ اب وہ کیسے تصور کی آنکھوں سے اپنے گھر اپنے گھر والوں میں موجود سمجھ سکے گا۔ لے دے کے ایک یہی تو ایک مشترک اثاثہ رہ گیا تھا۔ وہ کیا کرے! کس سے کہے؟ کس سے اُن کے بارے میں پوچھے؟ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

جس سے بھی اس کا ذکر کرے گا۔ وہ یہی سوچے گا کہ اُسے مجھ ہی پہ شک ہے۔ شک والا معاملہ پُرانے سے پُرانے بندھن بھی چند منٹوں میں توڑ دیتا ہے۔ یقین و اعتماد کی مضبوط و مستحکم قلعوں کی موٹی موٹی فصیلوں میں بھی پل بھر میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں شک کی تخریب کاری کا اثر ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ شک تو پوٹاشیم سائنائڈ ہے۔ ذائقہ کا احساس ذہن کو چھُوا، یقین و اعتماد کی بلند و بالا عمارت متزلزل ہو کر آناً فاناً بیٹھ گئی۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ایک ہی جگہ سوتے ہوئے۔ جاگتے ہوئے، وہ کیسے اپنے شک کا اظہار کرے۔ کمان سے نکلا تیر۔ منہ سے کان تک گئی بات اور شک کا اظہار ایسے پرندے ہیں جو ایک بار اڑان بھرنے کے بعد کبھی اپنے ٹھکانوں پہ واپس نہیں آتے۔

اب اسے نہ کھانا اچھا لگا، نہ نیند کی دیوی آنکھوں کی وادیوں میں اُتری۔ بیڈ پر لیٹے لیٹے چاند ستاروں کی آنکھ مچولی دیکھتا رہا؛ شفاف چاندنی ننھے ننھے تاروں کو تڑپ کر کے اپنا حسن دوبالا کرتی رہی۔ پھر دن کے سورج کی آمد کے خوف سے چاند کا روپ ماند پڑنے لگا۔ اسی اُدھیڑ بن میں دن نکل آیا۔

اب وہ اپنے دکھ کسے دے کس سے دل کی بات کہے۔ دکھ بانٹنے سے دکھ کا احساس کم ضرور ہو جاتا ہے لیکن تجربے نے اسے اب تک یہی بتایا تھا کہ دکھ کا ذکر کرنے سے بھی زیادہ دکھی کر دیتا ہے۔ مشاہدہ اور تجربہ...... ان دونوں میں اسے پہلے مشاہدہ پر اعتبار تھا۔ لیکن مشاہدہ نے آہستہ آہستہ یہی سکھایا تھا کہ تجربہ مشاہدے سے بڑا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ عقل سلیم بھی اس وقت ساتھ ساتھ ہو یا آس پاس ہو۔ ورنہ تجربہ عموماً غلط نتائج کو درست بتا کر انسان کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے۔

گمشدگی کا یہ سارا جھگڑا بھی اس وقت سے شروع ہوا تھا۔ جب اس کے ذہن میں مشاہدے کے بعد تجربے کے لیے کی خواہش پیدا ہوئی تھی اب تک وہ یہی سمجھتا تھا کہ اس کا مشاہدہ آئندہ زندگی میں اس کا ساتھ دے گا۔ مصیبتوں کے کئی مراحل پر سے نجات سے پار اتار سکے گا لیکن تجربے کے پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی مشاہدہ اس سے پہلے ہی مراحل پر سے گذر کر زندگی کے جہنم کے بھڑکتے شعلوں میں گھر گیا۔ اس سے ڈر کر وہ خود بھی تجربہ کی سیڑھی کے نچلے زینے پر ہی بیٹھ کر رہ گیا۔ نچلا دھڑ بیٹھ کر ہو گیا۔ آنکھیں کھلی تھیں۔ سب کچھ دیکھتی تھیں لیکن ہل جل نہیں سکتا تھا۔ ہاتھ اس کے بس میں تھے۔ پاؤں پتھر ہو چکے نصف سلطنت باقی ہوتی ہی ہے۔ جا رہے ہیں اب دوسرا قدم بڑھا کر دشمن پر وار کرے۔ خود کو بچانا ہی مشکل ہو رہا ہے۔

ان سب خیالات کو وہ بار بار ذہن سے جھٹکتا ہے لیکن خیالات بدنامی کے داغ کی طرح یوں چپکے ہیں کہ الگ ہی نہیں ہوتے۔ اس کی تلاش جاری ہے۔ ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا کہ وہ کہاں گمی کون لے گیا؟ بیچارہ کتنا ستایا لگ رہا ہے۔ غم کے بادل آنکھوں کے آسمان کو مکمل طور پر ڈھانپے ہوئے ہیں۔ پھر بھی ہمت تو نہیں ہاری۔ اب بھی امید کے سورج کی ایک آدھ کرن کی روشنی میں اسے تلاش کر رہا ہے۔ تلاش کرتے کرتے وہ ذرا یوں گیا۔ شاید کچھ یاد آ رہا ہے۔ یہ خلا میں کیا گھور رہا ہے۔ ماضی نے اس کی انگلی پکڑ کر فیصلے کی منزل پر لا کھڑا کیا ہے۔ اسے یاد پڑتا ہے کہ چھوٹے بھائی مختار انیس کی نظر کرم اس پر کچھ زیادہ ہی تھی۔ ایک بار وہ اس کے ایک ایسے کام سے انکار کر چکا ہے جو اس کے اختیار سے، اس کی پہنچ سے باہر تھا۔ مختار انیس کو غصہ اس بات کا تھا کہ اس نے میرا چھوٹا سا کام کیوں ترک کر دیا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی کو بتیسے جانتا ہے وہ ایک غلطی بار بار کرنے میں یقین نہیں رکھتا۔ وہ بھی جوانی کے بہکاوے میں آ کر ایک بار ایسی مذموم حرکت کر چکا ہے اس وقت وہ بھی نفرت محبت ہی سمجھتا تھا۔ لیکن بعد میں یقین آ گیا کہ وہ محبت نہ تھی نفس کا تقاضہ تھا۔ محبت اتنی ارزاں نایاب اور ڈرپوک کہاں ہوتی ہے۔ جو والدین کی ایک ہی جھڑکی پر روتے اور تڑپتے ہوئے بھی خاموشی سے ڈولی میں بیٹھ کر کسی اجنبی آنگن میں جا اترے۔ ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسے جانا وہ کیوں کر گوارا کرتا۔

اسی خیال کے جلتے بجھتے جگنوؤں کی روشنی میں وہ مختار انیس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تو وہ جس کی تلاش میں کئی دنوں سے سرگرداں تھا شکوک و شبہات کے صحراؤں میں ننگے پاؤں بھٹک رہا تھا اس کے سامنے تھی لیکن اس حالت میں کہ کوئی بھی حصہ اپنی جگہ پر نہ تھا۔ سر کہیں تھا بازو کہیں۔ یہ حشر کرنے والے نے نہایت خوبصورتی سے اسے اپنے بستر کے نیچے چھپا رکھا تھا۔ شاید اس نے یہ نہ سنا ہو کہ اگر خنجر کی زبان چپ رہتی ہے تو کبھی بار آستین کا لہو ہی پکار اٹھتا ہے۔ اتفاقاً یا پھر جلدی میں اس کا ایک ٹکڑا بیڈ کے نیچے گرا پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے گمشدگی کا یہ معمہ حل ہو ہی گیا۔

اسے اپنی تصویر کا یہ حال دیکھ کر یوں لگا جیسے یہ ٹکڑے اس کی تصویر کے، اس کی تصویر کے مضبوط فریم کے نہ ہوں۔ یہ بکھری کرچیاں شیشے نہ ہوں بلکہ وہ خود ریزہ ریزہ ہوا کہیں سے ٹوٹا کہیں سے ابھرا کہیں سے دبا ہوا کمرے میں چاروں طرف بکھرا پڑا ہو۔ یہ کاغذ کے ٹکڑے شیشوں کی کرچیاں، اس کا اپنا وجود ہے، جو چھ برس سے اس فریم میں قید ہو کر کارنس پر پڑا تنہائی کا عذاب جھیل رہا تھا۔ اب ہر طرح کی قید و بند سے نجات پا گیا ہے آزاد ہو گیا ہے۔

اس نے آخری بار تہیہ کیا کہ اب چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ وہ خیالات کو دور پردیس میں بیٹھ کر اپنے وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے دے گا۔

(جالندھر سے نشر)

غزل

یاور ٹونکی

کسی کا حسن میرا عشق عالمگیر ہو جائے
بنوں رانجھا بھی وہ رانجھا کہ دنیا ہیر ہو جائے

دلوں کی فتح جشن امن عالمگیر ہو جائے
مگر پہلے غم دل وقت کی شمشیر ہو جائے

جہاد زندگانی میں جو سر کی آزمائش ہو
اچٹتی سی نظر رقص دم شمشیر ہو جائے

میری دیوانگی بخشے سلیقہ پردہ داری کا
جو غماز محبت شوخی تقریر ہو جائے

جنوں کا حوصلہ یارب تماشہ تو نہیں لیکن
تماشہ ہو تو زلف یار خود زنجیر ہو جائے

مرے افکار کی تابش زمانے بھر کی تابش ہو
جو دل سے بات نکلے وقت کی تقدیر ہو جائے

چمن کی آبرو کے نام پر جب بھی اٹھے یارو
گلوں سے شعلے لپکیں شاخ گل شمشیر ہو جائے

(گورکھپور سے نشر)

جیسے جیسے وقت اپنے سفر پر آگے بڑھا ویسے ویسے پہاڑ کی گود میں لگا ہوا یہ میلہ بھی بھر گیا۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ آئے۔ ٹولیاں ہی ٹولیاں۔ ان میں الگ الگ رنگ والوں کی ٹولیاں بھی تھیں اور الگ الگ نسل والوں کی بھی۔ ان ٹولیوں میں مرد بھی تھے، عورتیں بھی، بچے بھی، بوڑھے بھی۔ لوگ چاروں طرف سے آئے اور جب یہ میلہ اپنے پورے جوبن پہ آیا تو ایک طرف تو وہاں تک پہنچ گیا تھا جہاں چراغ دین کے کھیت ہیں اور دوسری طرف وہاں تک جہاں شیتلا مائی کا مندر ہے۔ لگتا تھا جیسے علاقے کے سارے گاؤں خالی ہو کر میلے میں آ کر سما گئے ہوں۔

ویسے اس میلے کے بارے میں عام طور پر یہ سننے کو ملتا ہے کہ ہر سال اس کی رونق پہلے کی نسبت بڑھ جاتی ہے اور یہ سلسلہ پتہ نہیں کب سے جاری ہے۔ شاید اس وقت سے جب یہ میلہ شروع ہوا تھا۔ لیکن اس کی تو لوگوں کے اندر کوئی حد نہیں رہ گئی تھی۔ کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ شیتلا مائی کی تاثیر وہ ہے۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اس میلے پر نواب ایسے کا کرم ہے جس کا مزار میلے کے عین بیچ میں ہے اور جس پر سبھی حاجت مند منتیں مانگنے آتے ہیں چاہے وہ کسی رنگ یا کسی نسل کے ہوں۔

لیکن میلہ لگنے کی اصل وجہ نہ تو شیتلا مائی کا مندر ہے اور نہ ہی ظاہرا پیر کا مزار۔ اصلی وجہ ہے فصلوں کا کٹ جانا۔ جب سارے علاقے میں فصلیں کٹ جاتی ہیں تو لوگوں کے گھروں کی کوٹھیاں اناج سے بھر جاتی ہیں۔

جب اناج سے کوٹھیاں بھری ہوتی تھیں تب کسانوں کی بیویاں آٹا گوندھتے وقت چار چھ روٹیوں کا آٹا زیادہ ہی پرات میں ڈالتی تھیں۔ پتہ نہیں مہمان اور بھگوان بھوجن کرنے کے لیے کب آ جائیں۔

ان اللہ والے فقیروں پیروں اور سادھو سنتوں کا کیا بھروسہ؟ کب اللہ ہو اللہ ہو یا الکھ نرنجن کی صدا ڈیوڑھی میں گونج جائے۔

ادھر مردوں کو جب کوئی کام کھیتوں پر دکھائی نہیں دیتا تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے محنتی جسموں سے اس کی طرف ٹیکتی ہوئی اس طاقت کا کیا کریں۔ جس کے بل بوتے پر اگر وہ چاہیں تو اس پہاڑ کو کندھوں پر اٹھا کر سمندر میں پھینک آئیں جس کی گود میں یہ میلہ لگتا ہے۔

ویسے اس پہاڑ کے بارے میں ایک دنت کتھا یہ بھی ہے کہ ہزاروں سال پہلے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر یہاں کی دھرتی پر لیٹے ایک جوان کو اس کی بیوی نے کہا ذرا آسمان پر اڑتے ہوئے اس باز کو ہاتھ بڑھا کر پکڑ دو تو۔ اب وہ جوان اپنا ہاتھ اتنا تو اتنا لمبا کر نہیں سکتا تھا۔ اس لیے وہ لمبے لمبے ڈگ بھر کر وہ سمندر کے کنارے پہنچا اور وہاں سے اس پہاڑ کو اٹھا کر اس دھرتی پر لا رکھا۔ تاکہ اونچے اڑتے ہوئے باز کو ہاتھ بڑھا کر پکڑ سکے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں کے جوانوں میں بڑا دم خم ہے۔ وہ میلے میں اونچے طرّے والی پگڑیاں باندھ کر آتے ہیں۔ ہاتھوں میں تیل لگی لمبی لمبی لاٹھیاں لیے۔

دلیپ سنگھ

جیبوں میں فصل بیچ کر حاصل کیے ہوئے روپے ہوتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے ٹھمک ٹھمک چلتی ہوئی ان کی بیویاں آتی ہیں کوئی بچے کو کندھے پر اٹھائے … ہے تو کوئی گود میں کسی کا بچہ انگلی نہیں پکڑ رہا ہے اور آگے آگے بھاگتا چلا جا رہا ہے۔ اور پھر اس میلے میں تماشے ہوتے ہیں۔

کرتب والوں کے کٹھ پتلی کے اور نہیں تو تمغا لگا کر … سیا جا رہا ہے۔ بہاں کے تماشے مٹھائی کے بھاؤ ہو رہے ہیں۔

اور اس دفعہ تو میلہ ایسا بھرا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے دیکھا نہ سنا۔ بھانت بھانت کی مٹھائیاں بک رہی تھیں لیکن دکانیں تو شہری مٹھائیوں کی تھیں۔ جن پر بھیڑ مکھیوں کی طرح ٹوٹی پڑ رہی تھی۔ بھیڑ سے چوڑیوں کی دکانوں پر۔ کچھ دکاندار تو ایسے ہیں جو رنگ برنگی چوڑیاں اور کنگنوں کے جھلکے اسی وقت بنا کر دیتے ہیں۔ چوڑیاں خریدنا عورتوں کو جتنا اچھا لگتا ہے اس سے زیادہ تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہو رہی تھیں کہ کیسے پھونکنی کی مدد سے لمبی لمبی رنگ برنگی سلاخیں گرم ہو کر چوڑیوں اور کنگنوں اور مُندریوں میں ڈھل جاتے ہیں۔

پھر ظاہرا پیر کے مزار پر بھیڑ ہے۔ کوئی عورتوں کی قوالی پارٹی آئی ہے جن کی سریلی تانوں کا جادو ان سیدھے سادے دیہاتیوں کے سروں پر چڑھا ہے۔ وہ حیرانی اور خوشی کے ملے جلے احساس کے ساتھ کان کھڑے کیے بت بنے ہیں۔ ادھر شیتلا مائی کے مندر پر بھگتوں کی بھیڑ ہے وہاں اتنا چڑھاوا چڑھا ہے کہ وہ کئی گاگریں پیسوں سے بھر چلیں اور کئی نئی لا کر رکھی گئی ہیں۔ کیونکہ چڑھاوا اب بھی اُمڈے پڑ رہے ہیں۔

ادھر دنگل کے میدان کی طرف بھی چاروں طرف بھیڑ اکٹھی ہونی شروع ہو گئی ہے سنا ہے کہ دور دور سے پہلوان آئے ہیں۔ اور بڑے زوردار جوڑ ہوں گے۔ پھر کہیں جھولے لگے ہیں کہیں لوگ چرخڑیوں پر سوار ہو کر کاپر کھا رہے ہیں۔ جبکہ زندگی کی گہما گہمی اپنے پورے عروج پر ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے پہاڑ کی گود میں لگا ہوا یہ میلہ صرف ارد گرد بسے ہوئے گاؤں والوں کا نہیں بلکہ اس دھرتی پر بسنے والے سارے انسانوں کا میلہ ہے۔ جس میں ساری خلقت کھا رہی ہے پی رہی ہے۔ گا رہی ہے بجا رہی ہے، ناچ رہی ہے کود رہی ہے۔ لگتا ہے جیسے بہت سے رنگ تیرا۔ جو ایس میں گڈمڈ ہو کر قوس قزح کی طرح دکھائی پڑ رہے ہیں جیسے بہت سی آوازیں ہیں جو ایک لطیف نغمے کی صورت میں ابھر کر فضا میں گونج رہی ہیں اور جیسے حسن کر پہاڑ پر اُگے ہوئے ننھے ننھے پیڑ پودے بھی جھوم اٹھے ہیں اور ظاہرا پیر بھی وجد کا عالم طاری ہو گیا ہے اور وہ بھی اپنے مراقبے سے نکل کر سب کے ساتھ قوالی سن رہے ہیں اور شیتلا دیوی کی سمادھی بھی ٹوٹ گئی ہے وہ بھی ساکشات پرکٹ ہو کر اپنے بھگتوں کو درشن دے رہی ہیں ——— پھر کیا ہوا کہ اس ماحول میں اچانک زہر گھل گیا۔

اس میلے میں نہ جانے کب سے دو سانڈ بھی گھوم رہے تھے ایک سفید رنگ کا تھا اور دوسرا کالا۔ دونوں اپنی اپنی طاقت کے نشے میں ڈوبے ہوئے یوں گھومتے ہوئے جیسے ان کے تمام میلے پر انہیں کی حکومت ہو۔ لیکن اب تک وہ اکیلے اکیلے گھوم رہے تھے۔

دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کا احساس نہیں تھا۔ اور اس طرح وہ اپنے آپ کو ہی بادشاہ سمجھ رہے تھے۔ پھر جیسے جنگل میں ایک شیر کے سامنے دوسرا شیر آ کر غرانے لگے ٹھیک یہی ہوا۔ وہ دونوں سانڈ جب ایک دوسرے کے مقابل آئے تو پہلے تو انھوں نے ایک دوسرے کو گھورا۔ پھر اپنی اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے انھوں نے اپنے کھروں کے نیچے کی مٹی اکھاڑ کر پیچھے پھینکی پھر ایک ساتھ ان کی دُمیں یوں کھڑی ہو لیں جیسے انھوں نے اپنے جھنڈے لہرا دیے ہوں۔ اور پھر وہ پوری طاقت سے ایک دوسرے کے ساتھ بھڑ گئے۔

سفید سانڈ کالے سانڈ کو دھکیلتا ہوا وہاں لے گیا جہاں بچے جھولا جھول رہے تھے۔ اس افراتفری میں ایک جھولا الٹ گیا۔ دوسرے سانڈ نے جو زور لگایا تو وہ اسے وہیں تک دھکیلتا چلا گیا۔ جہاں مٹھائیوں کی دکانیں تھیں وہاں ایک گھی کی کڑاہی جو الٹی تو دوکان میں آگ لگ گئی۔ ان سانڈوں کی اس دھینگا مشتی سے میلے میں بھگدڑ مچ گئی۔ کئی گرے، کئی زخمی ہوئے، کئی اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور کئیوں کو تو یہ پتہ ہی نہ چلا آخر بھگدڑ مچی کیوں ہے۔

اس سلسلے میں مجھے بچپن کی ایک بات یاد آ رہی ہے۔ ہمارے محلے میں ایک لڑکا تھا اس کا نام نہیں لیتا۔ تھا وہ بڑا بدمعاش۔ جب کبھی وہ آ جاتا تو سارا کھیل بگڑ جاتا۔ گلی ڈنڈا کھیل رہے ہیں تو وہ گلی اٹھا کر کہیں پھینک دیتا۔ پھینکی نہیں تو اٹھا کر جیب میں ہی دھر لی جاؤ نہیں دیتا۔ کر لو جو کچھ کرنا ہے۔ ہم لوگ تو بھلا اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار بڑے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے۔ برگد کے نیچے چوسر بچھی ہوئی تھی چار جنے کھیل رہے تھے آٹھ دس لوگ ارد گرد کھڑے کھیل کی چالوں میں ڈوبے ہوئے تھے کہ وہ آیا۔ پتہ نہیں وہ کھیلنے والوں سے کس بات پر ناراض تھا۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ساری چوسر اٹھا کر پلٹ دی ساری گوٹیں، ساری کوڑیاں ادھر اُدھر بکھر گئیں۔ اس وقت سب لوگ اس کا منہ ہی دیکھتے رہ گئے تھے۔ بس کسی کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ اس سے باز پرس ہی کر لے۔ اٹھ کر دو ہاتھ رسید کر دینا تو دور کی بات ہی۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ ان دونوں سانڈ نے سارے میلے کی بساط ہی الٹ دی۔ پتہ نہیں وہ لوگ جو اب تک میلے کی رنگینی میں ڈوبے ہوئے تھے وہ کیسے رنگ نسل کے تفرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے اور پھر سارا میلہ ہی اجڑ گیا۔

دکانوں کو آگ لگ گئی، مٹھائیاں خاک میں مل گئیں۔ چوڑیاں بازوؤں سے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ اور آخر وہ خون جو لوگوں کے جسموں میں طاقت بن کر دوڑ رہا تھا۔ وہ خاک میں جذب ہو کر دھرتی کو بھی لہو لہان کر گیا۔ جبکہ اس میلے میں پیار محبت اور بھائی چارے کے بندھن کو جب آگ لگی تو زندگی کا چہرہ خاک آلود ہو کر خاک میں مل گیا اور اس کی ساری مٹھاس ساری رنگینی اور خوشبو نیست و نابود ہو گئی۔

وہ پہاڑ جس کی آغوش میں یہ میلہ لگا تھا اس نے شرم کے مارے سر جھکایا تو دیکھا کہ شیتلا دیوی جو ساکشات دیوی کا روپ دھارن کر کے اپنے بھگتوں کو درشن دینے کے لیے بھیڑ میں نکل آئی تھیں۔ وہ پھر مندر کی چہار دیواری میں گئیں اور پتھر ہو کر وہیں جم گئیں۔ اور ظاہرا پیر جو خدا کی حمد سننے کے لیے اپنی قبر سے باہر آ بیٹھا تھا اس نے بھی اپنے پرانے ہڈیوں کے ڈھانچے کو یکجا کیا اور واپس اپنی قبر میں جا کر سو گیا۔

اس عالم میں پہاڑ کو جس بات کا زیادہ صدمہ ہوا وہ یہ تھا کہ اس اُجڑی ہوئی دھرتی پر دونوں سانڈ مل کر ایک دوسرے کی تھوتھنی سے تھوتھنی جوڑے ہوئے بیٹھے تھے اور جگالی کر رہے تھے۔ اور اس سے بھی بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ وہ نوجوان جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر وقت کے ہر دور میں زندہ رہا ہے اور جو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو کر اونچے اڑتے ہوئے باز کو پکڑا کرتا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ زندگی کا باز اونچا اور اونچا ہوتا جا رہا ہے اس کی دسترس سے باہر۔ وہ شرمندہ سا ہے اور اس میں اپنی بیوی سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں۔

جب بھی مجھے اس کہانی کی یاد آتی ہے۔ میں دکھی ہو اٹھتا ہوں۔ اور اکثر خیال آتا ہے کہ اگر ہم سب بچوں نے مل کر اس بدمعاش لڑکے کا مقابلہ کیا ہوتا تو شاید یہ میلہ نہ اجڑتا۔ (ترجمہ)

نیشنل پروگرام

مہندر شرما کا گائن اور شیامل بوس کا طبلہ وادن : ۱۸ دسمبر رات ساڑھے نو بجے

مہندر شرما ہندوستانی موسیقی کے ابھرتے ہوئے فنکار ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تربیت وی کی مدگالیہ، بی این دتہ، امرناتھ اور شنکر مز مدار سے حاصل کی اور بعد میں استاد امیر خاں مرحوم سے بھی اسباق موسیقی پائے۔ مہندر شرما کی گائیکی میں ان کے استاد کے فن کی جھلکیاں ملتی ہیں

شیامل بوس کا شمار ملک کے مقبول طبلہ فنکاروں میں کیا جاتا ہے ابتدائی تربیت اپنے والد سنیل ناتھ بوس سے اور بعد میں پنجاب کے استاد فیروز خاں سے حاصل کی۔ گذشتہ تیس سال سے آپ جنن پرکاش گھوش سے طبلہ وادن کی فنی باریکیاں سیکھ رہے ہیں۔

جشن تان سین کی ریکارڈنگ کا انتخاب : ۲۵ دسمبر رات ساڑھے نو بجے

ہر سال کی طرح اس سال بھی عظیم فنکار کی یاد میں جشن تان سین ۱۶ سے ۱۸ دسمبر تک گوالیار میں منعقد ہوگا۔ اس میں ملک کے نمایاں موسیقار اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے۔ آل انڈیا ریڈیو سے موسیقی کے نیشنل پروگرام میں اس جشن کی افتتاحی محفل کی ریکارڈنگ کا انتخاب نشر کیا جائے گا۔

منگل شب کی محفل موسیقی

پون کمار کا طبلہ وادن اور گھاسی رام نرمل کا جلترنگ وادن : ۲۱ دسمبر رات دس بجے

پون کمار نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد جگت رام ورما سے حاصل کی انھوں نے نہایت کم عمری میں ہی استاد لچھمن سنگھ سین سے طبلہ وادن سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں اور انتھک ریاض کے سبب انھوں نے سازی موسیقی میں اپنا ایک انفرادی مقام بنا رکھا ہے۔

گھاسی رام نرمل نے اپنے فنی اظہار کے لیے جلترنگ کا انتخاب کیا اور ۱۹۵۰ میں سنگیت وا چسپتی سری گلاب رائے سے خصوصی تربیت حاصل کرنا شروع کر دیا۔ گھاسی رام نرمل کی تربیت ایک منفرد انداز میں کی گئی جس میں فنی نزاکت اور باریکی پائی جاتی ہے۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۴ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز) شارٹ ویو : ۴۸٫۰۰ میٹر (۶۱۶۰ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۴ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز) شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) شارٹ ویو : ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم دسمبر دیکھیے

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو : پارسا جے پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
دیب برت چودھری : ستار پر راگ للت

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شرافت حسین خاں : خیال للت

دوپہر

۲-۰۷ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
افروز بانو : ظفر اور غالب کا کلام

۹-۰۰ ڈرامہ

۱۰-۰۰ جمال ہم نشیں
'کشمیری ادب ۱۹۷۰ کے بعد'
ترتیب : محمد یوسف ٹینگ (سرینگر)

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
دیب برت چودھری : ستار پر راگ کونسی کانہڑہ
شرافت حسین خاں : خیال چھایا

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک معہ تشریح
نعت اور نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا
مدن بالا سندھو : رضا امروہوی، محمود دہلوی اور داغ دہلوی کا کلام
غلام نبی سکھ : داغ و مومن کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر راگ بیراگی

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ کہانی ایک گیت کی

۲-۳۰ ہنگامہ

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل
اندرا نلنی سکھ : عرش ملسیانی اور فراق کا کلام

۹-۰۰ 'سیل سفر' تقریر راز جگن ناتھ آزاد

۹-۳۰ جیون درپن

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گنگو بائی ہنگل : خیال مارو
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر راگ راگیشری

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
سبینا یاسمین : بہادر شاہ ظفر

غالب اور امیر خسرو کا کلام
اقبال احمد صدیقی ، عرش ملسیانی اور
تابش دہلوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ضیا محی الدین ڈاگر ، سرسوتی وینا
پر راگ توڑی

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پنڈت مہادیو پرساد مشرا ، ٹھمری دادرہ

دوپہر
۲-۰۷ گیتانجلی
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) لوک گیتوں میں عورت کا تصور
تقریر : نجمہ برکاتی
(۲) گیت
(۳) خطوں کے جواب
۳-۰۰ بچھڑے بیٹے

رات
۸-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
بشیر احمد ، ثروت سلطانپوری
اور اقبال کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ منظر و پس منظر
تحریر : شمس الحق عثمانی
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑوڈکر : خیال کیدارہ
ضیا محی الدین ڈاگر ، سرسوتی وینا
پر راگ مالکونس

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
ملکہ پکھراج : داغ ، میر درد ،
فراق اور غالب کا کلام
مجددنیازی : غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت
یعقوب علی خاں ، سرود پر بھیروی
۹-۲۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے
۸-۳۰ حسن غزل
۹-۰۰ کھیل کھلاڑی
۹-۳۰ تجربن کائے
اللہ جلائی بائی ، ٹھمریاں
۱۰-۰۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امنیا نازعلی خاں ، ریاض خاں :
خیال کلاوتی
یعقوب علی خاں ، سرود پر
راگ چندر کونس

پیر ۲۰ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت اور قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
مقبول حسین ، میر اور سودا کا کلام
پورنیما داس ، سنجیو ورتی ،
محمود حیدری اور ممتاز مرزا کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
نظام الدین ، طبلے پر روپ تال
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پروین سلطانہ : خیال للت

دوپہر
۲-۰۷ نگاہ انتخاب
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات
۸-۱۵ آہنگ نظم
۸-۳۰ حسن غزل
مقبول حسین ، مومن اور غالب
کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ فیچر
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پروین سلطانہ : خیال مالکونس
نظام الدین : طبلے پر تین تال

منگل ۲۱ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
ایم ایل نگرہ ، خالد ٹونکی اور
عاشق ٹونکی کا کلام
گلوبا تھر ، جگر اور حسن نعیم کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
علاؤالدین خاں : سراج پر
سندھی بھیروی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پران ناتھ : خیال کومل رشب اساوری

دوپہر
۲-۰۷ بھگتی گیت
۲-۳۰ نغمہ و تبسم
۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
گلوبا تھر : غزلیں
۹-۰۰ ہندوستانی معاشرہ ، سلسلہ تقاریر
ہندوستانی مذاہب اور معاشرت ،
ار امداد الحسن آزاد فاروقی
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پران ناتھ : خیال بھوپالی
علاؤالدین خاں : سراج پر بھیروانی

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت اور قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
چندن کما داس ، ساحر ہوشیارپوری
اور امیر قزلباش کا کلام
میناکپور ، ساحر لدھیانوی ،
تلوک چند محروم اور فیض کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ایس این گلاٹھی ، وائلن پر
سندھی بھیروی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پی این بروے : خیال دیوگری بلاول

دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
(۱) ہمارے مسائل - سماج کا رویہ
اور عورت ،
(۲) گیت
(۳) کام کی باتیں
۳-۰۰ فلمی دنیا

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
میناکپور ، جگر کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں
۱۰-۰۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پی این بروے : خیال نیلامبری
ایس این گلاٹھی ، وائلن پر
راگ مالکونس

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں
۶-۲۵ شہر صبا
نغمہ احمد ، فراق اور
حسرت موہانی کا کلام
سندیپ نڈیر ، مشیر جھنجھانوی اور
رہبا امروہوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
محمود مرزا ، ستار پر راگ بھٹیار
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
نزاکت علی خاں ، تجری توڑی

دوپہر
۲-۰۷ دھوپ چھاؤں
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ ایک فنکار

رات
۸-۱۵ سازینہ
۸-۳۰ حسن غزل
صغیر احمد ، مخدوم محی الدین
اور فانی کا کلام
۸-۴۵ ڈرامہ
۱۰-۰۰ آئینہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
محمود مرزا ، ستار پر راگ پوریا کلیان
نزاکت علی خاں ، خیال گنکن کونس

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن پاک معہ ترجمہ

نعت و نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا

وندنا واجپئی، جگدیش مہتہ درد،
بشیر بدر، عثمان عارف نقشبندی
کا کلام
تبسم بیگ: غلام ربانی تاباں
اور حسن نعیم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

ولایت حسین (شہنائی) بھیروں

۹-۲۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

۲-۳۰ یادیں بن گئیں گیت

۳-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

گھنشام داس: حمد اور
جاں نثار اختر کا کلام

۹-۰۰ شہر خیال:

شہر نغمہ از عبد المجیب (لکھنوی)

۹-۳۰ افسانہ

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پدماوتی گوکھلے: خیال
ولایت حسین، شہنائی پر للت

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت اور قوالی

۶-۲۵ شہر صبا

کرسمس کے نغمے

۷-۳۰ ساز سنگیت

مصطفیٰ رضا، وچترا وینا پر
راگ ابھیری

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

سوبتا دیوی: ٹھمری جوگیا اور
دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ گیت آپ کے شعر ہمارے

۲-۳۰ بزم خواتین

(۱) ڈاکٹر سے ملاقات
آنکھوں کے بارے میں ڈاکٹر پریم پرکاش
سے گفتگو

(۲) غزل

(۳) خطوں کے جواب

۳-۰۰ پھر سنیئے

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل

ونیتا گوور، ساحر بھوپالی
اور نعیم جے پوری کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ منظر و پس منظر

تحریر: مجید انظر

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

سوبتا دیوی: خیال جوگ کونس
مصطفیٰ رضا: وچترا وینا پر
راگ گیشری

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

غلام علی: فراق گورکھپوری اور
حسن نعیم کا کلام
ستشی لتا ورک: مجاز اور
مخدوم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

ترن رانی: راگ بلاسخانی توڑی

۹-۲۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ غیر فلمی غزلیں

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ آواز دے کہاں ہے

۹-۰۰ کھیل کھلاڑی

۹-۳۰ کجرن کارے

بینا پانی مشر: ٹھمری

۱۰-۰۰ دریچہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پنڈت جسراج: خیال حسینی کانڑہ
ترن رانی: سرود پر جوگ کونس

پیر ۲۷ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت اور قوالی

۶-۲۵ شہر صبا

پی نازمسانی، شمیم جے پوری
اور ممتاز مرزا کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

استاد احمد جان تھرکوا:
طبلے پر آڑا چوتالہ

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں
خیال دیسی

دوپہر

۲-۰۷ میری نظر میں

۲-۳۰ راگ رنگ

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۱۵ آہنگ نظم

۸-۳۰ حسن غزل

پی نازمسانی، رفعت سروش
اور فیاض جے پوری کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ ایک ہی فلم کے گیت

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں
خیال چندر کونس
استاد احمد جان تھرکوا:
طبلے پر تین تال

منگل ۲۸ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی: قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

شمیم آزاد: کے کے نیر، پربھا ٹھاکر
اور حسن جعفری کا کلام
محمد یعقوب: غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت

برج بھوشن کابرہ، گٹار پر راگ بلاول

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی

منور علی خاں: خیال، ترانہ توڑی

دوپہر

۲-۰۷ 'وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'

عید میلاد النبی پر خصوصی فیچر
تحریر: مہدی نظمی

۳-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

شمیمہ آزاد: جلیل مانک پوری
اور شکیل کا کلام

۹-۰۰ 'میرا نقطۂ نظر شاعری کے بارے میں'

تقریر از آل احمد سرور

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ مشاعرہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

منور علی خاں: خیال باگیشری
برج بھوشن کابرہ: گٹار پر ایمن

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

نعت و قوالی

۶-۲۵ شہر صبا

نرملا ارون: فیض اور داغ کا کلام
صلاح الدین احمد:
حفیظ جالندھری اور مجاز کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پی ڈی چستوتی، وائلن پر
راگ بلاس خانی توڑی

۹-۲۲ بزم موسیقی

استاد نثار حسین خاں: خیال نٹ بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین

اسٹوڈیو مشاعرہ
شرکاء: ذکیہ سلطانہ، مسعودہ حیات
کہکشاں انسل، رضیہ محموری، افتخار بیگم

۳-۰۰ رنگا رنگ

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

صلاح الدین احمد: غزلیں

۹-۰۰ شہ پارے

'مضامین آزاد'
تحریر: مظفر حنفی

۹-۳۰ غیر فلمی قوالیاں

۱۰-۰۰ اس سہ ماہی میں تھیٹر

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

(آگے ص ۴۹ پر)

شوکمار شرما، سنطور
۷-۵۰ سنگم، مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵ ، ۲-۲۰ ، ۴-۰۰
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۰۲ کرناٹک سنگیت
ایم جی سوامی ناتھن، گائن

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
سیما شرما، گیت، بھجن، غزلیں
۹-۳۰ ناٹکنگ اماؤنٹ بکس

جمعہ ۲۴ دسمبر

دہلی "الف"

صبح
۶-۰۰ ، ۱۱-۳۰ ، رات ۹-۰۰
نفیح احمد، گائن
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۴۵
ستیش پرکاش قمر، شہنائی

دوپہر
۱۲-۰۰ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۰۰ گڑھوالی گیت

رات
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۹ ستارہ، ناٹک
تحریر : یوگیش پروین
۱۰-۰۰ کرناٹک سنگیت
وجے لکشمی مرلی دھر، گائن

دہلی "ب"

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
امرت حسین خاں، ستار
۷-۵۰ سنگم : تامل گیت
۹-۰۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵ ، ۲-۲۰ ، ۴-۰۰
سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
وجے لکشمی مرلی دھر، گائن

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵

صلاح الدین احمد، گیت، غزلیں
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین

ہفتہ ۲۵ دسمبر

دہلی "الف"

صبح
۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
احمد رضا، وچتر وینا
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۰۰
پربھاکار یکر، گائن
۱۱-۳۰ سبط حسن : ستار

دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
گجراتی لوک گیت

رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ آج کے اتیتھی
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

دہلی "ب"

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۷-۵۰ سنگم، ملیالم گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
گڑھوالی لوک گیت

دوپہر
۲-۱۵ ، ۲-۲۰ ، ۴-۰۰
سورمنجوشا — رس ترنگ
روڈھ سنگھ، کلارنٹ
۳-۳۰ احمد رضا، وچتر وینا

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
پرسار گیت
۹-۳۰ اورگیسٹ ٹوناٹ

اتوار ۲۶ دسمبر

دہلی "الف"

صبح
۸-۱۰ ، رات ۹-۰۰
شرافت حسین خاں، گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ پرکاش وڈھیرا، بانسری
۱۱-۰۲ یووا وانی سے
۱۱-۳۰ ، سہ پہر ۵-۳۵
کرناٹک سنگیت

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۰۸ کلو ہرٹز ۹۰۹

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
[illegible]

شام
۵-۳۰ گرام جگت (اتوار، منگل)
۶-۰۰ [illegible]
۶-۰۵ پراوینک سنگیت
۶-۲۰ گذشتہ ۲۴ گھنٹے میں
سماچار
۶-۴۰ کرشی بازار (کسانوں کے لیے)
کھیل سماچار
یووا وانی
انگریزی میں تقریر
[illegible]

۹-۱۲ نئی کرن (اتوار)
کھیل کھلاڑی (منگل)
بچے کی جھانکی (جمعرات)
۹-۳۰ پتہ ملا (اتوار)
۹-۴۵ اور ۱۰-۰۰
ناٹک (جمعہ)
ہندی میں خبریں
شاستریہ سنگیت
انگریزی میں خبریں
ہندی میں خبریں
۱۱-۰۱ اختتام

کماری کلیانی، وینا

دوپہر
۱۱-۱۵ دیر کیجیے کوئی جھلکی
تحریر : راجکمار والٹھ
۶-۲۰ سنسکرت پاٹھ

رات
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ ساہتیکی
۹-۳۰ شاستریہ سنگیت
۱۰-۰۰ چین

دہلی "ب"

صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
راشیش چندرا پادھیائے، اسراج
۷-۵۰ سنگم، اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

دوپہر
۲-۱۵ سورمنجوشا — رس ترنگ
۳-۳۰ شرافت حسین خاں، گائن

شام
۶-۴۵ ، ۸-۴۵
شمیمہ آزاد، گیت، غزلیں

۹-۲۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۲۷ دسمبر

دہلی "الف"

صبح
۸-۱۰ صابری خاں، سارنگی
۱۱-۰۲ ، سہ پہر ۵-۴۰
جگدیش پرساد، گائن
۱۱-۳۰ محمد عبداللہ تبت بقال، سنطور

دوپہر
۱۲-۰۰ لوک بھارتی
تامل لوک گیت
۱۲-۲۰ 'چھٹی'، ناٹک
تحریر : کمارلیش گھوش

رات
۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ ٹھمری دادرا
۹-۰۰ سبدھ سنگیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
سنیل مکرجی، سرود

دہلی 'ب'

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
گوری بھاویوی : گائن
۷-۵۰ سنگم : سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
بھوجپوری لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا ـ رس ترنگ
۳-۳۰ صابری خاں، سارنگی

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
چیتر سین، گیت، بھجن
۹-۳۰ انگریزی تقریر

منگل ۲۸ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، سہ پہر ۴-۵۰، رات ۹-۰۰
لکشمی شنکر : گائن
۱۱-۰۲ برجو مہاراج : ٹھمری، دادرا
۱۱-۳۰ مشتاق علی خاں، ستار

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
اڑیہ لوک گیت
۵-۰۵ گیان وگیان

رات

۹-۰۰ ادلوک منڈل
۸-۱۵ ہندی تقریر
۹-۳۰ 'منگیتر' ناٹک
تحریر : وی ایم آنند
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
چیتر لال : طبلہ
۷-۵۰ سنگم : بنگلا گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا ـ رس ترنگ
اے۔ ایس۔ راگھون
۳-۳۰ برجو مہاراج : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
محمود نظامی وساتھی : قوالیاں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر

بدھ ۲۹ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰
اسد علی خاں : بین
۱۱-۰۲ پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر : گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت
۵-۴۰ مٹھو دادرا
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ ویرنگ بیٹھک ۔۔۔ ناٹک
[illegible]
۸-۱۵ وگیان آلوک
۹-۳۰ یہ جیا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
سلوچنا برہسپتی : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
غلام مصطفیٰ خاں، گائن
۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
ہریانوی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا ـ رس ترنگ
اونکار ناتھ ٹھاکر : بھجن
۳-۳۰ پریما ہلیشنکر : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
سرجیت کور : گیت، بھجن
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعرات ۳۰ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰
سنگھ بندھو : گائن
۱۱-۰۲ رام نارائن : سارنگی

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
بنگلہ لوک گیت
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۵-۴۰ بال کاریہ کرم

رات

۸-۱۵ ہندی تقریر
۱۰-۰۰ کرناٹک سنگیت سبھا
شری رنگم رنگاناتھن : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
بسم اللہ خاں اور وی جی جوگ
شہنائی و وائلن
۷-۵۰ سنگم : مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
برج کے لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا ـ رس ترنگ
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
آر۔ سندری : وینا

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
جگدیش سہگل : گیت، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ انگریزی تقریر

جمعہ ۳۱ دسمبر

دہلی 'الف'

صبح

۸-۱۰، ۱۱-۳۰، رات ۹-۰۰
یعقوب علی خاں : سرود
۱۱-۰۲، سہ پہر ۵-۴۰
نورتی لواسرنایک : گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی
مراٹھی لوک گیت
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

رات

۸-۰۰ گاندھی پرچا
۸-۱۵ اولوکن
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
رادھاکرشنا : گائن

دہلی 'ب'

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
حفیظ احمد خاں : گائن
۷-۵۰ سنگم : تیلگو گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری
راجستھانی لوک گیت

دوپہر

۳-۱۵، ۴-۰۲
سورمنجوشا ـ رس ترنگ
مایا شریا : غزلیں
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
رادھاکرشنا : گائن

شام

۶-۴۵، ۸-۴۵
ودیا ناتھ سیٹھ : گیت، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین

غزل

فریاد آزر

یا مجھے پیار کی باہوں کا نشیمن دینا
یا کہ تنہائی میں جینے کا مجھے فن دینا
داغ کو دیکھ کے تکلیف بہت ہوگی اسے
چاند کے ہاتھ میں بھولے سے نہ درپن دینا
میں کبھی اگنی پریکشا نہیں لوں گا اسکی
میری سیتا مجھے لوٹا میرے راون دینا
میری جانب سے مری پیاری بہن اچھی بہن
اپنے ہاتھوں سے تو پہنا اسے کنگن دینا
میں نہ کہتا تھا کہ پاؤں میں چھالے اسے
پھر نہ بچوں کو کبھی کانچ کے برتن دینا
وہ بھی بھولی ہی تو ہے، میری تسلی کے لیے
اک صدا اس کو مری روح کے دشمن دینا
تو مری حسن پرستی کا تو قائل ہوگا
میری خواہش کے مطابق مجھے دلہن دینا
یوں تو ممکن ہی نہیں حسن کی تکمیل مگر
دست آزر کو ابھی اور ذرا فن دینا
(اردو سروس سے نشر)

لکھنؤ

میڈیم ویو، لکھنؤ الف ۳۰۱/۱۲۱ میٹر ۷۴۷ کلو ہرٹز
شارٹ ویو، لکھنؤ ب ۶۱/۴۸ میٹر ۴۲۵۰ کلو ہرٹز
صبح ۵۔۵۵ سے ۷۔۴۵ تک (۴۸/۹۲ میٹر) ۶۱۰۰۶۱ کلو ہرٹز صبح ۸۔۰۰ بجے سے
۴۱/۴۸ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز (۹۳/۶۰ میٹر) ۳۲۰۵ کلو ہرٹز شب ۱۰-۱۱ تک

خبریں

ہندی بلیٹن: صبح ۶۔۰۰ (دہلی)
ہندی: صبح ۸۔۰۰ بجے، دوپہر ۱۔۰۰ اور ۲۔۱۰ بجے، شام ۶۔۰۵ شب ۸۔۴۵ اور ۱۱۔۰۰ بجے۔ انگریزی: صبح ۸۔۱۰، ۱۲۔۰۰ دوپہر ۱۔۰ بجے
شب ۹۔۰۰ اور ۱۱۔۰۰ بجے۔ سنسکرت: صبح ۷۔۰۰ بجے، شام ۶۔۱۰ بجے۔ اردو: صبح ۸۔۰۵ بجے، شب ۹۔۱۵ بجے
علاقائی (ہندی): صبح ۹۔۰۰ بجے۔ علاقائی جھلکی: صبح ۹۔۰۵ بجے
دوپہر ۲۔۳۰ بجے (اردو)، صبح ۷۔۲۰ بجے، شام ۷۔۲۰ بجے (ہندی)

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

لکھنؤ الف

صبح

۵۔۵۵ وندے ماترم/منگل دھونی
۶۔۰۵ کرشی چرچا اور موسم کا حال
۶۔۳۰ آرادھنا
۶۔۴۵ گاندھی چرچا (جمعہ)
۶۔۵۰ وچار بندو (جمعہ کے علاوہ)
۶۔۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
۷۔۰۵ مانس گان
۷۔۱۵ روزگار سے متعلق اطلاعات
۷۔۳۰ آورتی
۸۔۲۱ صبح۔شام : لوک گیت
۸۔۳۰ اردو پروگرام
۹۔۱۰ اس ہفتہ کا گیت (اتوار)
۹۔۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد
۹۔۳۰ گیتکا (دوسرے اور چوتھے اتوار)
انگنو (پہلے، تیسرے اور پانچویں اتوار)
۱۰۔۳۰ منجوشا (اتوار)
۱۱۔۳۰ پھر سنیئے (اتوار)

دوپہر

۱۲۔۰۰ کچھ باتیں کچھ گیت (اتوار)
۱۲۔۱۰ ودیارتھیوں کے لیے
(اتوار اور چھٹیوں کے علاوہ)
۱۲۔۳۰ کاریہ شیل جھیلاؤں کے لیے (اتوار)
من بھاون (پیر، بدھ، ہفتہ)
اندر دھنش (منگل)
سنگیت سنواد (جمعرات)
ایک ہی کلاکار (جمعہ)
۱۔۱۰ آج اتوار ہے جھلکی (اتوار)
گھر آنگن (پیر، جمعرات)
گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)
راگ رنگ (ہفتہ اور بدھ)
۱۔۲۵ لوک گیت (اتوار)
۱۔۴۰ جوانوں کے لیے
۲۔۳۰ وگیان اور کسان
۲۔۳۵ آج اور کل کا کاریہ کرم اور موسم کا حال

شام

۴۔۳۰ جوانوں کے لیے
(اتوار، منگل، ہفتہ)
۴۔۳۵ لوک گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
۴۔۴۵ لوکائتن
(اتوار، پیر، منگل، جمعرات، ہفتہ)
آؤ بچو! (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)
۵۔۱۵ یووا وانی
۶۔۰۰ اطلاعات
۶۔۱۵ مزدور منڈل
۶۔۴۵ آج اور کل کے کاریہ کرم اور موسم کا حال
۶۔۵۰ کسانوں کے لیے
۷۔۳۰ بات ایک فلم کی
(ایک ہی فلم کے گیت) اتوار
یووا انس (پیر)
کلا جگت (منگل)
پتر کے لیے دھنیہ واد (بدھ)
وگیان جگت (جمعرات)
کھیل جگت (ہفتہ)

رات جن جیون (جمعہ)
۷۔۵۰ بھاؤ بمب (پیر کے علاوہ)
۸۔۰۰ انبھوتی (اتوار)
دیس ودیش (پیر)
وارتا کرم (منگل)
سامایک پرسنگ (بدھ)
سوتنترتا وارتائیں (جمعرات)
کرمشیہ (جمعہ)
اس پکھواڑے کی کہانی (ہفتہ)
۸۔۱۵ سنسکرت پروگرام (اتوار، منگل)
سنسکرت شکشا (پیر، بدھ)
بنگلا شکشا (جمعرات، ہفتہ)
رویندر سنگیت (جمعہ)
۹۔۴۵ بھارت بھارتی (منگل)
۹۔۵۰ پریوار کلیان پرشنوتری (بدھ)
۱۰۔۰۰ سنگیت رس (اتوار)
۱۱۔۱۰ موسم کا حال اور اختتام

لکھنؤ ’ب‘

صبح

۵۔۵۵ لکھنؤ الف کے مطابق
۷۔۴۵ اختتام
۸۔۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۹۔۳۰ اختتام (اتوار کے علاوہ)

دوپہر

۱۲۔۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۲۔۳۵ اختتام

شام

۵۔۰۰ لکھنؤ الف کے مطابق
۵۔۴۵ اُترائن پروگرام
(لکھنؤ اور نجیب آباد)
۶۔۴۵ لکھنؤ الف کے مطابق
۱۱۔۱۰ اختتام

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح

۷۔۳۰ آورتی (روزانہ)
۸۔۲۱ صبح۔شام (روزانہ)
۸۔۳۰ اردو پروگرام
خط کے لئے شکریہ
اساتذہ کا کلام
۹۔۱ محمد سمیع سے خاں
بانسری وادن

دوپہر

۱۲۔۳۰ سنگیت سنواد

شام

۴۔۴۵ لوکائتن
۵۔۱۵ یووا وانی (روزانہ)
۷۔۳۰ وگیان جگت
۱۰۔۳۰ لکشمی شنکر : خیال

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح

۸۔۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
تعمیر اور ترقی کے کام
مرا طرز کی روک تھام
بات چیت : محمد مزمل
کلام شاعر : رفعت سروش
۹۔۳۰ ستیش چندر : ستار وادن

دوپہر

۱۲۔۳۰ ایک ہی فنکار
فلمی نغموں پر مبنی

شام

۴۔۴۵ بال گوپال
۷۔۳۰ جن جیون
۸۔۱۵ رویندر سنگیت

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح

۸۔۳۰ اردو پروگرام
خواتین کے لئے
بچوں کی تربیت کے نئے انداز
مباحثہ : شرکاء :
سلطانہ عثمانی، نسیم اقتدار علی، اندو لیکھا وانچو
۹۔۱۰ ننھے خاں : طبلہ سولو

دوپہر

۱۔۱۰ حافظ علی خاں
سرود وادن

شام

۷۔۳۰ کھیل جگت
۸۔۰۰ اس پکھواڑے کی کہانی

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح

۷۔۳۰ آورتی
۸۔۳۰ اردو پروگرام
پرچھائیاں
ادبی محفلوں کی ریکارڈنگ
۹۔۳۰ انگنو

۱۲-۴۰ ورندگان

رات

۷-۳۰ بات ایک فلم کی
ایک ہی فلم کے گیت

۱۰-۰۰ سنگیت رس

پیر ۲۰ دسمبر

صبح

۷-۳۰ آورتی

۸-۳۰ اردو پروگرام
ملاقات
پروفیسر نورالحسن ہاشمی سے
بات چیت

۹-۱۰ ، رات ۱۰-۳۰
وی۔وی مہادانے : خیال

منگل ۲۱ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
میرا بھی زمانہ تھا
جھوائی ٹولہ
محمد شکیل کی بات چیت
افسانہ

دوپہر

۱۲-۳۰ اندر دھنش
ملے جلے گانے

شام

۷-۳۰ کلا جگت

۹-۴۵ بھارت بھارتی

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
کھیل کی دنیا
کھیلوں کا جائزہ : مینا شاہ
شاہ خلیل احمد اور جمیل نمانی

۹-۱۰ رام شنکر داس پاگلداس
پکھاوج سولو

دوپہر

۱۲-۱۰ سنتوش ماتھر : خیال

رات

۷-۳۰ خط کے لئے شکریہ
سامعین کے خطوط کے جواب

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست

دوپہر

۱۲-۳۰ سنگیت سنواد

شام

۴-۳۰ نیرج لال : کلارینٹ
طبلہ سنگت : پرزیپ آچاریہ

۷-۳۰ وگیان جگت

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
تعمیر اور ترقی کے کام
بے روزگاری ختم کرنے کے
اقدام : بات چیت
کلام شاعر : خمار بارہ بنکوی

۹-۳۰ سکندر حسین اور ساتھی
شہنائی وادن

شام

۴-۴۵ بال گوپال

۷-۳۰ جن جیوتی

۸-۱۵ رویندر سنگیت

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
عیسیٰ مسیح : فیچر
تحریر : نامی انصاری

۹-۱۰ گوپال چندر چکرورتی
ستار
طبلہ سنگت : شیتلا پرساد شکلا

دوپہر

۱-۱۰ ولایت حسین خاں : خیال

رات

۹-۳۰ تان سین سنگیت سمارو ہ

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
بچوں کے لئے
بچوں کا نغمہ : ایک کہانی

معلوماتی بات چیت
مشتاق پردیسی

۹-۱۰ اس ہفتہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ کچھ باتیں کچھ گیت

رات

۹-۳۰ اُدیوگ لوک

۱۰-۰۰ سنگیت رس

پیر ۲۷ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
اردو کا طنزیہ اور مزاحیہ ادب
مباحثہ : وجاہت علی
سندیلوی، عبدالمجیب
سہالوی اور ڈاکٹر محمود الٰہی

۹-۱۰ جی۔این گوسوامی : وائلن

رات

۷-۳۰ یووامانس

منگل ۲۸ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
اپنا بھی زمانہ تھا
فرنگی محل : بات چیت
افسانہ

۹-۱۰ ہری پرساد چورسیا
بانسری

رات

۷-۳۰ کلا جگت

۹-۴۵ بھارت بھارتی

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
عید میلاد النبی
تلاوت قرآن شریف اور
اس کا ترجمہ : قاری ہدایت اللہ
صدیقی

رہبر کامل
پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر مبنی
بات چیت
لغت : معصوم لکھنوی

۹-۱۰ ستیاسین : خیال

شام

۴-۴۵ آؤ بچو !

رات

۹-۳۰ پیڑ کے لئے دھنیہ واد

۱۰-۳۰ نکھل بنرجی : ستار

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
یہ بستیاں ہماریاں
قصبہ دیوا شریف
دیوا قصبے کی تاریخی اور تہذیبی
اہمیت پر وہاں کے لوگوں سے
کی گئی بات چیت پر مبنی پروگرام
پیشکش : شفاعت علی

۹-۱۰ سدھ ناتھ مصر
سنطور وادن

شام

۷-۳۰ وگیان جگت

۱۰-۳۰ راجن ساجن مصر : خیال

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
میگزین پروگرام
کتابوں کی باتیں
اردو کتابوں پر سہ ماہی تبصرہ
ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی
رنگ تغزل

۹-۳۰ لکشمی شنکر : خیال

شام

۴-۴۵ بال گوپال

۷-۳۰ جن جیوتی

۱۰-۳۰ رگھوناتھ سیٹھ : بانسری وادن

قلم کار حضرات !
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں
"آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی
جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو
اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

رامپور

۱۷، ۳۳۶ میٹر ۸۹۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی) ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۵-۰۰ اور ۱۰-۰۰ شام ۵-۰۰ ۶-۰۰ رات ۹-۴۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰
اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵ سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰
ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵ پرادیشک سماچار: شام ۷-۲۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

پہلی مجلس

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، آرمبھک دھن، شبد دھرتی
۶-۲۵ آج کا چنتن (علاوہ جمعہ، جمعہ: گاندھی چرچا)
۶-۴۰ سنو انسانو
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ روزگار سماچار
۷-۲۰ بھاکتا شکتا (علاوہ جمعہ و اتوار)
جمعہ: کاویہ سوربھ
اتوار: آج اتوار ہے
۷-۴۵ سنسکرت پروگرام (ہر جمعرات کو، درپن (ہر جمعہ کو)
سگم سنگیت (صرف پیر، منگل، بدھ اور ہفتہ کو)
۸-۲۰ لوک گیت
۸-۳۰ اردو پروگرام (ہر جمعہ کو)
۹-۱۰ تا ۱-۰۰
بال جگت (ہر اتوار کو)

دوسری مجلس

دوپہر

۱۲-۳۰ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)
فلمی قوالی (ہر پیر کو)
آپ کی پسند (ہر منگل اور جمعرات کو)
سرسنگم (ہر بدھ کو)
ڈھولک (ہر جمعہ کو)
ترنگ (ہر ہفتہ کو)
۱۲-۴۵ آپ کی چٹھی ملی (ہر اتوار کو)
۱-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۱-۱۰ پریوار جگت (ہر اتوار کو)
یووا جگت (ہر پیر کو)
دھرتی کی سنتے (پہلے، تیسرے اور پانچویں منگل کو)
پنگھٹ راگ (دوسرے اور چوتھے منگل کو)
گرامین مہیلاؤں کے لیے (ہر بدھ کو)
گیتکا (ہر جمعرات کو)
نعت اور قوالی (ہر جمعہ کو)
سوا ستھ سندیش (ہر ہفتہ کو)
۱-۳۰ جوانوں کے لیے (ہر پیر کو)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت (ایک ہی فلم سے)
۲-۳۵ آس پاس (ہر اتوار کو)

تیسری مجلس

شام

۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ علاقائی سماچار
۶-۲۰ یووا وانی
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ کرشی جگت کا باقی حصہ
۷-۴۵ پروڈیوسروں [illegible] (ہر اتوار کو)
اندرا پروگرام (ہر پیر کو)
انگریزی [illegible] (پہلے اور تیسرے بدھ کو)
آپ کے خطوط [illegible]
شہریوں کے لئے (بالکل بعد کو)
آزاد کی (ہر جمعرات کو)
نیم پرستنہ (ہر جمعہ کو)
ہندی ادب (ہر ہفتہ کو)
۸-۰۰ سگم سنگیت (علاوہ اتوار اور منگل)
اتوار: جوئیبار
منگل: سنسکرت پروگرام
۸-۱۵ پرادیشک سماچار درشن (ہر اتوار کو)
شاستریہ سنگیت (ہر پیر، بدھ، جمعرات اور ہفتہ کو)
۸-۲۰ وادیہ وِرند (ہر منگل کو)
۸-۳۰ ساز اور آواز
۹-۳۰ چہار بیت (ہر اتوار کو)
ناٹک (ہر جمعہ کو)
۹-۴۵ آپ کی پسند (ہر اتوار کو)
وادیہ وِرند (ہر پیر اور منگل کو)
۱۰-۰۰ وچار دھارا (ہر دوسرے پیر کو)
ملاقات (ہر تیسرے پیر کو)
محفل (ہر بدھ)

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام

دوپہر

۱-۴۰ استاد برکت علی خاں
ٹھمری
۷-۰۰ کرشی جگت
بیس نکاتی پروگرام کو سمجھیں
۸-۰۰ موتی بیگم: غزلیں
۸-۱۰ این راجیو: وائلن وادن

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح

۷-۳۰ واتائن: تقریر از

کرشن چندر شرما
لطیف احمد صدیقی
۱-۱۰ سارنگی وادن
پنڈت شانتا پرشاد
طبلہ وادن

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
بکری پالنا بھی ضروری ہے
۸-۰۰ لکشمی بائی راٹھور
گیت
۸-۱۰ بسنت راؤ دیش پانڈے
خیال

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح

۷-۴۵ کملا ستا: غزلیں

دوپہر

۱-۳۰ جوانوں کے لئے

شام

۶-۳۰ یووا وانی
وگیان پتریکا پروگرام
چھپا لوک
۷-۰۰ کرشی جگت
گیہوں میں سماییک کام
ڈاکٹر رام دیو مصرا
۷-۴۵ اگر پھر سے جینا ہو
تقریر: نریکار دیو سیوک
۸-۰۰ انیتا شری واستو
سگم سنگیت
۸-۱۰ رگھوناتھ سیٹھ: بانسری وادن

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح

۷-۲۰ آج روی وار ہے
۹-۱۰ کلیاں: بچوں کا پروگرام

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت
مالک مکان اور کرایہ دار
کا مکالمہ
آپ اپنے گھر کے لئے کتنا
وقت دیتے ہیں

شام

۸-۰۰ منور حسین جمالی: غزلیں
۹-۳۰ سرفراز حسین اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۲۰ دسمبر

صبح

۷-۴۵ سگم سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا
بالوں کا رکھ رکھاؤ
تقریر
۱-۲۰ عبدالحلیم جعفر خاں
ستار وادن

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
مٹر کا پاؤڈر
۸-۰۰ لتا منگیشکر: گیت

منگل ۲۱ دسمبر

صبح

۸-۲۰ آر. بی. ترپاٹھی
لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت
خیال

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
۸-۰۰ ساوتری سکسینہ: غزلیں

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح

۷-۴۵ سنیل کمار ملک: گیت

دوپہر

۱-۱۰ آنچل
تعلیم بالغاں سے فوائد
۱-۴۰ پنڈت روی شنکر،
علی اکبر خاں
ستار: سرود

شام

۷-۰۰ کرشی جگت
مچھلیوں کو بھی کھانا دیں
۸-۰۰ محمد رفیع: گیت
۸-۱۰ سرفراز حسین خاں
خیال

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا
سنسکرت پروگرام

دوپہر

۱-۴۰ بیگم اختر: غزلیں

شام

۶-۳۰ یووا وانی
دیش کی ترقی ہمارا فرض
ہے: تقریر
۷-۰۰ سرگم: لوک گیت
۸-۰۰ مدن موہن گوسوامی
غزلیں

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح

۷-۳۰ کاویہ سوربھ

ڈاکٹر لکشمی نارائن کچھواہا
برج راج پانڈے

دوپہر
۱-۱۰ نعت، قوالی
۱-۳۰ استاد علاء الدین خاں
سرود وادن

شام
۸-۰۰ پیرن کمار مکرجی: گیت
۸-۱۰ امانت علی خاں، فتح علی خاں: خیال

ہفتہ ۲۵ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ سگم سنگیت

دوپہر
۱-۳۰ جوانوں کے لئے

شام
۶-۳۰ یووادانی
وگیان پتریکا کا پروگرام
۷-۰۰ کرشی جگت
آم کے باغوں میں سامایک پروگرام
۷-۴۵ ستیہ دیو دُبالنکار کے اوپنیاس "دیویش" ایک جیونی کا نایک
۸-۱۰ اروند پاریکھ: ستار وادن

اتوار ۲۶ر دسمبر

صبح
۷-۳۰ آج روی وار ہے
۱-۱۰ پریوار جگت
اپنی ذمہ داری نبھا کر کیا ملے گا: تقریر

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
کسانوں کی ٹریننگ کا پروگرام
۸-۰۰ ساوتری سکسینہ اور ساتھی
غزلیں: گیت
۹-۳۰ لیاقت حسین و ساتھی
چہار بیت

پیر ۲۷ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ بھوپندر: غزلیں

دوپہر
۱-۱۰ بندیا
جہیز اور شادی: پری چرچا
۱-۳۰ استاد امیر خاں: خیال

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
گیہوں کا بیج پیدا کرنا ہو تو ابھی سے دھیان دیں
۸-۰۰ سنیتش بترا: غزلیں

منگل ۲۸ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ سبھوگیتا: گیت
رشمی استھانا: سگم سنگیت
۸-۲۱ کرشنا آرسے اور سکھیاں
لوک گیت
۱-۳۰ نکھل بنرجی: ستار وادن

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
چوہوں سے بچاؤ سب مل کریں
۸-۰۰ سجاتا چکرورتی: گیت

بدھ ۲۹ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ طلعت محمود: غزلیں

دوپہر
۱-۱۰ آنچل
بچوں کے لئے طاقت ور غذا
اسٹاک کئے ہوئے اناج کی دیکھ بھال
۱-۳۰ فیاض احمد نیاز احمد
خیال

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
کھاد میں ملاوٹ کی پہچان
۸-۰۰ خالد: سگم سنگیت
۸-۱۰ رضا حسین
سارنگی وادن

جمعرات ۳۰ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ ساہتیہ سدھا

(آگے ص ۴۲ پر)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر الف ۳۴۳۰۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز جالندھر ب ۳۲۴۰۴۳ میٹر ۶۰۲ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ ۲۰۹ر۲۰ میٹر ۱۴۴۰ کلو ہرٹز (شام ۶-۱۰ تا ۱۰-۳۰ بجے تک)

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۳۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۵-۰۶، ۷-۲۰، ۹-۲۶ (پرادیشک سماچار)، رات ۸-۴۵، ۱۰-۵۰، ۱۱-۰۰
پنجابی: صبح ۰۰-۰۰، دوپہر ۱-۳۰، شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰، انگریزی صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۵-۰۰، ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵ (خبریں)، ۹-۲۵ تبصرہ روزگار سماچار، شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'
صبح
۶-۲۵ بندے ماترم اور منگل دھونی
۶-۳۰ آرادھنا، بھکتی سنگیت
۶-۵۵ موسم اور کھیتی باڑی
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ آساوی وار (سوائے اتوار)
۹-۰۵ سمانتی
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور کھیتی
۲-۲۰ سگم سنگیت
شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ صوبائی خبریں اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۶-۲۰ پرادیشک خبریں (ہندی)
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۳۰ روزگار خبریں
۹-۱۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'
صبح
۱۰-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
شام
۶-۰۰ یووانی پروگرام
۶-۴۵ یووانی رسلی پروگرام
۷-۰۰ پنجابی سیار نکارنگ پروگرام
۸-۰۰ اختتام

جمعرات ۱۶ر دسمبر

صبح
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
بلبیر سنگھ کلسی
۷-۵۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۵۰
کستوری لال، وائلن
۸-۲۰ کلدیپ مانک، لوک گیت
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۰
پنجابی گیت

دوپہر
۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰
پرمود جین، غزلیں
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۵-۱۵ گوردیپ سنگھ، لوک گیت
جسونت رائے پتو، ڈھولک

رات
۱۰-۰۰ ضلع دی تصویر

جمعہ ۱۷ر دسمبر

صبح
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰، رات ۱۰-۳۰
پریم سروپ سنگھ، وچتر وینا
لچھمن سنگھ، طبلہ
۸-۲۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۸-۵۰ پورن چند وڈالی اور ساتھی،
صوفیانہ کلام
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۴۵
ارشاد رحمت قوال اور ساتھی،
نعتیں، کافی اور غزلیں

دوپہر
۱۲-۱۵ ڈی وی پلسکر، گائن
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ اجیت کور: لوک گیت
۵-۱۵ گیان سنگھ کنول، لوک گیت

رات
۹-۳۰ سندری ناٹک
۱۰-۱۵ طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک گیت

ہفتہ ۱۸ر دسمبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰
گلاب سنگھ، دلباغ سنگھ، خیال
۷-۴۵ ششی موہن بھٹ، اسدھ سنگیت
۸-۲۰، دوپہر ۱۲-۱۵
شرن اروڑہ، شبد، گیت

۹-۱۵، شام ۷-۴۵
سجاش چندر گپتا، بھجن، گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لوک رنگ
۲-۲۰ ساڈے آس پاس
۵-۱۵ ہردیو سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی: واراں

رات
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام
مہندر شرما، گائن
تیا ملابوس، طبلہ

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح
۶-۱۵ بھائی بخشیش سنگھ راگی و ساتھی
آسا دی وار
۷-۴۵ پرتی بمب
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

دوپہر
۱۲-۰۰ لکشمی شنکر، ٹھمری اور بھجن
۱۲-۱۵، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ بھان سنگھ ماہی: لوک گیت
۵-۱۵ جاگیر سنگھ طالب: لوک گیت
۵-۴۵ جاگرت

رات
۱۰-۰۰ شبد
۱۰-۳۰ استاد امیر خاں: خیال

پیر ۲۰ دسمبر

صبح
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
غلام مصطفیٰ خاں: خیال
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۵۰ شیر جنگ سنگھ، لوک گیت
۹-۱۵ شبد

دوپہر
۱۲-۰۰ تہاڈی پسند
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ امریک سنگھ غازی ننگل:
لوک گیت

۵-۰۵ بال واڑی

رات
۹-۳۰ پنجابی ناٹک
۱۰-۱۵ رمیش رنگیلا و ساتھی، لوک گیت

منگل ۲۱ دسمبر

صبح
۷-۳۰، شام ۷-۴۵
پرکاش وڈھیرہ، بانسری
۸-۲۰ ملکھی رام، لوک گیت
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰
پنجابی گیت
۹-۱۵ جاگرت

دوپہر
۱۲-۰۰ نالے گلاں نالے گیت
۱۲-۳۰ ترنجن
۲-۳۰ ہنس راج ہنس، لوک گیت
۵-۰۵ شمشیر سنگھ شیر و ساتھی:
لوک گیت

رات
۱۰-۰۰ گھاسی رام نرملا: جلترنگ
۱۰-۱۵ پون کمار ورما: فیصلہ

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰
لیش پال: خیال
۸-۲۰، ۹-۱۵
شبد گورو گوبند سنگھ
۸-۵۰ مولا سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی
وار گورو گوبند سنگھ

دوپہر
۱۲-۰۰ اشوک کمار شرما: منظوم
۱۲-۳۰ جنگی صحت
۲-۳۰ گوربخش سنگھ کوانیہ و ساتھی
کوانیہ، گورو گوبند سنگھ
۵-۱۵ پھلواڑی

شام
۷-۴۵ شبد
۹-۳۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
وزیر چند چترا: ستار و دن

۸-۲۰ ہنس راج اور ساتھی، بھینٹاں
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۱۵، شام ۷-۵۰
رتن لال دیپک: غزلیں

دوپہر
۱۲-۰۰ ڈی وی پلسکر: خیال
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ سدلش کپور، لوک گیت
۵-۱۵ ہرنیک سنگھ رانا، لوک گیت

رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ناٹک

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح
۶-۱۵ شبد
۷-۳۰ بلسترنہ: خیال
۷-۴۵ علی اکبر خاں: سرود
۸-۵۰ محمد شریف قوال اور ساتھی
صوفیانہ کلام
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۳۰، شام ۷-۴۵
ودیا ناگر امپال: بھجن، گیت
اور غزلیں

دوپہر
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ امر سنگھ چمن زبری و ساتھی:
لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ رم جیت سنگھ، لوک گیت

رات
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ منموہن کور، لوک گیت
۱۰-۳۰ بھیم سین جوشی: خیال

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح
۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۰۰

بسم اللہ خاں: شہنائی
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۸-۵۰، سہ پہر ۵-۰۵
پنجابی گیت
۹-۱۵ شبد

دوپہر
۱۲-۱۵ غزلیں
۱۲-۳۰ لوک گیت
۱۲-۴۵، شام ۷-۴۵
کرسمس کورس
۲-۲۰ ساڈے آس پاس

شام
۵-۱۵ جگت سنگھ جگا: لوک گیت
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: موسیقی
جشن تان سین کی ریکارڈنگ

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح
۷-۳۰ بھجن
۷-۴۵ پرتی بمب
۹-۱۵ بال جگت
۱۰-۰۰ چانن رشماں
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

دوپہر
۱۲-۰۰ ملک ارجن منصور: گائن
۱۲-۳۰ ناری سنسار
۲-۳۰ جیون سنگھ بندن اور ساتھی
لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ محمد صدیق، لوک گیت

شام
۷-۴۵ جاگرت
۱۰-۰۰ شبد گائن
۱۰-۳۰ استاد امیر خاں، گائن

پیر ۲۷ دسمبر

صبح
۷-۳۰، رات ۱۰-۳۰

این راجم ، وائلن
۸-۰۰ ، رات ۱۰-۱۵
نرسیندر بیبا : لوک گیت
۹-۰۰ جھلکی : طنز و مزاح کا پروگرام
دوپہر
۲-۰۱ کرم چند : لوک گیت
۵-۰۰ بال واڑی
رات
۹-۰۱ پنجابی ناٹک

منگل ۲۸ دسمبر

صبح
۷-۰۳ ایم ارگوتم : خیال
۸-۲۰ نوراں : لوک گیت
۹-۰۱ جاگرت
دوپہر
۱۲-۰۰ نالے گلاں نالے گیت
۱۲-۰۲ ترجنی
۲-۰۲ سگم سنگیت
۲-۳۰ کرتار سنگھ رملا : لوک گیت
۵-۰۰ پنجابی گیت
۵-۰۱ ملکیت سنگھ پندھیر : لوک گیت
شام
۷-۴۰ روشن آرا بیگم : خیال
۸-۴۰ سگم سنگیت
۹-۳۰ ہندی میں مباحثہ
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
ارہی داس گپتا ، گائن

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
جگموہن سہگل : ستار
۷-۴۵ لتا میراتھ : خیال
۸-۰۵ پریم پاٹھک : لوک گیت
۹-۱۵ ، رات ۸-۲۵
سگم سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ چنگی صحت
۲-۳۰ اتم سنگھ بھولاناتھ : لوک گیت
۵-۱۵ پھلجھڑی
رات
۸-۰۰ پنجابی میں تقریر

۹-۳۰ فرمائشی فلمی نغمے
۱۰-۳۰ 'دیا کھاں گنے وہ لوگ'
پنڈت اونکارناتھ ٹھاکر کی زندگی
اور موسیقی کو ان کی دین پر یخی فیچر
پیشکش : بلبیر کلسی

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۳۰
سوہن سنگھ : خیال
۸-۲۰ پریتی بالا : لوک گیت
۸-۵۰ قوالی
۹-۱۵ سگم سنگیت
دوپہر
۱۲-۰۰ کمارگندھرو : خیال
۱۲-۳۰ خواتین کیلئے
۲-۳۰ گیان سنگھ کنول : لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ سرنیندر سنگھ رمتا : لوک گیت
رات
۸-۰۰ اردو میں ادبی پروگرام
۱۰-۰۰ گلدستہ

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح
۷-۱۵ بھجن
۷-۳۰ ، دوپہر ۱۲-۰۰
بہاری لال : کلارنٹ
۷-۴۵ ، دوپہر ۱۲-۰۰ ، رات ۱۰-۳۰
امرناتھ : خیال
۸-۲۰ سگم سنگیت
۸-۵۰ محمد سلیم قوال اور ساتھی ،
صوفیانہ کلام
دوپہر
۱۲-۴۵ پریوار کلیان پروگرام
۲-۳۰ رنجنا : لوک گیت
۵-۰۵ پنجابی گیت
۵-۱۵ امریک سنگھ ہرگوبندپوری
لوک گیت
رات
۸-۰۰ ہندی تقریر
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۱۵ پرومیلا بجّی : لوک گیت

روہتک

میڈیم ویو ۳۰۳ء۰ میٹر ۹۹۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ، شام ۶-۰۵ رات ۹-۴۵
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۰ اور ۵-۰۰ شام بھگتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ڈسٹرکٹ نیوز لیٹر
۷-۰۰ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کیلئے)
۸-۴۰ سب رس
دوپہر
۱-۱۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے جمعہ، اتوار اور تعطیل)
۲-۲۰ لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو چھوڑ کے)
۶-۳۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۵ ایک فلم سے

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح
۷-۱۰ ، شام ۷-۴۵
کیلاش وربا : سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۸-۰۷ چلتے چلتے
۸-۲۱ لوک سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ سمیر سنگھ راٹھی اور
منپھول سنگھ : لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
سرگم
۶-۱۰ پنجابی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ گھر آنگن
۸-۳۰ ہیمنت کمار : سگم سنگیت
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ کھیل پتریکا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح
۷-۱۰ پشپا ہنس : سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ ، رات ۱۰-۰۰
راجن مشرا ، ساجن مشرا :
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا
دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ کرم سنگھ سمبروال : لوک سنگیت
شام
۵-۳۰ یووا سنسار
پتریکا
۶-۱۰ ہماچلی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۴۵ پریتی چاولہ : سگم سنگیت
۸-۰۰ کھیل جگت
۸-۳۰ سور لہری : سی ایچ آتما
۹-۱۶ ایک فلم سے 'عشق عشق عشق'

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح
۷-۱۰ سعید صابری و ساتھی : سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ لطافت حسین خاں : کلاسیکی موسیقی
۸-۲۰ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھر سنیئے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

۲-۲۰ ٹیکا، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

سوال جواب

۶-۱۰ گجراتی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۴۵ حمید حسین، سگم سنگیت

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ مناڈے، سگم سنگیت

۹-۱۶ ایک فلم سے 'ایمان دھرم'

۹-۳۰ نیشنل پروگرام، موسیقی

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

لکشمی نارائن پراشر، سگم سنگیت

۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ پنالال گھوش، بانسری وادن

۸-۲۱ بال کنج

۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ناری جگت

۱-۰۰ کھلا آکاش

۱-۴۰ خط آپ کے گیت ہمارے

۲-۲۰ منگل ناتھ وساتھی، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

نوجوانوں کی پسند، خطوں کے جواب

۶-۱۰ مدھیہ پردیش کے گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

آپ کی پسند

۸-۰۰ آج اتوار ہے

۸-۳۰ سومنجری، کرشنا کلے

۹-۱۵ ایک فلم سے 'امتحان'

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۰ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

جگدیش سنگھ ٹھاکر، سگم سنگیت

۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی

۷-۳۰، رات ۱۰-۰۰

راس بہاری دتہ، ستار وادن

۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ ٹیک چند چوہان، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار (انگریزی)

۶-۱ راجستھانی گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

لوک گیت

۸-۰۰ انگریزی تقریر

۹-۱۶ ایک فلم سے 'اتنی سی بات'

منگل ۲۱ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

ویدسیٹھی، سگم سنگیت

۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ رام نارائن، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ سنیتا گوپال اور کملا رانی:

لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

میری پسند

۶-۱۰ پرادیشک سنگیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

بیٹھک ــ لوک گیت

۸-۰۰ آشاکندن، پنجابی کویتا

۸-۳۰ سومنجری،

لتا منگیشکر

۹-۱۶ ایک فلم سے 'انصاف'

۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح

۷-۱۰ رونالیلی، سگم سنگیت

۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت

۱-۰۰ کسترنیں

۱-۴۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ سروپ دہیلا، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

۶-۱ ننھے منے، گیت، کہانی

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

سوال جواب لوک گیت

۷-۴۵ کمل ہنسیال، سگم سنگیت

۸-۰۰ ہندی تقریر

۸-۳۰ سومنجری، بیگم اختر

۹-۱۶ ایک فلم سے 'اقرار'

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

مدھوبالا بجارگو، سگم سنگیت

۷-۲۵ جیند ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ چلتے چلتے

۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ساز اور آواز

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار، سرگم

۶-۱۰ کرشی جگت

۷-۰۵ گرامین سنسار

بالک منڈلی، دیہی بچوں کیلئے

۸-۰۰ گھر آنگن

۸-۳۰ سومنجری، جیوتیکا رانے

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

جمال احمد، سگم سنگیت

۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ عبدالکریم خاں، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ لوک سنگیت

۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر

۱۲-۳۰ گاتی پنکتی

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ طلبا کیلئے

۲-۲۰ رام کرشن ورما و ساتھی، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

۶-۱۰ بھوجپوری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ وکاس کلب

۸-۳۰ سومنجری، محمد رفیع

۹-۱۶ ایک فلم سے 'جوار بھاٹا'

۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح

۱۰-۷، شام ۴۵-۷

ہری سندھو، سگم سنگیت

۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی

۷-۳۰ ایم آر گوتم، کلاسیکی موسیقی

۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ پھر سنیئے

۱-۰۰ ورندگان

۱-۴۰ اساتذہ کیلئے

۲-۲۰ مہر سنگھ، لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووانسار

سوال وجواب

۶-۱۰ کشمیری گیت

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۸-۰۰ ہریانہ درشن

۸-۳۰ سومنجری، جگموہن

۹-۱۶ ایک فلم سے 'جیون مرتیو'
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : موسیقی

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۴۵-۰۰
سریندر سنگھ بیدی : سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ استاد علی اکبر خاں : سرود
۸-۲۱ بال کنج
۹-۰۵ اس ماہ کا گیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ناری جگت
۱-۰۰ کھلا آکاش
۲-۲۰ چھتر سنگھ میراثی اور فتے کمل : لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
نوجوانوں کی پسند
۶-۱۰ اتر پردیش کے گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ آج اتوار ہے
۸-۳۰ سورمنجری : رونا لیلیٰ
۹-۱۶ ایک فلم سے
'جس دیش میں گنگا بہتی ہے'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۲۷ دسمبر

صبح
۷-۱۰ پشپا پاگدھرے : سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۰۰-۱۰
نواب خاں : طبلہ وادن
۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ نفے سنگھ وساتھی اور دھرم پال بیدی : لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار (انگریزی)
۶-۱۰ بندیل کھنڈی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ انگریزی تقریر
۸-۳۰ منہر : سورمنجری
۹-۱۶ ایک فلم سے 'جنگلی'

منگل ۲۸ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۴۵-۰۰
بیش شرما : سگم سنگیت
۷-۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ لائبریری سے انتخاب
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ سیتا ڈانگی : لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ قدرت کے سب بندے
۶-۳۰ کرشی جگت : لوک گیت
۷-۰۰ گرامین سنسار
پنگھٹ
۸-۰۰ ہریانوی لوتیا پاٹھ
۸-۳۰ سورمنجری : سمن کلیانپور
۹-۱۶ ایک فلم سے
'جب پیار کسی سے ہوتا ہے'
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۴۵-۰۰
محمد عمر رامپوری : سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۰۰-۱۰
کلاسیکی موسیقی : ستار وادن
۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ دھرتی کے گیت
۱-۰۰ کستھ بنیں
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ راجندر کمار : لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ ننھے منے ـ گیت، کہانی
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۳۰ سورمنجری : کے ایل سہگل
۹-۱۶ ایک فلم سے 'جے سنتوشی ماں'

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۴۵-۰۰
بالورام : سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ چلتے چلتے
۸-۲۱ لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ ایک رنگ
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ بلونت سنگھ اور امید سنگھ لوک سنگیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار : سرگم
۶-۱۰ برج کے لوک گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۰۰ گھر آنگن
۹-۱۶ آپ کا خط ملا
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح
۷-۱۰، شام ۴۵-۰۰
پشپارانی : سگم سنگیت
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰، رات ۰۰-۱۰
استاد حسین خاں : کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ لوک سنگیت
۸-۳۰ گاندھی چرچا

دوپہر
۱۲-۳۰ گاتی پنکتی
۱-۰۰ ورندگان
۱-۴۰ طلبا کیلئے
۲-۲۰ منگت خاں قریشی : لوک گیت

شام
۵-۳۰ یووا سنسار : پتریکا
۶-۱۰ بنگالی گیت
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۳۰ سورمنجری : طلعت عزیز
۹-۱۶ ایک فلم سے 'جیول تھیف'

رامپور

سنسکرت پروگرام

دوپہر
۱-۴۰ آر۔ پی۔ شاستری
وائلن وادن

شام
۶-۲۰ یووا وانی
آنے والا سال اور ہماری تکلیفیں اور مشکلات
تقریر
۷-۰۰ کرشی جگت
یوریا لگائیں لابھ اٹھائیں
۸-۰۰ صغیر احمد خاں : غزلیں
۸-۱۰ غلام مصطفیٰ خاں
خیال

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح
۷-۲۰ واتائن
آکاش میں لالیما : تقریر

دوپہر
۱-۴۰ اونکار ناتھ ٹھاکر : خیال

شام
۷-۰۰ کرشی جگت
شہد کی مکھی پالنے سے دوہرا فائدہ
۸-۱۰ رئیس خاں : ستار وادن

شملہ

میڈیم ویو ... میٹر ... کلوہرٹز
شارٹ ویو ... میٹر ... کلوہرٹز صبح ... تک، شام ... کے بعد
... میٹر ... کلوہرٹز صبح ... کے بعد ... تک
[illegible]

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ... شام ۵-۰۰ ... رات ۹-۰۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ ... رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۲ [illegible]
۷-۰۰ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
۷-۰۰ ساماجکی
۷-۲۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی خبریں، موسم کا حال
۹-۳۰ اختتام
دوپہر
۱۲-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱۲-۲۰ اختتام

۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۲-۰۲ [illegible]
۲-۳۰ [illegible]
۳-۰۰ اختتام
شام
۵-۰۰ ہماچل پروگرام ...
(اتوار، منگل، جمعہ)
... پروگرام (پیر، جمعرات)
... پروگرام (... ہفتہ)
۵-۳۰ [illegible] پروگرام (اتوار، بدھ)
جاسوسی پروگرام (پیر، جمعہ)
[illegible] پروگرام (منگل، جمعہ)
[illegible] (جمعرات)

۶-۰۰ [illegible]
۶-۱۵ [illegible] پروگرام (اتوار، جمعرات)
[illegible] (پیر، جمعہ)
[illegible] (منگل، ...)
خواتین کے لیے (بدھ)
۶-۱۰ مقامی اعلانات اور پروگرام کا خلاصہ
۶-۳۰ علاقائی خبریں
۷-۰۵ [illegible]
۷-۲۵ گرامین بھائیوں کے لیے
۸-۰۰ [illegible] گیت
۱۰-۰۳ اختتام (ہفتہ، منگل کو ...)

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو
گاندھی جی کے وچار
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
ساز سنگیت
۷-۳۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ کلدیپ مانک: پنجابی گیت
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار
رات
۸-۱۵ شوبھا گرٹو: غزلیں
۸-۲۵ یہ کیا کہتے ہیں: انٹرویوز پر مبنی پریوار کلیان کا پروگرام
۸-۳۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۷ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ کھیل پتریکا
۱۰-۰۰ بات چیت

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو
وتیکی اور کرم
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۷-۲۵ ریڈیو شردھا کلبوں سے
۷-۳۰ جیون جیوتی
۷-۵۵ سننے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی گائن
۹-۰۵ محفل
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۷ ہندی تقریر
۹-۳۰ چوری کی عادت: ناٹک
تحریر: ہری مہتہ
۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو
۷-۱۰ یش پال: کلاسیکی گائن
۷-۳۰ گیت
۱۰-۲۱ علاقائی سنگیت
۸-۳۰ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا
شام
۷-۰۵ اساتذہ کے لئے
۸-۲۵ سرلا کپور: سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۷ ہندی میں علاقائی نیوز ریل
ہم درشن
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح
۶-۳۰ گیان وندو
آتم بودھ
۷-۱۰ دیپالی ناگ: گائن
۷-۳۰ دیش گیت
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دنوں
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ سکند گپت: ڈرامہ
تحریر: جے شنکر پرساد
ریڈیو عکس: چرن جیت
۱۱-۳۰ گلشن گلشن
غزلوں کا خصوصی پروگرام
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ ونیتا منڈل: خواتین کے لئے
شام
۷-۰۵ سوپان: ریڈیو پتریکا پروگرام
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ امرناتھ: کلاسیکی گائن
۹-۱۴ قانون اور وتیکی
بات چیت
۹-۳۰ گیت پہاڑا رے
پہاڑی فرمائشی گانوں کا پروگرام

پیر ۲۰ دسمبر

صبح
۶-۳۰ گیان وندو
من کا سروپ
۷-۱۰ امیر خاں: گائن
۷-۳۰ جیون جیوتی
سنت تکارام
تحریر: اوشا ونڈے
۸-۲۱ بھوپندر سنگھ: شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
خمار بارہ بنکوی
۹-۰۵ پرانی فلموں سے
رات
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۸-۳۷ ساز سنگیت
۹-۱۷ من منتھن
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ سندھیا مکھرجی: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ شہنائی وادن

منگل ۲۱ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو: سہاتپ
۷-۱۰ ساز سنگیت
۷-۳۰ خاندان کی بہبودی پر مبنی گیت
۷-۵۵ سننے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ سیاحوں کے لئے
۹-۰۵ راگ چھایا
رات
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ سب رس
۹-۱۷ ہماری وکاس یاترا
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ اوشا ناڈن: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو
گورو گوبند سنگھ جی کے خیالات
۷-۱۰ وائلن وادن
۷-۳۰ جیون جیوتی

۸-۲۱ نرملا اروڑن: ہلکی کلاسیکی موسیقی
۸-۳۵ شاشوت والی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۴ گھر آنگن
۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو دیش سیوا
۷-۱۰ کلاسیکی گائن
۷-۳۰ اس ماس کا گیت
۸-۲۱ ملے جلے پنجابی گانے
۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت
۹-۰۵ ایک کلاکار
رات
۸-۱۵ رونا لیلا: غزلیں
۸-۲۵ پریوار کلیان تجربات کی باتیں
۸-۳۰ بھگتی سنگیت
۹-۱۴ آپ کا پتر ملا
۹-۳۰ ناٹکوں کا نیشنل پروگرام
۱۰-۰۰ کلاسیکی موسیقی

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو سیوا کا آدرش
۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے
۷-۳۰ ترنگ
۷-۵۵ سینے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
۹-۰۵ محفل
رات
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ سگم سنگیت
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۱۴ ہندی تقریر
۹-۳۰ بہوروپیا: ناٹک تحریر: ڈاکٹر آر۔سی۔ شرما
۱۰-۰۰ من بھاون پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو بائبل سے
۷-۱۰ کلاسیکی گائن
۷-۳۰ گیت
۸-۲۱ بھگتی سنگیت مسیحی بھجن
۸-۳۵ انگریزی سبق
۹-۰۵ رس دھارا
رات
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ فلمی سنگیت
۹-۱۴ ہم درشن ہندی میں علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو گیان کی تلاش
۷-۱۰ کلاسیکی ساز سنگیت
۷-۳۰ دیش گان
۸-۲۱ آپ کی چٹھی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ ان دلوں بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ مانس گان
۹-۴۵ وگیان اور جیون
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۰ بھگوان پرشن رام: ڈرامہ
۱۲-۰۰ بوڑھوں کے لئے پروگرام
۱۲-۳۰ بال گوپال
۳-۰۰ خواتین کے لئے پروگرام
شام
۷-۰۰ پریوار کلیان: بات چیت
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ کلاسیکی گائن
۹-۱۷ شرم سنسار
۹-۳۰ گیت پہاڑ رے فرمائشی پہاڑی گانوں کا پروگرام

پیر ۲۷ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو بلی دان کی بھاونا
۷-۱۰ کلاسیکی گائن
۷-۳۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ بھائی گوپال سنگھ راگی اور ساتھی: شبد
۸-۳۵ ادبی پروگرام
۹-۰۵ پرانی فلموں سے
رات
۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸-۳۰ دیش گان
۹-۱۴ انگریزی تقریر
۹-۳۰ ہندی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ اوشا سیٹھ: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ کلاسیکی گائن

منگل ۲۸ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو بھارت میں الیکٹرو بار
۷-۱۰ کلاسیکی ساز سنگیت
۷-۳۰ سنگیت پریوار کلیان پر مبنی بھینٹ وارتا
۷-۵۵ سینے کی بات
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۵ کھیل سمکشا
۹-۰۵ راگ چھایا
رات
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ سب رس
۹-۱۴ پریوار کلیان
۹-۳۰ انگریزی تقریروں کا نیشنل پروگرام
۹-۴۵ رما سین: سگم سنگیت
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح
۶-۲۰ گیان وندو راشٹر پریمی کا فرض
۷-۱۰ کرناٹک سنگیت
۷-۳۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ ٹھمری، دادرا
۸-۳۵ ساز سنگیت
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

اودے پور

اودے پور: ۲۶۶٫۶ میٹر ۱۱۲۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۳۵ بھگتی سنگیت
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کھیتی باڑی
۷-۲۰ بانس گان
۷-۳۰ سنگیت سریتا
۷-۴۰ فلمی سنگیت
۹-۱۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
دوپہر
۱۲-۳۰ فلمی گیت (سوائے اتوار)
۱-۴۰ کرشی لوک (سوائے اتوار)
۱-۵۰ لوک سنگیت
۵-۰۵ یووا وانی
۶-۰۰ مقامی اعلانات پروگراموں کا خلاصہ موسم کا حال
۷-۳۰ کرشکوں کے لیے
۸-۰۰ کھلا آکاش (سوائے ہفتہ اور اتوار)
۸-۲۵ فلمی گیت

رات

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سنگم سنگیت

۸-۳۵ وادیہ ورند

۹-۱۶ جھلکی

۱۰-۰۰ آپ کے انورودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
برہم پرایتی

۷-۱۰ کلاسیکی گائن

۷-۲۰ اس ماس کا گیت

۸-۲۱ پنجابی گیت

۸-۳۵ ریڈیو ڈاکٹر: بات چیت

۹-۰۵ ایک کلاکار

رات

۸-۱۵ شیلا دھر: غزلیں

۸-۲۵ پریوار کلیان

۸-۳۰ بھکتی سنگیت

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا

۹-۳۰ کھیل چرچا

۹-۴۵ سنگم سنگیت

۱۰-۰۰ ادان پردان

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح

۶-۲۰ گیان وندو
ایکتا کی ضرورت

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا

۷-۲۵ ریڈیو شروتا کلبوں سے

۷-۴۰ نترنگ

۷-۵۵ سینے کی بات

۸-۳۵ کلاسیکی موسیقی
محفل

۹-۰۵

رات

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ سنگم سنگیت

۸-۳۵ ساز سنگیت

۹-۱۶ ہندی تقریر

۹-۳۰ روپک

۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

ایم ایل اے ۲/۲ ۲ بیٹر ۸۵۳ کلو ہرٹز بھوپال سے ۳ ۳۳۰ میٹر ۱۳۳ کلو ہرٹز
صبح ۵-۵۰-۵۳-۲۵ ، ۹۰۰ ۱۱ کلو ہرٹز
صبح ۸-۰۰ تا ۹-۲۵ ، ۰-۰۰ ۱۵۱۸ کلو ہرٹز
صبح ۵-۳۵ تا ۵۰-۱۰ ، ۵-۴۵ شام
شام ۵-۳۰ سے ۱۱-۰۰ رات ۵۰ ۲۲ کلو ہرٹز
رائپور ۰۵-۱۰ ، ۵۰۰ میٹر ۹۰ کلو ہرٹز گوالیار ۳-۲-۳ ۲ میٹر ۱۳۴ کلو ہرٹز جبلپور ۳-۵۵ میٹر ۱۱۰۹ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۰ (پارلیمنٹ) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۲۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۲۵، ۱۱-۰۰ (صرف بدھ کو)
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۰۰ رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (صرف بدھ کو)

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح

۷-۴۵، رات ۱۰-۰۰
شاردا بھٹ
ہلکی کلاسیکی موسیقی

۸-۲۰، رات ۱۰-۳۰
منی لال ناگ: ستار

رات

۸-۰۰ چھتیس گڑھ کا کھجوراہو
ہندی تقریر
از شمس الدین

۹-۳۰ لوک اور سگم سنگیت کا
نیشنل پروگرام

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح

۸-۳۰، رات ۱۰-۰۰
عبداللطیف خاں
سارنگی

۲-۳۰ ہری داس بلینڈ
لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں
ادبی محفل پروگرام
بیگم اختر: غالب کی ایک
غزل
بات چیت
نذر غالب: صادق حسین

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح

۸-۳۰ ہری نارائن سنگھ

بانسری وادن

دوپہر

۱-۳۰ گری موہن گرو
نئی رچنا، کاویہ پاٹھ

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح

۱۱-۱۰ ناٹکوں کا نیشنل پروگرام

دوپہر

۱-۴۰ بدھ دیو داس گپتا
سرود پر، راگ درباری

پیر ۲۰ دسمبر

صبح

۸-۳۰ سدھا سروٹے: خیال

دوپہر

۲-۳۰ گووند نام دیو
لوک سنگیت

رات

۱۰-۰۰ سدھا سپرے
پوربی، خیال

۱۰-۳۰ سدھا رام جادھو اور
ساتھی: سندری وادن

منگل ۲۱ دسمبر

صبح

۷-۴۵ نارائن راؤ ویاس
ہلکی کلاسیکی موسیقی

دوپہر

۱-۲۰ کاویہ دھارا: ونشی بہشوری

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام

انگریزی تقریر

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح

۷-۳۰ لکشمی نارائن تیواری
لوک گیت

۸-۳۰، رات ۱۰-۰۰
پنا لال: ستار

۹-۰۵ ضلع کی چٹھی

رات

۸-۰۰ ہری نارائن ویاس
ساہتیکی، کاویہ پاٹھ

۱۰-۳۰ مالنی راجرکر: خیال

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح

۷-۴۵ غلام یوسف خاں
ہلکی کلاسیکی موسیقی

۸-۳۰ کلیانی رائے: ستار

رات

۸-۰۰ بھارتی سنسکرتی کے پربھاؤ
ہندی تقریر: ورما آنند
دیکھی سنی

۹-۱۵ ریڈیو کارٹون پروگرام

۱۰-۳۰ غلام یوسف خاں: خیال

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح

۸-۳۰، رات ۱۰-۳۰
نثار حسین خاں: خیال

۹-۱۵، رات ۱۰-۰۰
عبدالصمد خاں: سارنگی

۱-۲۰ پروین سلطانہ: خیال

۲-۳۰ ثروت حسین، لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں
سائنس میگزین
(۱) ہماری سائنس اور برّاعظم
(۲) آپریشن کیسے ہوتا ہے
جلیل انصاری

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح

۷-۱۵ محمود مرزا: ستار

عزیز وارثی قوال اور ساتھی —
آکاشوانی بھوپال کی جانب سے منعقدہ ایک محفل میں قوالی پیش کرتے ہوئے۔

۸-۳۰ جیتندر ابھیشیکی : خیال

دوپہر

۱-۴۰ کرشن کمبلش : نئی رچنا

رات

۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام
تان سین سمارو ہ کی ریکارڈنگ

اتوار ۲۶ دسمبر

دوپہر

خیال راگ

پیر ۲۷ دسمبر

صبح

۸-۳۰، رات ۱۰-۳۰
مالویکا کانن : خیال

۹-۱۰، دوپہر ۱-۲۰
زرین دارو والا : سرود

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام
ہندی تقریر

۱۰-۰۰ بھوپال میں پترکاریتا
روپک، مہیش سریواستو

منگل ۲۸ دسمبر

صبح

۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰
رام کشن چند لیشری

لوک گیت

۷-۴۵ راج گرو بسنت راج
ہلکی کلاسیکی موسیقی

۸-۴۰ اردو پروگرام
آئینہ رفتار
ہمارے اردو اخبار پڑھنے
والوں کی نظر میں : روپک
جمہر بیگ : اکبر الہ آبادی
کے قارئین از حسن احمد

۹-۱۰ وسنت رانا ڈے : وائلن

دوپہر

۱-۴۰ کاویہ دھارا
ہری شنکر اگروال

۱-۴۰ وسنت راج راج گرو
خیال

رات

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
کرمی داس گپتا

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح

۸-۳۰، رات ۱۰-۰۰
مادھوا مڈکر : خیال

۹-۱۵، دوپہر ۱-۴۰، رات ۱۰-۰۰
بدھادتیہ مکرجی : ستار

رات

۸-۰۰ ڈاکٹر لکھی چوہان : وینگ وارتا

(آگے ص ۵۰ پر)

حیدرآباد

حیدرآباد الف، ۴۰۶ر۵ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز حیدرآباد ب، ۲۱۷ر۸ میٹر ۱۳۷۷ کلوہرٹز
حیدرآباد ج، ۲۵۶ر۴۲ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
اردو پروگرام

شام

۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام

رات

۹-۳۰ نیرنگ
پنج تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
محنت کش عوام سے خطاب
نظم از خواجہ شوق
صنعتی مزدوروں کے لئے پروگرام
ڈھولک کے گیت

جمعہ ۱۷ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
شہرنامہ

۲-۳۰ طلبا کے لئے
اسکولی طلبا کے لئے

شام

۵-۳۰ ترنگ : اردو پروگرام

رات

۹-۳۰ نیرنگ
پنج تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
اجنبیت : افسانہ
از قادر جاوید
شگوفے : مزاحیہ پروگرام
خطوں کے جواب
گیت اور غزلیں

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی

کلام شاعر

دوپہر

۲-۳۰ طلبا کے لئے
اسکول طلبا کے لئے

شام

۵-۳۰ ترنگ : ورائٹی پروگرام

رات

۹-۳۰ نیرنگ
پنج تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
۲۰ نکاتی پروگرام اور ہمارے
فرائض : تقریر
از ملک محمود
دیہات کی تصویر : فیچر
گیت اور غزلیں

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح

۶-۴۰ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک
از حافظ غلام جیلانی
نعت شریف
از محمود علی بہابلائی

۸-۴۰ یوواوانی : تقریر

شام

۵-۳۰ ترنگ : میری پسند

رات

۹-۳۰ نیرنگ
پنج تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
حیدرآباد کے شب و روز
کلچرل ڈائری
ان سے ملئے
قوالیاں

پیر ۲۰ دسمبر

صبح ۸-۲۵ یوواوانی : تقریر

شام
۵-۳۰ ترنگ : ڈرامہ
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
بھارت بھارتی
لطیفے ہی لطیفے
غزلیں

منگل ۲۱ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی : گلدستہ
نوجوانوں پر مبنی پروگرام
۸-۳۰ بچوں کے لئے
دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کے لئے
فضول خرچی رسومات پر
از بھارتی دیوی
کام کی باتیں
خطوں کے جواب
شام
۵-۳۰ ترنگ : ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ : ڈرامہ
غزلیں

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح
۸-۳۰ یووا وانی
نغموں کی دنیا
شام
۵-۳۰ ترنگ
کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
سب رس : کلام شاعر
افسانہ
گیت اور غزلیں

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی
اردو پروگرام
شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
صنعتی مزدوروں کے لئے
پروگرام
صنعتی خبرنامہ
ڈھولک کے گیت

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی : شہرنامہ
دوپہر
۲-۳۰ طلباء کے لئے
اسکولی طلباء کے لئے
شام
۵-۳۰ ترنگ : اردو پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
شگوفے مزاحیہ پروگرام
خطوں کے جواب
غزلیں

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی
کلام شاعر
دوپہر
۲-۳۰ طلباء کے لئے
اسکول طلباء کے لئے
شام
۵-۳۰ ترنگ : ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ
ڈراموں کا فیسٹیول پروگرام

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح
۶-۳۰ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک
نعت شریف
۸-۳۰ یووا وانی : تقریر
شام
۵-۳۰ ترنگ : میری پسند
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
ان سے ملیئے
حیدرآباد کے شب و روز
کچھلی ڈائری
قوالیاں

پیر ۲۷ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی : تقریر
شام
۵-۳۰ ترنگ : ڈرامہ
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
لطیفے ہی لطیفے
بھارت بھارتی
غزلیں

منگل ۲۸ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی : گلدستہ
نوجوانوں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ بچوں کے لئے
دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کے لئے
تعلیم بالغان کے لئے اقدامات
تقریر از خورشید حمید پاشا
ڈھولک کے گیت
خطوں کے جواب
شام
۵-۳۰ ترنگ : ورائٹی پروگرام
رات
۹-۳۰ نیرنگ پروگرام
ڈرامہ
غزلیں

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح
۸-۳۰ یووا وانی
نغموں کی دنیا
شام
۵-۳۰ ترنگ
کھیلوں پر تبصرہ
خطوں کے جواب
رات
۹-۳۰ نیرنگ
پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
کلام شاعر
افسانہ
گیت اور غزلیں

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح
۸-۲۵ یووا وانی
اردو پروگرام
شام
۵-۳۰ آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
رات
۹-۳۰ پنچ تنترا سے کہانی
سازی موسیقی
صنعتی مزدوروں کے لئے
صنعتی خبرنامہ
ڈھولک کے گیت

سرینگر

میڈیم ویو سرینگر اے [illegible] ۳۲۵ میٹر ۹۲۲ کلو ہرٹز
شارٹ ویو [illegible] میٹر [illegible] میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک دوسری مجلس [illegible]
رات ۰۵-۱۱ تک (اتوار کو صبح ۳۰-۷ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری : صبح [illegible] ، شام ۲۵-۷ اردو : صبح ۰۵-۸ ، دوپہر ۰۵-۱ ، رات ۱۵-۹
ہندی : صبح [illegible] سنسکرت : صبح [illegible] انگریزی : صبح [illegible] دوپہر [illegible] شام [illegible] اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

صبح ۰۵-۹ دلچسپ خبریں ۳۰-۶ اردو ۲۵-۹ کشمیری دوپہر ۱۰-۲ [illegible] شام ۳۰-[illegible] کشمیری ۴۵-[illegible] اردو

جمعرات ۱۶ دسمبر

صبح
۸-۰۰ پوسٹ کارڈ افسانہ اور سازینہ
۸-۲۱ آش تہ گاش
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰
عبدالخالق وساتھی ، صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۰۰ عبدالسلام بٹ اور ساتھی
چھکری اور [illegible]
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پہاڑی پروگرام

شام
۶-۱۰ آشا بھونسلے ، غزلیں
۸-۴۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ میانی پسند

جمعرات ۱۷ دسمبر

صبح
۷-۳۰ گاندھی کتھا
۸-۰۰ نغمہ زار
۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ

دوپہر
۱۲-۰۰ محمد عبداللہ تاری اور ساتھی ، صوفیانہ موسیقی
۱۲-۴۰ نعتیں اور منقبت
۱-۰۰ آرتی ٹکو ، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
۹-۳۰ بزم شعراء
۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۱۸ دسمبر

صبح
۸-۰۰ مہینے کا نغمہ
۸-۲۱ نوی تخلیق
۸-۴۵ پیراک
۹-۰۵ کاشری ناول
۱۱-۳۰ غلام محمد سازنواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۱۲-۴۰ چندر کانت ، غزلیں
۲-۱۰ کارتک کمار ، غزلیں
۲-۳۰ غلام نبی ڈولوال اور ساتھی ، چلنت
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک
۴-۳۰ خوشحال گھر

شام
۶-۱۰ راج بیگم ، غزلیں
۸-۴۵ انگریزی بات چیت
۹-۳۰ محفل موسیقی
۱۰-۳۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اتوار ۱۹ دسمبر

صبح
۸-۰۰ اس ہفتے
۸-۲۱ گھر والوں کیلئے
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ سونہار
۱۱-۰۰ نوبہ نو

دوپہر
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۲-۳۰ ہی مال
۳-۰۰ نونہال
۴-۳۰ پنجابی پروگرام

شام
۶-۱۰ اجیت کور ، غزلیں
۸-۴۵ نونہنز چھٹی واژ
۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۰ دسمبر

صبح
۸-۰۰ آرتی ٹکو اور دوسروں کے علاوہ ، صوفی شعراء کا کلام
۸-۲۱ زعفران زار
۸-۴۵ ہندی بات چیت
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۰۰ مہدی حسن اور رگھبیت سنگھ ، غزلیں
۱۲-۴۰ فلمی گانے
۱-۰۰ علی محمد ، غزلیں
۴-۳۰ 'کیاری'
ڈوگری گیت ، نیلم ساہنی
کشمیری گیت ، جی این سرخ ،
اور راج بیگم وساتھی

رات
۸-۳۰ کھیلن ہند دنیاہ
۸-۴۵ اردو بات چیت
۹-۳۰ 'یہ کیونکر حادثہ' ، کشمیری کھیل
تحریر ، راجہ بشیر احمد

منگل ۲۱ دسمبر

صبح
۸-۰۰ انیل کمار ، ڈوگری گیت
۸-۲۱ 'ثقافت'
کشمیری میں ادبی میگزین
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ ، ۴-۳۰
محمد عبداللہ تاری اور ساتھی ،
صوفیانہ موسیقی

سہ پہر
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

رات
۸-۴۵ "یم چھ سائی لنگ لیجھ"
کشمیری میں گفتگو
۹-۳۰ 'ہمکلام' ، اردو ادبی پروگرام
۱۰-۰۰ نونہنز فرمائش

بدھ ۲۲ دسمبر

صبح
۸-۰۰ بیلا ساوید ، غزلیں
۸-۲۱ رشش رنگ ، ریڈیو ڈائجسٹ
۹-۰۵ زونہ ڈب

دوپہر
۱۲-۴۰ بین دیوانہ ، غزلیں
۱-۰۰ نسیم اختر ، غزلیں

رات
۸-۴۵ خطا کیلئے شکریہ
۹-۳۰ سائنس میگزین
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۲۳ دسمبر

صبح
۷-۳۰ بجائی ہند سنز
۸-۰۰ پوسٹ کارڈ افسانہ
۸-۲۱ آش تہ گاش
۹-۰۵ زونہ ڈب
۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز وساتھی ، چکری

دوپہر
۱۲-۴۰ نسیم بانو ، غزلیں
۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

رات
۸-۳۵ ہیلتھ فورم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ، ڈرامہ

جمعہ ۲۴ دسمبر

صبح
۷-۳۰ گاندھی کتھا
۸-۰۰ 'حسن انتخاب'
کورس کے روپ میں اساتذہ کا کلام
۸-۲۰ گھر بارہ خاطرہ

دوپہر

۱۲-۰۰ جی ایم ڈی بلپوری و ساتھی : قوالی

۱-۰۰ جلال گیلانی : غزلیں

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

۴-۳۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ اپنی دھرتی اپنا دیش

۱۰-۰۰ داستان

ہفتہ ۲۵ دسمبر

صبح

۹-۰۰ مہینے کا نغمہ

۸-۲۵ مولی شعار

۹-۰۵ کاشت کی ناول

۱۱-۳۰ کمال بٹ اور ساتھی : صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۰ نرملا دیوی : غزلیں

۲-۳۰ جی ایم کاوا اور ساتھی : چھکری اور روف

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام

۶-۱۰ محمد صدیق پانپوری : غزلیں

۸-۴۵ انگریزی بات چیت از اوین کول

۹-۳۰ بزم سامعین

۱۰-۰۰ گلدستہ تارکھ

۱۰-۳۰ شہر صدا

اتوار ۲۶ دسمبر

صبح

۸-۰۰ اس ہفتے

۸-۲۱ گھرانوں کیلئے

۱۰-۰۰ ٹیڈیو میوزریل

۱۰-۱۵ ہونہار

۱۱-۳۰ انتخاب

دوپہر

۱۲-۳۰ فلمی گانے

۲-۲۰ سبھی مال

۴- نونہال

۴-۰۰ پنجابی پروگرام

رات

۸-۴۵ تونہنز چیٹھی واتز

۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

پیر ۲۷ دسمبر

صبح

۸-۰۰ جی ایچ صوفی اور وی کے ملا : صوفی شعرا کا کلام

۸-۲۱ ذات بترات

دوپہر

۱۲-۳۰ کمل سدھو : غزلیں

رات

۸-۴۵ اردو بات چیت

۹-۳۰ "ایک اور پڑھو" اور دو کھیل خسیر : نور شاہ

منگل ۲۸ دسمبر

صبح

۸-۰۰ ڈوگری گیت

۸-۲۰ فلم میگزین (کشمیری)

۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۰۰ غلام نبی بلبل اور ساتھی : ٹھکری اور روف

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

رات

۹-۳۰ سنگریاں

۱۰-۰۰ تونہنز فرمائش

بدھ ۲۹ دسمبر

صبح

۸-۰۰ احمد حسین، محمد حسین : غزلیں

۸-۲۱ شتس رنگ

۱۲-۳۰ فلمی گانے

شام

۶-۱۰ نیم اختر : غزلیں

۸-۰۵ خط کیلئے شکریہ

۹-۳۰ "تصویر" پروجیکٹ پروگرام

۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح

۸-۲۱ آشتی نگاش

۱۱-۳۰ ، دوپہر ۲-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : صوفیانہ موسیقی

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام

۶-۱۰ غلام محمد میر : غزلیں

۸-۴۵ ہیلتھ فورم

۹-۳۰ محفل

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح

۷-۳۰ گاندھی کتھا

۸-۰۰ نغمہ زار انجلی بنرجی : غزلیں

۸-۲۱ گھر بارہ خاطرہ

سہ پہر

۴-۰۰ ویسٹرن میوزک

شام

۶-۱۰ راج بیگم : غزلیں

۸-۰۰ وادی کی آواز

۹-۳۰ اردو مشاعرہ

۱۰-۰۰ داستان

۱۲-۰۰ سال نو پر خصوصی پروگرام

بقیہ: اردو سروس

استاد نثار حسین خان : خیال پوریاں

پی ڈی سپت رشی : وائلن پر راگ درباری

جمعرات ۳۰ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : قوالیاں

۶-۲۵ شہر صبا

نیلم ساہنی، رفعت سروش، سیماب اور اقبال کا کلام

وی پی دھر : غالب اور شاد عظیم آبادی کا کلام

۷-۱۰ ساز سنگیت

مشتاق علی خاں : ستار پر للت

۷-۲۲ کلاسیکی موسیقی

کاشی شنکر : خیال بھٹیار

۲-۰۰ دھوپ چھاؤں

۲-۳۰ حرف غزل

۰-۰۰ نمبر فلمی قوالیاں

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

نیلم ساہنی : غزلیں

۹-۰۰ ڈرامہ

۱۰-۰۰ ماضی کے دیار

"مٹیا برج — کلکتہ" ترتیب : ڈاکٹر ظفر اوگانوی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

کاشی شنکر : خیال مارو بہاگ

مشتاق علی خاں : ستار پر بہاگ

جمعہ ۳۱ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

تلاوت قرآن پاک مع تشریح

نعت اور نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا

ہمنت کمار، فیاض ہاشمی، اور ایس ایچ بہاری کا کلام

شانتی ہیرانند : غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت

بسم اللہ خاں و ساتھی : شہنائی پر بھیروی

۷-۲۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ کہانی ایک گیت کی

۲-۳۰ پنگھٹ

۲-۰۰ آواز دے کہاں ہے

رات

۸-۱۵ سازینہ

۸-۳۰ حسن غزل

شانتی ہیرانند : غزلیں

۹-۰۰ سیل سفر

تقریر از پروفیسر مختار الدین احمد

۹-۳۰ صدائے رفتہ

۱۱-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

کشوری امونکر : خیال اور ترانہ کامود

بسم اللہ خاں و ساتھی : شہنائی پر راگ چھایانٹ اور مالکونس

Regd. No D-(C)39 RN 14253

16th. December 1982

Licensed (J-13) to post without prepayment at GPSO New Delhi.

ملکۂ غزل بیگم اختر کی یاد میں

آکاشوانی لکھنؤ کی جانب سے مدعو سامعین کے روبرو غزلوں کی ایک شام منعقد کی گئی۔ اس محفل میں غزل گائیکی کے نمایاں فنکاروں نے شرکت کی۔

اس محفل کو جناب عارف محمد خاں، ڈپٹی منسٹر اطلاعات ونشریات نے بھی خطاب کیا۔

راجندر مہتہ، نینا مہتہ

سنیتا جھنگرن

احمد حسین محمد حسین

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor Sansad Marg, New Delhi 110001. Printed by the Manager Government of India Photo Litho Press, Faridabad.